عام فہم تعلیمات نبوی صلی اللہ علیہ وسلم کا
ایک سدا بہار مبارک سلسلہ

درسِ حدیث

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا

اللہ تعالیٰ اس شخص کو تروتازہ رکھے جس نے میری بات سنی اور اسکو یاد کیا اور اسکو محفوظ رکھا اور پھر دوسروں کو پہنچادیا۔ (ترمذی)
نیز فرمایا سب سے افضل صدقہ یہ ہے کہ مسلمان علم دین کی بات سیکھے پھر اپنے مسلمان بھائی کو سکھادے۔ (ابن ماجہ)

زیرنگرانی

فقیہ العصر حضرت مولانا مفتی عبدالستار صاحب رحمہ اللہ
رئیس دارالافتاء جامعہ خیر المدارس ملتان

اِدارۂ تالیفاتِ اشرفیہ
چوک فوارہ ملتان پاکستان
(061-4540513-4519240

بسم اللہ الرحمن الرحیم

درسِ حدیث

سلسلہ درس حدیث - 6

عام فہم تعلیمات نبوی صلی اللہ علیہ وسلم کا
ایک سدا بہار مبارک سلسلہ

درسِ حدیث

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا

اللہ تعالیٰ اس شخص کو تروتازہ رکھے جس نے میری بات سنی اور اسکو یاد کیا اور اسکو محفوظ رکھا اور پھر دوسروں کو پہنچا دیا۔ (ترمذی)
نیز فرمایا سب سے افضل صدقہ یہ ہے کہ مسلمان علم دین کی بات سیکھے پھر اپنے مسلمان بھائی کو سکھا دے۔ (ابن ماجہ)

از افادات:
شیخ الحدیث حضرت
مولانا محمد زکریا کاندھلوی رحمہ اللہ

زیر نگرانی
فقیہ العصر حضرت مولانا مفتی عبدالستار صاحب رحمہ اللہ
رئیس دارالافتاء جامعہ خیر المدارس ملتان

اِدارۂ تالیفاتِ اشرفیہ
چوک فوارہ ملتان پاکستان
(061-4540513-4519240

درسِ حدیث

تاریخ اشاعت .... رجب المرجب ۱۴۲۷ھ
ناشر .... ادارہ تالیفات اشرفیہ ملتان
طباعت .... سلامت اقبال پریس ملتان

قارئین سے گذارش

ادراہ کی حتی الامکان کوشش ہوتی ہے کہ پروف ریڈنگ معیاری ہو۔ الحمدللہ اس کام کیلئے ادارہ میں علماء کی ایک جماعت موجود رہتی ہے۔ پھر بھی کوئی غلطی نظر آئے تو برائے مہربانی مطلع فرما کر ممنون فرمائیں تاکہ آئندہ اشاعت میں درست ہو سکے۔ جزاک اللہ

ملنے کے پتے

ادارہ تالیفات اشرفیہ.... چوک فوارہ.... ملتان — مکتبہ رشیدیہ....... راجہ بازار....... راولپنڈی
ادارہ اسلامیات....... انارکلی....... لاہور — یونیورسٹی بک ایجنسی.... خیبر بازار....... پشاور
مکتبہ سید احمد شہید....... اردو بازار..... لاہور — ادارۃ الانور....... نیوٹاؤن....... کراچی نمبر 5
مکتبہ رحمانیہ....... اُردو بازار .... لاہور — مکتبہ المنظور الاسلامیہ.... جامعہ حسینیہ.... علی پور
مکتبہ المنظور الاسلامیہ.......... بلاک زیڈ....... مدینہ ٹاؤن....... بنک موڑ....... فیصل آباد

ادارہ اشاعت الخیر – حضوری باغ روڈ – ملتان

ISLAMIC EDUCATIONAL TRUST U.K (ISLAMIC BOOKS CENTERE
119-121- HALLIWELL ROAD BOLTON BLI 3NE. (U.K.)

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

عرض ناشر

اللہ تعالیٰ کے فضل وکرم سے ادارہ کی جدید مرتبہ ''درس حدیث'' کی پانچ جلدیں ماشاء اللہ کافی مقبول ہوئیں درس حدیث کا یہ مبارک سلسلہ فقیہ العصر حضرت مولانا مفتی عبدالستار صاحب رحمہ اللہ کی زیر نگرانی شروع ہوا یقیناً یہ بھی حضرت کیلئے دیگر حسنات جاریہ میں سے ایک ہے اس لئے اس جلد پر بھی مقدمہ حضرت ہی کا لکھا ہوا دیا جا رہا ہے۔ عرصہ دراز سے مزید جلدوں کا انتظار تھا۔ اللہ پاک ہمارے اکابر رحمہم اللہ کو اجر عظیم سے نوازیں جو بے حد محنتوں سے ہمارے لئے دین اور اس کے مآ خذ کو سہل الوصول فرما گئے۔ اور دین کے ہر شعبہ سے متعلق معلومات فضائل واحکام کا عظیم ذخیرہ جو اپنی عربی زبان کی وجہ سے حلقہ خواص تک محدود تھا۔ ان حضرات اکابر نے دیگر خدمات جلیلہ کے ساتھ ساتھ یہ عظیم خدمت بھی سرانجام دی کہ ان دینی علوم کو اردو کے لباس سے آراستہ کر کے عوام الناس کی ایک بڑی ضرورت کو پورا فرما گئے۔ اللہ تعالیٰ ان کی قبور کو ٹھنڈا فرمائیں اور جنت کو ان کا ٹھکانہ بنائیں آمین

الحمد للہ شروع سے ادارہ کی کوشش رہی ہے کہ اپنے اکابر کی مستند وبے غبار تعلیمات کو مزید مزین وسہل کر کے پیش کیا جائے۔ اس جلد کے سلسلہ میں بھی اللہ تعالیٰ کا فضل شامل حال رہا اور علماء کرام کی مشاورت سے حضرت شیخ الحدیث مولانا محمد زکریا کاندھلوی رحمہ اللہ کی مقبول عام مستند تصنیف ''فضائل اعمال'' میں سے فضائل ذکر کو سابقہ جلدوں کی طرح سبق وار درس کی شکل میں مرتب کیا ہے۔

اس جلد میں فضائل ذکر کے تمام مضامین بالترتیب لئے گئے ہیں صرف دوران سبق آنے والی احادیث کا عربی متن نہیں دیا گیا تا کہ عوام الناس بسہولت مختصر وقت میں درس مکمل کر سکیں۔ شروع سبق میں حدیث مبارکہ کا مختصر عربی متن تبرکاً نقل کیا گیا ہے۔ بعض جگہ اپنے اکابر حضرت سید ابوالحسن علی ندوی رحمہ اللہ..... حکیم الاسلام حضرت مولانا قاری محمد طیب صاحب رحمہ اللہ عارف باللہ حضرت ڈاکٹر عبدالحیٔ عارفی رحمہ اللہ ودیگر اکابرین کے افادات کا اضافہ کیا گیا ہے جو کہ ان شاء اللہ موضوع کی مناسبت سے مفید ہوگا۔ بلاشبہ گھروں' مساجد' اسکولوں ومکاتب میں ان سبق وار احادیث کو سننے سنانے کی پابندی کی جائے تو مختصر وقت میں دین کی اہم باتیں سیکھی جا سکتی ہیں۔ ان شاء اللہ اس مبارک سلسلہ احادیث کی جلد نمبر ے بنام فضائل درود شریف (منتخب از فضائل اعمال) جلد منظر عام پر آ رہی ہیں۔ **وما توفیقی الا باللہ علیہ توکلت والیہ انیب**

اللہ پاک ہم سب کو دین کی صحیح فہم نصیب فرمائیں اور اپنے فضل سے خدمت دین الی یوم الدین لیتے رہیں۔

والسلام **محمد اسحٰق عفی عنہ** رجب المرجب ۱۴۲۷ھ بمطابق اگست 2006ء

تقریظ

فقیہ العصر حضرت مولانا مفتی عبد الستار صاحب رحمہ اللہ

رئیس دار الافتاء جامعہ خیر المدارس ملتان و نگران اعلیٰ مجلس تحقیقات اسلامیہ

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

نحمدهٗ ونصلي على رسوله الكريم.....اما بعد

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی ختم نبوت کے پیش نظر اللہ پاک نے قرآن مجید کی حفاظت جس طرح اپنے ذمہ لی ہے اسی طرح الفاظ قرآن کی تشریح جو ذخیرہ آحادیث کی شکل میں موجود ہے اسکی حفاظت وصیانت بھی اللہ پاک نے اس امت کے ذریعے فرمائی۔ یہ بھی حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا معجزہ ہے کہ حفاظت حدیث کے سلسلہ میں اس امت کے محدثین حضرات نے عجیب کمالات دکھائے۔ اسماء الرجال کے علم ہی کو دیکھ لیجئے اس علم سے سابقہ امتیں محروم رہیں لیکن آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی مبارک تعلیمات چونکہ تا قیامت محفوظ اور قابل عمل تھیں اس لئے ان فرامین کی حفاظت کیلئے محدثین نے اسماء الرجال اور اس کے علاوہ دوسرے علوم متعارف کرائے جنھوں نے احادیث مبارکہ کے گرد ایک قوی حصار کا کام کیا تا کہ کوئی دین دشمن حسب منشاء ان احادیث میں کوئی تغیر وتصرف نہ کر سکے۔

عصر حاضر میں مسلمانوں کی مغلوبیت میں جہاں دیگر عوامل کارفرما ہیں ان سب میں بنیادی چیز یہی ہے کہ ہم اپنی بنیاد یعنی اسلامی تعلیمات سے منہ موڑے ہوئے ہیں۔ اور اس بات کے جاننے کے باوجود کہ ہماری دینی ودنیاوی فلاح وترقی اسلامی تہذیب' اسلامی تعلیمات اور انہی اقدار میں ہے جن پر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرات صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کو چلایا اور تاریخ گواہ ہے کہ جب تک مسلمان ان اسلامی تعلیمات پر مضبوطی سے عمل پیرا رہے اللہ پاک نے انہیں اخروی نجات کے علاوہ دنیا میں بھی شان وشوکت' غلبہ ونصرت سے نوازا اور پوری دنیا کے غیر مسلم ان کے خادم اور زیر دست کی حیثیت سے رہے۔

آج ہم سب مسلمان یہ چاہتے ہیں کہ دنیا میں مسلمان غالب ہوں لیکن اس کے لئے جو بنیادی چیز ہے یعنی تعلیمات نبوت کی روشنی میں زندگی کے سفر کو طے کرنا۔ اسکی طرف ہماری توجہ کم ہوتی ہے اس لئے ضرورت ہے کہ معاشرہ میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی مبارک تعلیمات کو عام کیا جائے اور جس طرح تلاوت قرآن کو اپنے معمول میں شامل کیا جاتا ہے اسی طرح ہمارے بعض اکابر کے معمول میں تلاوت حدیث بھی شامل تھی۔

''ادارہ تالیفات اشرفیہ'' اس لحاظ سے بڑی مبارک کا مستحق ہے کہ عوام کو اس بنیادی ضرورت کو عام فہم انداز میں درس حدیث کی شکل میں پیش کرنے کا سہرا اُسی کے سر ہے۔ اس سے قبل ''درس قرآن'' بھی عوام الناس میں بے حد مقبول ہو چکا ہے۔

دل سے دُعا ہے کہ فرامین نبوی کا یہ سدا بہار گلدستہ عند اللہ مقبول ہو اور ہم سب تعلیمات نبوی کی روشنی میں اپنا قبلہ درست کر کے دنیا وآخرت کی سعادتوں سے اپنے دامن بھر لیں۔

فقط: عبد الستار عفی عنہ — رجب المرجب ۱۴۲۵ھ

فہرست عنوانات

درسِ حدیث

انتخاب از

فضائل ذکر

بندہ کے ساتھ اللہ تعالیٰ کا معاملہ

عن ابی ھریرۃ رضی اللہ عنہ قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یقول اللہ تعالیٰ انا عندظن عبدی بی وانامعہ اذا ذکرنی فان ذکرنی فی نفسہ ذکرتہ فی نفسی (رواہ احمد و بخاری)

ترجمہ: حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ حق تعالےٰ شانہٗ ارشاد فرماتے ہیں کہ میں بندہ کے ساتھ ویسا ہی معاملہ کرتا ہوں جیسا کہ وہ میرے ساتھ گمان رکھتا ہے اور جب وہ مجھے یاد کرتا ہے تو میں اس کے ساتھ ہوتا ہوں پس اگر وہ مجھے اپنے دل میں یاد کرتا ہے تو میں بھی اسکو اپنے دل میں یاد کرتا ہوں اور اگر وہ میرا مجمع میں ذکر کرتا ہے تو میں اس مجمع سے بہتر یعنی فرشتوں کے مجمع میں (جو معصوم اور بیگناہ ہیں) تذکرہ کرتا ہوں اور اگر بندہ میری طرف ایک بالشت متوجہ ہوتا ہے تو میں ایک ہاتھ اُس کی طرف متوجہ ہوتا ہوں اور اگر وہ ایک ہاتھ بڑھتا ہے تو میں دو ہاتھ ادھر متوجہ ہوتا ہوں اور اگر وہ میری طرف چل کر آتا ہے تو میں اسکی طرف دوڑ کر چلتا ہوں۔

اللہ تعالیٰ کے ساتھ بندے کا گمان

تشریح: اس حدیث شریف میں کئی مضمون وارد ہیں۔ اوّل یہ کہ بندہ کے ساتھ اس کے گمان کے موافق معاملہ کرتا ہوں جس کا مطلب یہ ہے کہ حق تعالیٰ شانہٗ سے اس کے لطف و کرم کی اُمید رکھنا چاہئے اس کی رحمت سے ہرگز مایوس نہ ہونا چاہیے۔ یقیناً ہم لوگ گنہگار ہیں اور سراپا گناہ اور اپنی حرکتوں اور گناہوں کی سزا اور بدلہ کا یقین ہے لیکن اللہ کی رحمت سے مایوس بھی نہ ہونا چاہیے۔ کیا بعید ہے کہ حق تعالیٰ شانہٗ محض اپنے لطف و کرم سے بالکل ہی معاف فرمادیں کہ:

اِنَّ اللّٰہَ لَا یَغْفِرُ اَنْ یُّشْرَکَ بِہٖ
وَیَغْفِرُ مَا دُوْنَ ذٰلِکَ لِمَنْ یَّشَآءُ

کلام اللہ شریف میں وارد ہے (ترجمہ) حق تعالیٰ شانہٗ شرک کے گناہ کو تو معاف نہیں فرمائیں گے اس کے علاوہ جس کو چاہیں گے سب کچھ معاف فرمائینگے۔ لیکن ضروری نہیں کہ معاف ہی فرمادیں۔ اسی وجہ سے علماء فرماتے ہیں کہ ایمان امید اور خوف کے درمیان ہے۔ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم ایک نوجوان صحابیؓ کے پاس تشریف لے گئے وہ نزع کی حالت میں تھے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے دریافت فرمایا کس حال میں ہو عرض کیا یا رسول اللہ اللہ کی رحمت کا اُمیدوار ہوں اور اپنے گناہوں سے ڈر رہا ہوں۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ یہ دونوں یعنی امید و خوف جس بندہ کے دل میں ایسی حالت میں ہوں تو اللہ جل شانہٗ جو اُمید ہے وہ عطا فرمادیتے ہیں اور جس کا خوف ہے اُس سے امن عطا فرمادیتے ہیں۔

ایک حدیث میں آیا ہے کہ مومن اپنے گناہ کو ایسا سمجھتا ہے کہ گویا ایک پہاڑ کے نیچے بیٹھا ہے اور وہ پہاڑ اس پر گرنے لگا اور فاجر شخص گناہ کو ایسا سمجھتا ہے گویا ایک مکھی بیٹھی تھی اُڑادی یعنی ذرا پرواہ نہیں ہوتی مقصود یہ ہے کہ گناہ کا خوف اس کے مناسب ہونا چاہیے اور رحمت کی اُمید اس کے مناسب۔

حضرت معاذؓ طاعون میں شہید ہوئے۔ انتقال کے قریب زمانہ میں بار بار غشی ہوتی تھی جب افاقہ ہوتا تو فرماتے یا اللہ تجھے معلوم ہے کہ مجھ کو تجھ سے محبت ہے۔ تیری عزّت کی قسم تجھے یہ بات معلوم ہے جب بالکل موت کا وقت قریب آگیا تو فرمایا کہ اے موت تیرا آنا مبارک ہے۔ کیا ہی مبارک مہمان آیا۔ مگر فاقہ کی حالت میں یہ مہمان آیا ہے۔ اس کے بعد فرمایا۔

اے اللہ تجھے معلوم ہے کہ میں ہمیشہ تجھ سے ڈرتا رہا آج تیرا اُمید وار ہوں۔ یا اللہ مجھے زندگی کی محبت تھی مگر نہریں کھودنے اور باغ لگانے کے واسطے نہیں تھی بلکہ گرمیوں کی شدت پیاس برداشت کرنے اور (دین کی خاطر) مشقتیں جھیلنے کے واسطے اور ذکر کے حلقوں میں علماء کے پاس جم کر بیٹھنے کے واسطے تھی۔ (تہذیب اللغات) بعض علماء نے لکھا ہے کہ حدیثِ بالا میں گمان کے موافق معاملہ عام حالات کے اعتبار سے ہے خاص مغفرت کے متعلق نہیں۔ دعا صحت وسعت امن وغیرہ سب چیزیں اس میں داخل ہیں مثلاً دُعا کے ہی متعلق سمجھو، مطلب یہ ہے اگر بندہ یہ یقین کرتا ہے کہ میری دعا قبول ہوتی ہے اور ضرور ہوگی تو اس کی دُعا قبول ہوتی ہے اور اگر یہ گمان کرے کہ میری دعا قبول نہیں ہوتی تو ویسا ہی معاملہ کیا جاتا ہے۔ چنانچہ دوسری احادیث میں آیا ہے کہ بندہ کی دعا قبول ہوتی ہے۔ جب تک یہ نہ کہنے لگے کہ میری تو دعا قبول نہیں ہوتی۔ اسی طرح صحت، تو نگری وغیرہ سب امور کا حال ہے حدیث میں آیا ہے کہ جس شخص کو فاقہ کی نوبت آئے اگر اس کو لوگوں سے کہتا پھرے تو تو نگری نصیب نہیں ہوتی۔ اللہ کی پاک بارگاہ میں عرض معروض کرے تو جلد یہ حالت دُور ہوجائے۔ لیکن یہ ضروری ہے کہ اللہ تعالیٰ شانہٗ کے ساتھ حسن ظن اور چیز ہے اور اللہ پر گھمنڈ دوسری چیز ہے۔ کلام اللہ شریف میں مختلف عنوانات سے اس پر تنبیہ کی گئی۔ ارشاد ہے وَلَا یَغُرَّنَّکُمْ بِاللّٰہِ الْغَرُوْرُ (اور نہ دھوکہ میں ڈالے تم کو دھوکہ باز) یعنی شیطان تم کو یہ نہ سمجھائے کہ گناہ کئے جاؤ اللہ غفور رحیم ہے۔ دوسری جگہ ارشاد ہے اَطَّلَعَ الْغَیْبَ اَمِ اتَّخَذَ عِنْدَ الرَّحْمٰنِ عَهْدًا كَلَّا (کیا وہ غیب پر مطلع ہو گیا یا اللہ تعالیٰ سے اس نے عہد کر لیا ہے ایسا ہرگز نہیں)۔

اللہ تعالیٰ ذکر کرنے والے کے ساتھ ہیں

دوسرا مضمون یہ ہے کہ جب بندہ مجھے یاد کرتا ہے تو میں اس کے ساتھ ہوتا ہوں۔ دوسری حدیث میں ہے کہ جب بندہ مجھے یاد کرتا ہے تو جب تک اس کے ہونٹ میری یاد میں حرکت کرتے رہتے ہیں میں اس کے ساتھ ہوتا ہوں یعنی میری خاص توجہ اس پر رہتی ہے اور خصوصی رحمت کا نزول ہوتا رہتا ہے۔

اس حدیث کا بقیہ اگلے درس میں بیان ہوگا۔

دعا کیجئے

اے اللہ! ہمیں اپنے ذکر کی توفیق عطا فرمائیے۔

اے اللہ! ہمیں اپنے حقیقی ذکر یعنی ہمہ وقت آپ کے احکامات کو پیش نظر رکھتے ہوئے زندگی بسر کرنے کی توفیق عطا فرمائیے۔

اے اللہ! ہمیں اپنی محبت نصیب فرمائیے اور مسنون اذکار و وظائف کو صبح و شام پڑھنے کی توفیق عطا فرمائیے۔

اے اللہ! ہمیں ایسا بنا دیجئے کہ ہم سب سے زیادہ آپ کا ذکر کرنے والے سب سے زیادہ آپ کو فرمانبرداری کرنے والے اور سب سے زیادہ آپ سے محبت کرنے والے بن جائیں۔

وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ

ذکر کرنے والوں کا فرشتوں میں تذکرہ

عن ابی هریرة رضی الله عنه قال قال رسول الله صلی الله علیه وسلم یقول الله تعالیٰ انا عندظن عبدی بی وانامعه اذا ذکرنی فان ذکرنی فی نفسه ذکرته فی نفسی (رواه احمد و بخاری)

ترجمہ: حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ حق تعالیٰ شانہٗ ارشاد فرماتے ہیں کہ میں بندہ کے ساتھ ویسا ہی معاملہ کرتا ہوں جیسا کہ وہ میرے ساتھ گمان رکھتا ہے اور جب وہ مجھے یاد کرتا ہے تو میں اس کے ساتھ ہوتا ہوں پس اگر وہ مجھے اپنے دل میں یاد کرتا ہے تو میں بھی اسکو اپنے دل میں یاد کرتا ہوں اور اگر وہ میرا مجمع میں ذکر کرتا ہے تو میں اس مجمع سے بہتر یعنی فرشتوں کے مجمع میں (جو معصوم اور بیگناہ ہیں) تذکرہ کرتا ہوں اور اگر بندہ میری طرف ایک بالشت متوجہ ہوتا ہے تو میں ایک ہاتھ اُس کی طرف متوجہ ہوتا ہوں اور اگر وہ ایک ہاتھ بڑھتا ہے تو میں دو ہاتھ ادھر متوجہ ہوتا ہوں اور اگر وہ میری طرف چل کر آتا ہے تو میں اسکی طرف دوڑ کر چلتا ہوں۔

تشریح: مذکورہ حدیث کا تیسرا مضمون یہ ہے کہ میں فرشتوں کے مجمع میں ذکر کرتا ہوں یعنی تفاخر کے طور پر اُن کا ذکر فرمایا جاتا ہے۔ ایک تو اس وجہ سے کہ آدمی کی علقت جس ترکیب سے ہوئی ہے اس کے موافق اس میں اطاعت اور معصیت دونوں کا مادہ رکھا ہے جیسا کہ حدیث نمبر ۸ کے ذیل میں آرہا ہے۔ اس حالت میں طاعت کا کرنا یقیناً تفاخر کا سبب ہے۔ دوسرے اس وجہ سے کہ فرشتوں نے ابتداء خلقت کے وقت عرض کیا تھا۔ "آپ ایسی مخلوق کو پیدا فرماتے ہیں جو دنیا میں خونریزی اور فساد کرے گی"۔ اور اس کی وجہ بھی وہی مادہ فساد کا ان میں ہوتا ہے بخلاف فرشتوں کے کہ ان میں یہ مادہ نہیں۔ اسی لئے انہوں نے عرض کیا تھا کہ تیری تسبیح و تقدیس ہم کرتے ہی ہیں۔ تیسرے اس وجہ سے کہ انسان کی اطاعت اس کی عبادت، فرشتوں کی عبادت سے اس وجہ سے بھی افضل ہے کہ انسان کی عبادت غیب کے ساتھ ہے اور فرشتوں کی عالمِ آخرت کے مشاہدہ کے ساتھ۔ اسی کی طرف اللہ پاک کے اس کلام میں اشارہ ہے کہ اگر وہ جنت و دوزخ کو دیکھ لیتے تو کیا ہوتا۔ ان وجوہ سے حق تعالیٰ شانہٗ اپنے یاد کرنیوالوں اور اپنی عبادت کرنے والوں کے کارنامے جتاتے ہیں۔

اللہ تعالیٰ کی بے حد لطف ورحمت

چوتھا مضمون حدیث میں یہ ہے کہ بندہ جس درجہ میں حق تعالیٰ شانہٗ کی طرف متوجہ ہوتا ہے اُس سے زیادہ توجہ اور لطف اللہ جل شانہٗ کی طرف سے اُس بندہ پر ہوتا ہے یہی مطلب ہے قریب ہونے اور دوڑ کر چلنے کا کہ میرا لطف اور میری رحمت تیزی کیساتھ اس کی طرف چلتی ہے اب ہر شخص کو اپنا اختیار ہے کہ جس قدر رحمت ولطفِ الٰہی کو اپنی طرف متوجہ کرنا چاہتا ہے اتنی ہی اپنی توجہ اللہ تعالیٰ شانہٗ کی طرف بڑھائے۔ پانچویں بحث اس حدیث شریف میں یہ ہے کہ اس میں فرشتوں کی جماعت کو بہتر بتایا ہے ذکر کرنے والے شخص سے حالانکہ یہ مشہور امر ہے کہ انسان اشرف المخلوقات ہے اس کی ایک وجہ تو ترجمہ میں ظاہر کر دی گئی کہ ان کا بہتر ہونا ایک خاص حیثیت سے ہے کہ وہ معصوم ہیں اُن سے گناہ ہو ہی نہیں سکتا۔ دوسری وجہ یہ ہے کہ یہ باعتبار اکثر افراد کے ہے کہ اکثر افراد فرشتوں کے اکثر آدمیوں بلکہ اکثر مومنوں سے افضل ہیں گو خاص مؤمن جیسے انبیاء علیہم السلام سارے ہی فرشتوں سے افضل ہیں۔ اس کے

علاوہ اور بھی وجوہ ہیں جن میں بحث طویل ہے۔

ذکر اللہ کو اپنا ہمہ وقت کا دستور بنالو

ایک صحابیؓ نے عرض کیا یا رسول اللہ احکام تو شریعت کے بہت سے ہیں ہی مجھے ایک چیز کوئی ایسی بتا دیجئے جس کو میں اپنا دستور اور اپنا مشغلہ بنالوں۔ حضورؐ نے ارشاد فرمایا کہ اللہ کے ذکر سے تو ہر وقت رطب اللّسان رہے۔

ایک اور حدیث میں ہے۔ حضرت معاذؓ فرماتے ہیں کہ جدائی کے وقت آخری گفتگو جو حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے ہوئی وہ یہ تھی۔ میں نے دریافت کیا کہ سب اعمال میں محبوب ترین عمل اللہ کے نزدیک کیا ہے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ اس حال میں تیری موت آوے کہ اللہ کے ذکر میں رطب اللسان ہو۔

جدائی کے وقت کا مطلب یہ ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت معاذؓ کو اہلِ یمن کی تبلیغ و تعلیم کے لئے یمن کا امیر بنا کر بھیجا تھا۔ اس وقت رخصت کیوقت حضورؐ نے کچھ وصیتیں بھی فرمائی تھیں اور انہوں نے بھی کچھ سوالات کئے تھے۔ شریعت کے احکام بہت سے ہونے کا مطلب یہ ہے کہ ہر حکم کی بجا آوری تو ضروری ہے ہی۔ لیکن ہر چیز میں کمال پیدا کرنا اور اس کو مستقل مشغلہ بنانا دشوار ہے اس لئے ان میں سے ایک چیز جو سب سے اہم ہو مجھے ایسی بتا دیجئے کہ اس کو مضبوط پکڑلوں اور ہر وقت ہر جگہ چلتے، پھرتے اُٹھتے بیٹھتے کرتا رہوں۔

چار چیزیں جو تمام بھلائیوں کی جامع ہیں

ایک حدیث میں ارشاد ہے کہ چار چیزیں ایسی ہیں کہ جس شخص کو یہ مل جائیں اس کو دین و دنیا کی بھلائی مل جائے۔ ایک وہ زبان جو ذکر میں مشغول رہنے والی ہو، دوسرے وہ دل جو شکر میں مشغول رہتا ہو۔ تیسرے وہ بدن جو مشقت برداشت کرنے والا ہو، چوتھے وہ بیوی جو اپنے نفس میں اور خاوند کے مال میں خیانت نہ کرے۔ نفس میں خیانت یہ ہے کہ کسی قسم کی گندگی میں مبتلا ہو جائے۔

رطب اللّسان رہنے کا مطلب

رطب اللّسان کا مطلب اکثر علماء نے کثرت کا لکھا ہے اور یہ عام محاورہ ہے۔ ہمارے عرف میں بھی جو شخص کسی کی تعریف یا تذکرہ کثرت سے کرتا ہے تو یہ بولا جاتا ہے کہ فلاں کی تعریف میں رطب اللّسان ہے۔ مگر بندۂ ناچیز کے خیال میں ایک دوسرا مطلب بھی ہوسکتا ہے وہ یہ کہ جس سے عشق و محبت ہوتی ہے اُس کے نام لینے سے مُنہ میں ایک لذّت اور مزہ محسوس ہوا کرتا ہے۔ جن کو باب عشق سے کچھ سابقہ پڑچکا ہے وہ اس سے واقف ہیں۔ اس بناء پر مطلب یہ ہے کہ اس لذّت سے اللہ کا پاک نام لیا جائے کہ مزہ آجائے۔ میں نے اپنے بعض بزرگوں کو بکثرت دیکھا ہے کہ ذکر بالجہر کرتے ہوئے ایسی طراوت آجاتی ہے کہ پاس بیٹھنے والا بھی اس کو محسوس کرتا ہے اور ایسا منہ میں پانی بھر جاتا ہے کہ ہر شخص اس کو محسوس کرتا ہے مگر یہ جب حاصل ہوتا ہے کہ جب دل میں چسک ہو اور زبان کثرتِ ذکر کے ساتھ مانوس ہوچکی ہو۔ ایک حدیث میں آیا ہے کہ اللہ سے محبت کی علامت اس کے ذکر سے محبت ہے اور اللہ سے بُغض کی علامت اُس کے ذکر سے بُغض ہے۔

حضرت ابودرداءؓ فرماتے ہیں کہ جن لوگوں کی زبان اللہ کے ذکر سے تر و تازہ رہتی ہے وہ جنت میں ہنستے ہوئے داخل ہوں گے۔

تمام اعمال میں سے بہترین اور پاکیزہ ترین عمل ذکر اللہ ہے

حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک مرتبہ صحابہؓ سے ارشاد فرمایا کیا میں تم کو ایسی چیز نہ بتاؤں جو تمام اعمال میں بہترین چیز

2

ہے اور تمہارے مالک کے نزدیک سب سے زیادہ پاکیزہ اور تمہارے درجوں کو بہت زیادہ بلند کرنیوالی اور سونے چاندی کو (اللہ کے راستہ میں) خرچ کرنے سے بھی زیادہ بہتر اور (جہاد میں) تم دشمنوں کو قتل کرو وہ تم کو قتل کریں اس سے بھی بڑھی ہوئی۔ صحابہؓ نے عرض کیا ضرور بتادیں۔ آپؐ نے ارشاد فرمایا اللہ کا ذکر ہے۔

تمام اعمال پر ذکر اللہ کی فضیلت کی وجہ:

فائدہ: یہ عام حالت اور ہر وقت کے اعتبار سے ارشاد فرمایا ہے ورنہ وقتی ضرورت کے اعتبار سے صدقہ جہاد وغیرہ امور سب سے افضل ہوجاتے ہیں۔ اسی وجہ سے بعض احادیث میں ان چیزوں کی افضلیت بھی بیان فرمائی گئی ہے کہ ان کی ضرورتیں وقتی ہیں اور اللہ پاک کا ذکر دائمی چیز ہے اور سب سے زیادہ اہم اور افضل ایک حدیث میں حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ ہر چیز کے لئے کوئی صاف کرنے والی اور میل کچیل دُور کرنے والی چیز ہوتی ہے (مثلاً کپڑے اور بدن کے لئے صابون' لوہے کے لئے آگ کی بھٹی وغیرہ وغیرہ) دلوں کی صفائی کرنے والی چیز اللہ تعالیٰ کا ذکر ہے اور کوئی چیز اللہ کے عذاب سے بچانے والی اللہ کے ذکر سے بڑھ کر نہیں ہے۔ اس حدیث میں چونکہ ذکر کو دل کی صفائی کا ذریعہ اور سبب بتایا ہے اس سے بھی اللہ کے ذکر کا سب سے افضل ہونا ثابت ہوتا ہے اس لئے کہ ہر عبادت اُسی وقت عبادت ہوسکتی ہے جب اخلاص سے ہو اور اس کا مدار دلوں کی صفائی پر ہے۔ اسی وجہ سے بعض صوفیہ نے کہا ہے کہ اس حدیث میں ذکر سے مراد ذکرِ قلبی ہے نہ کہ زبانی ذکر' اور ذکرِ قلبی یہ ہے کہ دل ہر وقت اللہ کے ساتھ وابستہ ہوجائے اور اس میں کیا شک ہے کہ یہ حالت ساری عبادتوں سے افضل ہے اس لئے کہ جب یہ حالت ہوجائے تو پھر کوئی عبادت چھوٹ ہی نہیں سکتی کہ سارے اعضاء ظاہرہ و باطنہ دل کے تابع ہیں۔ جس چیز کے ساتھ دل وابستہ ہوجاتا ہے سارے ہی اعضا اس کے ساتھ ہوجاتے ہیں۔ عشاق کے حالات سے کون بے خبر ہے اور بھی بہت سی احادیث میں ذکر کا سب سے افضل ہونا وارد ہوا ہے۔ حضرت سلمانؓ سے کسی نے پوچھا کہ سب سے بڑا عمل کیا ہے۔ انہوں نے فرمایا کہ تم نے قرآن شریف نہیں پڑھا۔ قرآن پاک میں ہے وَلَذِكْرُ اللّٰهِ اَكْبَرُ کوئی چیز اللہ کے ذکر سے افضل نہیں۔ حضرت سلمانؓ نے جس آیت شریفہ کی طرف اشارہ فرمایا۔ وہ اکیسویں ۲۱ پارے کی پہلی آیت ہے۔ صاحب مجالس الابرار کہتے ہیں کہ اس حدیث میں اللہ کے ذکر کو صدقہ اور جہاد اور ساری عبادات سے اس لئے افضل فرمایا کہ اصل مقصود اللہ کا ذکر ہے اور ساری عبادتیں اس کا ذریعہ اور آلہ ہیں اور ذکر بھی دو قسم کا ہوتا ہے۔ ایک زبانی اور ایک قلبی جو زبان سے بھی افضل ہے اور وہ مراقبہ اور دل کی سوچ ہے اور یہی مراد ہے اس حدیث سے جس میں آیا ہے کہ ایک گھڑی کا سوچنا ستر ۷۰ برس کی عبادت سے افضل ہے۔ مسند احمد میں ہے۔ حضرت سہلؓ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم سے نقل کرتے ہیں کہ اللہ کا ذکر اللہ کے راستہ میں خرچ کرنے سے سات لاکھ حصہ زیادہ ہوجاتا ہے۔ اس تقریر سے یہ معلوم ہوگیا کہ صدقہ اور جہاد وغیرہ جو وقتی چیزیں ہیں وقتی ضرورت کے اعتبار سے اُن کی فضیلت بہت زیادہ ہوجاتی ہے۔ لہٰذا ان احادیث میں کوئی اشکال نہیں جن میں ان چیزوں کی بہت زیادہ فضیلت وارد ہوئی ہے چنانچہ ارشاد ہے کہ تھوڑی دیر کا اللہ کے راستہ میں کھڑا ہونا اپنے گھر پر ستر ۷۰ سال کی نماز سے افضل ہے حالانکہ نماز بالاتفاق افضل ترین عبادت ہے لیکن کفار کے ہجوم کے وقت جہاد اس سے بہت زیادہ افضل ہوجاتا ہے۔

دعا کیجئے: اے اللہ! ہم آپ سے دین و دنیا اور اہل وعیال میں معافی اور اچھے انجام کا سوال کرتے ہیں۔ اے اللہ! ہمیں بخش دیجئے اور ہمارے گھروں میں وسعت اور رزق میں برکت عطا فرمادیجئے۔ وَاٰخِرُ دَعْوَانَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ

نرم بستروں پر ذکراللہ کرنیوالوں کے بھی بلند درجات

عن ابی سعید ن الخدری رضی اللہ عنہ ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قال لیذکرن اللہ اقوام فی الدنیا علی الفرش الممھدۃ یدخلھم اللہ فی الدرجات العلی (رواہ ابن حبان)

ترجمہ: حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ بہت سے لوگ ایسے ہیں کہ دنیا میں نرم نرم بستروں پر اللہ تعالیٰ کا ذکر کرتے ہیں جس کی وجہ سے حق تعالیٰ شانہٗ جنت کے اعلیٰ درجوں میں اُن کو پہنچا دیتا ہے۔

تشریح: یعنی دنیا میں مشقتیں جھیلنا، صعوبتیں برداشت کرنا آخرت کے رفع درجات کا سبب ہے اور جتنی بھی دینی امور میں یہاں مشقت اٹھائی جائے گی اتنا ہی بلند مرتبوں کا استحقاق ہوگا لیکن اللہ پاک کے مبارک ذکر کی یہ برکت ہے کہ راحت و آرام سے نرم بستروں پر بیٹھ کر بھی کیا جائے تب بھی رفع درجات کا سبب ہوتا ہے۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ اگر تم ہر وقت ذکر میں مشغول رہو تو فرشتے تمہارے بستروں پر اور تمہارے راستوں میں تم سے مصافحہ کرنے لگیں۔

آگے بڑھنے والے

ایک حدیث میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد وارد ہوا ہے کہ مفرد لوگ بہت آگے بڑھ گئے۔ صحابہؓ نے عرض کیا کہ مُفرِد کون ہے؟ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا جو اللہ کے ذکر میں والہانہ طریقہ پر مشغول ہیں۔ اس حدیث کی بنا پر صوفیہ نے لکھا ہے کہ سلاطین اور امراء کو اللہ کے ذکر سے نہ روکنا چاہیے کہ وہ اس کی وجہ سے درجاتِ اعلیٰ حاصل کر سکتے ہیں۔ حضرت ابودرداءؓ فرماتے ہیں کہ تو اللہ کے ذکر کو اپنی مسرتوں اور خوشیوں کے اوقات میں کر، وہ تجھ کو مشقتوں اور تکلیفوں کے وقت کام دے گا۔ حضرت سلمان فارسیؓ فرماتے ہیں کہ جب بندہ راحت کے خوشی کے ثروت کے اوقات میں اللہ کا ذکر کرتا ہے پھر اس کو کوئی مشقت اور تکلیف پہنچے، تو فرشتے کہتے ہیں کہ مانوس آواز ہے جو ضعیف بندہ کی ہے پھر اللہ کے یہاں اس کی سفارش کرتے ہیں اور جو شخص راحت کے اوقاتِ میں اللہ کو یاد نہ کرے پھر کوئی تکلیف اس کو پہنچے اور اس وقت یاد کرے تو فرشتے کہتے ہیں کیسی غیر مانوس آواز ہے۔ حضرت ابنِ عباسؓ فرماتے ہیں کہ جنت کے آٹھ دروازے ہیں۔ ایک ان میں سے صرف ذاکرین کے لئے ہے۔ ایک حدیث میں ہے کہ جو شخص اللہ کا ذکر کثرت سے کرے وہ نفاق سے بری ہے۔ دوسری حدیث میں ہے کہ اللہ تعالیٰ جل شانہٗ اس سے محبت فرماتے ہیں۔ ایک سفر سے واپسی ہو رہی تھی۔ ایک جگہ پہنچ کر حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ آگے بڑھنے والے کہاں ہیں۔ صحابہؓ نے عرض کیا کہ بعض تیز رَو آگے چلے گئے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ وہ آگے بڑھنے والے کہاں ہیں۔ جو اللہ کے ذکر میں والہانہ مشغول ہیں جو شخص یہ چاہے کہ جنت سے خوب سیراب ہو وہ اللہ کا ذکر کثرت سے کرے۔

ذکر کرنے والا زندہ اور نہ کرنیوالا مردہ

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ جو شخص اللہ کا ذکر کرتا ہے اور جو نہیں کرتا۔ ان دونوں کی مثال زندہ اور مردہ کی سی ہے کہ ذکر کرنے والا زندہ ہے اور ذکر نہ کرنے والا مُردہ ہے۔

زندہ اور مردہ ہونے کا مطلب

فائدہ: زندگی ہر شخص کو محبوب ہے اور مرنے سے ہر شخص ہی گھبراتا ہے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمان ہے کہ جو اللہ کا ذکر نہیں کرتا وہ زندہ بھی مردے ہی کے حکم میں ہے اس کی زندگی بھی بے کار ہے

بعض علماء نے فرمایا ہے یہ دل کی حالت کا بیان ہے کہ جو شخص اللہ کا ذکر کرتا ہے اس کا دل زندہ رہتا ہے اور جو ذکر نہیں کرتا اس کا دل مرجاتا ہے۔ اور بعض علماء نے فرمایا ہے کہ تشبیہ نفع اور نقصان کے اعتبار سے ہے کہ اللہ کا ذکر کرنے والے شخص کو جو ستائے وہ ایسا ہے جیسا کہ کسی زندہ کو ستائے کہ اس سے انتقام لیا جائے گا اور وہ اپنے کئے کو بھگتے گا اور غیر ذاکر کو ستانے والا ایسا ہے جیسا مُردہ کو ستانے والا کہ وہ خود انتقام نہیں لے سکتا۔ صوفیہ کہتے ہیں کہ اس سے ہمیشہ کی زندگی مراد ہے کہ اللہ کا ذکر کثرت سے اخلاص کے ساتھ کرنے والے مرتے ہی نہیں بلکہ وہ اس دنیا سے منتقل ہو جانے کے بعد بھی زندوں ہی کے حکم میں رہتے ہیں جیسا کہ قرآنِ پاک میں شہید کے متعلق وارد ہوا ہے بَلْ اَحْيَآءٌ عِنْدَ رَبِّهِمْ اسی طرح اُن کے لئے بھی ایک خاص قسم کی زندگی ہے۔

حکیم ترمذیؒ کہتے ہیں کہ اللہ کا ذکر دل کو تر کرتا ہے اور نرمی پیدا کرتا ہے اور جب دل اللہ کے ذکر سے خالی ہوتا ہے تو نفس کی گرمی اور شہوت کی آگ سے خشک ہو کر سخت ہو جاتا ہے اور سارے اعضاء سخت ہو جاتے ہیں۔ طاعت سے رُک جاتے ہیں۔ اگر ان اعضاء کو کھینچو تو ٹوٹ جائیں گے۔ جیسے کہ خشک لکڑی کہ جُھکانے سے نہیں جُھکتی۔ صرف کاٹ کر جلادینے کے کام کی رہ جاتی ہے۔

دعا کیجئے

اے اللہ! ہمیں اپنے ذکر کی توفیق عطا فرمائیے۔

اے اللہ! ہمیں اپنے حقیقی ذکر یعنی ہمہ وقت آپ کے احکامات کو پیش نظر رکھتے ہوئے زندگی بسر کرنے کی توفیق عطا فرمائیے۔

اے اللہ! ہمیں اپنی محبت نصیب فرمائیے اور مسنون اذکار و وظائف کو صبح و شام پڑھنے کی توفیق عطا فرمائیے۔

اے اللہ! ہمیں ایسا بنا دیجئے کہ ہم سب سے زیادہ آپ کا ذکر کرنے والے سب سے زیادہ آپ کو فرمانبرداری کرنے والے اور سب سے زیادہ آپ سے محبت کرنے والے بن جائیں۔

اے اللہ! ہمیں ایسا بنا دیجئے کہ ہم اپنے سارے دل کیساتھ آپ سے محبت کریں اور آپ کو راضی کرنے میں اپنی ساری کوششیں صرف کردیں۔

اے اللہ! ہم آپ سے دین و دنیا اور اہل و عیال میں معافی اور اچھے انجام کا سوال کرتے ہیں۔

اے اللہ! ہمیں بخش دیجئے اور ہمارے گھروں میں وسعت اور رزق میں برکت عطا فرما دیجئے۔

وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ

اللہ کا ذکر صدقہ خیرات سے افضل ہے

عن ابی موسی رضی اللہ عنہ قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم لو ان رجلافی حجرہ دراھم یقسمھا واخریذکر اللّٰہ لکان الذاکر للّٰہ افضل (اخرجہ الطبرانی)

ترجمہ: حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ اگر ایک شخص کے پاس بہت سے روپے ہوں اور وہ اُن کو تقسیم کر رہا ہو اور دوسرا شخص اللہ کے ذکر میں مشغول ہو تو ذکر کرنے والا افضل ہے۔

خوش نصیب لوگ

تشریح: یعنی اللہ کے راستہ میں خرچ کرنا کتنی ہی بڑی چیز کیوں نہ ہو لیکن اللہ کی یاد اس کے مقابلہ میں بھی افضل ہے پھر کس قدر خوش نصیب ہیں وہ مالدار اللہ کے راستہ میں خرچ کرنے والے جن کو اللہ کے ذکر کی بھی توفیق نصیب ہو جائے۔ ایک حدیث میں ہے کہ اللہ تعالیٰ شانہٗ کی طرف سے بھی روزانہ بندوں پر صدقہ ہوتا رہتا ہے اور ہر شخص کو اس کی حیثیت کے موافق کچھ نہ کچھ عطا ہوتا رہتا ہے لیکن کوئی عطاء اس سے بڑھ کر نہیں کہ اس کو اللہ کے ذکر کی توفیق نصیب ہو جائے۔ جو لوگ کاروبار میں مشغول رہتے ہیں۔ تجارت، زراعت، ملازمت میں گھرے رہتے ہیں اگر تھوڑا بہت وقت اللہ کی یاد کے لئے اپنے اوقات میں سے نکال لیں تو کیسی مفت کی کمائی ہے۔ دن رات کے چوبیس گھنٹوں میں سے دو چار گھنٹے اس کام کے لئے نکال لینا کون سی مشکل بات ہے آخر فضولیات لغویات میں بہت سا وقت خرچ ہوتا ہے۔ اس کار آمد چیز کے واسطے وقت نکالنا کیا دشوار ہے۔ ایک حدیث میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ اللہ کے بہترین بندے وہ ہیں جو اللہ کے ذکر کے واسطے چاند، سورج، ستارے اور سایہ کی تحقیق رکھتے ہیں یعنی اوقات کی تحقیق کا اہتمام کرتے ہیں۔ اگرچہ اس زمانہ میں گھڑی گھنٹوں کی کثرت نے اس سے بے نیاز کر دیا پھر بھی فی الجملہ واقفیت ان چیزوں کی مناسب ہے کہ گھڑی کے خراب اور غلط ہو جانے کی صورت میں اوقات ضائع نہ ہو جائیں۔ ایک حدیث میں آیا ہے کہ زمین کے جس حصہ پر اللہ کا ذکر کیا جائے وہ حصہ نیچے ساتوں زمینوں تک دوسرے حصوں پر فخر کرتا ہے۔

ایک لمحہ کے ذکر اللہ کا اجر وثواب

حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ جنت میں جانے کے بعد اہل جنت کو دنیا کی کسی چیز کا بھی قلق وافسوس نہیں ہوگا، بجز اس گھڑی کے جو دنیا میں اللہ کے ذکر کے بغیر گذر گئی ہو۔

فائدہ: جنت میں جانے کے بعد جب یہ منظر سامنے ہوگا کہ ایک دفعہ اس پاک نام کو لینے کا اجر وثواب کتنا زیادہ مقدار میں ہے کہ پہاڑوں کے برابر مل رہا ہے تو اس وقت اپنی اس کمائی کے نقصان پر جسقدر بھی افسوس ہوگا ظاہر ہے۔

حضرت سریؒ فرماتے ہیں کہ میں نے جرجانیؒ کو دیکھا کہ ستو پھانک رہے ہیں۔ میں نے پوچھا یہ خشک ہی پھانک رہے ہو کہنے لگے کہ میں نے روٹی چبانے اور پھانکنے کا جب حساب لگایا تو چبانے میں اتنا وقت زیادہ خرچ ہوتا ہے کہ اُس میں آدمی ستر ۷۰ مرتبہ سبحان اللہ کہہ سکتا ہے۔ اس لئے میں نے چالیس برس سے روٹی کھانا چھوڑ دی۔ ستو پھانک کر گذر کر لیتا ہوں۔

منصورؒ بن معتمر کے متعلق لکھا ہے کہ چالیس برس تک عشاء کے بعد کسی سے بات نہیں کی۔ ربیع بن ہیثمؒ کے متعلق لکھا ہے کہ بیس برس تک جو بات کرتے اس کو ایک پرچہ پر لکھ لیتے اور رات کو اپنے دل سے حساب کرتے کہ کتنی بات اس میں ضروری تھی اور کتنی غیر ضروری۔

وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ

ذکر والی جماعت کو فرشتوں کا گھیر لینا

عن ابی هريرة و ابی سعيد رضی الله عنه انهما شهدا علی رسول الله صلی الله عليه وسلم انه قال لايقعدقوم يذكرون الله الاحفتهم الملائكة وغشيتهم الرحمة ونزلت عليهم السكينة وذكرهم الله فيمن عنده (اخرجه احمد و مسلم و الترمذی)

ترجمہ: حضرت ابوہریرہؓ اور حضرت ابوسعیدؓ دونوں حضرات اسکی گواہی دیتے ہیں کہ ہم نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے سُنا ارشاد فرماتے تھے کہ جو جماعت اللہ کے ذکر میں مشغول ہو فرشتے اس جماعت کو سب طرف سے گھیر لیتے ہیں اور رحمت ان کو ڈھانپ لیتی ہے اور سکینہ اُن پر نازل ہوتی ہے اور اللہ جل شانہٗ انکا تذکرہ اپنی مجلس میں (تفاخر کے طور پر) فرماتے ہیں۔

تشریح: حضرت ابوذرؓ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد نقل کرتے ہیں کہ میں تجھے اللہ کے تقویٰ کی وصیت کرتا ہوں کہ تمام چیزوں کی جڑ ہے اور قرآن شریف کی تلاوت اور اللہ کے ذکر کا اہتمام کر کہ اس سے آسمانوں میں تیرا ذکر ہوگا اور زمین میں نور کا سبب بنے گا اکثر اوقات چُپ رہا کر کہ بھلائی بغیر کوئی کلام نہ ہو۔ یہ بات شیطان کو دُور کرتی ہے اور دین کے کاموں میں مدد گار ہوتی ہے زیادہ ہنسی سے بھی بچنا رہ کہ اس سے دل مرجاتا ہے اور چہرہ کا نور جاتا رہتا ہے۔ جہاد کرتے رہنا کہ میری اُمت کی فقیری یہی ہے مسکینوں سے محبت رکھنا انکے پاس اکثر بیٹھتے رہنا اور اپنے سے کم حیثیت لوگوں پر نگاہ رکھنا اور اپنے سے اُونچے لوگوں پر نگاہ نہ کرنا کہ اس سے اللہ کی ان نعمتوں کی ناقدری پیدا ہوتی ہے جو اللہ نے تجھے عطا فرمائی ہیں۔ قرابت والوں سے تعلقات جوڑنے کی فکر رکھنا وہ اگر چہ تجھ سے تعلقات توڑ دیں۔ حق بات کہنے میں تردّد نہ کرنا گو کسی کو کڑوی لگے۔ اللہ کے معاملہ میں کسی کی ملامت کی پرواہ نہ کرنا۔ تجھے اپنی عیب بینی دوسروں کے عیوب پر نظر نہ کرنے دے اور جس عیب میں خود مبتلا ہو اُس میں دوسرے پر غصہ نہ کرنا۔ اے ابوذرؓ حسن تدبیر سے بڑھ کر کوئی عقل مندی نہیں اور ناجائز امور سے بچنا بہترین پرہیزگاری ہے اور خوش خلقی کے برابر کوئی شرافت نہیں۔"

سکینہ کے معنی

فائدہ: سکینہ کے معنی سکون و وقار کے ہیں یا کسی مخصوص رحمت کے جس کی تفسیر میں مختلف اقوال ہیں جن کو مختصر طور پر میں اپنے رسالہ چہل حدیث جدید در فضائل قرآن میں لکھ چکا ہوں۔ امام نوویؒ فرماتے ہیں کہ یہ کوئی ایسی مخصوص چیز ہے جو طمانینت ' رحمت وغیرہ کو شامل ہے اور ملائکہ کے ساتھ اُترتی ہے۔

فرشتوں کے سامنے ذاکرین کا تذکرہ

حق تعالیٰ شانہٗ کا ان چیزوں کو فرشتوں کے سامنے تفاخر کے طور پر فرمانا ایک تو اس وجہ سے ہے کہ فرشتوں نے حضرت آدم علیہ السلام کی پیدائش کے وقت عرض کیا تھا کہ یہ لوگ دنیا میں فساد کریں گے۔ جیسا کہ پہلی حدیث کے ذیل میں گذر چکا ہے۔ دوسرے اس وجہ سے ہے کہ فرشتوں کی جماعت اگرچہ سراپا عبادت سراپا بندگی و اطاعت ہے لیکن ان میں معصیت کا مادہ بھی نہیں ہے اور انسان میں چونکہ دونوں مادے موجود ہیں اور غفلت اور نافرمانی کے اسباب اس کو گھیرے ہوئے ہیں۔ شہوتیں ' لذتیں اور اور اس کا جزو ہیں اس لئے اس سے ان سب کے مقابلہ میں جو عبادت جو اطاعت ہو اور جو معصیت کا مقابلہ ہو وہ زیادہ قابلِ مدح اور قابلِ قدر ہے۔

حدیث میں آتا ہے کہ جب حق تعالیٰ شانہٗ نے جنت کو بنایا تو حضرت جبرئیل علیہ الصلوٰۃ والسلام کو ارشاد ہوا کہ اس کو دیکھ کر آؤ۔ انہوں نے آ کر عرض کیا یا اللہ آپ کی عزت کی قسم جو شخص بھی اس کی خبر سُن لے گا اس میں جائے بغیر نہیں رہیگا۔ یعنی لذتیں اور راحتیں، فرحتیں، نعمتیں، جس قدر اس میں رکھی گئی ہیں اُن کے سننے اور یقین آ جانے کے بعد کون ہوگا جو اس میں جانے کی انتہائی کوشش نہ کریگا۔ اس کے بعد حق تعالیٰ شانہٗ نے اس کو مشقتوں سے ڈھانک دیا کہ نمازیں پڑھنا، روزے رکھنا، جہاد کرنا، حج کرنا وغیرہ وغیرہ اس پر سوار کر دیئے گئے کہ ان کو بجا لاؤ تو جنت میں آ جاؤ اور پھر حضرت جبرئیل علیہ السلام کو ارشاد ہوا کہ اب دیکھو۔ انہوں نے عرض کیا کہ اب تو یا اللہ مجھے یہ اندیشہ ہے کہ کوئی اس میں جا ہی نہ سکے گا۔ اسی طرح جب جہنم کو بنایا تو حضرت جبرئیل علیہ السلام کو اس کے دیکھنے کا حکم ہوا۔ وہاں کے عذاب، وہاں کے مصائب، گندگیاں اور تکلیفیں دیکھ کر انہوں نے عرض کیا کہ یا اللہ آپ کی عزت کی قسم جو شخص اس کے حالات سُن لے گا کبھی بھی اس کے پاس نہ جائے گا۔ حق سبحانہٗ وتقدس نے دنیا کی لذتوں سے اس کو ڈھانک دیا کہ زنا کرنا، شراب پینا، ظلم کرنا، احکام پر عمل نہ کرنا وغیرہ وغیرہ کا پردہ اس پر ڈال دیا گیا۔ پھر ارشاد ہوا کہ اب دیکھو۔ انہوں نے عرض کیا کہ یا اللہ اب تو مجھے اندیشہ ہوگیا کہ شاید ہی کوئی اس سے بچے۔ اسی وجہ سے جب کوئی بندہ اللہ کی اطاعت کرتا ہے، گناہ سے بچتا ہے تو اس ماحول کے اعتبار سے جس میں وہ ہے قابلِ قدر ہوتا ہے۔ اسی وجہ سے حق تعالیٰ شانہٗ اظہارِ مسرت فرماتے ہیں۔ جن فرشتوں کا اس حدیث پاک میں اور اس قسم کی بہت سی حدیثوں میں ذکر آیا ہے وہ فرشتوں کی ایک خاص جماعت ہے جو اسی کام پر متعین ہے کہ جہاں اللہ کے ذکر کی مجالس ہوں، اللہ کا ذکر کیا جا رہا ہو وہاں جمع ہوں اور اس کو سُنیں۔ چنانچہ ایک حدیث میں ارشاد ہے کہ فرشتوں کی ایک جماعت متفرق طور پر پھرتی رہتی ہے اور جس جگہ اللہ کا ذکر سُنتی ہے اپنے ساتھیوں کو آواز دیتی ہے کہ آ جاؤ اس جگہ تمہارا مقصود اور غرض موجود ہے اور پھر ایک دوسرے پر جمع ہوتے رہتے ہیں حتیٰ کہ آسمان تک ان کا حلقہ پہنچ جاتا ہے۔

دعا کیجئے

اے اللہ! ہمیں ایسا بنا دیجئے کہ ہم اپنے سارے دل کیساتھ آپ سے محبت کریں اور آپ کو راضی کرنے میں اپنی ساری کوششیں صرف کر دیں۔

اے اللہ! ہم آپ سے دین و دنیا اور اہل وعیال میں معافی اور اچھے انجام کا سوال کرتے ہیں۔

اے اللہ! ہمیں بخش دیجئے اور ہمارے گھروں میں وسعت اور رزق میں برکت عطا فرما دیجئے۔

وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ

ذکر کرنے والوں کی وجہ سے اللہ تعالیٰ کا فرشتوں پر فخر کرنا

عن معوية رضی الله عنه ان رسول الله صلى الله عليه وسلم خرج على حلقة من اصحابه فقال ما اجلسكم قالو اجلسنا نذكر الله ونحمده على ماهدنا للاسلام ومن به علينا قال الله ما اجلسكم الا ذلک قالوا الله ما اجلسنا الا ذلک قال اما انی لم استحلفكم تهمة لكم ولكن اتانی جبرئيل فاخبرنی ان الله يباهی بكم الملائكة (رواه احمد و مسلم)

ترجمہ: حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم ایک مرتبہ صحابہؓ کی ایک جماعت کے پاس تشریف لے گئے اور دریافت فرمایا کہ کس بات نے تم لوگوں کو یہاں بٹھایا ہے۔ عرض کیا کہ اللہ جل شانہٗ کا ذکر کر رہے ہیں اور اس بات پر اس کی حمد وثنا کر رہے ہیں کہ اس نے ہم لوگوں کو اسلام کی دولت سے نوازا۔ یہ اللہ کا بڑا ہی احسان ہم پر ہے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ کیا خدا کی قسم صرف اسی وجہ سے بیٹھے ہو۔

تشریح: صحابہؓ نے عرض کیا خدا کی قسم صرف اسی وجہ سے بیٹھے ہیں۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ کسی بدگمانی کی وجہ سے میں نے تم لوگوں کو قسم نہیں دی بلکہ جبرئیل میرے پاس ابھی آئے تھے اور یہ خبر سُنا گئے کہ اللہ جل شانہٗ تم لوگوں کی وجہ سے ملائکہ پر فخر فرمارہے ہیں۔

جماعت صحابہ رضی اللہ عنہم کی خوش قسمتی

یعنی میں نے جو قسم دے کر پوچھا اس سے مقصود اہتمام اور تاکید تھی کہ ممکن ہے کوئی اور خاص بات بھی اس کے علاوہ ہو اور وہ بات اللہ جل شانہٗ کے فخر کا سبب ہو۔ اب معلوم ہو گیا کہ صرف یہ تذکرہ ہی سبب فخر ہے۔ کس قدر خوش قسمت تھے وہ لوگ جن کی عبادتیں مقبول تھیں اور ان کی حمد وثنا پر حق تعالیٰ شانہٗ کے فخر کی خوشخبری اُن کو نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی زبان سے دُنیا ہی میں معلوم ہو جاتی تھی اور کیوں نہ ہوتا کہ ان حضرات کے کارنامے اُسی کے مستحق تھے۔

ملائکہ پر فخر کرنے کا مطلب

ملا علی قاریؒ فرماتے ہیں کہ فخر کرنے کا مطلب یہ ہے کہ حق تعالیٰ شانہٗ فرشتوں سے فرماتے ہیں کہ دیکھو یہ لوگ باوجود یکہ نفس ان کے ساتھ ہے، شیطان ان پر مسلط ہے، شہوتیں ان میں موجود ہیں، دنیا کی ضرورتیں ان کے پیچھے لگی ہوئی ہیں۔ ان سب کے باوجود ان سب کے مقابلہ میں اللہ کے ذکر میں مشغول ہیں اور اتنی کثرت سے ہٹانے والی چیزوں کے باوجود میرے ذکر سے نہیں ہٹتے، تمہارا ذکر و تسبیح اس لحاظ سے کہ، تمہارے لئے کوئی مانع بھی ان میں سے نہیں ہے، ان کے مقابلہ میں کوئی چیز نہیں ہے۔

ذکر کرنے والوں کے لئے بخشش کا اعلان

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ جو بھی لوگ اللہ کے ذکر کے لئے مجتمع ہوں، اور اُن کا مقصود صرف اللہ ہی کی رضا ہو تو آسمان سے ایک فرشتہ ندا کرتا ہے کہ تم لوگ بخش دیئے گئے اور تمہاری برائیاں نیکیوں سے بدل دی گئیں۔

دوسری حدیث میں ہے اس کے مقابل جو اجتماع ایسا ہو کہ اس میں اللہ پاک کا کوئی ذکر ہو ہی نہیں تو یہ اجتماع قیامت کے دن حسرت وافسوس کا سبب ہوگا۔

بغیر ذکر اللہ والی مجلس پر حسرت

فائدہ: یعنی اس اجتماع کی بے برکتی اور اضاعت پر حسرت ہوگی اور کیا بعید ہے کہ وبال کا سبب کسی وجہ سے بن جائے۔ ایک حدیث میں آیا ہے کہ جس مجلس میں اللہ کا ذکر نہ ہو حضور صلی اللہ علیہ وسلم پر درود نہ ہو، اس مجلس والے ایسے ہیں جیسے مرے ہوئے گدھے پر سے اُٹھے ہوں۔

مجلس کا کفارہ

ایک حدیث میں آیا ہے کہ مجلس کا کفارہ یہ ہے کہ اس کے اختتام پر یہ دُعا پڑھے۔ **سبحان الله وبحمده سبحانک اللهم وبحمدک اشهدان لا اله الا انت استغفرک واتوب الیک**۔ ایک دوسری حدیث میں آیا ہے کہ جو بھی مجلس ایسی ہو جس میں اللہ کا ذکر، حضور صلی اللہ علیہ وسلم پر درُود شریف نہ ہو وہ مجلس قیامت کے دن حسرت اور نقصان کا سبب ہوگی۔ پھر حق تعالیٰ شانہٗ اپنے لطف سے چاہے مغفرت فرمادیں چاہے مطالبہ اور عذاب فرمادیں۔ ایک حدیث میں ہے کہ مجلسوں کا حق ادا کیا کرو۔ اور وہ یہ ہے کہ اللہ کا ذکر اُن میں کثرت سے کرو۔ راہگیروں کو (بوقتِ ضرورت) راستہ بتاؤ) اور ناجائز چیز سامنے آجائے تو) آنکھیں بند کرلو۔ (یا نیچی کرلو کہ اس پر نگاہ نہ پڑے)

حضرت علی کرم اللہ وجہہٗ ارشاد فرماتے ہیں کہ جو شخص یہ چاہے کہ اس کا ثواب بہت بڑی ترازو میں تلے (یعنی ثواب بہت زیادہ مقدار میں ہو کہ وہی بڑی ترازو میں تلے گا معمولی چیز تو بڑی ترازو کے پاسنگ میں آجائیگی) اس کو چاہیے کہ مجلس کے ختم پر یہ دعا پڑھا کرے۔ سُبْحٰنَ رَبِّكَ رَبِّ الْعِزَّةِ عَمَّا يَصِفُوْنَ ۚ وَسَلٰمٌ عَلَى الْمُرْسَلِيْنَ ۚ وَالْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ ۚ

دعا کیجئے

اے اللہ! ہمیں اپنے حقیقی ذکر یعنی ہمہ وقت آپ کے احکامات کو پیش نظر رکھتے ہوئے زندگی بسر کرنے کی توفیق عطا فرمایئے۔

اے اللہ! ہمیں اپنی محبت نصیب فرمایئے اور مسنون اذکار ووظائف کو صبح وشام پڑھنے کی توفیق عطا فرمایئے۔

اے اللہ! ہمیں ایسا بنادیجئے کہ ہم سب سے زیادہ آپ کا ذکر کرنے والے سب سے زیادہ آپ کو فرمانبرداری کرنے والے اور سب سے زیادہ آپ سے محبت کرنے والے بن جائیں۔

اے اللہ! ہم آپ سے دین ودنیا اور اہل وعیال میں معافی اور اچھے انجام کا سوال کرتے ہیں۔

اے اللہ! ہمیں بخش دیجئے اور ہمارے گھروں میں وسعت اور رزق میں برکت عطا فرمادیجئے۔

وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ

ذکر کرنے والوں کی وجہ سے اللہ تعالیٰ کا فرشتوں پر فخر کرنا

عن معوية رضی اللہ عنه ان رسول اللہ صلی اللہ علیه وسلم خرج علی حلقة من اصحابه فقال ما اجلسکم قالو اجلسنا نذکر اللّٰه و نحمده علی ماهدنا للاسلام و من به علینا قال اللّٰه ما اجلسکم الا ذلک قالوا اللّٰه ما اجلسنا الا ذلک قال اما انی لم استحلفکم تهمة لکم ولکن اتانی جبرئیل فاخبرنی ان اللہ یباهی بکم الملائکة (رواہ احمد و مسلم)

ترجمہ: حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم ایک مرتبہ صحابہؓ کی ایک جماعت کے پاس تشریف لے گئے اور دریافت فرمایا کہ کس بات نے تم لوگوں کو یہاں بٹھایا ہے۔ عرض کیا کہ اللہ جل شانہٗ کا ذکر کر رہے ہیں اور اس بات پر اس کی حمد وثنا کر رہے ہیں کہ اس نے ہم لوگوں کو اسلام کی دولت سے نوازا۔ یہ اللہ کا بڑا ہی احسان ہم پر ہے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ کیا خدا کی قسم صرف اسی وجہ سے بیٹھے ہو۔

تشریح: حدیثِ بالا میں برائیوں کے نیکیوں سے بدل دینے کی بشارت بھی ہے۔ قرآن پاک میں بھی سورۂ فرقان کے ختم پر مومنین کی چند صفات ذکر فرمانے کے بعد ارشاد ہے۔ (پس یہی لوگ ہیں جن کی برائیوں کو حق تعالیٰ نیکیوں سے بدل دیتے ہیں اور اللہ تعالیٰ غفور رحیم ہیں)۔ اس آیت شریفہ کے متعلق علماءِ تفسیر کے چند اقوال ہیں۔

ایک یہ کہ سیئات معاف فرما دی جائیں گی اور حسنات باقی رہ جائیں گی گویا یہ بھی تبدیلی ہے' کہ سیئہ کوئی باقی نہیں رہی۔ دوسرے یہ کہ ان لوگوں کو بجائے برے اعمال کرنے کے نیک اعمال کی توفیق حق تعالیٰ شانہٗ کے یہاں نصیب ہوگی جیسا کہ بولتے ہیں کہ گرمی کے بجائے سردی ہوگئی۔ تیسرے یہ کہ اُنکی عادتوں کا تعلق بجائے بُری چیزوں کے اچھی چیزوں کے ساتھ وابستہ ہو جاتا ہے۔ اس کی توضیح یہ ہے کہ آدمی کی عادتیں طبعی ہوتی ہیں جو بدلتی نہیں۔ اسی وجہ سے ضرب المثل ہے "جبلِ گردد جبلّت نہ گردد" اور یہ مثل بھی ایک حدیث سے ماخوذ ہے جس میں ارشاد ہے کہ اگر تم سنو کہ پہاڑ اپنی جگہ سے ٹل گیا اور دوسری جگہ چلا گیا تو اس کی تصدیق کر لو لیکن اگر سنو کہ طبعیت بدل گئی تو اس کی تصدیق نہ کرو۔ گویا حدیث کا مطلب یہ ہوا کہ عادت کا زائل ہونا پہاڑ کے زائل ہونے سے بھی زیادہ مشکل ہے۔ اس کے بعد پھر اشکال ہوتا ہے کہ صوفیہ اور مشائخ جو عادات کی اصلاح کرتے ہیں اُس کا کیا مطلب ہوگا۔ اس کا جواب یہ ہے کہ عادتیں نہیں بدلتیں بلکہ ان کا تعلق بدل جاتا ہے مثلاً ایک شخص کے مزاج میں غصہ ہے وہ مشائخ کی اصلاح اور مجاہدوں سے ایسا ہو جائے کہ غصہ بالکل باقی نہ رہے یہ تو دشوار ہے۔ ہاں اس غصہ کا تعلق پہلے سے جن چیزوں کے ساتھ مثلاً بے جا ظلم' تکبّر وغیرہ اب بجائے اُن کے اللہ کی نافرمانیوں پر اُسکے احکام کی خلاف ورزی وغیرہ وغیرہ کی طرف منتقل ہو جاتا ہے۔ وہی حضرت عمرؓ جو ایک زمانہ میں مسلمانوں کی ایذا رسانی میں کوئی دقیقہ نہ چھوڑتے تھے' ایمان کے بعد حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے فیض صحبت سے کفار وفساق پر اسی طرح ٹوٹتے تھے۔ اسی طرح اور اخلاق کا بھی حال ہے۔ اس توضیح کے بعد اب مطلب یہ ہوا کہ حق تعالیٰ شانہٗ ایسے لوگوں کے اخلاق کا تعلق بجائے معاصی کے حسنات سے فرما دیتے ہیں۔ چوتھے یہ

کہ حق تعالیٰ شانہ ان کو اپنی برائیوں پر توبہ کی توفیق عطا فرماتے ہیں جس کی وجہ سے پرانے پرانے گناہ یاد آ کر ندامت اور توبہ کا سبب ہوتا ہے اور ہر گناہ کے بدلے ایک توبہ جو عبادت ہے اور نیکی ہے ثبت ہو جاتی ہے۔ پانچویں یہ ہے کہ اگر مولائے کریم کو کسی کی کوئی ادا پسند ہو اور اس کو اپنے فضل سے بُرائیوں کے برابر نیکیاں دے تو کسی کے باپ کا اجارہ ہے وہ مالک ہے' بادشاہ ہے' قدرت والا ہے۔ اس کی رحمت کی وسعت کا کیا کہنا' اس کی مغفرت کا دروازہ کون بند کر سکتا ہے' اس کی عطا کو کون روک سکتا ہے جو دے رہا ہے۔ وہ اپنی ہی مِلک سے دیتا ہے اس کو اپنی قدرت کے مظاہر بھی دکھانا ہیں' اپنی مغفرت کے کرشمے بھی اُسی دن ظاہر کرنا ہیں۔ احادیث میں محشر کا نظارہ اور حساب کی جانچ مختلف طریقوں سے وارد ہوئی ہے جس کو بہجۃ النفوس نے مختصر طور پر ذکر کیا ہے اور لکھا ہے کہ حساب چند انواع پر منقسم ہوگا۔ ایک نوع یہ ہوگی کہ بعض بندوں سے نہایت مخفی رحمت کے پردہ میں محاسبہ ہوگا اور ان کے گناہ ان کو گنوائے جائیں گے اور کہا جائیگا کہ تو نے فلاں وقت یہ گناہ کیا' فلاں وقت ایسا کیا اور اسکو اقرار بغیر چارۂ کار نہ ہوگا حتیٰ کہ وہ گناہوں کی کثرت سے یہ سمجھے گا کہ میں ہلاک ہو گیا تو ارشاد ہوگا کہ ہم نے دنیا میں بھی تجھ پر ستاری کی' آج بھی ستاری کرتے ہیں اور معاف کرتے ہیں۔ چنانچہ جب یہ شخص اور اس جیسا جو ہوگا وہ حساب کے مقام سے واپس جائے گا۔ تو لوگ دیکھ کر کہیں گے کہ یہ کیسا مبارک بندہ ہے کہ اُس نے کوئی گناہ کیا ہی نہیں اسلئے کہ اُن کو اس کے گناہوں کی خبر ہی نہ ہوئی۔ اسی طرح ایک نوع ایسی ہوگی کہ اُن کیلئے چھوٹے بڑے گناہ ہونگے۔ اس کے بعد ارشاد ہوگا کہ اچھا ان کے چھوٹے گناہوں کو نیکیوں سے بدل دو تو وہ جلدی سے کہیں گے کہ ابھی اور بھی گناہ ایسے ہیں جو یہاں ذکر نہیں کئے گئے۔ اسی طرح اور انواع کا ذکر کیا ہے کہ کس کس طرح سے پیشی اور حساب ہوگا۔

سب سے اخیر میں جہنم سے نکلنے والے شخص کا قصہ

حدیث میں ایک قصہ آتا ہے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم ارشاد فرماتے ہیں کہ میں اس شخص کو پہچانتا ہوں جو سب سے اخیر میں جہنم سے نکالا جائیگا اور سب سے اخیر میں جنت میں داخل کیا جائے گا۔ ایک شخص کو بلایا جائیگا اور فرشتوں سے کہا جائے گا کہ اس کے بڑے بڑے گناہ تو ابھی ذکر نہ کئے جائیں۔ چھوٹے چھوٹے گناہ اس کے سامنے پیش کئے جائیں' اُن پر باز پُرس کی جائے۔ چنانچہ یہ شروع ہو جائیگا اور ایک ایک گناہ وقت کے حوالہ کیساتھ اس کو جتایا جائیگا۔ وہ انکار کیسے کر سکتا ہے اقرار کرتا جائے گا۔ اتنے میں ارشاد ربی ہوگا کہ اس کو ہر گناہ کے بدلے ایک نیکی دی جائے گی تو وہ جلدی سے کہے گا کہ ابھی تو اور بھی بہت سے گناہ باقی ہیں اُن کا تو ذکر ہی نہیں آیا۔ اس قصہ کو نقل فرماتے ہوئے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو بھی ہنسی آ گئی۔

اس قصے میں اوّل تو جہنم میں سے سب سے اخیر میں نکلنا ہے یہی کیا کم سزا ہے دوسرے کیا معلوم کون خوش قسمت ایسا ہو سکتا ہے کہ جس کے گناہوں کی تبدیلی ہو اس لئے اللہ کی پاک ذات سے اُمید کرتے ہوئے فضل کا مانگتے رہنا بندگی کی شان ہے لیکن اس پر مطمئن ہونا جرأت ہے البتہ سیئات کو حسنات سے بدلنے کا سبب اخلاص سے مجالسِ ذکر میں حاضری حدیث بالا سے معلوم ہوتی ہی ہے لیکن اخلاص بھی اللہ ہی کی عطا سے ہو سکتا ہے۔

ایک ضروری بات یہ ہے کہ جہنم سے اخیر میں نکلنے والے کے بارہ میں مختلف روایات وارد ہوئی ہیں لیکن ان میں کوئی اشکال نہیں۔ ایک معتدبہ جماعت اگر نکلے تو بھی ہر شخص اخیر میں نکلنے والا ہے اور جو قریب اخیر کے نکلے وہ بھی اخیر ہی کہلاتا ہے نیز خاص خاص جماعت کا اخیر بھی مراد ہو سکتا ہے۔

وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ

ذکر کرنے والوں کی وجہ سے اللہ تعالیٰ کا فرشتوں پر فخر کرنا

عن معوية رضي الله عنه ان رسول الله صلى الله عليه وسلم خرج على حلقة من اصحابه فقال ما اجلسكم قالو اجلسنا نذكر الله ونحمده على ماهدنا للاسلام ومن به علينا قال الله ما اجلسكم الا ذلك قالوا الله ما اجلسنا الا ذلك قال اما انى لم استحلفكم تهمة لكم ولكن اتانى جبرئيل فاخبرني ان الله يباهي بكم الملائكة (رواه احمد و مسلم)

ترجمہ: حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم ایک مرتبہ صحابہؓ کی ایک جماعت کے پاس تشریف لے گئے اور دریافت فرمایا کہ کس بات نے تم لوگوں کو یہاں بٹھایا ہے۔ عرض کیا کہ اللہ جل شانہ' کا ذکر کررہے ہیں اور اس بات پر اس کی حمد وثنا کررہے ہیں کہ اس نے ہم لوگوں کو اسلام کی دولت سے نوازا۔ یہ اللہ کا بڑا ہی احسان ہم پر ہے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ کیا خدا کی قسم صرف اسی وجہ سے بیٹھے ہو۔

اخلاص کی اہمیت اور حقیقت

اس حدیث میں اہم مسئلہ اخلاص کا ہے اور اخلاص کی قید اور بھی بہت سی احادیث میں اس رسالہ میں نظر سے گذرے گی۔ حقیقت یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کے یہاں اخلاص ہی کی قدر ہے۔ جس درجہ کا اخلاص ہوگا اسی درجہ کی عمل کی قیمت ہوگی۔ صُوفیہ کے نزدیک اخلاص کی حقیقت یہ ہے کہ قال اور حال برابر ہوں۔ ایک حدیث میں آئندہ آرہا ہے کہ اخلاص یہ ہے کہ گناہوں سے روک دے۔ بہجۃ النفوس میں لکھا ہے ایک بادشاہ کیلئے جونہایت ہی جابر اور متشدد تھا ایک جہاز میں بہت سی شراب لائی جارہی تھی۔ ایک صاحب کا اس جہاز پر گذر ہوا اور جسقدر ٹھلیاں شراب سے بھری ہوئی تھیں سب ہی توڑ دیں ایک چھوڑ دی۔ کسی شخص کی ہمّت ان کو روکنے کی نہ پڑی لیکن اس پر حیرت تھی کہ اس بادشاہ کے تشدد کا مقابلہ بھی کوئی نہیں کرسکتا تھا پھر اُس نے کس طرح جرأت کی۔ بادشاہ کو اطلاع دی گئی۔ اس کو بھی تعجب ہوا۔ اولاً اس بات پر کہ اس کے مال پر کس طرح ایک معمولی آدمی نے جرأت کی اور پھر اس پر کہ ایک مٹکی کیوں چھوڑ دی۔ ان صاحب کو بُلایا گیا پوچھا کہ یہ کیوں کیا؟ انہوں نے جواب دیا کہ میرے دل میں اس کا تقاضا ہوا اسلئے ایسا کیا۔ تمہارا جو دل چاہے سزا دیدو۔ اُس نے پوچھا کہ یہ ایک کیوں چھوڑی۔ انہوں نے کہا کہ مجھے اولا اسلامی غیرت کا تقاضا تھا اس لئے میں نے توڑیں مگر جب ایک رہی تو میرے دل میں ایک خوشی سی پیدا ہوئی کہ میں نے ایک ناجائز کام کو مٹادیا تو مجھے اس کے توڑنے میں یہ شبہ ہوا کہ حظِ نفس دل کی خوشی کی وجہ سے ہے۔ اس لئے ایک کو چھوڑ دیا۔ بادشاہ نے کہا اس کو چھوڑ دو یہ مجبور تھا۔

بنی اسرائیل کے ایک عبادت گذار کا واقعہ

احیاء العلوم میں لکھا ہے کہ بنی اسرائیل میں ایک عابد تھا جو ہر وقت عبادت میں مشغول رہتا تھا۔ ایک جماعت اس کے پاس آئی اور کہا کہ یہاں ایک قوم ہے جو ایک درخت کو پُوجتی ہے۔ یہ سنکر اس کو غصّہ آیا اور کلہاڑا کندھے پر رکھ کر اس کو کاٹنے کے لئے چل دیا۔ راستہ میں شیطان ایک پیرمرد کی صورت میں ملا۔ عابد سے پوچھا کہاں جارہے ہو۔ اُس نے کہا فلاں درخت کاٹنے جاتا ہوں۔ شیطان نے کہا' تمہیں اس درخت سے کیا واسطہ تم اپنی عبادت میں مشغول رہو تم نے اپنی عبادت کو ایک مہمل کام کے واسطے چھوڑ دیا۔ عابد نے کہا یہ بھی عبادت ہے۔ شیطان نے کہا میں نہیں کاٹنے دوں

گا۔ دونوں میں مقابلہ ہوا۔ وہ عابد اس کے سینے پر چڑھ گیا۔ شیطان نے اپنے کو عاجز دیکھ کر خوشامد کی اور کہا اچھا ایک بات سن لے عابد نے اس کو چھوڑ دیا۔ شیطان نے کہا کہ اللہ نے تجھ پر اس کو فرض تو کیا نہیں۔ تیرا اس سے کوئی نقصان نہیں۔ تو اس کی پرستش نہیں کرتا۔ اللہ کے بہت سے نبی ہیں۔ اگر وہ چاہتا تو کسی نبی کے ذریعہ سے اس کو کٹوا دیتا۔ عابد نے کہا میں ضرور کاٹوں گا۔ پھر مقابلہ ہوا اور عابد پھر اس کے سینے پر چڑھ گیا۔ شیطان نے کہا اچھا سن ایک فیصلہ والی بات تیرے نفع کی کہوں۔ اس نے کہا کہہ۔ شیطان نے کہا تو غریب ہے دنیا پر بوجھ بنا ہوا ہے تو اس کام سے باز آ میں تجھے روزانہ تین دینار (اشرفی) دیا کروں گا۔ جو روزانہ تیرے سرہانے رکھے ہوئے ملا کریں گے۔ تیری بھی ضرورتیں پوری ہو جائیں گی۔ اپنے اعزہ پر بھی احسان کر سکے گا۔ فقیروں کی مدد کر سکے گا اور بہت سے ثواب کے کام کر سکے گا۔ اس میں ایک ہی ثواب ہوگا اور وہ بھی بیکار کہ وہ لوگ پھر دوسرا لگالیں گے۔ عابد کی سمجھ میں آ گیا قبول کر لیا۔ دو دن تو وہ ملے تیسرے دن سے ندارد۔ عابد کو غصہ آیا اور کلہاڑی لے کر پھر چلا۔ راستہ میں وہ بوڑھا ملا پوچھا کہاں جا رہا ہے۔ عابد نے بتایا کہ اسی درخت کو کاٹنے جا رہا ہوں۔ بوڑھے نے کہا کہ تو اس کو نہیں کاٹ سکتا۔ دونوں میں جھگڑا ہوا وہ بوڑھا غالب آ گیا اور عابد کے سینہ پر چڑھ گیا۔ عابد کو بڑا تعجب ہوا اس سے پوچھا کہ یہ کیا بات ہے کہ تو اس مرتبہ غالب ہو گیا۔ اس بوڑھے نے کہا پہلی مرتبہ تیرا غصہ خالص اللہ کے واسطے تھا اس لئے اللہ جل شانہ نے مجھے مغلوب کر دیا تھا اس مرتبہ اس میں دیناروں کا دخل تھا اس لئے تو مغلوب ہوا۔ حق یہ ہے کہ جو کام خالص اللہ کے واسطے کیا جاتا ہے اس میں بڑی قوت ہوتی ہے۔

انسان کو مایوس نہیں ہونا چاہئے

"انسان کو مایوس نہیں ہونا چاہئے حق تعالیٰ سے اچھی امید رکھنا چاہئے" وہ بندے کے ظن کے ساتھ ہیں جیسا بندہ ان کے ساتھ گمان کرتا ہے ویسا ہی معاملہ اس کے ساتھ فرماتے ہیں' بڑی رحیم کریم ذات ہے مگر شرط یہ ہے کہ طلب ہو اور کام میں لگا رہے جو بھی ہو سکے کرتا رہے پھر وہ اپنے بندہ کے ساتھ رحمت اور فضل ہی کا معاملہ فرماتے ہیں وہ کسی کی محنت یا طلب کو رائیگاں یا فراموش نہیں فرماتے ایک شخص کا مقولہ مجھ کو بہت پسند آیا کہ کئے جاؤ اور لئے جاؤ واقعی ایسی ہی ذات ہے اس قائل نے (کہنے والے نے) بہت بڑا اور اہم مضمون کو دو لفظوں میں بیان کر دیا۔ ہاں لگا رہنا شرط ہے اور ایک یہ ضروری بات ہے کہ ماضی اور مستقبل کی فکر میں نہ پڑے اس سے بھی انسان بڑی دولت سے محروم رہتا ہے کیونکہ یہ بھی تو ماسوا اللہ ہی کی مشغولی ہے۔ خلاصہ میرے مضمون کا یہ ہے کہ قصد سے ماضی و مستقبل کے مراقبے کی ضرورت نہیں ہے اگر بغیر قصد کے خیال آ جائے تو ماضی کی کوتاہیوں پر توبہ و استغفار کر لیا کرے بس کافی ہے پچھلے معاصی کا کاوش کے ساتھ استحضار بھی کبھی حجاب بن کر خسران کا سبب ہو جاتا ہے اور اس طرح نہ آئندہ کے لئے تجویزات کی ضرورت ہے یہ بھی ضرر رساں ہے نہ اس کی ضرورت کہ میں نے پہلے کیا کیا تھا اور اب کیا ہوگا اور میں کچھ ہوا یا نہیں' جھگڑوں میں وقت ضائع کرتے ہو کام میں لگو ان فضولیات کو چھوڑ دو' کسی حالت میں بھی مایوس نہ ہو وہ تو دربار ہی عجیب ہے کوئی شخص کتنا ہی گناہگار کیوں نہ ہو ایک لمحہ ایک منٹ میں کایا پلٹ جاتی ہے بشرطیکہ خلوص کے ساتھ اس طرح متوجہ ہو کر رجوع کرے اور آئندہ کے لئے استقلال کا عزم کرے پھر تو جس نے کبھی ساری عمر اللہ تعالیٰ نام نہ لیا ہو اور اپنی تمام عمر کا حصہ معاصی اور لہو و لعب میں برباد کیا ہو اس کے لئے بھی رحمت کا دروازہ کھلا ہوا ہے۔ اس لئے فرماتے ہیں جو بندے کے لئے مشکل ہے وہ خدا تعالیٰ کے لئے آسان ہے۔

رحمت حق ہر وقت اپنے بندوں کے لئے بخشش کا بہانہ ڈھونڈتی ہے

فی الحقیقت حق تعالیٰ ادنیٰ بہانے سے بندوں پر رحم فرما دیتے ہیں نجات تو چھوٹی سی بات پر ہو جاتی ہے مگر چھوٹی بات پر مؤاخذہ نہیں ہوتا مواخذہ تو بڑی ہی بات پر فرماتے ہیں اب رہا یہ کہ کوئی بڑی بات کو چھوٹی بات خیال کرے اس کا کسی کے پاس کیا علاج ہے۔ (از افادات حکیم الامت)

وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ

سب اعمال سے بڑھ کر عذاب قبر سے نجات دینے والا عمل

عن معاذ رضی الله عنه بن جبل قال قال رسول الله صلی الله علیه وسلم ما عمل ادمی عملا انجی له من عذاب القبر من ذکر الله. (اخرجه احمد)

ترجمہ: نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے اللہ کے ذکر سے بڑھ کر کسی آدمی کا کوئی عمل عذاب قبر سے زیادہ نجات دینے والا نہیں ہے۔

عذاب قبر کی سختی

تشریح: عذابِ قبر کتنی سخت چیز ہے اس سے وہی لوگ واقف ہیں جن کے سامنے وہ احادیث ہیں' جو عذاب قبر کے بارے میں وارد ہوئی ہیں۔ حضرت عثمانؓ جب کسی قبر پر تشریف لیجاتے تو اس قدر روتے' کہ ڈاڑھی مبارک تر ہوجاتی۔ کسی نے پوچھا کہ آپ جنت کے دوزخ کے ذکر سے ایسا نہیں روتے جیسا کہ قبر کے سامنے آجانے سے روتے ہیں۔ آپ نے ارشاد فرمایا کہ قبر آخرت کی منزلوں میں سے سب سے پہلی منزل ہے جو شخص اس سے نجات پالے بعد کی سب منزلیں اس پر سہل ہوجاتی ہیں اور جو اس سے نجات نہ پائے بعد کی منزلیں دشوار ہی ہوتی جاتی ہیں۔ پھر آپ نے حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کا پاک ارشاد سنایا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم یہ ارشاد فرماتے تھے کہ میں نے کوئی منظر قبر سے زیادہ گھبراہٹ والا نہیں دیکھا۔ حضرت عائشہؓ ارشاد فرماتی ہیں کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم ہر نماز کے بعد عذابِ قبر سے پناہ مانگتے تھے۔ حضرت زیدؓ ارشاد فرماتے ہیں کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا۔ مجھے یہ اندیشہ ہے کہ تم ڈر اور خوف کی وجہ سے مردوں کا دفن کرنا چھوڑ دو گے ورنہ اس کی دعاء کرتا کہ اللہ جل شانہٗ تمہیں بھی عذابِ قبر سنادے۔ آدمیوں اور جنات کے سوا اور جاندار عذابِ قبر کو سُنتے ہیں۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی اونٹنی کا بدکنا

ایک حدیث میں آیا ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم ایک مرتبہ سفر میں تشریف لے جارہے تھے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی اونٹنی بدکنے لگی۔ کسی نے پوچھا حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی اونٹنی کو کیا ہوا؟ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ ایک آدمی کو قبر کا عذاب ہورہا ہے اُسکی آواز سے بدکنے لگی۔

قبر کا اعلان:

ایک مرتبہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم مسجد میں تشریف لے گئے تو چند آدمیوں کو دیکھا کہ کِھل کھلا کر ہنس رہے ہیں' حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ اگر موت کو اکثر یاد کیا کرو تو یہ بات نہ ہو۔ کوئی دن قبر پر ایسا نہیں گذرتا جس میں وہ یہ اعلان نہیں کرتی کہ میں غربت کا گھر ہوں۔ تنہائی کا گھر ہوں' کیڑوں اور جانوروں کا گھر ہوں جب کوئی مؤمن (کامل ایمان والا) دفن ہوتا ہے تو قبر اس سے کہتی ہے تیرا آنا مبارک ہے۔ تُو نے بہت ہی اچھا کیا کہ آ گیا۔ جتنے لوگ میری پُشت پر (یعنی زمین پر) چلتے تھے تو اُن سب میں مجھے بہت' محبوب تھا۔ آج تو میرے سپرد ہوا تو میرا حُسنِ سلوک بھی دیکھے گا۔ اس کے بعد وہ اس قدر وسیع ہوجاتی ہے کہ منتہائے نظر تک کھل جاتی ہے اور جنت کا ایک دروازہ اس میں کھل جاتا ہے جس سے وہاں کی

ہوائیں خوشبوئیں وغیرہ پہنچتی رہتی ہیں اور جب کافر یا فاجر دفن کیا جاتا ہے تو قبر کہتی ہے کہ تیرا آنا منحوس اور نا مبارک ہے کیا ضرورت تھی تیرے آنے کی۔ جتنے آدمی میری پُشت پر چلتے تھے۔ سب میں زیادہ بُغض مجھے تجھ سے تھا۔ آج تو میرے حوالہ ہوا تو میرا معاملہ بھی دیکھے گا۔ اس کے بعد اُس کو اس قدر زور سے بھینچتی ہے کہ پسلیاں ایک دوسری میں گھُس جاتی ہیں۔ جس طرح ہاتھ میں ہاتھ ڈالنے سے انگلیاں ایک دوسری میں گھس جاتی ہیں۔ اس کے بعد نوے یا ننانوے اژدہے اس پر مسلّط ہو جاتے ہیں جو اس کو نوچتے رہتے ہیں اور قیامت تک یہی ہوتا رہے گا۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں کہ اگر ایک اژدہا بھی اُن میں زمین پر پھنکار مار دے تو قیامت تک زمین میں گھاس نہ اُگے۔ اس کے بعد حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ قبر یا جنت کا ایک باغ ہے یا جہنم کا ایک گڑھا۔

چغل خوری اور پیشاب سے بے احتیاطی کا عذاب

ایک حدیث میں آیا ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا دو قبروں پر گذر ہوا۔ ارشاد فرمایا کہ ان دونوں کو عذاب ہو رہا ہے۔ ایک کو چغل خوری کے جرم میں دوسرے کو پیشاب کی احتیاط نہ کرنے میں (کہ بدن کو اس سے بچاتا نہ تھا) ہمارے کتنے مہذب لوگ ہیں جو استنجے کو عیب سمجھتے ہیں اس کا مذاق اڑاتے ہیں علماء نے پیشاب سے نہ بچنا گناہ کبیرہ بتایا ہے۔ ابن حجرؒ مکی نے لکھا ہے کہ صحیح روایت میں آیا ہے کہ اکثر عذابِ قبر پیشاب کی وجہ سے ہوتا ہے۔

ایک حدیث میں آیا ہے کہ قبر میں سب سے پہلے مطالبہ پیشاب کا ہوتا ہے۔ بالجملہ عذاب قبر نہایت سخت چیز ہے اور جیسا کہ اس کے ہونے میں بعض گناہوں کو خاص دخل ہے۔ اسی طرح اس سے بچنے میں بھی بعض عبادات کو خصوصی شرافت حاصل ہے چنانچہ متعدد احادیث میں وارد ہے کہ سورۂ تبارک الذی کا ہر رات کو پڑھتے رہنا عذابِ قبر سے نجات کا سبب ہے اور عذاب جہنم سے بھی حفاظت کا سبب ہے اور اللہ کے ذکر کے بارے میں تو حدیث بالا ہے ہی۔

دل کی سوئی اللہ کی طرف

شیخ الاسلام حضرت مولانا مفتی محمد تقی عثمانی صاحب مدظلہم فرماتے ہیں کہ حضرت مولانا مفتی محمد شفیع صاحب رحمۃ اللہ علیہ کا ایک مکتوب دیکھا جو حضرت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ کے نام لکھا تھا کہ

''حضرت...... میں اپنے دل کی یہ کیفیت محسوس کرتا ہوں کہ جس طرح قطب نما کی سوئی ہمیشہ شمال کی طرف رہتی ہے۔ اسی طرح اب میرے دل کی یہ کیفیت ہوگئی ہے کہ چاہے کہیں پر بھی کام کر رہا ہوں...... چاہے مدرسے میں ہوں یا گھر میں ...... دکان پر ہوں یا بازار میں ہوں...... لیکن ایسا محسوس ہوتا ہے کہ دل کی سوئی تھانہ بھون کی طرف ہے'' اب ہم لوگ اس کیفیت کو اس وقت تک کیا سمجھ سکتے ہیں جب تک اللہ تبارک و تعالیٰ اپنے فضل سے ہم لوگوں کو عطا نہ فرما دے لیکن کوشش اور مشق سے یہ چیز حاصل ہو جاتی ہے کہ چلتے پھرتے اٹھتے بیٹھتے انسان اللہ تعالیٰ کا ذکر کرتا رہے...... اللہ تعالیٰ کے سامنے حاضری کا احساس ہوتا رہے تو پھر آہستہ آہستہ یہ کیفیت حاصل ہو جاتی ہے کہ زبان سے دل لگی کی باتیں ہو رہی ہیں مگر دل کی سوئی اللہ تبارک و تعالیٰ کی طرف لگی ہوئی ہے۔ اللہ تعالیٰ یہ کیفیت عطا فرما دے۔ آمین۔

وَاٰخِرُ دَعْوَانَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ

ذاکرین قیامت کے دن قابل رشک ہوں گے

عن ابی الدرداء رضی اللّٰہ عنہ قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم لیبعثن اللہ اقواما یوم القیمۃ فی وجوھھم النور علی منابر اللؤلؤ یغبطھم الناس لیسوا بانبیاء ولا شھداء فقال اعرابی حلھم لنا نعرفھم قال ھم المتحابون فی اللہ من قبائل شتی وبلاد شتی یجتمعون علی ذکر اللّٰہ یذکرونہ (اخرجہ الطبرانی)

ترجمہ: حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ قیامت کے دن اللہ جل شانہٗ بعضی قوموں کا حشر اسی طرح فرمائیں گے کہ انکے چہروں میں نُور چمکتا ہوا ہوگا وہ موتیوں کے ممبروں پر ہونگے لوگ اُن پر رشک کرتے ہونگے وہ انبیاء اور شہداء نہیں ہونگے۔ کسی نے عرض کیا یارسول اللہ اُنکا حال بیان کر دیجئے کہ ہم اُن کو پہچان لیں حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا وہ لوگ ہونگے جو اللہ کی محبت میں مختلف جگہوں سے مختلف خاندانوں سے آ کر ایک جگہ جمع ہو گئے ہوں اور اللہ کے ذکر میں مشغول ہوں۔

تشریح: دوسری حدیث میں ہے کہ جنت میں یاقوت کے ستون ہونگے جن پر زبرجد (زمرد) کے بالاخانے ہونگے ان میں چاروں طرف دروازے کھلے ہوئے ہونگے وہ ایسے چمکتے ہونگے جیسے کہ نہایت روشن ستارہ چمکتا ہے۔ ان بالاخانوں میں وہ لوگ رہیں گے جو اللہ کے واسطے آپس میں محبت رکھتے ہوں اور وہ لوگ جو اللہ ہی کے واسطے ایک جگہ اکٹھے ہوں اور وہ لوگ جو اللہ ہی کیواسطے آپس میں ملتے جلتے ہوں۔

زبرجد اور زمرد: فائدہ: اس میں اطباء کا اختلاف ہے کہ زبرجد اور زمرد ایک ہی پتھر کے دو نام ہیں یا ایک پتھر کی دو قسمیں ہیں یا ایک ہی نوع کے دو پتھر ہیں۔ بہرحال یہ ایک پتھر ہوتا ہے جو نہایت ہی روشن چمکدار ہوتا ہے۔ اس کے پتے بنتے ہیں جو بازار میں چمکدار کاغذ کی طرح سے بکتے ہیں۔

خانقاہوں میں بیٹھنے والے اہل اللہ

آج خانقاہوں کے بیٹھنے والوں پر ہر طرح الزام ہے ہر طرف سے فقرے کسے جاتے ہیں۔ آج انہیں جتنا دل چاہے بُرا بھلا کہہ لیں۔ کل جب آنکھ کھلے گی اس وقت حقیقت معلوم ہوگی کہ یہ بوریوں پر بیٹھنے والے کیا کچھ کما کر لے گئے جب وہ ان منبروں اور بالاخانوں پر ہونگے اور یہ ہنسے والے اور گالیاں دینے والے کیا کما کر لے گئے۔

ان خانقاہوں کی اللہ کے یہاں کیا قدر ہے جن پر آج چاروں طرف سے گالیاں پڑتی ہیں یہ ان احادیث سے معلوم ہوتا ہے جن میں ان کی فضیلتیں ذکر کی گئی ہیں۔ ایک حدیث میں وارد ہے کہ جس گھر میں اللہ کا ذکر کیا جاتا ہو وہ آسمان والوں کیلئے ایسا چمکتا ہے جیسے زمین والوں کے لئے ستارے چمکتے ہیں۔ ایک حدیث میں ہے کہ ذکر کی مجالس پر جو سکینہ (ایک خاص نعمت) نازل ہوتی ہے فرشتے ان کو گھیر لیتے ہیں، رحمت الٰہی اُن کو ڈھانک لیتی ہے اور اللہ جل شانہٗ عرش پر اُن کا ذکر فرماتے ہیں۔ ابورزینؓ ایک صحابی ہیں۔ وہ کہتے ہیں۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ تجھے دین کی تقویت کی چیز بتاؤں جس

سے تو دونوں جہان کی بھلائی کو پہنچے، وہ اللہ کا ذکر کرنیوالوں کی مجلسیں ہیں اُن کو مضبوط پکڑ اور جب تو تنہا ہوا کرے تو جتنی بھی قدرت ہو اللہ کا ذکر کرتا رہ۔ حضرت ابو ہریرہؓ فرماتے ہیں کہ آسمان والے ان گھروں کو جن میں اللہ کا ذکر ہوتا ہے ایسا چمکدار دیکھتے ہیں جیسا کہ زمین والے ستاروں کو چمکدار دیکھتے ہیں۔ یہ گھر جن میں اللہ کا ذکر ہے ایسے منور اور روشن ہوتے ہیں کہ اپنے نُور کی وجہ سے ستاروں کی طرح چمکتے ہیں اور جن کو اللہ جل شانہٗ نُور کے دیکھنے کی آنکھیں عطا فرماتے ہیں وہ یہاں بھی اُن کی چمک دیکھ لیتے ہیں۔ بہت سے اللہ کے بندے ایسے ہیں جو بزرگوں کا نُور، ان کے گھروں کا نور اپنی آنکھوں سے چمکتا ہوا دیکھتے ہیں چنانچہ حضرت فضیلؒ بن عیاض جو مشہور بزرگ ہیں فرماتے ہیں کہ جن گھروں میں اللہ کا ذکر ہوتا ہے وہ آسمان والوں کے نزدیک ایسا چمکتے ہیں جیسا کہ چراغ۔

قرآن کریم اور حدیث نبوی کا نور

شیخ عبدالعزیزؒ دباغ ابھی قریب ہی زمانہ میں ایک بزرگ گذرے ہیں جو بالکل اُمی تھے مگر قرآن شریف کی آیت، حدیث قدسی، حدیث نبوی اور موضوع حدیث کو علیحدہ علیحدہ بتادیتے تھے اور کہتے تھے کہ متکلم کی زبان سے جب لفظ نکلتے ہیں تو ان الفاظ کے نُور سے معلوم ہوجاتا ہے کہ کس کا کلام ہے کہ اللہ پاک کے کلام کا نُور علیحدہ ہے اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے کلام کا نُور دوسرا ہے اور دوسرے کلاموں میں یہ دونوں نُور نہیں ہوتے۔

حضرت مولانا خلیل احمد محدث سہارنپوری کا واقعہ

تذکرۃ الخلیل یعنی سوانح حضرت اقدس مولانا خلیل احمد صاحب نور اللہ مرقدہٗ میں بروایت مولانا ظفر احمد صاحب لکھا ہے کہ حضرت کے پانچویں حج میں جس وقت حضرتؒ مسجد حرام میں طوافِ قدوم کے لئے تشریف لائے تو احقر (حضرت شیخ الحدیث کاندھلوی رحمہ اللہ) مولانا محبّ الدین صاحبؒ (جو اعلیحضرت مولانا الحاج امداد اللہ صاحب مہاجر مکّی نور اللہ مرقدہٗ کے خاص خلفاء میں تھے اور صاحبِ کشف مشہور تھے) کے پاس بیٹھا تھا۔ مولانا اس وقت درود شریف کی کتاب کھولے ہوئے اپنا ورد پڑھ رہے تھے کہ دفعۃً میری طرف مخاطب ہوکر فرمانے لگے اس وقت حرم میں کون آ گیا کہ دفعۃً سارا حرم انوار سے بھر گیا، میں خاموش رہا کہ اتنے میں، حضرتؒ طواف سے فارغ ہوکر مولانا کے پاس کو گذرے۔ مولانا کھڑے ہوگئے اور ہنس کر فرمایا کہ میں بھی تو کہوں آج حرم میں کون آ گیا۔ مجالسِ ذکر کی فضیلت مختلف عنوانات سے بہت سی احادیث میں وارد ہوئی ہے۔ ایک حدیث میں وارد ہے کہ افضل ترین رباط نماز ہے اور ذکر کی مجالس۔ رباط کہتے ہیں۔ دارُ الاسلام کی سرحد کی حفاظت کرنے کو تاکہ کفار اس طرف سے حملہ نہ کریں۔

دعا کیجئے

اے اللہ! ہمیں ایسا بنا دیجئے کہ ہم اپنے سارے دل کیساتھ آپ سے محبت کریں اور آپ کو راضی کرنے میں اپنی ساری کوششیں صرف کردیں۔ اے اللہ! ہم آپ سے دین و دنیا اور اہل وعیال میں معافی اور اچھے انجام کا سوال کرتے ہیں۔

اے اللہ! ہمیں بخش دیجئے اور ہمارے گھروں میں وسعت اور رزق میں برکت عطا فرما دیجئے۔

وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ

3

جنت کے باغ

عن انس رضی اللہ عنه ان رسول اللہ صلی اللہ علیه وسلم قال اذامررتم بریاض الجنة فارتعوا قال وما ریاض الجنة قال حلق الذکر. (اخرجه احمد و الترمذی)

ترجمہ: حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ جب جنت کے باغوں پر گذرو تو خوب چرو۔ کسی نے عرض کیا یارسول اللہ! جنت کے باغ کیا ہیں ارشاد فرمایا کہ ذکر کے حلقے۔

جنت کے باغوں میں چرنے کا مطلب

تشریح: مقصود یہ ہے کہ کسی خوش قسمت کی اُن مجالس اُن حلقوں تک رسائی ہوجائے تو اسکو بہت زیادہ غنیمت سمجھنا چاہیے کہ یہ دنیا ہی میں جنت کے باغ ہیں اور ''خوب چرو'' سے اس طرف اشارہ فرمایا کہ جیسے جانور جب کسی سبزہ زار یا کسی باغ میں چرنے لگتا ہے تو معمولی سے ہٹانے سے بھی نہیں ہٹتا۔ بلکہ مالک کے ڈنڈے وغیرہ بھی کھاتا رہتا ہے لیکن اِدھر سے منہ نہیں موڑتا۔ اسی طرح ذکر کرنیوالے کو بھی دنیاوی تفکرات اور موانع کی وجہ سے ادھر سے مُنہ نہ موڑنا چاہیے اور جنت کے باغ اس لئے فرمائے کہ جیسا کہ جنت میں کسی قسم کی آفت نہیں ہوتی اسی طرح یہ مجالس بھی آفات سے محفوظ رہتی ہیں۔ ایک حدیث میں آیا ہے کہ اللہ کا ذکر دلوں کی شفا ہے یعنی دل میں جس قسم کے امراض پیدا ہوتے ہیں' تکبر' حسد' کینہ وغیرہ سب ہی امراض کا علاج ہے۔ صاحب الفوائد فی الصلوٰۃ والعوائد نے لکھا ہے کہ آدمی ذکر پر مداومت سے تمام آفتوں سے محفوظ رہتا ہے اور صحیح حدیث میں آیا ہے حضور صلی اللہ علیہ وسلم ارشاد فرماتے ہیں کہ میں تمہیں ذکر اللہ کی کثرت کا حکم کرتا ہوں اور اس کی مثال ایسی ہے جیسے کسی شخص کے پیچھے کوئی دشمن لگ جائے اور وہ اس سے بھاگ کر کسی قلعہ میں محفوظ ہوجائے اور ذکر کرنے والا اللہ جل شانہٗ کا ہمنشیں ہوتا ہے اور اس سے بڑھ کر اور کیا فائدہ ہوگا کہ وہ مالک الملک کا ہمنشین ہوجائے اسکے علاوہ اُس سے شرح صدر ہوجاتا ہے' دل منور ہوجاتا ہے۔ اسکے دل کی سختی دُور ہوجاتی ہے۔ اس کے علاوہ اور بھی بہت سے ظاہری اور باطنی منافع ہوتے ہیں جن کو بعض علماء نے سو۱۰۰ تک شمار کیا ہے۔ انتہی۔

حضرت ابوامامہؓ کی خدمت میں ایک شخص حاضر ہوئے اور عرض کیا میں نے خواب میں دیکھا کہ جب بھی آپ اندر جاتے ہیں یا باہر آتے ہیں یا کھڑے ہوتے ہیں یا بیٹھتے ہیں تو فرشتے آپ کے لئے دعا کرتے ہیں۔ ابوامامہؓ نے فرمایا اگر تمہارا دل چاہے تو تمہارے لئے بھی وہ دعا کر سکتے ہیں۔ پھر یہ آیت پڑی یٰٓاَیُّھَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوا اذْکُرُوا اللّٰہَ ذِکْرًا کَثِیْرًا ۝ سے رَحِیْمًا تک گویا اس طرف اشارہ ہے کہ حق تعالیٰ شانہٗ کی رحمت اور ملائکہ کی دُعا تمہارے ذکر پر متفرع ہے جتنا تم ذکر کرو گے اتنا ہی اُدھر سے ذکر ہوگا۔

نفلی عبادات میں کوتاہی کا ذکر اللہ کی کثرت سے ازالہ ہوجاتا ہے

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ جو تم میں سے عاجز ہو راتوں کو محنت کرنے سے اور بخل کی وجہ سے مال بھی نہ خرچ کیا جاتا ہو (یعنی نفلی صدقات) اور بزدلی کی وجہ سے جہاد میں بھی شرکت نہ کرسکتا ہو اُسکو چاہیے کہ اللہ کا ذکر کثرت سے کیا کرے۔

ذکراللہ کی کثرت کی برکات

یعنی ہر قسم کی کوتاہی جو عبادات نفلیہ میں ہوتی ہے اللہ کے ذکر کی کثرت اسکی تلافی کرسکتی ہے۔ حضرت انسؓ نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے نقل کیا ہے کہ اللہ کا ذکر ایمان کی علامت ہے اور نفاق سے براءت ہے اور شیطان سے حفاظت ہے اور جہنم کی آگ سے بچاؤ ہے اور انہیں منافع کیوجہ سے اللہ کا ذکر بہت سی عبادتوں سے افضل قرار دیا گیا ہے بالخصوص شیطان کے تسلّط سے بچنے میں اس کو خاص دخل ہے ایک حدیث میں آیا ہے کہ شیطان گھٹنے جمائے ہوئے آدمی کے دل پر مسلّط رہتا ہے جب وہ اللہ کا ذکر کرتا ہے تو یہ عاجز و ذلیل ہو کر پیچھے ہٹ جاتا ہے آدمی غافل ہوتا ہے تو یہ وسوسے ڈالنا شروع کر دیتا ہے۔ اسلیئے صوفیہ کرام ذکر کی کثرت کراتے ہیں تاکہ قلب میں اسکے وساوس کی گنجائش نہ رہے اور وہ اتنا قوی ہوجائے کہ اسکا مقابلہ کر سکے۔ یہی راز ہے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اجمعین کو حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے فیضِ صحبت سے یہ قوتِ قلبیہ اعلیٰ درجہ پر حاصل تھی تو ان کو ضربیں لگانے کی ضرورت پیش نہ آتی تھی۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ سے جتنا بعد ہوتا گیا اُتنی ہی قلب کے لئے اس مقوی قلب خمیرہ کی ضرورت بڑھتی گئی۔ اب قلوب اس درجہ ماؤف ہو چکے ہیں کہ بہت سے علاج سے بھی وہ درجہ قوت کا تو حاصل نہیں ہوتا لیکن جتنا بھی ہوجاتا ہے وہی بساغنیمت ہے کہ وبائی مرض میں جسقدر بھی کمی ہو بہتر ہے۔ ایک بزرگ کا قصہ نقل کیا ہے کہ انہوں نے اللہ جل شانہٗ سے دُعا کی کہ شیطان کے وسوسے ڈالنے کی صورت اُن پر منکشف ہوجائے کہ کس طرح ڈالتا ہے تو انہوں نے دیکھا کہ دل کے بائیں طرف مونڈھے کے پیچھے مچھر کی شکل سے بیٹھا ہے۔ ایک لمبی سی سُونڈ منہ پر ہے جس کو سوئی کی طرح سے دل کی طرف لے جاتا ہے اس کو ذاکر پاتا ہے تو جلدی سے اس سونڈ کو کھینچ لیتا ہے غافل پاتا ہے تو اس سونڈ کے ذریعے سے وساوس اور گناہوں کا زہر انجکشن کے ذریعہ سے دِل میں بھرتا ہے۔ ایک حدیث میں بھی یہ مضمون آیا ہے کہ شیطان اپنی ناک کا اگلا حصّہ آدمی کے دل پر رکھے ہوئے بیٹھا رہتا ہے جب وہ اللہ کا ذکر کرتا ہے۔ تو ذلت سے پیچھے ہٹ جاتا ہے اور جب وہ غافل ہوتا ہے تو اس کے دل کو لقمہ بنالیتا ہے۔

دعا کیجئے

اے اللہ! ہمیں اپنے ذکر کی توفیق عطا فرمایئے۔ اے اللہ! ہمیں اپنے حقیقی ذکر یعنی ہمہ وقت آپ کے احکامات کو پیش نظر رکھتے ہوئے زندگی بسر کرنے کی توفیق عطا فرمایئے۔ اے اللہ! ہمیں اپنی محبت نصیب فرمایئے اور مسنون اذکار و وظائف کو صبح وشام پڑھنے کی توفیق عطا فرمایئے۔ اے اللہ! ہمیں ایسا بنادیجئے کہ ہم سب سے زیادہ آپ کا ذکر کرنے والے سب سے زیادہ آپ کو فرمانبرداری کرنے والے اور سب سے زیادہ آپ سے محبت کرنے والے بن جائیں۔ اے اللہ! ہمیں ایسا بنادیجئے کہ ہم اپنے سارے دل کیساتھ آپ سے محبت کریں اور آپ کو راضی کرنے میں اپنی ساری کوششیں صرف کردیں۔ اے اللہ! ہم آپ سے دین و دنیا اور اہل وعیال میں معافی اور اچھے انجام کا سوال کرتے ہیں۔ اے اللہ! ہمیں بخش دیجئے اور ہمارے گھروں میں وسعت اور رزق میں برکت عطا فرمادیجئے۔ وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ

اللہ تعالیٰ کا ذکر اتنا کرو کہ لوگ مجنوں کہنے لگیں

عن ابی سعیدؓ الخدری ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قال اکثر واذکراللّٰہ حتی یقولوامجنون (رواہ احمد)

ترجمہ: حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ اللہ کا ذکر ایسی کثرت سے کیا کرو کہ لوگ مجنوں کہنے لگیں۔

تشریح: دوسری حدیث میں کہ ایسا ذکر کرو کہ منافق لوگ تمہیں ریاکار کہنے لگیں۔

کسی کے طعنوں کی پرواہ نہ کرو

فائدہ: اس حدیث سے یہ بھی معلوم ہوا کہ منافقوں یا بیوقوفوں کے ریاکار کہنے یا مجنون کہنے سے ایسی بڑی دولت چھوڑنا نہ چاہیے بلکہ اس کثرت اور اہتمام سے کرنا چاہیے کہ یہ لوگ تم کو پاگل سمجھ کر تمہارا پیچھا چھوڑ دیں اور مجنون جب ہی کہا جائیگا جب نہایت کثرت سے اور زور سے ذکر کیا جائے آہستہ میں یہ بات نہیں ہوسکتی۔ ابن کثیرؒ نے حضرت عبداللہ بن عباسؓ سے نقل کیا ہے وہ فرماتے ہیں کہ حق تعالیٰ شانہٗ نے کوئی چیز بندوں پر ایسی فرض نہیں فرمائی جس کی کوئی حد مقرر نہ کردی ہو اور پھر اس کے عذر کو قبول نہ فرمالیا ہو بجز اللہ کے ذکر کے کہ نہ اس کی کوئی حد مقرر فرمائی اور نہ عقل رہنے تک کسی کو معذور قرار دیا چنانچہ ارشاد ہے اُذْكُرُوا اللّٰهَ ذِكْرًا كَثِيْرًا (اللہ جل شانہٗ کا خوب کثرت سے ذکر کیا کرو) رات میں دن میں جنگل میں دریا میں سفر میں حضر میں فقر میں تونگری میں بیماری میں صحت میں آہستہ اور پکار کر اور ہر حال میں۔

قابل تعجب آدمی

حافظ ابن حجرؒ نے منبہات میں لکھا ہے کہ حضرت عثمانؓ سے قرآنِ پاک کے ارشاد وَكَانَ تَحْتَهٗ كَنْزٌ لَّهُمَا میں منقول ہے کہ وہ سونے کی ایک تختی تھی جس میں سات سطریں لکھی ہوئی تھیں جن کا ترجمہ یہ ہے۔ (۱) مجھے تعجب ہے اُس شخص پر جو موت کو جانتا ہو پھر بھی ہنسے۔ (۲) مجھے تعجب ہے اس شخص پر جو یہ جانتا ہے کہ دنیا آخر ایک دن ختم ہونے والی ہے پھر بھی اس میں رغبت کرے۔ (۳) مجھے تعجب ہے اس شخص پر جو یہ جانتا ہو کہ ہر چیز مقدر سے ہے پھر کسی چیز کے جاتے رہنے پر افسوس کرے۔ (۴) مجھے تعجب ہے اس شخص پر جسکو آخرت میں حساب کا یقین ہو پھر بھی مال جمع کرے۔ (۵) مجھے تعجب ہے اس شخص پر جسکو جہنم کی آگ کا علم ہو پھر بھی گناہ کرے۔ (۶) مجھے تعجب ہے اس شخص پر جو اللہ کو جانتا ہو پھر کسی اور چیز کا ذکر کرے۔ (۷) مجھے تعجب ہے اس شخص پر جس کو جنت کی خبر ہو پھر دنیا میں کسی چیز سے راحت پائے۔ بعض نسخوں میں یہ بھی ہے کہ مجھے تعجب ہے اس شخص پر جو شیطان کو دشمن سمجھے پھر بھی اُس کی اطاعت کرے۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو ذکر کی تاکید

حافظؒ نے حضرت جابرؓ سے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد بھی نقل کیا ہے کہ حضرت جبرئیلؑ مجھے اللہ کے ذکر کی اس قدر تاکید کرتے رہے کہ مجھے یہ گمان ہونے لگا کہ بغیر ذکر کے کوئی چیز نفع نہ دے گی۔ ان سب روایات سے یہ معلوم ہوا کہ ذکر کی جتنی بھی کثرت ممکن ہو دریغ نہ کرے۔ لوگوں کے مجنون یا ریاکار کہنے کی وجہ سے اس کو چھوڑ دینا اپنا ہی نقصان کرنا ہے۔

شیطان کا حیلہ

صوفیہ نے لکھا ہے کہ یہ بھی شیطان کا ایک دھوکہ ہے کہ اوّل

وہ ذکر سے اس خیال سے روکتا ہے کہ لوگ دیکھیں گے کوئی دیکھے گا تو کیا کہیگا وغیرہ وغیرہ۔ پھر شیطان کو روکنے کے لئے یہ ایک مستقل ذریعہ اور حیلہ مل جاتا ہے۔ اس لئے یہ تو ضروری ہے کہ دکھلانے کی نیت سے کوئی عمل نہ کرے لیکن اگر کوئی دیکھ لے تو بلا سے دیکھے اس وجہ سے چھوڑنا بھی نہ چاہیے۔

حضرت عبداللہ ذوالبجادینؓ کا واقعہ

حضرت عبداللہ ذوالبجادینؓ ایک صحابیؓ ہیں جو لڑکپن میں یتیم ہوگئے تھے چچا کے پاس رہتے تھے۔ وہ بہت اچھی طرح رکھتا تھا۔ گھر والوں سے چھپ کر مسلمان ہوگئے تھے۔ چچا کو خبر ہوگئی تو اس نے غصہ میں بالکل ننگا کر کے نکال دیا۔ ماں بھی بیزار تھی' لیکن پھر ماں تھی ایک موٹی سی چادر ننگا دیکھ کر دیدی جس کو انہوں نے دو ٹکڑے کر کے ایک سے ستر ڈھکا' دوسرا اوپر ڈال لیا۔ مدینہ طیبہ حاضر ہوگئے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے دروازہ پر پڑے رہا کرتے اور بہت کثرت سے بلند آواز کے ساتھ ذکر کرتے تھے۔ حضرت عمرؓ نے فرمایا کہ کیا یہ شخص ریا کار ہے کہ اس طرح ذکر کرتا ہے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا نہیں بلکہ یہ اوابین میں ہے۔ غزوۂ تبوک میں انتقال ہوا صحابہؓ نے دیکھا کہ رات کو قبروں کے قریب چراغ جل رہا ہے۔ قریب جا کر دیکھا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم قبر میں اُترے ہوئے ہیں۔ حضرت ابوبکرؓ حضرت عمرؓ کو ارشاد فرمارہے ہیں کہ لاؤ اپنے بھائی کو مجھے پکڑا دو۔ دونوں حضرات نے نعش کو پکڑا دیا۔ دفن کے بعد حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ اے اللہ میں اس سے راضی ہوں تو بھی اس سے راضی ہوجا۔ حضرت ابن مسعودؓ فرماتے ہیں کہ یہ سارے منظر دیکھ کر مجھے تمنا ہوئی کہ یہ نعش تو میری ہوتی۔

لوگوں کے خوف سے عمل چھوڑنا بھی ریا ہے

حضرت فضیلؒ جو اکابر صوفیہ میں ہیں۔ وہ فرماتے ہیں کہ کسی عمل کو اس وجہ سے نہ کرنا کہ لوگ دیکھیں گے۔ یہ بھی ریا میں شامل ہے اور اس وجہ سے کسی عمل کو کرنا تا کہ لوگ دیکھیں یہ شرک میں داخل ہے۔

کثرت سے ذکر کرنے والوں کی فضیلت

ایک حدیث میں آیا ہے کہ بعض آدمی ذکر کی کنجیاں ہیں کہ جب ان کی صورت دیکھی جائے تو اللہ کا ذکر کیا جائے۔ یعنی ان کی صورت دیکھ کر ہی اللہ کا ذکر یاد آئے۔ ایک حدیث میں وارد ہے کہ اللہ کے ولی ہیں وہ لوگ جن کو دیکھ کر اللہ تعالیٰ یاد آتے ہوں۔ ایک حدیث میں آیا ہے کہ تم میں بہترین وہ لوگ ہیں جن کو دیکھ کر اللہ کی یاد تازہ ہو۔ ایک حدیث میں ہے کہ تم میں سے بہترین شخص وہ ہے جس کو دیکھنے سے اللہ تعالیٰ یاد آتے ہوں اور اس کے کلام سے علم میں ترقی ہوتی ہو اور اس کے اعمال سے آخرت کی رغبت پیدا ہوتی ہو اور یہ بات جب ہی حاصل ہوسکتی ہے جب کوئی شخص کثرت سے ذکر کا عادی ہو۔ اور جسکو خود ہی توفیق نہ ہو اسکو دیکھ کر کیا کسی کو اللہ کی یاد آسکتی ہے۔ بعض لوگ پُکار کر ذکر کرنے کو بدعت اور ناجائز بتاتے ہیں یہ خیال حدیث پر نظر کی کمی کی وجہ سے پیدا ہوگیا ہے۔ مولانا عبدالحئیؒ صاحب نے ایک رسالہ سباحۃ الفکر اسی مسئلہ میں تصنیف فرمایا ہے۔ جس میں تقریباً پچاس حدیثیں ایسی ذکر فرمائی ہیں جن سے جہر (پکار کر) ثابت ہوتا ہے۔ البتہ یہ ضروری امر ہے کہ شرائط کے ساتھ اپنی حدود کے اندر رہے کسی کی اذیت کا سبب نہ ہو۔

دعا کیجئے: اے اللہ! ہمیں ایسا بنا دیجئے کہ ہم اپنے سارے دل کیساتھ آپ سے محبت کریں اور آپ کو راضی کرنے میں اپنی ساری کوششیں صرف کردیں۔ اے اللہ! ہم آپ سے دین و دنیا اور اہل وعیال میں معافی اور اچھے انجام کا سوال کرتے ہیں۔ وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ

سات آدمی جنہیں اللہ تعالیٰ اپنے سایہ میں جگہ دیں گے

عن ابی ھریرۃؓ قال سمعت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یقول سبعۃ یظلھم اللہ فی ظلہ یوم لا ظل الا ظلہ الامام العادل والشاب نشاء فی عبادۃ اللہ ورجل قلبہ معلق بالمساجد (رواہ البخاری و مسلم)

ترجمہ: حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ سات آدمی ہیں جن کو اللہ جل شانہٗ اپنے (رحمت کے) سایہ میں ایسے دن جگہ عطا فرمائے گا جسدن اس کے سایہ کے سوا کوئی سایہ نہ ہوگا۔ ایک عادل بادشاہ۔ دوسرے وہ جوان جو جوانی میں اللہ کی عبادت کرتا ہو۔ تیسرے وہ شخص جس کا دل مسجد میں اٹک رہا ہو۔ چوتھے وہ دو شخص جن میں اللہ ہی کے واسطے محبت ہو اُسی پر اُن کا اجتماع ہو اُسی پر جدائی۔ پانچویں وہ شخص جس کو کوئی حسین شریف عورت اپنی طرف متوجہ کرے اور وہ کہدے کہ مجھے اللہ کا ڈر مانع ہے۔

تشریح: چھٹے وہ شخص جو ایسے مخفی طریق سے صدقہ کرے کہ دوسرے ہاتھ کو بھی خبر نہ ہو۔ ساتویں وہ شخص جو اللہ کا ذکر تنہائی میں کرے اور آنسو بہنے لگیں۔

تنہائی میں اللہ کا ذکر کرنا اور آنسو بہانا:

فائدہ: آنسو بہنے کا مطلب یہ بھی ہوسکتا ہے کہ دیدہ و دانستہ اپنے معاصی اور گناہوں کو یاد کر کے رونے لگے اور دوسرا مطلب یہ بھی ہوسکتا ہے کہ غلبہ شوق میں بے اختیار آنکھوں سے آنسو نکلنے لگیں۔ بروایت ثابتؒ بنانی ایک بزرگ کا مقولہ نقل کیا ہے وہ فرماتے ہیں مجھے معلوم ہوجاتا ہے کہ میری کونسی دعا قبول ہوئی لوگوں نے پوچھا کہ کس طرح معلوم ہوجاتا ہے۔ فرمانے لگے کہ جس دعا میں بدن کے بال کھڑے ہوجاتے ہیں اور دل دھڑکنے لگتا ہے اور آنکھوں سے آنسو بہنے لگتے ہیں وہ دعا قبول ہوتی ہے۔ ان سات آدمیوں میں جس کا ذکر حدیثِ پاک میں وارد ہوا ایک وہ شخص بھی ہے جو اللہ کا ذکر تنہائی میں کرے اور رونے لگے اس شخص میں دو خوبیاں جمع ہیں اور دونوں اعلیٰ درجہ کی ہیں۔ ایک اخلاص کہ تنہائی میں اللہ کی یاد میں مشغول ہوا۔ دوسرا اللہ کا خوف یا شوق کہ دونوں میں رونا آتا ہے اور دونوں کمال ہیں۔

ہمارا کام ہے راتوں کو رونا یادِ دلبر میں
ہماری نیند ہے محوِ خیالِ یار ہو جانا

حدیث کے الفاظ ہیں **رجل ذکر اللہ خالیا** (ایک وہ آدمی جو اللہ کا ذکر کرے اس حال میں کہ خالی ہو) صوفیہ نے لکھا ہے کہ خالی ہونے کے دو مطلب ہیں۔ ایک یہ کہ آدمیوں سے خالی ہو جس کے معنی تنہائی کے ہیں یہ عام مطلب ہے دوسرے یہ کہ دل اغیار سے خالی ہو۔ وہ فرماتے ہیں کہ اصل خلوت یہی ہے۔ اس لئے اکمل درجہ تو یہ ہے کہ دونوں خلوتیں حاصل ہوں لیکن اگر کوئی شخص مجمع میں ہو اور دل غیروں سے بالکل خالی ہو اور ایسے وقت اللہ کے ذکر سے کوئی شخص رونے لگے۔ تو وہ بھی اس میں داخل ہے کہ مجمع کا ہونا نہ ہونا اس کے حق میں برابر ہے۔ جب اس کا دل مجمع تو درکنار غیر اللہ کے التفات سے بھی خالی ہے تو اس کو مجمع کیا مضر ہوسکتا ہے۔ اللہ کی یاد میں یا اُس کے خوف سے رونا بڑی ہی دولت ہے۔ خوش نصیب ہے وہ شخص جس کو حق تعالیٰ شانہٗ میسر فرمادیں۔ ایک حدیث میں آیا ہے کہ

جو شخص اللہ کے خوف سے روئے وہ اس وقت تک جہنم میں نہیں جا سکتا جب تک کہ دودھ تھنوں میں واپس جائے (اور ظاہر ہے کہ یہ ناممکن ہے پس ایسے ہی اس کا جہنم میں جانا بھی ناممکن ہے) ایک اور حدیث میں آیا ہے کہ جو شخص اللہ کے خوف سے روئے حتیٰ کہ اس کے آنسوؤں میں سے کچھ زمین پر ٹپک جائے تو اس کو قیامت کے دن عذاب نہیں ہوگا۔

ایک حدیث میں آیا ہے کہ دو آنکھوں پر جہنم کی آگ حرام ہے۔ ایک وہ آنکھ جو اللہ کے خوف سے روتی ہو اور دوسری وہ جو اسلام کی اور مسلمانوں کی کفار سے حفاظت کرنے میں جاگی ہو۔

ایک اور حدیث میں ہے کہ جو آنکھ اللہ کے خوف سے روئی ہو اس پر جہنم کی آگ حرام ہے' اور جو آنکھ اللہ کی راہ میں جاگی ہو اس پر بھی حرام ہے اور جو آنکھ ناجائز چیز (مثلاً نامحرم وغیرہ) پر پڑنے سے رُک گئی ہو اس پر بھی حرام ہے۔ اور جو آنکھ اللہ کی راہ میں ضائع ہو گئی ہو۔ اس پر بھی جہنم کی آگ حرام ہے۔

ایک حدیث میں آیا ہے کہ جو شخص تنہائی میں اللہ کا ذکر کرنے والا ہو وہ ایسا ہے جیسے اکیلا کفار کے مقابلہ میں چل دیا ہو۔

انعامات الٰہی کے استحضار سے معرفت حاصل ہوتی ہے

فرمایا:..... قابل اعتبار چیز ایمان ہے اس کی ناقدری ہرگز نہیں کرنی چاہئے ہر حال میں ایمان ہمارا محافظ ہے۔ اللہ تعالیٰ نے ایمان عطا فرمایا ہے تو وہ اپنے ناچیز بندے کے حالات سے بھی خوب واقف ہے۔ ایمان کی دولت بہت بڑی دولت ہے' یہ ہر آن انسان کی ضرور مدد کرتا رہتا ہے۔ خصوصاً جب بندہ بالکل عاجز ہوتا ہے اور اس دنیا کو چھوڑ رہا ہوتا ہے۔ اس وقت ساری ایمانی قوتیں عود کر آتی ہیں۔ اسوقت حضرت تھانویؒ کا ایک ملفوظ یاد آ گیا' ایک شخص نے حضرت والا کو لکھا کہ میں آپ سے وابستہ ہوں' مدتیں گزر گئیں آپ سے اپنی کوئی اصلاح نہ لے سکا اور مجھے شرم محسوس ہوتی ہے کہ آپ سے نسبت رکھتے ہوئے بھی کوئی حق ادا نہیں کر پاتا۔ رات دن دنیا کے کاموں میں مشغول رہتا ہوں۔ میرے پیش نظر میری اولاد اور عزیز و اقارب ہیں۔ انہی کے لئے کماتا ہوں اور انہی پر صرف کرتا ہوں' دعائیں بھی مانگتا ہوں تو صرف انہی کی ضرورت کو پورا کرنے کے لئے مجھ میں تو توکل بالکل نہیں۔ اگر اس حالت میں میرا خاتمہ ہو گیا تو خسر الدنیا والآخرۃ۔ قبر میں دنیا کی محبت لے کر اپنے ساتھ جاؤں گا۔ میرے پاس سرمایہ آخرت نہیں ہے للہ میری رہنمائی فرما دیجئے۔

حضرت تھانویؒ نے جواب دیا کہ تم نے جو لکھا ہے مجھے توکل حاصل نہیں ہے تم دعا مانگتے ہو یہ اللہ تعالیٰ سے تمہارا مانگنا خود توکل ہے' توکل کے بہت سے درجات ہیں ایک یہ بھی ہے کہ ہاتھ اٹھا کر دعا مانگی جائے جب تم نے اس کارساز کے سامنے ہاتھ پھیلا دیئے تو یہی توکل ہے کہ تم نے اس ذات پر بھروسہ کر لیا۔

اور تم جو کہتے ہو کہ رات دن کے مشاغل ہیں' بیوی بچوں کی پرورش کے امور میں ہمہ وقت مصروف رہتا ہے تو یہ جہاد زندگی ہے اگر اسی حالت میں انتقال ہو گیا تو شہادت کا درجہ مل گیا اور جو تم کہتے ہو خَسِرَ الدُّنْيَا وَالْاٰخِرَةَ تو تم کو جب یہ احساس ہے کہ تمہارا ہاتھ خالی ہے تو یہ تمہارے لئے بشارت ہے جبکہ ارشاد ہے "اِنَّ الَّذِيْنَ يَخْشَوْنَ رَبَّهُمْ بِالْغَيْبِ لَهُمْ مَّغْفِرَةٌ وَّاَجْرٌ كَبِيْرٌ"۔

حضرت تھانویؒ نے فرمایا یہ تو ضابطے کا جواب ہے' بالکل معتبر اور مستند ہے' لیکن عادت اللہ یہ ہے کہ جب مومن کا آخری وقت ہوتا ہے تو اس سے دنیا کی جائز محبت بھی سلب کر لی جاتی ہے اور اللہ تعالیٰ کی محبت کے غلبے ہی میں دم نکلتا ہے یہ کتنی بڑی بشارت ہے۔ سبحان اللہ!

عقل مند لوگ

عن ابی هریرة رضی الله عنه قال قال رسول الله صلی الله علیه وسلم ینادی منادیوم القیمة این اولو الالباب قالوا ای اولی الالباب تریدقال الذین یذکرون الله قیاما وقعودا وعلی جنوبهم ویتفکرون فی خلق السموات والارض ربنا ما خلقت هذاباطلا سبحنک فقنا عذاب النار عقدلهم لواء فاتبع القوم لواهم وقال لهم ادخلوها خالدین. (اخرجه الاصبهانی)

ترجمہ: حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ قیامت کے دن ایک آواز دینے والا آواز دیگا کہ عقلمند لوگ کہاں ہیں؟ لوگ پوچھیں گے کہ عقل مندوں سے کون مراد ہیں۔ جواب ملے گا وہ لوگ جو اللہ کا ذکر کرتے تھے کھڑے اور بیٹھے اور لیٹے ہوئے (یعنی ہر حال میں اللہ کا ذکر کرتے رہتے تھے) اور آسمانوں اور زمینوں کے پیدا ہونے میں غور کرتے تھے اور' کہتے تھے کہ یا اللہ آپ نے یہ سب بے فائدہ تو پیدا کیا ہی نہیں ہم آپ کی تسبیح کرتے ہیں آپ ہمکو جہنم کے عذاب سے بچالیجئے اس کے بعد ان لوگوں کے لئے ایک جھنڈا بنایا جائے گا۔ جس کے پیچھے یہ سب جائیں گے اور اُن سے کہا جائے گا کہ ہمیشہ کے لئے جنت میں داخل ہو جاؤ۔

خلق خدا میں غور وفکر کی اہمیت وفضیلت

تشریح: آسمانوں اور زمینوں کے پیدا ہونے میں غور کرتے ہیں یعنی اللہ کی قدرت کے مظاہر اور اسکی حکمتوں کے عجائب سوچتے ہیں جس سے اللہ جل جلالہ کی معرفت قوت پیدا ہوتی ہے۔

الٰہی یہ عالم ہے گلزار تیرا

ابن ابی الدنیاؒ نے ایک مرسل روایت نقل کی ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم ایک مرتبہ صحابہؓ کی ایک جماعت کے پاس تشریف لے گئے جو چُپ چاپ بیٹھے تھے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کیا بات ہے کس سوچ میں بیٹھے ہو؟ عرض کیا مخلوقاتِ الٰہیہ کی سوچ میں ہیں۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ ہاں اللہ کی ذات میں غور نہ کیا کرو (کہ وہ وراءُ الوراء ہے) اس کی مخلوقات میں غور کیا کرو۔ حضرت عائشہؓ سے ایک شخص نے عرض کیا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی کوئی عجیب بات سُنا دیجئے فرمایا حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی کون سی بات ایسی تھی جو عجیب نہ تھی۔ ایک مرتبہ رات کو تشریف لائے۔ میرے بستر پر میرے لحاف میں لیٹ گئے پھر ارشاد فرمایا۔ چھوڑ میں تو اپنے رب کی عبادت کروں یہ فرما کر اُٹھے' وضو فرمایا اور نماز کی نیت باندھ کر رونا شروع کر دیا۔ یہاں تک کہ آنسو سینہ مبارک پر بہتے رہے پھر اسی طرح رکوع میں روتے رہے پھر سجدہ میں اسی طرح روتے رہے۔ ساری رات اسی طرح گذار دی حتیٰ صبح کی نماز کے واسطے حضرت بلالؓ بلانے کے لئے آگئے۔ میں نے عرض کیا یا رسول اللہ آپ تو بخشے بخشائے ہیں پھر آپ اتنا کیوں روئے۔ ارشاد فرمایا کیا میں اللہ کا شکر گذار بندہ نہ بنوں۔ پھر فرمایا میں کیوں نہ روتا حالانکہ آج یہ آیتیں نازل ہوئیں۔ (یعنی آیاتِ بالا اِنَّ فِیۡ خَلۡقِ السَّمٰوٰتِ وَالۡاَرۡضِ سے فَقِنَا عَذَابَ النَّارِ تک) پھر فرمایا کہ ہلاکت ہے اس شخص کے لئے جو ان کو پڑھے اور غور وفکر نہ کرے' عامر بن عبد قیسؒ کہتے ہیں کہ میں نے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے سُنا ہے ایک سے دو سے تین سے

نہیں (بلکہ ان سے زیادہ سے سُنا ہے) کہ ایمان کی روشنی اور ایمان کا نور غور وفکر ہے۔ حضرت ابو ہریرہؓ حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے نقل کرتے ہیں کہ ایک آدمی چھت پر لیٹا ہوا آسمان اور ستاروں کو دیکھ رہا تھا پھر کہنے لگا خدا کی قسم مجھے یقین ہے کہ تمہارا پیدا کرنے والا بھی کوئی ضرور ہے اے اللہ تو میری مغفرت فرمادے۔ نظرِ رحمت اس کی طرف متوجہ ہوئی اور اس کی مغفرت ہوگئی۔ حضرت ابنِ عباسؓ فرماتے ہیں کہ ایک ساعت کا غور تمام رات کی عبادت سے افضل ہے۔ حضرت ابودرداؓء حضرت انسؓ سے بھی یہی نقل کیا گیا ہے۔ حضرت انسؓ سے یہ بھی نقل کیا گیا کہ ایک ساعت کا غور ان چیزوں میں اسی ۸۰ سال کی عبادت سے افضل ہے۔ اُم درداؓء سے کسی نے پوچھا کہ ابودرداؓ کی افضل ترین عبادت کیا تھی ۔ فرمایا غور وفکر ۔ بروایت ابو ہریرہؓ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم سے یہ بھی نقل کیا گیا ہے کہ ایک ساعت کا غور وفکر ساٹھ ۶۰ برس کی عبادت سے افضل ہے۔ لیکن ان روایتوں کا یہ مطلب نہیں کہ پھر عبادت کی ضرورت نہیں رہتی ۔ ہر عبادت اپنی جگہ جو درجہ رکھتی ہے فرض ہو یا واجب' سنت ہو یا مستحب اسکے چھوڑنے پر اُسی درجہ کی وعید عذاب یا ملامت ہوگی جس درجہ کی وہ عبادت ہوگی۔

غور وفکر کو افضل عبادت کیوں کہا گیا ہے

امام غزالیؒ نے لکھا ہے کہ غور وفکر کو افضل عبادات اس لئے کہا گیا کہ اس میں معنیٰ ذکر کے تو موجود ہوتے ہی ہیں۔ دو چیزوں کا اضافہ اور ہوتا ہے۔ ایک اللہ کی معرفت اس لئے کہ غور وفکر معرفت کی کنجی ہے۔ دوسری اللہ کی محبت کہ فکر پر یہ مرتب ہوتی ہے۔ یہی غور وفکر ہے جس کو صوفیہ مراقبہ سے تعبیر فرماتے ہیں۔ بہت سی روایات سے اس کی فضیلت ثابت ہوتی ہے۔ مسند ابو یعلی میں بروایت حضرت عائشہؓ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد نقل کیا ہے کہ وہ ذکر خفی جس کو فرشتے بھی نہ سُن سکیں ستر ۷۰ درجہ دو چند ہوتا ہے۔ جب قیامت کے دن حق تعالیٰ شانہٗ تمام مخلوق کو حساب کے لئے جمع فرمائیں گے۔ اور کراماً کاتبین اعمال نامے لیکر آئیں گے تو ارشاد ہوگا کہ فلاں بندہ کے اعمال دیکھو کچھ اور باقی ہیں۔ وہ عرض کریں گے کہ ہم نے کوئی بھی ایسی چیز نہیں چھوڑی جو لکھی نہ ہو اور محفوظ نہ ہو تو ارشاد ہوگا کہ ہمارے پاس اس کی ایسی نیکی باقی ہے جو تمہارے علم میں نہیں وہ ذکرِ خفی ہے۔ بیہقی نے شعب میں حضرت عائشہؓ سے بھی یہ حدیث نقل کی ہے کہ جس ذکر کو فرشتے بھی نہ سن سکیں وہ اُس ذکر پر جس کو وہ سنیں' ستر ۷۰ درجے بڑھا ہوا ہے۔

جیسا کہ ایک شعر میں کہا گیا ہے کہ عاشق ومعشوق میں ایسی رمز ہوتی ہے۔ جس کی فرشتوں کو بھی خبر نہیں ہوتی کتنے خوش نصیب ہیں وہ لوگ جن کو ایک لحظہ بھی غفلت نہیں ہوتی کہ ان کی ظاہری عبادات تو اپنے اپنے اجر وثواب حاصل کریں ہی گی' یہ ہر وقت کا ذکر وفکر پوری زندگی کے اوقات میں ستر ۷۰ گناہ مزید برآں۔ یہی چیز ہے جس نے شیطان کو دِق کر رکھا ہے۔

شیطان کو کمزور کرنے والی جماعت

حضرت جنیدؒ سے نقل کیا گیا ہے کہ انہوں نے ایک مرتبہ خواب میں شیطان کو بالکل ننگا دیکھا۔ انہوں نے فرمایا کہ تجھے شرم نہیں آتی کہ آدمیوں کے سامنے ننگا ہوتا ہے وہ کہنے لگا یہ کوئی آدمی ہیں' آدمی وہ ہیں جو شونیزیہ کی مسجد میں بیٹھے ہیں۔ جنہوں نے میرے بدن کو دُبلا کر دیا اور میرے جگر کے کباب کر دیئے۔ حضرت جنیدؒ فرماتے ہیں کہ میں شونیزیہ کی مسجد میں گیا۔ میں نے دیکھا کہ چند حضرات گھٹنوں پر سر رکھے ہوئے مراقبہ میں مشغول ہیں۔ جب انہوں نے مجھے دیکھا تو کہنے لگے کہ خبیث کی باتوں سے کہیں دُھوکہ میں نہ پڑ جانا۔ مسوحیؒ سے بھی اس کے قریب ہی

نقل کیا گیا ہے۔ انہوں نے شیطان کو ننگا دیکھا۔ انہوں نے کہا تجھے آدمیوں کے درمیان اس طرح چلتے شرم نہیں آتی کہنے لگا خدا کی قسم یہ آدمی نہیں۔ اگر یہ آدمی ہوتے تو میں اُن کے ساتھ اس طرح نہ کھیلتا جس طرح لڑکے گیند سے کھیلتے ہیں۔ آدمی وہ لوگ ہیں جنہوں نے میرے بدن کو بیمار کردیا اور صوفیہ کی جماعت کی طرف اشارہ کیا۔ ابوسعید خزاز کہتے ہیں کہ میں نے خواب میں دیکھا کہ شیطان نے مجھ پرحملہ کیا۔ میں لکڑی سے مارنے لگا۔ اس نے ذرا بھی پرواہ نہ کی۔ غیب سے ایک آواز آئی کہ یہ اس سے نہیں ڈرتا۔ یہ دل کے نور سے ڈرتا ہے۔

بہترین ذکر: حضرت سعدؓ حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے نقل کرتے ہیں کہ بہترین ذکر ذکر خفی ہے اور بہترین رزق وہ ہے جو کفایت کا درجہ رکھتا ہو۔ حضرت عبادہؓ نے بھی حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم سے یہی نقل کیا ہے کہ بہترین ذکر ذکر خفی ہے اور بہترین رزق وہ ہے جو کفایت کا درجہ رکھتا ہو (یعنی نہ کم ہو کہ گذر نہ ہو سکے نہ زیادہ ہو کہ تکبّر اور فواحش میں مبتلا کرے) ابن حبانؒ اور ابویعلیٰؒ نے اس حدیث کو صحیح بتایا ہے۔ ایک حدیث میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد نقل کیا گیا ہے کہ اللہ کو ذکرِ خامل سے یاد کیا کرو۔ کسی نے دریافت کیا کہ ذکرِ خامل کیا ہے؟ ارشاد فرمایا کہ مخفی ذکر۔ ان سب روایات سے ذکرِ خفی کی افضلیت معلوم ہوتی ہے اور ابھی قریب ہی وہ روایت گذر چکی۔ جس میں مجنون کہنے کا ذکر گذرا ہے دونوں مستقل چیزیں ہیں جو حالات کے اعتبار سے مختلف ہیں اس کو شیخ تجویز کرتا ہے کہ کس شخص کے لئے کس وقت کیا مناسب ہے۔

دعا کیجئے: اے اللہ! ہمیں اپنے ذکر کی توفیق عطا فرمائیے۔ اے اللہ! ہمیں اپنے حقیقی ذکر یعنی ہمہ وقت آپ کے احکامات کو پیش نظر رکھتے ہوئے زندگی بسر کرنے کی توفیق عطا فرمائیے۔ اے اللہ! ہمیں اپنی محبت نصیب فرمائیے اور مسنون اذکار و وظائف کو صبح و شام پڑھنے کی توفیق عطا فرمائیے۔ اے اللہ! ہمیں ایسا بنا دیجئے کہ ہم سب سے زیادہ آپ کا ذکر کرنے والے سب سے زیادہ آپ کو فرمانبرداری کرنے والے اور سب سے زیادہ آپ سے محبت کرنے والے بن جائیں۔ وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ

عقل کے معاملہ میں اعتدال

"اپنی عقل کو کام میں لاؤ کہ تدبیر چھوڑ دو اللہ کے حوالہ کرو" مراد اس کی یہ ہے دوائی پاس رکھی ہے کھاتا نہیں۔ وہ گناہگار ہے کما کر لانا یہ بھی فرض ہے۔ ضروریات زندگی حاصل کرنا فرض ہے ان کو چھوڑنا گناہ ہے۔ اسباب تو اختیار کرنا ضروری ہے۔ یہ مطلب ہے کہ جتنے اختیار اور اسباب تم کو ملے ہیں وہ کرلو پھر رضائے الٰہی کا انتظار کرو جو اللہ نے کیا ملے یا نہ ملے آدھا ملے پورا ملے اسی پر راضی رہو۔ پلے باندھنے کی چیز ہے۔

فرمایا: اجملوا في الطلب و توكلوا عليه. اختصار کرو طلب میں اور توکل کرو اللہ پر۔ یہ ہے اصل توکل۔ جتنے اسباب اپنے اختیار میں ہیں ان کو استعمال کرو مگر تھکو نہیں۔ اس میں اختصار کرو پھر اللہ پر توکل کرو۔ ایک بیمار ہے اس کا علاج موجود ہے۔ اس کا علاج نہ کرنا جائز نہیں ہے۔ ڈاکٹر کے پاس جائے دوا لے پرہیز کرے مگر اس کے بعد ایک قدم مومن کا ہے کہ ڈاکٹر یا دوا کو شفاء نہ سمجھے بلکہ اللہ پاک کی طرف سے شفاء ہے۔ جب اللہ تعالیٰ کو منظور نہیں ہوتا تو بڑے سے بڑا ڈاکٹر ایسی لغو غلطی کرتا ہے کہ مریض بچتا نہیں۔ تو اختصار ہے تدبیر میں۔ یہ نہیں کہ فلاں جگہ جو تمہارے فی الحال پہنچ سے باہر ہے اس کا بڑا نام ہے وہ ماہر ہے اس کام کا زیادہ لمبی فکروں میں نہ جاؤ۔ قریب قریب کی تدبیریں کرو تھکو نہیں علاج ہو مقدمہ ہو تجارت ہو ظاہری آسانیوں سے ہونے والی تدبیریں اکٹھی کر کے دماغ پر بوجھ نہ ڈالو۔ آسانی سے ہونے والی تدبیریں حاصل نہ کرنا تو کفر ہے مگر جان کھپا دینا اپنی اس کے اندر یہ اس توکل کے خلاف ہے۔

ایسے لوگ جنکے ساتھ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو بیٹھنے کا حکم ہوا

عن عبدالرحمن بن سهل ابن حنيف رضى الله عنه قال نزلت على رسول الله صلى الله عليه وسلم وهوفى بعض ابياته واصبرنفسك مع الذين يدعون ربهم بالغدوة والعشى فخرج يلتمسهم فوجدقوما يذكرون الله فيهم ثائر الراس وجاف الجلد وذوالثوب الواحد فلماراهم جلس معهم وقال الحمد لله الذى جعل فى امتى من امرنى ان اصبر نفسى معهم (اخرجه ابن جرير والطبرانى وابن مردويه كذافى الدر)

ترجمہ: حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم دولت کدہ میں تھے کہ آیت واصبر نفسک نازل ہوئی جس کا ترجمہ یہ ہے۔ اپنے آپ کو ان لوگوں کے پاس (بیٹھنے کا) پابند کیجئے جو صبح شام اپنے رب کو پکارتے ہیں۔ حضور اقدسؐ اس آیت کے نازل ہونے پر اُن لوگوں کی تلاش میں نکلے ایک جماعت کو دیکھا کہ اللہ کے ذکر میں مشغول ہے۔ بعض لوگ اُن میں بکھرے ہوئے بالوں والے ہیں اور خشک کھالوں والے اور صرف ایک کپڑے والے ہیں (کہ ننگے بدن ایک لنگی صرف ان کے پاس ہے) جب حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اُن کو دیکھا تو اُن کے پاس بیٹھ گئے اور ارشاد فرمایا کہ تمام تعریفیں اللہ ہی کے لئے ہیں۔ جس نے میری اُمت میں ایسے لوگ پیدا فرمائے کہ خود مجھے ان کے پاس بیٹھنے کا حکم ہے۔

تشریح: ایک دوسری حدیث میں ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو تلاش فرمایا تو مسجد کے آخری حصہ میں بیٹھے ہوئے پایا کہ ذکر اللہ میں مشغول تھے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ تمام تعریفیں اللہ ہی کے لئے ہیں جس نے میری زندگی ہی میں ایسے لوگ پیدا فرمائے کہ مجھے ان کے پاس بیٹھنے کا حکم ہے۔ پھر فرمایا تم ہی لوگوں کیساتھ زندگی ہے اور تمہارے ہی کے ساتھ مرنا ہے یعنی مرنے جینے کے ساتھی اور رفیق تم ہی لوگ ہو۔ ایک حدیث میں آیا ہے کہ حضرت سلمان فارسیؓ وغیرہ حضرات صحابہ کرامؓ کی ایک جماعت ذکر اللہ میں مشغول تھی۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لائے تو یہ لوگ چپ ہوگئے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تم کیا کررہے تھے۔ عرض کیا ذکرِ الٰہی میں مشغول تھے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ میں نے دیکھا کہ رحمتِ الٰہی تم لوگوں پر اُتر رہی ہے تو میرا دل بھی چاہا کہ آکر تمہارے ساتھ شرکت کروں۔ پھر ارشاد فرمایا کہ الحمد اللہ اللہ جل شانہٗ نے میری اُمت میں ایسے لوگ پیدا کئے جن کے پاس بیٹھنے کا مجھے حکم ہوا۔

ذاکرین کے ساتھ مل بیٹھنے کے فوائد

ابراہیم نخعیؒ کہتے ہیں کہ اَلَّذِیْنَ یَدْعُوْنَ سے مراد ذاکرین کی جماعت ہے۔ ان ہی جیسے احکام سے صوفیہ نے استنباط کیا ہے کہ مشائخ کو بھی مریدین کے پاس بیٹھنا ضروری ہے کہ اس میں علاوہ فائدہ پہنچانے کے اختلاط سے شیخ کے نفس کے لیے بھی مجاہدۂ تامہ ہے کہ غیر مہذب لوگوں کی بدعنوانیوں کے تحمل اور برداشت سے نفس میں انقیاد پیدا ہوگا اُس کی قوت میں انکسار پیدا ہوگا۔ اس کے علاوہ قلوب کے اجتماع کو اللہ جل جلالہٗ کی رحمت اور رافت کے متوجہ کرنے میں خاص دخل ہے اسی وجہ سے جماعت کی نماز مشروع ہوئی اور یہی بڑی وجہ ہے کہ عرفات کے میدان میں سب حجاج بیک حال ایک میدان میں اللہ کی طرف متوجہ کئے جاتے

ہیں جیسا کہ ہمارے حضرت شاہ ولی اللہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے حجۃ اللہ البالغہ میں متعدد جگہ اس مضمون کو اہتمام سے ارشاد فرمایا ہے۔ یہ سب اس جماعت کے بارے میں ہے جو اللہ کا ذکر کرنے والی ہو کہ احادیث میں کثرت سے اس کی ترغیب آئی ہے۔

غافلین کی جماعت میں ذکر کرنے والا

اس کے بالمقابل اگر کوئی شخص غافلین کی جماعت میں پھنس جائے اور اس وقت اللہ کے ذکر میں مشغول ہو تو اس کے بارے میں بھی احادیث میں کثرت سے فضائل آئے ہیں ایسے موقع پر آدمی کو اور بھی زیادہ اہتمام اور توجہ سے اللہ کی طرف مشغول رہنا چاہیے۔ تاکہ اُن کی نحوست سے محفوظ رہے۔ حدیث میں آیا ہے کہ غافلین کی جماعت میں اللہ کا ذکر کرنے والا ایسا ہے۔ جیسے کہ جہاد میں بھاگنے والوں کی جماعت میں سے کوئی شخص جم کر مقابلہ کرے۔ ایک حدیث میں آیا ہے کہ غافلین میں اللہ کا ذکر کرنے والا ایسا ہے جیسے بھاگنے والوں کی طرف سے کفارہ کا مقابلہ کرے۔ نیز وہ ایسا ہے جیسے اندھیرے گھر میں چراغ۔ نیز وہ ایسا ہے جیسے پت جھڑ والے درختوں میں کوئی شاداب سرسبز درخت ہو۔ ایسے شخص کو حق تعالیٰ شانہٗ اس کا جنت کا گھر پہلے ہی دکھا دیں گے اور ہر آدمی اور حیوان کی برابر اس کی مغفرت کی جاوے گی۔ یہ جب ہے کہ ان مجالس میں اللہ کے ذکر میں مشغول ہو ورنہ ایسی مجالس کی شرکت کی ممانعت آئی ہے۔ حدیث میں ہے کہ عشیرۃ یعنی یارانہ کی مجالس سے اپنے آپ کو بچاؤ۔ عزیزیؒ کہتے ہیں یعنی ایسی مجالس سے جن میں غیر اللہ کا ذکر کثرت سے ہوتا ہو۔ لغویات اور لہو ولعب میں مشغولی ہوتی ہو۔

ایک باندی کا واقعہ

ایک بزرگ کہتے ہیں کہ ایک مرتبہ بازار جا رہا تھا۔ ایک حبشا باندی میرے ساتھ تھی۔ میں نے بازار میں ایک جگہ اس کو بٹھا دیا کہ میں واپسی میں اس کو لے لوں گا۔ وہ وہاں سے چلی آئی۔ جب میں نے واپسی پر اس کو وہاں نہ دیکھا تو مجھے غصہ آیا میں گھر میں واپس آیا تو وہ باندی آئی اور کہنے لگی میرے آقا خفگی میں جلدی نہ کریں۔ آپ مجھے ایسے لوگوں کے پاس چھوڑ گئے جو اللہ کے ذکر سے غافل تھے۔ مجھے یہ ڈر ہوا کہ ان پر کوئی عذاب نازل نہ ہو زمین میں دھنس نہ جائیں اور میں بھی ان کے ساتھ عذاب میں دھنس نہ جاؤں۔

دعا کیجئے: اے اللہ! ہمیں اپنے ذکر کی توفیق عطا فرمائیے۔ اے اللہ! ہمیں اپنی محبت نصیب فرمائیے اور مسنون اذکار و وظائف کو صبح و شام پڑھنے کی توفیق عطا فرمائیے۔ وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ

دانشمندی کا کام: حکیم الاسلام حضرت مولانا قاری محمد طیب صاحب رحمہ اللہ نے ارشاد فرمایا: ”آخرت کے بارے میں عام طور پر لوگوں نے یہ تصور باندھ رکھا ہے کہ آخرت کوئی الگ عالم ہے دنیا ترک کرو گے تب جا کے آخرت میں پہنچو گے یہ غلط ہے بلکہ ہماری آخرت اسی دنیا میں چھپی ہوئی ہے اسے نکالنا ہمارا کام ہے۔ یہی کھانے پینے کے اور سونے جاگنے کے افعال، انہی میں آخرت چھپی ہوئی ہے ان کے ذریعے سے اپنی آخرت نکالو دنیا میں رہ کر اس میں سے آخرت نکال لینا دانشمند کا کام ہے“۔

فرمایا: ”اسلام میں ترک دنیا کا یہ مطلب نہیں کہ دنیا کی نعمتوں کو چھوڑ دو، ہاں یہ ہے کہ اس میں مبالغہ مت کرو، غلو مت کرو، حد سے مت گزرو اعتدال کے ساتھ استعمال کرو۔ اس سے اپنا بھی کام چلاؤ اور اپنے بھائیوں اور اپنے عزیزوں کی خدمت کرو تمہاری آخرت بنے گی۔ یہ تو نیت اور افعال اختیار یہ پر ہے کہ مرضی خداوندی کی مطابق وہ افعال ہوں گے تو دنیا ہی میں آخرت بنے گی“۔ (جواہر حکمت)

صبح اور عصر کی نماز کے بعد ذکر کرنیکی فضیلت

عن ابی هریرة رضی الله عنه قال قال رسول الله صلی الله علیه وسلم فیما یذکر عن ربه تبارک وتعالیٰ اذکرنی بعد العصر وبعد الفجر ساعة اکفک فیما بینهما (اخرجه احمد کذافی الدر)

ترجمہ: حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم جل جلالہٗ کا پاک ارشاد نقل فرماتے ہیں کہ تو صبح کی نماز کے بعد اور عصر کی نماز کے بعد تھوڑی دیر مجھے یاد کر لیا کر میں درمیانی حصہ میں تیری کفایت کروں گا (ایک حدیث میں آیا ہے کہ اللہ کا ذکر کیا کر وہ تیری مطلب براری میں معین ہوگا)

تشریح: آخرت کیواسطے نہ سہی دنیا کیواسطے ہم لوگ کیسی کیسی کوشش کر ڈالتے ہیں کیا بگڑ جائے اگر تھوڑی سی دیر صبح اور عصر کے بعد اللہ کا ذکر بھی کر لیا کریں کہ احادیث میں کثرت سے اُن دو وقتوں میں اللہ کے ذکر کے فضائل وارد ہوئے اور جب اللہ جل جلالہٗ کفایت کا وعدہ فرماتے ہیں پھر کسی دوسری چیز کی کیا ضرورت باقی ہے۔

ایک حدیث میں آیا ہے حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم ارشاد فرماتے ہیں کہ میں ایسی جماعت کے ساتھ بیٹھوں جو صبح کی نماز کے بعد آفتاب نکلنے تک اللہ کے ذکر میں مشغول ہو مجھے زیادہ پسند ہے اس سے کہ چار عرب غلام آزاد کروں۔ اسی طرح ایسی جماعت کے ساتھ بیٹھوں جو عصر کی نماز کے بعد سے غروب تک اللہ کے ذکر میں مشغول رہے یہ زیادہ پسند ہے چار غلام آزاد کرنے سے۔ اسی طرح عصر کی نماز کے بعد سے غروب تک ایک ایسی جماعت کیساتھ ذکر میں مشغول رہوں یہ مجھے دنیا اور دنیا کی تمام چیزوں سے زیادہ پسند ہے ان ہی وجوہ سے صبح کی نماز کے بعد اور عصر کی نماز کے بعد اوراد کا معمول ہے اور حضرات صوفیہ کے یہاں تو ان دونوں وقتوں کا خاص اہتمام ہے کہ صبح کی نماز کے بعد عموماً اشغال میں اہتمام فرماتے ہیں اور عصر کے بعد اوراد کا اہتمام کرتے ہیں بالخصوص فجر کے بعد فقہاء بھی اہتمام فرماتے ہیں۔ مدوّنہ میں امام مالکؒ سے نقل کیا گیا ہے کہ فجر کی نماز کے بعد طلوع آفتاب تک باتیں کرنا مکروہ ہیں اور حنفیہ میں سے صاحب درمختارؒ نے بھی اس وقت باتیں کرنا مکروہ لکھا ہے۔

صبح اور عصر کے بعد کا ذکر

ایک حدیث میں آیا ہے کہ جو شخص صبح کی نماز کے بعد اُسی ہیئت سے بیٹھے ہوئے بولنے سے قبل یہ دعا دس مرتبہ پڑھے۔ لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَحْدَهٗ لَا شَرِيْكَ لَهٗ لَهُ الْمُلْكُ وَلَهُ الْحَمْدُ يُحْيِىْ وَيُمِيْتُ وَهُوَ عَلٰى كُلِّ شَىْءٍ قَدِيْرٌ (اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں وہ اپنی ذات اور صفات میں اکیلا ہے کوئی اس کا شریک نہیں سارا ملک دنیا اور آخرت کا اُسی کا ہے اور جتنی خوبیاں ہیں وہ اسی پاک ذات کے لئے ہیں وہی زندہ کرتا ہے وہی مارتا ہے اور وہ ہر چیز پر قادر ہے) تو اس کیلئے دس ۱۰ نیکیاں لکھی جائیں دس ۱۰ برائیاں معاف فرمائی جائیں اور جنت میں دس ۱۰ درجہ بلند کئے جائیں اور تمام دن شیطان سے اور مکروہات سے محفوظ رہے۔ ایک حدیث میں آیا ہے جو صبح اور عصر کے بعد اَسْتَغْفِرُ اللّٰهَ الَّذِىْ لَا اِلٰهَ اِلَّا هُوَ الْحَىُّ الْقَيُّوْمُ وَاَتُوْبُ اِلَيْهِ (میں اُسی اللہ سے جو زندہ ہے ہمیشہ رہنے والا ہے اسکے سوا کوئی معبود نہیں ہے اپنے گناہوں کی مغفرت مانگتا ہوں اور اسی کی طرف رجوع کرتا ہوں توبہ کرتا ہوں) تین مرتبہ پڑھے۔ اس کے گناہ معاف ہوجاتے ہیں خواہ سمندر کی جھاگ کے برابر ہوں۔

وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ

اصل مقصد ذکر و علم ہے

عن ابی ھریرۃ رضی اللہ عنہ قال سمعت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یقول الدنیا ملعونۃ وملعون مافیھا الا ذکر اللہ وما والاہ وعالما ومتعلما. (رواہ الترمذی و ابن ماجہ)

ترجمہ: حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ دُنیا ملعُون ہے اور جو کچھ دُنیا میں ہے سب ملعُون (اللہ کی رحمت سے دُور ہے) مگر اللہ کا ذکر اور وہ چیز جو اسکے قریب ہو اور عالم اور طالب علم۔

تشریح: اس کے قریب ہونے سے مراد ذکر کے قریب ہونا بھی ہوسکتا ہے۔ اس صورت میں وہ چیزیں مراد ہوں گی جو اللہ کے ذکر میں معین و مددگار ہوں جن میں کھانا پینا بھی بقدر ضرورت داخل ہے اور زندگی کے اسباب ضرور یہ بھی اس میں داخل ہیں اور اس صورت میں اللہ کا ذکر ہر چیز کو جو عبادت کی قبیل سے ہو شامل ہے اور یہ بھی ہوسکتا ہے کہ اس کے قریب ہونے سے اللہ کا قرب مراد ہو تو اس صورت میں ساری عبادتیں اس میں داخل ہوں گی اور اللہ کے ذکر سے مخصوص ذکر مراد ہوگا اور دونوں صورتوں میں علم ان میں خود داخل ہوگیا تھا۔ پہلی صورت میں اس وجہ سے کہ علم ہی اللہ کے ذکر کے قریب لے جاتا ہے کہ "بے علم نتواں خدارا شناخت" (بغیر علم کے اللہ کو پہچان نہیں سکتا) اور دوسری صورت میں اس وجہ سے کہ علم سے بڑھ کر کون سی عبادت ہوگی لیکن اس کے باوجود پھر عالم اور طالب علم کو علیحدہ اہتمام کی وجہ سے فرمایا کہ علم بہت ہی بڑی دولت ہے۔

ایک حدیث میں آیا ہے کہ علم کا صرف اللہ کے لئے سیکھنا اللہ کے خوف کے حکم میں ہے اور اس کی طلب (یعنی تلاش کیلئے کہیں جانا) عبادت ہے اور اس کا یاد کرنا تسبیح ہے اور اس کی تحقیقات میں بحث کرنا جہاد ہے اور اس کا پڑھنا صدقہ ہے اور اس کا اہل پر خرچ کرنا اللہ کے یہاں قربت ہے۔ اس لئے کہ علم جائز ناجائز کے پہچاننے کیلئے علامت ہے اور جنت کے راستوں کا نشان ہے وحشت میں جی بہلانے والا ہے اور سفر کا ساتھی ہے (کہ کتاب کا دیکھنا دونوں کام دیتا ہے اسی طرح) تنہائی میں ایک محدث ہے خوشی اور رنج میں دلیل ہے دشمنوں پر ہتھیار ہے۔ دوستوں کیلئے حق تعالیٰ شانہٗ اس کی وجہ سے ایک جماعت (علماء) کو بلند مرتبہ کرتا ہے کہ وہ خیر کی طرف بلانے والے ہوتے ہیں اور ایسے امام ہوتے ہیں کہ ان کے نشانِ قدم پر چلا جائے اور ان کے افعال کا اتباع کیا جائے اُنکی رائے کی طرف رجوع کیا جائے۔ فرشتے اُن سے دوستی کرنے کی رغبت کرتے ہیں۔ اپنے پروں کو (برکت حاصل کرنے کیلئے یا محبت کے طور پر) ان پر مَلتے ہیں اور ہر تر اور خشک چیز دنیا کی اُن کے لئے اللہ سے مغفرت کی دعا کرتی ہے حتیٰ کہ سمندر کی مچھلیاں اور جنگل کے درندے اور چوپائے اور زہریلے جانور (سانپ وغیرہ) تک بھی دعائے مغفرت کرتے رہتے ہیں اور یہ سب اسلئے کہ علم دلوں کی روشنی ہے آنکھوں کا نُور ہے۔ علم کی وجہ سے بندہ اُمت کے بہترین افراد تک پہنچ جاتا ہے۔ دنیا اور آخرت کے بلند مرتبوں کو حاصل کرلیتا ہے اسکا مطالعہ روزوں کے برابر ہے اسکا یاد کرنا تہجد کے برابر ہے۔ اُسی سے رشتے جوڑے جاتے ہیں اور اسی سے حلال و حرام کی پہچان ہوتی ہے۔ وہ عمل کا امام ہے اور علم اس کا تابع ہے۔ سعید لوگوں کو اس کا الہام کیا جاتا ہے اور بدبخت اس سے محروم رہتے ہیں اس حدیث پر مجموعی طور سے بعض نے کلام کیا ہے لیکن جس قسم کے فضائل اس میں ذکر کئے گئے ہیں ان کی تائید دوسری روایات سے بھی ہوتی ہے نیز ان کے علاوہ اور بہت سے فضائل حدیث کی کتابوں میں بکثرت آئے ہیں۔ اس وجہ سے عالم اور طالب علم کو خاص طور سے حدیث بالا میں ذکر فرمایا ہے۔

وَاٰخِرُ دَعْوَانَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ

سب سے افضل ذکر اور افضل دُعاء

عن جابر رضی اللہ عنہ عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم قال افضل الذکر لا الہ الا اللہ وافضل الدعاء الحمد للّٰہ (مشکوٰۃ المصابیح)

ترجمہ: حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ تمام اذکار میں افضل لا الہ الا اللہ ہے اور تمام دعاؤں میں افضل الحمدللہ ہے۔

تشریح: لا الہ الا اللہ کا افضل الذکر ہونا تو ظاہر ہے اور بہت سی احادیث میں کثرت سے وارد ہوا ہے۔ نیز سارے دین کا مدار ہی کلمہ توحید پر ہے تو پھر اس سے افضل ہونے میں کیا تردُّد ہے۔ اور الحمدللہ کو افضل دُعا اس لحاظ سے فرمایا ہے کہ کریم کی ثناء کا مطلب سوال ہی ہوتا ہے۔ عام مشاہدہ ہے کہ کسی رئیس 'امیر' نواب کی تعریف میں قصیدہ خوانی کا مطلب اس سے سوال ہی ہوتا ہے۔ حضرت ابنِ عباسؓ فرماتے ہیں کہ جو شخص لا الہ الا اللہ پڑھے اس کے بعد اس کو الحمد للّٰہ بھی کہنا چاہیے اس لئے کہ قرآن پاک میں فَادْعُوْهُ مُخْلِصِيْنَ لَهُ الدِّيْنَ کے بعد اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ وارد ہے۔ ملاّ علی قاریؒ فرماتے ہیں اس میں ذرا بھی شک نہیں کہ تمام ذکروں میں افضل اور سب سے بڑھا ہوا ذکر کلمہ طیبہ ہے کہ یہی دین کی وہ بنیاد ہے جس پر سارے دین کی تعمیر ہے اور یہ وہ پاک کلمہ ہے کہ دین کی چکی اسی کے گرد گھومتی ہے۔ اسیوجہ سے صوفیہ اور عارفین اسی کلمہ کا اہتمام فرماتے ہیں اور سارے اذکار پر اس کو ترجیح دیتے ہیں اور اسی کی جتنی ممکن ہو کثرت کراتے ہیں کہ تجربہ سے اس میں جسقدر فوائد اور منافع معلوم ہوئے ہیں کسی دوسرے میں نہیں۔

سید علی بن میمون مغربیؒ کا واقعہ

چنانچہ سیّد علی بن میمونؒ مغربی کا قصہ مشہور ہے کہ جب شیخ علوان حمویؒ جو ایک متبحر عالم اور مفتی اور مدرس تھے سیّد صاحب کی خدمت میں حاضر ہوئے اور سیّد صاحب کی اُن پر خصوصی توجہ ہوئی تو اُن کو سارے مشاغل درس تدریس فتویٰ وغیرہ سے روک دیا اور سارا وقت ذکر میں مشغول کر دیا۔ عوام کا تو کام ہی اعتراض اور گالیاں دینا ہے۔ لوگوں نے بڑا شور مچایا کہ شیخ کے منافع سے دنیا کو محروم کر دیا اور شیخ کو ضائع کر دیا وغیرہ وغیرہ۔ کچھ دنوں بعد سیّد صاحب کو معلوم ہوا کہ شیخ کسی وقت کلام اللہ کی تلاوت کرتے ہیں' سیّد صاحب نے اس کو بھی منع کر دیا تو پھر تو پوچھنا ہی کیا' سیّد صاحبؒ پر زندیقی اور بددینی کا الزام لگنے لگا۔ لیکن چند ہی روز بعد شیخ پر ذکر کا اثر ہو گیا اور دل رنگ گیا تو سیّد صاحبؒ نے فرمایا کہ اب تلاوت شروع کر دو۔ کلامِ پاک جو کھولا تو ہر ہر لفظ پر وہ وہ علوم و معارف کھلے کہ پوچھنا ہی کیا ہے۔ سیّد صاحب نے فرمایا کہ میں نے خدانخواستہ تلاوت کو منع نہیں کیا تھا بلکہ اس چیز کو پیدا کرنا چاہتا تھا۔

دنیا کا وجود اسی کلمہ سے قائم ہے

چونکہ یہ پاک کلمہ دین کی اصل ہے ایمان کی جڑ ہے اس لئے جتنی بھی اس کی کثرت کی جائے گی اتنی ہی ایمان کی جڑ مضبوط ہوگی ایمان کا مدار اسی کلمہ پر ہے بلکہ دنیا کے وجود کا مدار اسی کلمہ پر ہے۔ چنانچہ صحیح حدیث میں وارد ہے کہ قیامت اس وقت تک نہیں ہو سکتی جب تک **لا الہ الا اللہ** کہنے والا کوئی

زمین پر ہو۔ دوسری حدیثوں میں آیا ہے کہ جب تک کوئی بھی اللہ اللہ کہنے والا روئے زمین پر ہو قیامت نہیں ہوگی۔

کلمہ طیبہ سے بڑھ کر کوئی وظیفہ نہیں ہے

حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ ایک مرتبہ حضرت موسیٰ علی نبینا وعلیہ الصلوٰۃ والسلام نے اللہ جل جلالہٗ کی پاک بارگاہ میں عرض کیا، کہ مجھے کوئی ورد تعلیم فرمادیجئے جس سے آپ کو یاد کیا کروں اور آپ کو پکارا کروں۔ ارشاد خداوندی ہوا کہ لا الہ الا اللہ کہا کرو۔ انہوں نے عرض کیا اے پروردگار یہ تو ساری ہی دنیا کہتی ہے۔ ارشاد ہوا کہ لا الہ الا اللہ کہا کرو۔ عرض کیا میرے رب میں تو کوئی ایسی مخصوص چیز مانگتا ہوں جو مجھی کو عطا ہو ارشاد ہوا کہ اگر ساتوں آسمان اور ساتوں زمینیں ایک پلڑے میں رکھ دی جائیں اور دوسری طرف لا الہ الا اللہ کو رکھ دیا جائے۔ تو لا الہ الا اللہ والا پلڑا جھک جائے گا۔

فائدہ: اللہ جل جلالہ عم نوالہ کی عادت شریفہ یہی ہے کہ جو چیز جس قدر ضرورت کی ہوتی ہے اُتنی ہی عام عطا کی جاتی ہے۔ ضروریات دنیویہ ہی میں دیکھ لیا جائے کہ سانس، پانی ہوا کیسی عام ضرورت کی چیزیں ہیں، اللہ جل شانہٗ نے ان کو کس قدر عام فرما رکھا ہے۔ البتہ یہ ضروری چیز ہے کہ اللہ کے یہاں وزن اخلاص کا ہے جس قدر اخلاص سے کوئی کام کیا جائے گا اتنا ہی وزنی ہوگا اور جسقدر اخلاص کی کمی اور بے دلی سے کیا جائیگا اتنا ہی ہلکا ہوگا۔ اخلاص پیدا کرنے کے لئے بھی جس قدر مفید اس کلمہ کی کثرت ہے اتنی کوئی دوسری چیز نہیں کہ اس کلمہ کا نام ہی جلاء القلوب (دلوں کی صفائی) ہے۔ اسی وجہ سے حضرات صوفیہ اس کا ورد کثرت سے بتاتے ہیں اور سینکڑوں نہیں بلکہ ہزاروں کی مقدار میں روزانہ کا معمول تجویز کرتے ہیں۔

ملاّ علی قاریؒ نے لکھا ہے کہ ایک مرید نے اپنے شیخ سے عرض کیا تھا کہ میں ذکر کرتا ہوں مگر دل غافل رہتا ہے انہوں نے فرمایا کہ ذکر برابر کرتے رہو اور اس پر اللہ کا شکر کرتے رہو کہ اس نے ایک عضو یعنی زبان کو اپنی یاد کی توفیق عطا فرمائی اور اللہ سے دل کی توجہ کے لئے دُعا کرتے رہو۔ اس قسم کا واقعہ احیاء العلوم میں بھی ابوعثمان مغربیؒ کے متعلق نقل کیا گیا کہ ان سے کسی مرید نے شکایت کی تھی جس پر انہوں نے یہ جواب دیا تھا۔ درحقیقت بہترین نسخہ ہے۔ حق تعالیٰ شانہٗ کا کلام پاک میں ارشاد ہے کہ اگر تم شکر کرو گے تو میں اضافہ کروں گا۔ ایک حدیث میں وارد ہے کہ اللہ کا ذکر اس کی بڑی نعمت ہے اس کا شکر ادا کیا کرو کہ اللہ نے ذکر کی توفیق عطا فرمائی۔

دعا کیجئے

اے اللہ! ہمیں ایسا بنا دیجئے کہ ہم سب سے زیادہ آپ کا ذکر کرنے والے سب سے زیادہ آپ کو فرمانبرداری کرنے والے اور سب سے زیادہ آپ سے محبت کرنے والے بن جائیں۔ اے اللہ! ہمیں ایسا بنا دیجئے کہ ہم اپنے سارے دل کیساتھ آپ سے محبت کریں اور آپ کو راضی کرنے میں اپنی ساری کوششیں صرف کر دیں۔ اے اللہ! ہم آپ سے دین و دنیا اور اہل وعیال میں معافی اور اچھے انجام کا سوال کرتے ہیں۔ اے اللہ! ہمیں بخش دیجئے اور ہمارے گھروں میں وسعت اور رزق میں برکت عطا فرما دیجئے۔ وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی شفاعت کا سب سے زیادہ مستحق

عن ابی ھریرة رضی اللّٰه عنه قال قلت یا رسول اللّٰه من اسعد الناس بشفاعتک یوم القیمة قال رسول اللّٰه صلی اللّٰه علیه وسلم لقد ظننت یا اباھریرة ان لا یسئلنی عن ھذا الحدیث احد اوّل منک لما رأیت من حرصک علی الحدیث اسعد الناس بشفاعتی یوم القیمة من قال لا اله الا اللّٰه خالصا من قلبه اونفسه. (رواہ البخاری)

ترجمہ: حضرت ابوہریرہؓ نے ایک مرتبہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم سے دریافت کیا کہ آپ کی شفاعت کا سب سے زیادہ نفع اُٹھانے والا قیامت کے دن کون شخص ہوگا۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ مجھے احادیث پر تمہاری حرص دیکھ کر یہی گمان تھا کہ اس بات کو تم سے پہلے کوئی دوسرا شخص نہ پوچھے گا (پھر حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے سوال کا جواب ارشاد فرمایا) کہ سب سے زیادہ سعادت منداور نفع اٹھانے والا میری شفاعت کے ساتھ وہ شخص ہوگا جو دل کے خلوص کے ساتھ لا الہ الا اللہ کہے۔

تشریح: سعادت کہتے ہیں کہ آدمی کو خیر کی طرف پہنچانے کے لئے توفیق الٰہی کے شاملِ حال ہونے کو اب اخلاص سے کلمہ طیبہ پڑھنے والے کا سب سے زیادہ مستحقِ شفاعت ہونیکے دو مطلب ہوسکتے ہیں۔ ایک تو یہ کہ اس حدیث سے وہ شخص مراد ہے جو اخلاص سے مسلمان ہوا اور کوئی نیک عمل بجز کلمہ طیبہ پڑھنے کے اس کے پاس نہ ہو' اس صورت میں ظاہر ہے کہ سب سے زیادہ سعادت اس کو شفاعت ہی سے حاصل ہوسکتی ہے کہ اپنے پاس تو کوئی عمل نہیں ہے۔ اس مطلب کے موافق یہ حدیث ان احادیث کے قریب قریب ہوگی جن میں ارشاد ہے کہ میری شفاعت میری اُمت کے کبیرہ گناہ والوں کے لئے ہے کہ وہ اپنے اعمال کی وجہ سے جہنم میں ڈالے جائیں گے لیکن کلمہ طیبہ کی برکت سے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی شفاعت اُن کو نصیب ہوگی۔ دوسرا مطلب یہ ہے کہ اس کے مصداق وہ لوگ ہیں جو اخلاص سے اس کلمہ کا ورد رکھیں اور نیک اعمال ہوں۔ ان کے سب سے زیادہ سعادت مند ہونے کا مطلب یہ ہے کہ زیادہ نفع حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی شفاعت سے ان کو پہنچے گا کہ ترقی درجات کا سبب بنے گی۔ علامہ عینیؒ نے لکھا ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی شفاعت قیامت کے دن چھ طریقہ سے ہوگی۔ اوّل میدانِ حشر کی قید سے خلاصی کی ہوگی کہ حشر میں ساری مخلوق طرح طرح کے مصائب میں مبتلا پریشان حال یہ کہتی ہوئی ہوگی کہ ہم کو جہنم ہی میں ڈال دیا جائے مگر ان مصائب سے تو خلاصی ہو۔ اس وقت جلیل القدر انبیاء کی خدمت میں یکے بعد دیگرے حاضری ہوگی کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم ہی اللہ کے یہاں سفارش فرمائیں مگر کسی کو جرأت نہ ہوگی کہ سفارش فرماسکیں بالآخر حضور صلی اللہ علیہ وسلم شفاعت فرمائیں گے۔ یہ شفاعت تمام عالم تمام مخلوق جن وانس' مسلم کافر سب کے حق میں ہوگی اور سب ہی اس سے منتفع ہوں گے احادیث قیامت میں اس کا مفصّل قصہ مذکور ہے۔ دوسری شفاعت بعض کفار کے حق میں تخفیفِ عذاب کی ہوگی۔ جیسا ابوطالب کے بارہ میں صحیح حدیث میں وارد ہوا ہے۔ تیسری شفاعت بعض مؤمنوں کو جہنم سے نکالنے کے بارہ میں ہوگی جو اس میں داخل ہوچکے ہیں۔ چوتھی شفاعت بعض مؤمن جو اپنی بداعمالیوں کی وجہ سے جہنم میں داخل ہونے کے مستحق ہوچکے ہیں ان کی جہنم سے معافی اور جہنم میں نہ داخل ہونے کے بارے میں ہوگی۔ پانچویں شفاعت بعض مؤمنین کے بغیر حساب کتاب جنت میں داخل ہونے میں ہوگی۔ اور چھٹی شفاعت مؤمنین کے درجات بلند ہونے میں ہوگی۔

وَاٰخِرُ دَعْوَانَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ

4

کلمہ اخلاص کی برکت اور علامت

عن زیدبن ارقم رضی اللہ عنہ قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم من قال لا الہ الا اللہ مخلصا دخل الجنۃ قیل وما اخلاصھا قال ان تحجزہ عن محارم اللہ (رواہ الطبرانی فی الاوسط والکبیر)

ترجمہ: حضرت زیدؓ بن ارقم حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے نقل کرتے ہیں جو شخص اخلاص کے ساتھ لا الہ الا اللہ کہے وہ جنت میں داخل ہوگا کسی نے پوچھا کہ کلمہ کے اخلاص (کی علامت) کیا ہے آپ نے فرمایا کہ حرام کاموں سے اس کو روک دے۔

تشریح: اور یہ ظاہر ہے کہ جب حرام کاموں سے رُک جائے گا اور **لا الہ الا اللہ** کا قائل ہوگا تو اسکے سیدھا جنت میں جانے میں کیا تردّد ہے لیکن اگر حرام کاموں سے نہ بھی رُکے تب بھی اس کلمہ پاک کی یہ برکت تو بلاتردّد ہے کہ اپنی بداعمالیوں کی سزا بھگتنے کے بعد کسی نہ کسی وقت جنت میں ضرور داخل ہوگا البتہ اگر خدانخواستہ بداعمالیوں کی بدولت اسلام وایمان ہی سے محروم ہوجائے تو دوسری بات ہے۔

حضرت فقیہ ابواللیث سمرقندیؒ ''تنبیہ الغافلین'' میں لکھتے ہیں ہر شخص کے لئے ضروری ہے کہ کثرت سے **لا الہ الا اللہ** پڑھتا رہا کرے اور حق تعالیٰ شانہٗ سے ایمان کے باقی رہنے کی دعا بھی کرتا رہے اور اپنے کو گناہوں سے بچاتا رہے اس لئے کہ بہت سے لوگ ایسے ہیں کہ گناہوں کی نحوست سے آخر میں ان کا ایمان سلب ہوجاتا ہے۔ اور دنیا سے کفر کی حالت میں جاتے ہیں اس سے بڑھ کر اور کیا مصیبت ہوگی کہ ایک شخص کا نام ساری عمر مسلمانوں کی فہرست میں رہا ہو مگر قیامت میں وہ کافروں کی فہرست میں ہو یہ حقیقی حسرت اور کمال حسرت ہے۔ اس شخص پر افسوس نہیں ہوتا جو گرجا یابُت خانہ میں ہمیشہ رہا ہو اور وہ کافروں کی فہرست میں آخر میں شمار کیا جائے۔ افسوس ہے اس پر جو مسجد میں رہا ہو اور کافروں میں شمار ہوجائے اور یہ بات گناہوں کی کثرت سے اور تنہائیوں میں حرام کاموں میں مبتلا ہونے سے پیدا ہوتی ہے۔ بہت سے لوگ ایسے ہوتے ہیں جن کے پاس دوسروں کا مال ہوتا ہے اور وہ یہ سمجھتے ہیں کہ یہ دوسروں کا ہے مگر دل کو سمجھاتے ہیں کہ میں کسی وقت اس کو واپس کردونگا اور صاحبِ حق سے معاف کرالونگا مگر اس کی نوبت نہیں آتی اور موت اس سے قبل آجاتی ہے۔ بہت سے لوگ ہیں کہ بیوی کو طلاق ہوجاتی ہے اور وہ اس کو سمجھتے ہیں مگر پھر بھی اس سے ہمبستری کرتے ہیں اور اسی حالت میں موت آجاتی ہے کہ توبہ کی بھی توفیق نہیں ہوتی ہے۔ ایسے ہی حالات میں آخر میں ایمان سلب ہوجاتا ہے **اللھم احفظنا منہ۔**

ایک نوجوان کا واقعہ

حدیث کی کتابوں میں ایک قصہ لکھا ہے کہ حضورؐ کے زمانہ میں ایک نوجوان کا انتقال ہونے لگا۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کیا گیا کہ اس سے کلمہ نہیں پڑھا جاتا۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لے گئے اور اس سے دریافت فرمایا کیا بات ہے۔ عرض کیا کہ یارسول اللہ ایک قفل سا دل پر لگا ہوا ہے تحقیق حالات سے معلوم ہوا کہ اس کی ماں اس سے ناراض ہے اور اس نے ماں کو ستایا ہے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ماں کو بُلایا اور

دریافت فرمایا کہ اگر کوئی شخص بہت سی آگ جلا کر اس تمہارے لڑکے کو اسمیں ڈالنے لگے تو تم سفارش کرو گی اس نے عرض کیا ہاں حضورؐ کروں گی تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ ایسا ہے۔ تو اس کا قصور معاف کر دے۔ انہوں نے سب معاف کر دیا۔ پھر اس سے کلمہ پڑھنے کو کہا گیا تو فوراً پڑھ لیا۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اللہ کا شکر ادا کیا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی وجہ سے انہوں نے آگ سے نجات پائی اس قسم کے سینکڑوں واقعات پیش آتے ہیں کہ ہم لوگ ایسے گناہوں میں مبتلا رہتے ہیں جن کی نحوست دین اور دنیا دونوں میں نقصان پہنچاتی ہے۔

لا الہ الا اللہ کو خلط ملط کرنا

صاحب احیاء نے لکھا ہے کہ ایک مرتبہ حضورؐ نے خطبہ پڑھا۔ جس میں ارشاد فرمایا کہ جو شخص لا الہ الا اللہ کو اس طرح سے کہے کہ خلط ملط نہ ہو تو اس کے لئے جنت واجب ہو جاتی ہے۔ حضرت علیؓ نے عرض کیا کہ حضورؐ اسکو واضح فرمادیں خلط ملط کا کیا مطلب ہے۔ ارشاد فرمایا کہ دنیا کی محبت اور اسکی طلب میں لگ جانا۔ بہت سے لوگ ایسے ہیں کہ انبیاء کی سی باتیں کرتے ہیں اور متکبر اور جابر لوگوں کے سے عمل کرتے ہیں اگر کوئی اس کلمہ کو اس طرح کہے کہ یہ کام نہ کرتا ہو تو جنت اس کے لئے واجب ہے۔

دعا کیجئے

اے اللہ! ہمیں اپنے ذکر کی توفیق عطا فرمائیے۔

اے اللہ! ہمیں اپنے حقیقی ذکر یعنی ہمہ وقت آپ کے احکامات کو پیش نظر رکھتے ہوئے زندگی بسر کرنے کی توفیق عطا فرمائیے۔

اے اللہ! ہمیں اپنی محبت نصیب فرمائیے اور مسنون اذکار و وظائف کو صبح وشام پڑھنے کی توفیق عطا فرمائیے۔

اے اللہ! ہمیں ایسا بنا دیجئے کہ ہم سب سے زیادہ آپ کا ذکر کرنے والے سب سے زیادہ آپ کو فرمانبرداری کرنے والے اور سب سے زیادہ آپ سے محبت کرنے والے بن جائیں۔

اے اللہ! ہمیں ایسا بنا دیجئے کہ ہم اپنے سارے دل کیساتھ آپ سے محبت کریں اور آپ کو راضی کرنے میں اپنی ساری کوششیں صرف کر دیں۔

اے اللہ! ہم آپ سے دین و دنیا اور اہل وعیال میں معافی اور اچھے انجام کا سوال کرتے ہیں۔

اے اللہ! ہمیں بخش دیجئے اور ہمارے گھروں میں وسعت اور رزق میں برکت عطا فرما دیجئے۔

وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ

کلمہ اخلاص کی برکت اور علامت

عن زیدبن ارقم رضی اللہ عنہ قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم من قال لا الہ الا اللہ مخلصا دخل الجنة قیل وما اخلاصها قال ان تحجزه عن محارم اللہ (رواہ الطبرانی فی الاوسط والکبیر)

ترجمہ: حضرت زیدؓ بن ارقم حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے نقل کرتے ہیں جو شخص اخلاص کے ساتھ لا الہ الا اللہ کہے وہ جنت میں داخل ہوگا کسی نے پوچھا کہ کلمہ کے اخلاص (کی علامت) کیا ہے آپ نے فرمایا کہ حرام کاموں سے اس کو روک دے۔

کلمہ لا الہ الا اللہ سیدھا عرش تک پہنچتا ہے

حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ کوئی بندہ ایسا نہیں کہ لا الہ الا اللہ کہے اور اس کے لئے آسمانوں کے دروازے نہ کھل جائیں جہاں تک کہ یہ کلمہ سیدھا عرش تک پہنچتا ہے بشرطیکہ کبیرہ گناہوں سے بچتا رہے۔

کتنی بڑی فضیلت ہے اور قبولیت کی انتہا ہے کہ یہ کلمہ براہِ راست عرش معلّٰی تک پہنچتا ہے اور یہ ابھی معلوم ہو چکا ہے کہ اگر کبیرہ گناہوں کے ساتھ بھی کہا جائے تو نفع سے اس وقت بھی خالی نہیں۔

ملا علی قاریؒ فرماتے ہیں کہ کبائر سے بچنے کی شرط قبول کی جلدی اور آسمان کے سب دروازے کھلنے کے اعتبار سے ہے ورنہ ثواب اور قبول سے کبائر کیساتھ بھی خالی نہیں۔ بعض علماء نے اس حدیث کا یہ مطلب بیان فرمایا ہے کہ ایسے شخص کے واسطے مرنے کے بعد اُس کی رُوح کے اعزاز میں آسمان کے سب دروازے کُھل جائیں گے۔ ایک حدیث میں آیا ہے دو کلمے ایسے ہیں کہ اُن میں سے ایک کے لئے عرش سے نیچے کوئی منتہا نہیں۔ دوسرا آسمان اور زمین کو (اپنے نور یا اپنے اجر سے) بھر دے۔ ایک لا الہ الا اللہ دوسرا اللہ اکبر۔

کلمہ لا الہ الا اللہ پر جنت و مغفرت کی بشارت

حضرت شدادؓ فرماتے ہیں اور حضرت عبادہؓ اس واقعہ کی تصدیق کرتے ہیں کہ ایک مرتبہ ہم لوگ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر تھے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے دریافت فرمایا۔ کوئی اجنبی (غیر مسلم) تو مجمع میں نہیں۔ ہم نے عرض کیا کوئی نہیں ارشاد فرمایا کواڑ بند کردو۔ اس کے بعد ارشاد فرمایا ہاتھ اٹھاؤ اور کہو لا الہ الا اللہ ہم نے تھوڑی دیر ہاتھ اٹھائے رکھے (اور کلمہ طیبہ پڑھا) پھر فرمایا الحمدللہ اے اللہ تُو نے مجھے یہ کلمہ دے کر بھیجا ہے اور اس کلمہ پر جنت کا وعدہ کیا ہے اور تُو وعدہ خلاف نہیں ہے اس کے بعد حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ہم سے فرمایا کہ خوش ہو جاؤ اللہ نے تمہاری مغفرت فرمادی۔

غالباً اجنبی کو اس لئے دریافت فرمایا تھا اور اسی لئے کواڑ بند کرائے تھے کہ ان لوگوں کے کلمہ طیبہ پڑھنے پر تو حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کو مغفرت کی بشارت کی امید ہوگی اوروں کے متعلق یہ اُمید نہ ہو۔ صوفیہ نے اس حدیث سے مشائخ کا اپنے مرید بن کی جماعت کو ذکر تلقین کرنے پر استدلال کیا ہے۔ چنانچہ جامع الاصول میں لکھا ہے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا صحابہؓ کو جماعۃً اور منفرداً ذکر تلقین کرنا ثابت ہے۔ جماعت کو تلقین کرنے میں اس حدیث کو پیش کیا ہے۔ اس صورت میں کواڑوں کا بند کرنا مُستفیدین کی توجہ کے تام کرنے کی غرض سے ہوا اور اسی وجہ سے اجنبی کو دریافت فرمایا کہ غیر کا مجمع میں ہونا حضورؐ پر تشتت کا

سبب اگرچہ نہ ہو لیکن مستفیدین کے تشتت کا احتمال تو تھا ہی

ایمان کی تجدید

حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے کہ اپنے ایمان کی تجدید کرتے رہا کرو یعنی تازہ کرتے رہا کرو۔ صحابہؓ نے عرض کیا یا رسول اللہ ایمان کی تجدید کس طرح کریں؟ ارشاد فرمایا کہ لا الہ الا اللہ کو کثرت سے پڑھتے رہا کرو۔

ایمان کے پرانا ہونے کا مطلب

ایک روایت میں حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد وارد ہوا ہے کہ ایمان پُرانا ہو جاتا ہے۔ جیسا کہ کپڑا پُرانا ہو جاتا ہے اسلئے اللہ جل شانہٗ سے ایمان کی تجدید مانگتے رہا کرو۔ پُرانے ہو جانیکا مطلب یہ ہے کہ معاصی سے قوتِ ایمانیہ اور نورِ ایمان جاتا رہتا ہے چنانچہ ایک حدیث میں آیا ہے کہ جب بندہ کوئی گناہ کرتا ہے تو ایک سیاہ نشان (دھبہ) اس کے دل میں ہو جاتا ہے اگر وہ سچی توبہ کر لیتا ہے تو وہ نشان ڈھل جاتا ہے ورنہ جما رہتا ہے اور پھر جب دوسرا گناہ کرتا ہے تو دوسرا نشان ہو جاتا ہے اسی طرح سے آخر دل بالکل کالا ہو جاتا ہے اور زنگ آلود ہو جاتا ہے جس کو حق تعالیٰ شانہٗ نے سورہ تطفیف میں ارشاد فرمایا ہے كَلَّا بَلْ رَانَ عَلٰى قُلُوْبِهِمْ مَّا كَانُوْا يَكْسِبُوْنَ اس کے بعد اس کے دل کی حالت ایسی ہو جاتی ہے کہ حق بات اسمیں اثر اور سرایت ہی نہیں کرتی۔ ایک حدیث میں آیا ہے کہ چار چیزیں آدمی کے دل کو برباد کر دیتی ہیں۔ ۱۔ احمقوں سے مقابلہ ۲۔ گناہوں کی کثرت ۳۔ عورتوں کے ساتھ کثرتِ اختلاط اور ۴۔ مردہ لوگوں کے پاس کثرت سے بیٹھنا۔ کسی نے پُوچھا مردوں سے کیا مراد ہے فرمایا ہر وہ مال دار جس کے اندر مال نے اکڑ پیدا کر دی ہو۔

موت سے پہلے لا الہ الا اللہ کا کثرت سے اقرار کرلو

حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ لا الہ الا اللہ کا اقرار کثرت سے کرتے رہا کرو۔ قبل اس کے کہ ایسا وقت آئے کہ تم اس کلمہ کو نہ کہہ سکو۔

یعنی موت حائل ہو جائے کہ اس کے بعد کسی عمل کا بھی وقت نہیں رہتا۔ زندگی کا زمانہ بہت ہی تھوڑا سا ہے اور یہ ہی عمل کرنے کا اور تخم بولینے کا وقت ہے اور مرنے کے بعد کا زمانہ بہت ہی وسیع ہے اور وہاں وہی مل سکتا ہے جو یہاں بو دیا گیا۔

دعا کیجئے

اے اللہ! ہمیں اپنے ذکر کی توفیق عطا فرمائیے۔

اے اللہ! ہمیں ایسا بنا دیجئے کہ ہم اپنے سارے دل کیساتھ آپ سے محبت کریں اور آپ کو راضی کرنے میں اپنی ساری کوششیں صرف کر دیں۔

اے اللہ! ہم آپ سے دین و دنیا اور اہل وعیال میں معافی اور اچھے انجام کا سوال کرتے ہیں۔

اے اللہ! ہمیں بخش دیجئے اور ہمارے گھروں میں وسعت اور رزق میں برکت عطا فرما دیجئے۔

وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ

جودل سے لا الہ الا اللہ پڑھے اس پر جہنم حرام ہو جاتی ہے

عن عمرو رضی اللہ عنہ قال سمعت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یقول انی لا علم کلمۃ لا یقولھا عبد حقا من قلبہ فیموت علی ذلک الا حرم علی النار لا الہ الا اللہ. (رواہ الحاکم)

ترجمہ: حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ میں ایک ایسا کلمہ جانتا ہوں کہ کوئی بندہ ایسا نہیں ہے کہ دل سے حق سمجھ کر اس کو پڑھے اور اسی حال میں مرجائے مگر وہ جہنم پر حرام ہو جائے وہ کلمہ لا الہ الا اللہ ہے۔

تشریح: بہت سی روایات میں یہ مضمون وارد ہوا ہے ان سب سے اگر یہ مراد ہے کہ وہ مسلمان ہی اس وقت ہوا ہے تب تو کوئی اشکال ہی نہیں کہ اسلام لانے کے بعد کفر کے گناہ بالاتفاق معاف ہیں اور اگر یہ مراد ہے کہ پہلے سے مسلمان تھا اور اخلاص کے ساتھ اس کلمہ کو کہہ کر مرا ہے تب بھی کیا بعید ہے کہ حق تعالیٰ شانہٗ اپنے لطف سے سارے ہی گناہ معاف فرمادیں۔ حق تعالیٰ شانہٗ کا تو خود ہی ارشاد ہے کہ شرک کے علاوہ سارے ہی گناہ جس کے چاہیں گے معاف فرمادیں گے۔ ملّا علی قاریؒ نے بعض علماء سے یہ بھی نقل کیا ہے کہ یہ اور اس قسم کی احادیث اس کے اعتبار سے ہیں جب تک دوسرے احکام نازل نہیں ہوئے تھے۔ بعض علماء نے فرمایا ہے کہ اس سے مراد اس کلمہ کو اس کے حق کی ادائیگی کے ساتھ کہنا۔ حضرت بصری وغیرہ حضرات کی بھی یہی رائے ہے۔ امام بخاری کی تحقیق یہ ہے کہ ندامت کے ساتھ اس کلمہ کو کہا ہو کہ یہی حقیقت توبہ کی ہے اور پھر اسی حال پر انتقال ہوا ہو۔ ملا علی قاریؒ کی تحقیق یہ ہے کہ اس سے ہمیشہ جہنم میں رہنے کی حرمت مراد ہے۔ ان سب کے علاوہ ایک کھلی ہوئی بات اور بھی ہے وہ یہ کہ کسی چیز کا کوئی خاص اثر ہونا اس کے منافی نہیں کہ کسی عارض کیوجہ سے وہ اثر نہ کر سکے۔ سقمونیا کا اثر اسہال ہے لیکن اگر اس کے بعد کوئی سخت قابض چیز کھالی جائے تو یقیناً سقمونیا کا اثر نہ ہوگا لیکن اس کا مطلب یہ نہیں کہ اس دوا کا وہ اثر نہیں رہا بلکہ اس عارض کی وجہ سے اس شخص پر اثر نہ ہو سکا۔

جنت کی چابی

حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ لا الہ الا اللہ کا اقرار کرنا جنت کی کنجیاں ہیں۔

فائدہ: کنجیاں اس لحاظ سے فرمایا کہ ہر دروازہ کی اور ہر جنت کی کنجی یہ ہی کلمہ ہے اسلئے ساری کنجیاں یہی کلمہ ہوا' یا اس لحاظ سے کہ یہ کلمہ بھی دو جزو لئے ہوئے ہے ایک لا الہ الا اللہ کا اقرار دوسرے محمد رسول اللہ کا اقرار' اس لئے دو ہو گئے کہ دونوں کے مجموعہ سے کھل سکتا ہے اور بھی ان روایات میں جہاں جہاں جنت کے دخول یا جہنم کے حرام ہونے کا ذکر ہے اُس سے مراد پورا ہی کلمہ ہے۔ ایک حدیث میں وارد ہے کہ جنت کی قیمت لا الہ الا اللہ ہے۔

برائیوں کو نیکیوں میں بدلنے والا کلمہ

حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ جو بھی بندہ کسی وقت بھی دن میں یا رات میں لا الہ الا اللہ کہتا ہے تو اعمال نامہ میں سے برائیاں مٹ جاتی ہیں' اور ان کی جگہ نیکیاں لکھی جاتی ہیں۔

فائدہ: ہر معنی کے اعتبار سے گناہوں کا اس حدیث میں اعمالنامہ سے مٹانا تو معلوم ہوتا ہی ہے البتہ اخلاص ہونا ضروری ہے اور کثرت سے اللہ کا پاک نام لینا اور کلمہ طیبہ کا کثرت سے پڑھنا خود بھی اخلاص پیدا کرنیوالا ہے اسی لئے اس پاک کلمہ کا نام اخلاص ہے۔

کلمہ طیبہ پڑھنے والے کی مغفرت

حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ عرش کے سامنے نور کا ستون ہے جب کوئی شخص لا الہ الا اللہ کہتا ہے تو وہ ستون ہلنے لگتا ہے۔ اللہ کا ارشاد ہوتا ہے کہ ٹھیر جا۔ وہ عرض کرتا ہے۔ کیسے ٹھہروں حالانکہ کلمہ طیبہ پڑھنے والے کی ابھی تک مغفرت نہیں ہوئی ارشاد ہوتا ہے کہ اچھا میں نے اس کی مغفرت کردی تو وہ ستون ٹھہر جاتا ہے۔

فائدہ: محدثین حضراتؒ کو اس روایت میں کلام ہے لیکن علامہ سیوطیؒ نے لکھا ہے کہ یہ روایت کئی طریقوں سے مختلف الفاظ سے نقل کی گئی ہے بعض روایتوں میں اس کے ساتھ اللہ جل شانہٗ کا یہ بھی ارشاد وارد ہوا ہے کہ میں نے کلمہ طیبہ اس شخص کی زبان پر اسی لئے جاری کرادیا تھا کہ اس کی مغفرت کروں۔ کس قدر لطف وکرم ہے اللہ کا کہ خود ہی توفیق عطا فرماتے ہیں اور پھر خود ہی اُس لطف کی تکمیل میں مغفرت فرماتے ہیں۔

ایک باندی کا واقعہ: حضرت عطاؒ کا قصہ مشہور ہے کہ وہ ایک مرتبہ بازار تشریف لے گئے۔ وہاں ایک دیوانی باندی فروخت ہو رہی تھی اُنہوں نے خرید لی۔ جب رات کا کچھ حصہ گذرا تو وہ دیوانی اٹھی اور وضو کر کے نماز شروع کردی اور نماز میں اس کی حالت یہ تھی کہ آنسوؤں سے دم گھٹا جارہا تھا۔ اس کے بعد اُس نے کہا اے میرے معبود آپ کو مجھ سے محبت رکھنے کی قسم مجھ پر رحم فرما دیجئے۔ عطاؒ نے یہ سُن کر فرمایا کہ لونڈی یوں کہہ اے اللہ مجھے آپ سے محبت رکھنے کی قسم۔ یہ سنکر اس کو غصہ آیا اور کہنے لگی اُس کے حق کی قسم اگر اس کو مجھ سے محبت نہ ہوتی تو تمہیں یوں میٹھی نیند نہ سلاتا اور مجھے یوں کھڑا نہ کرتا۔ اس کے بعد اُس نے یہ اشعار پڑھے۔

الکرب مجتمع والقلب محترق
والصبر مفترق والدمع مستبق
کیف القرار علی من لا قرار له
مما جناه الھوٰی والشوق والفلق
یا رب ان کان شیء فیه لی فرج
فامنن علی به مادام بی رمق

ترجمہ: بے چینی جمع ہورہی ہے اور دل جل رہا ہے اور صبر جُدا ہوگیا اور آنسو بہ رہے ہیں۔ اس کو کس طرح قرار آسکتا ہے جس کو عشق و شوق اور بے چینی کے حملوں کی وجہ سے ذرا بھی سکون نہیں۔ اے اللہ اگر کوئی چیز ایسی ہوسکتی ہے جس میں غم سے نجات ہو تو زندگی میں اُس کو عطا فرما کر مجھ پر احسان فرما۔ اس کے بعد اُس نے کہا۔ اے اللہ میرا اور آپ کا معاملہ اب راز میں نہیں رہا مجھے اٹھا لیجئے یہ کہہ کر ایک چیخ ماری اور مرگئی۔ اس قسم کے اور بھی بہت سے واقعات ہیں اور کھلی ہوئی بات ہے کہ توفیق جب تک شاملِ حال نہ ہو کیا ہوسکتا ہے۔ وَمَا تَشَآءُوْنَ اِلَّآ اَنْ يَّشَآءَ اللّٰهُ رَبُّ الْعٰلَمِيْنَ ۠ (اور تم بدون خدائے رب العالمین کے چاہے۔ کچھ نہیں چاہ سکتے ہو)۔

دعا کیجئے

اے اللہ! ہمیں اپنے حقیقی ذکر یعنی ہمہ وقت آپ کے احکامات کو پیش نظر رکھتے ہوئے زندگی بسر کرنے کی توفیق عطا فرمائیے۔
اے اللہ! ہمیں اپنی محبت نصیب فرمائیے اور مسنون اذکار و وظائف کو صبح وشام پڑھنے کی توفیق عطا فرمائیے۔
اے اللہ! ہمیں ایسا بنادیجئے کہ ہم سب سے زیادہ آپ کا ذکر کرنے والے سب سے زیادہ آپ کو فرمانبرداری کرنے والے اور سب سے زیادہ آپ سے محبت کرنے والے بن جائیں۔ وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ

قبر وحشر کے عذاب سے نجات

عن ابن عمر رضی الله عنه قال قال رسول الله صلی الله علیه وسلم لیس علی اهل لا اله الا الله وحشة فی قبورهم ولا منشرهم وکانی انظر الی اهل لا اله الا الله وهم ینفضون التراب عن رؤسهم ویقولون الحمد لله الذی اذهب عنا الحزن وفی روایة لیس علی اهل لا اله الا الله وحشة عندا لموت ولا عند القبر. (رواہ الطبرانی)

ترجمہ: حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ لا الہ الا اللہ والوں پر نہ قبروں میں وحشت ہے نہ میدانِ حشر میں اس وقت گویا وہ منظر میرے سامنے ہے کہ جب وہ اپنے سروں سے مٹی جھاڑتے ہوئے (قبروں سے) اُٹھیں گے اور کہیں گے تمام تعریف میں اللہ کے لئے ہے جس نے ہم سے (ہمیشہ کے لئے) رنج وغم دُور کردیا۔ دوسری حدیث میں ہے کہ لا الہ الا اللہ والوں پر نہ موت کیوقت وحشت ہوگی نہ قبر کے وقت۔

لا الہ الا اللہ والوں سے اللہ تعالیٰ کا معاملہ

تشریح: حضرت ابن عباسؓ فرماتے ہیں کہ ایک مرتبہ حضرت جبرئیل علیہ السلام حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس تشریف لائے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نہایت غمگین تھے۔ حضرت جبرئیل علیہ السلام نے عرض کیا کہ اللہ جل جلالہٗ نے آپ کو سلام فرمایا ہے اور ارشاد فرمایا کہ آپ کو رنجیدہ اور غمگین دیکھ رہا ہوں یہ کیا بات ہے (حالانکہ حق تعالیٰ شانہٗ دلوں کے بھید جاننے والے ہیں لیکن اکرام واعزاز اور اظہار شرافت کیواسطے اس قسم کے سوال کرائے جاتے تھے) حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ جبرئیل مجھے اپنے اُمت کا فکر بہت بڑھ رہا ہے کہ قیامت میں ان کا کیا حال ہوگا۔ حضرت جبرئیل علیہ السلام نے دریافت کیا کہ کفار کے بارے میں یا مسلمانوں کے بارہ میں۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ مسلمانوں کے بارے میں فکر ہے۔ حضرت جبرئیل نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو ساتھ لیا اور ایک مقبرہ پر تشریف لے گئے جہاں قبیلہ بنو سلمہ کے لوگ دفن تھے۔ حضرت جبرئیلؑ نے ایک قبر پر ایک پر مارا اور ارشاد فرمایا کہ قم باذن الله (اللہ کے حکم سے کھڑا ہوجا) اُس قبر سے ایک نہایت حسین خوبصورت چہرہ والا اٹھا وہ کہہ رہا تھا۔ لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰهِ اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ حضرت جبرئیلؑ نے ارشاد فرمایا کہ اپنی جگہ لوٹ جا وہ چلا گیا۔ پھر دوسری قبر پر دوسرا پَر مارا اور ارشاد فرمایا کہ اللہ کے حکم سے کھڑا ہو جا۔ اس میں سے ایک شخص نہایت بدصورت کالا منہ کیری آنکھوں والا کھڑا ہوا۔ وہ کہہ رہا تھا ہائے افسوس ہائے شرمندگی ہائے مصیبت۔ پھر حضرت جبرئیلؑ نے فرمایا اپنی جگہ لوٹ جا۔ اس کے بعد حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کیا کہ جس حالت پر یہ لوگ مرتے ہیں۔ اُسی حالت پر اُٹھیں گے۔ حدیث بالا میں لا اله الا الله والوں سے بظاہر لوگ مراد ہیں جن کو اس کلمہ پاک کیساتھ خصوصی لگاؤ، خصوصی مناسبت، خصوصی اشتغال ہو اس لئے کہ دُودھ والا جوتوں والا، موتی والا، برف والا وہی شخص کہلاتا ہے جس کے ہاں ان چیزوں کی خصوصی بکری، اور خصوصی ذخیرہ موجود ہو۔ اس لئے لا اله الا الله والوں کے ساتھ اس معاملہ میں کوئی اشکال نہیں۔ قرآن

پاک میں سورۂ فاطر میں اس اُمت کے تین طبقے بیان فرمائے ہیں۔ ایک طبقہ سابق بالخیرات کا بیان فرمایا جن کے متعلق حدیث میں آیا ہے کہ وہ بے حساب جنت میں داخل ہونگے۔

اعمال کے ترازو میں کلمہ شہادت کا وزن

حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ حق تعالیٰ شانہٗ قیامت کے دن میری اُمت میں سے ایک شخص کو منتخب فرما کر تمام دنیا کے سامنے بلائیں گے اور اس کے سامنے ننانوے دفتر اعمال کے کھولیں گے ہر دفتر اتنا بڑا ہوگا کہ منتہائے نظر تک (یعنی جہاں تک نگاہ جاسکے وہاں تک) پھیلا ہوا ہوگا۔ اسکے بعد اس سے سوال کیا جائیگا کہ ان اعمالناموں میں سے تو کسی چیز کا انکار کرتا ہے۔ کیا میرے ان فرشتوں نے جو اعمال لکھنے پر متعین تھے تجھ پر کچھ ظلم کیا ہے (کہ کوئی گناہ بغیر کئے ہوئے لکھ لیا ہو یا کرنے سے زیادہ لکھ لیا ہو) وہ عرض کرے گا نہیں (نہ انکار کی گنجائش ہے نہ فرشتوں نے ظلم کیا) پھر ارشاد ہوگا کہ تیرے پاس ان بداعمالیوں کا کوئی عذر ہے وہ عرض کرے گا کوئی عذر بھی نہیں۔ ارشاد ہوگا اچھا تیری ایک نیکی ہمارے پاس ہے آج تجھ پر کوئی ظلم نہیں ہے پھر ایک کاغذ کا پُرزہ نکالا جائیگا جس میں اَشْهَدُ اَنْ لَّا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَاَشْهَدُ اَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُهٗ وَرَسُوْلُهٗ لکھا ہوا ہوگا ارشاد ہوگا کہ جا اسکو تلوا لے وہ عرض کریگا کہ اتنے دفتروں کے مقابلہ میں یہ پُرزہ کیا کام دیگا ارشاد ہوگا کہ آج تجھ پر ظلم نہیں ہوگا پھر اُن سب دفتروں کو ایک پلڑے میں رکھ دیا جاویگا اور دوسری جانب وہ پرزہ ہوگا تو دفتروں والا پلڑا اُڑنے لگے گا اُس پرزہ کے وزن کے مقابلہ میں۔ پس بات یہ ہے کہ اللہ کے نام سے کوئی چیز وزنی نہیں۔

کسی مسلمان کو حقیر نہ سمجھو لیکن نہی عن المنکر بھی نہ چھوڑو

حدیث شریف میں ایک قصہ آتا ہے کہ بنی اسرائیل میں دو آدمی تھے ایک عابد تھا اور دوسرا گنہگار۔ وہ عابد اس گنہگار کو ہمیشہ ٹوکا کرتا تھا وہ کہہ دیتا کہ مجھے میرے خدا پر چھوڑ۔ ایک دن اس عابد نے غصہ میں آکر کہہ دیا کہ خدا کی قسم تیری مغفرت کبھی نہیں ہوگی۔ حق تعالیٰ شانہٗ نے عالمِ ارواح میں دونوں کو جمع فرمایا اور گنہگار کو اس لئے کہ وہ رحمت کا اُمیدوار تھا معاف فرمایا اور عابد کو اس قسم کھانے کی پاداش میں عذاب کا حکم فرمادیا اور اس میں کیا شک ہے کہ یہ قسم نہایت سخت تھی۔ خود حق تعالیٰ شانہٗ تو ارشاد فرمائیں اِنَّ اللّٰهَ لَا يَغْفِرُ اَنْ يُّشْرَكَ بِهٖ وَيَغْفِرُ مَا دُوْنَ ذٰلِكَ لِمَنْ يَّشَآءُ (حق تعالیٰ شانہٗ کفر و شرک کی مغفرت نہیں فرماویں گے اس کے علاوہ ہر گناہ کی جس کے لئے چاہیں گے مغفرت فرماویں گے) تو کسی کو کیا حق ہے یہ کہنے کا کہ فلاں کی مغفرت نہیں ہوسکتی لیکن اس کا مطلب یہ بھی نہیں ہے کہ معاصی پر گناہوں پر ناجائز باتوں پر گرفت نہ کی جائے ٹوکا نہ جائے۔ قرآن و حدیث میں سینکڑوں جگہ اس کا حکم ہے نہ ٹوکنے پر وعید ہے۔ احادیث میں بکثرت آیا ہے کہ جو لوگ کسی کو گناہ کرتے دیکھیں اور اس کو روکنے پر قادر ہوں اور نہ روکیں تو وہ خود اس کی سزا میں مبتلا ہوں گے عذاب میں شریک ہوں گے یہاں ایک ضروری چیز یہ بھی قابل لحاظ ہے کہ جہاں دینداروں کا گنہگاروں کو قطعی جہنمی سمجھ لینا مہلک ہے وہاں جہلا کا ہر شخص کو مقتدا اور بڑا بنالینا خواہ کتنے ہی کفریات بکے، سم قاتل اور نہایت مہلک ہے۔ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ جو شخص کسی بدعتی کی تعظیم کرتا ہے وہ اسلام کے منہدم کرنے پر اعانت کرتا ہے۔ بہت سی احادیث میں آیا ہے کہ آخر زمانہ میں دجال، مکار، کذاب پیدا ہوں گے جو ایسی احادیث تم کو سناویں گے جو تم نے نہ سُنی ہوں گی۔ ایسا نہ ہو کہ وہ تم کو گمراہ کریں اور فتنہ میں ڈال دیں۔

وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ

کلمہ طیبہ کے اقرار کرنے کی فضیلت

عن ابن عباس رضی اللہ عنہ قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم والذی نفسی بیدہ لوجئی بالسموات والارض ومن فیھن وما بینھن وما تحتھن فوضعن فی کفۃ المیزان ووضعت شھادۃ ان لا الہ الا اللہ فی الکفۃ الاخری لرجحت بھن۔ (اخرجہ الطبرانی)

ترجمہ: حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ اس پاک ذات کی قسم جس کے قبضہ میں میری جان ہے اگر تمام آسمان وزمین اور جو لوگ اُن کے درمیان میں ہیں وہ سب اور جو چیزیں اُن کے درمیان میں ہیں وہ سب کچھ اور جو کچھ ان کے نیچے ہے وہ سب کا سب ایک پلڑے میں رکھ دیا جائے اور لا الہ الا اللہ کا اقرار دوسری جانب ہو تو وہی تول میں بڑھ جائیگا۔

تشریح: اس قسم کا مضمون بہت سی مختلف روایتوں میں ذکر کیا گیا ہے۔ اس میں شک نہیں کہ اللہ کے پاک نام کی برابر کوئی بھی چیز نہیں۔ بدقسمتی اور محرومی ہے ان لوگوں کی جو اس کو ہلکا سمجھتے ہیں۔ البتہ اس میں وزن اخلاص سے پیدا ہوتا ہے جس قدر اخلاص ہوگا اتنا ہی وزنی یہ پاک نام ہوسکتا ہے اسی اخلاص کے پیدا کرنے کے واسطے مشائخ صوفیہ کی جوتیاں سیدھی کرنا پڑتی ہیں۔ ایک حدیث میں اس ارشاد نبویؐ سے پہلے ایک اور مضمون مذکور ہے وہ یہ کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ ارشاد فرمایا کہ میت کو لا الہ الا اللہ تلقین کیا کرو جو شخص مرتے وقت اس پاک کلمہ کو کہتا ہے اس کے لئے جنت واجب ہوجاتی ہے۔ صحابہؓ نے عرض کیا یارسول اللہ اگر کوئی تندرستی ہی میں کہے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا پھر تو اور بھی زیادہ جنت کو واجب کرنے والا ہے۔ اس کے بعد یہ قسمیہ مضمون بھی ارشاد فرمایا جو اُوپر ذکر کیا گیا۔

انبیاء کرام علیہم السلام کی بعثت اسی کلمہ کیلئے ہوئی

حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں ایک مرتبہ کافر حاضر ہوئے اور پوچھا کہ اے محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) تم اللہ کے ساتھ کسی دوسرے معبود کو نہیں جانتے (نہیں مانتے) حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا لا الہ الا اللہ (نہیں کوئی معبود اللہ کے سوا) اسی کلمہ کے ساتھ میں مبعوث ہوا ہوں اور اس کی طرف لوگوں کو بلاتا ہوں اسی بارہ میں آیت قُلْ اَیُّ شَیْءٍ اَکْبَرُ شَھَادَۃً نازل ہوئی۔

حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ اسی کلمہ کے ساتھ میں مبعوث ہوا ہوں یعنی نبی بنا کر بھیجا گیا ہوں اور اسی کلمہ کی طرف لوگوں کو بلاتا ہوں۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشاد کا مطلب یہ نہیں کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی اس میں خصوصیت ہے بلکہ سارے ہی نبی اسی کلمہ کیساتھ نبی بنا کر بھیجے گئے اور سب ہی انبیاءؑ نے اسی کلمہ کی طرف دعوت دی ہے۔ حضرت آدم علیٰ نبینا وعلیہ الصلوٰۃ والسلام سے لے کر ختم الانبیاء فخر رُسل صلی اللہ علیہ وسلم تک کوئی بھی نبی ایسا نہیں ہے جو اس مبارک کلمہ کی دعوت نہ دیتا ہو۔ کس قدر بابرکت اور مہتم بالشان کلمہ ہے کہ سارے انبیاء اور سارے سچے مذہب اسی پاک کلمہ کی طرف بُلانے والے اور اسی کے شائع کرنے والے رہے۔ آخر کوئی بات تو ہے کہ اس سے کوئی بھی سچا مذہب خالی نہیں اسی کلمہ کی تصدیق میں قرآن پاک کی آیت قُلْ اَیُّ شَیْءٍ اَکْبَرُ شَھَادَۃً (سورہ انعام ع ۲) نازل ہوئی جس میں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی تصدیق میں حق تعالیٰ شانہٗ کی گواہی کا ذکر ہے۔ ایک حدیث میں وارد ہے کہ جب بندہ لا الہ الا اللہ کہتا ہے تو حق تعالیٰ شانہٗ اس کی تصدیق فرماتے ہیں اور ارشاد فرماتے

ہیں میرے بندہ نے سچ کہا ہے میرے سوا کوئی معبود نہیں۔

امت محمدیہ کے اعمال بھاری ہونے کا سبب

حضرت عیسٰی علی نبینا وعلیہ الصلوٰۃ والسلام فرماتے ہیں کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی امت کے اعمال (حشر کی ترازو میں اسلئے) سب سے زیادہ بھاری ہیں کہ ان کی زبانیں ایک ایسے کلمے کیساتھ مانوس ہیں جواُن سے پہلی اُمتوں پر بھاری تھا۔ وہ کلمہ لا الہ الا اللہ ہے۔

امت محمدیہ میں کلمہ طیبہ کے ورد کی کثرت

فائدہ: یہ ایک کھلی ہوئی بات ہے کہ امت محمدیہ علی صاحبہا اُلف الف صلوٰۃ وتحیۃ کے درمیان کلمہ طیبہ کا جتنا زور اور کثرت ہے کسی اُمت میں بھی اتنی کثرت نہیں ہے۔ مشائخ سلوک کی لاکھوں نہیں کروڑوں کی مقدار ہے اور پھر ہر شیخ کے کم وبیش سینکڑوں مرید اور تقریباً سب ہی کے یہاں کلمہ طیبہ کا ورد ہزاروں کی مقدار میں روزانہ کے معمولات میں داخل ہے۔ جامع الاصول میں لکھا ہے کہ لفظ اللہ کا ذکر ورد کے طور پر کم از کم پانچ ہزار کی مقدار ہے اور زیادہ کے لئے کوئی حد نہیں اور صوفیہ کے لئے کم از کم پچیس ہزار روزانہ اور لا الہ الا اللہ کی مقدار کے متعلق لکھا ہے کہ کم از کم پانچ ہزار روزانہ ہو۔ یہ مقداریں مشائخ سلوک کی تجویز کے موافق کم وبیش ہوتی رہتی ہیں۔ میرا مقصود حضرت عیسٰی علی نبینا وعلیہ الصلوٰۃ والسلام کی تائید میں مشائخ کا انداز بیان کرنا ہے کہ ایک ایک شخص کے لئے روزانہ کی مقداریں کم از کم یہ بتائی گئی ہیں۔

حضرت شاہ ولی اللہ صاحبؒ نے "قولِ جمیل" میں اپنے والد سے نقل کیا ہے کہ میں ابتدائے سلوک میں ایک سانس میں لا الہ الا اللہ دوسو مرتبہ کہا کرتا تھا۔

شیخ ابویزیدؒ قرطبی فرماتے ہیں میں نے یہ سُنا کہ جو شخص ستر ہزار مرتبہ لا الہ الا اللہ پڑھے اسکو دوزخ کی آگ سے نجات ملے۔ میں نے یہ خبر سنکر ایک نصاب یعنی ستر ہزار کی تعداد اپنی بیوی کیلئے بھی پڑھا اور کئی نصاب خود اپنے لئے پڑھ کر ذخیرۂ آخرت بنایا۔ ہمارے پاس ایک نوجوان رہتا تھا جس کے متعلق یہ مشہور تھا کہ یہ صاحبِ کشف ہے۔ جنت دوزخ کا بھی اسکو کشف ہوتا ہے۔ مجھے اسکی صحت میں کچھ تردد تھا۔ ایک مرتبہ وہ نوجوان ہمارے ساتھ کھانے میں شریک تھا کہ دفعۃً اُس نے ایک چیخ ماری اور سانس پھولنے لگا اور کہا کہ میری ماں دوزخ میں جل رہی ہے اس کی حالت مجھے نظر آئی قرطبیؒ کہتے ہیں کہ میں اس کی گھبراہٹ دیکھ رہا تھا۔ مجھے خیال آیا کہ ایک نصاب اس کی ماں کو بخش دوں جس سے اس کی سچائی کا بھی مجھے تجربہ ہوجائیگا۔ چنانچہ میں نے ایک نصاب ستر ہزار کا اُن نصابوں میں سے جو اپنے لیے پڑھے تھے اس کی ماں کو بخش دیا۔ میں نے اپنے دل میں چپکے ہی سے بخشا تھا اور میرے اس پڑھنے کی خبر بھی اللہ کے سوا کسی کو نہ تھی مگر وہ نوجوان فوراً کہنے لگا کہ چچا میری ماں دوزخ کے عذاب سے ہٹادی گئی۔ قرطبیؒ کہتے ہیں کہ مجھے اس قصہ سے دو فائدے ہوئے۔ ایک تو اس برکت کا جو ستر ہزار کی مقدار پر میں نے سنی تھی اس کا تجربہ ہوا دوسرے اس نوجوان کی سچائی کا یقین ہوگیا۔

یہ ایک واقعہ ہے اس قسم کے نہ معلوم کتنے واقعات اس اُمت کے افراد میں پائے جاتے ہیں۔ صوفیہ کی اصطلاح میں ایک معمولی چیز پاسِ انفاس ہے یعنی اس کی مشق کہ کوئی سانس اللہ کے ذکر کے بغیر نہ اندر جائے نہ باہر آئے۔ اُمت محمدیہ کے کروڑوں افراد ایسے ہیں جن کو اسکی مشق حاصل ہے تو پھر کیا تردد ہے حضرت عیسٰی علی نبینا وعلیہ الصلوٰۃ والسلام کے اس ارشاد میں کہ ان کی زبانیں اس کلمہ لا الہ الا اللہ کے ساتھ مانوس اور ہوگئیں۔

دعا کیجئے: اللہ پاک ہمیں بھی کلمہ طیبہ کے فوائد وثمرات عطا فرمائیں وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ

جنت کے دروازہ پر لکھی ہوئی عبارت

عن ابن عباس رضی اللّٰہ عنہ ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قال مکتوب علی باب الجنۃ انني انا اللہ لا الہ الا انا لا اعذب من قالھا۔ (اخرجہ ابو الشیخ کذافی الدر)

ترجمہ: حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ جنت کے دروازہ پر یہ لکھا ہوا ہے۔ (اِنَّنِیْٓ اَنَا اللّٰہُ لَآ اِلٰہَ اِلَّآ اَنَا لَآ اُعَذِّبُ مَنْ قَالَھَا) میں ہی اللہ ہوں میرے سوا کوئی معبود نہیں جو شخص اس (کلمہ) کو کہتا رہے گا۔ میں اسکو عذاب نہیں کرونگا۔

تشریح: گناہوں پر عذاب کا ہونا دوسری احادیث میں بکثرت آیا ہے اس لئے اس سے اگر دائمی عذاب مراد ہو تو کوئی اشکال نہیں لیکن کوئی خوش قسمت ایسے اخلاص سے اس جملہ کا ورد رکھنے والا ہو کہ باوجود گناہوں کے اس کو بالکل عذاب نہ کیا جائے یہ بھی رحمتِ خداوندی سے بعید نہیں ہے۔

عذاب سے حفاظت

حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم حضرت جبرئیل علیہ السلام سے نقل کرتے ہیں کہ اللہ جل جلالہٗ کا ارشاد ہے کہ میں ہی اللہ ہوں میرے سوا کوئی معبود نہیں لہٰذا میری ہی عبادت کیا کرو جو شخص تم میں سے اخلاص کے ساتھ لا الہ الا اللہ کی گواہی دیتا ہوا آوے گا۔ وہ میرے قلعہ میں داخل ہو جائیگا اور جو میرے قلعہ میں داخل ہوگا وہ میرے عذاب سے مامون ہوگا۔

فائدہ: اگر یہ بھی کبائر سے بچنے کے ساتھ مشروط ہو جیسا کہ حدیث نمبر ۵ میں گذر چکا تب تو کوئی اشکال ہی نہیں اور اگر کبائر کے باوجود یہ کلمہ کہے تو پھر قواعد کے موافق تو عذاب سے مراد دائمی عذاب ہے' ہاں اللہ جل شانہٗ کی رحمت قواعد کی پابند نہیں۔ قرآن پاک کا صاف ارشاد ہے کہ اللہ جل شانہٗ شرک کو معاف نہیں فرمائیں گے' اس کے علاوہ جس کو چاہیں گے معاف کردیں گے۔ چنانچہ ایک حدیث میں ہے کہ حق تعالیٰ شانہٗ اس شخص کو عذاب کرتے ہیں جو اللہ پر تمرد (ہیکڑی) کرے اور لا الہ الا اللہ کہنے سے انکار کرے۔ ایک حدیث میں آیا ہے کہ لا الہ الا اللہ حق تعالیٰ شانہٗ کے غصہ کو دُور کرتا رہتا ہے جب تک کہ دنیا کو دین پر ترجیح نہ دینے لگیں اور جب دنیا کو دین پر ترجیح دینے لگیں اور لا الہ الا اللہ کہتے رہیں تو حق تعالیٰ شانہٗ فرماتے ہیں کہ تُم اپنے دعویٰ میں سچے نہیں ہو۔

افضل ذکر اور افضل استغفار

حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ تمام ذکروں میں افضل لا الہ الا اللہ ہے اور تمام دعاؤں میں افضل استغفار ہے پھر اس کی تائید میں سورہ محمد کی آیت فَاعْلَمْ اَنَّہٗ لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ تلاوت فرمائی۔

اس فصل کی سب سے پہلی حدیث میں بھی یہ مضمون گذر چکا ہے کہ لا الہ الا اللہ سب اذکار سے افضل ہے جسکی وجہ صوفیہ نے یہ لکھی ہے کہ دل کے پاک ہونے میں اس ذکر کو خاص مناسبت ہے اس کی برکت سے دل ساری ہی گندگیوں سے پاک ہو جاتا ہے اور جب اس کیساتھ استغفار بھی شامل ہو جائے تو پھر کیا ہی کہنا۔ ایک حدیث میں وارد ہے کہ حضرت یونسؑ کو جب مچھلی نے کھالیا تھا تو اس کے پیٹ میں ان کی یہ دعا تھی لَآ اِلٰہَ اِلَّآ اَنْتَ سُبْحٰنَکَ اِنِّیْ کُنْتُ مِنَ الظّٰلِمِیْنَ جو شخص بھی ان الفاظ سے دُعا مانگے گا وہ ضرور قبول ہوگی۔ اس فصل کی سب سے پہلی حدیث میں بھی یہ مضمون گذرا ہے کہ سب سے افضل اور بہترین ذکر لا الہ الا اللہ ہے لیکن وہاں سب سے افضل دعا الحمد للہ ارشاد ہوا تھا اور یہاں استغفار وارد ہے۔ اس قسم کا اختلاف حالات کے اعتبار

سے بھی ہوتا ہے ایک متقی پرہیزگار ہے اس کے لئے الحمد للہ سب سے افضل ہے۔ ایک گناہ گار ہے وہ توبہ واستغفار کا بہت محتاج ہے اس کے حق میں استغفار سب سے اہم ہے۔ اس کے علاوہ افضلیت بھی مختلف وجوہ سے ہوتی ہے منافع کے حاصل کرنے کے واسطے اللہ کی حمد وثنا سب سے زیادہ نافع ہے اور مضرتیں اور تنگیاں دُور کرنے کے لئے استغفار سب سے زیادہ مفید ہے۔ ان کے علاوہ اور بھی وجوہ اس قسم کے اختلاف کی ہوتی ہے۔

شیطان اور انسان کی ہلاکت کا سامان

حضرت ابوبکر صدیقؓ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم سے نقل کرتے ہیں کہ لا الہ الا اللہ اور استغفار کو بہت کثرت سے پڑھا کرو۔ شیطان کہتا ہے کہ میں نے لوگوں کو گناہوں سے ہلاک کیا اور انہوں نے مجھے لا الہ الا اللہ اور استغفار سے ہلاک کردیا۔ جب میں نے دیکھا (کہ یہ تو کچھ بھی نہ ہوا) تو میں نے ان کو ہوائے نفس (یعنی بدعات) سے ہلاک کیا اور وہ اپنے کو ہدایت پر سمجھتے رہے۔

لا الہ الا اللہ اور استغفار سے ہلاک کرنے کا مطلب یہ ہے کہ شیطان کا منتہائے مقصد دل پر اپنا زہر چڑھانا ہے جس کا ذکر باب اوّل فصل دوم کے نمبر ۱۴ پر گذر چکا اور یہ زہر جب ہی چڑھتا' جب دل اللہ کے ذکر سے خالی ہو ورنہ شیطان کی ذلت کیساتھ دل سے واپس ہونا پڑتا ہے اور اللہ کا ذکر دلوں کی صفائی کا ذریعہ ہے۔ چنانچہ مشکوٰۃ میں حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم سے نقل کیا ہے کہ ہر چیز کیلئے ایک صفائی ہوتی ہے دلوں کی صفائی اللہ کا ذکر ہے۔ اسی طرح استغفار کے بارہ میں کثرت سے احادیث میں یہ وارد ہوا ہے کہ دلوں کے مَیل اور زنگ کو دُور کرنے والا ہے۔ ابوعلی دقاقؒ کہتے ہیں کہ جب بندہ اخلاص سے لا الہ کہتا ہے تو ایک دم دِل صاف ہوجاتا ہے (جیسا آئینہ پر بھیگا ہوا کپڑا پھیرا جائے) پھر وہ الا اللہ کہتا ہے تو صاف دل پر اُس کا نور ظاہر ہوتا ہے۔ ایسی صورت میں ظاہر ہے کہ شیطان کی ساری ہی کوشش بے کار ہوگئی اور ساری محنت رائیگاں گئی۔ ہوائے نفس سے ہلاک کرنے کا مطلب یہ ہے کہ ناحق کو حق سمجھنے لگے اور جو دل میں آجائے اسی کو دین اور مذہب بنالے۔ قرآن شریف میں کئی جگہ اس کی مذمت وارد ہوئی ہے۔ ایک جگہ ارشاد ہے

اَفَرَءَيْتَ مَنِ اتَّخَذَ اِلٰهَهٗ هَوٰىهُ وَاَضَلَّهُ اللّٰهُ عَلٰى عِلْمٍ وَّخَتَمَ عَلٰى سَمْعِهٖ وَقَلْبِهٖ وَجَعَلَ عَلٰى بَصَرِهٖ غِشٰوَةً فَمَنْ يَّهْدِيْهِ مِنْۢ بَعْدِ اللّٰهِ اَفَلَا تَذَكَّرُوْنَ (سورۂ جاثیہ رکوع ۳)

(کیا آپ نے اس شخص کی حالت بھی دیکھی جس نے اپنا خدا اپنی خواہش نفس کو بنا رکھا ہے اور خدا تعالیٰ نے اسکو باوجود سمجھ بُوجھ کے گمراہ کردیا ہے اور اس کے کان اور دل پر مہر لگادی اور آنکھ پر پردہ ڈالدیا (کہ حق بات کو نہ سُنتا ہے نہ دیکھتا ہے نہ دل میں اُترتی ہے) پس اللہ کے (گمراہ کردینے کے) بعد کون ہدایت کرسکتا ہے پھر بھی تم نہیں سمجھتے) دوسری جگہ ارشاد ہے وَمَنْ اَضَلُّ مِمَّنِ اتَّبَعَ هَوٰىهُ بِغَيْرِ هُدًى مِّنَ اللّٰهِ ۭ اِنَّ اللّٰهَ لَا يَهْدِي الْقَوْمَ الظّٰلِمِيْنَ (سورۂ قصص رکوع ۵)

(ایسے شخص سے زیادہ گمراہ کون ہوگا جو اپنی نفسانی خواہش پر چلتا ہو بغیر اس کے کہ کوئی دلیل اللہ کی طرف سے (اُس کے پاس) ہو اللہ تعالیٰ ایسے ظالموں کو ہدایت نہیں کرتا) اور بھی متعدد جگہ اس قسم کا مضمون وارد ہوا یہ شیطان کا بہت ہی سخت حملہ ہے کہ وہ غیر دین کو دین کے لباس میں سمجھاوے اور آدمی اس کو دین سمجھ کر کرتا رہے اور اُس پر ثواب کا اُمیدوار بنا رہے۔ اور جب وہ اس کو عبادت اور دین سمجھ کر کررہا ہے تو اس سے توبہ کیونکر کرسکتا ہے۔ اگر کوئی شخص زنا کاری' چوری وغیرہ گناہوں میں مبتلا ہو تو کسی نہ کسی وقت توبہ اور چھوڑ دینے کی اُمید ہے' لیکن جب کسی ناجائز کام کو وہ عبادت سمجھتا ہے تو اس سے توبہ کیوں کرے اور کیوں اس کو چھوڑے بلکہ دن بدن اس میں ترقی کرے گا۔ یہی مطلب ہے شیطان کے اس کہنے کا کہ میں نے گناہوں میں مبتلا کیا لیکن ذکر اذکار توبہ استغفار سے وہ مجھے

دق کرتے رہے تو میں نے ایسے جال میں پھانس دیا کہ اس سے نکل ہی نہیں سکتے۔ اس لئے دین کے ہر کام میں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اور صحابہ کرام کے طریقہ کو اپنا رہبر بنانا بہت ہی ضروری امر ہے اور کسی ایسے طریقہ کو اختیار کرنا جو خلافِ سنت ہو۔ نیکی برباد گناہ لازم ہے۔ امام غزالیؒ نے حسن بصریؒ سے بھی نقل کیا ہے وہ فرماتے ہیں۔ ہمیں یہ روایت پہنچی کہ شیطان کہتا ہے کہ میں نے اُمتِ محمدیہ کے سامنے گناہوں کو زیب و زینت کے ساتھ پیش کیا مگر ان کے استغفار نے میری کمر توڑ دی تو میں نے ایسے گناہ ان کے پاس پیش کئے جن کو وہ گناہ ہی نہیں سمجھتے کہ اُن سے استغفار کریں اور وہ اَہواء یعنی بدعات ہیں کہ وہ ان کو دین سمجھ کر کرتے ہیں۔ وہبؒ بن منبہ کہتے ہیں کہ اللہ سے ڈر تو شیطان کو مجمعوں میں لعنت کرتا ہے اور چپکے سے اس کی اطاعت کرتا ہے اور اس سے دوستی کرتا ہے۔ بعض صوفیہ سے منقول ہے کہ کس قدر تعجب کی بات ہے کہ حق تعالیٰ شانہٗ جیسے مُحسن کے احسانات معلوم ہونیکے بعد اور اُن کے اقرار کے بعد اس کی نافرمانی کی جائے اور شیطان کی دشمنی کے باوجود اس کی عیاری اور سرکشی معلوم ہونے کے باوجود اس کی اطاعت کی جائے۔

دعا کیجئے: اے اللہ! ہمیں ایسا بنا دیجئے کہ ہم اپنے سارے دل کیساتھ آپ سے محبت کریں اور آپ کو راضی کرنے میں اپنی ساری کوششیں صرف کردیں۔ وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ

تعلق مع اللہ کی حقیقت

عارف باللہ حضرت ڈاکٹر عبدالحئی عارفی قدس سرہٗ نے فرمایا:...... تعلق مع اللہ کیا چیز ہے اور کیسے حاصل ہوگا؟ تعلق مع اللہ کا ذریعہ تعلق مع الخلق ہے' پہلے مخلوق کے ہو جاؤ پھر خالق کے' اللہ تعالیٰ نے اپنے تعلق کے تمام آداب مخلوق کے ساتھ رکھے ہیں۔ اللہ تعالیٰ مخلوق کے لئے خالق ہیں' رب ہیں۔ ارحم الراحمین ہیں' کارساز ہیں۔ تمام صفتیں مخلوق سے وابستہ ہیں۔ مخلوق کا حق ادا کرو۔ تعلق مع اللہ خود بخود حاصل ہوگا۔ ایک مرتبہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے اللہ تعالیٰ سے عرض کیا کہ آپ کس دن اپنا جلوہ دکھائیں گے؟ میں آپ کا منتظر ہوں۔

کبھی اے حقیقت منتظر نظر آ لباس مجاز میں! | کہ ہزاروں سجدے تڑپ رہے ہیں مری جبینِ نیاز میں

اللہ تعالیٰ نے فرمایا آئیں گے' وعدہ کرلیا' اب حضرت عیسیٰ منتظر ہیں کہ اللہ میاں کب جلوہ نمائی فرماتے ہیں۔ کچھ عرصہ گزر گیا عرض کیا یا اللہ' میں تو بہت منتظر ہوں' اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہاں' میں تو آیا تھا مگر تم نے التفات ہی نہیں کیا تم سے ایک سائل نے سوال کیا تھا مگر تم نے اس کو رد کردیا' وہ ہم ہی تو تھے اور تمہارے پڑوس میں ایک شخص بیمار تھا تو عیادت کو نہیں گئے' تم ہماری عیادت کو نہیں آئے کیونکہ وہ ہم ہی تھے تو معلوم ہوا کہ ان کے جلوے مخلوق میں نظر آتے ہیں۔ عالم خلق میں صفاتِ الٰہیہ کا ظہور ہے۔ جب تک صفات سے آشنا نہ ہوں گے ذات سے آشنا نہیں ہوسکتے اور ان تک نہیں پہنچ سکتے۔ عالم خلق میں صفات کا ظہور اس طرح سے ہے کہ کہیں وہ تواب رحیم ہے' کہیں صفتِ خالقیت' کہیں ربوبیت ہے' کہیں گنہگاروں کے لئے ستاریت اور غفاریت کا پرتو ہے تو جو شخص صفات سے آشنا ہو جاتا ہے وہ حقیقت میں ذات سے آشنا ہو جاتا ہے۔

صفات میں بڑی کشش ہے۔ حسن اگر ذات میں ہے تو صفات میں بھی ہے۔ حسن ایک چیز ہے جو اگر ذات سے تعلق رکھتا ہے تو صفات میں اس کے جلوے ہیں۔ سورج میں اگر روشنی ہے تو اس کے مظاہر بھی ہیں۔ ان میں بھی روشنی آئے گی۔ اللہ تعالیٰ حسین و جمیل ہیں تو ان کے جمال کے بھی مظاہر ہیں۔ اب اللہ تعالیٰ کی صفات کیسے معلوم ہوں گی؟ وہ اس طرح سے کہ اپنی ذات پر انعام الٰہیہ کو دیکھو کہ کس طرح حیرت انگیز طور پر ہم پر انعامات کی بارش ہو رہی ہے۔

توحید و رسالت پر مرنے والا جنت میں داخل ہوگا

عن معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم لا یموت عبد یشھد ان لا الہ الا اللہ وانی رسول اللہ یرجع ذلک الی قلب موقن الا دخل الجنۃ وفی روایۃ الا غفر اللہ لہ۔ (اخرجہ احمد)

ترجمہ: حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے۔ کہ جو شخص بھی اس حال میں مرے کہ لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ کی پکے دل سے شہادت دیتا ہو ضرور جنت میں داخل ہوگا۔ دوسری حدیث میں ہے کہ ضرور اُس کی اللہ تعالیٰ مغفرت فرمادیں گے۔

تشریح: حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم سے صحیح حدیث میں یہ بھی نقل کیا گیا کہ خوشخبری سنو اور دوسروں کو بھی بشارت سُنا دو کہ جو شخص سچے دل سے **لا الہ الا اللہ** کا اقرار کرے وہ جنت میں داخل ہوگا۔ اللہ جل جلالہٗ کے یہاں اخلاص کی قدر ہے اور اخلاص کے ساتھ تھوڑا سا عمل بھی بہت زیادہ اجر و ثواب رکھتا ہے۔ دنیا کے دکھاوے کے واسطے لوگوں کے خوش کرنے کیواسطے کوئی کام کیا جاوے وہ تو اُن کی سرکار میں بے کار ہے بلکہ کرنیوالے کے لئے وَبال ہے لیکن اخلاص کے ساتھ تھوڑا سا عمل بھی بہت کچھ رنگ لاتا ہے۔ اسلئے اخلاص سے جو شخص کلمہ شہادت پڑھے اس کی ضرور مغفرت ہوگی وہ ضرور جنت میں داخل ہوکر رہے گا اس میں ذرا بھی تردّد نہیں۔ یہ ممکن ہے کہ وہ اپنے گناہوں کی وجہ سے کچھ دنوں سزا بھگت کر داخل ہو لیکن ضروری نہیں، کسی مخلص کا اخلاص مالک الملک کو پسند ہو اس کی کوئی خدمت ہی پسند آجائے تو وہ سارے ہی گناہوں کو معاف فرما سکتے ہیں۔ ایسی کریم ذات پر ہم نہ مرمٹیں کتنی سخت محرومی ہے، بہرحال ان احادیث میں کلمہ طیبہ کے پڑھنے والے کیلئے بہت کچھ وعدے ہیں جن میں دونوں احتمال ہیں۔ قواعد کے موافق گناہوں کی سزا کے بعد معافی اور کرم لطف احسان اور مراحم خسروانہ میں بلا عذاب معافی۔

یحییٰ بن اکثمؒ کا واقعہ

یحییٰ بن اکثمؒ ایک محدث ہیں۔ جب اُن کا انتقال ہوا تو ایک شخص نے ان کو خواب میں دیکھا۔ اُن سے پوچھا۔ کیا گذری۔ فرمانے لگے کہ میری پیشی ہوئی۔ مجھ سے فرمایا۔ او گنہگار بوڑھے! تو نے فلاں کام کیا فلاں کیا میرے گناہ گنوائے گئے اور کہا گیا کہ تُو نے ایسے ایسے کام کئے۔ میں نے عرض کیا یا اللہ مجھے آپ کی طرف سے یہ حدیث نہیں پہنچی۔ فرمایا اور کیا حدیث پہنچی۔ عرض کیا۔ مجھ سے عبدالرزاقؒ نے کہا اُن سے معمرؒ نے کہا اُن سے زہریؒ نے کہا اُن سے عروہؒ نے کہا اُن سے حضرت عائشہؓ نے کہا اُن سے حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا اُن سے حضرت جبرئیلؑ نے عرض کیا اُن سے آپ نے فرمایا کہ جو شخص اسلام میں بوڑھا ہو اور میں اسکو اس کے اعمال کی وجہ سے) عذاب دینے کا ارادہ بھی کروں لیکن اس کے بُڑھاپے سے شرما کر معاف کردیتا ہوں اور یہ آپ کو معلوم ہے کہ میں بوڑھا ہوں۔ ارشاد ہوا کہ عبدالرزاقؒ نے سچ کہا اور معمرؒ نے بھی سچ کہا زہریؒ نے بھی سچ کہا عروہؒ نے بھی سچ نقل کیا عائشہؓ نے بھی سچ کہا اور نبیؐ نے بھی سچ کہا اور جبرئیلؑ نے بھی سچ کہا اور میں نے بھی سچّی بات کہی۔ یحییٰ رحمہ اللہ کہتے ہیں کہ اس کے بعد مجھے جنت میں داخلہ کا ارشاد فرما دیا۔

بغیر حجاب کے اللہ تعالیٰ کو پہنچانے والی چیز

حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ ہر عمل کے لئے اللہ کے یہاں پہنچنے کیلئے درمیان میں حجاب ہوتا ہے مگر لا الہ الا اللہ اور باپ کی دُعا بیٹے کیلئے ان دونوں کیلئے کوئی حجاب نہیں۔

پردہ نہ ہونے کا یہ مطلب ہے کہ ان چیزوں کے قبول ہونے میں ذرا سی بھی دیر نہیں لگتی اور اُمور کے درمیان میں قبول تک اور بھی واسطے حائل ہوتے ہیں لیکن یہ چیزیں براہِ راست بارگاہِ الٰہی تک فوراً پہنچتی ہیں۔

ایک بادشاہ کا واقعہ: ایک کافر بادشاہ کا قصّہ لکھا ہے کہ نہایت متشدد متعصب تھا اتفاق سے مسلمانوں کی ایک لڑائی میں گرفتار ہوگیا چونکہ مسلمانوں کو اس سے تکلیفیں بہت پہنچی تھی اس لئے انتقام کا جوش ان میں بھی بہت تھا اس کو ایک دیگ میں ڈال کر آگ پر رکھ دیا۔ اُس نے اوّل اپنے بتوں کو پکارنا شروع کیا اور مدد چاہی، جب کچھ بن نہ پڑا تو وہیں مسلمان ہوا اور لا الہ الا اللہ کا ورد شروع کیا، لگا تار پڑھ رہا تھا اور ایسی حالت میں جس خلوص اور جوش سے پڑھا جاسکتا ہے ظاہر ہے۔ فوراً اللہ تعالیٰ شانہٗ کی طرف سے مدد ہوئی اور اس زور سے بارش ہوئی کہ وہ ساری آگ بھی بجھ گئی، اور دیگ ٹھنڈی ہوگئی۔ اس کے بعد زور سے آندھی چلی جس سے وہ دیگ اُڑی اور دُور کسی شہر میں جہاں سب ہی کافر تھے جا کر گری۔ یہ شخص لگا تار کلمہ طیبہ پڑھ رہا تھا۔ لوگ اُس کے گرد جمع ہوگئے اور اعجوبہ دیکھ کر متحیّر تھے اس سے حال دریافت کیا اس نے اپنی سرگذشت سنائی جس سے وہ لوگ بھی مسلمان ہوگئے۔

اللہ کی رضا کیلئے کلمہ پڑھنے والے پر جہنم حرام ہے

حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے نہیں آئے گا کوئی شخص قیامت کے دن کہ لا الہ الا اللہ کو اس طرح سے کہتا ہو کہ اللہ کی رضا کے سوا کوئی مقصود نہ ہو مگر جہنم اس پر حرام ہوگی۔

فائدہ: جو شخص اخلاص کے ساتھ کلمہ طیبہ کا ورد کرتا رہا ہو اُس پر جہنم کی آگ حرام ہونا ظاہری قواعد کے موافق تو مقید ہے کبائر گناہ ہونے کیساتھ یا جہنم کے حرام ہونے سے اُسمیں ہمیشہ کا رہنا حرام ہے۔ لیکن اللہ جل شانہٗ اس پاک کلمہ کو اخلاص سے پڑھنے والے کو باوجود گناہوں کے بالکل ہی جہنم سے معاف فرما دیں تو کون روکنے والا ہے۔ احادیث میں ایسے بندوں کا بھی ذکر آتا ہے کہ قیامت کے دن حق تعالیٰ شانہٗ بعض لوگوں کو فرمائیں گے تو نے فلاں گناہ کیا فلاں کیا۔ اس طرح جب بہت سے گناہ گنوائے جاچکیں گے اور وہ سمجھے گا کہ میں ہلاک ہوگیا اور اقرار کے بغیر چارۂ کار نہ ہوگا تو ارشاد ہوگا کہ ہم نے دنیا میں تیری ستاری کی آج بھی ستاری کرتے ہیں تجھے معاف کردیا۔ اس نوع کے بہت سے واقعات احادیث میں موجود ہیں۔ اس لئے اُن ذاکرین کے لئے بھی اس قسم کا معاملہ ہو تو بعید نہیں ہے۔ اللہ کے پاک نام میں بڑی برکت اور بہبودی ہے اس لئے جتنی بھی کثرت ہوسکے دریغ نہ کرنا چاہیے۔ کیا ہی خوش نصیب ہیں وہ مبارک ہستیاں جنہوں نے اس پاک کلمہ کی برکات کو سمجھا اور اسکے ورد میں عمریں ختم کردیں۔

دعا کیجئے

اے اللہ! ہمیں ایسا بنا دیجئے کہ ہم اپنے سارے دل کیساتھ آپ سے محبت کریں اور آپ کو راضی کرنے میں اپنی ساری کوششیں صرف کردیں۔ اے اللہ! ہمیں ایسا بنا دیجئے کہ ہم سب سے زیادہ آپ کا ذکر کرنے والے سب سے زیادہ آپ کو فرمانبرداری کرنے والے اور سب سے زیادہ آپ سے محبت کرنے والے بن جائیں۔

وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ

موت کی تکلیف سے محفوظ رکھنے والا کلمہ

عن یحییٰ بن طلحة رضی الله عنه بن عبدالله قال روی طلحة حرینا فقیل له مالک قال انی سمعت رسول الله صلی الله علیه وسلم یقول انی لا علم کلمة لا یقولها عبد عند موته الا نفس الله عنه کربته واشرق لونه ورأی ما یسره وما منعنی ان اسأله عنها الا القدرة علیه حتی مات فقال عمر رضی الله عنه انی لا علمها قال فماهی قال لا نعلم کلمة هی اعظم من کلمة امربها عمه لا اله الا الله قال فهی والله هی. (اخرجه البیهقی)

ترجمہ: حضرت طلحہؓ کو لوگوں نے دیکھا کہ نہایت غمگین بیٹھے ہیں۔ کسی نے پوچھا کیا بات ہے فرمایا میں نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے یہ سُنا تھا کہ مجھے ایک کلمہ معلوم ہے کہ جو شخص مرتے وقت اس کو کہے تو موت کی تکلیف اس سے ہٹ جائے اور رنگ چمکنے لگے اور خوشی کا منظر دیکھے مگر مجھے حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم سے اس کلمہ کے پُوچھنے کی قدرت نہ ہوئی (اسکا رنج ہو رہا ہے) حضرت عمرؓ نے فرمایا مجھے معلوم ہے طلحہؓ (خوش ہوکر) کہنے لگے کیا ہے۔ حضرت عمرؓ نے فرمایا ہمیں معلوم ہے کہ کوئی کلمہ اس سے بڑھا ہوا نہیں ہے جس کو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے چچا (ابوطالب) پر پیش کیا تھا اور وہ یہ ہے لا الہ الا اللہ فرمایا واللہ یہی ہے واللہ یہی ہے۔

پانچ اندھیرے اور پانچ چراغ

تشریح: کلمہ طیبہ کا سراسر نور و سرور ہونا بہت سی روایات سے معلوم و مفہوم ہوتا ہے۔ حافظ ابن حجرؒ نے منبہات میں حضرت ابوبکر صدیقؓ سے نقل کیا ہے کہ اندھیرے پانچ ہیں اور پانچ ہی ان کیلئے چراغ ہیں۔ دنیا کی محبت اندھیرا ہے جس کا چراغ تقویٰ ہے اور گناہ اندھیرا ہے جس کا چراغ توبہ ہے اور قبر اندھیرا ہے جس کا چراغ لا اله الا الله محمد رسول الله ہے اور آخرت اندھیرا ہے جس کا چراغ نیک عمل ہے اور پُل صراط اندھیرا ہے جس کا چراغ یقین ہے۔ رابعہ عدویہؒ مشہور ولیّہ ہیں۔ رات بھر نماز میں مشغول رہتیں صبح صادق کے بعد تھوڑی دیر سو رہتیں اور جب صبح کا چاندنا اچھی طرح ہو جاتا تو گھبرا اٹھتیں اور نفس کو ملامت کرتیں کہ کب تک سوتا رہیگا عنقریب قبر کا زمانہ آنیوالا ہے جس میں صور پھونکنے تک سونا ہی ہوگا۔ جب انتقال کا وقت قریب ہوا تو ایک خادمہ کو وصیّت فرمائی کہ یہ ادنیٰ گدڑی جس کو وہ تہجد کے وقت پہنا کرتی تھیں اس میں مجھے کفن دے دینا اور کسی کو میرے مرنے کی خبر نہ کرنا۔ چنانچہ حسب وصیت تجہیز و تکفین کردی گئی۔ بعد میں اُس خادمہ نے خواب میں دیکھا کہ وہ نہایت عُمدہ لباس پہنے ہوئے ہیں اُس نے دریافت کیا کہ وہ آپ کی گدڑی کیا ہوئی جس میں کفن دیا گیا تھا فرمایا کہ لپیٹ کر میرے اعمال کے ساتھ رکھ دی گئی۔ انہوں نے درخواست کی کہ مجھے کوئی نصیحت فرمائیں کہا کہ اللہ کا ذکر جتنا بھی کرسکو کرتی رہو کہ اس کی وجہ سے تم قبر میں قابلِ رشک بن جاؤ گی۔

کلمہ نجات:

حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم (روحی فداہ) کے وصال کیوقت صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اجمعین کو اس قدر سخت صدمہ تھا کہ بہت سے مختلف طور کے وساوس میں مبتلا ہوگئے تھے۔ حضرت

عثمانؓ فرماتے ہیں کہ میں بھی ان ہی لوگوں میں تھا جو وساوس میں گھرے ہوئے تھے حضرت عمرؓ میرے پاس تشریف لائے مجھے سلام کیا مگر مجھے مطلق پتہ نہ چلا انہوں نے حضرت ابوبکرؓ سے شکایت کی (عثمانؓ بھی بظاہر خفا ہیں کہ میں نے سلام کیا انہوں نے جواب بھی نہ دیا) اسکے بعد دونوں حضرات اکٹھے تشریف لائے اور سلام کیا اور حضرت ابوبکرؓ نے دریافت فرمایا کہ تم نے اپنے بھائی عمرؓ کے سلام کا بھی جواب نہ دیا (کیا بات ہے) میں نے عرض کیا کہ میں نے تو ایسا نہیں کیا' حضرت عمرؓ نے فرمایا ایسا ہی ہوا۔ میں نے عرض کیا کہ مجھے تو آپ کے آنے کی بھی خبر نہیں ہوئی کہ کب آئے نہ سلام کا پتہ چلا۔ حضرت ابوبکرؓ نے فرمایا سچ ہے ایسا ہی ہوا ہوگا غالباً تم کسی سوچ میں بیٹھے ہوگے میں نے عرض کیا واقعی میں ایک گہری سوچ میں تھا۔ حضرت ابوبکرؓ نے دریافت فرمایا کیا تھا میں نے عرض کیا حضورؐ کا وصال ہوگیا اور ہم نے یہ بھی نہ پوچھ لیا کہ اس کام کی نجات کس چیز میں ہے۔ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ میں پوچھ چکا ہوں۔ میں اُٹھا اور میں نے کہا' تم پر میرے ماں باپ قربان واقعی تم ہی زیادہ مستحق تھے اس کے دریافت کرنیکے (کہ دین کی ہر چیز میں آگے بڑھنے والے ہو) حضرت ابوبکرؓ نے فرمایا۔ میں نے حضورؐ سے دریافت کیا تھا کہ اس کام کی نجات کیا ہے آپ نے فرمایا کہ جو شخص اس کلمہ کو قبول کرلے جس کو میں نے اپنے چچا (ابوطالب پر اُنکے انتقال کے وقت) پیش کیا تھا اور انہوں نے رد کر دیا تھا وہی کلمہ نجات ہے۔

وفات حسرت آیات پر صحابہؓ کی پریشانی

وساوس میں مبتلا ہونے کا مطلب یہ ہے کہ صحابہ کرام اس وقت رنج وغم کی شدت میں ایسے پریشان ہوگئے تھے کہ حضرت عمرؓ جیسے جلیل القدر بہادر تلوار ہاتھ میں لیکر کھڑے ہوگئے تھے کہ جو شخص یہ کہے گا کہ حضورؐ کا وصال ہوگیا اس کی گردن اُڑا دوں گا۔ حضورؐ نے اپنے رب سے ملنے تشریف لے گئے ہیں۔ جیسا کہ حضرت موسیٰ طور پر تشریف لے گئے تھے۔ بعض صحابہؓ کو یہ خیال پیدا ہوگیا کہ دین اب ختم ہوچکا۔ بعض اس سوچ میں تھے کہ اب دین کے فروغ کی کوئی صورت نہیں ہوسکتی۔ بعض بالکل گم تھے کہ اُن سے بولا ہی نہیں جاتا تھا ایک ابوبکرؓ صدیق کا دم تھا جو حضورؐ کے ساتھ کمال عشق اور کمالِ محبت کے باوجود اس وقت ثابت قدم اور جمے ہوئے قدم سے کھڑے تھے۔ انہوں نے للکار کر خطبہ پڑھا جس میں وَمَا مُحَمَّدٌ اِلَّا رَسُوْلٌ والی آیت پڑھی جس کا ترجمہ ہے کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم نرے رسول ہی تو ہیں (خدا تو نہیں ہیں جسے موت آ ہی نہ سکے) پس اگر وہ مرجائیں یا شہید ہوجائیں تو تم لوگ (دین سے) پھر جاؤ گے اور جو شخص (دین سے) پھر جائیگا وہ خدا کا تو کوئی نقصان نہیں کریگا (اپنا ہی کچھ کھو دیگا) مختصر طور پر اس قصہ کو میں اپنے رسالہ حکایاتِ صحابہؓ میں لکھ چکا ہوں۔

دین کے کام کی نجات کا مطلب

آگے جو ارشاد ہے کہ اس کام کی نجات کیا ہے۔ اسکے دو مطلب ہیں ایک یہ کہ دین کے کام تو بہت سے ہیں ان سب کاموں میں مدار کس چیز پر ہے کہ جس کے بغیر چارۂ کار نہ ہو۔ اس مطلب کے موافق جواب ظاہر ہے کہ دین کا سارا مدار کلمہ شہادت پر ہے اور اسلام کی جڑ ہی کلمہ طیبہ ہے۔ دوسرا مطلب یہ ہے کہ اس کام یعنی دین میں دقتیں بھی پیش آتی ہیں وساوس بھی گھیرتے ہیں شیطان کی رخنہ اندازی بھی مستقل ایک مصیبت ہے دنیاوی ضروریات بھی اپنی طرف کھینچتی ہیں اس صورت میں مطلب ارشاد نبوی کا یہ ہے کہ کلمہ طیبہ کی کثرت ان سب چیزوں کا علاج ہے کہ وہ اخلاص پیدا کرنیوالا ہے دلوں کا صاف کرنے والا ہے شیطان کی ہلاکت کا سبب ہے' جیسا کہ ان سب روایات میں اس کے اثرات بہت سے ذکر کئے گئے ہیں۔ ایک حدیث میں آیا ہے کہ **لا الہ الا اللہ** کا کلمہ اپنے پڑھنے والے سے ننانوے قسم کی بلائیں دور کرتا ہے جن میں سب سے کم غم ہے' جو ہر وقت آدمی پر سوار رہتا ہے۔

وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ

عزت وتقویٰ اور جہنم سے آزادی والا کلمہ

عن عثمان رضی اللہ عنہ قال سمعت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یقول انی لا علم کلمة لا یقولھا عبد حقا من قلبه الا حرم علی النار فقال له عمر رضی اللہ عنه ابن الخطاب انا احدثک ماھی ھی کلمة الاخلاص التی اعز اللّٰہ تبارک وتعالیٰ بھا محمدا صلی اللہ علیه وسلم واصحابهؓ وھی کلمة التقوٰی التی الاص علیھا نبی اللہ صلی اللہ علیه وسلم عمه ابا طالب عند الموت شھادة ان لا اله الا اللہ. (رواہ احمد)

ترجمہ: حضرت عثمانؓ فرماتے ہیں کہ میں نے حضورؐ سے سنا تھا کہ میں ایک ایسا کلمہ جانتا ہوں کہ جو شخص اس کو حق سمجھ کر اخلاص کے ساتھ دل سے (یقین کرتے ہوئے) اس کو پڑھے تو جہنم کی آگ اُس پر حرام ہے۔ حضرت عمرؓ نے فرمایا کہ میں بتاؤں وہ کلمہ کیا ہے۔ وہ وہی کلمہ ہے جس کے ساتھ اللہ تعالیٰ نے اپنے رسولؐ کو اور اس کے صحابہ کو عزت دی۔ وہ وہی تقوٰی کا کلمہ ہے۔ جس کی حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے چچا ابو طالب سے ان کے انتقال کے وقت خواہش کی تھی۔ وہ شہادت ہے لا الہ الا اللہ کی۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے چچا ابو طالب کا واقعہ

تشریح: حضورؐ کے چچا ابو طالب کا قصہ حدیث تفسیر اور تاریخ کی کتابوں میں مشہور ومعروف ہے کہ جب ان کے انتقال کا وقت قریب ہوا تو چونکہ ان کے احسانات نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اور مسلمانوں پر کثرت سے تھے اسلئے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اُن کے پاس تشریف لے گئے اور ارشاد فرمایا کہ اے میرے چچا!

لا اله الا الله کہہ لیجئے تا کہ مجھے قیامت کے دن آپ کی سفارش کا موقعہ مل سکے اور میں اللہ کے یہاں آپ کے اسلام کی گواہی دے سکوں۔ انہوں نے فرمایا کہ لوگ مجھے یہ طعنہ دیں گے کہ موت کے ڈر سے بھتیجے کا دین قبول کرلیا۔ اگر یہ خیال نہ ہوتا تو میں اسوقت اس کلمہ کے کہنے سے تمہاری آنکھیں ٹھنڈی کر دیتا اس پر حضورؐ رنجیدہ واپس تشریف لائے۔ اسی قصہ میں قرآن پاک کی آیت **انک لا تھدی من احببت** (سورہ قصص رکوع ٦) نازل ہوئی جس کا ترجمہ یہ ہے کہ آپ جس کو چاہیں ہدایت نہیں فرما سکتے بلکہ اللہ جسکو چاہے ہدایت کرتا ہے اس قصہ سے یہ بھی ظاہر ہوگیا کہ جو لوگ فسق و فجور میں مبتلا رہتے ہیں' خدا اور اُس کے رسول سے بیگانہ رہتے ہیں اور یہ سمجھتے ہیں کہ کسی عزیز قریب بزرگ کی دعا سے بیڑا پار ہوجائے گا غلطی میں مبتلا ہیں کام چلانے والا صرف اللہ ہی ہے اسی کی طرف رجوع کرنا چاہیے اُسی سے سچا تعلق قائم کرنا ضروری ہے البتہ اللہ والوں کی صحبت' انکی دعا' اُن کی توجہ معین ومددگار بن سکتی ہے۔

حضرت آدم علیہ السلام کی توبہ کی قبولیت کا سبب

حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ حضرت آدم (علیٰ نبینا وعلیہ الصلوٰۃ والسّلام) سے جنت وہ گناہ صادر ہوگیا (جس کی وجہ سے جنت سے دنیا میں بھیج دیئے گئے تو ہر وقت روتے تھے اور دُعا واستغفار کرتے رہتے تھے ایک مرتبہ) آسمان کی طرف مُنہ کیا اور عرض کیا یا اللہ! محمد (صلی اللہ علیہ وسلم)

کے وسیلہ سے تُجھ سے مغفرت چاہتا ہوں وحی نازل ہوئی کہ محمد کون ہیں (جن کے واسطے سے تم نے استغفار کی) عرض کیا کہ جب آپ نے مجھے پیدا کیا تھا تو میں نے عرش پر لکھا ہوا دیکھا تھا۔ لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ تو میں سمجھ گیا تھا کہ محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) سے اُونچی ہستی کوئی نہیں ہے جن کا نام تم نے اپنے نام کے ساتھ رکھا۔ وحی نازل ہوئی کہ وہ خاتم النبیین ہیں تمہاری اولاد میں سے ہیں لیکن وہ نہ ہوتے تو تم بھی پیدا نہ کئے جاتے۔

حضرت آدم علیہ السلام کی گریہ وزاری

فائدہ: حضرت آدم علی نبینا وعلیہ الصلوٰۃ والسلام نے اسوقت کیا کیا دعائیں کیں اور کس کس طرح سے گڑگڑائے' اس بارے میں بہت سی روایات وارد ہوئی ہیں اوران میں کوئی تعارض بھی نہیں جس پر مالک کی ناراضگی' آقا کی خفگی ہوئی ہو وہی جانتا ہے۔ ان بے حقیقت آقاؤں کی ناراضگی کی وجہ سے نوکروں اور خادموں پر کیا کچھ گذر جاتا ہے اور وہاں تو مالک الملک رزّاقِ عالم اور مختصر یہ کہ خدا کا عتاب تھا اور گذر کس پر رہی تھی اس شخص پر جس کو فرشتوں سے سجدہ کرایا۔ اپنا مقرب بنایا۔ جو شخص جتنا ہی مقرب ہوتا ہے اتنا ہی عتاب کا اس پر اثر ہوتا ہے بشرطیکہ کمینہ نہ ہو اور وہ تو نبی تھے۔ حضرت ابن عباسؓ فرماتے ہیں کہ حضرت آدم علیہ السلام اس قدر روئے ہیں کہ تمام دنیا کے آدمیوں کا رونا اگر جمع کیا جائے تو اُن کے برابر نہیں ہوسکتا۔ چالیس برس تک سر اُوپر نہیں اٹھایا۔ حضرت بریدہؓ خود حضورِ اقدس صلی اللہ علیہ وسلم سے نقل کرتے ہیں کہ اگر حضرت آدمؑ کے رونے کا تمام دنیا کے رونے سے مقابلہ کیا جائے تو اُن کا رونا بڑھ جائے گا۔ ایک حدیث میں ہے کہ اگر اُن کے آنسوؤں کو اُن کی تمام اولاد کے آنسوؤں سے وزن کیا جاوے تو اُنکے آنسو بڑھ جائینگے ایسی حالت میں کس کس طرح زاری فرمائی ہوگی ظاہر ہے

یاں لب' پہ لاکھ لاکھ سخن اضطراب میں
واں ایک خامشی مری سب کے جواب میں

اس لئے جو روایات میں ذکر کیا گیا اُن سب کے مجموعہ میں کوئی اشکال نہیں۔ منجملہ اُن کے یہ بھی ہے کہ حضورؐ کا وسیلہ اختیار فرمایا۔ دوسرا مضمون عرش پر **لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ** لکھا ہوا ہونا یہ اور بھی بہت سی مختلف روایتوں میں آیا ہے۔

جنت میں دونوں طرف لکھی ہوئی تین سطریں

حضورؐ ارشاد فرماتے ہیں' میں جنت میں داخل ہوا تو میں نے اس کی دونوں جانبوں میں تین سطریں سونے کے پانی سے لکھی ہوئی دیکھیں۔ پہلی سطر میں **لا الہ الا للہ محمد رسول اللہ** لکھا تھا دوسری سطر میں **ماقدمنا وجدنا وما اکلنا ربحنا وما خلفنا خسرنا** تھا (جو ہم نے آگے بھیج دیا یعنی صدقہ وغیرہ کردیا وہ پالیا اور جو دنیا میں کھایا وہ نفع میں رہا اور جو کچھ چھوڑ آئے وہ نقصان رہا اور تیسری سطر میں تھا **امۃ مذنبۃ ورب غفور** (اُمت گناہ گار اور مالک بخشنے والا) ایک بزرگ کہتے ہیں میں ہندوستان کے ایک شہر میں پہنچا تو میں نے وہاں ایک درخت دیکھا جس کے پھل بادام کے مشابہ ہوتے ہیں اس کے دو چھلکے ہوتے ہیں جب انکو توڑا جاتا ہے تو اُنکے اندر سے ایک سبز پتہ لپٹا ہوا نکلتا ہے جب اس کو کھولا جاتا ہے تو سُرخی سے **لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ** لکھا ہوا ملتا ہے میں نے اس قصہ کو ابویعقوبؒ شکاری سے ذکر کیا۔ انہوں نے کہا تعجب کی بات نہیں۔ میں نے ایلہ میں ایک مچھلی شکار کی تھی اس کے ایک کان پر **لا الہ الا اللہ** اور دوسرے پر **محمد رسول اللہ** لکھا ہوا تھا۔

وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ

اسم اعظم والی دو آیات

عن اسماء رضی اللہ عنہا بنت یزیدبن السّکن عن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم انہ قال اسم اللہ الاعظم فی ھاتین الایتین والھکم الہ واحد لا الہ الا ھو الرحمٰن الرحیم والم اللہ لا الہ الا ھو الحی القیوم (اخرجہ احمد و ابو داؤد)

ترجمہ: حضرت اسماء حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم سے نقل کرتی ہیں کہ اللہ کا سب سے بڑا نام (جو اسمِ اعظم کے نام سے عام طور سے مشہور ہے) ان دو آیتوں میں ہے (بشرطیکہ اخلاص سے پڑھی جائیں) وَاِلٰـهُكُمْ اِلٰهٌ وَّاحِدٌ لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ الرَّحْمٰنُ الرَّحِيْمُ (سورہ بقرہ ع ۱۹) اور الٓمّٓ اللّٰهُ لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ الْحَيُّ الْقَيُّوْمُ (سورہ آل عمران ع ۱)

تشریح: اسمِ اعظم کے متعلق روایاتِ حدیث میں کثرت سے وارد ہوا ہے کہ جو دعا بھی اس کے بعد مانگی جاتی ہے وہ قبول ہو جاتی ہے۔

البتہ اسمِ اعظم کی تعیین میں روایات مختلف وارد ہوئی ہیں اور یہ عادت اللہ ہے کہ ہر ایسی مہتم بالشان چیز میں اخفاء کی وجہ سے اختلاف پیدا فرما دیتے ہیں۔ چنانچہ شب قدر کی تعیین میں جمعہ کے دن میں دعا قبول ہونے کے خاص وقت میں اختلاف ہوا۔ اس میں بہت سی مصالح ہیں جن کو میں اپنے رسالہ فضائل رمضان میں لکھ چکا ہوں۔ اسی طرح اسمِ اعظم کی تعیین میں بھی مختلف روایات وارد ہوئی ہیں۔ منجملہ ان کے یہ روایت بھی ہے جو اُوپر ذکر کی گئی۔ اور بھی روایات میں ان آیتوں کے متعلق ارشاد وارد ہوا ہے۔ حضرت انس حضورؐ سے نقل کرتے ہیں کہ متمرد اور شری شیاطین پر ان دو آیتوں سے زیادہ سخت کوئی آیت نہیں وہ دو ۲ آیتیں وَاِلٰـهُكُمْ اِلٰهٌ وَّاحِدٌ سے شروع ہیں۔ ابراہیمؒ بن وسمہ کہتے ہیں کہ مجنونانہ حالتِ نظر کے لئے ان آیات کا پڑھنا مفید ہے۔ جو شخص ان آیات کے پڑھنے کا اہتمام رکھے اس قسم کی چیزوں سے محفوظ رہے وَاِلٰـهُكُمْ اِلٰهٌ وَّاحِدٌ پوری آیت (س بقرہ رکوع ۱۹) اللّٰهُ لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ الْحَيُّ الْقَيُّوْمُ آیۃ الکرسی اور سورہ بقرہ کی آخر آیت اور ان ربکم اللہ الذی خلق سے محسنین تک (س اعراف رکوع ۷) اور سورۂ حشر کی آخری آیتیں (ھو اللہ الذی لا الہ الا ھو سے) ہمیں یہ بات پہنچی کہ سب آیات (جن کو گنوایا) عرش کے کونوں پر لکھی ہوئی ہیں۔ اور ابراہیمؒ یہ بھی کہا کرتے تھے کہ بچوں کو اگر ڈر لگتا ہو یا نظر کا اندیشہ ہو تو یہ آیات اُن کے لئے لکھ دیا کرو۔ علامہ شامیؒ نے حضرت امام اعظمؒ سے نقل کیا ہے کہ اسمِ اعظم لفظ اللہ ہے اور لکھا ہے کہ یہی قول علامہ طحاویؒ اور بہت سے علماء سے نقل کیا گیا ہے اور اکثر عارفین (اکابر صوفیہ) کی یہی تحقیق ہے اسی وجہ سے انکے نزدیک ذکر بھی اسی پاک نام کا کثرت سے ہوتا ہے۔ سیّد الطائفہ حضرت شیخ عبدالقادر جیلانی نور اللہ مرقدہٗ سے بھی نقل کیا گیا ہے فرماتے ہیں کہ اسمِ اعظم اللہ ہے بشرطیکہ جب تو اس پاک نام کو لے تو تیرے دل میں اسکے سوا کچھ نہ ہو۔ فرماتے ہیں کہ عوام کیلئے اس پاک نام کو اس طرح لینا چاہیے کہ جب یہ زبان پر جاری ہو تو عظمت اور خوف کے ساتھ ہو اور خواص کیلئے اس طرح ہو کہ اس پاک نام والے کی ذات وصفات کا بھی استحضار ہو اور اخص الخواص کے لئے یہ ضروری ہے کہ اس پاک ذات کے سوا دل میں کوئی چیز بھی نہ ہو۔ کہتے ہیں کہ قرآن پاک میں بھی یہ مبارک نام اتنی کثرت سے ذکر کیا گیا کہ حد نہیں جس کی مقدار دو ہزار تین سو ساٹھ ۲۳۶۰ بتاتے ہیں شیخ اسمٰعیلؒ فرغانی کہتے ہیں کہ مجھے ایک

عرصہ سے اسمِ اعظم سیکھنے کی تمنا تھی مجاہدے، بہت کرتا تھا۔ کئی کئی دن فاقے کرتا حتیٰ کہ فاقوں کی وجہ سے بیہوش ہو کر گر جاتا۔ ایک روز میں دمشق کی مسجد میں بیٹھا تھا کہ دو آدمی مسجد میں داخل ہوئے اور میرے قریب کھڑے ہو گئے۔ مجھے اُن کو دیکھ کر خیال ہوا کہ یہ فرشتے معلوم ہوتے ہیں ان میں سے ایک نے دوسرے سے پوچھا کیا تو اسمِ اعظم سیکھنا چاہتا ہے۔ اُس نے کہا ہاں بتا دیجئے۔ میں یہ گفتگو سن کر غور کرنے لگا۔ اُس نے کہا کہ وہ لفظ تو اللہ ہے۔ بشرطیکہ صدق لجا سے ہو۔ شیخ اسمعیلؒ کہتے ہیں کہ صدقِ لجا کا مطلب یہ ہے کہ کہنے والے کی حالت اسوقت ایسی ہو کہ جیسا کوئی شخص دریا میں غرق ہو رہا ہو اور کوئی بھی اُس کا بچانے والا نہ ہو تو ایسے وقت جس خلوص سے نام لیا جائیگا وہ حالت مراد ہے۔ اسمِ اعظم معلوم ہونے کیلئے بڑی اہلیت اور بڑے ضبط وتحمل کی ضرورت ہے۔ ایک بزرگ کا قصہ لکھا ہے کہ ان کو اسمِ اعظم آتا تھا۔ ایک فقیر اُن کی خدمت میں حاضر ہوئے اور اُن سے تمنا واستدعا کی کہ مجھے بھی سکھا دیجئے۔ اُن بزرگ نے فرمایا کہ تم میں اہلیت نہیں ہے۔ فقیر نے کہا کہ مجھ میں اسکی اہلیت ہے تو بزرگ نے فرمایا کہ اچھا فلاں جگہ بیٹھ جاؤ اور جو واقعہ وہاں پیش آوے اس کی مجھے خبر دو۔ فقیر اس جگہ گئے دیکھا کہ ایک بوڑھا شخص گدھے پر لکڑیاں لادے ہوئے آرہا ہے۔ سامنے سے ایک سپاہی آیا جس نے اس بوڑھے کو مار پیٹ کی اور لکڑیاں چھین لیں۔ فقیر کو اس سپاہی پر بہت غصہ آیا۔ واپس آکر بزرگ سے سارا قصہ سُنایا اور کہا کہ مجھے اگر اسمِ اعظم آجاتا تو اُس سپاہی کے لئے بددعا کرتا۔ بزرگ نے کہا کہ اس لکڑی والے ہی سے میں نے اسمِ اعظم سیکھا تھا۔

کلمہ طیبہ کی برکات

اس پاک کلمہ میں حق تعالیٰ شانہٗ نے کیا کیا برکات رکھی ہیں اس کا معمولی سا اندازہ اتنی ہی بات سے ہو جاتا ہے کہ سو ۱۰۰ برس کا بوڑھا جس کی تمام عمر کفر وشرک میں گذری ہو ایک مرتبہ اس پاک کلمہ کو ایمان کے ساتھ پڑھنے سے مسلمان ہو جاتا ہے اور عمر بھر کے سارے گناہ زائل ہو جاتے ہیں اور ایمان لانے کے بعد اگر گناہ بھی کئے ہوں تب بھی اس کلمہ کی برکت سے کسی نہ کسی وقت جہنم سے ضرور نکلے گا۔ حضرت حذیفہؓ جو حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے راز دار ہیں فرماتے ہیں کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے۔ (ایک زمانہ ایسا آنے والا ہے) کہ اسلام دھندلا رہ جائیگا جیسے کپڑے کے نقش ونگار (پُرانے ہو جانے سے) دُھندلے ہو جاتے ہیں کہ نہ کوئی روزہ کو جانے گا نہ حج کو نہ زکوٰۃ کو، آخر ایک رات ایسی ہوگی کہ قرآنِ پاک بھی اُٹھا لیا جائیگا کوئی آیت اُس کی باقی نہ رہے گی۔ بوڑھے مرد اور بوڑھی عورتیں یہ کہیں گی کہ ہم نے اپنے بڑوں کو کلمہ **لا الہ الا اللہ** پڑھتے سُنا تھا ہم بھی اُسی کو پڑھیں گے۔ حضرت حذیفہؓ کے ایک شاگرد نے عرض کیا کہ جب زکوٰۃ حج روزہ کوئی رکن نہ ہوگا تو یہ کلمہ ہی کیا کام دے گا۔ حضرت حذیفہؓ نے سکوت فرمایا۔ انہوں نے پھر یہی عرض کیا۔ تیسری مرتبہ میں حضرت حذیفہؓ نے فرمایا کہ (کسی نہ کسی وقت) جہنم سے نکالے گا، جہنم سے نکالیگا جہنم سے نکالے گا، یعنی ارکانِ اسلام کے ادا نہ کرنے کا عذاب بھگتنے کے بعد کسی نہ کسی وقت اس کلمہ کی برکت سے نجات پائیگا۔

دعا کیجئے: اے اللہ! ہمیں اپنے ذکر کی توفیق عطا فرمائیے۔ اے اللہ! ہمیں اپنے حقیقی ذکر یعنی ہمہ وقت آپ کے احکامات کو پیش نظر رکھتے ہوئے زندگی بسر کرنے کی توفیق عطا فرمائیے۔ اے اللہ! ہمیں اپنی محبت نصیب فرمائیے اور مسنون اذکار و وظائف کو صبح وشام پڑھنے کی توفیق عطا فرمائیے۔ وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ

حضرت نوح علیہ السلام کی اپنے بیٹوں کو نصیحت

عن عبد اللّٰہ بن عمرو رضی اللہ عنہ قال اتی النبی صلی اللہ علیہ وسلم اعرابی علیہ جبة من طیالسة مکفوفة بالدیباج فقال ان صاحبکم ھذا یریدیرفع کل راع وابن راع ویضع کل فارس وابن فارس (اخرجه الحاکم)

ترجمہ: حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں ایک شخص گاؤں کا رہنے والا آیا جو ریشمی جبہ پہن رہا تھا اور اس کے کناروں پر دیبا کی گوٹ تھی (صحابہؓ سے خطاب کر کے) کہنے لگا کہ تمہارے ساتھی (محمد صلی اللہ علیہ وسلم) یہ چاہتے ہیں کہ ہر چرواہے (بکری چرانے والا) اور چرواہے زادے کو بڑھا دیں اور شہسوار اور شہسواروں کی اولاد کو گرادیں حضورؐ ناراضگی سے اُٹھے اور اس کے کپڑوں کو گریبان سے پکڑ کر ذرا کھینچا اور ارشاد فرمایا کہ (تو ہی بتا) تو بیوقوفوں کے سے کپڑے نہیں پن رہا ہے پھر اپنی جگہ واپس آ کر تشریف فرما ہوئے اور ارشاد فرمایا کہ حضرت نوح علیٰ نبیّنا وعلیہ الصلوٰۃ والسّلام کا جب انتقال ہونے لگا تو اپنے دونوں صاحبزادوں کو بلایا اور ارشاد فرمایا کہ میں تمہیں (آخری) وصیت کرتا ہوں جس میں دو چیزوں سے روکتا ہوں اور ٢ دو چیزوں کا حکم کرتا ہوں۔ جن سے روکتا ہوں ایک شرک ہے دوسرا تکبّر اور جن چیزوں کا حکم کرتا ہوں ایک لا الہ الا اللہ ہے کہ تمام آسمان و زمین اور جو کچھ ان میں ہے اگر سب ایک پلڑے میں رکھدیا جائے اور دوسرے میں (اخلاص سے کہا ہوا) لا الہ الا اللہ رکھدیا جائے تو وہی پلڑا جھک جائے گا اور اگر تمام آسمان و زمین اور جو کچھ ان میں ہے ایک حلقہ بنا کر اس پاک کلمہ کو اس پر رکھ دیا جائے تو وزن سے ٹوٹ جائے اور دوسری چیز جس کا حکم کرتا ہوں وہ سبحان اللہ وبحمدہ ہے کہ یہ دو لفظ ہر مخلوق کی نماز ہیں اور انہیں کی برکت سے ہر چیز کو رزق عطا فرمایا جاتا ہے۔

ظاہر سے باطن پر استدلال

تشریح: حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کا کپڑوں کے متعلق ارشاد فرمانے کا مطلب یہ ہے کہ ظاہر سے باطن پر استدلال کیا جاتا ہے، جس شخص کا ظاہر حال خراب ہے اُس کے باطن کا حال بھی بظاہر ویسا ہی ہے اسلئے ظاہر کو بہتر رکھنے کی سعی کی جاتی ہے کہ باطن اس کے تابع ہوتا ہے۔ اسی لئے صوفیہ کرام ظاہری طہارت وغیرہ کا اہتمام کراتے ہیں تاکہ باطن کی طہارت حاصل ہو جائے۔ جو لوگ یہ کہہ دیتے ہیں اجی باطن اچھا ہونا چاہیے ظاہر چاہے کیسا ہی ہو صحیح نہیں، باطن کا اچھا ہونا مستقل مقصود ہے اور ظاہر کا بہتر ہونا مستقل۔

نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی دعاؤں میں سے' اللھم اجعل سریرتی خیرامن علانیتی واجعل علانیتی صالحة (اے اللہ میرے باطن کو میرے ظاہر سے زیادہ بہتر بنا اور میرے ظاہر کو صالح اور نیک بنادے) حضرت عمرؓ فرماتے ہیں کہ مجھے حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ دُعا تعلیم فرمائی ہے۔

مرتے وقت کلمہ پڑھنے والے کیلئے جنت اور زندہ کیلئے گناہوں کا خاتمہ:

حضرت ابوبکر صدیقؓ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں رنجیدہ سے ہو کر حاضر ہوئے۔ حضورؐ نے دریافت فرمایا کہ میں

تمہیں رنجیدہ دیکھ رہا ہوں کیا بات ہے۔ انہوں نے عرض کیا کہ گزشتہ شب میرے چچا زاد بھائی کا انتقال ہو گیا میں نزع کی حالت میں ان کے پاس بیٹھا تھا (اس منظر سے طبیعت پر اثر ہے) حضورؐ نے فرمایا تم نے اس کو لا الہ الا اللہ کی تلقین بھی کی تھی؟ عرض کیا کی تھی۔ ارشاد فرمایا کہ اس نے یہ کلمہ پڑھ لیا تھا عرض کیا کہ پڑھ لیا تھا۔ ارشاد فرمایا کہ جنت اس کے لئے واجب ہو گئی۔ حضرت ابوبکرؓ نے عرض کیا یا رسول اللہؐ زندہ لوگ اس کلمہ کو پڑھیں تو کیا ہو۔ حضورؐ نے دو مرتبہ یہ ارشاد فرمایا کہ کلمہ ان کے گناہوں کو بہت ہی منہدم کر دینے والا ہے (یعنی بالکل ہی مٹا دینے والا ہے)

میت اور قبر کے قریب کلمہ پڑھنا:

مقابر میں اور میت کے قریب کلمہ طیبہ پڑھنے کے متعلق بھی کثرت سے احادیث میں ارشاد ہوا ہے۔ ایک حدیث میں ہے کہ جنازہ کے ساتھ کثرت سے لاالہ الا اللہ پڑھا کرو۔ ایک حدیث میں آیا ہے کہ میری امت کا شعار (نشان) جب وہ پل صراط پر چلیں گے تو لا الہ الا انت ہوگا۔ دوسری حدیث میں ہے کہ جب وہ اپنی قبروں سے اٹھیں گے تو ان کا نشان لا الہ الا اللہ وَعَلَى اللّٰهِ فَلْيَتَوَكَّلِ الْمُؤْمِنُوْنَ ہوگا۔ تیسری حدیث میں ہے کہ قیامت کے اندھیروں میں ان کا نشان لَآ اِلٰهَ اِلَّآ اَنْتَ ہوگا۔

کثرت سے کلمہ پڑھنے کی برکتوں کا ظہور:

لاالہ الا اللہ کو کثرت سے پڑھنے کی برکتیں مرنے سے پہلے بھی بسا اوقات نزع کے وقت سے محسوس ہو جاتی ہیں اور بعض اللہ کے بندوں کو اس سے بھی پہلے ظاہر ہو جاتی ہیں۔ ابوالعباسؒ کہتے ہیں کہ میں اپنے شہر اشبیلہ میں بیمار پڑا ہوا تھا میں نے دیکھا کہ بہت سے پرند بڑے بڑے اور مختلف رنگ کے سفید، سرخ، سبز ہیں جو ایک ہی دفعہ سب کے سب پر سمیٹ لیتے ہیں اور ایک ہی مرتبہ کھول دیتے ہیں اور بہت سے آدمی ہیں جن کے ہاتھ میں بڑے بڑے طباق ڈھکے ہوئے ہیں جن کے اندر کچھ رکھا ہوا ہے۔ میں اس سب کو دیکھ کر یہ سمجھا کہ یہ موت کے تحفے ہیں۔ میں جلدی جلدی کلمہ طیبہ پڑھنے لگا۔ ان میں سے ایک شخص نے مجھ سے کہا کہ تمہارا وقت ابھی نہیں آیا۔ یہ ایک اور مومن کیلئے تحفہ ہے جسکا وقت آ گیا ہے۔ حضرت عمر بن عبدالعزیزؒ کا جب انتقال ہونے لگا تو فرمایا مجھے بٹھا دو، لوگوں نے بٹھا دیا۔ پھر فرمایا۔ (یا اللہ) تو نے مجھے بہت سے کاموں کا حکم فرمایا مجھ سے اس میں کوتاہی ہوئی، تو نے مجھے بہت سی باتوں سے منع فرمایا مجھ سے اس میں نافرمانی ہوئی۔ تین مرتبہ یہی کہتے رہے اس کے بعد فرمایا لیکن لاالہ الا اللہ یہ فرما کر ایک جانب غور سے دیکھنے لگے۔ کسی نے پوچھا کیا دیکھتے ہو فرمایا کچھ سبز چیزیں ہیں نہ وہ آدمی ہیں نہ جن۔ اس کے بعد انتقال فرمایا۔ زبیدہؒ کو کسی نے خواب میں دیکھا۔ اس سے پوچھا کیا گزری۔ اس نے کہا ان چار کلموں کی بدولت میری مغفرت ہو گئی۔ لاالہ الا اللہ افنی بها عمری، لاالہ الا اللہ ادخل بها قبری، لا اله الا لله اخلوبها وحدی لا اله الا الله القى بها ربى. (لا الہ الا اللہ کے ساتھ اپنی عمر کو ختم کرونگی اور لاالہ الا اللہ ہی کو قبر میں لے کر جاؤں گی اور لا الہ الا اللہ ہی کے ساتھ تنہائی کا وقت گزاروں گی اور لاالہ الا اللہ ہی کو لے کر اپنے رب کے پاس جاؤں گی۔

دعا کیجئے: اے اللہ! ہمیں بخش دیجئے اور ہمارے گھروں میں وسعت اور رزق میں برکت عطا فرما دیجئے۔

اے اللہ! ہم آپ سے دین و دنیا اور اہل و عیال میں معافی اور اچھے انجام کا سوال کرتے ہیں۔

وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ

گناہ کے کفارہ کے لئے نیکی کرنا

عن ابی ذر رضی اللہ عنہ قال قلت یا رسول اللہ اوصنی قال اذا عملت سیئة فاتبعها حسنة تمحها قلت یارسول اللہ امن الحسنات لاالہ الا اللہ قال ھی افضل الحسنات (رواہ احمد)

ترجمہ: حضرت ابوذر غفاریؓ نے عرض کیا یارسول اللہ مجھے کوئی وصیت فرما دیجئے ارشاد ہوا کہ جب کوئی برائی سرزد ہوجائے تو کفارہ کے طور پر فوراً کوئی نیک کام کرلیا کرو (تاکہ برائی کی نحوست ڈھل جائے) میں نے عرض کیا یارسول اللہ لاالہ الا اللہ پڑھنا بھی نیکیوں میں داخل ہے حضورؐ نے فرمایا کہ یہ تو ساری نیکیوں میں افضل ہے۔

تشریح: برائی اگر گناہ صغیرہ ہے تو نیکی سے اس کا محو ہو جانا اور مٹ جانا ظاہر ہے اور اگر کبیرہ ہے تو قواعد کے موافق توبہ سے محو ہوسکتی ہے یا محض اللہ کے فضل سے جیسا بھی گزر چکا ہے بہر صورت محو ہونے کا مطلب یہ ہے کہ پھر وہ گناہ نہ اعمالنامہ میں رہتا ہے نہ کہیں اس کا ذکر ہوتا ہے۔ چنانچہ ایک حدیث میں وارد ہے کہ جب بندہ توبہ کرتا ہے تو حق تعالیٰ شانہ وہ گناہ کراماً کاتبین کو بھلا دیتے ہیں اور اس گناہ گار کے ہاتھ پاؤں کو بھی بھلا دیتے ہیں اور زمین کے اس حصہ کو بھی جس پر وہ گناہ کیا گیا ہے حتیٰ کہ کوئی بھی اس گناہ کی گواہی دینے والا نہیں رہتا۔ گواہی کا مطلب یہ ہے کہ قیامت میں آدمی کے ہاتھ پاؤں اور بدن کے دوسرے حصے نیک یا بد اعمال جو بھی کئے ہوں ان کی گواہیاں دیں گے حدیث بالا کی تائید ان روایات سے بھی ہوتی ہے جن میں ارشاد فرمایا گیا ہے کہ گناہ سے توبہ کرنیوالا ایسا ہے جیسا کہ گناہ کیا ہی نہیں۔ یہ مضمون کئی حدیثوں میں وارد ہوا ہے۔ توبہ اسکو کہتے ہیں کہ جو گناہ ہو چکا اس پر انتہائی ندامت اور شرم ہو اور آئندہ کیلئے پکا ارادہ ہو کہ پھر کبھی اس گناہ کو نہیں کرونگا۔ ایک دوسری حدیث میں حضور کا ارشاد وارد ہوا ہے کہ اللہ کی عبادت کر اور کسی کو اس کا شریک نہ بنا اور ایسے اخلاص سے عمل کیا کر جیسا کہ وہ پاک ذات تیرے سامنے ہو اور اپنے آپ کو مردوں میں شمار کر اور اللہ کی یاد ہر پتھر اور ہر درخت کے قریب کر (تاکہ بہت سے گواہ قیامت کے دن ملیں) اور جب کوئی برائی ہو جائے تو اس کے کفارہ میں کوئی نیکی کیا کر۔ اگر برائی مخفی کی ہے تو نیکی بھی مخفی ہو اور اگر برائی کو علی الاعلان کیا ہے تو اسکے کفارہ میں نیکی بھی علی الاعلان ہو۔

چالیس ہزار نیکیاں:

حضور کا ارشاد ہے کہ جو شخص **لاالہ الا اللہ واحدا احد صمدالم یتخذ صاحبة ولا ولدا ولم یکن له کفوا احد** کو دس مرتبہ پڑھے گا چالیس ہزار نیکیاں اس کے لئے لکھی جائیں گی۔

فائدہ: کلمہ طیبہ کی خاص خاص مقدار پر بھی حدیث کی کتابوں میں بڑی فضیلتیں ذکر فرمائی گئی ہیں۔ ایک حدیث میں آیا ہے جب تم فرض نماز پڑھا کرو تو ہر فرض کے بعد دس مرتبہ **لاالہ الا اللہ وحدہ لاشریک له له الملک وله الحمد وھو علی کل شئ قدیر**. پڑھا کرو اس کا ثواب ایسا ہے کہ جیسے ایک غلام آزاد کیا۔

بیس لاکھ نیکیاں:

دوسری حدیث میں ارشاد ہے کہ جو شخص **لا الہ الا اللہ وحدہ لاشریک له احدا صمدا لم یلد ولم یولد ولم یکن له**

کفوا احد. پڑھے اس کے لئے بیس لاکھ نیکیاں لکھی جائیں گی۔

انعام واحسان کی بارش

کس قدر اللہ جل شانہ کی طرف سے انعام واحسان کی بارش ہے کہ ایک معمولی سی چیز کے پڑھنے پر جس میں نہ مشقت نہ وقت خرچ ہو پھر بھی ہزار ہزار لاکھ لاکھ نیکیاں عطا ہوتی ہیں لیکن ہم لوگ اس قدر غفلت اور دنیاوی اغراض کے پیچھے پڑے ہوئے ہیں کہ ان الطاف کی بارشوں سے کچھ بھی وصول نہیں کرتے۔ اللہ جل شانہ کے یہاں ہر نیکی کے لئے کم از کم دس گنا ثواب تو متعین ہی ہے۔ بشرطیکہ اخلاص سے ہو۔ اس کے بعد اخلاص ہی کے اعتبار سے ثواب بڑھتا رہتا ہے۔ حضورؐ کا ارشاد ہے کہ اسلام لانے سے جتنے گناہ حالت کفر میں کئے ہیں وہ معاف ہو جاتے ہیں اس کے بعد پھر حساب ہے، ہر نیکی دس گنا سے لے کر سات سو تک اور جہاں تک اللہ چاہیں لکھی جاتی ہے۔ اور برائی ایک ہی لکھی جاتی ہے اور اگر اللہ جل شانہ اس کو معاف فرمادیں تو وہ بھی نہیں لکھی جاتی۔ دوسری حدیث میں ہے کہ جب بندہ نیکی کا ارادہ کرتا ہے تو صرف ارادہ سے ایک نیکی لکھی جاتی ہے اور جب عمل کرتا ہے تو دس نیکیاں سات سو تک اور اس کے بعد جہاں تک اللہ تعالیٰ شانہ چاہیں لکھی جاتی ہیں۔ اس قسم کی اور بھی احادیث بکثرت ہیں جن سے معلوم ہوتا ہے کہ اللہ جل شانہ کے یہاں دینے میں کمی نہیں کوئی لینے والا ہو یہی چیز اللہ والوں کی نگاہ میں ہوتی ہے جس کی وجہ سے دنیا کی بڑی سے بڑی دولت بھی ان کو نہیں لبھا سکتی۔ اللھم اجعلنی منھم

اعمال کی اور آدمیوں کی اقسام:

حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ اعمال چھ طریقے کے ہیں اور آدمی چار طریقے کے۔ دو عمل تو واجب کرنیوالے ہیں اور دو برابر سرابر اور ایک دس گنا اور ایک سات سو گنا۔ دو عمل جو واجب کرنیوالے ہیں۔ ایک یہ کہ جو شخص اس حال میں مرے کہ شرک نہ کرتا ہو وہ ضرور جنت میں داخل ہوگا۔ دوسرے جو شخص شرک کی حالت میں مرے ضرور جہنم جائے گا اور جو عمل برابر سرابر ہے۔ وہ نیکی کا ارادہ ہے کہ دل اس کے لئے پختہ ہو گیا مگر اس عمل کی نوبت نہ آئی ہو اور دس گنا اجر ہے اگر عمل بھی کرلے اور اللہ کے راستہ میں جہاد وغیرہ میں) خرچ کرنا سات سو درجہ کا اجر رکھتا ہے اور گناہ اگر کرے تو ایک کا بدلہ ایک ہی ہے اور چار قسم کے آدمی یہ ہیں کہ بعض لوگ ایسے ہیں کہ جن پر دنیا میں وسعت ہے آخرت میں تنگی ہے، بعض ایسے ہیں جن پر دنیا میں تنگی ہے آخرت میں وسعت، بعض ایسے ہیں کہ جن پر دونوں جگہ تنگی ہے، (کہ دنیا میں فقر آخرت میں عذاب ہے) بعض ایسے ہیں کہ دونوں جہان میں وسعت ہے۔

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے ایک آدمی کا سوال

ایک شخص حضرت ابو ہریرہؓ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور عرض کیا میں نے سنا ہے آپ یہ نقل کرتے ہیں کہ اللہ جل شانہ بعض نیکیوں کا بدلہ دس لاکھ گنا عطا فرماتے ہیں۔ حضرت ابو ہریرہؓ نے فرمایا۔ اس میں تعجب کی کیا بات ہے میں نے خدا کی قسم ایسا ہی سنا ہے۔ دوسری حدیث میں ہے کہ میں نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا ہے کہ بعض نیکیوں کا ثواب بیس لاکھ تک ملتا ہے اور جب حق تعالیٰ شانہ يُضٰعِفْهَا وَيُؤْتِ مِنْ لَّدُنْهُ اَجْرًا عَظِيْمًا ارشاد فرمائیں (اس کے ثواب کو بڑھاتے ہیں اور اپنے پاس سے بہت سا اجر دیتے ہیں) جس چیز کو اللہ تعالیٰ اجر عظیم فرمائیں اسکی مقدار کا اندازہ کون کر سکتا ہے۔ امام غزالیؒ فرماتے ہیں کہ ثواب کی اتنی بڑی مقداریں جب ہی ہو سکتی ہیں جب ان الفاظ کے معانی کا تصور اور لحاظ کر کے پڑھے کہ یہ اللہ تعالیٰ شانہ کی اہم صفات ہیں۔

وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ

جنت کے آٹھوں دروازوں کا کھلنا

عن عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم قال ما منکم من احد یتوضاء فیبلغ اوفیسبغ الوضوء ثم یقول اشھد ان لا الہ لا اللہ وحدہ لاشریک لہ واشھد ان محمدا عبدہ ورسولہ الا نتحت لہ ابواب الجنۃ الثمانیۃ یدخل من ایھا شاء (رواہ مسلم)

ترجمہ: حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ جو شخص وضو کرے اور اچھی طرح کرے (یعنی سنتوں اور آداب کی پوری رعایت کرے) پھر یہ دعا پڑھے۔ اشھد ان لاالہ الا اللہ وحدہ لاشریک لہ واشھد ان محمدا عبدہ ورسولہ اس کیلئے جنت کے آٹھوں دروازے کھل جاتے ہیں جس دروازے سے دل چاہے داخل ہو۔

تشریح: جنت میں داخل ہونے کے لئے ایک دروازہ بھی کافی ہے پھر آٹھوں کا کھل جانا یہ غایت اعزاز واکرام کے طور پر ہے۔ ایک حدیث میں وارد ہوا کہ جو شخص اس حال میں مرے کہ اللہ کے ساتھ شرک نہ کرتا ہو اور ناحق کسی کا خون نہ کیا ہو وہ جنت کے جس دروازے سے چاہے داخل ہو۔

قیامت کے دن چودھویں کے چاند جیسا چہرہ:

حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ جو شخص سو مرتبہ لا الہ الا اللہ پڑھا کرے حق تعالیٰ شانہٗ قیامت کے دن اس کو ایسا روشن چہرہ والا اٹھائیں گے جیسے چودھویں رات کا چاند ہوتا ہے اور جس دن یہ تسبیح پڑھے اس دن اس سے افضل عمل والا وہی شخص ہوسکتا ہے جو اس سے زیادہ پڑھے۔

متعدد آیات وروایات سے یہ مضمون ثابت ہوتا ہے کہ لاالہ الا اللہ دل کے لئے بھی نور ہے اور چہرے کے لئے بھی نور ہے اور یہ تو مشاہدہ بھی ہے کہ جن اکابر کا اس کلمہ کی کثرت معمول ہے ان کا چہرہ دنیا ہی میں نورانی ہوتا ہے۔

ہر قسم کے گناہ سے حفاظت:

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ بچہ کو شروع میں جب وہ بولنا سیکھنے لگے لاالہ الا اللہ یاد کراؤ اور جب مرنے کا وقت آئے جب بھی لاالہ الا اللہ تلقین کرو جس شخص کا اول کلمہ لاالہ الا اللہ ہو اور آخری کلمہ لاالہ الا اللہ ہو وہ ہزار برس بھی زندہ رہے تو (ان شاء اللہ) کسی گناہ کا اس سے مطالبہ نہیں ہوگا (یا اس وجہ سے کہ گناہ صادر نہ ہوگا یا اگر صادر ہوا تو توبہ وغیرہ سے معاف ہوجائے گا یا اس وجہ سے کہ اللہ جل جلالہ اپنے فضل سے معاف فرمائیں گے)

مرنے والے کو تلقین:

تلقین اس کو کہتے ہیں کہ مرتے وقت آدمی کے پاس بیٹھ کر کلمہ پڑھا جائے تاکہ اس کو سن کر وہ بھی پڑھنے لگے اس پر اس وقت جبر یا تقاضا نہیں کرنا چاہیے کہ وہ شدت تکلیف میں ہوتا ہے اخیر وقت میں کلمہ تلقین کرنے کا حکم اور بھی بہت سی احادیث صحیحہ میں وارد ہوا ہے۔ متعدد حدیثوں میں یہ بھی ارشاد نبوی صلی اللہ علیہ وسلم وارد ہوئی ہے کہ جس شخص کو مرتے وقت الا الہ الا اللہ نصیب ہو جائے اسکے گناہ ایسے گر جاتے ہیں جیسے سیلاب کی وجہ سے تعمیر۔ بعض احادیث میں یہ بھی آیا ہے کہ جس شخص کو مرتے وقت یہ مبارک کلمہ نصیب ہوجاتا ہے تو پچھلی خطائیں معاف ہوجاتی ہیں۔ ایک حدیث میں آیا ہے کہ منافق کو اس کلمہ کی توفیق نہیں ہوتی۔ ایک حدیث میں آیا ہے کہ اپنے مردوں کو لاالہ الا اللہ کا توشہ دیا کرو۔ ایک حدیث میں آیا ہے کہ جو شخص کسی بچہ کی پرورش کرے یہاں

تک کہ وہ لا الہ الا اللہ کہنے لگے اس سے حساب معاف ہے۔
ایک حدیث میں آیا ہے کہ جو شخص نماز کی پابندی کرتا ہے مرنے کے وقت ایک فرشتہ اس کے پاس آتا ہے جو شیطان کو دور کر دیتا ہے اور مرنے والے کو لاالہ الا اللہ محمد رسول اللہ تلقین کرتا ہے۔
ایک بات کثرت سے تجربہ میں آئی ہے کہ اکثر و بیشتر تلقین کا فائدہ جب ہی ہوتا ہے کہ زندگی میں بھی اس کلمہ پاک کی کثرت رکھتا ہو۔ ایک شخص کا قصہ لکھا ہے کہ بھس فروخت کیا کرتا تھا۔ جب اس کے مرنے کا وقت آیا تو لوگ اس کو کلمہ طیبہ کی تلقین کرتے تھے اور وہ کہتا تھا کہ یہ گٹھا اتنے کا ہے اور یہ اتنے کا ہے اس طرح اور بھی متعدد واقعات ہیں اور مشاہدہ میں بھی آتے ہیں۔

بعض دفعہ کسی گناہ کی وجہ سے مرتے وقت کلمہ نصیب نہیں ہوتا:

بسا اوقات کسی گناہ کا کرنا بھی اس کا سبب بن جاتا ہے کہ مرتے وقت کلمہ طیبہ نصیب نہیں ہوتا۔ علماء نے لکھا ہے کہ افیون کھانے میں ستر نقصان ہیں جن میں سے ایک یہ ہے کہ مرتے وقت کلمہ یاد نہیں آتا۔ اس کے بالمقابل مسواک میں ستر فائدے ہیں جن میں سے ایک یہ ہے کہ مرتے وقت کلمہ طیبہ یاد آتا ہے۔ ایک شخص کا قصہ لکھا ہے کہ مرتے وقت اس کو کلمہ شہادت تلقین کیا گیا وہ کہنے لگا کہ اللہ سے دعا کرو میری زبان سے نکلتا نہیں۔ لوگوں نے پوچھا کیا بات ہے اس نے کہا میں تولنے میں بے احتیاطی کرتا تھا۔ ایک دوسرے شخص کا قصہ ہے کہ جب اس کو تلقین کی گئی تو کہنے لگا کہ مجھ سے کہا نہیں جاتا۔ لوگوں نے پوچھا کیا بات ہے اس نے کہا کہ ایک عورت مجھ سے تولیہ خریدنے آئی تھی مجھے اچھی لگی میں اس کو دیکھتا رہا اور بھی بہت سے واقعات اس نوع کے ہیں جن میں سے بعض تذکرہ قرطبیہ میں بھی لکھے ہیں۔ بندہ کا کام ہے کہ گناہوں سے توبہ کرتا رہے اور اللہ تعالیٰ شانہ سے توفیق کی دعا کرتا رہے۔

کلمہ طیبہ سے کوئی عمل بڑھ نہیں سکتا:

حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ لا الہ الا اللہ سے نہ کوئی عمل بڑھ سکتا ہے اور نہ یہ کلمہ کسی گناہ کو چھوڑ سکتا ہے۔
کسی عمل کا اس سے نہ بڑھ سکنا تو ظاہر ہے کہ کوئی بھی عمل ایسا نہیں ہے جو بغیر کلمہ طیبہ پڑھے کار آمد ہو سکتا ہے' نماز' روزہ' حج' زکوۃ غرض ہر عمل ایمان کا محتاج ہے۔ اگر ایمان ہے تو وہ اعمال بھی مقبول ہو سکتے ہیں۔ ورنہ نہیں اور کلمہ طیبہ جو خود ایمان لانا ہی ہے وہ کسی عمل کا بھی محتاج نہیں۔ اسی وجہ سے اگر کوئی شخص فقط ایمان رکھتا ہو اور ایمان کے علاوہ وہ کوئی عمل صالح نہ ہو تو بھی وہ کسی نہ کسی وقت ان شاء اللہ جنت میں ضرور جائے گا اور جو شخص ایمان نہ رکھتا ہو خواہ وہ کتنے ہی پسندیدہ اعمال کرے نجات کے لئے کافی نہیں۔
دوسرا جزو کسی گناہ کو نہ چھوڑنا ہے اگر اس اعتبار سے دیکھا جائے کہ جو شخص آخری وقت میں مسلمان ہوا اور کلمہ طیبہ پڑھنے کے بعد فوراً ہی مر جائے تو ظاہر ہے کہ اس ایمان لانے سے پہلے کفر کی حالت میں جتنے گناہ کئے تھے وہ سب بالا جماع جاتے رہے اور اگر پہلے سے پڑھنا مراد ہو تو حدیث شریف کا مطلب یہ ہے کہ یہ کلمہ دلوں کی صفائی اور صیقل ہونے کا ذریعہ ہے۔ جب اس پاک کلمہ کی کثرت ہوگی تو دل کی صفائی کی وجہ سے توبہ کئے بغیر چین ہی نہ پڑے گا اور آخر کار گناہوں کی معافی کا ذریعہ بن جائے گا۔ ایک حدیث میں آیا ہے کہ جس شخص کو سونے کے وقت اور جاگنے کے وقت لاالہ الا اللہ کا اہتمام ہو اسکو دنیا بھی اور آخرت پر مستعد کر یگی اور مصیبت سے اس کی حفاظت کرے۔

وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ

ایمان کا سب سے اعلیٰ اور ادنیٰ درجہ

عن ابی هریرة رضی الله عنه قال قال رسول الله صلی الله علیه وسلم الایمان بضع و سبعون شعبة فافضلها قول لا اله الا الله و ادناها اماطة الاذی عن الطریق الحیاء شعبة من الایمان (رواه ابن ماجه)

ترجمہ: حضورؐ کا ارشاد ہے کہ ایمان کی ستر سے زیادہ شاخیں ہیں (بعض روایات میں سنتر آئی ہیں) ان میں سے افضل لا الہ الا اللہ کا پڑھنا ہے اور سب سے کم درجہ راستہ سے کسی تکلیف دہ چیز (اینٹ، لکڑی، کانٹے وغیرہ) کا ہٹا دینا ہے اور حیا بھی (ایک خصوصی) شعبہ ہے ایمان کا۔

حیاء کی خصوصیت:

تشریح: حیا کو خصوصی اہتمام کی وجہ سے ذکر فرمایا کہ یہ بہت سے گناہوں زنا، چوری، فحش گوئی، ننگا ہونا، گالی گلوچ وغیرہ سے بچنے کا سبب ہے۔ اس طرح رسوائی کے خیال سے بہت سے نیک کام کرنے ضروری ہو جاتے ہیں۔ بلکہ دنیا اور آخرت کی شرم سارے ہی نیک کاموں پر ابھارتی ہے۔ نماز، زکوٰۃ، حج وغیرہ تو ظاہر ہیں اسی طرح سے اور بھی تمام احکام بجالانے کا سبب ہے۔ اسی وجہ سے مثل مشہور ہے "تو بیحیا باش و ہر چہ خواہی کن" تو بے غیرت ہو جا پھر جو چاہے کر۔ اس معنی میں صحیح حدیث بھی وارد ہے۔ **اذالم تستحی فاصنع ماشئت** جب تو حیادار نہ رہے تو پھر جو چاہے کر کہ ساری فکر غیرت اور شرم ہی کی ہے اگر حیا ہے تو یہ خیال بھی ضروری ہے کہ نماز نہ پڑھوں گا تو آخرت میں کیا منہ دکھلاؤں گا اور شرم نہیں ہے تو پھر یہ خیال ہوتا ہے کہ کوئی کہہ کر کیا کرے گا۔

حدیث شریف کا مصداق

اس حدیث شریف میں ایمان کی ستر سے زیادہ شاخیں ارشاد فرمائی ہیں۔ اس بارے میں روایات مختلف وارد ہوئی ہیں اور متعدد روایات میں سنتر کا عدد آیا ہے اسی لئے ترجمہ میں اس طرف اشارہ بھی کر دیا تھا۔ اس سنتر کی تفصیل میں علماء نے بہت سی مستقل تصانیف فرمائی ہیں۔ امام ابو حاتم بن حبان فرماتے ہیں کہ میں اس حدیث کا مطلب ایک مدت تک سوچتا رہا۔ جب عبادتوں کو گنتا تو وہ سنتر سے بہت زیادہ ہو جاتیں۔ احادیث کو تلاش کرتا اور حدیث شریف میں جن چیزوں کو خاص طور سے ایمان کی شاخوں کے ذیل میں ذکر کیا ہے ان کو شمار کرتا تو وہ اس عدد سے کم ہو جاتیں میں قرآن پاک کی طرف متوجہ ہوا اور قرآن شریف میں جن چیزوں کو ایمان کے ذیل میں ذکر کیا ہے۔ ان کو شمار کیا تو وہ بھی اس عدد سے کم تھیں تو میں نے قرآن اور حدیث شریف دونوں کو جمع کیا اور دونوں میں جن چیزوں کو ایمان کا جزو قرار دیا ان کو شمار کر کے جو چیزیں دونوں میں مشترک تھا۔ ان کو ایک ایک عدد شمار کر کے میزان دیکھی تو دونوں کا مجموعہ مکررات کو نکال کر اس عدد کے موافق ہو گیا تو میں سمجھا کہ حدیث شریف کا مفہوم یہی ہے۔ قاضی عیاضؒ فرماتے ہیں کہ ایک جماعت نے ان شاخوں کی تفصیل بیان کرنے کا اہتمام کیا ہے اور اجتہاد سے ان تفصیلات کے مراد ہونے کا حکم لگایا ہے۔ حالانکہ اس مقدار کی خصوصی تفصیل نہ معلوم ہونے سے ایمان میں کوئی نقص پیدا نہیں ہوتا

جبکہ ایمان کے اصول و فروغ سارے بالتفصیل معلوم و محقق ہیں۔ خطابیؒ فرماتے ہیں کہ اس تعداد کی تفصیل اللہ کے اور اسکے رسولؐ کے علم میں ہے اور شریعت مطہرہ میں موجود ہے تو اس تعداد کے ساتھ تفصیل کا علم نہ ہونا کچھ مضر نہیں۔

ایمان کی شاخوں کی تفصیل

امام نوویؒ فرماتے ہیں کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ان شاخوں میں سب سے اعلیٰ توحید یعنی کلمہ طیبہ لا الہ الا اللہ کو قرار دیا ہے جس سے معلوم ہو گیا کہ ایمان میں سب سے اوپر اس کا درجہ ہے اس سے اوپر اور کوئی چیز ایمان کی شاخ نہیں ہے جس سے یہ بات معلوم ہوگئی کہ اصل توحید ہے جو ہر مکلف پر ضروری ہے اور سب سے نیچے دفع کرنا ہے اس چیز کا جو کسی مسلمان کو نقصان پہنچانے کا احتمال رکھتی ہو۔ باقی سب شاخیں ان کے درمیان ہیں جن کی تفصیل معلوم ہونا ضروری نہیں۔ اجمالاً ان پر ایمان لانا کافی ہے جیسا کہ سب فرشتوں پر ایمان لانا ضروری ہے لیکن ان کی تفصیل اور ان کے نام ہم نہیں جانتے لیکن ایک جماعت محدثین نے ان سب شاخوں کی تفصیل میں مختلف تصانیف فرمائی ہیں۔ جس کا حاصل یہ ہے کہ دراصل ایمان کامل تین چیزوں کے مجموعہ کا نام ہے اول تصدیق قلبی یعنی دل سے جملہ امور کا یقین کرنا دوسرے زبان کا اقرار و عمل۔ تیسرے بدن کے اعمال یعنی ایمان کی جملہ شاخیں تین حصوں پر منقسم ہیں۔ اول وہ جن کا تعلق نیت و اعتقاد اور عمل قلبی سے ہے۔ دوسرے وہ جن کا تعلق زبان سے ہے۔ تیسرے وہ جن کا تعلق باقی حصہ بدن سے ہے۔ ایمان کی جملہ چیزیں ان تین میں داخل ہیں۔

پہلی قسم: جو تمام عقائد کو شامل ہے اس کا خلاصہ تیس چیزیں ہیں۔

(۱) اللہ پر ایمان لانا جس میں اس کی ذات اس کی صفات پر ایمان لانا داخل ہے اور اس کا یقین بھی کہ وہ پاک ذات ایک ہے اور اس کا کوئی شریک نہیں اور نہ اس کا کوئی مثل ہے۔

(۲) اللہ کے ماسوا سب چیزیں بعد کی پیداوار ہیں۔ ہمیشہ سے وہی ایک ذات ہے۔

(۳) فرشتوں پر ایمان لانا۔

(۴) اللہ کی اتاری ہوئی کتابوں پر ایمان لانا۔

(۵) اللہ کے رسولوں پر ایمان لانا۔

(۶) تقدیر پر ایمان لانا کہ بھلی ہو یا بری سب اللہ کی طرف سے ہے۔

(۷) قیامت کے حق ہونے پر ایمان لانا جس میں قبر کا سوال جواب، قبر کا عذاب، مرنے کے بعد دوبارہ زندہ ہونا، حساب ہونا، اعمال کا تلنا اور پل صراط پر گزرنا سب ہی داخل ہے۔

(۸) جنت کا یقین ہونا اور یہ کہ مومن ان شاء اللہ ہمیشہ اس میں رہیں گے۔

(۹) جہنم کا یقین ہونا اور یہ کہ اس میں سخت سے سخت عذاب ہیں اور وہ بھی ہمیشہ ہمیشہ رہے گی۔

(۱۰) اللہ تعالیٰ شانہ سے محبت رکھنا۔

(۱۱) اللہ کے واسطے دوسروں سے محبت رکھنا اور اللہ ہی کے واسطے بغض رکھنا (یعنی اللہ والوں سے محبت رکھنا اور اس کی نافرمانی کرنیوالوں سے بغض رکھنا) اور اسی میں داخل ہے۔ صحابہ کرامؓ بالخصوص مہاجرین اور انصار کی محبت اور آلِ رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی محبت۔

(۱۲) حضور اقدس صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے محبت رکھنا جس میں آپ کی تعظیم بھی آ گئی اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم پر درود

شریف پڑھنا بھی اور آپ کی سنتوں کا اتباع کرنا بھی داخل ہے۔
(۱۳) اخلاص جس میں ریا نہ کرنا اور نفاق سے بچنا بھی داخل ہے۔
(۱۴) توبہ یعنی دل سے گناہوں پر ندامت اور آئندہ نہ کرنے کا عہد
(۱۵) اللہ کا خوف۔
(۱٦) اللہ کی رحمت کا امیدوار ہونا
(۱۷) اللہ کی رحمت سے مایوس نہ ہونا
(۱۸) شکر گزاری (۱۹) وفا (۲۰) صبر
(۲۱) تواضع جس میں بڑوں کی تعظیم بھی داخل ہے۔
(۲۲) شفقت ورحمت جس میں بچوں پر شفقت کرنا بھی داخل ہے
(۲۳) مقدر پر راضی ہونا (۲۴) توکل
(۲۵) خود بینی اور خود ستائی کا چھوڑنا جس میں اصلاحِ نفس بھی داخل ہے
(۲٦) کینہ اور خلش نہ رکھنا جس میں حسد بھی داخل ہے
(۲۷) عینی میں یہ نمبر رہ گیا ہے میرے خیال میں اس جگہ حیا کرنا ہے جو کاتب کی غلطی سے رہ گیا ہے۔
(۲۸) غصہ نہ کرنا
(۲۹) فریب نہ دینا جسمیں بدگمانی نہ کرنا اور کسی کے ساتھ مکر نہ کرنا بھی داخل ہے
(۳۰) دنیا کی محبت دل سے نکال دینا جس میں مال کی ور جاہ کی محبت بھی داخل ہے۔ علامہ عینیؒ فرماتے ہیں کہ امور بالا میں دل کے تمام اعمال داخل ہیں۔ اگر کوئی چیز بظاہر خارج معلوم ہو تو وہ غور سے ان نمبروں میں سے کسی نہ کسی نمبر میں داخل ہوگی۔

دعا کیجئے

اے اللہ! ہمیں اپنے ذکر کی توفیق عطا فرمائیے۔

اے اللہ! ہمیں اپنے حقیقی ذکر یعنی ہمہ وقت آپ کے احکامات کو پیش نظر رکھتے ہوئے زندگی بسر کرنے کی توفیق عطا فرمائیے۔

اے اللہ! ہمیں اپنی محبت نصیب فرمائیے اور مسنون اذکار و وظائف کو صبح وشام پڑھنے کی توفیق عطا فرمائیے۔

اے اللہ! ہمیں ایسا بنا دیجئے کہ ہم سب سے زیادہ آپ کا ذکر کرنے والے سب سے زیادہ آپ کو فرمانبرداری کرنے والے اور سب سے زیادہ آپ سے محبت کرنے والے بن جائیں۔

اے اللہ! ہمیں ایسا بنا دیجئے کہ ہم اپنے سارے دل کیساتھ آپ سے محبت کریں اور آپ کو راضی کرنے میں اپنی ساری کوششیں صرف کر دیں۔

اے اللہ! ہم آپ سے دین و دنیا اور اہل وعیال میں معافی اور اچھے انجام کا سوال کرتے ہیں۔

اے اللہ! ہمیں بخش دیجئے اور ہمارے گھروں میں وسعت اور رزق میں برکت عطا فرما دیجئے۔

وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ

ایمان کا سب سے اعلیٰ اور ادنیٰ درجہ

عن ابی ھریرة رضی اللہ عنہ قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم الایمان بضع و سبعون شعبة فافضلھا قول لا الہ الا اللہ و ادناھا اماطة الاذی عن الطریق الحیاء شعبة من الایمان (رواہ ابن ماجہ)

ترجمہ : حضورؐ کا ارشاد ہے کہ ایمان کی ستر سے زیادہ شاخیں ہیں (بعض روایات میں ستتر آئی ہیں) ان میں سے افضل لا الہ الا اللہ کا پڑھنا ہے اور سب سے کم درجہ راستہ سے کسی تکلیف دہ چیز (اینٹ، لکڑی، کانٹے وغیرہ) کا ہٹا دینا ہے اور حیا بھی (ایک خصوصی) شعبہ ہے ایمان کا۔

دوسری قسم: زبان کا عمل تھا اس کے سات شعبے ہیں

(۱) کلمہ طیبہ کا پڑھنا

(۲) قرآن پاک کی تلاوت کرنا

(۳) علم سیکھنا (۴) علم دوسروں کو سکھانا

(۵) دعا کرنا (۶) اللہ کا ذکر جس میں استغفار بھی داخل ہے

(۷) لغو باتوں سے بچنا۔

تیسری قسم: باقی بدن کے اعمال ہیں یہ کل چالیس ہیں جو تین حصوں پر منقسم ہیں۔

پہلا حصہ: اپنی ذاتوں سے تعلق رکھتا ہے یہ سولہ شاخیں ہیں۔

(۱) پاکی حاصل کرنا جس میں بدن کی پاکی، کپڑے کی پاکی، مکان کی پاکی سب ہی داخل ہیں اور بدن کی پاکی میں وضو بھی داخل ہے اور حیض و نفاس اور جنابت کا غسل بھی

(۲) نماز کی پابندی کرنا اس کو قائم کرنا جس میں فرض نفل ادا قضا سب داخل ہے

(۳) صدقہ جس میں زکوٰۃ صدقہ فطر وغیرہ بھی داخل ہے اور بخشش کرنا، لوگوں کو کھانا کھلانا، مہمان کا اکرام کرنا اور غلاموں کا آزاد کرنا بھی داخل ہے

(۴) روزہ فرض ہو یا نفل

(۵) حج کرنا فرض ہو یا نفل اور اسی میں عمرہ بھی داخل ہے اور طواف بھی

(۶) اعتکاف کرنا جسمیں لیلۃ القدر کو تلاش کرنا بھی داخل ہے

(۷) دین کی حفاظت کے لئے گھر چھوڑنا جسمیں ہجرت بھی داخل ہے

(۸) نذر کا پورا کرنا (۹) قسموں کی نگہداشت رکھنا

(۱۰) کفاروں کا ادا کرنا

(۱۱) ستر کا نماز میں اور نماز کے علاوہ ڈھانکنا

(۱۲) قربانی کرنا اور قربانی کے جانوروں کی خبر گیری کرنا اور ان کا اہتمام کرنا

(۱۳) جنازہ کا اہتمام کرنا اسکے جملہ امور کا انتظام کرنا

(۱۴) قرض کا ادا کرنا (۱۵) معاملات کا درست کرنا سود سے بچنا

(۱۶) سچی بات کی گواہی دینا حق کو نہ چھپانا۔

دوسرا حصہ: کسی دوسرے کے ساتھ کے برتاؤ کا ہے اس کی چھ شاخیں ہیں

(۱) نکاح کے ذریعہ سے حرام کاری سے بچنا

(۲) اہل و عیال کے حقوق کی رعایت کرنا اور انکا ادا کرنا، اسمیں نوکروں اور خادموں کے حقوق بھی داخل ہیں

(۳) والدین کیساتھ سلوک کرنا' نرمی برتنا' فرمانبرداری کرنا
(۴) اولاد کی اچھی تربیت کرنا (۵) صلہ رحمی کرنا
(٦) بڑوں کی فرمانبرداری اور اطاعت کرنا۔

تیسرا حصہ: حقوق عامہ کا ہے جو اٹھارہ شعبوں پر منقسم ہے۔
(۱) عدل کے ساتھ حکومت کرنا
(۲) حقانی جماعت کا ساتھ دینا
(۳) حکام کی اطاعت کرنا (بشرطیکہ خلاف شرع حکم نہ ہو)
(۴) آپس کے معاملات کی اصلاح کرنا جسمیں مفسدوں کو سزا دینا' باغیوں سے جہاد کرنا بھی داخل ہے
(۵) نیک کاموں میں دوسروں کی مدد کرنا
(٦) نیک کاموں کا حکم کرنا اور بری باتوں سے روکنا جسمیں وعظ و تبلیغ بھی داخل ہے
(۷) حدود کا قائم کرنا
(۸) جہاد کرنا جسمیں مورچوں کی حفاظت بھی داخل ہے
(۹) امانت کا ادا کرنا جسمیں خمس جو غنیمت کے مالوں میں ہوتا ہے وہ بھی داخل ہے
(۱۰) قرض کا دینا اور ادا کرنا
(۱۱) پڑوسیوں کا حق ادا کرنا' انکا اکرام کرنا
(۱۲) معاملہ اچھا کرنا جس میں جائز طریقہ سے مال کا جمع کرنا بھی داخل ہے
(۱۳) مال کا اپنے محل (موقع) پر خرچ کرنا اسراف اور بخل سے بچنا بھی اسمیں داخل ہے
(۱۴) سلام کرنا اور سلام کا جواب دینا
(۱۵) چھینکنے والے کو یرحمک اللہ کہنا
(۱٦) دنیا کو اپنے نقصان سے اپنی تکلیف سے بچانا
(۱۷) لہو ولعب سے بچنا
(۱۸) راستہ سے تکلیف دہ چیز کا دور کرنا۔

مختلف روایات میں تطبیق:

یہ ستتر شاخیں ہوئیں ان میں بعض کو ایک دوسرے میں منضم بھی کیا جا سکتا ہے۔ جیسا کہ اچھے معاملہ میں مال کا جمع کرنا اور خرچ کرنا دونوں داخل ہو سکتے ہیں۔ اس طرح سے غور سے اور بھی اعداد کو کم کیا جا سکتا ہے اور اس لحاظ سے ستر والی روایت یا سرسٹھ والی روایت کے تحت میں بھی یہ تفصیل آ سکتی ہے۔ اس تفصیل میں بندہ نے علامہ عینیؒ کے کلام کو جو بخاری شریف کی شرح میں ہے اصل قرار دیا ہے کہ انہوں نے نمبروار ان چیزوں کو ذکر فرمایا ہے اور حافظ ابن حجر کی فتح الباری اور علامہ قاریؒ کی مرقات سے توضیح و اضافہ کیا ہے۔ علماء نے لکھا ہے کہ ایمان کے سارے شعبے مجملاً یہ ہیں جو مذکور ہوئے۔ آدمی کو چاہیے کہ ان میں غور و فکر کرے جو اوصاف اسمیں ان میں سے پائے جاتے ہوں ان پر اللہ جل شانہ کا شکر ادا کرے کہ اسی کی توفیق و لطف سے ہر بھلائی حاصل ہو سکتی ہے اور جن اوصاف میں کمی ہو انکے حاصل کرنے کی سعی کرے اور اللہ تعالیٰ سے ان کے حصول کی توفیق مانگتا رہے۔ وَمَا تَوْفِيْقِيْٓ اِلَّا بِاللّٰهِ.

ان احادیث کے بیان میں جن میں ان کلمات کی فضیلت اور ترغیب ذکر فرمائی گئی ہے۔

دعا کیجئے: اے اللہ! ہمیں ایسا بنا دیجئے کہ ہم اپنے سارے دل کیساتھ آپ سے محبت کریں اور آپ کو راضی کرنے میں اپنی ساری کوششیں صرف کر دیں۔ اے اللہ! ہم آپ سے دین و دنیا اور اہل و عیال میں معافی اور اچھے انجام کا سوال کرتے ہیں۔ اے اللہ! ہمیں بخش دیجئے اور ہمارے گھروں میں وسعت اور رزق میں برکت عطا فرما دیجئے۔ وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ

6

دو محبوب کلمے

عن ابی ہریرۃؓ قال قال النبی صلی اللہ علیہ وسلم کلمتان خفیفتان علی اللسان ثقیلتان فی المیزان حبیبتان الی الرحمن سبحان اللہ وبحمدہ سبحان اللہ العظیم

ترجمہ: حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ دو کلمے ایسے ہیں کہ زبان پر بہت ہلکے اور ترازو میں بہت وزنی اور اللہ کے نزدیک بہت محبوب ہیں وہ سبحان اللہ وبحمدہ اور سبحان اللہ العظیم ہیں۔

زبان پر ہلکے اور ترازو میں وزنی

تشریح: زبان پر ہلکے کا مطلب یہ ہے کہ پڑھنے میں نہ وقت خرچ ہو کہ بہت مختصر ہیں نہ یاد کرنے میں کوئی دقت یا دیر لگے اور اس کے باوجود جب اعمال کے تولنے کا وقت آئیگا تو ترازو میں ان کلموں کی کثرت کیوجہ سے بہت زیادہ وزن ہو جائیگا اور اگر کوئی بھی فائدہ نہ ہوتا تو بھی اس سے بڑھ کر کیا چیز تھی کہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک یہ دو کلمے سب سے زیادہ محبوب ہیں۔امام بخاریؒ نے اپنی کتاب صحیح بخاری کو ان ہی دو کلموں پر ختم فرمایا اور یہی حدیث کتاب کے ختم پر ذکر فرمائی ہے۔ایک حدیث میں ارشاد نبویؐ ہے کہ کوئی شخص تم میں سے اس بات کو نہ چھوڑے کہ ہزار نیکیاں روزانہ کر لیا کرے۔ **سبحان اللہ و بحمدہ** سو مرتبہ پڑھ لیا کرے ہزار نیکیاں ہو جائینگی۔ اتنے گناہ تو ان شاء اللہ روزانہ کے ہوں گے بھی نہیں۔اور اس تسبیح کے علاوہ جتنے نیک کام کئے ہوں گے ان کا ثواب علیحدہ نفع میں رہا۔ایک حدیث میں آیا ہے کہ جو شخص صبح و شام ایک ایک تسبیح **سبحان اللہ وبحمدہ** کی پڑھے اس کے گناہ معاف ہو جائیں گے۔خواہ سمندر کے جھاگوں سے بھی زیادہ ہوں۔ایک حدیث میں آیا ہے کہ **سبحان اللہ الحمدللہ لا الہ الا اللہ اللہ اکبر** سے گناہ ایسے جھڑتے ہیں جیسے (سردی میں) درخت سے پتے جھڑتے ہیں۔

سب سے پسندیدہ کلام

حضرت ابوذر غفاریؓ فرماتے ہیں کہ ایک مرتبہ حضورؐ نے ارشاد فرمایا کہ میں تجھے بتاؤں اللہ کے نزدیک سب سے زیادہ پسندیدہ کلام کیا ہے میں نے عرض کیا ضرور بتاویں ارشاد فرمایا **سبحان اللہ وبحمدہ** دوسری حدیث میں ہے **سبحان ربی وبحمدہ**

ایک حدیث میں یہ بھی ہے کہ اللہ نے جس چیز کو اپنے فرشتوں کیلئے اختیار فرمایا وہی افضل ترین ہے اور وہ سبحان اللہ وبحمدہ ہے۔

فرشتوں کا مشغلہ

پہلی فصل میں کئی آیتوں میں یہ مضمون گزر چکا ہے کہ ملائکہ جو عرش کے قریب ہیں اور ان کے علاوہ سب اللہ جل شانہ کی تسبیح وتحمید میں مشغول رہتے ہیں ان کا مشغلہ یہی ہے کہ وہ اللہ کی پاکی بیان کرنے میں اور حمد کرنے میں مشغول رہیں۔اسی وجہ سے جب آدم علیہ السلام کو پیدا فرمانے کا وقت ہوا تو انہوں نے یہی بارگاہ الٰہی میں ذکر کیا کہ **نحن نسبح بحمدک و نقدس لک** جیسا کہ اس سے پہلی فصل کی پہلی آیت میں گزر چکا ہے۔ایک حدیث میں وارد ہے کہ آسمان (عظمت الٰہی کے بوجھ سے) بولتا ہے۔(چر چراتا ہے جیسا کہ چارپائی وغیرہ وزن سے بولنے لگتی ہے) اور آسمان کیلئے حق ہے کہ وہ بولے (کہ ہیبت کا بوجھ سخت ہوتا ہے) قسم ہے اس پاک ذات کی جس کے قبضہ میں محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کی جان ہے کہ آسمان میں ایک بالشت جگہ بھی ایسی نہیں جہاں کوئی فرشتہ سجدہ کی حالت میں اللہ کی تسبیح وتحمید میں مشغول نہ ہو۔

وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ

جنت واجب کرنے والے کلمات

عن اسحق بن عبدالله بن ابی طلحة عن ابیه عن جده قال قال رسول الله صلی الله علیه وسلم من قال لا اله لا الله دخل الجنة او وجبت له الجنة و من قال سبحان الله وبحمده مائة مرة کتب الله له مائة الف حسنة و اربعًا و عشرین الف حسنة (رواه الحاکم)

ترجمہ: حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ جوشخص لا الہ الا اللہ کہے اس کے لئے جنت واجب ہو جائیگی اور جو شخص سبحان اللہ وبحمدہ سومرتبہ پڑھے گا اس کے لئے ایک لاکھ چوبیس ہزار نیکیاں لکھی جائینگی صحابہؓ نے عرض کیا یارسول اللہ ایسی حالت میں تو کوئی بھی (قیامت میں) ہلاک نہیں ہوسکتا (کہ نیکیاں غالب ہی رہیں گی) حضورؐ نے فرمایا (بعض لوگ پھر بھی ہلاک ہوں گے اور کیوں نہ ہوں) بعض آدمی اتنی نیکیاں لے کر آئینگے کہ اگر پہاڑ پر رکھدی جائیں تو وہ دب جائے لیکن اللہ کی نعمتوں کے مقابلہ میں وہ کالعدم ہو جائیں گی۔ البتہ اللہ جل شانہ پھر اپنی رحمت اور فضل سے دستگیری فرمائیں گے۔

قیامت میں نعمتوں کے بارے میں بھی سوال ہوگا

تشریح: اللہ کی نعمتوں کے مقابلہ میں دب جانے اور کالعدم ہو جانے کا مطلب یہ ہے کہ قیامت میں جہاں نیکیاں اور برائیاں تولی جائیں گی وہاں اس چیز کا بھی مطالبہ اور محاسبہ ہوگا کہ اللہ جل جلالہ نے جو نعمتیں عطا فرمائی تھیں ان کا کیا حق ادا کیا۔ اور کیا شکر ادا کیا۔ بندہ کے پاس ہر چیز اللہ ہی کی عطا کی ہوئی ہے۔ ہر ایک چیز کا ایک حق ہے اس حق کی ادائیگی کا مطالبہ ہونا ہے۔ چنانچہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ **یصبح علی کل سلامی من احدکم صدقة الحدیث (فی المشکوة بروایة المسلم قلت ورواه ابوداوٗد ابن ماجة)** جس کا مطلب یہ ہے کہ ہر صبح کو ہر آدمی کے ہر جوڑا ور ہر ہڈی پر ایک صدقہ واجب ہوتا ہے۔ دوسری حدیث میں ہے کہ آدمی میں تین سوساٹھ جوڑ ہیں اسکے ذمہ ضروری ہے کہ ہر جوڑ کی طرف سے ایک صدقہ کرے یعنی اس بات کے شکر میں کہ حق تعالیٰ شانہ نے سونے کے بعد جو مرنے کے مشابہ حالت تھی پھر از سر نو زندگی بخشی اور ہر عضو صحیح سالم رہا۔ صحابہؓ نے عرض کیا اتنے صدقے روزانہ کرنیکی طاقت کون رکھتا ہے۔ حضورؐ نے فرمایا ہر تسبیح صدقہ ہے ہر تکبیر صدقہ ہے۔ لا اله الا الله ایک مرتبہ کہنا صدقہ۔ الله اکبر کہنا صدقہ ہے۔ راستہ میں کسی تکلیف دینے والی چیز کا ہٹا دینا صدقہ ہے۔ غرض بہت سے صدقات شمار کرائے۔ اس قسم کی اور بھی احادیث ہیں جن سے آدمی کی اپنی ذات میں جو اللہ کی نعمتیں ہیں ان کا بیان ہے۔ اس کے علاوہ کھانے پینے راحت و آرام کے متعلق جتنی اللہ کی نعمتیں ہر وقت میسر ہوتی ہیں۔ وہ مزید برآں

کون کون سی نعمتوں کا سوال ہوگا

قرآن پاک میں سورہ الھکم التکاثر میں بھی اس کا ذکر ہے کہ قیامت میں اللہ کی نعمتوں سے بھی سوال ہوگا۔ حضرت ابن عباسؓ فرماتے ہیں کہ بدن کی صحت' کانوں کی صحت' آنکھوں کی صحت سے سوال ہوگا کہ اللہ نے یہ نعمتیں اپنے لطف سے عطا فرمائیں انکو اللہ کے کس کام میں خرچ کیا (یا چوپاؤں کی طرح صرف پیٹ پالنے میں خرچ کیا) چنانچہ دوسری جگہ بنی اسرائیل میں ارشاد ہے اِنَّ السَّمْعَ وَالْبَصَرَ وَالْفُؤَادَ كُلُّ أُولٰٓئِكَ كَانَ عَنْهُ مَسْئُولًا (کان' آنکھ دل ہر شخص سے ان سب کی قیامت کے دن پوچھ ہوگی کہ ان چیزوں

کا استعمال کہاں کیا) حضورؐ کا ارشاد ہے کہ جن نعمتوں سے سوال ہوگا ان میں بیفکری جو اللہ کی بڑی دولت ہے اور صحت بدن بھی ہے۔ مجاہد کہتے ہیں کہ دنیا کی ہر لذت نعمتوں میں داخل ہے جن سے سوال ہوگا۔ حضرت علیؓ فرماتے ہیں کہ اس میں عافیت بھی داخل ہے ایک شخص نے حضرت علیؓ سے پوچھا کہ ثُمَّ لَتُسْئَلُنَّ يَوْمَئِذٍ عَنِ النَّعِيمِ (پھر اس دن نعمتوں سے بھی سوال کئے جاؤ گے) کا مطلب کیا ہے۔ آپ نے ارشاد فرمایا کہ گیہوں کی روٹی اور ٹھنڈا پانی مراد ہے کہ اس سے بھی سوال ہوگا اور رہنے کے لئے مکان سے بھی۔ ایک حدیث میں آیا ہے کہ جب یہ آیت نازل ہوئی تو بعض صحابہؓ نے عرض کیا کہ یا رسول اللہ کن نعمتوں کا سوال ہوگا۔ آدھی بھوک روٹی ملتی ہے اور وہ بھی جو کی (پیٹ بھرائی روٹی بھی میسر نہیں) وحی نازل ہوئی۔ کیا پاؤں میں جوتا نہیں پہنتے' کیا ٹھنڈا پانی نہیں پیتے یہ بھی تو اللہ کی نعمتیں ہیں۔ ایک حدیث میں آیا ہے کہ بعض صحابہؓ نے اس آیت شریفہ کے نازل ہونے پر عرض کیا یا رسول اللہ کن نعمتوں سے سوال ہوگا۔ کھجور اور پانی صرف یہ دو چیزیں کھانے پینے کو ملتی ہیں اور ہماری تلواریں (جہاد کے لئے) ہر وقت کندھوں پر رہتی ہیں اور دشمن (کافر کوئی نہ کوئی) مقابل (جس کی وجہ سے وہ دو چیزیں بھی اطمینان اور بیکفری سے نصیب نہیں ہوتیں) حضورؐ نے فرمایا کہ عنقریب نعمتیں میسر ہونیوالی ہیں۔ ایک حدیث میں حضورؐ کا ارشاد ہے کہ قیامت میں جن نعمتوں سے سوال ہوگا ان میں سب سے اول یہ ہوگا کہ ہم نے تیرے بدن کو تندرستی عطا فرمائی (یعنی اس تندرستی کا کیا حق ادا کیا اور اسمیں اللہ کی رضا کی کیا خدمت ادا کی) اور ہم نے ٹھنڈے پانی سے تجھ کو سیراب کیا (درحقیقت اللہ کی بڑی نعمت ہے جہاں ٹھنڈا پانی میسر نہیں ہوتا ان سے کوئی اسکی قدر پوچھے یہ اللہ کی اتنی بڑی نعمت ہے کہ حد نہیں مگر ہم لوگوں کو اس کے نعمتِ عظیمہ ہونے کی طرف التفات بھی نہیں ہوتا چہ جائیکہ اس کا شکر اور اس کی ادائیگی حق) ایک حدیث میں وارد ہے کہ جن نعمتوں سے سوال ہوگا یہ ہیں وہ روٹی کا ٹکڑا جس سے پیٹ بھرا جاتا ہے۔ وہ پانی جس سے پیاس بجھائی جاتی ہے۔ وہ کپڑا جس سے بدن ڈھانکا جاتا ہے۔

دعا کیجئے: اے اللہ! ہمیں اپنے حقیقی ذکر یعنی ہمہ وقت آپ کے احکامات کو پیش نظر رکھتے ہوئے زندگی بسر کرنے کی توفیق عطا فرمایئے۔ اے اللہ! ہمیں اپنی محبت نصیب فرمایئے اور مسنون اذکار و وظائف کو صبح و شام پڑھنے کی توفیق عطا فرمایئے۔ وَاٰخِرُ دَعْوَانَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ

نعمتوں میں اضافہ اور کمی کے اصول وضوابط: اللہ رب العزت ارشاد فرماتے ہیں لَئِنْ شَكَرْتُمْ لَاَزِيْدَنَّكُمْ اگر تم شکر ادا کرو گے تو ہم اپنی نعمتوں کو تم پر اور زیادہ کر دیں گے۔ تو ہم جتنا اللہ رب العزت کا شکر ادا کریں گے اتنا ہی رب کریم کی نعمتیں اور زیادہ ہوں گی۔ اور آگے فرمایا وَلَئِنْ كَفَرْتُمْ اِنَّ عَذَابِيْ لَشَدِيْدٌ اور اگر تم کفران نعمت کرو گے تو یاد رکھو کہ پھر میری پکڑ بھی بڑی سخت ہے۔

لسانی اور جسمانی شکر: اب شکر ادا کرنے کے دو طریقے ہیں ایک تو انسان اپنی زبان سے الحمد للہ کہے' سبحان اللہ کہے' یہ بھی اللہ رب العزت کا شکر ادا کر رہا ہے اور ایک اپنے جسم سے پروردگار کے حکموں کی پابندی کرے' گویا یہ بھی اللہ رب العزت کا شکر ادا کر رہا ہے۔ لسانی شکر بھی ادا کرے اور اپنے جسم سے بھی اللہ تعالیٰ کی اطاعت کرے تو یہ گویا اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کرنے والا بندہ ہے۔ اگر اس میں کمی کوتاہی ہوگئی تو پھر اللہ تعالیٰ بعض اوقات اپنی نعمتوں کو واپس لے لیتے ہیں اس پر غور کرنے کی ضرورت ہے۔

حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اور حضرات شیخین رضی اللہ عنہما کا واقعہ

عن اسحق بن عبداللہ بن ابی طلحۃ عن ابیہ عن جدہ قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم من قال لا الہ لا اللہ دخل الجنۃ او وجبت لہ الجنۃ و من قال سبحان اللہ وبحمدہ مائۃ مرۃ کتب اللہ لہ مائۃ الف حسنۃ و اربعًا و عشرین الف حسنۃ (رواہ الحاکم)

ترجمہ: حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ جو شخص لا الہ الا اللہ کہے اس کے لئے جنت واجب ہو جائیگی اور جو شخص سبحان اللہ وبحمدہ سو مرتبہ پڑھے گا اس کے لئے ایک لاکھ چوبیس ہزار نیکیاں لکھی جائینگی صحابہؓ نے عرض کیا یا رسول اللہ ایسی حالت میں تو کوئی بھی (قیامت میں) ہلاک نہیں ہوسکتا (کہ نیکیاں غالب ہی رہیں گی) حضورؐ نے فرمایا (بعض لوگ پھر بھی ہلاک ہوں گے اور کیوں نہ ہوں) بعض آدمی اتنی نیکیاں لے کر آئینگے کہ اگر پہاڑ پر رکھ دی جائیں تو وہ دب جائے لیکن اللہ کی نعمتوں کے مقابلہ میں وہ کالعدم ہو جائیں گی۔ البتہ اللہ جل شانہ پھر اپنی رحمت اور فضل سے دستگیری فرمائیں گے۔

تشریح: ایک مرتبہ دوپہر کے وقت سخت دھوپ میں حضرت ابوبکرؓ پریشان ہو کر گھر سے چلے مسجد میں پہنچے ہی تھے کہ حضرت عمرؓ بھی اسی حالت میں تشریف لے آئے۔ حضرت ابوبکر صدیقؓ کو بیٹھا ہوا دیکھ کر دریافت کیا کہ تم اس وقت یہاں کہاں۔ فرمایا کہ بھوک کی بے تابی نے پریشان کیا۔ حضرت عمرؓ نے عرض کیا واللہ اسی چیز نے مجھے بھی مجبور کیا کہ کہیں جاؤں۔ یہ دونوں حضرات یہ گفتگو کر ہی رہے تھے کہ سردار دوعالم نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لے آئے۔ ان کو دیکھ کر دریافت فرمایا کہ تم اس وقت کہاں؟ عرض کیا یا رسول اللہ بھوک نے پریشان کیا جس سے مضطرب ہو کر نکل پڑے۔ حضورؐ نے ارشاد فرمایا اسی مجبوری سے میں بھی آیا ہوں۔ تینوں حضرات اکٹھے ہو کر حضرت ابو ایوب انصاریؓ کے مکان پر پہنچے۔ وہ تشریف نہیں رکھتے تھے۔ بیوی نے بڑی مسرت و افتخار سے ان حضرات کو بٹھایا۔ حضورؐ نے دریافت فرمایا ابو ایوبؓ کہاں گئے ہیں۔ عرض کیا ابھی حاضر ہوتے ہیں کسی ضرورت سے گئے ہوئے ہیں۔ اتنے میں ابو ایوبؓ بھی حاضر خدمت ہو گئے اور فرط خوشی میں کھجور کا ایک بڑا سا خوشہ توڑ لائے۔ حضورؐ نے ارشاد فرمایا کہ سارا خوشہ کیوں توڑا اس میں کچی اور آدھ کچری بھی ٹوٹ گئیں چھانٹ کر پکی ہوئی توڑ لیتے۔ انہوں نے عرض کیا۔ اس خیال سے توڑا کہ ہر قسم کی سامنے ہوں جو پسند ہو وہ نوش فرماویں (کہ بعض مرتبہ پکی ہوئی سے آدھ کچری زیادہ پسند ہوتی ہیں) خوشہ سامنے رکھ کر جلدی سے گئے اور ایک بکری کا بچہ ذبح کیا اور جلدی جلدی کچھ تو ویسے ہی بھون لیا کچھ سالن تیار کر لیا۔ حضورؐ نے ایک روٹی میں تھوڑا سا گوشت رکھ کر ابو ایوبؓ کو دیا کہ یہ فاطمہؓ کو پہنچا دو۔ اس کو بھی کئی دن سے کچھ نہیں مل سکا۔ وہ فوراً پہنچا کر آئے۔ ان حضرات نے بھی سیر ہو کر نوش فرمایا۔ اس کے بعد حضورؐ نے ارشاد فرمایا کہ دیکھو یہ اللہ کی نعمتیں ہیں۔ روٹی ہے گوشت ہے ہر قسم کی کچی اور پکی کھجوریں ہیں۔ یہ فرما کر نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی پاک آنکھوں سے آنسو بہنے لگے اور ارشاد فرمایا۔ اس پاک ذات کی قسم جس کے قبضہ میں میری جان ہے یہی وہ نعمتیں ہیں جن سے قیامت میں سوال ہوگا) جن حالات کے تحت میں اس وقت یہ چیزیں میسر ہوئی تھیں ان کے لحاظ سے) صحابہؓ کو بڑی گرانی اور فکر پیدا ہو گیا (کہ ایسی مجبوری اور اضطرار کی حالت میں یہ چیزیں میسر آئیں اور ان پر

بھی سوال و حساب ہوگا) حضورؐ نے ارشاد فرمایا کہ اللہ کا شکر ادا کرنا تو ضروری ہے ہی۔ جب اس قسم کی چیزوں پر ہاتھ ڈالو تو اول **بسم اللہ** پڑھو اور جب کھا چکو تو کہو **الحمدللہ الذی ھو اشبعنا و انعم علینا و افضل** (تمام تعریف اللہ ہی کے لئے ہے جس نے ہم کو پیٹ بھر کر کھلایا اور ہم پر انعام فرمایا اور بہت زیادہ عطا فرمایا) اس دعا کا پڑھنا شکر ادا کرنے میں کافی ہے۔ اس قسم کے واقعات کئی مرتبہ پیش آئے جو متعدد احادیث میں مختلف عنوانات سے سے ذکر کئے گئے ہیں۔ چنانچہ ایک مرتبہ الوالہیثمؓ مالک بن تیہان کے مکان پر تشریف لے جانے کی نوبت آئی۔ اسی قسم کا ایک واقعہ ایک اور صاحب کے ساتھ پیش آیا جن کو واقفی کہا جاتا تھا۔

ایک کوڑھی کا واقعہ:

حضرت عمرؓ کا گزر ایک شخص پر ہوا جو کوڑھی بھی تھا اور اندھا، بہرا اور گونگا بھی تھا۔ آپ نے ساتھیوں سے دریافت فرمایا کہ تم لوگ اللہ کی کچھ نعمتیں اس شخص پر بھی دیکھتے ہو؟ لوگوں نے عرض کیا کہ اس کے پاس کونسی نعمت ہے۔ آپ نے ارشاد فرمایا کہ کیا پیشاب سہولت سے نہیں کر سکتا جتنا ہو سکے شکر ادا کرو۔ حضرت عبداللہ بن مسعودؓ فرماتے ہیں کہ قیامت میں تین دربار ہیں۔ ایک دربار میں نیکیوں کا حساب ہے، دوسرے میں اللہ کی نعمتوں کا حساب ہے۔ تیسرے میں گناہوں کا مطالبہ ہے۔ نیکیاں نعمتوں کے مقابلہ میں ہو جائیں گی اور برائیاں باقی رہ جائیں گی جو اللہ کے فضل کے تحت میں ہونگی ان سب کا مطلب یہ ہے کہ اللہ جل شانہ کی جس قدر نعمتیں ہر آن اور ہر دم آدمی پر ہوتی ہیں ان کا شکر کرنا، ان کا حق ادا کرنا بھی آدمی کے ذمہ ہے اس لئے جتنی مقدار بھی نیکیوں کی پیدا ہو سکے ان کو حاصل کرنے میں کمی نہ کرے اور کسی مقدار کو بھی زیادہ نہ سمجھے کہ وہاں پہنچ کر معلوم ہوگا کتنے کتنے گناہ ہم نے اپنی آنکھ، ناک، کان اور دوسرے بدن کے حصوں سے ایسے کئے ہیں جن کو ہم گناہ بھی نہ سمجھے۔ حضورؐ کا ارشاد ہے کہ تم میں سے کوئی بھی ایسا نہیں ہے جس کی قیامت میں اللہ کے یہاں پیشی نہ ہو کہ اس وقت نہ کوئی پردہ درمیان میں حائل ہوگا نہ ترجمان (وکیل وغیرہ)۔ دائیں طرف دیکھے گا تو اپنے اعمال کا انبار ہوگا، بائیں طرف دیکھے گا تب بھی یہی منظر ہوگا جس قسم کے بھی اچھے یا برے اعمال کئے ہیں وہ سب ساتھ ہونگے جہنم کی آگ سامنے ہوگی اس لئے جہاں تک ممکن ہو صدقہ سے جہنم کی آگ کو دفع کرو خواہ کھجور کا ٹکڑا ہی کیوں نہ ہو۔ ایک حدیث میں آیا ہے کہ قیامت میں سب سے اول یہ سوال ہوگا کہ ہم نے تجھے بدن کی صحت عطا کی اور ٹھنڈا پانی پینے کو دیا (یعنی ان چیزوں کا کیا حق ادا کیا) دوسری حدیث میں ہے کہ اس وقت تک آدمی حساب کے میدان سے نہ ہٹے گا جب تک پانچ چیزوں کا سوال نہ ہو جائے۔ عمر کس کام میں خرچ کی؟ جوانی (کی قوت) کس مشغلہ میں صرف کی؟ مال کس طریقہ سے کمایا اور کس طریقہ سے خرچ کیا (یعنی کمائی کے اور خرچ کے طریقے جائز تھے یا ناجائز) جو کچھ علم حاصل کیا (خواہ کسی درجہ کا ہو) اس میں کیا عمل کیا (یعنی جو مسائل معلوم تھے ان پر عمل کیا یا نہیں)

دعا کیجئے: اے اللہ! ہم آپ سے دین و دنیا اور اہل و عیال میں معافی اور اچھے انجام کا سوال کرتے ہیں۔ اے اللہ! ہمیں ایسا بنا دیجئے کہ ہم اپنے سارے دل کیساتھ آپ سے محبت کریں اور آپ کو راضی کرنے میں اپنی ساری کوششیں صرف کر دیں۔ اے اللہ! ہمیں بخش دیجئے اور ہمارے گھروں میں وسعت اور رزق میں برکت عطا فرما دیجئے۔ وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ

جنت کے درخت

عن ابن مسعود رضی اللہ عنہ قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم لقیت ابراھیم لیلۃ اسری بی فقال یا محمد اقرأ امتک منی السلام واخبرھم ان الجنۃ طیبۃ التربۃ عذبۃ الماء و انھا قیعان و ان غراسھا سبحان اللہ والحمدللہ ولا الہ الا اللہ و اللہ اکبر (رواہ الترمذی)

ترجمہ: حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ شب معراج میں جب میری ملاقات حضرت ابراہیم علیہ السلام سے ہوئی تو انہوں نے فرمایا کہ اپنی امت کو میرا سلام کہہ دینا اور یہ کہنا کہ جنت کی نہایت عمدہ پاکیزہ مٹی ہے اور بہترین پانی لیکن وہ بالکل چٹیل میدان ہے اور اس کے پودے درخت **سبحان اللہ والحمدللہ ولا الہ الا اللہ واللہ اکبر** ہیں (جتنے کسی کا دل چاہے درخت لگا لے) ایک حدیث میں اس کے بعد لاحول ولاقوۃ الا باللہ بھی ہے۔ دوسری حدیث میں ہے کہ ان کلموں میں سے ہر کلمہ کے بدلے ایک درخت جنت میں لگایا جاتا ہے۔

حضرت ابراہیم علیہ السلام کا امت محمد کی طرف سلام بھیجنا

تشریح: ایک حدیث میں ہے جو کہ شخص سبحان اللہ العظیم وبحمدہ پڑھے گا ایک درخت جنت میں لگایا جاویگا۔ ایک حدیث میں ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لیجا رہے تھے۔ حضرت ابو ہریرہؓ کو دیکھا کہ ایک پودا لگا رہے ہیں۔ دریافت فرمایا کہ کیا کر رہے ہو۔ انہوں نے عرض کیا درخت لگا رہا ہوں۔ ارشاد فرمایا میں بتاؤں' بہترین پودے جو لگائے جاویں۔ سبحان اللہ الحمدللہ لا الہ الا اللہ اللہ اکبر ہر کلمہ سے ایک درخت جنت میں لگتا ہے۔

حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے ذریعہ سے حضرت خلیل اللہ علی نبینا وعلیہ الصلوۃ والسلام نے سلام بھیجا ہے اس لئے علماء نے لکھا ہے کہ جس شخص کے پاس یہ حدیث پہنچے اس کو چاہیے کہ حضرت خلیل اللہ کے سلام کے جواب میں وعلیہ السلام ورحمۃ اللہ وبرکاتہ کہے۔

جنت کی بہترین مٹی اور میٹھا پانی:

اسکے بعد ارشاد ہے کہ جنت کی مٹی بہترین ہے اور پانی میٹھا۔ اس کے دو مطلب ہیں اول یہ کہ صرف اس جگہ کی حالت کا بیان کرنا ہے کہ بہترین جگہ ہے۔ جس کی مٹی کے متعلق احادیث میں آیا ہے کہ مشک وزعفران کی ہے اور پانی نہایت لذیذ ایسی جگہ ہر شخص اپنا مسکن بنانا چاہتا ہے اور تفریح وراحت کے لئے باغ وغیرہ لگانے کے اسباب مہیا ہوں تو کون چھوڑ سکتا ہے۔ دوسرا مطلب یہ ہے کہ جس جگہ زمین بہتر اور پانی بہتر ہو وہاں پیداوار بہت اچھی ہوتی ہے۔ اس صورت میں مطلب یہ ہے کہ ایک مرتبہ **سبحان اللہ** کہہ دینے سے ایک درخت وہاں قائم ہو جاویگا اور پھر وہ جگہ اور پانی کی عمدگی کی وجہ سے خود ہی نشو ونما پاتا رہیگا۔ صرف ایک مرتبہ بیج ڈال دینا ہے۔ باقی سب کچھ خود ہی ہو جائے گا۔ اس حدیث میں جنت کو چٹیل میدان فرمایا ہے' اور جن احادیث میں جنت کا حال بیان کیا گیا ہے ان میں جنت میں ہر قسم کے میوے باغ درختوں وغیرہ کا موجود ہونا بتایا گیا ہے بلکہ جنت کے معنی ہی باغ کے ہیں اس لئے ظاہراً اشکال واقع ہوتا ہے۔ بعض علماء نے فرمایا ہے کہ اصل کے اعتبار سے وہ میدان ہے لیکن جس حالت پر وہ نیک عمل لوگوں کو دی جائے گی ان کے اعمال کے موافق اس میں باغ اور درخت وغیرہ موجود ہوں گے۔ دوسری توجیہ بعض علماء نے یہ دریافت فرمائی ہے کہ

جنت کے وہ باغ وغیرہ ان اعمال کے موافق ملیں گے۔ جب ان اعمال کی وجہ سے اور ان کے برابر ملے تو گویا یہ اعمال ہی درختوں کا سبب ہوئے۔ تیسری توجیہ یہ فرمائی گئی ہے کہ کم سے کم مقدار جو ہر شخص کے حصہ میں ہے وہ ساری دنیا سے کہیں زائد ہے اس میں بہت سے حصہ میں خود اپنے اصلی باغ موجود ہیں اور بہت سا حصہ خالی پڑا ہے جتنا کوئی ذکر تسبیح وغیرہ کریگا اتنے ہی درخت اور لگ جائیں گے۔ شیخ المشائخ حضرت مولانا گنگوہیؒ کا ارشاد جو کوکب دری میں نقل کیا گیا ہے یہ ہے کہ اس کے سارے درخت خیر کی طرح سے ایک جگہ مجتمع ہیں۔ ہر شخص جس قدر اعمال خیر کرتا رہتا ہے اتنا ہی اس کے حصہ کی زمین میں لگتے رہتے ہیں اور نشو ونما پاتے رہتے ہیں۔

پہاڑ سے زیادہ سونا خرچ کرنے سے زیادہ محبوب کلام

حضورؐ کا ارشاد ہے کہ جو شخص رات کو مشقت جھیلنے سے ڈرتا ہو (کہ راتوں کو جاگنے اور عبادت میں مشغول رہنے سے قاصر ہو) یا بخل کی وجہ سے مال خرچ کرنا دشوار ہو یا بزدلی کی وجہ سے جہاد کی ہمت نہ پڑتی ہو اس کو چاہیے کہ سبحان اللہ وبحمدہ کثرت سے پڑھا کرے۔ اللہ کے نزدیک یہ کلام پہاڑ کی بقدر سونا خرچ کرنے سے بھی زیادہ محبوب ہے۔

فائدہ: کس قدر اللہ کا فضل ہے کہ ہر قسم کی مشقت سے بچنے والوں کے لئے بھی فضائل اور درجات کا دروازہ بند نہیں فرمایا۔ راتوں کو نہیں جاگا جاتا' کنجوسی سے پیسہ خرچ نہیں ہوتا' بزدلی اور کم ہمتی سے جہاد جیسا مبارک عمل نہیں ہوتا اس کے بعد بھی اگر دین کی قدر ہے آخرت کی فکر ہے تو اس کے لئے راستہ کھلا ہوا ہے پھر بھی کچھ کما نہ سکے تو کم نصیبی کے سوا اور کیا ہے۔ پہلے یہ مضمون ذرا تفصیل سے گزر چکا ہے۔

سب سے زیادہ محبوب چار کلمے:

حضورؐ کا ارشاد ہے کہ اللہ کے نزدیک سب سے زیادہ محبوب کلام چار کلمے ہیں۔ سبحان اللہ والحمدللہ ولا الہ الا اللہ واللہ اکبر ان میں سے جس کو چاہے پہلے پڑھے اور جس کو چاہے بعد میں (کوئی خاص ترتیب نہیں) ایک حدیث میں ہے کہ یہ کلمے قرآن پاک میں بھی موجود ہیں۔

فائدہ: یعنی قرآن پاک کے الفاظ میں بھی یہ کلمے کثرت سے وارد ہوئے ہیں اور قرآن پاک میں ان کا حکم ان کی ترغیب وارد ہوئی ہے چنانچہ پہلی فصل میں مفصل بیان ہو چکا ہے۔ ایک حدیث میں آیا ہے کہ عیدوں کو ان کلموں کے ساتھ مزین کیا کرو یعنی عید کی زینت یہ ہے کہ ان کلموں کا کثرت سے ورد کیا جائے۔

دعا کیجئے

اے اللہ! ہمیں اپنے حقیقی ذکر یعنی ہمہ وقت آپ کے احکامات کو پیش نظر رکھتے ہوئے زندگی بسر کرنے کی توفیق عطا فرمائیے۔ اے اللہ! ہمیں اپنی محبت نصیب فرمائیے اور مسنون اذکار و وظائف کو صبح وشام پڑھنے کی توفیق عطا فرمائیے۔ اے اللہ! ہمیں ایسا بنا دیجئے کہ ہم سب سے زیادہ آپ کا ذکر کرنے والے سب سے زیادہ آپ کو فرمانبرداری کرنے والے اور سب سے زیادہ آپ سے محبت کرنے والے بن جائیں۔ اے اللہ! ہمیں ایسا بنا دیجئے کہ ہم اپنے سارے دل کیساتھ آپ سے محبت کریں اور آپ کو راضی کرنے میں اپنی ساری کوششیں صرف کر دیں۔ اے اللہ! ہم آپ سے دین و دنیا اور اہل وعیال میں معافی اور اچھے انجام کا سوال کرتے ہیں۔ وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ

غریبوں کے لئے بہترین عمل

عن ابی هریره رضی الله عنه قال ان الفقراء المهاجرین اتوارسول الله صلی الله علیه وسلم فقالو اقد ذهب اهل الدثور بالدرجات العلیٰ و النعیم المقیم فقال ماذاک قالوا یصلون کما نصلی و یصومون کما نصوم ویتصدقون ولا نتصدق ویعتقون ولا نعتق (رواه البخاری و مسلم)

ترجمہ: حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں ایک مرتبہ فقرأ مہاجرین جمع ہو کر حاضر ہوئے اور عرض کیا' یارسول اللہ یہ مالدار سارے بلند درجے لے اڑے اور ہمیشہ کی رہنے والی نعمت انہیں کے حصہ میں آ گئی۔ حضورؐ نے فرمایا کیوں۔ عرض کیا کہ نماز روزہ میں تو یہ ہمارے شریک کہ ہم بھی کرتے ہیں یہ بھی مالدار ہونے کی وجہ سے یہ لوگ صدقہ کرتے ہیں غلام آزاد کرتے ہیں اور ہم ان چیزوں سے عاجز ہیں۔ حضورؐ نے فرمایا کہ میں تمہیں ایسی چیز بتاؤں کہ تم اس پر عمل کر کے اپنے سے پہلوں کو پکڑ لو اور بعد والوں سے بھی آگے بڑھے رہو اور کوئی شخص تم سے اس وقت تک افضل نہ ہو جب تک ان ہی اعمال کو نہ کرے۔ صحابہؓ نے عرض کیا ضرور بتا دیجئے ارشاد فرمایا کہ ہر نماز کے بعد سبحان اللہ الحمدللہ اللہ اکبر ۳۳'۳۳ مرتبہ پڑھ لیا کرو (ان حضرات نے شروع کر دیا مگر اس زمانہ کے مالدار بھی اس نمونہ کے تھے انہوں نے بھی معلوم ہونے پر شروع کر دیا) تو فقرأ دوبارہ حاضر ہوئے کہ یارسول اللہ ہمارے مالدار بھائیوں نے بھی سن لیا اور وہ بھی یہی کرنے لگے۔ حضورؐ نے فرمایا یہ اللہ کا فضل ہے جس کو چاہے عطا فرمائے اس کو کون روک سکتا ہے۔ ایک دوسری حدیث میں بھی اسی طرح یہ قصہ ذکر کیا گیا اسمیں حضورؐ کا ارشاد ہے کہ تمہارے لئے بھی اللہ نے صدقہ کا قائم مقام بنا رکھا ہے۔ سبحان اللہ ایک مرتبہ کہنا صدقہ ہے الحمدللہ ایک مرتبہ کہنا صدقہ ہے۔ بیوی سے صحبت کرنا صدقہ ہے۔ صحابہؓ نے تعجب سے عرض کیا یارسول اللہ بیوی سے ہمبستری میں اپنی شہوت پوری کرے اور یہ صدقہ ہو جائے حضورؐ نے فرمایا اگر حرام میں مبتلا ہو گیا تو گناہ ہو گا یا نہیں۔ صحابہؓ نے عرض کیا ضرور ہو گا۔ ارشاد فرمایا اسی طرح حلال میں صدقہ اور اجر ہے۔

بیوی سے صحبت کرنا صدقہ کیسے ہے؟

تشریح: مطلب یہ ہے کہ اس نیت سے صحبت کرنا کہ حرام کاری سے بچے ثواب اور اجر کا سبب ہے اسی قصہ کی دوسری حدیث میں اس اشکال کے جواب میں کہ بیوی سے ہمبستری اپنی شہوت کو پورا کرنا ہے۔ حضورؐ کا جواب نقل کیا گیا۔ بتاؤ اگر بچہ پیدا ہو جائے پھر وہ جوان ہونے لگے اور تم اسکی خوبیوں کی امید باندھنے لگو پھر وہ مر جائے۔ کیا تم ثواب کی امید رکھتے ہو۔ عرض کیا گیا کہ بیشک امید ہے۔ حضورؐ نے فرمایا کیوں تم نے اس کو پیدا کیا' تم نے اسکو ہدایت کی تھی' تم نے اسکو روزی دی تھی بلکہ اللہ ہی نے پیدا کیا تھا اسی نے ہدایت دی تھی وہی روزی عطا کرتا ہے اس طرح صحبت سے تم نطفہ کو حلال جگہ رکھتے ہو پھر اللہ کے قبضہ میں ہے کہ چاہے اسکو زندہ کرے کہ اس سے اولاد پیدا کر دے یا مردہ کرے اولاد پیدا نہ ہو۔ اس حدیث کا مقتضی یہ ہے کہ یہ اجر و ثواب بچہ کے پیدا ہونے کا سبب ہونے کی وجہ سے ہے۔

سمندر کی جھاگ کے برابر گناہوں کی معافی

حضور اقدس کا ارشاد ہے کہ جو شخص ہر نماز کے بعد سبحان اللہ ۳۳ مرتبہ الحمدللہ ۳۳ مرتبہ اللہ اکبر ۳۳ مرتبہ اور ایک مرتبہ لاالہ الا اللہ وحدہ لاشریک لہ لہ الملک ولہ الحمد وھو علیٰ کل شی ء قدیر پڑھے اس کے گناہ معاف ہو جاتے ہیں۔ خواہ اتنی کثرت سے ہوں جتنے سمندر کے جاگ۔

فائدہ: خطایا کی مغفرت کے بارہ میں پہلے کئی حدیثوں کے تحت میں بحث گزر چکی ہے کہ ان خطایا سے مراد علماء کے نزدیک صغیرہ گناہ ہیں۔ اس حدیث میں تین کلمے ۳۳، ۳۳ مرتبہ اور لا الہ الا اللہ ایک مرتبہ وارد ہوا ہے۔ اس سے اگلی حدیث میں دو کلمے ۳۳، ۳۳ مرتبہ اور اللہ اکبر ۳۴ مرتبہ آ رہا ہے۔ حضرت زیدؓ سے نقل کیا گیا ہے کہ ہم کو حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے سبحان اللہ الحمدللہ اللہ اکبر ہر ایک کو ۳۳ مرتبہ ہر نماز کے بعد پڑھنے کا حکم فرمایا تھا۔ ایک انصاریؓ نے خواب میں دیکھا کوئی شخص کہتا ہے کہ ہر ایک کلمہ کو پچیس مرتبہ کر لو ان کے ساتھ لاالہ الااللہ ۲۵ مرتبہ کا اضافہ کر لو۔ حضرت اقدس صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کیا گیا حضورؐ نے قبول فرمالی اور اس کی اجازت فرما دی کہ ایسا ہی کر لیا جائے ایک حدیث میں سبحان اللہ، الحمد اللہ، اللہ اکبر ہر کلمہ کو ہر نماز کے بعد گیارہ مرتبہ کا حکم ہے اور ایک حدیث میں ۱۰، ۱۰ مرتبہ وارد ہوا ہے۔ ایک حدیث میں لاالہ الا اللہ ۱۰ مرتبہ باقی تینوں کلمے ہر ایک ۳۳ مرتبہ۔ ایک حدیث میں ہر نماز کے بعد چاروں کلمے ۱۰۰، ۱۰۰ مرتبہ وارد ہوئے ہیں جیسا کہ حصن حصین میں ان روایات کو ذکر کیا گیا ہے یہ اختلاف بظاہر ہر حالات کے اختلاف کی وجہ سے ہے کہ آدمی فراغت اور مشاغل کے اعتبار سے مختلف ہیں جو لوگ دوسری ضروری کاموں میں مشغول ہیں ان کے لئے کم مقدار تجویز فرمائی اور جو لوگ، فارغ ہیں ان کے لئے زیادہ مقدار لیکن محققین کی رائے یہ ہے کہ جو عدد احادیث میں مذکور ہیں ان کی رعایت ضروری ہے کہ جو چیز دوا کے طور پر استعمال کیجاتی ہے اسمیں مقدار کی رعایت بھی اہم ہے۔

ایسے کلمات جن کا کہنے والا نامراد نہیں ہوتا:

حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ چند پیچھے آنے والے (کلمات) ایسے ہیں جن کا کہنے والا نامراد نہیں ہوتا وہ یہ ہیں کہ ہر فرض نماز کے بعد ۳۳ مرتبہ سبحان اللہ، ۳۳ مرتبہ الحمداللہ، ۳۴ مرتبہ اللہ اکبر۔

فائدہ: ان کلمات کو پیچھے آنے والے یا تو اس وجہ سے فرمایا کہ یہ نماروں کے بعد پڑھے جاتے ہیں یا اس وجہ سے کہ گناہوں کے بعد پڑھنے سے انکو دھونے اور مٹا دینے والے ہیں یا اس وجہ سے یہ کلمات ایک دوسرے کے بعد پڑھے جاتے ہیں۔ حضرت ابوالدرداءؓ فرماتے ہیں کہ ہمیں نمازوں کے بعد سبحان اللہ الحمدللہ ۳۳، ۳۳ مرتبہ اور اللہ اکبر ۳۴ مرتبہ پڑھنے کا حکم کیا گیا ہے۔

دعا کیجئے

اے اللہ! ہمیں ایسا بنا دیجئے کہ ہم اپنے سارے دل کیساتھ آپ سے محبت کریں اور آپ کو راضی کرنے میں اپنی ساری کوششیں صرف کر دیں۔ اے اللہ! ہم آپ سے دین و دنیا اور اہل وعیال میں معافی اور اچھے انجام کا سوال کرتے ہیں۔ اے اللہ! ہمیں بخش دیجئے اور ہمارے گھروں میں وسعت اور رزق میں برکت عطا فرما دیجئے۔

وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ

روزانہ احد پہاڑ کے برابر عمل

عن عمران بن حصین رضی اللہ عنہ رفعہ اما یستطیع احدکم ان یعمل کل یوم مثل احد عملاً قالو یارسول اللہ و من یستطیع قال کلکم یستطیع قالوا یارسول اللہ ماذا قال سبحانؒ اللہ اعظم من احد ولاالہ الا اللہ اعظم من احد والحمد للہ اعظم من احد واللہ اکبر اعظم من احد (جمع الفوائد)

ترجمہ: حضور اقدس نے ایک مرتبہ ارشاد فرمایا کیا تم میں سے کوئی ایسا نہیں ہے کہ روزانہ احد (جو مدینہ منورہ کے ایک پہاڑ کا نام ہے) کے برابر عمل کرلیا کرے۔ صحابہؓ نے عرض کیا یارسول اللہ اس کی کون طاقت رکھتا ہے (کہ اتنے بڑے پہاڑ کے برابر عمل کرے) حضور نے ارشاد فرمایا ہر شخص طاقت رکھتا ہے۔ صحابہؓ نے عرض کیا اس کی کیا صورت ہے ارشاد فرمایا کہ سبحان اللہ کا ثواب احد سے زیادہ ہے لا الہ الا اللہ کا احد سے زیادہ ہے الحمد للہ کا احد سے زیادہ ہے اللہ اکبر کا احد سے زیادہ ہے۔

تشریح: یعنی ان کلموں میں سے ہر ایک کلمہ ایسا ہے جس کا ثواب اُحد پہاڑ سے زیادہ ہے اور ایک پہاڑ کیا نا معلوم کتنے ایسے پہاڑوں سے زیادہ ہے۔ حدیث میں آیا ہے کہ **سبحان اللہ' الحمد للہ** سارے آسمانوں اور زمینوں کو ثواب سے بھر دیتے ہیں۔ ایک حدیث میں آیا ہے کہ **سبحان اللہ** کا ثواب آدھی ترازو ہے اور **الحمد للہ** اس کو پُر کر دیتی ہے اور **اللہ اکبر** آسمان زمین کے درمیان کو پُر کر دیتی ہے۔ ایک حدیث میں حضورؐ اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد نقل کیا گیا ہے کہ **سبحان اللہ الحمد للہ لاالہ الا اللہ اکبر** مجھے ہر اس چیز سے زیادہ محبوب ہے جس پر آفتاب نکلے۔ ملا علی قاریؒ فرماتے ہیں کہ مراد یہ ہے کہ ساری ہی دنیا اللہ کے واسطے خرچ کر دوں تو اس سے بھی یہ زیادہ محبوب ہیں۔ کہتے ہیں کہ حضرت سلیمان علیہ السلام ہوائی تخت پر تشریف لے جا رہے تھے پرندے آپ پر سایہ کئے ہوئے تھے اور جن و انس وغیرہ لشکر در قطار ایک عابد پر گزر ہوا جس پر حضرت سلیمان علیہ السلام کے اس وسعت ملکی اور عموم سلطنت کی تعریف کی۔ آپ نے ارشاد فرمایا کہ مومن کے اعمالنامہ میں ایک تسبیح سلیمان بن داؤد کے سارے ملک سے اچھی ہے کہ یہ ملک فنا ہو جائیگا اور تسبیح باقی رہنے والی چیز ہے۔

پانچ چیزیں جو ترازو میں بہت وزنی ہیں:

ایک مرتبہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ واہ واہ پانچ چیزیں (اعمالنامہ تلنے کی) ترازو میں کتنی زیادتی وزنی ہیں لا الہ الا اللہ اللہ اکبر سبحان اللہ الحمد للہ اور وہ بچہ جو مرجائے اور باپ (اسی طرح ماں بھی) اس پر صبر کرے۔

یہ مضمون کئی صحابہؓ سے متعدد احادیث میں نقل کیا گیا ہے۔ بخ بخ بڑے سرور اور فرحت کا کلمہ ہے جس چیز کو حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم اس خوشی اور مسرت سے ارشاد فرما رہے ہوں' عطا فرما رہے ہوں کیا محبت کا دعویٰ کرنے والوں کے ذمہ نہیں ہے کہ ان کلموں پر مرمٹیں کہ حضور کی اس خوشی کی قدر دانی اور اس کا استقبال یہی ہے۔

حضرت نوح علیہ السلام کی نصیحت

حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ حضرت نوح علیہ السلام نے اپنے صاحبزادے سے فرمایا کہ میں تمہیں وصیت کرتا ہوں اور اس خیال سے کہ بھول نہ جاؤ نہایت مختصر کہتا ہوں اور وہ یہ ہے کہ دو کام کرنے کی وصیت کرتا ہوں اور دو کاموں سے روکتا ہوں جن دو کاموں کے کرنے کی وصیت کرتا ہوں وہ دونوں ایسے ہیں کہ اللہ جل جلالہ ان سے نہایت خوش ہوتے ہیں اور اللہ کی نیک مخلوق ان سے خوش ہوتی ہے۔ ان دونوں کاموں کی اللہ کے یہاں رسائی (اور مقبولیت) بھی بہت زیادہ ہے ان دو میں سے ایک لا الہ الا اللہ ہے کہ اگر تمام آسمان اور زمین کو ایک حلقہ ہو

جائیں تو بھی یہ پاک کلمہ ان کو توڑ کر آسمان پر جائے بغیر نہ رہے اور اگر تمام آسمان اور زمین ایک پلڑے میں رکھ دیا جائے اور دوسرے میں یہ پاک کلمہ ہو تب بھی وہی پلڑا جھک جائے گا اور دوسرا کام جو کرنا ہے وہ سبحان اللہ وبحمدہ کا پڑھنا ہے کہ یہ کلمہ ساری مخلوق کی عبادت ہے اور اسی کی برکت سے ساری مخلوق کو روزی دی جاتی ہے کوئی بھی چیز مخلوق میں ایسی نہیں جو اللہ کی تسبیح نہ کرتی ہو مگر تم لوگ ان کا کلام سمجھتے نہیں ہو اور جن دو چیزوں سے منع کرتا ہوں وہ شرک اور تکبر ہے کہ ان دونوں کی وجہ سے اللہ سے حجاب ہو جاتا ہے اور اللہ کی نیک مخلوق سے حجاب ہو جاتا ہے۔

انسانوں، جنوں اور فرشتوں کے علاوہ مخلوقات کی تسبیح

لا الہ الا اللہ کے بیان میں بھی اس حدیث کا مضمون گزر چکا ہے تسبیح کے متعلق جو ارشاد اس حدیث میں ہے قرآن پاک کی آیات میں بھی گزر چکا ہے۔ وان من شیء الا یسبح بحمدہ قرآن پاک کی آیت ہے۔ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد بہت سی احادیث میں وارد ہوا ہے کہ شبِ معراج میں آسمانوں کی تسبیح حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے خود سنی۔ ایک مرتبہ حضورؐ کا ایسی جماعت پر گزر ہوا جو اپنے گھوڑوں اور اونٹوں پر کھڑی ہوئی تھی حضورؐ نے ارشاد فرمایا کہ جانوروں کی ممبر اور کرسیاں نہ بناؤ بہت سے جانور سواروں سے بہتر اور ان سے زیادہ اللہ کا ذکر کرنیوالے ہوتے ہیں۔ حضرت ابن عباسؓ فرماتے ہیں کہ کھیتی بھی تسبیح کرتی ہے اور کھیتی والے کو اس کا ثواب ملتا ہے۔

پیالے کی تسبیح: ایک مرتبہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں ایک پیالہ پیش کیا گیا جس میں ثرید تھا۔ آپؐ نے ارشاد فرمایا کہ یہ کھانا تسبیح کر رہا ہے کسی نے عرض کیا آپؐ اسکی تسبیح سمجھتے ہیں حضورؐ نے ارشاد فرمایا ہاں سمجھتا ہوں۔ اس کے بعد آپؐ نے ایک شخص سے فرمایا کہ اس کو فلاں شخص کے قریب کر دو۔ پیالہ ان کے قریب کیا گیا تو انہوں نے بھی تسبیح سنی۔ اس کے بعد پھر ایک تیسرے صاحب کے قریب اس طرح کیا گیا انہوں نے بھی سنا۔ کسی نے درخواست کی کہ مجمع کے سب ہی لوگوں کو سنوایا جائے۔ حضورؐ نے ارشاد فرمایا کہ اگر کسی کو ان میں سے سنائی نہ دے تو لوگ سمجھیں گے کہ یہ گناہگار ہے۔

اس چیز کا تعلق کشف سے ہے۔ حضرات انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام کو تو یہ چیزیں بدرجہ اتم حاصل تھی اور ہونا چاہیے تھی حضرات صحابہؓ کرام رضی اللہ عنہم کو بھی بسا اوقات حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے فیض صحبت اور انوار قرب کی بدولت یہ چیز حاصل ہو جاتی تھی۔ سینکڑوں واقعات اس کے شاہد ہیں۔ صوفیہ کو بھی اکثر یہ چیز مجاہدوں کی کثرت سے حاصل ہو جاتی ہے جس کی وجہ سے وہ جمادات اور حیوانات کی تسبیح، ان کا کلام ان کی گفتگو سمجھ لیتے ہیں لیکن محققین مشائخ کے نزدیک چونکہ یہ چیز نہ دلیل کمال ہے نہ موجب قرب کہ جو بھی اس قسم کے مجاہدے کرتا ہے وہ حاصل کر لیتا ہے خواہ اس کو حق تعالیٰ شانہ کے یہاں قرب حاصل ہو یا نہ ہو۔ اس لئے محققین اسکو غیر اہم سمجھتے ہیں بلکہ اس لحاظ سے مضر سمجھتے ہیں کہ جب مبتدی اسمیں لگ جاتا ہے تو دنیا کی سیر کا ایک شوق پیدا ہو کر ترقی کے لئے مانع بن جاتا ہے مجھے اپنے حضرت مولانا خلیل احمد صاحبؒ کے بعض خدام کے متعلق معلوم ہے کہ جب ان کو یہ صورت کشف پیدا ہونے لگی تو حضرت نے چند روز کے لئے اہتمام نے سب ذکر شغل چھڑا دیا تھا کہ مبادا یہ حالت ترقی پکڑ جائے۔ اس کے علاوہ حضرات اس لئے بھی بچتے ہیں کہ اس صورت میں دوسروں کے گناہوں کا اظہار ہوتا ہے جو ان حضرات کیلئے تکدر کا سبب ہوتا ہے۔ علامہ شعرانیؒ نے میزان الکبریٰ میں لکھا ہے کہ حضرت امام اعظم رحمہ اللہ جب کسی شخص کو وضو کرتے ہوئے دیکھتے تو اس پانی میں جو گناہ دھلتا ہوا نظر آتا اس کو معلوم کر لیتے۔ یہ بھی معلوم ہو جاتا کہ کبیرہ گناہ ہے یا صغیرہ مکروہ فعل ہے یا خلاف اولیٰ، جیسا کہ حسی چیزیں نظر آیا کرتی ہیں اسی طرح یہ بھی معلوم ہو جاتا تھا چنانچہ ایک دفعہ کوفہ کی جامع مسجد کے وضو خانہ میں تشریف فرما تھے ایک جوان وضو کر رہا تھا اسکے

وضو کا پانی گرتے ہوئے آپؒ نے دیکھا اس کو چپکے سے نصیحت فرمائی کہ بیٹا والدین کی نافرمانی سے توبہ کر لے۔ اس نے توبہ کی۔ ایک دوسرے شخص کو دیکھا تو اس کو نصیحت فرمائی کہ بھائی زنا نہ کیا کر بہت برا عیب ہے۔ اس وقت اس نے بھی زنا سے توبہ کی۔ ایک اور شخص کو دیکھا کہ شراب خوری اور لہو ولعب کا پانی گر رہا ہے اس کو بھی نصیحت فرمائی اس نے بھی توبہ کی۔ الغرض اس کے بعد امام صاحبؒ نے اللہ جل جلالہ سے دعا کی کہ اے اللہ اس چیز کو مجھ سے دور فرما دے کہ میں لوگوں کی برائیوں پر مطلع ہونا نہیں چاہتا۔ حق تعالیٰ شانہ نے دعا قبول فرمائی اور یہ چیز زائل ہوگئی۔

کہتے ہیں کہ اسی زمانہ میں امام صاحبؒ نے مستعمل پانی کے ناپاک ہونے کا فتویٰ دیا تھا کیونکہ جب وہ پانی گندہ اور متعفن نظر آتا تھا تو کیسے اس کو پاک فرماتے مگر جب یہ چیز زائل ہوگئی تو اس کو ناپاک فرمانا بھی چھوڑ دیا۔ حضرت مولانا الشاہ عبدالرحیم صاحبؒ رائپوری نور اللہ مرقدہ کے خدام میں ایک صاحب تھے جو کئی کئی روز اس وجہ سے استنجے نہیں جا سکتے تھے کہ ہر جگہ انوار نظر آتے تھے اور بھی سینکڑوں ہزاروں واقعات اس قسم کے ہیں جن میں کسی قسم کے تردد کی گنجائش نہیں کہ جن لوگوں کو کشف سے کوئی حصہ ملتا ہے وہ اس حصہ کے بقدر احوال کو معلوم کر لیتے ہیں۔

دعا کیجئے: اے اللہ! ہمیں اپنے حقیقی ذکر یعنی ہمہ وقت آپ کے احکامات کو پیش نظر رکھتے ہوئے زندگی بسر کرنے کی توفیق عطا فرمائیے۔ اے اللہ! ہمیں اپنی محبت نصیب فرمائیے اور مسنون اذکار و وظائف کو صبح و شام پڑھنے کی توفیق عطا فرمائیے۔ اے اللہ! ہمیں ایسا بنا دیجئے کہ ہم سب سے زیادہ آپ کا ذکر کرنے والے سب سے زیادہ آپ کو فرمانبرداری کرنے والے اور سب سے زیادہ آپ سے محبت کرنے والے بن جائیں۔ وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ

نو منٹ میں نو قرآن پاک اور ایک ہزار آیات کی تلاوت کا ثواب

سورۃ فاتحہ: تین مرتبہ پڑھنے کا ثواب دو مرتبہ قرآن پڑھنے کے برابر ہے۔ (تفسیر مظہری)

آیت الکرسی: چار مرتبہ پڑھنے کا ثواب ایک مرتبہ قرآن پڑھنے کے برابر ہے۔ (مسند احمد)

سورۃ الزلزال: دو مرتبہ پڑھنے کا ثواب ایک قرآن پڑھنے کے برابر ہے۔ (ترمذی)

سورۃ القدر: چار مرتبہ پڑھنے کا ثواب ایک قرآن پڑھنے کے برابر ہے۔ (مسند احمد)

سورۃ العادیات: دو مرتبہ پڑھنے کا ثواب ایک قرآن پڑھنے کے برابر ہے۔ (مواہب)

سورۃ التکاثر: ایک مرتبہ پڑھنے کا ثواب ہزار آیتوں کے پڑھنے کے برابر ہے۔ (مشکوۃ)

سورۃ الکافرون: چار مرتبہ پڑھنے کا ثواب ایک قرآن پڑھنے کے برابر ہے۔ (ترمذی)

سورۃ النصر: چار مرتبہ پڑھنے کا ثواب ایک قرآن پڑھنے کے برابر ہے۔ (ترمذی)

سورۃ الاخلاص: تین مرتبہ پڑھنے کا ثواب ایک قرآن پڑھنے کے برابر ہے۔ (بخاری)

نوٹ
کوئی بھی نفل فرض کا بدل نہیں ہو سکتا اس لئے تمام فرائض کا بہت اہتمام رکھنا چاہئے اور ہر قسم کے چھوٹے بڑے گناہوں سے بچنا چاہئے۔

رمضان المبارک میں ہر نیکی پر **70** گنا ثواب ملتا ہے اس حساب سے ان سورتوں کی تلاوت پر **630** قرآن پاک اور ستر ہزار آیات کی تلاوت کا ثواب صرف نو منٹ میں حاصل کیا جا سکتا ہے۔

بوڑھوں کے لئے بہترین عمل

عن ام ھانیء رضی اللہ عنہا قالت مربی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فقلت یا رسول اللہ قد کبرت وضعفت اوکما قالت فمرنی بعمل اعملہ و انا جالسۃ قال سبحی اللہ مائۃ تسبیحۃ فانہ تعدل لک مائتہ رتبۃ تعتقینھا (رواہ احمد)

ترجمہ: حضرت اُمّ ھانیؓ فرماتی ہیں کہ جب ایک مرتبہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لائے میں نے عرض کیا یارسول اللہ میں بوڑھی ہوگئی ہوں اور ضعیف ہوں کوئی ایسا عمل بتادیجئے کہ بیٹھے بیٹھے کرتی رہا کروں۔ حضورؐ نے فرمایا سبحان اللہ سومرتبہ پڑھا کرواس کا ثواب ایسا ہے گویا تم نے سوغلام عرب آزاد کئے اور الحمدللہ سومرتبہ پڑھا کرواس کا ثواب ایسا ہے گویا تم نے سوگھوڑے مع سامان لگام وغیرہ جہاد میں سواری کے لئے دیدیئے اور اللہ اکبر سومرتبہ پڑھا کرو یہ ایسا ہے گویا تم نے سواونٹ قربانی میں ذبح کئے اور وہ قبول ہوگئے اور لا الہ الا اللہ سومرتبہ پڑھا کرواس کا ثواب تو تمام آسمان زمین کے درمیان کو بھر دیتا ہے اس سے بڑھ کر کسی کا کوئی عمل نہیں جو مقبول ہو۔ حضرت ابورافعؓ کی بیوی حضرت سلمیٰؓ نے بھی حضورؐ سے عرض کیا کہ مجھے کوئی وظیفہ مختصر سا بتادیجئے زیادہ لمبانہ ہو۔ حضورؐ نے ارشاد فرمایا اللہ اکبر کہ دس مرتبہ پڑھا کرو اللہ جل شانہ اس کے جواب میں فرماتے ہیں کہ یہ میرے لئے ہے پھر سبحان اللہ دس مرتبہ کہا کرو اللہ تعالیٰ پھر یہی فرماتے ہیں کہ یہ میرے لئے ہے پھر **اللھم اغفرلی** دس مرتبہ پڑھا کرو حق تعالیٰ شانہ فرماتے ہیں کہ ہاں میں نے مغفرت کردی۔ دس مرتبہ تم **اللھم اغفرلی** کہو (دس مرتبہ اللہ جل شانہ فرماتے ہیں کہ میں نے مغفرت کردی۔

تشریح: ضعفا اور بوڑھوں کے لئے بالخصوص عورتوں کے لئے کس قدر سہل اور مختصر چیز حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے تجویز فرمادی ہے۔ دیکھئے ایسی مختصر چیزوں پر جن میں نہ زیادہ مشقت ہے نہ چلنا پھرنا ہے کتنے بڑے بڑے ثوابوں کا وعدہ ہے۔ کتنی کم نصیبی ہوگی اگر ان کو وصول نہ کیا جائے۔ حضرت اُمِ سلیمؓ کہتی ہیں میں نے حضورؐ سے عرض کیا کوئی چیز مجھے تعلیم فرمادیجئے جس کے ذریعہ سے نماز میں دعا کیا کروں۔ حضورؐ نے ارشاد فرمایا کہ **سبحان اللہ الحمدللہ اللہ اکبر** دس دس مرتبہ پڑھ لیا کرو اور جو چاہے اسکے بعد دعا کیا کرو۔ دوسری حدیث میں اس کے بعد یہ ارشاد ہے کہ جو چاہے دعا کیا کرو حق تعالیٰ شانہ اس دعا پر فرماتے ہیں ہاں ہاں (میں نے قبول کی) کتنے سہل اور معمولی الفاظ ہیں جن کو نہ یاد کرنا پڑتا ہے نہ ان میں کوئی محنت اٹھانی پڑتی ہے۔ دن بھر ہم لوگ بکواس میں گزار دیتے ہیں تجارت کے ساتھ دکان پر بیٹھے بیٹھے یا کھیتی زمین کے انتظامات میں مشغول رہتے ہیں اگر زبان سے ان تسبیحوں کو پڑھتے رہیں تو دنیا کی کمائی کے ساتھ ہی آخرت کی کتنی بڑی دولت ہاتھ آجائے۔

ذاکرین کوڈھونڈنے والی فرشتوں کی جماعت:

حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ فرشتوں کی ایک جماعت ہے جو راستوں وغیرہ میں گشت کرتی رہتی ہے اور

جہاں کہیں ان کو اللہ کا ذکر کرنیوالے ملتے ہیں تو وہ آپس میں ایک دوسرے کو بلا کر سب جمع ہو جاتے ہیں اور ذکر کرنیوالوں کے گرد آسمان تک جمع ہوتے رہتے ہیں جب وہ مجلس ختم ہو جاتی ہے تو وہ آسمان پر جاتے ہیں اللہ جل جلالہ باوجودیکہ ہر چیز کو جانتے ہیں پھر بھی دریافت فرماتے ہیں کہ تم کہاں سے آئے ہو وہ عرض کرتے ہیں کہ تیرے بندوں کی فلاں جماعت کے پاس سے آئے ہیں جو تیری تسبیح اور تکبیر اور تحمید (بڑائی بیان کرنے اور تعریف کرنے) میں مشغول تھے ارشاد ہوتا ہے کیا ان لوگوں نے مجھے دیکھا ہے عرض کرتے ہیں یا اللہ دیکھا تو نہیں ارشاد ہوتا ہے کہ اگر وہ مجھے دیکھ لیتے تو کیا حال ہوتا عرض کرتے ہیں کہ اور بھی زیادہ عبادت میں مشغول ہوتے اور اس سے بھی زیادہ تیری تعریف اور تسبیح میں منہمک ہوتے ارشاد ہوتا ہے کہ وہ کیا چاہتے ہیں عرض کرتے ہیں کہ وہ جنت چاہتے ہیں ارشاد ہوتا ہے کہ انہوں نے جنت کو دیکھا ہے عرض کرتے ہیں کہ دیکھا تو نہیں ارشاد ہوتا ہے کہ اگر دیکھ لیتے تو کیا ہوتا عرض کرتے ہیں کہ اس سے بھی زیادہ شوق اور تمنا اور اسکی طلب میں لگ جاتے پھر ارشاد ہوتا ہے کہ کس چیز سے پناہ مانگ رہے تھے عرض کرتے ہیں کہ جہنم سے پناہ مانگ رہے تھے ارشاد ہوتا ہے کہ کیا انہوں نے جہنم کو دیکھا ہے عرض کرتے ہیں کہ دیکھا تو ہے نہیں۔ ارشاد ہوتا ہے اگر دیکھتے تو کیا ہوتا عرض کرتے ہیں اور بھی زیادہ اس سے بھاگتے اور بچنے کی کوشش کرتے۔ ارشاد ہوتا اچھا تم گواہ رہو کہ میں نے اس مجلس والوں کو سب کو بخش دیا۔ ایک فرشتہ عرض کرتا ہے یا اللہ فلاں شخص اس مجلس میں اتفاقاً اپنی کسی ضرورت سے آیا تھا وہ اس مجلس کا شریک نہیں تھا ارشاد ہوتا ہے کہ یہ جماعت ایسی مبارک ہے کہ انکا پاس بیٹھنے والا بھی محروم نہیں ہوتا (لہٰذا اس کو بھی بخش دیا)

ذکر والوں پر اللہ تعالیٰ کا فخر

اس قسم کا مضمون متعدد احادیث میں وارد ہوا ہے کہ فرشتوں کی ایک جماعت ذکر کی مجالس اور ذکر کرنیوالی جماعتوں اور افراد کی تلاش میں رہتی ہے اور جہاں مل جاتی ہے ان کے پاس یہ جماعت بیٹھتی ہے ان کا ذکر سنتی ہے فرشتہ کا یہ عرض کرنا ایک شخص مجلس میں ایسا بھی تھا کہ جو اپنی ضرورت سے آیا تھا واقعہ کا اظہار ہے کہ اس وقت یہ حضرات بمنزلہ گواہوں کے ہیں اور ان لوگوں کی عبادت اور ذکر اللہ میں مشغولی کی گواہی دے رہے ہیں اسی وجہ سے اس کے اظہار کی ضرورت پیش آئی کہ مبادا اعتراض ہو جائے لیکن یہ اللہ کا لطف ہے کہ ذاکرین کی برکت سے ان کے پاس اپنی ضرورت سے بیٹھنے والے کو بھی محروم نہ فرمایا۔

دعا کیجئے

اے اللہ! ہمیں ایسا بنا دیجئے کہ ہم سب سے زیادہ آپ کا ذکر کرنے والے سب سے زیادہ آپ کو فرمانبرداری کرنے والے اور سب سے زیادہ آپ سے محبت کرنے والے بن جائیں۔ اے اللہ! ہمیں ایسا بنا دیجئے کہ ہم اپنے سارے دل کیساتھ آپ سے محبت کریں اور آپ کو راضی کرنے میں اپنی ساری کوششیں صرف کر دیں۔ اے اللہ! ہم آپ سے دین و دنیا اور اہل وعیال میں معافی اور اچھے انجام کا سوال کرتے ہیں۔

وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ

اللہ تعالیٰ کا محبّ کون ہے؟

عن ام ھانیء رضی اللہ عنہا قالت مربی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فقلت یا رسول اللہ قد کبرت وضعفت اوکما قالت فمرنی بعمل اعملہ و انا جالسۃ قال سبحی اللہ مائۃ تسبیحۃ فانہ تعدل لک مائتہ رتبۃ تعتقینھا (رواہ احمد)

ترجمہ: حضرت اُمّ ھانیؓ فرماتی ہیں کہ جب ایک مرتبہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لائے میں نے عرض کیا یا رسول اللہ میں بوڑھی ہوگئی ہوں اور ضعیف ہوں کوئی ایسا عمل بتا دیجئے کہ بیٹھے بیٹھے کرتی رہا کروں۔ حضورؐ نے فرمایا سبحان اللہ سو مرتبہ پڑھا کرو اس کا ثواب ایسا ہے گویا تم نے سو غلام عرب آزاد کئے اور الحمد للہ سو مرتبہ پڑھا کرو اس کا ثواب ایسا ہے گویا تم نے سو گھوڑے مع سامان لگام وغیرہ جہاد میں سواری کے لئے دیدیئے اور اللہ اکبر سو مرتبہ پڑھا کرو یہ ایسا ہے گویا تم نے سو اونٹ قربانی میں ذبح کئے اور وہ قبول ہوگئے اور لا الہ الا اللہ سو مرتبہ پڑھا کرو اس کا ثواب تو تمام آسمان زمین کے درمیان کو بھر دیتا ہے اس سے بڑھ کر کسی کا کوئی عمل نہیں جو مقبول ہو۔ حضرت ابو رافعؓ کی بیوی حضرت سلمیٰؓ نے بھی حضورؐ سے عرض کیا کہ مجھے کوئی وظیفہ مختصر سا بتا دیجئے زیادہ لمبا نہ ہو۔ حضورؐ نے ارشاد فرمایا اللہ اکبر کہ دس مرتبہ پڑھا کرو اللہ جل شانہ اس کے جواب میں فرماتے ہیں کہ یہ میرے لئے ہے پھر سبحان اللہ دس مرتبہ کہا کرو اللہ تعالیٰ پھر یہی فرماتے ہیں کہ یہ میرے لئے ہے پھر **اللھم اغفرلی** دس مرتبہ پڑھا کرو حق تعالیٰ شانہ فرماتے ہیں کہ ہاں میں نے مغفرت کردی۔ دس مرتبہ تم **اللھم اغفرلی** کہو (دس مرتبہ اللہ جل شانہ فرماتے ہیں کہ میں نے مغفرت کردی۔

تشریح: شیخ ابوبکر کتانیؒ کہتے ہیں کہ ایک مرتبہ حج کے موقعہ پر مکہ مکرمہ میں چند صوفیہ کا اجتماع تھا جن میں سب سے کم عمر حضرت جنید بغدادیؒ تھے۔ اس مجمع میں محبت الٰہی پر بحث شروع ہوئی کہ محبّ کون ہے۔ مختلف حضرات مختلف ارشادات فرماتے رہے۔ حضرت جنیدؒ چپ رہے۔ ان حضرات نے ان سے فرمایا کہ تم بھی کچھ کہو۔ اس پر انہوں نے سر جھکا کر روتے ہوئے فرمایا کہ عاشق وہ ہے جو اپنی خودی سے جاتا رہے، خدا کے ذکر کے ساتھ وابستہ ہوگیا ہو اور اس کا حق ادا کرتا ہو دل سے اللہ کی طرف دیکھتا ہو، اس کے دل کو انوار ہیبت نے جلا دیا ہو۔ اس کے لئے خدا کا ذکر شراب کا پیالہ ہو، اگر کلام کرتا ہو تو اللہ ہی کا کلام ہو۔ گویا حق تعالیٰ شانہ اسکی زبان سے کلام فرماتا ہے اگر حرکت کرتا ہو تو اللہ ہی کے حکم سے اگر تسکین پاتا ہو تو اللہ ہی کے ساتھ اور جب یہ حالت ہو جاتی ہے تو پھر کھانا پینا، سونا جاگنا سب کاروبار اللہ ہی کی رضا کے واسطے ہو جاتے ہیں۔ نہ دنیا کا رسم و رواج قابل التفات رہتا ہے نہ لوگوں کی طعن تشنیع قابل وقعت۔

حضرت سعید بن المسیبؒ کی صاحبزادی کا نکاح:

حضرت سعید بن المسیبؒ مشہور تابعی ہیں۔ بڑے محدثین میں شمار ہیں۔ ان کی خدمت میں ایک شخص عبداللہ بن ابیؒ وداعہ کثرت سے حاضر ہوا کرتے تھے ایک مرتبہ چند روز حاضر نہ ہو سکے۔ کئی روز کے بعد جب حاضر ہوئے تو حضرت سعیدؒ نے دریافت فرمایا کہاں تھے عرض کیا کہ میری بیوی کا انتقال ہو گیا ہے اس کی وجہ سے مشاغل میں پھنسا رہا۔ فرمایا ہم کو خبر نہ کی ہم

بھی جنازہ میں شریک ہوتے۔ تھوڑی دیر کے بعد میں اٹھ کر آنے لگا فرمایا دوسرا نکاح کر لیا میں نے عرض کیا حضرت مجھ سے کون نکاح کرے گا۔ دو تین آنے کی میری حیثیت ہے۔ آپ نے فرمایا ہم کر دیں گے اور یہ کہہ کر خطبہ پڑھا اور اپنی بیٹی کا نکاح نہایت معمولی مہر آٹھ دس آنہ پر مجھ سے کر دیا (اتنی مقدار مہر کی انکے نزدیک جائز ہوگی جیسا کہ بعض اماموں کا مذہب ہے حنفیہ کے نزدیک ڈھائی روپے سے کم جائز نہیں) نکاح کے بعد میں اٹھا اور اللہ ہی کو معلوم ہے کہ مجھے کس قدر مسرت تھی خوشی میں سوچ رہا تھا کہ رخصتی کے انتظام کے لئے کس سے قرض مانگوں، کیا کروں۔ اسی فکر میں شام ہوگئی۔ میرا روزہ تھا۔ مغرب کے وقت روزہ افطار کیا۔ نماز کے بعد گھر آیا۔ چراغ جلایا۔ روٹی اور زیتون کا تیل موجود تھا۔ اس کو کھانے لگا کہ کسی شخص نے دروازہ کھٹکھٹایا میں نے پوچھا کون ہے؟ کہا سعید ہے میں سوچنے لگا کہ کون سعید ہے۔ حضرت کی طرف میرا خیال بھی نہ گیا کہ چالیس برس سے اپنے گھر یا مسجد کے سوا کہیں آنا جانا تھا ہی نہیں۔ باہر آکر دیکھا کہ سعید بن المسیبؒ ہیں میں نے عرض کیا۔ آپ نے مجھے نہ بلا لیا۔ فرمایا میرا ہی آنا مناسب تھا۔ میں نے عرض کیا کیا ارشاد ہے۔ فرمایا مجھے یہ خیال آیا کہ اب تمہارا نکاح ہو چکا ہے تنہا رات کو سونا مناسب نہیں اس لئے تمہاری بیوی کو لایا ہوں۔ یہ فرما کر اپنی لڑکی کو دروازہ کے اندر کر دیا اور دروازہ بند کر کے چلے گئے۔ وہ لڑکی شرم کی وجہ سے گر گئی۔ میں نے اندر سے کواڑ بند کئے اور وہ روٹی اور تیل جو چراغ کے سامنے رکھا تھا وہاں سے ہٹا دیا کہ اس کی نظر نہ پڑے اور مکان کی چھت پر چڑھ کر پڑوسیوں کو آواز دی۔ لوگ جمع ہو گئے تو میں نے کہا کہ حضرت سعیدؒ نے اپنی لڑکی سے میرا نکاح کر دیا ہے اور اس وقت وہ اس کو خود ہی پہنچا گئے ہیں۔ سب کو بڑا تعجب ہوا کہنے لگے واقعی وہ تمہارے گھر میں ہے؟ میں نے کہا ہاں۔ اس کا چرچا ہوا۔ میری والدہ کو خبر ہوئی وہ بھی اسی وقت آ گئیں اور کہنے لگیں اگر تین دن تک تو نے اسکو چھیڑا تو تیرا منہ نہ دیکھوں گی۔ ہم تین دن میں اس کی تیاری کر لیں۔ تین دن کے بعد جب میں اس لڑکی سے ملا تو دیکھا نہایت خوبصورت، قرآن شریف کی بھی حافظہ اور سنت رسولؐ سے بھی بہت زیادہ واقف۔ شوہر کے حقوق سے بھی بہت زیادہ باخبر۔ ایک مہینہ تک نہ تو حضرت سعیدؒ میرے پاس آئے نہ میں ان کی خدمت میں گیا۔ ایک ماہ کے بعد میں حاضر ہوا تو وہاں مجمع تھا۔ میں سلام کر کے بیٹھ گیا۔ جب سب چلے گئے تو فرمایا اس آدمی کو کیسا پایا۔ میں نے عرض کیا نہایت بہتر ہے کہ دوست دیکھ کر خوش ہوں، دشمن جلیں۔ فرمایا اگر کوئی بات ناگوار ہو تو لکڑی خبر لینا۔ میں واپس آ گیا تو ایک آدمی کو بھیجا جو بیس ہزار درہم (تقریباً پانچ ہزار روپے) مجھے دے گیا۔ اس لڑکی کو عبدالملک بن مروان بادشاہ نے اپنے بیٹے ولید کے لئے جو ولی عہد بھی تھا مانگا تھا مگر حضرت سعیدؒ نے عذر کر دیا تھا جس کی وجہ سے عبدالملک ناراض بھی ہوا اور ایک حیلہ سے حضرت سعیدؒ کے سو کوڑے سخت سردی میں لگوائے اور پانی کا گھڑا ان پر گروایا۔

ہر حرف کے بدلہ دس نیکیاں:

حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ جو شخص سبحان اللہ الحمدللہ لا الہ الا اللہ اللہ اکبر پڑھے ہر حرف کے بدلے دس نیکیاں ملیں گی اور جو شخص کسی جھگڑے میں ناحق کی حمایت کرتا ہے وہ اللہ کے غصے میں رہتا ہے جب تک کہ اس سے توبہ نہ کرے اور جو اللہ کی کسی سزا میں سفارش کرے (اور شرعی سزا کے ملنے میں حارج ہو) وہ اللہ کا مقابلہ کرتا ہے اور جو شخص کسی مومن مرد یا عورت پر بہتان باندھے وہ قیامت کے دن ردغۃ الخبال میں قید کیا جائیگا یہاں تک کہ اس بہتان سے نکلے اور کس طرح اس سے نکل سکتا ہے۔

ناحق کی حمایت

ناحق کی حمایت آجکل ہماری طبیعت بن گئی ہے۔ ایک چیز کو ہم سمجھتے ہیں کہ ہم غلطی پر ہیں مگر رشتہ داروں کی طرف داری ہے۔ پارٹی کا سوال ہے۔ لاکھ اللہ کے غصہ میں داخل ہوں اللہ کی ناراضگی ہو۔ اسکا عتاب ہو مگر کنبہ برادری کی بات کے مقابلہ میں کچھ بھی نہیں۔ ہم اس ناحق کرنیوالے کو ٹوک نہ سکیں اور سکوت کریں یہ بھی نہیں بلکہ ہر طرح سے اس کی حمایت کرینگے۔ اگر اس پر کوئی دوسرا مطالبہ کرنے والا کھڑا ہو تو اس کا مقابلہ کریں گے۔ کسی دوست نے چوری کی ظلم کیا عیاشی کی اس کے حوصلے بلند کریں گے اس کی ہر طرح مدد کریں گے کیا یہی ہے ہمارے ایمان کا مقتضا یہی ہے دین داری اسی پر اسلام کے ساتھ ہم فخر کرتے ہیں یا اپنے اسلام کو دوسروں کی نگاہ میں بھی بدنام کرتے ہیں اور اللہ کے یہاں خود بھی ذلیل ہوتے ہیں۔ ایک حدیث میں ہے کہ جو شخص عصبیت پر کسی کو بلائے یا عصبیت پر لڑے وہ ہم میں سے نہیں ہے۔ دوسری حدیث میں ہے کہ عصبیت سے یہ مراد ہے کہ ظلم پر اپنی قوم کی مدد کرے۔

بہتان باندھنے کی سزا:

ردغۃ الخبال وہ کیچڑ ہے جو جہنمی لوگوں کے لہو پیپ وغیرہ سے جمع ہو جائے کس قدر گندی اور اذیت دینے والی جگہ ہے جس میں ایسے لوگوں کو قید کر دیا جائے گا جو مسلمانوں پر بہتان باندھتے ہوں۔ آج دنیا میں بہت سرسری معلوم ہوتا ہے کہ جس شخص کے متعلق جو چاہا منہ بھر کر کہہ دیا۔ کل جب زبان سے کہی ہوئی ہر بات کو ثابت کرنا پڑے گا اور ثبوت بھی وہی جو شرعاً معتبر ہو دنیا کی طرح نہیں کہ چرب لسانی اور جھوٹی باتیں ملا کر دوسرے کو چپ کر دیا جائے۔ اس وقت آنکھیں کھلیں گی۔ ہم نے کیا کہا تھا اور کیا نکلا۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ آدمی بعض کلام زبان سے ایسا نکالتا ہے جس کی پرواہ بھی نہیں کرتا لیکن اس کی وجہ سے جہنم میں پھینک دیا جاتا ہے۔ ایک حدیث میں ہے کہ آدمی بعضی بات صرف اس وجہ سے کہتا ہے کہ لوگ ذرا ہنس پڑیں گے لیکن اس کی وجہ سے اتنی دور (جہنم میں) پھینک دیا جاتا ہے جتنی دور آسمان سے زمین ہے پھر ارشاد فرمایا کہ زبان کی لغزش پاؤں کی لغزش سے زیادہ سخت ہے ایک حدیث میں ہے جو شخص کسی کو کسی گناہ سے عار دلا دے وہ خود مرنے سے پہلے اس گناہ میں مبتلا ہوتا ہے۔ امام احمدؒ فرماتے ہیں کہ وہ گناہ مراد ہے جس سے گناہ گار توبہ کر چکا ہو۔ حضرت ابوبکر صدیقؓ اپنی زبان مبارک کو پکڑ کر کھینچتے تھے کہ تیری بدولت ہم ہلاکتوں میں پڑتے ہیں۔ ابن المنکدرؒ مشہور محدثین میں ہیں اور تابعی ہیں انتقال کے وقت رونے لگے۔ کسی نے پوچھا کیا بات ہے فرمانے لگے مجھے کوئی گناہ تو ایسا معلوم نہیں جو میں نے کیا ہو اس پر روتا ہوں کہ کوئی بات ایسی ہوگئی ہو جس کو میں نے سرسری سمجھا ہو اور وہ اللہ کے نزدیک سخت ہو۔

دعا کیجئے

اے اللہ! ہمیں اپنے حقیقی ذکر یعنی ہمہ وقت آپ کے احکامات کو پیش نظر رکھتے ہوئے زندگی بسر کرنے کی توفیق عطا فرمائیے۔

اے اللہ! ہمیں اپنی محبت نصیب فرمائیے اور مسنون اذکار و وظائف کو صبح وشام پڑھنے کی توفیق عطا فرمائیے۔

اے اللہ! ہمیں ایسا بنا دیجئے کہ ہم سب سے زیادہ آپ کا ذکر کرنے والے سب سے زیادہ آپ کو فرمانبرداری کرنے والے اور سب سے زیادہ آپ سے محبت کرنے والے بن جائیں۔ وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ

اختتام مجلس کا ذکر

عن ابی برزة الاسلمی رضی الله عنه قال کان رسول الله صلی الله علیه وسلم یقول باخرہ اذا اراد ان یقوم من المجلس سبحانک اللهم وبحمدک اشهد ان لا اله الا انت استغفرک و اتوب الیک فقال رجل یارسول الله انک لتقول قولاً ماکنت تقوله فیما مضیٰ قال کفارة لما یکون فی المجلس. (رواہ ابن ابی شیبه)

ترجمہ: حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کا معمول اخیر زمانۂ عمر شریف میں یہ تھا کہ جب مجلس سے اٹھتے سبحانک اللّٰهم وبحمدک اشهد ان لااله الا انت استغفرک واتوب الیک پڑھا کرتے۔ کسی نے عرض کیا کہ آج کل ایک دعا کا معمول حضور گا ہے پہلے تو یہ معمول نہیں تھا۔ حضورؐ نے ارشاد فرمایا کہ یہ مجلس کا کفارہ ہے۔ دوسری روایت میں بھی یہ قصہ مذکور ہے اس میں حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ ارشاد منقول ہے کہ یہ کلمات مجلس کا کفارہ ہیں۔ حضرت جبرئیلؑ نے مجھے بتائے ہیں۔

تشریح: حضرت عائشہؓ سے بھی نقل کیا گیا ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم جب بھی مجلس سے اٹھتے سبحانک اللهم ربی وبحمدک لااله الا انت استغفرک واتوب الیک پڑھتے۔ میں نے عرض کیا کہ آپ اس دعا کو بڑی کثرت سے پڑھتے ہیں ارشاد فرمایا کہ جو شخص مجلس کے ختم پر اسکو پڑھ لیا کرے تو اس مجلس میں جو لغزشیں اس سے ہوئی ہوں وہ سب معاف ہو جائیں گی۔ مجالس میں عموماً فضول باتیں بیکار تذکرے ہو ہی جاتے ہیں کتنی مختصر دعا ہے۔ اگر کوئی شخص ان دعاؤں میں سے کوئی سی ایک دعا پڑھ لے تو مجلس کے وبال سے خلاصی پا سکتا ہے۔ حق تعالیٰ شانہ نے کیسی کیسی سہولتیں مرحمت فرمائی ہیں۔

تسبیح کرنے والوں کا عرش کے پاس تذکرہ:

حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ جو لوگ اللہ تعالیٰ کی بڑائی بیان کرتے ہیں یعنی سبحان اللہ الحمد للہ اللہ اکبر لا الہ الا اللہ پڑھتے ہیں تو یہ کلمات عرش کے چاروں طرف گشت لگاتے ہیں کہ ان کے لئے ہلکی سی آواز (بھنبھناہٹ) ہوتی ہے اور اپنے پڑھنے والے کا تذکرہ کرتے ہیں کیا تم یہ نہیں چاہتے کہ کوئی تمہارا تذکرہ کرنے والا اللہ کے پاس موجود ہو جو تمہارا ذکر خیر کرتا رہے۔

لوگ جوگ حکام رس ہیں کرسی نشین کہلاتے ہیں کوئی ان سے پوچھے کہ بادشاہ نہیں وزیر نہیں، وائسرائے کو بھی چھوڑ دیجئے، کسی گورنر کے یہاں ان کی تعریف ہو جائے ان کا ذکر خیر آ جائے پھولے نہیں سماتے۔ دماغ آسمان پر پہنچ جاتا ہے حالانکہ اس تذکرہ سے نہ تو دین کا نفع نہ دنیا کا۔ دین کا نفع نہ ہونا تو ظاہر اور کھلا ہوا ہے اور دنیا کا نفع نہ ہونا اس وجہ سے کہ شاید جتنا نفع اس قسم کے تذکروں سے ہوتا ہو اس سے زیادہ نقصان اس نوع کے مرتبے اور تذکرے حاصل کرنے میں پہنچ جاتا ہے۔ جائیداد یں فروخت کر کے سودی قرض لے کر ایسے مرتبے حاصل کرنے کی کوشش کی جاتی ہے، مفت کی عداوتیں مول لیجاتی ہیں اور ہر قسم کی ذلتیں برداشت کی جاتی ہیں۔ الیکشنوں کے منظر سب کے سامنے ہیں کہ کیا کیا کرنا پڑتا ہے۔ اس کے بالمقابل اللہ جل جلالہ کے عرش پر تذکرہ مالک الملک کے حضور

میں تذکرہ اس پاک ذات کے یہاں تذکرہ جس کے قبضہ میں دین و دنیا اور سارے جہانوں کی ہر چیز ہے۔ اس قدرت والے کے یہاں تذکرہ جس کے قبضہ میں بادشاہوں کے دل ہیں۔ حاکموں کے اختیارات اس کے اختیار میں ہیں۔ نفع اور نقصان کا واحد مالک وہی ہے۔ سارے جہان کے تمام آدمی حاکم ومحکوم بادشاہ و رعایا کسی کو نقصان پہنچانا چاہیں اور وہ مالک الملک نہ چاہے تو کوئی بال بیکا نہیں کر سکتا۔ ساری مخلوق کسی کو نفع پہنچانا چاہے اور اس کی رضا نہ ہو تو ایک قطرہ پانی کا نہیں پلا سکتی۔ ایسی پاک ذات کے یہاں اپنا ذکر خیر ہو کوئی دولت دنیا کی اس کا مقابلہ کر سکتی ہے کوئی عزت دنیا کی خواہ کتنی ہی بڑی ہو جائے اس کی برابری کر سکتی ہے نہیں ہرگز نہیں اور اس کے مقابلہ میں دنیا کی کسی عزت کو اگر وقیع سمجھا جائے تو کیا اپنے اوپر ظلم نہیں۔

انگلیوں پر تسبیحات پڑھنا:

حضرت یسیرہؓ جو ہجرت کرنے والی صحابیات میں سے ہیں فرماتی ہیں کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ اپنے اوپر تسبیح (سبحان اللہ کہنا) اور تہلیل (لا الہ الا اللہ پڑھنا) اور تقدیس (اللہ کی پاکی بیان کرنا مثلاً سبحان الملک القدوس پڑھنا) یا سبوح قدوس و رب الملئکة والروح کہنا) لازم کر لو اور انگلیوں پر گنا کرو اس لئے کہ انگلیوں سے قیامت میں سوال کیا جاویگا (اور ان سے جواب طلب کیا جائیگا کہ کیا عمل کئے اور جواب میں) گویائی دی جائے گی اور اللہ کے ذکر سے غفلت نہ کرنا (اگر ایسا کرو گی تو اللہ کی) رحمت سے محروم کر دی جاؤ گی۔

اعضاء کی گواہی:

قیامت میں آدمی کے بدن سے اس کے ہاتھ پاؤں سے بھی سوال ہوگا کہ ہر ہر حصہ بدن نے کیا کیا نیک کام کئے اور کیا کیا ناجائز اور برے کام کئے۔ قرآن پاک میں متعدد جگہ اس کا ذکر ہے ایک جگہ ارشاد ہے۔ يَوْمَ تَشْهَدُ عَلَيْهِمْ أَلْسِنَتُهُمْ وَأَيْدِيهِمْ الآیة (سورۂ نور رکوع ۳) جس روز ان کے خلاف گواہی دینگی ان کی زبانیں اور ان کے ہاتھ اور پاؤں ان کاموں کی (یعنی گناہوں کی) جنکو یہ کرتے تھے دوسری جگہ ارشاد ہے۔ وَيَوْمَ يُحْشَرُ أَعْدَاءُ اللَّهِ إِلَى النَّارِ الآیات (سورہ حم سجدہ رکوع ۳) اس جگہ کئی آیتوں میں اس کا ذکر ہے جن کا ترجمہ یہ ہے کہ جس دن (حشر میں) اللہ کے دشمن جہنم کی طرف جمع کئے جائیں گے پھر ان کو ایک جگہ روک دیا جاویگا پھر سب کے سب اس جہنم کے قریب آ جائینگے تو ان کے کان ان کی آنکھیں ان کی کھالیں ان پر گواہیاں دینگے (اور بتائیں گی کہ ہمارے ذریعہ سے اس شخص نے کیا کیا گناہ کئے اس وقت وہ لوگ (تعجب سے) ان سے کہیں گے کہ تم نے ہمارے خلاف کیوں گواہی دی (ہم تو دنیا میں تمہاری ہی لذت اور راحت کے واسطے گناہ کرتے تھے) وہ جواب دینگے کہ ہم کو اس پاک اللہ نے گویائی عطا کی جس نے سب چیزوں کو گویائی عطا فرمائی اسی نے تم کو بھی اول پیدا کیا اور اسی کے پاس اب تم لوٹائے گئے ہو۔ احادیث میں اس گواہی کے متعدد واقعات ذکر کئے گئے ہیں۔

دعا کیجئے: اے اللہ! ہمیں اپنے حقیقی ذکر یعنی ہمہ وقت آپ کے احکامات کو پیش نظر رکھتے ہوئے زندگی بسر کرنے کی توفیق عطا فرمائیے۔ اے اللہ! ہمیں اپنے ذکر کی توفیق عطا فرمائیے۔ اے اللہ! ہمیں اپنی محبت نصیب فرمائیے اور مسنون اذکار و وظائف کو صبح و شام پڑھنے کی توفیق عطا فرمائیے۔ اے اللہ! ہمیں ایسا بنا دیجئے کہ ہم سب سے زیادہ آپ کا ذکر کرنے والے سب سے زیادہ آپ کو فرمانبرداری کرنے والے اور سب سے زیادہ آپ سے محبت کرنے والے بن جائیں۔ وَآخِرُ دَعْوَانَا أَنِ الْحَمْدُ لِلَّهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ

اختتام مجلس کا ذکر

عن ابی برزة الاسلمی رضی اللہ عنہ قال کان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یقول باخرہ اذا اراد ان یقوم من المجلس سبحانک اللھم وبحمدک اشھد ان لا الہ الا انت استغفرک و اتوب الیک فقال رجل یارسول اللہ انک لتقول قولاً ماکنت تقولہ فیما مضیٰ قال کفارة لما یکون فی المجلس. (رواہ ابن ابی شیبہ)

ترجمہ: حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کا معمول اخیر زمانۂ عمر شریف میں یہ تھا کہ جب مجلس سے اٹھتے سبحانک اللھم وبحمدک اشھد ان لاالہ الا انت استغفرک واتوب الیک پڑھا کرتے۔ کسی نے عرض کیا کہ آج کل ایک دعا کا معمول حضورؐ کا ہے پہلے تو یہ معمول نہیں تھا۔ حضورؐ نے ارشاد فرمایا کہ یہ مجلس کا کفارہ ہے۔ دوسری روایت میں بھی یہ قصہ مذکور ہے اس میں حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ ارشاد منقول ہے کہ یہ کلمات مجلس کا کفارہ ہیں۔ حضرت جبرئیلؑ نے مجھے بتائے ہیں۔

تشریح: ایک حدیث میں وارد ہے کہ قیامت کے دن کافر باوجودیکہ اپنی بداعمالیوں کو جانتا ہوگا پھر بھی انکار کریگا کہ میں نے گناہ نہیں کئے اس سے کہا جائیگا کہ یہ تیرے پڑوسی تجھ پر گواہی دیتے ہیں وہ کہے گا کہ یہ لوگ دشمنی سے جھوٹ بولتے ہیں، پھر کہا جائیگا کہ تیرے عزیز واقارب گواہی دیتے ہیں وہ ان کو بھی جھٹلائے گا تو اس کے اعضاء کو گواہ بنایا جائیگا۔ ایک حدیث میں ہے کہ سب سے پہلے ران گواہی دیگی کہ کیا کیا بداعمالیاں اس سے کرائی گئی تھیں۔ ایک حدیث میں ہے کہ پل صراط سے آخری گزرنے والا اس طرح گرتا پڑتا گزرے گا جیسے کہ بچہ جب اس کو باپ مار رہا ہو کہ وہ کبھی ادھر گرتا ہے کبھی ادھر۔ فرشتے اس سے کہیں گے کہ اچھا اگر تو سیدھا چل کر پل صراط سے گزر جائے تو اپنے سب اعمال بتادے گا وہ اس کا وعدہ کریگا کہ میں سچ سچ سب بتادونگا اور اللہ کی عزت کی قسم کھا کر کہے گا کہ کچھ نہیں چھپاؤں گا۔ وہ کہیں گے کہ اچھا سیدھا کھڑا ہوجا اور چل، وہ سہولت سے پل صراط پر گزر جائیگا اور پار ہوجانے کے بعد اس سے پوچھا جائیگا کہ اچھا اب بتا۔ وہ سوچے گا کہ اگر میں نے اقرار کرلیا تو ایسا نہ ہو کہ مجھ کو واپس کردیا جائے۔ اس لئے صاف انکار کردے گا کہ میں نے کوئی برا عمل نہیں کیا۔ فرشتے کہیں گے کہ اچھا اگر ہم نے گواہ پیش کردیئے تو وہ ادھر ادھر دیکھے گا کہ کوئی آدمی آس پاس نہیں اس کو خیال ہوگا کہ اب گواہ کہاں سے آئیں گے سب اپنے اپنے ٹھکانے پہنچ گئے ہیں اس لئے کہے گا کہ اچھا لاؤ گواہ تو اس کے اعضاء کو حکم کیا جائے گا اور وہ کہنا شروع کردینگے تو مجبوراً اس کو اقرار کرنا پڑے گا اور کہے گا کہ بیشک ابھی اور بھی بہت سے مہلک گناہ بیان کرنا باقی ہیں تو ارشاد ہوگا کہ اچھا ہم نے مغفرت کردی غرض ان وجوہ سے ضرورت ہے کہ آدمی کے اعضاء سے نیک کام بھی بکثرت ہوں تاکہ گواہ دونوں قسم کے مل سکیں۔ اسی لئے حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے اس حدیث بالا میں انگلیوں پر شمار کرنے کا حکم فرمایا ہے۔ اسی وجہ سے دوسری احادیث میں مسجد میں کثرت سے آنے جانے کا حکم ہے کہ نشانات قدم بھی گواہ دیں گے اور ان کا ثواب لکھا جاتا ہے کس قدر خوش قسمت ہیں وہ لوگ جن کے لئے برائی کا گواہ کوئی بھی نہ ہو کہ گناہ کئے ہی نہیں یا توبہ وغیرہ سے معاف ہوگئے اور بھلائی اور نیکی کے گواہ سینکڑوں ہزاروں ہوں جسکی سہل ترین صورت یہ ہے کہ جب کوئی گناہ صادر ہوجائے فوراً توبہ سے اس کو محو کرڈالیں کہ پھر وہ کالعدم ہوجاتے ہیں اور نیکیاں اعمالناموں میں باقی رہیں جس کے گواہ بھی موجود ہوں اور جن جن اعضاء سے یہ نیک اعمال کئے ہیں وہ سب گواہی دیں۔ متعدد احادیث میں خود نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا انگلیوں پر گننا مختلف الفاظ سے نقل کیا گیا ہے۔ حضرت عبداللہ بن عمروؓ فرماتے ہیں کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم (انگلیوں پر) تسبیح گنتے تھے۔

غفلت والے رحمت الٰہیہ سے محروم ہیں

عن ابی برزة الاسلمی رضی اللہ عنہ قال کان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یقول باخرہ اذا اراد ان یقوم من المجلس سبحانک اللھم وبحمدک اشھد ان لا الہ الا انت استغفرک و اتوب الیک فقال رجل یارسول اللہ انک لتقول قولاً ماکنت تقولہ فیما مضیٰ قال کفارة لما یکون فی المجلس. (رواہ ابن ابی شیبہ)

ترجمہ: حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کا معمول اخیر زمانۂ عمر شریف میں یہ تھا کہ جب مجلس سے اٹھتے **سبحانک اللھم وبحمدک اشھد ان لاالہ الا انت استغفرک واتوب الیک** پڑھا کرتے۔ کسی نے عرض کیا کہ آج کل ایک دعا کا معمول حضور کا ہے پہلے تو یہ معمول نہیں تھا۔ حضور نے ارشاد فرمایا کہ یہ مجلس کا کفارہ ہے۔ دوسری روایت میں بھی یہ قصہ مذکور ہے اس میں حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ ارشاد منقول ہے کہ یہ کلمات مجلس کا کفارہ ہیں۔ حضرت جبرئیلؑ نے مجھے بتائے ہیں۔

تشریح: اس کے بعد حدیث بالا میں اللہ کے ذکر سے غفلت پر رحمت الٰہیہ سے محروم کئے جانے کی وعید ہے۔ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ جو لوگ اللہ تعالیٰ کے ذکر سے محروم رہتے ہیں وہ اللہ کی رحمت سے بھی محروم رہتے ہیں۔ قرآن پاک میں ارشاد ہے کہ تم مجھے یاد کرو میں (رحمت کے ساتھ) تمہارا ذکر کرونگا۔ حق تعالیٰ شانہ نے اپنی یاد کو بندہ کی یاد پر مرتب فرمایا۔ قرآن پاک میں ارشاد ہے

وَمَنْ يَّعْشُ عَنْ ذِكْرِ الرَّحْمٰنِ نُقَيِّضْ لَهٗ شَيْطٰنًا فَهُوَ لَهٗ قَرِيْنٌ ۝ وَاِنَّهُمْ لَيَصُدُّوْنَهُمْ عَنِ السَّبِيْلِ وَيَحْسَبُوْنَ اَنَّهُمْ مُّهْتَدُوْنَ ۝

(سورۂ زخرف رکوع ۴) اور جو شخص اللہ کے ذکر سے (خواہ کسی قسم کا ہو قرآن پاک ہو یا کسی اور قسم کا جان بوجھ کر) اندھا بن جائے ہم اس پر ایک شیطان کو مسلط کر دیتے ہیں پس وہ شیطان ہر وقت اس کے ساتھ رہتا ہے اور وہ شیطان اپنے ساتھیوں کے ساتھ مل کر سب کے سب ان لوگوں کو (جو اللہ کے ذکر سے اندھے بن گئے ہیں سیدھے) راستہ سے ہٹاتے رہتے ہیں اور یہ لوگ خیال کرتے ہیں کہ ہم ہدایت پر ہیں۔

حدیث میں ہے کہ ہر شخص کے ساتھ ایک شیطان مقرر ہے۔ کافر کے ساتھ تو وہ ہر وقت شریک حال رہتا ہے۔ کھانے میں بھی پینے میں بھی سونے میں بھی۔ لیکن مومن سے ذرا دور رہتا ہے اور ہر وقت منتظر رہتا ہے۔ جب اس کو ذرا غافل پاتا ہے فوراً اس پر حملہ کر دیتا ہے۔ دوسری جگہ ارشاد ہے۔

يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا تُلْهِكُمْ اَمْوَالُكُمْ وَلَاۤ اَوْلَادُكُمْ عَنْ ذِكْرِ اللّٰهِ الیٰ آخر السورة (سورہ منافقون رکوع ۲)

اے ایمان والو تم کو تمہارے مال اور اولاد (اور اسی طرح دوسری چیزیں) اللہ کی یاد سے غافل نہ کر دیں اور جو لوگ ایسا کریں گے وہی خسارے والے ہیں اور ہم نے جو کچھ (مال و دولت عطا کر رکھا ہے اس میں سے (اللہ کے راستہ میں) اس سے پہلے پہلے خرچ کر لو کہ تم میں سے کسی کی موت آ جائے اور پھر (حسرت و افسوس سے) کہنے لگے کہ اے میرے پروردگار مجھے کچھ دنوں اور مہلت کیوں نہ دی تا کہ میں خیرات کر لیتا اور نیک بندوں میں شامل ہو جاتا اور اللہ جل جلالہ کسی شخص کو بھی موت کا وقت آ جانے کے بعد مہلت نہیں دیتے اور اللہ کو تمہارے سارے اعمال کی پوری پوری خبر ہے (جیسا کرو گے بھلا یا برا ویسا ہی پاؤ گے)

اللہ کے ایسے بندے جو کسی لمحہ غافل نہیں ہیں:

اللہ جل شانہ کے ایسے بھی بندے ہیں جن کو کسی وقت بھی

غفلت نہیں ہوتی۔ حضرت شبلیؒ فرماتے ہیں کہ میں نے ایک جگہ دیکھا کہ ایک مجنوں شخص ہے لڑکے اس کو ڈھیلے مار رہے ہیں۔ میں نے ان کو دھمکایا۔ وہ لڑکے کہنے لگے کہ یہ شخص یوں کہتا ہے کہ میں خدا کو دیکھتا ہوں۔ میں اس کے قریب گیا تو وہ کچھ کہہ رہا تھا۔ میں نے غور سے سنا تو وہ کہہ رہا تھا کہ تو نے بہت ہی اچھا کیا کہ ان لڑکوں کو مجھ پر مسلط کر دیا۔ میں نے کہا کہ یہ لڑکے تجھ پر ایک تہمت لگاتے ہیں کہنے لگا کیا کہتے ہیں۔ میں نے کہا یہ کہتے ہیں کہ تم خدا کو دیکھنے کے مدعی ہو۔ یہ سن کر اس نے ایک چیخ ماری اور یہ کہا شبلی اس ذات کی قسم جس نے اپنی محبت میں مجھ کو شکستہ حال بنا رکھا ہے اور اپنے قرب و بعد میں مجھ کو بھٹکا رکھا ہے اگر تھوڑی دیر بھی وہ مجھ سے غائب ہو جائے (یعنی حضوری حاصل نہ رہے) تو میں دردِ فراق سے ٹکڑے ٹکڑے ہو جاؤں۔

یہ کہہ کر وہ مجھ سے منہ موڑ کر یہ شعر پڑھتا ہوا بھاگ گیا

خیالک فی عینی و ذکرک فی فمی
و مثواک فی قلبی فاین تغیب

تیری صورت میری نگاہ میں جمی رہتی ہے اور تیرا ذکر میری زبان پر ہر وقت رہتا ہے۔ تیرا ٹھکانا میرا دل ہے پس تو کہاں غائب ہو سکتا ہے۔

حضرت جنید بغدادیؒ کا جب انتقال ہونے لگا تو کسی نے کلمہ لاالہ الا اللہ تلقین کیا فرمانے لگے میں کسی وقت بھی اس کو نہیں بھولا (یعنی یاد تو اس کو دلاؤ جس کو کسی وقت بھی غفلت ہوئی ہو) حضرت ممشاد دینوریؒ مشہور بزرگ ہیں جس وقت ان کا انتقال ہونے لگا تو کسی پاس بیٹھنے والے نے دعا کی حق تعالیٰ شانہ آپ کو (جنت کی) فلاں فلاں دولت عطا فرمائیں تو ہنس پڑے فرمانے لگے تیس برس سے جنت اپنے سارے ساز و سامان کے ساتھ میرے سامنے ظاہر ہوتی رہی ہے۔ ایک دفعہ بھی تو (اللہ جل شانہ کی طرف سے توجہ ہٹا کر) ادھر توجہ نہیں کی۔ حضرت رویمؒ کو انتقال کے وقت کسی نے کلمہ تلقین کیا تو فرمانے لگے میں اس کے غیر کو اچھی طرح جانتا ہی نہیں۔ احمد بن خضرویہؒ کے انتقال کا وقت تھا کسی شخص نے کوئی بات پوچھی آنکھوں میں آنسو نکل پڑے۔ کہنے لگے پچانویں برس سے ایک دروازہ کھٹکھٹا رہا ہوں وہ اس وقت کھلنے والا ہے مجھے معلوم نہیں کہ وہ سعادت کے ساتھ کھلتا ہے یا بدبختی کے ساتھ مجھے اس وقت بات کی فرصت کہاں۔

دعا کیجئے

اے اللہ! ہمیں ایسا بنا دیجئے کہ ہم سب سے زیادہ آپ کا ذکر کرنے والے سب سے زیادہ آپ کو فرمانبرداری کرنے والے اور سب سے زیادہ آپ سے محبت کرنے والے بن جائیں۔ اے اللہ! ہمیں ایسا بنا دیجئے کہ ہم اپنے سارے دل کیساتھ آپ سے محبت کریں اور آپ کو راضی کرنے میں اپنی ساری کوششیں صرف کر دیں۔ اے اللہ! ہم آپ سے دین و دنیا اور اہل و عیال میں معافی اور اچھے انجام کا سوال کرتے ہیں۔ اے اللہ! ہمیں بخش دیجئے اور ہمارے گھروں میں وسعت اور رزق میں برکت عطا فرما دیجئے۔ اے اللہ! ہمیں اپنے ذکر کی توفیق عطا فرمایئے۔ اے اللہ! ہمیں اپنے حقیقی ذکر یعنی ہمہ وقت آپ کے احکامات کو پیش نظر رکھتے ہوئے زندگی بسر کرنے کی توفیق عطا فرمایئے۔ اے اللہ! ہمیں اپنی محبت نصیب فرمایئے اور مسنون اذکار و وظائف کو صبح و شام پڑھنے کی توفیق عطا فرمایئے۔ وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ

چار کلمات

وعن جويرية رضى الله عنه ان النبى صلى الله عليه وسلم خرج من عند هابكرة حبن صلى الصبح وهى فى مسجد ها ثم رجع بعد ان اضحىٰ و هى جالسة قال مازلت على الحال التى فارقتک عليها قالت نعم قال النبى صلى الله عليه وسلم لقد قلت بعدک اربع كلمات ثلث مرات لو وزنت بماقلت منذ اليوم لوزنتهن سبحان الله وبحمده عدد خلقه ورضا نفسه وزنة عرشه ومداد كلماته. (رواه مسلم)

ترجمہ: ام المومنین حضرت جویریہؓ فرماتی ہیں کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم صبح کی نماز کے وقت ان کے پاس سے نماز کے لئے تشریف لے گئے اور یہ اپنے مصلے پر بیٹھی ہوئی (تسبیح میں مشغول تھیں) حضورؐ چاشت کی نماز کے بعد (دوپہر کے قریب) تشریف لائے تو یہ اسی حال میں بیٹھی ہوئی تھیں۔ حضورؐ نے دریافت فرمایا تم اسی حال پر ہو جس میں میں نے چھوڑا تھا عرض کیا جی ہاں! حضورؐ نے فرمایا میں نے تم سے (جدا ہونے کے) بعد چار کلمے تین مرتبہ پڑھے اگر ان کو اس سب کے مقابلہ میں تولا جائے جو تم نے صبح سے پڑھا ہے تو وہ غالب ہو جائیں۔ وہ کلمے یہ ہیں۔ **سبحان الله وبحمده عدد خلقة ورضا نفسه وزنة عرشه ومداد كلماته** (اللہ کی تسبیح کرتا ہوں اور اس کی تعریف کرتا ہوں بقدر اسکی مخلوقات کے عدد کے اور بقدر اس کی مرضی اور خوشنودی کے اور بقدر وزن اس کے عرش کے اور اس کے کلمات کی مقدار کے موافق)

افضل اور آسان تسبیح

تشریح: دوسری حدیث میں ہے کہ حضرت سعدؓ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ ایک صحابیؓ عورت کے پاس تشریف لے گئے۔ ان کے سامنے کھجور کی گٹھیاں یا کنکریاں رکھی ہوئی تھیں جن پر وہ تسبیح پڑھ رہی تھیں۔ حضورؐ نے فرمایا میں تجھے ایسی چیز بتاؤں جو اس سے سہل ہو (یعنی کنکریوں پر گننے سے سہل ہو) یا (یہ ارشاد فرمایا کہ) اس سے افضل ہو **سبحان الله عددما خلق** اخیر تک۔ اللہ کی تعریف کرتی ہوں بقدر اس مخلوق کے جو آسمان میں پیدا کی اور بقدر اس مخلوق کے جو زمین میں پیدا کی اور بقدر اس مخلوق کے جو ان دونوں کے درمیان ہے یعنی آسمان زمین کے درمیان ہے اور اللہ کی پاکی بیان کرتی ہوں بقدر اسکے جس کو وہ پیدا کرنے والا ہے اور اس سب کے برابرؑ **الله اكبر** اور اس کے برابر ہی **الحمدلله** اور اسی کے مانند **لااله الا الله.**

افضیلت کا مطلب

ملا علی قاریؒ نے لکھا ہے کہ ان کیفیات کے ساتھ تسبیح کے افضل ہونے کا مطلب یہ ہے کہ ان الفاظ کے ذکر کرنے سے ان کیفیات اور صفات کی طرف ذہن متوجہ ہوگا اور یہ ظاہر ہے کہ جتنا بھی تدبر اور غور و فکر سے زیادہ ہوگا اتنا ہی ذکر افضل ہوگا اس لئے قرآن پاک جو تدبر سے پڑھا جائے وہ تھوڑا سا بھی اس تلاوت سے بہت زیادہ افضل ہے جو بلا تردد کے ہو اور بعض علماء نے کہا ہے کہ افضلیت اس حیثیت سے ہے کہ اس میں اللہ

جل جلالہ کی حدوثنا کے شمار سے عجز کا اظہار ہے جو کمال ہے عبدیت کا۔ اس وجہ سے بعض صوفیہ سے نقل کیا گیا ہے وہ کہتے ہیں کہ گناہ تو بلاحساب اور بیشمار ہوتے ہیں اور اللہ کے پاک نام کو شمار سے اور گن کر کہتے ہو۔ اس کا مطلب یہ نہیں کہ شمار نہ کرنا چاہیے اگر ایسا ہوتا تو پھر احادیث میں کثرت سے خاص خاص اوقات میں شمار کیوں بتائی جاتی حالانکہ بہت سی احادیث میں خاص خاص مقداروں پر خاص خاص وعدے فرمائے گئے ہیں لیکن اس کا مطلب یہ ہے کہ صرف شمار پر قناعت نہ کرنا چاہیے بلکہ جو اوراد مخصوص اوقات میں متعین ہیں ان کو پورا کرنے کے علاوہ خالی اوقات میں بھی جتنا ممکن ہو بیشمار اللہ کے ذکر میں مشغول رہنا چاہیے کہ یہ ایسی بڑی دولت ہے جو شمار کی پابندیوں اور اس کے حدود سے بالاتر ہے۔

دانوں والی تسبیح کو بدعت کہنا غلط ہے:

ان احادیث سے تسبیح متعارف یعنی دھاگہ میں پروئے ہوئے دانوں کا جواز ثابت ہوتا ہے بعض لوگوں نے اس کو بدعت کہہ دیا ہے مگر یہ صحیح نہیں ہے جب اس کی اصل ثابت ہے حضورؐ نے کنکریوں اور گٹھلیوں پر گنتے ہوئے دیکھا اور اس پر انکار نہیں فرمایا تو پھر اصل ثابت ہوگی دھاگہ میں پرو دینے میں اور نہ پرونے میں کوئی فرق نہیں۔ اس وجہ سے جملہ مشائخ اور فقہاء اس کا استعمال فرماتے ہیں۔ مولانا عبدالحئیؒ صاحب نے ایک مستقل رسالہ ''نزہۃ الفکر'' اس بارے میں تصنیف فرمایا ہے۔ ملا علی قاریؒ کہتے ہیں کہ یہ حدیث صحیح دلیل ہے۔ تسبیح متعارف کے جواز کی اس لئے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ان گٹھلیوں یا کنکریوں پر گنتے ہوئے دیکھا اور اس پر انکار نہیں فرمایا جو شرعی دلیل ہے اور کھلے ہوئے دانے یا پروئے ہوئے میں کوئی فرق نہیں ہے اس لئے جو لوگ اس کو بدعت کہتے ہیں ان کا قول قابل اعتماد نہیں ہے۔ فرماتے ہیں کہ صوفیہ کی اصطلاح میں اس کو شیطان کا کوڑا کہا جاتا ہے۔ حضرت جنید بغدادیؒ کے ہاتھ میں کسی نے ایسے وقت میں بھی تسبیح دیکھی جب وہ منتہائے کمال پر پہنچ چکے تھے تو ان سے اس بارے میں سوال کیا۔ فرمایا جس چیز کے ذریعہ ہم اللہ تک پہنچے ہیں اس کو کیسے چھوڑ دیں۔ بہت سے صحابہؓ رضی اللہ عنہم اجمعین سے یہ نقل کیا گیا ہے کہ ان کے پاس کھجور کی گٹھیاں یا کنکریاں رہتی تھیں اور وہ ان پر گن کر تسبیح پڑھا کرتے تھے چنانچہ حضرت ابوصفیہ صحابی سے نقل کیا گیا ہے کہ وہ کنکریوں پر گنا کرتے تھے۔ حضرت سعد بن ابی وقاصؓ سے گٹھلیاں اور کنکریاں دونوں نقل کی گئی ہیں۔ حضرت ابوسعید خدریؓ سے بھی کنکریوں پر پڑھنا نقل کیا گیا ہے۔ مرقات میں لکھا ہے کہ حضرت ابوہریرہؓ کے پاس ایک دھاگہ رہتا تھا جس میں گرہیں لگی ہوئی تھیں ان پر شمار فرمایا کرتے تھے اور ابوداؤد میں ہے کہ حضرت ابوہریرہؓ کے پاس ایک تھیلی تھی جس میں کھجور کی گٹھلیاں یا کنکریاں بھری رہتی۔ ان پر تسبیح پڑھا کرتے اور جب وہ تھیلی خالی ہو جاتی تو ایک باندی تھی جو ان سب کو پھر اس میں بھر دیتی اور حضرت ابوہریرہؓ کے پاس رکھ دیتی۔ خالی ہونے کا مطلب یہ ہے کہ وہ تھیلی میں سے نکالتے رہتے اور باہر ڈالتے رہتے تھے اور جب وہ خالی ہوجاتی تو سارے دانے سمیٹ کر وہ باندی پھر اس تھیلی میں بھر دیتی۔ حضرت ابودرداءؓ سے بھی یہ نقل کیا گیا ہے کہ ان کے پاس ایک تھیلی میں عجوہ کھجور کی گٹھلیاں جمع رہتیں صبح کی نماز پڑھ کر اس تھیلی کو لے کر بیٹھتے اور جب تک وہ خالی ہوتی بیٹھے پڑھتے رہتے۔ حضرت ابوصفیہؓ جو حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے غلام تھے ان کے سامنے ایک چمڑہ بچھا رہتا اس پر کنکریاں پڑی رہتیں اور صبح سے زوال کے وقت تک ان کو پڑھتے رہتے جب زوال کا وقت ہوتا تو وہ چمڑا اٹھا لیا جاتا۔ وہ اپنی ضروریات میں مشغول

ہو جاتے۔ ظہر کی نماز کے بعد پھر وہ بچھا دیا جاتا اور شام تک ان کو پڑھتے رہتے۔ حضرت ابوہریرہؓ کے پوتے نقل کرتے ہیں کہ دادے ابا کے پاس ایک دھاگہ تھا جس میں دو ہزار گرہیں لگی ہوئی تھیں اس وقت تک نہیں سوتے تھے جب تک ایک مرتبہ اُن پر تسبیح نہ پڑھ لیتے۔ حضرت امام حسینؓ کی صاحبزادی حضرت فاطمہؓ سے بھی یہ نقل کیا گیا ہے ان کے پاس ایک دھاگہ تھا جسمیں گرہیں لگی ہوئی تھیں ان پر تسبیح پڑھا کرتی تھیں۔ صوفیہ کی اصطلاح میں تسبیح کا نام مذکرہ (یاد دلانے والی) بھی ہے اس وجہ سے کہ جب یہ ہاتھ میں ہوتی ہے تو خواہ مخواہ پڑھنے کو جی چاہتا ہے اس لئے گویا اللہ کے نام کو یاد دلانے والی ہے اس بارے میں ایک حدیث بھی نقل کی جاتی ہے جو حضرت علیؓ سے نقل کی گئی ہے کہ حضورؐ نے ارشاد فرمایا کہ تسبیح کیا ہی اچھی مذکرہ (یعنی یاد دلانے والی چیز) ہے۔

ایک مسلسل حدیث:

اس باب میں ایک مسلسل حدیث مولانا عبدالحیؒ صاحب نے نقل فرمائی ہے جس کا مطلب یہ ہے کہ مولانا سے لے کر اوپر تک ہر استاد نے اپنے شاگرد کو ایک تسبیح عطا فرمائی اور اس کے پڑھنے کی اجازت بھی دی۔ اخیر میں حضرت جنید بغدادیؒ کے شاگرد تک یہ سلسلہ پہنچتا ہے۔ وہ کہتے ہیں کہ میں نے اپنے استاد حضرت جنیدؒ کے ہاتھ میں تسبیح دیکھی تو میں نے ان سے کہا کہ آپ اس علو مرتبہ پر بھی تسبیح ہاتھ میں رکھتے ہیں انہوں نے فرمایا کہ میں نے اپنے استاذ سری سقطیؒ کے ہاتھ میں تسبیح دیکھی تو ان سے یہی سوال کیا تھا جو تم نے کیا۔ انہوں نے فرمایا کہ میں نے بھی اپنے استاد حضرت معروف کرخیؒ کے ہاتھ میں تسبیح دیکھی تھی تو یہی سوال کیا تھا۔ انہوں نے فرمایا تھا کہ میں نے اپنے استاد حضرت بشیرؒ حافی کے ہاتھ میں تسبیح دیکھی تو یہی سوال کیا تھا۔ انہوں نے فرمایا تھا کہ میں نے اپنے استاذ حضرت عمرؒ مکی کے ہاتھ میں تسبیح دیکھی تھی تو یہی سوال کیا تھا۔ انہوں نے فرمایا تھا کہ میں نے اپنے استاذ حضرت حسن بصریؒ (جو سارے مشائخ چشتیہ کے سرگروہ ہیں) کے ہاتھ میں تسبیح دیکھی تھی تو عرض کیا تھا کہ آپ کی اس رفعت شان اور علو مرتبہ کے باوجود بھی اب تک تسبیح آپ کے ہاتھ میں ہے تو انہوں نے فرمایا تھا کہ ہم نے تصوف کی ابتدا میں اس سے کام لیا تھا اور اس کے ذریعہ سے ترقی حاصل کی تھی تو گوارا نہیں کہ اب اخیر میں اسکو چھوڑ دیں میں چاہتا ہوں کہ اپنے دل سے زبان سے ہاتھ سے ہر طرح اللہ کا ذکر کروں۔ محدثانہ حیثیت سے ان میں کلام بھی کیا گیا ہے۔

دعا کیجئے

اے اللہ! ہمیں اپنے ذکر کی توفیق عطا فرمائیے۔ اے اللہ! ہمیں اپنے حقیقی ذکر یعنی ہمہ وقت آپ کے احکامات کو پیش نظر رکھتے ہوئے زندگی بسر کرنے کی توفیق عطا فرمائیے۔ اے اللہ! ہمیں اپنی محبت نصیب فرمائیے اور مسنون اذکار و وظائف کو صبح و شام پڑھنے کی توفیق عطا فرمائیے۔ اے اللہ! ہمیں ایسا بنا دیجئے کہ ہم سب سے زیادہ آپ کا ذکر کرنے والے سب سے زیادہ آپ کو فرمانبرداری کرنے والے اور سب سے زیادہ آپ سے محبت کرنے والے بن جائیں۔ اے اللہ! ہمیں ایسا بنا دیجئے کہ ہم اپنے سارے دل کیساتھ آپ سے محبت کریں اور آپ کو راضی کرنے میں اپنی ساری کوششیں صرف کر دیں۔ وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ

تسبیحات فاطمہ

عن ابن اعبد قال قال علی رضی اللہ عنہ الا احدثک عنی وعن فاطمة بنت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم و کانت من احب اھلہ الیہ قلت بلی قال انھا جرت بالرحی حتی اثر فی یدھا واستقت بالقربة حتی اثر فی نحرھا و کنست البیت حتی اغبرت ثیابھا (رواہ ابو داؤد)

ترجمہ: حضرت علیؓ نے اپنے ایک شاگرد سے فرمایا کہ میں تمہیں اپنا اور اپنی بیوی فاطمہؓ کا جو حضورؐ کی صاحبزادی اور سب گھر والوں میں زیادہ لاڈلی تھیں قصہ نہ سناؤں؟ انہوں نے عرض کیا ضرور سنائیں۔ فرمایا کہ وہ خود چکی پیستی تھیں جس سے ہاتھوں میں گٹے پڑ گئے تھے اور خود ہی مشک بھر کر لاتی تھیں جس سے سینہ پر رسی کے نشان پڑ گئے تھے خود ہی جھاڑو دیتی تھیں جس کی وجہ سے کپڑے میلے رہتے تھے۔ ایک مرتبہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں کچھ لونڈی غلام آئے میں نے حضرت فاطمہؓ سے کہا کہ تم اگر اپنے والد صاحب کی خدمت میں جا کر ایک خادم مانگ لاؤ تو اچھا ہے سہولت رہے گی وہ گئیں حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں لوگوں کا مجمع تھا اس لئے واپس چلی آئیں حضور صلی اللہ علیہ وسلم دوسرے روز خود ہی مکان پر تشریف لائے اور فرمایا کہ تم کل کس کام کو آئی تھیں وہ چپ ہو گئیں (شرم کی وجہ سے بول بھی نہ سکیں) میں نے عرض کیا حضورؐ چکی سے ہاتھ میں نشان پڑ گئے، مشکیزہ بھرنے کی وجہ سے سینہ پر بھی نشان پڑ گیا ہے، جھاڑو دینے کی وجہ سے کپڑے میلے رہتے ہیں کل آپ کے پاس کچھ لونڈی غلام آئے تھے اس لئے میں نے ان سے کہا تھا کہ ایک خادم اگر مانگ لائیں تو ان مشقتوں میں سہولت ہو جائے۔ حضورؐ نے فرمایا فاطمہ اللہ سے ڈرتی رہو اور اسکے فرض ادا کرتی رہو اور گھر کے کاروبار کرتی رہو اور جب سونے کے لئے لیٹو تو سبحان اللہ ٣٣ مرتبہ الحمدللہ ٣٣ مرتبہ اللہ اکبر ٣٤ مرتبہ پڑھ لیا کرو۔ یہ خادم سے بہتر ہے۔ انہوں نے عرض کیا میں اللہ (کی تقدیر) اور اس کے رسول (کی تجویز) سے راضی ہوں۔ دوسری حدیث میں حضورؐ کی چچازاد بہنوں کا قصہ بھی اسی قسم کا آیا ہے وہ کہتی ہیں کہ ہم دو بہنیں اور حضورؐ کی بیٹی فاطمہؓ تینوں حضورؐ کی خدمت میں حاضر ہوئیں اور اپنی مشقت اور دقتیں ذکر کر کے ایک خادم کی طلب کی۔ حضورؐ نے فرمایا کہ خادم دینے میں تو بدر کے یتیم تم سے مقدم ہیں میں تمہیں خادم سے بھی بہتر چیز بتاؤں ہر نماز کے بعد ہر تینوں کلمے یعنی سبحان اللہ الحمدللہ اللہ اکبر ٣٣، ٣٣، ٣٣ مرتبہ اور ایک مرتبہ لاالہ الا اللہ وحدہ لاشریک لہ لہ الملک ولہ الحمد وھو علی کل شیء قدیر پڑھ لیا کرو یہ خادم سے بہتر ہے۔

تسبیحاتِ فاطمہ کی اہمیت وافادیت

تشریح: حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم اپنے گھر والوں اور عزیزوں کو خاص طور پر ان تسبیحات کا حکم فرمایا کرتے تھے۔ ایک حدیث میں آیا ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم اپنی بیویوں کو یہ حکم فرمایا کرتے تھے کہ جب وہ سونے کا ارادہ کریں تو سبحان اللہ الحمدللہ' اللہ اکبر ہر ایک ۳۳ مرتبہ پڑھیں۔ حدیث بالا میں حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے دنیوی مشقتوں اور تکلیفوں کے مقابلہ میں ان تسبیحات کو تلقین فرمایا۔ اس کی ظاہری وجہ تو ظاہر ہے کہ مسلمان کے لئے دنیوی مشقت اور تکلیف قابل التفات نہیں ہے اس کو ہر وقت آخرت اور مرنے کے بعد کی راحت و آرام کی فکر ضروری ہے اس لئے حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے چندروزہ زندگی کی مشقت اور تکلیف کی طرف سے توجہ ہٹا کر آخرت کی راحت کے سامان بڑھانے کی طرف متوجہ فرمایا اور ان تسبیحات کا آخرت میں زیادہ سے زیادہ نافع ہونا ان روایات سے جو اس باب میں ذکر کی گئیں ظاہر ہے۔ اس کے علاوہ دوسری وجہ یہ بھی ہوسکتی ہے کہ ان تسبیحات کو حق تعالیٰ شانہ نے جہاں دینی منافع اور ثمرات سے شرف بخشا ہے دنیوی منافع بھی ان میں رکھے ہیں۔ اللہ کے پاک کلام میں اس کے رسول کے پاک کلام میں بہت سی چیزیں ایسی ہیں جن میں آخرت کے ساتھ ساتھ دنیاوی منافع بھی حاصل ہوتے ہیں۔ چنانچہ ایک حدیث میں آیا ہے کہ دجال کے زمانہ میں مومنوں کی غذا فرشتوں کی غذا ہوگی یعنی تسبیح وتقدیس (سبحان اللہ وغیرہ الفاظ کا پڑھنا) کہ جس شخص کا کلام ان چیزوں کا پڑھنا ہوگا حق تعالیٰ شانہ اس سے بھوک کی مشقت کو زائل کردیں گے اس حدیث سے یہ بھی معلوم ہوا کہ اس دنیا میں بغیر کھائے پیئے صرف اللہ کے ذکر پر گزارہ ممکن ہوسکتا ہے اور دجال کے زمانہ میں عام مومنین کو یہ دولت حاصل ہوگی تو اس زمانہ میں خواص کو اس حالت کا میسر ہوجانا کچھ مشکل نہیں۔ اس لئے جن لوگوں سے اس قسم کے واقعات بکثرت منقول ہیں کہ معمولی غذا پر یا غذا کے وہ کئی کئی دن گزار دیتے تھے ان میں کوئی وجہ انکار یا تکذیب کی نہیں۔ ایک حدیث میں آیا ہے کہ اگر کہیں آگ لگ جائے تو تکبیر (یعنی اللہ اکبر کثرت سے) پڑھا کرو یہ اس کو بجھا دیتی ہے۔ حصن حصین میں نقل کیا ہے کہ جب کسی شخص کو کسی کام میں تعب اور مشقت معلوم ہو یا قوت کی زیادتی مطلوب ہو تو سوتے وقت سبحان اللہ ۳۳ مرتبہ الحمدللہ ۳۳ مرتبہ اللہ اکبر ۳۴ مرتبہ پڑھے یا تینوں کلمے ۳۳' ۳۳ مرتبہ پڑھے یا کوئی سا ایک ۳۴ مرتبہ پڑھ لے (چونکہ مختلف احادیث میں مختلف عدد آئے ہیں اس لئے سب ہی کو نقل کردیا ہے) حافظ ابن تیمیہؒ نے بھی ان احادیث میں جن میں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت فاطمہؓ کو خادم کے بدلے یہ تسبیحات تعلیم فرمائیں یہ استنباط کیا ہے کہ جو شخص ان پر مداومت کرے اس کو مشقت کے کاموں میں تکان اور تعب نہیں ہوگا۔ حافظ ابن حجرؒ فرماتے ہیں کہ اگر معمولی تعب ہوا بھی تب بھی مضرت نہ ہوگی۔ ملا علی قاریؒ نے لکھا ہے کہ یہ عمل مجرب ہے یعنی تجربہ سے بھی یہ ثابت ہوئی ہے کہ ان تسبیحوں کا سوتے وقت پڑھنا ازالۂ تکان اور زیادتی قوت کا سبب ہوتا ہے۔ علامہ سیوطیؒ نے مرقاۃ الصعود میں لکھا ہے کہ ان تسبیحوں کا خادم سے بہتر ہونا آخرت کے اعتبار سے بھی ہوسکتا ہے کہ آخرت میں یہ تسبیحیں جتنی مفید' کارآمد اور نافع ہوں گی' دنیا میں خادم اتنا کارآمد اور نافع نہیں ہو سکتا اور دنیا کے اعتبار سے بھی ہوسکتا ہے کہ ان تسبیحوں کی وجہ

سے کام پر جس قدر قوت اور ہمت ہوسکتی ہے خادم سے اتنا کام نہیں ہوسکتا۔ایک حدیث میں آیا ہے کہ دو خصلتیں ایسی ہیں کہ جوان پر عمل کرے وہ جنت میں داخل ہو اور وہ دونوں بہت سہل ہیں لیکن ان پر عمل کرنے والے بہت کم ہیں ایک یہ کہ ان تسبیحوں کو ہر نماز کے بعد دس دس مرتبہ پڑھے کہ یہ پڑھنے میں تو ایک سو پچاس ہوئیں لیکن اعمال کی ترازو میں پندرہ سو ہونگی۔ دوسرے یہ کہ سوتے وقت **سبحان الله الحمدلله** ۳۳، ۳۳ مرتبہ پڑھے اور **الله اکبر** ۳۴ مرتبہ پڑھے کہ یہ پڑھنے میں سو مرتبہ ہوئیں اور ثواب کے اعتبار سے ایک ہزار ہوئیں۔کسی نے پوچھا یارسول اللہ یہ کیا بات ہے کہ ان پر عمل کرنیوالے بہت تھوڑے ہیں۔حضورؐ نے ارشاد فرمایا کہ نماز کے وقت شیطان آتا ہے اور کہتا ہے کہ فلاں ضرورت ہے اور فلاں کام ہے اور جب سونے کا وقت ہوتا ہے وہ ادھر ادھر کی ضرورتیں یاد دلاتا ہے جس سے پڑھنا رہ جاتا ہے۔

امور خانہ داری کی انجام دہی:

ان احادیث میں یہ بات بھی قابل غور ہے کہ حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا جنت کی عورتوں کی سردار اور دو جہاں کے سردار کی بیٹی اپنے ہاتھ سے آٹا پیستیں حتیٰ کہ ہاتھوں میں گٹے پڑ گئے۔خود ہی پانی بھر کر لاتیں حتیٰ کہ سینہ پر مشک کی رسی کے نشان ہو گئے' خود ہی گھر کی جھاڑو وغیرہ سارا کام کرتیں جس سے ہر وقت کپڑے میلے رہتے۔آٹا گوندھنا' روٹی پکانا غرض سب ہی کام اپنے ہاتھوں سے کرتی تھیں۔کیا ہماری بیبیاں یہ سارے کام تو کیا ان میں سے آدھے بھی اپنے ہاتھ سے کرتی ہیں اور اگر نہیں کرتیں تو کتنی غیرت کی بات ہے کہ جن کے آقاؤں کی یہ زندگی ہو' ان کے نام لیوا ان کے نام پر فخر کرنیوالوں کی زندگی اس کے آس پاس بھی نہ ہو؟ چاہیے تو یہ تھا کہ خادموں کا عمل ان کی مشقت آقاؤں سے کچھ آگے ہوتی مگر افسوس کہ یہاں اس کے آس پاس بھی نہیں۔

دعا کیجئے

اے اللہ! ہمیں اپنے ذکر کی توفیق عطا فرمایئے۔اے اللہ! ہمیں اپنے حقیقی ذکر یعنی ہمہ وقت آپ کے احکامات کو پیش نظر رکھتے ہوئے زندگی بسر کرنے کی توفیق عطا فرمایئے۔اے اللہ! ہمیں اپنی محبت نصیب فرمایئے اور مسنون اذکار و وظائف کو صبح و شام پڑھنے کی توفیق عطا فرمایئے۔اے اللہ! ہمیں ایسا بنا دیجئے کہ ہم سب سے زیادہ آپ کا ذکر کرنے والے سب سے زیادہ آپ کو فرمانبرداری کرنے والے اور سب سے زیادہ آپ سے محبت کرنے والے بن جائیں۔اے اللہ! ہمیں ایسا بنا دیجئے کہ ہم اپنے سارے دل کیساتھ آپ سے محبت کریں اور آپ کو راضی کرنے میں اپنی ساری کوششیں صرف کردیں۔اے اللہ! ہم آپ سے دین و دنیا اور اہل و عیال میں معافی اور اچھے انجام کا سوال کرتے ہیں۔اے اللہ! ہمیں بخش دیجئے اور ہمارے گھروں میں وسعت اور رزق میں برکت عطا فرما دیجئے۔

وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ

صلوٰۃ التسبیح ایک بہترین عمل

عن ابن عباس رضی الله عنه ان النبی صلی الله علیه وسلم قال للعباسؓ بن عبدالمطلب یا عباس یاعماه الاعطیک الاامنحک الا اخبرک الا افعل بک عشر خصال اذا انت فعلت ذلک غفر الله لک ذنبک اوله واخره قدیمه و حدیثه خطأه وحمده صغیره و کبیره سره وعلانیته ان تصلی اربع رکعات تقرأ فی کل رکعة فاتحة الکتاب وسورة (رواہ ابو داؤد)

ترجمہ: حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک مرتبہ اپنے چچا حضرت عباسؓ سے فرمایا اے عباس اے میرے چچا کیا میں تمہیں ایک عطیہ کروں۔ ایک بخشش کروں ایک چیز بتاؤں تمہیں دس چیزوں کا مالک بناؤں جب تم اس کام کو کرو گے تو حق تعالیٰ شانہ تمہارے سب گناہ پہلے اور پچھلے پرانے اور نئے غلطی سے کئے ہوئے اور جان بوجھ کر کئے ہوئے چھوٹے اور بڑے چھپ کر کئے ہوئے اور کھلم کھلا کئے ہوئے سب ہی معاف فرمادیں گے وہ کام یہ ہے کہ چار رکعت نفل (صلوۃ تسبیح کی نیت باندھ کر) پڑھو اور ہر رکعت میں جب الحمد اور سورت پڑھ چکو تو رکوع سے پہلے سبحان الله والحمدلله ولا اله الاالله والله اکبر پندرہ مرتبہ اس میں پڑھو پھر جب رکوع کرو تو دس مرتبہ اسمیں پڑھو پھر جب رکوع سے کھڑے ہو تو دس مرتبہ پڑھو پھر سجدہ کرو تو دس مرتبہ اس میں پڑھو پھر سجدے سے اٹھ کر بیٹھو تو دس مرتبہ پڑھو پھر جب دوسرے سجدہ میں جاؤ تو دس مرتبہ اس میں پڑھو پھر جب دوسرے سجدہ سے اٹھو تو (دوسری رکعت میں) کھڑے ہونے سے پہلے بیٹھ کر دس مرتبہ پڑھو۔ ان سب کی میزان پچھتر ہوئی۔ اسی طرح ہر رکعت میں پچھتر دفعہ ہوگا اگر ممکن ہو سکے تو روزانہ ایک مرتبہ اس نماز کو پڑھ لیا کرو یہ نہ ہو سکے تو ہر جمعہ کو ایک مرتبہ پڑھ لیا کرو یہ بھی نہ ہو سکے تو ہر مہینہ میں ایک مرتبہ پڑھ لیا کرو یہ بھی نہ ہو سکے ہر سال میں ایک مرتبہ پڑھ لیا کرو یہ بھی نہ ہو سکے تو عمر بھر میں ایک مرتبہ تو پڑھ ہی لو۔

تشریح: ایک صحابیؓ کہتے ہیں مجھ سے حضورؐ نے فرمایا کل صبح کو آنا تم کو ایک بخشش کرونگا۔ ایک چیز دونگا۔ ایک عطیہ کرونگا۔ وہ صحابیؓ کہتے ہیں میں ان الفاظ سے یہ سمجھا کہ کوئی (مال) عطا فرمائینگے (جب میں حاضر ہوا) تو فرمایا کہ جب دوپہر کو آفتاب ڈھل چکے تو چار رکعت نماز پڑھو اسی طریقہ سے بتایا جو پہلی حدیث میں گزرا ہے اور یہ بھی فرمایا کہ اگر تم ساری دنیا کے لوگوں سے زیادہ گنہگار ہو گے تو تمہارے گناہ معاف ہو جائیں گے۔ میں نے عرض کیا کہ اگر اس وقت میں کسی وجہ سے نہ پڑھ سکوں تو ارشاد فرمایا کہ جس وقت ہو سکے دن میں یا رات میں پڑھ لیا کرو۔

حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے چچا زاد بھائی حضرت جعفرؓ کو حبشہ بھیج دیا تھا۔ جب وہ وہاں سے واپس مدینہ طیبہ پہنچے تو حضورؐ نے ان کو گلے لگا لیا اور پیشانی پر بوسہ دیا پھر فرمایا میں تجھے ایک چیز دوں، ایک خوشخبری سناؤں، ایک بخشش کروں، ایک تحفہ دوں۔ انہوں نے عرض کیا ضرور۔ حضورؐ نے فرمایا چار رکعت نماز پڑھ۔ پھر اسی طریقہ سے بتائی جو اوپر گذرا، اس حدیث میں ان چار کلموں کے ساتھ لاحول ولا قوة الا الله العلی العظیم بھی آیا ہے۔

حضرت عباسؓ فرماتے ہیں مجھ سے حضور نے فرمایا کہ میں تمہیں بخشش کروں، ایک عطیہ دوں، ایک چیز عطا کروں، وہ کہتے ہیں میں یہ سمجھا کہ کوئی دنیا کی ایسی چیز دینے کا ارادہ ہے جو کسی کو نہیں دی (اس وجہ سے اس قسم کے الفاظ بخشش عطا وغیرہ کو بار بار فرماتے ہیں) پھر آپ نے چار رکعت نماز سکھائی جو اوپر گزری۔ اسمیں یہ بھی فرمایا کہ جب التحیات کیلئے بیٹھو تو پہلے ان تسبیحوں کو پڑھو پھر التحیات پڑھنا۔

صلوۃ التسبیح پڑھنے کا طریقہ

قال الترمذی و قدروی ابن المبارک وغیر واحد من اھل العلم صلوۃ التسبیح و ذکروا الفضل فیه حدثنا احمد بن عبدۃ انا ابو وھب سالت عبداللہ بن المبارک عن الصلوۃ التی یسبح فیھا قال یکبرُ ثم یقول سبحانک اللھم وبحمدک وتبارک اسمک و تعالیٰ جدلک ولاالہ غیرک

ترجمہ: حضرت عبداللہ بن مبارک اور بہت سے علماء سے اس نماز کی فضیلت نقل کی گئی ہے اور اس کا یہ طریقہ نقل کیا گیا ہے کہ **سبحانک اللھم** پڑھنے کے بعد الحمد شریف پڑھنے سے پہلے پندرہ دفعہ ان کلموں کو پڑھے پھر اعوذ اور **بسم اللہ** پڑھ کر **الحمد** شریف اور پھر کوئی سورت پڑھے' سورت کے بعد رکوع سے پہلے دس مرتبہ پڑھے پھر رکوع میں دس مرتبہ پھر رکوع سے اٹھ کر' پھر دونوں سجدوں میں' اور دونوں سجدوں کے درمیان میں بیٹھ کر دس دس مرتبہ پڑھے یہ پچھتر پوری ہوگئی (لہٰذا دوسرے سجدہ کے بعد بیٹھ کر پڑھنے کی ضرورت نہیں رہی) رکوع میں پہلے سبحان ربی **العظیم** اور سجدہ میں پہلے **سبحان ربی الاعلیٰ** پڑھے' پھر ان کلموں کو پڑھے (حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم سے بھی اس طریقہ سے نقل کیا گیا ہے)

صحابہ کرامؓ تابعین اور اولیاءؒ کے ہاں صلوۃ التسبیح کا اہتمام

تشریح: صلوۃ التسبیح بڑی اہم نماز ہے جس کا اندازہ کچھ احادیث بالا سے ہوسکتا ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے کس قدر شفقت اور اہتمام سے اس کو تعلیم فرمایا ہے۔ علمائے امت' محدثین' فقہاء صوفیہ ہر زمانہ میں اس کا اہتمام فرماتے رہے ہیں۔ امام حدیث حاکمؒ نے لکھا ہے کہ اس حدیث کے صحیح ہونے پر یہ بھی دلیل ہے کہ تبع تابعین کے زمانے سے ہمارے زمانہ تک مقتداء حضرات اس پر مداومت کرتے اور لوگوں کو تعلیم دیتے رہے ہیں جن میں عبداللہ بن مبارک بھی ہیں۔ یہ عبداللہ بن مبارکؒ امام بخاریؒ کے استادوں کے استاد ہیں۔ بیہقیؒ کہتے ہیں کہ ابن مبارکؒ سے پہلے ابوالجوزاءؒ جو معتمد تابعی ہیں اس کا اہتمام کیا کرتے تھے۔ روزانہ جب ظہر کی اذان ہوتی تو مسجد میں جاتے اور جماعت کے وقت تک اس کو پڑھ لیا کرتے۔ عبدالعزیز بن ابی روادؒ جو ابن مبارک کے بھی استاد ہیں بڑے عابد اور زاہد متقی لوگوں میں ہیں کہتے ہیں کہ جو جنت کا ارادہ کرے اس کو ضروری ہے کہ صلوٰۃ التسبیح کو مضبوط پکڑے۔ ابوعثمانؒ حیری جو بڑے زاہد ہیں کہتے ہیں کہ میں نے مصیبتوں اور غموں کے ازالہ کے لئے صلوٰۃ التسبیح جیسی کوئی چیز نہیں دیکھی۔ علامہ تقی سبکیؒ فرماتے ہیں یہ نماز بڑی اہم ہے بعض لوگوں کے انکار کی وجہ سے دھوکا میں نہ پڑنا چاہئے۔ جو شخص اس نماز کے ثواب کو سن کر بھی غفلت کرے وہ دین کے بارے میں سستی کرنیوالا ہے۔ صلحاء کے کاموں سے دور ہے اس کو پکا آدمی نہ سمجھنا چاہیے۔ مرقاۃ میں لکھا ہے کہ حضرت عبداللہ بن عباسؓ ہر جمعہ کو پڑھا کرتے تھے۔

بعض علماء کا شبہ

بعض علماء نے اس وجہ سے اس حدیث کا انکار کیا ہے کہ اتنا زیادہ ثواب صرف چار رکعت پر مشکل ہے بالخصوص کبیرہ گناہوں کا معاف ہونا لیکن جب روایت بہت سے صحابہؓ سے منقول ہے تو انکار مشکل ہے البتہ دوسری آیات واحادیث کی وجہ سے کبیرہ گناہوں کی معافی کے لئے توبہ کی شرط ہوگی۔

صلوٰۃ التسبیح پڑھنے کے دو طریقے

احادیث بالا میں اس نماز کے دو طریقے بتائے گئے ہیں اول یہ کہ کھڑے ہو کر **الحمد** شریف اور سورہ کے بعد پندرہ مرتبہ چاروں کلمے **سبحان الله، الحمد الله، لاالٰه الا الله، الله اکبر** پڑھے۔ پھر رکوع میں **سبحان ربی العظیم** کے بعد دس مرتبہ پڑھے۔ پھر رکوع سے کھڑے ہو کر **سمع الله لمن حمده، ربنالک الحمد** کے بعد دس مرتبہ پڑھے۔ پھر دونوں سجدوں میں **سبحان ربی الاعلیٰ** کے بعد دس دس مرتبہ پڑھے اور دونوں سجدوں کے درمیان جب بیٹھے دس مرتبہ پڑھے اور جب دوسرے سجدہ سے اٹھے تو **الله اکبر** کہتا ہوا اٹھے اور بجائے کھڑے ہونے کے بیٹھ جائے اور دس مرتبہ پڑھ کر بغیر **الله اکبر** کے کہنے کے کھڑا ہو جائے اور دو رکعت کے بعد اس طرح چوتھی رکعت کے بعد پہلے ان کلموں کو دس دس مرتبہ پڑھے پھر التحیات پڑھے۔ دوسرا طریقہ یہ ہے **سبحانک اللهم** کے بعد **الحمد** سے پہلے پندرہ مرتبہ پڑھے اور پھر **الحمد** اور سورۃ کے بعد دس مرتبہ پڑھے اور باقی سب طریقے بدستور۔ البتہ اس صورت میں نہ تو دوسرے سجدہ کے بعد بیٹھنے کی ضرورت ہے اور نہ التحیات کے ساتھ پڑھنے کی۔ علماً نے لکھا ہے کہ بہتر یہ ہے کہ کبھی اس طرح پڑھ لیا کرے کبھی اس طرح۔

صلوٰۃ التسبیح سے متعلقہ مسائل

چونکہ یہ نماز عام طور سے رائج نہیں ہے اس لئے اس کے متعلق چند مسائل لکھے جاتے ہیں تاکہ پڑھنے والوں کو سہولت ہو۔

مسئلہ ۱: اس نماز کیلئے کوئی سورۃ قرآن کی متعین نہیں جونسی سورت دل چاہے پڑھے لیکن بعض علماء نے لکھا ہے کہ سورۃ حدید، سورہ حشر، سورہ صف، سورہ جمعہ، سورہ تغابن میں سے چار سورتیں پڑھے بعض حدیثوں میں بیس آیتوں کی بقدر آیا ہے اس لئے ایسی سورتیں پڑھے جو بیس آیتوں کے قریب قریب ہوں۔ بعض نے اذا زلزلت، والعادیات، تکاثر، والعصر، کافرون، نصر، اخلاص لکھا ہے کہ ان ہی میں سے پڑھ لیا کرے۔

مسئلہ ۲: ان تسبیحوں کو زبان سے ہرگز نہ گنے کہ زبان سے گننے سے نماز ٹوٹ جائیگی۔ انگلیوں کو بند کر کے گننا اور تسبیح ہاتھ میں لیکر اس پر گننا جائز ہے مگر مکروہ ہے۔ بہتر یہ ہے کہ انگلیاں جس طرح اپنی جگہ پر رکھی ہیں۔ ویسی ہی رہیں اور ہر کلمہ پر ایک ایک انگلی کو اسی جگہ دباتا رہے۔

مسئلہ ۳: اگر کسی جگہ تسبیح پڑھنا بھول جائے تو دوسرے رکن میں اسکو پورا کرے البتہ بھولے ہوئے کی قضا رکوع سے اٹھ کر اور دو سجدوں کے درمیان نہ کرے۔ اس طرح پہلی اور تیسری رکعت کے بعد اگر بیٹھے، تو ان میں بھی بھولے ہوئے کی قضا نہ کرے بلکہ صرف ان کی ہی تسبیح پڑھے اور ان کے بعد جو رکن ہو اس میں بھولی ہوئی بھی پڑھ لے مثلاً اگر رکوع میں پڑھنا بھول گیا تو ان کو پہلے سجدہ میں پڑھ لے اس طرح پہلے سجدہ کی دوسرے سجدہ میں اور دوسرے سجدہ کی دوسری رکعت میں کھڑا ہو کر پڑھ لے اور اگر وہ رہ جائے تو آخری قعدہ میں التحیات سے پہلے پڑھ لے۔

مسئلہ ۴: اگر سجدہ سہو کسی وجہ سے پیش آ جائے تو اسمیں تسبیح نہیں پڑھنا چاہیے اس لئے کہ مقدار تین سو ہے وہ پوری ہو چکی ہاں اگر کسی وجہ سے اس مقدار میں کمی رہی ہو تو سجدہ سہو میں پڑھ لے۔

مسئلہ ۵: بعض احادیث میں آیا ہے کہ التحیات کے بعد سلام سے پہلے یہ دعا پڑھے۔

اے اللہ میں آپ سے ہدایت والوں کی سی توفیق مانگتا ہوں اور یقین والوں کے عمل اور توبہ والوں کا خلوص مانگتا ہوں اور صابرین کی پختگی اور آپ سے ڈرنے والوں کی سی کوشش (یا احتیاط) مانگتا ہوں اور رغبت والوں کی سی طلب اور پرہیز گاروں کی سی عبادت اور علماء کی سی معرفت تاکہ میں آپ سے ڈرنے لگوں اے اللہ ایسا ڈر جو مجھے آپ کی نافرمانی سے روک دے اور تاکہ میں آپ کی اطاعت سے ایسے عمل کرنے لگوں جن کی وجہ سے آپ کی رضا اور خوشنودی کا مستحق بن جاؤں اور تاکہ خلوص کی توبہ آپ کے ڈر سے کرنے لگوں اور تاکہ سچا اخلاص آپ کی محبت کی وجہ سے کرنے لگوں۔ اور تاکہ آپ کے ساتھ حسن ظن کی وجہ آپ پر توکل کرنے لگوں اے نور کے پیدا کرنے والے! تیری ذات پاک ہے اے ہمارے رب ہمیں کامل نور عطا فرما اور تو ہماری مغفرت فرما بیشک تو ہر چیز پر قادر ہے۔ اے ارحم الراحمین اپنی رحمت سے درخواست کو قبول فرما۔

مسئلہ ۶: اس نماز کا اوقات مکروہ کے علاوہ باقی دن رات کے تمام اوقات میں پڑھنا جائز ہے۔ البتہ زوال کے بعد پڑھنا زیادہ بہتر ہے پھر دن میں کسی وقت پھر رات کو۔

مسئلہ ۷: بعض حدیثوں میں سوم کلمہ کے ساتھ لاحول کو بھی ذکر کیا گیا ہے جیسا کہ اوپر تیسری حدیث میں گذرا۔ اس لئے اگر کبھی کبھی اس کو بڑھا لے تو اچھا ہے۔

دعا کیجئے

اے اللہ! ہمیں اپنے ذکر کی توفیق عطا فرمائیے۔

اے اللہ! ہمیں ایسا بنا دیجئے کہ ہم اپنے سارے دل کیساتھ آپ سے محبت کریں اور آپ کو راضی کرنے میں اپنی ساری کوششیں صرف کر دیں۔

اے اللہ! ہمیں اپنے حقیقی ذکر یعنی ہمہ وقت آپ کے احکامات کو پیش نظر رکھتے ہوئے زندگی بسر کرنے کی توفیق عطا فرمائیے۔

اے اللہ! ہمیں اپنی محبت نصیب فرمائیے اور مسنون اذکار و وظائف کو صبح و شام پڑھنے کی توفیق عطا فرمائیے۔

اے اللہ! ہمیں ایسا بنا دیجئے کہ ہم سب سے زیادہ آپ کا ذکر کرنے والے سب سے زیادہ آپ کو فرمانبرداری کرنے والے اور سب سے زیادہ آپ سے محبت کرنے والے بن جائیں۔

اے اللہ! ہم آپ سے دین و دنیا اور اہل و عیال میں معافی اور اچھے انجام کا سوال کرتے ہیں۔

اے اللہ! ہمیں بخش دیجئے اور ہمارے گھروں میں وسعت اور رزق میں برکت عطا فرما دیجئے۔

وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ

8

ذکر کی فضیلت، فضائل وفوائد

حافظ ابنِ قیمؒ رحمہ اللہ کی کتاب ''الوابل الصیب'' میں سے نمبروار اناسی ۷۹ فوائد کو مختصراً اس جگہ ترتیب وار نقل کیا جاتا ہے۔ اور چونکہ بہت سے فوائد ان میں ایسے ہیں جو کئی کئی فائدوں کو شامل ہیں اس لحاظ سے یہ سو ۱۰۰ سے زیادہ کو مشتمل ہیں۔

یہاں چار اسباق کی شکل میں یہ فوائد دیے جاتے ہیں۔

(۱) ذکر شیطان کو دفع کرتا ہے اور اس کی قوت کو توڑتا ہے۔

(۲) اللہ جل جلالہٗ کی خوشنودی کا سبب ہے۔

(۳) دل سے فکر وغم کو دور کرتا ہے۔

(۴) دل میں فرحت سرور اور انبساط پیدا کرتا ہے۔

(۵) بدن کو اور دل کو قوت بخشتا ہے۔

(۶) چہرہ اور دل کو منور کرتا ہے۔

(۷) رزق کو کھینچتا ہے۔

(۸) ذکر کرنے والے کو ہیبت اور حلاوت کا لباس پہناتا ہے یعنی اسکے دیکھنے سے رُعب پڑتا ہے اور دیکھنے والوں کو حلاوت نصیب ہوتی ہے۔

(۹) اللہ تعالیٰ کی محبت پیدا کرتا ہے اور محبت ہی اسلام کی روح اور دین کا مرکز ہے اور سعادت اور نجات کا مدار ہے جو شخص یہ چاہتا ہے کہ اللہ کی محبت تک اس کی رسائی ہو۔ اس کو چاہیے کہ اس کے ذکر کی کثرت کرے جیسا کہ پڑھنا اور تکرار کرنا علم کا دروازہ ہے اسی طرح اللہ کا ذکر اس کی محبت کا دروازہ ہے۔

(۱۰) ذکر سے مراقبہ نصیب ہوتا ہے جو مرتبہ احسان تک پہنچا دیتا ہے۔ یہی مرتبہ ہے جس میں اللہ تعالیٰ کی عبادت ایسی نصیب ہوتی ہے گویا اللہ جل شانہٗ کو دیکھ رہا ہے (یہی مرتبہ صوفیہ کا منتہائے مقصد ہوتا ہے۔

(۱۱) اللہ کی طرف رجوع پیدا کرتا ہے جس سے رفتہ رفتہ یہ نوبت آجاتی ہے کہ ہر چیز میں حق تعالیٰ شانہٗ اس کی جائے پناہ اور ماویٰ و ملجا بن جاتے ہیں اور ہر مصیبت میں اسی کی طرف توجہ ہو جاتی ہے۔

(۱۲) اللہ کا قرب پیدا کرتا ہے اور جتنا ذکر میں اضافہ ہوتا ہے اتنا ہی قرب میں اضافہ ہوتا ہے اور جتنی ذکر سے غفلت ہوتی ہے اتنی ہی اللہ سے دُوری ہوتی ہے۔

(۱۳) اللہ کی معرفت کا دروازہ کھولتا ہے۔

(۱۴) اللہ جل شانہٗ کی ہیبت اور اس کی بڑائی دل میں پیدا کرتا ہے۔ اور اللہ کیساتھ حضوری پیدا کرتا ہے۔

(۱۵) اللہ جل شانہٗ کی بارگاہ میں ذکر کا سبب ہے چنانچہ کلام پاک میں ارشاد ہے فَاذْكُرُونِیٓ اَذْكُرْكُمْ اور حدیث میں وارد ہے **من ذکرنی فی نفسہ ذکرتہ فی نفسی الحدیث** اگر ذکر میں اس کے سوا اور کوئی بھی فضیلت نہ ہوتی تب بھی شرافت اور کرامت کے اعتبار سے یہی ایک فضیلت کافی تھی چہ جائیکہ اس میں اور بھی بہت سی فضیلتیں ہیں۔

(۱۶) دل کو زندہ کرتا ہے۔ حافظ ابنِ تیمیہؒ کہتے ہیں کہ اللہ کا ذکر دل کے لئے ایسا ہے جیسا مچھلی کے لئے پانی۔ خود غور کر لو کہ بغیر پانی کے مچھلی کا کیا حال ہوتا ہے۔

(۱۷) دل اور روح کی روزی ہے اور ان دونوں کو اپنی روزی نہ ملے تو ایسا ہے جیسا بدن کو اس کی روزی (یعنی کھانا) نہ ملے۔

(۱۸) دل کو زنگ سے صاف کرتا ہے جیسا کہ حدیث میں بھی وارد ہوا ہے ہر چیز پر اس کے مناسب زنگ اور میل کچیل ہوتا ہے دل کا میل اور زنگ خواہشات اور غفلت ہیں یہ اس کے لئے صفائی کا کام دیتا ہے۔

(۱۹) لغزشوں اور خطاؤں کو دُور کرتا ہے۔

(۲۰) بندہ کو اللہ جل شانہٗ سے جو وحشت ہو جاتی ہے اُس کو دُور کرتا ہے کہ غافل کے دل پر اللہ کی طرف سے ایک وحشت رہتی ہے جو ذکر ہی سے دور ہوتی ہے۔

(۲۱) جو اذکار بندہ کرتا ہے وہ عرش کے چاروں طرف بندہ کا ذکر کرتے رہتے ہیں جیسا کہ حدیث میں وارد ہے۔ (باب نمبر ۳ فصل نمبر ۲ حدیث نمبر ۱۷)

(۲۲) جو شخص راحت میں اللہ جل شانہٗ کا ذکر کرتا ہے۔ اللہ جل جلالہٗ مصیبت کیوقت اس کو یاد کرتا ہے۔

(۲۳) اللہ کے عذاب سے نجات کا ذریعہ ہے۔

(۲۴) سکینہ اور رحمت کے اُترنے کا سبب ہے اور فرشتے ذکر کرنے والے کو گھیر لیتے ہیں (سکینہ کے معنی باب ہٰذا کی فصل نمبر ۲ حدیث نمبر ۸ میں گذر چکے ہیں)

(۲۶) اس کی برکت سے زبان غیبت، چغلخوری، جھوٹ، بدگوئی، لغوگوئی سے محفوظ رہتی ہے چنانچہ تجربہ اور مشاہدہ سے ثابت ہے کہ جس شخص کی زبان اللہ کے ذکر کی عادی ہو جاتی ہے وہ ان اشیاء سے عموماً محفوظ رہتا ہے اور جس کی زبان عادی نہیں ہوتی ہر نوع کی لغویات میں مبتلا رہتا ہے۔

(۲۷) ذکر کی مجلسیں فرشتوں کی مجلسیں ہیں اور لغویات اور غفلت کی مجلسیں شیطان کی مجلسیں ہیں اب آدمی کو اختیار ہے جس قسم کی مجلسوں کو چاہے پسند کرلے اور ہر شخص اسی کو پسند کرتا ہے جس سے مناسبت رکھتا ہے۔

(۲۸) ذکر کی وجہ سے ذکر کرنے والا بھی سعید (نیک بخت) ہوتا ہے اور اس کے پاس بیٹھنے والا بھی اور غفلت یا لغویات میں مبتلا ہونے والا خود بھی بد بخت ہوتا ہے اور اس کے پاس بیٹھنے والا بھی۔

(۲۹) قیامت کے دن حسرت سے محفوظ رہتا ہے اسلئے کہ حدیث میں آیا ہے کہ ہر وہ مجلس جس میں اللہ کا ذکر نہ ہو قیامت کے دن حسرت اور نقصان کا سبب ہے۔

(۳۰) ذکر کیساتھ اگر تنہائی کا رونا بھی نصیب ہو جائے تو قیامت کے دن کی تپش اور گرمی میں جبکہ ہر شخص میدان حشر میں بلبلا رہا ہوگا۔ یہ عرش کے سایہ میں ہوگا۔

(۳۱) ذکر میں مشغول رہنے والوں کو ان سب چیزوں سے زیادہ ملتا ہے۔ جو دعائیں مانگنے والوں کو ملتی ہیں حدیث میں اللہ جل شانہٗ کا ارشاد نقل کیا گیا ہے کہ جس شخص کو میرے ذکر نے دعا سے روک دیا اس کو میں دعائیں مانگنے والوں سے افضل عطا کرونگا۔

(۳۲) باوجود سہل ترین عبادت ہونے کے تمام عبادتوں سے افضل ہے اسلیئے کہ زبان کو حرکت دینا بدن کے اور تمام اعضا کو حرکت دینے سے سہل ہے۔

(۳۳) اللہ کا ذکر جنت کے پودے ہیں (چنانچہ باب ۳ فصل نمبر ۲ حدیث ۴ میں مفصّل آرہا ہے) جسقدر بخشش اور انعام کا وعدہ اس پر ہے اتنا کسی اور عمل پر نہیں ہے چنانچہ ایک حدیث میں وارد ہے کہ جو شخص **لا الہ الا اللہ وحدہ لاشریک لہ لہ الملک ولہ الحمدوھو علی شیءٍ قدیر**۔ سو ۱۰۰ مرتبہ کسی دن پڑھے تو اس کے لئے دس غلام آزاد کرنے کا ثواب ہوتا ہے اور سو ۱۰۰ نیکیاں اس کے لئے لکھی جاتی ہیں اور سو ۱۰۰ برائیاں اس سے معاف کردی جاتی ہیں اور شام تک شیطان سے محفوظ رہتا ہے اور دوسرا کوئی شخص اس سے افضل نہیں ہوتا مگر وہ شخص کہ اس سے زیادہ عمل کرے۔ اسی طرح اور بہت سی احادیث ہیں جن سے ذکر کا افضل اعمال ہونا معلوم ہوتا ہے (اور بہت سی اُن میں سے اس رسالہ میں مذکور ہیں)

(مزید فوائد اگلے درس میں ملاحظہ فرمائیں)

وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ

ذکر کی فضیلت، فضائل و فوائد

(۳۴) دوامِ ذکر کی بدولت اپنے نفس کو بھولنے سے امن نصیب ہوتا ہے۔ جو سبب ہے دارین کی شقاوت کا اس لئے کہ اللہ کی یاد کو بھلا دینا سبب ہوتا ہے۔ خود اپنے نفس کے بھلا دینے کا اور اپنے تمام مصالح کے بھلا دینے کا۔ چنانچہ ارشادِ خداوندی ہے

وَلَا تَكُونُوا كَالَّذِينَ نَسُوا اللّٰهَ فَأَنْسٰهُمْ أَنْفُسَهُمْ أُولٰٓئِكَ هُمُ الْفٰسِقُونَ ○ (سورہ حشر رکوع ۳)۔

تم اُن لوگوں کی طرح نہ ہو جنہوں نے اللہ سے بے پروائی کی پس اللہ نے ان کو اپنی جانوں سے بے پروا کر دیا۔ یعنی اُن کی عقل ایسی ماری گئی کہ اپنے حقیقی نفع کو نہ سمجھا) اور جب آدمی اپنے نفس کو بھلا دیتا ہے تو اس کی مصالح سے غافل ہو جاتا ہے اور یہ سبب ہلاکت کا بن جاتا ہے جیسا کہ کسی شخص کی کھیتی یا باغ ہو اور اُس کو بھول جائے اس کی خبر گیری نہ کرے تو لامحالہ وہ ضائع ہوگا۔ اور اس سے امن جب ہی مل سکتا ہے جب اللہ کے ذکر سے زبان کو ہر وقت تر و تازہ رکھے اور ذکر اس کو ایسا محبوب ہو جائے جیسا کہ پیاس کی شدت کیوقت پانی اور بھوک کے وقت کھانا اور سخت گرمی اور سخت سردی کیوقت مکان اور لباس، بلکہ اللہ کا ذکر اس سے زیادہ کا مستحق ہے اسلئے کہ ان اشیاء کے نہ ہونے سے بدن کی ہلاکت ہے جو رُوح کی اور دل کی ہلاکت کے مقابلہ میں کچھ بھی نہیں ہے۔

(۳۵) ذکر ادمی کی ترقی کرتا رہتا ہے بستر ہ پر بھی اور بازار میں بھی، صحت میں بھی اور بیماری میں بھی، نعمتوں اور لذّتوں کیساتھ مشغولی میں بھی، اور کوئی ایسی چیز نہیں ہے جو ہر وقت ترقی کا سبب بنتی ہو حتیٰ کہ جس کا دل نورِ ذکر سے منور ہو جاتا ہے وہ سوتا ہوا بھی غافل شب بیداروں سے بڑھ جاتا ہے۔

(۳۶) ذکر کا نور دُنیا میں بھی ساتھ رہتا ہے اور قبر میں بھی ساتھ رہتا ہے اور آخرت میں پُل صراط پر آگے آگے چلتا ہے حق تعالیٰ شانہ کا ارشاد ہے۔

أَوَمَنْ كَانَ مَيْتًا فَأَحْيَيْنٰهُ وَجَعَلْنَا لَهُ نُورًا يَمْشِي بِهِ فِي النَّاسِ كَمَنْ مَثَلُهُ فِي الظُّلُمٰتِ لَيْسَ بِخَارِجٍ مِنْهَا

(سورہ انعام رکوع ۱۵)

ایسا شخص جو پہلے مُردہ یعنی گمراہ تھا پھر ہم نے اس کو زندہ یعنی مسلمان بنا دیا اور اس کو ایسا نور دیدیا کہ وہ اس نور کو لئے ہوئے آدمیوں میں چلتا پھرتا ہے یعنی وہ نور ہر وقت اس کیساتھ رہتا ہے کیا ایسا شخص بدحالی میں اس شخص کی طرح ہوسکتا ہے جو گمراہیوں کی تاریکیوں میں گھرا ہو کہ اُن سے نکلنے ہی نہیں پاتا) پس اوّل شخص مومن ہے جو اللہ پر ایمان رکھتا ہے اور اسکی محبت اور اسکی معرفت اور اسکے ذکر سے منور ہے اور دوسرا شخص ان چیزوں سے خالی ہے حقیقت یہ ہے کہ یہ نور نہایت مہتم بالشان چیز ہے اور اسی میں پوری کامیابی ہے اسی لئے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اس کی طلب اور دُعا میں مبالغہ فرمایا کرتے تھے اور اپنے ہر ہر جزو میں نور کو طلب فرماتے تھے چنانچہ احادیث میں متعدد دعائیں ایسی ہیں جن میں حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کی دُعا فرمائی ہے کہ حق تعالیٰ شانہٗ آپ کے گوشت میں ہڈیوں میں، پٹھوں میں، بال میں، کھال میں، کان میں، آنکھ میں اُوپر نیچے دائیں بائیں، آگے پیچھے نور ہی نور کر دے حتیٰ کہ یہ بھی دُعا کی کہ خود مجھی کو سرتا پا نور بنا دے کہ آپ کی ذات ہی نور بن جائے اسی نُور کی بقدر اعمال میں نور ہوتا ہے۔ حتیٰ کہ بعض لوگوں کے نیک عمل ایسی حالت میں آسمان پر جاتے ہیں کہ اُن پر آفتاب جیسا نور ہوتا ہے اور ایسا ہی نور اُن کے چہروں پر قیامت کے دن ہوگا۔

(۳۷) ذکر تصوّف کا اصل اصول ہے اور تمام صوفیہ کے

سب طریقوں میں رائج ہے جس شخص کے لئے ذکر کا دروازہ کھل گیا ہے اس کے لئے اللہ جل شانہٗ تک پہنچنے کا دروازہ کھل گیا۔ اور جو اللہ جل شانہٗ تک پہنچ گیا وہ جو چاہتا ہے پاتا ہے کہ اللہ جل شانہٗ کے پاس کسی چیز کی بھی کمی نہیں ہے۔

(۳۸) آدمی کے دل میں ایک گوشہ ہے جو اللہ کے ذکر کے علاوہ کسی چیز سے بھی پُر نہیں ہوتا اور جب ذکر دل پر مسلّط ہوجاتا ہے تو وہ نہ صرف اس گوشہ کو پُر کرتا ہے بلکہ ذکر کرنے والے کو بغیر مال کے غنی کر دیتا ہے اور بغیر کنبہ اور جماعت کے لوگوں کے دلوں میں عزت والا بنا دیتا ہے اور بغیر سلطنت کے بادشاہ بنا دیتا ہے اور جو شخص ذکر سے غافل ہوتا ہے وہ باوجود مال و دولت' کنبہ اور حکومت کے ذلیل ہوتا ہے۔

(۳۹) ذکر پراگندہ کو مجتمع کرتا ہے اور مجتمع کو پراگندہ کرتا ہے۔ دور کو قریب کرتا ہے اور قریب کو دُور کرتا ہے۔ پراگندہ کو مجتمع کرنے کا مطلب یہ ہے کہ آدمی کے دل پر جو متفرق ہموم غموم تفکرات پریشانیاں ہوتی ہیں اُن کو دور کر کے جمعیت خاطر پیدا کرتا ہے اور مجتمع کو پراگندہ کرنے کا مطلب یہ ہے کہ آدمی پر جو تفکرات مجتمع ہیں اُن کو متفرق کر دیتا ہے اور آدمی کی جو لغزشیں اور گناہ جمع ہوگئے ہیں ان کو پراگندہ کر دیتا ہے اور جو شیطان کے لشکر آدمی پر مسلط ہیں اُن کو پراگندہ کر دیتا ہے اور آخرت کو جو دُور ہے قریب کر دیتا ہے اور دنیا کو جو قریب ہے دُور کر دیتا ہے۔

(۴۰) ذکر آدمی کے دل کو نیند سے جگاتا ہے غفلت سے چوکنا کرتا ہے اور دل جب تک سوتا رہتا ہے اپنے سارے ہی منافع کھوتا رہتا ہے۔

(۴۱) ذکر ایک درخت ہے جس پر معارف کے پھل لگتے ہیں۔ صوفیہ کی اصلاح میں احوال اور واقعات کے پھل لگتے ہیں اور جتنی بھی ذکر کی کثرت ہوگی اتنی ہی اس درخت کی جڑ مضبوط ہوگی اور جتنی جڑ مضبوط ہوگی اُتنے ہی زیادہ پھل اس پر آئینگے۔

(۴۲) ذکر اس پاک ذات کے قریب کر دیتا ہے جس کا ذکر کر رہا ہے حتیٰ کہ اس کیساتھ معیت نصیب ہوجاتی ہے چنانچہ قرآن پاک میں ہے **ان اللہ مع الذین اتقوا** (اللہ جل شانہٗ مُتّقیوں کیساتھ ہے) اور حدیث میں وارد ہے **انا مع عبدی ما ذکرنی** (میں اپنے بندے کیساتھ رہتا ہوں جب تک وہ میرا ذکر کرتا رہے) ایک حدیث میں ہے کہ میرا ذکر کرنے والے میرے آدمی ہیں میں ان کو اپنی رحمت سے دُور نہیں کرتا اگر وہ اپنے گناہوں سے توبہ کرتے رہیں تو میں اُن کا حبیب ہوں اور اگر وہ توبہ نہ کریں تو میں اُن کا طبیب ہوں کہ انکو پریشانیوں میں مبتلا کرتا ہوں تاکہ اُن کو گناہوں سے پاک کروں۔ نیز ذکر کی وجہ سے جو اللہ جل شانہٗ کی معیت نصیب ہوتی ہے وہ ایسی معیت ہے جس کی برابر کوئی دوسری معیت نہیں ہے نہ وہ زبان سے تعبیر ہوسکتی ہے نہ تحریر میں آسکتی ہے اس کی لذت وہی جان سکتا ہے جس کو یہ نصیب ہوجاتی ہے **(اللھم ارزقنی منه شیئا)**

(۴۳) ذکر غلاموں کے آزاد کرنے کے برابر ہے' مالوں کے خرچ کرنے کے برابر ہے' اللہ کے راستے میں جہاد کی برابر ہے (بہت سی روایات میں اس قسم کے مضامین گذر بھی چکے ہیں اور آئندہ بھی آنے والے ہیں)

(۴۴) ذکر شکر کی جڑ ہے جو اللہ کا ذکر نہیں کرتا وہ شکر بھی ادا نہیں کرتا۔ ایک حدیث میں آیا ہے کہ حضرت موسیٰ علیٰ نبینا وعلیہ الصلوٰۃ والسلام نے اللہ جل جلالہٗ سے عرض کیا آپ نے مجھ پر بہت احسانات کئے ہیں مجھے طریقہ بتا دیجئے کہ میں آپ کا بہت شکر ادا کروں۔ اللہ جل جلالہٗ نے ارشاد فرمایا کہ جتنا بھی تم میرا ذکر کرو گے اتنا ہی شکر ادا ہوگا۔ دوسری حدیث میں حضرت موسیٰ علیہ السلام کی یہ درخواست ذکر کی گئی ہے کہ یا اللہ تیری شان کے مناسب شکر کس طرح ادا ہو۔ اللہ جل جلالہٗ نے فرمایا کہ تمہاری زبان ہر وقت ذکر کیساتھ تر و تازہ رہے۔

وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ

ذکر کی فضیلت، فضائل وفوائد

(۴۵) اللہ کے نزدیک پرہیز گار لوگوں میں زیادہ معزز وہ لوگ ہیں جو ذکر میں ہر وقت مشغول رہتے ہوں اسلئے کہ تقویٰ کا منتہا جنت ہے اور ذکر کا منتہا اللہ کی معیّت ہے۔

(۴۶) دل میں ایک خاص قسم کی قسوت (سختی) ہے جو ذکر کے علاوہ کسی چیز سے بھی نرم نہیں ہوتی۔

(۴۷) ذکر دل کی بیماریوں کا علاج ہے۔

(۴۸) ذکر اللہ کیساتھ دوستی کی جڑ ہے اور ذکر سے غفلت اس کیساتھ دشمنی کی جڑ ہے۔

(۴۹) اللہ کے ذکر کی برابر کوئی چیز نعمتوں کی کھینچنے والی اور اللہ کے عذاب کو ہٹانے والی نہیں ہے۔

(۵۰) ذکر کرنے والے پر اللہ کی صلوٰۃ (رحمت) اور فرشتوں کی صلوٰۃ (دعا) ہوتی ہے۔

(۵۱) جو شخص یہ چاہے کہ دنیا میں رہتے ہوئے بھی جنت کے باغوں میں رہے وہ ذکر کی مجالسِ میں بیٹھے کیونکہ یہ مجالسِ جنت کے باغ ہیں۔

(۵۲) ذکر کی مجلسیں فرشتوں کی مجلسیں ہیں (احادیث مذکورہ میں یہ مضمون مفصّل گذر چکا ہے)

(۵۳) اللہ جل شانہٗ ذکر کرنے والوں پر فرشتوں کے سامنے فخر کرتے ہیں۔

(۵۴) ذکر پر مداومت کرنیوالا جنت میں ہنستا ہوا داخل ہوگا۔

(۵۵) تمام اعمال اللہ کے ذکر ہی کیواسطے مقرر کیئے گئے ہیں۔

(۵۶) تمام اعمال میں وہی عمل افضل ہے جس میں ذکر کثرت سے کیا جائے۔ روزوں میں وہ روزہ افضل ہے جس میں ذکر کی کثرت ہو۔ حج میں وہ حج افضل ہے جس میں ذکر کی کثرت ہو۔ اسی طرح اور اعمال جہاد وغیرہ کا حکم ہے۔

(۵۷) یہ نوافل اور دوسری نفل عبادات کے قائم مقام ہے۔ چنانچہ حدیث میں آیا ہے کہ فقراء نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے شکایت کی کہ یہ مالدار لوگ بڑے بڑے درجے حاصل کرتے ہیں یہ روزے نماز میں ہمارے شریک ہیں اور اپنے مالوں کی وجہ سے حج، عمرہ، جہاد میں ہم سے سبقت لیجاتے ہیں۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ میں تمہیں ایسی چیز بتاؤں جس سے کوئی شخص تم تک نہ پہنچ سکے مگر وہ شخص جو یہ عمل کرے۔ اسکے بعد حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ہر نماز کے بعد **سبحان اللہ الحمد للہ اللہ اکبر** پڑھنے کو فرمایا (جیسا کہ باب ۳، فصل ۲ حدیث ۷ میں آ رہا ہے) کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے حج، عمرہ، جہاد وغیرہ ہر عبادت کا بدل ذکر کو قرار دیا ہے۔

(۵۸) ذکر دوسری عبادات کیلئے بڑا معین و مددگار ہے کہ اسکی کثرت سے ہر عبادت محبوب بن جاتی ہے۔ اور عبادات میں لذت آنے لگتی ہے اور کسی عبادت میں بھی مشقت اور بار نہیں رہتا۔

(۵۹) ذکر کی وجہ سے ہر مشقت آسان بن جاتی ہے اور ہر دشوار چیز سَہل ہو جاتی ہے اور ہر قسم کے بوجھ میں خفت ہو جاتی ہے اور ہر مصیبت زائل ہو جاتی ہے۔

(۶۰) ذکر کی وجہ سے دل سے خوف و ہراس دُور ہو جاتا ہے ڈر کے مقام پر اطمینان پیدا کرنے اور خوف کے زائل کرنے میں اللہ کے ذکر کو خصوصی دخل ہے اور اس کی یہ خاص تاثیر ہے جتنی ہی ذکر کی کثرت ہوگی اتنا ہی اطمینان نصیب ہوگا اور خوف زائل ہوگا۔

(۶۱) ذکر کیوجہ سے آدمی میں ایک خاص قوت پیدا ہوتی ہے جس کیوجہ سے ایسے کام اُس سے صادر ہونے لگتے ہیں جو

دشوار نظر آتے ہیں حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی بیٹی حضرت فاطمہؓ کو جب انہوں نے چکّی کی مشقت اور کاروبار کی دشواری کیوجہ سے ایک خادم طلب کیا تو سوتے وقت سبحان اللہ الحمد للہ ۳۳،۳۳ مرتبہ اور اللہ اکبر ۳۴ مرتبہ پڑھنے کا حکم فرمایا تھا اور یہ ارشاد فرمایا تھا کہ یہ خادم سے بہتر ہے۔

(۶۲) آخرت کے لئے کام کرنے والے سب دوڑ رہے ہیں اور اس دوڑ میں ذاکرین کی جماعت سب سے آگے ہے۔ عمرہ مولی غفرۃؒ سے نقل کیا گیا ہے کہ قیامت میں جب لوگوں کو اعمال کا ثواب ملیگا تو بہت سے لوگ اسوقت حسرت کریں گے کہ ہم نے ذکر کا اہتمام کیوں نہ کیا کہ سب سے زیادہ سہل عمل تھا۔ایک حدیث میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد نقل کیا گیا ہے کہ مفرِدْ لوگ آگے بڑھ گئے۔ صحابہؓ نے عرض کیا کہ مفرد لوگ کون ہیں۔حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ ذکر پر مرمٹنے والے کہ ذکر انکے بوجھوں کو ہلکا کر دیتا ہے۔

(۶۳) ذکر کرنیوالے کی اللہ تعالیٰ شانہٗ تصدیق کرتے ہیں اور اس کو سچا بتاتے ہیں اور جس شخص کو اللہ تعالیٰ خود سچا بتائیں اُس کا حشر جھوٹوں کے ساتھ نہیں ہوسکتا۔حدیث میں آیا ہے کہ جب بندہ لا الہ الا اللہ واللہ اکبر کہتا ہے تو حق تعالیٰ شانہٗ فرماتے ہیں میرے بندہ نے سچ کہا۔میرے سوا کوئی معبود نہیں ہے اور میں سب سے بڑا ہوں۔

(۶۴) ذکر سے جنت میں گھر تعمیر ہوتے ہیں۔ جب بندہ ذکر سے رُک جاتا ہے تو فرشتے تعمیر سے رُک جاتے ہیں۔ جب اُن سے کہا جاتا ہے کہ فلاں تعمیر تم نے کیوں روک دی تو وہ کہتے ہیں کہ اس تعمیر کا خرچ ابھی تک آیا نہیں ہے۔ایک حدیث میں آیا ہے کہ جو شخص سبحان اللہ وبحمدہ سبحان اللہ العظیم سات مرتبہ پڑھے ایک گنبد اس کے لئے جنت میں تعمیر ہوجاتا ہے۔

(۶۵) ذکر جہنم کے لئے آڑ ہے اگر کسی بدعملی کی وجہ سے جہنم کا مستحق ہوجائے تو ذکر درمیان میں آڑ بن جاتا ہے اور جتنی ذکر کی کثرت ہوگی اتنی ہی پختہ آڑ ہوگی۔

(۶۶) ذکر کرنیوالے کیلئے فرشتے استغفار کرتے ہیں۔ حضرت عمرو بن العاصؓ سے ذکر کیا گیا ہے کہ جب بندہ سبحان اللہ وبحمدہ کہتا ہے یا اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ کہتا ہے تو فرشتے دُعا کرتے ہیں کہ اے اللہ اس کی مغفرت فرما۔

(۶۷) جس پہاڑ پر یا میدان میں اللہ کا ذکر کیا جائے وہ فخر کرتے ہیں۔ حدیث میں آیا ہے کہ ایک پہاڑ دوسرے پہاڑ کو آواز دے کر پوچھتا ہے کہ کوئی ذکر کرنے والا تجھ پر آج گذرا ہے اگر وہ کہتا ہے کہ گذرا ہے تو وہ خوش ہوتا ہے۔

(۶۸) ذکر کی کثرت نفاق سے بری ہونیکا اطمینان (اور سند) ہے۔ کیونکہ اللہ جل شانہٗ نے منافقوں کی صفت یہ بیان کی ہے کہ لَا یَذْکُرُوْنَ اللّٰہَ اِلَّا قَلِیْلًا (نہیں ذکر کرتے اللہ کا مگر تھوڑا سا) کعبؓ احبار سے نقل کیا گیا ہے کہ جو کثرت سے اللہ کا ذکر کرے وہ نفاق سے بری ہے۔

(۶۹) تمام نیک اعمال کے مقابلہ میں ذکر کیلئے ایک خاص لذت ہے جو کسی عمل میں بھی نہیں پائی جاتی اگر ذِکر میں اس لذت کے سوا کوئی بھی فضیلت نہ ہوتی تو یہی چیز اس کی فضیلت کیلئے کافی تھی۔ مالک بن دینار کہتے ہیں کہ لذت پانیوالے کسی چیز میں بھی ذکر کے برابر لذت نہیں پاتے۔

(۷۰) ذکر کرنیوالوں کے چہرہ پر دنیا میں رونق اور آخرت میں نور ہوگا۔

(۷۱) جو شخص راستوں میں اور گھروں میں، سفر میں اور حضر میں کثرت سے ذکر کرے قیامت میں اس کے گواہی دینے والے کثرت سے ہونگے۔حق تعالیٰ شانہٗ قیامت کے دن کے بارے میں فرماتے ہیں یومئذ تحدث اخبارھا (اُس دن

زمین اپنی خبریں بیان کریگی) حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا۔ جانتے ہو اسکی خبریں کیا ہیں۔ صحابہؓ نے لاعلمی ظاہر کی تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ جس مرد و عورت نے جو کام زمین پر کیا ہے وہ بتائیگی کہ فلاں دن فلاں وقت مجھ پر یہ کام کیا ہے (نیک ہو یا برا) اسلئے مختلف جگہوں میں کثرت سے ذکر کرنے والوں کے گواہ بھی بکثرت ہونگے۔

(۷۲) زبان جتنی دیر ذکر میں مشغول رہے گی' لغویات' جھوٹ' غیبت وغیرہ سے محفوظ رہے گی۔ اسلئے کہ زبان چپ تو رہتی ہی نہیں یا ذکر اللہ میں مشغول ہوگی ورنہ لغویات میں۔ اسی طرح دل کا حال ہے کہ اگر وہ اللہ کی محبت میں مشغول نہ ہوگا تو مخلوق کی محبت میں مبتلا ہوگا۔

(۷۳) شیاطین آدمی کے کھلے دشمن ہیں اور ہر طرح سے اس کو وحشت میں ڈالتے رہتے ہیں اور ہر طرف سے اس کو گھیرے رہتے ہیں جس شخص کا یہ حال ہو کہ اسکے دشمن ہر وقت اس کا محاصرہ کئے رہتے ہوں اس کا جو حال ہوگا ظاہر ہے اور دشمن بھی ایسے کہ ہر ایک ان میں سے یہ چاہے کہ جو تکلیف بھی پہنچا سکوں پہنچاؤں۔ ان لشکروں کو ہٹانے والی چیز ذکر کے سوا کوئی نہیں ہے۔ بہت سی احادیث میں بہت سی دعائیں آئی ہیں جن کے پڑھنے سے' شیطان قریب بھی نہیں آتا۔ اور سوتے وقت پڑھنے سے رات بھر حفاظت رہتی ہے۔

حافظ ابن قیمؒ نے بھی ایسی دعائیں متعدد ذکر کی ہیں ان کے علاوہ مصنف نے چھ نمبروں میں انواعِ ذکر کا تفاضل اور ذکر کی بعض کُلّی فضیلتیں ذکر کی ہیں۔ اور اس کے بعد پچھتّر فصلیں خصوصی دعاؤں میں جو خاص خاص اوقات میں وارد ہوئی ہیں ذکر کی ہیں جن کو اختصار کی وجہ سے چھوڑ دیا گیا ہے' کہ توفیق والے کے لئے جو ذکر کیا گیا ہے یہ بھی کافی سے زیادہ ہے اور جس کو توفیق نہیں ہے اُس کے لئے ہزار ہا فضائل بھی بیکار ہیں۔ وَمَا تَوْفِيْقِيْ اِلَّا بِاللّٰهِ عَلَيْهِ تَوَكَّلْتُ وَاِلَيْهِ اُنِيْبُ.

دعا کیجئے

اے اللہ! ہمیں اپنے ذکر کی توفیق عطا فرمائیے۔ اے اللہ! ہمیں اپنے حقیقی ذکر یعنی ہمہ وقت آپ کے احکامات کو پیش نظر رکھتے ہوئے زندگی بسر کرنے کی توفیق عطا فرمائیے۔ اے اللہ! ہمیں اپنی محبت نصیب فرمائیے اور مسنون اذکار و وظائف کو صبح و شام پڑھنے کی توفیق عطا فرمائیے۔ اے اللہ! ہمیں ایسا بنا دیجئے کہ ہم سب سے زیادہ آپ کا ذکر کرنے والے سب سے زیادہ آپ کو فرمانبرداری کرنے والے اور سب سے زیادہ آپ سے محبت کرنے والے بن جائیں۔ اے اللہ! ہمیں ایسا بنا دیجئے کہ ہم اپنے سارے دل کیساتھ آپ سے محبت کریں اور آپ کو راضی کرنے میں اپنی ساری کوششیں صرف کر دیں۔ اے اللہ! ہم آپ سے دین و دنیا اور اہل وعیال میں معافی اور اچھے انجام کا سوال کرتے ہیں۔ اے اللہ! ہمیں بخش دیجئے اور ہمارے گھروں میں وسعت اور رزق میں برکت عطا فرما دیجئے۔

وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ

تم بحمد اللہ

سلسلہ درسِ حدیث - 7

جلد منتظر عام پر

عام فہم تعلیمات نبوی صلی اللہ علیہ وسلم کا
ایک سدابہار مبارک سلسلہ

درسِ حدیث

انتخاب از

فضائل دُرود شریف

از افادات:
شیخ الحدیث حضرت
مولانا محمد زکریا کاندھلوی رحمہ اللہ

زیرنگرانی
فقیہ العصر حضرت مولانا مفتی عبدالستار صاحب رحمہ اللہ
رئیس دارالافتاء جامعہ خیرالمدارس ملتان

اِدارۂ تالیفاتِ اشرفیہ
چوک فوارہ ملتان پاکستان
(061-4540513-4519240

عام فہم تعلیمات نبوی صلی اللہ علیہ وسلم کا
ایک سدا بہار مبارک سلسلہ

درسِ حدیث

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا

اللہ تعالیٰ اس شخص کو تروتازہ رکھے جس نے میری بات سنی اور اسکو یاد کیا اور اسکو محفوظ رکھا اور پھر دوسروں کو پہنچادیا۔ (ترمذی)
نیز فرمایا سب سے افضل صدقہ یہ ہے کہ مسلمان علم دین کی بات سیکھے پھر اپنے مسلمان بھائی کو سکھادے۔ (ابن ماجہ)

زیرِ نگرانی
فقیہ العصر حضرت مولانا مفتی عبدالستار صاحب رحمہ اللہ
رئیس دارالافتاء جامعہ خیر المدارس ملتان

اِدارۂ تالیفاتِ اشرفیہ
چوک فوارہ ملتان پاکستان
(061-4540513-4519240

بسم الله الرحمن الرحيم

درسِ حدیث

سلسلہ درس حدیث-6

عام فہم تعلیمات نبوی صلی اللہ علیہ وسلم کا
ایک سدا بہار مبارک سلسلہ

درسِ حدیث

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا

اللہ تعالیٰ اس شخص کو تروتازہ رکھے جس نے میری بات سنی اور اسکو یاد کیا اور اسکو محفوظ رکھا اور پھر دوسروں کو پہنچا دیا۔ (ترمذی)
نیز فرمایا سب سے افضل صدقہ یہ ہے کہ مسلمان علم دین کی بات سیکھے پھر اپنے مسلمان بھائی کو سکھادے۔ (ابن ماجہ)

از افادات:
شیخ الحدیث حضرت
مولانا محمد زکریا کاندھلوی رحمہ اللہ

زیرنگرانی
فقیہ العصر حضرت مولانا مفتی عبدالستار صاحب رحمہ اللہ
رئیس دارالافتاء جامعہ خیر المدارس ملتان

اِدارۂ تالیفاتِ اشرفیہ
چوک فوارہ ملتان پاکستان
(061-4540513-4519240

درسِ حدیث

تاریخ اشاعت .... رجب المرجب ۱۴۲۷ھ
ناشر .... ادارہ تالیفات اشرفیہ ملتان
طباعت .... سلامت اقبال پریس ملتان

قارئین سے گذارش

ادراہ کی حتی الامکان کوشش ہوتی ہے کہ پروف ریڈنگ معیاری ہو۔ الحمدللہ اس کام کیلئے ادارہ میں علماء کی ایک جماعت موجود رہتی ہے۔ پھر بھی کوئی غلطی نظر آئے تو برائے مہربانی مطلع فرما کر ممنون فرمائیں تا کہ آئندہ اشاعت میں درست ہو سکے۔ جزاک اللہ

ملنے کے پتے

ادارہ تالیفات اشرفیہ... چوک فوارہ... ملتان — مکتبہ رشیدیہ....... راجہ بازار....... راولپنڈی
ادارہ اسلامیات........ انارکلی........ لاہور — یونیورسٹی بک ایجنسی..... خیبر بازار....... پشاور
مکتبہ سید احمد شہید...... اردو بازار..... لاہور — ادارۃ الانور....... نیو ٹاؤن....... کراچی نمبر 5
مکتبہ رحمانیہ....... اُردو بازار .... لاہور — مکتبہ المنظور الاسلامیہ... جامعہ حسینیہ... علی پور
مکتبہ المنظور الاسلامیہ.......... بلاک زیڈ....... مدینہ ٹاؤن....... بنک موڑ....... فیصل آباد

ادارہ اشاعت الخیر — حضوری باغ روڈ — ملتان

ISLAMIC EDUCATIONAL TRUST U.K — **119-121- HALLIWELL ROAD**
(ISLAMIC BOOKS CENTERE — **BOLTON BLI 3NE. (U.K.)**

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

عرض ناشر

اللہ تعالیٰ کے فضل وکرم سے ادارہ کی جدید مرتبہ "درس حدیث" کی پانچ جلدیں ماشاءاللہ کافی مقبول ہوئیں درس حدیث کا یہ مبارک سلسلہ فقیہ العصر حضرت مولانا مفتی عبدالستار صاحب رحمہ اللہ کی زیرنگرانی شروع ہوا یقیناً یہ بھی حضرت کیلئے دیگر حسنات جاریہ میں سے ایک ہے اس لئے اس جلد پر بھی مقدمہ حضرت ہی کا لکھا ہوا دیا جارہا ہے۔ عرصہ دراز سے مزید جلدوں کا انتظار تھا۔ اللہ پاک ہمارے اکابر رحمہم اللہ کو اجر عظیم سے نوازیں جو بے حد محنتوں سے ہمارے لئے دین اور اس کے مآخذ کو سہل الوصول فرما گئے۔ اور دین کے ہر شعبہ سے متعلق معلومات فضائل و احکام کا عظیم ذخیرہ جو اپنی عربی زبان کی وجہ سے حلقہ خواص تک محدود تھا۔ ان حضرات اکابر نے دیگر خدمات جلیلہ کے ساتھ ساتھ یہ عظیم خدمت بھی سرانجام دی کہ ان دینی علوم کو اردو کے لباس سے آراستہ کر کے عوام الناس کی ایک بڑی ضرورت کو پورا فرما گئے۔ اللہ تعالیٰ ان کی قبور کو ٹھنڈا فرمائیں اور جنت کو ان کا ٹھکانہ بنائیں آمین

الحمدللہ شروع سے ادارہ کی کوشش رہی ہے کہ اپنے اکابر کی مستند و بے غبار تعلیمات کو مزید مزین و سہل کر کے پیش کیا جائے۔ اس جلد کے سلسلہ میں بھی اللہ تعالیٰ کا فضل شامل حال رہا اور علماء کرام کی مشاورت سے حضرت شیخ الحدیث مولانا محمد زکریا کاندھلوی رحمہ اللہ کی مقبول عام مستند تصنیف "فضائل اعمال" میں سے فضائل ذکر کو سابقہ جلدوں کی طرح سبق وار درس کی شکل میں مرتب کیا ہے۔

اس جلد میں فضائل ذکر کے تمام مضامین بالترتیب لئے گئے ہیں صرف دوران سبق آنے والی احادیث کا عربی متن نہیں دیا گیا تا کہ عوام الناس بسہولت مختصر وقت میں درس مکمل کر سکیں۔ شروع سبق میں حدیث مبارکہ کا مختصر عربی متن تبرکاً نقل کیا گیا ہے۔ بعض جگہ اپنے اکابر حضرت سید ابوالحسن علی ندوی رحمہ اللہ..... حکیم الاسلام حضرت مولانا قاری محمد طیب صاحب رحمہ اللہ عارف باللہ حضرت ڈاکٹر عبدالحئی عارفی رحمہ اللہ و دیگر اکابرین کے افادات کا اضافہ کیا گیا ہے جو کہ ان شاء اللہ موضوع کی مناسبت سے مفید ہوگا۔ بلاشبہ گھروں، مساجد، اسکولوں و مکاتب میں ان سبق وار احادیث کو سننے سنانے کی پابندی کی جائے تو مختصر وقت میں دین کی اہم باتیں سیکھی جاسکتی ہیں۔ ان شاءاللہ اس مبارک سلسلہ احادیث کی جلد نمبر ۲ بنام فضائل درود شریف (منتخب از فضائل اعمال) جلد منظر عام پر آرہی ہیں۔ **وما توفیقی الا باللہ علیہ توکلت والیہ انیب**

اللہ پاک ہم سب کو دین کی صحیح فہم نصیب فرمائیں اور اپنے فضل سے خدمت دین الی یوم الدین لیتے رہیں۔

والسلام محمد اسحٰق عفی عنہ رجب المرجب ۱۴۲۷ھ بمطابق اگست 2006ء

تقریظ

فقیہ العصر حضرت مولانا مفتی عبدالستار صاحب رحمہ اللہ
رئیس دارالافتاء جامعہ خیر المدارس ملتان ونگران اعلیٰ مجلس تحقیقات اسلامیہ

بسم اللہ الرحمن الرحیم

نحمدہٗ ونصلی علی رسولہ الکریم.....اما بعد

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی ختم نبوت کے پیش نظر اللہ پاک نے قرآن مجید کی حفاظت جس طرح اپنے ذمہ لی ہے اسی طرح الفاظ قرآن کی تشریح جو ذخیرہ آحادیث کی شکل میں موجود ہے اسکی حفاظت وصیانت بھی اللہ پاک نے اس امت کے ذریعے فرمائی۔ یہ بھی حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا معجزہ ہے کہ حفاظت حدیث کے سلسلہ میں اس امت کے محدثین حضرات نے عجیب کمالات دکھائے۔ اسماء الرجال کے علم ہی کو دیکھ لیجئے اس علم سے سابقہ امتیں محروم رہیں لیکن آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی مبارک تعلیمات چونکہ تا قیامت محفوظ اور قابل عمل تھیں اس لئے ان فرامین کی حفاظت کیلئے محدثین نے اسماء الرجال اور اس کے علاوہ دوسرے علوم متعارف کرائے جنہوں نے احادیث مبارکہ کے گرد ایک قوی حصار کا کام کیا تاکہ کوئی دین دشمن حسب منشاء ان احادیث میں کوئی تغیر و تصرف نہ کر سکے۔

عصر حاضر میں مسلمانوں کی مغلوبیت میں جہاں دیگر عوامل کارفرما ہیں ان سب میں بنیادی چیز یہی ہے کہ ہم اپنی بنیاد یعنی اسلامی تعلیمات سے منہ موڑے ہوئے ہیں۔ اور اس بات کے جاننے کے باوجود کہ ہماری دینی و دنیاوی فلاح و ترقی اسلامی تہذیب' اسلامی تعلیمات اور انہی اقدار میں ہے جن پر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرات صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کو چلایا اور تاریخ گواہ ہے کہ جب تک مسلمان ان اسلامی تعلیمات پر مضبوطی سے عمل پیرا رہے اللہ پاک نے انہیں اخروی نجات کے علاوہ دنیا میں بھی شان وشوکت' غلبہ ونصرت سے نوازا اور پوری دنیا کے غیر مسلم ان کے خادم اور زیر دست کی حیثیت سے رہے۔

آج ہم سب مسلمان یہ چاہتے ہیں کہ دنیا میں مسلمان غالب ہوں لیکن اس کے لئے جو بنیادی چیز ہے یعنی تعلیمات نبوت کی روشنی میں زندگی کے سفر کو طے کرنا۔ اسکی طرف ہماری توجہ کم ہوتی ہے اس لئے ضرورت ہے کہ معاشرہ میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی مبارک تعلیمات کو عام کیا جائے اور جس طرح تلاوت قرآن کو اپنے معمول میں شامل کیا جاتا ہے اسی طرح ہمارے بعض اکابر کے معمول میں تلاوت حدیث بھی شامل تھی۔

''ادارہ تالیفات اشرفیہ'' اس لحاظ سے بڑی مبارک کا مستحق ہے کہ عوام کو اس بنیادی ضرورت کو عام فہم انداز میں درس حدیث کی شکل میں پیش کرنے کا سہرا اُسی کے سر ہے۔ اس سے قبل ''درس قرآن'' بھی عوام الناس میں بے حد مقبول ہو چکا ہے۔

دل سے دُعا ہے کہ فرامین نبوی کا یہ سدا بہار گلدستہ عند اللہ مقبول ہو اور ہم سب تعلیمات نبوی کی روشنی میں اپنا قبلہ درست کر کے دنیا و آخرت کی سعادتوں سے اپنے دامن بھر لیں۔

فقط: عبدالستار عفی عنہ رجب المرجب ۱۴۲۵ھ

فہرست عنوانات

درسِ حدیث

انتخاب از

فضائل ذکر

بندہ کے ساتھ اللہ تعالیٰ کا معاملہ

عن ابی ہریرۃ رضی اللہ عنہ قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یقول اللہ تعالیٰ انا عند ظن عبدی بی وانا معہ اذا ذکرنی فان ذکرنی فی نفسہ ذکرتہ فی نفسی (رواہ احمد و بخاری)

ترجمہ: حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ حق تعالیٰ شانہٗ ارشاد فرماتے ہیں کہ میں بندہ کے ساتھ ویسا ہی معاملہ کرتا ہوں جیسا کہ وہ میرے ساتھ گمان رکھتا ہے اور جب وہ مجھے یاد کرتا ہے تو میں اس کے ساتھ ہوتا ہوں پس اگر وہ مجھے اپنے دل میں یاد کرتا ہے تو میں بھی اسکو اپنے دل میں یاد کرتا ہوں اور اگر وہ میرا مجمع میں ذکر کرتا ہے تو میں اس مجمع سے بہتر یعنی فرشتوں کے مجمع میں (جو معصوم اور بیگناہ ہیں) تذکرہ کرتا ہوں اور اگر بندہ میری طرف ایک بالشت متوجہ ہوتا ہے تو میں ایک ہاتھ اُس کی طرف متوجہ ہوتا ہوں اور اگر وہ ایک ہاتھ بڑھتا ہے تو میں دو ہاتھ ادھر متوجہ ہوتا ہوں اور اگر وہ میری طرف چل کر آتا ہے تو میں اسکی طرف دوڑ کر چلتا ہوں۔

اللہ تعالیٰ کے ساتھ بندے کا گمان

تشریح: اس حدیث شریف میں کئی مضمون وارد ہیں۔ اوّل یہ کہ بندہ کے ساتھ اس کے گمان کے موافق معاملہ کرتا ہوں جس کا مطلب یہ ہے کہ حق تعالیٰ شانہٗ سے اس کے لطف وکرم کی اُمید رکھنا چاہئے اس کی رحمت سے ہرگز مایوس نہ ہونا چاہیے۔ یقیناً ہم لوگ گنہگار ہیں اور سراپا گناہ اور اپنی حرکتوں اور گناہوں کی سزا اور بدلہ کا یقین ہے لیکن اللہ کی رحمت سے مایوس بھی نہ ہونا چاہیے۔ کیا بعید ہے کہ حق تعالیٰ شانہٗ محض اپنے لطف وکرم سے بالکل ہی معاف فرمادیں کہ:

اِنَّ اللّٰہَ لَا یَغْفِرُ اَنْ یُّشْرَکَ بِہٖ
وَیَغْفِرُ مَا دُوْنَ ذٰلِکَ لِمَنْ یَّشَآءُ

کلام اللہ شریف میں وارد ہے (ترجمہ) حق تعالیٰ شانہٗ شرک کے گناہ کو تو معاف نہیں فرمائیں گے اس کے علاوہ جس کو چاہیں گے سب کچھ معاف فرمائینگے۔ لیکن ضروری نہیں کہ معاف ہی فرمادیں۔ اسی وجہ سے علماء فرماتے ہیں کہ ایمان امید اور خوف کے درمیان ہے۔ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم ایک نوجوان صحابیؓ کے پاس تشریف لے گئے وہ نزع کی حالت میں تھے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے دریافت فرمایا کس حال میں ہو عرض کیا یا رسول اللہ، اللہ کی رحمت کا اُمیدوار ہوں اور اپنے گناہوں سے ڈر رہا ہوں۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ یہ دونوں یعنی امید و خوف جس بندہ کے دل میں ایسی حالت میں ہوں تو اللہ جل شانہٗ جو اُمید ہے وہ عطا فرمادیتے ہیں اور جس کا خوف ہے اُس سے امن عطا فرمادیتے ہیں۔

ایک حدیث میں آیا ہے کہ مومن اپنے گناہ کو ایسا سمجھتا ہے کہ گویا ایک پہاڑ کے نیچے بیٹھا ہے اور وہ پہاڑ اس پر گرنے لگا اور فاجر شخص گناہ کو ایسا سمجھتا ہے گویا ایک مکھی بیٹھی تھی اُڑا دی یعنی ذرا پرواہ نہیں ہوتی مقصود یہ ہے کہ گناہ کا خوف اس کے مناسب ہونا چاہیے اور رحمت کی اُمید اس کے مناسب۔

حضرت معاذؓ طاعون میں شہید ہوئے۔ انتقال کے قریب زمانہ میں بار بار غشی ہوتی تھی جب افاقہ ہوتا تو فرماتے یا اللہ تجھے معلوم ہے کہ مجھ کو تجھ سے محبت ہے۔ تیری عزت کی قسم تجھے یہ بات معلوم ہے جب بالکل موت کا وقت قریب آ گیا تو فرمایا کہ اے موت تیرا آنا مبارک ہے۔ کیا ہی مبارک مہمان آیا۔ مگر فاقہ کی حالت میں یہ مہمان آیا ہے۔ اس کے بعد فرمایا۔

اے اللہ تجھے معلوم ہے کہ میں ہمیشہ تجھ سے ڈرتا رہا آج تیرا اُمید وار ہوں۔ یا اللہ مجھے زندگی کی محبت تھی مگر نہریں کھودنے اور باغ لگانے کے واسطے نہیں تھی بلکہ گرمیوں کی شدت پیاس برداشت کرنے اور (دین کی خاطر) مشقتیں جھیلنے کے واسطے اور ذکر کے حلقوں میں علماء کے پاس جم کر بیٹھنے کے واسطے تھی۔ (تہذیب اللغات) بعض علماء نے لکھا ہے کہ حدیثِ بالا میں گمان کے موافق معاملہ عام حالات کے اعتبار سے ہے خاص مغفرت کے متعلق نہیں۔ دعا صحت وسعت امن وغیرہ سب چیزیں اس میں داخل ہیں مثلاً دُعا کے ہی متعلق سمجھو مطلب یہ ہے اگر بندہ یہ یقین کرتا ہے کہ میری دعا قبول ہوتی ہے اور ضرور ہوگی تو اس کی دُعا قبول ہوتی ہے اور اگر یہ گمان کرے کہ میری دعا قبول نہیں ہوتی تو ویسا ہی معاملہ کیا جاتا ہے۔ چنانچہ دوسری احادیث میں آیا ہے کہ بندہ کی دعا قبول ہوتی ہے۔ جب تک یہ نہ کہنے لگے کہ میری تو دعا قبول نہیں ہوتی۔ اسی طرح صحت، تو نگری وغیرہ سب امور کا حال ہے حدیث میں آیا ہے کہ جس شخص کو فاقہ کی نوبت آئے اگر اس کو لوگوں سے کہتا پھرے تو تو نگری نصیب نہیں ہوتی۔ اللہ کی پاک بارگاہ میں عرض معروض کرے تو جلد یہ حالت دُور ہو جائے۔ لیکن یہ ضروری ہے کہ اللہ تعالیٰ شانہٗ کے ساتھ حسن ظن اور چیز ہے اور اللہ پر گھمنڈ دوسری چیز ہے۔ کلام اللہ شریف میں مختلف عنوانات سے اس پر تنبیہ کی گئی۔ ارشاد ہے وَلَا يَغُرَّنَّكُمْ بِاللّٰهِ الْغَرُوْرُ (اور نہ دھوکہ میں ڈالے تم کو دھوکہ باز) یعنی شیطان تم کو یہ نہ سمجھائے کہ گناہ کئے جاؤ اللہ غفور رحیم ہے۔ دوسری جگہ ارشاد ہے اَطَّلَعَ الْغَيْبَ اَمِ اتَّخَذَ عِنْدَ الرَّحْمٰنِ عَهْدًا كَلَّا (کیا وہ غیب پر مطلع ہو گیا یا اللہ تعالیٰ سے اس نے عہد کر لیا ہے ایسا ہرگز نہیں)۔

اللہ تعالیٰ ذکر کرنے والے کے ساتھ ہیں

دوسرا مضمون یہ ہے کہ جب بندہ مجھے یاد کرتا ہے تو میں اس کے ساتھ ہوتا ہوں۔ دوسری حدیث میں ہے کہ جب بندہ مجھے یاد کرتا ہے تو جب تک اس کے ہونٹ میری یاد میں حرکت کرتے رہتے ہیں میں اس کے ساتھ ہوتا ہوں یعنی میری خاص توجہ اس پر رہتی ہے اور خصوصی رحمت کا نزول ہوتا رہتا ہے۔

اس حدیث کا بقیہ اگلے درس میں بیان ہوگا۔

دعا کیجئے

اے اللہ! ہمیں اپنے ذکر کی توفیق عطا فرمائیے۔

اے اللہ! ہمیں اپنے حقیقی ذکر یعنی ہمہ وقت آپ کے احکامات کو پیش نظر رکھتے ہوئے زندگی بسر کرنے کی توفیق عطا فرمائیے۔

اے اللہ! ہمیں اپنی محبت نصیب فرمائیے اور مسنون اذکار و وظائف کو صبح و شام پڑھنے کی توفیق عطا فرمائیے۔

اے اللہ! ہمیں ایسا بنا دیجئے کہ ہم سب سے زیادہ آپ کا ذکر کرنے والے سب سے زیادہ آپ کو فرمانبرداری کرنے والے اور سب سے زیادہ آپ سے محبت کرنے والے بن جائیں۔

وَاٰخِرُ دَعْوَانَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ

ذکر کرنے والوں کا فرشتوں میں تذکرہ

عن ابی ھریرۃ رضی اللہ عنہ قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یقول اللہ تعالیٰ انا عندظن عبدی بی وانامعہ اذا ذکرنی فان ذکرنی فی نفسہ ذکرتہ فی نفسی (رواہ احمد و بخاری)

ترجمہ: حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ حق تعالیٰ شانہٗ ارشاد فرماتے ہیں کہ میں بندہ کے ساتھ ویسا ہی معاملہ کرتا ہوں جیسا کہ وہ میرے ساتھ گمان رکھتا ہے اور جب وہ مجھے یاد کرتا ہے تو میں اس کے ساتھ ہوتا ہوں پس اگر وہ مجھے اپنے دل میں یاد کرتا ہے تو میں بھی اسکو اپنے دل میں یاد کرتا ہوں اور اگر وہ میرا مجمع میں ذکر کرتا ہے تو میں اس مجمع سے بہتر یعنی فرشتوں کے مجمع میں (جو معصوم اور بیگناہ ہیں) تذکرہ کرتا ہوں اور اگر بندہ میری طرف ایک بالشت متوجہ ہوتا ہے تو میں ایک ہاتھ اُس کی طرف متوجہ ہوتا ہوں اور اگر وہ ایک ہاتھ بڑھتا ہے تو میں دو ہاتھ ادھر متوجہ ہوتا ہوں اور اگر وہ میری طرف چل کر آتا ہے تو میں اسکی طرف دوڑ کر چلتا ہوں۔

تشریح: مذکورہ حدیث کا تیسرا مضمون یہ ہے کہ میں فرشتوں کے مجمع میں ذکر کرتا ہوں یعنی تفاخر کے طور پر اُن کا ذکر فرمایا جاتا ہے۔ ایک تو اس وجہ سے کہ آدمی کی علقت جس ترکیب سے ہوئی ہے اس کے موافق اس میں اطاعت اور معصیت دونوں کا مادہ رکھا ہے جیسا کہ حدیث نمبر ۸ کے ذیل میں آرہا ہے۔ اس حالت میں طاعت کا کرنا یقیناً تفاخر کا سبب ہے۔ دوسرے اس وجہ سے کہ فرشتوں نے ابتداء خلاقت کے وقت عرض کیا تھا۔ "آپ ایسی مخلوق کو پیدا فرماتے ہیں جو دنیا میں خونریزی اور فساد کرے گی"۔ اور اس کی وجہ بھی وہی مادہ فساد کا ان میں ہوتا ہے، بخلاف فرشتوں کے کہ ان میں یہ مادہ نہیں۔ اسی لئے انہوں نے عرض کیا تھا کہ تیری تسبیح و تقدیس ہم کرتے ہی ہیں۔ تیسرے اس وجہ سے کہ انسان کی اطاعت اس کی عبادت، فرشتوں کی عبادت سے اس وجہ سے بھی افضل ہے کہ انسان کی عبادت غیب کے ساتھ ہے اور فرشتوں کی عالمِ آخرت کے مشاہدہ کے ساتھ۔ اسی کی طرف اللہ پاک کے اس کلام میں اشارہ ہے کہ اگر وہ جنت و دوزخ کو دیکھ لیتے تو کیا ہوتا۔ ان وجوہ سے حق تعالیٰ شانہٗ اپنے یاد کرنیوالوں اور اپنی عبادت کرنے والوں کے کارنامے جتاتے ہیں۔

اللہ تعالیٰ کی بے حد لطف و رحمت

چوتھا مضمون حدیث میں یہ ہے کہ بندہ جس درجہ میں حق تعالیٰ شانہٗ کی طرف متوجہ ہوتا ہے اُس سے زیادہ توجہ اور لطف اللہ جل شانہٗ کی طرف سے اُس بندہ پر ہوتا ہے یہی مطلب ہے قریب ہونے اور دوڑ کر چلنے کا کہ میرا لطف اور میری رحمت تیزی کیساتھ اس کی طرف چلتی ہے اب ہر شخص کو اپنا اختیار ہے کہ جس قدر رحمت ولطفِ الٰہی کو اپنی طرف متوجہ کرنا چاہتا ہے اتنی ہی اپنی توجہ اللہ تعالیٰ شانہٗ کی طرف بڑھائے۔ پانچویں بحث اس حدیث شریف میں یہ ہے کہ اس میں فرشتوں کی جماعت کو بہتر بتایا ہے ذکر کرنے والے شخص سے حالانکہ یہ مشہور امر ہے کہ انسان اشرف المخلوقات ہے اس کی ایک وجہ تو ترجمہ میں ظاہر کر دی گئی کہ ان کا بہتر ہونا ایک خاص حیثیت سے ہے کہ وہ معصوم ہیں اُن سے گناہ ہو ہی نہیں سکتا۔ دوسری وجہ یہ ہے کہ یہ باعتبار اکثر افراد کے ہے کہ اکثر افراد فرشتوں کے اکثر آدمیوں بلکہ اکثر مومنوں سے افضل ہیں گو خاص مؤمن جیسے انبیاء علیہم السلام سارے ہی فرشتوں سے افضل ہیں۔ اس کے

علاوہ اور بھی وجوہ ہیں جن میں بحث طویل ہے۔

ذکر اللہ کو اپنا ہمہ وقت کا دستور بنالو

ایک صحابیؓ نے عرض کیا یا رسول اللہ احکام تو' شریعت کے بہت سے ہیں ہی' مجھے ایک چیز کوئی ایسی بتا دیجئے جس کو میں اپنا دستور اور اپنا مشغلہ بنالوں۔ حضورؐ نے ارشاد فرمایا کہ اللہ کے ذکر سے تو ہر وقت رطب اللّسان رہے۔

ایک اور حدیث میں ہے۔ حضرت معاذؓ فرماتے ہیں کہ جدائی کے وقت آخری گفتگو جو حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے ہوئی وہ یہ تھی۔ میں نے دریافت کیا کہ سب اعمال میں محبوب ترین عمل اللہ کے نزدیک کیا ہے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ اس حال میں تیری موت آوے کہ اللہ کے ذکر میں رطب اللسان ہو۔

جدائی کے وقت کا مطلب یہ ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت معاذؓ کو اہلِ یمن کی تبلیغ وتعلیم کے لئے یمن کا امیر بنا کر بھیجا تھا۔ اس وقت رخصت کیوقت حضورؐ نے کچھ وصیتیں بھی فرمائی تھیں اور انہوں نے بھی کچھ سوالات کئے تھے۔ شریعت کے احکام بہت سے ہونے کا مطلب یہ ہے کہ ہر حکم کی بجا آوری تو ضروری ہے ہی۔ لیکن ہر چیز میں کمال پیدا کرنا اور اس کو مستقل مشغلہ بنانا دشوار ہے اس لئے ان میں سے ایک چیز جو سب سے اہم ہو مجھے ایسی بتا دیجئے کہ اس کو مضبوط پکڑلوں اور ہر وقت ہر جگہ' چلتے' پھرتے اُٹھتے بیٹھتے کرتا رہوں۔

چار چیزیں جو تمام بھلائیوں کی جامع ہیں

ایک حدیث میں ارشاد ہے کہ چار چیزیں ایسی ہیں کہ جس شخص کو یہ مل جائیں اس کو دین ودنیا کی بھلائی مل جائے۔ ایک وہ زبان جو ذکر میں مشغول رہنے والی ہو' دوسرے وہ دل جو شکر میں مشغول رہتا ہو۔ تیسرے وہ بدن جو مشقت برداشت کرنے والا ہو' چوتھے وہ بیوی جو اپنے نفس میں اور خاوند کے مال میں خیانت نہ کرے۔ نفس میں خیانت یہ ہے کہ کسی قسم کی گندگی میں مبتلا ہو جائے۔

رطب اللّسان رہنے کا مطلب

رطب اللّسان کا مطلب اکثر علماء نے کثرت کا لکھا ہے اور یہ عام محاورہ ہے۔ ہمارے عرف میں بھی جو شخص کسی کی تعریف یا تذکرہ کثرت سے کرتا ہے تو یہ بولا جاتا ہے کہ فلاں کی تعریف میں رطب اللّسان ہے۔ مگر بندۂ ناچیز کے خیال میں ایک دوسرا مطلب بھی ہوسکتا ہے وہ یہ کہ جس سے عشق ومحبت ہوتی ہے اُس کے نام لینے سے مُنہ میں ایک لذّت اور مزہ محسوس ہوا کرتا ہے۔ جن کو باب عشق سے کچھ سابقہ پڑچکا ہے وہ اس سے واقف ہیں۔ اس بناء پر مطلب یہ ہے کہ اس لذّت سے اللہ کا پاک نام لیا جائے کہ مزہ آجائے۔ میں نے اپنے بعض بزرگوں کو بکثرت دیکھا ہے کہ ذکر بالجہر کرتے ہوئے ایسی طراوت آجاتی ہے کہ پاس بیٹھنے والا بھی اس کو محسوس کرتا ہے اور ایسا منہ میں پانی بھر جاتا ہے کہ ہر شخص اس کو محسوس کرتا ہے مگر یہ جب حاصل ہوتا ہے کہ جب دل میں چسک ہو اور زبان کثرتِ ذکر کے ساتھ مانُوس ہوچکی ہو۔ ایک حدیث میں آیا ہے کہ اللہ سے محبت کی علامت اس کے ذکر سے محبت ہے اور اللہ سے بُغض کی علامت اُس کے ذکر سے بُغض ہے۔

حضرت ابودرداءؓ فرماتے ہیں کہ جن لوگوں کی زبان اللہ کے ذکر سے تر وتازہ رہتی ہے وہ جنت میں ہنستے ہوئے داخل ہوں گے۔

تمام اعمال میں سے بہترین اور پاکیزہ ترین عمل ذکر اللہ ہے

حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک مرتبہ صحابہؓ سے ارشاد فرمایا کیا میں تم کو ایسی چیز نہ بتاؤں جو تمام اعمال میں بہترین چیز

ہے اور تمہارے مالک کے نزدیک سب سے زیادہ پاکیزہ اور تمہارے درجوں کو بہت زیادہ بلند کرنیوالی اور سونے چاندی کو (اللہ کے راستہ میں) خرچ کرنے سے بھی زیادہ بہتر اور (جہاد میں) تم دشمنوں کو قتل کرو وہ تم کو قتل کریں اس سے بھی بڑھی ہوئی۔ صحابہؓ نے عرض کیا ضرور بتادیں۔ آپؐ نے ارشاد فرمایا اللہ کا ذکر ہے۔

تمام اعمال پر ذکر اللہ کی فضیلت کی وجہ:

فائدہ: یہ عام حالت اور ہر وقت کے اعتبار سے ارشاد فرمایا ہے ورنہ وقتی ضرورت کے اعتبار سے صدقہ جہاد وغیرہ امور سب سے افضل ہوجاتے ہیں۔ اسی وجہ سے بعض احادیث میں ان چیزوں کی افضلیت بھی بیان فرمائی گئی ہے کہ ان کی ضرورتیں وقتی ہیں اور اللہ پاک کا ذکر دائمی چیز ہے اور سب سے زیادہ اہم اور افضل ایک حدیث میں حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ ہر چیز کے لئے کوئی صاف کرنے والی اور میل کچیل دُور کرنے والی چیز ہوتی ہے (مثلاً کپڑے اور بدن کے لئے صابون' لوہے کے لئے آگ کی بھٹی وغیرہ وغیرہ) دلوں کی صفائی کرنے والی چیز اللہ تعالیٰ کا ذکر ہے اور کوئی چیز اللہ کے عذاب سے بچانے والی اللہ کے ذکر سے بڑھ کر نہیں ہے۔ اس حدیث میں چونکہ ذکر کو دل کی صفائی کا ذریعہ اور سبب بتایا ہے اس سے بھی اللہ کے ذکر کا سب سے افضل ہونا ثابت ہوتا ہے اس لئے کہ ہر عبادت اُسی وقت عبادت ہوسکتی ہے جب اخلاص سے ہو اور اس کا مدار دلوں کی صفائی پر ہے۔ اسی وجہ سے بعض صوفیہ نے کہا ہے کہ اس حدیث میں ذکر سے مراد ذکرِ قلبی ہے نہ کہ زبانی ذکر' اور ذکرِ قلبی یہ ہے کہ دل ہر وقت اللہ کے ساتھ وابستہ ہوجائے اور اس میں کیا شک ہے کہ یہ حالت ساری عبادتوں سے افضل ہے اس لئے کہ جب یہ حالت ہوجائے تو پھر کوئی عبادت چھوٹ ہی نہیں سکتی کہ سارے اعضاء ظاہرہ و باطنہ دل کے تابع ہیں۔ جس چیز کے ساتھ دل وابستہ ہوجاتا ہے سارے ہی اعضا اس کے ساتھ ہوجاتے ہیں۔ عشاق کے حالات سے کون بے خبر ہے اور بھی بہت سی احادیث میں ذکر کا سب سے افضل ہونا وارد ہوا ہے۔ حضرت سلمانؓ سے کسی نے پوچھا کہ سب سے بڑا عمل کیا ہے۔ انہوں نے فرمایا کہ تم نے قرآن شریف نہیں پڑھا۔ قرآن پاک میں ہے وَلَذِكْرُ اللّٰهِ أَكْبَرُ کوئی چیز اللہ کے ذکر سے افضل نہیں۔ حضرت سلمانؓ نے جس آیت شریفہ کی طرف اشارہ فرمایا۔ وہ اکیسویں ۲۱ پارے کی پہلی آیت ہے۔ صاحب مجالس الابرار کہتے ہیں کہ اس حدیث میں اللہ کے ذکر کو صدقہ اور جہاد اور ساری عبادات سے اس لئے افضل فرمایا کہ اصل مقصود اللہ کا ذکر ہے اور ساری عبادتیں اس کا ذریعہ اور آلہ ہیں اور ذکر بھی دو قسم کا ہوتا ہے۔ ایک زبانی اور ایک قلبی جو زبان سے بھی افضل ہے اور وہ مراقبہ اور دل کی سوچ ہے اور یہی مراد ہے اس حدیث سے جس میں آیا ہے کہ ایک گھڑی کا سوچنا ستر ۷۰ برس کی عبادت سے افضل ہے۔ مسند احمد میں ہے۔ حضرت سہلؓ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم سے نقل کرتے ہیں کہ اللہ کا ذکر اللہ کے راستہ میں خرچ کرنے سے سات لاکھ حصہ زیادہ ہوجاتا ہے۔ اس تقریر سے یہ معلوم ہوگیا کہ صدقہ اور جہاد وغیرہ جو وقتی چیزیں ہیں وقتی ضرورت کے اعتبار سے اُن کی فضیلت بہت زیادہ ہوجاتی ہے۔ لہٰذا ان احادیث میں کوئی اشکال نہیں جن میں ان چیزوں کی بہت زیادہ فضیلت وارد ہوئی ہے چنانچہ ارشاد ہے کہ تھوڑی دیر کا اللہ کے راستہ میں کھڑا ہونا اپنے گھر پر ستر ۷۰ سال کی نماز سے افضل ہے حالانکہ نماز بالاتفاق افضل ترین عبادت ہے لیکن کفار کے ہجوم کے وقت جہاد اس سے بہت زیادہ افضل ہوجاتا ہے۔

دعا کیجئے: اے اللہ! ہم آپ سے دین و دنیا اور اہل و عیال میں معافی اور اچھے انجام کا سوال کرتے ہیں۔ اے اللہ! ہمیں بخش دیجئے اور ہمارے گھروں میں وسعت اور رزق میں برکت عطا فرمادیجئے۔ وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ

نرم بستروں پر ذکر اللہ کرنیوالوں کے بھی بلند درجات

عن ابی سعید الخدری رضی اللہ عنہ ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قال لیذکرن اللہ اقوام فی الدنیا علی الفرش الممہدۃ یدخلہم اللہ فی الدرجات العلی (رواہ ابن حبان)

ترجمہ: حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ بہت سے لوگ ایسے ہیں کہ دنیا میں نرم نرم بستروں پر اللہ تعالیٰ کا ذکر کرتے ہیں جس کی وجہ سے حق تعالیٰ شانہٗ جنت کے اعلیٰ درجوں میں اُن کو پہنچا دیتا ہے۔

تشریح: یعنی دنیا میں مشقتیں جھیلنا، صعوبتیں برداشت کرنا آخرت کے رفع درجات کا سبب ہے اور جتنی بھی دینی امور میں یہاں مشقت اٹھائی جائے گی اتنا ہی بلند مرتبوں کا استحقاق ہوگا لیکن اللہ پاک کے مبارک ذکر کی یہ برکت ہے کہ راحت و آرام سے نرم بستروں پر بیٹھ کر بھی کیا جائے تب بھی رفع درجات کا سبب ہوتا ہے۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ اگر تم ہر وقت ذکر میں مشغول رہو تو فرشتے تمہارے بستروں پر اور تمہارے راستوں میں تم سے مصافحہ کرنے لگیں۔

آگے بڑھنے والے

ایک حدیث میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد وارد ہوا ہے کہ مفرد لوگ بہت آگے بڑھ گئے۔ صحابہؓ نے عرض کیا کہ مُفرِد کون ہے؟ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا جو اللہ کے ذکر میں والہانہ طریقہ پر مشغول ہیں۔ اس حدیث کی بنا پر صوفیہ نے لکھا ہے کہ سلاطین اور امراء کو اللہ کے ذکر سے نہ روکنا چاہیے کہ وہ اس کی وجہ سے درجاتِ اعلیٰ حاصل کر سکتے ہیں۔ حضرت ابودرداءؓ فرماتے ہیں کہ تو اللہ کے ذکر کو اپنی مسرتوں اور خوشیوں کے اوقات میں کر، وہ تجھ کو مشقتوں اور تکلیفوں کے وقت کام دے گا۔ حضرت سلمان فارسیؓ فرماتے ہیں کہ جب بندہ راحت کے خوشی کے ثروت کے اوقات میں اللہ کا ذکر کرتا ہے پھر اس کو کوئی مشقت اور تکلیف پہنچے، تو فرشتے کہتے ہیں کہ مانوس آواز ہے جو ضعیف بندہ کی ہے پھر اللہ کے یہاں اس کی سفارش کرتے ہیں اور جو شخص راحت کے اوقات میں اللہ کو یاد نہ کرے پھر کوئی تکلیف اس کو پہنچے اور اس وقت یاد کرے تو فرشتے کہتے ہیں کیسی غیر مانوس آواز ہے۔ حضرت ابن عباسؓ فرماتے ہیں کہ جنت کے آٹھ دروازے ہیں۔ ایک ان میں سے صرف ذاکرین کے لئے ہے۔ ایک حدیث میں ہے کہ جو شخص اللہ کا ذکر کثرت سے کرے وہ نفاق سے بری ہے۔ دوسری حدیث میں ہے کہ اللہ تعالیٰ جل شانہٗ اس سے محبت فرماتے ہیں۔ ایک سفر سے واپسی ہو رہی تھی۔ ایک جگہ پہنچ کر حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ آگے بڑھنے والے کہاں ہیں۔ صحابہؓ نے عرض کیا کہ بعض تیز رَو آگے چلے گئے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ وہ آگے بڑھنے والے کہاں ہیں۔ جو اللہ کے ذکر میں والہانہ مشغول ہیں جو شخص یہ چاہے کہ جنت سے خوب سیراب ہو وہ اللہ کا ذکر کثرت سے کرے۔

ذکر کرنے والا زندہ اور نہ کرنیوالا مردہ

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ جو شخص اللہ کا ذکر کرتا ہے اور جو نہیں کرتا۔ ان دونوں کی مثال زندہ اور مردہ کی سی ہے کہ ذکر کرنے والا زندہ ہے اور ذکر نہ کرنے والا مُردہ ہے۔

زندہ اور مردہ ہونے کا مطلب

فائدہ: زندگی ہر شخص کو محبوب ہے اور مرنے سے ہر شخص ہی گھبراتا ہے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمان ہے کہ جو اللہ کا ذکر نہیں کرتا وہ زندہ بھی مردے ہی کے حکم میں ہے اس کی زندگی بھی بے کار ہے

بعض علماء نے فرمایا ہے یہ دل کی حالت کا بیان ہے کہ جو شخص اللہ کا ذکر کرتا ہے اس کا دل زندہ رہتا ہے اور جو ذکر نہیں کرتا اس کا دل مرجاتا ہے۔ اور بعض علماء نے فرمایا ہے کہ تشبیہ نفع اور نقصان کے اعتبار سے ہے کہ اللہ کا ذکر کرنے والے شخص کو جو ستائے وہ ایسا ہے جیسا کہ کسی زندہ کو ستائے کہ اس سے انتقام لیا جائے گا اور وہ اپنے کئے کو بھگتے گا اور غیر ذاکر کو ستانے والا ایسا ہے جیسا مُردہ کو ستانے والا کہ وہ خود انتقام نہیں لے سکتا۔ صوفیہ کہتے ہیں کہ اس سے ہمیشہ کی زندگی مراد ہے کہ اللہ کا ذکر کثرت سے اخلاص کے ساتھ کرنے والے مرتے ہی نہیں بلکہ وہ اس دنیا سے منتقل ہوجانے کے بعد بھی زندوں ہی کے حکم میں رہتے ہیں جیسا کہ قرآنِ پاک میں شہید کے متعلق وارد ہوا ہے بَلْ اَحْيَآءٌ عِنْدَ رَبِّهِمْ اسی طرح اُن کے لئے بھی ایک خاص قسم کی زندگی ہے۔

حکیم ترمذیؒ کہتے ہیں کہ اللہ کا ذکر دل کو تر کرتا ہے اور نرمی پیدا کرتا ہے اور جب دل اللہ کے ذکر سے خالی ہوتا ہے تو نفس کی گرمی اور شہوت کی آگ سے خشک ہو کر سخت ہوجاتا ہے اور سارے اعضاء سخت ہوجاتے ہیں۔ طاعت سے رُک جاتے ہیں۔ اگر ان اعضاء کو کھینچو تو ٹوٹ جائیں گے۔ جیسے کہ خشک لکڑی کہ جُھکانے سے نہیں جُھکتی۔ صرف کاٹ کر جلادینے کے کام کی رہ جاتی ہے۔

دعا کیجئے

اے اللہ! ہمیں اپنے ذکر کی توفیق عطا فرمائیے۔

اے اللہ! ہمیں اپنے حقیقی ذکر یعنی ہمہ وقت آپ کے احکامات کو پیش نظر رکھتے ہوئے زندگی بسر کرنے کی توفیق عطا فرمائیے۔

اے اللہ! ہمیں اپنی محبت نصیب فرمائیے اور مسنون اذکار و وظائف کو صبح و شام پڑھنے کی توفیق عطا فرمائیے۔

اے اللہ! ہمیں ایسا بنا دیجئے کہ ہم سب سے زیادہ آپ کا ذکر کرنے والے سب سے زیادہ آپ کو فرمانبرداری کرنے والے اور سب سے زیادہ آپ سے محبت کرنے والے بن جائیں۔

اے اللہ! ہمیں ایسا بنا دیجئے کہ ہم اپنے سارے دل کیساتھ آپ سے محبت کریں اور آپ کو راضی کرنے میں اپنی ساری کوششیں صرف کردیں۔

اے اللہ! ہم آپ سے دین و دنیا اور اہل و عیال میں معافی اور اچھے انجام کا سوال کرتے ہیں۔

اے اللہ! ہمیں بخش دیجئے اور ہمارے گھروں میں وسعت اور رزق میں برکت عطا فرما دیجئے۔

وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ

اللہ کا ذکر صدقہ خیرات سے افضل ہے

عن ابی موسی رضی اللہ عنہ قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم لو ان رجلافی حجرہ دراھم یقسمھا واخریذکر اللّٰہ لکان الذاکر للّٰہ افضل (اخرجہ الطبرانی)

ترجمہ: حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ اگر ایک شخص کے پاس بہت سے روپے ہوں اور وہ اُن کو تقسیم کر رہا ہو اور دوسرا شخص اللہ کے ذکر میں مشغول ہو تو ذکر کرنے والا افضل ہے۔

خوش نصیب لوگ

تشریح: یعنی اللہ کے راستہ میں خرچ کرنا کتنی ہی بڑی چیز کیوں نہ ہو لیکن اللہ کی یاد اس کے مقابلہ میں بھی افضل ہے پھر کس قدر خوش نصیب ہیں وہ مالدار اللہ کے راستہ میں خرچ کرنے والے جن کو اللہ کے ذکر کی بھی توفیق نصیب ہو جائے۔ ایک حدیث میں ہے کہ اللہ تعالیٰ شانہٗ کی طرف سے بھی روزانہ بندوں پر صدقہ ہوتا رہتا ہے اور ہر شخص کو اس کی حیثیت کے موافق کچھ نہ کچھ عطا ہوتا رہتا ہے لیکن کوئی عطاء اس سے بڑھ کر نہیں کہ اس کو اللہ کے ذکر کی توفیق نصیب ہو جائے۔ جو لوگ کاروبار میں مشغول رہتے ہیں۔ تجارت، زراعت، ملازمت میں گھرے رہتے ہیں اگر تھوڑا بہت وقت اللہ کی یاد کے لئے اپنے اوقات میں سے نکال لیں تو کیسی مفت کی کمائی ہے۔ دن رات کے چوبیس گھنٹوں میں سے دو چار گھنٹے اس کام کے لئے نکال لینا کون سی مشکل بات ہے آخر فضولیات لغویات میں بہت سا وقت خرچ ہوتا ہے۔ اس کار آمد چیز کے واسطے وقت نکالنا کیا دشوار ہے۔ ایک حدیث میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ اللہ کے بہترین بندے وہ ہیں جو اللہ کے ذکر کے واسطے چاند، سورج، ستارے اور سایہ کی تحقیق رکھتے ہیں یعنی اوقات کی تحقیق کا اہتمام کرتے ہیں۔ اگرچہ اس زمانہ میں گھڑی گھنٹوں کی کثرت نے اس سے بے نیاز کر دیا پھر بھی فی الجملہ واقفیت ان چیزوں کی مناسب ہے کہ گھڑی کے خراب اور غلط ہو جانے کی صورت میں اوقات ضائع نہ ہو جائیں۔ ایک حدیث میں آیا ہے کہ زمین کے جس حصہ پر اللہ کا ذکر کیا جائے وہ حصہ نیچے ساتوں زمینوں تک دوسرے حصوں پر فخر کرتا ہے۔

ایک لمحہ کے ذکر اللہ کا اجر و ثواب

حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ جنت میں جانے کے بعد اہل جنت کو دنیا کی کسی چیز کا بھی قلق وافسوس نہیں ہوگا، بجز اس گھڑی کے جو دنیا میں اللہ کے ذکر کے بغیر گذر گئی ہو۔

فائدہ: جنت میں جانے کے بعد جب یہ منظر سامنے ہوگا کہ ایک دفعہ اس پاک نام کو لینے کا اجر و ثواب کتنا زیادہ مقدار میں ہے کہ پہاڑوں کے برابر مل رہا ہے تو اس وقت اپنی اس کمائی کے نقصان پر جسقدر بھی افسوس ہوگا ظاہر ہے۔

حضرت سریؒ فرماتے ہیں کہ میں نے جرجانیؒ کو دیکھا کہ ستو پھانک رہے ہیں۔ میں نے پوچھا یہ خشک ہی پھانک رہے ہو کہنے لگے کہ میں نے روٹی چبانے اور پھانکنے کا جب حساب لگایا تو چبانے میں اتنا وقت زیادہ خرچ ہوتا ہے کہ اُس میں آدمی ستر ۷۰ مرتبہ سبحان اللہ کہہ سکتا ہے۔ اس لئے میں نے چالیس برس سے روٹی کھانا چھوڑ دی۔ ستو پھانک کر گذر کر لیتا ہوں۔

منصورؒ بن معتمر کے متعلق لکھا ہے کہ چالیس برس تک عشاء کے بعد کسی سے بات نہیں کی۔ ربیع بن ہیثمؒ کے متعلق لکھا ہے کہ بیس برس تک جو بات کرتے اس کو ایک پرچہ پر لکھ لیتے اور رات کو اپنے دل سے حساب کرتے کہ کتنی بات اس میں ضروری تھی اور کتنی غیر ضروری۔

وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ

ذکر والی جماعت کو فرشتوں کا گھیر لینا

عن ابی هريرة وابی سعيد رضی الله عنه انهما شهدا علی رسول الله صلی الله عليه وسلم انه قال لايقعدقوم يذکرون الله الاحفتهم الملائکة وغشيتهم الرحمة ونزلت عليهم السکينة وذکرهم الله فيمن عنده (اخرجه احمد و مسلم و الترمذی)

ترجمہ: حضرت ابوہریرہؓ اور حضرت ابوسعیدؓ دونوں حضرات اسکی گواہی دیتے ہیں کہ ہم نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے سُنا ارشاد فرماتے تھے کہ جو جماعت اللہ کے ذکر میں مشغول ہو فرشتے اس جماعت کو سب طرف سے گھیر لیتے ہیں اور رحمت ان کو ڈھانپ لیتی ہے اور سکینہ اُن پر نازل ہوتی ہے اور اللہ جل شانہٗ انکا تذکرہ اپنی مجلس میں (تفاخر کے طور پر) فرماتے ہیں۔

تشریح: حضرت ابوذرؓ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد نقل کرتے ہیں کہ میں تجھے اللہ کے تقویٰ کی وصیت کرتا ہوں کہ تمام چیزوں کی جڑ ہے اور قرآن شریف کی تلاوت اور اللہ کے ذکر کا اہتمام کر کہ اس سے آسمانوں میں تیرا ذکر ہوگا اور زمین میں نور کا سبب بنے گا اکثر اوقات چُپ رہا کر کہ بھلائی بغیر کوئی کلام نہ ہو۔ یہ بات شیطان کو دُور کرتی ہے اور دین کے کاموں میں مدد گار ہوتی ہے زیادہ ہنسی سے بھی بچتا رہ کہ اس سے دل مرجاتا ہے اور چہرہ کا نور جاتا رہتا ہے۔ جہاد کرتے رہنا کہ میری اُمت کی فقیری یہی ہے مسکینوں سے محبت رکھنا انکے پاس اکثر بیٹھتے رہنا اور اپنے سے کم حیثیت لوگوں پر نگاہ رکھنا اور اپنے سے اُونچے لوگوں پر نگاہ نہ کرنا کہ اس سے اللہ کی ان نعمتوں کی ناقدری پیدا ہوتی ہے جو اللہ نے تجھے عطا فرمائی ہیں۔ قرابت والوں سے تعلقات جوڑنے کی فکر رکھنا وہ اگرچہ تجھ سے تعلقات توڑ دیں۔ حق بات کہنے میں تردّد نہ کرنا گو کسی کو کڑوی لگے۔ اللہ کے معاملہ میں کسی کی ملامت کی پرواہ نہ کرنا۔ تجھے اپنی عیب بینی دوسروں کے عیوب پر نظر نہ کرنے دے اور جس عیب میں خود مبتلا ہو اُس میں دوسرے پر غصّہ نہ کرنا۔ اے ابوذرؓ حسن تدبیر سے بڑھ کر کوئی عقل مندی نہیں اور ناجائز امور سے بچنا بہترین پرہیزگاری ہے اور خوش خلقی کے برابر کوئی شرافت نہیں۔“

سکینہ کے معنی

فائدہ: سکینہ کے معنی سکون ووقار کے ہیں یا کسی مخصوص رحمت کے جس کی تفسیر میں مختلف اقوال ہیں جن کو مختصر طور پر میں اپنے رسالہ چہل حدیث جدید در فضائل قرآن میں لکھ چکا ہوں۔ امام نوویؒ فرماتے ہیں کہ یہ کوئی ایسی مخصوص چیز ہے جو طمانینت‘ رحمت وغیرہ کو شامل ہے اور ملائکہ کے ساتھ اُترتی ہے۔

فرشتوں کے سامنے ذاکرین کا تذکرہ

حق تعالیٰ شانہٗ کا ان چیزوں کو فرشتوں کے سامنے تفاخر کے طور پر فرمانا ایک تو اس وجہ سے ہے کہ فرشتوں نے حضرت آدم علیہ السلام کی پیدائش کے وقت عرض کیا تھا کہ یہ لوگ دنیا میں فساد کریں گے۔ جیسا کہ پہلی حدیث کے ذیل میں گذر چکا ہے۔ دوسرے اس وجہ سے ہے کہ فرشتوں کی جماعت اگرچہ سراپا عبادت سراپا بندگی و اطاعت ہے لیکن ان میں معصیت کا مادہ بھی نہیں ہے اور انسان میں چونکہ دونوں مادے موجود ہیں اور غفلت اور نافرمانی کے اسباب اس کو گھیرے ہوئے ہیں۔ شہوتیں‘ لذتیں اور اور اس کا جُزو ہیں اس لئے اس سے ان سب کے مقابلہ میں جو عبادت جو اطاعت ہو اور جو معصیت کا مقابلہ ہو وہ زیادہ قابلِ مدح اور قابلِ قدر ہے۔

حدیث میں آتا ہے کہ جب حق تعالیٰ شانہٗ نے جنت کو بنایا تو حضرت جبرئیل علیہ الصلوٰۃ والسلام کو ارشاد ہوا کہ اس کو دیکھ کر آؤ۔ انہوں نے آکر عرض کیا یا اللہ آپ کی عزت کی قسم جو شخص بھی اس کی خبر سُن لے گا اس میں جائے بغیر نہیں رہیگا۔ یعنی لذتیں اور راحتیں، فرحتیں، نعمتیں، جس قدر اس میں رکھی گئی ہیں اُن کے سننے اور یقین آجانے کے بعد کون ہوگا جو اس میں جانے کی انتہائی کوشش نہ کریگا۔ اس کے بعد حق تعالیٰ شانہٗ نے اس کو مشقتوں سے ڈھانک دیا کہ نمازیں پڑھنا، روزے رکھنا، جہاد کرنا، حج کرنا وغیرہ وغیرہ اس پر سوار کر دیئے گئے کہ ان کو بجا لاؤ تو جنت میں آجاؤ اور پھر حضرت جبرئیل علیہ السلام کو ارشاد ہوا کہ اب دیکھو۔ انہوں نے عرض کیا کہ اب تو یا اللہ مجھے یہ اندیشہ ہے کہ کوئی اس میں جا ہی نہ سکے گا۔ اسی طرح جب جہنم کو بنایا تو حضرت جبرئیل علیہ السلام کو اس کے دیکھنے کا حکم ہوا۔ وہاں کے عذاب، وہاں کے مصائب، گندگیاں اور تکلیفیں دیکھ کر انہوں نے عرض کیا کہ یا اللہ آپ کی عزّت کی قسم جو شخص اس کے حالات سُن لے گا کبھی بھی اس کے پاس نہ جائے گا۔ حق سبحانہٗ وتقدس نے دنیا کی لذّتوں سے اس کو ڈھانک دیا کہ زنا کرنا، شراب پینا، ظلم کرنا، احکام پر عمل نہ کرنا وغیرہ وغیرہ کا پردہ اس پر ڈال دیا گیا۔ پھر ارشاد ہوا کہ اب دیکھو۔ انہوں نے عرض کیا کہ یا اللہ اب تو مجھے اندیشہ ہوگیا کہ شاید ہی کوئی اس سے بچے۔ اسی وجہ سے جب کوئی بندہ اللہ کی اطاعت کرتا ہے، گناہ سے بچتا ہے تو اس ماحول کے اعتبار سے جس میں وہ ہے قابلِ قدر ہوتا ہے۔ اسی وجہ سے حق تعالیٰ شانہٗ اظہارِ مسرت فرماتے ہیں۔ جن فرشتوں کا اس حدیث پاک میں اور اس قسم کی بہت سی حدیثوں میں ذکر آیا ہے وہ فرشتوں کی ایک خاص جماعت ہے جو اسی کام پر متعین ہے کہ جہاں اللہ کے ذکر کی مجالس ہوں، اللہ کا ذکر کیا جارہا ہو وہاں جمع ہوں اور اس کو سُنیں۔ چنانچہ ایک حدیث میں ارشاد ہے کہ فرشتوں کی ایک جماعت متفرق طور پر پھرتی رہتی ہے اور جس جگہ اللہ کا ذکر سُنتی ہے اپنے ساتھیوں کو آواز دیتی ہے کہ آجاؤ اس جگہ تمہارا مقصود اور غرض موجود ہے اور پھر ایک دوسرے پر جمع ہوتے رہتے ہیں حتیٰ کہ آسمان تک ان کا حلقہ پہنچ جاتا ہے۔

دعا کیجئے

اے اللہ! ہمیں ایسا بنادیجئے کہ ہم اپنے سارے دل کیساتھ آپ سے محبت کریں اور آپ کو راضی کرنے میں اپنی ساری کوششیں صرف کردیں۔

اے اللہ! ہم آپ سے دین ودنیا اور اہل وعیال میں معافی اور اچھے انجام کا سوال کرتے ہیں۔

اے اللہ! ہمیں بخش دیجئے اور ہمارے گھروں میں وسعت اور رزق میں برکت عطا فرمادیجئے۔

وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ

ذکر کرنے والوں کی وجہ سے اللہ تعالیٰ کا فرشتوں پر فخر کرنا

عن معوية رضی اللہ عنہ ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم خرج علی حلقة من اصحابه فقال ما اجلسكم قالو اجلسنا نذكر الله ونحمده على ماهدنا للاسلام ومن به علينا قال الله ما اجلسكم الا ذلك قالوا الله ما اجلسنا الا ذلك قال اما انى لم استحلفكم تهمة لكم ولكن اتانى جبرئيل فاخبرني ان الله يباهي بكم الملائكة (رواه احمد و مسلم)

ترجمہ: حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم ایک مرتبہ صحابہؓ کی ایک جماعت کے پاس تشریف لے گئے اور دریافت فرمایا کہ کس بات نے تم لوگوں کو یہاں بٹھایا ہے۔ عرض کیا کہ اللہ جل شانہٗ کا ذکر کر رہے ہیں اور اس بات پر اس کی حمد وثنا کر رہے ہیں کہ اس نے ہم لوگوں کو اسلام کی دولت سے نوازا۔ یہ اللہ کا بڑا ہی احسان ہم پر ہے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ کیا خدا کی قسم صرف اسی وجہ سے بیٹھے ہو۔

تشریح: صحابہؓ نے عرض کیا خدا کی قسم صرف اسی وجہ سے بیٹھے ہیں۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ کسی بدگمانی کی وجہ سے میں نے تم لوگوں کو قسم نہیں دی بلکہ جبرئیل میرے پاس ابھی آئے تھے اور یہ خبر سُنا گئے کہ اللہ جل شانہٗ تم لوگوں کی وجہ سے ملائکہ پر فخر فرما رہے ہیں۔

جماعت صحابہ رضی اللہ عنہم کی خوش قسمتی

یعنی میں نے جو قسم دے کر پوچھا اس سے مقصود اہتمام اور تاکید تھی کہ ممکن ہے کوئی اور خاص بات بھی اس کے علاوہ ہو اور وہ بات اللہ جل شانہٗ کے فخر کا سبب ہو۔ اب معلوم ہوگیا کہ صرف یہ تذکرہ ہی سبب فخر ہے۔ کس قدر خوش قسمت تھے وہ لوگ جن کی عبادتیں مقبول تھیں اور ان کی حمد وثنا پر حق تعالیٰ شانہٗ کے فخر کی خوشخبری اُن کو نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی زبان سے دُنیا ہی میں معلوم ہو جاتی تھی اور کیوں نہ ہوتا کہ ان حضرات کے کارنامے اُسی کے مستحق تھے۔

ملائکہ پر فخر کرنے کا مطلب

ملا علی قاریؒ فرماتے ہیں کہ فخر کرنے کا مطلب یہ ہے کہ حق تعالیٰ شانہٗ فرشتوں سے فرماتے ہیں کہ دیکھو یہ لوگ باوجودیکہ نفس ان کے ساتھ ہے، شیطان ان پر مسلط ہے، شہوتیں ان میں موجود ہیں، دنیا کی ضرورتیں ان کے پیچھے لگی ہوئی ہیں۔ ان سب کے باوجود ان سب کے مقابلہ میں اللہ کے ذکر میں مشغول ہیں اور اتنی کثرت سے ہٹانے والی چیزوں کے باوجود میرے ذکر سے نہیں ہٹتے، تمہارا ذکر وتسبیح اس لحاظ سے کہ تمہارے لئے کوئی مانع بھی ان میں سے نہیں ہے، ان کے مقابلہ میں کوئی چیز نہیں ہے۔

ذکر کرنے والوں کے لئے بخشش کا اعلان

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ جو بھی لوگ اللہ کے ذکر کے لئے مجتمع ہوں، اور اُن کا مقصود صرف اللہ ہی کی رضا ہو تو آسمان سے ایک فرشتہ ندا کرتا ہے کہ تم لوگ بخش دیئے گئے اور تمہاری برائیاں نیکیوں سے بدل دی گئیں۔

دوسری حدیث میں ہے اس کے مقابل جو اجتماع ایسا ہو کہ اس میں اللہ پاک کا کوئی ذکر ہو ہی نہیں تو یہ اجتماع قیامت کے دن حسرت وافسوس کا سبب ہوگا۔

بغیر ذکر اللہ والی مجلس پر حسرت

فائدہ: یعنی اس اجتماع کی بے برکتی اور اضاعت پر حسرت ہوگی اور کیا بعید ہے کہ وبال کا سبب کسی وجہ سے بن جائے۔ ایک حدیث میں آیا ہے کہ جس مجلس میں اللہ کا ذکر نہ ہو حضور صلی اللہ علیہ وسلم پر درود نہ ہو، اس مجلس والے ایسے ہیں جیسے مرے ہوئے گدھے پر سے اُٹھے ہوں۔

مجلس کا کفارہ

ایک حدیث میں آیا ہے کہ مجلس کا کفارہ یہ ہے کہ اس کے اختتام پر یہ دُعا پڑھے۔ **سبحان الله وبحمده سبحانك اللهم وبحمدك اشهدان لا اله الا انت استغفرك واتوب اليك**۔ ایک دوسری حدیث میں آیا ہے کہ جو بھی مجلس ایسی ہو جس میں اللہ کا ذکر، حضور صلی اللہ علیہ وسلم پر درُود شریف نہ ہو وہ مجلس قیامت کے دن حسرت اور نقصان کا سبب ہوگی۔ پھر حق تعالیٰ شانہٗ اپنے لطف سے چاہے مغفرت فرمادیں چاہے مطالبہ اور عذاب فرمادیں۔ ایک حدیث میں ہے کہ مجلسوں کا حق ادا کیا کرو۔ اور وہ یہ ہے کہ اللہ کا ذکر اُن میں کثرت سے کرو۔ راہگیروں کو (بوقتِ ضرورت) راستہ بتاؤ) اور ناجائز چیز سامنے آجائے تو) آنکھیں بند کرلو۔ (یا نیچی کرلو کہ اس پر نگاہ نہ پڑے)

حضرت علی کرم اللہ وجہہٗ ارشاد فرماتے ہیں کہ جو شخص یہ چاہے کہ اس کا ثواب بہت بڑی ترازو میں تلے (یعنی ثواب بہت زیادہ مقدار میں ہو کہ وہی بڑی ترازو میں تلے گا معمولی چیز تو بڑی ترازو کے پاسنگ میں آجائیگی) اس کو چاہیے کہ مجلس کے ختم پر یہ دعا پڑھا کرے۔ سُبْحٰنَ رَبِّكَ رَبِّ الْعِزَّةِ عَمَّا يَصِفُوْنَ ۚ وَسَلٰمٌ عَلَى الْمُرْسَلِيْنَ ۚ وَالْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ ۚ

دعا کیجئے

اے اللہ! ہمیں اپنے حقیقی ذکر یعنی ہمہ وقت آپ کے احکامات کو پیش نظر رکھتے ہوئے زندگی بسر کرنے کی توفیق عطا فرمایئے۔
اے اللہ! ہمیں اپنی محبت نصیب فرمایئے اور مسنون اذکار و وظائف کو صبح وشام پڑھنے کی توفیق عطا فرمایئے۔
اے اللہ! ہمیں ایسا بنادیجئے کہ ہم سب سے زیادہ آپ کا ذکر کرنے والے سب سے زیادہ آپ کو فرمانبرداری کرنے والے اور سب سے زیادہ آپ سے محبت کرنے والے بن جائیں۔
اے اللہ! ہم آپ سے دین و دنیا اور اہل وعیال میں معافی اور اچھے انجام کا سوال کرتے ہیں۔
اے اللہ! ہمیں بخش دیجئے اور ہمارے گھروں میں وسعت اور رزق میں برکت عطا فرمادیجئے۔

وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ

ذکر کرنے والوں کی وجہ سے اللہ تعالیٰ کا فرشتوں پر فخر کرنا

عن معوية رضى الله عنه ان رسول الله صلى الله عليه وسلم خرج على حلقة من اصحابه فقال ما اجلسكم قالو اجلسنا نذكر الله ونحمده على ماهدنا للاسلام ومن به علينا قال الله ما اجلسكم الا ذلك قالوا الله ما اجلسنا الا ذلك قال اما انى لم استحلفكم تهمة لكم ولكن اتانى جبرئيل فاخبرنى ان الله يباهى بكم الملائكة (رواه احمد و مسلم)

ترجمہ: حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم ایک مرتبہ صحابہؓ کی ایک جماعت کے پاس تشریف لے گئے اور دریافت فرمایا کہ کس بات نے تم لوگوں کو یہاں بٹھایا ہے۔ عرض کیا کہ اللہ جل شانہٗ کا ذکر کررہے ہیں اور اس بات پر اس کی حمد وثنا کررہے ہیں کہ اس نے ہم لوگوں کو اسلام کی دولت سے نوازا۔ یہ اللہ کا بڑا ہی احسان ہم پر ہے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ کیا خدا کی قسم صرف اسی وجہ سے بیٹھے ہو۔

تشریح: حدیثِ بالا میں برائیوں کے نیکیوں سے بدل دینے کی بشارت بھی ہے۔ قرآن پاک میں بھی سورۂ فرقان کے ختم پر مومنین کی چند صفات ذکر فرمانے کے بعد ارشاد ہے۔ (پس یہی لوگ ہیں جن کی برائیوں کو حق تعالیٰ نیکیوں سے بدل دیتے ہیں اور اللہ تعالیٰ غفور رحیم ہیں)۔ اس آیت شریفہ کے متعلق علماء تفسیر کے چند اقوال ہیں۔

ایک یہ کہ سیئات معاف فرمادی جائیں گی اور حسنات باقی رہ جائیں گی گویا یہ بھی تبدیلی ہے' کہ سیئہ کوئی باقی نہیں رہی۔ دوسرے یہ کہ ان لوگوں کو بجائے برے اعمال کرنے کے نیک اعمال کی توفیق حق تعالیٰ شانہٗ کے یہاں نصیب ہوگی جیسا کہ بولتے ہیں کہ گرمی کے بجائے سردی ہوگئی۔ تیسرے یہ کہ اُنکی عادتوں کا تعلق بجائے بُری چیزوں کے اچھی چیزوں کے ساتھ وابستہ ہوجاتا ہے۔ اس کی توضیح یہ ہے کہ آدمی کی عادتیں طبعی ہوتی ہیں جو بدلتی نہیں۔ اسی وجہ سے ضرب المثل ہے "جبل گردد جبلّت نہ گردد" اور یہ مثل بھی ایک حدیث سے ماخوذ ہے جس میں ارشاد ہے کہ اگر تم سنو کہ پہاڑ اپنی جگہ سے ٹل گیا اور دوسری جگہ چلا گیا تو اس کی تصدیق کرلو لیکن اگر سنو کہ طبعیت بدل گئی تو اس کی تصدیق نہ کرو۔ گویا حدیث کا مطلب یہ ہوا کہ عادت کا زائل ہونا پہاڑ کے زائل ہونے سے بھی زیادہ مشکل ہے۔ اس کے بعد پھر اشکال ہوتا ہے کہ صوفیہ اور مشائخ جو عادات کی اصلاح کرتے ہیں اُس کا کیا مطلب ہوگا۔ اس کا جواب یہ ہے کہ عادتیں نہیں بدلتیں بلکہ ان کا تعلق بدل جاتا ہے مثلاً ایک شخص کے مزاج میں غصہ ہے وہ مشائخ کی اصلاح اور مجاہدوں سے ایسا ہوجائے کہ غصہ بالکل باقی نہ رہے یہ تو دشوار ہے۔ ہاں اس غصہ کا تعلق پہلے سے جن چیزوں کے ساتھ مثلاً بے جا ظلم' تکبّر وغیرہ اب بجائے اُن کے اللہ کی نافرمانیوں پر اُسکے احکام کی خلاف ورزی وغیرہ وغیرہ کی طرف منتقل ہوجاتا ہے۔ وہی حضرت عمرؓ جو ایک زمانہ میں مسلمانوں کی ایذا رسانی میں کوئی دقیقہ نہ چھوڑتے تھے' ایمان کے بعد حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے فیض صحبت سے کفار وفساق پر اسی طرح ٹوٹتے تھے۔ اسی طرح اور اخلاق کا بھی حال ہے۔ اس توضیح کے بعد اب مطلب یہ ہوا کہ حق تعالیٰ شانہٗ ایسے لوگوں کے اخلاق کا تعلق بجائے معاصی کے حسنات سے فرمادیتے ہیں۔ چوتھے یہ

کہ حق تعالیٰ شانہ ان کو اپنی برائیوں پر توبہ کی توفیق عطا فرماتے ہیں جس کی وجہ سے پرانے پرانے گناہ یاد آ کر ندامت اور توبہ کا سبب ہوتا ہے اور ہر گناہ کے بدلے ایک توبہ جو عبادت ہے اور نیکی ہے ثبت ہو جاتی ہے۔ پانچویں یہ ہے کہ اگر مولائے کریم کو کسی کی کوئی ادا پسند ہو اور اس کو اپنے فضل سے بُرائیوں کے برابر نیکیاں دے تو کسی کے باپ کا اجارہ ہے وہ مالک ہے بادشاہ ہے قدرت والا ہے۔ اس کی رحمت کی وسعت کا کیا کہنا اس کی مغفرت کا دروازہ کون بند کرسکتا ہے اس کی عطا کو کون روک سکتا ہے جو دے رہا ہے۔ وہ اپنی ہی مِلک سے دیتا ہے اس کو اپنی قدرت کے مظاہر بھی دکھانا ہیں اپنی مغفرت کے کرشمے بھی اُسی دن ظاہر کرنا ہیں۔ احادیث میں محشر کا نظارہ اور حساب کی جانچ مختلف طریقوں سے وارد ہوئی ہے جس کو بہجۃ النفوس نے مختصر طور پر ذکر کیا ہے اور لکھا ہے کہ حساب چند انواع پر منقسم ہوگا۔ ایک نوع یہ ہوگی کہ بعض بندوں سے نہایت مخفی رحمت کے پردہ میں محاسبہ ہوگا اور ان کے گناہ ان کو گنوائے جائیں گے اور کہا جائیگا کہ تو نے فلاں وقت یہ گناہ کیا فلاں وقت ایسا کیا اور اسکو اقرار بغیر چارۂ کار نہ ہوگا حتیٰ کہ وہ گناہوں کی کثرت سے یہ سمجھے گا کہ میں ہلاک ہوگیا تو ارشاد ہوگا کہ ہم نے دنیا میں بھی تجھ پر ستاری کی آج بھی ستاری کرتے ہیں اور معاف کرتے ہیں۔ چنانچہ جب یہ شخص اور اس جیسا جو ہوگا وہ حساب کے مقام سے واپس جائے گا۔ تو لوگ دیکھ کر کہیں گے کہ یہ کیسا مبارک بندہ ہے کہ اُس نے کوئی گناہ کیا ہی نہیں اسلئے کہ اُن کو اس کے گناہوں کی خبر ہی نہ ہوئی۔ اسی طرح ایک نوع ایسی ہوگی کہ اُن کیلئے چھوٹے بڑے گناہ ہونگے۔ اس کے بعد ارشاد ہوگا کہ اچھا ان کے چھوٹے گناہوں کو نیکیوں سے بدل دو تو وہ جلدی سے کہیں گے کہ ابھی اور بھی گناہ ایسے ہیں جو یہاں ذکر نہیں کئے گئے۔ اسی طرح اور انواع کا ذکر کیا ہے کہ کس کس طرح سے پیشی اور حساب ہوگا۔

سب سے اخیر میں جہنم سے نکلنے والے شخص کا قصہ

حدیث میں ایک قصہ آتا ہے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم ارشاد فرماتے ہیں کہ میں اس شخص کو پہچانتا ہوں جو سب سے اخیر میں جہنم سے نکالا جائیگا اور سب سے اخیر میں جنت میں داخل کیا جائے گا۔ ایک شخص کو بلایا جائیگا اور فرشتوں سے کہا جائے گا کہ اس کے بڑے بڑے گناہ تو ابھی ذکر نہ کئے جائیں۔ چھوٹے چھوٹے گناہ اس کے سامنے پیش کئے جائیں اُن پر باز پُرس کی جائے۔ چنانچہ یہ شروع ہو جائیگا اور ایک ایک گناہ وقت کے حوالہ کیساتھ اس کو جتایا جائیگا۔ وہ انکار کیسے کرسکتا ہے اقرار کرتا جائے گا۔ اتنے میں ارشادِ ربی ہوگا کہ اس کو ہر گناہ کے بدلے ایک نیکی دی جائے گی تو وہ جلدی سے کہے گا کہ ابھی تو اور بھی بہت سے گناہ باقی ہیں اُن کا تو ذکر ہی نہیں آیا۔ اس قصہ کو نقل فرماتے ہوئے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو بھی ہنسی آ گئی۔

اس قصے میں اوّل تو جہنم میں سے سب سے اخیر میں نکلنا ہے یہی کیا کم سزا ہے دوسرے کیا معلوم کون خوش قسمت ایسا ہوسکتا ہے کہ جس کے گناہوں کی تبدیلی ہو اس لئے اللہ کی پاک ذات سے اُمید کرتے ہوئے فضل کا مانگتے رہنا بندگی کی شان ہے لیکن اس پر مطمئن ہونا جراُت ہے البتہ سیئات کو حسنات سے بدلنے کا سبب اخلاص سے مجالسِ ذکر میں حاضری حدیث بالا سے معلوم ہوتی ہی ہے لیکن اخلاص بھی اللہ ہی کی عطا سے ہوسکتا ہے۔

ایک ضروری بات یہ ہے کہ جہنم سے اخیر میں نکلنے والے کے بارہ میں مختلف روایات وارد ہوئی ہیں لیکن ان میں کوئی اشکال نہیں۔ ایک معتدبہ جماعت اگر نکلے تو بھی ہر شخص اخیر میں نکلنے والا ہے اور جو قریب اخیر کے نکلے وہ بھی اخیر ہی کہلاتا ہے نیز خاص خاص جماعت کا اخیر بھی مراد ہوسکتا ہے۔

وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ

ذکر کرنے والوں کی وجہ سے اللہ تعالیٰ کا فرشتوں پر فخر کرنا

عن معوية رضى الله عنه ان رسول الله صلى الله عليه وسلم خرج على حلقة من اصحابه فقال ما اجلسكم قالو اجلسنا نذكر الله ونحمده على ماهدنا للاسلام ومن به علينا قال الله ما اجلسكم الا ذلك قالوا الله ما اجلسنا الا ذلك قال اما انى لم استحلفكم تهمة لكم ولكن اتانى جبرئيل فاخبرنى ان الله يباهى بكم الملائكة (رواه احمد و مسلم)

ترجمہ: حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم ایک مرتبہ صحابہؓ کی ایک جماعت کے پاس تشریف لے گئے اور دریافت فرمایا کہ کس بات نے تم لوگوں کو یہاں بٹھایا ہے۔ عرض کیا کہ اللہ جل شانہ کا ذکر کر رہے ہیں اور اس بات پر اس کی حمد وثنا کر رہے ہیں کہ اس نے ہم لوگوں کو اسلام کی دولت سے نوازا۔ یہ اللہ کا بڑا ہی احسان ہم پر ہے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ کیا خدا کی قسم صرف اسی وجہ سے بیٹھے ہو۔

اخلاص کی اہمیت اور حقیقت

اس حدیث میں اہم مسئلہ اخلاص کا ہے اور اخلاص کی قید اور بھی بہت سی احادیث میں اس رسالہ میں نظر سے گذرے گی۔ حقیقت یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کے یہاں اخلاص ہی کی قدر ہے۔ جس درجہ کا اخلاص ہوگا اسی درجہ کی عمل کی قیمت ہوگی۔ صُوفیہ کے نزدیک اخلاص کی حقیقت یہ ہے کہ قال اور حال برابر ہوں۔ ایک حدیث میں آئندہ آ رہا ہے کہ اخلاص یہ ہے کہ گناہوں سے روک دے۔ بہجۃ النفوس میں لکھا ہے ایک بادشاہ کیلئے جو نہایت ہی جابر اور متشدد تھا ایک جہاز میں بہت سی شراب لائی جا رہی تھی۔ ایک صاحب کا اس جہاز پر گذر ہوا اور جسقدر ٹھلیاں شراب سے بھری ہوئی تھیں سب ہی توڑ دیں ایک چھوڑ دی۔ کسی شخص کی ہمّت ان کو روکنے کی نہ پڑی لیکن اس پر حیرت تھی کہ اس بادشاہ کے تشدد کا مقابلہ بھی کوئی نہیں کرسکتا تھا پھر اُس نے کس طرح جرأت کی۔ بادشاہ کو اطلاع دی گئی۔ اس کو بھی تعجب ہوا۔ اولاً اس بات پر کہ اس کے مال پر کس طرح ایک معمولی آدمی نے جرأت کی اور پھر اس پر کہ ایک مٹکی کیوں چھوڑ دی۔ ان صاحب کو بُلایا گیا پوچھا کہ یہ کیوں کیا؟ انہوں نے جواب دیا کہ میرے دل میں اس کا تقاضا ہوا اسلئے ایسا کیا۔ تمہارا جو دل چاہے سزا دیدو۔ اُس نے پوچھا کہ یہ ایک کیوں چھوڑی۔ انہوں نے کہا کہ مجھے اولا اسلامی غیرت کا تقاضا تھا اس لئے میں نے توڑیں مگر جب ایک رہی تو میرے دل میں ایک خوشی سی پیدا ہوئی کہ میں نے ایک ناجائز کام کو مٹا دیا تو مجھے اس کے توڑنے میں یہ شبہ ہوا کہ حظِ نفس دل کی خوشی کی وجہ سے ہے۔ اس لئے ایک کو چھوڑ دیا۔ بادشاہ نے کہا اس کو چھوڑ دو یہ مجبور تھا۔

بنی اسرائیل کے ایک عبادت گذار کا واقعہ

احیاء العلوم میں لکھا ہے کہ بنی اسرائیل میں ایک عابد تھا جو ہر وقت عبادت میں مشغول رہتا تھا۔ ایک جماعت اس کے پاس آئی اور کہا کہ یہاں ایک قوم ہے جو ایک درخت کو پُوجتی ہے۔ یہ سنکر اس کو غصہ آیا اور کلہاڑا کندھے پر رکھ کر اس کو کاٹنے کے لئے چل دیا۔ راستہ میں شیطان ایک پیر مرد کی صورت میں ملا۔ عابد سے پوچھا کہاں جا رہے ہو۔ اُس نے کہا فلاں درخت کاٹنے جاتا ہوں۔ شیطان نے کہا تمہیں اس درخت سے کیا واسطہ تم اپنی عبادت میں مشغول رہو تم نے اپنی عبادت کو ایک مہمل کام کے واسطے چھوڑ دیا۔ عابد نے کہا یہ بھی عبادت ہے۔ شیطان نے کہا میں نہیں کاٹنے دوں

گا۔ دونوں میں مقابلہ ہوا۔ وہ عابد اس کے سینے پر چڑھ گیا۔ شیطان نے اپنے کو عاجز دیکھ کر خوشامد کی اور کہا اچھا ایک بات سن لے عابد نے اس کو چھوڑ دیا۔ شیطان نے کہا کہ اللہ نے تجھ پر اس کو فرض تو کیا نہیں۔ تیرا اس سے کوئی نقصان نہیں۔ تو اس کی پرستش نہیں کرتا۔ اللہ کے بہت سے نبی ہیں۔ اگر وہ چاہتا تو کسی نبی کے ذریعہ سے اس کو کٹوا دیتا۔ عابد نے کہا میں ضرور کاٹوں گا۔ پھر مقابلہ ہوا اور عابد پھر اس کے سینے پر چڑھ گیا۔ شیطان نے کہا اچھا سن ایک فیصلہ والی بات تیرے نفع کی کہوں۔ اس نے کہا کہہ۔ شیطان نے کہا تو غریب ہے دنیا پر بوجھ بنا ہوا ہے تو اس کام سے باز آ میں تجھے روزانہ تین دینار (اشرفی) دیا کروں گا۔ جو روزانہ تیرے سرہانے رکھے ہوئے ملا کریں گے۔ تیری بھی ضرورتیں پوری ہو جائیں گی۔ اپنے اعزہ پر بھی احسان کر سکے گا۔ فقیروں کی مدد کر سکے گا اور بہت سے ثواب کے کام کر سکے گا۔ اس میں ایک ہی ثواب ہوگا اور وہ بھی بیکار کہ وہ لوگ پھر دوسرا لگا لیں گے۔ عابد کی سمجھ میں آ گیا قبول کر لیا۔ دو دن تو وہ ملے تیسرے دن سے ندارد۔ عابد کو غصہ آیا اور کلہاڑی لے کر پھر چلا۔ راستہ میں وہ بوڑھا ملا پوچھا کہاں جا رہا ہے۔ عابد نے بتایا کہ اسی درخت کو کاٹنے جا رہا ہوں۔ بوڑھے نے کہا کہ تو اس کو نہیں کاٹ سکتا۔ دونوں میں جھگڑا ہوا وہ بوڑھا غالب آ گیا اور عابد کے سینہ پر چڑھ گیا۔ عابد کو بڑا تعجب ہوا اس سے پوچھا کہ یہ کیا بات ہے کہ تو اس مرتبہ غالب ہو گیا۔ اس بوڑھے نے کہا پہلی مرتبہ تیرا غصہ خالص اللہ کے واسطے تھا اس لئے اللہ جل شانہ نے مجھے مغلوب کر دیا تھا اس مرتبہ اس میں دیناروں کا دخل تھا اس لئے تو مغلوب ہوا۔ حق یہ ہے کہ جو کام خالص اللہ کے واسطے کیا جاتا ہے اس میں بڑی قوت ہوتی ہے۔

انسان کو مایوس نہیں ہونا چاہئے

"انسان کو مایوس نہیں ہونا چاہئے حق تعالیٰ سے اچھی امید رکھنا چاہئے" وہ بندے کے ظن کے ساتھ ہیں جیسا بندہ ان کے ساتھ گمان کرتا ہے ویسا ہی معاملہ اس کے ساتھ فرماتے ہیں، بڑی رحیم کریم ذات ہے مگر شرط یہ ہے کہ طلب ہو اور کام میں لگا رہے جو بھی ہو سکے کرتا رہے پھر وہ اپنے بندہ کے ساتھ رحمت اور فضل ہی کا معاملہ فرماتے ہیں وہ کسی کی محنت یا طلب کو رائیگاں یا فراموش نہیں فرماتے ایک شخص کا مقولہ مجھ کو بہت پسند آیا کہ کئے جاؤ اور لئے جاؤ واقعی ایسی ہی ذات ہے اس قائل نے (کہنے والے نے) بہت بڑا اور اہم مضمون کو دو لفظوں میں بیان کر دیا۔ ہاں لگا رہنا شرط ہے اور ایک یہ ضروری بات ہے کہ ماضی اور مستقبل کی فکر میں نہ پڑے اس سے بھی انسان بڑی دولت سے محروم رہتا ہے کیونکہ یہ بھی تو ماسوا اللہ ہی کی مشغولی ہے۔ خلاصہ میرے مضمون کا یہ ہے کہ قصد سے ماضی و مستقبل کے مراقبے کی ضرورت نہیں ہے اگر بغیر قصد کے خیال آ جائے تو ماضی کی کوتاہیوں پر توبہ و استغفار کر لیا کرے بس کافی ہے پچھلے معاصی کا کاوش کے ساتھ استحضار بھی کبھی حجاب بن کر خسران کا سبب ہو جاتا ہے اور اس طرح نہ آئندہ کے لئے تجویزات کی ضرورت ہے یہ بھی ضرر رساں ہے نہ اس کی ضرورت کہ میں نے پہلے کیا کیا تھا اور اب کیا ہوگا اور میں کچھ ہوا یا نہیں، جھگڑوں میں وقت ضائع کرتے ہو کام میں لگو ان فضولیات کو چھوڑ دو کسی حالت میں بھی مایوس نہ ہو وہ تو دربار ہی عجیب ہے کوئی شخص کتنا ہی گناہگار کیوں نہ ہو ایک لمحہ ایک منٹ میں کایا پلٹ جاتی ہے بشرطیکہ خلوص کے ساتھ اس طرح متوجہ ہو کر رجوع کرے اور آئندہ کے لئے استقلال کا عزم کرے پھر تو جس نے کبھی ساری عمر اللہ تعالیٰ کا نام نہ لیا ہو اور اپنی تمام عمر کا حصہ معاصی اور لہو و لعب میں برباد کیا ہو اس کے لئے بھی رحمت کا دروازہ کھلا ہوا ہے۔ اس لئے فرماتے ہیں جو بندے کے لئے مشکل ہے وہ خدا تعالیٰ کے لئے آسان ہے۔

رحمت حق ہر وقت اپنے بندوں کے لئے بخشش کا بہانہ ڈھونڈتی ہے فی الحقیقت حق تعالیٰ ادنیٰ بہانے سے بندوں پر رحم فرما دیتے ہیں نجات تو چھوٹی سی بات پر ہو جاتی ہے مگر چھوٹی بات پر مؤاخذہ نہیں ہوتا مواخذہ تو بڑی ہی بات پر فرماتے ہیں اب رہا یہ کہ کوئی بڑی بات کو چھوٹی بات خیال کرے اس کا کسی کے پاس کیا علاج ہے۔ (از افادات حکیم الامت)

وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ

سب اعمال سے بڑھ کر عذابِ قبر سے نجات دینے والا عمل

عن معاذ رضی الله عنه بن جبل قال قال رسول الله صلی الله علیه وسلم ما عمل ادمی عملا انجی له من عذاب القبر من ذکر الله. (اخرجه احمد)

ترجمہ: نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے اللہ کے ذکر سے بڑھ کر کسی آدمی کا کوئی عمل عذاب قبر سے زیادہ نجات دینے والا نہیں ہے۔

عذاب قبر کی سختی

تشریح: عذابِ قبر کتنی سخت چیز ہے اس سے وہی لوگ واقف ہیں جن کے سامنے وہ احادیث ہیں، جو عذاب قبر کے بارے میں وارد ہوئی ہیں۔ حضرت عثمانؓ جب کسی قبر پر تشریف لیجاتے تو اس قدر روتے، کہ ڈاڑھی مبارک تر ہو جاتی۔ کسی نے پوچھا کہ آپ جنت کے دوزخ کے ذکر سے ایسا نہیں روتے جیسا کہ قبر کے سامنے آجانے سے روتے ہیں۔ آپ نے ارشاد فرمایا کہ قبر آخرت کی منزلوں میں سے سب سے پہلی منزل ہے جو شخص اس سے نجات پالے بعد کی سب منزلیں اس پر سہل ہو جاتی ہیں اور جو اس سے نجات نہ پائے بعد کی منزلیں دشوار ہی ہوتی جاتی ہیں۔ پھر آپ نے حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کا پاک ارشاد سنایا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم یہ ارشاد فرماتے تھے کہ میں نے کوئی منظر قبر سے زیادہ گھبراہٹ والا نہیں دیکھا۔ حضرت عائشہؓ ارشاد فرماتی ہیں کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم ہر نماز کے بعد عذابِ قبر سے پناہ مانگتے تھے۔ حضرت زیدؓ ارشاد فرماتے ہیں کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا۔ مجھے یہ اندیشہ ہے کہ تم ڈر اور خوف کی وجہ سے مردوں کا دفن کرنا چھوڑ دو گے ورنہ اس کی دعاء کرتا کہ اللہ جل شانہٗ تمہیں بھی عذابِ قبر سنادے۔ آدمیوں اور جنات کے سوا اور جاندار عذابِ قبر کو سنتے ہیں۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی اونٹنی کا بدکنا

ایک حدیث میں آیا ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم ایک مرتبہ سفر میں تشریف لے جارہے تھے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی اونٹنی بدکنے لگی۔ کسی نے پوچھا حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی اونٹنی کو کیا ہوا؟ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ ایک آدمی کو قبر کا عذاب ہو رہا ہے اُسکی آواز سے بدکنے لگی۔

قبر کا اعلان:

ایک مرتبہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم مسجد میں تشریف لے گئے تو چند آدمیوں کو دیکھا کہ کِھل کھلا کر ہنس رہے ہیں، حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ اگر موت کو اکثر یاد کیا کرو تو یہ بات نہ ہو۔ کوئی دن قبر پر ایسا نہیں گذرتا جس میں وہ یہ اعلان نہیں کرتی کہ میں غربت کا گھر ہوں۔ تنہائی کا گھر ہوں، کیڑوں اور جانوروں کا گھر ہوں جب کوئی مؤمن (کامل ایمان والا) دفن ہوتا ہے تو قبر اس سے کہتی ہے تیرا آنا مبارک ہے۔ تُو نے بہت ہی اچھا کیا کہ آ گیا۔ جتنے لوگ میری پُشت پر (یعنی زمین پر) چلتے تھے تو اُن سب میں مجھے بہت، محبوب تھا۔ آج تو میرے سپرد ہوا تو میرا حُسنِ سلوک بھی دیکھے گا۔ اس کے بعد وہ اس قدر وسیع ہو جاتی ہے کہ منتہائے نظر تک کھل جاتی ہے اور جنت کا ایک دروازہ اس میں کھل جاتا ہے جس سے وہاں کی

ہوائیں خوشبوئیں وغیرہ پہنچتی رہتی ہیں اور جب کافر یا فاجر دفن کیا جاتا ہے تو قبر کہتی ہے کہ تیرا آنا منحوس اور نامبارک ہے کیا ضرورت تھی تیرے آنے کی۔ جتنے آدمی میری پُشت پر چلتے تھے۔ سب میں زیادہ بغض مجھے تجھ سے تھا۔ آج تو میرے حوالہ ہوا تو میرا معاملہ بھی دیکھے گا۔ اس کے بعد اُس کو اس قدر زور سے بھینچتی ہے کہ پسلیاں ایک دوسری میں گھُس جاتی ہیں۔ جس طرح ہاتھ میں ہاتھ ڈالنے سے انگلیاں ایک دوسری میں گھس جاتی ہیں۔ اس کے بعد نوے یا ننانوے اژدہے اس پر مسلّط ہو جاتے ہیں جو اس کو نوچتے رہتے ہیں اور قیامت تک یہی ہوتا رہے گا۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں کہ اگر ایک اژدہا بھی اُن میں زمین پر پھنکار مار دے تو قیامت تک زمین میں گھاس نہ اُگے۔ اس کے بعد حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ قبر یا جنت کا ایک باغ ہے یا جہنم کا ایک گڑھا۔

چغل خوری اور پیشاب سے بے احتیاطی کا عذاب

ایک حدیث میں آیا ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا دو قبروں پر گذر ہوا۔ ارشاد فرمایا کہ ان دونوں کو عذاب ہو رہا ہے۔ ایک کو چغل خوری کے جرم میں دوسرے کو پیشاب کی احتیاط نہ کرنے میں (کہ بدن کو اس سے بچاتا نہ تھا) ہمارے کتنے مہذب لوگ ہیں جو استنجے کو عیب سمجھتے ہیں اس کا مذاق اڑاتے ہیں علماء نے پیشاب سے نہ بچنا گناہ کبیرہ بتایا ہے۔ ابنِ حجرؒ مکی نے لکھا ہے کہ صحیح روایت میں آیا ہے کہ اکثر عذابِ قبر پیشاب کی وجہ سے ہوتا ہے۔

ایک حدیث میں آیا ہے کہ قبر میں سب سے پہلے مطالبہ پیشاب کا ہوتا ہے۔ بالجملہ عذابِ قبر نہایت سخت چیز ہے اور جیسا کہ اس کے ہونے میں بعض گناہوں کو خاص دخل ہے۔ اسی طرح اس سے بچنے میں بھی بعض عبادات کو خصوصی شرافت حاصل ہے چنانچہ متعدد احادیث میں وارد ہے کہ سورۂ تبارک الذی کا ہر رات کو پڑھتے رہنا عذابِ قبر سے نجات کا سبب ہے اور عذابِ جہنم سے بھی حفاظت کا سبب ہے اور اللہ کے ذکر کے بارے میں تو حدیثِ بالا ہے ہی۔

دل کی سوئی اللہ کی طرف

شیخ الاسلام حضرت مولانا مفتی محمد تقی عثمانی صاحب مدظلہم فرماتے ہیں کہ حضرت مولانا مفتی محمد شفیع صاحب رحمۃ اللہ علیہ کا ایک مکتوب دیکھا جو حضرت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ کے نام لکھا تھا کہ

''حضرت...... میں اپنے دل کی یہ کیفیت محسوس کرتا ہوں کہ جس طرح قطب نما کی سوئی ہمیشہ شمال کی طرف رہتی ہے۔ اسی طرح اب میرے دل کی یہ کیفیت ہوگئی ہے کہ چاہے کہیں پر بھی کام کر رہا ہوں...... چاہے مدرسے میں ہوں یا گھر میں ...... دکان پر ہوں یا بازار میں ہوں...... لیکن ایسا محسوس ہوتا ہے کہ دل کی سوئی تھانہ بھون کی طرف ہے'' اب ہم لوگ اس کیفیت کو اس وقت تک کیا سمجھ سکتے ہیں جب تک اللہ تبارک و تعالیٰ اپنے فضل سے ہم لوگوں کو عطا نہ فرما دے لیکن کوشش اور مشق سے یہ چیز حاصل ہو جاتی ہے کہ چلتے پھرتے اٹھتے بیٹھتے انسان اللہ تعالیٰ کا ذکر کرتا رہے...... اللہ تعالیٰ کے سامنے حاضری کا احساس ہوتا رہے تو پھر آہستہ آہستہ یہ کیفیت حاصل ہو جاتی ہے کہ زبان سے دل لگی کی باتیں ہو رہی ہیں مگر دل کی سوئی اللہ تبارک و تعالیٰ کی طرف لگی ہوئی ہے۔ اللہ تعالیٰ یہ کیفیت عطا فرما دے۔ آمین۔

وَآخِرُ دَعْوَانَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ

ذاکرین قیامت کے دن قابل رشک ہوں گے

عن ابی الدرداء رضی اللّٰہ عنه قال قال رسول الله صلی الله علیه وسلم لیبعثن الله اقواما یوم القیمة فی وجوههم النور علی منابر اللؤلؤ یغبطهم الناس لیسوا بانبیاء ولا شهداء فقال اعرابی حلهم لنا نعرفهم قال هم المتحابون فی الله من قبائل شتی وبلاد شتی یجتمعون علی ذکر اللّٰہ یذکرونه (اخرجه الطبرانی)

ترجمہ: حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ قیامت کے دن اللہ جل شانہٗ بعضی قوموں کا حشر اسی طرح فرمائیں گے کہ انکے چہروں میں نُور چمکتا ہوا ہوگا وہ موتیوں کے ممبروں پر ہونگے لوگ اُن پر رشک کرتے ہونگے وہ انبیاء اور شہداء نہیں ہونگے۔ کسی نے عرض کیا یا رسول اللہ اُنکا حال بیان کردیجئے کہ ہم اُن کو پہچان لیں حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا وہ لوگ ہونگے جو اللہ کی محبت میں مختلف خاندانوں سے مختلف جگہوں سے آکر ایک جگہ جمع ہوگئے ہوں اور اللہ کے ذکر میں مشغول ہوں۔

تشریح: دوسری حدیث میں ہے کہ جنت میں یاقوت کے ستون ہونگے جن پر زبرجد (زمرد) کے بالا خانے ہونگے ان میں چاروں طرف دروازے کھلے ہوئے ہونگے وہ ایسے چمکتے ہونگے جیسے کہ نہایت روشن ستارہ چمکتا ہے۔ ان بالا خانوں میں وہ لوگ رہیں گے جو اللہ کے واسطے آپس میں محبت رکھتے ہوں اور وہ لوگ جو اللہ ہی کے واسطے ایک جگہ اکٹھے ہوں اور وہ لوگ جو اللہ ہی کیواسطے آپس میں ملتے جلتے ہوں۔

زبرجد اور زمرد: فائدہ: اس میں اطباء کا اختلاف ہے کہ زبرجد اور زمرد ایک ہی پتھر کے دو نام ہیں یا ایک پتھر کی دو قسمیں ہیں یا ایک ہی نوع کے دو پتھر ہیں۔ بہرحال یہ ایک پتھر ہوتا ہے جو نہایت ہی روشن چمکدار ہوتا ہے۔ اس کے پنے بنتے ہیں جو بازار میں چمکدار کاغذ کی طرح سے بکتے ہیں۔

خانقاہوں میں بیٹھنے والے اہل اللہ

آج خانقاہوں کے بیٹھنے والوں پر ہر طرح الزام ہے ہر طرف سے فقرے کسے جاتے ہیں۔ آج انہیں جتنا دل چاہے بُرا بھلا کہہ لیں۔ کل جب آنکھ کھلے گی اس وقت حقیقت معلوم ہوگی کہ یہ بوریوں پر بیٹھنے والے کیا کچھ کما کر لے گئے جب وہ ان منبروں اور بالا خانوں پر ہونگے اور یہ ہنسے والے اور گالیاں دینے والے کیا کما کر لے گئے۔

ان خانقاہوں کی اللہ کے یہاں کیا قدر ہے جن پر آج چاروں طرف سے گالیاں پڑتی ہیں یہ ان احادیث سے معلوم ہوتا ہے جن میں ان کی فضیلتیں ذکر کی گئی ہیں۔ ایک حدیث میں وارد ہے کہ جس گھر میں اللہ کا ذکر کیا جاتا ہو وہ آسمان والوں کیلئے ایسا چمکتا ہے جیسے زمین والوں کے لئے ستارے چمکتے ہیں۔ ایک حدیث میں ہے کہ ذکر کی مجالسِ پر جو سکینہ (ایک خاص نعمت) نازل ہوتی ہے فرشتے ان کو گھیر لیتے ہیں، رحمت الٰہی اُن کو ڈھانک لیتی ہے اور اللہ جل شانہٗ عرش پر اُن کا ذکر فرماتے ہیں۔ ابورزینؓ ایک صحابی ہیں۔ وہ کہتے ہیں۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ تجھے دین کی تقویت کی چیز بتاؤں جس

سے تو دونوں جہان کی بھلائی کو پہنچے، وہ اللہ کا ذکر کرنیوالوں کی مجلسیں ہیں اُن کو مضبوط پکڑ اور جب تو تنہا ہوا کرے تو جتنی بھی قدرت ہو اللہ کا ذکر کرتا رہ۔ حضرت ابو ہریرہؓ فرماتے ہیں کہ آسمان والے ان گھروں کو جن میں اللہ کا ذکر ہوتا ہے ایسا چمکدار دیکھتے ہیں جیسا کہ زمین والے ستاروں کو چمکدار دیکھتے ہیں۔ یہ گھر جن میں اللہ کا ذکر ہے ایسے منور اور روشن ہوتے ہیں کہ اپنے نُور کی وجہ سے ستاروں کی طرح چمکتے ہیں اور جن کو اللہ جل شانہٗ نُور کے دیکھنے کی آنکھیں عطا فرماتے ہیں وہ یہاں بھی اُن کی چمک دیکھ لیتے ہیں۔ بہت سے اللہ کے بندے ایسے ہیں جو بزرگوں کا نُور، ان کے گھروں کا نور اپنی آنکھوں سے چمکتا ہوا دیکھتے ہیں چنانچہ حضرت فضیلؒ بن عیاض جو مشہور بزرگ ہیں فرماتے ہیں کہ جن گھروں میں اللہ کا ذکر ہوتا ہے وہ آسمان والوں کے نزدیک ایسا چمکتے ہیں جیسا کہ چراغ۔

قرآن کریم اور حدیث نبوی کا نور

شیخ عبدالعزیزؒ دباغ ابھی قریب ہی زمانہ میں ایک بزرگ گذرے ہیں جو بالکل اُمی تھے مگر قرآن شریف کی آیت، حدیث قدسی، حدیث نبوی اور موضوع حدیث کو علیحدہ علیحدہ بتادیتے تھے اور کہتے تھے کہ متکلم کی زبان سے جب لفظ نکلتے ہیں تو ان الفاظ کے نُور سے معلوم ہوجاتا ہے کہ کس کا کلام ہے کہ اللہ پاک کے کلام کا نُور علیحدہ ہے اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے کلام کا نُور دوسرا ہے اور دوسرے کلاموں میں یہ دونوں نُور نہیں ہوتے۔

حضرت مولانا خلیل احمد محدث سہارنپوری کا واقعہ

تذکرۃ الخلیل یعنی سوانح حضرت اقدس مولانا خلیل احمد صاحب نور اللہ مرقدہٗ میں بروایت مولانا ظفر احمد صاحب لکھا ہے کہ حضرت کے پانچویں حج میں جس وقت حضرتؒ مسجد حرام میں طوافِ قدوم کے لئے تشریف لائے تو احقر (حضرت شیخ الحدیث کاندھلوی رحمہ اللہ) مولانا محبّ الدین صاحبؒ (جو اعلیٰحضرت مولانا الحاج امداد اللہ صاحب مہاجر مکّی نور اللہ مرقدہٗ کے خاص خلفاء میں تھے اور صاحبِ کشف مشہور تھے) کے پاس بیٹھا تھا۔ مولانا اس وقت درود شریف کی کتاب کھولے ہوئے اپنا ورد پڑھ رہے تھے کہ دفعۃً میری طرف مخاطب ہوکر فرمانے لگے اس وقت حرم میں کون آگیا کہ دفعۃً سارا حرم انوار سے بھر گیا، میں خاموش رہا کہ اتنے میں، حضرتؒ طواف سے فارغ ہوکر مولانا کے پاس کو گذرے۔ مولانا کھڑے ہوگئے اور ہنس کر فرمایا کہ میں بھی تو کہوں آج حرم میں کون آگیا۔ مجالسِ ذکر کی فضیلت مختلف عنوانات سے بہت سی احادیث میں وارد ہوئی ہے۔ ایک حدیث میں وارد ہے کہ افضل ترین رباط نماز ہے اور ذکر کی مجالس۔ رباط کہتے ہیں۔ دارُالاسلام کی سرحد کی حفاظت کرنے کو تاکہ کفار اس طرف سے حملہ نہ کریں۔

دعا کیجئے

اے اللہ! ہمیں ایسا بنادیجئے کہ ہم اپنے سارے دل کیساتھ آپ سے محبت کریں اور آپ کو راضی کرنے میں اپنی ساری کوششیں صرف کردیں۔ اے اللہ! ہم آپ سے دین و دنیا اور اہل وعیال میں معافی اور اچھے انجام کا سوال کرتے ہیں۔

اے اللہ! ہمیں بخش دیجئے اور ہمارے گھروں میں وسعت اور رزق میں برکت عطا فرمادیجئے۔

وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ

3

جنت کے باغ

عن انس رضی اللہ عنہ ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قال اذامررتم بریاض الجنة فارتعوا قال وما ریاض الجنة قال حلق الذکر. (اخرجہ احمد و الترمذی)

ترجمہ: حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ جب جنت کے باغوں پر گذرو تو خوب چرو۔ کسی نے عرض کیا یا رسول اللہ! جنت کے باغ کیا ہیں ارشاد فرمایا کہ ذکر کے حلقے۔

جنت کے باغوں میں چرنے کا مطلب

تشریح: مقصود یہ ہے کہ کسی خوش قسمت کی اُن مجالس اُن حلقوں تک رسائی ہوجائے تو اسکو بہت زیادہ غنیمت سمجھنا چاہیے کہ یہ دنیا ہی میں جنت کے باغ ہیں اور ''خوب چرو'' سے اس طرف اشارہ فرمایا کہ جیسے جانور جب کسی سبزہ زار یا کسی باغ میں چرنے لگتا ہے تو معمولی سے ہٹانے سے بھی نہیں ہٹتا۔ بلکہ مالک کے ڈنڈے وغیرہ بھی کھاتا رہتا ہے لیکن اِدھر سے منہ نہیں موڑتا۔ اسی طرح ذکر کرنیوالے کو بھی دنیاوی تفکرات اور موانع کی وجہ سے ادھر سے مُنہ نہ موڑنا چاہیے اور جنت کے باغ اس لئے فرمائے کہ جیسا کہ جنت میں کسی قسم کی آفت نہیں ہوتی اسی طرح یہ مجالس بھی آفات سے محفوظ رہتی ہیں۔ ایک حدیث میں آیا ہے کہ اللہ کا ذکر دلوں کی شفا ہے یعنی دل میں جس قسم کے امراض پیدا ہوتے ہیں' تکبر' حسد' کینہ وغیرہ سب ہی امراض کا علاج ہے۔ صاحب الفوائد فی الصلوٰۃ والعوائد نے لکھا ہے کہ آدمی ذکر پر مداومت سے تمام آفتوں سے محفوظ رہتا ہے اور صحیح حدیث میں آیا ہے حضور صلی اللہ علیہ وسلم ارشاد فرماتے ہیں کہ میں تمہیں ذکر اللہ کی کثرت کا حکم کرتا ہوں اور اس کی مثال ایسی ہے جیسے کسی شخص کے پیچھے کوئی دشمن لگ جائے اور وہ اس سے بھاگ کر کسی قلعہ میں محفوظ ہوجائے اور ذکر کرنے والا اللہ جل شانہٗ کا ہمنشیں ہوتا ہے اور اس سے بڑھ کر اور کیا فائدہ ہوگا کہ وہ مالک الملک کا ہمنشین ہوجائے اسکے علاوہ اُس سے شرح صدر ہوجاتا ہے' دل منور ہوجاتا ہے۔ اسکے دل کی سختی دُور ہوجاتی ہے۔ اس کے علاوہ اور بھی بہت سے ظاہری اور باطنی منافع ہوتے ہیں جن کو بعض علماء نے سو ۱۰۰ تک شمار کیا ہے۔ انتہٰی۔

حضرت ابوامامہؓ کی خدمت میں ایک شخص حاضر ہوئے اور عرض کیا میں نے خواب میں دیکھا کہ جب بھی آپ اندر جاتے ہیں یا باہر آتے ہیں یا کھڑے ہوتے ہیں یا بیٹھتے ہیں تو فرشتے آپ کے لئے دعا کرتے ہیں۔ ابوامامہؓ نے فرمایا اگر تمہارا دل چاہے تو تمہارے لئے بھی وہ دعا کر سکتے ہیں۔ پھر یہ آیت پڑی یَآاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوا اذْكُرُوا اللّٰهَ ذِكْرًا كَثِیْرًا سے رَحِیْمًا تک گویا اس طرف اشارہ ہے کہ حق تعالیٰ شانہٗ کی رحمت اور ملائکہ کی دُعا تمہارے ذکر پر متفرع ہے جتنا تم ذکر کرو گے اتنا ہی اُدھر سے ذکر ہوگا۔

نفلی عبادات میں کوتاہی کا ذکر اللہ کی کثرت سے ازالہ ہوجاتا ہے

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ جو تم میں سے عاجز ہو راتوں کو محنت کرنے سے اور بخل کی وجہ سے مال بھی نہ خرچ کیا جاتا ہو (یعنی نفلی صدقات) اور بزدلی کی وجہ سے جہاد میں بھی شرکت نہ کرسکتا ہو اُسکو چاہیے کہ اللہ کا ذکر کثرت سے کیا کرے۔

ذکراللہ کی کثرت کی برکات

یعنی ہرقسم کی کوتاہی جوعبادات نفلیہ میں ہوتی ہے اللہ کے ذکر کی کثرت اسکی تلافی کرسکتی ہے۔ حضرت انسؓ نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے نقل کیا ہے کہ اللہ کا ذکر ایمان کی علامت ہے اور نفاق سے براءت ہے اور شیطان سے حفاظت ہے اور جہنم کی آگ سے بچاؤ ہے اور انہیں منافع کیوجہ سے اللہ کا ذکر بہت سی عبادتوں سے افضل قرار دیا گیا ہے بالخصوص شیطان کے تسلّط سے بچنے میں اس کو خاص دخل ہے ایک حدیث میں آیا ہے کہ شیطان گھٹنے جمائے ہوئے آدمی کے دل پر مسلّط رہتا ہے جب وہ اللہ کا ذکر کرتا ہے تو یہ عاجز وذلیل ہوکر پیچھے ہٹ جاتا ہے آدمی غافل ہوتا ہے تو یہ وسوسے ڈالنا شروع کردیتا ہے۔ اسلیئے صوفیہ کرام ذکر کی کثرت کراتے ہیں تاکہ قلب میں اسکے وساوس کی گنجائش نہ رہے اور وہ اتنا قوی ہوجائے کہ اسکا مقابلہ کرسکے۔ یہی راز ہے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اجمعین کو حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے فیضِ صحبت سے یہ قوتِ قلبیہ اعلیٰ درجہ پر حاصل تھی تو ان کو ضربیں لگانے کی ضرورت پیش نہ آتی تھی۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ سے جتنا بعد ہوتا گیا اُتنی ہی قلب کے لئے اس مقوی قلب خمیرہ کی ضرورت بڑھتی گئی۔ اب قلوب اس درجہ ماؤف ہوچکے ہیں کہ بہت سے علاج سے بھی وہ درجہ قوت کا تو حاصل نہیں ہوتا لیکن جتنا بھی ہوجاتا ہے وہی بساغنیمت ہے کہ وبائی مرض میں جسقدر بھی کمی ہو بہتر ہے۔ ایک بزرگ کا قصہ نقل کیا ہے کہ انہوں نے اللہ جل شانہٗ سے دُعا کی کہ شیطان کے وسوسے ڈالنے کی صورت اُن پر منکشف ہوجائے کہ کس طرح ڈالتا ہے تو انہوں نے دیکھا کہ دل کے بائیں طرف مونڈھے کے پیچھے مچھر کی شکل سے بیٹھا ہے۔ ایک لمبی سی سُونڈ منہ پر ہے جس کو سوئی کی طرح سے دل کی طرف لے جاتا ہے اس کو ذاکر پاتا ہے تو جلدی سے اس سونڈ کو کھینچ لیتا ہے، غافل پاتا ہے تو اس سونڈ کے ذریعے سے وساوس اور گناہوں کا زہر انجکشن کے ذریعہ سے دِل میں بھرتا ہے۔ ایک حدیث میں بھی یہ مضمون آیا ہے کہ شیطان اپنی ناک کا اگلا حصّہ آدمی کے دل پر رکھے ہوئے بیٹھا رہتا ہے جب وہ اللہ کا ذکر کرتا ہے۔ تو ذلت سے پیچھے ہٹ جاتا ہے اور جب وہ غافل ہوتا ہے تو اس کے دل کو لقمہ بنالیتا ہے۔

دعا کیجئے

اے اللہ! ہمیں اپنے ذکر کی توفیق عطا فرمایئے۔ اے اللہ! ہمیں اپنے حقیقی ذکر یعنی ہمہ وقت آپ کے احکامات کو پیش نظر رکھتے ہوئے زندگی بسر کرنے کی توفیق عطا فرمایئے۔ اے اللہ! ہمیں اپنی محبت نصیب فرمایئے اور مسنون اذکار و وظائف کو صبح وشام پڑھنے کی توفیق عطا فرمایئے۔ اے اللہ! ہمیں ایسا بنادیجئے کہ ہم سب سے زیادہ آپ کا ذکر کرنے والے سب سے زیادہ آپ کو فرمانبرداری کرنے والے اور سب سے زیادہ آپ سے محبت کرنے والے بن جائیں۔ اے اللہ! ہمیں ایسا بنادیجئے کہ ہم اپنے سارے دل کیساتھ آپ سے محبت کریں اور آپ کو راضی کرنے میں اپنی ساری کوششیں صرف کردیں۔ اے اللہ! ہم آپ سے دین ودنیا اور اہل وعیال میں معافی اور اچھے انجام کا سوال کرتے ہیں۔ اے اللہ! ہمیں بخش دیجئے اور ہمارے گھروں میں وسعت اور رزق میں برکت عطا فرمادیجئے۔ وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ

اللہ تعالیٰ کا ذکر اتنا کرو کہ لوگ مجنوں کہنے لگیں

عن ابی سعیدؓ الخدری ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قال اکثر واذکر اللہ حتی یقولوا مجنون (رواہ احمد)

ترجمہ: حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ اللہ کا ذکر ایسی کثرت سے کیا کرو کہ لوگ مجنوں کہنے لگیں۔

تشریح: دوسری حدیث میں کہ ایسا ذکر کرو کہ منافق لوگ تمہیں ریاکار کہنے لگیں۔

کسی کے طعنوں کی پرواہ نہ کرو

فائدہ: اس حدیث سے یہ بھی معلوم ہوا کہ منافقوں یا بیوقوفوں کے ریاکار کہنے یا مجنون کہنے سے ایسی بڑی دولت چھوڑنا نہ چاہیے بلکہ اس کثرت اور اہتمام سے کرنا چاہیے کہ یہ لوگ تم کو پاگل سمجھ کر تمہارا پیچھا چھوڑ دیں اور مجنون جب ہی کہا جائیگا جب نہایت کثرت سے اور زور سے ذکر کیا جائے آہستہ میں یہ بات نہیں ہوسکتی۔ ابن کثیرؒ نے حضرت عبداللہ بن عباسؓ سے نقل کیا ہے وہ فرماتے ہیں کہ حق تعالیٰ شانہٗ نے کوئی چیز بندوں پر ایسی فرض نہیں فرمائی جس کی کوئی حد مقرر نہ کردی ہو اور پھر اس کے عذر کو قبول نہ فرمالیا ہو بجز اللہ کے ذکر کے کہ نہ اس کی کوئی حد مقرر فرمائی اور نہ عقل رہنے تک کسی کو معذور قرار دیا چنانچہ ارشاد ہے اذْكُرُوا اللّٰهَ ذِكْرًا كَثِيرًا (اللہ جل شانہٗ کا خوب کثرت سے ذکر کیا کرو) رات میں دن میں جنگل میں دریا میں سفر میں حضر میں فقر میں تونگری میں بیماری میں صحت میں آہستہ اور پکار کر اور ہر حال میں۔

قابل تعجب آدمی

حافظ ابن حجرؒ نے منبہات میں لکھا ہے کہ حضرت عثمانؓ سے قرآنِ پاک کے ارشاد وَكَانَ تَحْتَهٗ كَنْزٌ لَّهُمَا میں منقول ہے کہ وہ سونے کی ایک تختی تھی جس میں سات سطریں لکھی ہوئی تھیں جن کا ترجمہ یہ ہے۔ (۱) مجھے تعجب ہے اُس شخص پر جو موت کو جانتا ہو پھر بھی ہنسے۔ (۲) مجھے تعجب ہے اس شخص پر جو یہ جانتا ہے کہ دنیا آخر ایک دن ختم ہونے والی ہے پھر بھی اس میں رغبت کرے۔ (۳) مجھے تعجب ہے اس شخص پر جو یہ جانتا ہو کہ ہر چیز مقدر سے ہے پھر کسی چیز کے جاتے رہنے پر افسوس کرے۔ (۴) مجھے تعجب ہے اس شخص پر جسکو آخرت میں حساب کا یقین ہو پھر بھی مال جمع کرے۔ (۵) مجھے تعجب ہے اس شخص پر جسکو جہنم کی آگ کا علم ہو پھر بھی گناہ کرے۔ (٦) مجھے تعجب ہے اس شخص پر جو اللہ کو جانتا ہو پھر کسی اور چیز کا ذکر کرے۔ (۷) مجھے تعجب ہے اس شخص پر جس کو جنت کی خبر ہو پھر دنیا میں کسی چیز سے راحت پائے۔ بعض نسخوں میں یہ بھی ہے کہ مجھے تعجب ہے اس شخص پر جو شیطان کو دشمن سمجھے پھر بھی اُس کی اطاعت کرے۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو ذکر کی تاکید

حافظؒ نے حضرت جابرؓ سے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد بھی نقل کیا ہے کہ حضرت جبرئیلؑ مجھے اللہ کے ذکر کی اس قدر تاکید کرتے رہے کہ مجھے یہ گمان ہونے لگا کہ بغیر ذکر کے کوئی چیز نفع نہ دے گی۔ ان سب روایات سے یہ معلوم ہوا کہ ذکر کی جتنی بھی کثرت ممکن ہو دریغ نہ کرے۔ لوگوں کے مجنون یا ریاکار کہنے کی وجہ سے اس کو چھوڑ دینا اپنا ہی نقصان کرنا ہے۔

شیطان کا حیلہ

صوفیہ نے لکھا ہے کہ یہ بھی شیطان کا ایک دھوکہ ہے کہ اوّل

وہ ذکر سے اس خیال سے روکتا ہے کہ لوگ دیکھیں گے کوئی دیکھے گا تو کیا کہیگا وغیرہ وغیرہ۔ پھر شیطان کو روکنے کے لئے یہ ایک مستقل ذریعہ اور حیلہ مل جاتا ہے۔ اس لئے یہ تو ضروری ہے کہ دکھلانے کی نیت سے کوئی عمل نہ کرے لیکن اگر کوئی دیکھ لے تو بلا سے دیکھے اس وجہ سے چھوڑنا بھی نہ چاہیے۔

حضرت عبداللہ ذوالبجادینؓ کا واقعہ

حضرت عبداللہ ذوالبجادینؓ ایک صحابیؓ ہیں جو لڑکپن میں یتیم ہوگئے تھے چچا کے پاس رہتے تھے۔ وہ بہت اچھی طرح رکھتا تھا۔ گھر والوں سے چھپ کر مسلمان ہوگئے تھے۔ چچا کو خبر ہوگئی تو اس نے غصہ میں بالکل ننگا کرکے نکال دیا۔ ماں بھی بیزار تھی' لیکن پھر ماں تھی ایک موٹی سی چادر ننگا دیکھ کر دیدی جس کو انہوں نے دو ٹکڑے کرکے ایک سے ستر ڈھکا' دوسرا اوپر ڈال لیا۔ مدینہ طیبہ حاضر ہوگئے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے دروازہ پر پڑے رہا کرتے اور بہت کثرت سے بلند آواز کے ساتھ ذکر کرتے تھے۔ حضرت عمرؓ نے فرمایا کہ کیا یہ شخص ریاکار ہے کہ اس طرح ذکر کرتا ہے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا نہیں بلکہ یہ اوابین میں ہے۔ غزوۂ تبوک میں انتقال ہوا صحابہؓ نے دیکھا کہ رات کو قبروں کے قریب چراغ جل رہا ہے۔ قریب جاکر دیکھا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم قبر میں اُترے ہوئے ہیں۔ حضرت ابوبکرؓ حضرت عمرؓ کو ارشاد فرمارہے ہیں کہ لاؤ اپنے بھائی کو مجھے پکڑادو۔ دونوں حضرات نے نعش کو پکڑا دیا۔ دفن کے بعد حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ اے اللہ میں اس سے راضی ہوں تو بھی اس سے راضی ہوجا۔ حضرت ابن مسعودؓ فرماتے ہیں کہ یہ سارے منظر دیکھ کر مجھے تمنا ہوئی کہ یہ نعش تو میری ہوتی۔

لوگوں کے خوف سے عمل چھوڑنا بھی ریا ہے

حضرت فضیلؒ جو اکابر صوفیہ میں ہیں۔ وہ فرماتے ہیں کہ کسی عمل کو اس وجہ سے نہ کرنا کہ لوگ دیکھیں گے۔ یہ بھی ریا میں شامل ہے اور اس وجہ سے کسی عمل کو کرنا تاکہ لوگ دیکھیں یہ شرک میں داخل ہے۔

کثرت سے ذکر کرنے والوں کی فضیلت

ایک حدیث میں آیا ہے کہ بعض آدمی ذکر کی کنجیاں ہیں کہ جب ان کی صورت دیکھی جائے تو اللہ کا ذکر کیا جائے۔ یعنی ان کی صورت دیکھ کر ہی اللہ کا ذکر یاد آئے۔ ایک حدیث میں وارد ہے کہ اللہ کے ولی ہیں وہ لوگ جن کو دیکھ کر اللہ تعالیٰ یاد آتے ہوں۔ ایک حدیث میں آیا ہے کہ تم میں بہترین وہ لوگ ہیں جن کو دیکھ کر اللہ کی یاد تازہ ہو۔ ایک حدیث میں ہے کہ تم میں سے بہترین شخص وہ ہے جس کو دیکھنے سے اللہ تعالیٰ یاد آتے ہوں اور اس کے کلام سے علم میں ترقی ہوتی ہو اور اس کے اعمال سے آخرت کی رغبت پیدا ہوتی ہو اور یہ بات جب ہی حاصل ہوسکتی ہے جب کوئی شخص کثرت سے ذکر کا عادی ہو۔ اور جسکو خود ہی توفیق نہ ہو اسکو دیکھ کر کیا کسی کو اللہ کی یاد آسکتی ہے۔ بعض لوگ پُکار کر ذکر کرنے کو بدعت اور ناجائز بتاتے ہیں یہ خیال حدیث پر نظر کی کمی کی وجہ سے پیدا ہوگیا ہے۔ مولانا عبدالحئیؒ صاحب نے ایک رسالہ سباحۃ الفکر اسی مسئلہ میں تصنیف فرمایا ہے۔ جس میں تقریباً پچاس حدیثیں ایسی ذکر فرمائی ہیں جن سے جہر (پکار کر) ثابت ہوتا ہے۔ البتہ یہ ضروری امر ہے کہ شرائط کے ساتھ اپنی حدود کے اندر رہے کسی کی اذیت کا سبب نہ ہو۔

دعا کیجئے: اے اللہ! ہمیں ایسا بنا دیجئے کہ ہم اپنے سارے دل کیساتھ آپ سے محبت کریں اور آپ کو راضی کرنے میں اپنی ساری کوششیں صرف کردیں۔ اے اللہ! ہم آپ سے دین و دنیا اور اہل و عیال میں معافی اور اچھے انجام کا سوال کرتے ہیں۔ وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ

سات آدمی جنہیں اللہ تعالیٰ اپنے سایہ میں جگہ دیں گے

عن ابی هریرةؓ قال سمعت رسول الله صلی الله علیه وسلم یقول سبعة یظلهم الله فی ظله یوم لا ظل الا ظله الامام العادل والشاب نشاء فی عبادة الله ورجل قلبه معلق بالمساجد (رواه البخاری و مسلم)

ترجمہ: حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ سات آدمی ہیں جن کو اللہ جل شانہٗ اپنے (رحمت کے) سایہ میں ایسے دن جگہ عطا فرمائے گا جسدن اس کے سایہ کے سوا کوئی سایہ نہ ہوگا۔ ایک عادل بادشاہ۔ دوسرے وہ جوان جو جوانی میں اللہ کی عبادت کرتا ہو۔ تیسرے وہ شخص جس کا دل مسجد میں اٹک رہا ہو۔ چوتھے وہ دو شخص جن میں اللہ ہی کے واسطے محبت ہو اُسی پر اُن کا اجتماع ہو اُسی پر جدائی۔ پانچویں وہ شخص جس کو کوئی حسین شریف عورت اپنی طرف متوجہ کرے اور وہ کہدے کہ مجھے اللہ کا ڈر مانع ہے۔

تشریح: چھٹے وہ شخص جو ایسے مخفی طریق سے صدقہ کرے کہ دوسرے ہاتھ کو بھی خبر نہ ہو۔ ساتویں وہ شخص جو اللہ کا ذکر تنہائی میں کرے اور آنسو بہنے لگیں۔

تنہائی میں اللہ کا ذکر کرنا اور آنسو بہانا:

فائدہ: آنسو بہنے کا مطلب یہ بھی ہوسکتا ہے کہ دیدہ و دانستہ اپنے معاصی اور گناہوں کو یاد کر کے رونے لگے اور دوسرا مطلب یہ بھی ہوسکتا ہے کہ غلبہ شوق میں بے اختیار آنکھوں سے آنسو نکلنے لگیں۔ بروایت ثابتؒ بنانی ایک بزرگ کا مقولہ نقل کیا ہے وہ فرماتے ہیں مجھے معلوم ہوجاتا ہے کہ میری کونسی دعا قبول ہوئی لوگوں نے پوچھا کہ کس طرح معلوم ہوجاتا ہے۔ فرمانے لگے کہ جس دعا میں بدن کے بال کھڑے ہوجاتے ہیں اور دل دھڑکنے لگتا ہے اور آنکھوں سے آنسو بہنے لگتے ہیں وہ دعا قبول ہوتی ہے۔ ان سات آدمیوں میں جس کا ذکر حدیثِ پاک میں وارد ہوا ایک وہ شخص بھی ہے جو اللہ کا ذکر تنہائی میں کرے اور رونے لگے اس شخص میں دو خوبیاں جمع ہیں اور دونوں اعلیٰ درجہ کی ہیں۔ ایک اخلاص کہ تنہائی میں اللہ کی یاد میں مشغول ہوا۔ دوسرا اللہ کا خوف یا شوق کہ دونوں میں رونا آتا ہے اور دونوں کمال ہیں۔

ہمارا کام ہے راتوں کو رونا یادِ دلبر میں
ہماری نیند ہے محوِ خیالِ یار ہو جانا

حدیث کے الفاظ ہیں **رجل ذکر الله خالیا** (ایک وہ آدمی جو اللہ کا ذکر کرے اس حال میں کہ خالی ہو) صوفیہ نے لکھا ہے کہ خالی ہونے کے دو مطلب ہیں۔ ایک یہ کہ آدمیوں سے خالی ہو جس کے معنی تنہائی کے ہیں یہ عام مطلب ہے دوسرے یہ کہ دل اغیار سے خالی ہو۔ وہ فرماتے ہیں کہ اصل خلوت یہی ہے۔ اس لئے اکمل درجہ تو یہ ہے کہ دونوں خلوتیں حاصل ہوں لیکن اگر کوئی شخص مجمع میں ہو اور دل غیروں سے بالکل خالی ہو اور ایسے وقت اللہ کے ذکر سے کوئی شخص رونے لگے۔ تو وہ بھی اس میں داخل ہے کہ مجمع کا ہونا نہ ہونا اس کے حق میں برابر ہے۔ جب اس کا دل مجمع تو درکنار غیر اللہ کے التفات سے بھی خالی ہے تو اس کو مجمع کیا مضر ہوسکتا ہے۔ اللہ کی یاد میں یا اُس کے خوف سے رونا بڑی ہی دولت ہے۔ خوش نصیب ہے وہ شخص جس کو حق تعالیٰ شانہٗ میسر فرمادیں۔ ایک حدیث میں آیا ہے کہ

جو شخص اللہ کے خوف سے روئے وہ اس وقت تک جہنم میں نہیں جا سکتا جب تک کہ دودھ تھنوں میں واپس جائے (اور ظاہر ہے کہ یہ ناممکن ہے پس ایسے ہی اس کا جہنم میں جانا بھی ناممکن ہے) ایک اور حدیث میں آیا ہے کہ جو شخص اللہ کے خوف سے روئے حتیٰ کہ اس کے آنسوؤں میں سے کچھ زمین پر ٹپک جائے تو اس کو قیامت کے دن عذاب نہیں ہوگا۔

ایک حدیث میں آیا ہے کہ دو آنکھوں پر جہنم کی آگ حرام ہے۔ ایک وہ آنکھ جو اللہ کے خوف سے روتی ہو اور دوسری وہ جو اسلام کی اور مسلمانوں کی کفار سے حفاظت کرنے میں جاگی ہو۔

ایک اور حدیث میں ہے کہ جو آنکھ اللہ کے خوف سے روئی ہو اس پر جہنم کی آگ حرام ہے' اور جو آنکھ اللہ کی راہ میں جاگی ہو اس پر بھی حرام ہے اور جو آنکھ ناجائز چیز (مثلاً نامحرم وغیرہ) پر پڑنے سے رُک گئی ہو اس پر بھی حرام ہے۔ اور جو آنکھ اللہ کی راہ میں ضائع ہو گئی ہو۔ اس پر بھی جہنم کی آگ حرام ہے۔

ایک حدیث میں آیا ہے کہ جو شخص تنہائی میں اللہ کا ذکر کرنے والا ہو وہ ایسا ہے جیسے اکیلا کفار کے مقابلہ میں چل دیا ہو۔

انعامات الٰہی کے استحضار سے معرفت حاصل ہوتی ہے

فرمایا:..... قابل اعتبار چیز ایمان ہے اس کی ناقدری ہرگز نہیں کرنی چاہئے ہر حال میں ایمان ہمارا محافظ ہے۔ اللہ تعالیٰ نے ایمان عطا فرمایا ہے تو وہ اپنے ناچیز بندے کے حالات سے بھی خوب واقف ہے۔ ایمان کی دولت بہت بڑی دولت ہے' یہ ہر آن انسان کی ضرور مدد کرتا رہتا ہے۔ خصوصاً جب بندہ بالکل عاجز ہوتا ہے اور اس دنیا کو چھوڑ رہا ہوتا ہے۔ اس وقت ساری ایمانی قوتیں عود کر آتی ہیں۔ اسوقت حضرت تھانویؒ کا ایک ملفوظ یاد آ گیا' ایک شخص نے حضرت والا کو لکھا کہ میں آپ سے وابستہ ہوں' مدتیں گزر گئیں آپ سے اپنی کوئی اصلاح نہ لے سکا اور مجھے شرم محسوس ہوتی ہے کہ آپ سے نسبت رکھتے ہوئے بھی کوئی حق ادا نہیں کر پاتا۔ رات دن دنیا کے کاموں میں مشغول رہتا ہوں۔ میرے پیش نظر میری اولاد اور عزیز و اقارب ہیں۔ انہی کے لئے کماتا ہوں اور انہی پر صرف کرتا ہوں' دعائیں بھی مانگتا ہوں تو صرف انہی کی ضرورت کو پورا کرنے کے لئے مجھ میں توتوکل بالکل نہیں۔ اگر اس حالت میں میرا خاتمہ ہو گیا تو خسر الدنیا والآخرۃ۔ قبر میں دنیا کی محبت لے کر اپنے ساتھ جاؤں گا۔ میرے پاس سرمایہ آخرت نہیں ہے للہ میری رہنمائی فرما دیجئے۔

حضرت تھانویؒ نے جواب دیا کہ تم نے جو لکھا ہے مجھے توکل حاصل نہیں ہے تم دعا مانگتے ہو یہ اللہ تعالیٰ سے تمہارا مانگنا خود توکل ہے' توکل کے بہت سے درجات ہیں ایک یہ بھی ہے کہ ہاتھ اٹھا کر دعا مانگی جائے جب تم نے اس کارساز کے سامنے ہاتھ پھیلا دیئے تو یہی توکل ہے کہ تم نے اس ذات پر بھروسہ کر لیا۔

اور تم جو کہتے ہو کہ رات دن کے مشاغل ہیں' بیوی بچوں کی پرورش کے امور میں ہمہ وقت مصروف رہتا ہے تو یہ جہاد زندگی ہے اگر اسی حالت میں انتقال ہو گیا تو شہادت کا درجہ مل گیا اور جو تم کہتے ہو خَسِرَ الدُّنْيَا وَالْاٰخِرَةَ تو تم کو جب یہ احساس ہے کہ تمہارا ہاتھ خالی ہے تو یہ تمہارے لئے بشارت ہے جبکہ ارشاد ہے "اِنَّ الَّذِيْنَ يَخْشَوْنَ رَبَّهُمْ بِالْغَيْبِ لَهُمْ مَّغْفِرَةٌ وَّاَجْرٌ كَبِيْرٌ"۔

حضرت تھانویؒ نے فرمایا یہ تو ضابطے کا جواب ہے' بالکل معتبر اور مستند ہے' لیکن عادت اللہ یہ ہے کہ جب مومن کا آخری وقت ہوتا ہے تو اس سے دنیا کی جائز محبت بھی سلب کر لی جاتی ہے اور اللہ تعالیٰ کی محبت کے غلبے ہی میں دم نکلتا ہے یہ کتنی بڑی بشارت ہے۔ سبحان اللہ!

عقل مند لوگ

عن ابی هریرة رضی الله عنه قال قال رسول الله صلی الله علیه وسلم ینادی منادیوم القیمة این اولو الالباب قالوا ای اولی الالباب تریدقال الذین یذکرون الله قیاما وقعودا وعلی جنوبهم ویتفکرون فی خلق السموات والارض ربنا ما خلقت هذاباطلا سبحنک فقنا عذاب النار عقدلهم لواء فاتبع القوم لواهم وقال لهم ادخلوها خالدین. (اخرجه الاصبهانی)

ترجمہ: حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ قیامت کے دن ایک آواز دینے والا آواز دیگا کہ عقلمند لوگ کہاں ہیں؟ لوگ پوچھیں گے کہ عقل مندوں سے کون مراد ہیں۔ جواب ملے گا وہ لوگ جو اللہ کا ذکر کرتے تھے کھڑے اور بیٹھے اور لیٹے ہوئے (یعنی ہر حال میں اللہ کا ذکر کرتے رہتے تھے) اور آسمانوں اور زمینوں کے پیدا ہونے میں غور کرتے تھے اور کہتے تھے کہ یا اللہ آپ نے یہ سب بے فائدہ تو پیدا کیا ہی نہیں ہم آپ کی تسبیح کرتے ہیں آپ ہمکو جہنم کے عذاب سے بچا لیجئے اس کے بعد ان لوگوں کے لئے ایک جھنڈا بنایا جائے گا۔ جس کے پیچھے یہ سب جائیں گے اور اُن سے کہا جائے گا کہ ہمیشہ کے لئے جنت میں داخل ہو جاؤ۔

خلق خدا میں غور وفکر کی اہمیت وفضیلت

تشریح: آسمانوں اور زمینوں کے پیدا ہونے میں غور کرتے ہیں یعنی اللہ کی قدرت کے مظاہر اور اسکی حکمتوں کے عجائب سوچتے ہیں جس سے اللہ جل جلالہ کی معرفت قوت پیدا ہوتی ہے۔

؎ الٰہی یہ عالم ہے گلزار تیرا

ابن ابی الدنیاؒ نے ایک مرسل روایت نقل کی ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم ایک مرتبہ صحابہؓ کی ایک جماعت کے پاس تشریف لے گئے جو چُپ چاپ بیٹھے تھے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کیا بات ہے کس سوچ میں بیٹھے ہو؟ عرض کیا مخلوقاتِ الٰہیہ کی سوچ میں ہیں۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ ہاں اللہ کی ذات میں غور نہ کیا کرو (کہ وہ وراءُ الوراء ہے) اس کی مخلوقات میں غور کیا کرو۔ حضرت عائشہؓ سے ایک شخص نے عرض کیا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی کوئی عجیب بات سُنا دیجئے فرمایا حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی کون سی بات ایسی تھی جو عجیب نہ تھی۔ ایک مرتبہ رات کو تشریف لائے۔ میرے بستر پر میرے لحاف میں لیٹ گئے پھر ارشاد فرمایا۔ چھوڑ میں تو اپنے رب کی عبادت کروں یہ فرما کر اُٹھے وضو فرمایا اور نماز کی نیت باندھ کر رونا شروع کر دیا۔ یہاں تک کہ آنسو سینہ مبارک پر بہتے رہے پھر اسی طرح رکوع میں روتے رہے پھر سجدہ میں اسی طرح روتے رہے۔ ساری رات اسی طرح گذار دی حتیٰ صبح کی نماز کے واسطے حضرت بلالؓ بلانے کے لئے آ گئے۔ میں نے عرض کیا یا رسول اللہ آپ تو بخشے بخشائے ہیں پھر آپ اتنا کیوں روئے۔ ارشاد فرمایا کیا میں اللہ کا شکر گذار بندہ نہ بنوں۔ پھر فرمایا میں کیوں نہ روتا حالانکہ آج یہ آیتیں نازل ہوئیں۔ (یعنی آیاتِ بالا اِنَّ فِیْ خَلْقِ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ سے فَقِنَا عَذَابَ النَّارِ تک) پھر فرمایا کہ ہلاکت ہے اس شخص کے لئے جو ان کو پڑھے اور غور وفکر نہ کرے۔ عامر بن عبد قیسؒ کہتے ہیں کہ میں نے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے سُنا ہے ایک سے دو سے تین سے

نہیں (بلکہ ان سے زیادہ سے سُنا ہے) کہ ایمان کی روشنی اور ایمان کا نور غور وفکر ہے۔ حضرت ابو ہریرہؓ حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے نقل کرتے ہیں کہ ایک آدمی چھت پر لیٹا ہوا آسمان اور ستاروں کو دیکھ رہا تھا پھر کہنے لگا خدا کی قسم مجھے یقین ہے کہ تمہارا پیدا کرنے والا بھی کوئی ضرور ہے اے اللہ تو میری مغفرت فرمادے۔ نظرِ رحمت اس کی طرف متوجہ ہوئی اور اس کی مغفرت ہوگئی۔ حضرت ابنِ عباسؓ فرماتے ہیں کہ ایک ساعت کا غور تمام رات کی عبادت سے افضل ہے۔ حضرت ابودرداؓ حضرت انسؓ سے بھی یہی نقل کیا گیا ہے۔ حضرت انسؓ سے یہ بھی نقل کیا گیا کہ ایک ساعت کا غور ان چیزوں میں اسی ۸۰ سال کی عبادت سے افضل ہے۔ اُمِ دردؓاء سے کسی نے پوچھا کہ ابودردؓا کی افضل ترین عبادت کیا تھی۔ فرمایا غور وفکر۔ بروایت ابو ہریرہؓ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم سے یہ بھی نقل کیا گیا ہے کہ ایک ساعت کا غور وفکر ساٹھ ۶۰ برس کی عبادت سے افضل ہے۔ لیکن ان روایتوں کا یہ مطلب نہیں کہ پھر عبادت کی ضرورت نہیں رہتی۔ ہر عبادت اپنی جگہ جو درجہ رکھتی ہے فرض ہو یا واجب، سنت ہو یا مستحب اسکے چھوڑنے پر اُسی درجہ کی وعید عذاب یا ملامت ہوگی جس درجہ کی وہ عبادت ہوگی۔

غور وفکر کو افضل عبادت کیوں کہا گیا ہے

امام غزالیؒ نے لکھا ہے کہ غور وفکر کو افضل عبادات اس لئے کہا گیا کہ اس میں معنیٰ ذکر کے تو موجود ہوتے ہی ہیں۔ دو چیزوں کا اضافہ اور ہوتا ہے۔ ایک اللہ کی معرفت اس لئے کہ غور وفکر معرفت کی کنجی ہے۔ دوسری اللہ کی محبت کہ فکر پر یہ مرتب ہوتی ہے۔ یہی غور وفکر ہے جس کو صوفیہ مراقبہ سے تعبیر فرماتے ہیں۔ بہت سی روایات سے اس کی فضیلت ثابت ہوتی ہے۔ مسند ابویعلی میں بروایت حضرت عائشہؓ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد نقل کیا ہے کہ وہ ذکر خفی جس کو فرشتے بھی نہ سُن سکیں ستر ۷۰ درجہ دو چند ہوتا ہے۔ جب قیامت کے دن حق تعالیٰ شانہٗ تمام مخلوق کو حساب کے لئے جمع فرمائیں گے۔ اور کراماً کاتبین اعمال نامے لیکر آئیں گے تو ارشاد ہوگا کہ فلاں بندہ کے اعمال دیکھو کچھ اور باقی ہیں۔ وہ عرض کریں گے کہ ہم نے کوئی بھی ایسی چیز نہیں چھوڑی جو لکھی نہ ہو اور محفوظ نہ ہو تو ارشاد ہوگا کہ ہمارے پاس اس کی ایسی نیکی باقی ہے جو تمہارے علم میں نہیں وہ ذکرِ خفی ہے۔ بیہقی نے شعب میں حضرت عائشہؓ سے بھی یہ حدیث نقل کی ہے کہ جس ذکر کو فرشتے بھی نہ سن سکیں وہ اُس ذکر پر جس کو وہ سنیں، ستر ۷۰ درجے بڑھا ہوا ہے۔

جیسا کہ ایک شعر میں کہا گیا ہے کہ عاشق ومعشوق میں ایسی رمز ہوتی ہے جس کی فرشتوں کو بھی خبر نہیں ہوتی کتنے خوش نصیب ہیں وہ لوگ جن کو ایک لحظہ بھی غفلت نہیں ہوتی کہ ان کی ظاہری عبادات تو اپنے اپنے اجر وثواب حاصل کریں ہی گی، یہ ہر وقت کا ذکر وفکر پوری زندگی کے اوقات میں ستر ۷۰ گناہ مزید برآں۔ یہی چیز ہے جس نے شیطان کو دِق کر رکھا ہے۔

شیطان کو کمزور کرنے والی جماعت

حضرت جنیدؒ سے نقل کیا گیا ہے کہ انہوں نے ایک مرتبہ خواب میں شیطان کو بالکل ننگا دیکھا۔ انہوں نے فرمایا کہ تجھے شرم نہیں آتی کہ آدمیوں کے سامنے ننگا ہوتا ہے وہ کہنے لگا یہ کوئی آدمی ہیں، آدمی وہ ہیں جو شونیزیہ کی مسجد میں بیٹھے ہیں۔ جنہوں نے میرے بدن کو دُبلا کر دیا اور میرے جگر کے کباب کر دیئے۔ حضرت جنیدؒ فرماتے ہیں کہ میں شونیزیہ کی مسجد میں گیا۔ میں نے دیکھا کہ چند حضرات گھٹنوں پر سر رکھے ہوئے مراقبہ میں مشغول ہیں۔ جب انہوں نے مجھے دیکھا تو کہنے لگے کہ خبیث کی باتوں سے کہیں دُھوکہ میں نہ پڑ جانا۔ مسوحیؒ سے بھی اس کے قریب ہی

نقل کیا گیا ہے۔ انہوں نے شیطان کو ننگا دیکھا۔ انہوں نے کہا تجھے آدمیوں کے درمیان اس طرح چلتے شرم نہیں آتی کہنے لگا خدا کی قسم یہ آدمی نہیں۔ اگر یہ آدمی ہوتے تو میں اُن کے ساتھ اس طرح نہ کھیلتا جس طرح لڑکے گیند سے کھیلتے ہیں۔ آدمی وہ لوگ ہیں جنہوں نے میرے بدن کو بیمار کردیا اور صوفیہ کی جماعت کی طرف اشارہ کیا۔ ابوسعید خرازؒ کہتے ہیں کہ میں نے خواب میں دیکھا کہ شیطان نے مجھ پر حملہ کیا۔ میں لکڑی سے مارنے لگا۔ اس نے ذرا بھی پرواہ نہ کی۔ غیب سے ایک آواز آئی کہ یہ اس سے نہیں ڈرتا۔ یہ دل کے نور سے ڈرتا ہے۔

بہترین ذکر: حضرت سعدؓ حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے نقل کرتے ہیں کہ بہترین ذکر ذکر خفی ہے اور بہترین رزق وہ ہے جو کفایت کا درجہ رکھتا ہو۔ حضرت عبادہؓ نے بھی حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم سے یہی نقل کیا ہے کہ بہترین ذکر ذکر خفی ہے اور بہترین رزق وہ ہے جو کفایت کا درجہ رکھتا ہو (یعنی نہ کم ہو کہ گذر نہ ہو سکے نہ زیادہ ہو کہ تکبّر اور فواحش میں مبتلا کرے) ابنِ حبانؒ اور ابویعلیؒ نے اس حدیث کو صحیح بتایا ہے۔ ایک حدیث میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد نقل کیا گیا ہے کہ اللہ کو ذکرِ خامل سے یاد کیا کرو۔ کسی نے دریافت کیا کہ ذکرِ خامل کیا ہے؟ ارشاد فرمایا کہ مخفی ذکر۔ ان سب روایات سے ذکرِ خفی کی افضلیت معلوم ہوتی ہے اور ابھی قریب ہی وہ روایت گذر چکی۔ جس میں مجنون کہنے کا ذکر گذرا ہے دونوں مستقل چیزیں ہیں جو حالات کے اعتبار سے مختلف ہیں اس کو شیخ تجویز کرتا ہے کہ کس شخص کے لئے کس وقت کیا مناسب ہے۔

دعا کیجئے: اے اللہ! ہمیں اپنے ذکر کی توفیق عطا فرمایئے۔ اے اللہ! ہمیں اپنے حقیقی ذکر یعنی ہمہ وقت آپ کے احکامات کو پیش نظر رکھتے ہوئے زندگی بسر کرنے کی توفیق عطا فرمایئے۔ اے اللہ! ہمیں اپنی محبت نصیب فرمایئے اور مسنون اذکار و وظائف کو صبح و شام پڑھنے کی توفیق عطا فرمایئے۔ اے اللہ! ہمیں ایسا بنا دیجئے کہ ہم سب سے زیادہ آپ کا ذکر کرنے والے سب سے زیادہ آپ کو فرمانبرداری کرنے والے اور سب سے زیادہ آپ سے محبت کرنے والے بن جائیں۔ وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ

عقل کے معاملہ میں اعتدال

"اپنی عقل کو کام میں لاؤ کہ تدبیر چھوڑ دو اللہ کے حوالہ کرو" مراد اس کی یہ ہے دوائی پاس رکھی ہے کھاتا نہیں۔ وہ گناہگار ہے کما کر لانا یہ بھی فرض ہے۔ ضروریات زندگی حاصل کرنا فرض ہے ان کو چھوڑنا گناہ ہے۔ اسباب تو اختیار کرنا ضروری ہے۔ یہ مطلب ہے کہ جتنے اختیار اور اسباب تم کو ملے ہیں وہ کرلو پھر رضائے الٰہی کا انتظار کرو جو اللہ نے کیا ملے یا نہ ملے آدھا ملے پورا ملے اسی پر راضی رہو۔ پلے باندھنے کی چیز ہے۔

فرمایا: **اجملوا فی الطلب و توکلوا علیه.** اختصار کرو طلب میں اور توکل کرو اللہ پر۔ یہ ہے اصل توکل۔ جتنے اسباب اپنے اختیار میں ہیں ان کو استعمال کرو مگر تھکو نہیں۔ اس میں اختصار کرو پھر اللہ پر توکل کرو۔ ایک بیمار ہے اس کا علاج موجود ہے۔ اس کا علاج نہ کرنا جائز نہیں ہے۔ ڈاکٹر کے پاس جائز دوا لے پرہیز کرے مگر اس کے بعد ایک قدم مومن کا ہے کہ ڈاکٹر یا دوا کو شفاء نہ سمجھے بلکہ اللہ پاک کی طرف سے شفاء ہے۔ جب اللہ تعالیٰ کو منظور نہیں ہوتا تو بڑے سے بڑا ڈاکٹر ایسی لغو غلطی کرتا ہے کہ مریض بچتا نہیں۔ تو اختصار ہے تدبیر میں۔ یہ نہیں کہ فلاں جگہ جو تمہارے فی الحال پہنچ سے باہر ہے اس کا بڑا نام ہے وہ ماہر ہے اس کام کا زیادہ لمبی فکروں میں نہ جاؤ۔ قریب قریب کی تدبیریں کرو تھکو نہیں علاج ہو مقدمہ ہو تجارت ہو ظاہری آسانیوں سے ہونے والی تدبیریں اکٹھی کر کے دماغ پر بوجھ نہ ڈالو۔ آسانی سے ہونے والی تدبیریں حاصل نہ کرنا تو کفر ہے مگر جان کھپا دینا اپنی اس کے اندر یہ اس توکل کے خلاف ہے۔

ایسے لوگ جنکے ساتھ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو بیٹھنے کا حکم ہوا

عن عبدالرحمن بن سهل ابن حنيف رضى الله عنه قال نزلت على رسول الله صلى الله عليه وسلم وهوفى بعض ابياته واصبرنفسك مع الذين يدعون ربهم بالغدوة والعشى فخرج يلتمسهم فوجدقوما يذكرون الله فيهم ثائر الراس وجاف الجلد وذوالثوب الواحد فلماراهم جلس معهم وقال الحمد لله الذى جعل فى امتى من امرنى ان اصبر نفسى معهم (اخرجه ابن جرير والطبرانى وابن مردويه كذافى الدر)

ترجمہ: حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم دولت کدہ میں تھے کہ آیت واصبر نفسک نازل ہوئی جس کا ترجمہ یہ ہے۔ اپنے آپ کو ان لوگوں کے پاس (بیٹھنے کا) پابند کیجئے جو صبح شام اپنے رب کو پکارتے ہیں۔ حضور اقدسؐ اس آیت کے نازل ہونے پر اُن لوگوں کی تلاش میں نکلے ایک جماعت کو دیکھا کہ اللہ کے ذکر میں مشغول ہے۔ بعض لوگ اُن میں بکھرے ہوئے بالوں والے ہیں اور خشک کھالوں والے اور صرف ایک کپڑے والے ہیں (کہ ننگے بدن ایک لنگی صرف ان کے پاس ہے) جب حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اُن کو دیکھا تو اُن کے پاس بیٹھ گئے اور ارشاد فرمایا کہ تمام تعریفیں اللہ ہی کے لئے ہیں۔ جس نے میری اُمت میں ایسے لوگ پیدا فرمائے کہ خود مجھے ان کے پاس بیٹھنے کا حکم ہے۔

تشریح: ایک دوسری حدیث میں ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو تلاش فرمایا تو مسجد کے آخری حصہ میں بیٹھے ہوئے پایا کہ ذکر اللہ میں مشغول تھے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ تمام تعریفیں اللہ ہی کے لئے ہیں جس نے میری زندگی ہی میں ایسے لوگ پیدا فرمائے کہ مجھے ان کے پاس بیٹھنے کا حکم ہے۔ پھر فرمایا تم ہی لوگوں کیساتھ زندگی ہے اور تمہارے ہی کے ساتھ مرنا ہے یعنی مرنے جینے کے ساتھی اور رفیق تم ہی لوگ ہو۔ ایک حدیث میں آیا ہے کہ حضرت سلمان فارسیؓ وغیرہ حضرات صحابہ کرامؓ کی ایک جماعت ذکر اللہ میں مشغول تھی۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لائے تو یہ لوگ چُپ ہوگئے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تم کیا کررہے تھے۔ عرض کیا ذکرِ الٰہی میں مشغول تھے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ میں نے دیکھا کہ رحمتِ الٰہی تم لوگوں پر اُتر رہی ہے تو میرا دل بھی چاہا کہ آکر تمہارے ساتھ شرکت کروں۔ پھر ارشاد فرمایا کہ الحمد اللہ اللہ جل شانہٗ نے میری اُمت میں ایسے لوگ پیدا کئے جن کے پاس بیٹھنے کا مجھے حکم ہوا۔

ذاکرین کے ساتھ مل بیٹھنے کے فوائد

ابراہیم نخعیؒ کہتے ہیں کہ اَلَّذِیْنَ یَدْعُوْنَ سے مراد ذاکرین کی جماعت ہے۔ ان ہی جیسے احکام سے صوفیہ نے استنباط کیا ہے کہ مشائخ کو بھی مریدین کے پاس بیٹھنا ضروری ہے کہ اس میں علاوہ فائدہ پہنچانے کے اختلاط سے شیخ کے نفس کے لیے بھی مجاہدۂ تامہ ہے کہ غیر مہذب لوگوں کی بدعنوانیوں کے تحمل اور برداشت سے نفس میں انقیاد پیدا ہوگا اُس کی قوت میں انکسار پیدا ہوگا۔ اس کے علاوہ قلوب کے اجتماع کو اللہ جل جلالہٗ کی رحمت اور رافت کے متوجہ کرنے میں خاص دخل ہے اسی وجہ سے جماعت کی نماز مشروع ہوئی اور یہی بڑی وجہ ہے کہ عرفات کے میدان میں سب حجاج بیک حال ایک میدان میں اللہ کی طرف متوجہ کئے جاتے

ہیں جیسا کہ ہمارے حضرت شاہ ولی اللہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے حجۃ اللہ البالغہ میں متعدد جگہ اس مضمون کو اہتمام سے ارشاد فرمایا ہے۔ یہ سب اس جماعت کے بارے میں ہے جو اللہ کا ذکر کرنے والی ہو کہ احادیث میں کثرت سے اس کی ترغیب آئی ہے۔

غافلین کی جماعت میں ذکر کرنے والا

اس کے بالمقابل اگر کوئی شخص غافلین کی جماعت میں پھنس جائے اور اس وقت اللہ کے ذکر میں مشغول ہو تو اس کے بارے میں بھی احادیث میں کثرت سے فضائل آئے ہیں ایسے موقع پر آدمی کو اور بھی زیادہ اہتمام اور توجہ سے اللہ کی طرف مشغول رہنا چاہیے۔ تاکہ اُن کی نحوست سے محفوظ رہے۔ حدیث میں آیا ہے کہ غافلین کی جماعت میں اللہ کا ذکر کرنے والا ایسا ہے۔ جیسے کہ جہاد میں بھاگنے والوں کی جماعت میں سے کوئی شخص جم کر مقابلہ کرے۔ ایک حدیث میں آیا ہے کہ غافلین میں اللہ کا ذکر کرنے والا ایسا ہے جیسے بھاگنے والوں کی طرف سے کفارہ کا مقابلہ کرے۔ نیز وہ ایسا ہے جیسے اندھیرے گھر میں چراغ۔ نیز وہ ایسا ہے جیسے پت جھڑ والے درختوں میں کوئی شاداب سرسبز درخت ہو۔ ایسے شخص کو حق تعالیٰ شانہٗ اس کا جنت کا گھر پہلے ہی دکھا دیں گے اور ہر آدمی اور حیوان کی برابر اس کی مغفرت کی جاوے گی۔ یہ جب ہے کہ ان مجالس میں اللہ کے ذکر میں مشغول ہو ورنہ ایسی مجالس کی شرکت کی ممانعت آئی ہے۔ حدیث میں ہے کہ عشیرۃ یعنی یارانہ کی مجالس سے اپنے آپ کو بچاؤ۔ عزیزیؒ کہتے ہیں یعنی ایسی مجالس سے جن میں غیر اللہ کا ذکر کثرت سے ہوتا ہو۔ لغویات اور لہو ولعب میں مشغولی ہوتی ہو۔

ایک باندی کا واقعہ

ایک بزرگ کہتے ہیں کہ ایک مرتبہ بازار جا رہا تھا۔ ایک حبشیٔ باندی میرے ساتھ تھی۔ میں نے بازار میں ایک جگہ اس کو بٹھا دیا کہ میں واپسی میں اس کو لے لوں گا۔ وہ وہاں سے چلی آئی۔ جب میں نے واپسی پر اس کو وہاں نہ دیکھا تو مجھے غصہ آیا میں گھر میں واپس آیا تو وہ باندی آئی اور کہنے لگی میرے آقا خفگی میں جلدی نہ کریں۔ آپ مجھے ایسے لوگوں کے پاس چھوڑ گئے جو اللہ کے ذکر سے غافل تھے۔ مجھے یہ ڈر ہوا کہ ان پر کوئی عذاب نازل نہ ہو زمین میں دھنس نہ جائیں اور میں بھی ان کے ساتھ عذاب میں دھنس نہ جاؤں۔

دعا کیجئے: اے اللہ! ہمیں اپنے ذکر کی توفیق عطا فرمائیے۔ اے اللہ! ہمیں اپنی محبت نصیب فرمائیے اور مسنون اذکار و وظائف کو صبح و شام پڑھنے کی توفیق عطا فرمائیے۔ وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ

دانشمندی کا کام: حکیم الاسلام حضرت مولانا قاری محمد طیب صاحب رحمہ اللہ نے ارشاد فرمایا: ”آخرت کے بارے میں عام طور پر لوگوں نے یہ تصور باندھ رکھا ہے کہ آخرت کوئی الگ عالم ہے دنیا ترک کرو گے تب جا کے آخرت میں پہنچو گے یہ غلط ہے بلکہ ہماری آخرت اسی دنیا میں چھپی ہوئی ہے اسے نکالنا ہمارا کام ہے۔ یہی کھانے پینے کے اور سونے جاگنے کے افعال انہی میں آخرت چھپی ہوئی ہے ان کے ذریعے سے اپنی آخرت نکالو دنیا میں رہ کر اس میں سے آخرت نکال لینا دانشمند کا کام ہے“۔

فرمایا: ”اسلام میں ترک دنیا کا یہ مطلب نہیں کہ دنیا کی نعمتوں کو چھوڑ دو ہاں یہ ہے کہ اس میں مبالغہ مت کرو غلو مت کرو حد سے مت گزرو اعتدال کے ساتھ استعمال کرو۔ اس سے اپنا بھی کام چلاؤ اور اپنے بھائیوں اور اپنے عزیزوں کی خدمت کرو تمہاری آخرت بنے گی۔ یہ تو نیت اور افعال اختیاریہ پر ہے کہ مرضی خداوندی کی مطابق وہ افعال ہوں گے تو دنیا ہی میں آخرت بنے گی“۔ (جواہر حکمت)

صبح اور عصر کی نماز کے بعد ذکر کرنیکی فضیلت

عن ابی هريرة رضی الله عنه قال قال رسول الله صلی الله علیه وسلم فيما يذكر عن ربه تبارك وتعالیٰ اذكرنی بعد العصر وبعد الفجر ساعة اكفك فيما بينهما (اخرجه احمد كذافی الدر)

ترجمہ: حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم جل جلالہٗ کا پاک ارشاد نقل فرماتے ہیں کہ تو صبح کی نماز کے بعد اور عصر کی نماز کے بعد تھوڑی دیر مجھے یاد کرلیا کر میں درمیانی حصہ میں تیری کفایت کروں گا (ایک حدیث میں آیا ہے کہ اللہ کا ذکر کیا کرو وہ تیری مطلب براری میں معین ہوگا)

تشریح: آخرت کیواسطے نہ سہی دنیا کیواسطے ہم لوگ کیسی کیسی کوشش کرڈالتے ہیں کیا بگڑ جائے اگر تھوڑی سی دیر صبح اور عصر کے بعد اللہ کا ذکر بھی کرلیا کریں کہ احادیث میں کثرت سے اُن دو وقتوں میں اللہ کے ذکر کے فضائل وارد ہوئے اور جب اللہ جل جلالہٗ کفایت کا وعدہ فرماتے ہیں پھر کسی دوسری چیز کی کیا ضرورت باقی ہے۔

ایک حدیث میں آیا ہے حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم ارشاد فرماتے ہیں کہ میں ایسی جماعت کے ساتھ بیٹھوں جو صبح کی نماز کے بعد آفتاب نکلنے تک اللہ کے ذکر میں مشغول ہو مجھے زیادہ پسند ہے اس سے کہ چار عرب غلام آزاد کروں۔ اسی طرح ایسی جماعت کے ساتھ بیٹھوں جو عصر کی نماز کے بعد سے غروب تک اللہ کے ذکر میں مشغول رہے یہ زیادہ پسند ہے چار غلام آزاد کرنے سے۔ اسی طرح عصر کی نماز کے بعد سے غروب تک ایک ایسی جماعت کیساتھ ذکر میں مشغول رہوں یہ مجھے دنیا اور دنیا کی تمام چیزوں سے زیادہ پسند ہے ان ہی وجوہ سے صبح کی نماز کے بعد اور عصر کی نماز کے بعد اوراد کا معمول ہے اور حضرات صوفیہ کے یہاں تو ان دونوں وقتوں کا خاص اہتمام ہے کہ صبح کی نماز کے بعد عموماً اشغال میں اہتمام فرماتے ہیں اور عصر کے بعد اوراد کا اہتمام کرتے ہیں بالخصوص فجر کے بعد فقہاء بھی اہتمام فرماتے ہیں۔ مدوّنہ میں امام مالکؒ سے نقل کیا گیا ہے کہ فجر کی نماز کے بعد طلوع آفتاب تک باتیں کرنا مکروہ ہیں اور حنفیہ میں سے صاحب درمختارؒ نے بھی اس وقت باتیں کرنا مکروہ لکھا ہے۔

صبح اور عصر کے بعد کا ذکر

ایک حدیث میں آیا ہے کہ جو شخص صبح کی نماز کے بعد اُسی ہیئت سے بیٹھے ہوئے بولنے سے قبل یہ دعا دس مرتبہ پڑھے۔ لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَحْدَهٗ لَا شَرِيْكَ لَهٗ لَهُ الْمُلْكُ وَلَهُ الْحَمْدُ يُحْيِ وَيُمِيْتُ وَهُوَ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرٌ (اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں وہ اپنی ذات اور صفات میں اکیلا ہے کوئی اس کا شریک نہیں سارا ملک دنیا اور آخرت کا اُسی کا ہے اور جتنی خوبیاں ہیں وہ اسی پاک ذات کے لئے ہیں وہی زندہ کرتا ہے وہی مارتا ہے اور وہ ہر چیز پر قادر ہے) تو اس کیلئے دس ۱۰ نیکیاں لکھی جائیں دس ۱۰ برائیاں معاف فرمائی جائیں اور جنت میں دس ۱۰ درجہ بلند کئے جائیں اور تمام دن شیطان سے اور مکروہات سے محفوظ رہے۔ ایک حدیث میں آیا ہے جو صبح اور عصر کے بعد اَسْتَغْفِرُ اللّٰهَ الَّذِیْ لَا اِلٰهَ اِلَّا هُوَ الْحَیُّ الْقَيُّوْمُ وَاَتُوْبُ اِلَيْهِ (میں اُسی اللہ سے جو زندہ ہے ہمیشہ رہنے والا ہے اسکے سوا کوئی معبود نہیں ہے اپنے گناہوں کی مغفرت مانگتا ہوں اور اسی کی طرف رجوع کرتا ہوں توبہ کرتا ہوں) تین مرتبہ پڑھے۔ اس کے گناہ معاف ہوجاتے ہیں خواہ سمندر کی جھاگ کے برابر ہوں۔

وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ

اصل مقصد ذکر و علم ہے

عن ابی ھریرة رضی اللّٰہ عنه قال سمعت رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیه وسلم یقول الدنیا ملعونة وملعون مافیھا الا ذکر اللّٰہ وما والاہ وعالما ومتعلما. (رواہ الترمذی و ابن ماجه)

ترجمہ: حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ دُنیا ملعُون ہے اور جو کچھ دُنیا میں ہے سب ملعُون (اللہ کی رحمت سے دُور ہے) مگر اللہ کا ذکر اور وہ چیز جو اسکے قریب ہو اور عالم اور طالب علم۔

تشریح: اس کے قریب ہونے سے مراد ذکر کے قریب ہونا بھی ہوسکتا ہے۔ اس صورت میں وہ چیزیں مراد ہوں گی جو اللہ کے ذکر میں معین و مددگار ہوں جن میں کھانا پینا بھی بقدر ضرورت داخل ہے اور زندگی کے اسباب ضرور یہ بھی اس میں داخل ہیں اور اس صورت میں اللہ کا ذکر ہر چیز کو جو عبادت کی قبیل سے ہو شامل ہے اور یہ بھی ہوسکتا ہے کہ اس کے قریب ہونے سے اللہ کا قرب مراد ہو تو اس صورت میں ساری عبادتیں اس میں داخل ہوں گی اور اللہ کے ذکر سے مخصوص ذکر مراد ہوگا اور دونوں صورتوں میں علم ان میں خود داخل ہوگیا تھا۔ پہلی صورت میں اس وجہ سے کہ علم ہی اللہ کے ذکر کے قریب لے جاتا ہے کہ "بے علم نتواں خدارا شناخت" (بغیر علم کے اللہ کو پہچان نہیں سکتا) اور دوسری صورت میں اس وجہ سے کہ علم سے بڑھ کر کون سی عبادت ہوگی لیکن اس کے باوجود پھر عالم اور طالب علم کو علیحدہ اہتمام کی وجہ سے فرمایا کہ علم بہت ہی بڑی دولت ہے۔

ایک حدیث میں آیا ہے کہ علم کا صرف اللہ کے لئے سیکھنا اللہ کے خوف کے حکم میں ہے اور اس کی طلب (یعنی تلاش کیلئے کہیں جانا) عبادت ہے اور اس کا یاد کرنا تسبیح ہے اور اس کی تحقیقات میں بحث کرنا جہاد ہے اور اس کا پڑھنا صدقہ ہے اور اس کا اہل پر خرچ کرنا اللہ کے یہاں قربت ہے۔ اس لئے کہ علم جائز ناجائز کے پہچاننے کیلئے علامت ہے اور جنت کے راستوں کا نشان ہے وحشت میں جی بہلانے والا ہے اور سفر کا ساتھی ہے (کہ کتاب کا دیکھنا دونوں کام دیتا ہے اسی طرح) تنہائی میں ایک محدث ہے خوشی اور رنج میں دلیل ہے دشمنوں پر ہتھیار ہے۔ دوستوں کیلئے حق تعالیٰ شانہٗ اس کی وجہ سے ایک جماعت (علماء) کو بلند مرتبہ کرتا ہے کہ وہ خیر کی طرف بلانے والے ہوتے ہیں اور ایسے امام ہوتے ہیں کہ ان کے نشانِ قدم پر چلا جائے اور ان کے افعال کا اتباع کیا جائے اُنکی رائے کی طرف رجوع کیا جائے۔ فرشتے اُن سے دوستی کرنے کی رغبت کرتے ہیں۔ اپنے پروں کو (برکت حاصل کرنے کیلئے یا محبت کے طور پر) ان پر ملتے ہیں اور ہر تر اور خشک چیز دنیا کی اُن کے لئے اللہ سے مغفرت کی دعا کرتی ہے حتیٰ کہ سمندر کی مچھلیاں اور جنگل کے درندے اور چوپائے اور زہریلے جانور (سانپ وغیرہ) تک بھی دعائے مغفرت کرتے رہتے ہیں اور یہ سب اسلئے کہ علم دلوں کی روشنی ہے آنکھوں کا نُور ہے۔ علم کی وجہ سے بندہ اُمت کے بہترین افراد تک پہنچ جاتا ہے۔ دنیا اور آخرت کے بلند مرتبوں کو حاصل کرلیتا ہے اسکا مطالعہ روزوں کے برابر ہے اسکا یاد کرنا تہجد کے برابر ہے۔ اُسی سے رشتے جوڑے جاتے ہیں اور اسی سے حلال و حرام کی پہچان ہوتی ہے۔ وہ عمل کا امام ہے اور علم اس کا تابع ہے۔ سعید لوگوں کو اس کا الہام کیا جاتا ہے اور بدبخت اس سے محروم رہتے ہیں اس حدیث پر مجموعی طور سے بعض نے کلام کیا ہے لیکن جس قسم کے فضائل اس میں ذکر کئے گئے ہیں ان کی تائید دوسری روایات سے بھی ہوتی ہے نیز ان کے علاوہ اور بہت سے فضائل حدیث کی کتابوں میں بکثرت آئے ہیں۔ اس وجہ سے عالم اور طالب علم کو خاص طور سے حدیث بالا میں ذکر فرمایا ہے۔

وَاٰخِرُ دَعْوَانَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ

سب سے افضل ذکر اور افضل دُعاء

عن جابر رضی اللہ عنہ عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم قال افضل الذکر لا الہ الا اللہ وافضل الدعاء الحمد للہ (مشکوٰۃ المصابیح)

ترجمہ: حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ تمام اذکار میں افضل لا الہ الا اللہ ہے اور تمام دعاؤں میں افضل الحمد للہ ہے۔

تشریح: لا الہ الا اللہ کا افضل الذکر ہونا تو ظاہر ہے اور بہت سی احادیث میں کثرت سے وارد ہوا ہے۔ نیز سارے دین کا مدار ہی کلمہ توحید پر ہے تو پھر اس سے افضل ہونے میں کیا تردّد ہے۔ اور الحمد للہ کو افضل دُعا اس لحاظ سے فرمایا ہے کہ کریم کی ثناء کا مطلب سوال ہی ہوتا ہے۔ عام مشاہدہ ہے کہ کسی رئیس 'امیر' نواب کی تعریف میں قصیدہ خوانی کا مطلب اس سے سوال ہی ہوتا ہے۔ حضرت ابنِ عباسؓ فرماتے ہیں کہ جو شخص لا الہ الا اللہ پڑھے اس کے بعد اس کو الحمد للہ بھی کہنا چاہیے اس لئے کہ قرآن پاک میں فَادْعُوْهُ مُخْلِصِيْنَ لَهُ الدِّيْنَ کے بعد اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ وارد ہے۔ ملّا علی قاریؒ فرماتے ہیں اس میں ذرا بھی شک نہیں کہ تمام ذکروں میں افضل اور سب سے بڑھا ہوا ذکر کلمہ طیبہ ہے کہ یہی دین کی وہ بنیاد ہے جس پر سارے دین کی تعمیر ہے اور یہ وہ پاک کلمہ ہے کہ دین کی چکی اسی کے گرد گھومتی ہے۔ اسی وجہ سے صوفیہ اور عارفین اسی کلمہ کا اہتمام فرماتے ہیں اور سارے اذکار پر اس کو ترجیح دیتے ہیں اور اسی کی جتنی ممکن ہو کثرت کراتے ہیں کہ تجربہ سے اس میں جس قدر فوائد اور منافع معلوم ہوئے ہیں کسی دوسرے میں نہیں۔

سید علی بن میمون مغربیؒ کا واقعہ

چنانچہ سیّد علی بن میمونؒ مغربی کا قصہ مشہور ہے کہ جب شیخ علوان حمویؒ جو ایک متبحر عالم اور مفتی اور مدرس تھے سیّد صاحب کی خدمت میں حاضر ہوئے اور سیّد صاحب کی اُن پر خصوصی توجہ ہوئی تو اُن کو سارے مشاغل درس تدریس فتویٰ وغیرہ سے روک دیا اور سارا وقت ذکر میں مشغول کر دیا۔ عوام کا تو کام ہی اعتراض اور گالیاں دینا ہے۔ لوگوں نے بڑا شور مچایا کہ شیخ کے منافع سے دنیا کو محروم کر دیا اور شیخ کو ضائع کر دیا وغیرہ وغیرہ۔ کچھ دنوں بعد سیّد صاحب کو معلوم ہوا کہ شیخ کسی وقت کلام اللہ کی تلاوت کرتے ہیں' سیّد صاحب نے اس کو بھی منع کر دیا تو پھر تو پوچھنا ہی کیا' سیّد صاحبؒ پر زندیقی اور بددینی کا الزام لگنے لگا۔ لیکن چند ہی روز بعد شیخ پر ذکر کا اثر ہو گیا اور دل رنگ گیا تو سیّد صاحبؒ نے فرمایا کہ اب تلاوت شروع کردو۔ کلامِ پاک جو کھولا تو ہر ہر لفظ پر وہ وہ علوم و معارف کھلے کہ پوچھنا ہی کیا ہے۔ سیّد صاحب نے فرمایا کہ میں نے خدانخواستہ تلاوت کو منع نہیں کیا تھا بلکہ اس چیز کو پیدا کرنا چاہتا تھا۔

دنیا کا وجود اسی کلمہ سے قائم ہے

چونکہ یہ پاک کلمہ دین کی اصل ہے ایمان کی جڑ ہے اس لئے جتنی بھی اس کی کثرت کی جائے گی اتنی ہی ایمان کی جڑ مضبوط ہوگی ایمان کا مدار اسی کلمہ پر ہے بلکہ دنیا کے وجود کا مدار اسی کلمہ پر ہے۔ چنانچہ صحیح حدیث میں وارد ہے کہ قیامت اس وقت تک نہیں ہو سکتی جب تک لا الہ الا اللہ کہنے والا کوئی

زمین پر ہو۔ دوسری حدیثوں میں آیا ہے کہ جب تک کوئی بھی اللہ اللہ کہنے والا روئے زمین پر ہو قیامت نہیں ہوگی۔

کلمہ طیبہ سے بڑھ کر کوئی وظیفہ نہیں ہے

حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ ایک مرتبہ حضرت موسیٰ علیٰ نبینا وعلیہ الصلوٰۃ والسلام نے اللہ جل جلالہٗ کی پاک بارگاہ میں عرض کیا، کہ مجھے کوئی وردِ تعلیم فرمادیجئے جس سے آپ کو یاد کیا کروں اور آپ کو پکارا کروں۔ ارشاد خداوندی ہوا کہ لا الہ الا اللہ کہا کرو۔ انہوں نے عرض کیا اے پروردگار یہ تو ساری ہی دنیا کہتی ہے۔ ارشاد ہوا کہ لا الہ الا اللہ کہا کرو۔ عرض کیا میرے رب میں تو کوئی ایسی مخصوص چیز مانگتا ہوں جو مجھی کو عطا ہو ارشاد ہوا کہ

اگر ساتوں آسمان اور ساتوں زمینیں ایک پلڑے میں رکھ دی جائیں اور دوسری طرف لا الہ الا اللہ کو رکھ دیا جائے۔ تو لا الہ الا اللہ والا پلڑا جھک جائے گا۔

فائدہ: اللہ جل جلالہ عم نوالہ کی عادت شریفہ یہی ہے کہ جو چیز جس قدر ضرورت کی ہوتی ہے اُتنی ہی عام عطا کی جاتی ہے۔ ضروریات دنیویہ ہی میں دیکھ لیا جائے کہ سانس، پانی ہوا کیسی عام ضرورت کی چیزیں ہیں، اللہ جل شانہٗ نے ان کو کس قدر عام فرما رکھا ہے۔ البتہ یہ ضروری چیز ہے کہ اللہ کے یہاں وزن اخلاص کا ہے جس قدر اخلاص سے کوئی کام کیا جائے گا اتنا ہی وزنی ہوگا اور جسقدر اخلاص کی کمی اور بے دلی سے کیا جائیگا اتنا ہی ہلکا ہوگا۔ اخلاص پیدا کرنے کے لئے بھی جس قدر مفید اس کلمہ کی کثرت ہے اتنی کوئی دوسری چیز نہیں کہ اس کلمہ کا نام ہی جلاء القلوب (دلوں کی صفائی) ہے۔ اسی وجہ سے حضرات صوفیہ اس کا ورد کثرت سے بتاتے ہیں اور سینکڑوں نہیں بلکہ ہزاروں کی مقدار میں روزانہ کا معمول تجویز کرتے ہیں۔

ملاّ علی قاریؒ نے لکھا ہے کہ ایک مرید نے اپنے شیخ سے عرض کیا تھا کہ میں ذکر کرتا ہوں مگر دل غافل رہتا ہے انہوں نے فرمایا کہ ذکر برابر کرتے رہو اور اس پر اللہ کا شکر کرتے رہو کہ اس نے ایک عضو، یعنی زبان کو اپنی یاد کی توفیق عطا فرمائی اور اللہ سے دل کی توجہ کے لئے دُعا کرتے رہو۔ اس قسم کا واقعہ احیاء العلوم میں بھی ابوعثمان مغربیؒ کے متعلق نقل کیا گیا کہ ان سے کسی مرید نے شکایت کی تھی جس پر انہوں نے یہ جواب دیا تھا۔ درحقیقت بہترین نسخہ ہے۔ حق تعالیٰ شانہٗ کا کلام پاک میں ارشاد ہے کہ اگر تم شکر کرو گے تو میں اضافہ کروں گا۔ ایک حدیث میں وارد ہے کہ اللہ کا ذکر اس کی بڑی نعمت ہے اس کا شکر ادا کیا کرو کہ اللہ نے ذکر کی توفیق عطا فرمائی۔

دعا کیجئے

اے اللہ! ہمیں ایسا بنا دیجئے کہ ہم سب سے زیادہ آپ کا ذکر کرنے والے سب سے زیادہ آپ کو فرمانبرداری کرنے والے اور سب سے زیادہ آپ سے محبت کرنے والے بن جائیں۔ اے اللہ! ہمیں ایسا بنا دیجئے کہ ہم اپنے سارے دل کیساتھ آپ سے محبت کریں اور آپ کو راضی کرنے میں اپنی ساری کوششیں صرف کر دیں۔ اے اللہ! ہم آپ سے دین و دنیا اور اہل و عیال میں معافی اور اچھے انجام کا سوال کرتے ہیں۔ اے اللہ! ہمیں بخش دیجئے اور ہمارے گھروں میں وسعت اور رزق میں برکت عطا فرما دیجئے۔ وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی شفاعت کا سب سے زیادہ مستحق

عن ابی هریرة رضی الله عنه قال قلت یا رسول الله من اسعد الناس بشفا عتک یوم القیمة قال رسول الله صلی الله علیه وسلم لقد ظننت یا اباهریرة ان لا یسئلنی عن هذا الحدیث احد اوّل منک لما ر أیت من حرصک علی الحدیث اسعد الناس بشفاعتی یوم القیمة من قال لا اله الا الله خالصا من قلبه اونفسه. (رواه البخاری)

ترجمہ: حضرت ابوہریرہؓ نے ایک مرتبہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم سے دریافت کیا کہ آپ کی شفاعت کا سب سے زیادہ نفع اُٹھانے والا قیامت کے دن کون شخص ہوگا۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ مجھے احادیث پر تمہاری حرص دیکھ کر یہی گمان تھا کہ اس بات کو تم سے پہلے کوئی دوسرا شخص نہ پوچھے گا (پھر حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے سوال کا جواب ارشاد فرمایا) کہ سب سے زیادہ سعادت منداور نفع اٹھانے والا میری شفاعت کے ساتھ وہ شخص ہوگا جو دل کے خلوص کے ساتھ لا الہ الا اللہ کہے۔

تشریح: سعادت کہتے ہیں کہ آدمی کو خیر کی طرف پہنچانے کے لئے توفیق الٰہی کے شاملِ حال ہونے کو اب اخلاص سے کلمہ طیبہ پڑھنے والے کا سب سے زیادہ مستحقِ شفاعت ہونیکے دو مطلب ہوسکتے ہیں۔ ایک تو یہ کہ اس حدیث سے وہ شخص مراد ہے جو اخلاص سے مسلمان ہوا اور کوئی نیک عمل بجز کلمہ طیبہ پڑھنے کے اس کے پاس نہ ہو' اس صورت میں ظاہر ہے کہ سب سے زیادہ سعادت اس کو شفاعت ہی سے حاصل ہوسکتی ہے کہ اپنے پاس تو کوئی عمل نہیں ہے۔ اس مطلب کے موافق یہ حدیث ان احادیث کے قریب قریب ہوگی جن میں ارشاد ہے کہ میری شفاعت میری اُمت کے کبیرہ گناہ والوں کے لئے ہے کہ وہ اپنے اعمال کی وجہ سے جہنم میں ڈالے جائیں گے لیکن کلمہ طیبہ کی برکت سے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی شفاعت اُن کو نصیب ہوگی۔ دوسرا مطلب یہ ہے کہ اس کے مصداق وہ لوگ ہیں جو اخلاص سے اس کلمہ کا ورد رکھیں اور نیک اعمال ہوں۔ ان کے سب سے زیادہ سعادت مند ہونے کا مطلب یہ ہے کہ زیادہ نفع حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی شفاعت سے ان کو پہنچے گا کہ ترقی درجات کا سبب بنے گی۔ علامہ عینیؒ نے لکھا ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی شفاعت قیامت کے دن چھ طریقہ سے ہوگی۔ اوّل میدانِ حشر کی قید سے خلاصی کی ہوگی کہ حشر میں ساری مخلوق طرح طرح کے مصائب میں مبتلا پریشان حال یہ کہتی ہوئی ہوگی کہ ہم کو جہنم ہی میں ڈال دیا جائے مگر ان مصائب سے تو خلاصی ہو۔ اس وقت جلیل القدر انبیاء کی خدمت میں یکے بعد دیگرے حاضری ہوگی کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم ہی اللہ کے یہاں سفارش فرمائیں مگر کسی کو جرأت نہ ہوگی کہ سفارش فرماسکیں بالآخر حضور صلی اللہ علیہ وسلم شفاعت فرمائیں گے۔ یہ شفاعت تمام عالم تمام مخلوق جن وانس' مسلم کافر سب کے حق میں ہوگی اور سب ہی اس سے منتفع ہوں گے احادیث قیامت میں اس کا مفصّل قصہ مذکور ہے۔ دوسری شفاعت بعض کفّار کے حق میں تخفیفِ عذاب کی ہوگی۔ جیسا ابوطالب کے بارہ میں صحیح حدیث میں وارد ہوا ہے۔ تیسری شفاعت بعض مؤمنوں کو جہنم سے نکالنے کے بارہ میں ہوگی جو اس میں داخل ہوچکے ہیں۔ چوتھی شفاعت بعض مؤمن جو اپنی بداعمالیوں کی وجہ سے جہنم میں داخل ہونے کے مستحق ہوچکے ہیں ان کی جہنم سے معافی اور جہنم میں نہ داخل ہونے کے بارے میں ہوگی۔ پانچویں شفاعت بعض مؤمنین کے بغیر حساب کتاب جنت میں داخل ہونے میں ہوگی۔ اور چھٹی شفاعت مؤمنین کے درجات بلند ہونے میں ہوگی۔

وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ

4

کلمہ اخلاص کی برکت اور علامت

عن زیدبن ارقم رضی اللہ عنہ قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم من قال لا الہ الا اللہ مخلصا دخل الجنۃ قیل وما اخلاصھا قال ان تحجزہ عن محارم اللہ (رواہ الطبرانی فی الاوسط والکبیر)

ترجمہ: حضرت زیدؓ بن ارقم حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے نقل کرتے ہیں جو شخص اخلاص کے ساتھ لا الہ الا اللہ کہے وہ جنت میں داخل ہوگا کسی نے پوچھا کہ کلمہ کے اخلاص (کی علامت) کیا ہے آپ نے فرمایا کہ حرام کاموں سے اس کو روک دے۔

تشریح: اور یہ ظاہر ہے کہ جب حرام کاموں سے رُک جائے گا اور **لا الہ الا اللہ** کا قائل ہوگا تو اسکے سیدھا جنت میں جانے میں کیا تردّد ہے لیکن اگر حرام کاموں سے نہ بھی رُکے تب بھی اس کلمہ پاک کی یہ برکت تو بلا تردّد ہے کہ اپنی بداعمالیوں کی سزا بھگتنے کے بعد کسی نہ کسی وقت جنت میں ضرور داخل ہوگا البتہ اگر خدانخواستہ بداعمالیوں کی بدولت اسلام وایمان ہی سے محروم ہوجائے تو دوسری بات ہے۔

حضرت فقیہ ابواللیث سمرقندیؒ ''تنبیہ الغافلین'' میں لکھتے ہیں ہر شخص کے لئے ضروری ہے کہ کثرت سے **لا الہ الا اللہ** پڑھتا رہا کرے اور حق تعالیٰ شانہٗ سے ایمان کے باقی رہنے کی دعا بھی کرتا رہے اور اپنے کو گناہوں سے بچاتا رہے اس لئے کہ بہت سے لوگ ایسے ہیں کہ گناہوں کی نحوست سے آخر میں ان کا ایمان سلب ہوجاتا ہے۔ اور دنیا سے کفر کی حالت میں جاتے ہیں اس سے بڑھ کر اور کیا مصیبت ہوگی کہ ایک شخص کا نام ساری عمر مسلمانوں کی فہرست میں رہا ہو مگر قیامت میں وہ کافروں کی فہرست میں ہو یہ حقیقی حسرت اور کمال حسرت ہے۔ اس شخص پر افسوس نہیں ہوتا جو گرجا یا بُت خانہ میں ہمیشہ رہا ہو اور وہ کافروں کی فہرست میں آخر میں شمار کیا جائے۔ افسوس ہے اس پر جو مسجد میں رہا ہو اور کافروں میں شمار ہوجائے اور یہ بات گناہوں کی کثرت سے اور تنہائیوں میں حرام کاموں میں مبتلا ہونے سے پیدا ہوتی ہے۔ بہت سے لوگ ایسے ہوتے ہیں جن کے پاس دوسروں کا مال ہوتا ہے اور وہ یہ سمجھتے ہیں کہ یہ دوسروں کا ہے مگر دل کو سمجھاتے ہیں کہ میں کسی وقت اس کو واپس کردونگا اور صاحبِ حق سے معاف کرالونگا مگر اس کی نوبت نہیں آتی اور موت اس سے قبل آجاتی ہے۔ بہت سے لوگ ہیں کہ بیوی کو طلاق ہوجاتی ہے اور وہ اس کو سمجھتے ہیں مگر پھر بھی اس سے ہمبستری کرتے ہیں اور اسی حالت میں موت آجاتی ہے کہ توبہ کی بھی توفیق نہیں ہوتی ہے۔ ایسے ہی حالات میں آخر میں ایمان سلب ہوجاتا ہے **اللھم احفظنا منہ**۔

ایک نوجوان کا واقعہ

حدیث کی کتابوں میں ایک قصہ لکھا ہے کہ حضورؐ کے زمانہ میں ایک نوجوان کا انتقال ہونے لگا۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کیا گیا کہ اس سے کلمہ نہیں پڑھا جاتا۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لے گئے اور اس سے دریافت فرمایا کیا بات ہے۔ عرض کیا کہ یارسول اللہ ایک قفل سا دل پر لگا ہوا ہے تحقیق حالات سے معلوم ہوا کہ اس کی ماں اس سے ناراض ہے اور اس نے ماں کو ستایا ہے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ماں کو بُلایا اور

دریافت فرمایا کہ اگر کوئی شخص بہت سی آگ جلا کر اس تمہارے لڑکے کو اسمیں ڈالنے لگے تو تم سفارش کرو گی اس نے عرض کیا ہاں حضورؐ کروں گی تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ ایسا ہے۔ تو اس کا قصور معاف کردے۔ انہوں نے سب معاف کردیا۔ پھر اس سے کلمہ پڑھنے کو کہا گیا تو فوراً پڑھ لیا۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اللہ کا شکر ادا کیا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی وجہ سے انہوں نے آگ سے نجات پائی اس قسم کے سینکڑوں واقعات پیش آتے ہیں کہ ہم لوگ ایسے گناہوں میں مبتلا رہتے ہیں جن کی نحوست دین اور دنیا دونوں میں نقصان پہنچاتی ہے۔

لا الہ الا اللہ کو خلط ملط کرنا

صاحب احیاء نے لکھا ہے کہ ایک مرتبہ حضورؐ نے خطبہ پڑھا۔ جس میں ارشاد فرمایا کہ جو شخص لا الہ الا اللہ کو اس طرح سے کہے کہ خلط ملط نہ ہو تو اس کے لئے جنت واجب ہو جاتی ہے۔ حضرت علیؓ نے عرض کیا کہ حضورؐ اسکو واضح فرمادیں خلط ملط کا کیا مطلب ہے۔ ارشاد فرمایا کہ دنیا کی محبت اور اسکی طلب میں لگ جانا۔ بہت سے لوگ ایسے ہیں کہ انبیاء کی سی باتیں کرتے ہیں اور متکبر اور جابر لوگوں کے سے عمل کرتے ہیں اگر کوئی اس کلمہ کو اس طرح کہے کہ یہ کام نہ کرتا ہو تو جنت اس کے لئے واجب ہے۔

دعا کیجئے

اے اللہ! ہمیں اپنے ذکر کی توفیق عطا فرمائیے۔
اے اللہ! ہمیں اپنے حقیقی ذکر یعنی ہمہ وقت آپ کے احکامات کو پیش نظر رکھتے ہوئے زندگی بسر کرنے کی توفیق عطا فرمائیے۔
اے اللہ! ہمیں اپنی محبت نصیب فرمائیے اور مسنون اذکار و وظائف کو صبح و شام پڑھنے کی توفیق عطا فرمائیے۔
اے اللہ! ہمیں ایسا بنا دیجئے کہ ہم سب سے زیادہ آپ کا ذکر کرنے والے سب سے زیادہ آپ کو فرمانبرداری کرنے والے اور سب سے زیادہ آپ سے محبت کرنے والے بن جائیں۔
اے اللہ! ہمیں ایسا بنا دیجئے کہ ہم اپنے سارے دل کیساتھ آپ سے محبت کریں اور آپ کو راضی کرنے میں اپنی ساری کوششیں صرف کردیں۔
اے اللہ! ہم آپ سے دین و دنیا اور اہل و عیال میں معافی اور اچھے انجام کا سوال کرتے ہیں۔
اے اللہ! ہمیں بخش دیجئے اور ہمارے گھروں میں وسعت اور رزق میں برکت عطا فرما دیجئے۔

وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ

کلمہ اخلاص کی برکت اور علامت

عن زیدبن ارقم رضی اللہ عنہ قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم من قال لا الہ الا اللہ مخلصا دخل الجنۃ قیل وما اخلاصھا قال ان تحجزہ عن محارم اللہ (رواہ الطبرانی فی الاوسط والکبیر)

ترجمہ: حضرت زیدؓ بن ارقم حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے نقل کرتے ہیں جو شخص اخلاص کے ساتھ لا الہ الا اللہ کہے وہ جنت میں داخل ہوگا کسی نے پوچھا کہ کلمہ کے اخلاص (کی علامت) کیا ہے آپ نے فرمایا کہ حرام کاموں سے اس کو روک دے۔

کلمہ لا الہ الا اللہ سیدھا عرش تک پہنچتا ہے

حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ کوئی بندہ ایسا نہیں کہ لا الہ الا اللہ کہے اور اس کے لئے آسمانوں کے دروازے نہ کھل جائیں جہاں تک کہ یہ کلمہ سیدھا عرش تک پہنچتا ہے بشرطیکہ کبیرہ گناہوں سے بچتا رہے۔

کتنی بڑی فضیلت ہے اور قبولیت کی انتہا ہے کہ یہ کلمہ براہِ راست عرش معلّٰی تک پہنچتا ہے اور یہ ابھی معلوم ہو چکا ہے کہ اگر کبیرہ گناہوں کے ساتھ بھی کہا جائے تو نفع سے اس وقت بھی خالی نہیں۔

ملا علی قاریؒ فرماتے ہیں کہ کبائر سے بچنے کی شرط قبول کی جلدی اور آسمان کے سب دروازے کھلنے کے اعتبار سے ہے ورنہ ثواب اور قبول سے کبائر کیساتھ بھی خالی نہیں۔ بعض علماء نے اس حدیث کا یہ مطلب بیان فرمایا ہے کہ ایسے شخص کے واسطے مرنے کے بعد اُس کی رُوح کے اعزاز میں آسمان کے سب دروازے کھُل جائیں گے۔ ایک حدیث میں آیا ہے دو کلمے ایسے ہیں کہ اُن میں سے ایک کے لئے عرش سے نیچے کوئی منتہا نہیں۔ دوسرا آسمان اور زمین کو (اپنے نور یا اپنے اجر سے) بھر دے۔ ایک لا الہ الا اللہ دوسرا اللہ اکبر۔

کلمہ لا الہ الا اللہ پر جنت و مغفرت کی بشارت

حضرت شدادؓ فرماتے ہیں اور حضرت عبادہؓ اس واقعہ کی تصدیق کرتے ہیں کہ ایک مرتبہ ہم لوگ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر تھے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے دریافت فرمایا۔ کوئی اجنبی (غیر مسلم) تو مجمع میں نہیں۔ ہم نے عرض کیا کوئی نہیں ارشاد فرمایا کواڑ بند کر دو۔ اس کے بعد ارشاد فرمایا ہاتھ اٹھاؤ اور کہو لا الہ الا اللہ ہم نے تھوڑی دیر ہاتھ اٹھائے رکھے (اور کلمہ طیبہ پڑھا) پھر فرمایا الحمد للہ اے اللہ تُو نے مجھے یہ کلمہ دے کر بھیجا ہے اور اس کلمہ پر جنت کا وعدہ کیا ہے اور تُو وعدہ خلاف نہیں ہے اس کے بعد حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ہم سے فرمایا کہ خوش ہو جاؤ اللہ نے تمہاری مغفرت فرما دی۔

غالباً اجنبی کو اس لئے دریافت فرمایا تھا اور اسی لئے کواڑ بند کرائے تھے کہ ان لوگوں کے کلمہ طیبہ پڑھنے پر تو حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کو مغفرت کی بشارت کی امید ہوگی اوروں کے متعلق یہ اُمید نہ ہو۔ صوفیہ نے اس حدیث سے مشائخ کا اپنے مرید بن کی جماعت کو ذکر تلقین کرنے پر استدلال کیا ہے۔ چنانچہ جامع الاصول میں لکھا ہے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا صحابہؓ کو جماعۃً اور منفرداً ذکر تلقین کرنا ثابت ہے۔ جماعت کو تلقین کرنے میں اس حدیث کو پیش کیا ہے۔ اس صورت میں کواڑوں کا بند کرنا مُستفیدین کی توجہ کے تام کرنے کی غرض سے ہوا اور اسی وجہ سے اجنبی کو دریافت فرمایا کہ غیر کا مجمع میں ہونا حضورؐ پر تشتت کا

سبب اگر چہ نہ ہو لیکن مستفیدین کے تشتت کا احتمال تو تھا ہی

ایمان کی تجدید

حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے کہ اپنے ایمان کی تجدید کرتے رہا کرو یعنی تازہ کرتے رہا کرو۔ صحابہؓ نے عرض کیا یا رسول اللہ ایمان کی تجدید کس طرح کریں؟ ارشاد فرمایا کہ لا الہ الا اللہ کو کثرت سے پڑھتے رہا کرو۔

ایمان کے پرانا ہونے کا مطلب

ایک روایت میں حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد وارد ہوا ہے کہ ایمان پُرانا ہو جاتا ہے۔ جیسا کہ کپڑا پُرانا ہو جاتا ہے اسلئے اللہ جل شانہٗ سے ایمان کی تجدید مانگتے رہا کرو۔ پُرانے ہو جانیکا مطلب یہ ہے کہ معاصی سے قوتِ ایمانیہ اور نورِ ایمان جاتا رہتا ہے چنانچہ ایک حدیث میں آیا ہے کہ جب بندہ کوئی گناہ کرتا ہے تو ایک سیاہ نشان (دھبّہ) اس کے دل میں ہو جاتا ہے اگر وہ سچی توبہ کر لیتا ہے تو وہ نشان دُھل جاتا ہے ورنہ جما رہتا ہے اور پھر جب دوسرا گناہ کرتا ہے تو دوسرا نشان ہو جاتا ہے اسی طرح سے آخر دل بالکل کالا ہو جاتا ہے اور زنگ آلود ہو جاتا ہے جس کو حق تعالیٰ شانہٗ نے سورہ تطفیف میں ارشاد فرمایا ہے كَلَّا بَلْ رَانَ عَلَىٰ قُلُوبِهِم مَّا كَانُوا يَكْسِبُونَ اس کے بعد اس کے دل کی حالت ایسی ہو جاتی ہے کہ حق بات اسمیں اثر اور سرایت ہی نہیں کرتی۔ ایک حدیث میں آیا ہے کہ چار چیزیں آدمی کے دل کو برباد کر دیتی ہیں۔ ۱۔ احمقوں سے مقابلہ ۲۔ گناہوں کی کثرت ۳۔ عورتوں کے ساتھ کثرتِ اختلاط اور ۴۔ مردہ لوگوں کے پاس کثرت سے بیٹھنا۔ کسی نے پُوچھا مردوں سے کیا مراد ہے فرمایا ہر وہ مال دار جس کے اندر مال نے اکڑ پیدا کر دی ہو۔

موت سے پہلے لا الہ الا اللہ کا کثرت سے اقرار کرلو

حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ لا الہ الا اللہ کا اقرار کثرت سے کرتے رہا کرو۔ قبل اس کے کہ ایسا وقت آئے کہ تم اس کلمہ کو نہ کہہ سکو۔

یعنی موت حائل ہو جائے کہ اس کے بعد کسی عمل کا بھی وقت نہیں رہتا۔ زندگی کا زمانہ بہت ہی تھوڑا سا ہے اور یہ ہی عمل کرنے کا اور تخم بولینے کا وقت ہے اور مرنے کے بعد کا زمانہ بہت ہی وسیع ہے اور وہاں وہی مل سکتا ہے جو یہاں بو دیا گیا۔

دعا کیجئے

اے اللہ! ہمیں اپنے ذکر کی توفیق عطا فرمائیے۔

اے اللہ! ہمیں ایسا بنا دیجئے کہ ہم اپنے سارے دل کیساتھ آپ سے محبت کریں اور آپ کو راضی کرنے میں اپنی ساری کوششیں صرف کر دیں۔

اے اللہ! ہم آپ سے دین و دنیا اور اہل و عیال میں معافی اور اچھے انجام کا سوال کرتے ہیں۔

اے اللہ! ہمیں بخش دیجئے اور ہمارے گھروں میں وسعت اور رزق میں برکت عطا فرما دیجئے۔

وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ

جو دل سے لا الہ الا اللہ پڑھے اس پر جہنم حرام ہو جاتی ہے

عن عمرو رضی الله عنه قال سمعت رسول الله صلی الله علیه وسلم یقول انی لا علم کلمة لا یقولها عبدحقا من قلبه فیموت علی ذلک الا حرم علی النار لا اله الا الله. (رواه الحاکم)

ترجمہ: حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ میں ایک ایسا کلمہ جانتا ہوں کہ کوئی بندہ ایسا نہیں ہے کہ دل سے حق سمجھ کر اس کو پڑھے اور اسی حال میں مرجائے مگر وہ جہنم پر حرام ہو جائے وہ کلمہ لا الہ الا اللہ ہے۔

تشریح: بہت سی روایات میں یہ مضمون وارد ہوا ہے ان سب سے اگر یہ مراد ہے کہ وہ مسلمان ہی اس وقت ہوا ہے تب تو کوئی اشکال ہی نہیں کہ اسلام لانے کے بعد کفر کے گناہ بالاتفاق معاف ہیں اور اگر یہ مراد ہے کہ پہلے سے مسلمان تھا اور اخلاص کے ساتھ اس کلمہ کو کہہ کر مرا ہے تب بھی کیا بعید ہے کہ حق تعالیٰ شانہٗ اپنے لطف سے سارے ہی گناہ معاف فرمادیں۔ حق تعالیٰ شانہٗ کا تو خود ہی ارشاد ہے کہ شرک کے علاوہ سارے ہی گناہ جس کے چاہیں گے معاف فرمادیں گے۔ ملّا علی قاریؒ نے بعض علماء سے یہ بھی نقل کیا ہے کہ یہ اور اس قسم کی احادیث اس کے اعتبار سے ہیں جب تک دوسرے احکام نازل نہیں ہوئے تھے۔ بعض علماء نے فرمایا ہے کہ اس سے مراد اس کلمہ کو اس کے حق کی ادائیگی کے ساتھ کہنا۔ حضرت بصری وغیرہ حضرات کی بھی یہی رائے ہے۔ امام بخاری کی تحقیق یہ ہے کہ ندامت کے ساتھ اس کلمہ کو کہا ہو کہ یہی حقیقت توبہ کی ہے اور پھر اسی حال پر انتقال ہوا ہو۔ ملا علی قاریؒ کی تحقیق یہ ہے کہ اس سے ہمیشہ جہنم میں رہنے کی حرمت مراد ہے۔ ان سب کے علاوہ ایک کھلی ہوئی بات اور بھی ہے وہ یہ کہ کسی چیز کا کوئی خاص اثر ہونا اس کے منافی نہیں کہ کسی عارض کیوجہ سے وہ اثر نہ کر سکے۔ سقمونیا کا اثر اسہال ہے لیکن اگر اس کے بعد کوئی سخت قابض چیز کھالی جائے تو یقیناً سقمونیا کا اثر نہ ہوگا لیکن اس کا مطلب یہ نہیں کہ اس دوا کا وہ اثر نہیں رہا بلکہ اس عارض کی وجہ سے اس شخص پر اثر نہ ہوسکا۔

جنت کی چابی

حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ لا الہ الا اللہ کا اقرار کرنا جنت کی کنجیاں ہیں۔

فائدہ: کنجیاں اس لحاظ سے فرمایا کہ ہر دروازہ کی اور ہر جنت کی کنجی یہ ہی کلمہ ہے اسلئے ساری کنجیاں یہی کلمہ ہوا' یا اس لحاظ سے کہ یہ کلمہ بھی دو جزو لئے ہوئے ہے ایک لا الہ الا اللہ کا اقرار دوسرے محمد رسول اللہ کا اقرار' اس لئے دو ہوگئے کہ دونوں کے مجموعہ سے کھل سکتا ہے اور بھی ان روایات میں جہاں جہاں جنت کے دخول یا جہنم کے حرام ہونے کا ذکر ہے اُس سے مراد پورا ہی کلمہ ہے۔ ایک حدیث میں وارد ہے کہ جنت کی قیمت لا اله الا الله ہے۔

برائیوں کو نیکیوں میں بدلنے والا کلمہ

حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ جو بھی بندہ کسی وقت بھی دن میں یا رات میں لا الہ الا اللہ کہتا ہے تو اعمال نامہ میں سے برائیاں مٹ جاتی ہیں' اور ان کی جگہ نیکیاں لکھی جاتی ہیں۔

فائدہ: ہر معنی کے اعتبار سے گناہوں کا اس حدیث میں اعمالنامہ سے مٹانا تو معلوم ہوتا ہی ہے البتہ اخلاص ہونا ضروری ہے اور کثرت سے اللہ کا پاک نام لینا اور کلمہ طیبہ کا کثرت سے پڑھنا خود بھی اخلاص پیدا کرنیوالا ہے اسی لئے اس پاک کلمہ کا نام اخلاص ہے۔

کلمہ طیبہ پڑھنے والے کی مغفرت

حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ عرش کے سامنے نور کا ستون ہے جب کوئی شخص لا الہ الا اللہ کہتا ہے تو وہ ستون ہلنے لگتا ہے۔ اللہ کا ارشاد ہوتا ہے کہ ٹھیر جا۔ وہ عرض کرتا ہے۔ کیسے ٹھہروں حالانکہ کلمہ طیبہ پڑھنے والے کی ابھی تک مغفرت نہیں ہوئی ارشاد ہوتا ہے کہ اچھا میں نے اس کی مغفرت کر دی تو وہ ستون ٹھہر جاتا ہے۔

فائدہ: محدثین حضراتؒ کو اس روایت میں کلام ہے لیکن علامہ سیوطیؒ نے لکھا ہے کہ یہ روایت کئی طریقوں سے مختلف الفاظ سے نقل کی گئی ہے بعض روایتوں میں اس کے ساتھ اللہ جل شانہٗ کا یہ بھی ارشاد وارد ہوا ہے کہ میں نے کلمہ طیبہ اس شخص کی زبان پر اسی لئے جاری کرادیا تھا کہ اس کی مغفرت کروں۔ کس قدر لطف و کرم ہے اللہ کا کہ خود ہی توفیق عطا فرماتے ہیں اور پھر خود ہی اُس لطف کی تکمیل میں مغفرت فرماتے ہیں۔

ایک باندی کا واقعہ: حضرت عطاؒ کا قصہ مشہور ہے کہ وہ ایک مرتبہ بازار تشریف لے گئے۔ وہاں ایک دیوانی باندی فروخت ہو رہی تھی اُنہوں نے خرید لی۔ جب رات کا کچھ حصہ گذرا تو وہ دیوانی اٹھی اور وضو کر کے نماز شروع کر دی اور نماز میں اس کی حالت یہ تھی کہ آنسوؤں سے دم گھٹا جا رہا تھا۔ اس کے بعد اُس نے کہا اے میرے معبود آپ کو مجھ سے محبت رکھنے کی قسم مجھ پر رحم فرما دیجئے۔ عطاؒ نے یہ سُن کر فرمایا کہ لونڈی یوں کہہ اے اللہ مجھے آپ سے محبت رکھنے کی قسم۔ یہ سنکر اس کو غصہ آیا اور کہنے لگی اُس کے حق کی قسم اگر اس کو مجھ سے محبت نہ ہوتی تو تمہیں یوں میٹھی نیند نہ سلاتا اور مجھے یوں کھڑا نہ کرتا۔ اس کے بعد اُس نے یہ اشعار پڑھے۔

الکرب مجتمع والقلب محترق
والصبر مفترق والدمع مستبق
کیف القرار علی من لا قرار له
مما جناه الھوی والشوق والفلق
یا رب ان کان شیء فیه لی فرج
فامنن علی به مادام بی رمق

ترجمہ: بے چینی جمع ہو رہی ہے اور دل جل رہا ہے اور صبر جُدا ہو گیا اور آنسو بہ رہے ہیں۔ اس کو کس طرح قرار آ سکتا ہے جس کو عشق و شوق اور بے چینی کے حملوں کی وجہ سے ذرا بھی سکون نہیں۔ اے اللہ اگر کوئی چیز ایسی ہو سکتی ہے جس میں غم سے نجات ہو تو زندگی میں اُس کو عطا فرما کر مجھ پر احسان فرما۔ اس کے بعد اُس نے کہا۔ اے اللہ میرا اور آپ کا معاملہ اب راز میں نہیں رہا مجھے اٹھا لیجئے یہ کہہ کر ایک چیخ ماری اور مر گئی۔ اس قسم کے اور بھی بہت سے واقعات ہیں اور کھلی ہوئی بات ہے کہ توفیق جب تک شاملِ حال نہ ہو کیا ہو سکتا ہے۔ وَمَا تَشَآءُوْنَ اِلَّآ اَنْ يَّشَآءَ اللّٰهُ رَبُّ الْعٰلَمِيْنَ ۝ (اور تم بدون خدائے رب العالمین کے چاہے۔ کچھ نہیں چاہ سکتے ہو)۔

دعا کیجئے

اے اللہ! ہمیں اپنے حقیقی ذکر یعنی ہمہ وقت آپ کے احکامات کو پیش نظر رکھتے ہوئے زندگی بسر کرنے کی توفیق عطا فرمائیے۔

اے اللہ! ہمیں اپنی محبت نصیب فرمائیے اور مسنون اذکار و وظائف کو صبح و شام پڑھنے کی توفیق عطا فرمائیے۔

اے اللہ! ہمیں ایسا بنا دیجئے کہ ہم سب سے زیادہ آپ کا ذکر کرنے والے سب سے زیادہ آپ کو فرمانبرداری کرنے والے اور سب سے زیادہ آپ سے محبت کرنے والے بن جائیں۔ وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ

قبر وحشر کے عذاب سے نجات

عن ابن عمر رضی الله عنه قال قال رسول الله صلی الله علیه وسلم لیس علی اهل لا اله الا الله وحشة فی قبورهم ولا منشرهم وکانی انظر الی اهل لا اله الا الله وهم ینفضون التراب عن رؤسهم ویقولون الحمد لله الذی اذهب عنا الحزن وفی روایة لیس علی اهل لا اله الا الله وحشة عندا لموت ولا عند القبر. (رواه الطبرانی)

ترجمہ: حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ لا الہ الا اللہ والوں پر نہ قبروں میں وحشت ہے نہ میدانِ حشر میں اس وقت گویا وہ منظر میرے سامنے ہے کہ جب وہ اپنے سروں سے مٹی جھاڑتے ہوئے (قبروں سے) اُٹھیں گے اور کہیں گے تمام تعریف میں اللہ کے لئے ہے جس نے ہم سے (ہمیشہ کے لئے) رنج وغم دُور کر دیا۔ دوسری حدیث میں ہے کہ لا الہ الا اللہ والوں پر نہ موت کیوقت وحشت ہوگی نہ قبر کے وقت۔

لا الہ الا اللہ والوں سے اللہ تعالیٰ کا معاملہ

تشریح: حضرت ابن عباسؓ فرماتے ہیں کہ ایک مرتبہ حضرت جبرئیل علیہ السلام حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس تشریف لائے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نہایت غمگین تھے۔ حضرت جبرئیل علیہ السلام نے عرض کیا کہ اللہ جل جلالہٗ نے آپ کو سلام فرمایا ہے اور ارشاد فرمایا کہ آپ کو رنجیدہ اور غمگین دیکھ رہا ہوں یہ کیا بات ہے (حالانکہ حق تعالیٰ شانہٗ دلوں کے بھید جاننے والے ہیں لیکن اکرام واعزاز اور اظہار شرافت کیواسطے اس قسم کے سوال کرائے جاتے تھے) حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ جبرئیل مجھے اپنے اُمت کا فکر بہت بڑھ رہا ہے کہ قیامت میں ان کا کیا حال ہوگا۔ حضرت جبرئیل علیہ السلام نے دریافت کیا کہ کفار کے بارے میں یا مسلمانوں کے بارہ میں۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ مسلمانوں کے بارے میں فکر ہے۔ حضرت جبرئیل نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو ساتھ لیا اور ایک مقبرہ پر تشریف لے گئے جہاں قبیلہ بنوسلمہ کے لوگ دفن تھے۔ حضرت جبرئیلؑ نے ایک قبر پر ایک پر مارا اور ارشاد فرمایا کہ قم باذن الله (اللہ کے حکم سے کھڑا ہو جا) اُس قبر سے ایک نہایت حسین خوبصورت چہرہ والا اٹھا وہ کہہ رہا تھا۔ لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰهِ اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ حضرت جبرئیلؑ نے ارشاد فرمایا کہ اپنی جگہ لوٹ جا وہ چلا گیا۔ پھر دوسری قبر پر دوسرا پَر مارا اور ارشاد فرمایا کہ اللہ کے حکم سے کھڑا ہو جا۔ اس میں سے ایک شخص نہایت بدصورت کالا مُنہ کیری آنکھوں والا کھڑا ہوا۔ وہ کہہ رہا تھا ہائے افسوس ہائے شرمندگی ہائے مصیبت۔ پھر حضرت جبرئیلؑ نے فرمایا اپنی جگہ لوٹ جا۔ اس کے بعد حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کیا کہ جس حالت پر یہ لوگ مرتے ہیں۔ اُسی حالت پر اُٹھیں گے۔ حدیث بالا میں لا اله الا الله والوں سے بظاہر لوگ مراد ہیں جن کو اس کلمہ پاک کیساتھ خصوصی لگاؤ، خصوصی مناسبت، خصوصی اشتغال ہو اس لئے کہ دُودھ والا جوتوں والا، موتی والا، برف والا وہی شخص کہلاتا ہے جس کے ہاں ان چیزوں کی خصوصی بکری، اور خصوصی ذخیرہ موجود ہو۔ اس لئے لا اله الا الله والوں کے ساتھ اس معاملہ میں کوئی اشکال نہیں۔ قرآن

پاک میں سورۂ فاطر میں اس اُمت کے تین طبقے بیان فرمائے ہیں۔ ایک طبقہ سابق بالخیرات کا بیان فرمایا جن کے متعلق حدیث میں آیا ہے کہ وہ بے حساب جنت میں داخل ہونگے۔

اعمال کے ترازو میں کلمہ شہادت کا وزن

حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ حق تعالیٰ شانہٗ قیامت کے دن میری اُمت میں سے ایک شخص کو منتخب فرما کر تمام دنیا کے سامنے بلائیں گے اور اس کے سامنے ننانوے دفتر اعمال کے کھولیں گے ہر دفتر اتنا بڑا ہوگا کہ منتہائے نظر تک (یعنی جہاں تک نگاہ جاسکے وہاں تک) پھیلا ہوا ہوگا۔ اسکے بعد اس سے سوال کیا جائیگا کہ ان اعمالناموں میں سے تو کسی چیز کا انکار کرتا ہے۔ کیا میرے ان فرشتوں نے جو اعمال لکھنے پر متعین تھے تجھ پر کچھ ظلم کیا ہے (کہ کوئی گناہ بغیر کئے ہوئے لکھ لیا ہو یا کرنے سے زیادہ لکھ لیا ہو) وہ عرض کرے گا نہیں (نہ انکار کی گنجائش ہے نہ فرشتوں نے ظلم کیا) پھر ارشاد ہوگا کہ تیرے پاس ان بداعمالیوں کا کوئی عذر ہے وہ عرض کرے گا کوئی عذر بھی نہیں۔ ارشاد ہوگا اچھا تیری ایک نیکی ہمارے پاس ہے آج تجھ پر کوئی ظلم نہیں ہے پھر ایک کاغذ کا پُرزہ نکالا جائیگا جس میں اَشْهَدُ اَنْ لَّا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَاَشْهَدُ اَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُهٗ وَرَسُوْلُهٗ لکھا ہوا ہوگا ارشاد ہوگا کہ جا اسکو تلوا لے وہ عرض کریگا کہ اتنے دفتروں کے مقابلہ میں یہ پُرزہ کیا کام دیگا ارشاد ہوگا کہ آج تجھ پر ظلم نہیں ہوگا پھر اُن سب دفتروں کو ایک پلڑے میں رکھ دیا جاویگا اور دوسری جانب وہ پرزہ ہوگا تو دفتروں والا پلڑا اُڑنے لگے گا اُس پرزہ کے وزن کے مقابلہ میں۔ پس بات یہ ہے کہ اللہ کے نام سے کوئی چیز وزنی نہیں۔

کسی مسلمان کو حقیر نہ سمجھو لیکن نہی عن المنکر بھی نہ چھوڑو

حدیث شریف میں ایک قصہ آتا ہے کہ بنی اسرائیل میں دو آدمی تھے ایک عابد تھا اور دوسرا گنہگار۔ وہ عابد اس گنہگار کو ہمیشہ ٹوکا کرتا تھا وہ کہہ دیتا کہ مجھے میرے خدا پر چھوڑ۔ ایک دن اس عابد نے غصہ میں آکر کہہ دیا کہ خدا کی قسم تیری مغفرت کبھی نہیں ہوگی۔ حق تعالیٰ شانہٗ نے عالمِ ارواح میں دونوں کو جمع فرمایا اور گنہگار کو اس لئے کہ وہ رحمت کا اُمیدوار تھا معاف فرمایا اور عابد کو اس قسم کھانے کی پاداش میں عذاب کا حکم فرمادیا اور اس میں کیا شک ہے کہ یہ قسم نہایت سخت تھی۔ خود حق تعالیٰ شانہٗ تو ارشاد فرمائیں

اِنَّ اللّٰهَ لَا يَغْفِرُ اَنْ يُّشْرَكَ بِهٖ وَيَغْفِرُ مَا دُوْنَ ذٰلِكَ لِمَنْ يَّشَآءُ

(حق تعالیٰ شانہٗ کفر و شرک کی مغفرت نہیں فرماویں گے اس کے علاوہ ہر گناہ کی جس کے لئے چاہیں گے مغفرت فرماویں گے) تو کسی کو کیا حق ہے یہ کہنے کا کہ فلاں کی مغفرت نہیں ہوسکتی لیکن اس کا مطلب یہ بھی نہیں ہے کہ معاصی پر گناہوں پر ناجائز باتوں پر گرفت نہ کی جائے ٹوکا نہ جائے۔ قرآن و حدیث میں سینکڑوں جگہ اس کا حکم ہے نہ ٹوکنے پر وعید ہے۔ احادیث میں بکثرت آیا ہے کہ جو لوگ کسی کو گناہ کرتے دیکھیں اور اس کو روکنے پر قادر ہوں اور نہ روکیں تو وہ خود اس کی سزا میں مبتلا ہوں گے عذاب میں شریک ہوں گے یہاں ایک ضروری چیز یہ بھی قابل لحاظ ہے کہ جہاں دینداروں کا گنہگاروں کو قطعی جہنمی سمجھ لینا مہلک ہے وہاں جہلا کا ہر شخص کو مقتدا اور بڑا بنالینا خواہ کتنے ہی کفریات بکے' سم قاتل اور نہایت مہلک ہے۔ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ جو شخص کسی بدعتی کی تعظیم کرتا ہے وہ اسلام کے منہدم کرنے پر اعانت کرتا ہے۔ بہت سی احادیث میں آیا ہے کہ آخر زمانہ میں دجال' مکار' کذّاب پیدا ہوں گے جو ایسی احادیث تم کو سُنادیں گے جو تم نے نہ سُنی ہوں گی۔ ایسا نہ ہو کہ وہ تم کو گمراہ کریں اور فتنہ میں ڈال دیں۔

وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ

کلمہ طیبہ کے اقرار کرنے کی فضیلت

عن ابن عباس رضی الله عنه قال قال رسول الله صلی الله علیه وسلم والذی نفسی بیده لوجئی بالسموات والارض ومن فیهن وما بینهن وما تحتهن فوضعن فی کفة المیزان ووضعت شهادة ان لا اله الا الله فی الکفة الاخری لرجحت بهن. (اخرجه الطبرانی)

ترجمہ: حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ اس پاک ذات کی قسم جس کے قبضہ میں میری جان ہے اگر تمام آسمان وزمین اور جو لوگ اُن کے درمیان میں ہیں وہ سب اور جو چیزیں اُن کے درمیان میں ہیں وہ سب کچھ اور جو کچھ ان کے نیچے ہے وہ سب کا سب ایک پلڑے میں رکھ دیا جائے اور لا الہ الا اللہ کا اقرار دوسری جانب ہو تو وہی تول میں بڑھ جائیگا۔

تشریح: اس قسم کا مضمون بہت سی مختلف روایتوں میں ذکر کیا گیا ہے۔ اس میں شک نہیں کہ اللہ کے پاک نام کی برابر کوئی بھی چیز نہیں۔ بدقسمتی اور محرومی ہے ان لوگوں کی جو اس کو ہلکا سمجھتے ہیں۔ البتہ اس میں وزن اخلاص سے پیدا ہوتا ہے جس قدر اخلاص ہوگا اتنا ہی وزنی یہ پاک نام ہوسکتا ہے اسی اخلاص کے پیدا کرنے کے واسطے مشائخ صوفیہ کی جوتیاں سیدھی کرنا پڑتی ہیں۔ ایک حدیث میں اس ارشاد نبویؐ سے پہلے ایک اور مضمون مذکور ہے وہ یہ کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ ارشاد فرمایا کہ میت کو لا الہ الا اللہ تلقین کیا کرو جو شخص مرتے وقت اس پاک کلمہ کو کہتا ہے اس کے لئے جنت واجب ہوجاتی ہے۔ صحابہؓ نے عرض کیا یارسول اللہ اگر کوئی تندرستی ہی میں کہے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا پھر تو اور بھی زیادہ جنت کو واجب کرنے والا ہے۔ اس کے بعد یہ قسمیہ مضمون بھی ارشاد فرمایا جو اُوپر ذکر کیا گیا۔

انبیاء کرام علیہم السلام کی بعثت اسی کلمہ کیلئے ہوئی

حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں ایک مرتبہ کافر حاضر ہوئے اور پوچھا کہ اے محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) تم اللہ کے ساتھ کسی دوسرے معبود کو نہیں جانتے (نہیں مانتے) حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا لا الہ الا اللہ (نہیں کوئی معبود اللہ کے سوا) اسی کلمہ کے ساتھ میں مبعوث ہوا ہوں اور اس کی طرف لوگوں کو بلاتا ہوں اُسی بارہ میں آیت قُلْ اَیُّ شَیْءٍ اَکْبَرُ شَهَادَةً نازل ہوئی۔

حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ اسی کلمہ کے ساتھ میں مبعوث ہوا ہوں یعنی نبی بنا کر بھیجا گیا ہوں اور اسی کلمہ کی طرف لوگوں کو بلاتا ہوں۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشاد کا مطلب یہ نہیں کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی اس میں خصوصیت ہے بلکہ سارے ہی نبی اسی کلمہ کیساتھ نبی بنا کر بھیجے گئے اور سب ہی انبیاءؑ نے اسی کلمہ کی طرف دعوت دی ہے۔ حضرت آدم علیٰ نبینا وعلیہ الصلوٰۃ والسلام سے لے کر ختم الانبیاء فخر رُسل صلی اللہ علیہ وسلم تک کوئی بھی نبی ایسا نہیں ہے جو اس مبارک کلمہ کی دعوت نہ دیتا ہو۔ کس قدر بابرکت اور مہتم بالشان کلمہ ہے کہ سارے انبیاء اور سارے سچے مذہب اسی پاک کلمہ کی طرف بُلانے والے اور اسی کے شائع کرنے والے رہے۔ آخر کوئی بات تو ہے کہ اس سے کوئی بھی سچا مذہب خالی نہیں اسی کلمہ کی تصدیق میں قرآن پاک کی آیت قُلْ اَیُّ شَیْءٍ اَکْبَرُ شَهَادَةً (سورہ انعام ع ۲) نازل ہوئی جس میں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی تصدیق میں حق تعالیٰ شانہٗ کی گواہی کا ذکر ہے۔ ایک حدیث میں وارد ہے کہ جب بندہ لا الہ الا اللہ کہتا ہے تو حق تعالیٰ شانہٗ اس کی تصدیق فرماتے ہیں اور ارشاد فرماتے

ہیں میرے بندہ نے سچ کہا ہے میرے سوا کوئی معبود نہیں۔

امت محمدیہ کے اعمال بھاری ہونے کا سبب

حضرت عیسیٰ علی نبینا وعلیہ الصلوٰۃ والسلام فرماتے ہیں کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی امت کے اعمال (حشر کی ترازو میں اسلئے) سب سے زیادہ بھاری ہیں کہ ان کی زبانیں ایک ایسے کلمے کیساتھ مانوس ہیں جو اُن سے پہلی اُمتوں پر بھاری تھا۔ وہ کلمہ لا الہ الا اللہ ہے۔

امت محمدیہ میں کلمہ طیبہ کے ورد کی کثرت

فائدہ: یہ ایک کھلی ہوئی بات ہے کہ امت محمدیہ علی صاحبہا اُلف الف صلوٰۃ وتحیۃ کے درمیان کلمہ طیبہ کا جتنا زور اور کثرت ہے کسی اُمت میں بھی اتنی کثرت نہیں ہے۔ مشائخ سلوک کی لاکھوں نہیں کروڑوں کی مقدار ہے اور پھر ہر شیخ کے کم وبیش سینکڑوں مرید اور تقریباً سب ہی کے یہاں کلمہ طیبہ کا ورد ہزاروں کی مقدار میں روزانہ کے معمولات میں داخل ہے۔ جامع الاصول میں لکھا ہے کہ لفظ اللہ کا ذکر ورد کے طور پر کم از کم پانچ ہزار کی مقدار ہے اور زیادہ کے لئے کوئی حد نہیں اور صوفیہ کے لئے کم از کم پچیس ہزار روزانہ اور لا الہ الا اللہ کی مقدار کے متعلق لکھا ہے کہ کم از کم پانچ ہزار روزانہ ہو۔ یہ مقداریں مشائخ سلوک کی تجویز کے موافق کم وبیش ہوتی رہتی ہیں۔ میرا مقصود حضرت عیسیٰ علی نبینا وعلیہ الصلوٰۃ والسلام کی تائید میں مشائخ کا انداز بیان کرنا ہے کہ ایک ایک شخص کے لئے روزانہ کی مقداریں کم از کم یہ بتائی گئی ہیں۔

حضرت شاہ ولی اللہ صاحبؒ نے "قولِ جمیل" میں اپنے والد سے نقل کیا ہے کہ میں ابتدائے سلوک میں ایک سانس میں لا الہ الا اللہ دوسو مرتبہ کہا کرتا تھا۔

شیخ ابویزید قرطبیؒ فرماتے ہیں میں نے یہ سُنا کہ جو شخص ستر ہزار مرتبہ لا الہ الا اللہ پڑھے اسکو دوزخ کی آگ سے نجات ملے۔ میں نے یہ خبر سنکر ایک نصاب یعنی ستر ہزار کی تعداد اپنی بیوی کیلئے بھی پڑھا اور کئی نصاب خود اپنے لئے پڑھ کر ذخیرۂ آخرت بنایا۔ ہمارے پاس ایک نوجوان رہتا تھا جس کے متعلق یہ مشہور تھا کہ یہ صاحب کشف ہے۔ جنت دوزخ کا بھی اسکو کشف ہوتا ہے۔ مجھے اسکی صحت میں کچھ تردد تھا۔ ایک مرتبہ وہ نوجوان ہمارے ساتھ کھانے میں شریک تھا کہ دفعۃً اُس نے ایک چیخ ماری اور سانس پھولنے لگا اور کہا کہ میری ماں دوزخ میں جل رہی ہے اس کی حالت مجھے نظر آئی قرطبیؒ کہتے ہیں کہ میں اس کی گھبراہٹ دیکھ رہا تھا۔ مجھے خیال آیا کہ ایک نصاب اس کی ماں کو بخش دوں جس سے اس کی سچائی کا بھی مجھے تجربہ ہوجائیگا۔ چنانچہ میں نے ایک نصاب ستر ہزار کا اُن نصابوں میں سے جو اپنے لیے پڑھے تھے اس کی ماں کو بخش دیا۔ میں نے اپنے دل میں چپکے ہی سے بخشا تھا اور میرے اس پڑھنے کی خبر بھی اللہ کے سوا کسی کو نہ تھی مگر وہ نوجوان فوراً کہنے لگا کہ چچا میری ماں دوزخ کے عذاب سے ہٹادی گئی۔ قرطبیؒ کہتے ہیں کہ مجھے اس قصہ سے دو فائدے ہوئے۔ ایک تو اس برکت کا جو ستر ہزار کی مقدار پر میں نے سنی تھی اس کا تجربہ ہوا دوسرے اس نوجوان کی سچائی کا یقین ہوگیا۔

یہ ایک واقعہ ہے اس قسم کے نہ معلوم کتنے واقعات اس اُمت کے افراد میں پائے جاتے ہیں۔ صوفیہ کی اصطلاح میں ایک معمولی چیز پاسِ انفاس ہے یعنی اس کی مشق کہ کوئی سانس اللہ کے ذکر کے بغیر نہ اندر جائے نہ باہر آئے۔ اُمت محمدیہ کے کروڑوں افراد ایسے ہیں جن کو اسکی مشق حاصل ہے تو پھر کیا تردد ہے حضرت عیسیٰ علی نبینا وعلیہ الصلوٰۃ والسلام کے اس ارشاد میں کہ ان کی زبانیں اس کلمہ لا الہ الا اللہ کے ساتھ مانوس اور ہوگئیں۔

دعا کیجئے: اللہ پاک ہمیں بھی کلمہ طیبہ کے فوائد وثمرات عطا فرمائیں وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ

جنت کے دروازہ پر لکھی ہوئی عبارت

عن ابن عباس رضی اللّٰه عنه ان رسول الله صلی الله علیه وسلم قال مکتوب علی باب الجنة اننی انا الله لا اله الا انا لا اعذب من قالها. (اخرجه ابوالشیخ کذافی الدر)

ترجمہ: حضوراقدس صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ جنت کے دروازہ پر یہ لکھا ہوا ہے۔(اِنَّنِیْٓ اَنَا اللّٰهُ لَآ اِلٰهَ اِلَّآ اَنَا لَآ اُعَذِّبُ مَنْ قَالَهَا) میں ہی اللہ ہوں میرے سوا کوئی معبود نہیں جو شخص اس (کلمہ) کو کہتا رہے گا۔ میں اسکو عذاب نہیں کرونگا۔

تشریح: گناہوں پر عذاب کا ہونا دوسری احادیث میں بکثرت آیا ہے اس لئے اس سے اگر دائمی عذاب مراد ہو تو کوئی اشکال نہیں لیکن کوئی خوش قسمت ایسے اخلاص سے اس جملہ کا ورد رکھنے والا ہو کہ باوجود گناہوں کے اس کو بالکل عذاب نہ کیا جائے یہ بھی رحمتِ خداوندی سے بعید نہیں ہے۔

عذاب سے حفاظت

حضوراقدس صلی اللہ علیہ وسلم حضرت جبرئیل علیہ السلام سے نقل کرتے ہیں کہ اللہ جل جلالہٗ کا ارشاد ہے کہ میں ہی اللہ ہوں میرے سوا کوئی معبود نہیں لہٰذا میری ہی عبادت کیا کرو جو شخص تم میں سے اخلاص کے ساتھ لا الہ الا اللہ کی گواہی دیتا ہوا آوے گا۔ وہ میرے قلعہ میں داخل ہو جائیگا اور جو میرے قلعہ میں داخل ہوگا وہ میرے عذاب سے مامون ہوگا۔

فائدہ: اگر یہ بھی کبائر سے بچنے کے ساتھ مشروط ہو جیسا کہ حدیث نمبر ۵ میں گذر چکا تب تو کوئی اشکال ہی نہیں اور اگر کبائر کے باوجود یہ کلمہ کہے تو پھر قواعد کے موافق تو عذاب سے مراد دائمی عذاب ہے ہاں اللہ جل شانہٗ کی رحمت قواعد کی پابند نہیں۔ قرآن پاک کا صاف ارشاد ہے کہ اللہ جل شانہٗ شرک کو معاف نہیں فرمائیں گے اس کے علاوہ جس کو چاہیں گے معاف کردیں گے۔ چنانچہ ایک حدیث میں ہے کہ حق تعالیٰ شانہٗ اسی شخص کو عذاب کرتے ہیں جو اللہ پر تمرد (ہیکڑی) کرے اور لا الہ الا اللہ کہنے سے انکار کرے۔ ایک حدیث میں آیا ہے کہ لا الہ الا اللہ حق تعالیٰ شانہٗ کے غصہ کو دُور کرتا رہتا ہے جب تک کہ دنیا کو دین پر ترجیح نہ دینے لگیں اور جب دنیا کو دین پر ترجیح دینے لگیں اور لا الہ الا اللہ کہتے رہیں تو حق تعالیٰ شانہٗ فرماتے ہیں کہ تُم اپنے دعوئ میں سچے نہیں ہو۔

افضل ذکر اور افضل استغفار

حضوراقدس صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ تمام ذکروں میں افضل لا الہ الا اللہ ہے اور تمام دعاؤں میں افضل استغفار ہے پھر اس کی تائید میں سورہ محمد کی آیت فَاعْلَمْ اَنَّهٗ لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ تلاوت فرمائی۔

اس فصل کی سب سے پہلی حدیث میں بھی یہ مضمون گذر چکا ہے کہ لا اله الا الله سب اذکار سے افضل ہے جسکی وجہ صوفیہ نے یہ لکھی ہے کہ دل کے پاک ہونے میں اس ذکر کو خاص مناسبت ہے اس کی برکت سے دل ساری ہی گندگیوں سے پاک ہو جاتا ہے اور جب اس کیساتھ استغفار بھی شامل ہو جائے تو پھر کیا ہی کہنا۔ ایک حدیث میں وارد ہے کہ حضرت یونسؑ کو جب مچھلی نے کھالیا تھا تو اس کے پیٹ میں ان کی یہ دعا تھی لَآ اِلٰهَ اِلَّآ اَنْتَ سُبْحٰنَكَ اِنِّیْ كُنْتُ مِنَ الظّٰلِمِیْنَ جو شخص بھی ان الفاظ سے دُعا مانگے گا وہ ضرور قبول ہوگی۔ اس فصل کی سب سے پہلی حدیث میں بھی یہ مضمون گذرا ہے کہ سب سے افضل اور بہترین ذکر لا اله الا الله ہے لیکن وہاں سب سے افضل دعا الحمدللہ ارشاد ہوا تھا اور یہاں استغفار وارد ہے۔ اس قسم کا اختلاف حالات کے اعتبار

سے بھی ہوتا ہے ایک متقی پرہیزگار ہے اس کے لئے الحمد للہ سب سے افضل ہے۔ ایک گناہ گار ہے وہ توبہ واستغفار کا بہت محتاج ہے اس کے حق میں استغفار سب سے اہم ہے۔ اس کے علاوہ افضلیت بھی مختلف وجوہ سے ہوتی ہے منافع کے حاصل کرنے کے واسطے اللہ کی حمد وثنا سب سے زیادہ نافع ہے اور مضرتیں اور تنگیاں دُور کرنے کے لئے استغفار سب سے زیادہ مفید ہے۔ ان کے علاوہ اور بھی وجوہ اس قسم کے اختلاف کی ہوتی ہے۔

شیطان اور انسان کی ہلاکت کا سامان

حضرت ابوبکر صدیقؓ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم سے نقل کرتے ہیں کہ لا الہ الا اللہ اور استغفار کو بہت کثرت سے پڑھا کرو۔ شیطان کہتا ہے کہ میں نے لوگوں کو گناہوں سے ہلاک کیا اور انہوں نے مجھے لا الہ الا اللہ اور استغفار سے ہلاک کردیا۔ جب میں نے دیکھا (کہ یہ تو کچھ بھی نہ ہوا) تو میں نے ان کو ہوائے نفس (یعنی بدعات) سے ہلاک کیا اور وہ اپنے کو ہدایت پر سمجھتے رہے۔

لا الہ الا اللہ اور استغفار سے ہلاک کرنے کا مطلب یہ ہے کہ شیطان کا منتہائے مقصد دل پر اپنا زہر چڑھانا ہے جس کا ذکر باب اوّل فصل دوم کے نمبر ۱۴ پر گذر چکا اور یہ زہر جب ہی چڑھتا جب دل اللہ کے ذکر سے خالی ہو ورنہ شیطان کی ذلت کیساتھ دل سے واپس ہونا پڑتا ہے اور اللہ کا ذکر دلوں کی صفائی کا ذریعہ ہے۔ چنانچہ مشکوٰۃ میں حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم سے نقل کیا ہے کہ ہر چیز کیلئے ایک صفائی ہوتی ہے دلوں کی صفائی اللہ کا ذکر ہے۔ اسی طرح استغفار کے بارہ میں کثرت سے احادیث میں یہ وارد ہوا ہے کہ دلوں کے مَیل اور زنگ کو دوُر کرنے والا ہے۔ ابوعلی دقاقؒ کہتے ہیں کہ جب بندہ اخلاص سے لا الہ کہتا ہے تو ایک دم دِل صاف ہوجاتا ہے (جیسا آئینہ پر بھیگا ہوا کپڑا پھیرا جائے) پھر وہ الا اللہ کہتا ہے تو صاف دل پر اُس کا نور ظاہر ہوتا ہے۔ ایسی صورت میں ظاہر ہے کہ شیطان کی ساری ہی کوشش بے کار ہوگئی اور ساری محنت رائیگاں گئی۔ ہوائے نفس سے ہلاک کرنے کا مطلب یہ ہے کہ ناحق کو حق سمجھنے لگے اور جو دل میں آجائے اسی کو دین اور مذہب بنالے۔ قرآن شریف میں کئی جگہ اس کی مذمت وارد ہوئی ہے۔ ایک جگہ ارشاد ہے

اَفَرَءَیْتَ مَنِ اتَّخَذَ اِلٰهَهٗ هَوٰىهُ وَاَضَلَّهُ اللّٰهُ عَلٰى عِلْمٍ وَّخَتَمَ عَلٰى سَمْعِهٖ وَقَلْبِهٖ وَجَعَلَ عَلٰى بَصَرِهٖ غِشٰوَةً ؕ فَمَنْ یَّهْدِیْهِ مِنْۢ بَعْدِ اللّٰهِ ؕ اَفَلَا تَذَكَّرُوْنَ (سورۂ جاثیہ رکوع ۳)

(کیا آپ نے اس شخص کی حالت بھی دیکھی جس نے اپنا خدا اپنی خواہش نفس کو بنا رکھا ہے اور خدا تعالیٰ نے اسکو باوجود سمجھ بُوجھ کے گمراہ کردیا ہے اور اس کے کان اور دل پر مہر لگادی اور آنکھ پر پردہ ڈالدیا (کہ حق بات کو نہ سُنتا ہے نہ دیکھتا ہے نہ دل میں اُترتی ہے) پس اللہ کے (گمراہ کردینے کے) بعد کون ہدایت کرسکتا ہے پھر بھی تم نہیں سمجھتے) دوسری جگہ ارشاد ہے وَمَنْ اَضَلُّ مِمَّنِ اتَّبَعَ هَوٰىهُ بِغَیْرِ هُدًى مِّنَ اللّٰهِ ؕ اِنَّ اللّٰهَ لَا یَهْدِی الْقَوْمَ الظّٰلِمِیْنَ (سورۂ قصص رکوع ۵)

(ایسے شخص سے زیادہ گمراہ کون ہوگا جو اپنی نفسانی خواہش پر چلتا ہو بغیر اس کے کہ کوئی دلیل اللہ کی طرف سے (اُس کے پاس) ہو اللہ تعالیٰ ایسے ظالموں کو ہدایت نہیں کرتا) اور بھی متعدد جگہ اس قسم کا مضمون وارد ہوا یہ شیطان کا بہت ہی سخت حملہ ہے کہ وہ غیر دین کو دین کے لباس میں سمجھاوے اور آدمی اس کو دین سمجھ کر کرتا رہے اور اُس پر ثواب کا اُمیدوار بنا رہے۔ اور جب وہ اس کو عبادت اور دین سمجھ کر کر رہا ہے تو اس سے توبہ کیونکر کرسکتا ہے۔ اگر کوئی شخص زنا کاری، چوری وغیرہ گناہوں میں مبتلا ہو تو کسی نہ کسی وقت توبہ اور چھوڑ دینے کی اُمید ہے، لیکن جب کسی ناجائز کام کو وہ عبادت سمجھتا ہے تو اس سے توبہ کیوں کرے اور کیوں اس کو چھوڑے بلکہ دن بدن اس میں ترقی کرے گا۔ یہی مطلب ہے شیطان کے اس کہنے کا کہ میں نے گناہوں میں مبتلا کیا لیکن ذکر اذکار توبہ استغفار سے وہ مجھے

دق کرتے رہے تو میں نے ایسے جال میں پھانس دیا کہ اس سے نکل ہی نہیں سکتے۔اس لئے دین کے ہر کام میں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اور صحابہ کرام کے طریقہ کو اپنا رہبر بنانا بہت ہی ضروری امر ہے اور کسی ایسے طریقہ کو اختیار کرنا جو خلافِ سنت ہو۔نیکی برباد گناہ لازم ہے۔ امام غزالیؒ نے حسن بصریؒ سے بھی نقل کیا ہے وہ فرماتے ہیں۔ہمیں یہ روایت پہنچی کہ شیطان کہتا ہے کہ میں نے اُمتِ محمدیہ کے سامنے گناہوں کو زیب وزینت کے ساتھ پیش کیا مگر ان کے استغفار نے میری کمر توڑ دی تو میں نے ایسے گناہ ان کے پاس پیش کئے جن کو وہ گناہ ہی نہیں سمجھتے کہ اُن سے استغفار کریں اور وہ اَہواء یعنی بدعات ہیں کہ وہ ان کو دین سمجھ کر کرتے ہیں۔وہبؒ بن منبّہ کہتے ہیں کہ اللہ سے ڈر تو شیطان کو مجمعوں میں لعنت کرتا ہے اور چپکے سے اس کی اطاعت کرتا ہے اور اس سے دوستی کرتا ہے۔بعض صوفیہ سے منقول ہے کہ کس قدر تعجب کی بات ہے کہ حق تعالیٰ شانہٗ جیسے محسن کے احسانات معلوم ہونیکے بعد اور اُن کے اقرار کے بعد اس کی نافرمانی کی جائے اور شیطان کی دشمنی کے باوجود اس کی عیاری اور سرکشی معلوم ہونے کے باوجود اس کی اطاعت کی جائے۔

دعا کیجئے: اے اللہ! ہمیں ایسا بنا دیجئے کہ ہم اپنے سارے دل کیساتھ آپ سے محبت کریں اور آپ کو راضی کرنے میں اپنی ساری کوششیں صرف کردیں۔ وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ

تعلق مع اللہ کی حقیقت

عارف باللہ حضرت ڈاکٹر عبدالحیٔ عارفی قدس سرہٗ نے فرمایا:...... تعلق مع اللہ کیا چیز ہے اور کیسے حاصل ہوگا؟ تعلق مع اللہ کا ذریعہ تعلق مع الخلق ہے' پہلے مخلوق کے ہو جاؤ پھر خالق کے' اللہ تعالیٰ نے اپنے تعلق کے تمام آداب مخلوق کے ساتھ رکھے ہیں۔اللہ تعالیٰ مخلوق کے لئے خالق ہیں' رب ہیں۔ارحم الراحمین ہیں' کارساز ہیں۔تمام صفتیں مخلوق سے وابستہ ہیں۔مخلوق کا حق ادا کرو۔تعلق مع اللہ خود بخود حاصل ہوگا۔ایک مرتبہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے اللہ تعالیٰ سے عرض کیا کہ آپ کس دن اپنا جلوہ دکھائیں گے؟ میں آپ کا منتظر ہوں۔

کبھی اے حقیقت منتظر نظر آلباس مجاز میں! کہ ہزاروں سجدے تڑپ رہے ہیں مری جبینِ نیاز میں

اللہ تعالیٰ نے فرمایا آئیں گے'وعدہ کرلیا'اب حضرت عیسیٰ منتظر ہیں کہ اللہ میاں کب جلوہ نمائی فرماتے ہیں۔کچھ عرصہ گزر گیا عرض کیا یااللہ' میں تو بہت منتظر ہوں'اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہاں' میں تو آیا تھا مگر تم نے التفات ہی نہیں کیا تم سے ایک سائل نے سوال کیا تھا مگر تم نے اس کو رد کردیا' وہ ہم ہی تو تھے اور تمہارے پڑوس میں ایک شخص بیمار تھا تو عیادت کو نہیں گئے' تم ہماری عیادت کو نہیں آئے کیونکہ وہ ہم ہی تھے تو معلوم ہوا کہ ان کے جلوے مخلوق میں نظر آتے ہیں۔عالم خلق میں صفاتِ الٰہیہ کا ظہور ہے۔جب تک صفات سے آشنا نہ ہوں گے ذات سے آشنا نہیں ہوسکتے اور ان تک نہیں پہنچ سکتے۔عالم خلق میں صفات کا ظہور اس طرح سے ہے کہ کہیں وہ تواب رحیم ہے' کہیں صفتِ خالقیت' کہیں ربوبیت ہے' کہیں گنہگاروں کے لئے ستاریت اور غفاریت کا پرتو ہے تو جو شخص صفات سے آشنا ہوجاتا ہے وہ حقیقت میں ذات سے آشنا ہوجاتا ہے۔

صفات میں بڑی کشش ہے۔حسن اگر ذات میں ہے تو صفات میں بھی ہے۔حسن ایک چیز ہے جو اگر ذات سے تعلق رکھتا ہے تو صفات میں اس کے جلوے ہیں۔سورج میں اگر روشنی ہے تو اس کے مظاہر بھی ہیں۔ان میں بھی روشنی آئے گی۔اللہ تعالیٰ حسین وجمیل ہیں تو ان کے جمال کے بھی مظاہر ہیں۔اب اللہ تعالیٰ کی صفات کیسے معلوم ہوں گی؟ وہ اس طرح سے کہ اپنی ذات پر انعام الٰہیہ کو دیکھو کہ کس طرح حیرت انگیز طور پر ہم پر انعامات کی بارش ہورہی ہے۔

توحید ورسالت پر مرنے والا جنت میں داخل ہوگا

عن معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم لا یموت عبد یشھد ان لا الہ الا اللہ وانی رسول اللہ یرجع ذلک الی قلب موقن الا دخل الجنۃ وفی روایۃ الا غفر اللہ لہ. (اخرجہ احمد)

ترجمہ: حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے۔ کہ جو شخص بھی اس حال میں مرے کہ لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ کی پکے دل سے شہادت دیتا ہو ضرور جنت میں داخل ہوگا۔ دوسری حدیث میں ہے کہ ضرور اُس کی اللہ تعالیٰ مغفرت فرمادیں گے۔

تشریح: حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم سے صحیح حدیث میں یہ بھی نقل کیا گیا کہ خوشخبری سنو اور دوسروں کو بھی بشارت سُنا دو کہ جو شخص سچے دل سے **لا الہ الا اللہ** کا اقرار کرے وہ جنت میں داخل ہوگا۔ اللہ جل جلالہٗ کے یہاں اخلاص کی قدر ہے اور اخلاص کے ساتھ تھوڑا سا عمل بھی بہت زیادہ اجر وثواب رکھتا ہے۔ دنیا کے دکھاوے کے واسطے لوگوں کے خوش کرنے کیواسطے کوئی کام کیا جاوے وہ تو اُن کی سرکار میں بے کار ہے بلکہ کرنیوالے کے لئے وَبال ہے لیکن اخلاص کے ساتھ تھوڑا سا عمل بھی بہت کچھ رنگ لاتا ہے۔ اسلئے اخلاص سے جو شخص کلمہ شہادت پڑھے اس کی ضرور مغفرت ہوگی وہ ضرور جنت میں داخل ہوکر رہے گا اس میں ذرا بھی تردّد نہیں۔ یہ ممکن ہے کہ وہ اپنے گناہوں کی وجہ سے کچھ دنوں سزا بھگت کر داخل ہو لیکن ضروری نہیں، کسی مخلص کا اخلاص مالک الملک کو پسند ہو اس کی کوئی خدمت ہی پسند آجائے تو وہ سارے ہی گناہوں کو معاف فرما سکتے ہیں۔ ایسی کریم ذات پر ہم نہ مرمٹیں کتنی سخت محرومی ہے، بہرحال ان احادیث میں کلمہ طیبہ کے پڑھنے والے کیلئے بہت کچھ وعدے ہیں جن میں دونوں احتمال ہیں۔ قواعد کے موافق گناہوں کی سزا کے بعد معافی اور کرم لطف احسان اور مراحم خسروانہ میں بلا عذاب معافی۔

یحییٰ بن اکثمؒ کا واقعہ

یحییٰ بن اکثمؒ ایک محدث ہیں۔ جب اُن کا انتقال ہوا تو ایک شخص نے ان کو خواب میں دیکھا۔ اُن سے پوچھا۔ کیا گذری۔ فرمانے لگے کہ میری پیشی ہوئی۔ مجھ سے فرمایا۔ او گنہگار بوڑھے! تو نے فلاں کام کیا فلاں کیا میرے گناہ گنوائے گئے اور کہا گیا کہ تُو نے ایسے ایسے کام کئے۔ میں نے عرض کیا یا اللہ مجھے آپ کی طرف سے یہ حدیث نہیں پہنچی۔ فرمایا اور کیا حدیث پہنچی۔ عرض کیا۔ مجھ سے عبدالرزاقؒ نے کہا اُن سے معمرؒ نے کہا اُن سے زہریؒ نے کہا اُن سے عروہؒ نے کہا اُن سے حضرت عائشہؓ نے کہا اُن سے حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا اُن سے حضرت جبرئیلؑ نے عرض کیا اُن سے آپ نے فرمایا کہ جو شخص اسلام میں بوڑھا ہو اور میں اسکو اس کے اعمال کی وجہ سے) عذاب دینے کا ارادہ بھی کروں لیکن اس کے بُڑھاپے سے شرما کر معاف کردیتا ہوں اور یہ آپ کو معلوم ہے کہ میں بوڑھا ہوں۔ ارشاد ہوا کہ عبدالرزاقؒ نے سچ کہا اور معمرؒ نے بھی سچ کہا زہریؒ نے بھی سچ کہا عروہؒ نے بھی سچ نقل کیا عائشہؓ نے بھی سچ کہا اور نبیؐ نے بھی سچ کہا اور جبرئیلؑ نے بھی سچ کہا اور میں نے بھی سچّی بات کہی۔ یحییٰ رحمہ اللہ کہتے ہیں کہ اس کے بعد مجھے جنت میں داخلہ کا ارشاد فرمادیا۔

بغیر حجاب کے اللہ تعالیٰ کو پہنچانے والی چیز

حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ ہر عمل کے لئے اللہ کے یہاں پہنچنے کیلئے درمیان میں حجاب ہوتا ہے مگر لا الہ الا اللہ اور باپ کی دُعا بیٹے کیلئے ان دونوں کیلئے کوئی حجاب نہیں۔

پردہ نہ ہونے کا یہ مطلب ہے کہ ان چیزوں کے قبول ہونے میں ذرا سی بھی دیر نہیں لگتی اور اُمور کے درمیان میں قبول تک اور بھی واسطے حائل ہوتے ہیں لیکن یہ چیزیں براہِ راست بارگاہِ الٰہی تک فوراً پہنچتی ہیں۔

ایک بادشاہ کا واقعہ: ایک کافر بادشاہ کا قصّہ لکھا ہے کہ نہایت متشدد متعصب تھا اتفاق سے مسلمانوں کی ایک لڑائی میں گرفتار ہوگیا چونکہ مسلمانوں کو اس سے تکلیفیں بہت پہنچی تھی اس لئے انتقام کا جوش ان میں بھی بہت تھا اس کو ایک دیگ میں ڈال کر آگ پر رکھ دیا۔ اُس نے اوّل اپنے بتوں کو پکارنا شروع کیا اور مدد چاہی، جب کچھ بن نہ پڑا تو وہیں مسلمان ہوا اور لا الہ الا اللہ کا ورد شروع کیا، لگا تار پڑھ رہا تھا اور ایسی حالت میں جس خلوص اور جوش سے پڑھا جاسکتا ہے ظاہر ہے۔ فوراً اللہ تعالیٰ شانہٗ کی طرف سے مدد ہوئی اور اس زور سے بارش ہوئی کہ وہ ساری آگ بھی بجھ گئی، اور دیگ ٹھنڈی ہوگئی۔ اس کے بعد زور سے آندھی چلی جس سے وہ دیگ اُڑی اور دُور کسی شہر میں جہاں سب ہی کافر تھے جا کر گری۔ یہ شخص لگا تار کلمہ طیبہ پڑھ رہا تھا۔ لوگ اُس کے گرد جمع ہوگئے اور اعجوبہ دیکھ کر متحیّر تھے اس سے حال دریافت کیا اس نے اپنی سرگذشت سنائی جس سے وہ لوگ بھی مسلمان ہوگئے۔

اللہ کی رضا کیلئے کلمہ پڑھنے والے پر جہنم حرام ہے

حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے نہیں آئے گا کوئی شخص قیامت کے دن کہ لا الہ الا اللہ کو اس طرح سے کہتا ہو کہ اللہ کی رضا کے سوا کوئی مقصود نہ ہو مگر جہنم اس پر حرام ہوگی۔

فائدہ: جو شخص اخلاص کے ساتھ کلمہ طیبہ کا ورد کرتا رہا ہو اُس پر جہنم کی آگ حرام ہونا ظاہری قواعد کے موافق تو مقید ہے کبائر گناہ ہونے کیساتھ یا جہنم کے حرام ہونے سے اُسمیں ہمیشہ کا رہنا حرام ہے۔ لیکن اللہ جل شانہٗ اس پاک کلمہ کو اخلاص سے پڑھنے والے کو باوجود گناہوں کے بالکل ہی جہنم سے معاف فرما دیں تو کون روکنے والا ہے۔ احادیث میں ایسے بندوں کا بھی ذکر آتا ہے کہ قیامت کے دن حق تعالیٰ شانہٗ بعض لوگوں کو فرمائیں گے تو نے فلاں گناہ کیا فلاں کیا۔ اس طرح جب بہت سے گناہ گنوائے جاچکیں گے اور وہ سمجھے گا کہ میں ہلاک ہوگیا اور اقرار کے بغیر چارۂ کار نہ ہوگا تو ارشاد ہوگا کہ ہم نے دنیا میں تیری ستاری کی آج بھی ستاری کرتے ہیں تجھے معاف کردیا۔ اس نوع کے بہت سے واقعات احادیث میں موجود ہیں۔ اس لئے اُن ذاکرین کے لئے بھی اس قسم کا معاملہ ہو تو بعید نہیں ہے۔ اللہ کے پاک نام میں بڑی برکت اور بہبودی ہے اس لئے جتنی بھی کثرت ہوسکے دریغ نہ کرنا چاہیے۔ کیا ہی خوش نصیب ہیں وہ مبارک ہستیاں جنہوں نے اس پاک کلمہ کی برکات کو سمجھا اور اسکے ورد میں عمریں ختم کردیں۔

دعا کیجئے

اے اللہ! ہمیں ایسا بنا دیجئے کہ ہم اپنے سارے دل کیساتھ آپ سے محبت کریں اور آپ کو راضی کرنے میں اپنی ساری کوششیں صرف کردیں۔ اے اللہ! ہمیں ایسا بنا دیجئے کہ ہم سب سے زیادہ آپ کا ذکر کرنے والے سب سے زیادہ آپ کو فرمانبرداری کرنے والے اور سب سے زیادہ آپ سے محبت کرنے والے بن جائیں۔

وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ

موت کی تکلیف سے محفوظ رکھنے والا کلمہ

عن یحییٰ بن طلحة رضی الله عنه بن عبدالله قال روی طلحة حرینا فقیل له مالک قال انی سمعت رسول الله صلی الله علیه وسلم یقول انی لا علم کلمة لا یقولها عبد عند موته الا نفس الله عنه کریته واشرق لونه ورأی ما یسره وما منعنی ان اسأله عنها الا القدرة علیه حتی مات فقال عمر رضی الله عنه انی لا علمها قال فماهی قال لا نعلم کلمة هی اعظم من کلمة امربها عمه لا اله الا الله قال فهی والله هی. (اخرجه البیهقی)

ترجمہ: حضرت طلحہؓ کو لوگوں نے دیکھا کہ نہایت غمگین بیٹھے ہیں۔ کسی نے پوچھا کیا بات ہے فرمایا میں نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے یہ سُنا تھا کہ مجھے ایک کلمہ معلوم ہے کہ جو شخص مرتے وقت اس کو کہے تو موت کی تکلیف اس سے ہٹ جائے اور رنگ چمکنے لگے اور خوشی کا منظر دیکھے مگر مجھے حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم سے اس کلمہ کے پُوچھنے کی قدرت نہ ہوئی (اسکا رنج ہورہا ہے) حضرت عمرؓ نے فرمایا مجھے معلوم ہے طلحہؓ (خوش ہوکر) کہنے لگے کیا ہے۔ حضرت عمرؓ نے فرمایا ہمیں معلوم ہے کہ کوئی کلمہ اس سے بڑھا ہوا نہیں ہے جس کو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے چچا (ابوطالب) پر پیش کیا تھا اور وہ یہ ہے لا الہ الا اللہ فرمایا واللہ یہی ہے' واللہ یہی ہے۔

پانچ اندھیرے اور پانچ چراغ

تشریح: کلمہ طیبہ کا سراسر نور و سرور ہونا بہت سی روایات سے معلوم و مفہوم ہوتا ہے۔ حافظ ابن حجرؒ نے منبہات میں حضرت ابوبکر صدیقؓ سے نقل کیا ہے کہ اندھیرے پانچ ہیں اور پانچ ہی ان کیلئے چراغ ہیں۔ دنیا کی محبت اندھیرا ہے جس کا چراغ تقویٰ ہے اور گناہ اندھیرا ہے جس کا چراغ توبہ ہے اور قبر اندھیرا ہے جس کا چراغ لا اله الا الله محمد رسول الله ہے اور آخرت اندھیرا ہے جس کا چراغ نیک عمل ہے اور پُل صراط اندھیرا ہے جس کا چراغ یقین ہے۔ رابعہ عدویہؒ مشہور ولیّہ ہیں۔ رات بھر نماز میں مشغول رہتیں صبح صادق کے بعد تھوڑی دیر سورہتیں اور جب صبح کا چاندنا اچھی طرح ہوجاتا تو گھبرا اٹھتیں اور نفس کو ملامت کرتیں کہ کب تک سوتا رہیگا عنقریب قبر کا زمانہ آنیوالا ہے جس میں صور پھونکنے تک سونا ہی ہوگا۔ جب انتقال کا وقت قریب ہوا تو ایک خادمہ کو وصیّت فرمائی کہ یہ ادنیٰ گدڑی جس کو وہ تہجد کے وقت پہنا کرتی تھیں اس میں مجھے کفن دے دینا اور کسی کو میرے مرنے کی خبر نہ کرنا۔ چنانچہ حسب وصیت تجہیز و تکفین کردی گئی۔ بعد میں اُس خادمہ نے خواب میں دیکھا کہ وہ نہایت عُمدہ لباس پہنے ہوئے ہیں اُس نے دریافت کیا کہ وہ آپ کی گدڑی کیا ہوئی جس میں کفن دیا گیا تھا فرمایا کہ لپیٹ کر میرے اعمال کے ساتھ رکھ دی گئی۔ انہوں نے درخواست کی کہ مجھے کوئی نصیحت فرمائیں کہا کہ اللہ کا ذکر جتنا بھی کرسکو کرتی رہو کہ اس کی وجہ سے تم قبر میں قابلِ رشک بن جاؤ گی۔

کلمہ نجات:

حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم (روحی فداہ) کے وصال کیوقت صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اجمعین کو اس قدر سخت صدمہ تھا کہ بہت سے مختلف طور کے وساوس میں مبتلا ہوگئے تھے۔ حضرت

5 عثمانؓ فرماتے ہیں کہ میں بھی ان ہی لوگوں میں تھا جو وساوس میں گھرے ہوئے تھے حضرت عمرؓ میرے پاس تشریف لائے مجھے سلام کیا مگر مجھے مطلق پتہ نہ چلا انہوں نے حضرت ابوبکرؓ سے شکایت کی (عثمانؓ بھی بظاہر خفا ہیں کہ میں نے سلام کیا انہوں نے جواب بھی نہ دیا) اسکے بعد دونوں حضرات اکٹھے تشریف لائے اور سلام کیا اور حضرت ابوبکرؓ نے دریافت فرمایا کہ تم نے اپنے بھائی عمرؓ کے سلام کا بھی جواب نہ دیا (کیا بات ہے) میں نے عرض کیا کہ میں نے تو ایسا نہیں کیا' حضرت عمرؓ نے فرمایا ایسا ہی ہوا۔ میں نے عرض کیا کہ مجھے تو آپ کے آنے کی بھی خبر نہیں ہوئی کہ کب آئے نہ سلام کا پتہ چلا۔ حضرت ابوبکرؓ نے فرمایا سچ ہے ایسا ہی ہوا ہوگا غالباً تم کسی سوچ میں بیٹھے ہوگے میں نے عرض کیا واقعی میں ایک گہری سوچ میں تھا۔ حضرت ابوبکرؓ نے دریافت فرمایا کیا تھا میں نے عرض کیا حضورؐ کا وصال ہوگیا اور ہم نے یہ بھی نہ پوچھ لیا کہ اس کام کی نجات کس چیز میں ہے۔ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ میں پوچھ چکا ہوں۔ میں اُٹھا اور میں نے کہا' تم پر میرے ماں باپ قربان واقعی تم ہی زیادہ مستحق تھے اس کے دریافت کرنیکے (کہ دین کی ہر چیز میں آگے بڑھنے والے ہو) حضرت ابوبکرؓ نے فرمایا۔ میں نے حضورؐ سے دریافت کیا تھا کہ اس کام کی نجات کیا ہے آپ نے فرمایا کہ جو شخص اس کلمہ کو قبول کرلے جس کو میں نے اپنے چچا (ابوطالب پر اُنکے انتقال کے وقت) پیش کیا تھا اور انہوں نے رد کردیا تھا وہی کلمہ نجات ہے۔

وفاتِ حسرت آیات پر صحابہؓ کی پریشانی

وساوس میں مبتلا ہونے کا مطلب یہ ہے کہ صحابہ کرام اس وقت رنج و غم کی شدت میں ایسے پریشان ہوگئے تھے کہ حضرت عمرؓ جیسے جلیل القدر بہادر تلوار ہاتھ میں لیکر کھڑے ہوگئے تھے کہ جو شخص یہ کہے گا کہ حضورؐ کا وصال ہوگیا اس کی گردن اُڑا دوں گا۔ حضورؐ نے اپنے رب سے ملنے تشریف لے گئے ہیں۔ جیسا کہ حضرت موسیٰ طور پر تشریف لے گئے تھے۔ بعض صحابہؓ کو یہ خیال پیدا ہوگیا کہ دین اب ختم ہو چکا۔ بعض اس سوچ میں تھے کہ اب دین کے فروغ کی کوئی صورت نہیں ہوسکتی۔ بعض بالکل گم تھے کہ اُن سے بولا ہی نہیں جاتا تھا ایک ابوبکرؓ صدیق کا دم تھا جو حضورؐ کے ساتھ کمالِ عشق اور کمالِ محبت کے باوجود اس وقت ثابت قدم اور جمے ہوئے قدم سے کھڑے تھے۔ انہوں نے للکار کر خطبہ پڑھا جس میں وَمَا مُحَمَّدٌ اِلَّا رَسُوْلٌ والی آیت پڑھی جس کا ترجمہ ہے کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم نرے رسول ہی تو ہیں (خدا تو نہیں ہیں جسے موت آ ہی نہ سکے) پس اگر وہ مرجائیں یا شہید ہوجائیں تو تم لوگ (دین سے) پھر جاؤ گے اور جو شخص (دین سے) پھر جائیگا وہ خدا کا تو کوئی نقصان نہیں کریگا (اپنا ہی کچھ کھودیگا) مختصر طور پر اس قصہ کو میں اپنے رسالہ حکایاتِ صحابہؓ میں لکھ چکا ہوں۔

دین کے کام کی نجات کا مطلب

آگے جو ارشاد ہے کہ اس کام کی نجات کیا ہے۔ اسکے دو مطلب ہیں ایک یہ کہ دین کے کام تو بہت سے ہیں ان سب کاموں میں مدار کس چیز پر ہے کہ جس کے بغیر چارۂ کار نہ ہو۔ اس مطلب کے موافق جواب ظاہر ہے کہ دین کا سارا مدار کلمہ شہادت پر ہے اور اسلام کی جڑ ہی کلمہ طیبہ ہے۔ دوسرا مطلب یہ ہے کہ اس کام یعنی دین میں دقتیں بھی پیش آتی ہیں وساوس بھی گھیرتے ہیں شیطان کی رخنہ اندازی بھی مستقل ایک مصیبت ہے دنیاوی ضروریات بھی اپنی طرف کھینچتی ہیں اس صورت میں مطلب ارشاد نبوی کا یہ ہے کہ کلمہ طیبہ کی کثرت ان سب چیزوں کا علاج ہے کہ وہ اخلاص پیدا کرنیوالا ہے دلوں کا صاف کرنے والا ہے شیطان کی ہلاکت کا سبب ہے' جیسا کہ ان سب روایات میں اس کے اثرات بہت سے ذکر کئے گئے ہیں۔ ایک حدیث میں آیا ہے کہ **لا الہ الا اللہ** کا کلمہ اپنے پڑھنے والے سے ننانوے قسم کی بلائیں دور کرتا ہے جن میں سب سے کم غم ہے جو ہر وقت آدمی پر سوار رہتا ہے۔

وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ

عزت وتقویٰ اور جہنم سے آزادی والا کلمہ

عن عثمان رضی اللہ عنہ قال سمعت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یقول انی لا علم کلمۃ لا یقولھا عبد حقا من قلبہ الا حرم علی النار فقال لہ عمر رضی اللہ عنہ ابن الخطاب انا احدثک ماھی ھی کلمۃ الاخلاص التی اعز اللّٰہ تبارک وتعالیٰ بھا محمدا صلی اللہ علیہ وسلم واصحابہؓ وھی کلمۃ التقویٰ التی الاص علیھا نبی اللہ صلی اللہ علیہ وسلم عمہ ابا طالب عند الموت شھادۃ ان لا الہ الا اللہ. (رواہ احمد)

ترجمہ: حضرت عثمانؓ فرماتے ہیں کہ میں نے حضورؐ سے سنا تھا کہ میں ایک ایسا کلمہ جانتا ہوں کہ جو شخص اس کو حق سمجھ کر اخلاص کے ساتھ دل سے (یقین کرتے ہوئے) اس کو پڑھے تو جہنم کی آگ اُس پر حرام ہے۔ حضرت عمرؓ نے فرمایا کہ میں بتاؤں وہ کلمہ کیا ہے۔ وہ وہی کلمہ ہے جس کے ساتھ اللہ تعالیٰ نے اپنے رسول کو اور اس کے صحابہ کو عزت دی۔ وہ وہی تقویٰ کا کلمہ ہے۔ جس کی حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے چچا ابو طالب سے ان کے انتقال کے وقت خواہش کی تھی۔ وہ شہادت ہے لا الہ الا اللہ کی۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے چچا ابو طالب کا واقعہ

تشریح: حضورؐ کے چچا ابو طالب کا قصہ حدیث تفسیر اور تاریخ کی کتابوں میں مشہور ومعروف ہے کہ جب ان کے انتقال کا وقت قریب ہوا تو چونکہ ان کے احسانات نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اور مسلمانوں پر کثرت سے تھے اسلئے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اُن کے پاس تشریف لے گئے اور ارشاد فرمایا کہ اے میرے چچا!

لا الہ الا اللہ کہہ لیجئے تا کہ مجھے قیامت کے دن آپ کی سفارش کا موقعہ مل سکے اور میں اللہ کے یہاں آپ کے اسلام کی گواہی دے سکوں۔ انہوں نے فرمایا کہ لوگ مجھے یہ طعنہ دیں گے کہ موت کے ڈر سے بھتیجے کا دین قبول کرلیا۔ اگر یہ خیال نہ ہوتا تو میں اسوقت اس کلمہ کے کہنے سے تمہاری آنکھیں ٹھنڈی کر دیتا اس پر حضورؐ رنجیدہ واپس تشریف لائے۔ اسی قصہ میں قرآن پاک کی آیت **انک لا تھدی من احببت** (سورہ قصص رکوع ٦) نازل ہوئی جس کا ترجمہ یہ ہے کہ آپ جس کو چاہیں ہدایت نہیں فرما سکتے بلکہ اللہ جسکو چاہے ہدایت کرتا ہے اس قصہ سے یہ بھی ظاہر ہوگیا کہ جو لوگ فسق و فجور میں مبتلا رہتے ہیں، خدا اور اُس کے رسول سے بیگانہ رہتے ہیں اور یہ سمجھتے ہیں کہ کسی عزیز قریب بزرگ کی دعا سے بیڑا پار ہوجائے گا غلطی میں مبتلا ہیں کام چلانے والا صرف اللہ ہی ہے اسی کی طرف رجوع کرنا چاہیے اُسی سے سچا تعلق قائم کرنا ضروری ہے البتہ اللہ والوں کی صحبت، انکی دعا، اُن کی توجہ معین و مددگار بن سکتی ہے۔

حضرت آدم علیہ السلام کی توبہ کی قبولیت کا سبب

حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ حضرت آدم (علیٰ نبینا وعلیہ الصلوٰۃ والسّلام) سے جنت وہ گناہ صادر ہوگیا (جس کی وجہ سے جنت سے دنیا میں بھیج دیئے گئے تو ہر وقت روتے تھے اور دُعا واستغفار کرتے رہتے تھے ایک مرتبہ) آسمان کی طرف مُنہ کیا اور عرض کیا یا اللہ! محمد (صلی اللہ علیہ وسلم)

کے وسیلہ سے تجھ سے مغفرت چاہتا ہوں وحی نازل ہوئی کہ محمد کون ہیں (جن کے واسطے سے تم نے استغفار کی) عرض کیا کہ جب آپ نے مجھے پیدا کیا تھا تو میں نے عرش پر لکھا ہوا دیکھا تھا۔ لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ تو میں سمجھ گیا تھا کہ محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) سے اُونچی ہستی کوئی نہیں ہے جن کا نام تم نے اپنے نام کے ساتھ رکھا۔ وحی نازل ہوئی کہ وہ خاتم النبیین ہیں تمہاری اولاد میں سے ہیں لیکن وہ نہ ہوتے تو تم بھی پیدا نہ کئے جاتے۔

حضرت آدم علیہ السلام کی گریہ وزاری

فائدہ: حضرت آدم علی نبیّنا وعلیہ الصلوٰۃ والسلام نے اسوقت کیا کیا دعائیں کیں اور کس کس طرح سے گڑگڑائے' اس بارے میں بہت سی روایات وارد ہوئی ہیں اور ان میں کوئی تعارض بھی نہیں جس پر مالک کی ناراضگی' آقا کی خفگی ہوئی ہو وہی جانتا ہے۔ ان بے حقیقت آقاؤں کی ناراضگی کی وجہ سے نوکروں اور خادموں پر کیا کچھ گذر جاتا ہے اور وہاں تو مالک الملک رزّاقِ عالم اور مختصر یہ کہ خدا کا عتاب تھا اور گذر کس پر رہی تھی اس شخص پر جس کو فرشتوں سے سجدہ کرایا۔ اپنا مقرب بنایا۔ جو شخص جتنا ہی مقرب ہوتا ہے اتنا ہی عتاب کا اس پر اثر ہوتا ہے بشرطیکہ کمینہ نہ ہو اور وہ تو نبی تھے۔ حضرت ابن عباسؓ فرماتے ہیں کہ حضرت آدم علیہ السلام اس قدر روئے ہیں کہ تمام دنیا کے آدمیوں کا رونا اگر جمع کیا جائے تو اُن کے برابر نہیں ہوسکتا۔ چالیس برس تک سر اُوپر نہیں اٹھایا۔ حضرت بریدہؓ خود حضورِ اقدس صلی اللہ علیہ وسلم سے نقل کرتے ہیں کہ اگر حضرت آدمؑ کے رونے کا تمام دنیا کے رونے سے مقابلہ کیا جائے تو اُن کا رونا بڑھ جائے گا۔ ایک حدیث میں ہے کہ اگر اُن کے آنسوؤں کو اُن کی تمام اولاد کے آنسوؤں سے وزن کیا جاوے تو اُنکے آنسو بڑھ جائینگے ایسی حالت میں کس کس طرح زاری فرمائی ہوگی ظاہر ہے

؎ یاں لب' پہ لاکھ لاکھ سخن اضطراب میں
واں ایک خامشی مری سب کے جواب میں

اس لئے جو روایات میں ذکر کیا گیا اُن سب کے مجموعہ میں کوئی اشکال نہیں۔ منجملہ اُن کے یہ بھی ہے کہ حضورؐ کا وسیلہ اختیار فرمایا۔ دوسرا مضمون عرش پر **لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ** لکھا ہوا ہونا یہ اور بھی بہت سی مختلف روایتوں میں آیا ہے۔

جنت میں دونوں طرف لکھی ہوئی تین سطریں

حضورؐ ارشاد فرماتے ہیں' میں جنت میں داخل ہوا تو میں نے اس کی دونوں جانبوں میں تین سطریں سونے کے پانی سے لکھی ہوئی دیکھیں۔ پہلی سطر میں **لا الہ الا للہ محمد رسول اللہ** لکھا تھا دوسری سطر میں **ماقدمنا وجدنا وما اکلنا ربحنا وما خلفنا خسرنا** تھا (جو ہم نے آگے بھیج دیا یعنی صدقہ وغیرہ کر دیا وہ پالیا اور جو دنیا میں کھایا وہ نفع میں رہا اور جو کچھ چھوڑ آئے وہ نقصان رہا اور تیسری سطر میں تھا **امۃ مذنبۃ ورب غفور** (اُمت گناہ گار اور مالک بخشنے والا) ایک بزرگ کہتے ہیں میں ہندوستان کے ایک شہر میں پہنچا تو میں نے وہاں ایک درخت دیکھا جس کے پھل بادام کے مشابہ ہوتے ہیں اس کے دو چھلکے ہوتے ہیں جب انکو توڑا جاتا ہے تو اُنکے اندر سے ایک سبز پتہ لپٹا ہوا نکلتا ہے جب اس کو کھولا جاتا ہے تو سُرخی سے **لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ** لکھا ہوا ملتا ہے میں نے اس قصہ کو ابو یعقوبؒ شکاری سے ذکر کیا۔ انہوں نے کہا تعجب کی بات نہیں۔ میں نے ایلہ میں ایک مچھلی شکار کی تھی اس کے ایک کان پر **لا الہ الا اللہ** اور دوسرے پر **محمد رسول اللہ** لکھا ہوا تھا۔

وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ

اسم اعظم والی دو آیات

عن اسماء رضی اللہ عنہا بنت یزیدبن السّکن عن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم انہ قال اسم اللہ الاعظم فی ھاتین الایتین والھکم الہ واحد لا الہ الا ھو الرحمٰن الرحیم والم اللہ لا الہ الا ھو الحی القیوم (اخرجہ احمد و ابو داؤد)

ترجمہ: حضرت اسماءؓ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم سے نقل کرتی ہیں کہ اللہ کا سب سے بڑا نام (جو اسمِ اعظم کے نام سے عام طور سے مشہور ہے) ان دو آیتوں میں ہے (بشرطیکہ اخلاص سے بڑھی جائیں) وَاِلٰهُكُمْ اِلٰهٌ وَّاحِدٌ لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ الرَّحْمٰنُ الرَّحِيْمُ (سورہ بقرہ ع ۱۹) اور الٓمّٓ اللّٰهُ لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ الْحَيُّ الْقَيُّوْمُ (سورہ آل عمران ع ۱)

تشریح: اسمِ اعظم کے متعلق روایاتِ حدیث میں کثرت سے وارد ہوا ہے کہ جو دعا بھی اس کے بعد مانگی جاتی ہے وہ قبول ہو جاتی ہے۔

البتہ اسمِ اعظم کی تعیین میں روایات مختلف وارد ہوئی ہیں اور یہ عادت اللہ ہے کہ ہر ایسی مہتم بالشان چیز میں اخفاء کی وجہ سے اختلاف پیدا فرما دیتے ہیں۔ چنانچہ شب قدر کی تعیین میں جمعہ کے دن میں دعا قبول ہونے کے خاص وقت میں اختلاف ہوا۔ اس میں بہت سی مصالح ہیں جن کو میں اپنے رسالہ فضائل رمضان میں لکھ چکا ہوں۔ اسی طرح اسمِ اعظم کی تعیین میں بھی مختلف روایات وارد ہوئی ہیں۔ منجملہ ان کے یہ روایت بھی ہے جو اُوپر ذکر کی گئی۔ اور بھی روایات میں ان آیتوں کے متعلق ارشاد وارد ہوا ہے۔ حضرت انسؓ حضورؐ سے نقل کرتے ہیں کہ متمرد اور شری شیاطین پر ان دو آیتوں سے زیادہ سخت کوئی آیت نہیں وہ دو ۲ آیتیں وَاِلٰهُكُمْ اِلٰهٌ وَّاحِدٌ سے شروع ہیں۔ ابراہیمؒ بن وسمہ کہتے ہیں کہ مجنونانہ حالتِ نظر کے لئے ان آیات کا پڑھنا مفید ہے۔ جو شخص ان آیات کے پڑھنے کا اہتمام رکھے اس قسم کی چیزوں سے محفوظ رہے وَاِلٰهُكُمْ اِلٰهٌ وَّاحِدٌ پوری آیت (س بقرہ رکوع ۱۹) اللّٰهُ لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ الْحَيُّ الْقَيُّوْمُ آیۃ الکرسی اور سورہ بقرہ کی آخر آیت اور ان ربکم اللہ الذی خلق سے محسنین تک (س اعراف رکوع ۷) اور سورۂ حشر کی آخری آیتیں (ھو اللہ الذی لا الہ الا ھو سے) ہمیں یہ بات پہنچی کہ سب آیات (جن کو گنوایا) عرش کے کونوں پر لکھی ہوئی ہیں۔ اور ابراہیمؒ یہ بھی کہا کرتے تھے کہ بچوں کو اگر ڈر لگتا ہو یا نظر کا اندیشہ ہو تو یہ آیات اُن کے لئے لکھ دیا کرو۔ علاّمہ شامیؒ نے حضرت امام اعظمؒ سے نقل کیا ہے کہ اسمِ اعظم لفظ اللہ ہے اور لکھا ہے کہ یہی قول علاّمہ طحاویؒ اور بہت سے علماء سے نقل کیا گیا ہے اور اکثر عارفین (اکابر صوفیہ) کی یہی تحقیق ہے اسی وجہ سے انکے نزدیک ذکر بھی اسی پاک نام کا کثرت سے ہوتا ہے۔ سیّد الطائفہ حضرت شیخ عبد القادر جیلانی نور اللہ مرقدہٗ سے بھی نقل کیا گیا ہے فرماتے ہیں کہ اسمِ اعظم اللہ ہے بشرطیکہ جب تو اس پاک نام کو لے تو تیرے دل میں اسکے سوا کچھ نہ ہو۔ فرماتے ہیں کہ عوام کیلئے اس پاک نام کو اس طرح لینا چاہیے کہ جب یہ زبان پر جاری ہو تو عظمت اور خوف کے ساتھ ہو اور خواص کیلئے اس طرح ہو کہ اس پاک نام والے کی ذات وصفات کا بھی استحضار ہو اور اخص الخواص کے لئے یہ ضروری ہے کہ اس پاک ذات کے سوا دل میں کوئی چیز بھی نہ ہو۔ کہتے ہیں کہ قرآن پاک میں بھی یہ مبارک نام اتنی کثرت سے ذکر کیا گیا کہ حد نہیں جس کی مقدار دو ہزار تین سو ساٹھ ۲۳۶۰ بتاتے ہیں شیخ اسمٰعیلؒ فرغانی کہتے ہیں کہ مجھے ایک

عرصہ سے اسمِ اعظم سیکھنے کی تمنا تھی مجاہدے بہت کرتا تھا۔ کئی کئی دن فاقے کرتا حتیٰ کہ فاقوں کی وجہ سے بیہوش ہوکر گر جاتا۔ ایک روز میں دمشق کی مسجد میں بیٹھا تھا کہ دو آدمی مسجد میں داخل ہوئے اور میرے قریب کھڑے ہوگئے۔ مجھے اُن کو دیکھ کر خیال ہوا کہ یہ فرشتے معلوم ہوتے ہیں ان میں سے ایک نے دوسرے سے پوچھا کیا تو اسمِ اعظم سیکھنا چاہتا ہے۔ اُس نے کہا ہاں بتا دیجئے۔ میں یہ گفتگو سن کر غور کرنے لگا۔ اُس نے کہا کہ وہ لفظ تو اللہ ہے۔ بشرطیکہ صدق لجا سے ہو۔ شیخ اسمٰعیلؒ کہتے ہیں کہ صدقِ لجا کا مطلب یہ ہے کہ کہنے والے کی حالت اسوقت ایسی ہو کہ جیسا کوئی شخص دریا میں غرق ہو رہا ہو اور کوئی بھی اُس کا بچانے والا نہ ہو تو ایسے وقت جس خلوص سے نام لیا جائیگا وہ حالت مراد ہے۔ اسمِ اعظم معلوم ہونے کیلئے بڑی اہلیت اور بڑے ضبط و تحمل کی ضرورت ہے۔ ایک بزرگ کا قصہ لکھا ہے کہ ان کو اسمِ اعظم آتا تھا۔ ایک فقیر اُن کی خدمت میں حاضر ہوئے اور اُن سے تمنا و استدعا کی کہ مجھے بھی سکھا دیجئے۔ اُن بزرگ نے فرمایا کہ تم میں اہلیت نہیں ہے۔ فقیر نے کہا کہ مجھ میں اسکی اہلیت ہے تو بزرگ نے فرمایا کہ اچھا فلاں جگہ بیٹھ جاؤ اور جو واقعہ وہاں پیش آوے اس کی مجھے خبر دو۔ فقیر اس جگہ گئے دیکھا کہ ایک بوڑھا شخص گدھے پر لکڑیاں لادے ہوئے آرہا ہے۔ سامنے سے ایک سپاہی آیا جس نے اس بوڑھے کو مار پیٹ کی اور لکڑیاں چھین لیں۔ فقیر کو اس سپاہی پر بہت غصہ آیا۔ واپس آکر بزرگ سے سارا قصہ سُنایا اور کہا کہ مجھے اگر اسمِ اعظم آجاتا تو اُس سپاہی کے لئے بددعا کرتا۔ بزرگ نے کہا کہ اس لکڑی والے ہی سے میں نے اسمِ اعظم سیکھا تھا۔

کلمہ طیبہ کی برکات

اس پاک کلمہ میں حق تعالیٰ شانہٗ نے کیا کیا برکات رکھی ہیں اس کا معمولی سا اندازہ اتنی ہی بات سے ہوجاتا ہے کہ سو ۱۰۰ برس کا بوڑھا جس کی تمام عمر کفر و شرک میں گذری ہو ایک مرتبہ اس پاک کلمہ کو ایمان کے ساتھ پڑھنے سے مسلمان ہوجاتا ہے اور عمر بھر کے سارے گناہ زائل ہوجاتے ہیں اور ایمان لانے کے بعد اگر گناہ بھی کیئے ہوں تب بھی اس کلمہ کی برکت سے کسی نہ کسی وقت جہنم سے ضرور نکلے گا۔ حضرت حذیفہؓ جو حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے راز دار ہیں فرماتے ہیں کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے۔ (ایک زمانہ ایسا آنے والا ہے) کہ اسلام دھندلا رہ جائیگا جیسے کپڑے کے نقش و نگار (پُرانے ہوجانے سے) دُھندلے ہوجاتے ہیں کہ نہ کوئی روزہ کو جانے گا نہ حج کو نہ زکوٰۃ کو، آخر ایک رات ایسی ہوگی کہ قرآنِ پاک بھی اُٹھالیا جائیگا کوئی آیت اُس کی باقی نہ رہے گی۔ بوڑھے مرد اور بوڑھی عورتیں یہ کہیں گی کہ ہم نے اپنے بڑوں کو کلمہ **لا الہ الا اللہ** پڑھتے سُنا تھا ہم بھی اُسی کو پڑھیں گے۔ حضرت حذیفہؓ کے ایک شاگرد نے عرض کیا کہ جب زکوٰۃ حج روزہ کوئی رکن نہ ہوگا تو یہ کلمہ ہی کیا کام دے گا۔ حضرت حذیفہؓ نے سکوت فرمایا۔ انہوں نے پھر یہی عرض کیا۔ تیسری مرتبہ میں حضرت حذیفہؓ نے فرمایا کہ (کسی نہ کسی وقت) جہنم سے نکالے گا، جہنم سے نکالیگا جہنم سے نکالے گا، یعنی ارکانِ اسلام کے ادا نہ کرنے کا عذاب بھگتنے کے بعد کسی نہ کسی وقت اس کلمہ کی برکت سے نجات پائیگا۔

دعا کیجئے: اے اللہ! ہمیں اپنے ذکر کی توفیق عطا فرمایئے۔ اے اللہ! ہمیں اپنے حقیقی ذکر یعنی ہمہ وقت آپ کے احکامات کو پیش نظر رکھتے ہوئے زندگی بسر کرنے کی توفیق عطا فرمایئے۔ اے اللہ! ہمیں اپنی محبت نصیب فرمایئے اور مسنون اذکار و وظائف کو صبح و شام پڑھنے کی توفیق عطا فرمایئے۔ وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ

حضرت نوح علیہ السلام کی اپنے بیٹوں کو نصیحت

عن عبد الله بن عمرو رضی الله عنه قال اتی النبی صلی الله علیه وسلم اعرابی علیه جبة من طیالسة مکفوفة بالدیباج فقال ان صاحبکم هذا یرید یرفع کل راع وابن راع ویضع کل فارس وابن فارس (اخرجه الحاکم)

ترجمہ: حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں ایک شخص گاؤں کا رہنے والا آیا جو ریشمی جبہ پہن رہا تھا اور اس کے کناروں پر دیبا کی گوٹ تھی (صحابہؓ سے خطاب کر کے) کہنے لگا کہ تمہارے ساتھی (محمد صلی اللہ علیہ وسلم) یہ چاہتے ہیں کہ ہر چرواہے (بکری چرانے والا) اور چرواہے زادے کو بڑھا دیں اور شہسوار اور شہسواروں کی اولاد کو گرا دیں حضورؐ ناراضگی سے اُٹھے اور اس کے کپڑوں کو گریبان سے پکڑ کر ذرا کھینچا اور ارشاد فرمایا کہ (تو ہی بتا) تو بیوقوفوں کے سے کپڑے نہیں پن رہا ہے پھر اپنی جگہ واپس آ کر تشریف فرما ہوئے اور ارشاد فرمایا کہ حضرت نوح علی نبیّنا وعلیہ الصلوٰۃ والسّلام کا جب انتقال ہونے لگا تو اپنے دونوں صاحبزادوں کو بلایا اور ارشاد فرمایا کہ میں تمہیں (آخری) وصیت کرتا ہوں جس میں دو چیزوں سے روکتا ہوں اور ۲ دو چیزوں کا حکم کرتا ہوں۔ جن سے روکتا ہوں ایک شرک ہے دوسرا تکبّر اور جن چیزوں کا حکم کرتا ہوں ایک لا الہ الا اللہ ہے کہ تمام آسمان و زمین اور جو کچھ ان میں ہے اگر سب ایک پلڑے میں رکھدیا جائے اور دوسرے میں (اخلاص سے کہا ہوا) لا الہ الا اللہ رکھدیا جائے تو وہی پلڑا جھک جائے گا اور اگر تمام آسمان و زمین اور جو کچھ ان میں ہے ایک حلقہ بنا کر اس پاک کلمہ کو اس پر رکھ دیا جائے تو وزن سے ٹوٹ جائے اور دوسری چیز جس کا حکم کرتا ہوں وہ سبحان اللہ وبحمدہ ہے کہ یہ دو لفظ ہر مخلوق کی نماز ہیں اور انہیں کی برکت سے ہر چیز کو رزق عطا فرمایا جاتا ہے۔

ظاہر سے باطن پر استدلال

تشریح: حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کا کپڑوں کے متعلق ارشاد فرمانے کا مطلب یہ ہے کہ ظاہر سے باطن پر استدلال کیا جاتا ہے، جس شخص کا ظاہر حال خراب ہے اُس کے باطن کا حال بھی بظاہر ویسا ہی ہے اسلئے ظاہر کو بہتر رکھنے کی سعی کی جاتی ہے کہ باطن اس کے تابع ہوتا ہے۔ اسی لئے صوفیہ کرام ظاہری طہارت وغیرہ کا اہتمام کراتے ہیں تا کہ باطن کی طہارت حاصل ہو جائے۔ جو لوگ یہ کہہ دیتے ہیں اجی باطن اچھا ہونا چاہیے ظاہر چاہے کیسا ہی ہو صحیح نہیں، باطن کا اچھا ہونا مستقل مقصود ہے اور ظاہر کا بہتر ہونا مستقل۔

نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی دعاؤں میں سے ' **اللهم اجعل سریرتی خیرا من علانیتی واجعل علانیتی صالحة** (اے اللہ میرے باطن کو میرے ظاہر سے زیادہ بہتر بنا اور میرے ظاہر کو صالح اور نیک بنادے) حضرت عمرؓ فرماتے ہیں کہ مجھے حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ دُعا تعلیم فرمائی ہے۔

مرتے وقت کلمہ پڑھنے والے کیلئے جنت اور زندہ کیلئے گناہوں کا خاتمہ:

حضرت ابوبکر صدیقؓ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں رنجیدہ سے ہو کر حاضر ہوئے۔ حضورؐ نے دریافت فرمایا کہ میں

تمہیں رنجیدہ دیکھ رہا ہوں کیا بات ہے۔ انہوں نے عرض کیا کہ گزشتہ شب میرے چچازاد بھائی کا انتقال ہو گیا میں نزع کی حالت میں ان کے پاس بیٹھا تھا (اس منظر سے طبیعت پراثر ہے) حضورؐ نے فرمایا تم نے اس کو لا الہ الا اللہ کی تلقین بھی کی تھی؟ عرض کیا کی تھی۔ ارشاد فرمایا کہ اس نے یہ کلمہ پڑھ لیا تھا عرض کیا کہ پڑھ لیا تھا۔ ارشاد فرمایا کہ جنت اس کے لئے واجب ہو گئی۔ حضرت ابوبکرؓ نے عرض کیا یا رسول اللہ زندہ لوگ اس کلمہ کو پڑھیں تو کیا ہو۔ حضورؐ نے دو مرتبہ یہ ارشاد فرمایا کہ کلمہ ان کے گناہوں کو بہت ہی منہدم کر دینے والا ہے (یعنی بالکل ہی مٹا دینے والا ہے)

میت اور قبر کے قریب کلمہ پڑھنا:

مقابر میں اور میت کے قریب کلمہ طیبہ پڑھنے کے متعلق بھی کثرت سے احادیث میں ارشاد ہوا ہے۔ ایک حدیث میں ہے کہ جنازہ کے ساتھ کثرت سے **لا الہ الا اللہ** پڑھا کرو۔ ایک حدیث میں آیا ہے کہ میری امت کا شعار (نشان) جب وہ پل صراط پر چلیں گے تو **لا الہ الا انت** ہوگا۔ دوسری حدیث میں ہے کہ جب وہ اپنی قبروں سے اٹھیں گے تو ان کا نشان **لا الہ الا اللہ** وَعَلَى اللّٰهِ فَلْيَتَوَكَّلِ الْمُؤْمِنُوْنَ ہوگا۔ تیسری حدیث میں ہے کہ قیامت کے اندھیروں میں ان کا نشان لَآ اِلٰهَ اِلَّآ اَنْتَ ہوگا۔

کثرت سے کلمہ پڑھنے کی برکتوں کا ظہور:

لا الہ الا اللہ کو کثرت سے پڑھنے کی برکتیں مرنے سے پہلے بھی بسا اوقات نزع کے وقت سے محسوس ہو جاتی ہیں اور بعض اللہ کے بندوں کو اس سے بھی پہلے ظاہر ہو جاتی ہیں۔ ابو العباسؒ کہتے ہیں کہ میں اپنے شہر اشبیلیہ میں بیمار پڑا ہوا تھا میں نے دیکھا کہ بہت سے پرند بڑے بڑے اور مختلف رنگ کے سفید، سرخ، سبز ہیں جو ایک ہی دفعہ سب کے سب پر سمیٹ لیتے ہیں اور ایک ہی مرتبہ کھول دیتے ہیں اور بہت سے آدمی ہیں جن کے ہاتھ میں بڑے بڑے طباق ڈھکے ہوئے ہیں جن کے اندر کچھ رکھا ہوا ہے۔ میں اس سب کو دیکھ کر یہ سمجھا کہ یہ موت کے تحفے ہیں۔ میں جلدی جلدی کلمہ طیبہ پڑھنے لگا۔ ان میں سے ایک شخص نے مجھ سے کہا کہ تمہارا وقت ابھی نہیں آیا۔ یہ ایک اور مومن کیلئے تحفہ ہے جسکا وقت آ گیا ہے۔ حضرت عمر بن عبد العزیزؒ کا جب انتقال ہونے لگا تو فرمایا مجھے بٹھادو لوگوں نے بٹھا دیا۔ پھر فرمایا۔ (یا اللہ) تو نے مجھے بہت سے کاموں کا حکم فرمایا مجھ سے اس میں کوتاہی ہوئی، تو نے مجھے بہت سی باتوں سے منع فرمایا مجھ سے اس میں نافرمانی ہوئی۔ تین مرتبہ یہی کہتے رہے اس کے بعد فرمایا لیکن **لا الہ الا اللہ** یہ فرما کر ایک جانب غور سے دیکھنے لگے۔ کسی نے پوچھا کیا دیکھتے ہو فرمایا کچھ سبز چیزیں ہیں نہ وہ آدمی ہیں نہ جن۔ اس کے بعد انتقال فرمایا۔ زبیدہؒ کو کسی نے خواب میں دیکھا۔ اس سے پوچھا کیا گزری۔ اس نے کہا ان چار کلموں کی بدولت میری مغفرت ہو گئی۔ **لاالہ الا اللہ افنی بھا عمری، لاالہ الا اللہ ادخل بھا قبری، لا الہ الا للہ اخلوبھا وحدی لا الہ الا اللہ القی بھاربی.** (**لا الہ الا اللہ** کے ساتھ اپنی عمر کو ختم کرونگی اور **لاالہ الا اللہ** ہی کو قبر میں لے کر جاؤں گی اور **لا الہ الا اللہ** ہی کے ساتھ تنہائی کا وقت گزاروں گی اور **لاالہ الا اللہ** ہی کو لے کر اپنے رب کے پاس جاؤں گی۔

دعا کیجئے: اے اللہ! ہمیں بخش دیجئے اور ہمارے گھروں میں وسعت اور رزق میں برکت عطا فرما دیجئے۔ اے اللہ! ہم آپ سے دین و دنیا اور اہل وعیال میں معافی اور اچھے انجام کا سوال کرتے ہیں۔

وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ

گناہ کے کفارہ کے لئے نیکی کرنا

عن ابی ذر رضی اللہ عنہ قال قلت یا رسول اللہ اوصنی قال اذا عملت سیئة فاتبعها حسنة تمحها قلت یارسول اللہ امن الحسنات لاالہ الا اللہ قال ھی افضل الحسنات (رواہ احمد)

ترجمہ: حضرت ابوذر غفاریؓ نے عرض کیا یارسول اللہ مجھے کوئی وصیت فرما دیجئے ارشاد ہوا کہ جب کوئی برائی سرزد ہو جائے تو کفارہ کے طور پر فوراً کوئی نیک کام کرلیا کرو(تاکہ برائی کی نحوست ڈھل جائے) میں نے عرض کیا یارسول اللہ لا الہ الا اللہ پڑھنا بھی نیکیوں میں داخل ہے حضورؐ نے فرمایا کہ یہ تو ساری نیکیوں میں افضل ہے۔

تشریح: برائی اگر گناہ صغیرہ ہے تو نیکی سے اس کا محو ہو جانا اور مٹ جانا ظاہر ہے اور اگر کبیرہ ہے تو قواعد کے موافق توبہ سے محو ہوسکتی ہے یا محض اللہ کے فضل سے جیسا بھی گزر چکا ہے بہر صورت محو ہونے کا مطلب یہ ہے کہ پھر وہ گناہ نہ اعمالنامہ میں رہتا ہے نہ کہیں اس کا ذکر ہوتا ہے۔ چنانچہ ایک حدیث میں وارد ہے کہ جب بندہ توبہ کرتا ہے تو حق تعالیٰ شانہ وہ گناہ کراماً کاتبین کو بھلا دیتے ہیں اور اس گناہ گار کے ہاتھ پاؤں کو بھی بھلا دیتے ہیں اور زمین کے اس حصہ کو بھی جس پر وہ گناہ کیا گیا ہے حتیٰ کہ کوئی بھی اس گناہ کی گواہی دینے والا نہیں رہتا۔ گواہی کا مطلب یہ ہے کہ قیامت میں آدمی کے ہاتھ پاؤں اور بدن کے دوسرے حصے نیک یا بد اعمال جو بھی کئے ہوں ان کی گواہیاں دیں گے حدیث بالا کی تائید ان روایات سے بھی ہوتی ہے جن میں ارشاد فرمایا گیا ہے کہ گناہ سے توبہ کرنیوالا ایسا ہے جیسا کہ گناہ کیا ہی نہیں۔ یہ مضمون کئی حدیثوں میں وارد ہوا ہے۔ توبہ اسکو کہتے ہیں کہ جو گناہ ہو چکا اس پر انتہائی ندامت اور شرم ہو اور آئندہ کیلئے پکا ارادہ ہو کہ پھر کبھی اس گناہ کو نہیں کرونگا۔ ایک دوسری حدیث میں حضور کا ارشاد وارد ہوا ہے کہ اللہ کی عبادت کر اور کسی کو اس کا شریک نہ بنا اور ایسے اخلاص سے عمل کیا کر جیسا کہ وہ پاک ذات تیرے سامنے ہو اور اپنے آپ کو مردوں میں شمار کر اور اللہ کی یاد ہر پتھر اور ہر درخت کے قریب کر (تاکہ بہت سے گواہ قیامت کے دن ملیں) اور جب کوئی برائی ہو جائے تو اس کے کفارہ میں کوئی نیکی کیا کر۔ اگر برائی مخفی کی ہے تو نیکی بھی مخفی ہو اور اگر برائی کو علی الاعلان کیا ہے تو اسکے کفارہ میں نیکی بھی علی الاعلان ہو۔

چالیس ہزار نیکیاں:

حضور کا ارشاد ہے کہ جو شخص **لاالہ الا اللہ واحدا احد صمدالم یتخذ صاحبة ولا ولدا ولم یکن لہ کفوااحد** کو دس مرتبہ پڑھے گا چالیس ہزار نیکیاں اس کے لئے لکھی جائیں گی۔

فائدہ: کلمہ طیبہ کی خاص خاص مقدار پر بھی حدیث کی کتابوں میں بڑی فضیلتیں ذکر فرمائی گئی ہیں۔ ایک حدیث میں آیا ہے جب تم فرض نماز پڑھا کرو تو ہر فرض کے بعد دس مرتبہ **لاالہ الا اللہ وحدہ لاشریک لہ لہ الملک ولہ الحمد وھو علی کل شئ قدیر.** پڑھا کرو اس کا ثواب ایسا ہے کہ جیسے ایک غلام آزاد کیا۔

بیس لاکھ نیکیاں:

دوسری حدیث میں ارشاد ہے کہ جو شخص **لا الہ الا اللہ وحدہ لاشریک لہ احدا صمدا لم یلد ولم یولد ولم یکن لہ**

کفوا احد. پڑھے اس کے لئے بیس لاکھ نیکیاں لکھی جائیں گی۔

انعام واحسان کی بارش

کس قدر اللہ جل شانہ کی طرف سے انعام و احسان کی بارش ہے کہ ایک معمولی سی چیز کے پڑھنے پر جس میں نہ مشقت نہ وقت خرچ ہو پھر بھی ہزار ہزار لاکھ لاکھ نیکیاں عطا ہوتی ہیں لیکن ہم لوگ اس قدر غفلت اور دنیاوی اغراض کے پیچھے پڑے ہوئے ہیں کہ ان الطاف کی بارشوں سے کچھ بھی وصول نہیں کرتے۔ اللہ جل شانہ کے یہاں ہر نیکی کے لئے کم از کم دس گنا ثواب تو متعین ہی ہے۔ بشرطیکہ اخلاص سے ہو۔ اس کے بعد اخلاص ہی کے اعتبار سے ثواب بڑھتا رہتا ہے۔ حضور کا ارشاد ہے کہ اسلام لانے سے جتنے گناہ حالت کفر میں کئے ہیں وہ معاف ہو جاتے ہیں اس کے بعد پھر حساب ہے، ہر نیکی دس گنا سے لے کر سات سو تک اور جہاں تک اللہ چاہیں لکھی جاتی ہے۔ اور برائی ایک ہی لکھی جاتی ہے اور اگر اللہ جل شانہ اس کو معاف فرما دیں تو وہ بھی نہیں لکھی جاتی۔ دوسری حدیث میں ہے کہ جب بندہ نیکی کا ارادہ کرتا ہے تو صرف ارادہ سے ایک نیکی لکھی جاتی ہے اور جب عمل کرتا ہے تو دس نیکیاں سات سو تک اور اس کے بعد جہاں تک اللہ تعالیٰ شانہ چاہیں لکھی جاتی ہیں۔ اس قسم کی اور بھی احادیث بکثرت ہیں جن سے معلوم ہوتا ہے کہ اللہ جل شانہ کے یہاں دینے میں کمی نہیں کوئی لینے والا ہو، یہی چیز اللہ والوں کی نگاہ میں ہوتی ہے جس کی وجہ سے دنیا کی بڑی سے بڑی دولت بھی ان کو نہیں لبھا سکتی۔ اللھم اجعلنی منھم

اعمال کی اور آدمیوں کی اقسام:

حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ اعمال چھ طریقے کے ہیں اور آدمی چار طریقے کے۔ دو عمل تو واجب کرنیوالے ہیں اور دو برابر سرابر اور ایک دس گنا اور ایک سات سو گنا۔ دو عمل جو واجب کرنیوالے ہیں۔ ایک یہ کہ جو شخص اس حال میں مرے کہ شرک نہ کرتا ہو وہ ضرور جنت میں داخل ہوگا۔ دوسرے جو شخص شرک کی حالت میں مرے ضرور جہنم جائے گا اور جو عمل برابر سرابر ہے۔ وہ نیکی کا ارادہ ہے کہ دل اس کے لئے پختہ ہوگیا مگر اس عمل کی نوبت نہ آئی ہو اور دس گنا اجر ہے اگر عمل بھی کر لے اور اللہ کے راستہ میں جہاد وغیرہ میں) خرچ کرنا سات سو درجہ کا اجر رکھتا ہے اور گناہ اگر کرے تو ایک کا بدلہ ایک ہی ہے اور چار قسم کے آدمی یہ ہیں کہ بعض لوگ ایسے ہیں کہ جن پر دنیا میں وسعت ہے آخرت میں تنگی ہے، بعض ایسے ہیں جن پر دنیا میں تنگی ہے آخرت میں وسعت، بعض ایسے ہیں کہ جن پر دونوں جگہ تنگی ہے، (کہ دنیا میں فقر آخرت میں عذاب ہے) بعض ایسے ہیں کہ دونوں جہان میں وسعت ہے۔

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے ایک آدمی کا سوال

ایک شخص حضرت ابو ہریرہؓ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور عرض کیا میں نے سنا ہے آپ یہ نقل کرتے ہیں کہ اللہ جل شانہ بعض نیکیوں کا بدلہ دس لاکھ گنا عطا فرماتے ہیں۔ حضرت ابو ہریرہؓ نے فرمایا۔ اس میں تعجب کی کیا بات ہے میں نے خدا کی قسم ایسا ہی سنا ہے۔ دوسری حدیث میں ہے کہ میں نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا ہے کہ بعض نیکیوں کا ثواب بیس لاکھ تک ملتا ہے اور جب حق تعالیٰ شانہ یُضٰعِفْهَا وَيُؤْتِ مِنْ لَّدُنْهُ اَجْرًا عَظِيْمًا ارشاد فرمائیں (اس کے ثواب کو بڑھاتے ہیں اور اپنے پاس سے بہت سا اجر دیتے ہیں) جس چیز کو اللہ تعالیٰ اجر عظیم فرمائیں اسکی مقدار کا اندازہ کون کر سکتا ہے۔ امام غزالیؒ فرماتے ہیں کہ ثواب کی اتنی بڑی مقداریں جب ہی ہو سکتی ہیں جب ان الفاظ کے معانی کا تصور اور لحاظ کر کے پڑھے کہ یہ اللہ تعالیٰ شانہ کی اہم صفات ہیں۔

وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ

جنت کے آٹھوں دروازوں کا کھلنا

عن عمر بن الخطاب رضی اللہ عنه عن النبی صلی اللہ علیه وسلم قال ما منکم من احد یتوضاء فیبلغ اوفیسبغ الوضوء ثم یقول اشهد ان لا اله لا اللہ وحده لاشریک له واشهد ان محمدا عبده ورسوله الا نتحت له ابواب الجنة الثمانية يدخل من ايها شاء (رواه مسلم)

ترجمہ: حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ جو شخص وضو کرے اور اچھی طرح کرے (یعنی سنتوں اور آداب کی پوری رعایت کرے) پھر یہ دعا پڑھے۔ اشهد ان لااله الا اللہ وحده لاشریک له واشهد ان محمدا عبده ورسوله اس کیلئے جنت کے آٹھوں دروازے کھل جاتے ہیں جس دروازے سے دل چاہے داخل ہو۔

تشریح: جنت میں داخل ہونے کے لئے ایک دروازہ بھی کافی ہے پھر آٹھوں کا کھل جانا یہ غایت اعزاز واکرام کے طور پر ہے۔ ایک حدیث میں وارد ہوا کہ جو شخص اس حال میں مرے کہ اللہ کے ساتھ شرک نہ کرتا ہو اور ناحق کسی کا خون نہ کیا ہو وہ جنت کے جس دروازے سے چاہے داخل ہو۔

قیامت کے دن چودہویں کے چاند جیسا چہرہ:

حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ جو شخص سو مرتبہ لا الہ الا اللہ پڑھا کرے حق تعالیٰ شانہٗ قیامت کے دن اس کو ایسا روشن چہرہ والا اٹھائیں گے جیسے چودھویں رات کا چاند ہوتا ہے اور جس دن یہ تسبیح پڑھے اس دن اس سے افضل عمل والا وہی شخص ہوسکتا ہے جو اس سے زیادہ پڑھے۔

متعدد آیات وروایات سے یہ مضمون ثابت ہوتا ہے کہ لااله الا اللہ دل کے لئے بھی نور ہے اور چہرے کے لئے بھی نور ہے اور یہ تو مشاہدہ بھی ہے کہ جن اکابر کا اس کلمہ کی کثرت معمول ہے ان کا چہرہ دنیا ہی میں نورانی ہوتا ہے۔

ہر قسم کے گناہ سے حفاظت:

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ بچہ کو شروع میں جب وہ بولنا سیکھنے لگے لا الہ الا اللہ یاد کراؤ اور جب مرنے کا وقت آئے جب بھی لا الہ الا اللہ تلقین کرو جس شخص کا اول کلمہ لا الہ الا اللہ ہو اور آخری کلمہ لا الہ الا اللہ ہو وہ ہزار برس بھی زندہ رہے تو (ان شاء اللہ) کسی گناہ کا اس سے مطالبہ نہیں ہوگا (یا اس وجہ سے کہ گناہ صادر نہ ہوگا یا اگر صادر ہوا تو توبہ وغیرہ سے معاف ہو جائے گا یا اس وجہ سے کہ اللہ جل جلالہ اپنے فضل سے معاف فرمائیں گے)

مرنے والے کو تلقین:

تلقین اس کو کہتے ہیں کہ مرتے وقت آدمی کے پاس بیٹھ کر کلمہ پڑھا جائے تاکہ اس کو سن کر وہ بھی پڑھنے لگے اس پر اس وقت جبر یا تقاضا نہیں کرنا چاہیے کہ وہ شدت تکلیف میں ہوتا ہے اخیر وقت میں کلمہ تلقین کرنے کا حکم اور بھی بہت سی احادیث صحیحہ میں وارد ہوا ہے۔ متعدد حدیثوں میں یہ بھی ارشاد نبوی صلی اللہ علیہ وسلم وارد ہوئی ہے کہ جس شخص کو مرتے وقت الا اله الا اللہ نصیب ہو جائے اسکے گناہ ایسے گر جاتے ہیں جیسے سیلاب کی وجہ سے تعمیر۔ بعض احادیث میں یہ بھی آیا ہے کہ جس شخص کو مرتے وقت یہ مبارک کلمہ نصیب ہو جاتا ہے تو پچھلی خطائیں معاف ہو جاتی ہیں۔ ایک حدیث میں آیا ہے کہ منافق کو اس کلمہ کی توفیق نہیں ہوتی۔ ایک حدیث میں آیا ہے کہ اپنے مردوں کو لااله الا اللہ کا توشہ دیا کرو۔ ایک حدیث میں آیا ہے کہ جو شخص کسی بچہ کی پرورش کرے یہاں

تک کہ وہ لا الہ الا اللہ کہنے لگے اس سے حساب معاف ہے۔
ایک حدیث میں آیا ہے کہ جو شخص نماز کی پابندی کرتا ہے مرنے کے وقت ایک فرشتہ اس کے پاس آتا ہے جو شیطان کو دور کر دیتا ہے اور مرنے والے کو لاالہ الا اللہ محمد رسول اللہ تلقین کرتا ہے۔
ایک بات کثرت سے تجربہ میں آئی ہے کہ اکثر و بیشتر تلقین کا فائدہ جب ہی ہوتا ہے کہ زندگی میں بھی اس کلمہ پاک کی کثرت رکھتا ہو۔ ایک شخص کا قصہ لکھا ہے کہ بھس فروخت کیا کرتا تھا۔ جب اس کے مرنے کا وقت آیا تو لوگ اس کو کلمہ طیبہ کی تلقین کرتے تھے اور وہ کہتا تھا کہ یہ گٹھا اتنے کا ہے اور یہ اتنے کا ہے اس طرح اور بھی متعدد واقعات ہیں اور مشاہدہ میں بھی آتے ہیں۔

بعض دفعہ کسی گناہ کی وجہ سے مرتے وقت کلمہ نصیب نہیں ہوتا:

بسا اوقات کسی گناہ کا کرنا بھی اس کا سبب بن جاتا ہے کہ مرتے وقت کلمہ طیبہ نصیب نہیں ہوتا۔ علماء نے لکھا ہے کہ افیون کھانے میں ستر نقصان ہیں جن میں سے ایک یہ ہے کہ مرتے وقت کلمہ یاد نہیں آتا۔ اس کے بالمقابل مسواک میں ستر فائدے ہیں جن میں سے ایک یہ ہے کہ مرتے وقت کلمہ طیبہ یاد آتا ہے۔ ایک شخص کا قصہ لکھا ہے کہ مرتے وقت اس کو کلمہ شہادت تلقین کیا گیا وہ کہنے لگا کہ اللہ سے دعا کرو میری زبان سے نکلتا نہیں۔ لوگوں نے پوچھا کیا بات ہے اس نے کہا میں تولنے میں بے احتیاطی کرتا تھا۔ ایک دوسرے شخص کا قصہ ہے کہ جب اس کو تلقین کی گئی تو کہنے لگا کہ مجھ سے کہا نہیں جاتا۔ لوگوں نے پوچھا کیا بات ہے اس نے کہا کہ ایک عورت مجھ سے تولیہ خریدنے آئی تھی مجھے اچھی لگی میں اس کو دیکھتا رہا اور بھی بہت سے واقعات اس نوع کے ہیں جن میں سے بعض تذکرہ قرطبیہ میں بھی لکھے ہیں۔ بندہ کا کام ہے کہ گناہوں سے توبہ کرتا رہے اور اللہ تعالیٰ شانہ سے توفیق کی دعا کرتا رہے۔

کلمہ طیبہ سے کوئی عمل بڑھ نہیں سکتا:

حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ لا الہ الا اللہ سے نہ کوئی عمل بڑھ سکتا ہے اور نہ یہ کلمہ کسی گناہ کو چھوڑ سکتا ہے۔
کسی عمل کا اس سے نہ بڑھ سکنا تو ظاہر ہے کہ کوئی بھی عمل ایسا نہیں ہے جو بغیر کلمہ طیبہ پڑھے کارآمد ہو سکتا ہے، نماز، روزہ، حج، زکوٰۃ غرض ہر عمل ایمان کا محتاج ہے۔ اگر ایمان ہے تو وہ اعمال بھی مقبول ہو سکتے ہیں۔ ورنہ نہیں اور کلمہ طیبہ جو خود ایمان لانا ہی ہے وہ کسی عمل کا بھی محتاج نہیں۔ اسی وجہ سے اگر کوئی شخص فقط ایمان رکھتا ہو اور ایمان کے علاوہ وہ کوئی عمل صالح نہ ہو تو بھی وہ کسی نہ کسی وقت ان شاء اللہ جنت میں ضرور جائے گا اور جو شخص ایمان نہ رکھتا ہو خواہ وہ کتنے ہی پسندیدہ اعمال کرے نجات کے لئے کافی نہیں۔
دوسرا جزو کسی گناہ کو نہ چھوڑنا ہے اگر اس اعتبار سے دیکھا جائے کہ جو شخص آخری وقت میں مسلمان ہوا اور کلمہ طیبہ پڑھنے کے بعد فوراً ہی مر جائے تو ظاہر ہے کہ اس ایمان لانے سے پہلے کفر کی حالت میں جتنے گناہ کئے تھے وہ سب بالاجماع جاتے رہے اور اگر پہلے سے پڑھنا مراد ہو تو حدیث شریف کا مطلب یہ ہے کہ یہ کلمہ دلوں کی صفائی اور صیقل ہونے کا ذریعہ ہے۔ جب اس پاک کلمہ کی کثرت ہوگی تو دل کی صفائی کی وجہ سے توبہ کئے بغیر چین ہی نہ پڑے گا اور آخر کار گناہوں کی معافی کا ذریعہ بن جائے گا۔ ایک حدیث میں آیا ہے کہ جس شخص کو سونے کے وقت اور جاگنے کے وقت لاالہ الا اللہ کا اہتمام ہو اسکو دنیا بھی اور آخرت پر مستعد کریگی اور مصیبت سے اس کی حفاظت کرے۔

وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ

ایمان کا سب سے اعلیٰ اور ادنیٰ درجہ

عن ابی هريرة رضی الله عنه قال قال رسول الله صلی الله علیه وسلم الایمان بضع و سبعون شعبة فافضلها قول لا اله الا الله و ادناها اماطة الاذى عن الطريق الحياء شعبة من الایمان (رواہ ابن ماجه)

ترجمہ: حضورؐ کا ارشاد ہے کہ ایمان کی ستر سے زیادہ شاخیں ہیں (بعض روایات میں ستتر آئی ہیں) ان میں سے افضل لا الہ الا اللہ کا پڑھنا ہے اور سب سے کم درجہ راستہ سے کسی تکلیف دہ چیز (اینٹ، لکڑی، کانٹے وغیرہ) کا ہٹا دینا ہے اور حیا بھی (ایک خصوصی) شعبہ ہے ایمان کا۔

حیاء کی خصوصیت:

تشریح: حیا کو خصوصی اہتمام کی وجہ سے ذکر فرمایا کہ یہ بہت سے گناہوں زنا، چوری، فحش گوئی، ننگا ہونا، گالی گلوچ وغیرہ سے بچنے کا سبب ہے۔ اس طرح رسوائی کے خیال سے بہت سے نیک کام کرنے ضروری ہو جاتے ہیں۔ بلکہ دنیا اور آخرت کی شرم سارے ہی نیک کاموں پر ابھارتی ہے۔ نماز، زکوٰۃ، حج وغیرہ تو ظاہر ہیں اسی طرح سے اور بھی تمام احکام بجالانے کا سبب ہے۔ اسی وجہ سے مثل مشہور ہے "تو بےحیا باش و ہر چہ خواہی کن" تو بے غیرت ہو جا پھر جو چاہے کر۔ اس معنی میں صحیح حدیث بھی وارد ہے۔ **اذالم تستحی فاصنع ماشئت** جب تو حیادار نہ رہے تو پھر جو چاہے کر کہ ساری فکر غیرت اور شرم ہی کی ہے اگر حیا ہے تو یہ خیال بھی ضروری ہے کہ نماز نہ پڑھوں گا تو آخرت میں کیا منہ دکھلاؤں گا اور شرم نہیں ہے تو پھر یہ خیال ہوتا ہے کہ کوئی کہہ کر کیا کرے گا۔

حدیث شریف کا مصداق

اس حدیث شریف میں ایمان کی ستر سے زیادہ شاخیں ارشاد فرمائی ہیں۔ اس بارے میں روایات مختلف وارد ہوئی ہیں اور متعدد روایات میں ستتر کا عدد آیا ہے اسی لئے ترجمہ میں اس طرف اشارہ بھی کر دیا تھا۔ اس ستتر کی تفصیل میں علماء نے بہت سی مستقل تصانیف فرمائی ہیں۔ امام ابو حاتم بن حبان فرماتے ہیں کہ میں اس حدیث کا مطلب ایک مدت تک سوچتا رہا۔ جب عبادتوں کو گنتا تو وہ ستتر سے بہت زیادہ ہو جاتیں۔ احادیث کو تلاش کرتا اور حدیث شریف میں جن چیزوں کو خاص طور سے ایمان کی شاخوں کے ذیل میں ذکر کیا ہے ان کو شمار کرتا تو وہ اس عدد سے کم ہو جاتیں میں قرآن پاک کی طرف متوجہ ہوا اور قرآن شریف میں جن چیزوں کو ایمان کے ذیل میں ذکر کیا ہے۔ ان کو شمار کیا تو وہ بھی اس عدد سے کم تھیں تو میں نے قرآن اور حدیث شریف دونوں کو جمع کیا اور دونوں میں جن چیزوں کو ایمان کا جزو قرار دیا ان کو شمار کر کے جو چیزیں دونوں میں مشترک تھا۔ ان کو ایک ایک عدد شمار کر کے میزان دیکھی تو دونوں کا مجموعہ مکررات کو نکال کر اس عدد کے موافق ہو گیا تو میں سمجھا کہ حدیث شریف کا مفہوم یہی ہے۔ قاضی عیاضؒ فرماتے ہیں کہ ایک جماعت نے ان شاخوں کی تفصیل بیان کرنے کا اہتمام کیا ہے اور اجتہاد سے ان تفصیلات کے مراد ہونے کا حکم لگایا ہے۔ حالانکہ اس مقدار کی خصوصی تفصیل نہ معلوم ہونے سے ایمان میں کوئی نقص پیدا نہیں ہوتا

جبکہ ایمان کے اصول و فروغ سارے بالتفصیل معلوم و محقق ہیں۔ خطابیؒ فرماتے ہیں کہ اس تعداد کی تفصیل اللہ کے اور اسکے رسولؐ کے علم میں ہے اور شریعت مطہرہ میں موجود ہے تو اس تعداد کے ساتھ تفصیل کا علم نہ ہونا کچھ مضر نہیں۔

ایمان کی شاخوں کی تفصیل

امام نوویؒ فرماتے ہیں کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ان شاخوں میں سب سے اعلیٰ توحید یعنی کلمہ طیبہ لا الہ الا اللہ کو قرار دیا ہے جس سے معلوم ہو گیا کہ ایمان میں سب سے اوپر اس کا درجہ ہے اس سے اوپر اور کوئی چیز ایمان کی شاخ نہیں ہے جس سے یہ بات معلوم ہو گئی کہ اصل توحید ہے جو ہر مکلّف پر ضروری ہے اور سب سے نیچے دفع کرنا ہے اس چیز کا جو کسی مسلمان کو نقصان پہنچانے کا احتمال رکھتی ہو۔ باقی سب شاخیں ان کے درمیان ہیں جن کی تفصیل معلوم ہونا ضروری نہیں۔ اجمالاً ان پر ایمان لانا کافی ہے جیسا کہ سب فرشتوں پر ایمان لانا ضروری ہے لیکن ان کی تفصیل اور ان کے نام ہم نہیں جانتے لیکن ایک جماعت محدثین نے ان سب شاخوں کی تفصیل میں مختلف تصانیف فرمائی ہیں۔ جس کا حاصل یہ ہے کہ دراصل ایمان کامل تین چیزوں کے مجموعہ کا نام ہے اول تصدیق قلبی یعنی دل سے جملہ امور کا یقین کرنا دوسرے زبان کا اقرار و عمل۔ تیسرے بدن کے اعمال یعنی ایمان کی جملہ شاخیں تین حصوں پر منقسم ہیں۔ اول وہ جن کا تعلق نیت و اعتقاد اور عمل قلبی سے ہے۔ دوسرے وہ جن کا تعلق زبان سے ہے۔ تیسرے وہ جن کا تعلق باقی حصہ بدن سے ہے۔ ایمان کی جملہ چیزیں ان تین میں داخل ہیں۔

پہلی قسم: جو تمام عقائد کو شامل ہے اس کا خلاصہ تیس چیزیں ہیں۔

(۱) اللہ پر ایمان لانا جس میں اس کی ذات اس کی صفات پر ایمان لانا داخل ہے اور اس کا یقین بھی کہ وہ پاک ذات ایک ہے اور اس کا کوئی شریک نہیں اور نہ اس کا کوئی مثل ہے۔

(۲) اللہ کے ماسوا سب چیزیں بعد کی پیداوار ہیں۔ ہمیشہ سے وہی ایک ذات ہے۔

(۳) فرشتوں پر ایمان لانا۔

(۴) اللہ کی اتاری ہوئی کتابوں پر ایمان لانا۔

(۵) اللہ کے رسولوں پر ایمان لانا۔

(۶) تقدیر پر ایمان لانا کہ بھلی ہو یا بری سب اللہ کی طرف سے ہے۔

(۷) قیامت کے حق ہونے پر ایمان لانا جس میں قبر کا سوال جواب، قبر کا عذاب، مرنے کے بعد دوبارہ زندہ ہونا، حساب ہونا، اعمال کا تلنا اور پل صراط پر گزرنا سب ہی داخل ہے۔

(۸) جنت کا یقین ہونا اور یہ کہ مومن ان شاء اللہ ہمیشہ اس میں رہیں گے۔

(۹) جہنم کا یقین ہونا اور یہ کہ اس میں سخت سے سخت عذاب ہیں اور وہ بھی ہمیشہ ہمیشہ رہے گی۔

(۱۰) اللہ تعالیٰ شانہ سے محبت رکھنا۔

(۱۱) اللہ کے واسطے دوسروں سے محبت رکھنا اور اللہ ہی کے واسطے بغض رکھنا (یعنی اللہ والوں سے محبت رکھنا اور اس کی نافرمانی کرنیوالوں سے بغض رکھنا) اور اسی میں داخل ہے۔ صحابہ کرامؓ بالخصوص مہاجرین اور انصار کی محبت اور آلِ رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی محبت۔

(۱۲) حضور اقدس صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے محبت رکھنا جس میں آپ کی تعظیم بھی آ گئی اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم پر درود

شریف پڑھنا بھی اور آپ کی سنتوں کا اتباع کرنا بھی داخل ہے۔
(۱۳) اخلاص جس میں ریا نہ کرنا اور نفاق سے بچنا بھی داخل ہے۔
(۱۴) توبہ یعنی دل سے گناہوں پر ندامت اور آئندہ نہ کرنے کا عہد
(۱۵) اللہ کا خوف۔
(۱۶) اللہ کی رحمت کا امیدوار ہونا
(۱۷) اللہ کی رحمت سے مایوس نہ ہونا
(۱۸) شکر گزاری (۱۹) وفا (۲۰) صبر
(۲۱) تواضع جس میں بڑوں کی تعظیم بھی داخل ہے۔
(۲۲) شفقت ورحمت جس میں بچوں پر شفقت کرنا بھی داخل ہے
(۲۳) مقدر پر راضی ہونا (۲۴) توکل
(۲۵) خود بینی اور خود ستائی کا چھوڑنا جس میں اصلاحِ نفس بھی داخل ہے
(۲۶) کینہ اور خلش نہ رکھنا جس میں حسد بھی داخل ہے
(۲۷) عینی میں یہ نمبر رہ گیا ہے میرے خیال میں اس جگہ حیا کرنا ہے جو کاتب کی غلطی سے رہ گیا ہے۔
(۲۸) غصہ نہ کرنا
(۲۹) فریب نہ دینا جسمیں بدگمانی نہ کرنا اور کسی کے ساتھ مکر نہ کرنا بھی داخل ہے
(۳۰) دنیا کی محبت دل سے نکال دینا جس میں مال کی ور جاہ کی محبت بھی داخل ہے۔ علامہ عینیؒ فرماتے ہیں کہ امور بالا میں دل کے تمام اعمال داخل ہیں۔ اگر کوئی چیز بظاہر خارج معلوم ہوتو وہ غور سے ان نمبروں میں سے کسی نہ کسی نمبر میں داخل ہوگی۔

دعا کیجئے

اے اللہ! ہمیں اپنے ذکر کی توفیق عطا فرمایئے۔
اے اللہ! ہمیں اپنے حقیقی ذکر یعنی ہمہ وقت آپ کے احکامات کو پیش نظر رکھتے ہوئے زندگی بسر کرنے کی توفیق عطا فرمایئے۔
اے اللہ! ہمیں اپنی محبت نصیب فرمایئے اور مسنون اذکار و وظائف کو صبح وشام پڑھنے کی توفیق عطا فرمایئے۔
اے اللہ! ہمیں ایسا بنا دیجئے کہ ہم سب سے زیادہ آپ کا ذکر کرنے والے سب سے زیادہ آپ کو فرمانبرداری کرنے والے اور سب سے زیادہ آپ سے محبت کرنے والے بن جائیں۔
اے اللہ! ہمیں ایسا بنا دیجئے کہ ہم اپنے سارے دل کیساتھ آپ سے محبت کریں اور آپ کو راضی کرنے میں اپنی ساری کوششیں صرف کردیں۔
اے اللہ! ہم آپ سے دین ودنیا اور اہل وعیال میں معافی اور اچھے انجام کا سوال کرتے ہیں۔
اے اللہ! ہمیں بخش دیجئے اور ہمارے گھروں میں وسعت اور رزق میں برکت عطا فرمادیجئے۔

وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ

ایمان کا سب سے اعلیٰ اور ادنیٰ درجہ

عن ابی هریرة رضی الله عنه قال قال رسول الله صلی الله علیه وسلم الایمان بضع و سبعون شعبة فافضلها قول لا اله الا الله وادناها اماطة الاذی عن الطریق الحیاء شعبة من الایمان (رواه ابن ماجه)

ترجمہ: حضورؐ کا ارشاد ہے کہ ایمان کی ستر سے زیادہ شاخیں ہیں (بعض روایات میں ستتر آئی ہیں) ان میں سے افضل لا الہ الا اللہ کا پڑھنا ہے اور سب سے کم درجہ راستہ سے کسی تکلیف دہ چیز (اینٹ، لکڑی، کانٹے وغیرہ) کا ہٹا دینا ہے اور حیا بھی (ایک خصوصی) شعبہ ہے ایمان کا۔

دوسری قسم: زبان کا عمل تھا اس کے سات شعبے ہیں

(۱) کلمہ طیبہ کا پڑھنا

(۲) قرآن پاک کی تلاوت کرنا

(۳) علم سیکھنا (۴) علم دوسروں کو سکھانا

(۵) دعا کرنا (۶) اللہ کا ذکر جس میں استغفار بھی داخل ہے

(۷) لغو باتوں سے بچنا۔

تیسری قسم: باقی بدن کے اعمال ہیں یہ کل چالیس ہیں جو تین حصوں پر منقسم ہیں۔

پہلا حصہ: اپنی ذاتوں سے تعلق رکھتا ہے یہ سولہ شاخیں ہیں۔

(۱) پاکی حاصل کرنا جس میں بدن کی پاکی، کپڑے کی پاکی، مکان کی پاکی سب ہی داخل ہیں اور بدن کی پاکی میں وضو بھی داخل ہے اور حیض و نفاس اور جنابت کا غسل بھی

(۲) نماز کی پابندی کرنا اس کو قائم کرنا جس میں فرض نفل ادا قضا سب داخل ہے

(۳) صدقہ جس میں زکوٰۃ صدقہ فطر وغیرہ بھی داخل ہے اور بخشش کرنا، لوگوں کو کھانا کھلانا، مہمان کا اکرام کرنا اور غلاموں کا آزاد کرنا بھی داخل ہے

(۴) روزہ فرض ہو یا نفل

(۵) حج کرنا فرض ہو یا نفل اور اسی میں عمرہ بھی داخل ہے اور طواف بھی

(۶) اعتکاف کرنا جسمیں لیلۃ القدر کو تلاش کرنا بھی داخل ہے

(۷) دین کی حفاظت کے لئے گھر چھوڑنا جسمیں ہجرت بھی داخل ہے

(۸) نذر کا پورا کرنا (۹) قسموں کی نگہداشت رکھنا

(۱۰) کفاروں کا ادا کرنا

(۱۱) ستر کا نماز میں اور نماز کے علاوہ ڈھانکنا

(۱۲) قربانی کرنا اور قربانی کے جانوروں کی خبر گیری کرنا اور ان کا اہتمام کرنا

(۱۳) جنازہ کا اہتمام کرنا اسکے جملہ امور کا انتظام کرنا

(۱۴) قرض کا ادا کرنا (۱۵) معاملات کا درست کرنا سود سے بچنا

(۱۶) سچی بات کی گواہی دینا حق کو نہ چھپانا۔

دوسرا حصہ: کسی دوسرے کے ساتھ کے برتاؤ کا ہے اس کی چھ شاخیں ہیں

(۱) نکاح کے ذریعہ سے حرام کاری سے بچنا

(۲) اہل وعیال کے حقوق کی رعایت کرنا اور انکا ادا کرنا، اسمیں نوکروں اور خادموں کے حقوق بھی داخل ہیں

(۳) والدین کیساتھ سلوک کرنا، نرمی برتنا، فرمانبرداری کرنا
(۴) اولاد کی اچھی تربیت کرنا (۵) صلہ رحمی کرنا
(۶) بڑوں کی فرمانبرداری اور اطاعت کرنا۔

تیسرا حصہ: حقوق عامہ کا ہے جو اٹھارہ شعبوں پر منقسم ہے۔
(۱) عدل کے ساتھ حکومت کرنا
(۲) حقانی جماعت کا ساتھ دینا
(۳) حکام کی اطاعت کرنا (بشرطیکہ خلاف شرع حکم نہ ہو)
(۴) آپس کے معاملات کی اصلاح کرنا جسمیں مفسدوں کو سزا دینا، باغیوں سے جہاد کرنا بھی داخل ہے
(۵) نیک کاموں میں دوسروں کی مدد کرنا
(۶) نیک کاموں کا حکم کرنا اور بری باتوں سے روکنا جسمیں وعظ وتبلیغ بھی داخل ہے
(۷) حدود کا قائم کرنا
(۸) جہاد کرنا جسمیں مورچوں کی حفاظت بھی داخل ہے
(۹) امانت کا ادا کرنا جسمیں خمس جو غنیمت کے مالوں میں ہوتا ہے وہ بھی داخل ہے
(۱۰) قرض کا دینا اور ادا کرنا
(۱۱) پڑوسیوں کا حق ادا کرنا، انکا اکرام کرنا
(۱۲) معاملہ اچھا کرنا جس میں جائز طریقہ سے مال کا جمع کرنا بھی داخل ہے
(۱۳) مال کا اپنے محل (موقع) پر خرچ کرنا اسراف اور بخل سے بچنا بھی اسمیں داخل ہے
(۱۴) سلام کرنا اور سلام کا جواب دینا
(۱۵) چھینکنے والے کو یرحمک اللہ کہنا
(۱۶) دنیا کو اپنے نقصان سے اپنی تکلیف سے بچانا
(۱۷) لہو ولعب سے بچنا
(۱۸) راستہ سے تکلیف دہ چیز کا دور کرنا۔

مختلف روایات میں تطبیق:

یہ ستتر شاخیں ہوئیں ان میں بعض کو ایک دوسرے میں منضم بھی کیا جا سکتا ہے۔ جیسا کہ اچھے معاملہ میں مال کا جمع کرنا اور خرچ کرنا دونوں داخل ہو سکتے ہیں۔ اس طرح سے غور سے اور بھی اعداد کو کم کیا جا سکتا ہے اور اس لحاظ سے ستر والی روایت یا سرسٹھ والی روایت کے تحت میں بھی یہ تفصیل آ سکتی ہے۔ اس تفصیل میں بندہ نے علامہ عینیؒ کے کلام کو جو بخاری شریف کی شرح میں ہے اصل قرار دیا ہے کہ انہوں نے نمبروار ان چیزوں کو ذکر فرمایا ہے اور حافظ ابن حجر کی فتح الباری اور علامہ قاریؒ کی مرقات سے توضیح واضافہ کیا ہے۔ علماء نے لکھا ہے کہ ایمان کے سارے شعبے مجملاً یہ ہیں جو مذکور ہوئے۔ آدمی کو چاہیے کہ ان میں غور وفکر کرے جو اوصاف اسمیں ان میں سے پائے جاتے ہوں ان پر اللہ جل شانہ کا شکر ادا کرے کہ اسی کی توفیق و لطف سے ہر بھلائی حاصل ہو سکتی ہے اور جن اوصاف میں کمی ہو انکے حاصل کرنے کی سعی کرے اور اللہ تعالیٰ سے ان کے حصول کی توفیق مانگتا رہے۔ وَمَا تَوْفِيْقِيْٓ اِلَّا بِاللّٰهِ.

ان احادیث کے بیان میں جن میں ان کلمات کی فضیلت اور ترغیب ذکر فرمائی گئی ہے۔

دعا کیجئے: اے اللہ! ہمیں ایسا بنا دیجئے کہ ہم اپنے سارے دل کیساتھ آپ سے محبت کریں اور آپ کو راضی کرنے میں اپنی ساری کوششیں صرف کر دیں۔ اے اللہ! ہم آپ سے دین ودنیا اور اہل وعیال میں معافی اور اچھے انجام کا سوال کرتے ہیں۔ اے اللہ! ہمیں بخش دیجئے اور ہمارے گھروں میں وسعت اور رزق میں برکت عطا فرما دیجئے۔ وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ

6

دو محبوب کلمے

عن ابی ہریرۃ قال قال النبی صلی اللہ علیہ وسلم کلمتان خفیفتان علی اللسان ثقیلتان فی المیزان حبیبتان الی الرحمن سبحان اللہ وبحمدہ سبحان اللہ العظیم

ترجمہ: حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ دو کلمے ایسے ہیں کہ زبان پر بہت ہلکے اور ترازو میں بہت وزنی اور اللہ کے نزدیک بہت محبوب ہیں وہ سبحان اللہ وبحمدہ اور سبحان اللہ العظیم ہیں۔

زبان پر ہلکے اور ترازو میں وزنی

تشریح: زبان پر ہلکے کا مطلب یہ ہے کہ پڑھنے میں نہ وقت خرچ ہو کہ بہت مختصر ہیں نہ یاد کرنے میں کوئی دقت یا دیر لگے اور اس کے باوجود جب اعمال کے تولنے کا وقت آئیگا تو ترازو میں ان کلموں کی کثرت کیوجہ سے بہت زیادہ وزن ہو جائیگا اور اگر کوئی بھی فائدہ نہ ہوتا تو بھی اس سے بڑھ کر کیا چیز تھی کہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک یہ دو کلمے سب سے زیادہ محبوب ہیں۔ امام بخاریؒ نے اپنی کتاب صحیح بخاری کو ان ہی دو کلموں پر ختم فرمایا اور یہی حدیث کتاب کے ختم پر ذکر فرمائی ہے۔ ایک حدیث میں ارشاد نبویؐ ہے کہ کوئی شخص تم میں سے اس بات کو نہ چھوڑے کہ ہزار نیکیاں روزانہ کر لیا کرے۔ **سبحان اللہ و بحمدہ** سو مرتبہ پڑھ لیا کرے ہزار نیکیاں ہو جائینگی۔ اتنے گناہ تو ان شاء اللہ روزانہ کے ہوں گے بھی نہیں۔ اور اس تسبیح کے علاوہ جتنے نیک کام کئے ہوں گے ان کا ثواب علیحدہ نفع میں رہا۔ ایک حدیث میں آیا ہے کہ جو شخص صبح و شام ایک ایک تسبیح **سبحان اللہ وبحمدہ** کی پڑھے اس کے گناہ معاف ہو جائیں گے۔ خواہ سمندر کے جھاگوں سے بھی زیادہ ہوں۔ ایک حدیث میں آیا ہے کہ **سبحان اللہ الحمدللہ لا الہ الا اللہ اللہ اکبر** سے گناہ ایسے جھڑتے ہیں جیسے (سردی میں) درخت سے پتے جھڑتے ہیں۔

سب سے پسندیدہ کلام

حضرت ابوذر غفاریؓ فرماتے ہیں کہ ایک مرتبہ حضورؐ نے ارشاد فرمایا کہ میں تجھے بتاؤں اللہ کے نزدیک سب سے زیادہ پسندیدہ کلام کیا ہے میں نے عرض کیا ضرور بتاویں ارشاد فرمایا **سبحان اللہ وبحمدہ** دوسری حدیث میں ہے **سبحان ربی وبحمدہ**

ایک حدیث میں یہ بھی ہے کہ اللہ نے جس چیز کو اپنے فرشتوں کیلئے اختیار فرمایا وہی افضل ترین ہے اور وہ سبحان اللہ وبحمدہ ہے۔

فرشتوں کا مشغلہ

پہلی فصل میں کئی آیتوں میں یہ مضمون گزر چکا ہے کہ ملائکہ جو عرش کے قریب ہیں اور ان کے علاوہ سب اللہ جل شانہ کی تسبیح وتحمید میں مشغول رہتے ہیں ان کا مشغلہ یہی ہے کہ وہ اللہ کی پاکی بیان کرنے میں اور حمد کرنے میں مشغول رہیں۔ اسی وجہ سے جب آدم علیہ السلام کو پیدا فرمانے کا وقت ہوا تو انہوں نے یہی بارگاہ الٰہی میں ذکر کیا کہ **نحن نسبح بحمدک و نقدس لک** جیسا کہ اس سے پہلی فصل کی پہلی آیت میں گزر چکا ہے۔ ایک حدیث میں وارد ہے کہ آسمان (عظمت الٰہی کے بوجھ سے) بولتا ہے۔ (چرچراتا ہے جیسا کہ چارپائی وغیرہ وزن سے بولنے لگتی ہے) اور آسمان کیلئے حق ہے کہ وہ بولے (کہ ہیبت کا بوجھ سخت ہوتا ہے) قسم ہے اس پاک ذات کی جس کے قبضہ میں محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کی جان ہے کہ آسمان میں ایک بالشت جگہ بھی ایسی نہیں جہاں کوئی فرشتہ سجدہ کی حالت میں اللہ کی تسبیح وتحمید میں مشغول نہ ہو۔

وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ

جنت واجب کرنے والے کلمات

عن اسحق بن عبداللہ بن ابی طلحۃ عن ابیہ عن جدہ قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم من قال لا الہ الا اللہ دخل الجنۃ او وجبت لہ الجنۃ و من قال سبحان اللہ وبحمدہ مائۃ مرۃ کتب اللہ لہ مائۃ الف حسنۃ و اربعًا و عشرین الف حسنۃ (رواہ الحاکم)

ترجمہ: حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ جو شخص لا الہ الا اللہ کہے اس کے لئے جنت واجب ہو جائیگی اور جو شخص سبحان اللہ وبحمدہ سو مرتبہ پڑھے گا اس کے لئے ایک لاکھ چوبیس ہزار نیکیاں لکھی جائینگی صحابہؓ نے عرض کیا یا رسول اللہ ایسی حالت میں تو کوئی بھی (قیامت میں) ہلاک نہیں ہو سکتا (کہ نیکیاں غالب ہی رہیں گی) حضورؐ نے فرمایا (بعض لوگ پھر بھی ہلاک ہوں گے اور کیوں نہ ہوں) بعض آدمی اتنی نیکیاں لے کر آئینگے کہ اگر پہاڑ پر رکھدی جائیں تو وہ دب جائے لیکن اللہ کی نعمتوں کے مقابلہ میں وہ کالعدم ہو جائیں گی۔ البتہ اللہ جل شانہ پھر اپنی رحمت اور فضل سے دستگیری فرمائیں گے۔

قیامت میں نعمتوں کے بارے میں بھی سوال ہوگا

تشریح: اللہ کی نعمتوں کے مقابلہ میں دب جانے اور کالعدم ہو جانے کا مطلب یہ ہے کہ قیامت میں جہاں نیکیاں اور برائیاں تولی جائیں گی وہاں اس چیز کا بھی مطالبہ اور محاسبہ ہوگا کہ اللہ جل جلالہ نے جو نعمتیں عطا فرمائی تھیں ان کا کیا حق ادا کیا۔ اور کیا شکر ادا کیا۔ بندہ کے پاس ہر چیز اللہ ہی کی عطا کی ہوئی ہے۔ ہر ایک چیز کا ایک حق ہے اس حق کی ادائیگی کا مطالبہ ہونا ہے۔ چنانچہ حضورؐ اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ **یصبح علی کل سلامی من احدکم صدقۃ الحدیث** (**فی المشکوۃ بروایۃ المسلم قلت ورواہ ابوداؤد ابن ماجۃ**) جس کا مطلب یہ ہے کہ ہر صبح کو ہر آدمی کے ہر جوڑ اور ہر ہڈی پر ایک صدقہ واجب ہوتا ہے۔ دوسری حدیث میں ہے کہ آدمی میں تین سو ساٹھ جوڑ ہیں اسکے ذمہ ضروری ہے کہ ہر جوڑ کی طرف سے ایک صدقہ کرے یعنی اس بات کے شکر میں کہ حق تعالیٰ شانہ نے سونے کے بعد جو مرنے کے مشابہ حالت تھی پھر از سر نو زندگی بخشی اور ہر عضو صحیح سالم رہا۔ صحابہؓ نے عرض کیا اتنے صدقے روزانہ کرنیکی طاقت کون رکھتا ہے۔ حضورؐ نے فرمایا ہر تسبیح صدقہ ہے ہر تکبیر صدقہ ہے۔ لا الہ الا اللہ ایک مرتبہ کہنا صدقہ۔ اللہ اکبر کہنا صدقہ ہے۔ راستہ میں کسی تکلیف دینے والی چیز کا ہٹا دینا صدقہ ہے۔ غرض بہت سے صدقات شمار کرائے۔ اس قسم کی اور بھی احادیث ہیں جن سے آدمی کی اپنی ذات میں جو اللہ کی نعمتیں ہیں ان کا بیان ہے۔ اس کے علاوہ کھانے پینے راحت و آرام کے متعلق جتنی اللہ کی نعمتیں ہر وقت میسر ہوتی ہیں۔ وہ مزید برآں

کون کون سی نعمتوں کا سوال ہوگا

قرآن پاک میں سورہ الھکم التکاثر میں بھی اس کا ذکر ہے کہ قیامت میں اللہ کی نعمتوں سے بھی سوال ہوگا۔ حضرت ابن عباسؓ فرماتے ہیں کہ بدن کی صحت' کانوں کی صحت' آنکھوں کی صحت سے سوال ہوگا کہ اللہ نے یہ نعمتیں اپنے لطف سے عطا فرمائیں انکو اللہ کے کس کام میں خرچ کیا (یا چوپاؤں کی طرح صرف پیٹ پالنے میں خرچ کیا) چنانچہ دوسری جگہ بنی اسرائیل میں ارشاد ہے اِنَّ السَّمْعَ وَالْبَصَرَ وَالْفُؤَادَ كُلُّ اُولٰٓئِكَ كَانَ عَنْهُ مَسْئُوْلًا (کان' آنکھ دل ہر شخص سے ان سب کی قیامت کے دن پوچھ ہوگی کہ ان چیزوں

کا استعمال کہاں کیا) حضورؐ کا ارشاد ہے کہ جن نعمتوں سے سوال ہوگا ان میں بیفکری جو اللہ کی بڑی دولت ہے اور صحت بدن بھی ہے۔ مجاہد کہتے ہیں کہ دنیا کی ہر لذت نعمتوں میں داخل ہے جن سے سوال ہوگا۔ حضرت علیؓ فرماتے ہیں کہ اس میں عافیت بھی داخل ہے ایک شخص نے حضرت علیؓ سے پوچھا کہ ثُمَّ لَتُسْئَلُنَّ يَوْمَئِذٍ عَنِ النَّعِيمِ (پھر اس دن نعمتوں سے بھی سوال کئے جاؤ گے) کا مطلب کیا ہے۔ آپ نے ارشاد فرمایا کہ گیہوں کی روٹی اور ٹھنڈا پانی مراد ہے کہ اس سے بھی سوال ہوگا اور رہنے کے لئے مکان سے بھی۔ ایک حدیث میں آیا ہے کہ جب یہ آیت نازل ہوئی تو بعض صحابہؓ نے عرض کیا کہ یارسول اللہ کن نعمتوں کا سوال ہوگا۔ آدھی بھوک روٹی ملتی ہے اور وہ بھی جو کی (پیٹ بھرائی روٹی بھی میسر نہیں) وحی نازل ہوئی۔ کیا پاؤں میں جوتا نہیں پہنتے' کیا ٹھنڈا پانی نہیں پیتے یہ بھی تو اللہ کی نعمتیں ہیں۔ ایک حدیث میں آیا ہے کہ بعض صحابہؓ نے اس آیت شریفہ کے نازل ہونے پر عرض کیا یارسول اللہ کن نعمتوں سے سوال ہوگا۔ کھجور اور پانی صرف یہ دو چیزیں کھانے پینے کو ملتی ہیں اور ہماری تلواریں (جہاد کے لئے) ہر وقت کندھوں پر رہتی ہیں اور دشمن (کافر کوئی نہ کوئی) مقابل (جس کی وجہ سے وہ دو چیزیں بھی اطمینان اور بیکفری سے نصیب نہیں ہوتیں) حضورؐ نے فرمایا کہ عنقریب نعمتیں میسر ہونیوالی ہیں۔ ایک حدیث میں حضورؐ کا ارشاد ہے کہ قیامت میں جن نعمتوں سے سوال ہوگا ان میں سب سے اول یہ ہوگا کہ ہم نے تیرے بدن کو تندرستی عطا فرمائی (یعنی اس تندرستی کا کیا حق ادا کیا اور اسمیں اللہ کی رضا کی کیا خدمت ادا کی) اور ہم نے ٹھنڈے پانی سے تجھ کو سیراب کیا (درحقیقت اللہ کی بڑی نعمت ہے جہاں ٹھنڈا پانی میسر نہیں ہوتا ان سے کوئی اسکی قدر پوچھے یہ اللہ کی اتنی بڑی نعمت ہے کہ حد نہیں مگر ہم لوگوں کو اس کے نعمتِ عظیمہ ہونے کی طرف التفات بھی نہیں ہوتا چہ جائیکہ اس کا شکر اور اس کی ادائیگی حق) ایک حدیث میں وارد ہے کہ جن نعمتوں سے سوال ہوگا یہ ہیں وہ روٹی کا ٹکڑا جس سے پیٹ بھرا جاتا ہے۔ وہ پانی جس سے پیاس بجھائی جاتی ہے۔ وہ کپڑا جس سے بدن ڈھانکا جاتا ہے۔

دعا کیجئے: اے اللہ! ہمیں اپنے حقیقی ذکر یعنی ہمہ وقت آپ کے احکامات کو پیش نظر رکھتے ہوئے زندگی بسر کرنے کی توفیق عطا فرمائیے۔ اے اللہ! ہمیں اپنی محبت نصیب فرمائیے اور مسنون اذکار و وظائف کو صبح و شام پڑھنے کی توفیق عطا فرمائیے۔ وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ

نعمتوں میں اضافہ اور کمی کے اصول وضوابط: اللہ رب العزت ارشاد فرماتے ہیں لَئِنْ شَكَرْتُمْ لَاَزِيْدَنَّكُمْ اگر تم شکر ادا کرو گے تو ہم اپنی نعمتوں کو تم پر اور زیادہ کر دیں گے۔ تو ہم جتنا اللہ رب العزت کا شکر ادا کریں گے اتنا ہی رب کریم کی نعمتیں اور زیادہ ہوں گی۔ اور آگے فرمایا وَلَئِنْ كَفَرْتُمْ اِنَّ عَذَابِيْ لَشَدِيْدٌ اور اگر تم کفران نعمت کرو گے تو یاد رکھو کہ پھر میری پکڑ بھی بڑی سخت ہے۔

لسانی اور جسمانی شکر: اب شکر ادا کرنے کے دو طریقے ہیں ایک تو انسان اپنی زبان سے الحمد للہ کہے' سبحان اللہ کہے' یہ بھی اللہ رب العزت کا شکر ادا کر رہا ہے اور ایک اپنے جسم سے پروردگار کے حکموں کی پابندی کرے' گویا یہ بھی اللہ رب العزت کا شکر ادا کر رہا ہے۔ لسانی شکر بھی ادا کرے اور اپنے جسم سے بھی اللہ تعالیٰ کی اطاعت کرے تو یہ گویا اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کرنے والا بندہ ہے۔ اگر اس میں کمی کوتاہی ہوگئی تو پھر اللہ تعالیٰ بعض اوقات اپنی نعمتوں کو واپس لے لیتے ہیں اس پر غور کرنے کی ضرورت ہے۔

حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اور حضرات شیخین رضی اللہ عنہما کا واقعہ

عن اسحق بن عبداللہ بن ابی طلحۃ عن ابیہ عن جدہ قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم من قال لا الہ لا اللہ دخل الجنۃ او وجبت لہ الجنۃ و من قال سبحان اللہ وبحمدہ مائۃ مرۃ کتب اللہ لہ مائۃ الف حسنۃ و اربعًا و عشرین الف حسنۃ (رواہ الحاکم)

ترجمہ: حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ جو شخص لا الہ الا اللہ کہے اس کے لئے جنت واجب ہو جائیگی اور جو شخص سبحان اللہ وبحمدہ سو مرتبہ پڑھے گا اس کے لئے ایک لاکھ چوبیس ہزار نیکیاں لکھی جائینگی صحابہؓ نے عرض کیا یا رسول اللہ ایسی حالت میں تو کوئی بھی (قیامت میں) ہلاک نہیں ہو سکتا (کہ نیکیاں غالب ہی رہیں گی) حضورؐ نے فرمایا (بعض لوگ پھر بھی ہلاک ہوں گے اور کیوں نہ ہوں) بعض آدمی اتنی نیکیاں لے کر آئینگے کہ اگر پہاڑ پر رکھ دی جائیں تو وہ دب جائے لیکن اللہ کی نعمتوں کے مقابلہ میں وہ کالعدم ہو جائیں گی۔ البتہ اللہ جل شانہ پھر اپنی رحمت اور فضل سے دستگیری فرمائیں گے۔

تشریح: ایک مرتبہ دوپہر کے وقت سخت دھوپ میں حضرت ابوبکرؓ پریشان ہو کر گھر سے چلے مسجد میں پہنچے ہی تھے کہ حضرت عمرؓ بھی اسی حالت میں تشریف لے آئے۔ حضرت ابوبکر صدیقؓ کو بیٹھا ہوا دیکھ کر دریافت کیا کہ تم اس وقت یہاں کہاں۔ فرمایا کہ بھوک کی بے تابی نے پریشان کیا۔ حضرت عمرؓ نے عرض کیا واللہ اسی چیز نے مجھے بھی مجبور کیا کہ کہیں جاؤں۔ یہ دونوں حضرات یہ گفتگو کر ہی رہے تھے کہ سردار دو عالم نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لے آئے۔ ان کو دیکھ کر دریافت فرمایا کہ تم اس وقت کہاں؟ عرض کیا یا رسول اللہ بھوک نے پریشان کیا جس سے مضطرب ہو کر نکل پڑے۔ حضورؐ نے ارشاد فرمایا اسی مجبوری سے میں بھی آیا ہوں۔ تینوں حضرات اکٹھے ہو کر حضرت ابو ایوب انصاریؓ کے مکان پر پہنچے۔ وہ تشریف نہیں رکھتے تھے۔ بیوی نے بڑی مسرت و افتخار سے ان حضرات کو بٹھایا۔ حضورؐ نے دریافت فرمایا ابو ایوبؓ کہاں گئے ہیں۔ عرض کیا ابھی حاضر ہوتے ہیں کسی ضرورت سے گئے ہوئے ہیں۔ اتنے میں ابو ایوبؓ بھی حاضر خدمت ہو گئے اور فرط خوشی میں کھجور کا ایک بڑا سا خوشہ توڑ لائے۔ حضورؐ نے ارشاد فرمایا کہ سارا خوشہ کیوں توڑا اس میں کچی اور آدھ کچری بھی ٹوٹ گئیں چھانٹ کر پکی ہوئی توڑ لیتے۔ انہوں نے عرض کیا۔ اس خیال سے توڑا کہ ہر قسم کی سامنے ہوں جو پسند ہو وہ نوش فرماویں (کہ بعض مرتبہ پکی ہوئی سے آدھ کچری زیادہ پسند ہوتی ہیں) خوشہ سامنے رکھ کر جلدی سے گئے اور ایک بکری کا بچہ ذبح کیا اور جلدی جلدی کچھ تو ویسے ہی بھون لیا کچھ سالن تیار کر لیا۔ حضورؐ نے ایک روٹی میں تھوڑا سا گوشت رکھ کر ابو ایوبؓ کو دیا کہ یہ فاطمہؓ کو پہنچا دو۔ اس کو بھی کئی دن سے کچھ نہیں مل سکا۔ وہ فوراً پہنچا کر آئے۔ ان حضرات نے بھی سیر ہو کر نوش فرمایا۔ اس کے بعد حضورؐ نے ارشاد فرمایا کہ دیکھو یہ اللہ کی نعمتیں ہیں۔ روٹی ہے گوشت ہے ہر قسم کی کچی اور پکی کھجوریں ہیں۔ یہ فرما کر نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی پاک آنکھوں سے آنسو بہنے لگے اور ارشاد فرمایا۔ اس پاک ذات کی قسم جس کے قبضہ میں میری جان ہے یہی وہ نعمتیں ہیں جن سے قیامت میں سوال ہوگا) جن حالات کے تحت میں اس وقت یہ چیزیں میسر ہوئی تھیں ان کے لحاظ سے) صحابہؓ کو بڑی گرانی اور فکر پیدا ہو گیا (کہ ایسی مجبوری اور اضطرار کی حالت میں یہ چیزیں میسر آئیں اور ان پر

بھی سوال وحساب ہوگا) حضورؐ نے ارشاد فرمایا کہ اللہ کا شکر ادا کرنا تو ضروری ہے ہی۔ جب اس قسم کی چیزوں پر ہاتھ ڈالو تو اول **بسم اللہ** پڑھو اور جب کھا چکو تو کہو **الحمدللہ الذی ھو اشبعنا و انعم علینا و افضل** (تمام تعریف اللہ ہی کے لئے ہے جس نے ہم کو پیٹ بھر کر کھلایا اور ہم پر انعام فرمایا اور بہت زیادہ عطا فرمایا) اس دعا کا پڑھنا شکر ادا کرنے میں کافی ہے۔ اس قسم کے واقعات کئی مرتبہ پیش آئے جو متعدد احادیث میں مختلف عنوانات سے سے ذکر کئے گئے ہیں۔ چنانچہ ایک مرتبہ الوالہیثمؓ مالک بن تیہان کے مکان پر تشریف لے جانے کی نوبت آئی۔ اسی قسم کا ایک واقعہ ایک اور صاحب کے ساتھ پیش آیا جن کو واقفی کہا جاتا تھا۔

ایک کوڑھی کا واقعہ:

حضرت عمرؓ کا گزر ایک شخص پر ہوا جو کوڑھی بھی تھا اور اندھا' بہرا اور گونگا بھی تھا۔ آپ نے ساتھیوں سے دریافت فرمایا کہ تم لوگ اللہ کی کچھ نعمتیں اس شخص پر بھی دیکھتے ہو؟ لوگوں نے عرض کیا کہ اس کے پاس کونسی نعمت ہے۔ آپ نے ارشاد فرمایا کہ کیا پیشاب سہولت سے نہیں کر سکتا جتنا ہو سکے شکر ادا کرو۔ حضرت عبداللہ بن مسعودؓ فرماتے ہیں کہ قیامت میں تین دربار ہیں۔ ایک دربار میں نیکیوں کا حساب ہے' دوسرے میں اللہ کی نعمتوں کا حساب ہے۔ تیسرے میں گناہوں کا مطالبہ ہے۔ نیکیاں نعمتوں کے مقابلہ میں ہو جائیں گی اور برائیاں باقی رہ جائیں گی جو اللہ کے فضل کے تحت میں ہونگی ان سب کا مطلب یہ ہے کہ اللہ جل شانہ کی جس قدر نعمتیں ہر آن اور ہر دم آدمی پر ہوتی ہیں ان کا شکر کرنا' ان کا حق ادا کرنا بھی آدمی کے ذمہ ہے اس لئے جتنی مقدار بھی نیکیوں کی پیدا ہو سکے ان کو حاصل کرنے میں کمی نہ کرے اور کسی مقدار کو بھی زیادہ نہ سمجھے کہ وہاں پہنچ کر معلوم ہوگا کتنے کتنے گناہ ہم نے اپنی آنکھ' ناک' کان اور دوسرے بدن کے حصوں سے ایسے کئے ہیں جن کو ہم گناہ بھی نہ سمجھے۔ حضورؐ کا ارشاد ہے کہ تم میں سے کوئی بھی ایسا نہیں ہے جس کی قیامت میں اللہ کے یہاں پیشی نہ ہو کہ اس وقت نہ کوئی پردہ درمیان میں حائل ہوگا نہ ترجمان (وکیل وغیرہ)۔ دائیں طرف دیکھے گا تو اپنے اعمال کا انبار ہوگا' بائیں طرف دیکھے گا تب بھی یہی منظر ہوگا جس قسم کے بھی اچھے یا برے اعمال کئے ہیں وہ سب ساتھ ہونگے جہنم کی آگ سامنے ہوگی اس لئے جہاں تک ممکن ہو صدقہ سے جہنم کی آگ کو دفع کرو خواہ کھجور کا ٹکڑا ہی کیوں نہ ہو۔ ایک حدیث میں آیا ہے کہ قیامت میں سب سے اول یہ سوال ہوگا کہ ہم نے تجھے بدن کی صحت عطا کی اور ٹھنڈا پانی پینے کو دیا (یعنی ان چیزوں کا کیا حق ادا کیا) دوسری حدیث میں ہے کہ اس وقت تک آدمی حساب کے میدان سے نہ ہٹے گا جب تک پانچ چیزوں کا سوال نہ ہو جائے۔ عمر کس کام میں خرچ کی؟ جوانی (کی قوت) کس مشغلہ میں صرف کی؟ مال کس طریقہ سے کمایا اور کس طریقہ سے خرچ کیا (یعنی کمائی کے اور خرچ کے طریقے جائز تھے یا ناجائز) جو کچھ علم حاصل کیا (خواہ کسی درجہ کا ہو) اس میں کیا عمل کیا (یعنی جو مسائل معلوم تھے ان پر عمل کیا یا نہیں)

دعا کیجئے: اے اللہ! ہم آپ سے دین و دنیا اور اہل وعیال میں معافی اور اچھے انجام کا سوال کرتے ہیں۔ اے اللہ! ہمیں ایسا بنا دیجئے کہ ہم اپنے سارے دل کیساتھ آپ سے محبت کریں اور آپ کو راضی کرنے میں اپنی ساری کوششیں صرف کر دیں۔ اے اللہ! ہمیں بخش دیجئے اور ہمارے گھروں میں وسعت اور رزق میں برکت عطا فرما دیجئے۔ وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ

جنت کے درخت

عن ابن مسعود رضی اللہ عنہ قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم لقیت ابراھیم لیلۃ اسری بی فقال یا محمد اقرأ امتک منی السلام واخبرھم ان الجنۃ طیبۃ التربۃ عذبۃ الماء و انھا قیعان و ان غراسھا سبحان اللہ والحمدللہ ولا الہ الا اللہ و اللہ اکبر (رواہ الترمذی)

ترجمہ: حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ شب معراج میں جب میری ملاقات حضرت ابراہیم علیہ السلام سے ہوئی تو انہوں نے فرمایا کہ اپنی امت کو میرا سلام کہہ دینا اور یہ کہنا کہ جنت کی نہایت عمدہ پاکیزہ مٹی ہے اور بہترین پانی لیکن وہ بالکل چٹیل میدان ہے اور اس کے پودے درخت **سبحان اللہ والحمدللہ ولا الہ الا اللہ واللہ اکبر** ہیں (جتنے کسی کا دل چاہے درخت لگالے) ایک حدیث میں اس کے بعد لاحول ولاقوۃ الا باللہ بھی ہے۔ دوسری حدیث میں ہے کہ ان کلموں میں سے ہر کلمہ کے بدلے ایک درخت جنت میں لگایا جاتا ہے۔

حضرت ابراہیم علیہ السلام کا امت محمد کی طرف سلام بھیجنا

تشریح: ایک حدیث میں ہے جو کہ شخص سبحان اللہ العظیم وبحمدہ پڑھے گا ایک درخت جنت میں لگایا جاویگا۔ ایک حدیث میں ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لیجارہے تھے۔ حضرت ابوہریرہؓ کو دیکھا کہ ایک پودا لگارہے ہیں۔ دریافت فرمایا کہ کیا کر رہے ہو۔ انہوں نے عرض کیا درخت لگارہا ہوں۔ ارشاد فرمایا میں بتاؤں، بہترین پودے جو لگائے جاویں۔ سبحان اللہ الحمدللہ لا الہ الا اللہ اللہ اکبر ہر کلمہ سے ایک درخت جنت میں لگتا ہے۔

حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے ذریعہ سے حضرت خلیل اللہ علی نبینا وعلیہ الصلوٰۃ والسلام نے سلام بھیجا ہے اس لئے علماء نے لکھا ہے کہ جس شخص کے پاس یہ حدیث پہنچے اس کو چاہیے کہ حضرت خلیل اللہ کے سلام کے جواب میں وعلیہ السلام ورحمۃ اللہ وبرکاتہ کہے۔

جنت کی بہترین مٹی اور میٹھا پانی:

اسکے بعد ارشاد ہے کہ جنت کی مٹی بہترین ہے اور پانی میٹھا۔ اس کے دو مطلب ہیں اول یہ کہ صرف اس جگہ کی حالت کا بیان کرنا ہے کہ بہترین جگہ ہے۔ جس کی مٹی کے متعلق احادیث میں آیا ہے کہ مشک و زعفران کی ہے اور پانی نہایت لذیذ ایسی جگہ ہر شخص اپنا مسکن بنانا چاہتا ہے اور تفریح و راحت کے لئے باغ وغیرہ لگانے کے اسباب مہیا ہوں تو کون چھوڑ سکتا ہے۔ دوسرا مطلب یہ ہے کہ جس جگہ زمین بہتر اور پانی بہتر ہو وہاں پیداوار بہت اچھی ہوتی ہے۔ اس صورت میں مطلب یہ ہے کہ ایک مرتبہ **سبحان اللہ** کہہ دینے سے ایک درخت وہاں قائم ہو جاویگا اور پھر وہ جگہ اور پانی کی عمدگی کی وجہ سے خود ہی نشو ونما پاتا رہیگا۔ صرف ایک مرتبہ بیج ڈال دینا ہے۔ باقی سب کچھ خود ہی ہو جائے گا۔ اس حدیث میں جنت کو چٹیل میدان فرمایا ہے اور جن احادیث میں جنت کا حال بیان کیا گیا ہے ان میں جنت میں ہر قسم کے میوے باغ درختوں وغیرہ کا موجود ہونا بتایا گیا ہے بلکہ جنت کے معنی ہی باغ کے ہیں اس لئے ظاہرا اشکال واقع ہوتا ہے۔ بعض علماء نے فرمایا ہے کہ اصل کے اعتبار سے وہ میدان ہے لیکن جس حالت پر وہ نیک عمل لوگوں کو دی جائے گی ان کے اعمال کے موافق اس میں باغ اور درخت وغیرہ موجود ہوں گے۔ دوسری توجیہ بعض علماء نے یہ دریافت فرمائی ہے کہ

جنت کے وہ باغ وغیرہ ان اعمال کے موافق ملیں گے۔ جب ان اعمال کی وجہ سے اور ان کے برابر ملے تو گویا یہ اعمال ہی درختوں کا سبب ہوئے۔ تیسری توجیہ یہ فرمائی گئی ہے کہ کم سے کم مقدار جو ہر شخص کے حصہ میں ہے وہ ساری دنیا سے کہیں زائد ہے اس میں بہت سے حصہ میں خود اپنے اصلی باغ موجود ہیں اور بہت سا حصہ خالی پڑا ہے جتنا کوئی ذکر تسبیح وغیرہ کریگا اتنے ہی درخت اور لگ جائیں گے۔ شیخ المشائخ حضرت مولانا گنگوہیؒ کا ارشاد جو کوکب دری میں نقل کیا گیا ہے یہ ہے کہ اس کے سارے درخت خیر کی طرح سے ایک جگہ مجتمع ہیں۔ ہر شخص جس قدر اعمال خیر کرتا رہتا ہے اتنا ہی اس کے حصہ کی زمین میں لگتے رہتے ہیں اور نشوونما پاتے رہتے ہیں۔

پہاڑ سے زیادہ سونا خرچ کرنے سے زیادہ محبوب کلام

حضورؐ کا ارشاد ہے کہ جو شخص رات کو مشقت جھیلنے سے ڈرتا ہو (کہ راتوں کو جاگنے اور عبادت میں مشغول رہنے سے قاصر ہو) یا بخل کی وجہ سے مال خرچ کرنا دشوار ہو یا بزدلی کی وجہ سے جہاد کی ہمت نہ پڑتی ہو اس کو چاہیے کہ سبحان اللہ وبحمدہ کثرت سے پڑھا کرے۔ اللہ کے نزدیک یہ کلام پہاڑ کی بقدر سونا خرچ کرنے سے بھی زیادہ محبوب ہے۔

فائدہ: کس قدر اللہ کا فضل ہے کہ ہر قسم کی مشقت سے بچنے والوں کے لئے بھی فضائل اور درجات کا دروازہ بند نہیں فرمایا۔ راتوں کو نہیں جاگا جاتا، کنجوسی سے پیسہ خرچ نہیں ہوتا، بزدلی اور کم ہمتی سے جہاد جیسا مبارک عمل نہیں ہوتا اس کے بعد بھی اگر دین کی قدر ہے آخرت کی فکر ہے تو اس کے لئے راستہ کھلا ہوا ہے پھر بھی کچھ کما نہ سکے تو کم نصیبی کے سوا اور کیا ہے۔ پہلے یہ مضمون ذرا تفصیل سے گزر چکا ہے۔

سب سے زیادہ محبوب چار کلمے:

حضورؐ کا ارشاد ہے کہ اللہ کے نزدیک سب سے زیادہ محبوب کلام چار کلمے ہیں۔ سبحان اللہ والحمدللہ ولا الہ الا اللہ واللہ اکبر ان میں سے جس کو چاہے پہلے پڑھے اور جس کو چاہے بعد میں (کوئی خاص ترتیب نہیں) ایک حدیث میں ہے کہ یہ کلمے قرآن پاک میں بھی موجود ہیں۔

فائدہ: یعنی قرآن پاک کے الفاظ میں بھی یہ کلمے کثرت سے وارد ہوئے ہیں اور قرآن پاک میں ان کا حکم ان کی ترغیب وارد ہوئی ہے چنانچہ پہلی فصل میں مفصل بیان ہو چکا ہے۔ ایک حدیث میں آیا ہے کہ عیدوں کو ان کلموں کے ساتھ مزین کیا کرو یعنی عید کی زینت یہ ہے کہ ان کلموں کا کثرت سے ورد کیا جائے۔

دعا کیجئے

اے اللہ! ہمیں اپنے حقیقی ذکر یعنی ہمہ وقت آپ کے احکامات کو پیش نظر رکھتے ہوئے زندگی بسر کرنے کی توفیق عطا فرمایئے۔ اے اللہ! ہمیں اپنی محبت نصیب فرمایئے اور مسنون اذکار و وظائف کو صبح وشام پڑھنے کی توفیق عطا فرمایئے۔ اے اللہ! ہمیں ایسا بنا دیجئے کہ ہم سب سے زیادہ آپ کا ذکر کرنے والے سب سے زیادہ آپ کو فرمانبرداری کرنے والے اور سب سے زیادہ آپ سے محبت کرنے والے بن جائیں۔ اے اللہ! ہمیں ایسا بنا دیجئے کہ ہم اپنے سارے دل کیساتھ آپ سے محبت کریں اور آپ کو راضی کرنے میں اپنی ساری کوششیں صرف کر دیں۔ اے اللہ! ہم آپ سے دین و دنیا اور اہل وعیال میں معافی اور اچھے انجام کا سوال کرتے ہیں۔ وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ

غریبوں کے لئے بہترین عمل

عن ابی هریره رضی الله عنه قال ان الفقراء المهاجرین اتوارسول الله صلی الله علیه وسلم فقالو اقد ذهب اهل الدثور بالدرجات العلیٰ و النعیم المقیم فقال ماذاک قالوا یصلون کما نصلی و یصومون کما نصوم ویتصدقون ولا نتصدق ویعتقون ولا نعتق (رواہ البخاری و مسلم)

ترجمہ: حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں ایک مرتبہ فقرأ مہاجرین جمع ہو کر حاضر ہوئے اور عرض کیا' یارسول اللہ یہ مالدار سارے بلند درجے لے اڑے اور ہمیشہ کی رہنے والی نعمت انہیں کے حصہ میں آ گئی۔ حضورؐ نے فرمایا کیوں۔ عرض کیا کہ نماز روزہ میں تو یہ ہمارے شریک کہ ہم بھی کرتے ہیں یہ بھی مالدار ہونے کی وجہ سے یہ لوگ صدقہ کرتے ہیں غلام آزاد کرتے ہیں اور ہم ان چیزوں سے عاجز ہیں۔ حضورؐ نے فرمایا کہ میں تمہیں ایسی چیز بتاؤں کہ تم اس پر عمل کر کے اپنے سے پہلوں کو پکڑ لو اور بعد والوں سے بھی آگے بڑھے رہو اور کوئی شخص تم سے اس وقت تک افضل نہ ہو جب تک ان ہی اعمال کو نہ کرے۔ صحابہؓ نے عرض کیا ضرور بتا دیجئے ارشاد فرمایا کہ ہر نماز کے بعد سبحان اللہ الحمدللہ اللہ اکبر ٣٣' ٣٣ مرتبہ پڑھ لیا کرو (ان حضرات نے شروع کر دیا مگر اس زمانہ کے مالدار بھی اس نمونہ کے تھے انہوں نے بھی معلوم ہونے پر شروع کر دیا) تو فقرأ دوبارہ حاضر ہوئے کہ یارسول اللہ ہمارے مالدار بھائیوں نے بھی سن لیا اور وہ بھی یہی کرنے لگے۔ حضورؐ نے فرمایا یہ اللہ کا فضل ہے جس کو چاہے عطا فرمائے اس کو کون روک سکتا ہے۔ ایک دوسری حدیث میں بھی اسی طرح یہ قصہ ذکر کیا گیا اسمیں حضورؐ کا ارشاد ہے کہ تمہارے لئے بھی اللہ نے صدقہ کا قائم مقام بنا رکھا ہے۔ سبحان اللہ ایک مرتبہ کہنا صدقہ ہے الحمدللہ ایک مرتبہ کہنا صدقہ ہے۔ بیوی سے صحبت کرنا صدقہ ہے۔ صحابہؓ نے تعجب سے عرض کیا یارسول اللہ بیوی سے ہمبستری میں اپنی شہوت پوری کرے اور یہ صدقہ ہو جائے حضورؐ نے فرمایا اگر حرام میں مبتلا ہو گیا تو گناہ ہوگا یا نہیں۔ صحابہؓ نے عرض کیا ضرور ہوگا۔ ارشاد فرمایا اسی طرح حلال میں صدقہ اور اجر ہے۔

بیوی سے صحبت کرنا صدقہ کیسے ہے؟

تشریح: مطلب یہ ہے کہ اس نیت سے صحبت کرنا کہ حرام کاری سے بچے ثواب اور اجر کا سبب ہے اسی قصہ کی دوسری حدیث میں اس اشکال کے جواب میں کہ بیوی سے ہمبستری اپنی شہوت کو پورا کرنا ہے۔ حضورؐ کا جواب نقل کیا گیا۔ بتاؤ اگر بچہ پیدا ہو جائے پھر وہ جوان ہونے لگے اور تم اسکی خوبیوں کی امید باندھنے لگو پھر وہ مر جائے۔ کیا تم ثواب کی امید رکھتے ہو۔ عرض کیا گیا کہ بیشک امید ہے۔ حضورؐ نے فرمایا کیوں تم نے اس کو پیدا کیا' تم نے اسکو ہدایت کی تھی' تم نے اسکو روزی دی تھی بلکہ اللہ ہی نے پیدا کیا تھا اسی نے ہدایت دی تھی وہی روزی عطا کرتا ہے اس طرح صحبت سے تم نطفہ کو حلال جگہ رکھتے ہو پھر اللہ کے قبضہ میں ہے کہ چاہے اسکو زندہ کرے کہ اس سے اولاد پیدا کر دے یا مردہ کرے اولاد پیدا نہ ہو۔ اس حدیث کا مقتضیٰ یہ ہے کہ یہ اجر و ثواب بچہ کے پیدا ہونے کا سبب ہونے کی وجہ سے ہے۔

سمندر کی جھاگ کے برابر گناہوں کی معافی

حضور اقدس کا ارشاد ہے کہ جوشخص ہر نماز کے بعد سبحان اللہ ٣٣ مرتبہ الحمدللہ ٣٣ مرتبہ اللہ اکبر ٣٣ مرتبہ اور ایک مرتبہ لاالہ الا اللہ وحدہ لاشریک لہ لہ الملک ولہ الحمد وھو علیٰ کل شی ء قدیر پڑھے اس کے گناہ معاف ہو جاتے ہیں۔ خواہ اتنی کثرت سے ہوں جتنے سمندر کے جاگ۔

فائدہ: خطایا کی مغفرت کے بارہ میں پہلے کئی حدیثوں کے تحت میں بحث گزر چکی ہے کہ ان خطایا سے مراد علماء کے نزدیک صغیرہ گناہ ہیں۔ اس حدیث میں تین کلمے ٣٣، ٣٣ مرتبہ اور لا الہ الا اللہ ایک مرتبہ وارد ہوا ہے۔ اس سے اگلی حدیث میں دو کلمے ٣٣، ٣٣ مرتبہ اور اللہ اکبر ٣٤ مرتبہ آ رہا ہے۔ حضرت زیدؓ سے نقل کیا گیا ہے کہ ہم کو حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے سبحان اللہ الحمدللہ اللہ اکبر ہر ایک کو ٣٣ مرتبہ ہر نماز کے بعد پڑھنے کا حکم فرمایا تھا۔ ایک انصاریؓ نے خواب میں دیکھا کوئی شخص کہتا ہے کہ ہر ایک کلمہ کو پچیس مرتبہ کرلو ان کے ساتھ لاالہ الااللہ ٢٥ مرتبہ کا اضافہ کرلو۔ حضرت اقدس صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کیا گیا حضورؐ نے قبول فرمالی اور اس کی اجازت فرمادی کہ ایسا ہی کرلیا جائے ایک حدیث میں سبحان اللہ، الحمد اللہ، اللہ اکبر ہر کلمہ کو ہر نماز کے بعد گیارہ مرتبہ کا حکم ہے اور ایک حدیث میں ١٠، ١٠ مرتبہ وارد ہوا ہے۔ ایک حدیث میں لاالہ الا اللہ ١٠ مرتبہ باقی تینوں کلمے ہر ایک ٣٣ مرتبہ۔ ایک حدیث میں ہر نماز کے بعد چاروں کلمے ١٠٠، ١٠٠ مرتبہ وارد ہوئے ہیں جیسا کہ حصن حصین میں ان روایات کو ذکر کیا گیا ہے یہ اختلاف بظاہر ہر حالات کے اختلاف کی وجہ سے ہے کہ آدمی فراغت اور مشاغل کے اعتبار سے مختلف ہیں جو لوگ دوسری ضروری کاموں میں مشغول ہیں ان کے لئے کم مقدار تجویز فرمائی اور جو لوگ، فارغ ہیں ان کے لئے زیادہ مقدار لیکن محققین کی رائے یہ ہے کہ جو عدد احادیث میں مذکور ہیں ان کی رعایت ضروری ہے کہ جو چیز دوا کے طور پر استعمال کیجاتی ہے اسمیں مقدار کی رعایت بھی اہم ہے۔

ایسے کلمات جن کا کہنے والا نامراد نہیں ہوتا:

حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ چند پیچھے آنے والے (کلمات) ایسے ہیں جن کا کہنے والا نامراد نہیں ہوتا وہ یہ ہیں کہ ہر فرض نماز کے بعد ٣٣ مرتبہ سبحان اللہ، ٣٣ مرتبہ الحمداللہ، ٣٤ مرتبہ اللہ اکبر۔

فائدہ: ان کلمات کو پیچھے آنے والے یا تو اس وجہ سے فرمایا کہ یہ نماروں کے بعد پڑھے جاتے ہیں یا اس وجہ سے کہ گناہوں کے بعد پڑھنے سے انکو دھونے اور مٹادینے والے ہیں یا اس وجہ سے یہ کلمات ایک دوسرے کے بعد پڑھے جاتے ہیں۔ حضرت ابوالدرداءؓ فرماتے ہیں کہ ہمیں نمازوں کے بعد سبحان اللہ الحمدللہ ٣٣، ٣٣ مرتبہ اور اللہ اکبر ٣٤ مرتبہ پڑھنے کا حکم کیا گیا ہے۔

دعا کیجئے

اے اللہ! ہمیں ایسا بنادیجئے کہ ہم اپنے سارے دل کیساتھ آپ سے محبت کریں اور آپ کو راضی کرنے میں اپنی ساری کوششیں صرف کردیں۔ اے اللہ! ہم آپ سے دین ودنیا اور اہل وعیال میں معافی اور اچھے انجام کا سوال کرتے ہیں۔ اے اللہ! ہمیں بخش دیجئے اور ہمارے گھروں میں وسعت اور رزق میں برکت عطا فرمادیجئے۔

وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ

روزانہ احد پہاڑ کے برابر عمل

عن عمران بن حصین رضی اللہ عنہ رفعہ اما یستطیع احدکم ان یعمل کل یوم مثل احد عملاً قالو یارسول اللہ و من یستطیع قال کلکم یستطیع قالوا یارسول اللہ ماذا قال سبحانؐ اللہ اعظم من احد و لاالٰہ الا اللہ اعظم من احد والحمد للہ اعظم من احد واللہ اکبر اعظم من احد (جمع الفوائد)

ترجمہ: حضور اقدس نے ایک مرتبہ ارشاد فرمایا کیا تم میں سے کوئی ایسا نہیں ہے کہ روزانہ احد (جو مدینہ منورہ کے ایک پہاڑ کا نام ہے) کے برابر عمل کرلیا کرے۔ صحابہؓ نے عرض کیا یارسول اللہ اس کی کون طاقت رکھتا ہے (کہ اتنے بڑے پہاڑ کے برابر عمل کرے) حضور نے ارشاد فرمایا ہر شخص طاقت رکھتا ہے۔ صحابہؓ نے عرض کیا اس کی کیا صورت ہے ارشاد فرمایا کہ سبحان اللہ کا ثواب احد سے زیادہ ہے لا الٰہ الا اللہ کا احد سے زیادہ ہے الحمد للہ کا احد سے زیادہ ہے اللہ اکبر کا احد سے زیادہ ہے۔

تشریح: یعنی ان کلموں میں سے ہر ایک کلمہ ایسا ہے جس کا ثواب اُحد پہاڑ سے زیادہ ہے اور ایک پہاڑ کیا نا معلوم کتنے ایسے پہاڑوں سے زیادہ ہے۔ حدیث میں آیا ہے کہ **سبحان اللہ، الحمد للہ** سارے آسمانوں اور زمینوں کو ثواب سے بھر دیتے ہیں۔ ایک حدیث میں آیا ہے کہ سبحان اللہ کا ثواب آدھی ترازو ہے اور الحمد للہ اس کو پُر کر دیتی ہے اور اللہ اکبر آسمان زمین کے درمیان کو پُر کر دیتی ہے۔ ایک حدیث میں حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد نقل کیا گیا ہے کہ **سبحان اللہ الحمد للہ لاالٰہ الا اللہ اللہ اکبر** مجھے ہر اس چیز سے زیادہ محبوب ہے جس پر آفتاب نکلے۔ ملا علی قاریؒ فرماتے ہیں کہ مراد یہ ہے کہ ساری ہی دنیا اللہ کے واسطے خرچ کر دوں تو اس سے بھی یہ زیادہ محبوب ہیں۔ کہتے ہیں کہ حضرت سلیمان علیہ السلام ہوائی تخت پر تشریف لے جا رہے تھے پرندے آپ پر سایہ کئے ہوئے تھے اور جن و انس وغیرہ لشکر در قطار ایک عابد پر گزر رہا جس پر حضرت سلیمان علیہ السلام کے اس وسعت ملکی اور عموم سلطنت کی تعریف کی۔ آپ نے ارشاد فرمایا کہ مومن کے اعمالنامہ میں ایک تسبیح سلیمان بن داؤد کے سارے ملک سے اچھی ہے کہ یہ ملک فنا ہو جائیگا اور تسبیح باقی رہنے والی چیز ہے۔

پانچ چیزیں جو ترازو میں بہت وزنی ہیں:

ایک مرتبہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ واہ واہ پانچ چیزیں (اعمالنامہ تلنے کی) ترازو میں کتنی زیادتی وزنی ہیں لا الٰہ الا اللہ اللہ اکبر سبحان اللہ الحمد للہ اور وہ بچہ جو مرجائے اور باپ (اسی طرح ماں بھی) اس پر صبر کرے۔

یہ مضمون کئی صحابہؓ سے متعدد احادیث میں نقل کیا گیا ہے۔ بخ بخ بڑے سرور اور فرحت کا کلمہ ہے جس چیز کو حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم اس خوشی اور مسرت سے ارشاد فرمارہے ہوں عطا فرمارہے ہوں کیا محبت کا دعویٰ کرنے والوں کے ذمہ نہیں ہے کہ ان کلموں پر مرمٹیں کہ حضور کی اس خوشی کی قدردانی اور اس کا استقبال یہی ہے۔

حضرت نوح علیہ السلام کی نصیحت

حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ حضرت نوح علیہ السلام نے اپنے صاحبزادے سے فرمایا کہ میں تمہیں وصیت کرتا ہوں اور اس خیال سے کہ بھول نہ جاؤ نہایت مختصر کہتا ہوں اور وہ یہ ہے کہ دو کام کرنے کی وصیت کرتا ہوں اور دو کاموں سے روکتا ہوں جن دو کاموں کے کرنے کی وصیت کرتا ہوں وہ دونوں ایسے ہیں کہ اللہ جل جلالہ ان سے نہایت خوش ہوتے ہیں اور اللہ کی نیک مخلوق ان سے خوش ہوتی ہے۔ ان دونوں کاموں کی اللہ کے یہاں رسائی (اور مقبولیت) بھی بہت زیادہ ہے ان دو میں سے ایک لا الٰہ الا اللہ ہے کہ اگر تمام آسمان اور زمین کو ایک حلقہ ہو

جائیں تو بھی یہ پاک کلمہ ان کو توڑ کر آسمان پر جائے بغیر نہ رہے اور اگر تمام آسمان اور زمین ایک پلڑے میں رکھ دیا جائے اور دوسرے میں یہ پاک کلمہ ہو تب بھی وہی پلڑا جھک جائے گا اور دوسرا کام جو کرنا ہے وہ سبحان اللہ وبحمدہ کا پڑھنا ہے کہ یہ کلمہ ساری مخلوق کی عبادت ہے اور اسی کی برکت سے ساری مخلوق کو روزی دی جاتی ہے کوئی بھی چیز مخلوق میں ایسی نہیں جو اللہ کی تسبیح نہ کرتی ہو مگر تم لوگ ان کا کلام سمجھتے نہیں ہو اور جن دو چیزوں سے منع کرتا ہوں وہ شرک اور تکبر ہے کہ ان دونوں کی وجہ سے اللہ سے حجاب ہو جاتا ہے اور اللہ کی نیک مخلوق سے حجاب ہو جاتا ہے۔

انسانوں، جنوں اور فرشتوں کے علاوہ مخلوقات کی تسبیح

لا الہ الا اللہ کے بیان میں بھی اس حدیث کا مضمون گزر چکا ہے تسبیح کے متعلق جو ارشاد اس حدیث میں ہے قرآن پاک کی آیات میں بھی گزر چکا ہے۔ وان من شیء الا یسبح بحمدہ قرآن پاک کی آیت ہے۔ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد بہت سی احادیث میں وارد ہوا ہے کہ شبِ معراج میں آسمانوں کی تسبیح حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے خود سنی۔ ایک مرتبہ حضورؐ کا ایسی جماعت پر گزر ہوا جو اپنے گھوڑوں اور اونٹوں پر کھڑی ہوئی تھی حضورؐ نے ارشاد فرمایا کہ جانوروں کی ممبر اور کرسیاں نہ بناؤ بہت سے جانور سواروں سے بہتر اور ان سے زیادہ اللہ کا ذکر کرنیوالے ہوتے ہیں۔ حضرت ابن عباسؓ فرماتے ہیں کہ کھیتی بھی تسبیح کرتی ہے اور کھیتی والے کو اس کا ثواب ملتا ہے۔

پیالے کی تسبیح: ایک مرتبہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں ایک پیالہ پیش کیا گیا جس میں ثرید تھا۔ آپؐ نے ارشاد فرمایا کہ یہ کھانا تسبیح کر رہا ہے کسی نے عرض کیا آپؐ اسکی تسبیح سمجھتے ہیں حضورؐ نے ارشاد فرمایا ہاں سمجھتا ہوں۔ اس کے بعد آپؐ نے ایک شخص سے فرمایا کہ اس کو فلاں شخص کے قریب کر دو۔ پیالہ ان کے قریب کیا گیا تو انہوں نے بھی تسبیح سنی۔ اس کے بعد پھر ایک تیسرے صاحب کے قریب اس طرح کیا گیا انہوں نے بھی سنا۔ کسی نے درخواست کی کہ مجمع کے سب ہی لوگوں کو سنوایا جائے۔ حضورؐ نے ارشاد فرمایا کہ اگر کسی کو ان میں سے سنائی نہ دے تو لوگ سمجھیں گے کہ یہ گناہگار ہے۔

اس چیز کا تعلق کشف سے ہے۔ حضرات انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام کو تو یہ چیزیں بدرجہ اتم حاصل تھی اور ہونا چاہیے تھی حضرات صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو بھی بسا اوقات حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے فیض صحبت اور انوار قرب کی بدولت یہ چیز حاصل ہو جاتی تھی۔ سینکڑوں واقعات اس کے شاہد ہیں۔ صوفیہ کو بھی اکثر یہ چیز مجاہدوں کی کثرت سے حاصل ہو جاتی ہے جس کی وجہ سے وہ جمادات اور حیوانات کی تسبیح، ان کا کلام ان کی گفتگو سمجھ لیتے ہیں لیکن محققین مشائخ کے نزدیک چونکہ یہ چیز نہ دلیل کمال ہے نہ موجب قرب کہ جو بھی اس قسم کے مجاہدے کرتا ہے وہ حاصل کر لیتا ہے خواہ اس کو حق تعالیٰ شانہ کے یہاں قرب حاصل ہو یا نہ ہو۔ اس لئے محققین اسکو غیر اہم سمجھتے ہیں بلکہ اس لحاظ سے مضر سمجھتے ہیں کہ جب مبتدی اسمیں لگ جاتا ہے تو دنیا کی سیر کا ایک شوق پیدا ہو کر ترقی کے لئے مانع بن جاتا ہے مجھے اپنے حضرت مولانا خلیل احمد صاحبؒ کے بعض خدام کے متعلق معلوم ہے کہ جب ان کو یہ صورت کشف پیدا ہونے لگی تو حضرت نے چند روز کے لئے اہتمام نے سب ذکر شغل چھڑا دیا تھا کہ مبادا یہ حالت ترقی پکڑ جائے۔ اس کے علاوہ حضرات اس لئے بھی بچتے ہیں کہ اس صورت میں دوسروں کے گناہوں کا اظہار ہوتا ہے جو ان حضرات کیلئے تکدر کا سبب ہوتا ہے۔ علامہ شعرانیؒ نے میزان الکبریٰ میں لکھا ہے کہ حضرت امام اعظم رحمہ اللہ جب کسی شخص کو وضو کرتے ہوئے دیکھتے تو اس پانی میں جو گناہ دھلتا ہوا نظر آتا اس کو معلوم کر لیتے۔ یہ بھی معلوم ہو جاتا کہ کبیرہ گناہ ہے یا صغیرہ مکروہ فعل ہے یا خلاف اولیٰ، جیسا کہ حسی چیزیں نظر آیا کرتی ہیں اسی طرح یہ بھی معلوم ہو جاتا تھا چنانچہ ایک دفعہ کوفہ کی جامع مسجد کے وضو خانہ میں تشریف فرما تھے ایک جوان وضو کر رہا تھا اسکے

وضو کا پانی گرتے ہوئے آپؒ نے دیکھا اس کو چپکے سے نصیحت فرمائی کہ بیٹا والدین کی نافرمانی سے توبہ کر لے۔ اس نے توبہ کی۔ ایک دوسرے شخص کو دیکھا تو اس کو نصیحت فرمائی کہ بھائی زنا نہ کیا کر بہت برا عیب ہے۔ اس وقت اس نے بھی زنا سے توبہ کی۔ ایک اور شخص کو دیکھا کہ شراب خوری اور لہو ولعب کا پانی گر رہا ہے اس کو بھی نصیحت فرمائی اس نے بھی توبہ کی۔ الغرض اس کے بعد امام صاحبؒ نے اللہ جل جلالہ سے دعا کی کہ اے اللہ اس چیز کو مجھ سے دور فرما دے کہ میں لوگوں کی برائیوں پر مطلع ہونا نہیں چاہتا۔ حق تعالیٰ شانہ نے دعا قبول فرمائی اور یہ چیز زائل ہوگئی۔

کہتے ہیں کہ اسی زمانہ میں امام صاحبؒ نے مستعمل پانی کے ناپاک ہونے کا فتویٰ دیا تھا کیونکہ جب وہ پانی گندہ اور متعفن نظر آتا تھا تو کیسے اس کو پاک فرماتے مگر جب یہ چیز زائل ہوگئی تو اس کو ناپاک فرمانا بھی چھوڑ دیا۔ حضرت مولانا الشاہ عبدالرحیم صاحبؒ رائپوری نور اللہ مرقدہ کے خدام میں ایک صاحب تھے جو کئی کئی روز اس وجہ سے استنجے نہیں جا سکتے تھے کہ ہر جگہ انوار نظر آتے تھے اور بھی سینکڑوں ہزاروں واقعات اس قسم کے ہیں جن میں کسی قسم کے تردد کی گنجائش نہیں کہ جن لوگوں کو کشف سے کوئی حصہ ملتا ہے وہ اس حصہ کے بقدر احوال کو معلوم کر لیتے ہیں۔

دعا کیجئے: اے اللہ! ہمیں اپنے حقیقی ذکر یعنی ہمہ وقت آپ کے احکامات کو پیش نظر رکھتے ہوئے زندگی بسر کرنے کی توفیق عطا فرمایئے۔ اے اللہ! ہمیں اپنی محبت نصیب فرمایئے اور مسنون اذکار و وظائف کو صبح و شام پڑھنے کی توفیق عطا فرمایئے۔ اے اللہ! ہمیں ایسا بنا دیجئے کہ ہم سب سے زیادہ آپ کا ذکر کرنے والے سب سے زیادہ آپ کو فرمانبرداری کرنے والے اور سب سے زیادہ آپ سے محبت کرنے والے بن جائیں۔ وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ

نو منٹ میں نو قرآن پاک اور ایک ہزار آیات کی تلاوت کا ثواب

سورۃ فاتحہ: تین مرتبہ پڑھنے کا ثواب دو مرتبہ قرآن پڑھنے کے برابر ہے۔ (تفسیر مظہری)

آیت الکرسی: چار مرتبہ پڑھنے کا ثواب ایک مرتبہ قرآن پڑھنے کے برابر ہے۔ (مسند احمد)

سورۃ الزلزال: دو مرتبہ پڑھنے کا ثواب ایک قرآن پڑھنے کے برابر ہے۔ (ترمذی)

سورۃ القدر: چار مرتبہ پڑھنے کا ثواب ایک قرآن پڑھنے کے برابر ہے۔ (مسند احمد)

سورۃ العادیات: دو مرتبہ پڑھنے کا ثواب ایک قرآن پڑھنے کے برابر ہے۔ (مواہب)

سورۃ التکاثر: ایک مرتبہ پڑھنے کا ثواب ہزار آیتوں کے پڑھنے کے برابر ہے۔ (مشکوٰۃ)

سورۃ الکافرون: چار مرتبہ پڑھنے کا ثواب ایک قرآن پڑھنے کے برابر ہے۔ (ترمذی)

سورۃ النصر: چار مرتبہ پڑھنے کا ثواب ایک قرآن پڑھنے کے برابر ہے۔ (ترمذی)

سورۃ الاخلاص: تین مرتبہ پڑھنے کا ثواب ایک قرآن پڑھنے کے برابر ہے۔ (بخاری)

نوٹ
کوئی بھی نفل فرض کا بدل نہیں ہو سکتا اس لئے تمام فرائض کا بہت اہتمام رکھنا چاہئے اور ہر قسم کے چھوٹے بڑے گناہوں سے بچنا چاہئے۔

رمضان المبارک میں ہر نیکی پر 70 گنا ثواب ملتا ہے اس حساب سے ان سورتوں کی تلاوت پر 630 قرآن پاک اور ستر ہزار آیات کی تلاوت کا ثواب صرف نو منٹ میں حاصل کیا جا سکتا ہے۔

بوڑھوں کے لئے بہترین عمل

عن ام ھانیء رضی اللہ عنہا قالت مربی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فقلت یا رسول اللہ قد کبرت وضعفت او کما قالت فمرنی بعمل اعملہ و انا جالسۃ قال سبحی اللہ مائۃ تسبیحۃ فانہ تعدل لک مائتہ رتبۃ تعتقینھا (رواہ احمد)

ترجمہ: حضرت اُمّ ھانیؓ فرماتی ہیں کہ جب ایک مرتبہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لائے میں نے عرض کیا یا رسول اللہ میں بوڑھی ہوگئی ہوں اور ضعیف ہوں کوئی ایسا عمل بتا دیجئے کہ بیٹھے بیٹھے کرتی رہا کروں۔ حضورؐ نے فرمایا سبحان اللہ سو مرتبہ پڑھا کرو اس کا ثواب ایسا ہے گویا تم نے سو غلام عرب آزاد کئے اور الحمد اللہ سو مرتبہ پڑھا کرو اس کا ثواب ایسا ہے گویا تم نے سو گھوڑے مع سامان لگام وغیرہ جہاد میں سواری کے لئے دیدیئے اور اللہ اکبر سو مرتبہ پڑھا کرو یہ ایسا ہے گویا تم نے سو اونٹ قربانی میں ذبح کئے اور وہ قبول ہوگئے اور لا الہ الا اللہ سو مرتبہ پڑھا کرو اس کا ثواب تو تمام آسمان زمین کے درمیان کو بھر دیتا ہے اس سے بڑھ کر کسی کا کوئی عمل نہیں جو مقبول ہو۔ حضرت ابو رافعؓ کی بیوی حضرت سلمیٰؓ نے بھی حضورؐ سے عرض کیا کہ مجھے کوئی وظیفہ مختصر سا بتا دیجئے زیادہ لمبا نہ ہو۔ حضورؐ نے ارشاد فرمایا اللہ اکبر کہ دس مرتبہ پڑھا کرو اللہ جل شانہ اس کے جواب میں فرماتے ہیں کہ یہ میرے لئے ہے پھر سبحان اللہ دس مرتبہ کہا کرو اللہ تعالیٰ پھر یہی فرماتے ہیں کہ یہ میرے لئے ہے پھر **اللھم اغفرلی** دس مرتبہ پڑھا کرو حق تعالیٰ شانہ فرماتے ہیں کہ ہاں میں نے مغفرت کر دی۔ دس مرتبہ تم **اللھم اغفرلی** کہو (دس مرتبہ اللہ جل شانہ فرماتے ہیں کہ میں نے مغفرت کر دی۔

تشریح: ضعفا اور بوڑھوں کے لئے بالخصوص عورتوں کے لئے کس قدر سہل اور مختصر چیز حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے تجویز فرما دی ہے۔ دیکھئے ایسی مختصر چیزوں پر جن میں نہ زیادہ مشقت ہے نہ چلنا پھرنا ہے کتنے بڑے بڑے ثوابوں کا وعدہ ہے۔ کتنی کم نصیبی ہو گی اگر ان کو وصول نہ کیا جائے۔ حضرت اُمِ سلیمؓ کہتی ہیں میں نے حضورؐ سے عرض کیا کوئی چیز مجھے تعلیم فرما دیجئے جس کے ذریعہ سے نماز میں دعا کیا کروں۔ حضورؐ نے ارشاد فرمایا کہ **سبحان اللہ الحمدللہ اللہ اکبر** دس دس مرتبہ پڑھ لیا کرو اور جو چاہے اسکے بعد دعا کیا کرو۔ دوسری حدیث میں اس کے بعد یہ ارشاد ہے کہ جو چاہے دعا کیا کرو حق تعالیٰ شانہ اس دعا پر فرماتے ہیں ہاں ہاں (میں نے قبول کی) کتنے سہل اور معمولی الفاظ ہیں جن کو نہ یاد کرنا پڑتا ہے نہ ان میں کوئی محنت اٹھانی پڑتی ہے۔ دن بھر ہم لوگ بکواس میں گزار دیتے ہیں تجارت کے ساتھ دکان پر بیٹھے بیٹھے یا کھیتی زمین کے انتظامات میں مشغول رہتے ہیں اگر زبان سے ان تسبیحوں کو پڑھتے رہیں تو دنیا کی کمائی کے ساتھ ہی آخرت کی کتنی بڑی دولت ہاتھ آ جائے۔

ذاکرین کو ڈھونڈنے والی فرشتوں کی جماعت:

حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ فرشتوں کی ایک جماعت ہے جو راستوں وغیرہ میں گشت کرتی رہتی ہے اور

جہاں کہیں ان کو اللہ کا ذکر کرنیوالے ملتے ہیں تو وہ آپس میں ایک دوسرے کو بلا کر سب جمع ہو جاتے ہیں اور ذکر کرنیوالوں کے گرد آسمان تک جمع ہوتے رہتے ہیں جب وہ مجلس ختم ہو جاتی ہے تو وہ آسمان پر جاتے ہیں اللہ جل جلالہ باوجود یکہ ہر چیز کو جانتے ہیں پھر بھی دریافت فرماتے ہیں کہ تم کہاں سے آئے ہو وہ عرض کرتے ہیں کہ تیرے بندوں کی فلاں جماعت کے پاس سے آئے ہیں جو تیری تسبیح اور تکبیر اور تحمید (بڑائی بیان کرنے اور تعریف کرنے) میں مشغول تھے ارشاد ہوتا ہے کیا ان لوگوں نے مجھے دیکھا ہے عرض کرتے ہیں یا اللہ دیکھا تو نہیں ارشاد ہوتا ہے کہ اگر وہ مجھے دیکھ لیتے تو کیا حال ہوتا عرض کرتے ہیں کہ اور بھی زیادہ عبادت میں مشغول ہوتے اور اس سے بھی زیادہ تیری تعریف اور تسبیح میں منہمک ہوتے ارشاد ہوتا ہے کہ وہ کیا چاہتے ہیں عرض کرتے ہیں کہ وہ جنت چاہتے ہیں ارشاد ہوتا ہے کہ انہوں نے جنت کو دیکھا ہے عرض کرتے ہیں کہ دیکھا تو نہیں ارشاد ہوتا ہے کہ اگر دیکھ لیتے تو کیا ہوتا عرض کرتے ہیں کہ اس سے بھی زیادہ شوق اور تمنا اور اسکی طلب میں لگ جاتے پھر ارشاد ہوتا ہے کہ کس چیز سے پناہ مانگ رہے تھے عرض کرتے ہیں کہ جہنم سے پناہ مانگ رہے تھے ارشاد ہوتا ہے کہ کیا انہوں نے جہنم کو دیکھا ہے عرض کرتے ہیں کہ دیکھا تو ہے نہیں۔ ارشاد ہوتا ہے اگر دیکھتے تو کیا ہوتا عرض کرتے ہیں اور بھی زیادہ اس سے بھاگتے اور بچنے کی کوشش کرتے۔ ارشاد ہوتا اچھا تم گواہ رہو کہ میں نے اس مجلس والوں کو سب کو بخش دیا۔ ایک فرشتہ عرض کرتا ہے یا اللہ فلاں شخص اس مجلس میں اتفاقاً اپنی کسی ضرورت سے آیا تھا وہ اس مجلس کا شریک نہیں تھا ارشاد ہوتا ہے کہ یہ جماعت ایسی مبارک ہے کہ انکا پاس بیٹھنے والا بھی محروم نہیں ہوتا (لہٰذا اس کو بھی بخش دیا)

ذکر والوں پر اللہ تعالیٰ کا فخر

اس قسم کا مضمون متعدد احادیث میں وارد ہوا ہے کہ فرشتوں کی ایک جماعت ذکر کی مجالس اور ذکر کرنیوالی جماعتوں اور افراد کی تلاش میں رہتی ہے اور جہاں مل جاتی ہے ان کے پاس یہ جماعت بیٹھتی ہے ان کا ذکر سنتی ہے فرشتہ کا یہ عرض کرنا ایک شخص مجلس میں ایسا بھی تھا کہ جو اپنی ضرورت سے آیا تھا واقعہ کا اظہار ہے کہ اس وقت یہ حضرات بمنزلہ گواہوں کے ہیں اور ان لوگوں کی عبادت اور ذکر اللہ میں مشغولی کی گواہی دے رہے ہیں اسی وجہ سے اس کے اظہار کی ضرورت پیش آئی کہ مبادا اعتراض ہو جائے لیکن یہ اللہ کا لطف ہے کہ ذاکرین کی برکت سے ان کے پاس اپنی ضرورت سے بیٹھنے والے کو بھی محروم نہ فرمایا۔

دعا کیجئے

اے اللہ! ہمیں ایسا بنا دیجئے کہ ہم سب سے زیادہ آپ کا ذکر کرنے والے سب سے زیادہ آپ کو فرمانبرداری کرنے والے اور سب سے زیادہ آپ سے محبت کرنے والے بن جائیں۔ اے اللہ! ہمیں ایسا بنا دیجئے کہ ہم اپنے سارے دل کیساتھ آپ سے محبت کریں اور آپ کو راضی کرنے میں اپنی ساری کوششیں صرف کر دیں۔ اے اللہ! ہم آپ سے دین و دنیا اور اہل و عیال میں معافی اور اچھے انجام کا سوال کرتے ہیں۔

وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ

اللہ تعالیٰ کا محبّ کون ہے؟

عن ام هانیء رضی الله عنها قالت مربی رسول الله صلی الله علیه وسلم فقلت یا رسول الله قد کبرت وضعفت او کما قالت فمرنی بعمل اعمله و انا جالسة قال سبحی الله مائة تسبیحة فانه تعدل لک مائته رتبة تعتقینها (رواہ احمد)

ترجمہ: حضرت اُمّ ھانیؓ فرماتی ہیں کہ جب ایک مرتبہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لائے میں نے عرض کیا یا رسول اللہ میں بوڑھی ہوگئی ہوں اور ضعیف ہوں کوئی ایسا عمل بتادیجئے کہ بیٹھے بیٹھے کرتی رہا کروں۔ حضورؐ نے فرمایا سبحان اللہ سو مرتبہ پڑھا کرو اس کا ثواب ایسا ہے گویا تم نے سو غلام عرب آزاد کئے اور الحمدللہ سو مرتبہ پڑھا کرو اس کا ثواب ایسا ہے گویا تم نے سو گھوڑے مع سامان لگام وغیرہ جہاد میں سواری کے لئے دیدیئے اور اللہ اکبر سو مرتبہ پڑھا کرو یہ ایسا ہے گویا تم نے سو اونٹ قربانی میں ذبح کئے اور وہ قبول ہوگئے اور لا الہ الا اللہ سو مرتبہ پڑھا کرو اس کا ثواب تو تمام آسمان زمین کے درمیان کو بھر دیتا ہے اس سے بڑھ کر کسی کا کوئی عمل نہیں جو مقبول ہو۔ حضرت ابورافعؓ کی بیوی حضرت سلمیٰؓ نے بھی حضورؐ سے عرض کیا کہ مجھے کوئی وظیفہ مختصر سا بتادیجئے زیادہ لمبا نہ ہو۔ حضورؐ نے ارشاد فرمایا اللہ اکبر کہ دس مرتبہ پڑھا کرو اللہ جل شانہ اس کے جواب میں فرماتے ہیں کہ یہ میرے لئے ہے پھر سبحان اللہ دس مرتبہ کہا کرو اللہ تعالیٰ پھر یہی فرماتے ہیں کہ یہ میرے لئے ہے پھر **اللھم اغفرلی** دس مرتبہ پڑھا کرو حق تعالیٰ شانہ فرماتے ہیں کہ ہاں میں نے مغفرت کردی۔ دس مرتبہ تم **اللھم اغفرلی** کہو (دس مرتبہ اللہ جل شانہ فرماتے ہیں کہ میں نے مغفرت کردی۔

تشریح: شیخ ابوبکر کتانیؒ کہتے ہیں کہ ایک مرتبہ حج کے موقعہ پر مکہ مکرمہ میں چند صوفیہ کا اجتماع تھا جن میں سب سے کم عمر حضرت جنید بغدادیؒ تھے۔ اس مجمع میں محبت الٰہی پر بحث شروع ہوئی کہ محب کون ہے۔ مختلف حضرات مختلف ارشادات فرماتے رہے۔ حضرت جنیدؒ چپ رہے۔ ان حضرات نے ان سے فرمایا کہ تم بھی کچھ کہو۔ اس پر انہوں نے سر جھکا کر روتے ہوئے فرمایا کہ عاشق وہ ہے جو اپنی خودی سے جاتا رہے، خدا کے ذکر کے ساتھ وابستہ ہوگیا ہو اور اس کا حق ادا کرتا ہو دل سے اللہ کی طرف دیکھتا ہو اس کے دل کو انوار ہیبت نے جلادیا ہو۔ اس کے لئے خدا کا ذکر شراب کا پیالہ ہو اگر کلام کرتا ہو تو اللہ ہی کا کلام ہو۔ گویا حق تعالیٰ شانہ اسکی زبان سے کلام فرماتا ہے اگر حرکت کرتا ہو تو اللہ ہی کے حکم سے اگر تسکین پاتا ہو تو اللہ ہی کے ساتھ اور جب یہ حالت ہو جاتی ہے تو پھر کھانا پینا، سونا جاگنا سب کاروبار اللہ ہی کی رضا کے واسطے ہو جاتے ہیں۔ نہ دنیا کا رسم و رواج قابل التفات رہتا ہے نہ لوگوں کی طعن تشنیع قابل وقعت۔

حضرت سعید بن المسیبؒ کی صاحبزادی کا نکاح:

حضرت سعید بن المسیبؒ مشہور تابعی ہیں۔ بڑے محدثین میں شمار ہیں۔ ان کی خدمت میں ایک شخص عبداللہ بن ابیؒ وداعہ کثرت سے حاضر ہوا کرتے تھے ایک مرتبہ چند روز حاضر نہ ہو سکے۔ کئی روز کے بعد جب حاضر ہوئے تو حضرت سعیدؒ نے دریافت فرمایا کہاں تھے عرض کیا کہ میری بیوی کا انتقال ہوگیا ہے اس کی وجہ سے مشاغل میں پھنسا رہا۔ فرمایا ہم کو خبر نہ کی ہم

بھی جنازہ میں شریک ہوتے۔ تھوڑی دیر کے بعد میں اٹھ کر آنے لگا فرمایا دوسرا نکاح کر لیا میں نے عرض کیا حضرت مجھ سے کون نکاح کرے گا۔ دو تین آنے کی میری حیثیت ہے۔ آپ نے فرمایا ہم کر دیں گے اور یہ کہہ کر خطبہ پڑھا اور اپنی بیٹی کا نکاح نہایت معمولی مہر آٹھ دس آنہ پر مجھ سے کر دیا (اتنی مقدار مہر کی انکے نزدیک جائز ہو گی جیسا کہ بعض اماموں کا مذہب ہے حنفیہ کے نزدیک ڈھائی روپے سے کم جائز نہیں) نکاح کے بعد میں اٹھا اور اللہ ہی کو معلوم ہے کہ مجھے کس قدر مسرت تھی خوشی میں سوچ رہا تھا کہ رخصتی کے انتظام کے لئے کس سے قرض مانگوں، کیا کروں۔ اسی فکر میں شام ہو گئی۔ میرا روزہ تھا۔ مغرب کے وقت روزہ افطار کیا۔ نماز کے بعد گھر آیا۔ چراغ جلایا۔ روٹی اور زیتون کا تیل موجود تھا۔ اس کو کھانے لگا کہ کسی شخص نے دروازہ کھٹکھٹایا میں نے پوچھا کون ہے؟ کہا سعید ہے میں سوچنے لگا کہ کون سعید ہے۔ حضرت کی طرف میرا خیال بھی نہ گیا کہ چالیس برس سے اپنے گھر یا مسجد کے سوا کہیں آنا جانا تھا ہی نہیں۔ باہر آ کر دیکھا کہ سعید بن المسیبؒ ہیں میں نے عرض کیا۔ آپ نے مجھے نہ بلا لیا۔ فرمایا میرا ہی آنا مناسب تھا۔ میں نے عرض کیا کیا ارشاد ہے۔ فرمایا مجھے یہ خیال آیا کہ اب تمہارا نکاح ہو چکا ہے تنہا رات کو سونا مناسب نہیں اس لئے تمہاری بیوی کو لایا ہوں۔ یہ فرما کر اپنی لڑکی کو دروازہ کے اندر کر دیا اور دروازہ بند کر کے چلے گئے۔ وہ لڑکی شرم کی وجہ سے گر گئی۔ میں نے اندر سے کواڑ بند کئے اور وہ روٹی اور تیل جو چراغ کے سامنے رکھا تھا وہاں سے ہٹا دیا کہ اس کی نظر نہ پڑے اور مکان کی چھت پر چڑھ کر پڑوسیوں کو آواز دی۔ لوگ جمع ہو گئے تو میں نے کہا کہ حضرت سعیدؒ نے اپنی لڑکی سے میرا نکاح کر دیا ہے اور اس وقت وہ اس کو خود ہی پہنچا گئے ہیں۔ سب کو بڑا تعجب ہوا کہنے لگے واقعی وہ تمہارے گھر میں ہے؟ میں نے کہا ہاں۔ اس کا چرچا ہوا۔ میری والدہ کو خبر ہوئی وہ بھی اسی وقت آ گئیں اور کہنے لگیں اگر تین دن تک تو نے اسکو چھیڑا تو تیرا منہ نہ دیکھوں گی۔ ہم تین دن میں اس کی تیاری کر لیں۔ تین دن کے بعد جب میں اس لڑکی سے ملا تو دیکھا نہایت خوبصورت، قرآن شریف کی بھی حافظہ اور سنت رسولؐ سے بھی بہت زیادہ واقف۔ شوہر کے حقوق سے بھی بہت زیادہ باخبر۔ ایک مہینہ تک نہ تو حضرت سعیدؒ میرے پاس آئے نہ میں ان کی خدمت میں گیا۔ ایک ماہ کے بعد میں حاضر ہوا تو وہاں مجمع تھا۔ میں سلام کر کے بیٹھ گیا۔ جب سب چلے گئے تو فرمایا اس آدمی کو کیسا پایا۔ میں نے عرض کیا نہایت بہتر ہے کہ دوست دیکھ کر خوش ہوں، دشمن جلیں۔ فرمایا اگر کوئی بات ناگوار ہو تو لکڑی خبر لینا۔ میں واپس آ گیا تو ایک آدمی کو بھیجا جو بیس ہزار درہم (تقریباً پانچ ہزار روپے) مجھے دے گیا۔ اس لڑکی کو عبدالملک بن مروان بادشاہ نے اپنے بیٹے ولید کے لئے جو ولی عہد بھی تھا مانگا تھا مگر حضرت سعیدؒ نے عذر کر دیا تھا جس کی وجہ سے عبدالملک ناراض بھی ہوا اور ایک حیلہ سے حضرت سعیدؒ کے سو کوڑے سخت سردی میں لگوائے اور پانی کا گھڑا ان پر گروایا۔

ہر حرف کے بدلہ دس نیکیاں:

حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ جو شخص سبحان اللہ الحمدللہ لا الہ الا اللہ اللہ اکبر پڑھے ہر حرف کے بدلے دس نیکیاں ملیں گی اور جو شخص کسی جھگڑے میں ناحق کی حمایت کرتا ہے وہ اللہ کے غصے میں رہتا ہے جب تک کہ اس سے توبہ نہ کرے اور جو اللہ کی کسی سزا میں سفارش کرے (اور شرعی سزا کے ملنے میں حارج ہو) وہ اللہ کا مقابلہ کرتا ہے اور جو شخص کسی مومن مرد یا عورت پر بہتان باندھے وہ قیامت کے دن ردغۃ الخبال میں قید کیا جائیگا یہاں تک کہ اس بہتان سے نکلے اور کس طرح اس سے نکل سکتا ہے۔

ناحق کی حمایت

ناحق کی حمایت آجکل ہماری طبیعت بن گئی ہے۔ ایک چیز کو ہم سمجھتے ہیں کہ ہم غلطی پر ہیں مگر رشتہ داروں کی طرف داری ہے۔ پارٹی کا سوال ہے۔ لاکھ اللہ کے غصہ میں داخل ہوں اللہ کی ناراضگی ہو۔ اسکا عتاب ہو مگر کنبہ برادری کی بات کے مقابلہ میں کچھ بھی نہیں۔ ہم اس ناحق کرنیوالے کو ٹوک نہ سکیں اور سکوت کریں یہ بھی نہیں بلکہ ہر طرح سے اس کی حمایت کرینگے۔ اگر اس پر کوئی دوسرا مطالبہ کرنے والا کھڑا ہو تو اس کا مقابلہ کریں گے۔ کسی دوست نے چوری کی ظلم کیا عیاشی کی اس کے حوصلے بلند کریں گے اس کی ہر طرح مدد کریں گے کیا یہی ہے ہمارے ایمان کا مقتضا یہی ہے دین داری اسی پر اسلام کے ساتھ ہم فخر کرتے ہیں یا اپنے اسلام کو دوسروں کی نگاہ میں بھی بدنام کرتے ہیں اور اللہ کے یہاں خود بھی ذلیل ہوتے ہیں۔ ایک حدیث میں ہے کہ جو شخص عصبیت پر کسی کو بلائے یا عصبیت پر لڑے وہ ہم میں سے نہیں ہے۔ دوسری حدیث میں ہے کہ عصبیت سے یہ مراد ہے کہ ظلم پر اپنی قوم کی مدد کرے۔

بہتان باندھنے کی سزا:

ردغۃ الخبال وہ کیچڑ ہے جو جہنمی لوگوں کے لہو پیپ وغیرہ سے جمع ہو جائے کس قدر گندی اور اذیت دینے والی جگہ ہے جس میں ایسے لوگوں کو قید کر دیا جائے گا جو مسلمانوں پر بہتان باندھتے ہوں۔ آج دنیا میں بہت سرسری معلوم ہوتا ہے کہ جس شخص کے متعلق جو چاہا منہ بھر کر کہہ دیا۔ کل جب زبان سے کہی ہوئی ہر بات کو ثابت کرنا پڑے گا اور ثبوت بھی وہی جو شرعاً معتبر ہو دنیا کی طرح نہیں کہ چرب لسانی اور جھوٹی باتیں ملا کر دوسرے کو چپ کر دیا جائے۔ اس وقت آنکھیں کھلیں گی۔ ہم نے کیا کہا تھا اور کیا نکلا۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ آدمی بعض کلام زبان سے ایسا نکالتا ہے جس کی پرواہ بھی نہیں کرتا لیکن اس کی وجہ سے جہنم میں پھینک دیا جاتا ہے۔ ایک حدیث میں ہے کہ آدمی بعضی بات صرف اس وجہ سے کہتا ہے کہ لوگ ذرا ہنس پڑیں گے لیکن اس کی وجہ سے اتنی دور (جہنم میں) پھینک دیا جاتا ہے جتنی دور آسمان سے زمین ہے پھر ارشاد فرمایا کہ زبان کی لغزش پاؤں کی لغزش سے زیادہ سخت ہے ایک حدیث میں ہے جو شخص کسی کو کسی گناہ سے عار دلا دے وہ خود مرنے سے پہلے اس گناہ میں مبتلا ہوتا ہے۔ امام احمدؒ فرماتے ہیں کہ وہ گناہ مراد ہے جس سے گناہ گار توبہ کر چکا ہو۔ حضرت ابوبکر صدیقؓ اپنی زبان مبارک کو پکڑ کر کھینچتے تھے کہ تیری بدولت ہم ہلاکتوں میں پڑتے ہیں۔ ابن المنکدرؒ مشہور محدثین میں ہیں اور تابعی ہیں انتقال کے وقت رونے لگے۔ کسی نے پوچھا کیا بات ہے فرمانے لگے مجھے کوئی گناہ تو ایسا معلوم نہیں جو میں نے کیا ہو اس پر روتا ہوں کہ کوئی بات ایسی ہوگئی ہو جس کو میں نے سرسری سمجھا ہو اور وہ اللہ کے نزدیک سخت ہو۔

دعا کیجئے

اے اللہ! ہمیں اپنے حقیقی ذکر یعنی ہمہ وقت آپ کے احکامات کو پیش نظر رکھتے ہوئے زندگی بسر کرنے کی توفیق عطا فرمایئے۔
اے اللہ! ہمیں اپنی محبت نصیب فرمایئے اور مسنون اذکار و وظائف کو صبح و شام پڑھنے کی توفیق عطا فرمایئے۔
اے اللہ! ہمیں ایسا بنا دیجئے کہ ہم سب سے زیادہ آپ کا ذکر کرنے والے سب سے زیادہ آپ کو فرمانبرداری کرنے والے اور سب سے زیادہ آپ سے محبت کرنے والے بن جائیں۔ وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ

اختتام مجلس کا ذکر

عن ابی برزة الاسلمی رضی الله عنه قال کان رسول الله صلی الله علیه وسلم یقول باخره اذا اراد ان یقوم من المجلس سبحانک اللهم وبحمدک اشهد ان لا اله الا انت استغفرک و اتوب الیک فقال رجل یارسول الله انک لتقول قولاً ماکنت تقوله فیما مضیٰ قال کفارة لما یکون فی المجلس. (رواه ابن ابی شیبه)

ترجمہ: حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کا معمول اخیر زمانۂ عمر شریف میں یہ تھا کہ جب مجلس سے اٹھتے سبحانک اللّٰھم وبحمدک اشھد ان لاالہ الا انت استغفرک واتوب الیک پڑھا کرتے۔ کسی نے عرض کیا کہ آج کل ایک دعا کا معمول حضور گا ہے پہلے تو یہ معمول نہیں تھا۔ حضورؐ نے ارشاد فرمایا کہ یہ مجلس کا کفارہ ہے۔ دوسری روایت میں بھی یہ قصہ مذکور ہے اس میں حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ ارشاد منقول ہے کہ یہ کلمات مجلس کا کفارہ ہیں۔ حضرت جبرئیلؑ نے مجھے بتائے ہیں۔

تشریح: حضرت عائشہؓ سے بھی نقل کیا گیا ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم جب بھی مجلس سے اٹھتے سبحانک اللھم ربی وبحمدک لاالہ الا انت استغفرک واتوب الیک پڑھتے۔ میں نے عرض کیا کہ آپ اس دعا کو بڑی کثرت سے پڑھتے ہیں ارشاد فرمایا کہ جو شخص مجلس کے ختم پر اسکو پڑھ لیا کرے تو اس مجلس میں جو لغزشیں اس سے ہوئی ہوں وہ سب معاف ہو جائیں گی۔ مجالس میں عموماً فضول باتیں بیکار تذکرے ہو ہی جاتے ہیں کتنی مختصر دعا ہے۔ اگر کوئی شخص ان دعاؤں میں سے کوئی سی ایک دعا پڑھ لے تو مجلس کے وبال سے خلاصی پا سکتا ہے۔ حق تعالیٰ شانہ نے کیسی کیسی سہولتیں مرحمت فرمائی ہیں۔

تسبیح کرنے والوں کا عرش کے پاس تذکرہ:

حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ جو لوگ اللہ تعالیٰ کی بڑائی بیان کرتے ہیں یعنی سبحان اللہ الحمد للہ اللہ اکبر لا الہ الا اللہ پڑھتے ہیں تو یہ کلمات عرش کے چاروں طرف گشت لگاتے ہیں کہ ان کے لئے ہلکی سی آواز (بھنبھناہٹ) ہوتی ہے اور اپنے پڑھنے والے کا تذکرہ کرتے ہیں کیا تم یہ نہیں چاہتے کہ کوئی تمہارا تذکرہ کرنے والا اللہ کے پاس موجود ہو جو تمہارا ذکر خیر کرتا رہے۔

لوگ جوگ حکام رس ہیں کرسی نشین کہلاتے ہیں کوئی ان سے پوچھے کہ بادشاہ نہیں وزیر نہیں' وائسرائے کو بھی چھوڑ دیجئے' کسی گورنر کے یہاں ان کی تعریف ہو جائے ان کا ذکر خیر آ جائے پھولے نہیں سماتے۔ دماغ آسمان پر پہنچ جاتا ہے حالانکہ اس تذکرہ سے نہ تو دین کا نفع نہ دنیا کا۔ دین کا نفع نہ ہونا تو ظاہر اور کھلا ہوا ہے اور دنیا کا نفع نہ ہونا اس وجہ سے کہ شاید جتنا نفع اس قسم کے تذکروں سے ہوتا ہو اس سے زیادہ نقصان اس نوع کے مرتبے اور تذکرے حاصل کرنے میں پہنچ جاتا ہے۔ جائیدادیں فروخت کر کے سودی قرض لے کر ایسے مرتبے حاصل کرنے کی کوشش کی جاتی ہے' مفت کی عداوتیں مول لیجاتی ہیں اور ہر قسم کی ذلتیں برداشت کی جاتی ہیں۔ الیکشنوں کے منظر سب کے سامنے ہیں کہ کیا کیا کرنا پڑتا ہے۔ اس کے بالمقابل اللہ جل جلالہ کے عرش پر تذکرہ مالک الملک کے حضور

میں تذکرہ اس پاک ذات کے یہاں تذکرہ جس کے قبضہ میں دین ودنیا اور سارے جہانوں کی ہر چیز ہے۔اس قدرت والے کے یہاں تذکرہ جس کے قبضہ میں بادشاہوں کے دل ہیں۔ حاکموں کے اختیارات اس کے اختیار میں ہیں۔نفع اور نقصان کا واحد مالک وہی ہے۔سارے جہان کے تمام آدمی حاکم ومحکوم' بادشاہ ورعایا کسی کو نقصان پہنچانا چاہیں اور وہ مالک الملک نہ چاہے تو کوئی بال بیکا نہیں کرسکتا۔ساری مخلوق کسی کو نفع پہنچانا چاہے'اوراس کی رضانہ ہوتو ایک قطرہ پانی کا نہیں پلاسکتی۔ایسی پاک ذات کے یہاں اپنا ذکر خیر ہو' کوئی دولت دنیا کی اس کا مقابلہ کرسکتی ہے' کوئی عزت دنیا کی خواہ کتنی ہی بڑی ہوجائے اس کی برابری کرسکتی ہے نہیں ہرگز نہیں اوراس کے مقابلہ میں دنیا کی کسی عزت کو اگر وقیع سمجھا جائے تو کیا اپنے اوپر ظلم نہیں۔

انگلیوں پر تسبیحات پڑھنا:

حضرت یسیرۃؓ جو ہجرت کرنے والی صحابیات میں سے ہیں فرماتی ہیں کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ اپنے اوپر تسبیح (سبحان اللہ کہنا) اور تہلیل (لاالہ الا اللہ پڑھنا) اور تقدیس (اللہ کی پاکی بیان کرنا مثلاً سبحان الملک القدوس پڑھنا) یا سبوح قدوس و رب الملئکة والروح کہنا) لازم کرلو اور انگلیوں پر گنا کرو اس لئے کہ انگلیوں سے قیامت میں سوال کیا جاویگا (اوران سے جواب طلب کیا جائیگا کہ کیا عمل کئے اور جواب میں) گویائی دی جائے گی اور اللہ کے ذکر سے غفلت نہ کرنا (اگر ایسا کروگی تو اللہ کی) رحمت سے محروم کردی جاؤ گی۔

اعضاء کی گواہی: قیامت میں آدمی کے بدن سے' اس کے ہاتھ پاؤں سے بھی سوال ہوگا کہ ہر ہر حصہ بدن نے کیا کیا نیک کام کئے اور کیا کیا ناجائز اور برے کام کئے۔قرآن پاک میں متعدد جگہ اس کا ذکر ہے ایک جگہ ارشاد ہے۔ يَوْمَ تَشْهَدُ عَلَيْهِمْ أَلْسِنَتُهُمْ وَأَيْدِيهِمْ الایة (سورۂ نور رکوع ۳) جس روزان کے خلاف گواہی دینگی ان کی زبانیں اوران کے ہاتھ اور پاؤں ان کاموں کی (یعنی گناہوں کی) جنکو یہ کرتے تھے دوسری جگہ ارشاد ہے۔ وَيَوْمَ يُحْشَرُ أَعْدَاءُ اللَّهِ إِلَى النَّارِ الایات (سورہ حم سجدہ رکوع ۳) اس جگہ کئی آیتوں میں اس کا ذکر ہے جن کا ترجمہ یہ ہے کہ جس دن (حشر میں) اللہ کے دشمن جہنم کی طرف جمع کئے جائیں گے پھران کو ایک جگہ روک دیا جاویگا پھر سب کے سب اس جہنم کے قریب آجائینگے توان کے کان'ان کی آنکھیں'ان کی کھالیں ان پر گواہیاں دینگے (اور بتائیں گی کہ ہمارے ذریعہ سے اس شخص نے کیا کیا گناہ کئے اس وقت وہ لوگ (تعجب سے) ان سے کہیں گے کہ تم نے ہمارے خلاف کیوں گواہی دی (ہم تو دنیا میں تمہاری ہی لذت اورراحت کے واسطے گناہ کرتے تھے) وہ جواب دینگے کہ ہم کواس پاک اللہ نے گویائی عطا کی جس نے سب چیزوں کو گویائی عطا فرمائی اسی نے تم کو بھی اول پیدا کیا اوراسی کے پاس اب تم لوٹائے گئے ہو۔احادیث میں اس گواہی کے متعدد واقعات ذکر کئے گئے ہیں۔

دعا کیجئے: اے اللہ! ہمیں اپنے حقیقی ذکر یعنی ہمہ وقت آپ کے احکامات کو پیش نظر رکھتے ہوئے زندگی بسر کرنے کی توفیق عطا فرمائیے۔اے اللہ! ہمیں اپنے ذکر کی توفیق عطا فرمائیے۔اے اللہ! ہمیں اپنی محبت نصیب فرمائیے اور مسنون اذکار و وظائف کو صبح وشام پڑھنے کی توفیق عطا فرمائیے۔اے اللہ! ہمیں ایسا بنا دیجئے کہ ہم سب سے زیادہ آپ کا ذکر کرنے والے سب سے زیادہ آپ کو فرمانبرداری کرنے والے اور سب سے زیادہ آپ سے محبت کرنے والے بن جائیں۔ وَآخِرُ دَعْوَانَا أَنِ الْحَمْدُ لِلَّهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ

اختتام مجلس کا ذکر

عن ابی برزة الاسلمی رضی الله عنه قال کان رسول الله صلی الله علیه وسلم یقول باخره اذا اراد ان یقوم من المجلس سبحانک اللهم وبحمدک اشهد ان لا اله الا انت استغفرک و اتوب الیک فقال رجل یارسول الله انک لتقول قولاً ما کنت تقوله فیما مضیٰ قال کفارة لما یکون فی المجلس. (رواه ابن ابی شیبه)

ترجمہ: حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کا معمول اخیر زمانۂ عمر شریف میں یہ تھا کہ جب مجلس سے اٹھتے **سبحانک اللّٰهم وبحمدک اشهد ان لااله الا انت استغفرک واتوب الیک** پڑھا کرتے۔ کسی نے عرض کیا کہ آج کل ایک دعا کا معمول حضور کا ہے پہلے تو یہ معمول نہیں تھا۔ حضورؐ نے ارشاد فرمایا کہ یہ مجلس کا کفارہ ہے۔ دوسری روایت میں بھی یہ قصہ مذکور ہے اس میں حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ ارشاد منقول ہے کہ یہ کلمات مجلس کا کفارہ ہیں۔ حضرت جبرئیلؑ نے مجھے بتائے ہیں۔

تشریح: ایک حدیث میں وارد ہے کہ قیامت کے دن کافر باوجودیکہ اپنی بداعمالیوں کو جانتا ہوگا پھر بھی انکار کریگا کہ میں نے گناہ نہیں کئے اس سے کہا جائیگا کہ یہ تیرے پڑوسی تجھ پر گواہی دیتے ہیں وہ کہے گا کہ یہ لوگ دشمنی سے جھوٹ بولتے ہیں، پھر کہا جائیگا کہ تیرے عزیز واقارب گواہی دیتے ہیں وہ ان کو بھی جھٹلائے گا تو اس کے اعضاء کو گواہ بنایا جائیگا۔ ایک حدیث میں ہے کہ سب سے پہلے ران گواہی دیگی کہ کیا کیا بداعمالیاں اس سے کرائی گئی تھیں۔ ایک حدیث میں ہے کہ پل صراط سے آخری گزرنے والا اس طرح گرتا پڑتا گزرے گا جیسے کہ بچہ جب اس کو باپ مار رہا ہو کہ وہ کبھی ادھر گرتا ہے کبھی ادھر۔ فرشتے اس سے کہیں گے کہ اچھا اگر تو سیدھا چل کر پل صراط سے گزر جائے تو اپنے سب اعمال بتادے گا وہ اس کا وعدہ کریگا کہ میں سچ سچ سب بتادونگا اور اللہ کی عزت کی قسم کھا کر کہے گا کہ کچھ نہیں چھپاؤں گا۔ وہ کہیں گے کہ اچھا سیدھا کھڑا ہو جا اور چل، وہ سہولت سے پل صراط پر گزر جائیگا اور پار ہو جانے کے بعد اس سے پوچھا جائیگا کہ اچھا اب بتا۔ وہ سوچے گا کہ اگر میں نے اقرار کرلیا تو ایسا نہ ہو کہ مجھ کو واپس کر دیا جائے۔ اس لئے صاف انکار کردے گا کہ میں نے کوئی برا عمل نہیں کیا۔ فرشتے کہیں گے کہ اچھا اگر ہم نے گواہ پیش کر دیئے تو وہ ادھر ادھر دیکھے گا کہ کوئی آدمی آس پاس نہیں اس کو خیال ہوگا کہ اب گواہ کہاں سے آئیں گے سب اپنے اپنے ٹھکانے پہنچ گئے ہیں اس لئے کہے گا کہ اچھا لاؤ گواہ تو اس کے اعضاء کو حکم کیا جائے گا اور وہ کہنا شروع کر دینگے تو مجبوراً اس کو اقرار کرنا پڑے گا اور کہے گا کہ بیشک ابھی اور بھی بہت سے مہلک گناہ بیان کرنا باقی ہیں تو ارشاد ہوگا کہ اچھا ہم نے مغفرت کر دی غرض ان وجوہ سے ضرورت ہے کہ آدمی کے اعضاء سے نیک کام بھی بکثرت ہوں تاکہ گواہ دونوں قسم کے مل سکیں۔ اسی لئے حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے اس حدیث بالا میں انگلیوں پر شمار کرنے کا حکم فرمایا ہے۔ اسی وجہ سے دوسری احادیث میں مسجد میں کثرت سے آنے جانے کا حکم ہے کہ نشانات قدم بھی گواہ دیں گے اور ان کا ثواب لکھا جاتا ہے کس قدر خوش قسمت ہیں وہ لوگ جن کے لئے برائی کا گواہ کوئی بھی نہ ہو کہ گناہ کئے ہی نہیں یا توبہ وغیرہ سے معاف ہو گئے اور بھلائی اور نیکی کے گواہ سینکڑوں ہزاروں ہوں جسکی سہل ترین صورت یہ ہے کہ جب کوئی گناہ صادر ہو جائے فوراً توبہ سے اس کو محو کر ڈالیں کہ پھر وہ کالعدم ہو جاتے ہیں اور نیکیاں اعمالناموں میں باقی رہیں جس کے گواہ بھی موجود ہوں اور جن جن اعضاء سے یہ نیک اعمال کئے ہیں وہ سب گواہی دیں۔ متعدد احادیث میں خود نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا انگلیوں پر گننا مختلف الفاظ سے نقل کیا گیا ہے۔ حضرت عبداللہ بن عمروؓ فرماتے ہیں کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم (انگلیوں پر) تسبیح گنتے تھے۔

غفلت والے رحمت الٰہیہ سے محروم ہیں

عن ابی برزة الاسلمی رضی اللہ عنہ قال کان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یقول باخرہ اذا اراد ان یقوم من المجلس سبحانک اللھم وبحمدک اشھد ان لا الٰہ الا انت استغفرک و اتوب الیک فقال رجل یارسول اللہ انک لتقول قولاً ماکنت تقولہ فیما مضیٰ قال کفارة لما یکون فی المجلس. (رواہ ابن ابی شیبہ)

ترجمہ: حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کا معمول اخیر زمانۂ عمر شریف میں یہ تھا کہ جب مجلس سے اٹھتے **سبحانک اللھم وبحمدک اشھد ان لاالٰہ الا انت استغفرک واتوب الیک** پڑھا کرتے۔ کسی نے عرض کیا کہ آج کل ایک دعا کا معمول حضور کا ہے پہلے تو یہ معمول نہیں تھا۔ حضور نے ارشاد فرمایا کہ یہ مجلس کا کفارہ ہے۔ دوسری روایت میں بھی یہ قصہ مذکور ہے اس میں حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ ارشاد منقول ہے کہ یہ کلمات مجلس کا کفارہ ہیں۔ حضرت جبرئیلؑ نے مجھے بتائے ہیں۔

تشریح: اس کے بعد حدیث بالا میں اللہ کے ذکر سے غفلت پر رحمت الٰہیہ سے محروم کئے جانے کی وعید ہے۔ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ جو لوگ اللہ تعالیٰ کے ذکر سے محروم رہتے ہیں وہ اللہ کی رحمت سے بھی محروم رہتے ہیں۔ قرآن پاک میں ارشاد ہے کہ تم مجھے یاد کرو میں (رحمت کے ساتھ) تمہارا ذکر کرونگا۔ حق تعالیٰ شانہ نے اپنی یاد کو بندہ کی یاد پر مرتب فرمایا۔ قرآن پاک میں ارشاد ہے

وَمَنْ يَعْشُ عَنْ ذِكْرِ الرَّحْمٰنِ نُقَيِّضْ لَهٗ شَيْطٰنًا فَهُوَ لَهٗ قَرِيْنٌ ۝ وَاِنَّهُمْ لَيَصُدُّوْنَهُمْ عَنِ السَّبِيْلِ وَيَحْسَبُوْنَ اَنَّهُمْ مُّهْتَدُوْنَ ۝

(سورۂ زخرف رکوع ۴) اور جو شخص اللہ کے ذکر سے (خواہ کسی قسم کا ہو قرآن پاک ہو یا کسی اور قسم کا جان بوجھ کر) اندھا بن جائے ہم اس پر ایک شیطان کو مسلط کر دیتے ہیں پس وہ شیطان ہر وقت اس کے ساتھ رہتا ہے اور وہ شیطان اپنے ساتھیوں کے ساتھ مل کر سب کے سب ان لوگوں کو (جو اللہ کے ذکر سے اندھے بن گئے ہیں سیدھے) راستہ سے ہٹاتے رہتے ہیں اور یہ لوگ خیال کرتے ہیں کہ ہم ہدایت پر ہیں۔

حدیث میں ہے کہ ہر شخص کے ساتھ ایک شیطان مقرر ہے۔ کافر کے ساتھ تو وہ ہر وقت شریک حال رہتا ہے۔ کھانے میں بھی پینے میں بھی سونے میں بھی۔ لیکن مومن سے ذرا دور رہتا ہے اور ہر وقت منتظر رہتا ہے۔ جب اس کو ذرا غافل پاتا ہے فوراً اس پر حملہ کر دیتا ہے۔ دوسری جگہ ارشاد ہے۔

يٰاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا تُلْهِكُمْ اَمْوَالُكُمْ وَلَاۤ اَوْلَادُكُمْ عَنْ ذِكْرِ اللّٰهِ الیٰ آخر السورة (سورہ منافقون رکوع ۲)

اے ایمان والو تم کو تمہارے مال اور اولاد (اور اسی طرح دوسری چیزیں) اللہ کی یاد سے غافل نہ کر دیں اور جو لوگ ایسا کریں گے وہی خسارے والے ہیں اور ہم نے جو کچھ (مال و دولت عطا کر رکھا ہے اس میں سے (اللہ کے راستہ میں) اس سے پہلے پہلے خرچ کر لو کہ تم میں سے کسی کی موت آ جائے اور پھر (حسرت و افسوس سے) کہنے لگے کہ اے میرے پروردگار مجھے کچھ دنوں اور مہلت کیوں نہ دی تا کہ میں خیرات کر لیتا اور نیک بندوں میں شامل ہو جاتا اور اللہ جل جلالہ کسی شخص کو بھی موت کا وقت آ جانے کے بعد مہلت نہیں دیتے اور اللہ کو تمہارے سارے اعمال کی پوری پوری خبر ہے (جیسا کرو گے بھلا یا برا ویسا ہی پاؤ گے)

اللہ کے ایسے بندے جو کسی لمحہ غافل نہیں ہیں:

اللہ جل شانہ کے ایسے بھی بندے ہیں جن کو کسی وقت بھی

غفلت نہیں ہوتی۔ حضرت شبلیؒ فرماتے ہیں کہ میں نے ایک جگہ دیکھا کہ ایک مجنوں شخص ہے لڑکے اس کو ڈھیلے مار رہے ہیں۔ میں نے ان کو دھمکایا۔ وہ لڑکے کہنے لگے کہ یہ شخص یوں کہتا ہے کہ میں خدا کو دیکھتا ہوں۔ میں اس کے قریب گیا تو وہ کچھ کہہ رہا تھا۔ میں نے غور سے سنا تو وہ کہہ رہا تھا کہ تو نے بہت ہی اچھا کیا کہ ان لڑکوں کو مجھ پر مسلط کر دیا۔ میں نے کہا کہ یہ لڑکے تجھ پر ایک تہمت لگاتے ہیں کہنے لگا کیا کہتے ہیں۔ میں نے کہا یہ کہتے ہیں کہ تم خدا کو دیکھنے کے مدعی ہو۔ یہ سن کر اس نے ایک چیخ ماری اور یہ کہا شبلی اس ذات کی قسم جس نے اپنی محبت میں مجھ کو شکستہ حال بنا رکھا ہے اور اپنے قرب و بعد میں مجھ کو بھٹکا رکھا ہے اگر تھوڑی دیر بھی وہ مجھ سے غائب ہو جائے (یعنی حضوری حاصل نہ رہے) تو میں دردِ فراق سے ٹکڑے ٹکڑے ہو جاؤں۔

یہ کہہ کر وہ مجھ سے منہ موڑ کر یہ شعر پڑھتا ہوا بھاگ گیا

خیالک فی عینی و ذکرک فی فمی
ومثواک فی قلبی فاین تغیب

تیری صورت میری نگاہ میں جمی رہتی ہے اور تیرا ذکر میری زبان پر ہر وقت رہتا ہے۔ تیرا ٹھکانا میرا دل ہے پس تو کہاں غائب ہو سکتا ہے۔

حضرت جنید بغدادیؒ کا جب انتقال ہونے لگا تو کسی نے کلمہ لاالہ الا اللہ تلقین کیا فرمانے لگے میں کسی وقت بھی اس کو نہیں بھولا (یعنی یاد تو اس کو دلاؤ جس کو کسی وقت بھی غفلت ہوئی ہو) حضرت ممشاد دینوریؒ مشہور بزرگ ہیں جس وقت ان کا انتقال ہونے لگا تو کسی پاس بیٹھنے والے نے دعا کی حق تعالیٰ شانہ آپ کو (جنت کی) فلاں فلاں دولت عطا فرمائیں تو ہنس پڑے فرمانے لگے تیس برس سے جنت اپنے سارے ساز و سامان کے ساتھ میرے سامنے ظاہر ہوتی رہی ہے۔ ایک دفعہ بھی تو (اللہ جل شانہ کی طرف سے توجہ ہٹا کر) ادھر توجہ نہیں کی۔ حضرت رویمؒ کو انتقال کے وقت کسی نے کلمہ تلقین کیا تو فرمانے لگے میں اس کے غیر کو اچھی طرح جانتا ہی نہیں۔ احمد بن خضرویہؒ کے انتقال کا وقت تھا کسی شخص نے کوئی بات پوچھی آنکھوں میں آنسو نکل پڑے۔ کہنے لگے پچانویں برس سے ایک دروازہ کھٹکھٹا رہا ہوں وہ اس وقت کھلنے والا ہے مجھے معلوم نہیں کہ وہ سعادت کے ساتھ کھلتا ہے یا بدبختی کے ساتھ مجھے اس وقت بات کی فرصت کہاں۔

دعا کیجئے

اے اللہ! ہمیں ایسا بنا دیجئے کہ ہم سب سے زیادہ آپ کا ذکر کرنے والے سب سے زیادہ آپ کو فرمانبرداری کرنے والے اور سب سے زیادہ آپ سے محبت کرنے والے بن جائیں۔ اے اللہ! ہمیں ایسا بنا دیجئے کہ ہم اپنے سارے دل کیساتھ آپ سے محبت کریں اور آپ کو راضی کرنے میں اپنی ساری کوششیں صرف کر دیں۔ اے اللہ! ہم آپ سے دین و دنیا اور اہل و عیال میں معافی اور اچھے انجام کا سوال کرتے ہیں۔ اے اللہ! ہمیں بخش دیجئے اور ہمارے گھروں میں وسعت اور رزق میں برکت عطا فرما دیجئے۔ اے اللہ! ہمیں اپنے ذکر کی توفیق عطا فرمائیے۔ اے اللہ! ہمیں اپنے حقیقی ذکر یعنی ہمہ وقت آپ کے احکامات کو پیش نظر رکھتے ہوئے زندگی بسر کرنے کی توفیق عطا فرمائیے۔ اے اللہ! ہمیں اپنی محبت نصیب فرمائیے اور مسنون اذکار و وظائف کو صبح و شام پڑھنے کی توفیق عطا فرمائیے۔ وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ

چار کلمات

وعن جویریة رضی اللہ عنہ ان النبی صلی اللہ علیہ وسلم خرج من عند ھابکرة حبن صلی الصبح وھی فی مسجد ھا ثم رجع بعد ان اضحیٰ و ھی جالسة قال مازلت علی الحال التی فارقتک علیھا قالت نعم قال النبی صلی اللہ علیہ وسلم لقد قلت بعدک اربع کلمات ثلث مرات لو وزنت بماقلت منذ الیوم لوزنتھن سبحان اللہ وبحمدہ عدد خلقہ ورضا نفسہ وزنة عرشہ ومداد کلماتہ. (رواہ مسلم)

ترجمہ: ام المومنین حضرت جویریہؓ فرماتی ہیں کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم صبح کی نماز کے وقت ان کے پاس سے نماز کے لئے تشریف لے گئے اور یہ اپنے مصلے پر بیٹھی ہوئی (تسبیح میں مشغول تھیں) حضورؐ چاشت کی نماز کے بعد (دوپہر کے قریب) تشریف لائے تو یہ اسی حال میں بیٹھی ہوئی تھیں۔ حضورؐ نے دریافت فرمایا تم اسی حال پر ہو جس میں میں نے چھوڑا تھا عرض کیا جی ہاں! حضورؐ نے فرمایا میں نے تم سے (جدا ہونے کے) بعد چار کلمے تین مرتبہ پڑھے اگر ان کو اس سب کے مقابلہ میں تولا جائے جو تم نے صبح سے پڑھا ہے تو وہ غالب ہو جائیں۔ وہ کلمے یہ ہیں۔ **سبحان اللہ وبحمدہ عدد خلقة ورضا نفسہ وزنة عرشہ ومداد کلماتہ** (اللہ کی تسبیح کرتا ہوں اور اس کی تعریف کرتا ہوں بقدر اسکی مخلوقات کے عدد کے اور بقدر اس کی مرضی اور خوشنودی کے اور بقدر وزن اس کے عرش کے اور اس کے کلمات کی مقدار کے موافق)

افضل اور آسان تسبیح

تشریح: دوسری حدیث میں ہے کہ حضرت سعدؓ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ ایک صحابیؓ عورت کے پاس تشریف لے گئے۔ ان کے سامنے کھجور کی گٹھیاں یا کنکریاں رکھی ہوئی تھیں جن پر وہ تسبیح پڑھ رہی تھیں۔ حضورؐ نے فرمایا میں تجھے ایسی چیز بتاؤں جو اس سے سہل ہو (یعنی کنکریوں پر گننے سے سہل ہو) یا (یہ ارشاد فرمایا کہ) اس سے افضل ہو **سبحان اللہ عددما خلق** اخیر تک۔ اللہ کی تعریف کرتی ہوں بقدر اس مخلوق کے جو آسمان میں پیدا کی اور بقدر اس مخلوق کے جو زمین میں پیدا کی اور بقدر اس مخلوق کے جو ان دونوں کے درمیان ہے یعنی آسمان زمین کے درمیان ہے اور اللہ کی پاکی بیان کرتی ہوں بقدر اسکے جس کو وہ پیدا کرنے والا ہے اور اس سب کے برابر **اللہ اکبر** اور اس کے برابر ہی **الحمدللہ** اور اسی کے مانند **لاالہ الا اللہ.**

افضیلت کا مطلب

ملا علی قاریؒ نے لکھا ہے کہ ان کیفیات کے ساتھ تسبیح کے افضل ہونے کا مطلب یہ ہے کہ ان الفاظ کے ذکر کرنے سے ان کیفیات اور صفات کی طرف ذہن متوجہ ہوگا اور یہ ظاہر ہے کہ جتنا بھی تدبر اور غور وفکر سے زیادہ ہوگا اتنا ہی ذکر افضل ہوگا اس لئے قرآن پاک جو تدبر سے پڑھا جائے وہ تھوڑا سا بھی اس تلاوت سے بہت زیادہ افضل ہے جو بلا تردد کے ہو اور بعض علماء نے کہا ہے کہ افضلیت اس حیثیت سے ہے کہ اس میں اللہ

جل جلالہ کی حدوثنا کے شمار سے عجز کا اظہار ہے جو کمال ہے عبدیت کا۔ اس وجہ سے بعض صوفیہ سے نقل کیا گیا ہے وہ کہتے ہیں کہ گناہ تو بلاحساب اور بیشمار ہوتے ہیں اور اللہ کے پاک نام کو شمار سے اور گن کر کہتے ہو۔ اس کا مطلب یہ نہیں کہ شمار نہ کرنا چاہیے اگر ایسا ہوتا تو پھر احادیث میں کثرت سے خاص خاص اوقات میں شمار کیوں بتائی جاتی حالانکہ بہت سی احادیث میں خاص خاص مقداروں پر خاص خاص وعدے فرمائے گئے ہیں لیکن اس کا مطلب یہ ہے کہ صرف شمار پر قناعت نہ کرنا چاہیے بلکہ جو اوراد مخصوص اوقات میں متعین ہیں ان کو پورا کرنے کے علاوہ خالی اوقات میں بھی جتنا ممکن ہو بیشمار اللہ کے ذکر میں مشغول رہنا چاہیے کہ یہ ایسی بڑی دولت ہے جو شمار کی پابندیوں اور اس کے حدود سے بالاتر ہے۔

دانوں والی تسبیح کو بدعت کہنا غلط ہے:

ان احادیث سے تسبیح متعارف یعنی دھاگہ میں پروئے ہوئے دانوں کا جواز ثابت ہوتا ہے بعض لوگوں نے اس کو بدعت کہہ دیا ہے مگر یہ صحیح نہیں ہے جب اس کی اصل ثابت ہے حضورؐ نے کنکریوں اور گٹھلیوں پر گنتے ہوئے دیکھا اور اس پر انکار نہیں فرمایا تو پھر اصل ثابت ہوگی دھاگہ میں پرو دینے میں اور نہ پرونے میں کوئی فرق نہیں۔ اس وجہ سے جملہ مشائخ اور فقہاء اس کا استعمال فرماتے ہیں۔ مولانا عبدالحیؒ صاحب نے ایک مستقل رسالہ ''نزہۃ الفکر'' اس بارے میں تصنیف فرمایا ہے۔ ملا علی قاریؒ کہتے ہیں کہ یہ حدیث صحیح دلیل ہے۔ تسبیح متعارف کے جواز کی اس لئے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ان گٹھلیوں یا کنکریوں پر گنتے ہوئے دیکھا اور اس پر انکار نہیں فرمایا جو شرعی دلیل ہے اور کھلے ہوئے دانے یا پروئے ہوئے میں کوئی فرق نہیں ہے اس لئے جو لوگ اس کو بدعت کہتے ہیں ان کا قول قابل اعتماد نہیں ہے۔ فرماتے ہیں کہ صوفیہ کی اصطلاح میں اس کو شیطان کا کوڑا کہا جاتا ہے۔ حضرت جنید بغدادیؒ کے ہاتھ میں کسی نے ایسے وقت میں بھی تسبیح دیکھی جب وہ منتہائے کمال پر پہنچ چکے تھے تو ان سے اس بارے میں سوال کیا۔ فرمایا جس چیز کے ذریعہ ہم اللہ تک پہنچے ہیں اس کو کیسے چھوڑ دیں۔ بہت سے صحابہؓ رضی اللہ عنہم اجمعین سے یہ نقل کیا گیا ہے کہ ان کے پاس کھجور کی گٹھیاں یا کنکریاں رہتی تھیں اور وہ ان پر گن کر تسبیح پڑھا کرتے تھے چنانچہ حضرت ابوصفیہ صحابی سے نقل کیا گیا ہے کہ وہ کنکریوں پر گنا کرتے تھے۔ حضرت سعد بن ابی وقاصؓ سے گٹھلیاں اور کنکریاں دونوں نقل کی گئی ہیں۔ حضرت ابو سعید خدریؓ سے بھی کنکریوں پر پڑھنا نقل کیا گیا ہے۔ مرقات میں لکھا ہے کہ حضرت ابو ہریرہؓ کے پاس ایک دھاگہ رہتا تھا جس میں گرہیں لگی ہوئی تھیں ان پر شمار فرمایا کرتے تھے اور ابوداؤد میں ہے کہ حضرت ابو ہریرہؓ کے پاس ایک تھیلی تھی جس میں کھجور کی گٹھلیاں یا کنکریاں بھری رہتی۔ ان پر تسبیح پڑھا کرتے اور جب وہ تھیلی خالی ہو جاتی تو ایک باندی تھی جو ان سب کو پھر اس میں بھر دیتی اور حضرت ابو ہریرہؓ کے پاس رکھ دیتی۔ خالی ہونے کا مطلب یہ ہے کہ وہ تھیلی میں سے نکالتے رہتے اور باہر ڈالتے رہتے تھے اور جب وہ خالی ہو جاتی تو سارے دانے سمیٹ کر وہ باندی پھر اس تھیلی میں بھر دیتی۔ حضرت ابودرداءؓ سے بھی یہ نقل کیا گیا ہے کہ ان کے پاس ایک تھیلی میں عجوہ کھجور کی گٹھلیاں جمع رہتیں صبح کی نماز پڑھ کر اس تھیلی کو لے کر بیٹھتے اور جب تک وہ خالی ہوتی بیٹھے پڑھتے رہتے۔ حضرت ابوصفیہؓ جو حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے غلام تھے ان کے سامنے ایک چمڑہ بچھا رہتا اس پر کنکریاں پڑی رہتیں اور صبح سے زوال کے وقت تک ان کو پڑھتے رہتے جب زوال کا وقت ہوتا تو وہ چمڑا اٹھالیا جاتا۔ وہ اپنی ضروریات میں مشغول

ہو جاتے۔ ظہر کی نماز کے بعد پھر وہ بچھا دیا جاتا اور شام تک ان کو پڑھتے رہتے۔ حضرت ابو ہریرہؓ کے پوتے نقل کرتے ہیں کہ دادے ابا کے پاس ایک دھاگہ تھا جس میں دو ہزار گرہیں لگی ہوئی تھیں اس وقت تک نہیں سوتے تھے جب تک ایک مرتبہ اُن پر تسبیح نہ پڑھ لیتے۔ حضرت امام حسینؓ کی صاحبزادی حضرت فاطمہؓ سے بھی یہ نقل کیا گیا ہے ان کے پاس ایک دھاگہ تھا جسمیں گرہیں لگی ہوئی تھیں ان پر تسبیح پڑھا کرتی تھیں۔ صوفیہ کی اصطلاح میں تسبیح کا نام مذکرہ (یاد دلانے والی) بھی ہے اس وجہ سے کہ جب یہ ہاتھ میں ہوتی ہے تو خواہ مخواہ پڑھنے کو جی چاہتا ہے اس لئے گویا اللہ کے نام کو یاد دلانے والی ہے اس بارے میں ایک حدیث بھی نقل کی جاتی ہے جو حضرت علیؓ سے نقل کی گئی ہے کہ حضورؐ نے ارشاد فرمایا کہ تسبیح کیا ہی اچھی مذکرہ (یعنی یاد دلانے والی چیز) ہے۔

ایک مسلسل حدیث:

اس باب میں ایک مسلسل حدیث مولانا عبدالحیؒ صاحب نے نقل فرمائی ہے جس کا مطلب یہ ہے کہ مولانا سے لے کر اوپر تک ہر استاد نے اپنے شاگرد کو ایک تسبیح عطا فرمائی اور اس کے پڑھنے کی اجازت بھی دی۔ اخیر میں حضرت جنید بغدادیؒ کے شاگرد تک یہ سلسلہ پہنچتا ہے۔ وہ کہتے ہیں کہ میں نے اپنے استاد حضرت جنیدؒ کے ہاتھ میں تسبیح دیکھی تو میں نے ان سے کہا کہ آپ اس علو مرتبہ پر بھی تسبیح ہاتھ میں رکھتے ہیں انہوں نے فرمایا کہ میں نے اپنے استاذ سری سقطیؒ کے ہاتھ میں تسبیح دیکھی تو ان سے یہی سوال کیا تھا جو تم نے کیا۔ انہوں نے فرمایا کہ میں نے بھی اپنے استاد حضرت معروف کرخیؒ کے ہاتھ میں تسبیح دیکھی تھی تو یہی سوال کیا تھا۔ انہوں نے فرمایا تھا کہ میں نے اپنے استاد حضرت بشیرؒ حافی کے ہاتھ میں تسبیح دیکھی تو یہی سوال کیا تھا۔ انہوں نے فرمایا تھا کہ میں نے اپنے استاذ حضرت عمرؒ مکی کے ہاتھ میں تسبیح دیکھی تھی تو یہی سوال کیا تھا۔ انہوں نے فرمایا تھا کہ میں نے اپنے استاذ حضرت حسن بصریؒ (جو سارے مشائخ چشتیہ کے سرگروہ ہیں) کے ہاتھ میں تسبیح دیکھی تھی تو عرض کیا تھا کہ آپ کی اس رفعت شان اور علو مرتبہ کے باوجود بھی اب تک تسبیح آپ کے ہاتھ میں ہے تو انہوں نے فرمایا تھا کہ ہم نے تصوف کی ابتدا میں اس سے کام لیا تھا اور اس کے ذریعہ سے ترقی حاصل کی تھی تو گوارا نہیں کہ اب اخیر میں اسکو چھوڑ دیں میں چاہتا ہوں کہ اپنے دل سے زبان سے ہاتھ سے ہر طرح اللہ کا ذکر کروں۔ محدثانہ حیثیت سے ان میں کلام بھی کیا گیا ہے۔

دعا کیجئے

اے اللہ! ہمیں اپنے ذکر کی توفیق عطا فرمائیے۔ اے اللہ! ہمیں اپنے حقیقی ذکر یعنی ہمہ وقت آپ کے احکامات کو پیش نظر رکھتے ہوئے زندگی بسر کرنے کی توفیق عطا فرمائیے۔ اے اللہ! ہمیں اپنی محبت نصیب فرمائیے اور مسنون اذکار و وظائف کو صبح و شام پڑھنے کی توفیق عطا فرمائیے۔ اے اللہ! ہمیں ایسا بنا دیجئے کہ ہم سب سے زیادہ آپ کا ذکر کرنے والے سب سے زیادہ آپ کو فرمانبرداری کرنے والے اور سب سے زیادہ آپ سے محبت کرنے والے بن جائیں۔ اے اللہ! ہمیں ایسا بنا دیجئے کہ ہم اپنے سارے دل کیساتھ آپ سے محبت کریں اور آپ کو راضی کرنے میں اپنی ساری کوششیں صرف کردیں۔ وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ

تسبیحات فاطمہ

عن ابن اعبد قال قال علی رضی اللہ عنہ الا احدثک عنی وعن فاطمۃ بنت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم و کانت من احب اھلہ الیہ قلت بلی قال انھا جرت بالرحی حتی اثر فی یدھا واستقت بالقربۃ حتی اثر فی نحرھا و کنست البیت حتی اغبرت ثیابھا (رواہ ابو داؤد)

ترجمہ: حضرت علیؓ نے اپنے ایک شاگرد سے فرمایا کہ میں تمہیں اپنا اور اپنی بیوی فاطمہؓ کا جو حضورؐ کی صاحبزادی اور سب گھر والوں میں زیادہ لاڈلی تھیں قصہ نہ سناؤں؟ انہوں نے عرض کیا ضرور سنائیں۔ فرمایا کہ وہ خود چکی پیستی تھیں جس سے ہاتھوں میں گٹے پڑ گئے تھے اور خود ہی مشک بھر کر لاتی تھیں جس سے سینہ پر رسی کے نشان پڑ گئے تھے خود ہی جھاڑو دیتی تھیں جس کی وجہ سے کپڑے میلے رہتے تھے۔ ایک مرتبہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں کچھ لونڈی غلام آئے میں نے حضرت فاطمہؓ سے کہا کہ تم اگر اپنے والد صاحب کی خدمت میں جا کر ایک خادم مانگ لاؤ تو اچھا ہے سہولت رہے گی وہ گئیں حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں لوگوں کا مجمع تھا اس لئے واپس چلی آئیں حضور صلی اللہ علیہ وسلم دوسرے روز خود ہی مکان پر تشریف لائے اور فرمایا کہ تم کل کس کام کو آئی تھیں وہ چپ ہو گئیں (شرم کی وجہ سے بول بھی نہ سکیں) میں نے عرض کیا حضورؐ چکی سے ہاتھ میں نشان پڑ گئے، مشکیزہ بھرنے کی وجہ سے سینہ پر بھی نشان پڑ گیا ہے، جھاڑو دینے کی وجہ سے کپڑے میلے رہتے ہیں کل آپ کے پاس کچھ لونڈی غلام آئے تھے اس لئے میں نے ان سے کہا تھا کہ ایک خادم اگر مانگ لائیں تو ان مشقتوں میں سہولت ہو جائے۔ حضورؐ نے فرمایا فاطمہ اللہ سے ڈرتی رہو اور اسکے فرض ادا کرتی رہو اور گھر کے کاروبار کرتی رہو اور جب سونے کے لئے لیٹو تو سبحان اللہ ۳۳ مرتبہ الحمدللہ ۳۳ مرتبہ اللہ اکبر ۳۴ مرتبہ پڑھ لیا کرو۔ یہ خادم سے بہتر ہے۔ انہوں نے عرض کیا میں اللہ (کی تقدیر) اور اس کے رسول (کی تجویز) سے راضی ہوں۔ دوسری حدیث میں حضورؐ کی چچازاد بہنوں کا قصہ بھی اسی قسم کا آیا ہے وہ کہتی ہیں کہ ہم دو بہنیں اور حضورؐ کی بیٹی فاطمہؓ تینوں حضورؐ کی خدمت میں حاضر ہوئیں اور اپنی مشقت اور دقتیں ذکر کر کے ایک خادم کی طلب کی۔ حضورؐ نے فرمایا کہ خادم دینے میں تو بدر کے یتیم تم سے مقدم ہیں میں تمہیں خادم سے بھی بہتر چیز بتاؤں ہر نماز کے بعد ہر تینوں کلمے یعنی سبحان اللہ الحمدللہ اللہ اکبر ۳۳، ۳۳، ۳۳ مرتبہ اور ایک مرتبہ لاالہ الا اللہ وحدہ لاشریک لہ لہ الملک ولہ الحمد وھو علی کل شیء قدیر پڑھ لیا کرو یہ خادم سے بہتر ہے۔

تسبیحاتِ فاطمہ کی اہمیت وافادیت

تشریح: حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم اپنے گھر والوں اور عزیزوں کو خاص طور پر ان تسبیحات کا حکم فرمایا کرتے تھے۔ ایک حدیث میں آیا ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم اپنی بیویوں کو یہ حکم فرمایا کرتے تھے کہ جب وہ سونے کا ارادہ کریں تو سبحان اللہ الحمدلله' الله اکبر ہر ایک ۳۳ مرتبہ پڑھیں۔ حدیث بالا میں حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے دنیوی مشقتوں اور تکلیفوں کے مقابلہ میں ان تسبیحات کو تلقین فرمایا۔ اس کی ظاہری وجہ تو ظاہر ہے کہ مسلمان کے لئے دنیوی مشقت اور تکلیف قابل التفات نہیں ہے اس کو ہر وقت آخرت اور مرنے کے بعد کی راحت و آرام کی فکر ضروری ہے اس لئے حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے چند روزہ زندگی کی مشقت اور تکلیف کی طرف سے توجہ ہٹا کر آخرت کی راحت کے سامان بڑھانے کی طرف متوجہ فرمایا اور ان تسبیحات کا آخرت میں زیادہ سے زیادہ نافع ہونا ان روایات سے جو اس باب میں ذکر کی گئیں ظاہر ہے۔ اس کے علاوہ دوسری وجہ یہ بھی ہوسکتی ہے کہ ان تسبیحات کو حق تعالیٰ شانہ نے جہاں دینی منافع اور ثمرات سے شرف بخشا ہے دنیوی منافع بھی ان میں رکھے ہیں۔ اللہ کے پاک کلام میں اس کے رسول کے پاک کلام میں بہت سی چیزیں ایسی ہیں جن میں آخرت کے ساتھ ساتھ دنیاوی منافع بھی حاصل ہوتے ہیں۔ چنانچہ ایک حدیث میں آیا ہے کہ دجال کے زمانہ میں مومنوں کی غذا فرشتوں کی غذا ہوگی یعنی تسبیح وتقدیس (سبحان اللہ وغیرہ الفاظ کا پڑھنا) کہ جس شخص کا کلام ان چیزوں کا پڑھنا ہوگا حق تعالیٰ شانہ اس سے بھوک کی مشقت کو زائل کر دیں گے اس حدیث سے یہ بھی معلوم ہوا کہ اس دنیا میں بغیر کھائے پیئے صرف اللہ کے ذکر پر گزارہ ممکن ہوسکتا ہے اور دجال کے زمانہ میں عام مومنین کو یہ دولت حاصل ہوگی تو اس زمانہ میں خواص کو اس حالت کا میسر ہو جانا کچھ مشکل نہیں۔ اس لئے جن لوگوں سے اس قسم کے واقعات بکثرت منقول ہیں کہ معمولی غذا پر یا غذا کے وہ کئی کئی دن گزار دیتے تھے ان میں کوئی وجہ انکار یا تکذیب کی نہیں۔ ایک حدیث میں آیا ہے کہ اگر کہیں آگ لگ جائے تو تکبیر (یعنی اللہ اکبر کثرت سے) پڑھا کرو یہ اس کو بجھا دیتی ہے۔ حصن حصین میں نقل کیا ہے کہ جب کسی شخص کو کسی کام میں تعب اور مشقت معلوم ہو یا قوت کی زیادتی مطلوب ہو تو سوتے وقت سبحان الله ۳۳ مرتبہ الحمدللہ ۳۳ مرتبہ الله اکبر ۳۴ مرتبہ پڑھے یا تینوں کلمے ۳۳' ۳۳ مرتبہ پڑھے یا کوئی سا ایک ۳۴ مرتبہ پڑھ لے (چونکہ مختلف احادیث میں مختلف عدد آئے ہیں اس لئے سب ہی کو نقل کر دیا ہے) حافظ ابن تیمیہؒ نے بھی ان احادیث میں جن میں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت فاطمہؓ کو خادم کے بدلے یہ تسبیحات تعلیم فرمائیں یہ استنباط کیا ہے کہ جو شخص ان پر مداومت کرے اس کو مشقت کے کاموں میں تکان اور تعب نہیں ہوگا۔ حافظ ابن حجرؒ فرماتے ہیں کہ اگر معمولی تعب ہوا بھی تب بھی مضرت نہ ہوگی۔ ملا علی قاریؒ نے لکھا ہے کہ یہ عمل مجرب ہے یعنی تجربہ سے بھی یہ ثابت ہوئی ہے کہ ان تسبیحوں کا سوتے وقت پڑھنا ازالہ تکان اور زیادتی قوت کا سبب ہوتا ہے۔ علامہ سیوطیؒ نے مرقاۃ الصعود میں لکھا ہے کہ ان تسبیحوں کا خادم سے بہتر ہونا آخرت کے اعتبار سے بھی ہوسکتا ہے کہ آخرت میں یہ تسبیحیں جتنی مفید' کارآمد اور نافع ہوں گی' دنیا میں خادم اتنا کارآمد اور نافع نہیں ہو سکتا اور دنیا کے اعتبار سے بھی ہوسکتا ہے کہ ان تسبیحوں کی وجہ

سے کام پر جس قدر قوت اور ہمت ہوسکتی ہے خادم سے اتنا کام نہیں ہوسکتا۔ ایک حدیث میں آیا ہے کہ دو خصلتیں ایسی ہیں کہ جوان پر عمل کرے وہ جنت میں داخل ہو اور وہ دونوں بہت سہل ہیں لیکن ان پر عمل کرنے والے بہت کم ہیں ایک یہ کہ ان تسبیحوں کو ہر نماز کے بعد دس دس مرتبہ پڑھے کہ یہ پڑھنے میں تو ایک سو پچاس ہوئیں لیکن اعمال کی ترازو میں پندرہ سو ہونگی۔ دوسرے یہ کہ سوتے وقت **سبحان الله الحمدلله** ۳۳، ۳۳ مرتبہ پڑھے اور **الله اکبر** ۳۴ مرتبہ پڑھے کہ یہ پڑھنے میں سو مرتبہ ہوئیں اور ثواب کے اعتبار سے ایک ہزار ہوئیں۔ کسی نے پوچھا یارسول اللہ یہ کیا بات ہے کہ ان پر عمل کرنیوالے بہت تھوڑے ہیں۔ حضورؐ نے ارشاد فرمایا کہ نماز کے وقت شیطان آتا ہے اور کہتا ہے کہ فلاں ضرورت ہے اور فلاں کام ہے اور جب سونے کا وقت ہوتا ہے وہ ادھر ادھر کی ضرورتیں یاد دلاتا ہے جس سے پڑھنا رہ جاتا ہے۔

امورِ خانہ داری کی انجام دہی:

ان احادیث میں یہ بات بھی قابل غور ہے کہ حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا جنت کی عورتوں کی سردار اور دو جہاں کے سردار کی بیٹی اپنے ہاتھ سے آٹا پیستیں حتیٰ کہ ہاتھوں میں گٹے پڑ گئے۔ خود ہی پانی بھر کر لاتیں حتیٰ کہ سینہ پر مشک کی رسی کے نشان ہو گئے' خود ہی گھر کی جھاڑو وغیرہ سارا کام کرتیں جس سے ہر وقت کپڑے میلے رہتے۔ آٹا گوندھنا' روٹی پکانا غرض سب ہی کام اپنے ہاتھوں سے کرتی تھیں۔ کیا ہماری بیبیاں یہ سارے کام تو کیا ان میں سے آدھے بھی اپنے ہاتھ سے کرتی ہیں اور اگر نہیں کرتیں تو کتنی غیرت کی بات ہے کہ جن کے آقاؤں کی یہ زندگی ہو' ان کے نام لیوا ان کے نام پر فخر کرنیوالوں کی زندگی اس کے آس پاس بھی نہ ہو؟ چاہیے تو یہ تھا کہ خادموں کا عمل ان کی مشقت آقاؤں سے کچھ آگے ہوتی مگر افسوس کہ یہاں اس کے آس پاس بھی نہیں۔

دعا کیجئے

اے اللہ! ہمیں اپنے ذکر کی توفیق عطا فرمایئے۔ اے اللہ! ہمیں اپنے حقیقی ذکر یعنی ہمہ وقت آپ کے احکامات کو پیش نظر رکھتے ہوئے زندگی بسر کرنے کی توفیق عطا فرمایئے۔ اے اللہ! ہمیں اپنی محبت نصیب فرمایئے اور مسنون اذکار و وظائف کو صبح و شام پڑھنے کی توفیق عطا فرمایئے۔ اے اللہ! ہمیں ایسا بنا دیجئے کہ ہم سب سے زیادہ آپ کا ذکر کرنے والے سب سے زیادہ آپ کو فرمانبرداری کرنے والے اور سب سے زیادہ آپ سے محبت کرنے والے بن جائیں۔ اے اللہ! ہمیں ایسا بنا دیجئے کہ ہم اپنے سارے دل کیساتھ آپ سے محبت کریں اور آپ کو راضی کرنے میں اپنی ساری کوششیں صرف کر دیں۔ اے اللہ! ہم آپ سے دین و دنیا اور اہل و عیال میں معافی اور اچھے انجام کا سوال کرتے ہیں۔ اے اللہ! ہمیں بخش دیجئے اور ہمارے گھروں میں وسعت اور رزق میں برکت عطا فرما دیجئے۔

وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ

صلوٰۃ التسبیح ایک بہترین عمل

عن ابن عباس رضی اللہ عنہ ان النبی صلی اللہ علیہ وسلم قال للعباسؓ بن عبدالمطلب یا عباس یاعماہ الاعطیک الاامنحک الا اخبرک الا افعل بک عشر خصال اذا انت فعلت ذلک غفر اللہ لک ذنبک اولہ واخرہ قدیمہ و حدیثہ خطأہ وحمدہ صغیرہ و کبیرہ سرہ وعلانیتہ ان تصلی اربع رکعات تقرأ فی کل رکعۃ فاتحۃ الکتاب وسورۃ (رواہ ابو داؤد)

ترجمہ: حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک مرتبہ اپنے چچا حضرت عباسؓ سے فرمایا اے عباس اے میرے چچا کیا میں تمہیں ایک عطیہ کروں۔ایک بخشش کروں ایک چیز بتاؤں تمہیں دس چیزوں کا مالک بناؤں جب تم اس کام کو کرو گے تو حق تعالیٰ شانہ تمہارے سب گناہ پہلے اور پچھلے پرانے اور نئے غلطی سے کئے ہوئے اور جان بوجھ کر کئے ہوئے چھوٹے اور بڑے چھپ کر کئے ہوئے اور کھلم کھلا کئے ہوئے سب ہی معاف فرمادیں گے وہ کام یہ ہے کہ چار رکعت نفل (صلوۃ تسبیح کی نیت باندھ کر) پڑھو اور ہر رکعت میں جب الحمد اور سورت پڑھ چکو تو رکوع سے پہلے سبحان اللہ والحمدللہ ولا الہ الااللہ واللہ اکبر پندرہ مرتبہ اس میں پڑھو پھر جب رکوع کرو تو دس مرتبہ اسمیں پڑھو پھر جب رکوع سے کھڑے ہو تو دس مرتبہ پڑھو پھر سجدہ کرو تو دس مرتبہ اس میں پڑھو پھر سجدے سے اٹھ کر بیٹھو تو دس مرتبہ پڑھو پھر جب دوسرے سجدہ میں جاؤ تو دس مرتبہ اس میں پڑھو پھر جب دوسرے سجدہ سے اٹھو تو (دوسری رکعت میں) کھڑے ہونے سے پہلے بیٹھ کر دس مرتبہ پڑھو۔ان سب کی میزان پچھتر ہوئی۔اسی طرح ہر رکعت میں پچھتر دفعہ ہوگا اگر ممکن ہوسکے تو روزانہ ایک مرتبہ اس نماز کو پڑھ لیا کرو یہ نہ ہوسکے تو ہر جمعہ کو ایک مرتبہ پڑھ لیا کرو یہ بھی نہ ہوسکے تو ہر مہینہ میں ایک مرتبہ پڑھ لیا کرو یہ بھی نہ ہوسکے ہر سال میں ایک مرتبہ پڑھ لیا کرو یہ بھی نہ ہوسکے تو عمر بھر میں ایک مرتبہ تو پڑھ ہی لو۔

تشریح: ایک صحابیؓ کہتے ہیں مجھ سے حضورؐ نے فرمایا کل صبح کو آنا تم کو ایک بخشش کرونگا۔ایک چیز دونگا۔ایک عطیہ کرونگا۔وہ صحابیؓ کہتے ہیں میں ان الفاظ سے یہ سمجھا کہ کوئی (مال) عطا فرمائینگے (جب میں حاضر ہوا) تو فرمایا کہ جب دوپہر کو آفتاب ڈھل چکے تو چار رکعت نماز پڑھو اسی طریقہ سے بتایا جو پہلی حدیث میں گزرا ہے اور یہ بھی فرمایا کہ اگر تم ساری دنیا کے لوگوں سے زیادہ گنہگار ہوگے تو تمہارے گناہ معاف ہوجائیں گے۔میں نے عرض کیا کہ اگر اس وقت میں کسی وجہ سے نہ پڑھ سکوں تو ارشاد فرمایا کہ جس وقت ہوسکے دن میں یا رات میں پڑھ لیا کرو۔

حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے چچا زاد بھائی حضرت جعفر کو حبشہ بھیج دیا تھا۔جب وہ وہاں سے واپس مدینہ طیبہ پہنچے تو حضورؐ نے ان کو گلے لگالیا اور پیشانی پر بوسہ دیا پھر فرمایا میں تجھے ایک چیز دوں، ایک خوشخبری سناؤں، ایک بخشش کروں، ایک تحفہ دوں۔انہوں نے عرض کیا ضرور۔حضورؐ نے فرمایا چار رکعت نماز پڑھ۔پھر اسی طریقہ سے بتائی جو اوپر گذرا، اس حدیث میں ان چار کلموں کے ساتھ **لاحول ولا قوۃ الا اللہ العلی العظیم** بھی آیا ہے۔

حضرت عباسؓ فرماتے ہیں مجھ سے حضور نے فرمایا کہ میں تمہیں بخشش کروں، ایک عطیہ دوں، ایک چیز عطا کروں، وہ کہتے ہیں میں یہ سمجھا کہ کوئی دنیا کی ایسی چیز دینے کا ارادہ ہے جو کسی کو نہیں دی (اس وجہ سے اس قسم کے الفاظ بخشش عطا وغیرہ کو بار بار فرماتے ہیں) پھر آپ نے چار رکعت نماز سکھائی جو اوپر گزری۔اسمیں یہ بھی فرمایا کہ جب التحیات کیلئے بیٹھو تو پہلے ان تسبیحوں کو پڑھو پھر التحیات پڑھنا۔

صلوۃ التسبیح پڑھنے کا طریقہ

قال الترمذی و قدروی ابن المبارک وغیر واحد من اهل العلم صلوة التسبیح و ذکروا الفضل فیه حدثنا احمد بن عبدة انا ابو وهب سالت عبدالله بن المبارک عن الصلوة التی یسبح فیها قال یکبرُ ثم یقول سبحانک اللهم وبحمدک وتبارک اسمک و تعالیٰ جدلک ولااله غیرک

ترجمہ: حضرت عبداللہ بن مبارک اور بہت سے علماء سے اس نماز کی فضیلت نقل کی گئی ہے اور اس کا یہ طریقہ نقل کیا گیا ہے کہ **سبحانک اللهم** پڑھنے کے بعد **الحمد** شریف پڑھنے سے پہلے پندرہ دفعہ ان کلموں کو پڑھے پھر **اعوذ** اور **بسم الله** پڑھ کر **الحمد** شریف اور پھر کوئی سورت پڑھے' سورت کے بعد رکوع سے پہلے دس مرتبہ پڑھے پھر رکوع میں دس مرتبہ پھر رکوع سے اٹھ کر' پھر دونوں سجدوں میں' اور دونوں سجدوں کے درمیان میں بیٹھ کر دس دس مرتبہ پڑھے یہ پچھتر پوری ہوگئی (لہٰذا دوسرے سجدہ کے بعد بیٹھ کر پڑھنے کی ضرورت نہیں رہی) رکوع میں پہلے **سبحان ربی العظیم** اور سجدہ میں پہلے **سبحان ربی الاعلیٰ** پڑھے' پھر ان کلموں کو پڑھے (حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم سے بھی اس طریقہ سے نقل کیا گیا ہے)

صحابہ کرامؓ تابعین اور اولیاءؒ کے ہاں صلوۃ التسبیح کا اہتمام

تشریح: صلوۃ التسبیح بڑی اہم نماز ہے جس کا اندازہ کچھ احادیث بالا سے ہوسکتا ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے کس قدر شفقت اور اہتمام سے اس کو تعلیم فرمایا ہے۔ علمائے امت' محدثین' فقہاء صوفیہ ہر زمانہ میں اس کا اہتمام فرماتے رہے ہیں۔ امام حدیث حاکمؒ نے لکھا ہے کہ اس حدیث کے صحیح ہونے پر یہ بھی دلیل ہے کہ تبع تابعین کے زمانے سے ہمارے زمانہ تک مقتداء حضرات اس پر مداومت کرتے اور لوگوں کو تعلیم دیتے رہے ہیں جن میں عبداللہ بن مبارک بھی ہیں۔ یہ عبداللہ بن مبارکؒ امام بخاریؒ کے استادوں کے استاد ہیں۔ بیہقیؒ کہتے ہیں کہ ابن مبارکؒ سے پہلے ابوالجوزاءؒ جو معتمد تابعی ہیں اس کا اہتمام کیا کرتے تھے۔ روزانہ جب ظہر کی اذان ہوتی تو مسجد میں جاتے اور جماعت کے وقت تک اس کو پڑھ لیا کرتے۔ عبدالعزیز بن ابی رواڈؒ جو ابن مبارک کے بھی استاد ہیں بڑے عابد اور زاہد متقی لوگوں میں ہیں کہتے ہیں کہ جو جنت کا ارادہ کرے اس کو ضروری ہے کہ صلوٰۃ التسبیح کو مضبوط پکڑے۔ ابوعثمانؒ حیری جو بڑے زاہد ہیں کہتے ہیں کہ میں نے مصیبتوں اور غموں کے ازالہ کے لئے صلوٰۃ التسبیح جیسی کوئی چیز نہیں دیکھی۔ علامہ تقی سبکیؒ فرماتے ہیں یہ نماز بڑی اہم ہے بعض لوگوں کے انکار کی وجہ سے دھوکا میں نہ پڑنا چاہئیے۔ جو شخص اس نماز کے ثواب کو سن کر بھی غفلت کرے وہ دین کے بارے میں سستی کرنیوالا ہے۔ صلحاء کے کاموں سے دور ہے اس کو پکا آدمی نہ سمجھنا چاہیے۔ مرقاۃ میں لکھا ہے کہ حضرت عبداللہ بن عباسؓ ہر جمعہ کو پڑھا کرتے تھے۔

بعض علماء کا شبہ

بعض علماء نے اس وجہ سے اس حدیث کا انکار کیا ہے کہ اتنا زیادہ ثواب صرف چار رکعت پر مشکل ہے بالخصوص کبیرہ گناہوں کا معاف ہونا لیکن جب روایت بہت سے صحابہؓ سے منقول ہے تو انکار مشکل ہے البتہ دوسری آیات واحادیث کی وجہ سے کبیرہ گناہوں کی معافی کے لئے توبہ کی شرط ہوگی۔

صلوٰۃ التسبیح پڑھنے کے دو طریقے

احادیث بالا میں اس نماز کے دو طریقے بتائے گئے ہیں اول یہ کہ کھڑے ہو کر **الحمد** شریف اور سورہ کے بعد پندرہ مرتبہ چاروں کلمے **سبحان الله، الحمد الله، لااله الا الله، الله اکبر** پڑھے۔ پھر رکوع میں **سبحان ربی العظیم** کے بعد دس مرتبہ پڑھے۔ پھر رکوع سے کھڑے ہو کر **سمع الله لمن حمده، ربنالک الحمد** کے بعد دس مرتبہ پڑھے۔ پھر دونوں سجدوں میں **سبحان ربی الاعلیٰ** کے بعد دس دس مرتبہ پڑھے اور دونوں سجدوں کے درمیان جب بیٹھے دس مرتبہ پڑھے اور جب دوسرے سجدہ سے اٹھے تو **الله اکبر** کہتا ہوا اٹھے اور بجائے کھڑے ہونے کے بیٹھ جائے اور دس مرتبہ پڑھ کر بغیر **الله اکبر** کے کہنے کے کھڑا ہو جائے اور دو رکعت کے بعد اس طرح چوتھی رکعت کے بعد پہلے ان کلموں کو دس دس مرتبہ پڑھے پھر التحیات پڑھے۔ دوسرا طریقہ یہ ہے **سبحانک اللهم** کے بعد **الحمد** سے پہلے پندرہ مرتبہ پڑھے اور پھر **الحمد** اور سورۃ کے بعد دس مرتبہ پڑھے اور باقی سب طریقے بدستور۔ البتہ اس صورت میں نہ تو دوسرے سجدہ کے بعد بیٹھنے کی ضرورت ہے اور نہ التحیات کے ساتھ پڑھنے کی۔ علماً نے لکھا ہے کہ بہتر یہ ہے کہ کبھی اس طرح پڑھ لیا کرے کبھی اس طرح۔

صلوٰۃ التسبیح سے متعلقہ مسائل

چونکہ یہ نماز عام طور سے رائج نہیں ہے اس لئے اس کے متعلق چند مسائل لکھے جاتے ہیں تاکہ پڑھنے والوں کو سہولت ہو۔

مسئلہ ۱: اس نماز کیلئے کوئی سورۃ قرآن کی متعین نہیں جونسی سورت دل چاہے پڑھے لیکن بعض علماء نے لکھا ہے کہ سورۃ حدید، سورہ حشر، سورہ صف، سورہ جمعہ، سورہ تغابن میں سے چار سورتیں پڑھے بعض حدیثوں میں بیس آیتوں کی بقدر آیا ہے اس لئے ایسی سورتیں پڑھے جو بیس آیتوں کے قریب قریب ہوں۔ بعض نے اذازلزلت، والعادیات، تکاثر، والعصر، کافرون، نصر، اخلاص لکھا ہے کہ ان ہی میں سے پڑھ لیا کرے۔

مسئلہ ۲: ان تسبیحوں کو زبان سے ہرگز نہ گنے کہ زبان سے گننے سے نماز ٹوٹ جائیگی۔ انگلیوں کو بند کر کے گننا اور تسبیح ہاتھ میں لیکر اس پر گننا جائز ہے مگر مکروہ ہے۔ بہتر یہ ہے کہ انگلیاں جس طرح اپنی جگہ پر رکھی ہیں۔ ویسی ہی رہیں اور ہر کلمہ پر ایک ایک انگلی کو اسی جگہ دباتا رہے۔

مسئلہ ۳: اگر کسی جگہ تسبیح پڑھنا بھول جائے تو دوسرے رکن میں اسکو پورا کرے البتہ بھولے ہوئے کی قضا رکوع سے اٹھ کر اور دو سجدوں کے درمیان نہ کرے۔ اس طرح پہلی اور تیسری رکعت کے بعد اگر بیٹھے تو ان میں بھی بھولے ہوئے کی قضا نہ کرے بلکہ صرف ان کی ہی تسبیح پڑھے اور ان کے بعد جو رکن ہو اس میں بھولی ہوئی بھی پڑھ لے مثلاً اگر رکوع میں پڑھنا بھول گیا تو ان کو پہلے سجدہ میں پڑھ لے اس طرح پہلے سجدہ کی دوسرے سجدہ میں اور دوسرے سجدہ کی دوسری رکعت میں کھڑا ہو کر پڑھ لے اور اگر وہ رہ جائے تو آخری قعدہ میں التحیات سے پہلے پڑھ لے۔

مسئلہ۴: اگر سجدہ سہو کسی وجہ سے پیش آ جائے تو اسمیں تسبیح نہیں پڑھنا چاہیے اس لئے کہ مقدار تین سو ہے وہ پوری ہو چکی ہاں اگر کسی وجہ سے اس مقدار میں کمی رہی ہو تو سجدہ سہو میں پڑھ لے۔

مسئلہ۵: بعض احادیث میں آیا ہے کہ التحیات کے بعد سلام سے پہلے یہ دعا پڑھے۔

اے اللہ میں آپ سے ہدایت والوں کی سی توفیق مانگتا ہوں اور یقین والوں کے عمل اور توبہ والوں کا خلوص مانگتا ہوں اور صابرین کی پختگی اور آپ سے ڈرنے والوں کی سی کوشش (یا احتیاط) مانگتا ہوں اور رغبت والوں کی سی طلب اور پرہیز گاروں کی سی عبادت اور علماء کی سی معرفت تاکہ میں آپ سے ڈرنے لگوں اے اللہ ایسا ڈر جو مجھے آپ کی نافرمانی سے روک دے اور تاکہ میں آپ کی اطاعت سے ایسے عمل کرنے لگوں جن کی وجہ سے آپ کی رضا اور خوشنودی کا مستحق بن جاؤں اور تاکہ خلوص کی توبہ آپ کے ڈر سے کرنے لگوں اور تاکہ سچا اخلاص آپ کی محبت کی وجہ سے کرنے لگوں۔ اور تاکہ آپ کے ساتھ حسن ظن کی وجہ آپ پر توکل کرنے لگوں اے نور کے پیدا کرنے والے! تیری ذات پاک ہے اے ہمارے رب ہمیں کامل نور عطا فرما اور تو ہماری مغفرت فرما بیشک تو ہر چیز پر قادر ہے۔ اے ارحم الراحمین اپنی رحمت سے درخواست کو قبول فرما۔

مسئلہ ٦: اس نماز کا اوقات مکروہ کے علاوہ باقی دن رات کے تمام اوقات میں پڑھنا جائز ہے۔ البتہ زوال کے بعد پڑھنا زیادہ بہتر ہے پھر دن میں کسی وقت پھر رات کو۔

مسئلہ ۷: بعض حدیثوں میں سوم کلمہ کے ساتھ لاحول کو بھی ذکر کیا گیا ہے جیسا کہ اوپر تیسری حدیث میں گذرا۔ اس لئے اگر کبھی کبھی اس کو بڑھا لے تو اچھا ہے۔

دعا کیجئے

اے اللہ! ہمیں اپنے ذکر کی توفیق عطا فرمائیے۔

اے اللہ! ہمیں ایسا بنا دیجئے کہ ہم اپنے سارے دل کیساتھ آپ سے محبت کریں اور آپ کو راضی کرنے میں اپنی ساری کوششیں صرف کر دیں۔

اے اللہ! ہمیں اپنے حقیقی ذکر یعنی ہمہ وقت آپ کے احکامات کو پیش نظر رکھتے ہوئے زندگی بسر کرنے کی توفیق عطا فرمائیے۔

اے اللہ! ہمیں اپنی محبت نصیب فرمائیے اور مسنون اذکار و وظائف کو صبح و شام پڑھنے کی توفیق عطا فرمائیے۔

اے اللہ! ہمیں ایسا بنا دیجئے کہ ہم سب سے زیادہ آپ کا ذکر کرنے والے سب سے زیادہ آپ کو فرمانبرداری کرنے والے اور سب سے زیادہ آپ سے محبت کرنے والے بن جائیں۔

اے اللہ! ہم آپ سے دین و دنیا اور اہل و عیال میں معافی اور اچھے انجام کا سوال کرتے ہیں۔

اے اللہ! ہمیں بخش دیجئے اور ہمارے گھروں میں وسعت اور رزق میں برکت عطا فرما دیجئے۔

وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ

8

ذکر کی فضیلت، فضائل وفوائد

حافظ ابن قیمؒ رحمہ اللہ کی کتاب "الوابل الصیب" میں سے نمبروار اناسی ۷۹ فوائد کو مختصراً اس جگہ ترتیب وار نقل کیا جاتا ہے۔ اور چونکہ بہت سے فوائد ان میں ایسے ہیں جو کئی کئی فائدوں کو شامل ہیں اس لحاظ سے یہ سو ۱۰۰ سے زیادہ کو مشتمل ہیں۔

یہاں چار اسباق کی شکل میں یہ فوائد دیے جاتے ہیں۔

(۱) ذکر شیطان کو دفع کرتا ہے اور اس کی قوت کو توڑتا ہے۔

(۲) اللہ جل جلالہٗ کی خوشنودی کا سبب ہے۔

(۳) دل سے فکر وغم کو دور کرتا ہے۔

(۴) دل میں فرحت سرور اور انبساط پیدا کرتا ہے۔

(۵) بدن کو اور دل کو قوت بخشتا ہے۔

(۶) چہرہ اور دل کو منور کرتا ہے۔

(۷) رزق کو کھینچتا ہے۔

(۸) ذکر کرنے والے کو ہیبت اور حلاوت کا لباس پہناتا ہے یعنی اسکے دیکھنے سے رُعب پڑتا ہے اور دیکھنے والوں کو حلاوت نصیب ہوتی ہے۔

(۹) اللہ تعالیٰ کی محبت پیدا کرتا ہے اور محبت ہی اسلام کی روح اور دین کا مرکز ہے اور سعادت اور نجات کا مدار ہے جو شخص یہ چاہتا ہے کہ اللہ کی محبت تک اس کی رسائی ہو۔ اس کو چاہیے کہ اس کے ذکر کی کثرت کرے جیسا کہ پڑھنا اور تکرار کرنا علم کا دروازہ ہے اسی طرح اللہ کا ذکر اس کی محبت کا دروازہ ہے۔

(۱۰) ذکر سے مراقبہ نصیب ہوتا ہے جو مرتبہ احسان تک پہنچا دیتا ہے۔ یہی مرتبہ ہے جس میں اللہ تعالیٰ کی عبادت ایسی نصیب ہوتی ہے گویا اللہ جل شانہٗ کو دیکھ رہا ہے (یہی مرتبہ صوفیہ کا منتہائے مقصد ہوتا ہے۔

(۱۱) اللہ کی طرف رجوع پیدا کرتا ہے جس سے رفتہ رفتہ یہ نوبت آجاتی ہے کہ ہر چیز میں حق تعالیٰ شانہٗ اس کی جائے پناہ اور ماویٰ و ملجا بن جاتے ہیں اور ہر مصیبت میں اسی کی طرف توجہ ہوجاتی ہے۔

(۱۲) اللہ کا قرب پیدا کرتا ہے اور جتنا ذکر میں اضافہ ہوتا ہے اتنا ہی قرب میں اضافہ ہوتا ہے اور جتنی ذکر سے غفلت ہوتی ہے اتنی ہی اللہ سے دُوری ہوتی ہے۔

(۱۳) اللہ کی معرفت کا دروازہ کھولتا ہے۔

(۱۴) اللہ جل شانہٗ کی ہیبت اور اس کی بڑائی دل میں پیدا کرتا ہے۔ اور اللہ کیساتھ حضوری پیدا کرتا ہے۔

(۱۵) اللہ جل شانہٗ کی بارگاہ میں ذکر کا سبب ہے چنانچہ کلام پاک میں ارشاد ہے فَاذْكُرُونِيٓ أَذْكُرْكُمْ اور حدیث میں وارد ہے **من ذکرنی فی نفسہ ذکرتہ فی نفسی الحدیث** اگر ذکر میں اس کے سوا اور کوئی بھی فضیلت نہ ہوتی تب بھی شرافت اور کرامت کے اعتبار سے یہی ایک فضیلت کافی تھی چہ جائیکہ اس میں اور بھی بہت سی فضیلتیں ہیں۔

(۱۶) دل کو زندہ کرتا ہے۔ حافظ ابن تیمیہؒ کہتے ہیں کہ اللہ کا ذکر دل کے لئے ایسا ہے جیسا مچھلی کے لئے پانی۔ خود غور کرلو کہ بغیر پانی کے مچھلی کا کیا حال ہوتا ہے۔

(۱۷) دل اور روح کی روزی ہے اور ان دونوں کو اپنی روزی نہ ملے تو ایسا ہے جیسا بدن کو اس کی روزی (یعنی کھانا) نہ ملے۔

(۱۸) دل کو زنگ سے صاف کرتا ہے جیسا کہ حدیث میں بھی وارد ہوا ہے ہر چیز پر اس کے مناسب زنگ اور میل کچیل ہوتا ہے دل کا میل اور زنگ خواہشات اور غفلت ہیں یہ اس کے لئے صفائی کا کام دیتا ہے۔

(۱۹) لغزشوں اور خطاؤں کو دُور کرتا ہے۔

(۲۰) بندہ کو اللہ جل شانہٗ سے جو وحشت ہو جاتی ہے اُس کو دُور کرتا ہے کہ غافل کے دل پر اللہ کی طرف سے ایک وحشت رہتی ہے جو ذکر ہی سے دور ہوتی ہے۔

(۲۱) جو اذکار بندہ کرتا ہے وہ عرش کے چاروں طرف بندہ کا ذکر کرتے رہتے ہیں جیسا کہ حدیث میں وارد ہے۔ (باب نمبر ۳ فصل نمبر ۲ حدیث نمبر ۱۷)

(۲۲) جو شخص راحت میں اللہ جل شانہٗ کا ذکر کرتا ہے۔ اللہ جل جلالہٗ مصیبت کیوقت اس کو یاد کرتا ہے۔

(۲۳) اللہ کے عذاب سے نجات کا ذریعہ ہے۔

(۲۴) سکینہ اور رحمت کے اُترنے کا سبب ہے اور فرشتے ذکر کرنے والے کو گھیر لیتے ہیں (سکینہ کے معنی باب ہٰذا کی فصل نمبر ۲ حدیث نمبر ۸ میں گذر چکے ہیں)

(۲۶) اس کی برکت سے زبان غیبت، چغلخوری، جھوٹ، بدگوئی، لغو گوئی سے محفوظ رہتی ہے چنانچہ تجربہ اور مشاہدہ سے ثابت ہے کہ جس شخص کی زبان اللہ کے ذکر کی عادی ہو جاتی ہے وہ ان اشیاء سے عموماً محفوظ رہتا ہے اور جس کی زبان عادی نہیں ہوتی ہر نوع کی لغویات میں مبتلا رہتا ہے۔

(۲۷) ذکر کی مجلسیں فرشتوں کی مجلسیں ہیں اور لغویات اور غفلت کی مجلسیں شیطان کی مجلسیں ہیں اب آدمی کو اختیار ہے جس قسم کی مجلسوں کو چاہے پسند کرلے اور ہر شخص اسی کو پسند کرتا ہے جس سے مناسبت رکھتا ہے۔

(۲۸) ذکر کی وجہ سے ذکر کرنے والا بھی سعید (نیک بخت) ہوتا ہے اور اس کے پاس بیٹھنے والا بھی اور غفلت یا لغویات میں مبتلا ہونے والا خود بھی بد بخت ہوتا ہے اور اس کے پاس بیٹھنے والا بھی۔

(۲۹) قیامت کے دن حسرت سے محفوظ رہتا ہے اسلئے کہ حدیث میں آیا ہے کہ ہر وہ مجلس جس میں اللہ کا ذکر نہ ہو قیامت کے دن حسرت اور نقصان کا سبب ہے۔

(۳۰) ذکر کیساتھ اگر تنہائی کا رونا بھی نصیب ہو جائے تو قیامت کے دن کی تپش اور گرمی میں جبکہ ہر شخص میدان حشر میں بلبلا رہا ہوگا۔ یہ عرش کے سایہ میں ہوگا۔

(۳۱) ذکر میں مشغول رہنے والوں کو ان سب چیزوں سے زیادہ ملتا ہے۔ جو دعائیں مانگنے والوں کو ملتی ہیں حدیث میں اللہ جل شانہٗ کا ارشاد نقل کیا گیا ہے کہ جس شخص کو میرے ذکر نے دعا سے روک دیا اس کو میں دعائیں مانگنے والوں سے افضل عطا کرونگا۔

(۳۲) باوجود سہل ترین عبادت ہونے کے تمام عبادتوں سے افضل ہے اسلیئے کہ زبان کو حرکت دینا بدن کے اور تمام اعضا کو حرکت دینے سے سہل ہے۔

(۳۳) اللہ کا ذکر جنت کے پودے ہیں (چنانچہ باب ۳ فصل نمبر ۲ حدیث ۴ میں مفصّل آرہا ہے) جسقدر بخشش اور انعام کا وعدہ اس پر ہے اتنا کسی اور عمل پر نہیں ہے چنانچہ ایک حدیث میں وارد ہے کہ جو شخص **لا الٰه الا الله وحده لاشریک له له الملک وله الحمدوهو علی شیء قدیر**۔ سو ۱۰۰ مرتبہ کسی دن پڑھے تو اس کے لئے دس غلام آزاد کرنے کا ثواب ہوتا ہے اور سو ۱۰۰ نیکیاں اس کے لئے لکھی جاتی ہیں اور سو ۱۰۰ برائیاں اس سے معاف کردی جاتی ہیں اور شام تک شیطان سے محفوظ رہتا ہے اور دوسرا کوئی شخص اس سے افضل نہیں ہوتا مگر وہ شخص کہ اس سے زیادہ عمل کرے۔ اسی طرح اور بہت سی احادیث ہیں جن سے ذکر کا افضل اعمال ہونا معلوم ہوتا ہے (اور بہت سی اُن میں سے اس رسالہ میں مذکور ہیں)

(مزید فوائد اگلے درس میں ملاحظہ فرمائیں)

وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ

ذکر کی فضیلت، فضائل وفوائد

(۳۴) دوامِ ذکر کی بدولت اپنے نفس کو بھولنے سے امن نصیب ہوتا ہے۔ جو سبب ہے دارین کی شقاوت کا اس لئے کہ اللہ کی یاد کو بھلا دینا سبب ہوتا ہے۔ خود اپنے نفس کے بھلا دینے کا اور اپنے تمام مصالح کے بھلا دینے کا۔ چنانچہ ارشادِ خداوندی ہے

وَلَا تَكُونُوا كَالَّذِينَ نَسُوا اللّٰهَ فَأَنْسٰهُمْ أَنْفُسَهُمْ أُولٰٓئِكَ هُمُ الْفٰسِقُونَ۝ (سورہ حشر رکوع ۳)۔

تم اُن لوگوں کی طرح نہ ہو جنہوں نے اللہ سے بے پروائی کی پس اللہ نے ان کو اپنی جانوں سے بے پروا کر دیا۔ یعنی اُن کی عقل ایسی ماری گئی کہ اپنے حقیقی نفع کو نہ سمجھا) اور جب آدمی اپنے نفس کو بھلا دیتا ہے تو اس کی مصالح سے غافل ہو جاتا ہے اور یہ سبب ہلاکت کا بن جاتا ہے جیسا کہ کسی شخص کی کھیتی یا باغ ہو اور اُس کو بھول جائے اس کی خبر گیری نہ کرے تو لامحالہ وہ ضائع ہوگا۔ اور اس سے امن جب ہی مل سکتا ہے جب اللہ کے ذکر سے زبان کو ہر وقت تروتازہ رکھے اور ذکر اس کو ایسا محبوب ہو جائے جیسا کہ پیاس کی شدت کیوقت پانی اور بھوک کے وقت کھانا اور سخت گرمی اور سخت سردی کیوقت مکان اور لباس، بلکہ اللہ کا ذکر اس سے زیادہ کا مستحق ہے اسلئے کہ ان اشیاء کے نہ ہونے سے بدن کی ہلاکت ہے جو رُوح کی اور دل کی ہلاکت کے مقابلہ میں کچھ بھی نہیں ہے۔

(۳۵) ذکر ادمی کی ترقی کرتا رہتا ہے بستر پر بھی اور بازار میں بھی، صحت میں بھی اور بیماری میں بھی، نعمتوں اور لذّتوں کیساتھ مشغولی میں بھی، اور کوئی ایسی چیز نہیں ہے جو ہر وقت ترقی کا سبب بنتی ہو حتیٰ کہ جس کا دل نورِ ذکر سے منور ہو جاتا ہے وہ سوتا ہوا بھی غافل شب بیداروں سے بڑھ جاتا ہے۔

(۳۶) ذکر کا نور دُنیا میں بھی ساتھ رہتا ہے اور قبر میں بھی ساتھ رہتا ہے اور آخرت میں پُل صراط پر آگے آگے چلتا ہے حق تعالیٰ شانہ کا ارشاد ہے۔

أَوَمَنْ كَانَ مَيْتًا فَأَحْيَيْنٰهُ وَجَعَلْنَا لَهُ نُورًا يَّمْشِي بِهٖ فِي النَّاسِ كَمَنْ مَّثَلُهُ فِي الظُّلُمٰتِ لَيْسَ بِخَارِجٍ مِّنْهَا

(سورہ انعام رکوع ۱۵)

ایسا شخص جو پہلے مُردہ یعنی گمراہ تھا پھر ہم نے اس کو زندہ یعنی مسلمان بنا دیا اور اس کو ایسا نور دیدیا کہ وہ اس نور کو لئے ہوئے آدمیوں میں چلتا پھرتا ہے یعنی وہ نور ہر وقت اس کیساتھ رہتا ہے کیا ایسا شخص بدحالی میں اس شخص کی طرح ہو سکتا ہے جو گمراہیوں کی تاریکیوں میں گھرا ہو کہ اُن سے نکلنے ہی نہیں پاتا) پس اوّل شخص مومن ہے جو اللہ پر ایمان رکھتا ہے اور اسکی محبت اور اسکی معرفت اور اسکے ذکر سے منور ہے اور دوسرا شخص ان چیزوں سے خالی ہے حقیقت یہ ہے کہ یہ نور نہایت مہتم بالشان چیز ہے اور اسی میں پوری کامیابی ہے اسی لئے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اس کی طلب اور دُعا میں مبالغہ فرمایا کرتے تھے اور اپنے ہر ہر جزو میں نور کو طلب فرماتے تھے چنانچہ احادیث میں متعدد دعائیں ایسی ہیں جن میں حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کی دُعا فرمائی ہے کہ حق تعالیٰ شانہٗ آپ کے گوشت میں، ہڈیوں میں، پٹھوں میں، بال میں، کھال میں، کان میں، آنکھ میں اُوپر نیچے دائیں بائیں، آگے پیچھے نور ہی نور کردے حتیٰ کہ یہ بھی دُعا کی کہ خود مجھی کو سرتاپا نور بنادے کہ آپ کی ذات ہی نور بن جائے اسی نُور کی بقدر اعمال میں نور ہوتا ہے۔ حتیٰ کہ بعض لوگوں کے نیک عمل ایسی حالت میں آسمان پر جاتے ہیں کہ اُن پر آفتاب جیسا نور ہوتا ہے اور ایسا ہی نور اُن کے چہروں پر قیامت کے دن ہوگا۔

(۳۷) ذکر تصوّف کا اصل اصول ہے اور تمام صوفیہ کے

سب طریقوں میں رائج ہے جس شخص کے لئے ذکر کا دروازہ کھل گیا ہے اس کے لئے اللہ جل شانہٗ تک پہنچنے کا دروازہ کھل گیا۔ اور جو اللہ جل شانہٗ تک پہنچ گیا وہ جو چاہتا ہے پاتا ہے کہ اللہ جل شانہٗ کے پاس کسی چیز کی بھی کمی نہیں ہے۔

(۳۸) آدمی کے دل میں ایک گوشہ ہے جو اللہ کے ذکر کے علاوہ کسی چیز سے بھی پُر نہیں ہوتا اور جب ذکر دل پر مسلّط ہو جاتا ہے تو وہ نہ صرف اس گوشہ کو پُر کرتا ہے بلکہ ذکر کرنے والے کو بغیر مال کے غنی کر دیتا ہے اور بغیر کنبہ اور جماعت کے لوگوں کے دلوں میں عزت والا بنا دیتا ہے اور بغیر سلطنت کے بادشاہ بنا دیتا ہے اور جو شخص ذکر سے غافل ہوتا ہے وہ باوجود مال و دولت، کنبہ اور حکومت کے ذلیل ہوتا ہے۔

(۳۹) ذکر پراگندہ کو مجتمع کرتا ہے اور مجتمع کو پراگندہ کرتا ہے۔ دور کو قریب کرتا ہے اور قریب کو دُور کرتا ہے۔ پراگندہ کو مجتمع کرنے کا مطلب یہ ہے کہ آدمی کے دل پر جو متفرق ہموم غموم تفکرات پریشانیاں ہوتی ہیں اُن کو دور کر کے جمعیت خاطر پیدا کرتا ہے اور مجتمع کو پراگندہ کرنے کا مطلب یہ ہے کہ آدمی پر جو تفکرات مجتمع ہیں اُن کو متفرق کر دیتا ہے اور آدمی کی جو لغزشیں اور گناہ جمع ہو گئے ہیں ان کو پراگندہ کر دیتا ہے اور جو شیطان کے لشکر آدمی پر مسلط ہیں اُن کو پراگندہ کر دیتا ہے اور آخرت کو جو دُور ہے قریب کر دیتا ہے اور دنیا کو جو قریب ہے دُور کر دیتا ہے۔

(۴۰) ذکر آدمی کے دل کو نیند سے جگاتا ہے غفلت سے چوکنا کرتا ہے اور دل جب تک سوتا رہتا ہے اپنے سارے ہی منافع کھوتا رہتا ہے۔

(۴۱) ذکر ایک درخت ہے جس پر معارف کے پھل لگتے ہیں۔ صوفیہ کی اصلاح میں احوال اور واقعات کے پھل لگتے ہیں اور جتنی بھی ذکر کی کثرت ہوگی اتنی ہی اس درخت کی جڑ مضبوط ہوگی اور جتنی جڑ مضبوط ہوگی اُتنے ہی زیادہ پھل اس پر آئینگے۔

(۴۲) ذکر اس پاک ذات کے قریب کر دیتا ہے جس کا ذکر کر رہا ہے حتیٰ کہ اس کیساتھ معیت نصیب ہو جاتی ہے چنانچہ قرآن پاک میں ہے **ان اللہ مع الذین اتقوا** (اللہ جل شانہٗ متّقیوں کیساتھ ہے) اور حدیث میں وارد ہے **انا مع عبدی ما ذکرنی** (میں اپنے بندے کیساتھ رہتا ہوں جب تک وہ میرا ذکر کرتا رہے) ایک حدیث میں ہے کہ میرا ذکر کرنے والے میرے آدمی ہیں میں ان کو اپنی رحمت سے دُور نہیں کرتا اگر وہ اپنے گناہوں سے توبہ کرتے رہیں تو میں اُن کا حبیب ہوں اور اگر وہ توبہ نہ کریں تو میں اُن کا طبیب ہوں کہ انکو پریشانیوں میں مبتلا کرتا ہوں تا کہ اُن کو گناہوں سے پاک کروں۔ نیز ذکر کی وجہ سے جو اللہ جل شانہٗ کی معیت نصیب ہوتی ہے وہ ایسی معیت ہے جس کی برابر کوئی دوسری معیت نہیں ہے نہ وہ زبان سے تعبیر ہو سکتی ہے نہ تحریر میں آ سکتی ہے اس کی لذت وہی جان سکتا ہے جس کو یہ نصیب ہو جاتی ہے (**اللھم ارزقنی منه شیئا**)

(۴۳) ذکر غلاموں کے آزاد کرنے کے برابر ہے، مالوں کے خرچ کرنے کے برابر ہے، اللہ کے راستے میں جہاد کی برابر ہے (بہت سی روایات میں اس قسم کے مضامین گذر بھی چکے ہیں اور آئندہ بھی آنے والے ہیں)

(۴۴) ذکر شکر کی جڑ ہے جو اللہ کا ذکر نہیں کرتا وہ شکر بھی ادا نہیں کرتا۔ ایک حدیث میں آیا ہے کہ حضرت موسیٰؑ علیٰ نبیّنا وعلیہ الصلوٰۃ والسلام نے اللہ جل جلالہٗ سے عرض کیا آپ نے مجھ پر بہت احسانات کئے ہیں مجھے طریقہ بتا دیجئے کہ میں آپ کا بہت شکر ادا کروں۔ اللہ جل جلالہٗ نے ارشاد فرمایا کہ جتنا بھی تم میرا ذکر کرو گے اتنا ہی شکر ادا ہوگا۔ دوسری حدیث میں حضرت موسیٰ علیہ السلام کی یہ درخواست ذکر کی گئی ہے کہ یا اللہ تیری شان کے مناسب شکر کس طرح ادا ہو۔ اللہ جل جلالہٗ نے فرمایا کہ تمہاری زبان ہر وقت ذکر کیساتھ تر و تازہ رہے۔

وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ

ذکر کی فضیلت' فضائل وفوائد

(۴۵) اللہ کے نزدیک پرہیز گارلوگوں میں زیادہ معزز وہ لوگ ہیں جوذکر میں ہروقت مشغول رہتے ہوں اسلئے کہ تقویٰ کا منتہا جنت ہےاور ذکر کا منتہا اللہ کی معیّت ہے۔

(۴۶) دل میں ایک خاص قسم کی قسوت (سختی) ہے جوذکر کے علاوہ کسی چیز سے بھی نرم نہیں ہوتی۔

(۴۷) ذکردل کی بیماریوں کا علاج ہے۔

(۴۸) ذکر اللہ کیساتھ دوستی کی جڑ ہے اور ذکر سے غفلت اس کیساتھ دشمنی کی جڑ ہے۔

(۴۹) اللہ کے ذکر کی برابر کوئی چیز نعمتوں کی کھینچنے والی اور اللہ کے عذاب کو ہٹانے والی نہیں ہے۔

(۵۰) ذکر کرنے والے پر اللہ کی صلوٰۃ (رحمت) اور فرشتوں کی صلوٰۃ (دعا) ہوتی ہے۔

(۵۱) جوشخص یہ چاہے کہ دنیا میں رہتے ہوئے بھی جنت کے باغوں میں رہے وہ ذکر کی مجالسِ میں بیٹھے کیونکہ یہ مجالسِ جنت کے باغ ہیں۔

(۵۲) ذکر کی مجلسیں فرشتوں کی مجلسیں ہیں (احادیث مذکورہ میں یہ مضمون مفصّل گذر چکا ہے)

(۵۳) اللہ جل شانہٗ ذکر کرنے والوں پر فرشتوں کے سامنے فخر کرتے ہیں۔

(۵۴) ذکر پر مداومت کرنیوالا جنت میں ہنستا ہوا داخل ہوگا۔

(۵۵) تمام اعمال اللہ کے ذکر ہی کیواسطے مقرر کیئے گئے ہیں۔

(۵۶) تمام اعمال میں وہی عمل افضل ہے جس میں ذکر کثرت سے کیا جائے۔ روزوں میں وہ روزہ افضل ہے جس میں ذکر کی کثرت ہو۔ حج میں وہ حج افضل ہے جس میں ذکر کی کثرت ہو۔اسی طرح اوراعمال جہادوغیرہ کا حکم ہے۔

(۵۷) یہ نوافل اور دوسری نفل عبادات کے قائم مقام ہے۔ چنانچہ حدیث میں آیا ہے کہ فقراء نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے شکایت کی کہ یہ مالدار لوگ بڑے بڑے درجے حاصل کرتے ہیں یہ روزے نماز میں ہمارے شریک ہیں اور اپنے مالوں کی وجہ سے حج' عمرہ' جہاد میں ہم سے سبقت لیجاتے ہیں۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ میں تمہیں ایسی چیز بتاؤں جس سے کوئی شخص تم تک نہ پہنچ سکے مگر وہ شخص جو یہ عمل کرے۔ اسکے بعد حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ہرنماز کے بعد **سبحان اللہ الحمد للہ اللہ اکبر** پڑھنے کوفرمایا (جیسا کہ باب۳' فصل۲ حدیث ۷ میں آ رہا ہے) کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے حج' عمرہ' جہادوغیرہ ہرعبادت کا بدل ذکر کو قرار دیا ہے۔

(۵۸) ذکر دوسری عبادات کیلئے بڑا معین ومددگار ہے کہ اسکی کثرت سے ہرعبادت محبوب بن جاتی ہے۔ اور عبادات میں لذت آنےلگتی ہےاور کسی عبادت میں بھی مشقت اور بار نہیں رہتا۔

(۵۹) ذکر کی وجہ سے ہر مشقت آسان بن جاتی ہے اور ہردشوار چیز سہل ہوجاتی ہےاور ہرقسم کے بوجھ میں خفت ہوجاتی ہےاور ہر مصیبت زائل ہوجاتی ہے۔

(۶۰) ذکر کی وجہ سے دل سے خوف وہراس دُور ہوجاتا ہےڈر کے مقام پر اطمینان پیدا کرنے اور خوف کے زائل کرنے میں اللہ کے ذکر کو خصوصی دخل ہےاوراس کی یہ خاص تاثیر ہے جتنی ہی ذکر کی کثرت ہوگی اتنا ہی اطمینان نصیب ہوگااور خوف زائل ہوگا۔

(۶۱) ذکر کیوجہ سے آدمی میں ایک خاص قوت پیدا ہوتی ہے جس کیوجہ سے ایسے کام اُس سے صادر ہونے لگتے ہیں جو

دشوار نظر آتے ہیں حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی بیٹی حضرت فاطمہؓ کو جب انہوں نے چکّی کی مشقت اور کاروبار کی دشواری کیوجہ سے ایک خادم طلب کیا تو سوتے وقت سبحان اللہ الحمد للہ ۳۳، ۳۳ مرتبہ اور اللہ اکبر ۳۴ مرتبہ پڑھنے کا حکم فرمایا تھا اور یہ ارشاد فرمایا تھا کہ یہ خادم سے بہتر ہے۔

(۶۲) آخرت کے لئے کام کرنے والے سب دوڑ رہے ہیں اور اس دوڑ میں ذاکرین کی جماعت سب سے آگے ہے۔ عمرہ مولی غفرۃؒ سے نقل کیا گیا ہے کہ قیامت میں جب لوگوں کو اعمال کا ثواب ملیگا تو بہت سے لوگ اسوقت حسرت کریں گے کہ ہم نے ذکر کا اہتمام کیوں نہ کیا کہ سب سے زیادہ سہل عمل تھا۔ ایک حدیث میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد نقل کیا گیا ہے کہ مفرِّد لوگ آگے بڑھ گئے۔ صحابہؓ نے عرض کیا کہ مفرد لوگ کون ہیں۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ ذکر پر مرمٹنے والے کہ ذکر انکے بوجھوں کو ہلکا کر دیتا ہے۔

(۶۳) ذکر کرنیوالے کی اللہ تعالیٰ شانہٗ تصدیق کرتے ہیں اور اس کو سچا بتاتے ہیں اور جس شخص کو اللہ تعالیٰ خود سچا بتائیں اُس کا حشر جھوٹوں کے ساتھ نہیں ہوسکتا۔ حدیث میں آیا ہے کہ جب بندہ لا الہ الا اللہ واللہ اکبر کہتا ہے تو حق تعالیٰ شانہٗ فرماتے ہیں میرے بندہ نے سچ کہا۔ میرے سوا کوئی معبود نہیں ہے اور میں سب سے بڑا ہوں۔

(۶۴) ذکر سے جنت میں گھر تعمیر ہوتے ہیں۔ جب بندہ ذکر سے رُک جاتا ہے تو فرشتے تعمیر سے رُک جاتے ہیں۔ جب اُن سے کہا جاتا ہے کہ فلاں تعمیر تم نے کیوں روک دی تو وہ کہتے ہیں کہ اس تعمیر کا خرچ ابھی تک آیا نہیں ہے۔ ایک حدیث میں آیا ہے کہ جو شخص سبحان اللہ وبحمدہ سبحان اللہ العظیم سات مرتبہ پڑھے ایک گنبد اس کے لئے جنت میں تعمیر ہو جاتا ہے۔

(۶۵) ذکر جہنم کے لئے آڑ ہے اگر کسی بد عملی کی وجہ سے جہنم کا مستحق ہو جائے تو ذکر درمیان میں آڑ بن جاتا ہے اور جتنی ذکر کی کثرت ہوگی اتنی ہی پختہ آڑ ہوگی۔

(۶۶) ذکر کرنیوالے کیلئے فرشتے استغفار کرتے ہیں۔ حضرت عمرو بن العاصؓ سے ذکر کیا گیا ہے کہ جب بندہ سبحان اللہ وبحمدہ کہتا ہے یا اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعٰلَمِیْن کہتا ہے تو فرشتے دُعا کرتے ہیں کہ اے اللہ اس کی مغفرت فرما۔

(۶۷) جس پہاڑ پر یا میدان میں اللہ کا ذکر کیا جائے وہ فخر کرتے ہیں۔ حدیث میں آیا ہے کہ ایک پہاڑ دوسرے پہاڑ کو آواز دے کر پوچھتا ہے کہ کوئی ذکر کرنے والا تجھ پر آج گذرا ہے اگر وہ کہتا ہے کہ گذرا ہے تو وہ خوش ہوتا ہے۔

(۶۸) ذکر کی کثرت نفاق سے بری ہونیکا اطمینان (اور سند) ہے۔ کیونکہ اللہ جل شانہٗ نے منافقوں کی صفت یہ بیان کی ہے کہ لَایَذْکُرُوْنَ اللّٰہَ اِلَّا قَلِیْلًا (نہیں ذکر کرتے اللہ کا مگر تھوڑا سا) کعبؓ احبار سے نقل کیا گیا ہے کہ جو کثرت سے اللہ کا ذکر کرے وہ نفاق سے بری ہے۔

(۶۹) تمام نیک اعمال کے مقابلہ میں ذکر کیلئے ایک خاص لذت ہے جو کسی عمل میں بھی نہیں پائی جاتی اگر ذِکر میں اس لذت کے سوا کوئی بھی فضیلت نہ ہوتی تو یہی چیز اس کی فضیلت کیلئے کافی تھی۔ مالک بن دینار کہتے ہیں کہ لذت پانیوالے کسی چیز میں بھی ذکر کے برابر لذت نہیں پاتے۔

(۷۰) ذکر کرنیوالوں کے چہرہ پر دنیا میں رونق اور آخرت میں نور ہوگا۔

(۷۱) جو شخص راستوں میں اور گھروں میں، سفر میں اور حضر میں کثرت سے ذکر کرے قیامت میں اس کے گواہی دینے والے کثرت سے ہونگے۔ حق تعالیٰ شانہٗ قیامت کے دن کے بارے میں فرماتے ہیں یومئذ تحدث اخبارھا (اُس دن

زمین اپنی خبریں بیان کریگی) حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا۔ جانتے ہو اسکی خبریں کیا ہیں۔ صحابہؓ نے لاعلمی ظاہر کی تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ جس مرد وعورت نے جو کام زمین پر کیا ہے وہ بتائیگی کہ فلاں دن فلاں وقت مجھ پر یہ کام کیا ہے (نیک ہوا یا برا) اسلئے مختلف جگہوں میں کثرت سے ذکر کرنے والوں کے گواہ بھی بکثرت ہونگے۔

(۷۲) زبان جتنی دیر ذکر میں مشغول رہے گی' لغویات' جھوٹ' غیبت وغیرہ سے محفوظ رہے گی۔ اسلئے کہ زبان چپ تو رہتی ہی نہیں یا ذکر اللہ میں مشغول ہوگی ورنہ لغویات میں۔ اسی طرح دل کا حال ہے کہ اگر وہ اللہ کی محبت میں مشغول نہ ہوگا تو مخلوق کی محبت میں مبتلا ہوگا۔

(۷۳) شیاطین آدمی کے کھلے دشمن ہیں اور ہر طرح سے اس کو وحشت میں ڈالتے رہتے ہیں اور ہر طرف سے اس کو گھیرے رہتے ہیں جس شخص کا یہ حال ہو کہ اسکے دشمن ہر وقت اس کا محاصرہ کئے رہتے ہوں اس کا جو حال ہوگا ظاہر ہے اور دشمن بھی ایسے کہ ہر ایک ان میں سے یہ چاہے کہ جو تکلیف بھی پہنچاسکوں پہنچاؤں۔ ان لشکروں کو ہٹانے والی چیز ذکر کے سوا کوئی نہیں ہے۔ بہت سی احادیث میں بہت سی دعائیں آئی ہیں جن کے پڑھنے سے' شیطان قریب بھی نہیں آتا۔ اور سوتے وقت پڑھنے سے رات بھر حفاظت رہتی ہے۔

حافظ ابن قیمؒ نے بھی ایسی دعائیں متعدد ذکر کی ہیں ان کے علاوہ مصنف نے چھ نمبروں میں انواعِ ذکر کا تفاضل اور ذکر کی بعض کُلّی فضیلتیں ذکر کی ہیں۔ اور اس کے بعد پچھتّر فصلیں خصوصی دعاؤں میں جو خاص خاص اوقات میں وارد ہوئی ہیں ذکر کی ہیں جن کو اختصار کی وجہ سے چھوڑ دیا گیا ہے' کہ توفیق والے کے لئے جو ذکر کیا گیا ہے یہ بھی کافی سے زیادہ ہے اور جس کو توفیق نہیں ہے اُس کے لئے ہزار ہا فضائل بھی بیکار ہیں۔ وَمَا تَوْفِيْقِيْ اِلَّا بِاللّٰهِ عَلَيْهِ تَوَكَّلْتُ وَاِلَيْهِ اُنِيْبُ۔

دعا کیجئے

اے اللہ! ہمیں اپنے ذکر کی توفیق عطا فرمائیے۔ اے اللہ! ہمیں اپنے حقیقی ذکر یعنی ہمہ وقت آپ کے احکامات کو پیش نظر رکھتے ہوئے زندگی بسر کرنے کی توفیق عطا فرمائیے۔ اے اللہ! ہمیں اپنی محبت نصیب فرمائیے اور مسنون اذکار و وظائف کو صبح وشام پڑھنے کی توفیق عطا فرمائیے۔ اے اللہ! ہمیں ایسا بنا دیجئے کہ ہم سب سے زیادہ آپ کا ذکر کرنے والے سب سے زیادہ آپ کو فرمانبرداری کرنے والے اور سب سے زیادہ آپ سے محبت کرنے والے بن جائیں۔ اے اللہ! ہمیں ایسا بنا دیجئے کہ ہم اپنے سارے دل کیساتھ آپ سے محبت کریں اور آپ کو راضی کرنے میں اپنی ساری کوششیں صرف کر دیں۔ اے اللہ! ہم آپ سے دین و دنیا اور اہل وعیال میں معافی اور اچھے انجام کا سوال کرتے ہیں۔ اے اللہ! ہمیں بخش دیجئے اور ہمارے گھروں میں وسعت اور رزق میں برکت عطا فرما دیجئے۔

وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ

تمّ بحمد اللہ

سلسلہ درسِ حدیث ـ 7

جلد منتظرِ عام پر

عام فہم تعلیماتِ نبوی صلی اللہ علیہ وسلم کا
ایک سدا بہار مبارک سلسلہ

درسِ حدیث

انتخاب از

فضائل دُرود شریف

از افادات:
شیخ الحدیث حضرت
مولانا محمد زکریا کاندھلوی رحمہ اللہ

زیرِ نگرانی
فقیہ العصر حضرت مولانا مفتی عبدالستار صاحب رحمہ اللہ
رئیس دارالافتاء جامعہ خیرالمدارس ملتان

اِدارۂ تالیفاتِ اشرفیہ
چوک فوارہ ملتان پاکستان
(061-4540513-4519240

عام فہم تعلیمات نبوی صلی اللہ علیہ وسلم کا
ایک سدا بہار مبارک سلسلہ

درسِ حدیث

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا

اللہ تعالیٰ اس شخص کو تروتازہ رکھے جس نے میری بات سنی اور اسکو یاد کیا اور اسکو محفوظ رکھا اور پھر دوسروں کو پہنچادیا۔ (ترمذی)
نیز فرمایا سب سے افضل صدقہ یہ ہے کہ مسلمان علم دین کی بات سیکھے پھر اپنے مسلمان بھائی کو سکھادے۔ (ابن ماجہ)

زیرنگرانی

فقیہ العصر حضرت مولانا مفتی عبدالستار صاحب رحمہ اللہ
رئیس دارالافتاء جامعہ خیر المدارس ملتان

اِدارۂ تالیفاتِ اشرفیہ
چوک فوارہ ملتان پاکستان
(061-4540513-4519240

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

درسِ حدیث

سلسلہ درسِ حدیث - 6

عام فہم تعلیمات نبوی صلی اللہ علیہ وسلم کا
ایک سدا بہار مبارک سلسلہ

درسِ حدیث

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا

اللہ تعالیٰ اس شخص کو تر و تازہ رکھے جس نے میری بات سنی اور اسکو یاد کیا اور اسکو محفوظ رکھا اور پھر دوسروں کو پہنچا دیا۔ (ترمذی)
نیز فرمایا سب سے افضل صدقہ یہ ہے کہ مسلمان علم دین کی بات سیکھے پھر اپنے مسلمان بھائی کو سکھا دے۔ (ابن ماجہ)

از افادات:
شیخ الحدیث حضرت
مولانا محمد زکریا کاندھلوی رحمہ اللہ

زیر نگرانی
فقیہ العصر حضرت مولانا مفتی عبدالستار صاحب رحمہ اللہ
رئیس دارالافتاء جامعہ خیر المدارس ملتان

اِدارۂ تالیفاتِ اشرفیہ
چوک فوارہ ملتان پاکستان
(061-4540513-4519240

درسِ حدیث

تاریخ اشاعت .... رجب المرجب ۱۴۲۷ھ

ناشر .... ادارہ تالیفات اشرفیہ ملتان

طباعت .... سلامت اقبال پریس ملتان

قارئین سے گذارش

ادراہ کی حتی الامکان کوشش ہوتی ہے کہ پروف ریڈنگ معیاری ہو۔ الحمدللہ اس کام کیلئے ادارہ میں علماء کی ایک جماعت موجود رہتی ہے۔ پھر بھی کوئی غلطی نظر آئے تو برائے مہربانی مطلع فرما کر ممنون فرمائیں تاکہ آئندہ اشاعت میں درست ہو سکے۔ جزاک اللہ

ملنے کے پتے

ادارہ تالیفات اشرفیہ....چوک فوارہ....ملتان　　مکتبہ رشیدیہ........راجہ بازار........راولپنڈی

ادارہ اسلامیات.........انارکلی........لاہور　　یونیورسٹی بک ایجنسی.....خیبر بازار.......پشاور

مکتبہ سید احمد شہید.......اردو بازار......لاہور　　ادارۃ الانور........نیوٹاؤن.......کراچی نمبر 5

مکتبہ رحمانیہ........ اُردو بازار .... لاہور　　مکتبہ المنظور الاسلامیہ....جامعہ حسینیہ....علی پور

مکتبہ المنظور الاسلامیہ..........بلاک زیڈ.......مدینہ ٹاؤن........بنک موڑ........فیصل آباد

ادارہ اشاعت الخیر - حضوری باغ روڈ - ملتان

ISLAMIC EDUCATIONAL TRUST U.K　119-121- HALLIWELL ROAD

(ISLAMIC BOOKS CENTERE　BOLTON BLI 3NE. (U.K.)

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

عرض ناشر

اللہ تعالیٰ کے فضل وکرم سے ادارہ کی جدید مرتبہ ''درس حدیث'' کی پانچ جلدیں ماشاء اللہ کافی مقبول ہوئیں درس حدیث کا یہ مبارک سلسلہ فقیہ العصر حضرت مولانا مفتی عبدالستار صاحب رحمہ اللہ کی زیر نگرانی شروع ہوا یقیناً یہ بھی حضرت کیلئے دیگر حسنات جاریہ میں سے ایک ہے اس لئے اس جلد پر بھی مقدمہ حضرت ہی کا لکھا ہوا دیا جا رہا ہے۔ عرصہ دراز سے مزید جلدوں کا انتظار تھا۔ اللہ پاک ہمارے اکابر رحمہم اللہ کو اجر عظیم سے نوازیں جو بے حد محنتوں سے ہمارے لئے دین اور اس کے مآ خذ کو سہل الوصول فرما گئے۔ اور دین کے ہر شعبہ سے متعلق معلومات فضائل واحکام کا عظیم ذخیرہ جو اپنی عربی زبان کی وجہ سے حلقہ خواص تک محدود تھا۔ ان حضرات اکابر نے دیگر خدمات جلیلہ کے ساتھ ساتھ یہ عظیم خدمت بھی سرانجام دی کہ ان دینی علوم کو اردو کے لباس سے آراستہ کر کے عوام الناس کی ایک بڑی ضرورت کو پورا فرما گئے۔ اللہ تعالیٰ ان کی قبور کو ٹھنڈا فرمائیں اور جنت کو ان کا ٹھکانہ بنائیں آمین

الحمد للہ شروع سے ادارہ کی کوشش رہی ہے کہ اپنے اکابر کی مستند و بے غبار تعلیمات کو مزید مزین و سہل کر کے پیش کیا جائے۔ اس جلد کے سلسلہ میں بھی اللہ تعالیٰ کا فضل شامل حال رہا اور علماء کرام کی مشاورت سے حضرت شیخ الحدیث مولانا محمد زکریا کاندھلوی رحمہ اللہ کی مقبول عام مستند تصنیف ''فضائل اعمال'' میں سے فضائل ذکر کو سابقہ جلدوں کی طرح سبق وار درس کی شکل میں مرتب کیا ہے۔

اس جلد میں فضائل ذکر کے تمام مضامین بالترتیب لئے گئے ہیں صرف دوران سبق آنے والی احادیث کا عربی متن نہیں دیا گیا تاکہ عوام الناس بسہولت مختصر وقت میں درس مکمل کر سکیں۔ شروع سبق میں حدیث مبارکہ کا مختصر عربی متن تبرکاً نقل کیا گیا ہے۔ بعض جگہ اپنے اکابر حضرت سید ابوالحسن علی ندوی رحمہ اللہ..... حکیم الاسلام حضرت مولانا قاری محمد طیب صاحب رحمہ اللہ عارف باللہ حضرت ڈاکٹر عبدالحئ عارفی رحمہ اللہ و دیگر اکابرین کے افادات کا اضافہ کیا گیا ہے جو کہ ان شاء اللہ موضوع کی مناسبت سے مفید ہوگا۔ بلاشبہ گھروں، مساجد، اسکولوں و مکاتب میں ان سبق وار احادیث کو سننے سنانے کی پابندی کی جائے تو مختصر وقت میں دین کی اہم باتیں سیکھی جا سکتی ہیں۔ ان شاء اللہ اس مبارک سلسلہ احادیث کی جلد نمبر ۷ بنام فضائل درود شریف (منتخب از فضائل اعمال) جلد منظر عام پر آ رہی ہیں۔ **وما توفیقی الا باللہ علیہ توکلت والیہ انیب**

اللہ پاک ہم سب کو دین کی صحیح فہم نصیب فرمائیں اور اپنے فضل سے خدمت دین الی یوم الدین لیتے رہیں۔

والسلام محمد اسحٰق عفی عنہ رجب المرجب ۱۴۲۷ھ بمطابق اگست 2006ء

تقریظ

فقیہ العصر حضرت مولانا مفتی عبدالستار صاحب رحمہ اللہ
رئیس دارالافتاء جامعہ خیر المدارس ملتان و نگران اعلیٰ مجلس تحقیقات اسلامیہ

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

نحمدهٗ ونصلی علی رسوله الکریم.....اما بعد

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی ختم نبوت کے پیش نظر اللہ پاک نے قرآن مجید کی حفاظت جس طرح اپنے ذمہ لی ہے اسی طرح الفاظ قرآن کی تشریح جو ذخیرہ آحادیث کی شکل میں موجود ہے اسکی حفاظت وصیانت بھی اللہ پاک نے اس امت کے ذریعے فرمائی۔ یہ بھی حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا معجزہ ہے کہ حفاظت حدیث کے سلسلہ میں اس امت کے محدثین حضرات نے عجیب کمالات دکھائے۔ اسماء الرجال کے علم ہی کو دیکھ لیجئے اس علم سے سابقہ امتیں محروم رہیں لیکن آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی مبارک تعلیمات چونکہ تا قیامت محفوظ اور قابل عمل تھیں اس لئے ان فرامین کی حفاظت کیلئے محدثین نے اسماء الرجال اور اس کے علاوہ دوسرے علوم متعارف کرائے جنہوں نے احادیث مبارکہ کے گرد ایک قوی حصار کا کام کیا تا کہ کوئی دین دشمن حسب منشاء ان احادیث میں کوئی تغیر وتصرف نہ کر سکے۔

عصر حاضر میں مسلمانوں کی مغلوبیت میں جہاں دیگر عوامل کارفرما ہیں ان سب میں بنیادی چیز یہی ہے کہ ہم اپنی بنیاد یعنی اسلامی تعلیمات سے منہ موڑے ہوئے ہیں۔ اور اس بات کے جاننے کے باوجود کہ ہماری دینی ودنیاوی فلاح وترقی اسلامی تہذیب' اسلامی تعلیمات اور انہی اقدار میں ہے جن پر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرات صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کو چلایا اور تاریخ گواہ ہے کہ جب تک مسلمان ان اسلامی تعلیمات پر مضبوطی سے عمل پیرا رہے اللہ پاک نے انہیں اخروی نجات کے علاوہ دنیا میں بھی شان وشوکت' غلبہ ونصرت سے نوازا اور پوری دنیا کے غیر مسلم ان کے خادم اور زیر دست کی حیثیت سے رہے۔

آج ہم سب مسلمان یہ چاہتے ہیں کہ دنیا میں مسلمان غالب ہوں لیکن اس کے لئے جو بنیادی چیز ہے یعنی تعلیمات نبوت کی روشنی میں زندگی کے سفر کو طے کرنا۔ اسکی طرف ہماری توجہ کم ہوتی ہے اس لئے ضرورت ہے کہ معاشرہ میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی مبارک تعلیمات کو عام کیا جائے اور جس طرح تلاوت قرآن کو اپنے معمول میں شامل کیا جاتا ہے اسی طرح ہمارے بعض اکابر کے معمول میں تلاوت حدیث بھی شامل تھی۔

''ادارہ تالیفات اشرفیہ'' اس لحاظ سے بڑی مبارک کا مستحق ہے کہ عوام کو اس بنیادی ضرورت کو عام فہم انداز میں درس حدیث کی شکل میں پیش کرنے کا سہرا اُسی کے سر ہے۔ اس سے قبل ''درس قرآن'' بھی عوام الناس میں بے حد مقبول ہو چکا ہے۔

دل سے دُعا ہے کہ فرامین نبوی کا یہ سدا بہار گلدستہ عنداللہ مقبول ہو اور ہم سب تعلیمات نبوی کی روشنی میں اپنا قبلہ درست کر کے دنیا وآخرت کی سعادتوں سے اپنے دامن بھر لیں۔

فقط: عبدالستار عفی عنہ رجب المرجب ۱۴۲۵ھ

فہرست عنوانات

درسِ حدیث

انتخاب از

فضائل ذکر

بندہ کے ساتھ اللہ تعالیٰ کا معاملہ

عن ابی ہریرۃ رضی اللہ عنہ قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یقول اللہ تعالیٰ انا عندظن عبدیے بی وانامعہ اذا ذکرنی فان ذکرنی فی نفسہ ذکرتہ فی نفسی (رواہ احمد و بخاری)

ترجمہ: حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ حق تعالےٰ شانہٗ ارشاد فرماتے ہیں کہ میں بندہ کے ساتھ ویسا ہی معاملہ کرتا ہوں جیسا کہ وہ میرے ساتھ گمان رکھتا ہے اور جب وہ مجھے یاد کرتا ہے تو میں اس کے ساتھ ہوتا ہوں پس اگر وہ مجھے اپنے دل میں یاد کرتا ہے تو میں بھی اسکو اپنے دل میں یاد کرتا ہوں اور اگر وہ میرا مجمع میں ذکر کرتا ہے تو میں اس مجمع سے بہتر یعنی فرشتوں کے مجمع میں (جو معصوم اور بیگناہ ہیں) تذکرہ کرتا ہوں، اور اگر بندہ میری طرف ایک بالشت متوجہ ہوتا ہے تو میں ایک ہاتھ اُس کی طرف متوجہ ہوتا ہوں اور اگر وہ ایک ہاتھ بڑھتا ہے تو میں دو ہاتھ ادھر متوجہ ہوتا ہوں اور اگر وہ میری طرف چل کر آتا ہے تو میں اسکی طرف دوڑ کر چلتا ہوں۔

اللہ تعالیٰ کے ساتھ بندے کا گمان

تشریح: اس حدیث شریف میں کئی مضمون وارد ہیں۔ اوّل یہ کہ بندہ کے ساتھ اس کے گمان کے موافق معاملہ کرتا ہوں جس کا مطلب یہ ہے کہ حق تعالیٰ شانہٗ سے اس کے لطف وکرم کی اُمید رکھنا چاہئے اس کی رحمت سے ہرگز مایوس نہ ہونا چاہیے۔ یقیناً ہم لوگ گنہگار ہیں اور سراپا گناہ اور اپنی حرکتوں اور گناہوں کی سزا اور بدلہ کا یقین ہے لیکن اللہ کی رحمت سے مایوس بھی نہ ہونا چاہیے۔ کیا بعید ہے کہ حق تعالیٰ شانہٗ محض اپنے لطف وکرم سے بالکل ہی معاف فرمادیں کہ:

اِنَّ اللّٰهَ لَا يَغْفِرُ اَنْ يُّشْرَكَ بِهٖ
وَيَغْفِرُ مَا دُوْنَ ذٰلِكَ لِمَنْ يَّشَآءُ

کلام اللہ شریف میں وارد ہے (ترجمہ) حق تعالیٰ شانہٗ شرک کے گناہ کو تو معاف نہیں فرمائیں گے اس کے علاوہ جس کو چاہیں گے سب کچھ معاف فرمائینگے۔ لیکن ضروری نہیں کہ معاف ہی فرمادیں۔ اسی وجہ سے علماء فرماتے ہیں کہ ایمان امید اور خوف کے درمیان ہے۔ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم ایک نوجوان صحابیؓ کے پاس تشریف لے گئے وہ نزع کی حالت میں تھے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے دریافت فرمایا کس حال میں ہو؟ عرض کیا یا رسول اللہ! اللہ کی رحمت کا اُمیدوار ہوں اور اپنے گناہوں سے ڈر رہا ہوں۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ یہ دونوں یعنی امید وخوف جس بندہ کے دل میں ایسی حالت میں ہوں تو اللہ جل شانہٗ جو اُمید ہے وہ عطا فرمادیتے ہیں اور جس کا خوف ہے اُس سے امن عطا فرمادیتے ہیں۔

ایک حدیث میں آیا ہے کہ مومن اپنے گناہ کو ایسا سمجھتا ہے کہ گویا ایک پہاڑ کے نیچے بیٹھا ہے اور وہ پہاڑ اس پر گرنے لگا اور فاجر شخص گناہ کو ایسا سمجھتا ہے گویا ایک مکھی بیٹھی تھی اُڑادی یعنی ذرا پرواہ نہیں ہوتی مقصود یہ ہے کہ گناہ کا خوف اس کے مناسب ہونا چاہیے اور رحمت کی اُمید اس کے مناسب۔

حضرت معاذؓ طاعون میں شہید ہوئے۔ انتقال کے قریب زمانہ میں بار بار غشی ہوتی تھی جب افاقہ ہوتا تو فرماتے یا اللہ تجھے معلوم ہے کہ مجھ کو تجھ سے محبت ہے۔ تیری عزت کی قسم تجھے یہ بات معلوم ہے جب بالکل موت کا وقت قریب آ گیا تو فرمایا کہ اے موت تیرا آنا مبارک ہے۔ کیا ہی مبارک مہمان آیا۔ مگر فاقہ کی حالت میں یہ مہمان آیا ہے۔ اس کے بعد فرمایا۔

اے اللہ تجھے معلوم ہے کہ میں ہمیشہ تجھ سے ڈرتا رہا آج تیرا اُمید وار ہوں۔ یا اللہ مجھے زندگی کی محبت تھی مگر نہریں کھودنے اور باغ لگانے کے واسطے نہیں تھی بلکہ گرمیوں کی شدت پیاس برداشت کرنے اور (دین کی خاطر) مشقتیں جھیلنے کے واسطے اور ذکر کے حلقوں میں علماء کے پاس جم کر بیٹھنے کے واسطے تھی۔ (تہذیب اللغات) بعض علماء نے لکھا ہے کہ حدیثِ بالا میں گمان کے موافق معاملہ عام حالات کے اعتبار سے ہے خاص مغفرت کے متعلق نہیں۔ دعا صحت وسعت امن وغیرہ سب چیزیں اس میں داخل ہیں مثلاً دُعا کے ہی متعلق سمجھو، مطلب یہ ہے اگر بندہ یہ یقین کرتا ہے کہ میری دعا قبول ہوتی ہے اور ضرور ہوگی تو اس کی دُعا قبول ہوتی ہے اور اگر یہ گمان کرے کہ میری دعا قبول نہیں ہوتی تو ویسا ہی معاملہ کیا جاتا ہے۔ چنانچہ دوسری احادیث میں آیا ہے کہ بندہ کی دعا قبول ہوتی ہے۔ جب تک یہ نہ کہنے لگے کہ میری تو دعا قبول نہیں ہوتی۔ اسی طرح صحت، تو نگری وغیرہ سب امور کا حال ہے حدیث میں آیا ہے کہ جس شخص کو فاقہ کی نوبت آئے اگر اس کو لوگوں سے کہتا پھرے تو تو نگری نصیب نہیں ہوتی۔ اللہ کی پاک بارگاہ میں عرض معروض کرے تو جلد یہ حالت دُور ہو جائے۔ لیکن یہ ضروری ہے کہ اللہ تعالیٰ شانہٗ کے ساتھ حسن ظن اور چیز ہے اور اللہ پر گھمنڈ دوسری چیز ہے۔ کلام اللہ شریف میں مختلف عنوانات سے اس پر تنبیہ کی گئی۔ ارشاد ہے وَلَا يَغُرَّنَّكُمْ بِاللّٰهِ الْغَرُوْرُ (اور نہ دھوکہ میں ڈالے تم کو دھوکہ باز) یعنی شیطان تم کو یہ نہ سمجھائے کہ گناہ کئے جاؤ اللہ غور رحیم ہے۔ دوسری جگہ ارشاد ہے اَطَّلَعَ الْغَيْبَ اَمِ اتَّخَذَ عِنْدَ الرَّحْمٰنِ عَهْدًا كَلَّا (کیا وہ غیب پر مطلع ہو گیا یا اللہ تعالیٰ سے اس نے عہد کر لیا ہے ایسا ہرگز نہیں)۔

اللہ تعالیٰ ذکر کرنے والے کے ساتھ ہیں

دوسرا مضمون یہ ہے کہ جب بندہ مجھے یاد کرتا ہے تو میں اس کے ساتھ ہوتا ہوں۔ دوسری حدیث میں ہے کہ جب بندہ مجھے یاد کرتا ہے تو جب تک اس کے ہونٹ میری یاد میں حرکت کرتے رہتے ہیں میں اس کے ساتھ ہوتا ہوں یعنی میری خاص توجہ اس پر رہتی ہے اور خصوصی رحمت کا نزول ہوتا رہتا ہے۔

اس حدیث کا بقیہ اگلے درس میں بیان ہوگا۔

دعا کیجئے

اے اللہ! ہمیں اپنے ذکر کی توفیق عطا فرمائیے۔

اے اللہ! ہمیں اپنے حقیقی ذکر یعنی ہمہ وقت آپ کے احکامات کو پیش نظر رکھتے ہوئے زندگی بسر کرنے کی توفیق عطا فرمائیے۔

اے اللہ! ہمیں اپنی محبت نصیب فرمائیے اور مسنون اذکار و وظائف کو صبح و شام پڑھنے کی توفیق عطا فرمائیے۔

اے اللہ! ہمیں ایسا بنا دیجئے کہ ہم سب سے زیادہ آپ کا ذکر کرنے والے سب سے زیادہ آپ کو فرمانبرداری کرنے والے اور سب سے زیادہ آپ سے محبت کرنے والے بن جائیں۔

وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ

ذکر کرنے والوں کا فرشتوں میں تذکرہ

عن ابی هريرة رضی الله عنه قال قال رسول الله صلی الله علیه وسلم یقول الله تعالیٰ انا عندظن عبدے بی وانامعه اذا ذکرنی فان ذکرنی فی نفسه ذکرته فی نفسی (رواہ احمد و بخاری)

ترجمہ: حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ حق تعالیٰ شانہٗ ارشاد فرماتے ہیں کہ میں بندہ کے ساتھ ویسا ہی معاملہ کرتا ہوں جیسا کہ وہ میرے ساتھ گمان رکھتا ہے اور جب وہ مجھے یاد کرتا ہے تو میں اس کے ساتھ ہوتا ہوں پس اگر وہ مجھے اپنے دل میں یاد کرتا ہے تو میں بھی اسکو اپنے دل میں یاد کرتا ہوں اور اگر وہ میرا مجمع میں ذکر کرتا ہے تو میں اس مجمع سے بہتر یعنی فرشتوں کے مجمع میں (جو معصوم اور بیگناہ ہیں) تذکرہ کرتا ہوں اور اگر بندہ میری طرف ایک بالشت متوجہ ہوتا ہے تو میں ایک ہاتھ اُس کی طرف متوجہ ہوتا ہوں اور اگر وہ ایک ہاتھ بڑھتا ہے تو میں دو ہاتھ ادھر متوجہ ہوتا ہوں اور اگر وہ میری طرف چل کر آتا ہے تو میں اسکی طرف دوڑ کر چلتا ہوں۔

تشریح: مذکورہ حدیث کا تیسرا مضمون یہ ہے کہ میں فرشتوں کے مجمع میں ذکر کرتا ہوں یعنی تفاخر کے طور پر اُن کا ذکر فرمایا جاتا ہے۔ ایک تو اس وجہ سے کہ آدمی کی علقت جس ترکیب سے ہوئی ہے اس کے موافق اس میں اطاعت اور معصیت دونوں کا مادہ رکھا ہے جیسا کہ حدیث نمبر ۸ کے ذیل میں آ رہا ہے۔ اس حالت میں طاعت کا کرنا یقیناً تفاخر کا سبب ہے۔ دوسرے اس وجہ سے کہ فرشتوں نے ابتداء خلقت کے وقت عرض کیا تھا۔ "آپ ایسی مخلوق کو پیدا فرماتے ہیں جو دنیا میں خونریزی اور فساد کرے گی"۔ اور اس کی وجہ بھی وہی مادہ فساد کا ان میں ہوتا ہے، بخلاف فرشتوں کے کہ ان میں یہ مادہ نہیں۔ اسی لئے انہوں نے عرض کیا تھا کہ تیری تسبیح و تقدیس ہم کرتے ہی ہیں۔ تیسرے اس وجہ سے کہ انسان کی اطاعت اس کی عبادت، فرشتوں کی عبادت سے اس وجہ سے بھی افضل ہے کہ انسان کی عبادت غیب کے ساتھ ہے اور فرشتوں کی عالمِ آخرت کے مشاہدہ کے ساتھ۔ اسی کی طرف اللہ پاک کے اس کلام میں اشارہ ہے کہ اگر وہ جنت و دوزخ کو دیکھ لیتے تو کیا ہوتا۔ ان وجوہ سے حق تعالیٰ شانہٗ اپنے یاد کرنیوالوں اور اپنی عبادت کرنے والوں کے کارنامے جتاتے ہیں۔

اللہ تعالیٰ کی بے حد لطف و رحمت

چوتھا مضمون حدیث میں یہ ہے کہ بندہ جس درجہ میں حق تعالیٰ شانہٗ کی طرف متوجہ ہوتا ہے اُس سے زیادہ توجہ اور لطف اللہ جل شانہٗ کی طرف سے اُس بندہ پر ہوتا ہے یہی مطلب ہے قریب ہونے اور دوڑ کر چلنے کا کہ میرا لطف اور میری رحمت تیزی کیساتھ اس کی طرف چلتی ہے اب ہر شخص کو اپنا اختیار ہے کہ جس قدر رحمت و لطفِ الٰہی کو اپنی طرف متوجہ کرنا چاہتا ہے اتنی ہی اپنی توجہ اللہ تعالیٰ شانہٗ کی طرف بڑھائے۔ پانچویں بحث اس حدیث شریف میں یہ ہے کہ اس میں فرشتوں کی جماعت کو بہتر بتایا ہے ذکر کرنے والے شخص سے حالانکہ یہ مشہور امر ہے کہ انسان اشرف المخلوقات ہے اس کی ایک وجہ تو ترجمہ میں ظاہر کر دی گئی کہ ان کا بہتر ہونا ایک خاص حیثیت سے ہے کہ وہ معصوم ہیں اُن سے گناہ ہو ہی نہیں سکتا۔ دوسری وجہ یہ ہے کہ یہ باعتبار اکثر افراد کے ہے کہ اکثر افراد فرشتوں کے اکثر آدمیوں بلکہ اکثر مومنوں سے افضل ہیں گو خاص مؤمن جیسے انبیاء علیہم السلام سارے ہی فرشتوں سے افضل ہیں۔ اس کے

علاوہ اور بھی وجوہ ہیں جن میں بحث طویل ہے۔

ذکر اللہ کو اپنا ہمہ وقت کا دستور بنالو

ایک صحابیؓ نے عرض کیا یا رسول اللہ احکام تو شریعت کے بہت سے ہیں ہی مجھے ایک چیز کوئی ایسی بتا دیجئے جس کو میں اپنا دستور اور اپنا مشغلہ بنالوں۔ حضورؐ نے ارشاد فرمایا کہ اللہ کے ذکر سے تو ہر وقت رطب اللسان رہے۔

ایک اور حدیث میں ہے۔ حضرت معاذؓ فرماتے ہیں کہ جدائی کے وقت آخری گفتگو جو حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے ہوئی وہ یہ تھی۔ میں نے دریافت کیا کہ سب اعمال میں محبوب ترین عمل اللہ کے نزدیک کیا ہے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ اس حال میں تیری موت آوے کہ اللہ کے ذکر میں رطب اللسان ہو۔

جدائی کے وقت کا مطلب یہ ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت معاذؓ کو اہلِ یمن کی تبلیغ و تعلیم کے لئے یمن کا امیر بنا کر بھیجا تھا۔ اس وقت رخصت کیوقت حضورؐ نے کچھ وصیتیں بھی فرمائی تھیں اور انہوں نے بھی کچھ سوالات کئے تھے۔ شریعت کے احکام بہت سے ہونے کا مطلب یہ ہے کہ ہر حکم کی بجا آوری تو ضروری ہے ہی۔ لیکن ہر چیز میں کمال پیدا کرنا اور اس کو مستقل مشغلہ بنانا دشوار ہے اس لئے ان میں سے ایک چیز جو سب سے اہم ہو مجھے ایسی بتا دیجئے کہ اس کو مضبوط پکڑلوں اور ہر وقت ہر جگہ، چلتے، پھرتے اُٹھتے بیٹھتے کرتا رہوں۔

چار چیزیں جو تمام بھلائیوں کی جامع ہیں

ایک حدیث میں ارشاد ہے کہ چار چیزیں ایسی ہیں کہ جس شخص کو یہ مل جائیں اس کو دین و دنیا کی بھلائی مل جائے۔ ایک وہ زبان جو ذکر میں مشغول رہنے والی ہو، دوسرے وہ دل جو شکر میں مشغول رہتا ہو۔ تیسرے وہ بدن جو مشقت برداشت کرنے والا ہو، چوتھے

وہ بیوی جو اپنے نفس میں اور خاوند کے مال میں خیانت نہ کرے۔ نفس میں خیانت یہ ہے کہ کسی قسم کی گندگی میں مبتلا ہو جائے۔

رطب اللّسان رہنے کا مطلب

رطب اللّسان کا مطلب اکثر علماء نے کثرت کا لکھا ہے اور یہ عام محاورہ ہے۔ ہمارے عرف میں بھی جو شخص کسی کی تعریف یا تذکرہ کثرت سے کرتا ہے تو یہ بولا جاتا ہے کہ فلاں کی تعریف میں رطب اللّسان ہے۔ مگر بندۂ ناچیز کے خیال میں ایک دوسرا مطلب بھی ہوسکتا ہے وہ یہ کہ جس سے عشق و محبت ہوتی ہے اُس کے نام لینے سے مُنہ میں ایک لذّت اور مزہ محسوس ہوا کرتا ہے۔ جن کو باب عشق سے کچھ سابقہ پڑ چکا ہے وہ اس سے واقف ہیں۔ اس بناء پر مطلب یہ ہے کہ اس لذّت سے اللہ کا پاک نام لیا جائے کہ مزہ آجائے۔ میں نے اپنے بعض بزرگوں کو بکثرت دیکھا ہے کہ ذکر بالجہر کرتے ہوئے ایسی طراوت آجاتی ہے کہ پاس بیٹھنے والا بھی اس کو محسوس کرتا ہے اور ایسا منہ میں پانی بھر جاتا ہے کہ ہر شخص اس کو محسوس کرتا ہے مگر یہ جب حاصل ہوتا ہے کہ جب دل میں چسک ہو اور زبان کثرتِ ذکر کے ساتھ مانوس ہو چکی ہو۔ ایک حدیث میں آیا ہے کہ اللہ سے محبت کی علامت اس کے ذکر سے محبت ہے اور اللہ سے بُغض کی علامت اُس کے ذکر سے بُغض ہے۔

حضرت ابودرداءؓ فرماتے ہیں کہ جن لوگوں کی زبان اللہ کے ذکر سے تر و تازہ رہتی ہے وہ جنت میں ہنستے ہوئے داخل ہوں گے۔

تمام اعمال میں سے بہترین اور پاکیزہ ترین عمل ذکر اللہ ہے

حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک مرتبہ صحابہؓ سے ارشاد فرمایا کیا میں تم کو ایسی چیز نہ بتاؤں جو تمام اعمال میں بہترین چیز

2

ہے اور تمہارے مالک کے نزدیک سب سے زیادہ پاکیزہ اور تمہارے درجوں کو بہت زیادہ بلند کرنیوالی اور سونے چاندی کو (اللہ کے راستہ میں) خرچ کرنے سے بھی زیادہ بہتر اور (جہاد میں) تم دشمنوں کو قتل کرو وہ تم کو قتل کریں اس سے بھی بڑھی ہوئی۔ صحابہؓ نے عرض کیا ضرور بتادیں۔ آپؐ نے ارشاد فرمایا اللہ کا ذکر ہے۔

تمام اعمال پر ذکر اللہ کی فضیلت کی وجہ:

فائدہ: یہ عام حالت اور ہر وقت کے اعتبار سے ارشاد فرمایا ہے ورنہ وقتی ضرورت کے اعتبار سے صدقہ جہاد وغیرہ امور سب سے افضل ہوجاتے ہیں۔ اسی وجہ سے بعض احادیث میں ان چیزوں کی افضلیت بھی بیان فرمائی گئی ہے کہ ان کی ضرورتیں وقتی ہیں اور اللہ پاک کا ذکر دائمی چیز ہے اور سب سے زیادہ اہم اور افضل ایک حدیث میں حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ ہر چیز کے لئے کوئی صاف کرنے والی اور میل کچیل دُور کرنے والی چیز ہوتی ہے (مثلاً کپڑے اور بدن کے لئے صابون' لوہے کے لئے آگ کی بھٹی وغیرہ وغیرہ) دلوں کی صفائی کرنے والی چیز اللہ تعالیٰ کا ذکر ہے اور کوئی چیز اللہ کے عذاب سے بچانے والی اللہ کے ذکر سے بڑھ کر نہیں ہے۔ اس حدیث میں چونکہ ذکر کو دل کی صفائی کا ذریعہ اور سبب بتایا ہے اس سے بھی اللہ کے ذکر کا سب سے افضل ہونا ثابت ہوتا ہے اس لئے کہ ہر عبادت اُسی وقت عبادت ہوسکتی ہے جب اخلاص سے ہو اور اس کا مدار دلوں کی صفائی پر ہے۔ اسی وجہ سے بعض صوفیہ نے کہا ہے کہ اس حدیث میں ذکر سے مراد ذکرِ قلبی ہے نہ کہ زبانی ذکر' اور ذکرِ قلبی یہ ہے کہ دل ہر وقت اللہ کے ساتھ وابستہ ہوجائے اور اس میں کیا شک ہے کہ یہ حالت ساری عبادتوں سے افضل ہے اس لئے کہ جب یہ حالت ہوجائے تو پھر کوئی عبادت چھوٹ ہی نہیں سکتی کہ سارے اعضاء ظاہرہ و باطنہ دل کے تابع ہیں۔ جس چیز کے ساتھ دل وابستہ ہوجاتا ہے سارے ہی اعضا اس کے ساتھ ہوجاتے ہیں۔ عشاق کے حالات سے کون بے خبر ہے اور بھی بہت سی احادیث میں ذکر کا سب سے افضل ہونا وارد ہوا ہے۔ حضرت سلمانؓ سے کسی نے پوچھا کہ سب سے بڑا عمل کیا ہے۔ انہوں نے فرمایا کہ تم نے قرآن شریف نہیں پڑھا۔ قرآن پاک میں ہے وَلَذِكْرُ اللّٰهِ اَكْبَرُ کوئی چیز اللہ کے ذکر سے افضل نہیں۔ حضرت سلمانؓ نے جس آیت شریفہ کی طرف اشارہ فرمایا۔ وہ اکیسویں ۲۱ پارے کی پہلی آیت ہے۔ صاحب مجالس الابرار کہتے ہیں کہ اس حدیث میں اللہ کے ذکر کو صدقہ اور جہاد اور ساری عبادات سے اس لئے افضل فرمایا کہ اصل مقصود اللہ کا ذکر ہے اور ساری عبادتیں اس کا ذریعہ اور آلہ ہیں اور ذکر بھی دو قسم کا ہوتا ہے۔ ایک زبانی اور ایک قلبی جو زبان سے بھی افضل ہے اور وہ مراقبہ اور دل کی سوچ ہے اور یہی مراد ہے اس حدیث سے جس میں آیا ہے کہ ایک گھڑی کا سوچنا ستر ۷۰ برس کی عبادت سے افضل ہے۔ مسند احمد میں ہے۔ حضرت سہل حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم سے نقل کرتے ہیں کہ اللہ کا ذکر اللہ کے راستہ میں خرچ کرنے سے سات لاکھ حصہ زیادہ ہوجاتا ہے۔ اس تقریر سے یہ معلوم ہوگیا کہ صدقہ اور جہاد وغیرہ جو وقتی چیزیں ہیں وقتی ضرورت کے اعتبار سے اُن کی فضیلت بہت زیادہ ہوجاتی ہے۔ لہٰذا ان احادیث میں کوئی اشکال نہیں جن میں ان چیزوں کی بہت زیادہ فضیلت وارد ہوئی ہے چنانچہ ارشاد ہے کہ تھوڑی دیر کا اللہ کے راستہ میں کھڑا ہونا اپنے گھر پر ستر ۷۰ سال کی نماز سے افضل ہے حالانکہ نماز بالاتفاق افضل ترین عبادت ہے لیکن کفار کے ہجوم کے وقت جہاد اس سے بہت زیادہ افضل ہوجاتا ہے۔

نرم بستروں پر ذکراللہ کرنیوالوں کے بھی بلند درجات

عن ابی سعید الخدری رضی اللہ عنہ ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قال لیذکرن اللہ اقوام فی الدنیا علی الفرش الممھدۃ یدخلھم اللہ فی الدرجات العلی (رواہ ابن حبان)

ترجمہ: حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ بہت سے لوگ ایسے ہیں کہ دنیا میں نرم نرم بستروں پر اللہ تعالیٰ کا ذکر کرتے ہیں جس کی وجہ سے حق تعالیٰ شانہٗ جنت کے اعلیٰ درجوں میں اُن کو پہنچا دیتا ہے۔

تشریح: یعنی دنیا میں مشقتیں جھیلنا، صعوبتیں برداشت کرنا آخرت کے رفع درجات کا سبب ہے اور جتنی بھی دینی امور میں یہاں مشقت اٹھائی جائے گی اتنا ہی بلند مرتبوں کا استحقاق ہوگا لیکن اللہ پاک کے مبارک ذکر کی یہ برکت ہے کہ راحت و آرام سے نرم بستروں پر بیٹھ کر بھی کیا جائے تب بھی رفع درجات کا سبب ہوتا ہے۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ اگر تم ہر وقت ذکر میں مشغول رہو تو فرشتے تمہارے بستروں پر اور تمہارے راستوں میں تم سے مصافحہ کرنے لگیں۔

آگے بڑھنے والے

ایک حدیث میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد وارد ہوا ہے کہ مفرد لوگ بہت آگے بڑھ گئے۔ صحابہؓ نے عرض کیا کہ مُفرِّد کون ہے؟ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا جو اللہ کے ذکر میں والہانہ طریقہ پر مشغول ہیں۔ اس حدیث کی بنا پر صوفیہ نے لکھا ہے کہ سلاطین اور امراء کو اللہ کے ذکر سے نہ روکنا چاہیے کہ وہ اس کی وجہ سے درجاتِ اعلیٰ حاصل کر سکتے ہیں۔ حضرت ابودرداءؓ فرماتے ہیں کہ تو اللہ کے ذکر کو اپنی مسرتوں اور خوشیوں کے اوقات میں کر، وہ تجھ کو مشقتوں اور تکلیفوں کے وقت کام دے گا۔ حضرت سلمان فارسیؓ فرماتے ہیں کہ جب بندہ راحت کے خوشی کے ثروت کے اوقات میں اللہ کا ذکر کرتا ہے پھر اس کو کوئی مشقت اور تکلیف پہنچے تو فرشتے کہتے ہیں کہ مانوس آواز ہے جو ضعیف بندہ کی ہے پھر اللہ کے یہاں اس کی سفارش کرتے ہیں اور جو شخص راحت کے اوقات میں اللہ کو یاد نہ کرے پھر کوئی تکلیف اس کو پہنچے اور اس وقت یاد کرے تو فرشتے کہتے ہیں کیسی غیر مانوس آواز ہے۔ حضرت ابن عباسؓ فرماتے ہیں کہ جنت کے آٹھ دروازے ہیں۔ ایک ان میں سے صرف ذاکرین کے لئے ہے۔ ایک حدیث میں ہے کہ جو شخص اللہ کا ذکر کثرت سے کرے وہ نفاق سے بری ہے۔ دوسری حدیث میں ہے کہ اللہ تعالیٰ جل شانہٗ اس سے محبت فرماتے ہیں۔ ایک سفر سے واپسی ہورہی تھی۔ ایک جگہ پہنچ کر حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ آگے بڑھنے والے کہاں ہیں۔ صحابہؓ نے عرض کیا کہ بعض تیز رَو آگے چلے گئے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ وہ آگے بڑھنے والے کہاں ہیں۔ جو اللہ کے ذکر میں والہانہ مشغول ہیں جو شخص یہ چاہے کہ جنت سے خوب سیراب ہو وہ اللہ کا ذکر کثرت سے کرے۔

ذکر کرنے والا زندہ اور نہ کرنیوالا مردہ

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ جو شخص اللہ کا ذکر کرتا ہے اور جو نہیں کرتا۔ ان دونوں کی مثال زندہ اور مردہ کی سی ہے کہ ذکر کرنے والا زندہ ہے اور ذکر نہ کرنے والا مُردہ ہے۔

زندہ اور مردہ ہونے کا مطلب

فائدہ: زندگی ہر شخص کو محبوب ہے اور مرنے سے ہر شخص ہی گھبراتا ہے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمان ہے کہ جو اللہ کا ذکر نہیں کرتا وہ زندہ بھی مردے ہی کے حکم میں ہے اس کی زندگی بھی بے کار ہے

بعض علماء نے فرمایا ہے یہ دل کی حالت کا بیان ہے کہ جو شخص اللہ کا ذکر کرتا ہے اس کا دل زندہ رہتا ہے اور جو ذکر نہیں کرتا اس کا دل مر جاتا ہے۔ اور بعض علماء نے فرمایا ہے کہ تشبیہ نفع اور نقصان کے اعتبار سے ہے کہ اللہ کا ذکر کرنے والے شخص کو جو ستائے وہ ایسا ہے جیسا کہ کسی زندہ کو ستائے کہ اس سے انتقام لیا جائے گا اور وہ اپنے کئے کو بھگتے گا اور غیر ذاکر کو ستانے والا ایسا ہے جیسا مُردہ کو ستانے والا کہ وہ خود انتقام نہیں لے سکتا۔ صوفیہ کہتے ہیں کہ اس سے ہمیشہ کی زندگی مراد ہے کہ اللہ کا ذکر کثرت سے اخلاص کے ساتھ کرنے والے مرتے ہی نہیں بلکہ وہ اس دنیا سے منتقل ہو جانے کے بعد بھی زندوں ہی کے حکم میں رہتے ہیں جیسا کہ قرآنِ پاک میں شہید کے متعلق وارد ہوا ہے بَلْ اَحْيَآءٌ عِنْدَ رَبِّهِمْ اسی طرح اُن کے لئے بھی ایک خاص قسم کی زندگی ہے۔

حکیم ترمذیؒ کہتے ہیں کہ اللہ کا ذکر دل کو تر کرتا ہے اور نرمی پیدا کرتا ہے اور جب دل اللہ کے ذکر سے خالی ہوتا ہے تو نفس کی گرمی اور شہوت کی آگ سے خشک ہو کر سخت ہو جاتا ہے اور سارے اعضاء سخت ہو جاتے ہیں۔ طاعت سے رُک جاتے ہیں۔ اگر ان اعضاء کو کھینچو تو ٹوٹ جائیں گے۔ جیسے کہ خشک لکڑی کہ جھکانے سے نہیں جھکتی۔ صرف کاٹ کر جلا دینے کے کام کی رہ جاتی ہے۔

دعا کیجئے

اے اللہ! ہمیں اپنے ذکر کی توفیق عطا فرمائیے۔

اے اللہ! ہمیں اپنے حقیقی ذکر یعنی ہمہ وقت آپ کے احکامات کو پیش نظر رکھتے ہوئے زندگی بسر کرنے کی توفیق عطا فرمائیے۔

اے اللہ! ہمیں اپنی محبت نصیب فرمائیے اور مسنون اذکار و وظائف کو صبح و شام پڑھنے کی توفیق عطا فرمائیے۔

اے اللہ! ہمیں ایسا بنا دیجئے کہ ہم سب سے زیادہ آپ کا ذکر کرنے والے سب سے زیادہ آپ کو فرمانبرداری کرنے والے اور سب سے زیادہ آپ سے محبت کرنے والے بن جائیں۔

اے اللہ! ہمیں ایسا بنا دیجئے کہ ہم اپنے سارے دل کیساتھ آپ سے محبت کریں اور آپ کو راضی کرنے میں اپنی ساری کوششیں صرف کر دیں۔

اے اللہ! ہم آپ سے دین و دنیا اور اہل و عیال میں معافی اور اچھے انجام کا سوال کرتے ہیں۔

اے اللہ! ہمیں بخش دیجئے اور ہمارے گھروں میں وسعت اور رزق میں برکت عطا فرما دیجئے۔

وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ

اللہ کا ذکر صدقہ خیرات سے افضل ہے

عن ابی موسی رضی اللہ عنہ قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم لو ان رجلافی حجرہ دراھم یقسمھا و اخریذکر اللّٰہ لکان الذاکر للّٰہ افضل (اخرجہ الطبرانی)

ترجمہ: حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ اگر ایک شخص کے پاس بہت سے روپے ہوں اور وہ اُن کو تقسیم کر رہا ہو اور دوسرا شخص اللہ کے ذکر میں مشغول ہو تو ذکر کرنے والا افضل ہے۔

خوش نصیب لوگ

تشریح: یعنی اللہ کے راستہ میں خرچ کرنا کتنی ہی بڑی چیز کیوں نہ ہو لیکن اللہ کی یاد اس کے مقابلہ میں بھی افضل ہے پھر کس قدر خوش نصیب ہیں وہ مالدار اللہ کے راستہ میں خرچ کرنے والے جن کو اللہ کے ذکر کی بھی توفیق نصیب ہو جائے۔ ایک حدیث میں ہے کہ اللہ تعالیٰ شانہٗ کی طرف سے بھی روزانہ بندوں پر صدقہ ہوتا رہتا ہے اور ہر شخص کو اس کی حیثیت کے موافق کچھ نہ کچھ عطا ہوتا رہتا ہے لیکن کوئی عطاء اس سے بڑھ کر نہیں کہ اس کو اللہ کے ذکر کی توفیق نصیب ہو جائے۔ جو لوگ کاروبار میں مشغول رہتے ہیں۔ تجارت، زراعت، ملازمت میں گھرے رہتے ہیں اگر تھوڑا بہت وقت اللہ کی یاد کے لئے اپنے اوقات میں سے نکال لیں تو کیسی مفت کی کمائی ہے۔ دن رات کے چوبیس گھنٹوں میں سے دو چار گھنٹے اس کام کے لئے نکال لینا کون سی مشکل بات ہے آخر فضولیات لغویات میں بہت سا وقت خرچ ہوتا ہے۔ اس کار آمد چیز کے واسطے وقت نکالنا کیا دشوار ہے۔ ایک حدیث میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ اللہ کے بہترین بندے وہ ہیں جو اللہ کے ذکر کے واسطے چاند، سورج، ستارے اور سایہ کی تحقیق رکھتے ہیں یعنی اوقات کی تحقیق کا اہتمام کرتے ہیں۔ اگرچہ اس زمانہ میں گھڑی گھنٹوں کی کثرت نے اس سے بے نیاز کر دیا پھر بھی فی الجملہ واقفیت ان چیزوں کی مناسب ہے کہ گھڑی کے خراب اور غلط ہو جانے کی صورت میں اوقات ضائع نہ ہو جائیں۔ ایک حدیث میں آیا ہے کہ زمین کے جس حصہ پر اللہ کا ذکر کیا جائے وہ حصہ نیچے ساتوں زمینوں تک دوسرے حصوں پر فخر کرتا ہے۔

ایک لمحہ کے ذکر اللہ کا اجر و ثواب

حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ جنت میں جانے کے بعد اہل جنت کو دنیا کی کسی چیز کا بھی قلق و افسوس نہیں ہوگا، بجز اس گھڑی کے جو دنیا میں اللہ کے ذکر کے بغیر گذر گئی ہو۔

فائدہ: جنت میں جانے کے بعد جب یہ منظر سامنے ہوگا کہ ایک دفعہ اس پاک نام کو لینے کا اجر و ثواب کتنا زیادہ مقدار میں ہے کہ پہاڑوں کے برابر مل رہا ہے تو اس وقت اپنی اس کمائی کے نقصان پر جسقدر بھی افسوس ہوگا ظاہر ہے۔

حضرت سریؒ فرماتے ہیں کہ میں نے جرجانیؒ کو دیکھا کہ ستو پھانک رہے ہیں۔ میں نے پوچھا یہ خشک ہی پھانک رہے ہو کہنے لگے کہ میں نے روٹی چبانے اور پھانکنے کا جب حساب لگایا تو چبانے میں اتنا وقت زیادہ خرچ ہوتا ہے کہ اُس میں آدمی ستر ۷۰ مرتبہ سبحان اللہ کہہ سکتا ہے۔ اس لئے میں نے چالیس برس سے روٹی کھانا چھوڑ دی۔ ستو پھانک کر گذر کر لیتا ہوں۔

منصورؒ بن معتمر کے متعلق لکھا ہے کہ چالیس برس تک عشاء کے بعد کسی سے بات نہیں کی۔ ربیع بن ہیثمؒ کے متعلق لکھا ہے کہ بیس برس تک جو بات کرتے اس کو ایک پرچہ پر لکھ لیتے اور رات کو اپنے دل سے حساب کرتے کہ کتنی بات اس میں ضروری تھی اور کتنی غیر ضروری۔

وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ

ذکر والی جماعت کو فرشتوں کا گھیر لینا

عن ابی هريرة وابی سعيد رضی الله عنه انهما شهدا علی رسول الله صلی الله عليه وسلم انه قال لايقعدقوم يذكرون الله الاحفتهم الملائكة وغشيتهم الرحمة ونزلت عليهم السكينة وذكرهم الله فيمن عنده (اخرجه احمد و مسلم و الترمذی)

ترجمہ: حضرت ابو ہریرہؓ اور حضرت ابو سعیدؓ دونوں حضرات اسکی گواہی دیتے ہیں کہ ہم نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے سُنا ' ارشاد فرماتے تھے کہ جو جماعت اللہ کے ذکر میں مشغول ہو فرشتے اس جماعت کو سب طرف سے گھیر لیتے ہیں اور رحمت ان کو ڈھانپ لیتی ہے اور سکینہ اُن پر نازل ہوتی ہے اور اللہ جل شانہٗ انکا تذکرہ اپنی مجلس میں (تفاخر کے طور پر) فرماتے ہیں۔

تشریح: حضرت ابُوذر نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد نقل کرتے ہیں کہ میں تجھے اللہ کے تقویٰ کی وصیت کرتا ہوں کہ تمام چیزوں کی جڑ ہے اور قرآن شریف کی تلاوت اور اللہ کے ذکر کا اہتمام کر کہ اس سے آسمانوں میں تیرا ذکر ہوگا اور زمین میں نور کا سبب بنے گا اکثر اوقات چُپ رہا کر کہ بھلائی بغیر کوئی کلام نہ ہو۔ یہ بات شیطان کو دُور کرتی ہے اور دین کے کاموں میں مدد گار ہوتی ہے زیادہ ہنسی سے بھی بچتا رہ کہ اس سے دل مرجاتا ہے اور چہرہ کا نور جاتا رہتا ہے۔ جہاد کرتے رہنا کہ میری اُمت کی فقیری یہی ہے مسکینوں سے محبت رکھنا انکے پاس اکثر بیٹھتے رہنا اور اپنے سے کم حیثیت لوگوں پر نگاہ رکھنا اور اپنے سے اُونچے لوگوں پر نگاہ نہ کرنا کہ اس سے اللہ کی ان نعمتوں کی ناقدری پیدا ہوتی ہے جو اللہ نے تجھے عطا فرمائی ہیں۔ قرابت والوں سے تعلقات جوڑنے کی فکر رکھنا وہ اگر چہ تجھ سے تعلقات توڑ دیں۔ حق بات کہنے میں تردّد نہ کرنا گو کسی کو کڑوی لگے۔ اللہ کے معاملہ میں کسی کی ملامت کی پرواہ نہ کرنا۔ تجھے اپنی عیب بینی دوسروں کے عیوب پر نظر نہ کرنے دے اور جس عیب میں خود مبتلا ہو اُس میں دوسرے پر غصّہ نہ کرنا۔ اے ابوذر حسن تدبیر سے بڑھ کر کوئی عقل مندی نہیں اور ناجائز امور سے بچنا بہترین پرہیز گاری ہے اور خوش خلقی کے برابر کوئی شرافت نہیں۔"

سکینہ کے معنی

فائدہ: سکینہ کے معنی سکون ووقار کے ہیں یا کسی مخصوص رحمت کے جس کی تفسیر میں مختلف اقوال ہیں جن کو مختصر طور پر میں اپنے رسالہ چہل حدیث جدید در فضائل قرآن میں لکھ چکا ہوں۔ امام نوویؒ فرماتے ہیں کہ یہ کوئی ایسی مخصوص چیز ہے جو طمانینت ' رحمت وغیرہ کو شامل ہے اور ملائکہ کے ساتھ اُترتی ہے۔

فرشتوں کے سامنے ذاکرین کا تذکرہ

حق تعالیٰ شانہٗ کا ان چیزوں کو فرشتوں کے سامنے تفاخر کے طور پر فرمانا ایک تو اس وجہ سے ہے کہ فرشتوں نے حضرت آدم علیہ السلام کی پیدائش کے وقت عرض کیا تھا کہ یہ لوگ دنیا میں فساد کریں گے۔ جیسا کہ پہلی حدیث کے ذیل میں گذر چکا ہے۔ دوسرے اس وجہ سے ہے کہ فرشتوں کی جماعت اگر چہ سراپا عبادت سراپا بندگی واطاعت ہے لیکن ان میں معصیت کا مادہ بھی نہیں ہے اور انسان میں چونکہ دونوں مادے موجود ہیں اور غفلت اور نافرمانی کے اسباب اس کو گھیرے ہوئے ہیں۔ شہوتیں 'لذتیں اور اور اس کا جُزو ہیں اس لئے اس سے ان سب کے مقابلہ میں جو عبادت جو اطاعت ہو اور جو معصیت کا مقابلہ ہو وہ زیادہ قابلِ مدح اور قابلِ قدر ہے۔

حدیث میں آتا ہے کہ جب حق تعالیٰ شانہٗ نے جنت کو بنایا تو حضرت جبرئیل علیہ الصلوٰۃ والسلام کو ارشاد ہوا کہ اس کو دیکھ کر آؤ۔ انہوں نے آ کر عرض کیا یا اللہ آپ کی عزت کی قسم جو شخص بھی اس کی خبر سُن لے گا اس میں جائے بغیر نہیں رہیگا۔ یعنی لذّتیں اور راحتیں، فرحتیں، نعمتیں، جس قدر اس میں رکھی گئی ہیں اُن کے سننے اور یقین آ جانے کے بعد کون ہوگا جو اس میں جانے کی انتہائی کوشش نہ کریگا۔ اس کے بعد حق تعالیٰ شانہٗ نے اس کو مشقتوں سے ڈھانک دیا کہ نمازیں پڑھنا، روزے رکھنا، جہاد کرنا، حج کرنا وغیرہ وغیرہ اس پر سوار کر دیئے گئے کہ ان کو بجا لاؤ تو جنت میں آ جاؤ اور پھر حضرت جبرئیل علیہ السلام کو ارشاد ہوا کہ اب دیکھو۔ انہوں نے عرض کیا کہ اب تو یا اللہ مجھے یہ اندیشہ ہے کہ کوئی اس میں جا ہی نہ سکے گا۔ اسی طرح جب جہنم کو بنایا تو حضرت جبرئیل علیہ السلام کو اس کے دیکھنے کا حکم ہوا۔ وہاں کے عذاب، وہاں کے مصائب، گندگیاں اور تکلیفیں دیکھ کر انہوں نے عرض کیا کہ یا اللہ آپ کی عزّت کی قسم جو شخص اس کے حالات سُن لے گا کبھی بھی اس کے پاس نہ جائے گا۔ حق سبحانہٗ وتقدس نے دنیا کی لذّتوں سے اس کو ڈھانک دیا کہ زنا کرنا، شراب پینا، ظلم کرنا، احکام پر عمل نہ کرنا وغیرہ وغیرہ کا پردہ اس پر ڈال دیا گیا۔ پھر ارشاد ہوا کہ اب دیکھو۔ انہوں نے عرض کیا کہ یا اللہ اب تو مجھے اندیشہ ہوگیا کہ شاید ہی کوئی اس سے بچے۔ اسی وجہ سے جب کوئی بندہ اللہ کی اطاعت کرتا ہے، گناہ سے بچتا ہے تو اس ماحول کے اعتبار سے جس میں وہ ہے قابلِ قدر ہوتا ہے۔ اسی وجہ سے حق تعالیٰ شانہٗ اظہارِ مسرت فرماتے ہیں۔ جن فرشتوں کا اس حدیث پاک میں اور اس قسم کی بہت سی حدیثوں میں ذکر آیا ہے وہ فرشتوں کی ایک خاص جماعت ہے جو اسی کام پر متعین ہے کہ جہاں اللہ کے ذکر کی مجالس ہوں، اللہ کا ذکر کیا جا رہا ہو وہاں جمع ہوں اور اس کو سُنیں۔ چنانچہ ایک حدیث میں ارشاد ہے کہ فرشتوں کی ایک جماعت متفرق طور پر پھرتی رہتی ہے اور جس جگہ اللہ کا ذکر سُنتی ہے اپنے ساتھیوں کو آواز دیتی ہے کہ آ جاؤ اس جگہ تمہارا مقصود اور غرض موجود ہے اور پھر ایک دوسرے پر جمع ہوتے رہتے ہیں حتیٰ کہ آسمان تک ان کا حلقہ پہنچ جاتا ہے۔

دعا کیجئے

اے اللہ! ہمیں ایسا بنا دیجئے کہ ہم اپنے سارے دل کیساتھ آپ سے محبت کریں اور آپ کو راضی کرنے میں اپنی ساری کوششیں صرف کر دیں۔

اے اللہ! ہم آپ سے دین و دنیا اور اہل وعیال میں معافی اور اچھے انجام کا سوال کرتے ہیں۔

اے اللہ! ہمیں بخش دیجئے اور ہمارے گھروں میں وسعت اور رزق میں برکت عطا فرما دیجئے۔

وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ

ذکر کرنے والوں کی وجہ سے اللہ تعالیٰ کا فرشتوں پر فخر کرنا

عن معوية رضی الله عنه ان رسول الله صلی الله علیه وسلم خرج علی حلقة من اصحابه فقال ما اجلسکم قالو اجلسنا نذکر الله ونحمده علی ماهدنا للاسلام ومن به علینا قال الله ما اجلسکم الا ذلک قالوا الله ما اجلسنا الا ذلک قال اما انی لم استحلفکم تهمة لکم ولکن اتانی جبرئیل فاخبرنی ان الله یباهی بکم الملائکة (رواه احمد و مسلم)

ترجمہ: حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم ایک مرتبہ صحابہؓ کی ایک جماعت کے پاس تشریف لے گئے اور دریافت فرمایا کہ کس بات نے تم لوگوں کو یہاں بٹھایا ہے۔ عرض کیا کہ اللہ جل شانہٗ کا ذکر کر رہے ہیں اور اس بات پر اس کی حمد وثنا کر رہے ہیں کہ اس نے ہم لوگوں کو اسلام کی دولت سے نوازا۔ یہ اللہ کا بڑا ہی احسان ہم پر ہے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ کیا خدا کی قسم صرف اسی وجہ سے بیٹھے ہو۔

تشریح: صحابہؓ نے عرض کیا خدا کی قسم صرف اسی وجہ سے بیٹھے ہیں۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ کسی بدگمانی کی وجہ سے میں نے تم لوگوں کو قسم نہیں دی بلکہ جبرئیل میرے پاس ابھی آئے تھے اور یہ خبر سُنا گئے کہ اللہ جل شانہٗ تم لوگوں کی وجہ سے ملائکہ پر فخر فرما رہے ہیں۔

جماعت صحابہ رضی اللہ عنہم کی خوش قسمتی

یعنی میں نے جو قسم دے کر پوچھا اس سے مقصود اہتمام اور تاکید تھی کہ ممکن ہے کوئی اور خاص بات بھی اس کے علاوہ ہو اور وہ بات اللہ جل شانہٗ کے فخر کا سبب ہو۔ اب معلوم ہو گیا کہ صرف یہ تذکرہ ہی سبب فخر ہے۔ کس قدر خوش قسمت تھے وہ لوگ جن کی عبادتیں مقبول تھیں اور ان کی حمد وثنا پر حق تعالیٰ شانہٗ کے فخر کی خوشخبری اُن کو نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی زبان سے دُنیا ہی میں معلوم ہو جاتی تھی اور کیوں نہ ہوتا کہ ان حضرات کے کارنامے اُسی کے مستحق تھے۔

ملائکہ پر فخر کرنے کا مطلب

ملا علی قاریؒ فرماتے ہیں کہ فخر کرنے کا مطلب یہ ہے کہ حق تعالیٰ شانہٗ فرشتوں سے فرماتے ہیں کہ دیکھو یہ لوگ باوجودیکہ نفس ان کے ساتھ ہے، شیطان ان پر مسلط ہے، شہوتیں ان میں موجود ہیں، دنیا کی ضرورتیں ان کے پیچھے لگی ہوئی ہیں۔ ان سب کے باوجود ان سب کے مقابلہ میں اللہ کے ذکر میں مشغول ہیں اور اتنی کثرت سے ہٹانے والی چیزوں کے باوجود میرے ذکر سے نہیں ہٹتے، تمہارا ذکر و تسبیح اس لحاظ سے کہ، تمہارے لئے کوئی مانع بھی ان میں سے نہیں ہے، ان کے مقابلہ میں کوئی چیز نہیں ہے۔

ذکر کرنے والوں کے لئے بخشش کا اعلان

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ جو بھی لوگ اللہ کے ذکر کے لئے مجتمع ہوں، اور اُن کا مقصود صرف اللہ ہی کی رضا ہو تو آسمان سے ایک فرشتہ ندا کرتا ہے کہ تم لوگ بخش دیئے گئے اور تمہاری برائیاں نیکیوں سے بدل دی گئیں۔

دوسری حدیث میں ہے اس کے مقابل جو اجتماع ایسا ہو کہ اس میں اللہ پاک کا کوئی ذکر ہو ہی نہیں تو یہ اجتماع قیامت کے دن حسرت وافسوس کا سبب ہوگا۔

بغیر ذکر اللہ والی مجلس پر حسرت

فائدہ: یعنی اس اجتماع کی بے برکتی اور اضاعت پر حسرت ہوگی اور کیا بعید ہے کہ وبال کا سبب کسی وجہ سے بن جائے۔ایک حدیث میں آیا ہے کہ جس مجلس میں اللہ کا ذکر نہ ہو حضور صلی اللہ علیہ وسلم پر درود نہ ہو، اس مجلس والے ایسے ہیں جیسے مرے ہوئے گدھے پر سے اُٹھے ہوں۔

مجلس کا کفارہ

ایک حدیث میں آیا ہے کہ مجلس کا کفارہ یہ ہے کہ اس کے اختتام پر یہ دُعا پڑھے۔ **سبحان اللہ وبحمدہ سبحانک اللھم وبحمدک اشھدان لا الہ الا انت استغفرک واتوب الیک**۔ایک دوسری حدیث میں آیا ہے کہ جو بھی مجلس ایسی ہو جس میں اللہ کا ذکر، حضور صلی اللہ علیہ وسلم پر درُود شریف نہ ہو وہ مجلس قیامت کے دن حسرت اور نقصان کا سبب ہوگی۔ پھر حق تعالیٰ شانہٗ اپنے لطف سے چاہے مغفرت فرمادیں چاہے مطالبہ اور عذاب فرمادیں۔ایک حدیث میں ہے کہ مجلسوں کا حق ادا کیا کرو۔اور وہ یہ ہے کہ اللہ کا ذکر اُن میں کثرت سے کرو۔ راہگیروں کو (بوقتِ ضرورت) راستہ بتاؤ) اور ناجائز چیز سامنے آجائے تو) آنکھیں بند کرلو۔(یا نیچی کرلو کہ اس پر نگاہ نہ پڑے)

حضرت علی کرم اللہ وجہہٗ ارشاد فرماتے ہیں کہ جو شخص یہ چاہے کہ اس کا ثواب بہت بڑی ترازو میں تلے (یعنی ثواب بہت زیادہ مقدار میں ہو کہ وہی بڑی ترازو میں تلے گا معمولی چیز تو بڑی ترازو کے پاسنگ میں آجائیگی) اس کو چاہیے کہ مجلس کے ختم پر یہ دعا پڑھا کرے۔ سُبْحٰنَ رَبِّكَ رَبِّ الْعِزَّةِ عَمَّا يَصِفُوْنَ ۚ وَسَلٰمٌ عَلَى الْمُرْسَلِيْنَ ۚ وَالْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ ۚ

دعا کیجئے

اے اللہ! ہمیں اپنے حقیقی ذکر یعنی ہمہ وقت آپ کے احکامات کو پیش نظر رکھتے ہوئے زندگی بسر کرنے کی توفیق عطا فرمائیے۔

اے اللہ! ہمیں اپنی محبت نصیب فرمائیے اور مسنون اذکار و وظائف کو صبح وشام پڑھنے کی توفیق عطا فرمائیے۔

اے اللہ! ہمیں ایسا بنا دیجئے کہ ہم سب سے زیادہ آپ کا ذکر کرنے والے سب سے زیادہ آپ کو فرمانبرداری کرنے والے اور سب سے زیادہ آپ سے محبت کرنے والے بن جائیں۔

اے اللہ! ہم آپ سے دین ودنیا اور اہل وعیال میں معافی اور اچھے انجام کا سوال کرتے ہیں۔

اے اللہ! ہمیں بخش دیجئے اور ہمارے گھروں میں وسعت اور رزق میں برکت عطا فرما دیجئے۔

وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ

ذکر کرنے والوں کی وجہ سے اللہ تعالیٰ کا فرشتوں پر فخر کرنا

عن معوية رضى الله عنه ان رسول الله صلى الله عليه وسلم خرج على حلقة من اصحابه فقال ما اجلسكم قالو اجلسنا نذكر الله ونحمده على ماهدنا للاسلام ومن به علينا قال الله ما اجلسكم الا ذلك قالوا الله ما اجلسنا الا ذلك قال اما انى لم استحلفكم تهمة لكم ولكن اتانى جبرئيل فاخبرنى ان الله يباهى بكم الملائكة (رواہ احمد و مسلم)

ترجمہ: حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم ایک مرتبہ صحابہؓ کی ایک جماعت کے پاس تشریف لے گئے اور دریافت فرمایا کہ کس بات نے تم لوگوں کو یہاں بٹھایا ہے۔ عرض کیا کہ اللہ جل شانہٗ کا ذکر کررہے ہیں اور اس بات پر اس کی حمد وثنا کررہے ہیں کہ اس نے ہم لوگوں کو اسلام کی دولت سے نوازا۔ یہ اللہ کا بڑا ہی احسان ہم پر ہے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ کیا خدا کی قسم صرف اسی وجہ سے بیٹھے ہو۔

تشریح: حدیثِ بالا میں برائیوں کے نیکیوں سے بدل دینے کی بشارت بھی ہے۔ قرآن پاک میں بھی سورۂ فرقان کے ختم پر مومنین کی چند صفات ذکر فرمانے کے بعد ارشاد ہے۔ (پس یہی لوگ ہیں جن کی برائیوں کو حق تعالیٰ نیکیوں سے بدل دیتے ہیں اور اللہ تعالیٰ غفور رحیم ہیں)۔ اس آیت شریفہ کے متعلق علماءِ تفسیر کے چند اقوال ہیں۔

ایک یہ کہ سیئات معاف فرمادی جائیں گی اور حسنات باقی رہ جائیں گی گویا یہ بھی تبدیلی ہے' کہ سیئہ کوئی باقی نہیں رہی۔ دوسرے یہ کہ ان لوگوں کو بجائے برے اعمال کرنے کے نیک اعمال کی توفیق حق تعالیٰ شانہٗ کے یہاں نصیب ہوگی جیسا کہ بولتے ہیں کہ گرمی کے بجائے سردی ہوگئی۔ تیسرے یہ کہ اُنکی عادتوں کا تعلق بجائے بُری چیزوں کے اچھی چیزوں کے ساتھ وابستہ ہوجاتا ہے۔ اس کی توضیح یہ ہے کہ آدمی کی عادتیں طبعی ہوتی ہیں جو بدلتی نہیں۔ اسی وجہ سے ضرب المثل ہے "جبلِ گردد جبلّت نہ گردد" اور یہ مثل بھی ایک حدیث سے ماخوذ ہے جس میں ارشاد ہے کہ اگر تم سنو کہ پہاڑ اپنی جگہ سے ٹل گیا اور دوسری جگہ چلا گیا تو اس کی تصدیق کرلو لیکن اگر سنو کہ طبعیت بدل گئی تو اس کی تصدیق نہ کرو۔ گویا حدیث کا مطلب یہ ہوا کہ عادت کا زائل ہونا پہاڑ کے زائل ہونے سے بھی زیادہ مشکل ہے۔ اس کے بعد پھر اشکال ہوتا ہے کہ صوفیہ اور مشائخ جو عادات کی اصلاح کرتے ہیں اُس کا کیا مطلب ہوگا۔ اس کا جواب یہ ہے کہ عادتیں نہیں بدلتیں بلکہ ان کا تعلق بدل جاتا ہے مثلاً ایک شخص کے مزاج میں غصّہ ہے وہ مشائخ کی اصلاح اور مجاہدوں سے ایسا ہوجائے کہ غصّہ بالکل باقی نہ رہے یہ تو دشوار ہے۔ ہاں اس غصّہ کا تعلق پہلے سے جن چیزوں کے ساتھا مثلاً بے جا ظلم، تکبّر وغیرہ اب بجائے اُن کے اللہ کی نافرمانیوں پر اُسکے احکام کی خلاف ورزی وغیرہ وغیرہ کی طرف منتقل ہوجاتا ہے۔ وہی حضرت عمرؓ جو ایک زمانہ میں مسلمانوں کی ایذا رسانی میں کوئی دقیقہ نہ چھوڑتے تھے' ایمان کے بعد حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے فیضِ صحبت سے کفار وفساق پر اسی طرح ٹوٹتے تھے۔ اسی طرح اور اخلاق کا بھی حال ہے۔ اس توضیح کے بعد اب مطلب یہ ہوا کہ حق تعالیٰ شانہٗ ایسے لوگوں کے اخلاق کا تعلق بجائے معاصی کے حسنات سے فرمادیتے ہیں۔ چوتھے یہ

کہ حق تعالیٰ شانہ ان کو اپنی برائیوں پر توبہ کی توفیق عطا فرماتے ہیں جس کی وجہ سے پرانے پرانے گناہ یاد آ کر ندامت اور توبہ کا سبب ہوتا ہے اور ہر گناہ کے بدلے ایک توبہ جو عبادت ہے اور نیکی ہے ثبت ہو جاتی ہے۔ پانچویں یہ ہے کہ اگر مولائے کریم کو کسی کی کوئی ادا پسند ہو اور اس کو اپنے فضل سے بُرائیوں کے برابر نیکیاں دے تو کسی کے باپ کا اجارہ ہے وہ مالک ہے' بادشاہ ہے' قدرت والا ہے۔ اس کی رحمت کی وسعت کا کیا کہنا' اس کی مغفرت کا دروازہ کون بند کر سکتا ہے' اس کی عطا کو کون روک سکتا ہے جو دے رہا ہے۔ وہ اپنی ہی مِلک سے دیتا ہے اس کو اپنی قدرت کے مظاہر بھی دکھانا ہیں' اپنی مغفرت کے کرشمے بھی اُسی دن ظاہر کرنا ہیں۔ احادیث میں محشر کا نظارہ اور حساب کی جانچ مختلف طریقوں سے وارد ہوئی ہے جس کو بہجۃ النفوس نے مختصر طور پر ذکر کیا ہے اور لکھا ہے کہ حساب چند انواع پر منقسم ہوگا۔ ایک نوع یہ ہوگی کہ بعض بندوں سے نہایت مخفی رحمت کے پردہ میں محاسبہ ہوگا اور ان کے گناہ ان کو گنوائے جائیں گے اور کہا جائیگا کہ تو نے فلاں وقت یہ گناہ کیا' فلاں وقت ایسا کیا اور اسکو اقرار بغیر چارۂ کار نہ ہوگا حتیٰ کہ وہ گناہوں کی کثرت سے یہ سمجھے گا کہ میں ہلاک ہو گیا تو ارشاد ہوگا کہ ہم نے دنیا میں بھی تجھ پر ستاری کی' آج بھی ستاری کرتے ہیں اور معاف کرتے ہیں۔ چنانچہ جب یہ شخص اور اس جیسا جو ہوگا وہ حساب کے مقام سے واپس جائے گا۔ تو لوگ دیکھ کر کہیں گے کہ یہ کیسا مبارک بندہ ہے کہ اُس نے کوئی گناہ کیا ہی نہیں اسلئے کہ اُن کو اس کے گناہوں کی خبر ہی نہ ہوئی۔ اسی طرح ایک نوع ایسی ہوگی کہ اُن کیلئے چھوٹے بڑے گناہ ہونگے۔ اس کے بعد ارشاد ہوگا کہ اچھا ان کے چھوٹے گناہوں کو نیکیوں سے بدل دو تو وہ جلدی سے کہیں گے کہ ابھی اور بھی گناہ ایسے ہیں جو یہاں ذکر نہیں کئے گئے۔ اسی طرح اور انواع کا ذکر کیا ہے کہ کس کس طرح سے پیشی اور حساب ہوگا۔

سب سے اخیر میں جہنم سے نکلنے والے شخص کا قصہ

حدیث میں ایک قصہ آتا ہے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم ارشاد فرماتے ہیں کہ میں اس شخص کو پہچانتا ہوں جو سب سے اخیر میں جہنم سے نکالا جائیگا اور سب سے اخیر میں جنت میں داخل کیا جائے گا۔ ایک شخص کو بلایا جائیگا اور فرشتوں سے کہا جائے گا کہ اس کے بڑے بڑے گناہ تو ابھی ذکر نہ کئے جائیں۔ چھوٹے چھوٹے گناہ اس کے سامنے پیش کئے جائیں' اُن پر باز پُرس کی جائے۔ چنانچہ یہ شروع ہو جائیگا اور ایک ایک گناہ وقت کے حوالہ کیساتھ اس کو جتایا جائیگا۔ وہ انکار کیسے کر سکتا ہے اقرار کرتا جائے گا۔ اتنے میں ارشاد ربی ہوگا کہ اس کو ہر گناہ کے بدلے ایک نیکی دی جائے گی تو وہ جلدی سے کہے گا کہ ابھی تو اور بھی بہت سے گناہ باقی ہیں اُن کا تو ذکر ہی نہیں آیا۔ اس قصہ کو نقل فرماتے ہوئے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو بھی ہنسی آ گئی۔

اس قصے میں اوّل تو جہنم میں سے سب سے اخیر میں نکلنا ہے یہی کیا کم سزا ہے دوسرے کیا معلوم کون خوش قسمت ایسا ہو سکتا ہے کہ جس کے گناہوں کی تبدیلی ہو اس لئے اللہ کی پاک ذات سے اُمید کرتے ہوئے فضل کا مانگتے رہنا بندگی کی شان ہے لیکن اس پر مطمئن ہونا جراُت ہے البتہ سیئات کو حسنات سے بدلنے کا سبب اخلاص سے مجالسِ ذکر میں حاضری حدیث بالا سے معلوم ہوتی ہی ہے لیکن اخلاص بھی اللہ ہی کی عطا سے ہو سکتا ہے۔

ایک ضروری بات یہ ہے کہ جہنم سے اخیر میں نکلنے والے کے بارہ میں مختلف روایات وارد ہوئی ہیں لیکن ان میں کوئی اشکال نہیں۔ ایک معتد بہ جماعت اگر نکلے تو بھی ہر شخص اخیر میں نکلنے والا ہے اور جو قریب اخیر کے نکلے وہ بھی اخیر ہی کہلاتا ہے نیز خاص خاص جماعت کا اخیر بھی مراد ہو سکتا ہے۔

وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ

ذکر کرنے والوں کی وجہ سے اللہ تعالیٰ کا فرشتوں پر فخر کرنا

عن معوية رضى الله عنه ان رسول الله صلى الله عليه وسلم خرج على حلقة من اصحابه فقال ما اجلسكم قالو اجلسنا نذكر الله ونحمده على ماهدنا للاسلام ومن به علينا قال الله ما اجلسكم الا ذلك قالوا الله ما اجلسنا الا ذلك قال اما انى لم استحلفكم تهمة لكم ولكن اتانى جبرئيل فاخبرنى ان الله يباهى بكم الملائكة (رواه احمد و مسلم)

ترجمہ: حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم ایک مرتبہ صحابہؓ کی ایک جماعت کے پاس تشریف لے گئے اور دریافت فرمایا کہ کس بات نے تم لوگوں کو یہاں بٹھایا ہے۔ عرض کیا کہ اللہ جل شانہٗ کا ذکر کر رہے ہیں اور اس بات پر اس کی حمد وثنا کر رہے ہیں کہ اس نے ہم لوگوں کو اسلام کی دولت سے نوازا۔ یہ اللہ کا بڑا ہی احسان ہم پر ہے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ کیا خدا کی قسم صرف اسی وجہ سے بیٹھے ہو۔

اخلاص کی اہمیت اور حقیقت

اس حدیث میں اہم مسئلہ اخلاص کا ہے اور اخلاص کی قید اور بھی بہت سی احادیث میں اس رسالہ میں نظر سے گذرے گی۔ حقیقت یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کے یہاں اخلاص ہی کی قدر ہے۔ جس درجہ کا اخلاص ہوگا اسی درجہ کی عمل کی قیمت ہوگی۔ صُوفیہ کے نزدیک اخلاص کی حقیقت یہ ہے کہ قال اور حال برابر ہوں۔ ایک حدیث میں آئندہ آ رہا ہے کہ اخلاص یہ ہے کہ گناہوں سے روک دے۔ بہجۃ النفوس میں لکھا ہے ایک بادشاہ کیلئے جو نہایت ہی جابر اور متشدد تھا ایک جہاز میں بہت سی شراب لائی جا رہی تھی۔ ایک صاحب کا اس جہاز پر گذر ہوا اور جسقدر مٹھلیاں شراب سے بھری ہوئی تھیں سب ہی توڑ دیں ایک چھوڑ دی۔ کسی شخص کی ہمت ان کو روکنے کی نہ پڑی لیکن اس پر حیرت تھی کہ اس بادشاہ کے تشدد کا مقابلہ بھی کوئی نہیں کرسکتا تھا پھر اُس نے کس طرح جرأت کی۔ بادشاہ کو اطلاع دی گئی۔ اس کو بھی تعجب ہوا۔ اولاً اس بات پر کہ اس کے مال پر کس طرح ایک معمولی آدمی نے جرأت کی اور پھر اس پر کہ ایک مٹکی کیوں چھوڑ دی۔ ان صاحب کو بُلایا گیا پوچھا کہ یہ کیوں کیا؟ انہوں نے جواب دیا کہ میرے دل میں اس کا تقاضا ہوا اسلئے ایسا کیا۔ تمہارا جو دل چاہے سزا دیدو۔ اُس نے پوچھا کہ یہ ایک کیوں چھوڑی۔ انہوں نے کہا کہ مجھے اولا اسلامی غیرت کا تقاضا تھا اس لئے میں نے توڑیں مگر جب ایک رہی تو میرے دل میں ایک خوشی سی پیدا ہوئی کہ میں نے ایک ناجائز کام کو مٹا دیا تو مجھے اس کے توڑنے میں یہ شبہ ہوا کہ حظِ نفس دل کی خوشی کی وجہ سے ہے۔ اس لئے ایک کو چھوڑ دیا۔ بادشاہ نے کہا اس کو چھوڑ دو یہ مجبور تھا۔

بنی اسرائیل کے ایک عبادت گذار کا واقعہ

احیاء العلوم میں لکھا ہے کہ بنی اسرائیل میں ایک عابد تھا جو ہر وقت عبادت میں مشغول رہتا تھا۔ ایک جماعت اس کے پاس آئی اور کہا کہ یہاں ایک قوم ہے جو ایک درخت کو پُوجتی ہے۔ یہ سنکر اس کو غصہ آیا اور کلہاڑا کندھے پر رکھ کر اس کو کاٹنے کے لئے چل دیا۔ راستہ میں شیطان ایک پیر مرد کی صورت میں ملا۔ عابد سے پوچھا کہاں جا رہے ہو۔ اُس نے کہا فلاں درخت کاٹنے جاتا ہوں۔ شیطان نے کہا، تمہیں اس درخت سے کیا واسطہ تم اپنی عبادت میں مشغول رہو تم نے اپنی عبادت کو ایک مہمل کام کے واسطے چھوڑ دیا۔ عابد نے کہا یہ بھی عبادت ہے۔ شیطان نے کہا میں نہیں کاٹنے دوں

گا۔ دونوں میں مقابلہ ہوا۔ وہ عابد اس کے سینے پر چڑھ گیا۔ شیطان نے اپنے کو عاجز دیکھ کر خوشامد کی اور کہا اچھا ایک بات سُن لے عابد نے اس کو چھوڑ دیا۔ شیطان نے کہا کہ اللہ نے تجھ پر اس کو فرض تو کیا نہیں۔ تیرا اس سے کوئی نقصان نہیں۔ تو اس کی پرستش نہیں کرتا۔ اللہ کے بہت سے نبی ہیں۔ اگر وہ چاہتا تو کسی نبی کے ذریعہ سے اس کو کٹوا دیتا۔ عابد نے کہا میں ضرور کاٹوں گا۔ پھر مقابلہ ہوا اور عابد پھر اس کے سینے پر چڑھ گیا۔ شیطان نے کہا اچھا سُن ایک فیصلہ والی بات تیرے نفع کی کہوں۔ اُس نے کہا کہہ۔ شیطان نے کہا تو غریب ہے دنیا پر بوجھ بنا ہوا ہے تو اُس کام سے باز آ میں تجھے روزانہ تین دینار (اشرفی) دیا کروں گا۔ جو روزانہ تیرے سرہانے رکھے ہوئے ملا کریں گے۔ تیری بھی ضرورتیں پوری ہو جائیں گی۔ اپنے اعزہ پر بھی احسان کر سکے گا۔ فقیروں کی مدد کر سکے گا اور بہت سے ثواب کے کام کر سکے گا۔ اس میں ایک ہی ثواب ہوگا اور وہ بھی بیکار کہ وہ لوگ پھر دوسرا لگا لیں گے۔ عابد کی سمجھ میں آ گیا قبول کر لیا۔ دو دن تو وہ ملے تیسرے دن سے ندارد۔ عابد کو غصہ آیا اور کلہاڑی لے کر پھر چلا۔ راستہ میں وہ بوڑھا ملا پوچھا کہاں جا رہا ہے۔ عابد نے بتایا کہ اسی درخت کو کاٹنے جا رہا ہوں۔ بوڑھے نے کہا کہ تو اس کو نہیں کاٹ سکتا۔ دونوں میں جھگڑا ہوا وہ بوڑھا غالب آ گیا اور عابد کے سینہ پر چڑھ گیا۔ عابد کو بڑا تعجب ہوا اس سے پوچھا کہ یہ کیا بات ہے کہ تو اس مرتبہ غالب ہو گیا۔ اُس بوڑھے نے کہا پہلی مرتبہ تیرا غصہ خالص اللہ کے واسطے تھا اس لئے اللہ جل شانہٗ نے مجھے مغلوب کر دیا تھا اس مرتبہ اس میں دیناروں کا دخل تھا اس لئے تو مغلوب ہوا۔ حق یہ ہے کہ جو کام خالص اللہ کے واسطے کیا جاتا ہے اس میں بڑی قوت ہوتی ہے۔

انسان کو مایوس نہیں ہونا چاہئے

''انسان کو مایوس نہیں ہونا چاہئے حق تعالیٰ سے اچھی امید رکھنا چاہئے'' وہ بندے کے ظن کے ساتھ ہیں جیسا بندہ ان کے ساتھ گمان کرتا ہے ویسا ہی معاملہ اس کے ساتھ فرماتے ہیں' بڑی رحیم کریم ذات ہے مگر شرط یہ ہے کہ طلب ہو اور کام میں لگا رہے جو بھی ہو سکے کرتا رہے پھر وہ اپنے بندہ کے ساتھ رحمت اور فضل ہی کا معاملہ فرماتے ہیں وہ کسی کی محنت یا طلب کو رائیگاں یا فراموش نہیں فرماتے ایک شخص کا مقولہ مجھ کو بہت پسند آیا کہ کئے جاؤ اور لئے جاؤ واقعی ایسی ہی ذات ہے اس قائل نے (کہنے والے نے) بہت بڑا اور اہم مضمون کو دو لفظوں میں بیان کر دیا۔ ہاں لگا رہنا شرط ہے اور ایک یہ ضروری بات ہے کہ ماضی اور مستقبل کی فکر میں نہ پڑے اس سے بھی انسان بڑی دولت سے محروم رہتا ہے کیونکہ یہ بھی تو ماسوا اللہ ہی کی مشغولی ہے۔ خلاصہ میرے مضمون کا یہ ہے کہ قصد سے ماضی و مستقبل کے مراقبے کی ضرورت نہیں ہے اگر بغیر قصد کے خیال آ جائے تو ماضی کی کوتاہیوں پر توبہ واستغفار کر لیا کرے بس کافی ہے پچھلے معاصی کا کاوش کے ساتھ استحضار بھی کبھی حجاب بن کر خسران کا سبب ہو جاتا ہے اور اس طرح نہ آئندہ کے لئے تجویزات کی ضرورت ہے یہ بھی ضرر رساں ہے نہ اس کی ضرورت کہ میں نے پہلے کیا کیا تھا اور اب کیا ہوگا اور میں کچھ ہوا یا نہیں' جھگڑوں میں وقت ضائع کرتے ہو کام میں لگو ان فضولیات کو چھوڑ دو' کسی حالت میں بھی مایوس نہ ہو وہ تو دربار ہی عجیب ہے کوئی شخص کتنا ہی گناہگار کیوں نہ ہو ایک لحہ ایک منٹ میں کایا پلٹ جاتی ہے بشرطیکہ خلوص کے ساتھ اس طرح متوجہ ہو کر رجوع کرے اور آئندہ کے لئے استقلال کا عزم کرے پھر تو جس نے کبھی ساری عمر اللہ تعالیٰ نام نہ لیا ہو اور اپنی تمام عمر کا حصہ معاصی اور لہو ولعب میں برباد کیا ہو اس کے لئے بھی رحمت کا دروازہ کھلا ہوا ہے۔ اس لئے فرماتے ہیں جو بندے کے لئے مشکل ہے وہ خدا تعالیٰ کے لئے آسان ہے۔

رحمت حق ہر وقت اپنے بندوں کے لئے بخشش کا بہانہ ڈھونڈتی ہے فی الحقیقت حق تعالیٰ ادنیٰ بہانے سے بندوں پر رحم فرما دیتے ہیں نجات تو چھوٹی سی بات پر ہو جاتی ہے مگر چھوٹی بات پر مؤاخذہ نہیں ہوتا مواخذہ تو بڑی ہی بات پر فرماتے ہیں اب رہا یہ کہ کوئی بڑی بات کو چھوٹی بات خیال کرے اس کا کسی کے پاس کیا علاج ہے۔ (از افادات حکیم الامت)

وَاٰخِرُ دَعْوَانَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ

سب اعمال سے بڑھ کر عذاب قبر سے نجات دینے والا عمل

عن معاذ رضی اللہ عنہ بن جبل قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ما عمل ادمی عملا انجی لہ من عذاب القبر من ذکر اللّٰہ. (اخرجہ احمد)

ترجمہ: نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے اللہ کے ذکر سے بڑھ کر کسی آدمی کا کوئی عمل عذاب قبر سے زیادہ نجات دینے والا نہیں ہے۔

عذاب قبر کی سختی

تشریح: عذابِ قبر کتنی سخت چیز ہے اس سے وہی لوگ واقف ہیں جن کے سامنے وہ احادیث ہیں، جو عذاب قبر کے بارے میں وارد ہوئی ہیں۔ حضرت عثمانؓ جب کسی قبر پر تشریف لیجاتے تو اس قدر روتے، کہ ڈاڑھی مبارک تر ہوجاتی۔ کسی نے پوچھا کہ آپ جنت کے دوزخ کے ذکر سے ایسا نہیں روتے جیسا کہ قبر کے سامنے آجانے سے روتے ہیں۔ آپ نے ارشاد فرمایا کہ قبر آخرت کی منزلوں میں سے سب سے پہلی منزل ہے جو شخص اس سے نجات پالے بعد کی سب منزلیں اس پر سہل ہوجاتی ہیں اور جو اس سے نجات نہ پائے بعد کی منزلیں دشوار ہی ہوتی جاتی ہیں۔ پھر آپ نے حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کا پاک ارشاد سنایا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم یہ ارشاد فرماتے تھے کہ میں نے کوئی منظر قبر سے زیادہ گھبراہٹ والا نہیں دیکھا۔ حضرت عائشہؓ ارشاد فرماتی ہیں کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم ہر نماز کے بعد عذابِ قبر سے پناہ مانگتے تھے۔ حضرت زیدؓ ارشاد فرماتے ہیں کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا۔ مجھے یہ اندیشہ ہے کہ تم ڈر اور خوف کی وجہ سے مردوں کا دفن کرنا چھوڑ دو گے ورنہ اس کی دعاء کرتا کہ اللہ جل شانہٗ تمہیں بھی عذابِ قبر سنادے۔ آدمیوں اور جنات کے سوا اور جاندار عذابِ قبر کو سنتے ہیں۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی اونٹنی کا بدکنا

ایک حدیث میں آیا ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم ایک مرتبہ سفر میں تشریف لے جارہے تھے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی اونٹنی بدکنے لگی۔ کسی نے پوچھا حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی اونٹنی کو کیا ہوا؟ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ ایک آدمی کو قبر کا عذاب ہورہا ہے اُسکی آواز سے بدکنے لگی۔

قبر کا اعلان:

ایک مرتبہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم مسجد میں تشریف لے گئے تو چند آدمیوں کو دیکھا کہ کِھل کھلا کر ہنس رہے ہیں، حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ اگر موت کو اکثر یاد کیا کرو تو یہ بات نہ ہو۔ کوئی دن قبر پر ایسا نہیں گذرتا جس میں وہ یہ اعلان نہیں کرتی کہ میں غربت کا گھر ہوں۔ تنہائی کا گھر ہوں، کیڑوں اور جانوروں کا گھر ہوں جب کوئی مؤمن (کامل ایمان والا) دفن ہوتا ہے تو قبر اس سے کہتی ہے تیرا آنا مبارک ہے۔ تُو نے بہت ہی اچھا کیا کہ آ گیا۔ جتنے لوگ میری پُشت پر (یعنی زمین پر) چلتے تھے تو اُن سب میں مجھے بہت، محبوب تھا۔ آج تو میرے سپرد ہوا تو میرا حُسنِ سلوک بھی دیکھے گا۔ اس کے بعد وہ اس قدر وسیع ہوجاتی ہے کہ منتہائے نظر تک کھل جاتی ہے اور جنت کا ایک دروازہ اس میں کھل جاتا ہے جس سے وہاں کی

ہوائیں خوشبوئیں وغیرہ پہنچتی رہتی ہیں اور جب کافر یا فاجر دفن کیا جاتا ہے تو قبر کہتی ہے کہ تیرا آنا منحوس اور نامبارک ہے کیا ضرورت تھی تیرے آنے کی۔ جتنے آدمی میری پُشت پر چلتے تھے۔ سب میں زیادہ بغض مجھے تجھ سے تھا۔ آج تو میرے حوالہ ہوا تو میرا معاملہ بھی دیکھے گا۔ اس کے بعد اُس کو اس قدر زور سے بھینچتی ہے کہ پسلیاں ایک دوسری میں گھُس جاتی ہیں۔ جس طرح ہاتھ میں ہاتھ ڈالنے سے انگلیاں ایک دوسری میں گھس جاتی ہیں۔ اس کے بعد نوے یا ننانوے اژدہے اس پر مسلّط ہوجاتے ہیں جو اس کو نوچتے رہتے ہیں اور قیامت تک یہی ہوتا رہے گا۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں کہ اگر ایک اژدہا بھی اُن میں زمین پر پھنکار ماردے تو قیامت تک زمین میں گھاس نہ اُگے۔ اس کے بعد حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ قبر یا جنت کا ایک باغ ہے یا جہنم کا ایک گڑھا۔

چغل خوری اور پیشاب سے بے احتیاطی کا عذاب

ایک حدیث میں آیا ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا دو قبروں پر گذر ہوا۔ ارشاد فرمایا کہ ان دونوں کو عذاب ہورہا ہے۔ ایک کو چغل خوری کے جرم میں دوسرے کو پیشاب کی احتیاط نہ کرنے میں (کہ بدن کو اس سے بچاتا نہ تھا) ہمارے کتنے مہذب لوگ ہیں جو استنجے کو عیب سمجھتے ہیں اس کا مذاق اڑاتے ہیں علماء نے پیشاب سے نہ بچنا گناہ کبیرہ بتایا ہے۔ ابن حجر مکی نے لکھا ہے کہ صحیح روایت میں آیا ہے کہ اکثر عذابِ قبر پیشاب کی وجہ سے ہوتا ہے۔

ایک حدیث میں آیا ہے کہ قبر میں سب سے پہلے مطالبہ پیشاب کا ہوتا ہے۔ بالجملہ عذاب قبر نہایت سخت چیز ہے اور جیسا کہ اس کے ہونے میں بعض گناہوں کو خاص دخل ہے۔ اسی طرح اس سے بچنے میں بھی بعض عبادات کو خصوصی شرافت حاصل ہے چنانچہ متعدد احادیث میں وارد ہے کہ سورۂ تبارک الذی کا ہر رات کو پڑھتے رہنا عذابِ قبر سے نجات کا سبب ہے اور عذاب جہنم سے بھی حفاظت کا سبب ہے اور اللہ کے ذکر کے بارے میں تو حدیث بالا ہے ہی۔

دل کی سوئی اللہ کی طرف

شیخ الاسلام حضرت مولانا مفتی محمد تقی عثمانی صاحب مدظلہم فرماتے ہیں کہ حضرت مولانا مفتی محمد شفیع صاحب رحمۃ اللہ علیہ کا ایک مکتوب دیکھا جو حضرت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ کے نام لکھا تھا کہ

''حضرت...... میں اپنے دل کی یہ کیفیت محسوس کرتا ہوں کہ جس طرح قطب نما کی سوئی ہمیشہ شمال کی طرف رہتی ہے۔ اسی طرح اب میرے دل کی یہ کیفیت ہوگئی ہے کہ چاہے کہیں پر بھی کام کر رہا ہوں...... چاہے مدرسے میں ہوں یا گھر میں...... دکان پر ہوں یا بازار میں ہوں...... لیکن ایسا محسوس ہوتا ہے کہ دل کی سوئی تھانہ بھون کی طرف ہے'' اب ہم لوگ اس کیفیت کو اس وقت تک کیا سمجھ سکتے ہیں جب تک اللہ تبارک و تعالیٰ اپنے فضل سے ہم لوگوں کو عطا نہ فرمادے لیکن کوشش اور مشق سے یہ چیز حاصل ہوجاتی ہے کہ چلتے پھرتے اٹھتے بیٹھتے انسان اللہ تعالیٰ کا ذکر کرتا رہے...... اللہ تعالیٰ کے سامنے حاضری کا احساس ہوتا رہے تو پھر آہستہ آہستہ یہ کیفیت حاصل ہوجاتی ہے کہ زبان سے دل لگی کی باتیں ہورہی ہیں مگر دل کی سوئی اللہ تبارک و تعالیٰ کی طرف لگی ہوئی ہے۔ اللہ تعالیٰ یہ کیفیت عطا فرمادے۔ آمین۔

وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ

ذاکرین قیامت کے دن قابل رشک ہوں گے

عن ابی الدرداء رضی اللّٰہ عنه قال قال رسول الله صلی الله علیه وسلم لیبعثن الله اقواما یوم القیمة فی وجوههم النور علی منابر اللؤلؤ یغبطهم الناس لیسوا بانبیاء ولا شهداء فقال اعرابی حلهم لنا نعرفهم قال هم المتحابون فی الله من قبائل شتی وبلاد شتی یجتمعون علی ذکر اللّٰہ یذکرونه (اخرجه الطبرانی)

ترجمہ: حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ قیامت کے دن اللہ جل شانہ' بعضی قوموں کا حشر اسی طرح فرمائیں گے کہ انکے چہروں میں نُور چمکتا ہوا ہوگا وہ موتیوں کے ممبروں پر ہونگے لوگ اُن پر رشک کرتے ہونگے وہ انبیاء اور شہداء نہیں ہونگے۔ کسی نے عرض کیا یا رسول اللہ اُنکا حال بیان کردیجئے کہ ہم اُن کو پہچان لیں حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا وہ لوگ ہونگے جو اللہ کی محبت میں مختلف جگہوں سے مختلف خاندانوں سے آ کر ایک جگہ جمع ہوگئے ہوں اور اللہ کے ذکر میں مشغول ہوں۔

تشریح: دوسری حدیث میں ہے کہ جنت میں یاقوت کے ستون ہونگے جن پر زبرجد (زمرد) کے بالا خانے ہونگے ان میں چاروں طرف دروازے کھلے ہوئے ہونگے وہ ایسے چمکتے ہونگے جیسے کہ نہایت روشن ستارہ چمکتا ہے۔ ان بالا خانوں میں وہ لوگ رہیں گے جو اللہ کے واسطے آپس میں محبت رکھتے ہوں اور وہ لوگ جو اللہ ہی کے واسطے ایک جگہ اکٹھے ہوں اور وہ لوگ جو اللہ ہی کیواسطے آپس میں ملتے جلتے ہوں۔

زبرجد اور زمرد: فائدہ: اس میں اطباء کا اختلاف ہے کہ زبرجد اور زمرد ایک ہی پتھر کے دو نام' ہیں یا ایک پتھر کی دو قسمیں ہیں یا ایک ہی نوع کے دو پتھر ہیں۔ بہرحال یہ ایک پتھر ہوتا ہے جو نہایت ہی روشن چمکدار ہوتا ہے۔ اس کے پتے بنتے ہیں جو بازار میں چمکدار کاغذ کی طرح سے بکتے ہیں۔

خانقاہوں میں بیٹھنے والے اہل اللہ

آج خانقاہوں کے بیٹھنے والوں پر ہر طرح الزام ہے ہر طرف سے فقرے کسے جاتے ہیں۔ آج انہیں جتنا دل چاہے بُرا بھلا کہہ لیں۔ کل جب آنکھ کھلے گی اس وقت حقیقت معلوم ہوگی کہ یہ بوریوں پر بیٹھنے والے کیا کچھ کما کر لے گئے' جب وہ ان منبروں اور بالا خانوں پر ہونگے اور یہ ہنسے والے اور گالیاں دینے والے کیا کما کر لے گئے۔

ان خانقاہوں کی اللہ کے یہاں کیا قدر ہے جن پر آج چاروں طرف سے گالیاں پڑتی ہیں یہ ان احادیث سے معلوم ہوتا ہے جن میں ان کی فضیلتیں ذکر کی گئی ہیں۔ ایک حدیث میں وارد ہے کہ جس گھر میں اللہ کا ذکر کیا جاتا ہو وہ آسمان والوں کیلئے ایسا چمکتا ہے جیسے زمین والوں کے لئے ستارے چمکتے ہیں۔ ایک حدیث میں ہے کہ ذکر کی مجالسِ پر جو سکینہ (ایک خاص نعمت) نازل ہوتی ہے فرشتے ان کو گھیر لیتے ہیں' رحمت الٰہی اُن کو ڈھانک لیتی ہے اور اللہ جل شانہ' عرش پر اُن کا ذکر فرماتے ہیں۔ ابورزینؓ ایک صحابی ہیں۔ وہ کہتے ہیں۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ تجھے دین کی تقویت کی چیز بتاؤں جس

سے تو دونوں جہان کی بھلائی کو پہنچے' وہ اللہ کا ذکر کرنیوالوں کی مجلسیں ہیں اُن کو مضبوط پکڑ اور جب تو تنہا ہوا کرے تو جتنی بھی قدرت ہو اللہ کا ذکر کرتا رہ۔ حضرت ابو ہریرہؓ فرماتے ہیں کہ آسمان والے ان گھروں کو جن میں اللہ کا ذکر ہوتا ہے ایسا چمکدار دیکھتے ہیں جیسا کہ زمین والے ستاروں کو چمکدار دیکھتے ہیں۔ یہ گھر جن میں اللہ کا ذکر ہے ایسے منور اور روشن ہوتے ہیں کہ اپنے نُور کی وجہ سے ستاروں کی طرح چمکتے ہیں اور جن کو اللہ جل شانہ' نُور کے دیکھنے کی آنکھیں عطا فرماتے ہیں وہ یہاں بھی اُن کی چمک دیکھ لیتے ہیں۔ بہت سے اللہ کے بندے ایسے ہیں جو بزرگوں کا نُور' ان کے گھروں کا نور اپنی آنکھوں سے چمکتا ہوا دیکھتے ہیں چنانچہ حضرت فضیلؒ بن عیاض جو مشہور بزرگ ہیں فرماتے ہیں کہ جن گھروں میں اللہ کا ذکر ہوتا ہے وہ آسمان والوں کے نزدیک ایسا چمکتے ہیں جیسا کہ چراغ۔

قرآن کریم اور حدیث نبوی کا نور

شیخ عبدالعزیزؒ دباغ ابھی قریب ہی زمانہ میں ایک بزرگ گذرے ہیں جو بالکل اُمی تھے مگر قرآن شریف کی آیت' حدیث قدسی' حدیث نبوی اور موضوع حدیث کو علیحدہ علیحدہ بتادیتے تھے اور کہتے تھے کہ متکلم کی زبان سے جب لفظ نکلتے ہیں تو ان الفاظ کے نُور سے معلوم ہوجاتا ہے کہ کِس کا کلام ہے کہ اللہ پاک کے کلام کا نُور علیحدہ ہے اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے کلام کا نُور دوسرا ہے اور دوسرے کلاموں میں یہ دونوں نُور نہیں ہوتے۔

حضرت مولانا خلیل احمد محدث سہارنپوری کا واقعہ

تذکرۃ الخلیل یعنی سوانح حضرت اقدس مولانا خلیل احمد صاحب نور اللہ مرقدہٗ میں بروایت مولانا ظفر احمد صاحب لکھا ہے کہ حضرت کے پانچویں حج میں جس وقت حضرتؒ مسجد حرام میں طوافِ قدوم کے لئے تشریف لائے تو احقر (حضرت شیخ الحدیث کاندھلوی رحمہ اللہ) مولانا محبّ الدین صاحبؒ (جو اعلیٰحضرت مولانا الحاج امداد اللہ صاحب مہاجر مکّی نور اللہ مرقدہٗ کے خاص خلفاء میں تھے اور صاحبِ کشف مشہور تھے) کے پاس بیٹھا تھا۔ مولانا اس وقت درود شریف کی کتاب کھولے ہوئے اپنا ورد پڑھ رہے تھے کہ دفعۃً میری طرف مخاطب ہوکر فرمانے لگے اس وقت حرم میں کون آ گیا کہ دفعۃً سارا حرم انوار سے بھر گیا' میں خاموش رہا کہ اتنے میں' حضرتؒ طواف سے فارغ ہوکر مولانا کے پاس کو گذرے۔ مولانا کھڑے ہوگئے اور ہنس کر فرمایا کہ میں بھی تو کہوں آج حرم میں کون آ گیا۔ مجالسِ ذکر کی فضیلت مختلف عنوانات سے بہت سی احادیث میں وارد ہوئی ہے۔ ایک حدیث میں وارد ہے کہ افضل ترین رباط نماز ہے اور ذکر کی مجالس۔ رباط کہتے ہیں۔ دارُالاسلام کی سرحد کی حفاظت کرنے کو تاکہ کفار اس طرف سے حملہ نہ کریں۔

دعا کیجئے

اے اللہ! ہمیں ایسا بنادیجئے کہ ہم اپنے سارے دل کیساتھ آپ سے محبت کریں اور آپ کو راضی کرنے میں اپنی ساری کوششیں صرف کردیں۔ اے اللہ! ہم آپ سے دین و دنیا اور اہل وعیال میں معافی اور اچھے انجام کا سوال کرتے ہیں۔

اے اللہ! ہمیں بخش دیجئے اور ہمارے گھروں میں وسعت اور رزق میں برکت عطا فرمادیجئے۔

وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ

3

جنت کے باغ

عن انس رضی اللہ عنہ ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قال اذامررتم بریاض الجنة فارتعوا قال وما ریاض الجنة قال حلق الذکر. (اخرجہ احمد و الترمذی)

ترجمہ: حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ جب جنت کے باغوں پر گذرو تو خوب چرو۔ کسی نے عرض کیا یارسول اللہ! جنت کے باغ کیا ہیں ارشاد فرمایا کہ ذکر کے حلقے۔

جنت کے باغوں میں چرنے کا مطلب

تشریح: مقصود یہ ہے کہ کسی خوش قسمت کی اُن مجالس اُن حلقوں تک رسائی ہوجائے تو اسکو بہت زیادہ غنیمت سمجھنا چاہیے کہ یہ دنیا ہی میں جنت کے باغ ہیں اور ''خوب چرو'' سے اس طرف اشارہ فرمایا کہ جیسے جانور جب کسی سبزہ زار یا کسی باغ میں چرنے لگتا ہے تو معمولی سے ہٹانے سے بھی نہیں ہٹتا۔ بلکہ مالک کے ڈنڈے وغیرہ بھی کھاتا رہتا ہے لیکن اِدھر سے منہ نہیں موڑتا۔ اسی طرح ذکر کرنیوالے کو بھی دنیاوی تفکرات اور موانع کی وجہ سے ادھر سے مُنہ نہ موڑنا چاہیے اور جنت کے باغ اس لئے فرمائے کہ جیسا کہ جنت میں کسی قسم کی آفت نہیں ہوتی اسی طرح یہ مجالس بھی آفات سے محفوظ رہتی ہیں۔ ایک حدیث میں آیا ہے کہ اللہ کا ذکر دلوں کی شفا ہے یعنی دل میں جس قسم کے امراض پیدا ہوتے ہیں، تکبر، حسد، کینہ وغیرہ سب ہی امراض کا علاج ہے۔ صاحب الفوائد فی الصلوٰۃ والعوائد نے لکھا ہے کہ آدمی ذکر پر مداومت سے تمام آفتوں سے محفوظ رہتا ہے اور صحیح حدیث میں آیا ہے حضور صلی اللہ علیہ وسلم ارشاد فرماتے ہیں کہ میں تمہیں ذکر اللہ کی کثرت کا حکم کرتا ہوں اور اس کی مثال ایسی ہے جیسے کسی شخص کے پیچھے کوئی دشمن لگ جائے اور وہ اس سے بھاگ کر کسی قلعہ میں محفوظ ہوجائے اور ذکر کرنے والا اللہ جل شانہٗ کا ہمنشیں ہوتا ہے اور اس سے بڑھ کر اور کیا فائدہ ہوگا کہ وہ مالک الملک کا ہمنشین ہوجائے اسکے علاوہ اُس سے شرح صدر ہوجاتا ہے، دل منور ہوجاتا ہے۔ اسکے دل کی سختی دُور ہوجاتی ہے۔ اس کے علاوہ اور بھی بہت سے ظاہری اور باطنی منافع ہوتے ہیں جن کو بعض علماء نے سو ۱۰۰ تک شمار کیا ہے۔ انتہٰی۔

حضرت ابوامامہؓ کی خدمت میں ایک شخص حاضر ہوئے اور عرض کیا میں نے خواب میں دیکھا کہ جب بھی آپ اندر جاتے ہیں یا باہر آتے ہیں یا کھڑے ہوتے ہیں یا بیٹھتے ہیں تو فرشتے آپ کے لئے دعا کرتے ہیں۔ ابوامامہؓ نے فرمایا اگر تمہارا دل چاہے تو تمہارے لئے بھی وہ دعا کرسکتے ہیں۔ پھر یہ آیت پڑی یَاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوا اذْكُرُوا اللّٰهَ ذِكْرًا كَثِیْرًا سے رَحِیْمًا تک گویا اس طرف اشارہ ہے کہ حق تعالیٰ شانہٗ کی رحمت اور ملائکہ کی دُعا تمہارے ذکر پر متفرع ہے جتنا تم ذکر کرو گے اُتنا ہی اُدھر سے ذکر ہوگا۔

نفلی عبادات میں کوتاہی کا ذکر اللہ کی کثرت سے ازالہ ہوجاتا ہے

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ جو تم میں سے عاجز ہو راتوں کو محنت کرنے سے اور بخل کی وجہ سے مال بھی نہ خرچ کیا جاتا ہو (یعنی نفلی صدقات) اور بزدلی کی وجہ سے جہاد میں بھی شرکت نہ کرسکتا ہو اُسکو چاہیے کہ اللہ کا ذکر کثرت سے کیا کرے۔

ذکر اللہ کی کثرت کی برکات

یعنی ہر قسم کی کوتاہی جو عبادات نفلیہ میں ہوتی ہے اللہ کے ذکر کی کثرت اسکی تلافی کرسکتی ہے۔ حضرت انسؓ نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے نقل کیا ہے کہ اللہ کا ذکر ایمان کی علامت ہے اور نفاق سے براءت ہے اور شیطان سے حفاظت ہے اور جہنم کی آگ سے بچاؤ ہے اور انہیں منافع کیوجہ سے اللہ کا ذکر بہت سی عبادتوں سے افضل قرار دیا گیا ہے بالخصوص شیطان کے تسلّط سے بچنے میں اس کو خاص دخل ہے ایک حدیث میں آیا ہے کہ شیطان گھٹنے جمائے ہوئے آدمی کے دل پر مسلّط رہتا ہے جب وہ اللہ کا ذکر کرتا ہے تو یہ عاجز و ذلیل ہوکر پیچھے ہٹ جاتا ہے آدمی غافل ہوتا ہے تو یہ وسوسے ڈالنا شروع کردیتا ہے۔ اسلیئے صوفیہ کرام ذکر کی کثرت کراتے ہیں تاکہ قلب میں اسکے وساوس کی گنجائش نہ رہے اور وہ اتنا قوی ہوجائے کہ اسکا مقابلہ کرسکے۔ یہی راز ہے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اجمعین کو حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے فیضِ صحبت سے یہ قوتِ قلبیہ اعلیٰ درجہ پر حاصل تھی تو ان کو ضربیں لگانے کی ضرورت پیش نہ آتی تھی۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ سے جتنا بعد ہوتا گیا اُتنی ہی قلب کے لئے اس مقوی قلب خمیرہ کی ضرورت بڑھتی گئی۔ اب قلوب اس درجہ ماؤف ہوچکے ہیں کہ بہت سے علاج سے بھی وہ درجہ قوت کا تو حاصل نہیں ہوتا لیکن جتنا بھی ہوجاتا ہے وہی بساغنیمت ہے کہ وبائی مرض میں جسقدر بھی کمی ہو بہتر ہے۔ ایک بزرگ کا قصہ نقل کیا ہے کہ انہوں نے اللہ جل شانہٗ سے دُعا کی کہ شیطان کے وسوسے ڈالنے کی صورت اُن پر منکشف ہوجائے کہ کس طرح ڈالتا ہے تو انہوں نے دیکھا کہ دل کے بائیں طرف مونڈھے کے پیچھے مچھر کی شکل سے بیٹھا ہے۔ ایک لمبی سی سُونڈ منہ پر ہے جس کو سوئی کی طرح سے دل کی طرف لے جاتا ہے اس کو ذاکر پاتا ہے تو جلدی سے اس سونڈ کو کھینچ لیتا ہے، غافل پاتا ہے تو اس سونڈ کے ذریعے سے وساوس اور گناہوں کا زہر انجکشن کے ذریعہ سے دِل میں بھرتا ہے۔ ایک حدیث میں بھی یہ مضمون آیا ہے کہ شیطان اپنی ناک کا اگلا حصّہ آدمی کے دل پر رکھے ہوئے بیٹھا رہتا ہے جب وہ اللہ کا ذکر کرتا ہے۔ تو ذلت سے پیچھے ہٹ جاتا ہے اور جب وہ غافل ہوتا ہے تو اس کے دل کو لقمہ بنالیتا ہے۔

دعا کیجئے

اے اللہ! ہمیں اپنے ذکر کی توفیق عطا فرمائیے۔ اے اللہ! ہمیں اپنے حقیقی ذکر یعنی ہمہ وقت آپ کے احکامات کو پیش نظر رکھتے ہوئے زندگی بسر کرنے کی توفیق عطا فرمائیے۔ اے اللہ! ہمیں اپنی محبت نصیب فرمائیے اور مسنون اذکار و وظائف کو صبح وشام پڑھنے کی توفیق عطا فرمائیے۔ اے اللہ! ہمیں ایسا بنا دیجئے کہ ہم سب سے زیادہ آپ کا ذکر کرنے والے سب سے زیادہ آپ کو فرمانبرداری کرنے والے اور سب سے زیادہ آپ سے محبت کرنے والے بن جائیں۔ اے اللہ! ہمیں ایسا بنادیجئے کہ ہم اپنے سارے دل کیساتھ آپ سے محبت کریں اور آپ کو راضی کرنے میں اپنی ساری کوششیں صرف کردیں۔ اے اللہ! ہم آپ سے دین ودنیا اور اہل وعیال میں معافی اور اچھے انجام کا سوال کرتے ہیں۔ اے اللہ! ہمیں بخش دیجئے اور ہمارے گھروں میں وسعت اور رزق میں برکت عطا فرمادیجئے۔ وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ

اللہ تعالیٰ کا ذکر اتنا کرو کہ لوگ مجنوں کہنے لگیں

عن ابی سعیدؓ الخدری ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قال اکثر واذکر اللّٰہ حتی یقولوا مجنون (رواہ احمد)

ترجمہ: حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ اللہ کا ذکر ایسی کثرت سے کیا کرو کہ لوگ مجنوں کہنے لگیں۔

تشریح: دوسری حدیث میں کہ ایسا ذکر کرو کہ منافق لوگ تمہیں ریا کار کہنے لگیں۔

کسی کے طعنوں کی پرواہ نہ کرو

فائدہ: اس حدیث سے یہ بھی معلوم ہوا کہ منافقوں یا بیوقوفوں کے ریا کار کہنے یا مجنون کہنے سے ایسی بڑی دولت چھوڑ نا نہ چاہیے بلکہ اس کثرت اور اہتمام سے کرنا چاہیے کہ یہ لوگ تم کو پاگل سمجھ کر تمہارا پیچھا چھوڑ دیں اور مجنون جب ہی کہا جائیگا جب نہایت کثرت سے اور زور سے ذکر کیا جائے آہستہ میں یہ بات نہیں ہوسکتی۔ ابن کثیرؒ نے حضرت عبداللہ بن عباسؓ سے نقل کیا ہے وہ فرماتے ہیں کہ حق تعالیٰ شانہٗ نے کوئی چیز بندوں پر ایسی فرض نہیں فرمائی جس کی کوئی حد مقرر نہ کر دی ہو اور پھر اس کے عذر کو قبول نہ فرمالیا ہو بجز اللہ کے ذکر کے کہ نہ اس کی کوئی حد مقرر فرمائی اور نہ عقل رہنے تک کسی کو معذور قرار دیا چنانچہ ارشاد ہے اذْكُرُوا اللّٰهَ ذِكْرًا كَثِيْرًا (اللہ جل شانہٗ کا خوب کثرت سے ذکر کیا کرو) رات میں دن میں جنگل میں دریا میں سفر میں حضر میں فقر میں تونگری میں بیماری میں صحت میں آہستہ اور پکار کر اور ہر حال میں۔

قابل تعجب آدمی

حافظ ابن حجرؒ نے منبہات میں لکھا ہے کہ حضرت عثمانؓ سے قرآن پاک کے ارشاد وَكَانَ تَحْتَهٗ كَنْزٌ لَّهُمَا میں منقول ہے کہ وہ سونے کی ایک تختی تھی جس میں سات سطریں لکھی ہوئی تھیں جن کا ترجمہ یہ ہے۔ (١) مجھے تعجب ہے اُس شخص پر جو موت کو جانتا ہو پھر بھی ہنسے۔ (٢) مجھے تعجب ہے اس شخص پر جو یہ جانتا ہے کہ دنیا آخر ایک دن ختم ہونے والی ہے پھر بھی اس میں رغبت کرے۔ (٣) مجھے تعجب ہے اس شخص پر جو یہ جانتا ہو کہ ہر چیز مقدر سے ہے پھر کسی چیز کے جاتے رہنے پر افسوس کرے۔ (٤) مجھے تعجب ہے اس شخص پر جسکو آخرت میں حساب کا یقین ہو پھر بھی مال جمع کرے۔ (٥) مجھے تعجب ہے اس شخص پر جسکو جہنم کی آگ کا علم ہو پھر بھی گناہ کرے۔ (٦) مجھے تعجب ہے اس شخص پر جو اللہ کو جانتا ہو پھر کسی اور چیز کا ذکر کرے۔ (٧) مجھے تعجب ہے اس شخص پر جس کو جنت کی خبر ہو پھر دنیا میں کسی چیز سے راحت پائے۔ بعض نسخوں میں یہ بھی ہے کہ مجھے تعجب ہے اس شخص پر جو شیطان کو دشمن سمجھے پھر بھی اُس کی اطاعت کرے۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو ذکر کی تاکید

حافظؒ نے حضرت جابرؓ سے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد بھی نقل کیا ہے کہ حضرت جبرئیلؑ مجھے اللہ کے ذکر کی اس قدر تاکید کرتے رہے کہ مجھے یہ گمان ہونے لگا کہ بغیر ذکر کے کوئی چیز نفع نہ دے گی۔ ان سب روایات سے یہ معلوم ہوا کہ ذکر کی جتنی بھی کثرت ممکن ہو دریغ نہ کرے۔ لوگوں کے مجنون یا ریا کار کہنے کی وجہ سے اس کو چھوڑ دینا اپنا ہی نقصان کرنا ہے۔

شیطان کا حیلہ

صوفیہ نے لکھا ہے کہ یہ بھی شیطان کا ایک دھوکہ ہے کہ اوّل

وہ ذکر سے اس خیال سے روکتا ہے کہ لوگ دیکھیں گے کوئی دیکھے گا تو کیا کہیگا وغیرہ وغیرہ۔ پھر شیطان کو روکنے کے لئے یہ ایک مستقل ذریعہ اور حیلہ مل جاتا ہے۔ اس لئے یہ تو ضروری ہے کہ دکھلانے کی نیت سے کوئی عمل نہ کرے لیکن اگر کوئی دیکھ لے تو بلا سے دیکھے اس وجہ سے چھوڑنا بھی نہ چاہیے۔

حضرت عبداللہ ذوالبجادینؓ کا واقعہ

حضرت عبداللہ ذوالبجادینؓ ایک صحابیؓ ہیں جو لڑکپن میں یتیم ہوگئے تھے چچا کے پاس رہتے تھے۔ وہ بہت اچھی طرح رکھتا تھا۔ گھر والوں سے چھپ کر مسلمان ہوگئے تھے۔ چچا کو خبر ہوگئی تو اس نے غصہ میں بالکل ننگا کر کے نکال دیا۔ ماں بھی بیزار تھی' لیکن پھر ماں تھی ایک موٹی سی چادر ننگا دیکھ کر دیدی جس کو انہوں نے دو ٹکڑے کر کے ایک سے ستر ڈھکا' دوسرا اوپر ڈال لیا۔ مدینہ طیبہ حاضر ہوگئے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے دروازہ پر پڑے رہا کرتے اور بہت کثرت سے بلند آواز کے ساتھ ذکر کرتے تھے۔ حضرت عمرؓ نے فرمایا کہ کیا یہ شخص ریا کار ہے کہ اس طرح ذکر کرتا ہے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا نہیں بلکہ یہ اوابین میں ہے۔ غزوۂ تبوک میں انتقال ہوا صحابہؓ نے دیکھا کہ رات کو قبروں کے قریب چراغ جل رہا ہے۔ قریب جا کر دیکھا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم قبر میں اُترے ہوئے ہیں۔ حضرت ابوبکرؓ حضرت عمرؓ کو ارشاد فرمارہے ہیں کہ لاؤ اپنے بھائی کو مجھے پکڑادو۔ دونوں حضرات نے نعش کو پکڑا دیا۔ دفن کے بعد حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ اے اللہ میں اس سے راضی ہوں تو بھی اس سے راضی ہوجا۔ حضرت ابن مسعودؓ فرماتے ہیں کہ یہ سارے منظر دیکھ کر مجھے تمنا ہوئی کہ یہ نعش تو میری ہوتی۔

لوگوں کے خوف سے عمل چھوڑنا بھی ریا ہے

حضرت فضیلؒ جو اکابر صوفیہ میں ہیں۔ وہ فرماتے ہیں کہ کسی عمل کو اس وجہ سے نہ کرنا کہ لوگ دیکھیں گے۔ یہ بھی ریا میں شامل ہے اور اس وجہ سے کسی عمل کو کرنا تا کہ لوگ دیکھیں یہ شرک میں داخل ہے۔

کثرت سے ذکر کرنے والوں کی فضیلت

ایک حدیث میں آیا ہے کہ بعض آدمی ذکر کی کنجیاں ہیں کہ جب ان کی صورت دیکھی جائے تو اللہ کا ذکر کیا جائے۔ یعنی ان کی صورت دیکھ کر ہی اللہ کا ذکر یاد آئے۔ ایک حدیث میں وارد ہے کہ اللہ کے ولی ہیں وہ لوگ جن کو دیکھ کر اللہ تعالیٰ یاد آتے ہوں۔ ایک حدیث میں آیا ہے کہ تم میں بہترین وہ لوگ ہیں جن کو دیکھ کر اللہ کی یاد تازہ ہو۔ ایک حدیث میں ہے کہ تم میں سے بہترین شخص وہ ہے جس کو دیکھنے سے اللہ تعالیٰ یاد آتے ہوں اور اس کے کلام سے علم میں ترقی ہوتی ہو اور اس کے اعمال سے آخرت کی رغبت پیدا ہوتی ہو اور یہ بات جب ہی حاصل ہوسکتی ہے جب کوئی شخص کثرت سے ذکر کا عادی ہو۔ اور جسکو خود ہی توفیق نہ ہو اسکو دیکھ کر کیا کسی کو اللہ کی یاد آسکتی ہے۔ بعض لوگ پُکار کر ذکر کرنے کو بدعت اور ناجائز بتاتے ہیں یہ خیال حدیث پر نظر کی کمی کی وجہ سے پیدا ہوگیا ہے۔ مولانا عبدالحیؒ صاحب نے ایک رسالہ سباحۃ الفکر اسی مسئلہ میں تصنیف فرمایا ہے۔ جس میں تقریباً پچاس حدیثیں ایسی ذکر فرمائی ہیں جن سے جہر (پکار کر) ثابت ہوتا ہے۔ البتہ یہ ضروری امر ہے کہ شرائط کے ساتھ اپنی حدود کے اندر رہے کسی کی اذیت کا سبب نہ ہو۔

دعا کیجئے: اے اللہ! ہمیں ایسا بنا دیجئے کہ ہم اپنے سارے دل کیساتھ آپ سے محبت کریں اور آپ کو راضی کرنے میں اپنی ساری کوششیں صرف کردیں۔ اے اللہ! ہم آپ سے دین و دنیا اور اہل وعیال میں معافی اور اچھے انجام کا سوال کرتے ہیں۔ وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ

سات آدمی جنہیں اللہ تعالیٰ اپنے سایہ میں جگہ دیں گے

عن ابی هریرةؓ قال سمعت رسول الله صلی الله علیه وسلم یقول سبعة یظلهم الله فی ظله یوم لا ظل الا ظله الامام العادل والشاب نشاء فی عبادة الله ورجل قلبه معلق بالمساجد (رواه البخاری و مسلم)

ترجمہ: حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ سات آدمی ہیں جن کو اللہ جل شانہٗ اپنے (رحمت کے) سایہ میں ایسے دن جگہ عطا فرمائے گا جسدن اس کے سایہ کے سوا کوئی سایہ نہ ہوگا۔ ایک عادل بادشاہ۔ دوسرے وہ جوان جو جوانی میں اللہ کی عبادت کرتا ہو۔ تیسرے وہ شخص جس کا دل مسجد میں اٹک رہا ہو۔ چوتھے وہ دو شخص جن میں اللہ ہی کے واسطے محبت ہو اُسی پر اُن کا اجتماع ہو اُسی پر جدائی۔ پانچویں وہ شخص جس کو کوئی حسین شریف عورت اپنی طرف متوجہ کرے اور وہ کہدے کہ مجھے اللہ کا ڈر مانع ہے۔

تشریح: چھٹے وہ شخص جو ایسے مخفی طریق سے صدقہ کرے کہ دوسرے ہاتھ کو بھی خبر نہ ہو۔ ساتویں وہ شخص جو اللہ کا ذکر تنہائی میں کرے اور آنسو بہنے لگیں۔

تنہائی میں اللہ کا ذکر کرنا اور آنسو بہانا:

فائدہ: آنسو بہنے کا مطلب یہ بھی ہوسکتا ہے کہ دیدہ و دانستہ اپنے معاصی اور گناہوں کو یاد کر کے رونے لگے اور دوسرا مطلب یہ بھی ہوسکتا ہے کہ غلبۂ شوق میں بے اختیار آنکھوں سے آنسو نکلنے لگیں۔ بروایت ثابتؒ بنانی ایک بزرگ کا مقولہ نقل کیا ہے وہ فرماتے ہیں مجھے معلوم ہوجاتا ہے کہ میری کونسی دعا قبول ہوئی لوگوں نے پوچھا کہ کس طرح معلوم ہوجاتا ہے۔ فرمانے لگے کہ جس دعا میں بدن کے بال کھڑے ہوجاتے ہیں اور دل دھڑکنے لگتا ہے اور آنکھوں سے آنسو بہنے لگتے ہیں وہ دعا قبول ہوتی ہے۔ ان سات آدمیوں میں جس کا ذکر حدیثِ پاک میں وارد ہوا ایک وہ شخص بھی ہے جو اللہ کا ذکر تنہائی میں کرے اور رونے لگے اس شخص میں دو خوبیاں جمع ہیں اور دونوں اعلیٰ درجہ کی ہیں۔ ایک اخلاص کہ تنہائی میں اللہ کی یاد میں مشغول ہوا۔ دوسرا اللہ کا خوف یا شوق کہ دونوں میں رونا آتا ہے اور دونوں کمال ہیں۔

ہمارا کام ہے راتوں کو رونا یادِ دلبر میں
ہماری نیند ہے محوِ خیالِ یار ہو جانا

حدیث کے الفاظ ہیں رجل ذکر الله خالیا (ایک وہ آدمی جو اللہ کا ذکر کرے اس حال میں کہ خالی ہو) صوفیہ نے لکھا ہے کہ خالی ہونے کے دو مطلب ہیں۔ ایک یہ کہ آدمیوں سے خالی ہو جس کے معنی تنہائی کے ہیں یہ عام مطلب ہے دوسرے یہ کہ دل اغیار سے خالی ہو۔ وہ فرماتے ہیں کہ اصل خلوت یہی ہے۔ اس لئے اکمل درجہ تو یہ ہے کہ دونوں خلوتیں حاصل ہوں لیکن اگر کوئی شخص مجمع میں ہو اور دل غیروں سے بالکل خالی ہو اور ایسے وقت اللہ کے ذکر سے کوئی شخص رونے لگے۔ تو وہ بھی اس میں داخل ہے کہ مجمع کا ہونا نہ ہونا اس کے حق میں برابر ہے۔ جب اس کا دل مجمع تو درکنار غیر اللہ کے التفات سے بھی خالی ہے تو اس کو مجمع کیا مضر ہوسکتا ہے۔ اللہ کی یاد میں یا اُس کے خوف سے رونا بڑی ہی دولت ہے۔ خوش نصیب ہے وہ شخص جس کو حق تعالیٰ شانہٗ میسر فرما دیں۔ ایک حدیث میں آیا ہے کہ

جو شخص اللہ کے خوف سے روئے وہ اس وقت تک جہنم میں نہیں جا سکتا جب تک کہ دودھ تھنوں میں واپس جائے (اور ظاہر ہے کہ یہ ناممکن ہے پس ایسے ہی اس کا جہنم میں جانا بھی ناممکن ہے) ایک اور حدیث میں آیا ہے کہ جو شخص اللہ کے خوف سے روئے حتیٰ کہ اس کے آنسوؤں میں سے کچھ زمین پر ٹپک جائے تو اس کو قیامت کے دن عذاب نہیں ہوگا۔

ایک حدیث میں آیا ہے کہ دو آنکھوں پر جہنم کی آگ حرام ہے۔ ایک وہ آنکھ جو اللہ کے خوف سے روتی ہو اور دوسری وہ جو اسلام کی اور مسلمانوں کی کفار سے حفاظت کرنے میں جاگی ہو۔

ایک اور حدیث میں ہے کہ جو آنکھ اللہ کے خوف سے روئی ہو اس پر جہنم کی آگ حرام ہے' اور جو آنکھ اللہ کی راہ میں جاگی ہو اس پر بھی حرام ہے اور جو آنکھ ناجائز چیز (مثلاً نامحرم وغیرہ) پر پڑنے سے رُک گئی ہو اس پر بھی حرام ہے۔ اور جو آنکھ اللہ کی راہ میں ضائع ہوگئی ہو۔ اس پر بھی جہنم کی آگ حرام ہے۔

ایک حدیث میں آیا ہے کہ جو شخص تنہائی میں اللہ کا ذکر کرنے والا ہو وہ ایسا ہے جیسے اکیلا کفار کے مقابلہ میں چل دیا ہو۔

انعامات الٰہی کے استحضار سے معرفت حاصل ہوتی ہے

فرمایا:...... قابل اعتبار چیز ایمان ہے اس کی ناقدری ہرگز نہیں کرنی چاہئے ہر حال میں ایمان ہمارا محافظ ہے۔ اللہ تعالیٰ نے ایمان عطا فرمایا ہے تو وہ اپنے ناچیز بندے کے حالات سے بھی خوب واقف ہے۔ ایمان کی دولت بہت بڑی دولت ہے' یہ ہر آن انسان کی ضرور مدد کرتا رہتا ہے۔ خصوصاً جب بندہ بالکل عاجز ہوتا ہے اور اس دنیا کو چھوڑ رہا ہوتا ہے۔ اس وقت ساری ایمانی توتیں عود کر آتی ہیں۔ اسوقت حضرت تھانویؒ کا ایک ملفوظ یاد آ گیا' ایک شخص نے حضرت والا کو لکھا کہ میں آپ سے وابستہ ہوں' مدتیں گزر گئیں آپ سے اپنی کوئی اصلاح نہ لے سکا اور مجھے شرم محسوس ہوتی ہے کہ آپ سے نسبت رکھتے ہوئے بھی کوئی حق ادا نہیں کر پاتا۔ رات دن دنیا کے کاموں میں مشغول رہتا ہوں۔ میرے پیش نظر میری اولاد اور عزیز و اقارب ہیں۔ انہی کے لئے کماتا ہوں اور انہی پر صرف کرتا ہوں' دعائیں بھی مانگتا ہوں تو صرف انہی کی ضرورت کو پورا کرنے کے لئے مجھ میں توتوکل بالکل نہیں۔ اگر اس حالت میں میرا خاتمہ ہوگیا تو خسر الدنیا والآخرۃ۔ قبر میں دنیا کی محبت لے کر اپنے ساتھ جاؤں گا۔ میرے پاس سرمایہ آخرت نہیں ہے للہ میری رہنمائی فرما دیجئے۔

حضرت تھانویؒ نے جواب دیا کہ تم نے جو لکھا ہے مجھے توکل حاصل نہیں ہے تم دعا مانگتے ہو یہ اللہ تعالیٰ سے تمہارا مانگنا خود توکل ہے' توکل کے بہت سے درجات ہیں ایک یہ بھی ہے کہ ہاتھ اٹھا کر دعا مانگی جائے جب تم نے اس کارساز کے سامنے ہاتھ پھیلا دیئے تو یہی توکل ہے کہ تم نے اس ذات پر بھروسہ کرلیا۔

اور تم جو کہتے ہو کہ رات دن کے مشاغل ہیں' بیوی بچوں کی پرورش کے امور میں ہمہ وقت مصروف رہتا ہے تو یہ جہاد زندگی ہے اگر اسی حالت میں انتقال ہوگیا تو شہادت کا درجہ مل گیا اور جو تم کہتے ہو خَسِرَ الدُّنْيَا وَالْاٰخِرَةَ تو تم کو جب یہ احساس ہے کہ تمہارا ہاتھ خالی ہے تو یہ تمہارے لئے بشارت ہے جبکہ ارشاد ہے "اِنَّ الَّذِيْنَ يَخْشَوْنَ رَبَّهُمْ بِالْغَيْبِ لَهُمْ مَّغْفِرَةٌ وَّاَجْرٌ كَبِيْرٌ"۔

حضرت تھانویؒ نے فرمایا یہ تو ضابطے کا جواب ہے' بالکل معتبر اور مستند ہے' لیکن عادت اللہ یہ ہے کہ جب مومن کا آخری وقت ہوتا ہے تو اس سے دنیا کی جائز محبت بھی سلب کرلی جاتی ہے اور اللہ تعالیٰ کی محبت کے غلبے ہی میں دم نکلتا ہے یہ کتنی بڑی بشارت ہے۔ سبحان اللہ!

عقل مند لوگ

عن ابی هریرة رضی الله عنه قال قال رسول الله صلی الله علیه وسلم ینادی منادیوم القیمة این اولو الالباب قالوا ای اولی الالباب تریدقال الذین یذکرون الله قیاما وقعودا وعلی جنوبهم ویتفکرون فی خلق السموات والارض ربنا ما خلقت هذاباطلا سبحنک فقنا عذاب النار عقدلهم لواء فاتبع القوم لواهم وقال لهم ادخلوها خالدین. (اخرجه الاصبهانی)

ترجمہ: حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ قیامت کے دن ایک آواز دینے والا آواز دیگا کہ عقلمند لوگ کہاں ہیں؟ لوگ پوچھیں گے کہ عقل مندوں سے کون مراد ہیں۔ جواب ملے گا وہ لوگ جو اللہ کا ذکر کرتے تھے کھڑے اور بیٹھے اور لیٹے ہوئے (یعنی ہر حال میں اللہ کا ذکر کرتے رہتے تھے) اور آسمانوں اور زمینوں کے پیدا ہونے میں غور کرتے تھے اور کہتے تھے کہ یا اللہ آپ نے یہ سب بے فائدہ تو پیدا کیا ہی نہیں ہم آپ کی تسبیح کرتے ہیں آپ ہمکو جہنم کے عذاب سے بچالیجئے اس کے بعد ان لوگوں کے لئے ایک جھنڈا بنایا جائے گا۔ جس کے پیچھے یہ سب جائیں گے اور اُن سے کہا جائے گا کہ ہمیشہ کے لئے جنت میں داخل ہوجاؤ۔

خلق خدا میں غور وفکر کی اہمیت وفضیلت

تشریح: آسمانوں اور زمینوں کے پیدا ہونے میں غور کرتے ہیں یعنی اللہ کی قدرت کے مظاہر اور اسکی حکمتوں کے عجائب سوچتے ہیں جس سے اللہ جل جلالہ کی معرفت قوت پیدا ہوتی ہے۔

؎ الٰہی یہ عالم ہے گلزار تیرا

ابن ابی الدنیاؒ نے ایک مرسل روایت نقل کی ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم ایک مرتبہ صحابہؓ کی ایک جماعت کے پاس تشریف لے گئے جو چُپ چاپ بیٹھے تھے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کیا بات ہے کس سوچ میں بیٹھے ہو؟ عرض کیا مخلوقاتِ الٰہیہ کی سوچ میں ہیں۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ ہاں اللہ کی ذات میں غور نہ کیا کرو (کہ وہ وراء الوراء ہے) اس کی مخلوقات میں غور کیا کرو۔ حضرت عائشہؓ سے ایک شخص نے عرض کیا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی کوئی عجیب بات سُنا دیجئے فرمایا حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی کون سی بات ایسی تھی جو عجیب نہ تھی۔ ایک مرتبہ رات کو تشریف لائے۔ میرے بستر پر میرے لحاف میں لیٹ گئے پھر ارشاد فرمایا۔ چھوڑ میں تو اپنے رب کی عبادت کروں یہ فرما کر اُٹھے وضو فرمایا اور نماز کی نیت باندھ کر رونا شروع کر دیا۔ یہاں تک کہ آنسو سینہ مبارک پر بہتے رہے پھر اسی طرح رکوع میں روتے رہے پھر سجدہ میں اسی طرح روتے رہے۔ ساری رات اسی طرح گذار دی حتیٰ صبح کی نماز کے واسطے حضرت بلالؓ بلانے کے لئے آگئے۔ میں نے عرض کیا یا رسول اللہ آپ تو بخشے بخشائے ہیں پھر آپ اتنا کیوں روئے۔ ارشاد فرمایا کیا میں اللہ کا شکر گذار بندہ نہ بنوں۔ پھر فرمایا میں کیوں نہ روتا حالانکہ آج یہ آیتیں نازل ہوئیں۔ (یعنی آیاتِ بالا اِنَّ فِیْ خَلْقِ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ سے فَقِنَا عَذَابَ النَّارِ تک) پھر فرمایا کہ ہلاکت ہے اس شخص کے لئے جو ان کو پڑھے اور غور وفکر نہ کرے۔ عامر بن عبد قیسؒ کہتے ہیں کہ میں نے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے سُنا ہے ایک سے دو سے تین سے

نہیں (بلکہ ان سے زیادہ سے سنا ہے) کہ ایمان کی روشنی اور ایمان کا نور غور وفکر ہے۔ حضرت ابو ہریرہؓ حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے نقل کرتے ہیں کہ ایک آدمی چھت پر لیٹا ہوا آسمان اور ستاروں کو دیکھ رہا تھا پھر کہنے لگا خدا کی قسم مجھے یقین ہے کہ تمہارا پیدا کرنے والا بھی کوئی ضرور ہے اے اللہ تو میری مغفرت فرمادے۔ نظرِ رحمت اس کی طرف متوجہ ہوئی اور اس کی مغفرت ہوگئی۔ حضرت ابنِ عباسؓ فرماتے ہیں کہ ایک ساعت کا غور تمام رات کی عبادت سے افضل ہے۔ حضرت ابودرداءؓ حضرت انسؓ سے بھی یہی نقل کیا گیا ہے۔ حضرت انسؓ سے یہ بھی نقل کیا گیا کہ ایک ساعت کا غور ان چیزوں میں اسی ۸۰ سال کی عبادت سے افضل ہے۔ اُم درداءؓ سے کسی نے پوچھا کہ ابودرداءؓ کی افضل ترین عبادت کیا تھی۔ فرمایا غور وفکر۔ بروایت ابو ہریرہؓ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم سے یہ بھی نقل کیا گیا ہے کہ ایک ساعت کا غور وفکر ساٹھ ۶۰ برس کی عبادت سے افضل ہے۔ لیکن ان روایتوں کا یہ مطلب نہیں کہ پھر عبادت کی ضرورت نہیں رہتی۔ ہر عبادت اپنی جگہ جو درجہ رکھتی ہے فرض ہو یا واجب، سنت ہو یا مستحب اسکے چھوڑنے پر اُسی درجہ کی وعید عذاب یا ملامت ہوگی جس درجہ کی وہ عبادت ہوگی۔

غور وفکر کو افضل عبادت کیوں کہا گیا ہے

امام غزالیؒ نے لکھا ہے کہ غور وفکر کو افضل عبادات اس لئے کہا گیا کہ اس میں معنی ذکر کے تو موجود ہوتے ہی ہیں۔ دو چیزوں کا اضافہ اور ہوتا ہے۔ ایک اللہ کی معرفت اس لئے کہ غور وفکر معرفت کی کنجی ہے۔ دوسری اللہ کی محبت کہ فکر پر یہ مرتب ہوتی ہے۔ یہی غور وفکر ہے جس کو صوفیہ مراقبہ سے تعبیر فرماتے ہیں۔ بہت سی روایات سے اس کی فضیلت ثابت ہوتی ہے۔ مسند ابویعلی میں بروایت حضرت عائشہؓ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد نقل کیا ہے کہ وہ ذکر خفی جس کو فرشتے بھی نہ سن سکیں ستر ۷۰ درجہ دو چند ہوتا ہے۔ جب قیامت کے دن حق تعالیٰ شانہٗ تمام مخلوق کو حساب کے لئے جمع فرمائیں گے۔ اور کراماً کاتبین اعمال نامے لیکر آئیں گے تو ارشاد ہوگا کہ فلاں بندہ کے اعمال دیکھو کچھ اور باقی ہیں۔ وہ عرض کریں گے کہ ہم نے کوئی بھی ایسی چیز نہیں چھوڑی جو لکھی نہ ہو اور محفوظ نہ ہو تو ارشاد ہوگا کہ ہمارے پاس اس کی ایسی نیکی باقی ہے جو تمہارے علم میں نہیں وہ ذکرِ خفی ہے۔ بیہقی نے شعب میں حضرت عائشہؓ سے بھی یہ حدیث نقل کی ہے کہ جس ذکر کو فرشتے بھی نہ سن سکیں وہ اُس ذکر پر جس کو وہ سنیں، ستر ۷۰ درجے بڑھا ہوا ہے۔

جیسا کہ ایک شعر میں کہا گیا ہے کہ عاشق ومعشوق میں ایسی رمز ہوتی ہے جس کی فرشتوں کو بھی خبر نہیں ہوتی کتنے خوش نصیب ہیں وہ لوگ جن کو ایک لحظہ بھی غفلت نہیں ہوتی کہ ان کی ظاہری عبادات تو اپنے اپنے اجر وثواب حاصل کریں ہی گی، یہ ہر وقت کا ذکر وفکر پوری زندگی کے اوقات میں ستر ۷۰ گناہ مزید برآں۔ یہی چیز ہے جس نے شیطان کو دِق کر رکھا ہے۔

شیطان کو کمزور کرنے والی جماعت

حضرت جنیدؒ سے نقل کیا گیا ہے کہ انہوں نے ایک مرتبہ خواب میں شیطان کو بالکل ننگا دیکھا۔ انہوں نے فرمایا کہ تجھے شرم نہیں آتی کہ آدمیوں کے سامنے ننگا ہوتا ہے وہ کہنے لگا یہ کوئی آدمی ہیں، آدمی وہ ہیں جو شونیزیہ کی مسجد میں بیٹھے ہیں۔ جنہوں نے میرے بدن کو دُبلا کر دیا اور میرے جگر کے کباب کر دیئے۔ حضرت جنیدؒ فرماتے ہیں کہ میں شونیزیہ کی مسجد میں گیا۔ میں نے دیکھا کہ چند حضرات گھٹنوں پر سر رکھے ہوئے مراقبہ میں مشغول ہیں۔ جب انہوں نے مجھے دیکھا تو کہنے لگے کہ خبیث کی باتوں سے کہیں دُھوکہ میں نہ پڑ جانا۔ مسوحیؒ سے بھی اس کے قریب ہی

نقل کیا گیا ہے۔ انہوں نے شیطان کو ننگا دیکھا۔ انہوں نے کہا تجھے آدمیوں کے درمیان اس طرح چلتے شرم نہیں آتی کہنے لگا خدا کی قسم یہ آدمی نہیں۔ اگر یہ آدمی ہوتے تو میں اُن کے ساتھ اس طرح نہ کھیلتا جس طرح لڑکے گیند سے کھیلتے ہیں۔ آدمی وہ لوگ ہیں جنہوں نے میرے بدن کو بیمار کردیا اور صوفیہ کی جماعت کی طرف اشارہ کیا۔ ابوسعید خزاز کہتے ہیں کہ میں نے خواب میں دیکھا کہ شیطان نے مجھ پر حملہ کیا۔ میں لکڑی سے مارنے لگا۔ اس نے ذرا بھی پرواہ نہ کی۔ غیب سے ایک آواز آئی کہ یہ اس سے نہیں ڈرتا۔ یہ دل کے نور سے ڈرتا ہے۔

بہترین ذکر: حضرت سعدؓ حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے نقل کرتے ہیں کہ بہترین ذکر ذکر خفی ہے اور بہترین رزق وہ ہے جو کفایت کا درجہ رکھتا ہو۔ حضرت عبادہؓ نے بھی حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم سے یہی نقل کیا ہے کہ بہترین ذکر ذکر خفی ہے اور بہترین رزق وہ ہے جو کفایت کا درجہ رکھتا ہو (یعنی نہ کم ہو کہ گذر نہ ہو سکے نہ زیادہ ہو کہ تکبّر اور فواحش میں مبتلا کرے) ابنِ حبانؒ اور ابویعلیٰؒ نے اس حدیث کو صحیح بتایا ہے۔ ایک حدیث میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد نقل کیا گیا ہے کہ اللہ کو ذکرِ خامل سے یاد کیا کرو۔ کسی نے دریافت کیا کہ ذکرِ خامل کیا ہے؟ ارشاد فرمایا کہ مخفی ذکر۔ ان سب روایات سے ذکرِ خفی کی افضلیت معلوم ہوتی ہے اور ابھی قریب ہی وہ روایت گذر چکی۔ جس میں مجنون کہنے کا ذکر گذرا ہے دونوں مستقل چیزیں ہیں جو حالات کے اعتبار سے مختلف ہیں اس کو شیخ تجویز کرتا ہے کہ کس شخص کے لئے کس وقت کیا مناسب ہے۔

دعا کیجئے: اے اللہ! ہمیں اپنے ذکر کی توفیق عطا فرمائیے۔ اے اللہ! ہمیں اپنے حقیقی ذکر یعنی ہمہ وقت آپ کے احکامات کو پیش نظر رکھتے ہوئے زندگی بسر کرنے کی توفیق عطا فرمائیے۔ اے اللہ! ہمیں اپنی محبت نصیب فرمائیے اور مسنون اذکار و وظائف کو صبح و شام پڑھنے کی توفیق عطا فرمائیے۔ اے اللہ! ہمیں ایسا بنا دیجئے کہ ہم سب سے زیادہ آپ کا ذکر کرنے والے سب سے زیادہ آپ کو فرمانبرداری کرنے والے اور سب سے زیادہ آپ سے محبت کرنے والے بن جائیں۔ وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ

عقل کے معاملہ میں اعتدال

"اپنی عقل کو کام میں لاؤ کہ تدبیر چھوڑ دو اللہ کے حوالہ کرو" مراد اس کی یہ ہے دوائی پاس رکھی ہے کھاتا نہیں۔ وہ گناہگار ہے کما کرلانا یہ بھی فرض ہے۔ ضروریات زندگی حاصل کرنا فرض ہے ان کو چھوڑنا گناہ ہے۔ اسباب تو اختیار کرنا ضروری ہے۔ یہ مطلب ہے کہ جتنے اختیار اور اسباب تم کو ملے ہیں وہ کرلو پھر رضائے الٰہی کا انتظار کرو جو اللہ نے کیا ملے یا نہ ملے آدھا ملے پورا ملے اسی پر راضی رہو۔ پلے باندھنے کی چیز ہے۔

فرمایا: **اجملوا في الطلب و توكلوا عليه.** اختصار کرو طلب میں اور توکل کرو اللہ پر۔ یہ ہے اصل توکل۔ جتنے اسباب اپنے اختیار میں ہیں ان کو استعمال کرو مگر تھکو نہیں۔ اس میں اختصار کرو پھر اللہ پر توکل کرو۔ ایک بیمار ہے اس کا علاج موجود ہے۔ اس کا علاج نہ کرنا جائز نہیں ہے۔ ڈاکٹر کے پاس جائز دوا لے پرہیز کرے مگر اس کے بعد ایک قدم مومن کا ہے کہ ڈاکٹر یا دوا کو شفاء نہ سمجھے بلکہ اللہ پاک کی طرف سے شفاء ہے۔ جب اللہ تعالیٰ کو منظور نہیں ہوتا تو بڑے سے بڑا ڈاکٹر ایسی لغو غلطی کرتا ہے کہ مریض بچتا نہیں۔ تو اختصار ہے تدبیر میں۔ یہ نہیں کہ فلاں جگہ جو تمہارے فی الحال پہنچ سے باہر ہے اس کا بڑا نام ہے وہ ماہر ہے اس کام کا زیادہ لمبی فکروں میں نہ جاؤ۔ قریب قریب کی تدبیریں کرو تھکو نہیں علاج ہو مقدمہ ہو تجارت ہو ظاہری آسانیوں سے ہونے والی تدبیریں اکٹھی کر کے دماغ پر بوجھ نہ ڈالو۔ آسانی سے ہونے والی تدبیریں حاصل نہ کرنا تو کفر ہے مگر جان کھپا دینا اپنی اس کے اندر یہ اس توکل کے خلاف ہے۔

ایسے لوگ جنکے ساتھ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو بیٹھنے کا حکم ہوا

عن عبدالرحمن بن سهل ابن حنيف رضى الله عنه قال نزلت على رسول الله صلى الله عليه وسلم وهوفى بعض ابياته واصبرنفسک مع الذين يدعون ربهم بالغدوة والعشى فخرج يلتمسهم فوجدقوما يذكرون الله فيهم ثائر الراس وجاف الجلد وذوالثوب الواحد فلماراهم جلس معهم وقال الحمد لله الذى جعل فى امتى من امرنى ان اصبر نفسى معهم (اخرجه ابن جرير والطبرانی وابن مردویه کذافی الدر)

ترجمہ: حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم دولت کدہ میں تھے کہ آیت واصبر نفسک نازل ہوئی جس کا ترجمہ یہ ہے۔ اپنے آپ کو ان لوگوں کے پاس (بیٹھنے کا) پابند کیجئے جو صبح شام اپنے رب کو پکارتے ہیں۔ حضور اقدسؐ اس آیت کے نازل ہونے پر اُن لوگوں کی تلاش میں نکلے ایک جماعت کو دیکھا کہ اللہ کے ذکر میں مشغول ہے۔ بعض لوگ اُن میں بکھرے ہوئے بالوں والے ہیں اور خشک کھالوں والے اور صرف ایک کپڑے والے ہیں (کہ ننگے بدن ایک لنگی صرف ان کے پاس ہے) جب حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اُن کو دیکھا تو اُن کے پاس بیٹھ گئے اور ارشاد فرمایا کہ تمام تعریفیں اللہ ہی کے لئے ہیں۔ جس نے میری اُمت میں ایسے لوگ پیدا فرمائے کہ خود مجھے ان کے پاس بیٹھنے کا حکم ہے۔

تشریح: ایک دوسری حدیث میں ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو تلاش فرمایا تو مسجد کے آخری حصہ میں بیٹھے ہوئے پایا کہ ذکر اللہ میں مشغول تھے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ تمام تعریفیں اللہ ہی کے لئے ہیں جس نے میری زندگی ہی میں ایسے لوگ پیدا فرمائے کہ مجھے ان کے پاس بیٹھنے کا حکم ہے۔ پھر فرمایا تم ہی لوگوں کیساتھ زندگی ہے اور تمہارے ہی کے ساتھ مرنا ہے یعنی مرنے جینے کے ساتھی اور رفیق تم ہی لوگ ہو۔ ایک حدیث میں آیا ہے کہ حضرت سلمان فارسیؓ وغیرہ حضرات صحابہ کرامؓ کی ایک جماعت ذکر اللہ میں مشغول تھی۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لائے تو یہ لوگ چپ ہو گئے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تم کیا کر رہے تھے۔ عرض کیا ذکرِ الٰہی میں مشغول تھے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ میں نے دیکھا کہ رحمتِ الٰہی تم لوگوں پر اُتر رہی ہے تو میرا دل بھی چاہا کہ آ کر تمہارے ساتھ شرکت کروں۔ پھر ارشاد فرمایا کہ الحمد اللہ اللہ جل شانہٗ نے میری اُمت میں ایسے لوگ پیدا کئے جن کے پاس بیٹھنے کا مجھے حکم ہوا۔

ذاکرین کے ساتھ مل بیٹھنے کے فوائد

ابراہیم نخعیؒ کہتے ہیں کہ اَلَّذِیْنَ یَدْعُوْنَ سے مراد ذاکرین کی جماعت ہے۔ ان ہی جیسے احکام سے صوفیہ نے استنباط کیا ہے کہ مشائخ کو بھی مریدین کے پاس بیٹھنا ضروری ہے کہ اس میں علاوہ فائدہ پہنچانے کے اختلاط سے شیخ کے نفس کے لیے بھی مجاہدۂ تامہ ہے کہ غیر مہذب لوگوں کی بدعنوانیوں کے تحمل اور برداشت سے نفس میں انقیاد پیدا ہوگا اُس کی قوت میں انکسار پیدا ہوگا۔ اس کے علاوہ قلوب کے اجتماع کو اللہ جل جلالہٗ کی رحمت اور رافت کے متوجہ کرنے میں خاص دخل ہے اسی وجہ سے جماعت کی نماز مشروع ہوئی اور یہی بڑی وجہ ہے کہ عرفات کے میدان میں سب حجاج بیک حال ایک میدان میں اللہ کی طرف متوجہ کئے جاتے

ہیں جیسا کہ ہمارے حضرت شاہ ولی اللہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے حجۃ اللہ البالغہ میں متعدد جگہ اس مضمون کو اہتمام سے ارشاد فرمایا ہے۔ یہ سب اس جماعت کے بارے میں ہے جو اللہ کا ذکر کرنے والی ہو کہ احادیث میں کثرت سے اس کی ترغیب آئی ہے۔

غافلین کی جماعت میں ذکر کرنے والا

اس کے بالمقابل اگر کوئی شخص غافلین کی جماعت میں پھنس جائے اور اس وقت اللہ کے ذکر میں مشغول ہو تو اس کے بارے میں بھی احادیث میں کثرت سے فضائل آئے ہیں ایسے موقع پر آدمی کو اور بھی زیادہ اہتمام اور توجہ سے اللہ کی طرف مشغول رہنا چاہیے۔ تاکہ اُن کی نحوست سے محفوظ رہے۔ حدیث میں آیا ہے کہ غافلین کی جماعت میں اللہ کا ذکر کرنے والا ایسا ہے۔ جیسے کہ جہاد میں بھاگنے والوں کی جماعت میں سے کوئی شخص جم کر مقابلہ کرے۔ ایک حدیث میں آیا ہے کہ غافلین میں اللہ کا ذکر کرنے والا ایسا ہے جیسے بھاگنے والوں کی طرف سے کفارہ کا مقابلہ کرے۔ نیز وہ ایسا ہے جیسے اندھیرے گھر میں چراغ۔ نیز وہ ایسا ہے جیسے پت جھڑ والے درختوں میں کوئی شاداب سرسبز درخت ہو۔ ایسے شخص کو حق تعالیٰ شانہٗ اس کا جنت کا گھر پہلے ہی دکھا دیں گے اور ہر آدمی اور حیوان کی برابر اس کی مغفرت کی جاوے گی۔ یہ جب ہے کہ ان مجالس میں اللہ کے ذکر میں مشغول ہو ورنہ ایسی مجالس کی شرکت کی ممانعت آئی ہے۔ حدیث میں ہے کہ عشیرۃ یعنی یارانہ کی مجالس سے اپنے آپ کو بچاؤ۔ عزیزیؒ کہتے ہیں یعنی ایسی مجالس سے جن میں غیر اللہ کا ذکر کثرت سے ہوتا ہو۔ لغویات اور لہو ولعب میں مشغولی ہوتی ہو۔

ایک باندی کا واقعہ

ایک بزرگ کہتے ہیں کہ ایک مرتبہ بازار جارہا تھا۔ ایک حبشا باندی میرے ساتھ تھی۔ میں نے بازار میں ایک جگہ اس کو بٹھا دیا کہ میں واپسی میں اس کو لے لوں گا۔ وہ وہاں سے چلی آئی۔ جب میں نے واپسی پر اس کو وہاں نہ دیکھا تو مجھے غصہ آیا میں گھر میں واپس آیا تو وہ باندی آئی اور کہنے لگی میرے آقا خفگی میں جلدی نہ کریں۔ آپ مجھے ایسے لوگوں کے پاس چھوڑ گئے جو اللہ کے ذکر سے غافل تھے۔ مجھے یہ ڈر ہوا کہ ان پر کوئی عذاب نازل نہ ہو زمین میں دھنس نہ جائیں اور میں بھی ان کے ساتھ عذاب میں دھنس نہ جاؤں۔

دعا کیجئے: اے اللہ! ہمیں اپنے ذکر کی توفیق عطا فرمائیے۔ اے اللہ! ہمیں اپنی محبت نصیب فرمائیے اور مسنون اذکار و وظائف کو صبح و شام پڑھنے کی توفیق عطا فرمائیے۔ وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ

دانشمندی کا کام: حکیم الاسلام حضرت مولانا قاری محمد طیب صاحب رحمہ اللہ نے ارشاد فرمایا: ”آخرت کے بارے میں عام طور پر لوگوں نے یہ تصور باندھ رکھا ہے کہ آخرت کوئی الگ عالم ہے دنیا ترک کرو گے تب جا کے آخرت میں پہنچو گے یہ غلط ہے بلکہ ہماری آخرت اسی دنیا میں چھپی ہوئی ہے اسے نکالنا ہمارا کام ہے۔ یہی کھانے پینے کے اور سونے جاگنے کے افعال' انہی میں آخرت چھپی ہوئی ہے ان کے ذریعے سے اپنی آخرت نکالو دنیا میں رہ کر اس میں سے آخرت نکال لینا دانشمند کا کام ہے“۔

فرمایا: ”اسلام میں ترک دنیا کا یہ مطلب نہیں کہ دنیا کی نعمتوں کو چھوڑ دو' ہاں یہ ہے کہ اس میں مبالغہ مت کرو' غلو مت کرو' حد سے مت گزرو اعتدال کے ساتھ استعمال کرو۔ اس سے اپنا بھی کام چلاؤ اور اپنے بھائیوں اور اپنے عزیزوں کی خدمت کرو تمہاری آخرت بنے گی۔ یہ تو نیت اور افعال اختیار یہ پر ہے کہ مرضی خداوندی کی مطابق وہ افعال ہوں گے تو دنیا ہی میں آخرت بنے گی“۔ (جواہر حکمت)

صبح اور عصر کی نماز کے بعد ذکر کرنیکی فضیلت

عن ابی ھریرۃ رضی اللہ عنہ قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فیما یذکر عن ربہ تبارک وتعالیٰ اذکرنی بعد العصر وبعد الفجر ساعۃ اکفک فیما بینھما (اخرجہ احمد کذافی الدر)

ترجمہ: حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم جل جلالہٗ کا پاک ارشاد نقل فرماتے ہیں کہ تو صبح کی نماز کے بعد اور عصر کی نماز کے بعد تھوڑی دیر مجھے یاد کرلیا کر میں درمیانی حصہ میں تیری کفایت کروں گا (ایک حدیث میں آیا ہے کہ اللہ کا ذکر کیا کرو وہ تیری مطلب براری میں معین ہوگا)

تشریح: آخرت کیواسطے نہ سہی دنیا کیواسطے ہم لوگ کیسی کیسی کوشش کرڈالتے ہیں کیا بگڑ جائے اگر تھوڑی سی دیر صبح اور عصر کے بعد اللہ کا ذکر بھی کرلیا کریں کہ احادیث میں کثرت سے اُن دو وقتوں میں اللہ کے ذکر کے فضائل وارد ہوئے اور جب اللہ جل جلالہٗ کفایت کا وعدہ فرماتے ہیں پھر کسی دوسری چیز کی کیا ضرورت باقی ہے۔

ایک حدیث میں آیا ہے حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم ارشاد فرماتے ہیں کہ میں ایسی جماعت کے ساتھ بیٹھوں جو صبح کی نماز کے بعد آفتاب نکلنے تک اللہ کے ذکر میں مشغول ہو مجھے زیادہ پسند ہے اس سے کہ چار عرب غلام آزاد کروں۔ اسی طرح ایسی جماعت کے ساتھ بیٹھوں جو عصر کی نماز کے بعد سے غروب تک اللہ کے ذکر میں مشغول رہے یہ زیادہ پسند ہے چار غلام آزاد کرنے سے۔ اسی طرح عصر کی نماز کے بعد سے غروب تک ایک ایسی جماعت کیساتھ ذکر میں مشغول رہوں یہ مجھے دنیا اور دنیا کی تمام چیزوں سے زیادہ پسند ہے ان ہی وجوہ سے صبح کی نماز کے بعد اور عصر کی نماز کے بعد اوراد کا معمول ہے اور حضرات صوفیہ کے یہاں تو ان دونوں وقتوں کا خاص اہتمام ہے کہ صبح کی نماز کے بعد عموماً اشغال میں اہتمام فرماتے ہیں اور عصر کے بعد اوراد کا اہتمام کرتے ہیں بالخصوص فجر کے بعد فقہاء بھی اہتمام فرماتے ہیں۔ مدوّنہ میں امام مالکؒ سے نقل کیا گیا ہے کہ فجر کی نماز کے بعد طلوع آفتاب تک باتیں کرنا مکروہ ہیں اور حنفیہ میں سے صاحب درمختارؒ نے بھی اس وقت باتیں کرنا مکروہ لکھا ہے۔

صبح اور عصر کے بعد کا ذکر

ایک حدیث میں آیا ہے کہ جو شخص صبح کی نماز کے بعد اُسی ہیئت سے بیٹھے ہوئے بولنے سے قبل یہ دعا دس مرتبہ پڑھے۔ لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَحْدَهٗ لَا شَرِيْكَ لَهٗ لَهُ الْمُلْكُ وَلَهُ الْحَمْدُ يُحْيِي وَيُمِيْتُ وَهُوَ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرٌ (اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں وہ اپنی ذات اور صفات میں اکیلا ہے کوئی اس کا شریک نہیں سارا ملک دنیا اور آخرت کا اُسی کا ہے اور جتنی خوبیاں ہیں وہ اسی پاک ذات کے لئے ہیں وہی زندہ کرتا ہے وہی مارتا ہے اور وہ ہر چیز پر قادر ہے) تو اس کیلئے دس ١٠ نیکیاں لکھی جائیں دس ١٠ برائیاں معاف فرمائی جائیں اور جنت میں دس ١٠ درجہ بلند کئے جائیں اور تمام دن شیطان سے اور مکروہات سے محفوظ رہے۔ ایک حدیث میں آیا ہے جو صبح اور عصر کے بعد اَسْتَغْفِرُ اللّٰهَ الَّذِيْ لَا اِلٰهَ اِلَّا هُوَ الْحَيُّ الْقَيُّوْمُ وَاَتُوْبُ اِلَيْهِ (میں اُسی اللہ سے جو زندہ ہے ہمیشہ رہنے والا ہے اسکے سوا کوئی معبود نہیں ہے اپنے گناہوں کی مغفرت مانگتا ہوں اور اسی کی طرف رجوع کرتا ہوں توبہ کرتا ہوں) تین مرتبہ پڑھے۔ اس کے گناہ معاف ہوجاتے ہیں خواہ سمندر کی جھاگ کے برابر ہوں۔

وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ

اصل مقصد ذکر و علم ہے

عن ابی ھریرۃ رضی اللہ عنہ قال سمعت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یقول الدنیا ملعونۃ وملعون مافیھا الا ذکر اللہ وما والاہ وعالما ومتعلما. (رواہ الترمذی و ابن ماجہ)

ترجمہ: حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ دُنیا ملعُون ہے اور جو کچھ دُنیا میں ہے سب ملعُون (اللہ کی رحمت سے دُور ہے) مگر اللہ کا ذکر اور وہ چیز جو اسکے قریب ہو اور عالم اور طالب علم۔

تشریح: اس کے قریب ہونے سے مراد ذکر کے قریب ہونا بھی ہوسکتا ہے۔ اس صورت میں وہ چیزیں مراد ہوں گی جو اللہ کے ذکر میں معین و مددگار ہوں جن میں کھانا پینا بھی بقدر ضرورت داخل ہے اور زندگی کے اسباب ضرور یہ بھی اس میں داخل ہیں اور اس صورت میں اللہ کا ذکر ہر چیز کو جو عبادت کی قبیل سے ہو شامل ہے اور یہ بھی ہوسکتا ہے کہ اس کے قریب ہونے سے اللہ کا قرب مراد ہو تو اس صورت میں ساری عبادتیں اس میں داخل ہوں گی اور اللہ کے ذکر سے مخصوص ذکر مراد ہوگا اور دونوں صورتوں میں علم ان میں خود داخل ہوگیا تھا۔ پہلی صورت میں اس وجہ سے کہ علم ہی اللہ کے ذکر کے قریب لے جاتا ہے کہ "بے علم نتواں خدا را شناخت" (بغیر علم کے اللہ کو پہچان نہیں سکتا) اور دوسری صورت میں اس وجہ سے کہ علم سے بڑھ کر کون سی عبادت ہوگی لیکن اس کے باوجود پھر عالم اور طالب علم کو علیحدہ اہتمام کی وجہ سے فرمایا کہ علم بہت ہی بڑی دولت ہے۔

ایک حدیث میں آیا ہے کہ علم کا صرف اللہ کے لئے سیکھنا اللہ کے خوف کے حکم میں ہے اور اس کی طلب (یعنی تلاش کیلئے کہیں جانا) عبادت ہے اور اس کا یاد کرنا تسبیح ہے اور اس کی تحقیقات میں بحث کرنا جہاد ہے اور اس کا پڑھنا صدقہ ہے اور اس کا اہل پر خرچ کرنا اللہ کے یہاں قربت ہے۔ اس لئے کہ علم جائز ناجائز کے پہچاننے کیلئے علامت ہے اور جنت کے راستوں کا نشان ہے وحشت میں جی بہلانے والا ہے اور سفر کا ساتھی ہے (کہ کتاب کا دیکھنا دونوں کام دیتا ہے اسی طرح) تنہائی میں ایک محدث ہے خوشی اور رنج میں دلیل ہے دشمنوں پر ہتھیار ہے۔ دوستوں کیلئے حق تعالیٰ شانہٗ اس کی وجہ سے ایک جماعت (علماء) کو بلند مرتبہ کرتا ہے کہ وہ خیر کی طرف بلانے والے ہوتے ہیں اور ایسے امام ہوتے ہیں کہ ان کے نشانِ قدم پر چلا جائے اور ان کے افعال کا اتباع کیا جائے اُنکی رائے کی طرف رجوع کیا جائے۔ فرشتے اُن سے دوستی کرنے کی رغبت کرتے ہیں۔ اپنے پروں کو (برکت حاصل کرنے کیلئے یا محبت کے طور پر) ان پر مَلتے ہیں اور ہر تر اور خشک چیز دنیا کی اُن کے لئے اللہ سے مغفرت کی دعا کرتی ہے حتیٰ کہ سمندر کی مچھلیاں اور جنگل کے درندے اور چوپائے اور زہریلے جانور (سانپ وغیرہ) تک بھی دعائے مغفرت کرتے رہتے ہیں اور یہ سب اسلئے کہ علم دلوں کی روشنی ہے آنکھوں کا نُور ہے۔ علم کی وجہ سے بندہ اُمت کے بہترین افراد تک پہنچ جاتا ہے۔ دنیا اور آخرت کے بلند مرتبوں کو حاصل کرلیتا ہے اسکا مطالعہ روزوں کے برابر ہے اسکا یاد کرنا تہجد کے برابر ہے۔ اُسی سے رشتے جوڑے جاتے ہیں اور اسی سے حلال و حرام کی پہچان ہوتی ہے۔ وہ عمل کا امام ہے اور علم اس کا تابع ہے۔ سعید لوگوں کو اس کا الہام کیا جاتا ہے اور بدبخت اس سے محروم رہتے ہیں اس حدیث پر مجموعی طور سے بعض نے کلام کیا ہے لیکن جس قسم کے فضائل اس میں ذکر کئے گئے ہیں ان کی تائید دوسری روایات سے بھی ہوتی ہے نیز ان کے علاوہ اور بہت سے فضائل حدیث کی کتابوں میں بکثرت آئے ہیں۔ اس وجہ سے عالم اور طالب علم کو خاص طور سے حدیث بالا میں ذکر فرمایا ہے۔

وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ

سب سے افضل ذکر اور افضل دُعاء

عن جابر رضی اللہ عنہ عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم قال افضل الذکر لا الہ الا اللہ وافضل الدعاء الحمد للّٰہ (مشکوٰۃ المصابیح)

ترجمہ: حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ تمام اذکار میں افضل لا الہ الا اللہ ہے اور تمام دعاؤں میں افضل الحمدللہ ہے۔

تشریح: لا الہ الا اللہ کا افضل الذکر ہونا تو ظاہر ہے اور بہت سی احادیث میں کثرت سے واردؔ ہوا ہے۔ نیز سارے دین کا مدار ہی کلمہ توحید پر ہے تو پھر اس سے افضل ہونے میں کیا تردُّد ہے۔ اور الحمدللہ کو افضل دُعا اس لحاظ سے فرمایا ہے کہ کریم کی ثناء کا مطلب سوال ہی ہوتا ہے۔ عام مشاہدہ ہے کہ کسی رئیس 'امیر' نواب کی تعریف میں قصیدہ خوانی کا مطلب اس سے سوال ہی ہوتا ہے۔ حضرت ابن عباسؓ فرماتے ہیں کہ جو شخص لا الہ الا اللہ پڑھے اس کے بعد اس کو الحمد للہ بھی کہنا چاہیے اس لئے کہ قرآن پاک میں فَادْعُوْهُ مُخْلِصِيْنَ لَهُ الدِّيْنَ کے بعد اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ وارد ہے۔ ملاّ علی قاریؒ فرماتے ہیں اس میں ذرا بھی شک نہیں کہ تمام ذکروں میں افضل اور سب سے بڑھا ہوا ذکر کلمہ طیبہ ہے کہ یہی دین کی وہ بنیاد ہے جس پر سارے دین کی تعمیر ہے اور یہ وہ پاک کلمہ ہے کہ دین کی چکی اسی کے گرد گھومتی ہے۔ اسی وجہ سے صوفیہ اور عارفین اسی کلمہ کا اہتمام فرماتے ہیں اور سارے اذکار پر اس کو ترجیح دیتے ہیں اور اسی کی جتنی ممکن ہو کثرت کراتے ہیں کہ تجربہ سے اس میں جس قدر فوائد اور منافع معلوم ہوئے ہیں کسی دوسرے میں نہیں۔

سید علی بن میمون مغربیؒ کا واقعہ

چنانچہ سیّد علی بن میمونؒ مغربی کا قصّہ مشہور ہے کہ جب شیخ علوان حمویؒ جو ایک متبحر عالم اور مفتی اور مدرس تھے سیّد صاحب کی خدمت میں حاضر ہوئے اور سیّد صاحب کی اُن پر خصوصی توجہ ہوئی تو اُن کو سارے مشاغل درس تدریس فتویٰ وغیرہ سے روک دیا اور سارا وقت ذکر میں مشغول کر دیا۔ عوام کا تو کام ہی اعتراض اور گالیاں دینا ہے۔ لوگوں نے بڑا شور مچایا کہ شیخ کے منافع سے دنیا کو محروم کر دیا اور شیخ کو ضائع کر دیا وغیرہ وغیرہ۔ کچھ دنوں بعد سیّد صاحب کو معلوم ہوا کہ شیخ کسی وقت کلام اللہ کی تلاوت کرتے ہیں' سیّد صاحب نے اس کو بھی منع کر دیا تو پھر تو پوچھنا ہی کیا' سیّد صاحبؒ پر زندیقی اور بددینی کا الزام لگنے لگا۔ لیکن چند ہی روز بعد شیخ پر ذکر کا اثر ہو گیا اور دل رنگ گیا تو سیّد صاحبؒ نے فرمایا کہ اب تلاوت شروع کر دو۔ کلامِ پاک جو کھولا تو ہر ہر لفظ پر وہ وہ علوم و معارف کھلے کہ پوچھنا ہی کیا ہے۔ سیّد صاحب نے فرمایا کہ میں نے خدانخواستہ تلاوت کو منع نہیں کیا تھا بلکہ اس چیز کو پیدا کرنا چاہتا تھا۔

دنیا کا وجود اسی کلمہ سے قائم ہے

چونکہ یہ پاک کلمہ دین کی اصل ہے ایمان کی جڑ ہے اس لئے جتنی بھی اس کی کثرت کی جائے گی اتنی ہی ایمان کی جڑ مضبوط ہوگی ایمان کا مدار اسی کلمہ پر ہے بلکہ دنیا کے وجود کا مدار اسی کلمہ پر ہے۔ چنانچہ صحیح حدیث میں وارد ہے کہ قیامت اس وقت تک نہیں ہوسکتی جب تک لا الہ الا اللہ کہنے والا کوئی

زمین پر ہو۔ دوسری حدیثوں میں آیا ہے کہ جب تک کوئی بھی اللہ اللہ کہنے والا روئے زمین پر ہو قیامت نہیں ہوگی۔

کلمہ طیبہ سے بڑھ کر کوئی وظیفہ نہیں ہے

حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ ایک مرتبہ حضرت موسیٰ علیٰ نبینا وعلیہ الصلوٰۃ والسلام نے اللہ جل جلالہٗ کی پاک بارگاہ میں عرض کیا، کہ مجھے کوئی وردِ تعلیم فرمادیجئے جس سے آپ کو یاد کیا کروں اور آپ کو پکارا کروں۔ ارشاد خداوندی ہوا کہ لا الہ الا اللہ کہا کرو۔ انہوں نے عرض کیا اے پروردگار یہ تو ساری ہی دنیا کہتی ہے۔ ارشاد ہوا کہ لا الہ الا اللہ کہا کرو۔ عرض کیا میرے رب میں تو کوئی ایسی مخصوص چیز مانگتا ہوں جو مجھی کو عطا ہو ارشاد ہوا کہ

اگر ساتوں آسمان اور ساتوں زمینیں ایک پلڑے میں رکھ دی جائیں اور دوسری طرف لا الہ الا اللہ کو رکھ دیا جائے۔ تو لا الہ الا اللہ والا پلڑا جھک جائے گا۔

فائدہ: اللہ جل جلالہ عم نوالہ کی عادت شریفہ یہی ہے کہ جو چیز جس قدر ضرورت کی ہوتی ہے اُتنی ہی عام عطا کی جاتی ہے۔ ضروریات دنیویہ ہی میں دیکھ لیا جائے کہ سانس، پانی ہوا کیسی عام ضرورت کی چیزیں ہیں، اللہ جل شانہٗ نے ان کو کس قدر عام فرما رکھا ہے۔ البتہ یہ ضروری چیز ہے کہ اللہ کے یہاں وزن اخلاص کا ہے جس قدر اخلاص سے کوئی کام کیا جائے گا اتنا ہی وزنی ہوگا اور جسقدر اخلاص کی کمی اور بے دلی سے کیا جائیگا اتنا ہی ہلکا ہوگا۔ اخلاص پیدا کرنے کے لئے بھی جس قدر مفید اس کلمہ کی کثرت ہے اتنی کوئی دوسری چیز نہیں کہ اس کلمہ کا نام ہی جلاء القلوب (دلوں کی صفائی) ہے۔ اسی وجہ سے حضرات صوفیہ اس کا ورد کثرت سے بتاتے ہیں اور سینکڑوں نہیں بلکہ ہزاروں کی مقدار میں روزانہ کا معمول تجویز کرتے ہیں۔

ملاّ علی قاریؒ نے لکھا ہے کہ ایک مرید نے اپنے شیخ سے عرض کیا تھا کہ میں ذکر کرتا ہوں مگر دل غافل رہتا ہے انہوں نے فرمایا کہ ذکر برابر کرتے رہو اور اس پر اللہ کا شکر کرتے رہو کہ اس نے ایک عضو یعنی زبان کو اپنی یاد کی توفیق عطا فرمائی اور اللہ سے دل کی توجہ کے لئے دُعا کرتے رہو۔ اس قسم کا واقعہ احیاء العلوم میں بھی ابوعثمان مغربیؒ کے متعلق نقل کیا گیا کہ ان سے کسی مرید نے شکایت کی تھی جس پر انہوں نے یہ جواب دیا تھا۔ درحقیقت بہترین نسخہ ہے۔ حق تعالیٰ شانہٗ کا کلام پاک میں ارشاد ہے کہ اگر تم شکر کرو گے تو میں اضافہ کروں گا۔ ایک حدیث میں وارد ہے کہ اللہ کا ذکر اس کی بڑی نعمت ہے اس کا شکر ادا کیا کرو کہ اللہ نے ذکر کی توفیق عطا فرمائی۔

دعا کیجئے

اے اللہ! ہمیں ایسا بنا دیجئے کہ ہم سب سے زیادہ آپ کا ذکر کرنے والے سب سے زیادہ آپ کو فرمانبرداری کرنے والے اور سب سے زیادہ آپ سے محبت کرنے والے بن جائیں۔ اے اللہ! ہمیں ایسا بنا دیجئے کہ ہم اپنے سارے دل کیساتھ آپ سے محبت کریں اور آپ کو راضی کرنے میں اپنی ساری کوششیں صرف کر دیں۔ اے اللہ! ہم آپ سے دین و دنیا اور اہل وعیال میں معافی اور اچھے انجام کا سوال کرتے ہیں۔ اے اللہ! ہمیں بخش دیجئے اور ہمارے گھروں میں وسعت اور رزق میں برکت عطا فرما دیجئے۔ وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی شفاعت کا سب سے زیادہ مستحق

عن ابی هريرة رضی الله عنه قال قلت يا رسول الله من اسعد الناس بشفاعتک يوم القيمة قال رسول الله صلی الله عليه وسلم لقد ظننت يا اباهريرة ان لا يسئلنی عن هذا الحديث احد اوّل منک لما رأيت من حرصک علی الحديث اسعد الناس بشفاعتی يوم القيمة من قال لا اله الا الله خالصا من قلبه اونفسه. (رواه البخاری)

ترجمہ: حضرت ابوہریرہؓ نے ایک مرتبہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم سے دریافت کیا کہ آپ کی شفاعت کا سب سے زیادہ نفع اُٹھانے والا قیامت کے دن کون شخص ہوگا۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ مجھے احادیث پر تمہاری حرص دیکھ کر یہی گمان تھا کہ اس بات کو تم سے پہلے کوئی دوسرا شخص نہ پوچھے گا (پھر حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے سوال کا جواب ارشاد فرمایا) کہ سب سے زیادہ سعادت منداور نفع اٹھانے والا میری شفاعت کے ساتھ وہ شخص ہوگا جو دل کے خلوص کے ساتھ لا الہ الا اللہ کہے۔

تشریح: سعادت کہتے ہیں کہ آدمی کو خیر کی طرف پہنچانے کے لئے توفیق الٰہی کے شاملِ حال ہونے کو اب اخلاص سے کلمہ طیبہ پڑھنے والے کا سب سے زیادہ مستحقِ شفاعت ہونیکے دو مطلب ہوسکتے ہیں۔ ایک تو یہ کہ اس حدیث سے وہ شخص مراد ہے جو اخلاص سے مسلمان ہو اور کوئی نیک عمل بجز کلمہ طیبہ پڑھنے کے اس کے پاس نہ ہو' اس صورت میں ظاہر ہے کہ سب سے زیادہ سعادت اس کو شفاعت ہی سے حاصل ہوسکتی ہے کہ اپنے پاس تو کوئی عمل نہیں ہے۔ اس مطلب کے موافق یہ حدیث ان احادیث کے قریب قریب ہوگی جن میں ارشاد ہے کہ میری شفاعت میری اُمت کے کبیرہ گناہ والوں کے لئے ہے کہ وہ اپنے اعمال کی وجہ سے جہنم میں ڈالے جائیں گے لیکن کلمہ طیبہ کی برکت سے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی شفاعت اُن کو نصیب ہوگی۔ دوسرا مطلب یہ ہے کہ اس کے مصداق وہ لوگ ہیں جو اخلاص سے اس کلمہ کا ورد رکھیں اور نیک اعمال ہوں۔ ان کے سب سے زیادہ سعادت مند ہونے کا مطلب یہ ہے کہ زیادہ نفع حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی شفاعت سے ان کو پہنچے گا کہ ترقی درجات کا سبب بنے گی۔ علامہ عینیؒ نے لکھا ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی شفاعت قیامت کے دن چھ طریقہ سے ہوگی۔ اوّل میدانِ حشر کی قید سے خلاصی کی ہوگی کہ حشر میں ساری مخلوق طرح طرح کے مصائب میں مبتلا پریشان حال یہ کہتی ہوئی ہوگی کہ ہم کو جہنم ہی میں ڈال دیا جائے مگر ان مصائب سے تو خلاصی ہو۔ اس وقت جلیل القدر انبیاء کی خدمت میں یکے بعد دیگرے حاضری ہوگی کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم ہی اللہ کے یہاں سفارش فرمائیں مگر کسی کو جرأت نہ ہوگی کہ سفارش فرماسکیں بالآخر حضور صلی اللہ علیہ وسلم شفاعت فرمائیں گے۔ یہ شفاعت تمام عالم تمام مخلوق جن وانس' مسلم کافر سب کے حق میں ہوگی اور سب ہی اس سے منتفع ہوں گے احادیث قیامت میں اس کا مفصّل قصہ مذکور ہے۔ دوسری شفاعت بعض کفّار کے حق میں تخفیفِ عذاب کی ہوگی۔ جیسا ابوطالب کے بارہ میں صحیح حدیث میں وارد ہوا ہے۔ تیسری شفاعت بعض مؤمنوں کو جہنم سے نکالنے کے بارہ میں ہوگی جو اس میں داخل ہوچکے ہیں۔ چوتھی شفاعت بعض مؤمن جو اپنی بداعمالیوں کی وجہ سے جہنم میں داخل ہونے کے مستحق ہوچکے ہیں ان کی جہنم سے معافی اور جہنم میں نہ داخل ہونے کے بارے میں ہوگی۔ پانچویں شفاعت بعض مومنین کے بغیر حساب کتاب جنت میں داخل ہونے میں ہوگی۔ اور چھٹی شفاعت مومنین کے درجات بلند ہونے میں ہوگی۔

وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ

4

کلمہ اخلاص کی برکت اور علامت

عن زیدبن ارقم رضی اللہ عنہ قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم من قال لا الہ الا اللہ مخلصا دخل الجنۃ قیل وما اخلاصھا قال ان تحجزہ عن محارم اللہ (رواہ الطبرانی فی الاوسط والکبیر)

ترجمہ: حضرت زیدؓ بن ارقم حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے نقل کرتے ہیں جو شخص اخلاص کے ساتھ لا الہ الا اللہ کہے وہ جنت میں داخل ہوگا کسی نے پوچھا کہ کلمہ کے اخلاص (کی علامت) کیا ہے آپ نے فرمایا کہ حرام کاموں سے اس کو روک دے۔

تشریح: اور یہ ظاہر ہے کہ جب حرام کاموں سے رُک جائے گا اور **لا الہ الا اللہ** کا قائل ہوگا تو اسکے سیدھا جنت میں جانے میں کیا تردّد ہے لیکن اگر حرام کاموں سے نہ بھی رُکے تب بھی اس کلمہ پاک کی یہ برکت تو بلا تردّد ہے کہ اپنی بداعمالیوں کی سزا بھگتنے کے بعد کسی نہ کسی وقت جنت میں ضرور داخل ہوگا البتہ اگر خدانخواستہ بداعمالیوں کی بدولت اسلام وایمان ہی سے محروم ہوجائے تو دوسری بات ہے۔

حضرت فقیہ ابواللّیث سمرقندیؒ ''تنبیہ الغافلین'' میں لکھتے ہیں ہر شخص کے لئے ضروری ہے کہ کثرت سے **لا الہ الا اللہ** پڑھتا رہا کرے اور حق تعالیٰ شانہٗ سے ایمان کے باقی رہنے کی دعا بھی کرتا رہے اور اپنے کو گناہوں سے بچاتا رہے اس لئے کہ بہت سے لوگ ایسے ہیں کہ گناہوں کی نحوست سے آخر میں ان کا ایمان سلب ہوجاتا ہے۔ اور دنیا سے کفر کی حالت میں جاتے ہیں اس سے بڑھ کر اور کیا مصیبت ہوگی کہ ایک شخص کا نام ساری عمر مسلمانوں کی فہرست میں رہا ہو مگر قیامت میں وہ کافروں کی فہرست میں ہو یہ حقیقی حسرت اور کمال حسرت ہے۔ اس شخص پر افسوس نہیں ہوتا جو گرجا یا بُت خانہ میں ہمیشہ رہا ہو اور وہ کافروں کی فہرست میں آخر میں شمار کیا جائے۔ افسوس ہے اس پر جو مسجد میں رہا ہو اور کافروں میں شمار ہوجائے اور یہ بات گناہوں کی کثرت سے اور تنہائیوں میں حرام کاموں میں مبتلا ہونے سے پیدا ہوتی ہے۔ بہت سے لوگ ایسے ہوتے ہیں جن کے پاس دوسروں کا مال ہوتا ہے اور وہ یہ سمجھتے ہیں کہ یہ دوسروں کا ہے مگر دل کو سمجھاتے ہیں کہ میں کسی وقت اس کو واپس کردونگا اور صاحبِ حق سے معاف کرالونگا مگر اس کی نوبت نہیں آتی اور موت اس سے قبل آجاتی ہے۔ بہت سے لوگ ہیں کہ بیوی کو طلاق ہوجاتی ہے اور وہ اس کو سمجھتے ہیں مگر پھر بھی اس سے ہمبستری کرتے ہیں اور اسی حالت میں موت آجاتی ہے کہ توبہ کی بھی توفیق نہیں ہوتی ہے۔ ایسے ہی حالات میں آخر میں ایمان سلب ہوجاتا ہے **اللھم احفظنا منہ**۔

ایک نوجوان کا واقعہ

حدیث کی کتابوں میں ایک قصہ لکھا ہے کہ حضورؐ کے زمانہ میں ایک نوجوان کا انتقال ہونے لگا۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کیا گیا کہ اس سے کلمہ نہیں پڑھا جاتا۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لے گئے اور اس سے دریافت فرمایا کیا بات ہے۔ عرض کیا کہ یارسول اللہ ایک قفل سا دل پر لگا ہوا ہے تحقیق حالات سے معلوم ہوا کہ اس کی ماں اس سے ناراض ہے اور اس نے ماں کو ستایا ہے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ماں کو بُلایا اور

دریافت فرمایا کہ اگر کوئی شخص بہت سی آگ جلا کر اس تمہارے لڑکے کو اسمیں ڈالنے لگے تو تم سفارش کروگی اس نے عرض کیا ہاں حضورؐ کروں گی تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ ایسا ہے۔ تو اس کا قصور معاف کردے۔ انہوں نے سب معاف کردیا۔ پھر اس سے کلمہ پڑھنے کو کہا گیا تو فوراً پڑھ لیا۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اللہ کا شکر ادا کیا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی وجہ سے انہوں نے آگ سے نجات پائی اس قسم کے سینکڑوں واقعات پیش آتے ہیں کہ ہم لوگ ایسے گناہوں میں مبتلا رہتے ہیں جن کی نحوست دین اور دنیا دونوں میں نقصان پہنچاتی ہے۔

لا الہ الا اللہ کو خلط ملط کرنا

صاحب احیاء نے لکھا ہے کہ ایک مرتبہ حضورؐ نے خطبہ پڑھا۔ جس میں ارشاد فرمایا کہ جو شخص لا الہ الا اللہ کو اس طرح سے کہے کہ خلط ملط نہ ہو تو اس کے لئے جنت واجب ہو جاتی ہے۔ حضرت علیؓ نے عرض کیا کہ حضورؐ اسکو واضح فرمادیں خلط ملط کا کیا مطلب ہے۔ ارشاد فرمایا کہ دنیا کی محبت اور اسکی طلب میں لگ جانا۔ بہت سے لوگ ایسے ہیں کہ انبیاء کی سی باتیں کرتے ہیں اور متکبر اور جابر لوگوں کے سے عمل کرتے ہیں اگر کوئی اس کلمہ کو اس طرح کہے کہ یہ کام نہ کرتا ہو تو جنت اس کے لئے واجب ہے۔

دعا کیجئے

اے اللہ! ہمیں اپنے ذکر کی توفیق عطا فرمائیے۔

اے اللہ! ہمیں اپنے حقیقی ذکر یعنی ہمہ وقت آپ کے احکامات کو پیش نظر رکھتے ہوئے زندگی بسر کرنے کی توفیق عطا فرمائیے۔

اے اللہ! ہمیں اپنی محبت نصیب فرمائیے اور مسنون اذکار و وظائف کو صبح وشام پڑھنے کی توفیق عطا فرمائیے۔

اے اللہ! ہمیں ایسا بنا دیجئے کہ ہم سب سے زیادہ آپ کا ذکر کرنے والے سب سے زیادہ آپ کو فرمانبرداری کرنے والے اور سب سے زیادہ آپ سے محبت کرنے والے بن جائیں۔

اے اللہ! ہمیں ایسا بنا دیجئے کہ ہم اپنے سارے دل کیساتھ آپ سے محبت کریں اور آپ کو راضی کرنے میں اپنی ساری کوششیں صرف کردیں۔

اے اللہ! ہم آپ سے دین و دنیا اور اہل وعیال میں معافی اور اچھے انجام کا سوال کرتے ہیں۔

اے اللہ! ہمیں بخش دیجئے اور ہمارے گھروں میں وسعت اور رزق میں برکت عطا فرما دیجئے۔

وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ

کلمہ اخلاص کی برکت اور علامت

عن زیدبن ارقم رضی اللہ عنہ قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم من قال لا الہ الا اللہ مخلصا دخل الجنۃ قیل وما اخلاصہا قال ان تحجزہ عن محارم اللہ (رواہ الطبرانی فی الاوسط والکبیر)

ترجمہ: حضرت زیدؓ بن ارقم حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے نقل کرتے ہیں جو شخص اخلاص کے ساتھ لا الہ الا اللہ کہے وہ جنت میں داخل ہوگا کسی نے پوچھا کہ کلمہ کے اخلاص (کی علامت) کیا ہے آپ نے فرمایا کہ حرام کاموں سے اس کو روک دے۔

کلمہ لا الہ الا اللہ سیدھا عرش تک پہنچتا ہے

حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ کوئی بندہ ایسا نہیں کہ لا الہ الا اللہ کہے اور اس کے لئے آسمانوں کے دروازے نہ کھل جائیں جہاں تک کہ یہ کلمہ سیدھا عرش تک پہنچتا ہے بشرطیکہ کبیرہ گناہوں سے بچتا رہے۔

کتنی بڑی فضیلت ہے اور قبولیت کی انتہا ہے کہ یہ کلمہ براہِ راست عرش معلّٰی تک پہنچتا ہے اور یہ ابھی معلوم ہو چکا ہے کہ اگر کبیرہ گناہوں کے ساتھ بھی کہا جائے تو نفع سے اس وقت بھی خالی نہیں۔

ملا علی قاریؒ فرماتے ہیں کہ کبائر سے بچنے کی شرط قبول کی جلدی اور آسمان کے سب دروازے کھلنے کے اعتبار سے ہے ورنہ ثواب اور قبول سے کبائر کیساتھ بھی خالی نہیں۔ بعض علماء نے اس حدیث کا یہ مطلب بیان فرمایا ہے کہ ایسے شخص کے واسطے مرنے کے بعد اُس کی رُوح کے اعزاز میں آسمان کے سب دروازے کھُل جائیں گے۔ ایک حدیث میں آیا ہے دو کلمے ایسے ہیں کہ اُن میں سے ایک کے لئے عرش سے نیچے کوئی منتہا نہیں۔ دوسرا آسمان اور زمین کو (اپنے نور یا اپنے اجر سے) بھر دے۔ ایک لا الہ الا اللہ دوسرا اللہ اکبر۔

کلمہ لا الہ الا اللہ پر جنت و مغفرت کی بشارت

حضرت شدادؓ فرماتے ہیں اور حضرت عبادہؓ اس واقعہ کی تصدیق کرتے ہیں کہ ایک مرتبہ ہم لوگ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر تھے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے دریافت فرمایا۔ کوئی اجنبی (غیر مسلم) تو مجمع میں نہیں۔ ہم نے عرض کیا کوئی نہیں ارشاد فرمایا کواڑ بند کردو۔ اس کے بعد ارشاد فرمایا ہاتھ اٹھاؤ اور کہو لا الہ الا اللہ ہم نے تھوڑی دیر ہاتھ اٹھائے رکھے (اور کلمہ طیبہ پڑھا) پھر فرمایا الحمد للہ اے اللہ تُو نے مجھے یہ کلمہ دے کر بھیجا ہے اور اس کلمہ پر جنت کا وعدہ کیا ہے اور تُو وعدہ خلاف نہیں ہے اس کے بعد حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ہم سے فرمایا کہ خوش ہو جاؤ اللہ نے تمہاری مغفرت فرما دی۔

غالبًا اجنبی کو اس لئے دریافت فرمایا تھا اور اسی لئے کواڑ بند کرائے تھے کہ ان لوگوں کے کلمہ طیبہ پڑھنے پر تو حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کو مغفرت کی بشارت کی امید ہوگی اوروں کے متعلق یہ اُمید نہ ہو۔ صوفیہ نے اس حدیث سے مشائخ کا اپنے مرید بن کی جماعت کو ذکر تلقین کرنے پر استدلال کیا ہے۔ چنانچہ جامع الاصول میں لکھا ہے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا صحابہؓ کو جماعۃً اور منفرداً ذکر تلقین کرنا ثابت ہے۔ جماعت کو تلقین کرنے میں اس حدیث کو پیش کیا ہے۔ اس صورت میں کواڑوں کا بند کرنا مُستفیدین کی توجہ کے تام کرنے کی غرض سے ہوا اور اسی وجہ سے اجنبی کو دریافت فرمایا کہ غیر کا مجمع میں ہونا حضورؐ پر تشتت کا

سبب اگر چہ نہ ہو لیکن مستفیدین کے تشتت کا احتمال تو تھا ہی

ایمان کی تجدید

حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے کہ اپنے ایمان کی تجدید کرتے رہا کرو یعنی تازہ کرتے رہا کرو۔ صحابہؓ نے عرض کیا یا رسول اللہ ایمان کی تجدید کس طرح کریں؟ ارشاد فرمایا کہ لا الہ الا اللہ کو کثرت سے پڑھتے رہا کرو۔

ایمان کے پرانا ہونے کا مطلب

ایک روایت میں حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد وارد ہوا ہے کہ ایمان پُرانا ہو جاتا ہے۔ جیسا کہ کپڑا پُرانا ہو جاتا ہے اسلئے اللہ جل شانہٗ سے ایمان کی تجدید مانگتے رہا کرو۔ پُرانے ہو جانیکا مطلب یہ ہے کہ معاصی سے قوتِ ایمانیہ اور نورِ ایمان جاتا رہتا ہے چنانچہ ایک حدیث میں آیا ہے کہ جب بندہ کوئی گناہ کرتا ہے تو ایک سیاہ نشان (دھبّہ) اس کے دل میں ہو جاتا ہے اگر وہ سچی توبہ کر لیتا ہے تو وہ نشان ڈھل جاتا ہے ورنہ جما رہتا ہے اور پھر جب دوسرا گناہ کرتا ہے تو دوسرا نشان ہو جاتا ہے اسی طرح سے آخر دل بالکل کالا ہو جاتا ہے اور زنگ آلود ہو جاتا ہے جس کو حق تعالیٰ شانہٗ نے سورہ تطفیف میں ارشاد فرمایا ہے كَلَّا بَلْ رَانَ عَلٰى قُلُوْبِهِمْ مَّا كَانُوْا يَكْسِبُوْنَ اس کے بعد اس کے دل کی حالت ایسی ہو جاتی ہے کہ حق بات اسمیں اثر اور سرایت ہی نہیں کرتی۔ ایک حدیث میں آیا ہے کہ چار چیزیں آدمی کے دل کو برباد کر دیتی ہیں۔ ۱۔ احمقوں سے مقابلہ ۲۔ گناہوں کی کثرت ۳۔ عورتوں کے ساتھ کثرتِ اختلاط اور ۴۔ مردہ لوگوں کے پاس کثرت سے بیٹھنا۔ کسی نے پوچھا مردوں سے کیا مراد ہے فرمایا ہر وہ مالدار جس کے اندر مال نے اکڑ پیدا کر دی ہو۔

موت سے پہلے لا الہ الا اللہ کا کثرت سے اقرار کرلو

حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ لا الہ الا اللہ کا اقرار کثرت سے کرتے رہا کرو۔ قبل اس کے کہ ایسا وقت آئے کہ تم اس کلمہ کو نہ کہہ سکو۔

یعنی موت حائل ہو جائے کہ اس کے بعد کسی عمل کا بھی وقت نہیں رہتا۔ زندگی کا زمانہ بہت ہی تھوڑا سا ہے اور یہ ہی عمل کرنے کا اور تخم بولینے کا وقت ہے اور مرنے کے بعد کا زمانہ بہت ہی وسیع ہے اور وہاں وہی مل سکتا ہے جو یہاں بو دیا گیا۔

دعا کیجئے

اے اللہ! ہمیں اپنے ذکر کی توفیق عطا فرمائیے۔

اے اللہ! ہمیں ایسا بنا دیجئے کہ ہم اپنے سارے دل کیساتھ آپ سے محبت کریں اور آپ کو راضی کرنے میں اپنی ساری کوششیں صرف کر دیں۔

اے اللہ! ہم آپ سے دین و دنیا اور اہل وعیال میں معافی اور اچھے انجام کا سوال کرتے ہیں۔

اے اللہ! ہمیں بخش دیجئے اور ہمارے گھروں میں وسعت اور رزق میں برکت عطا فرما دیجئے۔

وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ

جو دل سے لا الہ الا اللہ پڑھے اس پر جہنم حرام ہو جاتی ہے

عن عمرو رضی اللہ عنہ قال سمعت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یقول انی لا علم کلمۃ لا یقولھا عبد حقا من قلبہ فیموت علی ذلک الا حرم علی النار لا الہ الا اللہ. (رواہ الحاکم)

ترجمہ: حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ میں ایک ایسا کلمہ جانتا ہوں کہ کوئی بندہ ایسا نہیں ہے کہ دل سے حق سمجھ کر اس کو پڑھے اور اسی حال میں مرجائے مگر وہ جہنم پر حرام ہو جائے وہ کلمہ لا الہ الا اللہ ہے۔

تشریح: بہت سی روایات میں یہ مضمون وارد ہوا ہے ان سب سے اگر یہ مراد ہے کہ وہ مسلمان ہی اس وقت ہوا ہے تب تو کوئی اشکال ہی نہیں کہ اسلام لانے کے بعد کفر کے گناہ بالاتفاق معاف ہیں اور اگر یہ مراد ہے کہ پہلے سے مسلمان تھا اور اخلاص کے ساتھ اس کلمہ کو کہہ کر مرا ہے تب بھی کیا بعید ہے کہ حق تعالیٰ شانہٗ اپنے لطف سے سارے ہی گناہ معاف فرمادیں۔ حق تعالیٰ شانہٗ کا تو خود ہی ارشاد ہے کہ شرک کے علاوہ سارے ہی گناہ جس کے چاہیں گے معاف فرمادیں گے۔ ملّا علی قاریؒ نے بعض علماء سے یہ بھی نقل کیا ہے کہ یہ اور اس قسم کی احادیث اس کے اعتبار سے ہیں جب تک دوسرے احکام نازل نہیں ہوئے تھے۔ بعض علماء نے فرمایا ہے کہ اس سے مراد اس کلمہ کو اس کے حق کی ادائیگی کے ساتھ کہنا۔ حضرت بصری وغیرہ حضرات کی بھی یہی رائے ہے۔ امام بخاری کی تحقیق یہ ہے کہ ندامت کے ساتھ اس کلمہ کو کہا ہو کہ یہی حقیقت توبہ کی ہے اور پھر اسی حال پر انتقال ہوا ہو۔ ملاعلی قاریؒ کی تحقیق یہ ہے کہ اس سے ہمیشہ جہنم میں رہنے کی حرمت مراد ہے۔ ان سب کے علاوہ ایک کھلی ہوئی بات اور بھی ہے وہ یہ کہ کسی چیز کا کوئی خاص اثر ہونا اس کے منافی نہیں کہ کسی عارض کیوجہ سے وہ اثر نہ کرسکے۔ سقمونیا کا اثر اسہال ہے لیکن اگر اس کے بعد کوئی سخت قابض چیز کھالی جائے تو یقیناً سقمونیا کا اثر نہ ہوگا لیکن اس کا مطلب یہ نہیں کہ اس دوا کا وہ اثر نہیں رہا بلکہ اس عارض کی وجہ سے اس شخص پر اثر نہ ہوسکا۔

جنت کی چابی

حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ لا الہ الا اللہ کا اقرار کرنا جنت کی کنجیاں ہیں۔

فائدہ: کنجیاں اس لحاظ سے فرمایا کہ ہر دروازہ کی اور ہر جنت کی کنجی یہ ہی کلمہ ہے اسلئے ساری کنجیاں یہی کلمہ ہوا' یا اس لحاظ سے کہ یہ کلمہ بھی دو جزو لئے ہوئے ہے ایک لا الہ الا اللہ کا اقرار دوسرے محمد رسول اللہ کا اقرار' اس لئے دو ہوگئے کہ دونوں کے مجموعہ سے کھل سکتا ہے اور بھی ان روایات میں جہاں جہاں جنت کے دخول یا جہنم کے حرام ہونے کا ذکر ہے اُس سے مراد پورا ہی کلمہ ہے۔ ایک حدیث میں وارد ہے کہ جنت کی قیمت لا الہ الا اللہ ہے۔

برائیوں کو نیکیوں میں بدلنے والا کلمہ

حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ جو بھی بندہ کسی وقت بھی دن میں یا رات میں لا الہ الا اللہ کہتا ہے تو اعمال نامہ میں سے برائیاں مٹ جاتی ہیں' اور ان کی جگہ نیکیاں لکھی جاتی ہیں۔

فائدہ: ہر معنی کے اعتبار سے گناہوں کا اس حدیث میں اعمال نامہ سے مٹانا تو معلوم ہوتا ہی ہے البتہ اخلاص ہونا ضروری ہے اور کثرت سے اللہ کا پاک نام لینا اور کلمہ طیبہ کا کثرت سے پڑھنا خود بھی اخلاص پیدا کرنیوالا ہے اسی لئے اس پاک کلمہ کا نام اخلاص ہے۔

کلمہ طیبہ پڑھنے والے کی مغفرت

حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ عرش کے سامنے نور کا ستون ہے جب کوئی شخص لا الہ الا اللہ کہتا ہے تو وہ ستون ہلنے لگتا ہے۔ اللہ کا ارشاد ہوتا ہے کہ ٹھیر جا۔ وہ عرض کرتا ہے۔ کیسے ٹھہروں حالانکہ کلمہ طیبہ پڑھنے والے کی ابھی تک مغفرت نہیں ہوئی ارشاد ہوتا ہے کہ اچھا میں نے اس کی مغفرت کردی تو وہ ستون ٹھہر جاتا ہے۔

فائدہ: محدثین حضراتؒ کو اس روایت میں کلام ہے لیکن علامہ سیوطیؒ نے لکھا ہے کہ یہ روایت کئی طریقوں سے مختلف الفاظ سے نقل کی گئی ہے بعض روایتوں میں اس کے ساتھ اللہ جل شانہٗ کا یہ بھی ارشاد وارد ہوا ہے کہ میں نے کلمہ طیبہ اس شخص کی زبان پر اسی لئے جاری کرادیا تھا کہ اس کی مغفرت کروں۔ کس قدر لطف وکرم ہے اللہ کا کہ خود ہی توفیق عطا فرماتے ہیں اور پھر خود ہی اُس لطف کی تکمیل میں مغفرت فرماتے ہیں۔

ایک باندی کا واقعہ: حضرت عطاؒ کا قصہ مشہور ہے کہ وہ ایک مرتبہ بازار تشریف لے گئے۔ وہاں ایک دیوانی باندی فروخت ہورہی تھی اُنہوں نے خرید لی۔ جب رات کا کچھ حصہ گذرا تو وہ دیوانی اٹھی اور وضو کر کے نماز شروع کردی اور نماز میں اس کی حالت یہ تھی کہ آنسوؤں سے دم گھٹا جارہا تھا۔ اس کے بعد اُس نے کہا اے میرے معبود آپ کو مجھ سے محبت رکھنے کی قسم مجھ پر رحم فرمادیجئے۔ عطاؒ نے یہ سُن کر فرمایا کہ لونڈی یوں کہہ اے اللہ مجھے آپ سے محبت رکھنے کی قسم۔ یہ سنکر اس کو غصہ آیا اور کہنے لگی اُس کے حق کی قسم اگر اس کو مجھ سے محبت نہ ہوتی تو تمہیں یوں میٹھی نیند نہ سلاتا اور مجھے یوں کھڑا نہ کرتا۔ اس کے بعد اُس نے یہ اشعار پڑھے۔

الکرب مجتمع والقلب محترق
والصبر مفترق والدمع مستبق
کیف القرار علی من لا قرار له
مما جناه الهوی والشوق والفلق
یا رب ان کان شیء فیه لی فرج
فامنن علی به مادام بی رمق

ترجمہ: بے چینی جمع ہورہی ہے اور دل جل رہا ہے اور صبر جُدا ہوگیا اور آنسو بہ رہے ہیں۔ اس کو کس طرح قرار آسکتا ہے جس کو عشق و شوق اور بے چینی کے حملوں کی وجہ سے ذرا بھی سکون نہیں۔ اے اللہ اگر کوئی چیز ایسی ہوسکتی ہے جس میں غم سے نجات ہو تو زندگی میں اُس کو عطا فرما کر مجھ پر احسان فرما۔ اس کے بعد اُس نے کہا۔ اے اللہ میرا اور آپ کا معاملہ اب راز میں نہیں رہا مجھے اٹھا لیجئے یہ کہہ کر ایک چیخ ماری اور مرگئی۔ اس قسم کے اور بھی بہت سے واقعات ہیں اور کھلی ہوئی بات ہے کہ توفیق جب تک شاملِ حال نہ ہوکیا ہوسکتا ہے۔ وَمَا تَشَآءُوْنَ اِلَّآ اَنْ یَّشَآءَ اللّٰهُ رَبُّ الْعٰلَمِیْنَ ۝ (اور تم بدون خدائے رب العالمین کے چاہے۔ کچھ نہیں چاہ سکتے ہو)۔

دعا کیجئے

اے اللہ! ہمیں اپنے حقیقی ذکر یعنی ہمہ وقت آپ کے احکامات کو پیش نظر رکھتے ہوئے زندگی بسر کرنے کی توفیق عطا فرمائیے۔

اے اللہ! ہمیں اپنی محبت نصیب فرمائیے اور مسنون اذکار و وظائف کو صبح وشام پڑھنے کی توفیق عطا فرمائیے۔

اے اللہ! ہمیں ایسا بنادیجئے کہ ہم سب سے زیادہ آپ کا ذکر کرنے والے سب سے زیادہ آپ کو فرمانبرداری کرنے والے اور سب سے زیادہ آپ سے محبت کرنے والے بن جائیں۔ وَاٰخِرُ دَعْوٰنَآ اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ

قبر وحشر کے عذاب سے نجات

عن ابن عمر رضی اللہ عنہ قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم لیس علی اھل لا الہ الا اللہ وحشۃ فی قبورھم ولا منشرھم وکانی انظر الی اھل لا الہ الا اللہ وھم ینفضون التراب عن رؤسھم ویقولون الحمد للہ الذی اذھب عنا الحزن وفی روایۃ لیس علی اھل لا الہ الا اللہ وحشۃ عندا لموت ولا عند القبر. (رواہ الطبرانی)

ترجمہ: حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ لا الہ الا اللہ والوں پر نہ قبروں میں وحشت ہے نہ میدانِ حشر میں اس وقت گویا وہ منظر میرے سامنے ہے کہ جب وہ اپنے سروں سے مٹی جھاڑتے ہوئے (قبروں سے) اُٹھیں گے اور کہیں گے تمام تعریف میں اللہ کے لئے ہے جس نے ہم سے (ہمیشہ کے لئے) رنج وغم دُور کر دیا۔ دوسری حدیث میں ہے کہ لا الہ الا اللہ والوں پر نہ موت کیوقت وحشت ہوگی نہ قبر کے وقت۔

لا الہ الا اللہ والوں سے اللہ تعالیٰ کا معاملہ

تشریح: حضرت ابن عباسؓ فرماتے ہیں کہ ایک مرتبہ حضرت جبرئیل علیہ السلام حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس تشریف لائے ۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نہایت غمگین تھے۔ حضرت جبرئیل علیہ السلام نے عرض کیا کہ اللہ جل جلالہ‘ نے آپ کو سلام فرمایا ہے اور ارشاد فرمایا کہ آپ کو رنجیدہ اور غمگین دیکھ رہا ہوں یہ کیا بات ہے (حالانکہ حق تعالیٰ شانہ‘ دلوں کے بھید جاننے والے ہیں لیکن اکرام واعزاز اور اظہار شرافت کیواسطے اس قسم کے سوال کرائے جاتے تھے) حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ جبرئیل مجھے اپنے اُمت کا فکر بہت بڑھ رہا ہے کہ قیامت میں ان کا کیا حال ہوگا۔ حضرت جبرئیل علیہ السلام نے دریافت کیا کہ کفار کے بارے میں یا مسلمانوں کے بارہ میں۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ مسلمانوں کے بارے میں فکر ہے۔ حضرت جبرئیل نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو ساتھ لیا اور ایک مقبرہ پر تشریف لے گئے جہاں قبیلہ بنو سلمہ کے لوگ دفن تھے۔ حضرت جبرئیلؑ نے ایک قبر پر ایک پر مارا اور ارشاد فرمایا کہ قم باذن اللہ (اللہ کے حکم سے کھڑا ہوجا) اُس قبر سے ایک نہایت حسین خوبصورت چہرہ والا اٹھا وہ کہہ رہا تھا۔ لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰہِ اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ حضرت جبرئیلؑ نے ارشاد فرمایا کہ اپنی جگہ لوٹ جا وہ چلا گیا۔ پھر دوسری قبر پر دوسرا پَر مارا اور ارشاد فرمایا کہ اللہ کے حکم سے کھڑا ہوجا۔ اس میں سے ایک شخص نہایت بدصورت کالا منہ کیری آنکھوں والا کھڑا ہوا۔ وہ کہہ رہا تھا ہائے افسوس ہائے شرمندگی‘ ہائے مصیبت ۔ پھر حضرت جبرئیلؑ نے فرمایا اپنی جگہ لوٹ جا۔ اس کے بعد حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کیا کہ جس حالت پر یہ لوگ مرتے ہیں ۔ اُسی حالت پر اُٹھیں گے۔ حدیث بالا میں لا الہ الا اللہ والوں سے بظاہر لوگ مراد ہیں جن کو اس کلمہ پاک کیساتھ خصوصی لگاؤ‘ خصوصی مناسبت‘ خصوصی اشتغال ہو اس لئے کہ دُودھ والا جوتوں والا‘ موتی والا‘ برف والا وہی شخص کہلاتا ہے جس کے ہاں ان چیزوں کی خصوصی بکری‘ اور خصوصی ذخیرہ موجود ہو۔ اس لئے لا الہ الا اللہ والوں کے ساتھ اس معاملہ میں کوئی اشکال نہیں۔ قرآن

پاک میں سورۂ فاطر میں اس اُمت کے تین طبقے بیان فرمائے ہیں۔ ایک طبقہ سابق بالخیرات کا بیان فرمایا جن کے متعلق حدیث میں آیا ہے کہ وہ بے حساب جنت میں داخل ہونگے۔

اعمال کے ترازو میں کلمہ شہادت کا وزن

حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ حق تعالیٰ شانہٗ قیامت کے دن میری اُمت میں سے ایک شخص کو منتخب فرما کر تمام دنیا کے سامنے بلائیں گے اور اس کے سامنے ننانوے دفتر اعمال کے کھولیں گے ہر دفتر اتنا بڑا ہوگا کہ منتہائے نظر تک (یعنی جہاں تک نگاہ جاسکے وہاں تک) پھیلا ہوا ہوگا۔ اسکے بعد اس سے سوال کیا جائیگا کہ ان اعمالناموں میں سے تو کسی چیز کا انکار کرتا ہے۔ کیا میرے ان فرشتوں نے جو اعمال لکھنے پر متعین تھے تجھ پر کچھ ظلم کیا ہے (کہ کوئی گناہ بغیر کئے ہوئے لکھ لیا ہو یا کرنے سے زیادہ لکھ لیا ہو) وہ عرض کرے گا نہیں (نہ انکار کی گنجائش ہے نہ فرشتوں نے ظلم کیا) پھر ارشاد ہوگا کہ تیرے پاس ان بداعمالیوں کا کوئی عذر ہے وہ عرض کرے گا کوئی عذر بھی نہیں۔ ارشاد ہوگا اچھا تیری ایک نیکی ہمارے پاس ہے آج تجھ پر کوئی ظلم نہیں ہے پھر ایک کاغذ کا پُرزہ نکالا جائیگا جس میں اَشْهَدُ اَنْ لَّا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَاَشْهَدُ اَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُهٗ وَرَسُوْلُهٗ لکھا ہوا ہوگا ارشاد ہوگا کہ جا اسکو تلوا لے وہ عرض کریگا کہ اتنے دفتروں کے مقابلہ میں یہ پُرزہ کیا کام دیگا ارشاد ہوگا کہ آج تجھ پر ظلم نہیں ہوگا پھر اُن سب دفتروں کو ایک پلڑے میں رکھ دیا جاویگا اور دوسری جانب وہ پرزہ ہوگا تو دفتروں والا پلڑا اُڑنے لگے گا اُس پرزہ کے وزن کے مقابلہ میں۔ پس بات یہ ہے کہ اللہ کے نام سے کوئی چیز وزنی نہیں۔

کسی مسلمان کو حقیر نہ سمجھو لیکن نہی عن المنکر بھی نہ چھوڑو

حدیث شریف میں ایک قصہ آتا ہے کہ بنی اسرائیل میں دو آدمی تھے ایک عابد تھا اور دوسرا گنہگار۔ وہ عابد اس گنہگار کو ہمیشہ ٹوکا کرتا تھا وہ کہہ دیتا کہ مجھے میرے خدا پر چھوڑ۔ ایک دن اس عابد نے غصہ میں آکر کہہ دیا کہ خدا کی قسم تیری مغفرت کبھی نہیں ہوگی۔ حق تعالیٰ شانہٗ نے عالمِ ارواح میں دونوں کو جمع فرمایا اور گنہگار کو اس لئے کہ وہ رحمت کا اُمیدوار تھا معاف فرمایا اور عابد کو اس قسم کھانے کی پاداش میں عذاب کا حکم فرمادیا اور اس میں کیا شک ہے کہ یہ قسم نہایت سخت تھی۔ خود حق تعالیٰ شانہٗ تو ارشاد فرمائیں اِنَّ اللّٰهَ لَا یَغْفِرُ اَنْ یُّشْرَكَ بِهٖ وَیَغْفِرُ مَا دُوْنَ ذٰلِكَ لِمَنْ یَّشَآءُ (حق تعالیٰ شانہٗ کفر و شرک کی مغفرت نہیں فرماویں گے اس کے علاوہ ہر گناہ کی جس کے لئے چاہیں گے مغفرت فرماویں گے) تو کسی کو کیا حق ہے یہ کہنے کا کہ فلاں کی مغفرت نہیں ہوسکتی لیکن اس کا مطلب یہ بھی نہیں ہے کہ معاصی پر گناہوں پر ناجائز باتوں پر گرفت نہ کی جائے ٹوکا نہ جائے۔ قرآن وحدیث میں سینکڑوں جگہ اس کا حکم ہے نہ ٹوکنے پر وعید ہے۔ احادیث میں بکثرت آیا ہے کہ جو لوگ کسی کو گناہ کرتے دیکھیں اور اس کو روکنے پر قادر ہوں اور نہ روکیں تو وہ خود اس کی سزا میں مبتلا ہوں گے عذاب میں شریک ہوں گے یہاں ایک ضروری چیز یہ بھی قابل لحاظ ہے کہ جہاں دینداروں کا گنہگاروں کو قطعی جہنمی سمجھ لینا مہلک ہے وہاں جہلا کا ہر شخص کو مقتدا اور بڑا بنالینا خواہ کتنے ہی کفریات بکے، سم قاتل اور نہایت مہلک ہے۔ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ جو شخص کسی بدعتی کی تعظیم کرتا ہے وہ اسلام کے منہدم کرنے پر اعانت کرتا ہے۔ بہت سی احادیث میں آیا ہے کہ آخر زمانہ میں دجال، مکار، کذّاب پیدا ہوں گے جو ایسی احادیث تم کو سناویں گے جو تم نے نہ سُنی ہوں گی۔ ایسا نہ ہو کہ وہ تم کو گمراہ کریں اور فتنہ میں ڈال دیں۔

وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ

کلمہ طیبہ کے اقرار کرنے کی فضیلت

عن ابن عباس رضی اللہ عنہ قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم والذی نفسی بیدہ لوجئی بالسموات والارض ومن فیھن وما بینھن وما تحتھن فوضعن فی کفۃ المیزان ووضعت شھادۃ ان لا الہ الا اللہ فی الکفۃ الاخری لرجحت بھن۔ (اخرجہ الطبرانی)

ترجمہ: حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ اس پاک ذات کی قسم جس کے قبضہ میں میری جان ہے اگر تمام آسمان وزمین اور جو لوگ اُن کے درمیان میں ہیں وہ سب اور جو چیزیں اُن کے درمیان میں ہیں وہ سب کچھ اور جو کچھ ان کے نیچے ہے وہ سب کا سب ایک پلڑے میں رکھ دیا جائے اور لا الہ الا اللہ کا اقرار دوسری جانب ہو تو وہی تول میں بڑھ جائیگا۔

تشریح: اس قسم کا مضمون بہت سی مختلف روایتوں میں ذکر کیا گیا ہے۔ اس میں شک نہیں کہ اللہ کے پاک نام کی برابر کوئی بھی چیز نہیں۔ بدقسمتی اور محرومی ہے ان لوگوں کی جو اس کو ہلکا سمجھتے ہیں۔ البتہ اس میں وزن اخلاص سے پیدا ہوتا ہے جس قدر اخلاص ہوگا اتنا ہی وزنی یہ پاک نام ہوسکتا ہے اسی اخلاص کے پیدا کرنے کے واسطے مشائخ صوفیہ کی جوتیاں سیدھی کرنا پڑتی ہیں۔ ایک حدیث میں اس ارشاد نبویؐ سے پہلے ایک اور مضمون مذکور ہے وہ یہ کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ ارشاد فرمایا کہ میت کو لا الہ الا اللہ تلقین کیا کرو جو شخص مرتے وقت اس پاک کلمہ کو کہتا ہے اس کے لئے جنت واجب ہوجاتی ہے۔ صحابہؓ نے عرض کیا یارسول اللہ اگر کوئی تندرستی ہی میں کہے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا پھر تو اور بھی زیادہ جنت کو واجب کرنے والا ہے۔ اس کے بعد یہ قسمیہ مضمون بھی ارشاد فرمایا جو اُوپر ذکر کیا گیا۔

انبیاء کرام علیہم السلام کی بعثت اسی کلمہ کیلئے ہوئی

حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں ایک مرتبہ کافر حاضر ہوئے اور پوچھا کہ اے محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) تم اللہ کے ساتھ کسی دوسرے معبود کو نہیں جانتے (نہیں مانتے) حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا لا الہ الا اللہ (نہیں کوئی معبود اللہ کے سوا) اسی کلمہ کے ساتھ میں مبعوث ہوا ہوں اور اس کی طرف لوگوں کو بلاتا ہوں اُسی بارہ میں آیت قُلْ اَیُّ شَیْءٍ اَکْبَرُ شَهَادَةً نازل ہوئی۔

حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ اسی کلمہ کے ساتھ میں مبعوث ہوا ہوں یعنی نبی بنا کر بھیجا گیا ہوں اور اسی کلمہ کی طرف لوگوں کو بلاتا ہوں۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشاد کا مطلب یہ نہیں کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی اس میں خصوصیت ہے بلکہ سارے ہی نبی اسی کلمہ کیساتھ نبی بنا کر بھیجے گئے اور سب ہی انبیاءؑ نے اسی کلمہ کی طرف دعوت دی ہے۔ حضرت آدم علیٰ نبینا وعلیہ الصلوٰۃ والسلام سے لے کر ختم الانبیاء فخر رُسل صلی اللہ علیہ وسلم تک کوئی بھی نبی ایسا نہیں ہے جو اس مبارک کلمہ کی دعوت نہ دیتا ہو۔ کس قدر بابرکت اور مہتم بالشان کلمہ ہے کہ سارے انبیاء اور سارے سچے مذہب اسی پاک کلمہ کی طرف بُلانے والے اور اسی کے شائع کرنے والے رہے۔ آخر کوئی بات تو ہے کہ اس سے کوئی بھی سچا مذہب خالی نہیں اسی کلمہ کی تصدیق میں قرآن پاک کی آیت قُلْ اَیُّ شَیْءٍ اَکْبَرُ شَهَادَةً (سورہ انعام ع ۲) نازل ہوئی جس میں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی تصدیق میں حق تعالیٰ شانہٗ کی گواہی کا ذکر ہے۔ ایک حدیث میں وارد ہے کہ جب بندہ لا الہ الا اللہ کہتا ہے تو حق تعالیٰ شانہٗ اس کی تصدیق فرماتے ہیں اور ارشاد فرماتے

ہیں میرے بندہ نے سچ کہا ہے میرے سوا کوئی معبود نہیں۔

امت محمدیہ کے اعمال بھاری ہونے کا سبب

حضرت عیسیٰ علی نبینا وعلیہ الصلوٰۃ والسلام فرماتے ہیں کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی امت کے اعمال (حشر کی ترازو میں اسلئے) سب سے زیادہ بھاری ہیں کہ ان کی زبانیں ایک ایسے کلمے کیساتھ مانوس ہیں جواُن سے پہلی اُمتوں پر بھاری تھا۔ وہ کلمہ لاالہ الااللہ ہے۔

امت محمدیہ میں کلمہ طیبہ کے ورد کی کثرت

فائدہ: یہ ایک کھلی ہوئی بات ہے کہ امت محمدیہ علی صاحبہا اُلف الف صلوٰۃ وتحیۃ کے درمیان کلمہ طیبہ کا جتنا زور اور کثرت ہے کسی اُمت میں بھی اتنی کثرت نہیں ہے۔ مشائخ سلوک کی لاکھوں نہیں کروڑوں کی مقدار ہے اور پھر ہر شیخ کے کم و بیش سینکڑوں مرید اور تقریباً سب ہی کے یہاں کلمہ طیبہ کا ورد ہزاروں کی مقدار میں روزانہ کے معمولات میں داخل ہے۔ جامع الاصول میں لکھا ہے کہ لفظ اللہ کا ذکر ورد کے طور پر کم ازکم پانچ ہزار کی مقدار ہے اور زیادہ کے لئے کوئی حد نہیں اور صوفیہ کے لئے کم ازکم پچیس ہزار روزانہ اور لا الہ الا اللہ کی مقدار کے متعلق لکھا ہے کہ کم ازکم پانچ ہزار روزانہ ہو۔ یہ مقداریں مشائخ سلوک کی تجویز کے موافق کم وبیش ہوتی رہتی ہیں۔ میرا مقصود حضرت عیسیٰ علی نبینا وعلیہ الصلوٰۃ والسلام کی تائید میں مشائخ کا انداز بیان کرنا ہے کہ ایک ایک شخص کے لئے روزانہ کی مقداریں کم ازکم یہ بتائی گئی ہیں۔

حضرت شاہ ولی اللہ صاحبؒ نے "قولِ جمیل" میں اپنے والد سے نقل کیا ہے کہ میں ابتدائے سلوک میں ایک سانس میں لا الہ الا اللہ دوسو مرتبہ کہا کرتا تھا۔

شیخ ابویزیدؒ قرطبی فرماتے ہیں میں نے یہ سُنا کہ جو شخص ستر ہزار مرتبہ لا الہ الا اللہ پڑھے اسکو دوزخ کی آگ سے نجات ملے۔ میں نے یہ خبر سُنکر ایک نصاب یعنی ستر ہزار کی تعداد اپنی بیوی کیلئے بھی پڑھا اور کئی نصاب خود اپنے لئے پڑھ کر ذخیرۂ آخرت بنایا۔ ہمارے پاس ایک نوجوان رہتا تھا جس کے متعلق یہ مشہور تھا کہ یہ صاحب کشف ہے۔ جنت دوزخ کا بھی اسکو کشف ہوتا ہے۔ مجھے اسکی صحت میں کچھ تردد تھا۔ ایک مرتبہ وہ نوجوان ہمارے ساتھ کھانے میں شریک تھا کہ دفعۃً اُس نے ایک چیخ ماری اور سانس پھولنے لگا اور کہا کہ میری ماں دوزخ میں جل رہی ہے اس کی حالت مجھے نظر آئی قرطبیؒ کہتے ہیں کہ میں اس کی گھبراہٹ دیکھ رہا تھا۔ مجھے خیال آیا کہ ایک نصاب اس کی ماں کو بخش دوں جس سے اس کی سچائی کا بھی مجھے تجربہ ہوجائیگا۔ چنانچہ میں نے ایک نصاب ستر ہزار کا اُن نصابوں میں سے جو اپنے لیے پڑھے تھے اس کی ماں کو بخش دیا۔ میں نے اپنے دل میں چپکے ہی سے بخشا تھا اور میرے اس پڑھنے کی خبر بھی اللہ کے سوا کسی کو نہ تھی مگر وہ نوجوان فوراً کہنے لگا کہ چچا میری ماں دوزخ کے عذاب سے ہٹادی گئی۔ قرطبیؒ کہتے ہیں کہ مجھے اس قصہ سے دو فائدے ہوئے۔ ایک تو اس برکت کا جو ستر ہزار کی مقدار پر میں نے سنی تھی اس کا تجربہ ہوا دوسرے اس نوجوان کی سچائی کا یقین ہوگیا۔

یہ ایک واقعہ ہے اس قسم کے نہ معلوم کتنے واقعات اس اُمت کے افراد میں پائے جاتے ہیں۔ صوفیہ کی اصطلاح میں ایک معمولی چیز پاسِ انفاس ہے یعنی اس کی مشق کہ کوئی سانس اللہ کے ذکر کے بغیر نہ اندر جائے نہ باہر آئے۔ اُمت محمدیہ کے کروڑوں افراد ایسے ہیں جن کو اسکی مشق حاصل ہے تو پھر کیا تردّد ہے حضرت عیسیٰ علی نبینا وعلیہ الصلوٰۃ والسلام کے اس ارشاد میں کہ ان کی زبانیں اس کلمہ لا الہ الا اللہ کے ساتھ مانوس اور ہوگئیں۔

دعا کیجئے: اللہ پاک ہمیں بھی کلمہ طیبہ کے فوائد وثمرات عطا فرمائیں وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ

جنت کے دروازہ پر لکھی ہوئی عبارت

عن ابن عباس رضی اللّٰہ عنہ ان رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیہ وسلم قال مکتوب علی باب الجنۃ اننی انا اللّٰہ لا الہ الا انا لا اعذب من قالھا۔ (اخرجہ ابوالشیخ کذافی الدر)

ترجمہ: حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ جنت کے دروازہ پر یہ لکھا ہوا ہے۔ (اِنَّنِیْٓ اَنَا اللّٰہُ لَآ اِلٰہَ اِلَّآ اَنَا لَآ اُعَذِّبُ مَنْ قَالَھَا) میں ہی اللہ ہوں میرے سوا کوئی معبود نہیں جو شخص اس (کلمہ) کو کہتا رہے گا۔ میں اسکو عذاب نہیں کرونگا۔

تشریح: گناہوں پر عذاب کا ہونا دوسری احادیث میں بکثرت آیا ہے اس لئے اس سے اگر دائمی عذاب مراد ہو تو کوئی اشکال نہیں لیکن کوئی خوش قسمت ایسے اخلاص سے اس جملہ کا ورد رکھنے والا ہو کہ باوجود گناہوں کے اس کو بالکل عذاب نہ کیا جائے یہ بھی رحمتِ خداوندی سے بعید نہیں ہے۔

عذاب سے حفاظت

حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم حضرت جبرئیل علیہ السلام سے نقل کرتے ہیں کہ اللہ جل جلالہٗ کا ارشاد ہے کہ میں ہی اللہ ہوں میرے سوا کوئی معبود نہیں لہٰذا میری ہی عبادت کیا کرو جو شخص تم میں سے اخلاص کے ساتھ لا الہ الا اللہ کی گواہی دیتا ہوا آوے گا۔ وہ میرے قلعہ میں داخل ہو جائیگا اور جو میرے قلعہ میں داخل ہوگا وہ میرے عذاب سے مامون ہوگا۔

فائدہ: اگر یہ بھی کبائر سے بچنے کے ساتھ مشروط ہو جیسا کہ حدیث نمبر ۵ میں گذر چکا تب تو کوئی اشکال ہی نہیں اور اگر کبائر کے باوجود یہ کلمہ کہے تو پھر قواعد کے موافق تو عذاب سے مراد دائمی عذاب ہے ہاں اللہ جل شانہٗ کی رحمت قواعد کی پابند نہیں۔ قرآن پاک کا صاف ارشاد ہے کہ اللہ جل شانہٗ شرک کو معاف نہیں فرمائیں گے اس کے علاوہ جس کو چاہیں گے معاف کر دیں گے۔ چنانچہ ایک حدیث میں ہے کہ حق تعالیٰ شانہٗ اسی شخص کو عذاب کرتے ہیں جو اللہ پر تمرد (ہیکڑی) کرے اور لا الہ الا اللہ کہنے سے انکار کرے۔ ایک حدیث میں آیا ہے کہ لا الہ الا اللہ حق تعالیٰ شانہٗ کے غصہ کو دُور کرتا رہتا ہے جب تک کہ دنیا کو دین پر ترجیح نہ دینے لگیں اور جب دنیا کو دین پر ترجیح دینے لگیں اور لا الہ الا اللہ کہتے رہیں تو حق تعالیٰ شانہٗ فرماتے ہیں کہ تم اپنے دعویٰ میں سچے نہیں ہو۔

افضل ذکر اور افضل استغفار

حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ تمام ذکروں میں افضل لا الہ الا اللہ ہے اور تمام دعاؤں میں افضل استغفار ہے پھر اس کی تائید میں سورہ محمد کی آیت فَاعْلَمْ اَنَّہٗ لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ تلاوت فرمائی۔

اس فصل کی سب سے پہلی حدیث میں بھی یہ مضمون گذر چکا ہے کہ لا الہ الا اللہ سب اذکار سے افضل ہے جسکی وجہ صوفیہ نے یہ لکھی ہے کہ دل کے پاک ہونے میں اس ذکر کو خاص مناسبت ہے اس کی برکت سے دل ساری ہی گندگیوں سے پاک ہو جاتا ہے اور جب اس کیساتھ استغفار بھی شامل ہو جائے تو پھر کیا ہی کہنا۔ ایک حدیث میں وارد ہے کہ حضرت یونسؑ کو جب مچھلی نے کھالیا تھا تو اس کے پیٹ میں ان کی یہ دعا تھی لَآ اِلٰہَ اِلَّآ اَنْتَ سُبْحٰنَکَ اِنِّیْ کُنْتُ مِنَ الظّٰلِمِیْنَ جو شخص بھی ان الفاظ سے دُعا مانگے گا وہ ضرور قبول ہوگی۔ اس فصل کی سب سے پہلی حدیث میں بھی یہ مضمون گذرا ہے کہ سب سے افضل اور بہترین ذکر لا الہ الا اللہ ہے لیکن وہاں سب سے افضل دعا الحمدللہ ارشاد ہوا تھا اور یہاں استغفار وارد ہے۔ اس قسم کا اختلاف حالات کے اعتبار

سے بھی ہوتا ہے ایک متقی پرہیزگار ہے اس کے لئے الحمد للہ سب سے افضل ہے۔ ایک گناہ گار ہے وہ توبہ واستغفار کا بہت محتاج ہے اس کے حق میں استغفار سب سے اہم ہے۔ اس کے علاوہ افضلیت بھی مختلف وجوہ سے ہوتی ہے منافع کے حاصل کرنے کے واسطے اللہ کی حمد وثنا سب سے زیادہ نافع ہے اور مضرتیں اور تنگیاں دُور کرنے کے لئے استغفار سب سے زیادہ مفید ہے۔ ان کے علاوہ اور بھی وجوہ اس قسم کے اختلاف کی ہوتی ہے۔

شیطان اور انسان کی ہلاکت کا سامان

حضرت ابوبکر صدیقؓ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم سے نقل کرتے ہیں کہ لا الہ الا اللہ اور استغفار کو بہت کثرت سے پڑھا کرو۔ شیطان کہتا ہے کہ میں نے لوگوں کو گناہوں سے ہلاک کیا اور انہوں نے مجھے لا الہ الا اللہ اور استغفار سے ہلاک کردیا۔ جب میں نے دیکھا (کہ یہ تو کچھ بھی نہ ہوا) تو میں نے ان کو ہوائے نفس (یعنی بدعات) سے ہلاک کیا اور وہ اپنے کو ہدایت پر سمجھتے رہے۔

لا الہ الا اللہ اور استغفار سے ہلاک کرنے کا مطلب یہ ہے کہ شیطان کا منتہائے مقصد دل پر اپنا زہر چڑھانا ہے جس کا ذکر باب اوّل فصل دوم کے نمبر ۱۴ پر گذر چکا اور یہ زہر جب ہی چڑھتا' جب دل اللہ کے ذکر سے خالی ہو ورنہ شیطان کی ذلّت کیساتھ دل سے واپس ہونا پڑتا ہے اور اللہ کا ذکر دلوں کی صفائی کا ذریعہ ہے۔ چنانچہ مشکوٰۃ میں حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم سے نقل کیا ہے کہ ہر چیز کیلئے ایک صفائی ہوتی ہے دلوں کی صفائی اللہ کا ذکر ہے۔ اسی طرح استغفار کے بارہ میں کثرت سے احادیث میں یہ وارد ہوا ہے کہ دلوں کے مَیل اور زنگ کو دوُر کرنے والا ہے۔ ابوعلی دقاقؒ کہتے ہیں کہ جب بندہ اخلاص سے لا الہ کہتا ہے تو ایک دم دِل صاف ہوجاتا ہے (جیسا آئینہ پر بھیگا ہوا کپڑا پھیرا جائے) پھر وہ الا اللہ کہتا ہے تو صاف دل پر اُس کا نور ظاہر ہوتا ہے۔ ایسی صورت میں ظاہر ہے کہ شیطان کی ساری ہی کوشش بے کار ہوگئی اور ساری محنت رائیگاں گئی۔ ہوائے نفس سے ہلاک کرنے کا مطلب یہ ہے کہ ناحق کو حق سمجھنے لگے اور جو دل میں آجائے اسی کو دین اور مذہب بنالے۔ قرآن شریف میں کئی جگہ اس کی مذمت وارد ہوئی ہے۔ ایک جگہ ارشاد ہے

اَفَرَءَيْتَ مَنِ اتَّخَذَ اِلٰهَهٗ هَوٰىهُ وَاَضَلَّهُ اللّٰهُ عَلٰى عِلْمٍ وَّخَتَمَ عَلٰى سَمْعِهٖ وَقَلْبِهٖ وَجَعَلَ عَلٰى بَصَرِهٖ غِشٰوَةً فَمَنْ يَّهْدِيْهِ مِنْ بَعْدِ اللّٰهِ اَفَلَا تَذَكَّرُوْنَ (سورۂ جاثیہ رکوع ۳)

(کیا آپ نے اس شخص کی حالت بھی دیکھی جس نے اپنا خدا اپنی خواہش نفس کو بنا رکھا ہے اور خدا تعالیٰ نے اسکو باوجود سمجھ بُوجھ کے گمراہ کردیا ہے اور اس کے کان اور دل پر مہر لگادی اور آنکھ پر پردہ ڈالدیا (کہ حق بات کو نہ سُنتا ہے نہ دیکھتا ہے نہ دل میں اُترتی ہے) پس اللہ کے (گمراہ کردینے کے) بعد کون ہدایت کرسکتا ہے پھر بھی تم نہیں سمجھتے) دوسری جگہ ارشاد ہے وَمَنْ اَضَلُّ مِمَّنِ اتَّبَعَ هَوٰىهُ بِغَيْرِ هُدًى مِّنَ اللّٰهِ اِنَّ اللّٰهَ لَا يَهْدِى الْقَوْمَ الظّٰلِمِيْنَ (سورۂ قصص رکوع ۵)

(ایسے شخص سے زیادہ گمراہ کون ہوگا جو اپنی نفسانی خواہش پر چلتا ہو بغیر اس کے کہ کوئی دلیل اللہ کی طرف سے (اُس کے پاس) ہو اللہ تعالیٰ ایسے ظالموں کو ہدایت نہیں کرتا) اور بھی متعدد جگہ اس قسم کا مضمون وارد ہوا یہ شیطان کا بہت ہی سخت حملہ ہے کہ وہ غیر دین کو دین کے لباس میں سمجھاوے اور آدمی اس کو دین سمجھ کر کرتا رہے اور اُس پر ثواب کا اُمیدوار بنا رہے۔ اور جب وہ اس کو عبادت اور دین سمجھ کر کررہا ہے تو اس سے توبہ کیونکر کرسکتا ہے۔ اگر کوئی شخص زنا کاری' چوری وغیرہ گناہوں میں مبتلا ہو تو کسی نہ کسی وقت توبہ اور چھوڑ دینے کی اُمید ہے' لیکن جب کسی ناجائز کام کو وہ عبادت سمجھتا ہے تو اس سے توبہ کیوں کرے اور کیوں اس کو چھوڑے بلکہ دن بدن اس میں ترقی کرے گا۔ یہی مطلب ہے شیطان کے اس کہنے کا کہ میں نے گناہوں میں مبتلا کیا لیکن ذکر اذکار توبہ استغفار سے وہ مجھے

دق کرتے رہے تو میں نے ایسے جال میں پھانس دیا کہ اس سے نکل ہی نہیں سکتے۔ اس لئے دین کے ہر کام میں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اور صحابہ کرام کے طریقہ کو اپنا رہبر بنانا بہت ہی ضروری امر ہے اور کسی ایسے طریقہ کو اختیار کرنا جو خلافِ سنت ہو۔ نیکی بر باد گناہ لازم ہے۔ امام غزالیؒ نے حسن بصریؒ سے بھی نقل کیا ہے وہ فرماتے ہیں۔ ہمیں یہ روایت پہنچی کہ شیطان کہتا ہے کہ میں نے اُمتِ محمدیہؐ کے سامنے گناہوں کو زیب و زینت کے ساتھ پیش کیا مگر ان کے استغفار نے میری کمر توڑ دی تو میں نے ایسے گناہ ان کے پاس پیش کئے جن کو وہ گناہ ہی نہیں سمجھتے کہ اُن سے استغفار کریں اور وہ اَہواء یعنی بدعات ہیں کہ وہ ان کو دین سمجھ کر کرتے ہیں۔ وہبؒ بن منبہ کہتے ہیں کہ اللہ سے ڈر تو شیطان کو مجمعوں میں لعنت کرتا ہے اور چپکے سے اس کی اطاعت کرتا ہے اور اس سے دوستی کرتا ہے۔ بعض صوفیہ سے منقول ہے کہ کس قدر تعجب کی بات ہے کہ حق تعالیٰ شانہٗ جیسے محسن کے احسانات معلوم ہونیکے بعد اور اُن کے اقرار کے بعد اس کی نافرمانی کی جائے اور شیطان کی دشمنی کے باوجود اس کی عیاری اور سرکشی معلوم ہونے کے باوجود اس کی اطاعت کی جائے۔

دعا کیجئے: اے اللہ! ہمیں ایسا بنا دیجئے کہ ہم اپنے سارے دل کیساتھ آپ سے محبت کریں اور آپ کو راضی کرنے میں اپنی ساری کوششیں صرف کر دیں۔ وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ

تعلق مع اللہ کی حقیقت

عارف باللہ حضرت ڈاکٹر عبدالحئی عارفی قدس سرہٗ نے فرمایا:...... تعلق مع اللہ کیا چیز ہے اور کیسے حاصل ہوگا؟ تعلق مع اللہ کا ذریعہ تعلق مع الخلق ہے' پہلے مخلوق کے ہو جاؤ پھر خالق کے' اللہ تعالیٰ نے اپنے تعلق کے تمام آداب مخلوق کے ساتھ رکھے ہیں۔ اللہ تعالیٰ مخلوق کے لئے خالق ہیں' رب ہیں۔ ارحم الراحمین ہیں' کارساز ہیں۔ تمام صفتیں مخلوق سے وابستہ ہیں۔ مخلوق کا حق ادا کرو۔ تعلق مع اللہ خود بخود حاصل ہوگا۔ ایک مرتبہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے اللہ تعالیٰ سے عرض کیا کہ آپ کس دن اپنا جلوہ دکھائیں گے؟ میں آپ کا منتظر ہوں۔

کبھی اے حقیقت منتظر نظر آ لباس مجاز میں!
کہ ہزاروں سجدے تڑپ رہے ہیں مری جبینِ نیاز میں

اللہ تعالیٰ نے فرمایا آئیں گے' وعدہ کرلیا' اب حضرت عیسیٰ منتظر ہیں کہ اللہ میاں کب جلوہ نمائی فرماتے ہیں۔ کچھ عرصہ گزر گیا عرض کیا یا اللہ' میں تو بہت منتظر ہوں' اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہاں' میں تو آیا تھا مگر تم نے التفات ہی نہیں کیا تم سے ایک سائل نے سوال کیا تھا مگر تم نے اس کو رد کر دیا' وہ ہم ہی تو تھے اور تمہارے پڑوس میں ایک شخص بیمار تھا تو عیادت کو نہیں گئے' تم ہماری عیادت کو نہیں آئے کیونکہ وہ ہم ہی تھے تو معلوم ہوا کہ ان کے جلوے مخلوق میں نظر آتے ہیں۔ عالم خلق میں صفاتِ الٰہیہ کا ظہور ہے۔ جب تک صفات سے آشنا نہ ہوں گے ذات سے آشنا نہیں ہو سکتے اور ان تک نہیں پہنچ سکتے۔ عالم خلق میں صفات کا ظہور اس طرح سے ہے کہ کہیں وہ تواب رحیم ہے' کہیں صفتِ خالقیت' کہیں ربوبیت ہے' کہیں گنہگاروں کے لئے ستاریت اور غفاریت کا پرتو ہے تو جو شخص صفات سے آشنا ہو جاتا ہے وہ حقیقت میں ذات سے آشنا ہو جاتا ہے۔

صفات میں بڑی کشش ہے۔ حسن اگر ذات میں ہے تو صفات میں بھی ہے۔ حسن ایک چیز ہے جو اگر ذات سے تعلق رکھتا ہے تو صفات میں اس کے جلوے ہیں۔ سورج میں اگر روشنی ہے تو اس کے مظاہر بھی ہیں۔ ان میں بھی روشنی آئے گی۔ اللہ تعالیٰ حسین و جمیل ہیں تو ان کے جمال کے بھی مظاہر ہیں۔ اب اللہ تعالیٰ کی صفات کیسے معلوم ہوں گی؟ وہ اس طرح سے کہ اپنی ذات پر انعام الٰہیہ کو دیکھو کہ کس طرح حیرت انگیز طور پر ہم پر انعامات کی بارش ہو رہی ہے۔

توحید ورسالت پر مرنے والا جنت میں داخل ہوگا

عن معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم لا یموت عبد یشھد ان لا الہ الا اللہ وانی رسول اللہ یرجع ذلک الی قلب موقن الا دخل الجنۃ وفی روایۃ الا غفر اللہ لہ. (اخرجہ احمد)

ترجمہ: حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے۔ کہ جو شخص بھی اس حال میں مرے کہ لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ کی پکے دل سے شہادت دیتا ہو ضرور جنت میں داخل ہوگا۔ دوسری حدیث میں ہے کہ ضرور اُس کی اللہ تعالیٰ مغفرت فرمادیں گے۔

تشریح: حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم سے صحیح حدیث میں یہ بھی نقل کیا گیا کہ خوشخبری سنو اور دوسروں کو بھی بشارت سُنادو کہ جو شخص سچے دل سے لا الہ الا اللہ کا اقرار کرے وہ جنت میں داخل ہوگا۔ اللہ جل جلالہٗ کے یہاں اخلاص کی قدر ہے اور اخلاص کے ساتھ تھوڑا سا عمل بھی بہت زیادہ اجر وثواب رکھتا ہے۔ دنیا کے دکھاوے کے واسطے لوگوں کے خوش کرنے کیواسطے کوئی کام کیا جاوے وہ تو اُن کی سرکار میں بے کار ہے بلکہ کرنیوالے کے لئے وَبال ہے لیکن اخلاص کے ساتھ تھوڑا سا عمل بھی بہت کچھ رنگ لاتا ہے۔ اسلئے اخلاص سے جو شخص کلمہ شہادت پڑھے اس کی ضرور مغفرت ہوگی وہ ضرور جنت میں داخل ہوکر رہے گا اس میں ذرا بھی تردّد نہیں۔ یہ ممکن ہے کہ وہ اپنے گناہوں کی وجہ سے کچھ دنوں سزا بھگت کر داخل ہو لیکن ضروری نہیں، کسی مخلص کا اخلاص مالک الملک کو پسند ہو اس کی کوئی خدمت ہی پسند آ جائے تو وہ سارے ہی گناہوں کو معاف فرما سکتے ہیں۔ ایسی کریم ذات پر ہم نہ مرمٹیں کتنی سخت محرومی ہے۔ بہر حال ان احادیث میں کلمہ طیبہ کے پڑھنے والے کیلئے بہت کچھ وعدے ہیں جن میں دونوں احتمال ہیں۔ قواعد کے موافق گناہوں کی سزا کے بعد معافی اور کرم لطف احسان اور مراحم خسروانہ میں بلا عذاب معافی۔

یحییٰ بن اکثمؒ کا واقعہ

یحییٰ بن اکثمؒ ایک محدث ہیں۔ جب اُن کا انتقال ہوا تو ایک شخص نے ان کو خواب میں دیکھا۔ اُن سے پوچھا۔ کیا گذری۔ فرمانے لگے کہ میری پیشی ہوئی۔ مجھ سے فرمایا۔ او گنہگار بوڑھے! تو نے فلاں کام کیا فلاں کیا میرے گناہ گنوائے گئے اور کہا گیا کہ تُو نے ایسے ایسے کام کئے۔ میں نے عرض کیا یا اللہ مجھے آپ کی طرف سے یہ حدیث نہیں پہنچی۔ فرمایا اور کیا حدیث پہنچی۔ عرض کیا۔ مجھ سے عبد الرزاقؒ نے کہا اُن سے معمرؒ نے کہا اُن سے زہریؒ نے کہا اُن سے عروہؓ نے کہا اُن سے حضرت عائشہؓ نے کہا اُن سے حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا اُن سے حضرت جبرئیلؑ نے عرض کیا اُن سے آپ نے فرمایا کہ جو شخص اسلام میں بوڑھا ہوا اور میں اسکو اس کے اعمال کی وجہ سے) عذاب دینے کا ارادہ بھی کروں لیکن اس کے بُڑھاپے سے شرما کر معاف کردیتا ہوں اور یہ آپ کو معلوم ہے کہ میں بوڑھا ہوں۔ ارشاد ہوا کہ عبد الرزاقؒ نے سچ کہا اور معمرؒ نے بھی سچ کہا زہریؒ نے بھی سچ کہا عروہؓ نے بھی سچ نقل کیا عائشہؓ نے بھی سچ کہا اور نبیؐ نے بھی سچ کہا اور جبرئیلؑ نے بھی سچ کہا اور میں نے بھی سچی بات کہی۔ یحییٰ رحمہ اللہ کہتے ہیں کہ اس کے بعد مجھے جنت میں داخلہ کا ارشاد فرمادیا۔

بغیر حجاب کے اللہ تعالیٰ کو پہنچانے والی چیز

حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ ہر عمل کے لئے اللہ کے یہاں پہنچنے کیلئے درمیان میں حجاب ہوتا ہے مگر لا الہ الا اللہ اور باپ کی دُعا بیٹے کیلئے ان دونوں کیلئے کوئی حجاب نہیں۔

پردہ نہ ہونے کا یہ مطلب ہے کہ ان چیزوں کے قبول ہونے میں ذرا سی بھی دیر نہیں لگتی اور اُمور کے درمیان میں قبول تک اور بھی واسطے حائل ہوتے ہیں لیکن یہ چیزیں براہِ راست بارگاہِ الٰہی تک فوراً پہنچتی ہیں۔

ایک بادشاہ کا واقعہ: ایک کافر بادشاہ کا قصہ لکھا ہے کہ نہایت متشدد متعصب تھا اتفاق سے مسلمانوں کی ایک لڑائی میں گرفتار ہو گیا چونکہ مسلمانوں کو اس سے تکلیفیں بہت پہنچی تھی اس لئے انتقام کا جوش ان میں بھی بہت تھا اُس کو ایک دیگ میں ڈال کر آگ پر رکھ دیا۔ اُس نے اوّل اپنے بتوں کو پکارنا شروع کیا اور مدد چاہی، جب کچھ بن نہ پڑا تو وہیں مسلمان ہوا اور لا الہ الا اللہ کا ورد شروع کیا، لگا تار پڑھ رہا تھا اور ایسی حالت میں جس خلوص اور جوش سے پڑھا جا سکتا ہے ظاہر ہے۔ فوراً اللہ تعالیٰ شانہٗ کی طرف سے مدد ہوئی اور اس زور سے بارش ہوئی کہ وہ ساری آگ بھی بجھ گئی، اور دیگ ٹھنڈی ہو گئی۔ اس کے بعد زور سے آندھی چلی جس سے وہ دیگ اُڑی اور دُور کسی شہر میں جہاں سب ہی کافر تھے جا کر گری۔ یہ شخص لگا تار کلمہ طیبہ پڑھ رہا تھا۔ لوگ اُس کے گرد جمع ہو گئے اور اعجوبہ دیکھ کر متحیّر تھے اس سے حال دریافت کیا اس نے اپنی سرگذشت سنائی جس سے وہ لوگ بھی مسلمان ہو گئے۔

اللہ کی رضا کیلئے کلمہ پڑھنے والے پر جہنم حرام ہے

حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے نہیں آئے گا کوئی شخص قیامت کے دن کہ لا الہ الا اللہ کو اس طرح سے کہتا ہو کہ اللہ کی رضا کے سوا کوئی مقصود نہ ہو مگر جہنم اس پر حرام ہو گی۔

فائدہ: جو شخص اخلاص کے ساتھ کلمہ طیبہ کا ورد کرتا رہا ہو اُس پر جہنم کی آگ حرام ہونا ظاہری قواعد کے موافق تو مقید ہے کبائر گناہ ہونے کیساتھ یا جہنم کے حرام ہونے سے اُسمیں ہمیشہ کا رہنا حرام ہے۔ لیکن اللہ جل شانہٗ اس پاک کلمہ کو اخلاص سے پڑھنے والے کو باوجود گناہوں کے بالکل ہی جہنم سے معاف فرما دیں تو کون روکنے والا ہے۔ احادیث میں ایسے بندوں کا بھی ذکر آتا ہے کہ قیامت کے دن حق تعالیٰ شانہٗ بعض لوگوں کو فرمائیں گے تو نے فلاں گناہ کیا فلاں کیا۔ اس طرح جب بہت سے گناہ گنوائے جا چکیں گے اور وہ سمجھے گا کہ میں ہلاک ہو گیا اور اقرار کے بغیر چارۂ کار نہ ہو گا تو ارشاد ہو گا کہ ہم نے دنیا میں تیری ستاری کی آج بھی ستاری کرتے ہیں تجھے معاف کر دیا۔ اس نوع کے بہت سے واقعات احادیث میں موجود ہیں۔ اس لئے اُن ذاکرین کے لئے بھی اس قسم کا معاملہ ہو تو بعید نہیں ہے۔ اللہ کے پاک نام میں بڑی برکت اور بہبودی ہے اس لئے جتنی بھی کثرت ہو سکے دریغ نہ کرنا چاہیے۔ کیا ہی خوش نصیب ہیں وہ مبارک ہستیاں جنہوں نے اس پاک کلمہ کی برکات کو سمجھا اور اسکے ورد میں عمریں ختم کر دیں۔

دعا کیجئے

اے اللہ! ہمیں ایسا بنا دیجئے کہ ہم اپنے سارے دل کیساتھ آپ سے محبت کریں اور آپ کو راضی کرنے میں اپنی ساری کوششیں صرف کر دیں۔ اے اللہ! ہمیں ایسا بنا دیجئے کہ ہم سب سے زیادہ آپ کا ذکر کرنے والے سب سے زیادہ آپ کو فرمانبرداری کرنے والے اور سب سے زیادہ آپ سے محبت کرنے والے بن جائیں۔

وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ

موت کی تکلیف سے محفوظ رکھنے والا کلمہ

عن یحییٰ بن طلحة رضی اللہ عنه بن عبداللہ قال روی طلحة حرینا فقیل له مالک قال انی سمعت رسول اللہ صلی اللہ علیه وسلم یقول انی لا علم کلمة لا یقولها عبد عند موته الا نفس اللہ عنه کربته واشرق لونه ورأی ما یسره وما منعنی ان اسأله عنها الا القدرة علیه حتی مات فقال عمر رضی اللہ عنه انی لا علمها قال فماهی قال لا نعلم کلمة هی اعظم من کلمة امربها عمه لا اله الا اللہ قال فهی واللہ هی. (اخرجه البیهقی)

ترجمہ: حضرت طلحہؓ کو لوگوں نے دیکھا کہ نہایت غمگین بیٹھے ہیں۔ کسی نے پوچھا کیا بات ہے فرمایا میں نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے یہ سُنا تھا کہ مجھے ایک کلمہ معلوم ہے کہ جو شخص مرتے وقت اس کو کہے تو موت کی تکلیف اس سے ہٹ جائے اور رنگ چمکنے لگے اور خوشی کا منظر دیکھے مگر مجھے حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم سے اس کلمہ کے پُوچھنے کی قدرت نہ ہوئی (اسکا رنج ہورہا ہے) حضرت عمرؓ نے فرمایا مجھے معلوم ہے طلحہؓ (خوش ہوکر) کہنے لگے کیا ہے۔ حضرت عمرؓ نے فرمایا ہمیں معلوم ہے کہ کوئی کلمہ اس سے بڑھا ہوا نہیں ہے جس کو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے چچا (ابوطالب) پر پیش کیا تھا اور وہ یہ ہے لا الہ الا اللہ فرمایا واللہ یہی ہے واللہ یہی ہے۔

پانچ اندھیرے اور پانچ چراغ

تشریح: کلمہ طیبہ کا سراسر نور و سرور ہونا بہت سی روایات سے معلوم و مفہوم ہوتا ہے۔ حافظ ابن حجرؒ نے منبہات میں حضرت ابوبکر صدیقؓ سے نقل کیا ہے کہ اندھیرے پانچ ہیں اور پانچ ہی ان کیلئے چراغ ہیں۔ دنیا کی محبت اندھیرا ہے جس کا چراغ تقویٰ ہے اور گناہ اندھیرا ہے جس کا چراغ توبہ ہے اور قبر اندھیرا ہے جس کا چراغ لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ ہے اور آخرت اندھیرا ہے جس کا چراغ نیک عمل ہے اور پُل صراط اندھیرا ہے جس کا چراغ یقین ہے۔ رابعہ عدویہؒ مشہور ولیّہ ہیں۔ رات بھر نماز میں مشغول رہتیں صبح صادق کے بعد تھوڑی دیر سورہتیں اور جب صبح کا چاندنا اچھی طرح ہوجاتا تو گھبرا اٹھتیں اور نفس کو ملامت کرتیں کہ کب تک سوتا رہیگا عنقریب قبر کا زمانہ آنیوالا ہے جس میں صور پھونکنے تک سونا ہی ہوگا۔ جب انتقال کا وقت قریب ہوا تو ایک خادمہ کو وصیّت فرمائی کہ یہ ادنیٰ گدڑی جس کو وہ تہجد کے وقت پہنا کرتی تھیں اس میں مجھے کفن دے دینا اور کسی کو میرے مرنے کی خبر نہ کرنا۔ چنانچہ حسب وصیت تجہیز و تکفین کردی گئی۔ بعد میں اُس خادمہ نے خواب میں دیکھا کہ وہ نہایت عُمدہ لباس پہنے ہوئے ہیں اُس نے دریافت کیا کہ وہ آپ کی گدڑی کیا ہوئی جس میں کفن دیا گیا تھا فرمایا کہ لپیٹ کر میرے اعمال کے ساتھ رکھ دی گئی۔ انہوں نے درخواست کی کہ مجھے کوئی نصیحت فرمائیں کہا کہ اللہ کا ذکر جتنا بھی کرسکو کرتی رہو کہ اس کی وجہ سے تم قبر میں قابلِ رشک بن جاؤ گی۔

کلمہ نجات:

حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم (روحی فداہ) کے وصال کیوقت صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اجمعین کو اس قدر سخت صدمہ تھا کہ بہت سے مختلف طور کے وساوس میں مبتلا ہوگئے تھے۔ حضرت

عثمانؓ فرماتے ہیں کہ میں بھی ان ہی لوگوں میں تھا جو وساوس میں گھرے ہوئے تھے حضرت عمرؓ میرے پاس تشریف لائے مجھے سلام کیا مگر مجھے مطلق پتہ نہ چلا انہوں نے حضرت ابوبکرؓ سے شکایت کی (عثمانؓ بھی بظاہر خفا ہیں کہ میں نے سلام کیا انہوں نے جواب بھی نہ دیا) اسکے بعد دونوں حضرات اکٹھے تشریف لائے اور سلام کیا اور حضرت ابوبکرؓ نے دریافت فرمایا کہ تم نے اپنے بھائی عمرؓ کے سلام کا بھی جواب نہ دیا (کیا بات ہے) میں نے عرض کیا کہ میں نے تو ایسا نہیں کیا' حضرت عمرؓ نے فرمایا ایسا ہی ہوا۔ میں نے عرض کیا کہ مجھے تو آپ کے آنے کی بھی خبر نہیں ہوئی کہ کب آئے نہ سلام کا پتہ چلا۔ حضرت ابوبکرؓ نے فرمایا سچ ہے ایسا ہی ہوا ہوگا غالباً تم کسی سوچ میں بیٹھے ہوگے میں نے عرض کیا واقعی میں ایک گہری سوچ میں تھا۔ حضرت ابوبکرؓ نے دریافت فرمایا کیا تھا میں نے عرض کیا حضورؐ کا وصال ہوگیا اور ہم نے یہ بھی نہ پوچھ لیا کہ اس کام کی نجات کس چیز میں ہے۔ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ میں پوچھ چکا ہوں۔ میں اُٹھا اور میں نے کہا' تم پر میرے ماں باپ قربان واقعی تم ہی زیادہ مستحق تھے اس کے دریافت کرنیکے (کہ دین کی ہر چیز میں آگے بڑھنے والے ہو) حضرت ابوبکرؓ نے فرمایا۔ میں نے حضورؐ سے دریافت کیا تھا کہ اس کام کی نجات کیا ہے آپ نے فرمایا کہ جو شخص اس کلمہ کو قبول کرلے جس کو میں نے اپنے چچا (ابوطالب پر اُنکے انتقال کے وقت) پیش کیا تھا اور انہوں نے رد کر دیا تھا وہی کلمہ نجات ہے۔

وفات حسرت آیات پر صحابہؓ کی پریشانی

وساوس میں مبتلا ہونے کا مطلب یہ ہے کہ صحابہ کرام اس وقت رنج و غم کی شدت میں ایسے پریشان ہوگئے تھے کہ حضرت عمرؓ جیسے جلیل القدر بہادر تلوار ہاتھ میں لیکر کھڑے ہوگئے تھے کہ جو شخص یہ کہے گا کہ حضورؐ کا وصال ہوگیا اس کی گردن اُڑا دوں گا۔ حضورؐ نے اپنے رب سے ملنے تشریف لے گئے ہیں۔ جیسا کہ حضرت موسیٰ طور پر تشریف لے گئے تھے۔ بعض صحابہؓ کو یہ خیال پیدا ہوگیا کہ دین اب ختم ہو چکا۔ بعض اس سوچ میں تھے کہ اب دین کے فروغ کی کوئی صورت نہیں ہوسکتی۔ بعض بالکل گم تھے کہ اُن سے بولا ہی نہیں جاتا تھا ایک ابوبکرؓ صدیق کا دم تھا جو حضورؐ کے ساتھ کمال عشق اور کمالِ محبت کے باوجود اس وقت ثابت قدم اور جمے ہوئے قدم سے کھڑے تھے۔ انہوں نے للکار کر خطبہ پڑھا جس میں وَمَا مُحَمَّدٌ اِلَّا رَسُوْلٌ والی آیت پڑھی جس کا ترجمہ ہے کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم نرے رسول ہی تو ہیں (خدا تو نہیں ہیں جسے موت آ ہی نہ سکے) پس اگر وہ مر جائیں یا شہید ہو جائیں تو تم لوگ (دین سے) پھر جاؤ گے اور جو شخص (دین سے) پھر جائیگا وہ خدا کا تو کوئی نقصان نہیں کریگا (اپنا ہی کچھ کھو دیگا) مختصر طور پر اس قصہ کو میں اپنے رسالہ حکایاتِ صحابہؓ میں لکھ چکا ہوں۔

دین کے کام کی نجات کا مطلب

آگے جو ارشاد ہے کہ اس کام کی نجات کیا ہے۔ اسکے دو مطلب ہیں ایک یہ کہ دین کے کام تو بہت سے ہیں ان سب کاموں میں مدار کس چیز پر ہے کہ جس کے بغیر چارۂ کار نہ ہو۔ اس مطلب کے موافق جواب ظاہر ہے کہ دین کا سارا مدار کلمہ شہادت پر ہے اور اسلام کی جڑ ہی کلمہ طیبہ ہے۔ دوسرا مطلب یہ ہے کہ اس کام یعنی دین میں دقتیں بھی پیش آتی ہیں وساوس بھی گھیرتے ہیں شیطان کی رخنہ اندازی بھی مستقل ایک مصیبت ہے دنیاوی ضروریات بھی اپنی طرف کھینچتی ہیں اس صورت میں مطلب ارشاد نبوی کا یہ ہے کہ کلمہ طیبہ کی کثرت ان سب چیزوں کا علاج ہے کہ وہ اخلاص پیدا کرنیوالا ہے دلوں کا صاف کرنے والا ہے شیطان کی ہلاکت کا سبب ہے' جیسا کہ ان سب روایات میں اس کے اثرات بہت سے ذکر کئے گئے ہیں۔ ایک حدیث میں آیا ہے کہ **لا الہ الا اللہ** کا کلمہ اپنے پڑھنے والے سے ننانوے قسم کی بلائیں دُور کرتا ہے جن میں سب سے کم غم ہے جو ہر وقت آدمی پر سوار رہتا ہے۔

وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ

عزت وتقویٰ اور جہنم سے آزادی والا کلمہ

عن عثمان رضی الله عنه قال سمعت رسول الله صلی الله علیه وسلم یقول انی لا علم کلمة لا یقولها عبد حقا من قلبه الا حرم علی النار فقال له عمر رضی الله عنه ابن الخطاب انا احدثک ماهی هی کلمة الاخلاص التی اعز الله تبارک وتعالیٰ بها محمدا صلی الله علیه وسلم واصحابهؓ وهی کلمة التقویٰ التی الاص علیها نبی الله صلی الله علیه وسلم عمه ابا طالب عند الموت شهادة ان لا اله الا الله. (رواه احمد)

ترجمہ: حضرت عثمانؓ فرماتے ہیں کہ میں نے حضورؐ سے سنا تھا کہ میں ایک ایسا کلمہ جانتا ہوں کہ جو شخص اس کو حق سمجھ کر اخلاص کے ساتھ دل سے (یقین کرتے ہوئے) اس کو پڑھے تو جہنم کی آگ اُس پر حرام ہے۔ حضرت عمرؓ نے فرمایا کہ میں بتاؤں وہ کلمہ کیا ہے۔ وہ وہی کلمہ ہے جس کے ساتھ اللہ تعالیٰ نے اپنے رسول کو اور اس کے صحابہ کو عزت دی۔ وہ وہی تقویٰ کا کلمہ ہے۔ جس کی حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے چچا ابو طالب سے ان کے انتقال کے وقت خواہش کی تھی۔ وہ شہادت ہے لا الہ الا اللہ کی۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے چچا ابو طالب کا واقعہ

تشریح: حضورؐ کے چچا ابو طالب کا قصہ حدیث تفسیر اور تاریخ کی کتابوں میں مشہور ومعروف ہے کہ جب ان کے انتقال کا وقت قریب ہوا تو چونکہ ان کے احسانات نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اور مسلمانوں پر کثرت سے تھے اسلئے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اُن کے پاس تشریف لے گئے اور ارشاد فرمایا کہ اے میرے چچا! **لا اله الا الله** کہہ لیجئے تا کہ مجھے قیامت کے دن آپ کی سفارش کا موقعہ مل سکے اور میں اللہ کے یہاں آپ کے اسلام کی گواہی دے سکوں۔ انہوں نے فرمایا کہ لوگ مجھے یہ طعنہ دیں گے کہ موت کے ڈر سے بھتیجے کا دین قبول کرلیا۔ اگر یہ خیال نہ ہوتا تو میں اسوقت اس کلمہ کے کہنے سے تمہاری آنکھیں ٹھنڈی کر دیتا اس پر حضورؐ رنجیدہ واپس تشریف لائے۔ اسی قصہ میں قرآن پاک کی آیت **انک لا تهدی من احببت** (سورہ قصص رکوع ۶) نازل ہوئی جس کا ترجمہ یہ ہے کہ آپ جس کو چاہیں ہدایت نہیں فرما سکتے بلکہ اللہ جسکو چاہے ہدایت کرتا ہے اس قصہ سے یہ بھی ظاہر ہوگیا کہ جو لوگ فسق و فجور میں مبتلا رہتے ہیں، خدا اور اُس کے رسول سے بیگانہ رہتے ہیں اور یہ سمجھتے ہیں کہ کسی عزیز قریب بزرگ کی دعا سے بیڑا پار ہوجائے گا غلطی میں مبتلا ہیں کام چلانے والا صرف اللہ ہی ہے اسی کی طرف رجوع کرنا چاہیے اُسی سے سچا تعلق قائم کرنا ضروری ہے البتہ اللہ والوں کی صحبت، انکی دعا، اُن کی توجہ معین ومددگار بن سکتی ہے۔

حضرت آدم علیہ السلام کی توبہ کی قبولیت کا سبب

حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ حضرت آدم (علیٰ نبینا وعلیہ الصلوٰۃ والسّلام) سے جنت وہ گناہ صادر ہوگیا (جس کی وجہ سے جنت سے دنیا میں بھیج دیئے گئے تو ہر وقت روتے تھے اور دُعا واستغفار کرتے رہتے تھے ایک مرتبہ) آسمان کی طرف مُنہ کیا اور عرض کیا یا اللہ! محمد (صلی اللہ علیہ وسلم)

کے وسیلہ سے تجھ سے مغفرت چاہتا ہوں وحی نازل ہوئی کہ محمد کون ہیں (جن کے واسطے سے تم نے استغفار کی) عرض کیا کہ جب آپ نے مجھے پیدا کیا تھا تو میں نے عرش پر لکھا ہوا دیکھا تھا۔ لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ تو میں سمجھ گیا تھا کہ محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) سے اونچی ہستی کوئی نہیں ہے جن کا نام تم نے اپنے نام کے ساتھ رکھا۔ وحی نازل ہوئی کہ وہ خاتم النبیین ہیں تمہاری اولاد میں سے ہیں لیکن وہ نہ ہوتے تو تم بھی پیدا نہ کئے جاتے۔

حضرت آدم علیہ السلام کی گریہ وزاری

فائدہ: حضرت آدم علی نبیّنا وعلیہ الصلوٰۃ والسّلام نے اسوقت کیا کیا دعائیں کیں اور کس کس طرح سے گڑگڑائے' اس بارے میں بہت سی روایات وارد ہوئی ہیں اور ان میں کوئی تعارض بھی نہیں جس پر مالک کی ناراضگی' آقا کی خفگی ہوئی ہو وہی جانتا ہے۔ ان بے حقیقت آقاؤں کی ناراضگی کی وجہ سے نوکروں اور خادموں پر کیا کچھ گذر جاتا ہے اور وہاں تو مالک الملک رزّاقِ عالم اور مختصر یہ کہ خدا کا عتاب تھا اور گذر کس پر رہی تھی اس شخص پر جس کو فرشتوں سے سجدہ کرایا۔ اپنا مقرب بنایا۔ جو شخص جتنا ہی مقرب ہوتا ہے اتنا ہی عتاب کا اس پر اثر ہوتا ہے بشرطیکہ کمینہ نہ ہو اور وہ تو نبی تھے۔ حضرت ابن عباسؓ فرماتے ہیں کہ حضرت آدم علیہ السلام اس قدر روئے ہیں کہ تمام دنیا کے آدمیوں کا رونا اگر جمع کیا جائے تو اُن کے برابر نہیں ہوسکتا۔ چالیس برس تک سر اُوپر نہیں اٹھایا۔ حضرت بریدہؓ خود حضورِ اقدس صلی اللہ علیہ وسلم سے نقل کرتے ہیں کہ اگر حضرت آدمؑ کے رونے کا تمام دنیا کے رونے سے مقابلہ کیا جائے تو اُن کا رونا بڑھ جائے گا۔ ایک حدیث میں ہے کہ اگر اُن کے آنسوؤں کو اُن کی تمام اولاد کے آنسوؤں سے وزن کیا جاوے تو اُنکے آنسو بڑھ جائینگے ایسی حالت میں کس کس طرح زاری فرمائی ہوگی ظاہر ہے

یاں لب' پہ لاکھ لاکھ سخن اضطراب میں
واں ایک خامشی مری سب کے جواب میں

اس لئے جو روایات میں ذکر کیا گیا اُن سب کے مجموعہ میں کوئی اشکال نہیں۔ منجملہ اُن کے یہ بھی ہے کہ حضورؐ کا وسیلہ اختیار فرمایا۔ دوسرا مضمون عرش پر **لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ** لکھا ہوا ہونا یہ اور بھی بہت سی مختلف روایتوں میں آیا ہے۔

جنت میں دونوں طرف لکھی ہوئی تین سطریں

حضورؐ ارشاد فرماتے ہیں' میں جنت میں داخل ہوا تو میں نے اس کی دونوں جانبوں میں تین سطریں سونے کے پانی سے لکھی ہوئی دیکھیں۔ پہلی سطر میں **لا الہ الا للہ محمد رسول اللہ** لکھا تھا دوسری سطر میں **ماقدمنا وجدنا وما اکلنا ربحنا وما خلفنا خسرنا** تھا (جو ہم نے آگے بھیج دیا یعنی صدقہ وغیرہ کر دیا وہ پالیا اور جو دنیا میں کھایا وہ نفع میں رہا اور جو کچھ چھوڑ آئے وہ نقصان رہا اور تیسری سطر میں تھا **امة مذنبة ورب غفور** (اُمت گناہ گار اور مالک بخشنے والا) ایک بزرگ کہتے ہیں میں ہندوستان کے ایک شہر میں پہنچا تو میں نے وہاں ایک درخت دیکھا جس کے پھل بادام کے مشابہ ہوتے ہیں اس کے دو چھلکے ہوتے ہیں جب انکو توڑا جاتا ہے تو اُنکے اندر سے ایک سبز پتہ لپٹا ہوا نکلتا ہے جب اس کو کھولا جاتا ہے تو سُرخی سے **لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ** لکھا ہوا ملتا ہے میں نے اس قصّہ کو ابو یعقوبؒ شکاری سے ذکر کیا۔ انہوں نے کہا تعجب کی بات نہیں۔ میں نے ایلہ میں ایک مچھلی شکار کی تھی اس کے ایک کان پر **لا الہ الا اللہ** اور دوسرے پر **محمد رسول اللہ** لکھا ہوا تھا۔

وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ

اسم اعظم والی دو آیات

عن اسماء رضی اللہ عنہا بنت یزیدبن السّکن عن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم انہ قال اسم اللہ الاعظم فی ھاتین الایتین والھکم الہ واحد لا الہ الا ھو الرحمٰن الرحیم والم اللہ لا الہ الا ھو الحی القیوم (اخرجہ احمد و ابو داؤد)

ترجمہ: حضرت اسماءؓ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم سے نقل کرتی ہیں کہ اللہ کا سب سے بڑا نام (جو اسمِ اعظم کے نام سے عام طور سے مشہور ہے) ان دو آیتوں میں ہے (بشرطیکہ اخلاص سے بڑھی جائیں) وَاِلٰهُكُمْ اِلٰهٌ وَّاحِدٌ لَا اِلٰهَ اِلَّا هُوَ الرَّحْمٰنُ الرَّحِيْمُ (سورہ بقرہ ع ۱۹) اور الٓمّٓ اللّٰهُ لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ الْحَيُّ الْقَيُّوْمُ (سورہ آل عمران ع ۱)

تشریح: اسمِ اعظم کے متعلق روایاتِ حدیث میں کثرت سے وارد ہوا ہے کہ جو دعا بھی اس کے بعد مانگی جاتی ہے وہ قبول ہو جاتی ہے۔

البتہ اسمِ اعظم کی تعیین میں روایات مختلف وارد ہوئی ہیں اور یہ عادت اللہ ہے کہ ہر ایسی مہتم بالشان چیز میں اخفاء کی وجہ سے اختلاف پیدا فرما دیتے ہیں۔ چنانچہ شب قدر کی تعیین میں جمعہ کے دن میں دعا قبول ہونے کے خاص وقت میں اختلاف ہوا۔ اس میں بہت سی مصالح ہیں جن کو میں اپنے رسالہ فضائل رمضان میں لکھ چکا ہوں۔ اسی طرح اسمِ اعظم کی تعیین میں بھی مختلف روایات وارد ہوئی ہیں۔ منجملہ ان کے یہ روایت بھی ہے جو اُوپر ذکر کی گئی۔ اور بھی روایات میں ان آیتوں کے متعلق ارشاد وارد ہوا ہے۔ حضرت انسؓ حضورؐ سے نقل کرتے ہیں کہ متمرد اور شری شیاطین پر ان دو آیتوں سے زیادہ سخت کوئی آیت نہیں وہ دو ۲ آیتیں وَاِلٰهُكُمْ اِلٰهٌ وَّاحِدٌ سے شروع ہیں۔ ابراہیمؒ بن وسمہ کہتے ہیں کہ مجنونانہ حالتِ نظر کے لئے ان آیات کا پڑھنا مفید ہے۔ جو شخص ان آیات کے پڑھنے کا اہتمام رکھے اس قسم کی چیزوں سے محفوظ رہے وَاِلٰهُكُمْ اِلٰهٌ وَّاحِدٌ پوری آیت (س بقرہ رکوع ۱۹) اللّٰهُ لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ الْحَيُّ الْقَيُّوْمُ آیۃ الکرسی اور سورہ بقرہ کی آخر آیت اور ان ربکم اللہ الذی خلق سے محسنین تک (س اعراف رکوع ۷) اور سورۂ حشر کی آخری آیتیں (ھو اللہ الذی لا الہ الا ھو سے) ہمیں یہ بات پہنچی کہ سب آیات (جن کو گنوایا) عرش کے کونوں پر لکھی ہوئی ہیں۔ اور ابراہیمؒ یہ بھی کہا کرتے تھے کہ بچوں کو اگر ڈر لگتا ہو یا نظر کا اندیشہ ہو تو یہ آیات اُن کے لئے لکھ دیا کرو۔ علاّمہ شامیؒ نے حضرت امام اعظمؒ سے نقل کیا ہے کہ اسمِ اعظم لفظ اللہ ہے اور لکھا ہے کہ یہی قول علاّمہ طحاویؒ اور بہت سے علماء سے نقل کیا گیا ہے اور اکثر عارفین (اکابر صوفیہ) کی یہی تحقیق ہے اسی وجہ سے انکے نزدیک ذکر بھی اسی پاک نام کا کثرت سے ہوتا ہے۔ سیّدالطائفہ حضرت شیخ عبدالقادر جیلانی نوراللہ مرقدہٗ سے بھی نقل کیا گیا ہے فرماتے ہیں کہ اسمِ اعظم اللہ ہے بشرطیکہ جب تو اس پاک نام کو لے تو تیرے دل میں اسکے سوا کچھ نہ ہو۔ فرماتے ہیں کہ عوام کیلئے اس پاک نام کو اس طرح لینا چاہیے کہ جب یہ زبان پر جاری ہو تو عظمت اور خوف کے ساتھ ہو اور خواص کیلئے اس طرح ہو کہ اس پاک نام والے کی ذات وصفات کا بھی استحضار ہو اور اخص الخواص کے لئے یہ ضروری ہے کہ اس پاک ذات کے سوا دل میں کوئی چیز بھی نہ ہو۔ کہتے ہیں کہ قرآن پاک میں بھی یہ مبارک نام اتنی کثرت سے ذکر کیا گیا کہ حد نہیں جس کی مقدار دو ہزار تین سو ساٹھ ۲۳۶۰ بتاتے ہیں شیخ اسمٰعیلؒ فرغانی کہتے ہیں کہ مجھے ایک

عرصہ سے اسمِ اعظم سیکھنے کی تمنا تھی مجاہدے بہت کرتا تھا۔ کئی کئی دن فاقے کرتا حتیٰ کہ فاقوں کی وجہ سے بیہوش ہوکر گر جاتا۔ ایک روز میں دمشق کی مسجد میں بیٹھا تھا کہ دو آدمی مسجد میں داخل ہوئے اور میرے قریب کھڑے ہوگئے۔ مجھے اُن کو دیکھ کر خیال ہوا کہ یہ فرشتے معلوم ہوتے ہیں ان میں سے ایک نے دوسرے سے پوچھا کیا تو اسمِ اعظم سیکھنا چاہتا ہے۔ اُس نے کہا ہاں بتادیجئے۔ میں یہ گفتگو سن کر غور کرنے لگا۔ اُس نے کہا کہ وہ لفظ تو اللہ ہے۔ بشرطیکہ صدق لجا سے ہو۔ شیخ اسمٰعیلؒ کہتے ہیں کہ صدقِ لجا کا مطلب یہ ہے کہ کہنے والے کی حالت اسوقت ایسی ہو کہ جیسا کوئی شخص دریا میں غرق ہورہا ہو اور کوئی بھی اُس کا بچانے والا نہ ہو تو ایسے وقت جس خلوص سے نام لیا جائیگا وہ حالت مراد ہے۔ اسمِ اعظم معلوم ہونے کیلئے بڑی اہلیت اور بڑے ضبط و تحمل کی ضرورت ہے۔ ایک بزرگ کا قصہ لکھا ہے کہ ان کو اسمِ اعظم آتا تھا۔ ایک فقیر اُن کی خدمت میں حاضر ہوئے اور اُن سے تمنا و استدعا کی کہ مجھے بھی سکھادیجئے۔ اُن بزرگ نے فرمایا کہ تم میں اہلیت نہیں ہے۔ فقیر نے کہا کہ مجھ میں اسکی اہلیت ہے تو بزرگ نے فرمایا کہ اچھا فلاں جگہ بیٹھ جاؤ اور جو واقعہ وہاں پیش آوے اس کی مجھے خبر دو۔ فقیر اس جگہ گئے دیکھا کہ ایک بوڑھا شخص گدھے پر لکڑیاں لادے ہوئے آرہا ہے۔ سامنے سے ایک سپاہی آیا جس نے اس بوڑھے کو مار پیٹ کی اور لکڑیاں چھین لیں۔ فقیر کو اس سپاہی پر بہت غصہ آیا۔ واپس آکر بزرگ سے سارا قصہ سُنایا اور کہا کہ مجھے اگر اسمِ اعظم آجاتا تو اُس سپاہی کے لئے بددعا کرتا۔ بزرگ نے کہا کہ اس لکڑی والے ہی سے میں نے اسمِ اعظم سیکھا تھا۔

کلمہ طیبہ کی برکات

اس پاک کلمہ میں حق تعالیٰ شانہٗ نے کیا کیا برکات رکھی ہیں اس کا معمولی سا اندازہ اتنی ہی بات سے ہوجاتا ہے کہ سو ۱۰۰ برس کا بوڑھا جس کی تمام عمر کفر و شرک میں گذری ہو ایک مرتبہ اس پاک کلمہ کو ایمان کے ساتھ پڑھنے سے مسلمان ہوجاتا ہے اور عمر بھر کے سارے گناہ زائل ہوجاتے ہیں اور ایمان لانے کے بعد اگر گناہ بھی کئے ہوں تب بھی اس کلمہ کی برکت سے کسی نہ کسی وقت جہنم سے ضرور نکلے گا۔ حضرت حذیفہؓ جو حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے رازدار ہیں فرماتے ہیں کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے۔ (ایک زمانہ ایسا آنے والا ہے) کہ اسلام دھندلا رہ جائیگا جیسے کپڑے کے نقش و نگار (پُرانے ہوجانے سے) دُھندلے ہوجاتے ہیں کہ نہ کوئی روزہ کو جانے گا نہ حج کو نہ زکوٰۃ کو' آخر ایک رات ایسی ہوگی کہ قرآنِ پاک بھی اُٹھالیا جائیگا کوئی آیت اُس کی باقی نہ رہے گی۔ بوڑھے مرد اور بوڑھی عورتیں یہ کہیں گی کہ ہم نے اپنے بڑوں کو کلمہ **لا الہ الا اللہ** پڑھتے سُنا تھا ہم بھی اُسی کو پڑھیں گے۔ حضرت حذیفہؓ کے ایک شاگرد نے عرض کیا کہ جب زکوٰۃ حج روزہ کوئی رکن نہ ہوگا تو یہ کلمہ ہی کیا کام دے گا۔ حضرت حذیفہؓ نے سکوت فرمایا۔ انہوں نے پھر یہی عرض کیا۔ تیسری مرتبہ میں حضرت حذیفہؓ نے فرمایا کہ (کسی نہ کسی وقت) جہنم سے نکالے گا' جہنم سے نکالیگا جہنم سے نکالے گا' یعنی ارکانِ اسلام کے ادا نہ کرنے کا عذاب بھگتنے کے بعد کسی نہ کسی وقت اس کلمہ کی برکت سے نجات پائیگا۔

دعا کیجئے: اے اللہ! ہمیں اپنے ذکر کی توفیق عطا فرمائیے۔ اے اللہ! ہمیں اپنے حقیقی ذکر یعنی ہمہ وقت آپ کے احکامات کو پیشِ نظر رکھتے ہوئے زندگی بسر کرنے کی توفیق عطا فرمائیے۔ اے اللہ! ہمیں اپنی محبت نصیب فرمائیے اور مسنون اذکار و وظائف کو صبح و شام پڑھنے کی توفیق عطا فرمائیے۔ وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ

حضرت نوح علیہ السلام کی اپنے بیٹوں کو نصیحت

عن عبد اللّٰہ بن عمرو رضی اللہ عنہ قال اتی النبی صلی اللہ علیہ وسلم اعرابی علیہ جبة من طیالسة مکفوفة بالدیباج فقال ان صاحبکم ھذا یریدیرفع کل راع وابن راع ویضع کل فارس وابن فارس (اخرجہ الحاکم)

ترجمہ: حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں ایک شخص گاؤں کا رہنے والا آیا جو ریشمی جبہ پہن رہا تھا اور اس کے کناروں پر دیبا کی گوٹ تھی (صحابہؓ سے خطاب کر کے) کہنے لگا کہ تمہارے ساتھی (محمد صلی اللہ علیہ وسلم) یہ چاہتے ہیں کہ ہر چرواہے (بکری چرانے والا) اور چرواہے زادے کو بڑھا دیں اور شہسوار اور شہسواروں کی اولاد کو گرادیں حضورؐ ناراضگی سے اُٹھے اور اس کے کپڑوں کو گریبان سے پکڑ کر ذرا کھینچا اور ارشاد فرمایا کہ (تو ہی بتا) تو بیوقوفوں کے سے کپڑے نہیں پن رہا ہے پھر اپنی جگہ واپس آ کر تشریف فرما ہوئے اور ارشاد فرمایا کہ حضرت نوح علی نبینا وعلیہ الصلوٰۃ والسلام کا جب انتقال ہونے لگا تو اپنے دونوں صاحبزادوں کو بلایا اور ارشاد فرمایا کہ میں تمہیں (آخری) وصیت کرتا ہوں جس میں دو چیزوں سے روکتا ہوں اور ۲ دو چیزوں کا حکم کرتا ہوں۔ جن سے روکتا ہوں ایک شرک ہے دوسرا تکبّر اور جن چیزوں کا حکم کرتا ہوں ایک لا الہ الا اللہ ہے کہ تمام آسمان وزمین اور جو کچھ ان میں ہے اگر سب ایک پلڑے میں رکھدیا جائے اور دوسرے میں (اخلاص سے کہا ہوا) لا الہ الا اللہ رکھدیا جائے تو وہی پلڑا جھک جائے گا اور اگر تمام آسمان وزمین اور جو کچھ ان میں ہے ایک حلقہ بنا کر اس پاک کلمہ کو اس پر رکھ دیا جائے تو وزن سے ٹوٹ جائے اور دوسری چیز جس کا حکم کرتا ہوں وہ سبحان اللہ وبحمدہ ہے کہ یہ دو لفظ ہر مخلوق کی نماز ہیں اور انہیں کی برکت سے ہر چیز کو رزق عطا فرمایا جاتا ہے۔

ظاہر سے باطن پر استدلال

تشریح: حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کا کپڑوں کے متعلق ارشاد فرمانے کا مطلب یہ ہے کہ ظاہر سے باطن پر استدلال کیا جاتا ہے، جس شخص کا ظاہر حال خراب ہے اُس کے باطن کا حال بھی بظاہر ویسا ہی ہے اسلئے ظاہر کو بہتر رکھنے کی سعی کی جاتی ہے کہ باطن اس کے تابع ہوتا ہے۔ اسی لئے صوفیہ کرام ظاہری طہارت وغیرہ کا اہتمام کراتے ہیں تاکہ باطن کی طہارت حاصل ہو جائے۔ جو لوگ یہ کہہ دیتے ہیں اجی باطن اچھا ہونا چاہیے ظاہر چاہے کیسا ہی ہو صحیح نہیں، باطن کا اچھا ہونا مستقل مقصود ہے اور ظاہر کا بہتر ہونا مستقل۔

نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی دعاؤں میں سے' اللھم اجعل سریرتی خیرا من علانیتی واجعل علانیتی صالحة (اے اللہ میرے باطن کو میرے ظاہر سے زیادہ بہتر بنا اور میرے ظاہر کو صالح اور نیک بنادے) حضرت عمرؓ فرماتے ہیں کہ مجھے حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ دُعا تعلیم فرمائی ہے۔

مرتے وقت کلمہ پڑھنے والے کیلئے جنت اور زندہ کیلئے گناہوں کا خاتمہ:

حضرت ابوبکر صدیقؓ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں رنجیدہ سے ہو کر حاضر ہوئے۔ حضورؐ نے دریافت فرمایا کہ میں

تمہیں رنجیدہ دیکھ رہا ہوں کیا بات ہے۔ انہوں نے عرض کیا کہ گزشتہ شب میرے چچا زاد بھائی کا انتقال ہو گیا میں نزع کی حالت میں ان کے پاس بیٹھا تھا (اس منظر سے طبیعت پر اثر ہے) حضورؐ نے فرمایا تم نے اس کو لا الہ الا اللہ کی تلقین بھی کی تھی؟ عرض کیا کی تھی۔ ارشاد فرمایا کہ اس نے یہ کلمہ پڑھ لیا تھا عرض کیا کہ پڑھ لیا تھا۔ ارشاد فرمایا کہ جنت اس کے لئے واجب ہو گئی۔ حضرت ابوبکرؓ نے عرض کیا یارسول اللہؐ زندہ لوگ اس کلمہ کو پڑھیں تو کیا ہو۔ حضورؐ نے دو مرتبہ یہ ارشاد فرمایا کہ کلمہ ان کے گناہوں کو بہت ہی منہدم کر دینے والا ہے (یعنی بالکل ہی مٹا دینے والا ہے)

میت اور قبر کے قریب کلمہ پڑھنا:

مقابر میں اور میت کے قریب کلمہ طیبہ پڑھنے کے متعلق بھی کثرت سے احادیث میں ارشاد ہوا ہے۔ ایک حدیث میں ہے کہ جنازہ کے ساتھ کثرت سے **لاالہ الا اللہ** پڑھا کرو۔ ایک حدیث میں آیا ہے کہ میری امت کا شعار (نشان) جب وہ پل صراط پر چلیں گے تو **لا الہ الا انت** ہوگا۔ دوسری حدیث میں ہے کہ جب وہ اپنی قبروں سے اٹھیں گے تو ان کا نشان **لا الہ الا اللہ وَعَلَى اللّٰهِ فَلْيَتَوَكَّلِ الْمُؤْمِنُوْنَ** ہوگا۔ تیسری حدیث میں ہے کہ قیامت کے اندھیروں میں ان کا نشان لَآ اِلٰهَ اِلَّآ اَنْتَ ہوگا۔

کثرت سے کلمہ پڑھنے کی برکتوں کا ظہور:

لاالہ الا اللہ کو کثرت سے پڑھنے کی برکتیں مرنے سے پہلے بھی بسا اوقات نزع کے وقت سے محسوس ہو جاتی ہیں اور بعض اللہ کے بندوں کو اس سے بھی پہلے ظاہر ہو جاتی ہیں۔ ابوالعباسؒ کہتے ہیں کہ میں اپنے شہر اشبیلہ میں بیمار پڑا ہوا تھا میں نے دیکھا کہ بہت سے پرند بڑے بڑے اور مختلف رنگ کے سفید، سرخ، سبز ہیں جو ایک ہی دفعہ سب کے سب پر سمیٹ لیتے ہیں اور ایک ہی مرتبہ کھول دیتے ہیں اور بہت سے آدمی ہیں جن کے ہاتھ میں بڑے بڑے طباق ڈھکے ہوئے ہیں جن کے اندر کچھ رکھا ہوا ہے۔ میں اس سب کو دیکھ کر یہ سمجھا کہ یہ موت کے تحفے ہیں۔ میں جلدی جلدی کلمہ طیبہ پڑھنے لگا۔ ان میں سے ایک شخص نے مجھ سے کہا کہ تمہارا وقت ابھی نہیں آیا۔ یہ ایک اور مومن کیلئے تحفہ ہے جسکا وقت آ گیا ہے۔ حضرت عمر بن عبدالعزیزؒ کا جب انتقال ہونے لگا تو فرمایا مجھے بٹھادو، لوگوں نے بٹھادیا۔ پھر فرمایا۔ (یااللہ) تو نے مجھے بہت سے کاموں کا حکم فرمایا مجھ سے اس میں کوتاہی ہوئی، تو نے مجھے بہت سی باتوں سے منع فرمایا مجھ سے اس میں نافرمانی ہوئی۔ تین مرتبہ یہی کہتے رہے اس کے بعد فرمایا لیکن **لاالہ الا اللہ** یہ فرما کر ایک جانب غور سے دیکھنے لگے۔ کسی نے پوچھا کیا دیکھتے ہو فرمایا کچھ سبز چیزیں ہیں نہ وہ آدمی ہیں نہ جن۔ اس کے بعد انتقال فرمایا۔ زبیدہؒ کو کسی نے خواب میں دیکھا۔ اس سے پوچھا کیا گزری۔ اس نے کہا ان چار کلموں کی بدولت میری مغفرت ہوگئی۔ **لاالہ الا اللہ افنی بھا عمری، لاالہ الا اللہ ادخل بھا قبری، لا الہ الا للہ اخلوبھا وحدی لا الہ الا اللہ القی بھاربی.** (**لا الہ الا اللہ** کے ساتھ اپنی عمر کو ختم کرونگی اور **لاالہ الا اللہ** ہی کو قبر میں لے کر جاؤں گی اور **لا الہ الا اللہ** ہی کے ساتھ تنہائی کا وقت گزاروں گی اور **لاالہ الا اللہ** ہی کو لے کر اپنے رب کے پاس جاؤں گی۔

دعا کیجئے: اے اللہ! ہمیں بخش دیجئے اور ہمارے گھروں میں وسعت اور رزق میں برکت عطا فرما دیجئے۔

اے اللہ! ہم آپ سے دین و دنیا اور اہل و عیال میں معافی اور اچھے انجام کا سوال کرتے ہیں۔

وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ

گناہ کے کفارہ کے لئے نیکی کرنا

عن ابی ذر رضی اللہ عنہ قال قلت یا رسول اللہ اوصنی قال اذا عملت سیئة فاتبعها حسنة تمحها قلت یارسول اللہ امن الحسنات لااله الا اللہ قال هی افضل الحسنات (رواہ احمد)

ترجمہ: حضرت ابوذر غفاریؓ نے عرض کیا یارسول اللہ مجھے کوئی وصیت فرما دیجئے ارشاد ہوا کہ جب کوئی برائی سرزد ہو جائے تو کفارہ کے طور پر فوراً کوئی نیک کام کرلیا کرو (تاکہ برائی کی نحوست ڈھل جائے) میں نے عرض کیا یارسول اللہ لا الہ الا اللہ پڑھنا بھی نیکیوں میں داخل ہے حضورؐ نے فرمایا کہ یہ تو ساری نیکیوں میں افضل ہے۔

تشریح: برائی اگر گناہ صغیرہ ہے تو نیکی سے اس کا محو ہو جانا اور مٹ جانا ظاہر ہے اور اگر کبیرہ ہے تو قواعد کے موافق توبہ سے محو ہوسکتی ہے یا محض اللہ کے فضل سے جیسا بھی گزر چکا ہے بہرصورت محو ہونے کا مطلب یہ ہے کہ پھر وہ گناہ نہ اعمالنامہ میں رہتا ہے نہ کہیں اس کا ذکر ہوتا ہے۔ چنانچہ ایک حدیث میں وارد ہے کہ جب بندہ توبہ کرتا ہے تو حق تعالیٰ شانہ وہ گناہ کراماً کاتبین کو بھلا دیتے ہیں اور اس گناہ گار کے ہاتھ پاؤں کو بھی بھلا دیتے ہیں اور زمین کے اس حصہ کو بھی جس پر وہ گناہ کیا گیا ہے حتیٰ کہ کوئی بھی اس گناہ کی گواہی دینے والا نہیں رہتا۔ گواہی کا مطلب یہ ہے کہ قیامت میں آدمی کے ہاتھ پاؤں اور بدن کے دوسرے حصے نیک یا بد اعمال جو بھی کئے ہوں ان کی گواہیاں دیں گے حدیث بالا کی تائید ان روایات سے بھی ہوتی ہے جن میں ارشاد فرمایا گیا ہے کہ گناہ سے توبہ کرنیوالا ایسا ہے جیسا کہ گناہ کیا ہی نہیں۔ یہ مضمون کئی حدیثوں میں وارد ہوا ہے۔ توبہ اسکو کہتے ہیں کہ جو گناہ ہو چکا اس پر انتہائی ندامت اور شرم ہو اور آئندہ کیلئے پکا ارادہ ہو کہ پھر کبھی اس گناہ کو نہیں کرونگا۔ ایک دوسری حدیث میں حضور کا ارشاد وارد ہوا ہے کہ اللہ کی عبادت کر اور کسی کو اس کا شریک نہ بنا اور ایسے اخلاص سے عمل کیا کر جیسا کہ وہ پاک ذات تیرے سامنے ہو اور اپنے آپ کو مردوں میں شمار کر اور اللہ کی یاد ہر پتھر اور ہر درخت کے قریب کر (تاکہ بہت سے گواہ قیامت کے دن ملیں) اور جب کوئی برائی ہو جائے تو اس کے کفارہ میں کوئی نیکی کیا کر۔ اگر برائی مخفی کی ہے تو نیکی بھی مخفی ہو اور اگر برائی کو علی الاعلان کیا ہے تو اسکے کفارہ میں نیکی بھی علی الاعلان ہو۔

چالیس ہزار نیکیاں:

حضور کا ارشاد ہے کہ جو شخص **لااله الا الله واحدا احد صمدالم یتخذ صاحبة ولا ولدا ولم یکن له کفوا احد** کو دس مرتبہ پڑھے گا چالیس ہزار نیکیاں اس کے لئے لکھی جائیں گی۔

فائدہ: کلمہ طیبہ کی خاص خاص مقدار پر بھی حدیث کی کتابوں میں بڑی فضیلتیں ذکر فرمائی گئی ہیں۔ ایک حدیث میں آیا ہے جب تم فرض نماز پڑھا کرو تو ہر فرض کے بعد دس مرتبہ **لااله الا الله وحده لاشریک له له الملک وله الحمد وهو علی کل شئ قدیر**. پڑھا کرو اس کا ثواب ایسا ہے کہ جیسے ایک غلام آزاد کیا۔

بیس لاکھ نیکیاں:

دوسری حدیث میں ارشاد ہے کہ جو شخص **لا اله الا الله وحده لاشریک له احدا صمدا لم یلد ولم یولد ولم یکن له**

کفوا احد. پڑھے اس کے لئے بیس لاکھ نیکیاں لکھی جائیں گی۔

انعام واحسان کی بارش

کس قدر اللہ جل شانہ کی طرف سے انعام و احسان کی بارش ہے کہ ایک معمولی سی چیز کے پڑھنے پر جس میں نہ مشقت نہ وقت خرچ ہو پھر بھی ہزار ہزار لاکھ لاکھ نیکیاں عطا ہوتی ہیں لیکن ہم لوگ اس قدر غفلت اور دنیاوی اغراض کے پیچھے پڑے ہوئے ہیں کہ ان الطاف کی بارشوں سے کچھ بھی وصول نہیں کرتے۔ اللہ جل شانہ کے یہاں ہر نیکی کے لئے کم از کم دس گنا ثواب تو متعین ہی ہے۔ بشرطیکہ اخلاص سے ہو۔ اس کے بعد اخلاص ہی کے اعتبار سے ثواب بڑھتا رہتا ہے۔ حضورؐ کا ارشاد ہے کہ اسلام لانے سے جتنے گناہ حالت کفر میں کئے ہیں وہ معاف ہو جاتے ہیں اس کے بعد پھر حساب ہے، ہر نیکی دس گنا سے لے کر سات سو تک اور جہاں تک اللہ چاہیں لکھی جاتی ہے۔ اور برائی ایک ہی لکھی جاتی ہے اور اگر اللہ جل شانہ اس کو معاف فرمادیں تو وہ بھی نہیں لکھی جاتی۔ دوسری حدیث میں ہے کہ جب بندہ نیکی کا ارادہ کرتا ہے تو صرف ارادہ سے ایک نیکی لکھی جاتی ہے اور جب عمل کرتا ہے تو دس نیکیاں سات سو تک اور اس کے بعد جہاں تک اللہ تعالیٰ شانہ چاہیں لکھی جاتی ہیں۔ اس قسم کی اور بھی احادیث بکثرت ہیں جن سے معلوم ہوتا ہے کہ اللہ جل شانہ کے یہاں دینے میں کمی نہیں کوئی لینے والا ہو، یہی چیز اللہ والوں کی نگاہ میں ہوتی ہے جس کی وجہ سے دنیا کی بڑی سے بڑی دولت بھی ان کو نہیں لبھا سکتی۔ اللھم اجعلنی منھم

اعمال کی اور آدمیوں کی اقسام:

حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ اعمال چھ طریقے کے ہیں اور آدمی چار طریقے کے۔ دو عمل تو واجب کرنیوالے ہیں اور دو برابر سرابر اور ایک دس گنا اور ایک سات سو گنا۔ دو عمل جو واجب کرنیوالے ہیں۔ ایک یہ کہ جو شخص اس حال میں مرے کہ شرک نہ کرتا ہو وہ ضرور جنت میں داخل ہوگا۔ دوسرے جو شخص شرک کی حالت میں مرے ضرور جہنم جائے گا اور جو عمل برابر سرابر ہے۔ وہ نیکی کا ارادہ ہے کہ دل اس کے لئے پختہ ہو گیا مگر اس عمل کی نوبت نہ آئی ہو اور دس گنا اجر ہے اگر عمل بھی کر لے اور اللہ کے راستہ میں جہاد وغیرہ میں) خرچ کرنا سات سو درجہ کا اجر رکھتا ہے اور گناہ اگر کرے تو ایک کا بدلہ ایک ہی ہے اور چار قسم کے آدمی یہ ہیں کہ بعض لوگ ایسے ہیں کہ جن پر دنیا میں وسعت ہے آخرت میں تنگی ہے، بعض ایسے ہیں جن پر دنیا میں تنگی ہے آخرت میں وسعت، بعض ایسے ہیں کہ جن پر دونوں جگہ تنگی ہے، (کہ دنیا میں فقر آخرت میں عذاب ہے) بعض ایسے ہیں کہ دونوں جہان میں وسعت ہے۔

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے ایک آدمی کا سوال

ایک شخص حضرت ابو ہریرہؓ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور عرض کیا میں نے سنا ہے آپ یہ نقل کرتے ہیں کہ اللہ جل شانہ بعض نیکیوں کا بدلہ دس لاکھ گنا عطا فرماتے ہیں۔ حضرت ابو ہریرہؓ نے فرمایا۔ اس میں تعجب کی کیا بات ہے میں نے خدا کی قسم ایسا ہی سنا ہے۔ دوسری حدیث میں ہے کہ میں نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا ہے کہ بعض نیکیوں کا ثواب بیس لاکھ تک ملتا ہے اور جب حق تعالیٰ شانہ يُضٰعِفْهَا وَيُؤْتِ مِنْ لَّدُنْهُ اَجْرًا عَظِيْمًا ارشاد فرمائیں (اس کے ثواب کو بڑھاتے ہیں اور اپنے پاس سے بہت سا اجر دیتے ہیں) جس چیز کو اللہ تعالیٰ اجر عظیم فرمائیں اسکی مقدار کا اندازہ کون کر سکتا ہے۔ امام غزالیؒ فرماتے ہیں کہ ثواب کی اتنی بڑی مقداریں جب ہی ہو سکتی ہیں جب ان الفاظ کے معانی کا تصور اور لحاظ کر کے پڑھے کہ یہ اللہ تعالیٰ شانہ کی اہم صفات ہیں۔

وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ

جنت کے آٹھوں دروازوں کا کھلنا

عن عمر بن الخطاب رضی اللہ عنه عن النبی صلی اللہ علیه وسلم قال ما منکم من احد یتوضاء فیبلغ اوفیسبغ الوضوء ثم یقول اشهد ان لا اله لا اللہ وحده لاشریک له واشهد ان محمدا عبده ورسوله الا نتحت له ابواب الجنة الثمانیة یدخل من ایها شاء (رواہ مسلم)

ترجمہ: حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ جو شخص وضو کرے اور اچھی طرح کرے (یعنی سنتوں اور آداب کی پوری رعایت کرے) پھر یہ دعا پڑھے۔ **اشهد ان لااله الا اللہ وحده لاشریک له واشهد ان محمدا عبده ورسوله** اس کیلئے جنت کے آٹھوں دروازے کھل جاتے ہیں جس دروازے سے دل چاہے داخل ہو۔

تشریح: جنت میں داخل ہونے کے لئے ایک دروازہ بھی کافی ہے پھر آٹھوں کا کھل جانا یہ غایت اعزاز واکرام کے طور پر ہے۔ ایک حدیث میں وارد ہوا کہ جو شخص اس حال میں مرے کہ اللہ کے ساتھ شرک نہ کرتا ہو اور ناحق کسی کا خون نہ کیا ہو وہ جنت کے جس دروازے سے چاہے داخل ہو۔

قیامت کے دن چودھویں کے چاند جیسا چہرہ:

حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ جو شخص سو مرتبہ لا الہ الا اللہ پڑھا کرے حق تعالیٰ شانہٗ قیامت کے دن اس کو ایسا روشن چہرہ والا اٹھائیں گے جیسے چودھویں رات کا چاند ہوتا ہے اور جس دن یہ تسبیح پڑھے اس دن اس سے افضل عمل والا وہی شخص ہو سکتا ہے جو اس سے زیادہ پڑھے۔

متعدد آیات وروایات سے یہ مضمون ثابت ہوتا ہے کہ **لااله الا اللہ** دل کے لئے بھی نور ہے اور چہرے کے لئے بھی نور ہے اور یہ تو مشاہدہ بھی ہے کہ جن اکابر کا اس کلمہ کی کثرت معمول ہے ان کا چہرہ دنیا ہی میں نورانی ہوتا ہے۔

ہر قسم کے گناہ سے حفاظت:

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ بچہ کو شروع میں جب وہ بولنا سیکھنے لگے لا الہ الا اللہ یاد کراؤ اور جب مرنے کا وقت آئے جب بھی لا الہ الا اللہ تلقین کرو جس شخص کا اول کلمہ لا الہ الا اللہ ہو اور آخری کلمہ لا الہ الا اللہ ہو وہ ہزار برس بھی زندہ رہے تو (ان شاء اللہ) کسی گناہ کا اس سے مطالبہ نہیں ہوگا (یا اس وجہ سے کہ گناہ صادر نہ ہوگا یا اگر صادر ہوا تو توبہ وغیرہ سے معاف ہو جائے گا یا اس وجہ سے کہ اللہ جل جلالہ اپنے فضل سے معاف فرمائیں گے)

مرنے والے کو تلقین:

تلقین اس کو کہتے ہیں کہ مرتے وقت آدمی کے پاس بیٹھ کر کلمہ پڑھا جائے تا کہ اس کو سن کر وہ بھی پڑھنے لگے اس پر اس وقت جبر یا تقاضا نہیں کرنا چاہیے کہ وہ شدت تکلیف میں ہوتا ہے اخیر وقت میں کلمہ تلقین کرنے کا حکم اور بھی بہت سی احادیث صحیحہ میں وارد ہوا ہے۔ متعدد حدیثوں میں یہ بھی ارشاد نبوی صلی اللہ علیہ وسلم وارد ہوئی ہے کہ جس شخص کو مرتے وقت **الا اله الا اللہ** نصیب ہو جائے اسکے گناہ ایسے گر جاتے ہیں جیسے سیلاب کی وجہ سے تعمیر۔ بعض احادیث میں یہ بھی آیا ہے کہ جس شخص کو مرتے وقت یہ مبارک کلمہ نصیب ہو جاتا ہے تو پچھلی خطائیں معاف ہو جاتی ہیں۔ ایک حدیث میں آیا ہے کہ منافق کو اس کلمہ کی توفیق نہیں ہوتی۔ ایک حدیث میں آیا ہے کہ اپنے مردوں کو **لااله الا اللہ** کا توشہ دیا کرو۔ ایک حدیث میں آیا ہے کہ جو شخص کسی بچہ کی پرورش کرے یہاں

تک کہ وہ لا اله الا الله کہنے لگے اس سے حساب معاف ہے۔

ایک حدیث میں آیا ہے کہ جو شخص نماز کی پابندی کرتا ہے مرنے کے وقت ایک فرشتہ اس کے پاس آتا ہے جو شیطان کو دور کر دیتا ہے اور مرنے والے کو لااله الا الله محمد رسول الله تلقین کرتا ہے۔

ایک بات کثرت سے تجربہ میں آئی ہے کہ اکثر وبیشتر تلقین کا فائدہ جب ہی ہوتا ہے کہ زندگی میں بھی اس کلمہ پاک کی کثرت رکھتا ہو۔ ایک شخص کا قصہ لکھا ہے کہ بھس فروخت کیا کرتا تھا۔ جب اس کے مرنے کا وقت آیا تو لوگ اس کو کلمہ طیبہ کی تلقین کرتے تھے اور وہ کہتا تھا کہ یہ گٹھا اتنے کا ہے اور یہ اتنے کا ہے اس طرح اور بھی متعدد واقعات ہیں اور مشاہدہ میں بھی آتے ہیں۔

بعض دفعہ کسی گناہ کی وجہ سے مرتے وقت کلمہ نصیب نہیں ہوتا:

بسا اوقات کسی گناہ کا کرنا بھی اس کا سبب بن جاتا ہے کہ مرتے وقت کلمہ طیبہ نصیب نہیں ہوتا۔ علماء نے لکھا ہے کہ افیون کھانے میں ستر نقصان ہیں جن میں سے ایک یہ ہے کہ مرتے وقت کلمہ یاد نہیں آتا۔ اس کے بالمقابل مسواک میں ستر فائدے ہیں جن میں سے ایک یہ ہے کہ مرتے وقت کلمہ طیبہ یاد آتا ہے۔ ایک شخص کا قصہ لکھا ہے کہ مرتے وقت اس کو کلمہ شہادت تلقین کیا گیا وہ کہنے لگا کہ اللہ سے دعا کرو میری زبان سے نکلتا نہیں۔ لوگوں نے پوچھا کیا بات ہے اس نے کہا میں تولنے میں بے احتیاطی کرتا تھا۔ ایک دوسرے شخص کا قصہ ہے کہ جب اس کو تلقین کی گئی تو کہنے لگا کہ مجھ سے کہا نہیں جاتا۔ لوگوں نے پوچھا کیا بات ہے اس نے کہا کہ ایک عورت مجھ سے تولیہ خریدنے آئی تھی مجھے اچھی لگی میں اس کو دیکھتا رہا اور بھی بہت سے واقعات اس نوع کے ہیں جن میں سے بعض تذکرہ قرطبیہ میں بھی لکھے ہیں۔ بندہ کا کام ہے کہ گناہوں سے توبہ کرتا رہے اور اللہ تعالیٰ شانہ سے توفیق کی دعا کرتا رہے۔

کلمہ طیبہ سے کوئی عمل بڑھ نہیں سکتا:

حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ لا الہ الا اللہ سے نہ کوئی عمل بڑھ سکتا ہے اور نہ یہ کلمہ کسی گناہ کو چھوڑ سکتا ہے۔

کسی عمل کا اس سے نہ بڑھ سکنا تو ظاہر ہے کہ کوئی بھی عمل ایسا نہیں ہے جو بغیر کلمہ طیبہ پڑھے کار آمد ہو سکتا ہے، نماز، روزہ، حج، زکوٰۃ غرض ہر عمل ایمان کا محتاج ہے۔ اگر ایمان ہے تو وہ اعمال بھی مقبول ہو سکتے ہیں۔ ورنہ نہیں اور کلمہ طیبہ جو خود ایمان لانا ہی ہے وہ کسی عمل کا بھی محتاج نہیں۔ اسی وجہ سے اگر کوئی شخص فقط ایمان رکھتا ہو اور ایمان کے علاوہ وہ کوئی عمل صالح نہ ہو تو بھی وہ کسی نہ کسی وقت ان شاء اللہ جنت میں ضرور جائے گا اور جو شخص ایمان نہ رکھتا ہو خواہ وہ کتنے ہی پسندیدہ اعمال کرے نجات کے لئے کافی نہیں۔ دوسرا جزو کسی گناہ کو نہ چھوڑنا ہے اگر اس اعتبار سے دیکھا جائے کہ جو شخص آخری وقت میں مسلمان ہوا اور کلمہ طیبہ پڑھنے کے بعد فوراً ہی مر جائے تو ظاہر ہے کہ اس ایمان لانے سے پہلے کفر کی حالت میں جتنے گناہ کئے تھے وہ سب بالاجماع جاتے رہے اور اگر پہلے سے پڑھنا مراد ہو تو حدیث شریف کا مطلب یہ ہے کہ یہ کلمہ دلوں کی صفائی اور صیقل ہونے کا ذریعہ ہے۔ جب اس پاک کلمہ کی کثرت ہوگی تو دل کی صفائی کی وجہ سے توبہ کئے بغیر چین ہی نہ پڑے گا اور آخر کار گناہوں کی معافی کا ذریعہ بن جائے گا۔ ایک حدیث میں آیا ہے کہ جس شخص کو سونے کے وقت اور جاگنے کے وقت لااله الا الله کا اہتمام ہو اسکو دنیا بھی اور آخرت پر مستعد کریگی اور مصیبت سے اس کی حفاظت کرے۔

وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ

ایمان کا سب سے اعلیٰ اور ادنیٰ درجہ

عن ابی ھریرۃ رضی اللہ عنہ قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم الایمان بضع و سبعون شعبۃ فافضلھا قول لا الہ الا اللہ و ادناھا اماطۃ الاذی عن الطریق الحیاء شعبۃ من الایمان (رواہ ابن ماجہ)

ترجمہ: حضورؐ کا ارشاد ہے کہ ایمان کی ستر سے زیادہ شاخیں ہیں (بعض روایات میں ستتر آئی ہیں) ان میں سے افضل لا الہ الا اللہ کا پڑھنا ہے اور سب سے کم درجہ راستہ سے کسی تکلیف دہ چیز (اینٹ، لکڑی، کانٹے وغیرہ) کا ہٹا دینا ہے اور حیا بھی (ایک خصوصی) شعبہ ہے ایمان کا۔

حیاء کی خصوصیت:

تشریح: حیا کو خصوصی اہتمام کی وجہ سے ذکر فرمایا کہ یہ بہت سے گناہوں زنا، چوری، فحش گوئی، ننگا ہونا، گالی گلوچ وغیرہ سے بچنے کا سبب ہے۔ اس طرح رسوائی کے خیال سے بہت سے نیک کام کرنے ضروری ہو جاتے ہیں۔ بلکہ دنیا اور آخرت کی شرم سارے ہی نیک کاموں پر ابھارتی ہے۔ نماز، زکوٰۃ، حج وغیرہ تو ظاہر ہیں اسی طرح سے اور بھی تمام احکام بجا لانے کا سبب ہے۔ اسی وجہ سے مثل مشہور ہے "تو بےحیا باش وہر چہ خواہی کن" تو بے غیرت ہو جا پھر جو چاہے کر۔ اس معنی میں صحیح حدیث بھی وارد ہے۔ **اذالم تستحی فاصنع ماشئت** جب تو حیادار نہ رہے تو پھر جو چاہے کر کہ ساری فکر غیرت اور شرم ہی کی ہے اگر حیا ہے تو یہ خیال بھی ضروری ہے کہ نماز نہ پڑھوں گا تو آخرت میں کیا منہ دکھلاؤں گا اور شرم نہیں ہے تو پھر یہ خیال ہوتا ہے کہ کوئی کہہ کر کیا کرے گا۔

حدیث شریف کا مصداق

اس حدیث شریف میں ایمان کی ستر سے زیادہ شاخیں ارشاد فرمائی ہیں۔ اس بارے میں روایات مختلف وارد ہوئی ہیں اور متعدد روایات میں ستتر کا عدد آیا ہے اسی لئے ترجمہ میں اس طرف اشارہ بھی کر دیا تھا۔ اس ستتر کی تفصیل میں علماء نے بہت سی مستقل تصانیف فرمائی ہیں۔ امام ابو حاتم بن حبان فرماتے ہیں کہ میں اس حدیث کا مطلب ایک مدت تک سوچتا رہا۔ جب عبادتوں کو گنتا تو وہ ستتر سے بہت زیادہ ہو جاتیں۔ احادیث کو تلاش کرتا اور حدیث شریف میں جن چیزوں کو خاص طور سے ایمان کی شاخوں کے ذیل میں ذکر کیا ہے ان کو شمار کرتا تو وہ اس عدد سے کم ہو جاتیں میں قرآن پاک کی طرف متوجہ ہوا اور قرآن شریف میں جن چیزوں کو ایمان کے ذیل میں ذکر کیا ہے۔ ان کو شمار کیا تو وہ بھی اس عدد سے کم تھیں تو میں نے قرآن اور حدیث شریف دونوں کو جمع کیا اور دونوں میں جن چیزوں کو ایمان کا جزو قرار دیا ان کو شمار کر کے جو چیزیں دونوں میں مشترک تھا۔ ان کو ایک ایک عدد شمار کر کے میزان دیکھی تو دونوں کا مجموعہ مکررات کو نکال کر اس عدد کے موافق ہو گیا تو میں سمجھا کہ حدیث شریف کا مفہوم یہی ہے۔ قاضی عیاضؒ فرماتے ہیں کہ ایک جماعت نے ان شاخوں کی تفصیل بیان کرنے کا اہتمام کیا ہے اور اجتہاد سے ان تفصیلات کے مراد ہونے کا حکم لگایا ہے۔ حالانکہ اس مقدار کی خصوصی تفصیل نہ معلوم ہونے سے ایمان میں کوئی نقص پیدا نہیں ہوتا

جبکہ ایمان کے اصول و فروع سارے بالتفصیل معلوم و محقق ہیں۔ خطابیؒ فرماتے ہیں کہ اس تعداد کی تفصیل اللہ کے اور اسکے رسولؐ کے علم میں ہے اور شریعت مطہرہ میں موجود ہے تو اس تعداد کے ساتھ تفصیل کا علم نہ ہونا کچھ مضر نہیں۔

ایمان کی شاخوں کی تفصیل

امام نوویؒ فرماتے ہیں کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ان شاخوں میں سب سے اعلیٰ توحید یعنی کلمہ طیبہ لا الہ الا اللہ کو قرار دیا ہے جس سے معلوم ہو گیا کہ ایمان میں سب سے اوپر اس کا درجہ ہے اس سے اوپر اور کوئی چیز ایمان کی شاخ نہیں ہے جس سے یہ بات معلوم ہو گئی کہ اصل توحید ہے جو ہر مکلّف پر ضروری ہے اور سب سے نیچے دفع کرنا ہے اس چیز کا جو کسی مسلمان کو نقصان پہنچانے کا احتمال رکھتی ہو۔ باقی سب شاخیں ان کے درمیان ہیں جن کی تفصیل معلوم ہونا ضروری نہیں۔ اجمالاً ان پر ایمان لانا کافی ہے جیسا کہ سب فرشتوں پر ایمان لانا ضروری ہے لیکن ان کی تفصیل اور ان کے نام ہم نہیں جانتے لیکن ایک جماعت محدثین نے ان سب شاخوں کی تفصیل میں مختلف تصانیف فرمائی ہیں۔ جس کا حاصل یہ ہے کہ دراصل ایمان کامل تین چیزوں کے مجموعہ کا نام ہے اول تصدیق قلبی یعنی دل سے جملہ امور کا یقین کرنا دوسرے زبان کا اقرار و عمل۔ تیسرے بدن کے اعمال یعنی ایمان کی جملہ شاخیں تین حصوں پر منقسم ہیں۔ اول وہ جن کا تعلق نیت و اعتقاد اور عمل قلبی سے ہے۔ دوسرے وہ جن کا تعلق زبان سے ہے۔ تیسرے وہ جن کا تعلق باقی حصہ بدن سے ہے۔ ایمان کی جملہ چیزیں ان تین میں داخل ہیں۔

پہلی قسم: جو تمام عقائد کو شامل ہے اس کا خلاصہ تیس چیزیں ہیں۔

(۱) اللہ پر ایمان لانا جس میں اس کی ذات' اس کی صفات پر ایمان لانا داخل ہے اور اس کا یقین بھی کہ وہ پاک ذات ایک ہے اور اس کا کوئی شریک نہیں اور نہ اس کا کوئی مثل ہے۔

(۲) اللہ کے ماسوا سب چیزیں بعد کی پیداوار ہیں۔ ہمیشہ سے وہی ایک ذات ہے۔

(۳) فرشتوں پر ایمان لانا۔

(۴) اللہ کی اتاری ہوئی کتابوں پر ایمان لانا۔

(۵) اللہ کے رسولوں پر ایمان لانا۔

(۶) تقدیر پر ایمان لانا کہ بھلی ہو یا بری سب اللہ کی طرف سے ہے۔

(۷) قیامت کے حق ہونے پر ایمان لانا جس میں قبر کا سوال جواب' قبر کا عذاب' مرنے کے بعد دوبارہ زندہ ہونا' حساب ہونا' اعمال کا تلنا اور پل صراط پر گزرنا سب ہی داخل ہے۔

(۸) جنت کا یقین ہونا اور یہ کہ مومن ان شاء اللہ ہمیشہ اس میں رہیں گے۔

(۹) جہنم کا یقین ہونا اور یہ کہ اس میں سخت سے سخت عذاب ہیں اور وہ بھی ہمیشہ ہمیشہ رہے گی۔

(۱۰) اللہ تعالیٰ شانہ سے محبت رکھنا۔

(۱۱) اللہ کے واسطے دوسروں سے محبت رکھنا اور اللہ ہی کے واسطے بغض رکھنا (یعنی اللہ والوں سے محبت رکھنا اور اس کی نافرمانی کرنیوالوں سے بغض رکھنا) اور اسی میں داخل ہے۔ صحابہ کرامؓ بالخصوص مہاجرین اور انصار کی محبت اور آلِ رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی محبت۔

(۱۲) حضور اقدس صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے محبت رکھنا جس میں آپ کی تعظیم بھی آ گئی اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم پر درود

شریف پڑھنا بھی اور آپ کی سنتوں کا اتباع کرنا بھی داخل ہے۔
(۱۳) اخلاص جس میں ریا نہ کرنا اور نفاق سے بچنا بھی داخل ہے۔
(۱۴) توبہ یعنی دل سے گناہوں پر ندامت اور آئندہ نہ کرنے کا عہد
(۱۵) اللہ کا خوف۔
(۱۶) اللہ کی رحمت کا امیدوار ہونا
(۱۷) اللہ کی رحمت سے مایوس نہ ہونا
(۱۸) شکر گزاری (۱۹) وفا (۲۰) صبر
(۲۱) تواضع جس میں بڑوں کی تعظیم بھی داخل ہے۔
(۲۲) شفقت ورحمت جس میں بچوں پر شفقت کرنا بھی داخل ہے
(۲۳) مقدر پر راضی ہونا (۲۴) توکل
(۲۵) خود بینی اور خود ستائی کا چھوڑنا جس میں اصلاحِ نفس بھی داخل ہے
(۲۶) کینہ اور خلش نہ رکھنا جس میں حسد بھی داخل ہے
(۲۷) عینی میں یہ نمبر رہ گیا ہے میرے خیال میں اس جگہ حیا کرنا ہے جو کاتب کی غلطی سے رہ گیا ہے۔
(۲۸) غصہ نہ کرنا
(۲۹) فریب نہ دینا جسمیں بدگمانی نہ کرنا اور کسی کے ساتھ مکر نہ کرنا بھی داخل ہے
(۳۰) دنیا کی محبت دل سے نکال دینا جس میں مال کی اور جاہ کی محبت بھی داخل ہے۔ علامہ عینیؒ فرماتے ہیں کہ امور بالا میں دل کے تمام اعمال داخل ہیں۔ اگر کوئی چیز بظاہر خارج معلوم ہوتو وہ غور سے ان نمبروں میں سے کسی نہ کسی نمبر میں داخل ہوگی۔

دعا کیجئے

اے اللہ! ہمیں اپنے ذکر کی توفیق عطا فرمائیے۔
اے اللہ! ہمیں اپنے حقیقی ذکر یعنی ہمہ وقت آپ کے احکامات کو پیش نظر رکھتے ہوئے زندگی بسر کرنے کی توفیق عطا فرمائیے۔
اے اللہ! ہمیں اپنی محبت نصیب فرمائیے اور مسنون اذکار و وظائف کو صبح وشام پڑھنے کی توفیق عطا فرمائیے۔
اے اللہ! ہمیں ایسا بنا دیجئے کہ ہم سب سے زیادہ آپ کا ذکر کرنے والے سب سے زیادہ آپ کو فرمانبرداری کرنے والے اور سب سے زیادہ آپ سے محبت کرنے والے بن جائیں۔
اے اللہ! ہمیں ایسا بنا دیجئے کہ ہم اپنے سارے دل کیساتھ آپ سے محبت کریں اور آپ کو راضی کرنے میں اپنی ساری کوششیں صرف کردیں۔
اے اللہ! ہم آپ سے دین ودنیا اور اہل وعیال میں معافی اور اچھے انجام کا سوال کرتے ہیں۔
اے اللہ! ہمیں بخش دیجئے اور ہمارے گھروں میں وسعت اور رزق میں برکت عطا فرما دیجئے۔

وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ

ایمان کا سب سے اعلیٰ اور ادنیٰ درجہ

عن ابی ھریرۃ رضی اللہ عنہ قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم الایمان بضع و سبعون شعبۃ فافضلھا قول لا الہ الا اللہ وادناھا اماطۃ الاذی عن الطریق الحیاء شعبۃ من الایمان (رواہ ابن ماجہ)

ترجمہ : حضورؐ کا ارشاد ہے کہ ایمان کی ستر سے زیادہ شاخیں ہیں (بعض روایات میں ستتر آئی ہیں) ان میں سے افضل لا الہ الا اللہ کا پڑھنا ہے اور سب سے کم درجہ راستہ سے کسی تکلیف دہ چیز (اینٹ، لکڑی، کانٹے وغیرہ) کا ہٹا دینا ہے اور حیا بھی (ایک خصوصی) شعبہ ہے ایمان کا۔

دوسری قسم: زبان کا عمل تھا اس کے سات شعبے ہیں

(۱) کلمہ طیبہ کا پڑھنا

(۲) قرآن پاک کی تلاوت کرنا

(۳) علم سیکھنا (۴) علم دوسروں کو سکھانا

(۵) دعا کرنا (۶) اللہ کا ذکر جس میں استغفار بھی داخل ہے

(۷) لغو باتوں سے بچنا۔

تیسری قسم: باقی بدن کے اعمال ہیں یہ کل چالیس ہیں جو تین حصوں پر منقسم ہیں۔

پہلا حصہ: اپنی ذاتوں سے تعلق رکھتا ہے یہ سولہ شاخیں ہیں۔

(۱) پاکی حاصل کرنا جس میں بدن کی پاکی، کپڑے کی پاکی، مکان کی پاکی سب ہی داخل ہیں اور بدن کی پاکی میں وضو بھی داخل ہے اور حیض ونفاس اور جنابت کا غسل بھی

(۲) نماز کی پابندی کرنا اس کو قائم کرنا جس میں فرض نفل ادا قضا سب داخل ہے

(۳) صدقہ جس میں زکوٰۃ صدقہ فطر وغیرہ بھی داخل ہے اور بخشش کرنا، لوگوں کو کھانا کھلانا، مہمان کا اکرام کرنا اور غلاموں کا آزاد کرنا بھی داخل ہے

(۴) روزہ فرض ہو یا نفل

(۵) حج کرنا فرض ہو یا نفل اور اسی میں عمرہ بھی داخل ہے اور طواف بھی

(۶) اعتکاف کرنا جسمیں لیلۃ القدر کو تلاش کرنا بھی داخل ہے

(۷) دین کی حفاظت کے لئے گھر چھوڑنا جسمیں ہجرت بھی داخل ہے

(۸) نذر کا پورا کرنا (۹) قسموں کی نگہداشت رکھنا

(۱۰) کفاروں کا ادا کرنا

(۱۱) ستر کا نماز میں اور نماز کے علاوہ ڈھانکنا

(۱۲) قربانی کرنا اور قربانی کے جانوروں کی خبر گیری کرنا اور ان کا اہتمام کرنا

(۱۳) جنازہ کا اہتمام کرنا اسکے جملہ امور کا انتظام کرنا

(۱۴) قرض کا ادا کرنا (۱۵) معاملات کا درست کرنا سود سے بچنا

(۱۶) سچی بات کی گواہی دینا حق کو نہ چھپانا۔

دوسرا حصہ: کسی دوسرے کے ساتھ کے برتاؤ کا ہے اس کی چھ شاخیں ہیں

(۱) نکاح کے ذریعہ سے حرام کاری سے بچنا

(۲) اہل وعیال کے حقوق کی رعایت کرنا اور انکا ادا کرنا، اسمیں نوکروں اور خادموں کے حقوق بھی داخل ہیں

(۳) والدین کیساتھ سلوک کرنا' نرمی برتنا' فرمانبرداری کرنا

(۴) اولاد کی اچھی تربیت کرنا (۵) صلہ رحمی کرنا

(۶) بڑوں کی فرمانبرداری اور اطاعت کرنا۔

تیسرا حصہ: حقوق عامہ کا ہے جو اٹھارہ شعبوں پر منقسم ہے۔

(۱) عدل کے ساتھ حکومت کرنا

(۲) حقانی جماعت کا ساتھ دینا

(۳) حکام کی اطاعت کرنا (بشرطیکہ خلاف شرع حکم نہ ہو)

(۴) آپس کے معاملات کی اصلاح کرنا جسمیں مفسدوں کو سزا دینا' باغیوں سے جہاد کرنا بھی داخل ہے

(۵) نیک کاموں میں دوسروں کی مدد کرنا

(۶) نیک کاموں کا حکم کرنا اور بری باتوں سے روکنا جسمیں وعظ و تبلیغ بھی داخل ہے

(۷) حدود کا قائم کرنا

(۸) جہاد کرنا جسمیں مورچوں کی حفاظت بھی داخل ہے

(۹) امانت کا ادا کرنا جسمیں خمس جو غنیمت کے مالوں میں ہوتا ہے وہ بھی داخل ہے

(۱۰) قرض کا دینا اور ادا کرنا

(۱۱) پڑوسیوں کا حق ادا کرنا' انکا اکرام کرنا

(۱۲) معاملہ اچھا کرنا جس میں جائز طریقہ سے مال کا جمع کرنا بھی داخل ہے

(۱۳) مال کا اپنے محل (موقع) پر خرچ کرنا اسراف اور بخل سے بچنا بھی اسمیں داخل ہے

(۱۴) سلام کرنا اور سلام کا جواب دینا

(۱۵) چھینکنے والے کو یرحمک اللہ کہنا

(۱۶) دنیا کو اپنے نقصان سے اپنی تکلیف سے بچانا

(۱۷) لہو ولعب سے بچنا

(۱۸) راستہ سے تکلیف دہ چیز کا دور کرنا۔

مختلف روایات میں تطبیق:

یہ ستتر شاخیں ہوئیں ان میں بعض کو ایک دوسرے میں منضم بھی کیا جا سکتا ہے۔ جیسا کہ اچھے معاملہ میں مال کا جمع کرنا اور خرچ کرنا دونوں داخل ہو سکتے ہیں۔ اس طرح سے غور سے اور بھی اعداد کو کم کیا جا سکتا ہے اور اس لحاظ سے ستر والی روایت یا ترسٹھ والی روایت کے تحت میں بھی یہ تفصیل آ سکتی ہے۔ اس تفصیل میں بندہ نے علامہ عینیؒ کے کلام کو جو بخاری شریف کی شرح میں ہے اصل قرار دیا ہے کہ انہوں نے نمبر وار ان چیزوں کو ذکر فرمایا ہے اور حافظ ابن حجر کی فتح الباری اور علامہ قاریؒ کی مرقات سے توضیح و اضافہ کیا ہے۔ علماء نے لکھا ہے کہ ایمان کے سارے شعبے مجملاً یہ ہیں جو مذکور ہوئے۔ آدمی کو چاہیے کہ ان میں غور و فکر کرے جو اوصاف اسمیں ان میں سے پائے جاتے ہوں ان پر اللہ جل شانہ کا شکر ادا کرے کہ اسی کی توفیق و لطف سے ہر بھلائی حاصل ہو سکتی ہے اور جن اوصاف میں کمی ہو انکے حاصل کرنے کی سعی کرے اور اللہ تعالیٰ سے ان کے حصول کی توفیق مانگتا رہے۔ وَمَا تَوْفِيْقِيْٓ اِلَّا بِاللّٰهِ.

ان احادیث کے بیان میں جن میں ان کلمات کی فضیلت اور ترغیب ذکر فرمائی گئی ہے۔

دعا کیجئے: اے اللہ! ہمیں ایسا بنا دیجئے کہ ہم اپنے سارے دل کیساتھ آپ سے محبت کریں اور آپ کو راضی کرنے میں اپنی ساری کوششیں صرف کر دیں۔ اے اللہ! ہم آپ سے دین و دنیا اور اہل و عیال میں معافی اور اچھے انجام کا سوال کرتے ہیں۔ اے اللہ! ہمیں بخش دیجئے اور ہمارے گھروں میں وسعت اور رزق میں برکت عطا فرما دیجئے۔ وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ

6

دو محبوب کلمے

عن ابی ہریرۃؓ قال قال النبی صلی اللہ علیہ وسلم کلمتان خفیفتان علی اللسان ثقیلتان فی المیزان حبیبتان الی الرحمن سبحان اللہ وبحمدہ سبحان اللہ العظیم

ترجمہ: حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ دو کلمے ایسے ہیں کہ زبان پر بہت ہلکے اور ترازو میں بہت وزنی اور اللہ کے نزدیک بہت محبوب ہیں وہ سبحان اللہ وبحمدہ اور سبحان اللہ العظیم ہیں۔

زبان پر ہلکے اور ترازو میں وزنی

تشریح: زبان پر ہلکے کا مطلب یہ ہے کہ پڑھنے میں نہ وقت خرچ ہو کہ بہت مختصر ہیں نہ یاد کرنے میں کوئی دقت یا دیر لگے اور اس کے باوجود جب اعمال کے تولنے کا وقت آئیگا تو ترازو میں ان کلموں کی کثرت کیوجہ سے بہت زیادہ وزن ہو جائیگا اور اگر کوئی بھی فائدہ نہ ہوتا تو بھی اس سے بڑھ کر کیا چیز تھی کہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک یہ دو کلمے سب سے زیادہ محبوب ہیں۔ امام بخاریؒ نے اپنی کتاب صحیح بخاری کو ان ہی دو کلموں پر ختم فرمایا اور یہی حدیث کتاب کے ختم پر ذکر فرمائی ہے۔ ایک حدیث میں ارشاد نبویؐ ہے کہ کوئی شخص تم میں سے اس بات کو نہ چھوڑے کہ ہزار نیکیاں روزانہ کر لیا کرے۔ سبحان اللہ و بحمدہ سو مرتبہ پڑھ لیا کرے ہزار نیکیاں ہو جائینگی۔ اتنے گناہ تو ان شاء اللہ روزانہ کے ہوں گے بھی نہیں۔ اور اس تسبیح کے علاوہ جتنے نیک کام کئے ہوں گے ان کا ثواب علیحدہ نفع میں رہا۔ ایک حدیث میں آیا ہے کہ جو شخص صبح وشام ایک ایک تسبیح سبحان اللہ وبحمدہ کی پڑھے اس کے گناہ معاف ہو جائیں گے۔ خواہ سمندر کے جھاگوں سے بھی زیادہ ہوں۔ ایک حدیث میں آیا ہے کہ سبحان اللہ الحمدللہ لا الہ الا اللہ اللہ اکبر سے گناہ ایسے جھڑتے ہیں جیسے (سردی میں) درخت سے پتے جھڑتے ہیں۔

سب سے پسندیدہ کلام

حضرت ابوذر غفاریؓ فرماتے ہیں کہ ایک مرتبہ حضورؐ نے ارشاد فرمایا کہ میں تجھے بتاؤں اللہ کے نزدیک سب سے زیادہ پسندیدہ کلام کیا ہے میں نے عرض کیا ضرور بتاویں ارشاد فرمایا سبحان اللہ وبحمدہ دوسری حدیث میں ہے سبحان ربی وبحمدہ

ایک حدیث میں یہ بھی ہے کہ اللہ نے جس چیز کو اپنے فرشتوں کیلئے اختیار فرمایا وہی افضل ترین ہے اور وہ سبحان اللہ وبحمدہ ہے۔

فرشتوں کا مشغلہ

پہلی فصل میں کئی آیتوں میں یہ مضمون گزر چکا ہے کہ ملائکہ جو عرش کے قریب ہیں اور ان کے علاوہ سب اللہ جل شانہ کی تسبیح وتحمید میں مشغول رہتے ہیں ان کا مشغلہ یہی ہے کہ وہ اللہ کی پاکی بیان کرنے میں اور حمد کرنے میں مشغول رہیں۔ اسی وجہ سے جب آدم علیہ السلام کو پیدا فرمانے کا وقت ہوا تو انہوں نے یہی بارگاہ الٰہی میں ذکر کیا کہ نحن نسبح بحمدک و نقدس لک جیسا کہ اس سے پہلی فصل کی پہلی آیت میں گزر چکا ہے۔ ایک حدیث میں وارد ہے کہ آسمان (عظمت الٰہی کے بوجھ سے) بولتا ہے۔ (چرچراتا ہے جیسا کہ چارپائی وغیرہ وزن سے بولنے لگتی ہے) اور آسمان کیلئے حق ہے کہ وہ بولے (کہ ہیبت کا بوجھ سخت ہوتا ہے) قسم ہے اس پاک ذات کی جس کے قبضہ میں محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کی جان ہے کہ آسمان میں ایک بالشت جگہ بھی ایسی نہیں جہاں کوئی فرشتہ سجدہ کی حالت میں اللہ کی تسبیح وتحمید میں مشغول نہ ہو۔

وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ

جنت واجب کرنے والے کلمات

عن اسحق بن عبدالله بن ابی طلحة عن ابیه عن جده قال قال رسول الله صلی الله علیه وسلم من قال لا اله لا الله دخل الجنة او وجبت له الجنة و من قال سبحان الله وبحمده مائة مرة کتب الله له مائة الف حسنة و اربعًا و عشرین الف حسنة (رواه الحاکم)

ترجمہ: حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ جوشخص لا الہ الا اللہ کہے اس کے لئے جنت واجب ہوجائیگی اور جو شخص سبحان اللہ وبحمدہ سومرتبہ پڑھے گا اس کے لئے ایک لاکھ چوبیس ہزار نیکیاں لکھی جائینگی صحابہؓ نے عرض کیا یارسول اللہ ایسی حالت میں تو کوئی بھی (قیامت میں) ہلاک نہیں ہوسکتا (کہ نیکیاں غالب ہی رہیں گی) حضورؐ نے فرمایا (بعض لوگ پھر بھی ہلاک ہوں گے اور کیوں نہ ہوں) بعض آدمی اتنی نیکیاں لے کر آئینگے کہ اگر پہاڑ پر رکھدی جائیں تو وہ دب جائے لیکن اللہ کی نعمتوں کے مقابلہ میں وہ کالعدم ہوجائیں گی۔ البتہ اللہ جل شانہ پھر اپنی رحمت اور فضل سے دستگیری فرمائیں گے۔

قیامت میں نعمتوں کے بارے میں بھی سوال ہوگا

تشریح: اللہ کی نعمتوں کے مقابلہ میں دب جانے اور کالعدم ہوجانے کا مطلب یہ ہے کہ قیامت میں جہاں نیکیاں اور برائیاں تولی جائیں گی وہاں اس چیز کا بھی مطالبہ اور محاسبہ ہوگا کہ اللہ جل جلالہ نے جو نعمتیں عطا فرمائی تھیں ان کا کیا حق ادا کیا۔ اور کیا شکر ادا کیا۔ بندہ کے پاس ہر چیز اللہ ہی کی عطا کی ہوئی ہے۔ ہر ایک چیز کا ایک حق ہے اس حق کی ادائیگی کا مطالبہ ہونا ہے۔ چنانچہ حضورؐ اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ **یصبح علی کل سلامی من احدکم صدقة الحدیث (فی المشکوة بروایة المسلم قلت ورواه ابوداؤد ابن ماجة)** جس کا مطلب یہ ہے کہ ہر صبح کو ہر آدمی کے ہر جوڑ اور ہر ہڈی پر ایک صدقہ واجب ہوتا ہے۔ دوسری حدیث میں ہے کہ آدمی میں تین سوساٹھ جوڑ ہیں اسکے ذمہ ضروری ہے کہ ہر جوڑ کی طرف سے ایک صدقہ کرے یعنی اس بات کے شکر میں کہ حق تعالیٰ شانہ نے سونے کے بعد جو مرنے کے مشابہ حالت تھی پھر از سر نو زندگی بخشی اور ہر عضو صحیح سالم رہا۔ صحابہؓ نے عرض کیا اتنے صدقے روزانہ کرنیکی طاقت کون رکھتا ہے۔ حضورؐ نے فرمایا ہر تسبیح صدقہ ہے ہر تکبیر صدقہ ہے۔ **لا الہ الا اللہ** ایک مرتبہ کہنا صدقہ۔ **اللہ اکبر** کہنا صدقہ ہے۔ راستہ میں کسی تکلیف دینے والی چیز کا ہٹا دینا صدقہ ہے۔ غرض بہت سے صدقات شمار کرائے۔ اس قسم کی اور بھی احادیث ہیں جن سے آدمی کی اپنی ذات میں جو اللہ کی نعمتیں ہیں ان کا بیان ہے۔ اس کے علاوہ کھانے پینے راحت وآرام کے متعلق جتنی اللہ کی نعمتیں ہر وقت میسر ہوتی ہیں۔ وہ مزید برآں

کون کون سی نعمتوں کا سوال ہوگا

قرآن پاک میں سورہ الھکم التکاثر میں بھی اس کا ذکر ہے کہ قیامت میں اللہ کی نعمتوں سے بھی سوال ہوگا۔ حضرت ابن عباسؓ فرماتے ہیں کہ بدن کی صحت، کانوں کی صحت، آنکھوں کی صحت سے سوال ہوگا کہ اللہ نے یہ نعمتیں اپنے لطف سے عطا فرمائیں انکو اللہ کے کس کام میں خرچ کیا (یا چوپاؤں کی طرح صرف پیٹ پالنے میں خرچ کیا) چنانچہ دوسری جگہ بنی اسرائیل میں ارشاد ہے اِنَّ السَّمْعَ وَالْبَصَرَ وَالْفُؤَادَ كُلُّ اُولٰٓئِكَ كَانَ عَنْهُ مَسْئُوْلًا (کان، آنکھ دل ہر شخص سے ان سب کی قیامت کے دن پوچھ ہوگی کہ ان چیزوں

کا استعمال کہاں کیا) حضورؐ کا ارشاد ہے کہ جن نعمتوں سے سوال ہوگا ان میں بیفکری جو اللہ کی بڑی دولت ہے اور صحت بدن بھی ہے۔ مجاہد کہتے ہیں کہ دنیا کی ہر لذت نعمتوں میں داخل ہے جن سے سوال ہوگا۔ حضرت علیؓ فرماتے ہیں کہ اس میں عافیت بھی داخل ہے ایک شخص نے حضرت علیؓ سے پوچھا کہ ثُمَّ لَتُسْـَٔلُنَّ يَوْمَئِذٍ عَنِ النَّعِيْمِ ۝ (پھر اس دن نعمتوں سے بھی سوال کئے جاؤ گے) کا مطلب کیا ہے۔ آپ نے ارشاد فرمایا کہ گیہوں کی روٹی اور ٹھنڈا پانی مراد ہے کہ اس سے بھی سوال ہوگا اور رہنے کے لئے مکان سے بھی۔ ایک حدیث میں آیا ہے کہ جب یہ آیت نازل ہوئی تو بعض صحابہؓ نے عرض کیا کہ یا رسول اللہ کن نعمتوں کا سوال ہوگا۔ آدھی بھوک روٹی ملتی ہے اور وہ بھی جو کی (پیٹ بھرائی روٹی بھی میسر نہیں) وحی نازل ہوئی۔ کیا پاؤں میں جوتا نہیں پہنتے' کیا ٹھنڈا پانی نہیں پیتے یہ بھی تو اللہ کی نعمتیں ہیں۔ ایک حدیث میں آیا ہے کہ بعض صحابہؓ نے اس آیت شریفہ کے نازل ہونے پر عرض کیا یا رسول اللہ کن نعمتوں سے سوال ہوگا۔ کھجور اور پانی صرف یہ دو چیزیں کھانے پینے کو ملتی ہیں اور ہماری تلواریں (جہاد کے لئے) ہر وقت کندھوں پر رہتی ہیں اور دشمن (کافر کوئی نہ کوئی) مقابل (جس کی وجہ سے وہ دو چیزیں بھی اطمینان اور بیکفری سے نصیب نہیں ہوتیں) حضورؐ نے فرمایا کہ عنقریب نعمتیں میسر ہونیوالی ہیں۔ ایک حدیث میں حضورؐ کا ارشاد ہے کہ قیامت میں جن نعمتوں سے سوال ہوگا ان میں سب سے اول یہ ہوگا کہ ہم نے تیرے بدن کو تندرستی عطا فرمائی (یعنی اس تندرستی کا کیا حق ادا کیا اور اسمیں اللہ کی رضا کی کیا خدمت ادا کی) اور ہم نے ٹھنڈے پانی سے تجھ کو سیراب کیا (درحقیقت اللہ کی بڑی نعمت ہے جہاں ٹھنڈا پانی میسر نہیں ہوتا ان سے کوئی اسکی قدر پوچھے یہ اللہ کی اتنی بڑی نعمت ہے کہ حد نہیں مگر ہم لوگوں کو اس کے نعمتِ عظیمہ ہونے کی طرف التفات بھی نہیں ہوتا چہ جائیکہ اس کا شکر اور اس کی ادائیگی حق) ایک حدیث میں وارد ہے کہ جن نعمتوں سے سوال ہوگا یہ ہیں وہ روٹی کا ٹکڑا جس سے پیٹ بھرا جاتا ہے۔ وہ پانی جس سے پیاس بجھائی جاتی ہے۔ وہ کپڑا جس سے بدن ڈھانکا جاتا ہے۔

دعا کیجئے: اے اللہ! ہمیں اپنے حقیقی ذکر یعنی ہمہ وقت آپ کے احکامات کو پیش نظر رکھتے ہوئے زندگی بسر کرنے کی توفیق عطا فرمائیے۔ اے اللہ! ہمیں اپنی محبت نصیب فرمائیے اور مسنون اذکار و وظائف کو صبح و شام پڑھنے کی توفیق عطا فرمائیے۔ وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ

نعمتوں میں اضافہ اور کمی کے اصول وضوابط: اللہ رب العزت ارشاد فرماتے ہیں لَئِنْ شَكَرْتُمْ لَاَزِيْدَنَّكُمْ اگر تم شکر ادا کرو گے تو ہم اپنی نعمتوں کو تم پر اور زیادہ کر دیں گے۔ تو ہم جتنا اللہ رب العزت کا شکر ادا کریں گے اتنا ہی رب کریم کی نعمتیں اور زیادہ ہوں گی۔ اور آگے فرمایا وَلَئِنْ كَفَرْتُمْ اِنَّ عَذَابِىْ لَشَدِيْدٌ اور اگر تم کفران نعمت کرو گے تو یاد رکھو کہ پھر میری پکڑ بھی بڑی سخت ہے۔

لسانی اور جسمانی شکر: اب شکر ادا کرنے کے دو طریقے ہیں ایک تو انسان اپنی زبان سے الحمد للہ کہے' سبحان اللہ کہے' یہ بھی اللہ رب العزت کا شکر ادا کر رہا ہے اور ایک اپنے جسم سے پروردگار کے حکموں کی پابندی کرے' گویا یہ بھی اللہ رب العزت کا شکر ادا کر رہا ہے۔ لسانی شکر بھی ادا کرے اور اپنے جسم سے بھی اللہ تعالیٰ کی اطاعت کرے تو یہ گویا اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کرنے والا بندہ ہے۔ اگر اس میں کمی کوتاہی ہوگئی تو پھر اللہ تعالیٰ بعض اوقات اپنی نعمتوں کو واپس لے لیتے ہیں اس پر غور کرنے کی ضرورت ہے۔

حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اور حضرات شیخین رضی اللہ عنہما کا واقعہ

عن اسحق بن عبداللہ بن ابی طلحة عن ابیه عن جده قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیه وسلم من قال لا اله لا اللہ دخل الجنة او وجبت له الجنة و من قال سبحان اللہ وبحمده مائة مرة كتب اللہ له مائة الف حسنة و اربعًا و عشرين الف حسنة (رواہ الحاکم)

ترجمہ: حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ جو شخص لا الہ الا اللہ کہے اس کے لئے جنت واجب ہو جائیگی اور جو شخص سبحان اللہ وبحمدہ سو مرتبہ پڑھے گا اس کے لئے ایک لاکھ چوبیس ہزار نیکیاں لکھی جائینگی صحابہؓ نے عرض کیا یا رسول اللہ ایسی حالت میں تو کوئی بھی (قیامت میں) ہلاک نہیں ہوسکتا (کہ نیکیاں غالب ہی رہیں گی) حضورؐ نے فرمایا (بعض لوگ پھر بھی ہلاک ہوں گے اور کیوں نہ ہوں) بعض آدمی اتنی نیکیاں لے کر آئینگے کہ اگر پہاڑ پر رکھ دی جائیں تو وہ دب جائے لیکن اللہ کی نعمتوں کے مقابلہ میں وہ کالعدم ہو جائیں گی۔ البتہ اللہ جل شانہ پھر اپنی رحمت اور فضل سے دستگیری فرمائیں گے۔

تشریح: ایک مرتبہ دوپہر کے وقت سخت دھوپ میں حضرت ابوبکرؓ پریشان ہو کر گھر سے چلے مسجد میں پہنچے ہی تھے کہ حضرت عمرؓ بھی اسی حالت میں تشریف لے آئے۔ حضرت ابوبکر صدیقؓ کو بیٹھا ہوا دیکھ کر دریافت کیا کہ تم اس وقت یہاں کہاں۔ فرمایا کہ بھوک کی بے تابی نے پریشان کیا۔ حضرت عمرؓ نے عرض کیا واللہ اسی چیز نے مجھے بھی مجبور کیا کہ کہیں جاؤں۔ یہ دونوں حضرات یہ گفتگو کر ہی رہے تھے کہ سردار دوعالم نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لے آئے۔ ان کو دیکھ کر دریافت فرمایا کہ تم اس وقت کہاں؟ عرض کیا یا رسول اللہ بھوک نے پریشان کیا جس سے مضطرب ہو کر نکل پڑے۔ حضورؐ نے ارشاد فرمایا اسی مجبوری سے میں بھی آیا ہوں۔ تینوں حضرات اکٹھے ہو کر حضرت ابو ایوب انصاریؓ کے مکان پر پہنچے۔ وہ تشریف نہیں رکھتے تھے۔ بیوی نے بڑی مسرت و افتخار سے ان حضرات کو بٹھایا۔ حضورؐ نے دریافت فرمایا ابو ایوبؓ کہاں گئے ہیں۔ عرض کیا ابھی حاضر ہوتے ہیں کسی ضرورت سے گئے ہوئے ہیں۔ اتنے میں ابو ایوبؓ بھی حاضر خدمت ہو گئے اور فرط خوشی میں کھجور کا ایک بڑا سا خوشہ توڑ لائے۔ حضورؐ نے ارشاد فرمایا کہ سارا خوشہ کیوں توڑا اس میں کچی اور آدھ کچری بھی ٹوٹ گئیں چھانٹ کر پکی ہوئی توڑ لیتے۔ انہوں نے عرض کیا۔ اس خیال سے توڑا کہ ہر قسم کی سامنے ہوں جو پسند ہو وہ نوش فرماویں (کہ بعض مرتبہ پکی ہوئی سے آدھ کچری زیادہ پسند ہوتی ہیں) خوشہ سامنے رکھ کر جلدی سے گئے اور ایک بکری کا بچہ ذبح کیا اور جلدی جلدی کچھ تو ویسے ہی بھون لیا کچھ سالن تیار کر لیا۔ حضورؐ نے ایک روٹی میں تھوڑا سا گوشت رکھ کر ابو ایوبؓ کو دیا کہ یہ فاطمہؓ کو پہنچا دو۔ اس کو بھی کئی دن سے کچھ نہیں مل سکا۔ وہ فوراً پہنچا کر آئے۔ ان حضرات نے بھی سیر ہو کر نوش فرمایا۔ اس کے بعد حضورؐ نے ارشاد فرمایا کہ دیکھو یہ اللہ کی نعمتیں ہیں۔ روٹی ہے گوشت ہے ہر قسم کی کچی اور پکی کھجوریں ہیں۔ یہ فرما کر نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی پاک آنکھوں سے آنسو بہنے لگے اور ارشاد فرمایا۔ اس پاک ذات کی قسم جس کے قبضہ میں میری جان ہے یہی وہ نعمتیں ہیں جن سے قیامت میں سوال ہوگا) جن حالات کے تحت میں اس وقت یہ چیزیں میسر ہوئی تھیں ان کے لحاظ سے) صحابہؓ کو بڑی گرانی اور فکر پیدا ہو گیا (کہ ایسی مجبوری اور اضطرار کی حالت میں یہ چیزیں میسر آئیں اور ان پر

بھی سوال وحساب ہوگا) حضورؐ نے ارشاد فرمایا کہ اللہ کا شکر ادا کرنا تو ضروری ہے ہی۔ جب اس قسم کی چیزوں پر ہاتھ ڈالو تو اول **بسم اللہ** پڑھو اور جب کھا چکو تو کہو **الحمد للہ الذی ہو اشبعنا و انعم علینا و افضل** (تمام تعریف اللہ ہی کے لئے ہے جس نے ہم کو پیٹ بھر کر کھلایا اور ہم پر انعام فرمایا اور بہت زیادہ عطا فرمایا) اس دعا کا پڑھنا شکر ادا کرنے میں کافی ہے۔ اس قسم کے واقعات کئی مرتبہ پیش آئے جو متعدد احادیث میں مختلف عنوانات سے سے ذکر کئے گئے ہیں۔ چنانچہ ایک مرتبہ الوالہیثمؓ مالک بن تیہان کے مکان پر تشریف لے جانے کی نوبت آئی۔ اسی قسم کا ایک واقعہ ایک اور صاحب کے ساتھ پیش آیا جن کو واقفی کہا جاتا تھا۔

ایک کوڑھی کا واقعہ:

حضرت عمرؓ کا گزر ایک شخص پر ہوا جو کوڑھی بھی تھا اور اندھا، بہرا اور گونگا بھی تھا۔ آپ نے ساتھیوں سے دریافت فرمایا کہ تم لوگ اللہ کی کچھ نعمتیں اس شخص پر بھی دیکھتے ہو؟ لوگوں نے عرض کیا کہ اس کے پاس کونسی نعمت ہے۔ آپ نے ارشاد فرمایا کہ کیا پیشاب سہولت سے نہیں کر سکتا جتنا ہو سکے شکر ادا کرو۔ حضرت عبداللہ بن مسعودؓ فرماتے ہیں کہ قیامت میں تین دربار ہیں۔ ایک دربار میں نیکیوں کا حساب ہے، دوسرے میں اللہ کی نعمتوں کا حساب ہے۔ تیسرے میں گناہوں کا مطالبہ ہے۔ نیکیاں نعمتوں کے مقابلہ میں ہو جائیں گی اور برائیاں باقی رہ جائیں گی جو اللہ کے فضل کے تحت میں ہونگی ان سب کا مطلب یہ ہے کہ اللہ جل شانہ کی جس قدر نعمتیں ہر آن اور ہر دم آدمی پر ہوتی ہیں ان کا شکر کرنا، ان کا حق ادا کرنا بھی آدمی کے ذمہ ہے اس لئے جتنی مقدار بھی نیکیوں کی پیدا ہو سکے ان کو حاصل کرنے میں کمی نہ کرے اور کسی مقدار کو بھی زیادہ نہ سمجھے کہ وہاں پہنچ کر معلوم ہوگا کتنے کتنے گناہ ہم نے اپنی آنکھ، ناک، کان اور دوسرے بدن کے حصوں سے ایسے کئے ہیں جن کو ہم گناہ بھی نہ سمجھے۔ حضورؐ کا ارشاد ہے کہ تم میں سے کوئی بھی ایسا نہیں ہے جس کی قیامت میں اللہ کے یہاں پیشی نہ ہو کہ اس وقت نہ کوئی پردہ درمیان میں حائل ہوگا نہ ترجمان (وکیل وغیرہ)۔ دائیں طرف دیکھے گا تو اپنے اعمال کا انبار ہوگا، بائیں طرف دیکھے گا تب بھی یہی منظر ہوگا جس قسم کے بھی اچھے یا برے اعمال کئے ہیں وہ سب ساتھ ہونگے جہنم کی آگ سامنے ہوگی اس لئے جہاں تک ممکن ہو صدقہ سے جہنم کی آگ کو دفع کرو خواہ کھجور کا ٹکڑا ہی کیوں نہ ہو۔ ایک حدیث میں آیا ہے کہ قیامت میں سب سے اول یہ سوال ہوگا کہ ہم نے تجھے بدن کی صحت عطا کی اور ٹھنڈا پانی پینے کو دیا (یعنی ان چیزوں کا کیا حق ادا کیا) دوسری حدیث میں ہے کہ اس وقت تک آدمی حساب کے میدان سے نہ ہٹے گا جب تک پانچ چیزوں کا سوال نہ ہو جائے۔ عمر کس کام میں خرچ کی؟ جوانی (کی قوت) کس مشغلہ میں صرف کی؟ مال کس طریقہ سے کمایا اور کس طریقہ سے خرچ کیا (یعنی کمائی کے اور خرچ کے طریقے جائز تھے یا ناجائز) جو کچھ علم حاصل کیا (خواہ کسی درجہ کا ہو) اس میں کیا عمل کیا (یعنی جو مسائل معلوم تھے ان پر عمل کیا یا نہیں)

دعا کیجئے: اے اللہ! ہم آپ سے دین و دنیا اور اہل وعیال میں معافی اور اچھے انجام کا سوال کرتے ہیں۔ اے اللہ! ہمیں ایسا بنا دیجئے کہ ہم اپنے سارے دل کیساتھ آپ سے محبت کریں اور آپ کو راضی کرنے میں اپنی ساری کوششیں صرف کر دیں۔ اے اللہ! ہمیں بخش دیجئے اور ہمارے گھروں میں وسعت اور رزق میں برکت عطا فرما دیجئے۔ وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ

جنت کے درخت

عن ابن مسعود رضی الله عنه قال قال رسول الله صلی الله علیه وسلم لقیت ابراهیم لیلةً اسری بی فقال یا محمد اقرأ امتک منی السلام واخبرهم ان الجنة طیبة التربة عذبة الماء و انها قیعان و ان غراسها سبحان الله والحمدلله ولا اله الا الله و الله اکبر (رواہ الترمذی)

ترجمہ: حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ شب معراج میں جب میری ملاقات حضرت ابراہیم علیہ السلام سے ہوئی تو انہوں نے فرمایا کہ اپنی امت کو میرا سلام کہہ دینا اور یہ کہنا کہ جنت کی نہایت عمدہ پاکیزہ مٹی ہے اور بہترین پانی لیکن وہ بالکل چٹیل میدان ہے اور اس کے پودے درخت **سبحان الله والحمدلله ولا اله الله والله اکبر** ہیں (جتنے کسی کا دل چاہے درخت لگالے) ایک حدیث میں اس کے بعد لاحول ولاقوۃ الا باللہ بھی ہے۔ دوسری حدیث میں ہے کہ ان کلموں میں سے ہر کلمہ کے بدلے ایک درخت جنت میں لگایا جاتا ہے۔

حضرت ابراہیم علیہ السلام کا امت محمد کی طرف سلام بھیجنا

تشریح: ایک حدیث میں ہے جو کہ شخص سبحان اللہ العظیم وبحمدہ پڑھے گا ایک درخت جنت میں لگایا جاویگا۔ ایک حدیث میں ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لیجارہے تھے۔ حضرت ابوہریرہؓ کو دیکھا کہ ایک پودا لگارہے ہیں۔ دریافت فرمایا کہ کیا کر رہے ہو۔ انہوں نے عرض کیا درخت لگا رہا ہوں۔ ارشاد فرمایا میں بتاؤں بہترین پودے جو لگائے جاویں۔ سبحان اللہ الحمدللہ لا الہ الا اللہ اللہ اکبر ہر کلمہ سے ایک درخت جنت میں لگتا ہے۔

حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے ذریعہ سے حضرت خلیل اللہ علی نبینا وعلیہ الصلوۃ والسلام نے سلام بھیجا ہے اس لئے علماء نے لکھا ہے کہ جس شخص کے پاس یہ حدیث پہنچے اس کو چاہیے کہ حضرت خلیل اللہ کے سلام کے جواب میں وعلیہ السلام ورحمۃ اللہ وبرکاتہ کہے۔

جنت کی بہترین مٹی اور میٹھا پانی:

اسکے بعد ارشاد ہے کہ جنت کی مٹی بہترین ہے اور پانی میٹھا۔ اس کے دو مطلب ہیں اول یہ کہ صرف اس جگہ کی حالت کا بیان کرنا ہے کہ بہترین جگہ ہے۔ جس کی مٹی کے متعلق احادیث میں آیا ہے کہ مشک وزعفران کی ہے اور پانی نہایت لذیذ ایسی جگہ ہر شخص اپنا مسکن بنانا چاہتا ہے اور تفریح و راحت کے لئے باغ وغیرہ لگانے کے اسباب مہیا ہوں تو کون چھوڑ سکتا ہے۔ دوسرا مطلب یہ ہے کہ جس جگہ زمین بہتر اور پانی بہتر ہو وہاں پیداوار بہت اچھی ہوتی ہے۔ اس صورت میں مطلب یہ ہے کہ ایک مرتبہ **سبحان الله** کہہ دینے سے ایک درخت وہاں قائم ہو جاویگا اور پھر وہ جگہ اور پانی کی عمدگی کی وجہ سے خود ہی نشو ونما پاتا رہیگا۔ صرف ایک مرتبہ بیج ڈال دینا ہے۔ باقی سب کچھ خود ہی ہو جائے گا۔ اس حدیث میں جنت کو چٹیل میدان فرمایا ہے اور جن احادیث میں جنت کا حال بیان کیا گیا ہے ان میں جنت میں ہر قسم کے میوے باغ درختوں وغیرہ کا موجود ہونا بتایا گیا ہے بلکہ جنت کے معنی ہی باغ کے ہیں اس لئے ظاہراً اشکال واقع ہوتا ہے۔ بعض علماء نے فرمایا ہے کہ اصل کے اعتبار سے وہ میدان ہے لیکن جس حالت پر وہ نیک عمل لوگوں کو دی جائے گی ان کے اعمال کے موافق اس میں باغ اور درخت وغیرہ موجود ہوں گے۔ دوسری توجیہ بعض علماء نے یہ دریافت فرمائی ہے کہ

جنت کے وہ باغ وغیرہ ان اعمال کے موافق ملیں گے۔ جب ان اعمال کی وجہ سے اور ان کے برابر ملے تو گویا یہ اعمال ہی درختوں کا سبب ہوئے۔ تیسری توجیہ یہ فرمائی گئی ہے کہ کم سے کم مقدار جو ہر شخص کے حصہ میں ہے وہ ساری دنیا سے کہیں زائد ہے اس میں بہت سے حصہ میں خود اپنے اصلی باغ موجود ہیں اور بہت سا حصہ خالی پڑا ہے جتنا کوئی ذکر تسبیح وغیرہ کریگا اتنے ہی درخت اور لگ جائیں گے۔ شیخ المشائخ حضرت مولانا گنگوہیؒ کا ارشاد جو کوکب دری میں نقل کیا گیا ہے یہ ہے کہ اس کے سارے درخت خیر کی طرح سے ایک جگہ مجتمع ہیں۔ ہر شخص جس قدر اعمال خیر کرتا رہتا ہے اتنا ہی اس کے حصہ کی زمین میں لگتے رہتے ہیں اور نشو ونما پاتے رہتے ہیں۔

پہاڑ سے زیادہ سونا خرچ کرنے سے زیادہ محبوب کلام

حضورؐ کا ارشاد ہے کہ جو شخص رات کو مشقت جھیلنے سے ڈرتا ہو (کہ راتوں کو جاگنے اور عبادت میں مشغول رہنے سے قاصر ہو) یا بخل کی وجہ سے مال خرچ کرنا دشوار ہو یا بزدلی کی وجہ سے جہاد کی ہمت نہ پڑتی ہو اس کو چاہیے کہ سبحان اللہ وبحمدہ کثرت سے پڑھا کرے۔ اللہ کے نزدیک یہ کلام پہاڑ کی بقدر سونا خرچ کرنے سے بھی زیادہ محبوب ہے۔

فائدہ: کس قدر اللہ کا فضل ہے کہ ہر قسم کی مشقت سے بچنے والوں کے لئے بھی فضائل اور درجات کا دروازہ بند نہیں فرمایا۔ راتوں کو نہیں جاگا جاتا' کنجوسی سے پیسہ خرچ نہیں ہوتا' بزدلی اور کم ہمتی سے جہاد جیسا مبارک عمل نہیں ہوتا اس کے بعد بھی اگر دین کی قدر ہے آخرت کی فکر ہے تو اس کے لئے راستہ کھلا ہوا ہے پھر بھی کچھ کما نہ سکے تو کم نصیبی کے سوا اور کیا ہے۔ پہلے یہ مضمون ذرا تفصیل سے گزر چکا ہے۔

سب سے زیادہ محبوب چار کلمے:

حضورؐ کا ارشاد ہے کہ اللہ کے نزدیک سب سے زیادہ محبوب کلام چار کلمے ہیں۔ سبحان اللہ والحمدللہ ولا الہ الا اللہ واللہ اکبر ان میں سے جس کو چاہے پہلے پڑھے اور جس کو چاہے بعد میں (کوئی خاص ترتیب نہیں) ایک حدیث میں ہے کہ یہ کلمے قرآن پاک میں بھی موجود ہیں۔

فائدہ: یعنی قرآن پاک کے الفاظ میں بھی یہ کلمے کثرت سے وارد ہوئے ہیں اور قرآن پاک میں ان کا حکم ان کی ترغیب وارد ہوئی ہے چنانچہ پہلی فصل میں مفصل بیان ہو چکا ہے۔ ایک حدیث میں آیا ہے کہ عیدوں کو ان کلموں کے ساتھ مزین کیا کرو یعنی عید کی زینت یہ ہے کہ ان کلموں کا کثرت سے ورد کیا جائے۔

دعا کیجئے

اے اللہ! ہمیں اپنے حقیقی ذکر یعنی ہمہ وقت آپ کے احکامات کو پیش نظر رکھتے ہوئے زندگی بسر کرنے کی توفیق عطا فرمائیے۔ اے اللہ! ہمیں اپنی محبت نصیب فرمائیے اور مسنون اذکار و وظائف کو صبح وشام پڑھنے کی توفیق عطا فرمائیے۔ اے اللہ! ہمیں ایسا بنا دیجئے کہ ہم سب سے زیادہ آپ کا ذکر کرنے والے سب سے زیادہ آپ کو فرمانبرداری کرنے والے اور سب سے زیادہ آپ سے محبت کرنے والے بن جائیں۔ اے اللہ! ہمیں ایسا بنا دیجئے کہ ہم اپنے سارے دل کیساتھ آپ سے محبت کریں اور آپ کو راضی کرنے میں اپنی ساری کوششیں صرف کر دیں۔ اے اللہ! ہم آپ سے دین و دنیا اور اہل وعیال میں معافی اور اچھے انجام کا سوال کرتے ہیں۔ وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ

غریبوں کے لئے بہترین عمل

عن ابی هریره رضی الله عنه قال ان الفقراء المهاجرین اتوارسول الله صلی الله علیه وسلم فقالو اقد ذهب اهل الدثور بالدرجات العلیٰ و النعیم المقیم فقال ماذاک قالوا یصلون کما نصلی و یصومون کما نصوم ویتصدقون ولا نتصدق ویعتقون ولا نعتق (رواه البخاری و مسلم)

ترجمہ: حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں ایک مرتبہ فقرأ مہاجرین جمع ہوکر حاضر ہوئے اور عرض کیا' یارسول اللہ یہ مالدار سارے بلند درجے لے اڑے اور ہمیشہ کی رہنے والی نعمت انہیں کے حصہ میں آ گئی۔ حضورؐ نے فرمایا کیوں۔ عرض کیا کہ نماز روزہ میں تو یہ ہمارے شریک کہ ہم بھی کرتے ہیں یہ بھی مالدار ہونے کی وجہ سے یہ لوگ صدقہ کرتے ہیں غلام آزاد کرتے ہیں اور ہم ان چیزوں سے عاجز ہیں۔ حضورؐ نے فرمایا کہ میں تمہیں ایسی چیز بتاؤں کہ تم اس پر عمل کر کے اپنے سے پہلوں کو پکڑ لو اور بعد والوں سے بھی آگے بڑھے رہو اور کوئی شخص تم سے اس وقت تک افضل نہ ہو جب تک ان ہی اعمال کو نہ کرے۔ صحابہؓ نے عرض کیا ضرور بتا دیجئے ارشاد فرمایا کہ ہر نماز کے بعد سبحان اللہ الحمدللہ اللہ اکبر ۳۳'۳۳ مرتبہ پڑھ لیا کرو (ان حضرات نے شروع کر دیا مگر اس زمانہ کے مالدار بھی اس نمونہ کے تھے انہوں نے بھی معلوم ہونے پر شروع کر دیا) تو فقرأ دوبارہ حاضر ہوئے کہ یارسول اللہ ہمارے مالدار بھائیوں نے بھی سن لیا اور وہ بھی یہی کرنے لگے۔ حضورؐ نے فرمایا یہ اللہ کا فضل ہے جس کو چاہے عطا فرمائے اس کو کون روک سکتا ہے۔ ایک دوسری حدیث میں بھی اسی طرح یہ قصہ ذکر کیا گیا اسمیں حضورؐ کا ارشاد ہے کہ تمہارے لئے بھی اللہ نے صدقہ کا قائم مقام بنا رکھا ہے۔ سبحان اللہ ایک مرتبہ کہنا صدقہ ہے الحمدللہ ایک مرتبہ کہنا صدقہ ہے۔ بیوی سے صحبت کرنا صدقہ ہے۔ صحابہؓ نے تعجب سے عرض کیا یارسول اللہ بیوی سے ہمبستری میں اپنی شہوت پوری کرے اور یہ صدقہ ہو جائے حضورؐ نے فرمایا اگر حرام میں مبتلا ہو گیا تو گناہ ہوگا یا نہیں۔ صحابہؓ نے عرض کیا ضرور ہوگا۔ ارشاد فرمایا اسی طرح حلال میں صدقہ اور اجر ہے۔

بیوی سے صحبت کرنا صدقہ کیسے ہے؟

تشریح: مطلب یہ ہے کہ اس نیت سے صحبت کرنا کہ حرام کاری سے بچے ثواب اور اجر کا سبب ہے اسی قصہ کی دوسری حدیث میں اس اشکال کے جواب میں کہ بیوی سے ہمبستری اپنی شہوت کو پورا کرنا ہے۔ حضورؐ کا جواب نقل کیا گیا۔ بتاؤ اگر بچہ پیدا ہو جائے پھر وہ جوان ہونے لگے اور تم اسکی خوبیوں کی امید باندھنے لگو پھر وہ مرجائے۔ کیا تم ثواب کی امید رکھتے ہو۔ عرض کیا گیا کہ بیشک امید ہے۔ حضورؐ نے فرمایا کیوں تم نے اس کو پیدا کیا' تم نے اسکو ہدایت کی تھی' تم نے اسکو روزی دی تھی بلکہ اللہ ہی نے پیدا کیا تھا اسی نے ہدایت دی تھی وہی روزی عطا کرتا ہے اس طرح صحبت سے تم نطفہ کو حلال جگہ رکھتے ہو پھر اللہ کے قبضہ میں ہے کہ چاہے اسکو زندہ کرے کہ اس سے اولاد پیدا کر دے یا مردہ کرے اولاد پیدا نہ ہو۔ اس حدیث کا مقتضیٰ یہ ہے کہ یہ اجر و ثواب بچہ کے پیدا ہونے کا سبب ہونے کی وجہ سے ہے۔

عام فہم تعلیمات نبوی صلی اللہ علیہ وسلم کا
ایک سدا بہار مبارک سلسلہ

درسِ حدیث

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا

اللہ تعالیٰ اس شخص کو تر و تازہ رکھے جس نے میری بات سنی اور اسکو یاد کیا اور اسکو محفوظ رکھا اور پھر دوسروں کو پہنچا دیا۔ (ترمذی)
نیز فرمایا سب سے افضل صدقہ یہ ہے کہ مسلمان علم دین کی بات سیکھے پھر اپنے مسلمان بھائی کو سکھا دے۔ (ابن ماجہ)

زیرِ نگرانی

فقیہ العصر حضرت مولانا مفتی عبدالستار صاحب رحمہ اللہ
رئیس دارالافتاء جامعہ خیر المدارس ملتان

اِدارۂ تالیفاتِ اشرفیہ
چوک فوارہ ملتان پاکستان
(061-4540513-4519240

بسم اللہ الرحمن الرحیم

درسِ حدیث

سلسلہ درسِ حدیث - 6

عام فہم تعلیمات نبوی صلی اللہ علیہ وسلم کا
ایک سدا بہار مبارک سلسلہ

درسِ حدیث

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا

اللہ تعالیٰ اس شخص کو تروتازہ رکھے جس نے میری بات سنی اور اسکو یاد کیا اور اسکو محفوظ رکھا اور پھر دوسروں کو پہنچا دیا۔ (ترمذی)
نیز فرمایا سب سے افضل صدقہ یہ ہے کہ مسلمان علم دین کی بات سیکھے پھر اپنے مسلمان بھائی کو سکھا دے۔ (ابن ماجہ)

از افادات:
شیخ الحدیث حضرت
مولانا محمد زکریا کاندھلوی رحمہ اللہ

زیر نگرانی
فقیہ العصر حضرت مولانا مفتی عبدالستار صاحب رحمہ اللہ
رئیس دارالافتاء جامعہ خیر المدارس ملتان

اِدارۂ تالیفاتِ اشرفیہ
چوک فوارہ ملتان پاکستان
(061-4540513-4519240

درسِ حدیث

تاریخ اشاعت.................رجب المرجب ۱۴۲۷ھ
ناشر.........................ادارہ تالیفات اشرفیہ ملتان
طباعت......................سلامت اقبال پریس ملتان

قارئین سے گذارش

ادراہ کی حتی الامکان کوشش ہوتی ہے کہ پروف ریڈنگ معیاری ہو۔
الحمدللہ اس کام کیلئے ادارہ میں علماء کی ایک جماعت موجود رہتی ہے۔
پھر بھی کوئی غلطی نظر آئے تو برائے مہربانی مطلع فرما کر ممنون فرمائیں
تاکہ آئندہ اشاعت میں درست ہو سکے۔ جزاک اللہ

ملنے کے پتے

ادارہ تالیفات اشرفیہ....چوک فوارہ...ملتان   مکتبہ رشیدیہ........راجہ بازار........راولپنڈی
ادارہ اسلامیات.........انارکلی........لاہور   یونیورسٹی بک ایجنسی.....خیبر بازار.......پشاور
مکتبہ سید احمد شہید.......اردو بازار.....لاہور   ادارۃ الانور.......نیو ٹاؤن.......کراچی نمبر 5
مکتبہ رحمانیہ.........اُردو بازار .... لاہور   مکتبہ المنظور الاسلامیہ...جامعہ حسینیہ...علی پور
مکتبہ المنظور الاسلامیہ..........بلاک زیڈ.......مدینہ ٹاؤن........بنک موڑ.......فیصل آباد

ادارہ اشاعت الخیر - حضوری باغ روڈ - ملتان

ISLAMIC EDUCATIONAL TRUST U.K **119-121- HALLIWELL ROAD**
(ISLAMIC BOOKS CENTERE **BOLTON BLI 3NE. (U.K.)**

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

عرض ناشر

اللہ تعالیٰ کے فضل وکرم سے ادارہ کی جدید مرتبہ ''درس حدیث'' کی پانچ جلدیں ماشاء اللہ کافی مقبول ہوئیں درس حدیث کا یہ مبارک سلسلہ فقیہ العصر حضرت مولانا مفتی عبدالستار صاحب رحمہ اللہ کی زیر نگرانی شروع ہوا یقیناً یہ بھی حضرت کیلئے دیگر حسنات جاریہ میں سے ایک ہے اس لئے اس جلد پر بھی مقدمہ حضرت ہی کا لکھا ہوا دیا جا رہا ہے۔ عرصہ دراز سے مزید جلدوں کا انتظار تھا۔ اللہ پاک ہمارے اکابر رحمہم اللہ کو اجر عظیم سے نوازیں جو بے حد محنتوں سے ہمارے لئے دین اور اس کے مآخذ کو سہل الوصول فرما گئے۔ اور دین کے ہر شعبہ سے متعلق معلومات فضائل واحکام کا عظیم ذخیرہ جو اپنی عربی زبان کی وجہ سے حلقہ خواص تک محدود تھا۔ ان حضرات اکابر نے دیگر خدمات جلیلہ کے ساتھ ساتھ یہ عظیم خدمت بھی سرانجام دی کہ ان دینی علوم کو اردو کے لباس سے آراستہ کر کے عوام الناس کی ایک بڑی ضرورت کو پورا فرما گئے۔ اللہ تعالیٰ ان کی قبور کو ٹھنڈا فرمائیں اور جنت کو ان کا ٹھکانہ بنائیں آمین

الحمد للہ شروع سے ادارہ کی کوشش رہی ہے کہ اپنے اکابر کی مستند و بے غبار تعلیمات کو مزید مزین و سہل کر کے پیش کیا جائے۔ اس جلد کے سلسلہ میں بھی اللہ تعالیٰ کا فضل شامل حال رہا اور علماء کرام کی مشاورت سے حضرت شیخ الحدیث مولانا محمد زکریا کاندھلوی رحمہ اللہ کی مقبول عام مستند تصنیف ''فضائل اعمال'' میں سے فضائل ذکر کو سابقہ جلدوں کی طرح سبق وار درس کی شکل میں مرتب کیا ہے۔

اس جلد میں فضائل ذکر کے تمام مضامین بالترتیب لئے گئے ہیں صرف دوران سبق آنے والی احادیث کا عربی متن نہیں دیا گیا تا کہ عوام الناس بسہولت مختصر وقت میں درس مکمل کر سکیں۔ شروع سبق میں حدیث مبارکہ کا مختصر عربی متن تبرکاً نقل کیا گیا ہے۔ بعض جگہ اپنے اکابر حضرت سید ابوالحسن علی ندوی رحمہ اللہ..... حکیم الاسلام حضرت مولانا قاری محمد طیب صاحب رحمہ اللہ عارف باللہ حضرت ڈاکٹر عبدالحئی عارفی رحمہ اللہ ودیگر اکابرین کے افادات کا اضافہ کیا گیا ہے جو کہ ان شاء اللہ موضوع کی مناسبت سے مفید ہوگا۔ بلاشبہ گھروں' مساجد' اسکولوں ومکاتب میں ان سبق وار احادیث کو سننے سنانے کی پابندی کی جائے تو مختصر وقت میں دین کی اہم باتیں سیکھی جا سکتی ہیں۔ ان شاء اللہ اس مبارک سلسلہ احادیث کی جلد نمبر ۷ بنام فضائل درود شریف (منتخب از فضائل اعمال) جلد منظر عام پر آ رہی ہیں۔ وما توفیقی الا باللہ علیه توکلت والیه انیب

اللہ پاک ہم سب کو دین کی صحیح فہم نصیب فرمائیں اور اپنے فضل سے خدمت دین الی یوم الدین لیتے رہیں۔

والسلام محمد اسحٰق عفی عنہ رجب المرجب ۱۴۲۷ھ بمطابق اگست 2006ء

تقریظ

فقیہ العصر حضرت مولانا مفتی عبدالستار صاحب مدظلہ

رئیس دارالافتاء جامعہ خیر المدارس ملتان ونگران اعلیٰ مجلس تحقیقات اسلامیہ

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

نحمدہٗ ونصلی علی رسولہ الکریم.....اما بعد

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی ختم نبوت کے پیش نظر اللہ پاک نے قرآن مجید کی حفاظت جس طرح اپنے ذمہ لی ہے اسی طرح الفاظ قرآن کی تشریح جو ذخیرہ آحادیث کی شکل میں موجود ہے اسکی حفاظت وصیانت بھی اللہ پاک نے اس امت کے ذریعے فرمائی۔ یہ بھی حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا معجزہ ہے کہ حفاظت حدیث کے سلسلہ میں اس امت کے محدثین حضرات نے عجیب کمالات دکھائے۔ اسماء الرجال کے علم ہی کو دیکھ لیجئے اس علم سے سابقہ امتیں محروم رہیں لیکن آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی مبارک تعلیمات چونکہ تا قیامت محفوظ اور قابل عمل تھیں اس لئے ان فرامین کی حفاظت کیلئے محدثین نے اسماء الرجال اور اس کے علاوہ دوسرے علوم متعارف کرائے جنہوں نے احادیث مبارکہ کے گرد ایک قوی حصار کا کام کیا تا کہ کوئی دین دشمن حسب منشاء ان احادیث میں کوئی تغیر وتصرف نہ کر سکے۔

عصر حاضر میں مسلمانوں کی مغلوبیت میں جہاں دیگر عوامل کارفرما ہیں ان سب میں بنیادی چیز یہی ہے کہ ہم اپنی بنیاد یعنی اسلامی تعلیمات سے منہ موڑے ہوئے ہیں۔ اور اس بات کے جاننے کے باوجود کہ ہماری دینی ودنیاوی فلاح وترقی اسلامی تہذیب' اسلامی تعلیمات اور انہی اقدار میں ہے جن پر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرات صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کو چلایا اور تاریخ گواہ ہے کہ جب تک مسلمان ان اسلامی تعلیمات پر مضبوطی سے عمل پیرا رہے اللہ پاک نے انہیں اخروی نجات کے علاوہ دنیا میں بھی شان وشوکت' غلبہ ونصرت سے نوازا اور پوری دنیا کے غیر مسلم ان کے خادم اور زیردست کی حیثیت سے رہے۔

آج ہم سب مسلمان یہ چاہتے ہیں کہ دنیا میں مسلمان غالب ہوں لیکن اس کے لئے جو بنیادی چیز ہے یعنی تعلیمات نبوت کی روشنی میں زندگی کے سفر کو طے کرنا۔ اسکی طرف ہماری توجہ کم ہوتی ہے اس لئے ضرورت ہے کہ معاشرہ میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی مبارک تعلیمات کو عام کیا جائے اور جس طرح تلاوت قرآن کو اپنے معمول میں شامل کیا جاتا ہے اسی طرح ہمارے بعض اکابر کے معمول میں تلاوت حدیث بھی شامل تھی۔

''ادارہ تالیفات اشرفیہ'' اس لحاظ سے بڑی مبارک کا مستحق ہے کہ عوام کو اس بنیادی ضرورت کو عام فہم انداز میں درس حدیث کی شکل میں پیش کرنے کا سہرا اُسی کے سر ہے۔ اس سے قبل ''درس قرآن'' بھی عوام الناس میں بے حد مقبول ہو چکا ہے۔

دل سے دُعا ہے کہ فرامین نبوی کا یہ سدا بہار گلدستہ عند اللہ مقبول ہو اور ہم سب تعلیمات نبوی کی روشنی میں اپنا قبلہ درست کر کے دنیا وآخرت کی سعادتوں سے اپنے دامن بھر لیں۔

فقط: عبدالستار عفی عنہ رجب المرجب ۱۴۲۵ھ

فہرست عنوانات

درسِ حدیث

انتخاب از

فضائل ذکر

بندہ کے ساتھ اللہ تعالیٰ کا معاملہ

عن ابی ہریرة رضی اللہ عنہ قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یقول اللہ تعالیٰ انا عندظن عبدی بی وانامعہ اذا ذکرنی فان ذکرنی فی نفسہ ذکرتہ فی نفسی (رواہ احمد و بخاری)

ترجمہ: حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ حق تعالےٰ شانہٗ ارشاد فرماتے ہیں کہ میں بندہ کے ساتھ ویسا ہی معاملہ کرتا ہوں جیسا کہ وہ میرے ساتھ گمان رکھتا ہے اور جب وہ مجھے یاد کرتا ہے تو میں اس کے ساتھ ہوتا ہوں پس اگر وہ مجھے اپنے دل میں یاد کرتا ہے تو میں بھی اسکو اپنے دل میں یاد کرتا ہوں اور اگر وہ میرا مجمع میں ذکر کرتا ہے تو میں اس مجمع سے بہتر یعنی فرشتوں کے مجمع میں (جو معصوم اور بیگناہ ہیں) تذکرہ کرتا ہوں اور اگر بندہ میری طرف ایک بالشت متوجہ ہوتا ہے تو میں ایک ہاتھ اُس کی طرف متوجہ ہوتا ہوں اور اگر وہ ایک ہاتھ بڑھتا ہے تو میں دو ہاتھ ادھر متوجہ ہوتا ہوں اور اگر وہ میری طرف چل کر آتا ہے تو میں اسکی طرف دوڑ کر چلتا ہوں۔

اللہ تعالیٰ کے ساتھ بندے کا گمان

تشریح: اس حدیث شریف میں کئی مضمون وارد ہیں۔ اوّل یہ کہ بندہ کے ساتھ اس کے گمان کے موافق معاملہ کرتا ہوں جس کا مطلب یہ ہے کہ حق تعالیٰ شانہٗ سے اس کے لطف وکرم کی اُمید رکھنا چاہئے اس کی رحمت سے ہرگز مایوس نہ ہونا چاہیے۔ یقیناً ہم لوگ گنہگار ہیں اور سراپا گناہ اور اپنی حرکتوں اور گناہوں کی سزا اور بدلہ کا یقین ہے لیکن اللہ کی رحمت سے مایوس بھی نہ ہونا چاہیے۔ کیا بعید ہے کہ حق تعالیٰ شانہٗ محض اپنے لطف وکرم سے بالکل ہی معاف فرمادیں کہ:

اِنَّ اللّٰهَ لَا يَغْفِرُ اَنْ يُّشْرَكَ بِهٖ
وَيَغْفِرُ مَا دُوْنَ ذٰلِكَ لِمَنْ يَّشَآءُ

کلام اللہ شریف میں وارد ہے (ترجمہ) حق تعالیٰ شانہٗ شرک کے گناہ کو تو معاف نہیں فرمائیں گے اس کے علاوہ جس کو چاہیں گے سب کچھ معاف فرمائینگے۔ لیکن ضروری نہیں کہ معاف ہی فرمادیں۔ اسی وجہ سے علماء فرماتے ہیں کہ ایمان امید اور خوف کے درمیان ہے۔ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم ایک نوجوان صحابیؓ کے پاس تشریف لے گئے وہ نزع کی حالت میں تھے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے دریافت فرمایا کس حال میں ہو عرض کیا یا رسول اللہ، اللہ کی رحمت کا اُمیدوار ہوں اور اپنے گناہوں سے ڈر رہا ہوں۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ یہ دونوں یعنی امید وخوف جس بندہ کے دل میں ایسی حالت میں ہوں تو اللہ جل شانہٗ جو اُمید ہے وہ عطا فرمادیتے ہیں اور جس کا خوف ہے اُس سے امن عطا فرمادیتے ہیں۔

ایک حدیث میں آیا ہے کہ مومن اپنے گناہ کو ایسا سمجھتا ہے کہ گویا ایک پہاڑ کے نیچے بیٹھا ہے اور وہ پہاڑ اس پر گرنے لگا اور فاجر شخص گناہ کو ایسا سمجھتا ہے گویا ایک مکھی بیٹھی تھی اُڑادی یعنی ذرا پرواہ نہیں ہوتی مقصود یہ ہے کہ گناہ کا خوف اس کے مناسب ہونا چاہیے اور رحمت کی اُمید اس کے مناسب۔

حضرت معاذؓ طاعون میں شہید ہوئے۔ انتقال کے قریب زمانہ میں بار بار غشی ہوتی تھی جب افاقہ ہوتا تو فرماتے یا اللہ تجھے معلوم ہے کہ مجھ کو تجھ سے محبت ہے۔ تیری عزت کی قسم تجھے یہ بات معلوم ہے جب بالکل موت کا وقت قریب آگیا تو فرمایا کہ اے موت تیرا آنا مبارک ہے۔ کیا ہی مبارک مہمان آیا۔ مگر فاقہ کی حالت میں یہ مہمان آیا ہے۔ اس کے بعد فرمایا۔

اے اللہ تجھے معلوم ہے کہ میں ہمیشہ تجھ سے ڈرتا رہا آج تیرا اُمید وار ہوں ۔ یا اللہ مجھے زندگی کی محبت تھی مگر نہریں کھودنے اور باغ لگانے کے واسطے نہیں تھی بلکہ گرمیوں کی شدت پیاس برداشت کرنے اور (دین کی خاطر) مشقتیں جھیلنے کے واسطے اور ذکر کے حلقوں میں علماء کے پاس جم کر بیٹھنے کے واسطے تھی۔ (تہذیب اللغات) بعض علماء نے لکھا ہے کہ حدیثِ بالا میں گمان کے موافق معاملہ عام حالات کے اعتبار سے ہے خاص مغفرت کے متعلق نہیں۔ دعا صحت وسعت امن وغیرہ سب چیزیں اس میں داخل ہیں مثلاً دُعا کے ہی متعلق سمجھو، مطلب یہ ہے اگر بندہ یہ یقین کرتا ہے کہ میری دعا قبول ہوتی ہے اور ضرور ہوگی تو اس کی دُعا قبول ہوتی ہے اور اگر یہ گمان کرے کہ میری دعا قبول نہیں ہوتی تو ویسا ہی معاملہ کیا جاتا ہے۔ چنانچہ دوسری احادیث میں آیا ہے کہ بندہ کی دعا قبول ہوتی ہے۔ جب تک یہ نہ کہنے لگے کہ میری تو دعا قبول نہیں ہوتی۔ اسی طرح صحت، تو نگری وغیرہ سب امور کا حال ہے حدیث میں آیا ہے کہ جس شخص کو فاقہ کی نوبت آئے اگر اس کو لوگوں سے کہتا پھرے تو تو نگری نصیب نہیں ہوتی۔ اللہ کی پاک بارگاہ میں عرض معروض کرے تو جلد یہ حالت دُور ہو جائے۔ لیکن یہ ضروری ہے کہ اللہ تعالیٰ شانہٗ کے ساتھ حسن ظن اور چیز ہے اور اللہ پر گھمنڈ دوسری چیز ہے۔ کلام اللہ شریف میں مختلف عنوانات سے اس پر تنبیہ کی گئی۔ ارشاد ہے وَلَا يَغُرَّنَّكُمْ بِاللّٰهِ الْغَرُوْرُ (اور نہ دھوکہ میں ڈالے تم کو دھوکہ باز) یعنی شیطان تم کو یہ نہ سمجھائے کہ گناہ کئے جاؤ اللہ غفور رحیم ہے۔ دوسری جگہ ارشاد ہے اَطَّلَعَ الْغَيْبَ اَمِ اتَّخَذَ عِنْدَ الرَّحْمٰنِ عَهْدًا كَلَّا (کیا وہ غیب پر مطلع ہو گیا یا اللہ تعالیٰ سے اس نے عہد کر لیا ہے ایسا ہرگز نہیں)۔

اللہ تعالیٰ ذکر کرنے والے کے ساتھ ہیں

دوسرا مضمون یہ ہے کہ جب بندہ مجھے یاد کرتا ہے تو میں اس کے ساتھ ہوتا ہوں۔ دوسری حدیث میں ہے کہ جب بندہ مجھے یاد کرتا ہے تو جب تک اس کے ہونٹ میری یاد میں حرکت کرتے رہتے ہیں میں اس کے ساتھ ہوتا ہوں یعنی میری خاص توجہ اس پر رہتی ہے اور خصوصی رحمت کا نزول ہوتا رہتا ہے۔

اس حدیث کا بقیہ اگلے درس میں بیان ہوگا۔

دعا کیجئے

اے اللہ! ہمیں اپنے ذکر کی توفیق عطا فرمائیے۔

اے اللہ! ہمیں اپنے حقیقی ذکر یعنی ہمہ وقت آپ کے احکامات کو پیش نظر رکھتے ہوئے زندگی بسر کرنے کی توفیق عطا فرمائیے۔

اے اللہ! ہمیں اپنی محبت نصیب فرمائیے اور مسنون اذکار و وظائف کو صبح و شام پڑھنے کی توفیق عطا فرمائیے۔

اے اللہ! ہمیں ایسا بنا دیجئے کہ ہم سب سے زیادہ آپ کا ذکر کرنے والے سب سے زیادہ آپ کو فرمانبرداری کرنے والے اور سب سے زیادہ آپ سے محبت کرنے والے بن جائیں۔

وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ

ذکر کرنے والوں کا فرشتوں میں تذکرہ

عن ابی هریرة رضی الله عنه قال قال رسول الله صلی الله علیه وسلم یقول الله تعالیٰ انا عندظن عبدی بی وانامعه اذا ذکرنی فان ذکرنی فی نفسه ذکرته فی نفسی (رواہ احمد و بخاری)

ترجمہ: حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ حق تعالیٰ شانہٗ ارشاد فرماتے ہیں کہ میں بندہ کے ساتھ ویسا ہی معاملہ کرتا ہوں جیسا کہ وہ میرے ساتھ گمان رکھتا ہے اور جب وہ مجھے یاد کرتا ہے تو میں اس کے ساتھ ہوتا ہوں پس اگر وہ مجھے اپنے دل میں یاد کرتا ہے تو میں بھی اسکو اپنے دل میں یاد کرتا ہوں اور اگر وہ میرا مجمع میں ذکر کرتا ہے تو میں اس مجمع سے بہتر یعنی فرشتوں کے مجمع میں (جو معصوم اور بیگناہ ہیں) تذکرہ کرتا ہوں اور اگر بندہ میری طرف ایک بالشت متوجہ ہوتا ہے تو میں ایک ہاتھ اُس کی طرف متوجہ ہوتا ہوں اور اگر وہ ایک ہاتھ بڑھتا ہے تو میں دو ہاتھ ادھر متوجہ ہوتا ہوں اور اگر وہ میری طرف چل کر آتا ہے تو میں اسکی طرف دوڑ کر چلتا ہوں۔

تشریح: مذکورہ حدیث کا تیسرا مضمون یہ ہے کہ میں فرشتوں کے مجمع میں ذکر کرتا ہوں یعنی تفاخر کے طور پر اُن کا ذکر فرمایا جاتا ہے۔ ایک تو اس وجہ سے کہ آدمی کی علقت جس ترکیب سے ہوئی ہے اس کے موافق اس میں اطاعت اور معصیت دونوں کا مادہ رکھا ہے جیسا کہ حدیث نمبر ۸ کے ذیل میں آرہا ہے۔ اس حالت میں طاعت کا کرنا یقیناً تفاخر کا سبب ہے۔ دوسرے اس وجہ سے کہ فرشتوں نے ابتداء خلقت کے وقت عرض کیا تھا۔ "آپ ایسی مخلوق کو پیدا فرماتے ہیں جو دنیا میں خونریزی اور فساد کرے گی"۔ اور اس کی وجہ بھی وہی مادہ فساد کا ان میں ہوتا ہے بخلاف فرشتوں کے کہ ان میں یہ مادہ نہیں۔ اسی لئے انہوں نے عرض کیا تھا کہ تیری تسبیح و تقدیس ہم کرتے ہی ہیں۔ تیسرے اس وجہ سے کہ انسان کی اطاعت اس کی عبادت، فرشتوں کی عبادت سے اس وجہ سے بھی افضل ہے کہ انسان کی عبادت غیب کے ساتھ ہے اور فرشتوں کی عالمِ آخرت کے مشاہدہ کے ساتھ۔ اسی کی طرف اللہ پاک کے اس کلام میں اشارہ ہے کہ اگر وہ جنت و دوزخ کو دیکھ لیتے تو کیا ہوتا۔ ان وجوہ سے حق تعالیٰ شانہٗ اپنے یاد کرنیوالوں اور اپنی عبادت کرنے والوں کے کارنامے جتاتے ہیں۔

اللہ تعالیٰ کی بے حد لطف ورحمت

چوتھا مضمون حدیث میں یہ ہے کہ بندہ جس درجہ میں حق تعالیٰ شانہٗ کی طرف متوجہ ہوتا ہے اُس سے زیادہ توجہ اور لطف اللہ جل شانہٗ کی طرف سے اُس بندہ پر ہوتا ہے یہی مطلب ہے قریب ہونے اور دوڑ کر چلنے کا کہ میرا لطف اور میری رحمت تیزی کیساتھ اس کی طرف چلتی ہے اب ہر شخص کو اپنا اختیار ہے کہ جس قدر رحمت و لطفِ الٰہی کو اپنی طرف متوجہ کرنا چاہتا ہے اتنی ہی اپنی توجہ اللہ تعالیٰ شانہٗ کی طرف بڑھائے۔ پانچویں بحث اس حدیث شریف میں یہ ہے کہ اس میں فرشتوں کی جماعت کو بہتر بتایا ہے ذکر کرنے والے شخص سے حالانکہ یہ مشہور امر ہے کہ انسان اشرف المخلوقات ہے اس کی ایک وجہ تو ترجمہ میں ظاہر کر دی گئی کہ ان کا بہتر ہونا ایک خاص حیثیت سے ہے کہ وہ معصوم ہیں اُن سے گناہ ہو ہی نہیں سکتا۔ دوسری وجہ یہ ہے کہ یہ باعتبار اکثر افراد کے ہے کہ اکثر افراد فرشتوں کے اکثر آدمیوں بلکہ اکثر مومنوں سے افضل ہیں گو خاص مؤمن جیسے انبیاء علیہم السلام سارے ہی فرشتوں سے افضل ہیں۔ اس کے

علاوہ اور بھی وجوہ ہیں جن میں بحث طویل ہے۔

ذکر اللہ کو اپنا ہمہ وقت کا دستور بنالو

ایک صحابیؓ نے عرض کیا یارسول اللہ احکام تو شریعت کے بہت سے ہیں ہی مجھے ایک چیز کوئی ایسی بتادیجئے جس کو میں اپنا دستور اور اپنا مشغلہ بنالوں۔ حضورؐ نے ارشاد فرمایا کہ اللہ کے ذکر سے تو ہر وقت رطب اللّسان رہے۔

ایک اور حدیث میں ہے۔ حضرت معاذؓ فرماتے ہیں کہ جدائی کے وقت آخری گفتگو جو حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے ہوئی وہ یہ تھی۔ میں نے دریافت کیا کہ سب اعمال میں محبوب ترین عمل اللہ کے نزدیک کیا ہے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ اس حال میں تیری موت آوے کہ اللہ کے ذکر میں رطب اللِسان ہو۔

جدائی کے وقت کا مطلب یہ ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت معاذؓ کو اہلِ یمن کی تبلیغ و تعلیم کے لئے یمن کا امیر بنا کر بھیجا تھا۔ اس وقت رخصت کیوقت حضورؐ نے کچھ وصیتیں بھی فرمائی تھیں اور انہوں نے بھی کچھ سوالات کئے تھے۔ شریعت کے احکام بہت سے ہونے کا مطلب یہ ہے کہ ہر حکم کی بجا آوری تو ضروری ہے ہی۔ لیکن ہر چیز میں کمال پیدا کرنا اور اس کو مستقل مشغلہ بنانا دشوار ہے اس لئے ان میں سے ایک چیز جو سب سے اہم ہو مجھے ایسی بتادیجئے کہ اس کو مضبوط پکڑلوں اور ہر وقت ہر جگہ، چلتے، پھرتے اُٹھتے بیٹھتے کرتا رہوں۔

چار چیزیں جو تمام بھلائیوں کی جامع ہیں

ایک حدیث میں ارشاد ہے کہ چار چیزیں ایسی ہیں کہ جس شخص کو یہ مل جائیں اس کو دین ودنیا کی بھلائی مل جائے۔ ایک وہ زبان جو ذکر میں مشغول رہنے والی ہو، دوسرے وہ دل جو شکر میں مشغول رہتا ہو۔ تیسرے وہ بدن جو مشقت برداشت کرنے والا ہو، چوتھے وہ بیوی جو اپنے نفس میں اور خاوند کے مال میں خیانت نہ کرے۔ نفس میں خیانت یہ ہے کہ کسی قسم کی گندگی میں مبتلا ہوجائے۔

رطب اللّسان رہنے کا مطلب

رطب اللّسان کا مطلب اکثر علماء نے کثرت کا لکھا ہے اور یہ عام محاورہ ہے۔ ہمارے عرف میں بھی جو شخص کسی کی تعریف یا تذکرہ کثرت سے کرتا ہے تو یہ بولا جاتا ہے کہ فلاں کی تعریف میں رطب اللّسان ہے۔ مگر بندۂ ناچیز کے خیال میں ایک دوسرا مطلب بھی ہوسکتا ہے وہ یہ کہ جس سے عشق ومحبت ہوتی ہے اُس کے نام لینے سے مُنہ میں ایک لذّت اور مزہ محسوس ہوا کرتا ہے۔ جن کو باب عشق سے کچھ سابقہ پڑچکا ہے وہ اس سے واقف ہیں۔ اس بناء پر مطلب یہ ہے کہ اس لذّت سے اللہ کا پاک نام لیا جائے کہ مزہ آجائے۔ میں نے اپنے بعض بزرگوں کو بکثرت دیکھا ہے کہ ذکر بالجہر کرتے ہوئے ایسی طراوت آجاتی ہے کہ پاس بیٹھنے والا بھی اس کو محسوس کرتا ہے اور ایسا منہ میں پانی بھر جاتا ہے کہ ہر شخص اس کو محسوس کرتا ہے مگر یہ جب حاصل ہوتا ہے کہ جب دل میں چسک ہو اور زبان کثرتِ ذکر کے ساتھ مانُوس ہوچکی ہو۔ ایک حدیث میں آیا ہے کہ اللہ سے محبت کی علامت اس کے ذکر سے محبت ہے اور اللہ سے بُغض کی علامت اُس کے ذکر سے بُغض ہے۔

حضرت ابودرداءؓ فرماتے ہیں کہ جن لوگوں کی زبان اللہ کے ذکر سے تروتازہ رہتی ہے وہ جنت میں ہنستے ہوئے داخل ہوں گے۔

تمام اعمال میں سے بہترین اور پاکیزہ ترین عمل ذکر اللہ ہے

حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک مرتبہ صحابہؓ سے ارشاد فرمایا کیا میں تم کو ایسی چیز نہ بتاؤں جو تمام اعمال میں بہترین چیز

ہے اور تمہارے مالک کے نزدیک سب سے زیادہ پاکیزہ اور تمہارے درجوں کو بہت زیادہ بلند کرنیوالی اور سونے چاندی کو (اللہ کے راستہ میں) خرچ کرنے سے بھی زیادہ بہتر اور (جہاد میں) تم دشمنوں کو قتل کرو وہ تم کو قتل کریں اس سے بھی بڑھی ہوئی۔ صحابہؓ نے عرض کیا ضرور بتادیں۔ آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا اللہ کا ذکر ہے۔

تمام اعمال پر ذکر اللہ کی فضیلت کی وجہ:

فائدہ: یہ عام حالت اور ہر وقت کے اعتبار سے ارشاد فرمایا ہے ورنہ وقتی ضرورت کے اعتبار سے صدقہ جہاد وغیرہ امور سب سے افضل ہوجاتے ہیں۔ اسی وجہ سے بعض احادیث میں ان چیزوں کی افضلیت بھی بیان فرمائی گئی ہے کہ ان کی ضرورتیں وقتی ہیں اور اللہ پاک کا ذکر دائمی چیز ہے اور سب سے زیادہ اہم اور افضل ایک حدیث میں حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ ہر چیز کے لئے کوئی صاف کرنے والی اور میل کچیل دُور کرنے والی چیز ہوتی ہے (مثلاً کپڑے اور بدن کے لئے صابون' لوہے کے لئے آگ کی بھٹی وغیرہ وغیرہ) دلوں کی صفائی کرنے والی چیز اللہ تعالیٰ کا ذکر ہے اور کوئی چیز اللہ کے عذاب سے بچانے والی اللہ کے ذکر سے بڑھ کر نہیں ہے۔ اس حدیث میں چونکہ ذکر کو دل کی صفائی کا ذریعہ اور سبب بتایا ہے اس سے بھی اللہ کے ذکر کا سب سے افضل ہونا ثابت ہوتا ہے اس لئے کہ ہر عبادت اُسی وقت عبادت ہوسکتی ہے جب اخلاص سے ہو اور اس کا مدار دلوں کی صفائی پر ہے۔ اسی وجہ سے بعض صوفیہ نے کہا ہے کہ اس حدیث میں ذکر سے مراد ذکرِ قلبی ہے نہ کہ زبانی ذکر' اور ذکرِ قلبی یہ ہے کہ دل ہر وقت اللہ کے ساتھ وابستہ ہوجائے اور اس میں کیا شک ہے کہ یہ حالت ساری عبادتوں سے افضل ہے اس لئے کہ جب یہ حالت ہوجائے تو پھر کوئی عبادت چھوٹ ہی نہیں سکتی کہ سارے اعضاء ظاہرہ و باطنہ دل کے تابع ہیں۔ جس چیز کے ساتھ دل وابستہ ہوجاتا ہے سارے ہی اعضا اس کے ساتھ ہوجاتے ہیں۔ عشاق کے حالات سے کون بے خبر ہے اور بھی بہت سی احادیث میں ذکر کا سب سے افضل ہونا وارد ہوا ہے۔ حضرت سلمانؓ سے کسی نے پوچھا کہ سب سے بڑا عمل کیا ہے۔ انہوں نے فرمایا کہ تم نے قرآن شریف نہیں پڑھا۔ قرآن پاک میں ہے وَلَذِكْرُ اللّٰهِ اَكْبَرُ کوئی چیز اللہ کے ذکر سے افضل نہیں۔ حضرت سلمانؓ نے جس آیت شریفہ کی طرف اشارہ فرمایا۔ وہ اکیسویں ۲۱ پارے کی پہلی آیت ہے۔ صاحب مجالس الابرار کہتے ہیں کہ اس حدیث میں اللہ کے ذکر کو صدقہ اور جہاد اور ساری عبادات سے اس لئے افضل فرمایا کہ اصل مقصود اللہ کا ذکر ہے اور ساری عبادتیں اس کا ذریعہ اور آلہ ہیں اور ذکر بھی دو قسم کا ہوتا ہے۔ ایک زبانی اور ایک قلبی جو زبان سے بھی افضل ہے اور وہ مراقبہ اور دل کی سوچ ہے اور یہی مراد ہے اس حدیث سے جس میں آیا ہے کہ ایک گھڑی کا سوچنا ستر ۷۰ برس کی عبادت سے افضل ہے۔ مسند احمد میں ہے۔ حضرت سہلؓ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم سے نقل کرتے ہیں کہ اللہ کا ذکر اللہ کے راستہ میں خرچ کرنے سے سات لاکھ حصہ زیادہ ہوجاتا ہے۔ اس تقریر سے یہ معلوم ہوگیا کہ صدقہ اور جہاد وغیرہ جو وقتی چیزیں ہیں وقتی ضرورت کے اعتبار سے اُن کی فضیلت بہت زیادہ ہوجاتی ہے۔ لہٰذا ان احادیث میں کوئی اشکال نہیں جن میں ان چیزوں کی بہت زیادہ فضیلت وارد ہوئی ہے چنانچہ ارشاد ہے کہ تھوڑی دیر کا اللہ کے راستہ میں کھڑا ہونا اپنے گھر پر ستر ۷۰ سال کی نماز سے افضل ہے حالانکہ نماز بالاتفاق افضل ترین عبادت ہے لیکن کفار کے ہجوم کے وقت جہاد اس سے بہت زیادہ افضل ہوجاتا ہے۔

دعا کیجئے: اے اللہ! ہم آپ سے دین و دنیا اور اہل و عیال میں معافی اور اچھے انجام کا سوال کرتے ہیں۔ اے اللہ! ہمیں بخش دیجئے اور ہمارے گھروں میں وسعت اور رزق میں برکت عطا فرما دیجئے۔ وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ

نرم بستروں پر ذکر اللہ کرنیوالوں کے بھی بلند درجات

عن ابی سعید ن الخدری رضی اللہ عنہ ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قال لیذکرن اللہ اقوام فی الدنیا علی الفرش الممھدۃ یدخلھم اللہ فی الدرجات العلی (رواہ ابن حبان)

ترجمہ: حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ بہت سے لوگ ایسے ہیں کہ دنیا میں نرم نرم بستروں پر اللہ تعالیٰ کا ذکر کرتے ہیں جس کی وجہ سے حق تعالیٰ شانہٗ جنت کے اعلیٰ درجوں میں اُن کو پہنچا دیتا ہے۔

تشریح: یعنی دنیا میں مشقتیں جھیلنا، صعوبتیں برداشت کرنا آخرت کے رفع درجات کا سبب ہے اور جتنی بھی دینی امور میں یہاں مشقت اٹھائی جائے گی اتنا ہی بلند مرتبوں کا استحقاق ہوگا لیکن اللہ پاک کے مبارک ذکر کی یہ برکت ہے کہ راحت و آرام سے نرم بستروں پر بیٹھ کر بھی کیا جائے تب بھی رفع درجات کا سبب ہوتا ہے۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ اگر تم ہر وقت ذکر میں مشغول رہو تو فرشتے تمہارے بستروں پر اور تمہارے راستوں میں تم سے مصافحہ کرنے لگیں۔

آگے بڑھنے والے

ایک حدیث میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد وارد ہوا ہے کہ مفرد لوگ بہت آگے بڑھ گئے۔ صحابہؓ نے عرض کیا کہ مُفرِد کون ہے؟ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا جو اللہ کے ذکر میں والہانہ طریقہ پر مشغول ہیں۔ اس حدیث کی بنا پر صوفیہ نے لکھا ہے کہ سلاطین اور امراء کو اللہ کے ذکر سے نہ روکنا چاہیے کہ وہ اس کی وجہ سے درجاتِ اعلیٰ حاصل کر سکتے ہیں۔ حضرت ابودرداءؓ فرماتے ہیں کہ تو اللہ کے ذکر کو اپنی مسرتوں اور خوشیوں کے اوقات میں کر، وہ تجھ کو مشقتوں اور تکلیفوں کے وقت کام دے گا۔ حضرت سلمان فارسیؓ فرماتے ہیں کہ جب بندہ راحت کے خوشی کے ثروت کے اوقات میں اللہ کا ذکر کرتا ہے پھر اس کو کوئی مشقت اور تکلیف پہنچے تو فرشتے کہتے ہیں کہ مانوس آواز ہے جو ضعیف بندہ کی ہے پھر اللہ کے یہاں اس کی سفارش کرتے ہیں اور جو شخص راحت کے اوقات میں اللہ کو یاد نہ کرے پھر کوئی تکلیف اس کو پہنچے اور اس وقت یاد کرے تو فرشتے کہتے ہیں کیسی غیر مانوس آواز ہے۔ حضرت ابن عباسؓ فرماتے ہیں کہ جنت کے آٹھ دروازے ہیں۔ ایک ان میں سے صرف ذاکرین کے لئے ہے۔ ایک حدیث میں ہے کہ جو شخص اللہ کا ذکر کثرت سے کرے وہ نفاق سے بری ہے۔ دوسری حدیث میں ہے کہ اللہ تعالیٰ جل شانہٗ اس سے محبت فرماتے ہیں۔ ایک سفر سے واپسی ہو رہی تھی۔ ایک جگہ پہنچ کر حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ آگے بڑھنے والے کہاں ہیں۔ صحابہؓ نے عرض کیا کہ بعض تیز رَو آگے چلے گئے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ وہ آگے بڑھنے والے کہاں ہیں۔ جو اللہ کے ذکر میں والہانہ مشغول ہیں جو شخص یہ چاہے کہ جنت سے خوب سیراب ہو وہ اللہ کا ذکر کثرت سے کرے۔

ذکر کرنے والا زندہ اور نہ کرنیوالا مردہ

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ جو شخص اللہ کا ذکر کرتا ہے اور جو نہیں کرتا۔ ان دونوں کی مثال زندہ اور مردہ کی سی ہے کہ ذکر کرنے والا زندہ ہے اور ذکر نہ کرنے والا مُردہ ہے۔

زندہ اور مردہ ہونے کا مطلب

فائدہ: زندگی ہر شخص کو محبوب ہے اور مرنے سے ہر شخص ہی گھبراتا ہے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمان ہے کہ جو اللہ کا ذکر نہیں کرتا وہ زندہ بھی مردے ہی کے حکم میں ہے اس کی زندگی بھی بے کار ہے

بعض علماء نے فرمایا ہے یہ دل کی حالت کا بیان ہے کہ جو شخص اللہ کا ذکر کرتا ہے اس کا دل زندہ رہتا ہے اور جو ذکر نہیں کرتا اس کا دل مرجاتا ہے۔ اور بعض علماء نے فرمایا ہے کہ تشبیہ نفع اور نقصان کے اعتبار سے ہے کہ اللہ کا ذکر کرنے والے شخص کو جو ستائے وہ ایسا ہے جیسا کہ کسی زندہ کو ستائے کہ اس سے انتقام لیا جائے گا اور وہ اپنے کئے کو بھگتے گا اور غیر ذاکر کو ستانے والا ایسا ہے جیسا مُردہ کو ستانے والا کہ وہ خود انتقام نہیں لے سکتا۔ صوفیہ کہتے ہیں کہ اس سے ہمیشہ کی زندگی مراد ہے کہ اللہ کا ذکر کثرت سے اخلاص کے ساتھ کرنے والے مرتے ہی نہیں بلکہ وہ اس دنیا سے منتقل ہوجانے کے بعد بھی زندوں ہی کے حکم میں رہتے ہیں جیسا کہ قرآنِ پاک میں شہید کے متعلق وارد ہوا ہے بَلْ اَحْيَآءٌ عِنْدَ رَبِّهِمْ اسی طرح اُن کے لئے بھی ایک خاص قسم کی زندگی ہے۔

حکیم ترمذیؒ کہتے ہیں کہ اللہ کا ذکر دل کو تر کرتا ہے اور نرمی پیدا کرتا ہے اور جب دل اللہ کے ذکر سے خالی ہوتا ہے تو نفس کی گرمی اور شہوت کی آگ سے خشک ہوکر سخت ہوجاتا ہے اور سارے اعضاء سخت ہوجاتے ہیں۔ طاعت سے رُک جاتے ہیں۔ اگر ان اعضاء کو کھینچو تو ٹوٹ جائیں گے۔ جیسے کہ خشک لکڑی کہ جھکانے سے نہیں جھکتی۔ صرف کاٹ کر جلادینے کے کام کی رہ جاتی ہے۔

دعا کیجئے

اے اللہ! ہمیں اپنے ذکر کی توفیق عطا فرمائیے۔

اے اللہ! ہمیں اپنے حقیقی ذکر یعنی ہمہ وقت آپ کے احکامات کو پیش نظر رکھتے ہوئے زندگی بسر کرنے کی توفیق عطا فرمائیے۔

اے اللہ! ہمیں اپنی محبت نصیب فرمائیے اور مسنون اذکار و وظائف کو صبح و شام پڑھنے کی توفیق عطا فرمائیے۔

اے اللہ! ہمیں ایسا بنا دیجئے کہ ہم سب سے زیادہ آپ کا ذکر کرنے والے سب سے زیادہ آپ کو فرمانبرداری کرنے والے اور سب سے زیادہ آپ سے محبت کرنے والے بن جائیں۔

اے اللہ! ہمیں ایسا بنا دیجئے کہ ہم اپنے سارے دل کیساتھ آپ سے محبت کریں اور آپ کو راضی کرنے میں اپنی ساری کوششیں صرف کردیں۔

اے اللہ! ہم آپ سے دین و دنیا اور اہل و عیال میں معافی اور اچھے انجام کا سوال کرتے ہیں۔

اے اللہ! ہمیں بخش دیجئے اور ہمارے گھروں میں وسعت اور رزق میں برکت عطا فرما دیجئے۔

وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ

اللہ کا ذکر صدقہ خیرات سے افضل ہے

عن ابی موسی رضی اللہ عنہ قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم لو ان رجلافی حجرہ دراھم یقسمھا واخریذکراللّٰہ لکان الذاکر للّٰہ افضل (اخرجہ الطبرانی)

ترجمہ: حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ اگر ایک شخص کے پاس بہت سے روپے ہوں اور وہ اُن کو تقسیم کر رہا ہو اور دوسرا شخص اللہ کے ذکر میں مشغول ہو تو ذکر کرنے والا افضل ہے۔

خوش نصیب لوگ

تشریح: یعنی اللہ کے راستہ میں خرچ کرنا کتنی ہی بڑی چیز کیوں نہ ہو لیکن اللہ کی یاد اس کے مقابلہ میں بھی افضل ہے پھر کس قدر خوش نصیب ہیں وہ مالدار اللہ کے راستہ میں خرچ کرنے والے جن کو اللہ کے ذکر کی بھی توفیق نصیب ہو جائے۔ ایک حدیث میں ہے کہ اللہ تعالیٰ شانہٗ کی طرف سے بھی روزانہ بندوں پر صدقہ ہوتا رہتا ہے اور ہر شخص کو اس کی حیثیت کے موافق کچھ نہ کچھ عطا ہوتا رہتا ہے لیکن کوئی عطاء اس سے بڑھ کر نہیں کہ اس کو اللہ کے ذکر کی توفیق نصیب ہو جائے۔ جو لوگ کاروبار میں مشغول رہتے ہیں۔ تجارت، زراعت، ملازمت میں گھرے رہتے ہیں اگر تھوڑا بہت وقت اللہ کی یاد کے لئے اپنے اوقات میں سے نکال لیں تو کیسی مفت کی کمائی ہے۔ دن رات کے چوبیس گھنٹوں میں سے دو چار گھنٹے اس کام کے لئے نکال لینا کون سی مشکل بات ہے آخر فضولیات لغویات میں بہت سا وقت خرچ ہوتا ہے۔ اس کارآمد چیز کے واسطے وقت نکالنا کیا دشوار ہے۔ ایک حدیث میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ اللہ کے بہترین بندے وہ ہیں جو اللہ کے ذکر کے واسطے چاند، سورج، ستارے اور سایہ کی تحقیق رکھتے ہیں یعنی اوقات کی تحقیق کا اہتمام کرتے ہیں۔ اگرچہ اس زمانہ میں گھڑی گھنٹوں کی کثرت نے اس سے بے نیاز کر دیا پھر بھی فی الجملہ واقفیت ان چیزوں کی مناسب ہے کہ گھڑی کے خراب اور غلط ہو جانے کی صورت میں اوقات ضائع نہ ہو جائیں۔ ایک حدیث میں آیا ہے کہ زمین کے جس حصہ پر اللہ کا ذکر کیا جائے وہ حصہ نیچے ساتوں زمینوں تک دوسرے حصوں پر فخر کرتا ہے۔

ایک لمحہ کے ذکر اللہ کا اجر وثواب

حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ جنت میں جانے کے بعد اہل جنت کو دنیا کی کسی چیز کا بھی قلق وافسوس نہیں ہوگا، بجز اس گھڑی کے جو دنیا میں اللہ کے ذکر کے بغیر گذر گئی ہو۔

فائدہ: جنت میں جانے کے بعد جب یہ منظر سامنے ہوگا کہ ایک دفعہ اس پاک نام کو لینے کا اجر وثواب کتنا زیادہ مقدار میں ہے کہ پہاڑوں کے برابر مل رہا ہے تو اس وقت اپنی اس کمائی کے نقصان پر جسقدر بھی افسوس ہوگا ظاہر ہے۔

حضرت سریؒ فرماتے ہیں کہ میں نے جرجانیؒ کو دیکھا کہ ستو پھانک رہے ہیں۔ میں نے پوچھا یہ خشک ہی پھانک رہے ہو کہنے لگے کہ میں نے روٹی چبانے اور پھانکنے کا جب حساب لگایا تو چبانے میں اتنا وقت زیادہ خرچ ہوتا ہے کہ اُس میں آدمی ستر ۷۰ مرتبہ سبحان اللہ کہہ سکتا ہے۔ اس لئے میں نے چالیس برس سے روٹی کھانا چھوڑ دی۔ ستو پھانک کر گذر کر لیتا ہوں۔

منصورؒ بن معتمر کے متعلق لکھا ہے کہ چالیس برس تک عشاء کے بعد کسی سے بات نہیں کی۔ ربیع بن ہیثمؒ کے متعلق لکھا ہے کہ بیس برس تک جو بات کرتے اس کو ایک پرچہ پر لکھ لیتے اور رات کو اپنے دل سے حساب کرتے کہ کتنی بات اس میں ضروری تھی اور کتنی غیر ضروری۔

وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ

ذکر والی جماعت کوفرشتوں کا گھیر لینا

عن ابی هريرة وابی سعيد رضی الله عنه انهما شهدا علی رسول الله صلی الله عليه وسلم انه قال لايقعدقوم يذكرون الله الاحفتهم الملائكة وغشيتهم الرحمة ونزلت عليهم السكينة وذكرهم الله فيمن عنده (اخرجه احمد و مسلم و الترمذی)

ترجمہ: حضرت ابوہریرہؓ اور حضرت ابوسعیدؓ دونوں حضرات اسکی گواہی دیتے ہیں کہ ہم نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے سُنا ارشاد فرماتے تھے کہ جو جماعت اللہ کے ذکر میں مشغول ہو فرشتے اس جماعت کو سب طرف سے گھیر لیتے ہیں اور رحمت ان کو ڈھانپ لیتی ہے اور سکینہ اُن پر نازل ہوتی ہے اور اللہ جل شانہٗ انکا تذکرہ اپنی مجلس میں (تفاخر کے طور پر) فرماتے ہیں۔

تشریح: حضرت ابوذرؓ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد نقل کرتے ہیں کہ میں تجھے اللہ کے تقویٰ کی وصیت کرتا ہوں کہ تمام چیزوں کی جڑ ہے اور قرآن شریف کی تلاوت اور اللہ کے ذکر کا اہتمام کر کہ اس سے آسمانوں میں تیرا ذکر ہوگا اور زمین میں نور کا سبب بنے گا اکثر اوقات چُپ رہا کر کہ بھلائی بغیر کوئی کلام نہ ہو۔ یہ بات شیطان کو دُور کرتی ہے اور دین کے کاموں میں مدد گار ہوتی ہے زیادہ ہنسی سے بھی بچتا رہ کہ اس سے دل مر جاتا ہے اور چہرہ کا نور جاتا رہتا ہے۔ جہاد کرتے رہنا کہ میری اُمت کی فقیری یہی ہے مسکینوں سے محبت رکھنا انکے پاس اکثر بیٹھتے رہنا اور اپنے سے کم حیثیت لوگوں پر نگاہ رکھنا اور اپنے سے اُونچے لوگوں پر نگاہ نہ کرنا کہ اس سے اللہ کی ان نعمتوں کی ناقدری پیدا ہوتی ہے جو اللہ نے تجھے عطا فرمائی ہیں۔ قرابت والوں سے تعلقات جوڑنے کی فکر رکھنا وہ اگرچہ تجھ سے تعلقات توڑ دیں۔ حق بات کہنے میں تردّد نہ کرنا گو کسی کو کڑوی لگے۔ اللہ کے معاملہ میں کسی کی ملامت کی پرواہ نہ کرنا۔ تجھے اپنی عیب بینی دوسروں کے عیوب پر نظر نہ کرنے دے اور جس عیب میں خود مبتلا ہو اُس میں دوسرے پر غصہ نہ کرنا۔ اے ابوذرؓ حسن تدبیر سے بڑھ کر کوئی عقل مندی نہیں اور ناجائز امور سے بچنا بہترین پرہیزگاری ہے اور خوش خلقی کے برابر کوئی شرافت نہیں۔"

سکینہ کے معنی

فائدہ: سکینہ کے معنی سکون ووقار کے ہیں یا کسی مخصوص رحمت کے جس کی تفسیر میں مختلف اقوال ہیں جن کو مختصر طور پر میں اپنے رسالہ چہل حدیث جدید در فضائل قرآن میں لکھ چکا ہوں۔ امام نوویؒ فرماتے ہیں کہ یہ کوئی ایسی مخصوص چیز ہے جو طمانینت رحمت وغیرہ کو شامل ہے اور ملائکہ کے ساتھ اُترتی ہے۔

فرشتوں کے سامنے ذاکرین کا تذکرہ

حق تعالیٰ شانہٗ کا ان چیزوں کو فرشتوں کے سامنے تفاخر کے طور پر فرمانا ایک تو اس وجہ سے ہے کہ فرشتوں نے حضرت آدم علیہ السلام کی پیدائش کے وقت عرض کیا تھا کہ یہ لوگ دنیا میں فساد کریں گے۔ جیسا کہ پہلی حدیث کے ذیل میں گذر چکا ہے۔ دوسرے اس وجہ سے ہے کہ فرشتوں کی جماعت اگرچہ سراپا عبادت سراپا بندگی و اطاعت ہے لیکن ان میں معصیت کا مادہ بھی نہیں ہے اور انسان میں چونکہ دونوں مادے موجود ہیں اور غفلت اور نافرمانی کے اسباب اس کو گھیرے ہوئے ہیں۔ شہوتیں لذتیں اور اور اس کا جُزو ہیں اس لئے اس سے ان سب کے مقابلہ میں جو عبادت جو اطاعت ہو اور جو معصیت کا مقابلہ ہو وہ زیادہ قابلِ مدح اور قابلِ قدر ہے۔

حدیث میں آتا ہے کہ جب حق تعالیٰ شانہٗ نے جنت کو بنایا تو حضرت جبرئیل علیہ الصلوٰۃ والسلام کو ارشاد ہوا کہ اس کو دیکھ کر آؤ۔ انہوں نے آ کر عرض کیا یا اللہ آپ کی عزت کی قسم جو شخص بھی اس کی خبر سُن لے گا اس میں جائے بغیر نہیں رہیگا۔ یعنی لذّتیں اور راحتیں، فرحتیں، نعمتیں، جس قدر اس میں رکھی گئی ہیں اُن کے سننے اور یقین آ جانے کے بعد کون ہوگا جو اس میں جانے کی انتہائی کوشش نہ کریگا۔ اس کے بعد حق تعالیٰ شانہٗ نے اس کو مشقتوں سے ڈھانک دیا کہ نمازیں پڑھنا، روزے رکھنا، جہاد کرنا، حج کرنا وغیرہ وغیرہ اس پر سوار کر دیئے گئے کہ ان کو بجا لاؤ تو جنت میں آ جاؤ اور پھر حضرت جبرئیل علیہ السلام کو ارشاد ہوا کہ اب دیکھو۔ انہوں نے عرض کیا کہ اب تو یا اللہ مجھے یہ اندیشہ ہے کہ کوئی اس میں جا ہی نہ سکے گا۔ اسی طرح جب جہنم کو بنایا تو حضرت جبرئیل علیہ السلام کو اس کے دیکھنے کا حکم ہوا۔ وہاں کے عذاب، وہاں کے مصائب، گندگیاں اور تکلیفیں دیکھ کر انہوں نے عرض کیا کہ یا اللہ آپ کی عزّت کی قسم جو شخص اس کے حالات سُن لے گا کبھی بھی اس کے پاس نہ جائے گا۔

حق سبحانہٗ وتقدس نے دنیا کی لذّتوں سے اس کو ڈھانک دیا کہ زنا کرنا، شراب پینا، ظلم کرنا، احکام پر عمل نہ کرنا وغیرہ وغیرہ کا پردہ اس پر ڈال دیا گیا۔ پھر ارشاد ہوا کہ اب دیکھو۔ انہوں نے عرض کیا کہ یا اللہ اب تو مجھے اندیشہ ہوگیا کہ شاید ہی کوئی اس سے بچے۔ اسی وجہ سے جب کوئی بندہ اللہ کی اطاعت کرتا ہے، گناہ سے بچتا ہے تو اس ماحول کے اعتبار سے جس میں وہ ہے قابلِ قدر ہوتا ہے۔ اسی وجہ سے حق تعالیٰ شانہٗ اظہارِ مسرت فرماتے ہیں۔ جن فرشتوں کا اس حدیث پاک میں اور اس قسم کی بہت سی حدیثوں میں ذکر آیا ہے وہ فرشتوں کی ایک خاص جماعت ہے جو اسی کام پر متعین ہے کہ جہاں اللہ کے ذکر کی مجالس ہوں، اللہ کا ذکر کیا جا رہا ہو وہاں جمع ہوں اور اس کو سُنیں۔ چنانچہ ایک حدیث میں ارشاد ہے کہ فرشتوں کی ایک جماعت متفرق طور پر پھرتی رہتی ہے اور جس جگہ اللہ کا ذکر سُنتی ہے اپنے ساتھیوں کو آواز دیتی ہے کہ آ جاؤ اس جگہ تمہارا مقصود اور غرض موجود ہے اور پھر ایک دوسرے پر جمع ہوتے رہتے ہیں حتیٰ کہ آسمان تک ان کا حلقہ پہنچ جاتا ہے۔

دعا کیجئے

اے اللہ! ہمیں ایسا بنا دیجئے کہ ہم اپنے سارے دل کیساتھ آپ سے محبت کریں اور آپ کو راضی کرنے میں اپنی ساری کوششیں صرف کر دیں۔

اے اللہ! ہم آپ سے دین و دنیا اور اہل وعیال میں معافی اور اچھے انجام کا سوال کرتے ہیں۔

اے اللہ! ہمیں بخش دیجئے اور ہمارے گھروں میں وسعت اور رزق میں برکت عطا فرما دیجئے۔

وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ

ذکر کرنے والوں کی وجہ سے اللہ تعالیٰ کا فرشتوں پر فخر کرنا

عن معوية رضی الله عنه ان رسول الله صلى الله عليه وسلم خرج على حلقة من اصحابه فقال ما اجلسكم قالو اجلسنا نذكر الله ونحمده على ماهدنا للاسلام ومن به علينا قال الله ما اجلسكم الا ذلک قالوا الله ما اجلسنا الا ذلک قال اما انی لم استحلفكم تهمة لكم ولكن اتانی جبرئيل فاخبرنی ان الله يباهی بكم الملائكة (رواه احمد و مسلم)

ترجمہ: حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم ایک مرتبہ صحابہؓ کی ایک جماعت کے پاس تشریف لے گئے اور دریافت فرمایا کہ کس بات نے تم لوگوں کو یہاں بٹھایا ہے۔ عرض کیا کہ اللہ جل شانہٗ کا ذکر کر رہے ہیں اور اس بات پر اس کی حمد وثنا کر رہے ہیں کہ اس نے ہم لوگوں کو اسلام کی دولت سے نوازا۔ یہ اللہ کا بڑا ہی احسان ہم پر ہے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ کیا خدا کی قسم صرف اسی وجہ سے بیٹھے ہو۔

تشریح: صحابہؓ نے عرض کیا خدا کی قسم صرف اسی وجہ سے بیٹھے ہیں۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ کسی بدگمانی کی وجہ سے میں نے تم لوگوں کو قسم نہیں دی بلکہ جبرئیل میرے پاس ابھی آئے تھے اور یہ خبر سُنا گئے کہ اللہ جل شانہٗ تم لوگوں کی وجہ سے ملائکہ پر فخر فرما رہے ہیں۔

جماعت صحابہ رضی اللہ عنہم کی خوش قسمتی

یعنی میں نے جو قسم دے کر پوچھا اس سے مقصود اہتمام اور تاکید تھی کہ ممکن ہے کوئی اور خاص بات بھی اس کے علاوہ ہو اور وہ بات اللہ جل شانہٗ کے فخر کا سبب ہو۔ اب معلوم ہو گیا کہ صرف یہ تذکرہ ہی سبب فخر ہے۔ کس قدر خوش قسمت تھے وہ لوگ جن کی عبادتیں مقبول تھیں اور ان کی حمد وثنا پر حق تعالیٰ شانہٗ کے فخر کی خوشخبری اُن کو نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی زبان سے دُنیا ہی میں معلوم ہو جاتی تھی اور کیوں نہ ہوتا کہ ان حضرات کے کارنامے اُسی کے مستحق تھے۔

ملائکہ پر فخر کرنے کا مطلب

ملا علی قاریؒ فرماتے ہیں کہ فخر کرنے کا مطلب یہ ہے کہ حق تعالیٰ شانہٗ فرشتوں سے فرماتے ہیں کہ دیکھو یہ لوگ باوجودیکہ نفس ان کے ساتھ ہے، شیطان ان پر مسلط ہے، شہوتیں ان میں موجود ہیں، دنیا کی ضرورتیں ان کے پیچھے لگی ہوئی ہیں۔ ان سب کے باوجود ان سب کے مقابلہ میں اللہ کے ذکر میں مشغول ہیں اور اتنی کثرت سے ہٹانے والی چیزوں کے باوجود میرے ذکر سے نہیں ہٹتے، تمہارا ذکر وتسبیح اس لحاظ سے کہ تمہارے لئے کوئی مانع بھی ان میں سے نہیں ہے، ان کے مقابلہ میں کوئی چیز نہیں ہے۔

ذکر کرنے والوں کے لئے بخشش کا اعلان

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ جو بھی لوگ اللہ کے ذکر کے لئے مجتمع ہوں، اور اُن کا مقصود صرف اللہ ہی کی رضا ہو تو آسمان سے ایک فرشتہ ندا کرتا ہے کہ تم لوگ بخش دیئے گئے اور تمہاری برائیاں نیکیوں سے بدل دی گئیں۔

دوسری حدیث میں ہے اس کے مقابل جو اجتماع ایسا ہو کہ اس میں اللہ پاک کا کوئی ذکر ہو ہی نہیں تو یہ اجتماع قیامت کے دن حسرت وافسوس کا سبب ہوگا۔

بغیر ذکر اللہ والی مجلس پر حسرت

فائدہ: یعنی اس اجتماع کی بے برکتی اور اضاعت پر حسرت ہوگی اور کیا بعید ہے کہ وبال کا سبب کسی وجہ سے بن جائے۔ ایک حدیث میں آیا ہے کہ جس مجلس میں اللہ کا ذکر نہ ہو حضور صلی اللہ علیہ وسلم پر درود نہ ہو، اس مجلس والے ایسے ہیں جیسے مرے ہوئے گدھے پر سے اُٹھے ہوں۔

مجلس کا کفارہ

ایک حدیث میں آیا ہے کہ مجلس کا کفارہ یہ ہے کہ اس کے اختتام پر یہ دُعا پڑھے۔ **سبحان الله وبحمده سبحانک اللهم وبحمدک اشهدان لا اله الا انت استغفرک واتوب الیک**۔ ایک دوسری حدیث میں آیا ہے کہ جو بھی مجلس ایسی ہو جس میں اللہ کا ذکر، حضور صلی اللہ علیہ وسلم پر درُود شریف نہ ہو وہ مجلس قیامت کے دن حسرت اور نقصان کا سبب ہوگی۔ پھر حق تعالیٰ شانہٗ اپنے لطف سے چاہے مغفرت فرمادیں چاہے مطالبہ اور عذاب فرمادیں۔ ایک حدیث میں ہے کہ مجلسوں کا حق ادا کیا کرو۔ اور وہ یہ ہے کہ اللہ کا ذکر اُن میں کثرت سے کرو۔ راہگیروں کو (بوقتِ ضرورت) راستہ بتاؤ) اور ناجائز چیز سامنے آجائے تو) آنکھیں بند کرلو۔ (یا نیچی کرلو کہ اس پر نگاہ نہ پڑے)

حضرت علی کرم اللہ وجہہٗ ارشاد فرماتے ہیں کہ جو شخص یہ چاہے کہ اس کا ثواب بہت بڑی ترازو میں تلے (یعنی ثواب بہت زیادہ مقدار میں ہو کہ وہی بڑی ترازو میں تلے گا معمولی چیز تو بڑی ترازو کے پاسنگ میں آجائیگی) اس کو چاہیے کہ مجلس کے ختم پر یہ دعا پڑھا کرے۔ سُبْحٰنَ رَبِّکَ رَبِّ الْعِزَّةِ عَمَّا یَصِفُوْنَ ۚ وَسَلٰمٌ عَلَى الْمُرْسَلِیْنَ ۚ وَالْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ ۚ

دعا کیجئے

اے اللہ! ہمیں اپنے حقیقی ذکر یعنی ہمہ وقت آپ کے احکامات کو پیش نظر رکھتے ہوئے زندگی بسر کرنے کی توفیق عطا فرمائیے۔

اے اللہ! ہمیں اپنی محبت نصیب فرمائیے اور مسنون اذکار و وظائف کو صبح وشام پڑھنے کی توفیق عطا فرمائیے۔

اے اللہ! ہمیں ایسا بنا دیجئے کہ ہم سب سے زیادہ آپ کا ذکر کرنے والے سب سے زیادہ آپ کو فرمانبرداری کرنے والے اور سب سے زیادہ آپ سے محبت کرنے والے بن جائیں۔

اے اللہ! ہم آپ سے دین ودنیا اور اہل وعیال میں معافی اور اچھے انجام کا سوال کرتے ہیں۔

اے اللہ! ہمیں بخش دیجئے اور ہمارے گھروں میں وسعت اور رزق میں برکت عطا فرما دیجئے۔

وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ

ذکر کرنے والوں کی وجہ سے اللہ تعالیٰ کا فرشتوں پر فخر کرنا

عن معوية رضی اللہ عنه ان رسول اللہ صلی اللہ علیه وسلم خرج علی حلقة من اصحابه فقال ما اجلسکم قالو اجلسنا نذکر اللّٰه و نحمده علی ماهدنا للاسلام و من به علینا قال اللّٰه ما اجلسکم الا ذلک قالوا اللّٰه ما اجلسنا الا ذلک قال اما انی لم استحلفکم تهمة لکم و لکن اتانی جبرئیل فاخبرنی ان اللہ یباهی بکم الملائکة (رواہ احمد و مسلم)

ترجمہ: حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم ایک مرتبہ صحابہؓ کی ایک جماعت کے پاس تشریف لے گئے اور دریافت فرمایا کہ کس بات نے تم لوگوں کو یہاں بٹھایا ہے۔ عرض کیا کہ اللہ جل شانہٗ کا ذکر کررہے ہیں اور اس بات پر اس کی حمد وثنا کررہے ہیں کہ اس نے ہم لوگوں کو اسلام کی دولت سے نوازا۔ یہ اللہ کا بڑا ہی احسان ہم پر ہے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ کیا خدا کی قسم صرف اسی وجہ سے بیٹھے ہو۔

تشریح: حدیثِ بالا میں برائیوں کے نیکیوں سے بدل دینے کی بشارت بھی ہے۔ قرآن پاک میں بھی سورۂ فرقان کے ختم پر مومنین کی چند صفات ذکر فرمانے کے بعد ارشاد ہے۔ (پس یہی لوگ ہیں جن کی برائیوں کو حق تعالیٰ نیکیوں سے بدل دیتے ہیں اور اللہ تعالیٰ غفور رحیم ہیں)۔ اس آیت شریفہ کے متعلق علماءِ تفسیر کے چند اقوال ہیں۔

ایک یہ کہ سیئات معاف فرمادی جائیں گی اور حسنات باقی رہ جائیں گی گویا یہ بھی تبدیلی ہے' کہ سیئہ کوئی باقی نہیں رہی۔ دوسرے یہ کہ ان لوگوں کو بجائے برے اعمال کرنے کے نیک اعمال کی توفیق حق تعالیٰ شانہٗ کے یہاں نصیب ہوگی جیسا کہ بولتے ہیں کہ گرمی کے بجائے سردی ہوگئی۔ تیسرے یہ کہ اُنکی عادتوں کا تعلق بجائے بُری چیزوں کے اچھی چیزوں کے ساتھ وابستہ ہوجاتا ہے۔ اس کی توضیح یہ ہے کہ آدمی کی عادتیں طبعی ہوتی ہیں جو بدلتی نہیں۔ اسی وجہ سے ضرب المثل ہے "جبلِ گردد جبلّت نہ گردد" اور یہ مثل بھی ایک حدیث سے ماخوذ ہے جس میں ارشاد ہے کہ اگر تم سنو کہ پہاڑ اپنی جگہ سے ٹل گیا اور دوسری جگہ چلا گیا تو اس کی تصدیق کرلو لیکن اگر سنو کہ طبعیت بدل گئی تو اس کی تصدیق نہ کرو۔ گویا حدیث کا مطلب یہ ہوا کہ عادت کا زائل ہونا پہاڑ کے زائل ہونے سے بھی زیادہ مشکل ہے۔ اس کے بعد پھر اشکال ہوتا ہے کہ صوفیہ اور مشائخ جو عادات کی اصلاح کرتے ہیں اُس کا کیا مطلب ہوگا۔ اس کا جواب یہ ہے کہ عادتیں نہیں بدلتیں بلکہ ان کا تعلق بدل جاتا ہے مثلاً ایک شخص کے مزاج میں غصّہ ہے وہ مشائخ کی اصلاح اور مجاہدوں سے ایسا ہوجائے کہ غصّہ بالکل باقی نہ رہے یہ تو دشوار ہے۔ ہاں اس غصّہ کا تعلق پہلے سے جن چیزوں کے ساتھ تھا مثلاً بے جا ظلم' تکبّر وغیرہ اب بجائے اُن کے اللہ کی نافرمانیوں پر اُسکے احکام کی خلاف ورزی وغیرہ وغیرہ کی طرف منتقل ہوجاتا ہے۔ وہی حضرت عمرؓ جو ایک زمانہ میں مسلمانوں کی ایذارسانی میں کوئی دقیقہ نہ چھوڑتے تھے' ایمان کے بعد حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے فیض صحبت سے کفار وفساق پر اسی طرح ٹوٹتے تھے۔ اسی طرح اور اخلاق کا بھی حال ہے۔ اس توضیح کے بعد اب مطلب یہ ہوا کہ حق تعالیٰ شانہٗ ایسے لوگوں کے اخلاق کا تعلق بجائے معاصی کے حسنات سے فرمادیتے ہیں۔ چوتھے یہ

کہ حق تعالیٰ شانہ ان کو اپنی برائیوں پر توبہ کی توفیق عطا فرماتے ہیں جس کی وجہ سے پرانے پرانے گناہ یاد آ کر ندامت اور توبہ کا سبب ہوتا ہے اور ہر گناہ کے بدلے ایک توبہ جو عبادت ہے اور نیکی ہے ثبت ہو جاتی ہے۔ پانچویں یہ ہے کہ اگر مولائے کریم کو کسی کی کوئی ادا پسند ہو اور اس کو اپنے فضل سے بُرائیوں کے برابر نیکیاں دے تو کسی کے باپ کا اجارہ ہے وہ مالک ہے' بادشاہ ہے' قدرت والا ہے۔ اس کی رحمت کی وسعت کا کیا کہنا' اس کی مغفرت کا دروازہ کون بند کر سکتا ہے' اس کی عطا کو کون روک سکتا ہے جو دے رہا ہے۔ وہ اپنی ہی مِلک سے دیتا ہے اس کو اپنی قدرت کے مظاہر بھی دکھانا ہیں' اپنی مغفرت کے کرشمے بھی اُسی دن ظاہر کرنا ہیں۔ احادیث میں محشر کا نظارہ اور حساب کی جانچ مختلف طریقوں سے وارد ہوئی ہے جس کو بہجۃ النفوس نے مختصر طور پر ذکر کیا ہے اور لکھا ہے کہ حساب چند انواع پر منقسم ہوگا۔ ایک نوع یہ ہوگی کہ بعض بندوں سے نہایت مخفی رحمت کے پردہ میں محاسبہ ہوگا اور ان کے گناہ ان کو گنوائے جائیں گے اور کہا جائیگا کہ تو نے فلاں وقت یہ گناہ کیا' فلاں وقت ایسا کیا اور اسکو اقرار بغیر چارۂ کار نہ ہوگا حتیٰ کہ وہ گناہوں کی کثرت سے یہ سمجھے گا کہ میں ہلاک ہو گیا تو ارشاد ہوگا کہ ہم نے دنیا میں بھی تجھ پر ستاری کی' آج بھی ستاری کرتے ہیں اور معاف کرتے ہیں۔ چنانچہ جب یہ شخص اور اس جیسا جو ہوگا وہ حساب کے مقام سے واپس جائے گا۔ تو لوگ دیکھ کر کہیں گے کہ یہ کیسا مبارک بندہ ہے کہ اُس نے کوئی گناہ کیا ہی نہیں اسلئے کہ اُن کو اس کے گناہوں کی خبر ہی نہ ہوئی۔ اسی طرح ایک نوع ایسی ہوگی کہ اُن کیلئے چھوٹے بڑے گناہ ہونگے۔ اس کے بعد ارشاد ہوگا کہ اچھا ان کے چھوٹے گناہوں کو نیکیوں سے بدل دو تو وہ جلدی سے کہیں گے کہ ابھی اور بھی گناہ ایسے ہیں جو یہاں ذکر نہیں کئے گئے۔ اسی طرح اور انواع کا ذکر کیا ہے کہ کس کس طرح سے پیشی اور حساب ہوگا۔

سب سے اخیر میں جہنم سے نکلنے والے شخص کا قصہ

حدیث میں ایک قصہ آتا ہے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم ارشاد فرماتے ہیں کہ میں اس شخص کو پہچانتا ہوں جو سب سے اخیر میں جہنم سے نکالا جائیگا اور سب سے اخیر میں جنت میں داخل کیا جائے گا۔ ایک شخص کو بلایا جائیگا اور فرشتوں سے کہا جائے گا کہ اس کے بڑے بڑے گناہ تو ابھی ذکر نہ کئے جائیں۔ چھوٹے چھوٹے گناہ اس کے سامنے پیش کئے جائیں' اُن پر باز پُرس کی جائے۔ چنانچہ یہ شروع ہو جائیگا اور ایک ایک گناہ وقت کے حوالہ کیساتھ اس کو جتایا جائیگا۔ وہ انکار کیسے کر سکتا ہے اقرار کرتا جائے گا۔ اتنے میں ارشاد ربی ہوگا کہ اس کو ہر گناہ کے بدلے ایک نیکی دی جائے گی تو وہ جلدی سے کہے گا کہ ابھی تو اور بھی بہت سے گناہ باقی ہیں اُن کا تو ذکر ہی نہیں آیا۔ اس قصہ کو نقل فرماتے ہوئے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو بھی ہنسی آ گئی۔

اس قصے میں اوّل تو جہنم میں سے سب سے اخیر میں نکلنا ہے یہی کیا کم سزا ہے دوسرے کیا معلوم کون خوش قسمت ایسا ہو سکتا ہے کہ جس کے گناہوں کی تبدیلی ہو اس لئے اللہ کی پاک ذات سے اُمید کرتے ہوئے فضل کا مانگتے رہنا بندگی کی شان ہے لیکن اس پر مطمئن ہونا جراُت ہے البتہ سیئات کو حسنات سے بدلنے کا سبب اخلاص سے مجالسِ ذکر میں حاضری حدیث بالا سے معلوم ہوتی ہی ہے لیکن اخلاص بھی اللہ ہی کی عطا سے ہو سکتا ہے۔

ایک ضروری بات یہ ہے کہ جہنم سے اخیر میں نکلنے والے کے بارہ میں مختلف روایات وارد ہوئی ہیں لیکن ان میں کوئی اشکال نہیں۔ ایک معتد بہ جماعت اگر نکلے تو بھی ہر شخص اخیر میں نکلنے والا ہے اور جو قریب اخیر کے نکلے وہ بھی اخیر ہی کہلاتا ہے نیز خاص خاص جماعت کا اخیر بھی مراد ہو سکتا ہے۔

وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ

ذکر کرنے والوں کی وجہ سے اللہ تعالیٰ کا فرشتوں پر فخر کرنا

عن معوية رضي الله عنه ان رسول الله صلى الله عليه وسلم خرج على حلقة من اصحابه فقال ما اجلسكم قالو اجلسنا نذكر الله ونحمده على ماهدنا للاسلام ومن به علينا قال الله ما اجلسكم الا ذلك قالوا الله ما اجلسنا الا ذلك قال اما انى لم استحلفكم تهمة لكم ولكن اتانى جبرئيل فاخبرني ان الله يباهي بكم الملائكة (رواه احمد و مسلم)

ترجمہ: حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم ایک مرتبہ صحابہؓ کی ایک جماعت کے پاس تشریف لے گئے اور دریافت فرمایا کہ کس بات نے تم لوگوں کو یہاں بٹھایا ہے۔ عرض کیا کہ اللہ جل شانہ کا ذکر کر رہے ہیں اور اس بات پر اس کی حمد وثنا کر رہے ہیں کہ اس نے ہم لوگوں کو اسلام کی دولت سے نوازا۔ یہ اللہ کا بڑا ہی احسان ہم پر ہے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ کیا خدا کی قسم صرف اسی وجہ سے بیٹھے ہو۔

اخلاص کی اہمیت اور حقیقت

اس حدیث میں اہم مسئلہ اخلاص کا ہے اور اخلاص کی قید اور بھی بہت سی احادیث میں اس رسالہ میں نظر سے گذرے گی۔ حقیقت یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کے یہاں اخلاص ہی کی قدر ہے۔ جس درجہ کا اخلاص ہوگا اسی درجہ کی عمل کی قیمت ہوگی۔ صُوفیہ کے نزدیک اخلاص کی حقیقت یہ ہے کہ قال اور حال برابر ہوں۔ ایک حدیث میں آئندہ آ رہا ہے کہ اخلاص یہ ہے کہ گناہوں سے روک دے۔ بہجۃ النفوس میں لکھا ہے ایک بادشاہ کیلئے جو نہایت ہی جابر اور متشدد تھا ایک جہاز میں بہت سی شراب لائی جا رہی تھی۔ ایک صاحب کا اس جہاز پر گذر ہوا اور جسقدر ٹھلیاں شراب سے بھری ہوئی تھیں سب ہی توڑ دیں ایک چھوڑ دی۔ کسی شخص کی ہمّت ان کو روکنے کی نہ پڑی لیکن اس پر حیرت تھی کہ اس بادشاہ کے تشدد کا مقابلہ بھی کوئی نہیں کر سکتا تھا پھر اُس نے کس طرح جرأت کی۔ بادشاہ کو اطلاع دی گئی۔ اس کو بھی تعجب ہوا۔ اولاً اس بات پر کہ اس کے مال پر کس طرح ایک معمولی آدمی نے جرأت کی اور پھر اس پر کہ ایک مٹکی کیوں چھوڑ دی۔ ان صاحب کو بُلایا گیا پوچھا کہ یہ کیوں کیا؟ انہوں نے جواب دیا کہ میرے دل میں اس کا تقاضا ہوا اسلئے ایسا کیا۔ تمہارا جو دل چاہے سزا دیدو۔ اُس نے پوچھا کہ یہ ایک کیوں چھوڑی۔ انہوں نے کہا کہ مجھے اولا اسلامی غیرت کا تقاضا تھا اس لئے میں نے توڑیں مگر جب ایک رہی تو میرے دل میں ایک خوشی سی پیدا ہوئی کہ میں نے ایک ناجائز کام کو مٹا دیا تو مجھے اس کے توڑنے میں یہ شبہ ہوا کہ حظِّ نفس دل کی خوشی کی وجہ سے ہے۔ اس لئے ایک کو چھوڑ دیا۔ بادشاہ نے کہا اس کو چھوڑ دو یہ مجبور تھا۔

بنی اسرائیل کے ایک عبادت گذار کا واقعہ

احیاء العلوم میں لکھا ہے کہ بنی اسرائیل میں ایک عابد تھا جو ہر وقت عبادت میں مشغول رہتا تھا۔ ایک جماعت اس کے پاس آئی اور کہا کہ یہاں ایک قوم ہے جو ایک درخت کو پُوجتی ہے۔ یہ سنکر اس کو غصہ آیا اور کلہاڑا کندھے پر رکھ کر اس کو کاٹنے کے لئے چل دیا۔ راستہ میں شیطان ایک پیر مرد کی صورت میں ملا۔ عابد سے پوچھا کہاں جا رہے ہو۔ اُس نے کہا فلاں درخت کاٹنے جاتا ہوں۔ شیطان نے کہا، تمہیں اس درخت سے کیا واسطہ تم اپنی عبادت میں مشغول رہو تم نے اپنی عبادت کو ایک مہمل کام کے واسطے چھوڑ دیا۔ عابد نے کہا یہ بھی عبادت ہے۔ شیطان نے کہا میں نہیں کاٹنے دوں

گا۔ دونوں میں مقابلہ ہوا۔ وہ عابد اس کے سینے پر چڑھ گیا۔ شیطان نے اپنے کو عاجز دیکھ کر خوشامد کی اور کہا اچھا ایک بات سن لے عابد نے اس کو چھوڑ دیا۔ شیطان نے کہا کہ اللہ نے تجھ پر اس کو فرض تو کیا نہیں۔ تیرا اس سے کوئی نقصان نہیں۔ تو اس کی پرستش نہیں کرتا۔ اللہ کے بہت سے نبی ہیں۔ اگر وہ چاہتا تو کسی نبی کے ذریعہ سے اس کو کٹوا دیتا۔ عابد نے کہا میں ضرور کاٹوں گا۔ پھر مقابلہ ہوا اور عابد پھر اس کے سینے پر چڑھ گیا۔ شیطان نے کہا اچھا سن ایک فیصلہ والی بات تیرے نفع کی کہوں۔ اس نے کہا کہہ۔ شیطان نے کہا تو غریب ہے دنیا پر بوجھ بنا ہوا ہے تو اس کام سے باز آ میں تجھے روزانہ تین دینار (اشرفی) دیا کروں گا۔ جو روزانہ تیرے سرہانے رکھے ہوئے ملا کریں گے۔ تیری بھی ضرورتیں پوری ہو جائیں گی۔ اپنے اعزہ پر بھی احسان کر سکے گا۔ فقیروں کی مدد کر سکے گا اور بہت سے ثواب کے کام کر سکے گا۔ اس میں ایک ہی ثواب ہوگا اور وہ بھی بیکار کہ وہ لوگ پھر دوسرا لگا لیں گے۔ عابد کی سمجھ میں آ گیا قبول کر لیا۔ دو دن تو وہ ملے تیسرے دن سے ندارد۔ عابد کو غصہ آیا اور کلہاڑی لے کر پھر چلا۔ راستہ میں وہ بوڑھا ملا پوچھا کہاں جا رہا ہے۔ عابد نے بتایا کہ اسی درخت کو کاٹنے جا رہا ہوں۔ بوڑھے نے کہا کہ تو اس کو نہیں کاٹ سکتا۔ دونوں میں جھگڑا ہوا وہ بوڑھا غالب آ گیا اور عابد کے سینہ پر چڑھ گیا۔ عابد کو بڑا تعجب ہوا اس سے پوچھا کہ یہ کیا بات ہے کہ تو اس مرتبہ غالب ہو گیا۔ اس بوڑھے نے کہا پہلی مرتبہ تیرا غصہ خالص اللہ کے واسطے تھا اس لئے اللہ جل شانہ نے مجھے مغلوب کر دیا تھا اس مرتبہ اس میں دیناروں کا دخل تھا اس لئے تو مغلوب ہوا۔ حق یہ ہے کہ جو کام خالص اللہ کے واسطے کیا جاتا ہے اس میں بڑی قوت ہوتی ہے۔

انسان کو مایوس نہیں ہونا چاہئے

"انسان کو مایوس نہیں ہونا چاہئے حق تعالیٰ سے اچھی امید رکھنا چاہئے" وہ بندے کے ظن کے ساتھ ہیں جیسا بندہ ان کے ساتھ گمان کرتا ہے ویسا ہی معاملہ اس کے ساتھ فرماتے ہیں، بڑی رحیم کریم ذات ہے مگر شرط یہ ہے کہ طلب ہو اور کام میں لگا رہے جو بھی ہو سکے کرتا رہے پھر وہ اپنے بندہ کے ساتھ رحمت اور فضل ہی کا معاملہ فرماتے ہیں وہ کسی کی محنت یا طلب کو رائیگاں یا فراموش نہیں فرماتے ایک شخص کا مقولہ مجھ کو بہت پسند آیا کہ کئے جاؤ اور لئے جاؤ واقعی ایسی ہی ذات ہے اس قائل نے (کہنے والے نے) بہت بڑا اور اہم مضمون کو دو لفظوں میں بیان کر دیا۔ ہاں لگا رہنا شرط ہے اور ایک یہ ضروری بات ہے کہ ماضی اور مستقبل کی فکر میں نہ پڑے اس سے بھی انسان بڑی دولت سے محروم رہتا ہے کیونکہ یہ بھی تو ماسوا اللہ ہی کی مشغولی ہے۔ خلاصہ میرے مضمون کا یہ ہے کہ قصد سے ماضی و مستقبل کے مراقبے کی ضرورت نہیں ہے اگر بغیر قصد کے خیال آ جائے تو ماضی کی کوتاہیوں پر توبہ واستغفار کر لیا کرے بس کافی ہے پچھلے معاصی کا کاوش کے ساتھ استحضار بھی کبھی حجاب بن کر خسران کا سبب ہو جاتا ہے اور اس طرح نہ آئندہ کے لئے تجویزات کی ضرورت ہے یہ بھی ضرر رساں ہے نہ اس کی ضرورت کہ میں نے پہلے کیا کیا تھا اور اب کیا ہوگا اور میں کچھ ہوا یا نہیں، جھگڑوں میں وقت ضائع کرتے ہو کام میں لگو ان فضولیات کو چھوڑ دو، کسی حالت میں بھی مایوس نہ ہو وہ تو دربار ہی عجیب ہے کوئی شخص کتنا ہی گناہگار کیوں نہ ہو ایک لمحہ ایک منٹ میں کایا پلٹ جاتی ہے بشرطیکہ خلوص کے ساتھ اس طرح متوجہ ہو کر رجوع کرے اور آئندہ کے لئے استقلال کا عزم کرے پھر تو جس نے کبھی ساری عمر اللہ تعالیٰ نام نہ لیا ہو اور اپنی تمام عمر کا حصہ معاصی اور لہو و لعب میں برباد کیا ہو اس کے لئے بھی رحمت کا دروازہ کھلا ہوا ہے۔ اس لئے فرماتے ہیں جو بندے کے لئے مشکل ہے وہ خدا تعالیٰ کے لئے آسان ہے۔

رحمت حق ہر وقت اپنے بندوں کے لئے بخشش کا بہانہ ڈھونڈتی ہے فی الحقیقت حق تعالیٰ ادنیٰ بہانے سے بندوں پر رحم فرما دیتے ہیں نجات تو چھوٹی سی بات پر ہو جاتی ہے مگر چھوٹی بات پر مواخذہ نہیں ہوتا مواخذہ تو بڑی ہی بات پر فرماتے ہیں اب رہا یہ کہ کوئی بڑی بات کو چھوٹی بات خیال کرے اس کا کسی کے پاس کیا علاج ہے۔ (از افادات حکیم الامت)

وَآخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ

سب اعمال سے بڑھ کر عذاب قبر سے نجات دینے والا عمل

عن معاذ رضی الله عنه بن جبل قال قال رسول الله صلی الله علیه وسلم ما عمل ادمی عملا انجی له من عذاب القبر من ذکر الله. (اخرجه احمد)

ترجمہ: نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے اللہ کے ذکر سے بڑھ کر کسی آدمی کا کوئی عمل عذاب قبر سے زیادہ نجات دینے والا نہیں ہے۔

عذاب قبر کی سختی

تشریح: عذابِ قبر کتنی سخت چیز ہے اس سے وہی لوگ واقف ہیں جن کے سامنے وہ احادیث ہیں، جو عذاب قبر کے بارے میں وارد ہوئی ہیں۔ حضرت عثمانؓ جب کسی قبر پر تشریف لیجاتے تو اس قدر روتے' کہ ڈاڑھی مبارک تر ہوجاتی۔ کسی نے پوچھا کہ آپ جنت کے دوزخ کے ذکر سے ایسا نہیں روتے جیسا کہ قبر کے سامنے آجانے سے روتے ہیں۔ آپ نے ارشاد فرمایا کہ قبر آخرت کی منزلوں میں سے سب سے پہلی منزل ہے جو شخص اس سے نجات پالے بعد کی سب منزلیں اس پر سہل ہوجاتی ہیں اور جو اس سے نجات نہ پائے بعد کی منزلیں دشوار ہی ہوتی جاتی ہیں۔ پھر آپ نے حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کا پاک ارشاد سنایا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم یہ ارشاد فرماتے تھے کہ میں نے کوئی منظر قبر سے زیادہ گھبراہٹ والا نہیں دیکھا۔ حضرت عائشہؓ ارشاد فرماتی ہیں کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم ہر نماز کے بعد عذابِ قبر سے پناہ مانگتے تھے۔ حضرت زیدؓ ارشاد فرماتے ہیں کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا۔ مجھے یہ اندیشہ ہے کہ تم ڈر اور خوف کی وجہ سے مردوں کا دفن کرنا چھوڑ دو گے ورنہ اس کی دعاء کرتا کہ اللہ جل شانہٗ تمہیں بھی عذابِ قبر سنادے۔ آدمیوں اور جنات کے سوا اور جاندار عذابِ قبر کو سُنتے ہیں۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی اونٹنی کا بدکنا

ایک حدیث میں آیا ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم ایک مرتبہ سفر میں تشریف لے جارہے تھے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی اونٹنی بدکنے لگی۔ کسی نے پوچھا حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی اونٹنی کو کیا ہوا؟ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ ایک آدمی کو قبر کا عذاب ہورہا ہے اُسکی آواز سے بدکنے لگی۔

قبر کا اعلان:

ایک مرتبہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم مسجد میں تشریف لے گئے تو چند آدمیوں کو دیکھا کہ کھِل کھلا کر ہنس رہے ہیں، حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ اگر موت کو اکثر یاد کیا کرو تو یہ بات نہ ہو۔ کوئی دن قبر پر ایسا نہیں گذرتا جس میں وہ یہ اعلان نہیں کرتی کہ میں غربت کا گھر ہوں۔ تنہائی کا گھر ہوں' کیڑوں اور جانوروں کا گھر ہوں جب کوئی مؤمن (کامل ایمان والا) دفن ہوتا ہے تو قبر اس سے کہتی ہے تیرا آنا مبارک ہے۔ تُو نے بہت ہی اچھا کیا کہ آ گیا۔ جتنے لوگ میری پُشت پر (یعنی زمین پر) چلتے تھے تو اُن سب میں مجھے بہت' محبوب تھا۔ آج تو میرے سپرد ہوا تو میرا حُسنِ سلوک بھی دیکھے گا۔ اس کے بعد وہ اس قدر وسیع ہوجاتی ہے کہ منتہائے نظر تک کھل جاتی ہے اور جنت کا ایک دروازہ اس میں کھل جاتا ہے جس سے وہاں کی

ہوائیں خوشبوئیں وغیرہ پہنچتی رہتی ہیں اور جب کافر یا فاجر دفن کیا جاتا ہے تو قبر کہتی ہے کہ تیرا آنا منحوس اور نا مبارک ہے کیا ضرورت تھی تیرے آنے کی۔ جتنے آدمی میری پُشت پر چلتے تھے۔سب میں زیادہ بُغض مجھے تجھ سے تھا۔آج تو میرے حوالہ ہوا تو میرا معاملہ بھی دیکھے گا۔اس کے بعد اُس کو اس قدر زور سے بھینچتی ہے کہ پسلیاں ایک دوسری میں گُھس جاتی ہیں۔جس طرح ہاتھ میں ہاتھ ڈالنے سے انگلیاں ایک دوسری میں گھس جاتی ہیں۔اس کے بعد نوے یا ننانوے اژدہے اس پر مسلّط ہو جاتے ہیں جو اس کو نوچتے رہتے ہیں اور قیامت تک یہی ہوتا رہے گا۔حضور صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں کہ اگر ایک اژدہا بھی اُن میں زمین پر پھنکار مار دے تو قیامت تک زمین میں گھاس نہ اُگے۔اس کے بعد حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ قبر یا جنت کا ایک باغ ہے یا جہنم کا ایک گڑھا۔

چغل خوری اور پیشاب سے بے احتیاطی کا عذاب

ایک حدیث میں آیا ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا دو قبروں پر گذر ہوا۔ارشاد فرمایا کہ ان دونوں کو عذاب ہو رہا ہے۔ایک کو چغل خوری کے جرم میں دوسرے کو پیشاب کی احتیاط نہ کرنے میں (کہ بدن کو اس سے بچاتا نہ تھا) ہمارے کتنے مہذب لوگ ہیں جو استنجے کو عیب سمجھتے ہیں اس کا مذاق اڑاتے ہیں علماء نے پیشاب سے نہ بچنا گناہ کبیرہ بتایا ہے۔ابن حجرؒ مکی نے لکھا ہے کہ صحیح روایت میں آیا ہے کہ اکثر عذابِ قبر پیشاب کی وجہ سے ہوتا ہے۔

ایک حدیث میں آیا ہے کہ قبر میں سب سے پہلے مطالبہ پیشاب کا ہوتا ہے۔بالجملہ عذاب قبر نہایت سخت چیز ہے اور جیسا کہ اس کے ہونے میں بعض گناہوں کو خاص دخل ہے۔اسی طرح اس سے بچنے میں بھی بعض عبادات کو خصوصی شرافت حاصل ہے چنانچہ متعدد احادیث میں وارد ہے کہ سورۂ تبارک الذی کا ہر رات کو پڑھتے رہنا عذابِ قبر سے نجات کا سبب ہے اور عذاب جہنم سے بھی حفاظت کا سبب ہے اور اللہ کے ذکر کے بارے میں تو حدیث بالا ہے ہی۔

دل کی سوئی اللہ کی طرف

شیخ الاسلام حضرت مولانا مفتی محمد تقی عثمانی صاحب مدظلہم فرماتے ہیں کہ حضرت مولانا مفتی محمد شفیع صاحب رحمۃ اللہ علیہ کا ایک مکتوب دیکھا جو حضرت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ کے نام لکھا تھا کہ

''حضرت...... میں اپنے دل کی یہ کیفیت محسوس کرتا ہوں کہ جس طرح قطب نما کی سوئی ہمیشہ شمال کی طرف رہتی ہے۔اسی طرح اب میرے دل کی یہ کیفیت ہوگئی ہے کہ چاہے کہیں پر بھی کام کر رہا ہوں...... چاہے مدرسے میں ہوں یا گھر میں...... دکان پر ہوں یا بازار میں ہوں...... لیکن ایسا محسوس ہوتا ہے کہ دل کی سوئی تھانہ بھون کی طرف ہے'' اب ہم لوگ اس کیفیت کو اس وقت تک کیا سمجھ سکتے ہیں جب تک اللہ تبارک و تعالیٰ اپنے فضل سے ہم لوگوں کو عطا نہ فرما دے لیکن کوشش اور مشق سے یہ چیز حاصل ہو جاتی ہے کہ چلتے پھرتے اٹھتے بیٹھتے انسان اللہ تعالیٰ کا ذکر کرتا رہے...... اللہ تعالیٰ کے سامنے حاضری کا احساس ہوتا رہے تو پھر آہستہ آہستہ یہ کیفیت حاصل ہو جاتی ہے کہ زبان سے دل لگی کی باتیں ہو رہی ہیں مگر دل کی سوئی اللہ تبارک و تعالیٰ کی طرف لگی ہوئی ہے۔اللہ تعالیٰ یہ کیفیت عطا فرما دے۔آمین۔

وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ

ذاکرین قیامت کے دن قابل رشک ہوں گے

عن ابی الدرداء رضی اللّٰہ عنہ قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم لیبعثن اللہ اقواما یوم القیمۃ فی وجوھھم النور علی منابر اللؤلؤ یغبطھم الناس لیسوا بانبیاء ولا شھداء فقال اعرابی حلھم لنا نعرفھم قال ھم المتحابون فی اللہ من قبائل شتی وبلاد شتی یجتمعون علی ذکر اللّٰہ یذکرونہ (اخرجہ الطبرانی)

ترجمہ: حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ قیامت کے دن اللہ جل شانہٗ بعضی قوموں کا حشر اسی طرح فرمائیں گے کہ انکے چہروں میں نُور چمکتا ہوا ہوگا وہ موتیوں کے ممبروں پر ہونگے لوگ اُن پر رشک کرتے ہونگے وہ انبیاء اور شہداء نہیں ہونگے۔ کسی نے عرض کیا یا رسول اللہ اُنکا حال بیان کر دیجئے کہ ہم اُن کو پہچان لیں حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا وہ لوگ ہونگے جو اللہ کی محبت میں مختلف خاندانوں سے مختلف جگہوں سے آ کر ایک جگہ جمع ہو گئے ہوں اور اللہ کے ذکر میں مشغول ہوں۔

تشریح: دوسری حدیث میں ہے کہ جنت میں یاقوت کے ستون ہونگے جن پر زبرجد (زمرد) کے بالا خانے ہونگے ان میں چاروں طرف دروازے کھلے ہوئے ہونگے وہ ایسے چمکتے ہونگے جیسے کہ نہایت روشن ستارہ چمکتا ہے۔ ان بالا خانوں میں وہ لوگ رہیں گے جو اللہ کے واسطے آپس میں محبت رکھتے ہوں اور وہ لوگ جو اللہ ہی کے واسطے ایک جگہ اکٹھے ہوں اور وہ لوگ جو اللہ ہی کیواسطے آپس میں ملتے جلتے ہوں۔

زبرجد اور زمرد: فائدہ: اس میں اطباء کا اختلاف ہے کہ زبرجد اور زمرد ایک ہی پتھر کے دو نام ہیں یا ایک پتھر کی دو قسمیں ہیں یا ایک ہی نوع کے دو پتھر ہیں۔ بہر حال یہ ایک پتھر ہوتا ہے جو نہایت ہی روشن چمکدار ہوتا ہے۔ اس کے پتے بنتے ہیں جو بازار میں چمکدار کاغذ کی طرح سے بکتے ہیں۔

خانقاہوں میں بیٹھنے والے اہل اللہ

آج خانقاہوں کے بیٹھنے والوں پر ہر طرح الزام ہے ہر طرف سے فقرے کسے جاتے ہیں۔ آج انہیں جتنا دل چاہے بُرا بھلا کہہ لیں۔ کل جب آنکھ کھلے گی اس وقت حقیقت معلوم ہوگی کہ یہ بوریوں پر بیٹھنے والے کیا کچھ کما کر لے گئے جب وہ ان منبروں اور بالا خانوں پر ہونگے اور یہ ہنسے والے اور گالیاں دینے والے کیا کما کر لے گئے۔

ان خانقاہوں کی اللہ کے یہاں کیا قدر ہے جن پر آج چاروں طرف سے گالیاں پڑتی ہیں یہ ان احادیث سے معلوم ہوتا ہے جن میں ان کی فضیلتیں ذکر کی گئی ہیں۔ ایک حدیث میں وارد ہے کہ جس گھر میں اللہ کا ذکر کیا جاتا ہو وہ آسمان والوں کیلئے ایسا چمکتا ہے جیسے زمین والوں کے لئے ستارے چمکتے ہیں۔ ایک حدیث میں ہے کہ ذکر کی مجالسِ پر جو سکینہ (ایک خاص نعمت) نازل ہوتی ہے فرشتے ان کو گھیر لیتے ہیں، رحمت الٰہی اُن کو ڈھانک لیتی ہے اور اللہ جل شانہٗ عرش پر اُن کا ذکر فرماتے ہیں۔ ابورزینؓ ایک صحابی ہیں۔ وہ کہتے ہیں۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ تجھے دین کی تقویت کی چیز بتاؤں جس

سے تو دونوں جہان کی بھلائی کو پہنچے، وہ اللہ کا ذکر کرنے والوں کی مجلسیں ہیں اُن کو مضبوط پکڑ اور جب تو تنہا ہوا کرے تو جتنی بھی قدرت ہو اللہ کا ذکر کرتا رہ۔ حضرت ابو ہریرہؓ فرماتے ہیں کہ آسمان والے ان گھروں کو جن میں اللہ کا ذکر ہوتا ہے ایسا چمکدار دیکھتے ہیں جیسا کہ زمین والے ستاروں کو چمکدار دیکھتے ہیں۔ یہ گھر جن میں اللہ کا ذکر ہے ایسے منور اور روشن ہوتے ہیں کہ اپنے نُور کی وجہ سے ستاروں کی طرح چمکتے ہیں اور جن کو اللہ جل شانہٗ نُور کے دیکھنے کی آنکھیں عطا فرماتے ہیں وہ یہاں بھی اُن کی چمک دیکھ لیتے ہیں۔ بہت سے اللہ کے بندے ایسے ہیں جو بزرگوں کا نُور، ان کے گھروں کا نور اپنی آنکھوں سے چمکتا ہوا دیکھتے ہیں چنانچہ حضرت فضیلؒ بن عیاض جو مشہور بزرگ ہیں فرماتے ہیں کہ جن گھروں میں اللہ کا ذکر ہوتا ہے وہ آسمان والوں کے نزدیک ایسا چمکتے ہیں جیسا کہ چراغ۔

قرآن کریم اور حدیث نبوی کا نور

شیخ عبدالعزیزؒ دباغ ابھی قریب ہی زمانہ میں ایک بزرگ گذرے ہیں جو بالکل اُمی تھے مگر قرآن شریف کی آیت، حدیث قدسی، حدیث نبوی اور موضوع حدیث کو علیحدہ علیحدہ بتادیتے تھے اور کہتے تھے کہ متکلم کی زبان سے جب لفظ نکلتے ہیں تو ان الفاظ کے نُور سے معلوم ہوجاتا ہے کہ کس کا کلام ہے کہ اللہ پاک کے کلام کا نُور علیحدہ ہے اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے کلام کا نُور دوسرا ہے اور دوسرے کلاموں میں یہ دونوں نُور نہیں ہوتے۔

حضرت مولانا خلیل احمد محدث سہارنپوری کا واقعہ

تذکرۃ الخلیل یعنی سوانح حضرت اقدس مولانا خلیل احمد صاحب نور اللہ مرقدہٗ میں بروایت مولانا ظفر احمد صاحب لکھا ہے کہ حضرت کے پانچویں حج میں جس وقت حضرتؒ مسجد حرام میں طوافِ قدوم کے لئے تشریف لائے تو احقر (حضرت شیخ الحدیث کاندھلوی رحمہ اللہ) مولانا محب الدین صاحبؒ (جو اعلیٰحضرت مولانا الحاج امداد اللہ صاحب مہاجر مکی نور اللہ مرقدہٗ کے خاص خلفاء میں تھے اور صاحبِ کشف مشہور تھے) کے پاس بیٹھا تھا۔ مولانا اس وقت درود شریف کی کتاب کھولے ہوئے اپنا ورد پڑھ رہے تھے کہ دفعۃً میری طرف مخاطب ہوکر فرمانے لگے اس وقت حرم میں کون آگیا کہ دفعۃً سارا حرم انوار سے بھر گیا، میں خاموش رہا کہ اتنے میں، حضرتؒ طواف سے فارغ ہوکر مولانا کے پاس کو گذرے۔ مولانا کھڑے ہوگئے اور ہنس کر فرمایا کہ میں بھی تو کہوں آج حرم میں کون آگیا۔ مجالسِ ذکر کی فضیلت مختلف عنوانات سے بہت سی احادیث میں وارد ہوئی ہے۔ ایک حدیث میں وارد ہے کہ افضل ترین رباط نماز ہے اور ذکر کی مجالس۔ رباط کہتے ہیں۔ دارُالاسلام کی سرحد کی حفاظت کرنے کو تاکہ کفار اس طرف سے حملہ نہ کریں۔

دعا کیجئے

اے اللہ! ہمیں ایسا بنادیجئے کہ ہم اپنے سارے دل کیساتھ آپ سے محبت کریں اور آپ کو راضی کرنے میں اپنی ساری کوششیں صرف کردیں۔ اے اللہ! ہم آپ سے دین و دنیا اور اہل وعیال میں معافی اور اچھے انجام کا سوال کرتے ہیں۔

اے اللہ! ہمیں بخش دیجئے اور ہمارے گھروں میں وسعت اور رزق میں برکت عطا فرمادیجئے۔

وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ

جنت کے باغ

عن انس رضی اللہ عنہ ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قال اذامررتم بریاض الجنۃ فارتعوا قال وما ریاض الجنۃ قال حلق الذکر. (اخرجہ احمد و الترمذی)

ترجمہ: حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ جب جنت کے باغوں پر گذرو تو خوب چرو۔ کسی نے عرض کیا یارسول اللہ! جنت کے باغ کیا ہیں ارشاد فرمایا کہ ذکر کے حلقے۔

جنت کے باغوں میں چرنے کا مطلب

تشریح: مقصود یہ ہے کہ کسی خوش قسمت کی اُن مجالس اُن حلقوں تک رسائی ہوجائے تو اسکو بہت زیادہ غنیمت سمجھنا چاہیے کہ یہ دنیا ہی میں جنت کے باغ ہیں اور ''خوب چرو'' سے اس طرف اشارہ فرمایا کہ جیسے جانور جب کسی سبزہ زار یا کسی باغ میں چرنے لگتا ہے تو معمولی سے ہٹانے سے بھی نہیں ہٹتا۔ بلکہ مالک کے ڈنڈے وغیرہ بھی کھاتا رہتا ہے لیکن اِدھر سے منہ نہیں موڑتا۔ اسی طرح ذکر کرنیوالے کو بھی دنیاوی تفکرات اور موانع کی وجہ سے ادھر سے مُنہ نہ موڑنا چاہیے اور جنت کے باغ اس لئے فرمائے کہ جیسا کہ جنت میں کسی قسم کی آفت نہیں ہوتی اسی طرح یہ مجالس بھی آفات سے محفوظ رہتی ہیں۔ ایک حدیث میں آیا ہے کہ اللہ کا ذکر دلوں کی شفا ہے یعنی دل میں جس قسم کے امراض پیدا ہوتے ہیں، تکبر، حسد، کینہ وغیرہ سب ہی امراض کا علاج ہے۔ صاحب الفوائد فی الصلوٰۃ والعوائد نے لکھا ہے کہ آدمی ذکر پر مداومت سے تمام آفتوں سے محفوظ رہتا ہے اور صحیح حدیث میں آیا ہے حضور صلی اللہ علیہ وسلم ارشاد فرماتے ہیں کہ میں تمہیں ذکر اللہ کی کثرت کا حکم کرتا ہوں اور اس کی مثال ایسی ہے جیسے کسی شخص کے پیچھے کوئی دشمن لگ جائے اور وہ اس سے بھاگ کر کسی قلعہ میں محفوظ ہوجائے اور ذکر کرنے والا اللہ جل شانہٗ کا ہمنشیں ہوتا ہے اور اس سے بڑھ کر اور کیا فائدہ ہوگا کہ وہ مالک الملک کا ہمنشین ہوجائے اسکے علاوہ اُس سے شرح صدر ہوجاتا ہے، دل منور ہوجاتا ہے۔ اسکے دل کی سختی دُور ہوجاتی ہے۔ اس کے علاوہ اور بھی بہت سے ظاہری اور باطنی منافع ہوتے ہیں جن کو بعض علماء نے سو ۱۰۰ تک شمار کیا ہے۔ انتہٰی۔

حضرت ابوامامہؓ کی خدمت میں ایک شخص حاضر ہوئے اور عرض کیا میں نے خواب میں دیکھا کہ جب بھی آپ اندر جاتے ہیں یا باہر آتے ہیں یا کھڑے ہوتے ہیں یا بیٹھتے ہیں تو فرشتے آپ کے لئے دعا کرتے ہیں۔ ابوامامہؓ نے فرمایا اگر تمہارا دل چاہے تو تمہارے لئے بھی وہ دعا کر سکتے ہیں۔ پھر یہ آیت پڑی یَاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوا اذْكُرُوا اللّٰهَ ذِكْرًا كَثِیْرًا ۝ سے رَحِیْمًا تک گویا اس طرف اشارہ ہے کہ حق تعالیٰ شانہٗ کی رحمت اور ملائکہ کی دُعا تمہارے ذکر پر متفرع ہے جتنا تم ذکر کروگے اُتنا ہی اُدھر سے ذکر ہوگا۔

نفلی عبادات میں کوتاہی کا ذکر اللہ کی کثرت سے ازالہ ہوجاتا ہے

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ جو تم میں سے عاجز ہو راتوں کو محنت کرنے سے اور بخل کی وجہ سے مال بھی نہ خرچ کیا جاتا ہو (یعنی نفلی صدقات) اور بزدلی کی وجہ سے جہاد میں بھی شرکت نہ کرسکتا ہو اُسکو چاہیے کہ اللہ کا ذکر کثرت سے کیا کرے۔

ذکر اللہ کی کثرت کی برکات

یعنی ہر قسم کی کوتاہی جو عبادات نفلیہ میں ہوتی ہے اللہ کے ذکر کی کثرت اسکی تلافی کرسکتی ہے۔ حضرت انسؓ نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے نقل کیا ہے کہ اللہ کا ذکر ایمان کی علامت ہے اور نفاق سے براءت ہے اور شیطان سے حفاظت ہے اور جہنم کی آگ سے بچاؤ ہے اور انہیں منافع کیوجہ سے اللہ کا ذکر بہت سی عبادتوں سے افضل قرار دیا گیا ہے بالخصوص شیطان کے تسلّط سے بچنے میں اس کو خاص دخل ہے ایک حدیث میں آیا ہے کہ شیطان گھٹنے جمائے ہوئے آدمی کے دل پر مسلّط رہتا ہے جب وہ اللہ کا ذکر کرتا ہے تو یہ عاجز و ذلیل ہوکر پیچھے ہٹ جاتا ہے آدمی غافل ہوتا ہے تو یہ وسوسے ڈالنا شروع کردیتا ہے۔ اسلیئے صوفیہ کرام ذکر کی کثرت کراتے ہیں تا کہ قلب میں اسکے وساوس کی گنجائش نہ رہے اور وہ اتنا قوی ہوجائے کہ اسکا مقابلہ کرسکے۔ یہی راز ہے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اجمعین کو حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے فیضِ صحبت سے یہ قوتِ قلبیہ اعلیٰ درجہ پر حاصل تھی تو ان کو ضربیں لگانے کی ضرورت پیش نہ آتی تھی۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ سے جتنا بعد ہوتا گیا اُتنی ہی قلب کے لئے اس مقوی قلب خمیرہ کی ضرورت بڑھتی گئی۔ اب قلوب اس درجہ ماؤف ہوچکے ہیں کہ بہت سے علاج سے بھی وہ درجہ قوت کا تو حاصل نہیں ہوتا لیکن جتنا بھی ہوجاتا ہے وہی بسا غنیمت ہے کہ وبائی مرض میں جسقدر بھی کمی ہو بہتر ہے۔ ایک بزرگ کا قصہ نقل کیا ہے کہ انہوں نے اللہ جل شانہٗ سے دُعا کی کہ شیطان کے وسوسے ڈالنے کی صورت اُن پر منکشف ہوجائے کہ کس طرح ڈالتا ہے تو انہوں نے دیکھا کہ دل کے بائیں طرف مونڈھے کے پیچھے مچھر کی شکل سے بیٹھا ہے۔ ایک لمبی سی سُونڈ منہ پر ہے جس کو سوئی کی طرح سے دل کی طرف لے جاتا ہے اس کو ذاکر پاتا ہے تو جلدی سے اس سونڈ کو کھینچ لیتا ہے غافل پاتا ہے تو اس سونڈ کے ذریعے سے وساوس اور گناہوں کا زہر انجکشن کے ذریعہ سے دِل میں بھرتا ہے۔ ایک حدیث میں بھی یہ مضمون آیا ہے کہ شیطان اپنی ناک کا اگلا حصّہ آدمی کے دل پر رکھے ہوئے بیٹھا رہتا ہے جب وہ اللہ کا ذکر کرتا ہے۔ تو ذلت سے پیچھے ہٹ جاتا ہے اور جب وہ غافل ہوتا ہے تو اس کے دل کو لقمہ بنالیتا ہے۔

دعا کیجئے

اے اللہ! ہمیں اپنے ذکر کی توفیق عطا فرمایئے۔ اے اللہ! ہمیں اپنے حقیقی ذکر یعنی ہمہ وقت آپ کے احکامات کو پیش نظر رکھتے ہوئے زندگی بسر کرنے کی توفیق عطا فرمایئے۔ اے اللہ! ہمیں اپنی محبت نصیب فرمایئے اور مسنون اذکار و وظائف کو صبح وشام پڑھنے کی توفیق عطا فرمایئے۔ اے اللہ! ہمیں ایسا بنا دیجئے کہ ہم سب سے زیادہ آپ کا ذکر کرنے والے سب سے زیادہ آپ کو فرمانبرداری کرنے والے اور سب سے زیادہ آپ سے محبت کرنے والے بن جائیں۔ اے اللہ! ہمیں ایسا بنا دیجئے کہ ہم اپنے سارے دل کیساتھ آپ سے محبت کریں اور آپ کو راضی کرنے میں اپنی ساری کوششیں صرف کردیں۔ اے اللہ! ہم آپ سے دین و دنیا اور اہل وعیال میں معافی اور اچھے انجام کا سوال کرتے ہیں۔ اے اللہ! ہمیں بخش دیجئے اور ہمارے گھروں میں وسعت اور رزق میں برکت عطا فرمادیجئے۔ وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ

اللہ تعالیٰ کا ذکر اتنا کرو کہ لوگ مجنوں کہنے لگیں

عن ابی سعیدؓ الخدری ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قال اکثر واذکر اللّٰہ حتی یقولوا مجنون (رواہ احمد)

ترجمہ: حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ اللہ کا ذکر ایسی کثرت سے کیا کرو کہ لوگ مجنوں کہنے لگیں۔

تشریح: دوسری حدیث میں کہ ایسا ذکر کرو کہ منافق لوگ تمہیں ریاکار کہنے لگیں۔

کسی کے طعنوں کی پرواہ نہ کرو

فائدہ: اس حدیث سے یہ بھی معلوم ہوا کہ منافقوں یا بیوقوفوں کے ریاکار کہنے یا مجنون کہنے سے ایسی بڑی دولت چھوڑنا نہ چاہیے بلکہ اس کثرت اور اہتمام سے کرنا چاہیے کہ یہ لوگ تم کو پاگل سمجھ کر تمہارا پیچھا چھوڑ دیں اور مجنون جب ہی کہا جائیگا جب نہایت کثرت سے اور زور سے ذکر کیا جائے آہستہ میں یہ بات نہیں ہوسکتی۔ ابن کثیرؒ نے حضرت عبداللہ بن عباسؓ سے نقل کیا ہے وہ فرماتے ہیں کہ حق تعالیٰ شانہٗ نے کوئی چیز بندوں پر ایسی فرض نہیں فرمائی جس کی کوئی حد مقرر نہ کردی ہو اور پھر اس کے عذر کو قبول نہ فرمالیا ہو بجز اللہ کے ذکر کے کہ نہ اس کی کوئی حد مقرر فرمائی اور نہ عقل رہنے تک کسی کو معذور قرار دیا چنانچہ ارشاد ہے اذْكُرُوا اللّٰهَ ذِكْرًا كَثِيرًا (اللہ جل شانہٗ کا خوب کثرت سے ذکر کیا کرو) رات میں دن میں جنگل میں دریا میں سفر میں حضر میں فقر میں تونگری میں بیماری میں صحت میں آہستہ اور پکار کر اور ہر حال میں۔

قابل تعجب آدمی

حافظ ابن حجرؒ نے منبہات میں لکھا ہے کہ حضرت عثمانؓ سے قرآنِ پاک کے ارشاد وَكَانَ تَحْتَهُ كَنْزٌ لَّهُمَا میں منقول ہے کہ وہ سونے کی ایک تختی تھی جس میں سات سطریں لکھی ہوئی تھیں جن کا ترجمہ یہ ہے۔ (۱) مجھے تعجب ہے اُس شخص پر جو موت کو جانتا ہو پھر بھی ہنسے۔ (۲) مجھے تعجب ہے اس شخص پر جو یہ جانتا ہے کہ دنیا آخر ایک دن ختم ہونے والی ہے پھر بھی اس میں رغبت کرے۔ (۳) مجھے تعجب ہے اس شخص پر جو یہ جانتا ہو کہ ہر چیز مقدر سے ہے پھر کسی چیز کے جاتے رہنے پر افسوس کرے۔ (۴) مجھے تعجب ہے اس شخص پر جسکو آخرت میں حساب کا یقین ہو پھر بھی مال جمع کرے۔ (۵) مجھے تعجب ہے اس شخص پر جسکو جہنم کی آگ کا علم ہو پھر بھی گناہ کرے۔ (۶) مجھے تعجب ہے اس شخص پر جو اللہ کو جانتا ہو پھر کسی اور چیز کا ذکر کرے۔ (۷) مجھے تعجب ہے اس شخص پر جس کو جنت کی خبر ہو پھر دنیا میں کسی چیز سے راحت پائے۔ بعض نسخوں میں یہ بھی ہے کہ مجھے تعجب ہے اس شخص پر جو شیطان کو دشمن سمجھے پھر بھی اُس کی اطاعت کرے۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو ذکر کی تاکید

حافظؒ نے حضرت جابرؓ سے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد بھی نقل کیا ہے کہ حضرت جبرئیلؑ مجھے اللہ کے ذکر کی اس قدر تاکید کرتے رہے کہ مجھے یہ گمان ہونے لگا کہ بغیر ذکر کے کوئی چیز نفع نہ دے گی۔ ان سب روایات سے یہ معلوم ہوا کہ ذکر کی جتنی بھی کثرت ممکن ہو دریغ نہ کرے۔ لوگوں کے مجنون یا ریاکار کہنے کی وجہ سے اس کو چھوڑ دینا اپنا ہی نقصان کرنا ہے۔

شیطان کا حیلہ

صوفیہ نے لکھا ہے کہ یہ بھی شیطان کا ایک دھوکہ ہے کہ اوّل

وہ ذکر سے اس خیال سے روکتا ہے کہ لوگ دیکھیں گے کوئی دیکھے گا تو کیا کہیگا وغیرہ وغیرہ۔ پھر شیطان کو روکنے کے لئے یہ ایک مستقل ذریعہ اور حیلہ مل جاتا ہے۔ اس لئے یہ تو ضروری ہے کہ دکھلانے کی نیت سے کوئی عمل نہ کرے لیکن اگر کوئی دیکھ لے تو بلا سے دیکھے اس وجہ سے چھوڑنا بھی نہ چاہیے۔

حضرت عبداللہ ذوالبجادینؓ کا واقعہ

حضرت عبداللہ ذوالبجادینؓ ایک صحابیؓ ہیں جو لڑکپن میں یتیم ہوگئے تھے چچا کے پاس رہتے تھے۔ وہ بہت اچھی طرح رکھتا تھا۔ گھر والوں سے چھپ کر مسلمان ہوگئے تھے۔ چچا کو خبر ہوگئی تو اس نے غصہ میں بالکل ننگا کر کے نکال دیا۔ ماں بھی بیزار تھی' لیکن پھر ماں تھی ایک موٹی سی چادر ننگا دیکھ کر دیدی جس کو انہوں نے دو ٹکڑے کر کے ایک سے ستر ڈھکا' دوسرا اوپر ڈال لیا۔ مدینہ طیبہ حاضر ہوگئے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے دروازہ پر پڑے رہا کرتے اور بہت کثرت سے بلند آواز کے ساتھ ذکر کرتے تھے۔ حضرت عمرؓ نے فرمایا کہ کیا یہ شخص ریا کار ہے کہ اس طرح ذکر کرتا ہے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا نہیں بلکہ یہ اوابین میں ہے۔ غزوۂ تبوک میں انتقال ہوا صحابہؓ نے دیکھا کہ رات کو قبروں کے قریب چراغ جل رہا ہے۔ قریب جا کر دیکھا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم قبر میں اُترے ہوئے ہیں۔ حضرت ابوبکرؓ حضرت عمرؓ کو ارشاد فرمارہے ہیں کہ لاؤ اپنے بھائی کو مجھے پکڑادو۔ دونوں حضرات نے نعش کو پکڑا دیا۔ دفن کے بعد حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ اے اللہ میں اس سے راضی ہوں تو بھی اس سے راضی ہوجا۔ حضرت ابن مسعودؓ فرماتے ہیں کہ یہ سارے منظر دیکھ کر مجھے تمنا ہوئی کہ یہ نعش تو میری ہوتی۔

لوگوں کے خوف سے عمل چھوڑنا بھی ریا ہے

حضرت فضیلؒ جو اکابر صوفیہ میں ہیں۔ وہ فرماتے ہیں کہ کسی عمل کو اس وجہ سے نہ کرنا کہ لوگ دیکھیں گے۔ یہ بھی ریا میں شامل ہے اور اس وجہ سے کسی عمل کو کرنا تا کہ لوگ دیکھیں یہ شرک میں داخل ہے۔

کثرت سے ذکر کرنے والوں کی فضیلت

ایک حدیث میں آیا ہے کہ بعض آدمی ذکر کی کنجیاں ہیں کہ جب ان کی صورت دیکھی جائے تو اللہ کا ذکر کیا جائے۔ یعنی ان کی صورت دیکھ کر ہی اللہ کا ذکر یاد آئے۔ ایک حدیث میں وارد ہے کہ اللہ کے ولی ہیں وہ لوگ جن کو دیکھ کر اللہ تعالیٰ یاد آتے ہوں۔ ایک حدیث میں آیا ہے کہ تم میں بہترین وہ لوگ ہیں جن کو دیکھ کر اللہ کی یاد تازہ ہو۔ ایک حدیث میں ہے کہ تم میں سے بہترین شخص وہ ہے جس کو دیکھنے سے اللہ تعالیٰ یاد آتے ہوں اور اس کے کلام سے علم میں ترقی ہوتی ہو اور اس کے اعمال سے آخرت کی رغبت پیدا ہوتی ہو اور یہ بات جب ہی حاصل ہوسکتی ہے جب کوئی شخص کثرت سے ذکر کا عادی ہو۔ اور جسکو خود ہی توفیق نہ ہو اسکو دیکھ کر کیا کسی کو اللہ کی یاد آسکتی ہے۔ بعض لوگ پُکار کر ذکر کرنے کو بدعت اور ناجائز بتاتے ہیں یہ خیال حدیث پر نظر کی کمی کی وجہ سے پیدا ہوگیا ہے۔ مولانا عبدالحیؒ صاحب نے ایک رسالہ سباحۃ الفکر اسی مسئلہ میں تصنیف فرمایا ہے۔ جس میں تقریباً پچاس حدیثیں ایسی ذکر فرمائی ہیں جن سے جہر (پکار کر) ثابت ہوتا ہے۔ البتہ یہ ضروری امر ہے کہ شرائط کے ساتھ اپنی حدود کے اندر رہے کسی کی اذیت کا سبب نہ ہو۔

دعا کیجئے: اے اللہ! ہمیں ایسا بنادیجئے کہ ہم اپنے سارے دل کیساتھ آپ سے محبت کریں اور آپ کو راضی کرنے میں اپنی ساری کوششیں صرف کردیں۔ اے اللہ! ہم آپ سے دین و دنیا اور اہل وعیال میں معافی اور اچھے انجام کا سوال کرتے ہیں۔ وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ

سات آدمی جنہیں اللہ تعالیٰ اپنے سایہ میں جگہ دیں گے

عن ابی ھریرۃؓ قال سمعت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یقول سبعۃ یظلھم اللہ فی ظلہ یوم لا ظل الا ظلہ الامام العادل والشاب نشاء فی عبادۃ اللہ ورجل قلبہ معلق بالمساجد (رواہ البخاری و مسلم)

ترجمہ: حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ سات آدمی ہیں جن کو اللہ جل شانہٗ اپنے (رحمت کے) سایہ میں ایسے دن جگہ عطا فرمائے گا جسدن اس کے سایہ کے سوا کوئی سایہ نہ ہوگا۔ ایک عادل بادشاہ۔ دوسرے وہ جوان جو جوانی میں اللہ کی عبادت کرتا ہو۔ تیسرے وہ شخص جس کا دل مسجد میں اٹک رہا ہو۔ چوتھے وہ دو شخص جن میں اللہ ہی کے واسطے محبت ہو اُسی پر اُن کا اجتماع ہو اُسی پر جدائی۔ پانچویں وہ شخص جس کو کوئی حسین شریف عورت اپنی طرف متوجہ کرے اور وہ کہدے کہ مجھے اللہ کا ڈر مانع ہے۔

تشریح: چھٹے وہ شخص جو ایسے مخفی طریق سے صدقہ کرے کہ دوسرے ہاتھ کو بھی خبر نہ ہو۔ ساتویں وہ شخص جو اللہ کا ذکر تنہائی میں کرے اور آنسو بہنے لگیں۔

تنہائی میں اللہ کا ذکر کرنا اور آنسو بہانا:

فائدہ: آنسو بہنے کا مطلب یہ بھی ہوسکتا ہے کہ دیدہ و دانستہ اپنے معاصی اور گناہوں کو یاد کر کے رونے لگے اور دوسرا مطلب یہ بھی ہوسکتا ہے کہ غلبہ شوق میں بے اختیار آنکھوں سے آنسو نکلنے لگیں۔ بروایت ثابتؒ بنانی ایک بزرگ کا مقولہ نقل کیا ہے وہ فرماتے ہیں مجھے معلوم ہوجاتا ہے کہ میری کونسی دعا قبول ہوئی لوگوں نے پوچھا کہ کس طرح معلوم ہوجاتا ہے۔ فرمانے لگے کہ جس دعا میں بدن کے بال کھڑے ہوجاتے ہیں اور دل دھڑکنے لگتا ہے اور آنکھوں سے آنسو بہنے لگتے ہیں وہ دعا قبول ہوتی ہے۔ ان سات آدمیوں میں جس کا ذکر حدیثِ پاک میں وارد ہوا ایک وہ شخص بھی ہے جو اللہ کا ذکر تنہائی میں کرے اور رونے لگے اس شخص' میں دو خوبیاں جمع ہیں اور دونوں اعلیٰ درجہ کی ہیں۔ ایک اخلاص کہ تنہائی میں اللہ کی یاد میں مشغول ہوا۔ دوسرا اللہ کا خوف یا شوق کہ دونوں میں رونا آتا ہے اور دونوں کمال ہیں۔

ہمارا کام ہے راتوں کو رونا یادِ دلبر میں
ہماری نیند ہے محوِ خیالِ یار ہو جانا

حدیث کے الفاظ ہیں **رجل ذکر اللہ خالیا** (ایک وہ آدمی جو اللہ کا ذکر کرے اس حال میں کہ خالی ہو) صوفیہ نے لکھا ہے کہ خالی ہونے کے دو مطلب ہیں۔ ایک یہ کہ آدمیوں سے خالی ہو جس کے معنی تنہائی کے ہیں یہ عام مطلب ہے دوسرے یہ کہ دل اغیار سے خالی ہو۔ وہ فرماتے ہیں کہ اصل خلوت یہی ہے۔ اس لئے اکمل درجہ تو یہ ہے کہ دونوں خلوتیں حاصل ہوں لیکن اگر کوئی شخص مجمع میں ہو اور دل غیروں سے بالکل خالی ہو اور ایسے وقت اللہ کے ذکر سے کوئی شخص رونے لگے۔ تو وہ بھی اس میں داخل ہے کہ مجمع کا ہونا نہ ہونا اس کے حق میں برابر ہے۔ جب اس کا دل مجمع تو درکنار غیر اللہ کے التفات سے بھی خالی ہے تو اس کو مجمع کیا مضر ہوسکتا ہے۔ اللہ کی یاد میں یا اُس کے خوف سے رونا بڑی ہی دولت ہے۔ خوش نصیب ہے وہ شخص جس کو حق تعالیٰ شانہٗ میسر فرمادیں۔ ایک حدیث میں آیا ہے کہ

جو شخص اللہ کے خوف سے روئے وہ اس وقت تک جہنم میں نہیں جا سکتا جب تک کہ دودھ تھنوں میں واپس جائے (اور ظاہر ہے کہ یہ ناممکن ہے پس ایسے ہی اس کا جہنم میں جانا بھی ناممکن ہے) ایک اور حدیث میں آیا ہے کہ جو شخص اللہ کے خوف سے روئے حتیٰ کہ اس کے آنسوؤں میں سے کچھ زمین پر ٹپک جائے تو اس کو قیامت کے دن عذاب نہیں ہوگا۔

ایک حدیث میں آیا ہے کہ دو آنکھوں پر جہنم کی آگ حرام ہے۔ ایک وہ آنکھ جو اللہ کے خوف سے روتی ہو اور دوسری وہ جو اسلام کی اور مسلمانوں کی کفار سے حفاظت کرنے میں جاگی ہو۔

ایک اور حدیث میں ہے کہ جو آنکھ اللہ کے خوف سے روئی ہو اس پر جہنم کی آگ حرام ہے' اور جو آنکھ اللہ کی راہ میں جاگی ہو اس پر بھی حرام ہے اور جو آنکھ ناجائز چیز (مثلاً نامحرم وغیرہ) پر پڑنے سے رُک گئی ہو اس پر بھی حرام ہے۔ اور جو آنکھ اللہ کی راہ میں ضائع ہوگئی ہو۔ اس پر بھی جہنم کی آگ حرام ہے۔

ایک حدیث میں آیا ہے کہ جو شخص تنہائی میں اللہ کا ذکر کرنے والا ہو وہ ایسا ہے جیسے اکیلا کفار کے مقابلہ میں چل دیا ہو۔

انعامات الٰہی کے استحضار سے معرفت حاصل ہوتی ہے

فرمایا:..... قابل اعتبار چیز ایمان ہے اس کی ناقدری ہرگز نہیں کرنی چاہئے ہر حال میں ایمان ہمارا محافظ ہے۔ اللہ تعالیٰ نے ایمان عطا فرمایا ہے تو وہ اپنے ناچیز بندے کے حالات سے بھی خوب واقف ہے۔ ایمان کی دولت بہت بڑی دولت ہے' یہ ہر آن انسان کی ضرور مدد کرتا رہتا ہے۔ خصوصاً جب بندہ بالکل عاجز ہوتا ہے اور اس دنیا کو چھوڑ رہا ہوتا ہے۔ اس وقت ساری ایمانی قوتیں عود کر آتی ہیں۔ اسوقت حضرت تھانویؒ کا ایک ملفوظ یاد آ گیا' ایک شخص نے حضرت والا کو لکھا کہ میں آپ سے وابستہ ہوں' مدتیں گزر گئیں آپ سے اپنی کوئی اصلاح نہ لے سکا اور مجھے شرم محسوس ہوتی ہے کہ آپ سے نسبت رکھتے ہوئے بھی کوئی حق ادا نہیں کر پاتا۔ رات دن دنیا کے کاموں میں مشغول رہتا ہوں۔ میرے پیش نظر میری اولاد اور عزیز و اقارب ہیں۔ انہی کے لئے کماتا ہوں اور انہی پر صرف کرتا ہوں' دعائیں بھی مانگتا ہوں تو صرف انہی کی ضرورت کو پورا کرنے کے لئے مجھ میں توکل بالکل نہیں۔ اگر اس حالت میں میرا خاتمہ ہو گیا تو خسر الدنیا والآخرۃ۔ قبر میں دنیا کی محبت لے کر اپنے ساتھ جاؤں گا۔ میرے پاس سرمایہ آخرت نہیں ہے للہ میری رہنمائی فرما دیجئے۔

حضرت تھانویؒ نے جواب دیا کہ تم نے جو لکھا ہے مجھے توکل حاصل نہیں ہے تم دعا مانگتے ہو یہ اللہ تعالیٰ سے تمہارا مانگنا خود توکل ہے' توکل کے بہت سے درجات ہیں ایک یہ بھی ہے کہ ہاتھ اٹھا کر دعا مانگی جائے جب تم نے اس کارساز کے سامنے ہاتھ پھیلا دیئے تو یہی توکل ہے کہ تم نے اس ذات پر بھروسہ کر لیا۔

اور تم جو کہتے ہو کہ رات دن کے مشاغل ہیں' بیوی بچوں کی پرورش کے امور میں ہمہ وقت مصروف رہتا ہے تو یہ جہاد زندگی ہے اگر اسی حالت میں انتقال ہو گیا تو شہادت کا درجہ مل گیا اور جو تم کہتے ہو خَسِرَ الدُّنْيَا وَالْاٰخِرَةَ تو تم کو جب یہ احساس ہے کہ تمہارا ہاتھ خالی ہے تو یہ تمہارے لئے بشارت ہے جبکہ ارشاد ہے "اِنَّ الَّذِيْنَ يَخْشَوْنَ رَبَّهُمْ بِالْغَيْبِ لَهُمْ مَّغْفِرَةٌ وَّاَجْرٌ كَبِيْرٌ"۔

حضرت تھانویؒ نے فرمایا یہ تو ضابطے کا جواب ہے' بالکل معتبر اور مستند ہے' لیکن عادت اللہ یہ ہے کہ جب مومن کا آخری وقت ہوتا ہے تو اس سے دنیا کی جائز محبت بھی سلب کر لی جاتی ہے اور اللہ تعالیٰ کی محبت کے غلبے ہی میں دم نکلتا ہے یہ کتنی بڑی بشارت ہے۔ سبحان اللہ!

عقل مند لوگ

عن ابی هریرة رضی الله عنه قال قال رسول الله صلی الله علیه وسلم ینادی منادیوم القیمة این اولو الالباب قالوا ای اولی الالباب تریدقال الذین یذکرون الله قیاما وقعودا وعلی جنوبهم ویتفکرون فی خلق السموات والارض ربنا ما خلقت هذابا طلا سبحنک فقنا عذاب النار عقدلهم لواء فاتبع القوم لواهم وقال لهم ادخلوها خالدین. (اخرجه الاصبهانی)

ترجمہ: حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ قیامت کے دن ایک آواز دینے والا آواز دیگا کہ عقلمند لوگ کہاں ہیں؟ لوگ پوچھیں گے کہ عقل مندوں سے کون مراد ہیں۔ جواب ملے گا وہ لوگ جو اللہ کا ذکر کرتے تھے کھڑے اور بیٹھے اور لیٹے ہوئے (یعنی ہر حال میں اللہ کا ذکر کرتے رہتے تھے) اور آسمانوں اور زمینوں کے پیدا ہونے میں غور کرتے تھے اور کہتے تھے کہ یا اللہ آپ نے یہ سب بے فائدہ تو پیدا کیا ہی نہیں ہم آپ کی تسبیح کرتے ہیں آپ ہمکو جہنم کے عذاب سے بچا لیجئے اس کے بعد ان لوگوں کے لئے ایک جھنڈا بنایا جائے گا۔ جس کے پیچھے یہ سب جائیں گے اور اُن سے کہا جائے گا کہ ہمیشہ کے لئے جنت میں داخل ہو جاؤ۔

خلق خدا میں غور و فکر کی اہمیت وفضیلت

تشریح: آسمانوں اور زمینوں کے پیدا ہونے میں غور کرتے ہیں یعنی اللہ کی قدرت کے مظاہر اور اسکی حکمتوں کے عجائب سوچتے ہیں جس سے اللہ جل جلالہ کی معرفت قوت پیدا ہوتی ہے۔

؎ الٰہی یہ عالم ہے گلزار تیرا

ابن ابی الدنیاؒ نے ایک مرسل روایت نقل کی ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم ایک مرتبہ صحابہؓ کی ایک جماعت کے پاس تشریف لے گئے جو چُپ چاپ بیٹھے تھے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کیا بات ہے کس سوچ میں بیٹھے ہو؟ عرض کیا مخلوقاتِ الٰہیہ کی سوچ میں ہیں۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ ہاں اللہ کی ذات میں غور نہ کیا کرو (کہ وہ وراءُ الوراء ہے) اس کی مخلوقات میں غور کیا کرو۔ حضرت عائشہؓ سے ایک شخص نے عرض کیا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی کوئی عجیب بات سُنا دیجئے فرمایا حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی کون سی بات ایسی تھی جو عجیب نہ تھی۔ ایک مرتبہ رات کو تشریف لائے۔ میرے بستر پر میرے لحاف میں لیٹ گئے پھر ارشاد فرمایا۔ چھوڑ میں تو اپنے رب کی عبادت کروں یہ فرما کر اُٹھے وضو فرمایا اور نماز کی نیت باندھ کر رونا شروع کر دیا۔ یہاں تک کہ آنسو سینہ مبارک پر بہتے رہے پھر اسی طرح رکوع میں روتے رہے پھر سجدہ میں اسی طرح روتے رہے۔ ساری رات اسی طرح گذار دی حتیٰ صبح کی نماز کے واسطے حضرت بلالؓ بلانے کے لئے آ گئے۔ میں نے عرض کیا یا رسول اللہ آپ تو بخشے بخشائے ہیں پھر آپ اتنا کیوں روئے۔ ارشاد فرمایا کیا میں اللہ کا شکر گذار بندہ نہ بنوں۔ پھر فرمایا میں کیوں نہ روتا حالانکہ آج یہ آیتیں نازل ہوئیں۔ (یعنی آیاتِ بالا اِنَّ فِیْ خَلْقِ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ سے فَقِنَا عَذَابَ النَّارِ تک) پھر فرمایا کہ ہلاکت ہے اس شخص کے لئے جو ان کو پڑھے اور غور و فکر نہ کرے، عامر بن عبد قیسؒ کہتے ہیں کہ میں نے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے سُنا ہے ایک سے دو سے تین سے

نہیں (بلکہ ان سے زیادہ سے سُنا ہے) کہ ایمان کی روشنی اور ایمان کا نور غور وفکر ہے۔ حضرت ابو ہریرہؓ حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے نقل کرتے ہیں کہ ایک آدمی چھت پر لیٹا ہوا آسمان اور ستاروں کو دیکھ رہا تھا پھر کہنے لگا خدا کی قسم مجھے یقین ہے کہ تمہارا پیدا کرنے والا بھی کوئی ضرور ہے اے اللہ تو میری مغفرت فرمادے۔ نظرِ رحمت اس کی طرف متوجہ ہوئی اور اس کی مغفرت ہوگئی۔ حضرت ابنِ عباسؓ فرماتے ہیں کہ ایک ساعت کا غور تمام رات کی عبادت سے افضل ہے۔ حضرت ابودرداءؓ حضرت انسؓ سے بھی یہی نقل کیا گیا ہے۔ حضرت انسؓ سے یہ بھی نقل کیا گیا کہ ایک ساعت کا غور ان چیزوں میں اسی ۸۰ سال کی عبادت سے افضل ہے۔ اُم درداءؓ سے کسی نے پوچھا کہ ابودرداؓ کی افضل ترین عبادت کیا تھی۔ فرمایا غور وفکر۔ بروایت ابو ہریرہؓ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم سے یہ بھی نقل کیا گیا ہے کہ ایک ساعت کا غور وفکر ساٹھ ۶۰ برس کی عبادت سے افضل ہے۔ لیکن ان روایتوں کا یہ مطلب نہیں کہ پھر عبادت کی ضرورت نہیں رہتی۔ ہر عبادت اپنی جگہ جو درجہ رکھتی ہے فرض ہو یا واجب، سنت ہو یا مستحب اسکے چھوڑنے پر اُسی درجہ کی وعید عذاب یا ملامت ہوگی جس درجہ کی وہ عبادت ہوگی۔

غور وفکر کو افضل عبادت کیوں کہا گیا ہے

امام غزالیؒ نے لکھا ہے کہ غور وفکر کو افضل عبادات اس لئے کہا گیا کہ اس میں معنی ذکر کے تو موجود ہوتے ہی ہیں۔ دو چیزوں کا اضافہ اور ہوتا ہے۔ ایک اللہ کی معرفت اس لئے کہ غور وفکر معرفت کی کنجی ہے۔ دوسری اللہ کی محبت کہ فکر پر یہ مرتب ہوتی ہے۔ یہی غور وفکر ہے جس کو صوفیہ مراقبہ سے تعبیر فرماتے ہیں۔ بہت سی روایات سے اس کی فضیلت ثابت ہوتی ہے۔ مسند ابو یعلی میں بروایت حضرت عائشہؓ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد نقل کیا ہے کہ وہ ذکر خفی جس کو فرشتے بھی نہ سُن سکیں ستر ۷۰ درجہ دو چند ہوتا ہے۔ جب قیامت کے دن حق تعالیٰ شانہٗ تمام مخلوق کو حساب کے لئے جمع فرمائیں گے۔ اور کراماً کاتبین اعمال نامے لیکر آئیں گے تو ارشاد ہوگا کہ فلاں بندہ کے اعمال دیکھو کچھ اور باقی ہیں۔ وہ عرض کریں گے کہ ہم نے کوئی بھی ایسی چیز نہیں چھوڑی جو لکھی نہ ہو اور محفوظ نہ ہو تو ارشاد ہوگا کہ ہمارے پاس اس کی ایسی نیکی باقی ہے جو تمہارے علم میں نہیں وہ ذکرِ خفی ہے۔ بیہقی نے شعب میں حضرت عائشہؓ سے بھی یہ حدیث نقل کی ہے کہ جس ذکر کو فرشتے بھی نہ سن سکیں وہ اُس ذکر پر جس کو وہ سنیں، ستر ۷۰ درجے بڑھا ہوا ہے۔

جیسا کہ ایک شعر میں کہا گیا ہے کہ عاشق ومعشوق میں ایسی رمز ہوتی ہے۔ جس کی فرشتوں کو بھی خبر نہیں ہوتی کتنے خوش نصیب ہیں وہ لوگ جن کو ایک لحظہ بھی غفلت نہیں ہوتی کہ ان کی ظاہری عبادات تو اپنے اپنے اجر وثواب حاصل کریں ہی گی، یہ ہر وقت کا ذکر وفکر پوری زندگی کے اوقات میں ستر ۷۰ گناہ مزید برآں۔ یہی چیز ہے جس نے شیطان کو دِق کر رکھا ہے۔

شیطان کو کمزور کرنے والی جماعت

حضرت جنیدؒ سے نقل کیا گیا ہے کہ انہوں نے ایک مرتبہ خواب میں شیطان کو بالکل ننگا دیکھا۔ انہوں نے فرمایا کہ تجھے شرم نہیں آتی کہ آدمیوں کے سامنے ننگا ہوتا ہے وہ کہنے لگا یہ کوئی آدمی ہیں، آدمی وہ ہیں جو شونیزیہ کی مسجد میں بیٹھے ہیں۔ جنہوں نے میرے بدن کو دُبلا کر دیا اور میرے جگر کے کباب کر دیئے۔ حضرت جنیدؒ فرماتے ہیں کہ میں شونیزیہ کی مسجد میں گیا۔ میں نے دیکھا کہ چند حضرات گھٹنوں پر سر رکھے ہوئے مراقبہ میں مشغول ہیں۔ جب انہوں نے مجھے دیکھا تو کہنے لگے کہ خبیث کی باتوں سے کہیں دُھوکہ میں نہ پڑ جانا۔ مسوحیؒ سے بھی اس کے قریب ہی

نقل کیا گیا ہے۔ انہوں نے شیطان کو ننگا دیکھا۔ انہوں نے کہا تجھے آدمیوں کے درمیان اس طرح چلتے شرم نہیں آتی کہنے لگا خدا کی قسم یہ آدمی نہیں۔ اگر یہ آدمی ہوتے تو میں اُن کے ساتھ اس طرح نہ کھیلتا جس طرح لڑکے گیند سے کھیلتے ہیں۔ آدمی وہ لوگ ہیں جنہوں نے میرے بدن کو بیمار کردیا اور صوفیہ کی جماعت کی طرف اشارہ کیا۔ ابوسعید خزاز کہتے ہیں کہ میں نے خواب میں دیکھا کہ شیطان نے مجھ پر حملہ کیا۔ میں لکڑی سے مارنے لگا۔ اس نے ذرا بھی پرواہ نہ کی۔ غیب سے ایک آواز آئی کہ یہ اس سے نہیں ڈرتا۔ یہ دل کے نور سے ڈرتا ہے۔

بہترین ذکر: حضرت سعدؓ حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے نقل کرتے ہیں کہ بہترین ذکر ذکر خفی ہے اور بہترین رزق وہ ہے جو کفایت کا درجہ رکھتا ہو۔ حضرت عبادہؓ نے بھی حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم سے یہی نقل کیا ہے کہ بہترین ذکر ذکر خفی ہے اور بہترین رزق وہ ہے جو کفایت کا درجہ رکھتا ہو (یعنی نہ کم ہو کہ گذر نہ ہو سکے نہ زیادہ ہو کہ تکبر اور فواحش میں مبتلا کرے) ابن حبانؒ اور ابویعلیٰؒ نے اس حدیث کو صحیح بتایا ہے۔ ایک حدیث میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد نقل کیا گیا ہے کہ اللہ کو ذکرِ خامل سے یاد کیا کرو۔ کسی نے دریافت کیا کہ ذکرِ خامل کیا ہے؟ ارشاد فرمایا کہ مخفی ذکر۔ ان سب روایات سے ذکرِ خفی کی افضلیت معلوم ہوتی ہے اور ابھی قریب ہی وہ روایت گذر چکی۔ جس میں مجنون کہنے کا ذکر گذرا ہے دونوں مستقل چیزیں ہیں جو حالات کے اعتبار سے مختلف ہیں اس کو شیخ تجویز کرتا ہے کہ کس شخص کے لئے کس وقت کیا مناسب ہے۔

دعا کیجئے: اے اللہ! ہمیں اپنے ذکر کی توفیق عطا فرمائیے۔ اے اللہ! ہمیں اپنے حقیقی ذکر یعنی ہمہ وقت آپ کے احکامات کو پیش نظر رکھتے ہوئے زندگی بسر کرنے کی توفیق عطا فرمائیے۔ اے اللہ! ہمیں اپنی محبت نصیب فرمائیے اور مسنون اذکار و وظائف کو صبح و شام پڑھنے کی توفیق عطا فرمائیے۔ اے اللہ! ہمیں ایسا بنا دیجئے کہ ہم سب سے زیادہ آپ کا ذکر کرنے والے سب سے زیادہ آپ کو فرمانبرداری کرنے والے اور سب سے زیادہ آپ سے محبت کرنے والے بن جائیں۔ وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ

عقل کے معاملہ میں اعتدال

"اپنی عقل کو کام میں لاؤ کہ تدبیر چھوڑ دو اللہ کے حوالہ کرو" مراد اس کی یہ ہے دوائی پاس رکھی ہے کھاتا نہیں۔ وہ گناہگار ہے کما کر لانا یہ بھی فرض ہے۔ ضروریات زندگی حاصل کرنا فرض ہے ان کو چھوڑنا گناہ ہے۔ اسباب تو اختیار کرنا ضروری ہے۔ یہ مطلب ہے کہ جتنے اختیار اور اسباب تم کو ملے ہیں وہ کرلو پھر رضائے الٰہی کا انتظار کرو جو اللہ نے کیا ملے یا نہ ملے آدھا ملے پورا ملے اسی پر راضی رہو۔ پلے باندھنے کی چیز ہے۔

فرمایا: **اجملوا فی الطلب و توکلوا علیه.** اختصار کرو طلب میں اور توکل کرو اللہ پر۔ یہ ہے اصل توکل۔ جتنے اسباب اپنے اختیار میں ہیں ان کو استعمال کرو مگر تھکو نہیں۔ اس میں اختصار کرو پھر اللہ پر توکل کرو۔ ایک بیمار ہے اس کا علاج موجود ہے۔ اس کا علاج نہ کرنا جائز نہیں ہے۔ ڈاکٹر کے پاس جائز دوا لے پرہیز کرے مگر اس کے بعد ایک قدم مومن کا ہے کہ ڈاکٹر یا دوا کو شفاء نہ سمجھے بلکہ اللہ پاک کی طرف سے شفاء ہے۔ جب اللہ تعالیٰ کو منظور نہیں ہوتا تو بڑے سے بڑا ڈاکٹر ایسی لغو غلطی کرتا ہے کہ مریض بچتا نہیں۔ تو اختصار ہے تدبیر میں۔ یہ نہیں کہ فلاں جگہ جو تمہارے فی الحال پہنچ سے باہر ہے اس کا بڑا نام ہے وہ ماہر ہے اس کام کا زیادہ لمبی فکروں میں نہ جاؤ۔ قریب قریب کی تدبیریں کرو تھکو نہیں علاج ہو مقدمہ ہو تجارت ہو ظاہری آسانیوں سے ہونے والی تدبیریں اکٹھی کر کے دماغ پر بوجھ نہ ڈالو۔ آسانی سے ہونے والی تدبیریں حاصل نہ کرنا تو کفر ہے مگر جان کھپا دینا اپنی اس کے اندر یہ اس توکل کے خلاف ہے۔

ایسے لوگ جنکے ساتھ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو بیٹھنے کا حکم ہوا

عن عبدالرحمن بن سهل ابن حنيف رضى الله عنه قال نزلت على رسول الله صلى الله عليه وسلم وهوفى بعض ابياته واصبرنفسک مع الذين يدعون ربهم بالغدوة والعشى فخرج يلتمسهم فوجدقوما يذكرون الله فيهم ثائر الراس وجاف الجلد وذوالثوب الواحد فلماراهم جلس معهم وقال الحمد لله الذى جعل فى امتى من امرنى ان اصبر نفسى معهم (اخرجه ابن جریر والطبرانی وابن مردویه کذافی الدر)

ترجمہ: حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم دولت کدہ میں تھے کہ آیت واصبر نفسک نازل ہوئی جس کا ترجمہ یہ ہے۔ اپنے آپ کو ان لوگوں کے پاس (بیٹھنے کا) پابند کیجئے جو صبح شام اپنے رب کو پکارتے ہیں۔ حضور اقدسؐ اس آیت کے نازل ہونے پر اُن لوگوں کی تلاش میں نکلے ایک جماعت کو دیکھا کہ اللہ کے ذکر میں مشغول ہے۔ بعض لوگ اُن میں بکھرے ہوئے بالوں والے ہیں اور خشک کھالوں والے اور صرف ایک کپڑے والے ہیں (کہ ننگے بدن ایک لنگی صرف ان کے پاس ہے) جب حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اُن کو دیکھا تو اُن کے پاس بیٹھ گئے اور ارشاد فرمایا کہ تمام تعریفیں اللہ ہی کے لئے ہیں۔ جس نے میری اُمت میں ایسے لوگ پیدا فرمائے کہ خود مجھے ان کے پاس بیٹھنے کا حکم ہے۔

تشریح: ایک دوسری حدیث میں ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو تلاش فرمایا تو مسجد کے آخری حصہ میں بیٹھے ہوئے پایا کہ ذکر اللہ میں مشغول تھے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ تمام تعریفیں اللہ ہی کے لئے ہیں جس نے میری زندگی ہی میں ایسے لوگ پیدا فرمائے کہ مجھے ان کے پاس بیٹھنے کا حکم ہے۔ پھر فرمایا تم ہی لوگوں کیساتھ زندگی ہے اور تمہارے ہی کے ساتھ مرنا ہے یعنی مرنے جینے کے ساتھی اور رفیق تم ہی لوگ ہو۔ ایک حدیث میں آیا ہے کہ حضرت سلمان فارسیؓ وغیرہ حضرات صحابہ کرامؓ کی ایک جماعت ذکر اللہ میں مشغول تھی۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لائے تو یہ لوگ چپ ہوگئے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تم کیا کررہے تھے۔ عرض کیا ذکرِ الٰہی میں مشغول تھے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ میں نے دیکھا کہ رحمتِ الٰہی تم لوگوں پر اُتر رہی ہے تو میرا دل بھی چاہا کہ آ کر تمہارے ساتھ شرکت کروں۔ پھر ارشاد فرمایا کہ الحمد اللہ اللہ جل شانہٗ نے میری اُمت میں ایسے لوگ پیدا کئے جن کے پاس بیٹھنے کا مجھے حکم ہوا۔

ذاکرین کے ساتھ مل بیٹھنے کے فوائد

ابراہیم نخعیؒ کہتے ہیں کہ اَلَّذِیْنَ یَدْعُوْنَ سے مراد ذاکرین کی جماعت ہے۔ ان ہی جیسے احکام سے صوفیہ نے استنباط کیا ہے کہ مشائخ کو بھی مریدین کے پاس بیٹھنا ضروری ہے کہ اس میں علاوہ فائدہ پہنچانے کے اختلاط سے شیخ کے نفس کے لیے بھی مجاہدۂ تامہ ہے کہ غیر مہذب لوگوں کی بدعنوانیوں کے تحمل اور برداشت سے نفس میں انقیاد پیدا ہوگا اُس کی قوت میں انکسار پیدا ہوگا۔ اس کے علاوہ قلوب کے اجتماع کو اللہ جل جلالہٗ کی رحمت اور رافت کے متوجہ کرنے میں خاص دخل ہے اسی وجہ سے جماعت کی نماز مشروع ہوئی اور یہی بڑی وجہ ہے کہ عرفات کے میدان میں سب حجاج بیک حال ایک میدان میں اللہ کی طرف متوجہ کئے جاتے

ہیں جیسا کہ ہمارے حضرت شاہ ولی اللہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے حجۃ اللہ البالغہ میں متعدد جگہ اس مضمون کو اہتمام سے ارشاد فرمایا ہے۔ یہ سب اس جماعت کے بارے میں ہے جو اللہ کا ذکر کرنے والی ہو کہ احادیث میں کثرت سے اس کی ترغیب آئی ہے۔

غافلین کی جماعت میں ذکر کرنے والا

اس کے بالمقابل اگر کوئی شخص غافلین کی جماعت میں پھنس جائے اور اس وقت اللہ کے ذکر میں مشغول ہو تو اس کے بارے میں بھی احادیث میں کثرت سے فضائل آئے ہیں ایسے موقع پر آدمی کو اور بھی زیادہ اہتمام اور توجہ سے اللہ کی طرف مشغول رہنا چاہیے۔ تاکہ اُن کی نحوست سے محفوظ رہے۔ حدیث میں آیا ہے کہ غافلین کی جماعت میں اللہ کا ذکر کرنے والا ایسا ہے۔ جیسے کہ جہاد میں بھاگنے والوں کی جماعت میں سے کوئی شخص جم کر مقابلہ کرے۔ ایک حدیث میں آیا ہے کہ غافلین میں اللہ کا ذکر کرنے والا ایسا ہے جیسے بھاگنے والوں کی طرف سے کفارہ کا مقابلہ کرے۔ نیز وہ ایسا ہے جیسے اندھیرے گھر میں چراغ۔ نیز وہ ایسا ہے جیسے پت جھڑ والے درختوں میں کوئی شاداب سرسبز درخت ہو۔ ایسے شخص کو حق تعالیٰ شانہٗ اس کا جنت کا گھر پہلے ہی دکھا دیں گے اور ہر آدمی اور حیوان کی برابر اس کی مغفرت کی جاوے گی۔ یہ جب ہے کہ ان مجالس میں اللہ کے ذکر میں مشغول ہو ورنہ ایسی مجالس کی شرکت کی ممانعت آئی ہے۔ حدیث میں ہے کہ عشیرۃ یعنی یارانہ کی مجالس سے اپنے آپ کو بچاؤ۔ عزیزیؒ کہتے ہیں یعنی ایسی مجالس سے جن میں غیر اللہ کا ذکر کثرت سے ہوتا ہو۔ لغویات اور لہو ولعب میں مشغولی ہوتی ہو۔

ایک باندی کا واقعہ

ایک بزرگ کہتے ہیں کہ ایک مرتبہ بازار جا رہا تھا۔ ایک حبشا باندی میرے ساتھ تھی۔ میں نے بازار میں ایک جگہ اس کو بٹھا دیا کہ میں واپسی میں اس کو لے لوں گا۔ وہ وہاں سے چلی آئی۔ جب میں نے واپسی پر اس کو وہاں نہ دیکھا تو مجھے غصہ آیا میں گھر میں واپس آیا تو وہ باندی آئی اور کہنے لگی میرے آقا خفگی میں جلدی نہ کریں۔ آپ مجھے ایسے لوگوں کے پاس چھوڑ گئے جو اللہ کے ذکر سے غافل تھے۔ مجھے یہ ڈر ہوا کہ ان پر کوئی عذاب نازل نہ ہو زمین میں دھنس نہ جائیں اور میں بھی ان کے ساتھ عذاب میں دھنس نہ جاؤں۔

دعا کیجئے: اے اللہ! ہمیں اپنے ذکر کی توفیق عطا فرمایئے۔ اے اللہ! ہمیں اپنی محبت نصیب فرمایئے اور مسنون اذکار و وظائف کو صبح وشام پڑھنے کی توفیق عطا فرمایئے۔ وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ

دانشمندی کا کام: حکیم الاسلام حضرت مولانا قاری محمد طیب صاحب رحمہ اللہ نے ارشاد فرمایا: ”آخرت کے بارے میں عام طور پر لوگوں نے یہ تصور باندھ رکھا ہے کہ آخرت کوئی الگ عالم ہے دنیا ترک کرو گے تب جاکے آخرت میں پہنچو گے یہ غلط ہے بلکہ ہماری آخرت اسی دنیا میں چھپی ہوئی ہے اسے نکالنا ہمارا کام ہے۔ یہی کھانے پینے کے اور سونے جاگنے کے افعال انہی میں آخرت چھپی ہوئی ہے ان کے ذریعے سے اپنی آخرت نکالو دنیا میں رہ کر اس میں سے آخرت نکال لینا دانشمند کا کام ہے“۔

فرمایا: ”اسلام میں ترک دنیا کا یہ مطلب نہیں کہ دنیا کی نعمتوں کو چھوڑ دو ہاں یہ ہے کہ اس میں مبالغہ مت کرو غلو مت کرو حد سے مت گزرو اعتدال کے ساتھ استعمال کرو۔ اس سے اپنا بھی کام چلاؤ اور اپنے بھائیوں اور اپنے عزیزوں کی خدمت کرو تمہاری آخرت بنے گی۔ یہ تو نیت اور افعال اختیار یہ پر ہے کہ مرضی خداوندی کی مطابق وہ افعال ہوں گے تو دنیا ہی میں آخرت بنے گی“۔ (جواہر حکمت)

صبح اور عصر کی نماز کے بعد ذکر کرنیکی فضیلت

عن ابی هریرة رضی الله عنه قال قال رسول الله صلی الله علیه وسلم فیما یذکر عن ربه تبارک وتعالیٰ اذکرنی بعد العصر وبعد الفجر ساعة اکفک فیما بینهما (اخرجه احمد کذافی الدر)

ترجمہ: حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم جل جلالہٗ کا پاک ارشاد نقل فرماتے ہیں کہ تو صبح کی نماز کے بعد اور عصر کی نماز کے بعد تھوڑی دیر مجھے یاد کرلیا کر میں درمیانی حصہ میں تیری کفایت کروں گا (ایک حدیث میں آیا ہے کہ اللہ کا ذکر کیا کر وہ تیری مطلب براری میں معین ہوگا)

تشریح: آخرت کیواسطے نہ سہی دنیا کیواسطے ہم لوگ کیسی کیسی کوشش کرڈالتے ہیں کیا بگڑ جائے اگر تھوڑی سی دیر صبح اور عصر کے بعد اللہ کا ذکر بھی کرلیا کریں کہ احادیث میں کثرت سے اُن دو وقتوں میں اللہ کے ذکر کے فضائل وارد ہوئے اور جب اللہ جل جلالہٗ کفایت کا وعدہ فرماتے ہیں پھر کسی دوسری چیز کی کیا ضرورت باقی ہے۔

ایک حدیث میں آیا ہے حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم ارشاد فرماتے ہیں کہ میں ایسی جماعت کے ساتھ بیٹھوں جو صبح کی نماز کے بعد آفتاب نکلنے تک اللہ کے ذکر میں مشغول ہو مجھے زیادہ پسند ہے اس سے کہ چار عرب غلام آزاد کروں۔ اسی طرح ایسی جماعت کے ساتھ بیٹھوں جو عصر کی نماز کے بعد سے غروب تک اللہ کے ذکر میں مشغول رہے یہ زیادہ پسند ہے چار غلام آزاد کرنے سے۔ اسی طرح عصر کی نماز کے بعد سے غروب تک ایک ایسی جماعت کیساتھ ذکر میں مشغول رہوں یہ مجھے دنیا اور دنیا کی تمام چیزوں سے زیادہ پسند ہے ان ہی وجوہ سے صبح کی نماز کے بعد اور عصر کی نماز کے بعد اوراد کا معمول ہے اور حضرات صوفیہ کے یہاں تو ان دونوں وقتوں کا خاص اہتمام ہے کہ صبح کی نماز کے بعد عموماً اشغال میں اہتمام فرماتے ہیں اور عصر کے بعد اوراد کا اہتمام کرتے ہیں بالخصوص فجر کے بعد فقہاء بھی اہتمام فرماتے ہیں۔ مدوّنہ میں امام مالکؒ سے نقل کیا گیا ہے کہ فجر کی نماز کے بعد طلوع آفتاب تک باتیں کرنا مکروہ ہیں اور حنفیہ میں سے صاحب درمختارؒ نے بھی اس وقت باتیں کرنا مکروہ لکھا ہے۔

صبح اور عصر کے بعد کا ذکر

ایک حدیث میں آیا ہے کہ جو شخص صبح کی نماز کے بعد اُسی ہیئت سے بیٹھے ہوئے بولنے سے قبل یہ دعا دس مرتبہ پڑھے۔ لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَحْدَهٗ لَا شَرِیْکَ لَهٗ لَهُ الْمُلْکُ وَلَهُ الْحَمْدُ یُحْیِ وَیُمِیْتُ وَهُوَ عَلٰی کُلِّ شَیْءٍ قَدِیْرٌ (اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں وہ اپنی ذات اور صفات میں اکیلا ہے کوئی اس کا شریک نہیں سارا ملک دنیا اور آخرت کا اُسی کا ہے اور جتنی خوبیاں ہیں وہ اسی پاک ذات کے لئے ہیں وہی زندہ کرتا ہے وہی مارتا ہے اور وہ ہر چیز پر قادر ہے) تو اس کیلئے دس ١٠ نیکیاں لکھی جائیں دس ١٠ برائیاں معاف فرمائی جائیں اور جنت میں دس ١٠ درجہ بلند کئے جائیں اور تمام دن شیطان سے اور مکروہات سے محفوظ رہے۔ ایک حدیث میں آیا ہے جو صبح اور عصر کے بعد اَسْتَغْفِرُ اللّٰهَ الَّذِیْ لَا اِلٰهَ اِلَّا هُوَ الْحَیُّ الْقَیُّوْمُ وَاَتُوْبُ اِلَیْهِ (میں اُسی اللہ سے جو زندہ ہے ہمیشہ رہنے والا ہے اسکے سوا کوئی معبود نہیں ہے اپنے گناہوں کی مغفرت مانگتا ہوں اور اسی کی طرف رجوع کرتا ہوں توبہ کرتا ہوں) تین مرتبہ پڑھے۔ اس کے گناہ معاف ہوجاتے ہیں خواہ سمندر کی جھاگ کے برابر ہوں۔

وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ

اصل مقصد ذکر و علم ہے

عن ابی ھریرة رضی اللّٰہ عنه قال سمعت رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیه وسلم یقول الدنیا ملعونة وملعون مافیھا الا ذکر اللّٰہ وما والاہ وعالما ومتعلما. (رواہ الترمذی و ابن ماجه)

ترجمہ: حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ دُنیا ملعُون ہے اور جو کچھ دُنیا میں ہے سب ملعُون (اللہ کی رحمت سے دُور ہے) مگر اللہ کا ذکر اور وہ چیز جو اسکے قریب ہو اور عالم اور طالب علم۔

تشریح: اس کے قریب ہونے سے مراد ذکر کے قریب ہونا بھی ہوسکتا ہے۔ اس صورت میں وہ چیزیں مراد ہوں گی جو اللہ کے ذکر میں معین ومددگار ہوں جن میں کھانا پینا بھی بقدر ضرورت داخل ہے اور زندگی کے اسباب ضروریہ بھی اس میں داخل ہیں اور اس صورت میں اللہ کا ذکر ہر چیز کو جو عبادت کی قبیل سے ہو شامل ہے اور یہ بھی ہوسکتا ہے کہ اس کے قریب ہونے سے اللہ کا قرب مراد ہو تو اس صورت میں ساری عبادتیں اس میں داخل ہوں گی اور اللہ کے ذکر سے مخصوص ذکر مراد ہوگا اور دونوں صورتوں میں علم ان میں خود داخل ہوگیا تھا۔ پہلی صورت میں اس وجہ سے کہ علم ہی اللہ کے ذکر کے قریب لے جاتا ہے کہ "بے علم نتواں خدارا شناخت" (بغیر علم کے اللہ کو پہچان نہیں سکتا) اور دوسری صورت میں اس وجہ سے کہ علم سے بڑھ کر کون سی عبادت ہوگی لیکن اس کے باوجود پھر عالم اور طالب علم کو علیحدہ اہتمام کی وجہ سے فرمایا کہ علم بہت ہی بڑی دولت ہے۔

ایک حدیث میں آیا ہے کہ علم کا صرف اللہ کے لئے سیکھنا اللہ کے خوف کے حکم میں ہے اور اس کی طلب (یعنی تلاش کیلئے کہیں جانا) عبادت ہے اور اس کا یاد کرنا تسبیح ہے اور اس کی تحقیقات میں بحث کرنا جہاد ہے اور اس کا پڑھنا صدقہ ہے اور اس کا اہل پر خرچ کرنا اللہ کے یہاں قربت ہے۔ اس لئے کہ علم جائز ناجائز کے پہچاننے کیلئے علامت ہے اور جنت کے راستوں کا نشان ہے وحشت میں جی بہلانے والا ہے اور سفر کا ساتھی ہے (کہ کتاب کا دیکھنا دونوں کام دیتا ہے اسی طرح) تنہائی میں ایک محدث ہے خوشی اور رنج میں دلیل ہے دشمنوں پر ہتھیار ہے۔ دوستوں کیلئے حق تعالیٰ شانہٗ اس کی وجہ سے ایک جماعت (علماء) کو بلند مرتبہ کرتا ہے کہ وہ خیر کی طرف بلانے والے ہوتے ہیں اور ایسے امام ہوتے ہیں کہ ان کے نشانِ قدم پر چلا جائے اور ان کے افعال کا اتباع کیا جائے اُنکی رائے کی طرف رجوع کیا جائے۔ فرشتے اُن سے دوستی کرنے کی رغبت کرتے ہیں۔ اپنے پروں کو (برکت حاصل کرنے کیلئے یا محبت کے طور پر) ان پر مَلتے ہیں اور ہر تر اور خشک چیز دنیا کی اُن کے لئے اللہ سے مغفرت کی دعا کرتی ہے حتیٰ کہ سمندر کی مچھلیاں اور جنگل کے درندے اور چوپائے اور زہریلے جانور (سانپ وغیرہ) تک بھی دعائے مغفرت کرتے رہتے ہیں اور یہ سب اسلئے کہ علم دلوں کی روشنی ہے آنکھوں کا نُور ہے۔ علم کی وجہ سے بندہ اُمت کے بہترین افراد تک پہنچ جاتا ہے۔ دنیا اور آخرت کے بلند مرتبوں کو حاصل کرلیتا ہے اسکا مطالعہ روزوں کے برابر ہے اسکا یاد کرنا تہجد کے برابر ہے۔ اُسی سے رشتے جوڑے جاتے ہیں اور اسی سے حلال و حرام کی پہچان ہوتی ہے۔ وہ عمل کا امام ہے اور علم اس کا تابع ہے۔ سعید لوگوں کو اس کا الہام کیا جاتا ہے اور بدبخت اس سے محروم رہتے ہیں اس حدیث پر مجموعی طور سے بعض نے کلام کیا ہے لیکن جس قسم کے فضائل اس میں ذکر کئے گئے ہیں ان کی تائید دوسری روایات سے بھی ہوتی ہے نیز ان کے علاوہ اور بہت سے فضائل حدیث کی کتابوں میں بکثرت آئے ہیں۔ اس وجہ سے عالم اور طالب علم کو خاص طور سے حدیث بالا میں ذکر فرمایا ہے۔

وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ

سب سے افضل ذکر اور افضل دُعاء

عن جابر رضی اللہ عنہ عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم قال افضل الذکر لا الہ الا اللہ وافضل الدعاء الحمد للّٰہ (مشکوٰۃ المصابیح)

ترجمہ: حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ تمام اذکار میں افضل لا الہ الا اللہ ہے اور تمام دعاؤں میں افضل الحمد للہ ہے۔

تشریح: لا الہ الا اللہ کا افضل الذکر ہونا تو ظاہر ہے اور بہت سی احادیث میں کثرت سے وارد ہوا ہے۔ نیز سارے دین کا مدار ہی کلمہ توحید پر ہے تو پھر اس سے افضل ہونے میں کیا تردد ہے۔ اور الحمد للہ کو افضل دُعا اس لحاظ سے فرمایا ہے کہ کریم کی ثناء کا مطلب سوال ہی ہوتا ہے۔ عام مشاہدہ ہے کہ کسی رئیس ' امیر ' نواب کی تعریف میں قصیدہ خوانی کا مطلب اس سے سوال ہی ہوتا ہے۔ حضرت ابنِ عباسؓ فرماتے ہیں کہ جو شخص لا الہ الا اللہ پڑھے اس کے بعد اس کو الحمد للہ بھی کہنا چاہیے اس لئے کہ قرآن پاک میں فَادْعُوْهُ مُخْلِصِيْنَ لَهُ الدِّيْنَ کے بعد اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ وارد ہے۔ ملا علی قاریؒ فرماتے ہیں اس میں ذرا بھی شک نہیں کہ تمام ذکروں میں افضل اور سب سے بڑھا ہوا ذکر کلمہ طیبہ ہے کہ یہی دین کی وہ بنیاد ہے جس پر سارے دین کی تعمیر ہے اور یہ وہ پاک کلمہ ہے کہ دین کی چکی اسی کے گرد گھومتی ہے۔ اسیوجہ سے صوفیہ اور عارفین اسی کلمہ کا اہتمام فرماتے ہیں اور سارے اذکار پر اس کو ترجیح دیتے ہیں اور اسی کی جتنی ممکن ہو کثرت کراتے ہیں کہ تجربہ سے اس میں جسقدر فوائد اور منافع معلوم ہوئے ہیں کسی دوسرے میں نہیں۔

سید علی بن میمون مغربیؒ کا واقعہ

چنانچہ سیّد علی بن میمونؒ مغربی کا قصہ مشہور ہے کہ جب شیخ علوان حمویؒ جو ایک متبحر عالم اور مفتی اور مدرس تھے سیّد صاحب کی خدمت میں حاضر ہوئے اور سیّد صاحب کی اُن پر خصوصی توجہ ہوئی تو اُن کو سارے مشاغل درس تدریس فتویٰ وغیرہ سے روک دیا اور سارا وقت ذکر میں مشغول کر دیا۔ عوام کا تو کام ہی اعتراض اور گالیاں دینا ہے۔ لوگوں نے بڑا شور مچایا کہ شیخ کے منافع سے دنیا کو محروم کر دیا اور شیخ کو ضائع کر دیا وغیرہ وغیرہ۔ کچھ دنوں بعد سیّد صاحب کو معلوم ہوا کہ شیخ کسی وقت کلام اللہ کی تلاوت کرتے ہیں ' سیّد صاحب نے اس کو بھی منع کر دیا تو پھر تو پوچھنا ہی کیا ' سیّد صاحبؒ پر زندیقی اور بددینی کا الزام لگنے لگا۔ لیکن چند ہی روز بعد شیخ پر ذکر کا اثر ہو گیا اور دل رنگ گیا تو سیّد صاحبؒ نے فرمایا کہ اب تلاوت شروع کردو۔ کلامِ پاک جو کھولا تو ہر ہر لفظ پر وہ وہ علوم و معارف کھُلے کہ پوچھنا ہی کیا ہے۔ سیّد صاحب نے فرمایا کہ میں نے خدانخواستہ تلاوت کو منع نہیں کیا تھا بلکہ اس چیز کو پیدا کرنا چاہتا تھا۔

دنیا کا وجود اسی کلمہ سے قائم ہے

چونکہ یہ پاک کلمہ دین کی اصل ہے ایمان کی جڑ ہے اس لئے جتنی بھی اس کی کثرت کی جائے گی اتنی ہی ایمان کی جڑ مضبوط ہوگی ایمان کا مدار اسی کلمہ پر ہے بلکہ دنیا کے وجود کا مدار اسی کلمہ پر ہے۔ چنانچہ صحیح حدیث میں وارد ہے کہ قیامت اس وقت تک نہیں ہوسکتی جب تک لا الہ الا اللہ کہنے والا کوئی

زمین پر ہو۔ دوسری حدیثوں میں آیا ہے کہ جب تک کوئی بھی اللہ اللہ کہنے والا روئے زمین پر ہو قیامت نہیں ہوگی۔

کلمہ طیبّہ سے بڑھ کر کوئی وظیفہ نہیں ہے

حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ ایک مرتبہ حضرت موسیٰ علیٰ نبینا وعلیہ الصلوٰۃ والسلام نے اللہ جل جلالہٗ کی پاک بارگاہ میں عرض کیا کہ مجھے کوئی وردِ تعلیم فرمادیجئے جس سے آپ کو یاد کیا کروں اور آپ کو پکارا کروں۔ ارشاد خداوندی ہوا کہ لا الہ الا اللہ کہا کرو۔ انہوں نے عرض کیا اے پروردگار یہ تو ساری ہی دنیا کہتی ہے۔ ارشاد ہوا کہ لا الہ الا اللہ کہا کرو۔ عرض کیا میرے رب میں تو کوئی ایسی مخصوص چیز مانگتا ہوں جو مجھی کو عطا ہو ارشاد ہوا کہ

اگر ساتوں آسمان اور ساتوں زمینیں ایک پلڑے میں رکھ دی جائیں اور دوسری طرف لا الہ الا اللہ کو رکھ دیا جائے۔ تو لا الہ الا اللہ والا پلڑا جھک جائے گا۔

فائدہ: اللہ جل جلالہ عم نوالہ کی عادت شریفہ یہی ہے کہ جو چیز جس قدر ضرورت کی ہوتی ہے اُتنی ہی عام عطا کی جاتی ہے۔ ضروریات دنیویہ ہی میں دیکھ لیا جائے کہ سانس، پانی ہوا کیسی عام ضرورت کی چیزیں ہیں، اللہ جل شانہٗ نے ان کو کس قدر عام فرما رکھا ہے۔ البتہ یہ ضروری چیز ہے کہ اللہ کے یہاں وزن اخلاص کا ہے جس قدر اخلاص سے کوئی کام کیا جائے گا اتنا ہی وزنی ہوگا اور جسقدر اخلاص کی کمی اور بے دلی سے کیا جائیگا اتنا ہی ہلکا ہوگا۔ اخلاص پیدا کرنے کے لئے بھی جس قدر مفید اس کلمہ کی کثرت ہے اتنی کوئی دوسری چیز نہیں کہ اس کلمہ کا نام ہی جلاء القلوب (دلوں کی صفائی) ہے۔ اسی وجہ سے حضرات صوفیہ اس کا ورد کثرت سے بتاتے ہیں اور سینکڑوں نہیں بلکہ ہزاروں کی مقدار میں روزانہ کا معمول تجویز کرتے ہیں۔

ملاّ علی قاریؒ نے لکھا ہے کہ ایک مرید نے اپنے شیخ سے عرض کیا تھا کہ میں ذکر کرتا ہوں مگر دل غافل رہتا ہے انہوں نے فرمایا کہ ذکر برابر کرتے رہو اور اس پر اللہ کا شکر کرتے رہو کہ اس نے ایک عضو یعنی زبان کو اپنی یاد کی توفیق عطا فرمائی اور اللہ سے دل کی توجہ کے لئے دُعا کرتے رہو۔ اس قسم کا واقعہ احیاء العلوم میں بھی ابوعثمان مغربیؒ کے متعلق نقل کیا گیا کہ ان سے کسی مرید نے شکایت کی تھی جس پر انہوں نے یہ جواب دیا تھا۔ درحقیقت بہترین نسخہ ہے۔ حق تعالیٰ شانہٗ کا کلام پاک میں ارشاد ہے کہ اگر تم شکر کروگے تو میں اضافہ کروں گا۔ ایک حدیث میں وارد ہے کہ اللہ کا ذکر اس کی بڑی نعمت ہے اس کا شکر ادا کیا کرو کہ اللہ نے ذکر کی توفیق عطا فرمائی۔

دعا کیجئے

اے اللہ! ہمیں ایسا بنا دیجئے کہ ہم سب سے زیادہ آپ کا ذکر کرنے والے سب سے زیادہ آپ کو فرمانبرداری کرنے والے اور سب سے زیادہ آپ سے محبت کرنے والے بن جائیں۔ اے اللہ! ہمیں ایسا بنا دیجئے کہ ہم اپنے سارے دل کیساتھ آپ سے محبت کریں اور آپ کو راضی کرنے میں اپنی ساری کوششیں صرف کردیں۔ اے اللہ! ہم آپ سے دین و دنیا اور اہل وعیال میں معافی اور اچھے انجام کا سوال کرتے ہیں۔ اے اللہ! ہمیں بخش دیجئے اور ہمارے گھروں میں وسعت اور رزق میں برکت عطا فرما دیجئے۔ وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی شفاعت کا سب سے زیادہ مستحق

عن ابی هریرة رضی الله عنه قال قلت یا رسول الله من اسعد الناس بشفاعتک یوم القیمة قال رسول الله صلی الله علیه وسلم لقد ظننت یا اباهریرة ان لا یسئلنی عن هذا الحدیث احد اوّل منک لما رأیت من حرصک علی الحدیث اسعد الناس بشفاعتی یوم القیمة من قال لا اله الا الله خالصا من قلبه اونفسه. (رواه البخاری)

ترجمہ: حضرت ابوہریرہؓ نے ایک مرتبہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم سے دریافت کیا کہ آپ کی شفاعت کا سب سے زیادہ نفع اُٹھانے والا قیامت کے دن کون شخص ہوگا۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ مجھے احادیث پر تمہاری حرص دیکھ کر یہی گمان تھا کہ اس بات کو تم سے پہلے کوئی دوسرا شخص نہ پوچھے گا (پھر حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے سوال کا جواب ارشاد فرمایا) کہ سب سے زیادہ سعادت منداور نفع اٹھانے والا میری شفاعت کے ساتھ وہ شخص ہوگا جو دل کے خلوص کے ساتھ لا الہ الا اللہ کہے۔

تشریح: سعادت کہتے ہیں کہ آدمی کو خیر کی طرف پہنچانے کے لئے توفیق الٰہی کے شاملِ حال ہونے کو اب اخلاص سے کلمہ طیبہ پڑھنے والے کا سب سے زیادہ مستحقِ شفاعت ہونیکے دو مطلب ہوسکتے ہیں۔ ایک تو یہ کہ اس حدیث سے وہ شخص مراد ہے جو اخلاص سے مسلمان ہوا اور کوئی نیک عمل بجز کلمہ طیبہ پڑھنے کے اس کے پاس نہ ہو اس صورت میں ظاہر ہے کہ سب سے زیادہ سعادت اس کو شفاعت ہی سے حاصل ہوسکتی ہے کہ اپنے پاس تو کوئی عمل نہیں ہے۔ اس مطلب کے موافق یہ حدیث ان احادیث کے قریب قریب ہوگی جن میں ارشاد ہے کہ میری شفاعت میری اُمت کے کبیرہ گناہ والوں کے لئے ہے کہ وہ اپنے اعمال کی وجہ سے جہنم میں ڈالے جائیں گے لیکن کلمہ طیبہ کی برکت سے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی شفاعت اُن کو نصیب ہوگی۔ دوسرا مطلب یہ ہے کہ اس کے مصداق وہ لوگ ہیں جو اخلاص سے اس کلمہ کا ورد رکھیں اور نیک اعمال ہوں۔ ان کے سب سے زیادہ سعادت مند ہونے کا مطلب یہ ہے کہ زیادہ نفع حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی شفاعت سے ان کو پہنچے گا کہ ترقی درجات کا سبب بنے گی۔ علامہ عینیؒ نے لکھا ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی شفاعت قیامت کے دن چھ طریقہ سے ہوگی۔ اوّل میدانِ حشر کی قید سے خلاصی کی ہوگی کہ حشر میں ساری مخلوق طرح طرح کے مصائب میں مبتلا پریشان حال یہ کہتی ہوئی ہوگی کہ ہم کو جہنم ہی میں ڈال دیا جائے مگر ان مصائب سے تو خلاصی ہو۔ اس وقت جلیل القدر انبیاء کی خدمت میں یکے بعد دیگرے حاضری ہوگی کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم ہی اللہ کے یہاں سفارش فرمائیں مگر کسی کو جرأت نہ ہوگی کہ سفارش فرماسکیں بالآخر حضور صلی اللہ علیہ وسلم شفاعت فرمائیں گے۔ یہ شفاعت تمام عالم تمام مخلوق جن وانس، مسلم کافر سب کے حق میں ہوگی اور سب ہی اس سے منتفع ہوں گے احادیث قیامت میں اس کا مفصّل قصہ مذکور ہے۔ دوسری شفاعت بعض کفّار کے حق میں تخفیفِ عذاب کی ہوگی۔ جیسا ابوطالب کے بارہ میں صحیح حدیث میں وارد ہوا ہے۔ تیسری شفاعت بعض مؤمنوں کو جہنم سے نکالنے کے بارہ میں ہوگی جو اس میں داخل ہوچکے ہیں۔ چوتھی شفاعت بعض مؤمن جو اپنی بداعمالیوں کی وجہ سے جہنم میں داخل ہونے کے مستحق ہوچکے ہیں ان کی جہنم سے معافی اور جہنم میں نہ داخل ہونے کے بارے میں ہوگی۔ پانچویں شفاعت بعض مؤمنین کے بغیر حساب کتاب جنت میں داخل ہونے میں ہوگی۔ اور چھٹی شفاعت مؤمنین کے درجات بلند ہونے میں ہوگی۔

وَاٰخِرُ دَعْوَانَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ

4

کلمہ اخلاص کی برکت اور علامت

عن زیدبن ارقم رضی اللہ عنہ قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم من قال لا الہ الا اللہ مخلصا دخل الجنۃ قیل وما اخلاصھا قال ان تحجزہ عن محارم اللہ (رواہ الطبرانی فی الاوسط والکبیر)

ترجمہ: حضرت زیدؓ بن ارقم حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے نقل کرتے ہیں جو شخص اخلاص کے ساتھ لا الہ الا اللہ کہے وہ جنت میں داخل ہوگا کسی نے پوچھا کہ کلمہ کے اخلاص (کی علامت) کیا ہے آپ نے فرمایا کہ حرام کاموں سے اس کو روک دے۔

تشریح: اور یہ ظاہر ہے کہ جب حرام کاموں سے رُک جائے گا اور **لا الہ الا اللہ** کا قائل ہوگا تو اسکے سیدھا جنت میں جانے میں کیا تردّد ہے لیکن اگر حرام کاموں سے نہ بھی رُکے تب بھی اس کلمہ پاک کی یہ برکت تو بلا تردّد ہے کہ اپنی بداعمالیوں کی سزا بھگتنے کے بعد کسی نہ کسی وقت جنت میں ضرور داخل ہوگا البتہ اگر خدانخواستہ بداعمالیوں کی بدولت اسلام وایمان ہی سے محروم ہوجائے تو دوسری بات ہے۔

حضرت فقیہ ابواللّیث سمرقندیؒ ''تنبیہ الغافلین'' میں لکھتے ہیں ہر شخص کے لئے ضروری ہے کہ کثرت سے **لا الہ الا اللہ** پڑھتا رہا کرے اور حق تعالیٰ شانہٗ سے ایمان کے باقی رہنے کی دعا بھی کرتا رہے اور اپنے کو گناہوں سے بچاتا رہے اس لئے کہ بہت سے لوگ ایسے ہیں کہ گناہوں کی نحوست سے آخر میں ان کا ایمان سلب ہوجاتا ہے۔ اور دنیا سے کفر کی حالت میں جاتے ہیں اس سے بڑھ کر اور کیا مصیبت ہوگی کہ ایک شخص کا نام ساری عمر مسلمانوں کی فہرست میں رہا ہو مگر قیامت میں وہ کافروں کی فہرست میں ہو یہ حقیقی حسرت اور کمال حسرت ہے۔ اس شخص پر افسوس نہیں ہوتا جو گرجا یا بُت خانہ میں ہمیشہ رہا ہو اور وہ کافروں کی فہرست میں آخر میں شمار کیا جائے۔ افسوس ہے اس پر جو مسجد میں رہا ہو اور کافروں میں شمار ہوجائے اور یہ بات گناہوں کی کثرت سے اور تنہائیوں میں حرام کاموں میں مبتلا ہونے سے پیدا ہوتی ہے۔ بہت سے لوگ ایسے ہوتے ہیں جن کے پاس دوسروں کا مال ہوتا ہے اور وہ یہ سمجھتے ہیں کہ یہ دوسروں کا ہے مگر دل کو سمجھاتے ہیں کہ میں کسی وقت اس کو واپس کردونگا اور صاحبِ حق سے معاف کرالونگا مگر اس کی نوبت نہیں آتی اور موت اس سے قبل آجاتی ہے۔ بہت سے لوگ ہیں کہ بیوی کو طلاق ہوجاتی ہے اور وہ اس کو سمجھتے ہیں مگر پھر بھی اس سے ہمبستری کرتے ہیں اور اسی حالت میں موت آجاتی ہے کہ توبہ کی بھی توفیق نہیں ہوتی ہے۔ ایسے ہی حالات میں آخر میں ایمان سلب ہوجاتا ہے **اللھم احفظنا منہ**۔

ایک نوجوان کا واقعہ

حدیث کی کتابوں میں ایک قصہ لکھا ہے کہ حضورؐ کے زمانہ میں ایک نوجوان کا انتقال ہونے لگا۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کیا گیا کہ اس سے کلمہ نہیں پڑھا جاتا۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لے گئے اور اس سے دریافت فرمایا کیا بات ہے۔ عرض کیا کہ یارسول اللہ ایک قفل سا دل پر لگا ہوا ہے تحقیق حالات سے معلوم ہوا کہ اس کی ماں اس سے ناراض ہے اور اس نے ماں کو ستایا ہے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ماں کو بُلایا اور

دریافت فرمایا کہ اگر کوئی شخص بہت سی آگ جلا کر اس تمہارے لڑکے کو اسمیں ڈالنے لگے تو تم سفارش کروگی اس نے عرض کیا ہاں حضورؐ کروں گی تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ ایسا ہے۔ تو اس کا قصور معاف کردے۔ انہوں نے سب معاف کردیا۔ پھر اس سے کلمہ پڑھنے کو کہا گیا تو فوراً پڑھ لیا۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اللہ کا شکر ادا کیا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی وجہ سے انہوں نے آگ سے نجات پائی اس قسم کے سینکڑوں واقعات پیش آتے ہیں کہ ہم لوگ ایسے گناہوں میں مبتلا رہتے ہیں جن کی نحوست دین اور دنیا دونوں میں نقصان پہنچاتی ہے۔

لا الہ الا اللہ کو خلط ملط کرنا

صاحب احیاء نے لکھا ہے کہ ایک مرتبہ حضورؐ نے خطبہ پڑھا۔ جس میں ارشاد فرمایا کہ جو شخص لا الہ الا اللہ کو اس طرح سے کہے کہ خلط ملط نہ ہو تو اس کے لئے جنت واجب ہو جاتی ہے۔ حضرت علیؓ نے عرض کیا کہ حضورؐ اسکو واضح فرمادیں خلط ملط کا کیا مطلب ہے۔ ارشاد فرمایا کہ دنیا کی محبت اور اسکی طلب میں لگ جانا۔ بہت سے لوگ ایسے ہیں کہ انبیاء کی سی باتیں کرتے ہیں اور متکبر اور جابر لوگوں کے سے عمل کرتے ہیں اگر کوئی اس کلمہ کو اس طرح کہے کہ یہ کام نہ کرتا ہو تو جنت اس کے لئے واجب ہے۔

دعا کیجئے

اے اللہ! ہمیں اپنے ذکر کی توفیق عطا فرمایئے۔

اے اللہ! ہمیں اپنے حقیقی ذکر یعنی ہمہ وقت آپ کے احکامات کو پیش نظر رکھتے ہوئے زندگی بسر کرنے کی توفیق عطا فرمایئے۔

اے اللہ! ہمیں اپنی محبت نصیب فرمایئے اور مسنون اذکار و وظائف کو صبح و شام پڑھنے کی توفیق عطا فرمایئے۔

اے اللہ! ہمیں ایسا بنا دیجئے کہ ہم سب سے زیادہ آپ کا ذکر کرنے والے سب سے زیادہ آپ کو فرمانبرداری کرنے والے اور سب سے زیادہ آپ سے محبت کرنے والے بن جائیں۔

اے اللہ! ہمیں ایسا بنا دیجئے کہ ہم اپنے سارے دل کیساتھ آپ سے محبت کریں اور آپ کو راضی کرنے میں اپنی ساری کوششیں صرف کردیں۔

اے اللہ! ہم آپ سے دین و دنیا اور اہل و عیال میں معافی اور اچھے انجام کا سوال کرتے ہیں۔

اے اللہ! ہمیں بخش دیجئے اور ہمارے گھروں میں وسعت اور رزق میں برکت عطا فرما دیجئے۔

وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ

کلمہ اخلاص کی برکت اور علامت

عن زیدبن ارقم رضی اللہ عنہ قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم من قال لا الہ الا اللہ مخلصا دخل الجنۃ قیل وما اخلاصھا قال ان تحجزہ عن محارم اللہ (رواہ الطبرانی فی الاوسط والکبیر)

ترجمہ: حضرت زیدؓ بن ارقم حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے نقل کرتے ہیں جو شخص اخلاص کے ساتھ لا الہ الا اللہ کہے وہ جنت میں داخل ہوگا کسی نے پوچھا کہ کلمہ کے اخلاص (کی علامت) کیا ہے آپ نے فرمایا کہ حرام کاموں سے اس کو روک دے۔

کلمہ لا الہ الا اللہ سیدھا عرش تک پہنچتا ہے

حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ کوئی بندہ ایسا نہیں کہ لا الہ الا اللہ کہے اور اس کے لئے آسمانوں کے دروازے نہ کھل جائیں جہاں تک کہ یہ کلمہ سیدھا عرش تک پہنچتا ہے بشرطیکہ کبیرہ گناہوں سے بچتا رہے۔

کتنی بڑی فضیلت ہے اور قبولیت کی انتہا ہے کہ یہ کلمہ براہِ راست عرش معلّٰی تک پہنچتا ہے اور یہ ابھی معلوم ہو چکا ہے کہ اگر کبیرہ گناہوں کے ساتھ بھی کہا جائے تو نفع سے اس وقت بھی خالی نہیں۔

ملا علی قاریؒ فرماتے ہیں کہ کبائر سے بچنے کی شرط قبول کی جلدی اور آسمان کے سب دروازے کھلنے کے اعتبار سے ہے ورنہ ثواب اور قبول سے کبائر کیساتھ بھی خالی نہیں۔ بعض علماء نے اس حدیث کا یہ مطلب بیان فرمایا ہے کہ ایسے شخص کے واسطے مرنے کے بعد اُس کی رُوح کے اعزاز میں آسمان کے سب دروازے کھُل جائیں گے۔ ایک حدیث میں آیا ہے دو کلمے ایسے ہیں کہ اُن میں سے ایک کے لئے عرش سے نیچے کوئی منتہا نہیں۔ دوسرا آسمان اور زمین کو (اپنے نور یا اپنے اجر سے) بھر دے۔ ایک لا الہ الا اللہ دوسرا اللہ اکبر۔

کلمہ لا الہ الا اللہ پر جنت ومغفرت کی بشارت

حضرت شدادؓ فرماتے ہیں اور حضرت عبادہؓ اس واقعہ کی تصدیق کرتے ہیں کہ ایک مرتبہ ہم لوگ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر تھے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے دریافت فرمایا۔ کوئی اجنبی (غیر مسلم) تو مجمع میں نہیں۔ ہم نے عرض کیا کوئی نہیں ارشاد فرمایا کواڑ بند کر دو۔ اس کے بعد ارشاد فرمایا ہاتھ اٹھاؤ اور کہو لا الہ الا اللہ ہم نے تھوڑی دیر ہاتھ اٹھائے رکھے (اور کلمہ طیبہ پڑھا) پھر فرمایا الحمدللہ اے اللہ تُو نے مجھے یہ کلمہ دے کر بھیجا ہے اور اس کلمہ پر جنت کا وعدہ کیا ہے اور تُو وعدہ خلاف نہیں ہے اس کے بعد حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ہم سے فرمایا کہ خوش ہو جاؤ اللہ نے تمہاری مغفرت فرما دی۔

غالباً اجنبی کو اس لئے دریافت فرمایا تھا اور اسی لئے کواڑ بند کرائے تھے کہ ان لوگوں کے کلمہ طیبہ پڑھنے پر تو حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کو مغفرت کی بشارت کی امید ہوگی، اوروں کے متعلق یہ اُمید نہ ہو۔ صوفیہ نے اس حدیث سے مشائخ کا اپنے مریدین کی جماعت کو ذکر تلقین کرنے پر استدلال کیا ہے۔ چنانچہ جامع الاصول میں لکھا ہے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا صحابہؓ کو جماعۃً اور منفرداً ذکر تلقین کرنا ثابت ہے۔ جماعت کو تلقین کرنے میں اس حدیث کو پیش کیا ہے۔ اس صورت میں کواڑوں کا بند کرنا مُستفیدین کی توجہ کے تام کرنے کی غرض سے ہوا اور اسی وجہ سے اجنبی کو دریافت فرمایا کہ غیر کا مجمع میں ہونا حضورؐ پر تشتت کا

سبب اگر چہ نہ ہو لیکن مستفیدین کے تشتت کا احتمال تو تھا ہی

ایمان کی تجدید

حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے کہ اپنے ایمان کی تجدید کرتے رہا کرو یعنی تازہ کرتے رہا کرو۔ صحابہؓ نے عرض کیا یا رسول اللہ ایمان کی تجدید کس طرح کریں؟ ارشاد فرمایا کہ لا الہ الا اللہ کو کثرت سے پڑھتے رہا کرو۔

ایمان کے پرانا ہونے کا مطلب

ایک روایت میں حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد وارد ہوا ہے کہ ایمان پُرانا ہوجاتا ہے۔ جیسا کہ کپڑا پُرانا ہوجاتا ہے اسلئے اللہ جل شانہٗ سے ایمان کی تجدید مانگتے رہا کرو۔ پُرانے ہوجانیکا مطلب یہ ہے کہ معاصی سے قوتِ ایمانیہ اور نورِ ایمان جاتا رہتا ہے چنانچہ ایک حدیث میں آیا ہے کہ جب بندہ کوئی گناہ کرتا ہے تو ایک سیاہ نشان (دھبّہ) اس کے دل میں ہوجاتا ہے اگر وہ سچی توبہ کرلیتا ہے تو وہ نشان دُھل جاتا ہے ورنہ جما رہتا ہے اور پھر جب دوسرا گناہ کرتا ہے تو دوسرا نشان ہوجاتا ہے اسی طرح سے آخر دل بالکل کالا ہوجاتا ہے اور زنگ آلود ہوجاتا ہے جس کو حق تعالیٰ شانہٗ نے سورہ تطفیف میں ارشاد فرمایا ہے كَلَّا بَلْ رَانَ عَلٰى قُلُوْبِهِمْ مَّا كَانُوْا يَكْسِبُوْنَ اس کے بعد اس کے دل کی حالت ایسی ہوجاتی ہے کہ حق بات اسمیں اثر اور سرایت ہی نہیں کرتی۔ ایک حدیث میں آیا ہے کہ چار چیزیں آدمی کے دل کو برباد کردیتی ہیں۔ ۱۔ احمقوں سے مقابلہ ۲۔ گناہوں کی کثرت ۳۔ عورتوں کے ساتھ کثرتِ اختلاط اور ۴۔ مردہ لوگوں کے پاس کثرت سے بیٹھنا۔ کسی نے پوچھا مردوں سے کیا مراد ہے فرمایا ہر وہ مال دار جس کے اندر مال نے اکڑ پیدا کردی ہو۔

موت سے پہلے لا الہ الا اللہ کا کثرت سے اقرار کرلو

حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ لا الہ الا اللہ کا اقرار کثرت سے کرتے رہا کرو۔ قبل اس کے کہ ایسا وقت آئے کہ تم اس کلمہ کو نہ کہہ سکو۔

یعنی موت حائل ہوجائے کہ اس کے بعد کسی عمل کا بھی وقت نہیں رہتا۔ زندگی کا زمانہ بہت ہی تھوڑا سا ہے اور یہ ہی عمل کرنے کا اور تخم بولینے کا وقت ہے اور مرنے کے بعد کا زمانہ بہت ہی وسیع ہے اور وہاں وہی مل سکتا ہے جو یہاں بودیا گیا۔

دعا کیجئے

اے اللہ! ہمیں اپنے ذکر کی توفیق عطا فرمائیے۔

اے اللہ! ہمیں ایسا بنادیجئے کہ ہم اپنے سارے دل کیساتھ آپ سے محبت کریں اور آپ کو راضی کرنے میں اپنی ساری کوششیں صرف کردیں۔

اے اللہ! ہم آپ سے دین ودنیا اور اہل وعیال میں معافی اور اچھے انجام کا سوال کرتے ہیں۔

اے اللہ! ہمیں بخش دیجئے اور ہمارے گھروں میں وسعت اور رزق میں برکت عطا فرمادیجئے۔

وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ

جو دل سے لا الہ الا اللہ پڑھے اس پر جہنم حرام ہو جاتی ہے

عن عمرو رضی الله عنه قال سمعت رسول الله صلی الله علیه وسلم یقول انی لا علم کلمة لا یقولها عبدحقا من قلبه فیموت علی ذلک الا حرم علی النار لا اله الا الله. (رواه الحاکم)

ترجمہ: حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ میں ایک ایسا کلمہ جانتا ہوں کہ کوئی بندہ ایسا نہیں ہے کہ دل سے حق سمجھ کر اس کو پڑھے اور اسی حال میں مرجائے مگر وہ جہنم پر حرام ہو جائے وہ کلمہ لا الہ الا اللہ ہے۔

تشریح: بہت سی روایات میں یہ مضمون وارد ہوا ہے ان سب سے اگر یہ مراد ہے کہ وہ مسلمان ہی اس وقت ہوا ہے تب تو کوئی اشکال ہی نہیں کہ اسلام لانے کے بعد کفر کے گناہ بالاتفاق معاف ہیں اور اگر یہ مراد ہے کہ پہلے سے مسلمان تھا اور اخلاص کے ساتھ اس کلمہ کو کہہ کر مرا ہے تب بھی کیا بعید ہے کہ حق تعالیٰ شانہٗ اپنے لطف سے سارے ہی گناہ معاف فرمادیں۔ حق تعالیٰ شانہٗ کا تو خود ہی ارشاد ہے کہ شرک کے علاوہ سارے ہی گناہ جس کے چاہیں گے معاف فرمادیں گے۔ ملاّ علی قاریؒ نے بعض علماء سے یہ بھی نقل کیا ہے کہ یہ اور اس قسم کی احادیث اس کے اعتبار سے ہیں جب تک دوسرے احکام نازل نہیں ہوئے تھے۔ بعض علماء نے فرمایا ہے کہ اس سے مراد اس کلمہ کو اس کے حق کی ادائیگی کے ساتھ کہنا۔ حضرت بصری وغیرہ حضرات کی بھی یہی رائے ہے۔ امام بخاری کی تحقیق یہ ہے کہ ندامت کے ساتھ اس کلمہ کو کہا ہو کہ یہی حقیقت توبہ کی ہے اور پھر اسی حال پر انتقال ہوا ہو۔ ملاعلی قاریؒ کی تحقیق یہ ہے کہ اس سے ہمیشہ جہنم میں رہنے کی حرمت مراد ہے۔ ان سب کے علاوہ ایک کھلی ہوئی بات اور بھی ہے وہ یہ کہ کسی چیز کا کوئی خاص اثر ہونا اس کے منافی نہیں کہ کسی عارض کیوجہ سے وہ اثر نہ کر سکے۔ سقمونیا کا اثر اسہال ہے لیکن اگر اس کے بعد کوئی سخت قابض چیز کھالی جائے تو یقیناً سقمونیا کا اثر نہ ہوگا لیکن اس کا مطلب یہ نہیں کہ اس دوا کا وہ اثر نہیں رہا بلکہ اس عارض کی وجہ سے اس شخص پر اثر نہ ہو سکا۔

جنت کی چابی

حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ لا الہ الا اللہ کا اقرار کرنا جنت کی کنجیاں ہیں۔

فائدہ: کنجیاں اس لحاظ سے فرمایا کہ ہر دروازہ کی اور ہر جنت کی کنجی یہ ہی کلمہ ہے اسلئے ساری کنجیاں یہی کلمہ ہوا' یا اس لحاظ سے کہ یہ کلمہ بھی دو جزو لئے ہوئے ہے ایک لا الہ الا اللہ کا اقرار دوسرے محمد رسول اللہ کا اقرار' اس لئے دو ہو گئے کہ دونوں کے مجموعہ سے کھل سکتا ہے اور بھی ان روایات میں جہاں جہاں جنت کے دخول یا جہنم کے حرام ہونے کا ذکر ہے اُس سے مراد پورا ہی کلمہ ہے۔ ایک حدیث میں وارد ہے کہ جنت کی قیمت لا اله الا الله ہے۔

برائیوں کو نیکیوں میں بدلنے والا کلمہ

حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ جو بھی بندہ کسی وقت بھی دن میں یا رات میں لا الہ الا اللہ کہتا ہے تو اعمال نامہ میں سے برائیاں مٹ جاتی ہیں' اور ان کی جگہ نیکیاں لکھی جاتی ہیں۔

فائدہ: ہر معنی کے اعتبار سے گناہوں کا اس حدیث میں اعمالنامہ سے مٹانا تو معلوم ہوتا ہی ہے البتہ اخلاص ہونا ضروری ہے اور کثرت سے اللہ کا پاک نام لینا اور کلمہ طیبہ کا کثرت سے پڑھنا خود بھی اخلاص پیدا کرنیوالا ہے اسی لئے اس پاک کلمہ کا نام اخلاص ہے۔

کلمہ طیبہ پڑھنے والے کی مغفرت

حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ عرش کے سامنے نور کا ستون ہے جب کوئی شخص لا الہ الا اللہ کہتا ہے تو وہ ستون ہلنے لگتا ہے۔ اللہ کا ارشاد ہوتا ہے کہ ٹھیر جا۔ وہ عرض کرتا ہے۔ کیسے ٹھہروں حالانکہ کلمہ طیبہ پڑھنے والے کی ابھی تک مغفرت نہیں ہوئی ارشاد ہوتا ہے کہ اچھا میں نے اس کی مغفرت کردی تو وہ ستون ٹھہر جاتا ہے۔

فائدہ: محدثین حضراتؒ کو اس روایت میں کلام ہے لیکن علامہ سیوطیؒ نے لکھا ہے کہ یہ روایت کئی طریقوں سے مختلف الفاظ سے نقل کی گئی ہے بعض روایتوں میں اس کے ساتھ اللہ جل شانہٗ کا یہ بھی ارشاد وارد ہوا ہے کہ میں نے کلمہ طیبہ اس شخص کی زبان پر اسی لئے جاری کرادیا تھا کہ اس کی مغفرت کروں۔ کس قدر لطف وکرم ہے اللہ کا کہ خود ہی توفیق عطا فرماتے ہیں اور پھر خود ہی اُس لطف کی تکمیل میں مغفرت فرماتے ہیں۔

ایک باندی کا واقعہ: حضرت عطاؒ کا قصہ مشہور ہے کہ وہ ایک مرتبہ بازار تشریف لے گئے۔ وہاں ایک دیوانی باندی فروخت ہورہی تھی اُنہوں نے خرید لی۔ جب رات کا کچھ حصہ گذرا تو وہ دیوانی اٹھی اور وضو کرکے نماز شروع کردی اور نماز میں اس کی حالت یہ تھی کہ آنسوؤں سے دم گھٹا جارہا تھا۔ اس کے بعد اُس نے کہا اے میرے معبود آپ کو مجھ سے محبت رکھنے کی قسم مجھ پر رحم فرمادیجئے۔ عطاؒ نے یہ سُن کر فرمایا کہ لونڈی یوں کہہ اے اللہ مجھے آپ سے محبت رکھنے کی قسم۔ یہ سنکر اس کو غصہ آیا اور کہنے لگی اُس کے حق کی قسم اگر اس کو مجھ سے محبت نہ ہوتی تو تمہیں یوں میٹھی نیند نہ سلاتا اور مجھے یوں کھڑا نہ کرتا۔ اس کے بعد اُس نے یہ اشعار پڑھے۔

الکرب مجتمع والقلب محترق
والصبر مفترق والدمع مستبق
کیف القرار علی من لا قرار له
مما جناه الهوی والشوق والفلق
یا رب ان کان شیء فیه لی فرج
فامنن علی به مادام بی رمق

ترجمہ: بے چینی جمع ہورہی ہے اور دل جل رہا ہے اور صبر جُدا ہوگیا اور آنسو بہ رہے ہیں۔ اس کو کس طرح قرار آسکتا ہے جس کو عشق و شوق اور بے چینی کے حملوں کی وجہ سے ذرا بھی سکون نہیں۔ اے اللہ اگر کوئی چیز ایسی ہوسکتی ہے جس میں غم سے نجات ہو تو زندگی میں اُس کو عطا فرما کر مجھ پر احسان فرما۔ اس کے بعد اُس نے کہا۔ اے اللہ میرا اور آپ کا معاملہ اب راز میں نہیں رہا مجھے اٹھا لیجئے یہ کہہ کر ایک چیخ ماری اور مرگئی۔ اس قسم کے اور بھی بہت سے واقعات ہیں اور کھلی ہوئی بات ہے کہ توفیق جب تک شاملِ حال نہ ہوکیا ہوسکتا ہے۔ وَمَا تَشَآءُوْنَ اِلَّآ اَنْ يَّشَآءَ اللّٰهُ رَبُّ الْعٰلَمِيْنَ ۝ (اور تم بدون خدائے رب العالمین کے چاہے۔ کچھ نہیں چاہ سکتے ہو)۔

دعا کیجئے

اے اللہ! ہمیں اپنے حقیقی ذکر یعنی ہمہ وقت آپ کے احکامات کو پیش نظر رکھتے ہوئے زندگی بسر کرنے کی توفیق عطا فرمائیے۔

اے اللہ! ہمیں اپنی محبت نصیب فرمائیے اور مسنون اذکار و وظائف کو صبح وشام پڑھنے کی توفیق عطا فرمائیے۔

اے اللہ! ہمیں ایسا بنادیجئے کہ ہم سب سے زیادہ آپ کا ذکر کرنے والے سب سے زیادہ آپ کو فرمانبرداری کرنے والے اور سب سے زیادہ آپ سے محبت کرنے والے بن جائیں۔ وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ

قبر وحشر کے عذاب سے نجات

عن ابن عمر رضی الله عنه قال قال رسول الله صلی الله علیه وسلم لیس علی اهل لا اله الا الله وحشة فی قبورهم ولا منشرهم وکانی انظر الی اهل لا اله الا الله وهم ینفضون التراب عن رؤسهم ویقولون الحمد لله الذی اذهب عنا الحزن وفی روایة لیس علی اهل لا اله الا الله وحشة عندا لموت ولا عند القبر. (رواه الطبرانی)

ترجمہ: حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ لا الہ الا اللہ والوں پر نہ قبروں میں وحشت ہے نہ میدانِ حشر میں اس وقت گویا وہ منظر میرے سامنے ہے کہ جب وہ اپنے سروں سے مٹی جھاڑتے ہوئے (قبروں سے) اُٹھیں گے اور کہیں گے تمام تعریف میں اللہ کے لئے ہے جس نے ہم سے (ہمیشہ کے لئے) رنج وغم دُور کردیا۔ دوسری حدیث میں ہے کہ لا الہ الا اللہ والوں پر نہ موت کیوقت وحشت ہوگی نہ قبر کے وقت۔

لا الہ الا اللہ والوں سے اللہ تعالیٰ کا معاملہ

تشریح: حضرت ابن عباسؓ فرماتے ہیں کہ ایک مرتبہ حضرت جبرئیل علیہ السلام حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس تشریف لائے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نہایت غمگین تھے۔ حضرت جبرئیل علیہ السلام نے عرض کیا کہ اللہ جل جلالہٗ نے آپ کو سلام فرمایا ہے اور ارشاد فرمایا کہ آپ کو رنجیدہ اور غمگین دیکھ رہا ہوں یہ کیا بات ہے (حالانکہ حق تعالیٰ شانہٗ دلوں کے بھید جاننے والے ہیں لیکن اکرام واعزاز اور اظہار شرافت کیواسطے اس قسم کے سوال کرائے جاتے تھے) حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ جبرئیل مجھے اپنے اُمت کا فکر بہت بڑھ رہا ہے کہ قیامت میں ان کا کیا حال ہوگا۔ حضرت جبرئیل علیہ السلام نے دریافت کیا کہ کفار کے بارے میں یا مسلمانوں کے بارہ میں۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ مسلمانوں کے بارے میں فکر ہے۔ حضرت جبرئیل نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو ساتھ لیا اور ایک مقبرہ پر تشریف لے گئے جہاں قبیلہ بنوسلمہ کے لوگ دفن تھے۔ حضرت جبرئیلؑ نے ایک قبر پر ایک پر مارا اور ارشاد فرمایا کہ قم باذن الله (اللہ کے حکم سے کھڑا ہوجا) اُس قبر سے ایک نہایت حسین خوبصورت چہرہ والا اٹھا وہ کہہ رہا تھا۔ لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰهِ اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ حضرت جبرئیلؑ نے ارشاد فرمایا کہ اپنی جگہ لوٹ جا وہ چلا گیا۔ پھر دوسری قبر پر دوسرا پَر مارا اور ارشاد فرمایا کہ اللہ کے حکم سے کھڑا ہو جا۔ اس میں سے ایک شخص نہایت بدصورت کالا مُنہ کیری آنکھوں والا کھڑا ہوا۔ وہ کہہ رہا تھا ہائے افسوس ہائے شرمندگی' ہائے مصیبت۔ پھر حضرت جبرئیلؑ نے فرمایا اپنی جگہ لوٹ جا۔ اس کے بعد حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کیا کہ جس حالت پر یہ لوگ مرتے ہیں۔ اُسی حالت پر اُٹھیں گے۔ حدیث بالا میں لا اله الا الله والوں سے بظاہر لوگ مراد ہیں جن کو اس کلمہ پاک کیساتھ خصوصی لگاؤ' خصوصی مناسبت' خصوصی اشتغال ہو اس لئے کہ دُودھ والا جوتوں والا' موتی والا' برف والا وہی شخص کہلاتا ہے جس کے ہاں ان چیزوں کی خصوصی بکری' اور خصوصی ذخیرہ موجود ہو۔ اس لئے لا اله الا الله والوں کے ساتھ اس معاملہ میں کوئی اشکال نہیں۔ قرآن

پاک میں سورۂ فاطر میں اس اُمت کے تین طبقے بیان فرمائے ہیں۔ ایک طبقہ سابق بالخیرات کا بیان فرمایا جن کے متعلق حدیث میں آیا ہے کہ وہ بے حساب جنت میں داخل ہونگے۔

اعمال کے ترازو میں کلمہ شہادت کا وزن

حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ حق تعالیٰ شانہٗ قیامت کے دن میری اُمت میں سے ایک شخص کو منتخب فرما کر تمام دنیا کے سامنے بلائیں گے اور اس کے سامنے ننانوے دفتر اعمال کے کھولیں گے ہر دفتر اتنا بڑا ہوگا کہ منتہائے نظر تک (یعنی جہاں تک نگاہ جاسکے وہاں تک) پھیلا ہوا ہوگا۔ اسکے بعد اس سے سوال کیا جائیگا کہ ان اعمالناموں میں سے تو کسی چیز کا انکار کرتا ہے۔ کیا میرے ان فرشتوں نے جو اعمال لکھنے پر متعین تھے تجھ پر کچھ ظلم کیا ہے (کہ کوئی گناہ بغیر کئے ہوئے لکھ لیا ہو یا کرنے سے زیادہ لکھ لیا ہو) وہ عرض کرے گا نہیں (نہ انکار کی گنجائش ہے نہ فرشتوں نے ظلم کیا) پھر ارشاد ہوگا کہ تیرے پاس ان بداعمالیوں کا کوئی عذر ہے وہ عرض کرے گا کوئی عذر بھی نہیں۔ ارشاد ہوگا اچھا تیری ایک نیکی ہمارے پاس ہے آج تجھ پر کوئی ظلم نہیں ہے پھر ایک کاغذ کا پُرزہ نکالا جائیگا جس میں اَشْھَدُ اَنْ لَّا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ وَاَشْھَدُ اَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُہٗ وَرَسُوْلُہٗ لکھا ہوا ہوگا ارشاد ہوگا کہ جا اسکو تلوا لے وہ عرض کریگا کہ اتنے دفتروں کے مقابلہ میں یہ پُرزہ کیا کام دیگا ارشاد ہوگا کہ آج تجھ پر ظلم نہیں ہوگا پھر اُن سب دفتروں کو ایک پلڑے میں رکھ دیا جاویگا اور دوسری جانب وہ پرزہ ہوگا تو دفتروں والا پلڑا اُڑنے لگے گا اُس پرزہ کے وزن کے مقابلہ میں۔ پس بات یہ ہے کہ اللہ کے نام سے کوئی چیز وزنی نہیں۔

کسی مسلمان کو حقیر نہ سمجھو لیکن نہی عن المنکر بھی نہ چھوڑو

حدیث شریف میں ایک قصہ آتا ہے کہ بنی اسرائیل میں دو آدمی تھے ایک عابد تھا اور دوسرا گنہگار۔ وہ عابد اس گنہگار کو ہمیشہ ٹوکا کرتا تھا وہ کہہ دیتا کہ مجھے میرے خدا پر چھوڑ۔ ایک دن اس عابد نے غصہ میں آ کر کہہ دیا کہ خدا کی قسم تیری مغفرت کبھی نہیں ہوگی۔ حق تعالیٰ شانہٗ نے عالمِ ارواح میں دونوں کو جمع فرمایا اور گنہگار کو اس لئے کہ وہ رحمت کا اُمیدوار تھا معاف فرمایا اور عابد کو اس قسم کھانے کی پاداش میں عذاب کا حکم فرمادیا اور اس میں کیا شک ہے کہ یہ قسم نہایت سخت تھی۔ خود حق تعالیٰ شانہٗ تو ارشاد فرمائیں

اِنَّ اللّٰہَ لَا یَغْفِرُ اَنْ یُّشْرَکَ بِہٖ وَیَغْفِرُ مَا دُوْنَ ذٰلِکَ لِمَنْ یَّشَآءُ

(حق تعالیٰ شانہٗ کفر و شرک کی مغفرت نہیں فرماویں گے اس کے علاوہ ہر گناہ کی جس کے لئے چاہیں گے مغفرت فرماویں گے) تو کسی کو کیا حق ہے یہ کہنے کا کہ فلاں کی مغفرت نہیں ہوسکتی لیکن اس کا مطلب یہ بھی نہیں ہے کہ معاصی پر گناہوں پر ناجائز باتوں پر گرفت نہ کی جائے ٹوکا نہ جائے۔ قرآن وحدیث میں سینکڑوں جگہ اس کا حکم ہے نہ ٹوکنے پر وعید ہے۔ احادیث میں بکثرت آیا ہے کہ جو لوگ کسی کو گناہ کرتے دیکھیں اور اس کو روکنے پر قادر ہوں اور نہ روکیں تو وہ خود اس کی سزا میں مبتلا ہوں گے عذاب میں شریک ہوں گے یہاں ایک ضروری چیز یہ بھی قابل لحاظ ہے کہ جہاں دینداروں کا گنہگاروں کو قطعی جہنمی سمجھ لینا مہلک ہے وہاں جہلا کا ہر شخص کو مقتدا اور بڑا بنالینا خواہ کتنے ہی کفریات بکے، سم قاتل اور نہایت مہلک ہے۔ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ جو شخص کسی بدعتی کی تعظیم کرتا ہے وہ اسلام کے منہدم کرنے پر اعانت کرتا ہے۔ بہت سی احادیث میں آیا ہے کہ آخر زمانہ میں دجال، مکار، کذّاب پیدا ہوں گے جو ایسی احادیث تم کو سُناویں گے جو تم نے نہ سُنی ہوں گی۔ ایسا نہ ہو کہ وہ تم کو گمراہ کریں اور فتنہ میں ڈال دیں۔

وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ

کلمہ طیبہ کے اقرار کرنے کی فضیلت

عن ابن عباس رضی اللہ عنه قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیه وسلم والذی نفسی بیده لوجئی بالسموات والارض ومن فیهن وما بینهن وما تحتهن فوضعن فی کفة المیزان ووضعت شهادة ان لا اله الا اللہ فی الکفة الاخری لرجحت بهن. (اخرجه الطبرانی)

ترجمہ: حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ اس پاک ذات کی قسم جس کے قبضہ میں میری جان ہے اگر تمام آسمان وزمین اور جو لوگ اُن کے درمیان میں ہیں وہ سب اور جو چیزیں اُن کے درمیان میں ہیں وہ سب کچھ اور جو کچھ ان کے نیچے ہے وہ سب کا سب ایک پلڑے میں رکھ دیا جائے اور لا الہ الا اللہ کا اقرار دوسری جانب ہو تو وہی تول میں بڑھ جائیگا۔

تشریح: اس قسم کا مضمون بہت سی مختلف روایتوں میں ذکر کیا گیا ہے۔ اس میں شک نہیں کہ اللہ کے پاک نام کی برابر کوئی بھی چیز نہیں۔ بدقسمتی اور محرومی ہے ان لوگوں کی جو اس کو ہلکا سمجھتے ہیں۔ البتہ اس میں وزن اخلاص سے پیدا ہوتا ہے جس قدر اخلاص ہوگا اتنا ہی وزنی یہ پاک نام ہوسکتا ہے اسی اخلاص کے پیدا کرنے کے واسطے مشائخ صوفیہ کی جوتیاں سیدھی کرنا پڑتی ہیں۔ ایک حدیث میں اس ارشاد نبویؐ سے پہلے ایک اور مضمون مذکور ہے وہ یہ کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ ارشاد فرمایا کہ میت کو لا الہ الا اللہ تلقین کیا کرو جو شخص مرتے وقت اس پاک کلمہ کو کہتا ہے اس کے لئے جنت واجب ہوجاتی ہے۔ صحابہؓ نے عرض کیا یارسول اللہ اگر کوئی تندرستی ہی میں کہے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا پھر تو اور بھی زیادہ جنت کو واجب کرنے والا ہے۔ اس کے بعد یہ قسمیہ مضمون بھی ارشاد فرمایا جو اُوپر ذکر کیا گیا۔

انبیاء کرام علیہم السلام کی بعثت اسی کلمہ کیلئے ہوئی

حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں ایک مرتبہ کافر حاضر ہوئے اور پوچھا کہ اے محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) تم اللہ کے ساتھ کسی دوسرے معبود کو نہیں جانتے (نہیں مانتے) حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا لا الہ الا اللہ (نہیں کوئی معبود اللہ کے سوا) اسی کلمہ کے ساتھ میں مبعوث ہوا ہوں اور اس کی طرف لوگوں کو بلاتا ہوں اسی بارہ میں آیت قُلْ اَیُّ شَیْءٍ اَکْبَرُ شَهَادَةً نازل ہوئی۔

حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ اسی کلمہ کے ساتھ میں مبعوث ہوا ہوں یعنی نبی بنا کر بھیجا گیا ہوں اور اسی کلمہ کی طرف لوگوں کو بلاتا ہوں۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشاد کا مطلب یہ نہیں کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی اس میں خصوصیت ہے بلکہ سارے ہی نبی اسی کلمہ کیساتھ نبی بنا کر بھیجے گئے اور سب ہی انبیاءؑ نے اسی کلمہ کی طرف دعوت دی ہے۔ حضرت آدم علیٰ نبینا وعلیہ الصلوٰۃ والسلام سے لے کر ختم الانبیاء فخر رُسل صلی اللہ علیہ وسلم تک کوئی بھی نبی ایسا نہیں ہے جو اس مبارک کلمہ کی دعوت نہ دیتا ہو۔ کس قدر بابرکت اور مہتم بالشان کلمہ ہے کہ سارے انبیاء اور سارے سچے مذہب اسی پاک کلمہ کی طرف بُلانے والے اور اسی کے شائع کرنے والے رہے۔ آخر کوئی بات تو ہے کہ اس سے کوئی بھی سچا مذہب خالی نہیں اسی کلمہ کی تصدیق میں قرآن پاک کی آیت قُلْ اَیُّ شَیْءٍ اَکْبَرُ شَهَادَةً (سورہ انعام ع ۲) نازل ہوئی جس میں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی تصدیق میں حق تعالیٰ شانہٗ کی گواہی کا ذکر ہے۔ ایک حدیث میں وارد ہے کہ جب بندہ لا الہ الا اللہ کہتا ہے تو حق تعالیٰ شانہٗ اس کی تصدیق فرماتے ہیں اور ارشاد فرماتے

ہیں میرے بندہ نے سچ کہا ہے میرے سوا کوئی معبود نہیں۔

امت محمدیہ کے اعمال بھاری ہونے کا سبب

حضرت عیسیٰ علی نبینا وعلیہ الصلوٰۃ والسلام فرماتے ہیں کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی امت کے اعمال (حشر کی ترازو میں اسلئے) سب سے زیادہ بھاری ہیں کہ ان کی زبانیں ایک ایسے کلمے کیساتھ مانوس ہیں جو اُن سے پہلی اُمتوں پر بھاری تھا۔ وہ کلمہ لا الہ الا اللہ ہے۔

امت محمدیہ میں کلمہ طیبہ کے ورد کی کثرت

فائدہ: یہ ایک کھلی ہوئی بات ہے کہ امت محمدیہ علی صاحبہا اُلف الف صلوٰۃ وتحیۃ کے درمیان کلمہ طیبہ کا جتنا زور اور کثرت ہے کسی اُمت میں بھی اتنی کثرت نہیں ہے۔ مشائخ سلوک کی لاکھوں نہیں کروڑوں کی مقدار ہے اور پھر ہر شیخ کے کم وبیش سینکڑوں مرید اور تقریباً سب ہی کے یہاں کلمہ طیبہ کا ورد ہزاروں کی مقدار میں روزانہ کے معمولات میں داخل ہے۔ جامع الاصول میں لکھا ہے کہ لفظ اللہ کا ذکر ورد کے طور پر کم از کم پانچ ہزار کی مقدار ہے اور زیادہ کے لئے کوئی حد نہیں اور صوفیہ کے لئے کم از کم پچیس ہزار روزانہ اور لا الہ الا اللہ کی مقدار کے متعلق لکھا ہے کہ کم از کم پانچ ہزار روزانہ ہو۔ یہ مقداریں مشائخ سلوک کی تجویز کے موافق کم وبیش ہوتی رہتی ہیں۔ میرا مقصود حضرت عیسیٰ علی نبینا وعلیہ الصلوٰۃ والسلام کی تائید میں مشائخ کا انداز بیان کرنا ہے کہ ایک ایک شخص کے لئے روزانہ کی مقداریں کم از کم یہ بتائی گئی ہیں۔

حضرت شاہ ولی اللہ صاحبؒ نے ''قولِ جمیل'' میں اپنے والد سے نقل کیا ہے کہ میں ابتدائے سلوک میں ایک سانس میں لا الہ الا اللہ دوسو مرتبہ کہا کرتا تھا۔

شیخ ابو یزید قرطبیؒ فرماتے ہیں میں نے یہ سُنا کہ جو شخص ستر ہزار مرتبہ لا الہ الا اللہ پڑھے اسکو دوزخ کی آگ سے نجات ملے۔ میں نے یہ خبر سنکر ایک نصاب یعنی ستر ہزار کی تعداد اپنی بیوی کیلئے بھی پڑھا اور کئی نصاب خود اپنے لئے پڑھ کر ذخیرۂ آخرت بنایا۔ ہمارے پاس ایک نوجوان رہتا تھا جس کے متعلق یہ مشہور تھا کہ یہ صاحب کشف ہے۔ جنت دوزخ کا بھی اسکو کشف ہوتا ہے۔ مجھے اسکی صحت میں کچھ تردد تھا۔ ایک مرتبہ وہ نوجوان ہمارے ساتھ کھانے میں شریک تھا کہ دفعۃً اُس نے ایک چیخ ماری اور سانس پھولنے لگا اور کہا کہ میری ماں دوزخ میں جل رہی ہے اس کی حالت مجھے نظر آئی قرطبیؒ کہتے ہیں کہ میں اس کی گھبراہٹ دیکھ رہا تھا۔ مجھے خیال آیا کہ ایک نصاب اس کی ماں کو بخش دوں جس سے اس کی سچائی کا بھی مجھے تجربہ ہو جائیگا۔ چنانچہ میں نے ایک نصاب ستر ہزار کا اُن نصابوں میں سے جو اپنے لیے پڑھے تھے اس کی ماں کو بخش دیا۔ میں نے اپنے دل میں چپکے ہی سے بخشا تھا اور میرے اس پڑھنے کی خبر بھی اللہ کے سوا کسی کو نہ تھی مگر وہ نوجوان فوراً کہنے لگا کہ چچا میری ماں دوزخ کے عذاب سے ہٹا دی گئی۔ قرطبیؒ کہتے ہیں کہ مجھے اس قصہ سے دو فائدے ہوئے۔ ایک تو اس برکت کا جو ستر ہزار کی مقدار پر میں نے سنی تھی اس کا تجربہ ہوا دوسرے اس نوجوان کی سچائی کا یقین ہو گیا۔

یہ ایک واقعہ ہے اس قسم کے نہ معلوم کتنے واقعات اس اُمت کے افراد میں پائے جاتے ہیں۔ صوفیہ کی اصطلاح میں ایک معمولی چیز پاسِ انفاس ہے یعنی اس کی مشق کہ کوئی سانس اللہ کے ذکر کے بغیر نہ اندر جائے نہ باہر آئے۔ اُمت محمدیہ کے کروڑوں افراد ایسے ہیں جن کو اسکی مشق حاصل ہے تو پھر کیا تردد ہے حضرت عیسیٰ علی نبینا وعلیہ الصلوٰۃ والسلام کے اس ارشاد میں کہ ان کی زبانیں اس کلمہ لا الہ الا اللہ کے ساتھ مانوس اور ہو گئیں۔

دعا کیجئے: اللہ پاک ہمیں بھی کلمہ طیبہ کے فوائد وثمرات عطا فرمائیں وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ

جنت کے دروازہ پر لکھی ہوئی عبارت

عن ابن عباس رضی اللّٰہ عنہ ان رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیہ وسلم قال مکتوب علی باب الجنۃ اننی انا اللّٰہ لا الہ الا انا لا اعذب من قالھا۔ (اخرجہ ابوالشیخ کذا فی الدر)

ترجمہ: حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ جنت کے دروازہ پر یہ لکھا ہوا ہے۔ (اِنَّنِیْٓ اَنَا اللّٰہُ لَآ اِلٰہَ اِلَّآ اَنَا لَآ اُعَذِّبُ مَنْ قَالَھَا) میں ہی اللہ ہوں میرے سوا کوئی معبود نہیں جو شخص اس (کلمہ) کو کہتا رہے گا۔ میں اسکو عذاب نہیں کرونگا۔

تشریح: گناہوں پر عذاب کا ہونا دوسری احادیث میں بکثرت آیا ہے اس لئے اس سے اگر دائمی عذاب مراد ہو تو کوئی اشکال نہیں لیکن کوئی خوش قسمت ایسے اخلاص سے اس جملہ کا ورد رکھنے والا ہو کہ باوجود گناہوں کے اس کو بالکل عذاب نہ کیا جائے یہ بھی رحمتِ خداوندی سے بعید نہیں ہے۔

عذاب سے حفاظت

حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم حضرت جبرئیل علیہ السلام سے نقل کرتے ہیں کہ اللہ جل جلالہٗ کا ارشاد ہے کہ میں ہی اللہ ہوں میرے سوا کوئی معبود نہیں لہٰذا میری ہی عبادت کیا کرو جو شخص تم میں سے اخلاص کے ساتھ لا الہ الا اللہ کی گواہی دیتا ہوا آوے گا۔ وہ میرے قلعہ میں داخل ہوجائیگا اور جو میرے قلعہ میں داخل ہوگا وہ میرے عذاب سے مامون ہوگا۔

فائدہ: اگر یہ بھی کبائر سے بچنے کے ساتھ مشروط ہو جیسا کہ حدیث نمبر ۵ میں گذر چکا تب تو کوئی اشکال ہی نہیں اور اگر کبائر کے باوجود یہ کلمہ کہے تو پھر قواعد کے موافق تو عذاب سے مراد دائمی عذاب ہے ہاں اللہ جل شانہٗ کی رحمت قواعد کی پابند نہیں۔ قرآن پاک کا صاف ارشاد ہے کہ اللہ جل شانہٗ شرک کو معاف نہیں فرمائیں گے اس کے علاوہ جس کو چاہیں گے معاف کردیں گے۔ چنانچہ ایک حدیث میں ہے کہ حق تعالیٰ شانہٗ اسی شخص کو عذاب کرتے ہیں جو اللہ پر تمرد (ہیکڑی) کرے اور لا الہ الا اللہ کہنے سے انکار کرے۔ ایک حدیث میں آیا ہے کہ لا الہ الا اللہ حق تعالیٰ شانہٗ کے غصہ کو دُور کرتا رہتا ہے جب تک کہ دنیا کو دین پر ترجیح نہ دینے لگیں اور جب دنیا کو دین پر ترجیح دینے لگیں اور لا الہ الا اللہ کہتے رہیں تو حق تعالیٰ شانہٗ فرماتے ہیں کہ تم اپنے دعویٰ میں سچے نہیں ہو۔

افضل ذکر اور افضل استغفار

حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ تمام ذکروں میں افضل لا الہ الا اللہ ہے اور تمام دعاؤں میں افضل استغفار ہے پھر اس کی تائید میں سورہ محمد کی آیت فَاعْلَمْ اَنَّہٗ لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ تلاوت فرمائی۔

اس فصل کی سب سے پہلی حدیث میں بھی یہ مضمون گذر چکا ہے کہ لا الہ الا اللہ سب اذکار سے افضل ہے جسکی وجہ صوفیہ نے یہ لکھی ہے کہ دل کے پاک ہونے میں اس ذکر کو خاص مناسبت ہے اس کی برکت سے دل ساری ہی گندگیوں سے پاک ہوجاتا ہے اور جب اس کیساتھ استغفار بھی شامل ہوجائے تو پھر کیا ہی کہنا۔ ایک حدیث میں وارد ہے کہ حضرت یونس ؑ کو جب مچھلی نے کھالیا تھا تو اس کے پیٹ میں ان کی یہ دعا تھی لَآ اِلٰہَ اِلَّآ اَنْتَ سُبْحٰنَکَ اِنِّیْ کُنْتُ مِنَ الظّٰلِمِیْنَ جو شخص بھی ان الفاظ سے دُعا مانگے گا وہ ضرور قبول ہوگی۔ اس فصل کی سب سے پہلی حدیث میں بھی یہ مضمون گذرا ہے کہ سب سے افضل اور بہترین ذکر لا الہ الا اللہ ہے لیکن وہاں سب سے افضل دعا الحمد للہ ارشاد ہوا تھا اور یہاں استغفار وارد ہے۔ اس قسم کا اختلاف حالات کے اعتبار

سے بھی ہوتا ہے ایک متقی پرہیز گار ہے اس کے لئے الحمد للہ سب سے افضل ہے۔ ایک گناہ گار ہے وہ توبہ واستغفار کا بہت محتاج ہے اس کے حق میں استغفار سب سے اہم ہے۔ اس کے علاوہ افضلیت بھی مختلف وجوہ سے ہوتی ہے منافع کے حاصل کرنے کے واسطے اللہ کی حمد وثنا سب سے زیادہ نافع ہے اور مضرتیں اور تنگیاں دُور کرنے کے لئے استغفار سب سے زیادہ مفید ہے۔ ان کے علاوہ اور بھی وجوہ اس قسم کے اختلاف کی ہوتی ہے۔

شیطان اور انسان کی ہلاکت کا سامان

حضرت ابوبکر صدیقؓ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم سے نقل کرتے ہیں کہ لا الہ الا اللہ اور استغفار کو بہت کثرت سے پڑھا کرو۔ شیطان کہتا ہے کہ میں نے لوگوں کو گناہوں سے ہلاک کیا اور انہوں نے مجھے لا الہ الا اللہ اور استغفار سے ہلاک کردیا۔ جب میں نے دیکھا (کہ یہ تو کچھ بھی نہ ہوا) تو میں نے ان کو ہوائے نفس (یعنی بدعات) سے ہلاک کیا اور وہ اپنے کو ہدایت پر سمجھتے رہے۔

لا الہ الا اللہ اور استغفار سے ہلاک کرنے کا مطلب یہ ہے کہ شیطان کا منتہائے مقصد دل پر اپنا زہر چڑھانا ہے جس کا ذکر باب اوّل فصل دوم کے نمبر ۱۴ پر گذر چکا اور یہ زہر جب ہی چڑھتا' جب دل اللہ کے ذکر سے خالی ہو ورنہ شیطان کی ذلت کیساتھ دل سے واپس ہونا پڑتا ہے اور اللہ کا ذکر دلوں کی صفائی کا ذریعہ ہے۔ چنانچہ مشکوٰۃ میں حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم سے نقل کیا ہے کہ ہر چیز کیلئے ایک صفائی ہوتی ہے دلوں کی صفائی اللہ کا ذکر ہے۔ اسی طرح استغفار کے بارہ میں کثرت سے احادیث میں یہ وارد ہوا ہے کہ دلوں کے مَیل اور زنگ کو دوُر کرنے والا ہے۔ ابوعلی دقاقؒ کہتے ہیں کہ جب بندہ اخلاص سے لا الہ کہتا ہے تو ایک دم دِل صاف ہوجاتا ہے (جیسا آئینہ پر بھیگا ہوا کپڑا پھیرا جائے) پھر وہ الا اللہ کہتا ہے تو صاف دل پر اُس کا نور ظاہر ہوتا ہے۔ ایسی صورت میں ظاہر ہے کہ شیطان کی ساری ہی کوشش بے کار ہوگئی اور ساری محنت رائیگاں گئی۔ ہوائے نفس سے ہلاک کرنے کا مطلب یہ ہے کہ ناحق کو حق سمجھنے لگے اور جو دل میں آجائے اسی کو دین اور مذہب بنالے۔ قرآن شریف میں کئی جگہ اس کی مذمّت وارد ہوئی ہے۔ ایک جگہ ارشاد ہے

اَفَرَءَيْتَ مَنِ اتَّخَذَ اِلٰهَهٗ هَوٰىهُ وَاَضَلَّهُ اللّٰهُ عَلٰى عِلْمٍ وَّخَتَمَ عَلٰى سَمْعِهٖ وَقَلْبِهٖ وَجَعَلَ عَلٰى بَصَرِهٖ غِشٰوَةً فَمَنْ يَّهْدِيْهِ مِنْۢ بَعْدِ اللّٰهِ اَفَلَا تَذَكَّرُوْنَ (سورۂ جاثیہ رکوع ۳)

(کیا آپ نے اس شخص کی حالت بھی دیکھی جس نے اپنا خدا اپنی خواہش نفس کو بنا رکھا ہے اور خدا تعالیٰ نے اسکو باوجود سمجھ بُوجھ کے گمراہ کردیا ہے اور اس کے کان اور دل پر مہر لگادی اور آنکھ پر پردہ ڈالدیا (کہ حق بات کو نہ سُنتا ہے نہ دیکھتا ہے نہ دل میں اُترتی ہے) پس اللہ کے (گمراہ کردینے کے) بعد کون ہدایت کرسکتا ہے پھر بھی تم نہیں سمجھتے) دوسری جگہ ارشاد ہے وَمَنْ اَضَلُّ مِمَّنِ اتَّبَعَ هَوٰىهُ بِغَيْرِ هُدًى مِّنَ اللّٰهِ ۗ اِنَّ اللّٰهَ لَا يَهْدِى الْقَوْمَ الظّٰلِمِيْنَ (سورۂ قصص رکوع ۵)

(ایسے شخص سے زیادہ گمراہ کون ہوگا جو اپنی نفسانی خواہش پر چلتا ہو بغیر اس کے کہ کوئی دلیل اللہ کی طرف سے (اُس کے پاس) ہو اللہ تعالیٰ ایسے ظالموں کو ہدایت نہیں کرتا) اور بھی متعدد جگہ اس قسم کا مضمون وارد ہوا یہ شیطان کا بہت ہی سخت حملہ ہے کہ وہ غیر دین کو دین کے لباس میں سمجھاوے اور آدمی اس کو دین سمجھ کر کرتا رہے اور اُس پر ثواب کا اُمیدوار بنا رہے۔ اور جب وہ اس کو عبادت اور دین سمجھ کر کررہا ہے تو اس سے توبہ کیونکر کرسکتا ہے۔ اگر کوئی شخص زنا کاری' چوری وغیرہ گناہوں میں مبتلا ہو تو کسی نہ کسی وقت توبہ اور چھوڑ دینے کی اُمید ہے' لیکن جب کسی ناجائز کام کو وہ عبادت سمجھتا ہے تو اس سے توبہ کیوں کرے اور کیوں اس کو چھوڑے بلکہ دن بدن اس میں ترقی کرے گا۔ یہی مطلب ہے شیطان کے اس کہنے کا کہ میں نے گناہوں میں مبتلا کیا لیکن ذکر اذکار توبہ استغفار سے وہ مجھے

دق کرتے رہے تو میں نے ایسے جال میں پھانس دیا کہ اس سے نکل ہی نہیں سکتے۔ اس لئے دین کے ہر کام میں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اور صحابہ کرام کے طریقہ کو اپنا رہبر بنانا بہت ہی ضروری امر ہے اور کسی ایسے طریقہ کو اختیار کرنا جو خلافِ سنت ہو۔ نیکی بر باد گناہ لازم ہے۔ امام غزالیؒ نے حسن بصریؒ سے بھی نقل کیا ہے وہ فرماتے ہیں۔ ہمیں یہ روایت پہنچی کہ شیطان کہتا ہے کہ میں نے اُمتِ محمدیہؐ کے سامنے گناہوں کو زیب و زینت کے ساتھ پیش کیا مگر ان کے استغفار نے میری کمر توڑ دی تو میں نے ایسے گناہ ان کے پاس پیش کئے جن کو وہ گناہ ہی نہیں سمجھتے کہ اُن سے استغفار کریں اور وہ اُہواء یعنی بدعات ہیں کہ وہ ان کو دین سمجھ کر کرتے ہیں۔ وہبؒ بن منبّہ کہتے ہیں کہ اللہ سے ڈر تو شیطان کو مجمعوں میں لعنت کرتا ہے اور چپکے سے اس کی اطاعت کرتا ہے اور اس سے دوستی کرتا ہے۔ بعض صوفیہ سے منقول ہے کہ کس قدر تعجب کی بات ہے کہ حق تعالیٰ شانہٗ جیسے محسن کے احسانات معلوم ہونیکے بعد اور اُن کے اقرار کے بعد اس کی نافرمانی کی جائے اور شیطان کی دشمنی کے باوجود اس کی عیاری اور سرکشی معلوم ہونے کے باوجود اس کی اطاعت کی جائے۔

دعا کیجئے: اے اللہ! ہمیں ایسا بنا دیجئے کہ ہم اپنے سارے دل کیساتھ آپ سے محبت کریں اور آپ کو راضی کرنے میں اپنی ساری کوششیں صرف کر دیں۔ وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ

تعلق مع اللہ کی حقیقت

عارف باللہ حضرت ڈاکٹر عبدالحیٔ عارفی قدس سرہٗ نے فرمایا:...... تعلق مع اللہ کیا چیز ہے اور کیسے حاصل ہوگا؟ تعلق مع اللہ کا ذریعہ تعلق مع الخلق ہے، پہلے مخلوق کے ہو جاؤ پھر خالق کے، اللہ تعالیٰ نے اپنے تعلق کے تمام آداب مخلوق کے ساتھ رکھے ہیں۔ اللہ تعالیٰ مخلوق کے لئے خالق ہیں، رب ہیں۔ ارحم الراحمین ہیں، کارساز ہیں۔ تمام صفتیں مخلوق سے وابستہ ہیں۔ مخلوق کا حق ادا کرو۔ تعلق مع اللہ خود بخود حاصل ہوگا۔ ایک مرتبہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے اللہ تعالیٰ سے عرض کیا کہ آپ کس دن اپنا جلوہ دکھائیں گے؟ میں آپ کا منتظر ہوں۔

کبھی اے حقیقت منتظر نظر آ لباس مجاز میں!   کہ ہزاروں سجدے تڑپ رہے ہیں مری جبینِ نیاز میں

اللہ تعالیٰ نے فرمایا آئیں گے، وعدہ کرلیا، اب حضرت عیسیٰ منتظر ہیں کہ اللہ میاں کب جلوہ نمائی فرماتے ہیں۔ کچھ عرصہ گزر گیا عرض کیا یا اللہ، میں تو بہت منتظر ہوں، اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہاں، میں تو آیا تھا مگر تم نے التفات ہی نہیں کیا تم سے ایک سائل نے سوال کیا تھا مگر تم نے اس کو رد کر دیا، وہ ہم ہی تو تھے اور تمہارے پڑوس میں ایک شخص بیمار تھا تو عیادت کو نہیں گئے، تم ہماری عیادت کو نہیں آئے کیونکہ وہ ہم ہی تھے تو معلوم ہوا کہ ان کے جلوے مخلوق میں نظر آتے ہیں۔ عالم خلق میں صفاتِ الٰہیہ کا ظہور ہے۔ جب تک صفات سے آشنا نہ ہوں گے ذات سے آشنا نہیں ہو سکتے اور ان تک نہیں پہنچ سکتے۔ عالم خلق میں صفات کا ظہور اس طرح سے ہے کہ کہیں وہ تواب رحیم ہے، کہیں صفتِ خالقیت، کہیں ربوبیت ہے، کہیں گنہگاروں کے لئے ستاریت اور غفاریت کا پرتو ہے تو جو شخص صفات سے آشنا ہو جاتا ہے وہ حقیقت میں ذات سے آشنا ہو جاتا ہے۔

صفات میں بڑی کشش ہے۔ حسن اگر ذات میں ہے تو صفات میں بھی ہے۔ حسن ایک چیز ہے جو اگر ذات سے تعلق رکھتا ہے تو صفات میں اس کے جلوے ہیں۔ سورج میں اگر روشنی ہے تو اس کے مظاہر بھی ہیں۔ ان میں بھی روشنی آئے گی۔ اللہ تعالیٰ حسین و جمیل ہیں تو ان کے جمال کے بھی مظاہر ہیں۔ اب اللہ تعالیٰ کی صفات کیسے معلوم ہوں گی؟ وہ اس طرح سے کہ اپنی ذات پر انعام الٰہیہ کو دیکھو کہ کس طرح حیرت انگیز طور پر ہم پر انعامات کی بارش ہو رہی ہے۔

توحید ورسالت پر مرنے والا جنت میں داخل ہوگا

عن معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم لا یموت عبد یشھد ان لا الہ الا اللہ وانی رسول اللہ یرجع ذلک الی قلب موقن الا دخل الجنۃ وفی روایۃ الا غفر اللہ لہ. (اخرجہ احمد)

ترجمہ: حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے۔ کہ جو شخص بھی اس حال میں مرے کہ لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ کی پکے دل سے شہادت دیتا ہو ضرور جنت میں داخل ہوگا۔ دوسری حدیث میں ہے کہ ضرور اُس کی اللہ تعالیٰ مغفرت فرما دیں گے۔

تشریح: حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم سے صحیح حدیث میں یہ بھی نقل کیا گیا کہ خوشخبری سنو اور دوسروں کو بھی بشارت سُنا دو کہ جو شخص سچے دل سے لا الہ الا اللہ کا اقرار کرے وہ جنت میں داخل ہوگا۔ اللہ جل جلالہٗ کے یہاں اخلاص کی قدر ہے اور اخلاص کے ساتھ تھوڑا سا عمل بھی بہت زیادہ اجر وثواب رکھتا ہے۔ دنیا کے دکھاوے کے واسطے لوگوں کے خوش کرنے کیواسطے کوئی کام کیا جاوے وہ تو اُن کی سرکار میں بے کار ہے بلکہ کرنیوالے کے لئے وَبال ہے لیکن اخلاص کے ساتھ تھوڑا سا عمل بھی بہت کچھ رنگ لاتا ہے۔ اسلئے اخلاص سے جو شخص کلمہ شہادت پڑھے اس کی ضرور مغفرت ہوگی وہ ضرور جنت میں داخل ہوکر رہے گا اس میں ذرا بھی تردّد نہیں۔ یہ ممکن ہے کہ وہ اپنے گناہوں کی وجہ سے کچھ دنوں سزا بھگت کر داخل ہو لیکن ضروری نہیں، کسی مخلص کا اخلاص مالک الملک کو پسند ہو اس کی کوئی خدمت ہی پسند آ جائے تو وہ سارے ہی گناہوں کو معاف فرما سکتے ہیں۔ ایسی کریم ذات پر ہم نہ مرمٹیں کتنی سخت محرومی ہے، بہر حال ان احادیث میں کلمہ طیبہ کے پڑھنے والے کیلئے بہت کچھ وعدے ہیں جن میں دونوں احتمال ہیں۔ قواعد کے موافق گناہوں کی سزا کے بعد معافی اور کرم لطف احسان اور مراحم خسروانہ میں بلا عذاب معافی۔

یحییٰ بن اکثم کا واقعہ

یحییٰ بن اکثمؒ ایک محدث ہیں۔ جب اُن کا انتقال ہوا تو ایک شخص نے ان کو خواب میں دیکھا۔ اُن سے پوچھا۔ کیا گذری۔ فرمانے لگے کہ میری پیشی ہوئی۔ مجھ سے فرمایا۔ او گنہگار بوڑھے! تو نے فلاں کام کیا فلاں کیا میرے گناہ گنوائے گئے اور کہا گیا کہ تُو نے ایسے ایسے کام کئے۔ میں نے عرض کیا یا اللہ مجھے آپ کی طرف سے یہ حدیث نہیں پہنچی۔ فرمایا اور کیا حدیث پہنچی۔ عرض کیا۔ مجھ سے عبدالرزاقؒ نے کہا اُن سے معمرؒ نے کہا اُن سے زہریؒ نے کہا اُن سے عروہؓ نے کہا اُن سے حضرت عائشہؓ نے کہا اُن سے حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا اُن سے حضرت جبرئیلؑ نے عرض کیا اُن سے آپ نے فرمایا کہ جو شخص اسلام میں بوڑھا ہوا اور میں اسکو اس کے اعمال کی وجہ سے) عذاب دینے کا ارادہ بھی کروں لیکن اس کے بُڑھاپے سے شرما کر معاف کر دیتا ہوں اور یہ آپ کو معلوم ہے کہ میں بوڑھا ہوں۔ ارشاد ہوا کہ عبدالرزاقؒ نے سچ کہا اور معمرؒ نے بھی سچ کہا زہریؒ نے بھی سچ کہا عروہؓ نے بھی سچ نقل کیا عائشہؓ نے بھی سچ کہا اور نبیؐ نے بھی سچ کہا اور جبرئیلؑ نے بھی سچ کہا اور میں نے بھی سچی بات کہی۔ یحییٰ رحمہ اللہ کہتے ہیں کہ اس کے بعد مجھے جنت میں داخلہ کا ارشاد فرما دیا۔

بغیر حجاب کے اللہ تعالیٰ کو پہنچانے والی چیز

حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ ہر عمل کے لئے اللہ کے یہاں پہنچنے کیلئے درمیان میں حجاب ہوتا ہے مگر لا الہ الا اللہ اور باپ کی دُعا بیٹے کیلئے ان دونوں کیلئے کوئی حجاب نہیں۔

پردہ نہ ہونے کا یہ مطلب ہے کہ ان چیزوں کے قبول ہونے میں ذرا سی بھی دیر نہیں لگتی اور اُمور کے درمیان میں قبول تک اور بھی واسطے حائل ہوتے ہیں لیکن یہ چیزیں براہِ راست بارگاہِ الٰہی تک فوراً پہنچتی ہیں۔

ایک بادشاہ کا واقعہ: ایک کافر بادشاہ کا قصہ لکھا ہے کہ نہایت متشدد متعصب تھا اتفاق سے مسلمانوں کی ایک لڑائی میں گرفتار ہوگیا چونکہ مسلمانوں کو اس سے تکلیفیں بہت پہنچی تھی اس لئے انتقام کا جوش ان میں بھی بہت تھا' اس کو ایک دیگ میں ڈال کر آگ پر رکھ دیا۔ اُس نے اوّل اپنے بُتوں کو پکارنا شروع کیا اور مدد چاہی' جب کچھ بن نہ پڑا تو وہیں مسلمان ہوا اور لا الہ الا اللہ کا ورد شروع کیا' لگا تار پڑھ رہا تھا اور ایسی حالت میں جس خلوص اور جوش سے پڑھا جاسکتا ہے ظاہر ہے۔ فوراً اللہ تعالیٰ شانہٗ کی طرف سے مدد ہوئی اور اس زور سے بارش ہوئی کہ وہ ساری آگ بھی بُجھ گئی' اور دیگ ٹھنڈی ہوگئی۔ اس کے بعد زور سے آندھی چلی جس سے وہ دیگ اُڑی اور دُور کسی شہر میں جہاں سب ہی کافر تھے جا کر گری۔ یہ شخص لگا تار کلمہ طیبہ پڑھ رہا تھا۔ لوگ اُس کے گرد جمع ہوگئے اور اعجوبہ دیکھ کر متحیّر تھے اس سے حال دریافت کیا اس نے اپنی سرگذشت سنائی جس سے وہ لوگ بھی مسلمان ہوگئے۔

اللہ کی رضا کیلئے کلمہ پڑھنے والے پر جہنم حرام ہے

حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے نہیں آئے گا کوئی شخص قیامت کے دن کہ لا الہ الا اللہ کو اس طرح سے کہتا ہو کہ اللہ کی رضا کے سوا کوئی مقصود نہ ہو مگر جہنم اس پر حرام ہوگی۔

فائدہ: جو شخص اخلاص کے ساتھ کلمہ طیبہ کا ورد کرتا رہا ہو اُس پر جہنم کی آگ حرام ہونا ظاہری قواعد کے موافق تو مقید ہے کبائر گناہ ہونے کیساتھ یا جہنم کے حرام ہونے سے اُسمیں ہمیشہ کا رہنا حرام ہے۔ لیکن اللہ جل شانہٗ اس پاک کلمہ کو اخلاص سے پڑھنے والے کو باوجود گناہوں کے بالکل ہی جہنم سے معاف فرما دیں تو کون روکنے والا ہے۔ احادیث میں ایسے بندوں کا بھی ذکر آتا ہے کہ قیامت کے دن حق تعالیٰ شانہٗ بعض لوگوں کو فرمائیں گے تو نے فلاں گناہ کیا فلاں کیا۔ اس طرح جب بہت سے گناہ گنوائے جا چکیں گے اور وہ سمجھے گا کہ میں ہلاک ہوگیا اور اقرار کے بغیر چارۂ کار نہ ہوگا تو ارشاد ہوگا کہ ہم نے دنیا میں تیری ستاری کی آج بھی ستاری کرتے ہیں تجھے معاف کردیا۔ اس نوع کے بہت سے واقعات احادیث میں موجود ہیں۔ اس لئے اُن ذاکرین کے لئے بھی اس قسم کا معاملہ ہو تو بعید نہیں ہے۔ اللہ کے پاک نام میں بڑی برکت اور بہبودی ہے اس لئے جتنی بھی کثرت ہو سکے دریغ نہ کرنا چاہیے۔ کیا ہی خوش نصیب ہیں وہ مبارک ہستیاں جنہوں نے اس پاک کلمہ کی برکات کو سمجھا اور اسکے ورد میں عمریں ختم کردیں۔

دعا کیجئے

اے اللہ! ہمیں ایسا بنا دیجئے کہ ہم اپنے سارے دل کیساتھ آپ سے محبت کریں اور آپ کو راضی کرنے میں اپنی ساری کوششیں صرف کردیں۔ اے اللہ! ہمیں ایسا بنا دیجئے کہ ہم سب سے زیادہ آپ کا ذکر کرنے والے سب سے زیادہ آپ کو فرمانبرداری کرنے والے اور سب سے زیادہ آپ سے محبت کرنے والے بن جائیں۔

وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ

موت کی تکلیف سے محفوظ رکھنے والا کلمہ

عن یحییٰ بن طلحة رضی الله عنه بن عبدالله قال روی طلحة حرینا فقیل له مالک قال انی سمعت رسول الله صلی الله علیه وسلم یقول انی لا علم کلمة لا یقولها عبد عند موته الا نفس الله عنه کربته واشرق لونه ورأی ما یسره وما منعنی ان اسأله عنها الا القدرة علیه حتی مات فقال عمر رضی الله عنه انی لا علمها قال فماهی قال لا نعلم کلمة هی اعظم من کلمة امربها عمه لا اله الا الله قال فهی والله هی. (اخرجه البیهقی)

ترجمہ: حضرت طلحہؓ کو لوگوں نے دیکھا کہ نہایت غمگین بیٹھے ہیں۔ کسی نے پوچھا کیا بات ہے فرمایا میں نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے یہ سُنا تھا کہ مجھے ایک کلمہ معلوم ہے کہ جو شخص مرتے وقت اس کو کہے تو موت کی تکلیف اس سے ہٹ جائے اور رنگ چمکنے لگے اور خوشی کا منظر دیکھے مگر مجھے حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم سے اس کلمہ کے پُوچھنے کی قدرت نہ ہوئی (اسکا رنج ہو رہا ہے) حضرت عمرؓ نے فرمایا مجھے معلوم ہے طلحہؓ (خوش ہو کر) کہنے لگے کیا ہے۔ حضرت عمرؓ نے فرمایا ہمیں معلوم ہے کہ کوئی کلمہ اس سے بڑھا ہوا نہیں ہے جس کو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے چچا (ابوطالب) پر پیش کیا تھا اور وہ یہ ہے لا الہ الا اللہ فرمایا واللہ یہی ہے واللہ یہی ہے۔

پانچ اندھیرے اور پانچ چراغ

تشریح: کلمہ طیبہ کا سراسر نور و سرور ہونا بہت سی روایات سے معلوم و مفہوم ہوتا ہے۔ حافظ ابن حجرؒ نے منبہات میں حضرت ابوبکر صدیقؓ سے نقل کیا ہے کہ اندھیرے پانچ ہیں اور پانچ ہی ان کیلئے چراغ ہیں۔ دنیا کی محبت اندھیرا ہے جس کا چراغ تقویٰ ہے اور گناہ اندھیرا ہے جس کا چراغ توبہ ہے اور قبر اندھیرا ہے جس کا چراغ لا اله الا الله محمد رسول الله ہے اور آخرت اندھیرا ہے جس کا چراغ نیک عمل ہے اور پُل صراط اندھیرا ہے جس کا چراغ یقین ہے۔ رابعہ عدویہؒ مشہور ولیّہ ہیں۔ رات بھر نماز میں مشغول رہتیں صبح صادق کے بعد تھوڑی دیر سو رہتیں اور جب صبح کا چاندنا اچھی طرح ہو جاتا تو گھبرا اٹھتیں اور نفس کو ملامت کرتیں کہ کب تک سوتا رہیگا عنقریب قبر کا زمانہ آنیوالا ہے جس میں صور پھونکنے تک سونا ہی ہوگا۔ جب انتقال کا وقت قریب ہوا تو ایک خادمہ کو وصیّت فرمائی کہ یہ ادنیٰ گدڑی جس کو وہ تہجد کے وقت پہنا کرتی تھیں اس میں مجھے کفن دے دینا اور کسی کو میرے مرنے کی خبر نہ کرنا۔ چنانچہ حسب وصیت تجہیز و تکفین کر دی گئی۔ بعد میں اُس خادمہ نے خواب میں دیکھا کہ وہ نہایت عُمدہ لباس پہنے ہوئے ہیں اُس نے دریافت کیا کہ وہ آپ کی گدڑی کیا ہوئی جس میں کفن دیا گیا تھا فرمایا کہ لپیٹ کر میرے اعمال کے ساتھ رکھ دی گئی۔ انہوں نے درخواست کی کہ مجھے کوئی نصیحت فرمائیں کہا کہ اللہ کا ذکر جتنا بھی کر سکو کرتی رہو کہ اس کی وجہ سے تم قبر میں قابلِ رشک بن جاؤ گی۔

کلمہ نجات:

حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم (روحی فداہ) کے وصال کیوقت صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اجمعین کو اس قدر سخت صدمہ تھا کہ بہت سے مختلف طور کے وساوس میں مبتلا ہو گئے تھے۔ حضرت

5 عثمانؓ فرماتے ہیں کہ میں بھی ان ہی لوگوں میں تھا جو وساوس میں گھرے ہوئے تھے حضرت عمرؓ میرے پاس تشریف لائے مجھے سلام کیا مگر مجھے مطلق پتہ نہ چلا انہوں نے حضرت ابوبکرؓ سے شکایت کی (عثمانؓ بھی بظاہر خفا ہیں کہ میں نے سلام کیا انہوں نے جواب بھی نہ دیا) اسکے بعد دونوں حضرات اکٹھے تشریف لائے اور سلام کیا اور حضرت ابوبکرؓ نے دریافت فرمایا کہ تم نے اپنے بھائی عمرؓ کے سلام کا بھی جواب نہ دیا (کیا بات ہے) میں نے عرض کیا کہ میں نے تو ایسا نہیں کیا' حضرت عمرؓ نے فرمایا ایسا ہی ہوا۔ میں نے عرض کیا کہ مجھے تو آپ کے آنے کی بھی خبر نہیں ہوئی کہ کب آئے نہ سلام کا پتہ چلا۔ حضرت ابوبکرؓ نے فرمایا سچ ہے ایسا ہی ہوا ہوگا غالباً تم کسی سوچ میں بیٹھے ہوگے میں نے عرض کیا واقعی میں ایک گہری سوچ میں تھا۔ حضرت ابوبکرؓ نے دریافت فرمایا کیا تھا میں نے عرض کیا حضورؐ کا وصال ہوگیا اور ہم نے یہ بھی نہ پوچھ لیا کہ اس کام کی نجات کس چیز میں ہے۔ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ میں پوچھ چکا ہوں۔ میں اُٹھا اور میں نے کہا' تم پر میرے ماں باپ قربان واقعی تم ہی زیادہ مستحق تھے اس کے دریافت کرنیکے (کہ دین کی ہر چیز میں آگے بڑھنے والے ہو) حضرت ابوبکرؓ نے فرمایا۔ میں نے حضورؐ سے دریافت کیا تھا کہ اس کام کی نجات کیا ہے آپ نے فرمایا کہ جو شخص اس کلمہ کو قبول کرلے جس کو میں نے اپنے چچا (ابوطالب پر اُنکے انتقال کے وقت) پیش کیا تھا اور انہوں نے رد کردیا تھا وہی کلمہ نجات ہے۔

وفات حسرت آیات پر صحابہؓ کی پریشانی

وساوس میں مبتلا ہونے کا مطلب یہ ہے کہ صحابہ کرام اس وقت رنج وغم کی شدت میں ایسے پریشان ہوگئے تھے کہ حضرت عمرؓ جیسے جلیل القدر بہادر تلوار ہاتھ میں لیکر کھڑے ہوگئے تھے کہ جو شخص یہ کہے گا کہ حضورؐ کا وصال ہوگیا اس کی گردن اُڑا دوں گا۔ حضورؐ نے اپنے رب سے ملنے تشریف لے گئے ہیں۔ جیسا کہ حضرت موسیٰ طور پر تشریف لے گئے تھے۔ بعض صحابہؓ کو یہ خیال پیدا ہوگیا کہ دین اب ختم ہوچکا۔ بعض اس سوچ میں تھے کہ اب دین کے فروغ کی کوئی صورت نہیں ہوسکتی۔ بعض بالکل گم تھے کہ اُن سے بولا ہی نہیں جاتا تھا ایک ابوبکرؓ صدیق کا دم تھا جو حضورؐ کے ساتھ کمال عشق اور کمالِ محبت کے باوجود اس وقت ثابت قدم اور جمے ہوئے قدم سے کھڑے تھے۔ انہوں نے للکار کر خطبہ پڑھا جس میں وَمَا مُحَمَّدٌ اِلَّا رَسُوْلٌ والی آیت پڑھی جس کا ترجمہ ہے کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم نرے رسول ہی تو ہیں (خدا تو نہیں ہیں جسے موت آ ہی نہ سکے) پس اگر وہ مر جائیں یا شہید ہوجائیں تو تم لوگ (دین سے) پھر جاؤ گے اور جو شخص (دین سے) پھر جائیگا وہ خدا کا تو کوئی نقصان نہیں کریگا (اپنا ہی کچھ کھودیگا) مختصر طور پر اس قصہ کو میں اپنے رسالہ حکایاتِ صحابہؓ میں لکھ چکا ہوں۔

دین کے کام کی نجات کا مطلب

آگے جو ارشاد ہے کہ اس کام کی نجات کیا ہے۔ اسکے دو مطلب ہیں ایک یہ کہ دین کے کام تو بہت سے ہیں ان سب کاموں میں مدار کس چیز پر ہے کہ جس کے بغیر چارۂ کار نہ ہو۔ اس مطلب کے موافق جواب ظاہر ہے کہ دین کا سارا مدار کلمہ شہادت پر ہے اور اسلام کی جڑ ہی کلمہ طیبہ ہے۔ دوسرا مطلب یہ ہے کہ اس کام یعنی دین میں دقتیں بھی پیش آتی ہیں وساوس بھی گھیرتے ہیں شیطان کی رخنہ اندازی بھی مستقل ایک مصیبت ہے دنیاوی ضروریات بھی اپنی طرف کھینچتی ہیں اس صورت میں مطلب ارشاد نبوی کا یہ ہے کہ کلمہ طیبہ کی کثرت ان سب چیزوں کا علاج ہے کہ وہ اخلاص پیدا کرنیوالا ہے دلوں کا صاف کرنے والا ہے شیطان کی ہلاکت کا سبب ہے' جیسا کہ ان سب روایات میں اس کے اثرات بہت سے ذکر کئے گئے ہیں۔ ایک حدیث میں آیا ہے کہ **لا الہ الا اللہ** کا کلمہ اپنے پڑھنے والے سے ننانوے قسم کی بلائیں دُور کرتا ہے جن میں سب سے کم غم ہے جو ہر وقت آدمی پر سوار رہتا ہے۔

وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ

عزت وتقویٰ اور جہنم سے آزادی والا کلمہ

عن عثمان رضی الله عنه قال سمعت رسول الله صلی الله علیه وسلم یقول انی لا علم کلمة لا یقولها عبد حقا من قلبه الا حرم علی النار فقال له عمر رضی الله عنه ابن الخطاب انا احدثک ماهی هی کلمة الاخلاص التی اعز اللّٰه تبارک وتعالیٰ بها محمدا صلی الله علیه وسلم واصحابهؓ وهی کلمة التقویٰ التی الاص علیها نبی الله صلی الله علیه وسلم عمه ابا طالب عند الموت شهادة ان لا اله الا الله. (رواه احمد)

ترجمہ: حضرت عثمانؓ فرماتے ہیں کہ میں نے حضورؐ سے سنا تھا کہ میں ایک ایسا کلمہ جانتا ہوں کہ جو شخص اس کو حق سمجھ کر اخلاص کے ساتھ دل سے (یقین کرتے ہوئے) اس کو پڑھے تو جہنم کی آگ اُس پر حرام ہے۔ حضرت عمرؓ نے فرمایا کہ میں بتاؤں وہ کلمہ کیا ہے۔ وہ وہی کلمہ ہے جس کے ساتھ اللہ تعالیٰ نے اپنے رسولؐ کو اور اس کے صحابہ کو عزت دی۔ وہ وہی تقویٰ کا کلمہ ہے۔ جس کی حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے چچا ابو طالب سے ان کے انتقال کے وقت خواہش کی تھی۔ وہ شہادت ہے لا الٰہ الا اللہ کی۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے چچا ابو طالب کا واقعہ

تشریح: حضورؐ کے چچا ابو طالب کا قصہ حدیث تفسیر اور تاریخ کی کتابوں میں مشہور ومعروف ہے کہ جب ان کے انتقال کا وقت قریب ہوا تو چونکہ ان کے احسانات نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اور مسلمانوں پر کثرت سے تھے اسلئے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اُن کے پاس تشریف لے گئے اور ارشاد فرمایا کہ اے میرے چچا!

لا اله الا الله کہہ لیجئے تا کہ مجھے قیامت کے دن آپ کی سفارش کا موقعہ مل سکے اور میں اللہ کے یہاں آپ کے اسلام کی گواہی دے سکوں۔ انہوں نے فرمایا کہ لوگ مجھے یہ طعنہ دیں گے کہ موت کے ڈر سے بھتیجے کا دین قبول کر لیا۔ اگر یہ خیال نہ ہوتا تو میں اسوقت اس کلمہ کے کہنے سے تمہاری آنکھیں ٹھنڈی کر دیتا اس پر حضورؐ رنجیدہ واپس تشریف لائے۔ اسی قصہ میں قرآن پاک کی آیت **انک لا تهدی من احببت** (سورہ قصص رکوع ۶) نازل ہوئی جس کا ترجمہ یہ ہے کہ آپ جس کو چاہیں ہدایت نہیں فرما سکتے بلکہ اللہ جسکو چاہے ہدایت کرتا ہے اس قصہ سے یہ بھی ظاہر ہو گیا کہ جو لوگ فسق و فجور میں مبتلا رہتے ہیں، خدا اور اُس کے رسول سے بیگانہ رہتے ہیں اور یہ سمجھتے ہیں کہ کسی عزیز قریب بزرگ کی دعا سے بیڑا پار ہو جائے گا غلطی میں مبتلا ہیں کام چلانے والا صرف اللہ ہی ہے اسی کی طرف رجوع کرنا چاہیے اُسی سے سچا تعلق قائم کرنا ضروری ہے البتہ اللہ والوں کی صحبت، انکی دعا، اُن کی توجہ معین ومددگار بن سکتی ہے۔

حضرت آدم علیہ السلام کی توبہ کی قبولیت کا سبب

حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ حضرت آدم (علیٰ نبینا وعلیہ الصلوٰۃ والسّلام) سے جنت وہ گناہ صادر ہو گیا (جس کی وجہ سے جنت سے دنیا میں بھیج دیئے گئے تو ہر وقت روتے تھے اور دُعا واستغفار کرتے رہتے تھے ایک مرتبہ) آسمان کی طرف مُنہ کیا اور عرض کیا یا اللہ! محمد (صلی اللہ علیہ وسلم)

کے وسیلہ سے تجھ سے مغفرت چاہتا ہوں وحی نازل ہوئی کہ محمد کون ہیں (جن کے واسطے سے تم نے استغفار کی) عرض کیا کہ جب آپ نے مجھے پیدا کیا تھا تو میں نے عرش پر لکھا ہوا دیکھا تھا۔ لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ تو میں سمجھ گیا تھا کہ محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) سے اونچی ہستی کوئی نہیں ہے جن کا نام تم نے اپنے نام کے ساتھ رکھا۔ وحی نازل ہوئی کہ وہ خاتم النبیین ہیں تمہاری اولاد میں سے ہیں لیکن وہ نہ ہوتے تو تم بھی پیدا نہ کئے جاتے۔

حضرت آدم علیہ السلام کی گریہ وزاری

فائدہ: حضرت آدم علی نبیّنا وعلیہ الصلوٰۃ والسلام نے اسوقت کیا کیا دعائیں کیں اور کس کس طرح سے گڑگڑائے، اس بارے میں بہت سی روایات وارد ہوئی ہیں اور ان میں کوئی تعارض بھی نہیں جس پر مالک کی ناراضگی، آقا کی خفگی ہوئی ہو وہی جانتا ہے۔ ان بےحقیقت آقاؤں کی ناراضگی کی وجہ سے نوکروں اور خادموں پر کیا کچھ گذر جاتا ہے اور وہاں تو مالک الملک رزّاقِ عالم اور مختصر یہ کہ خدا کا عتاب تھا اور گذر کس پر رہی تھی اس شخص پر، جس کو فرشتوں سے سجدہ کرایا۔ اپنا مقرب بنایا۔ جو شخص جتنا ہی مقرب ہوتا ہے اتنا ہی عتاب کا اس پر اثر ہوتا ہے بشرطیکہ کمینہ نہ ہو اور وہ تو نبی تھے۔ حضرت ابن عباسؓ فرماتے ہیں کہ حضرت آدم علیہ السلام اس قدر روئے ہیں کہ تمام دنیا کے آدمیوں کا رونا اگر جمع کیا جائے تو اُن کے برابر نہیں ہوسکتا۔ چالیس برس تک سر اُوپر نہیں اٹھایا۔ حضرت بریدہؓ خود حضورِ اقدس صلی اللہ علیہ وسلم سے نقل کرتے ہیں کہ اگر حضرت آدمؑ کے رونے کا تمام دنیا کے رونے سے مقابلہ کیا جائے تو اُن کا رونا بڑھ جائے گا۔ ایک حدیث میں ہے کہ اگر اُن کے آنسوؤں کو اُن کی تمام اولاد کے آنسوؤں سے وزن کیا جاوے تو اُنکے آنسو بڑھ جائینگے ایسی حالت میں کس کس طرح زاری فرمائی ہوگی ظاہر ہے

یاں لب، پہ لاکھ لاکھ سخن اضطراب میں
واں ایک خامشی مری سب کے جواب میں

اس لئے جو روایات میں ذکر کیا گیا اُن سب کے مجموعہ میں کوئی اشکال نہیں۔ منجملہ اُن کے یہ بھی ہے کہ حضورؐ کا وسیلہ اختیار فرمایا۔ دوسرا مضمون عرش پر **لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ** لکھا ہوا ہونا یہ اور بھی بہت سی مختلف روایتوں میں آیا ہے۔

جنت میں دونوں طرف لکھی ہوئی تین سطریں

حضورؐ ارشاد فرماتے ہیں، میں جنت میں داخل ہوا تو میں نے اس کی دونوں جانبوں میں تین سطریں سونے کے پانی سے لکھی ہوئی دیکھیں۔ پہلی سطر میں **لا الہ الا للہ محمد رسول اللہ** لکھا تھا دوسری سطر میں **ماقدمنا وجدنا وما اکلنا ربحنا وما خلفنا خسرنا** تھا (جو ہم نے آگے بھیج دیا یعنی صدقہ وغیرہ کردیا وہ پالیا اور جو دنیا میں کھایا وہ نفع میں رہا اور جو کچھ چھوڑ آئے وہ نقصان رہا اور تیسری سطر میں تھا **امۃ مذنبۃ ورب غفور** (اُمت گناہ گار اور مالک بخشنے والا) ایک بزرگ کہتے ہیں میں ہندوستان کے ایک شہر میں پہنچا تو میں نے وہاں ایک درخت دیکھا جس کے پھل بادام کے مشابہ ہوتے ہیں اس کے دو چھلکے ہوتے ہیں جب انکو توڑا جاتا ہے تو اُنکے اندر سے ایک سبز پتہ لپٹا ہوا نکلتا ہے جب اس کو کھولا جاتا ہے تو سُرخی سے **لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ** لکھا ہوا ملتا ہے میں نے اس قصہ کو ابو یعقوبؒ شکاری سے ذکر کیا۔ انہوں نے کہا تعجب کی بات نہیں۔ میں نے ایلہ میں ایک مچھلی شکار کی تھی اس کے ایک کان پر **لا الہ الا اللہ** اور دوسرے پر **محمد رسول اللہ** لکھا ہوا تھا۔

وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ

اسم اعظم والی دوآیات

عن اسماء رضی اللہ عنہا بنت یزیدبن السّکن عن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم انہ قال اسم اللہ الاعظم فی ھاتین الایتین والھکم الہ واحد لا الہ الا ھو الرحمٰن الرحیم والم اللہ لا الہ الا ھو الحی القیوم (اخرجہ احمد و ابو داؤد)

ترجمہ: حضرت اسماءؓ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم سے نقل کرتی ہیں کہ اللہ کا سب سے بڑا نام (جو اسمِ اعظم کے نام سے عام طور سے مشہور ہے) ان دوآیتوں میں ہے (بشرطیکہ اخلاص سے بڑھی جائیں) وَاِلٰھُكُمْ اِلٰهٌ وَّاحِدٌ لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ الرَّحْمٰنُ الرَّحِيْمُ (سورہ بقرہ ع ١٩) اور الٓمّٓ ۚ اللّٰهُ لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ الْحَيُّ الْقَيُّوْمُ ۙ (سورہ آل عمران ع ١)

تشریح: اسمِ اعظم کے متعلق روایاتِ حدیث میں کثرت سے وارد ہوا ہے کہ جو دعا بھی اس کے بعد مانگی جاتی ہے وہ قبول ہو جاتی ہے۔

البتہ اسمِ اعظم کی تعیین میں روایات مختلف وارد ہوئی ہیں اور یہ عادت اللہ ہے کہ ہر ایسی مہتم بالشان چیز میں اخفاء کی وجہ سے اختلاف پیدا فرما دیتے ہیں۔ چنانچہ شب قدر کی تعیین میں، جمعہ کے دن میں دعا قبول ہونے کے خاص وقت میں اختلاف ہوا۔ اس میں بہت سی مصالح ہیں جن کو میں اپنے رسالہ فضائل رمضان میں لکھ چکا ہوں۔ اسی طرح اسمِ اعظم کی تعیین میں بھی مختلف روایات وارد ہوئی ہیں۔ منجملہ ان کے یہ روایت بھی ہے جو اُوپر ذکر کی گئی۔ اور بھی روایات میں ان آیتوں کے متعلق ارشاد وارد ہوا ہے۔ حضرت انسؓ حضورؐ سے نقل کرتے ہیں کہ متمرد اور شری شیاطین پر ان دو آیتوں سے زیادہ سخت کوئی آیت نہیں وہ دو ٢ آیتیں وَاِلٰھُكُمْ اِلٰهٌ وَّاحِدٌ سے شروع ہیں۔ ابراہیمؒ بن وسمہ کہتے ہیں کہ مجنونانہ حالتِ نظر کے لئے ان آیات کا پڑھنا مفید ہے۔ جو شخص ان آیات کے پڑھنے کا اہتمام رکھے اس قسم کی چیزوں سے محفوظ رہے وَاِلٰھُكُمْ اِلٰهٌ وَّاحِدٌ پوری آیت (س بقرہ رکوع ١٩) اللّٰهُ لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ الْحَيُّ الْقَيُّوْمُ آیۃ الکرسی اور سورہ بقرہ کی آخر آیت اور ان ربکم اللہ الذی خلق سے محسنین تک (س اعراف رکوع ٧) اور سورۂ حشر کی آخری آیتیں (ھو اللہ الذی لا الہ الا ھو سے) ہمیں یہ بات پہنچی کہ سب آیات (جن کو گنوایا) عرش کے کونوں پر لکھی ہوئی ہیں۔ اور ابراہیمؒ یہ بھی کہا کرتے تھے کہ بچوں کو اگر ڈر لگتا ہو یا نظر کا اندیشہ ہو تو یہ آیات اُن کے لئے لکھ دیا کرو۔ علامہ شامیؒ نے حضرت امام اعظمؒ سے نقل کیا ہے کہ اسمِ اعظم لفظ اللہ ہے اور لکھا ہے کہ یہی قول علامہ طحاویؒ اور بہت سے علماء سے نقل کیا گیا ہے اور اکثر عارفین (اکابر صوفیہ) کی یہی تحقیق ہے اسی وجہ سے انکے نزدیک ذکر بھی اسی پاک نام کا کثرت سے ہوتا ہے۔ سیّد الطائفہ حضرت شیخ عبدالقادر جیلانی نور اللہ مرقدہٗ سے بھی نقل کیا گیا ہے فرماتے ہیں کہ اسمِ اعظم اللہ ہے بشرطیکہ جب تو اس پاک نام کو لے تو تیرے دل میں اسکے سوا کچھ نہ ہو۔ فرماتے ہیں کہ عوام کیلئے اس پاک نام کو اس طرح لینا چاہیے کہ جب یہ زبان پر جاری ہو تو عظمت اور خوف کے ساتھ ہو اور خواص کیلئے اس طرح ہو کہ اس پاک نام والے کی ذات وصفات کا بھی استحضار ہو اور اخص الخواص کے لئے یہ ضروری ہے کہ اس پاک ذات کے سوا دل میں کوئی چیز بھی نہ ہو۔ کہتے ہیں کہ قرآن پاک میں بھی یہ مبارک نام اتنی کثرت سے ذکر کیا گیا کہ حد نہیں جس کی مقدار دو ہزار تین سو ساٹھ ٢٣٦٠ بتاتے ہیں شیخ اسمٰعیلؒ فرغانی کہتے ہیں کہ مجھے ایک

عرصہ سے اسمِ اعظم سیکھنے کی تمنا تھی مجاہدے بہت کرتا تھا۔ کئی کئی دن فاقے کرتا حتیٰ کہ فاقوں کی وجہ سے بیہوش ہوکر گر جاتا۔ ایک روز میں دمشق کی مسجد میں بیٹھا تھا کہ دو آدمی مسجد میں داخل ہوئے اور میرے قریب کھڑے ہوگئے۔ مجھے اُن کو دیکھ کر خیال ہوا کہ یہ فرشتے معلوم ہوتے ہیں ان میں سے ایک نے دوسرے سے پوچھا کیا تو اسمِ اعظم سیکھنا چاہتا ہے۔ اُس نے کہا ہاں بتادیجئے۔ میں یہ گفتگو سن کر غور کرنے لگا۔ اُس نے کہا کہ وہ لفظ تو اللہ ہے۔ بشرطیکہ صدق لجا سے ہو۔ شیخ اسمٰعیلؒ کہتے ہیں کہ صدقِ لجا کا مطلب یہ ہے کہ کہنے والے کی حالت اسوقت ایسی ہو کہ جیسا کوئی شخص دریا میں غرق ہو رہا ہو اور کوئی بھی اُس کا بچانے والا نہ ہو تو ایسے وقت جس خلوص سے نام لیا جائیگا وہ حالت مراد ہے۔ اسمِ اعظم معلوم ہونے کیلئے بڑی اہلیت اور بڑے ضبط وتحمل کی ضرورت ہے۔ ایک بزرگ کا قصہ لکھا ہے کہ ان کو اسمِ اعظم آتا تھا۔ ایک فقیر اُن کی خدمت میں حاضر ہوئے اور اُن سے تمنا واستدعا کی کہ مجھے بھی سکھادیجئے۔ اُن بزرگ نے فرمایا کہ تم میں اہلیت نہیں ہے۔ فقیر نے کہا کہ مجھ میں اسکی اہلیت ہے تو بزرگ نے فرمایا کہ اچھا فلاں جگہ بیٹھ جاؤ اور جو واقعہ وہاں پیش آوے اس کی مجھے خبر دو۔ فقیر اس جگہ گئے دیکھا کہ ایک بوڑھا شخص گدھے پر لکڑیاں لادے ہوئے آرہا ہے۔ سامنے سے ایک سپاہی آیا جس نے اس بوڑھے کو مار پیٹ کی اور لکڑیاں چھین لیں۔ فقیر کو اس سپاہی پر بہت غصہ آیا۔ واپس آکر بزرگ سے سارا قصہ سُنایا اور کہا کہ مجھے اگر اسمِ اعظم آجاتا تو اُس سپاہی کے لئے بددعا کرتا۔ بزرگ نے کہا کہ اس لکڑی والے ہی سے میں نے اسمِ اعظم سیکھا تھا۔

کلمہ طیبہ کی برکات

اس پاک کلمہ میں حق تعالیٰ شانہٗ نے کیا کیا برکات رکھی ہیں اس کا معمولی سا اندازہ اتنی ہی بات سے ہوجاتا ہے کہ سو ١٠٠ برس کا بوڑھا جس کی تمام عمر کفر وشرک میں گذری ہو ایک مرتبہ اس پاک کلمہ کو ایمان کے ساتھ پڑھنے سے مسلمان ہوجاتا ہے اور عمر بھر کے سارے گناہ زائل ہوجاتے ہیں اور ایمان لانے کے بعد اگر گناہ بھی کئے ہوں تب بھی اس کلمہ کی برکت سے کسی نہ کسی وقت جہنم سے ضرور نکلے گا۔ حضرت حذیفہؓ جو حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے رازدار ہیں فرماتے ہیں کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے۔ (ایک زمانہ ایسا آنے والا ہے) کہ اسلام دھندلا رہ جائیگا جیسے کپڑے کے نقش ونگار (پُرانے ہوجانے سے) دُھندلے ہوجاتے ہیں کہ نہ کوئی روزہ کو جانے گا نہ حج کو نہ زکوٰۃ کو' آخر ایک رات ایسی ہوگی کہ قرآنِ پاک بھی اُٹھالیا جائیگا کوئی آیت اُس کی باقی نہ رہے گی۔ بوڑھے مرد اور بوڑھی عورتیں یہ کہیں گی کہ ہم نے اپنے بڑوں کو کلمہ **لا الہ الا اللہ** پڑھتے سُنا تھا ہم بھی اُسی کو پڑھیں گے۔ حضرت حذیفہؓ کے ایک شاگرد نے عرض کیا کہ جب زکوٰۃ حج روزہ کوئی رکن نہ ہوگا تو یہ کلمہ ہی کیا کام دے گا۔ حضرت حذیفہؓ نے سکوت فرمایا۔ انہوں نے پھر یہی عرض کیا۔ تیسری مرتبہ میں حضرت حذیفہؓ نے فرمایا کہ (کسی نہ کسی وقت) جہنم سے نکالے گا' جہنم سے نکالیگا جہنم سے نکالے گا' یعنی ارکانِ اسلام کے ادا نہ کرنے کا عذاب بھگتنے کے بعد کسی نہ کسی وقت اس کلمہ کی برکت سے نجات پائیگا۔

دعا کیجئے: اے اللہ! ہمیں اپنے ذکر کی توفیق عطا فرمائیے۔ اے اللہ! ہمیں اپنے حقیقی ذکر یعنی ہمہ وقت آپ کے احکامات کو پیش نظر رکھتے ہوئے زندگی بسر کرنے کی توفیق عطا فرمائیے۔ اے اللہ! ہمیں اپنی محبت نصیب فرمائیے اور مسنون اذکار و وظائف کو صبح وشام پڑھنے کی توفیق عطا فرمائیے۔ وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ

حضرت نوح علیہ السلام کی اپنے بیٹوں کو نصیحت

عن عبد اللّٰہ بن عمرو رضی اللہ عنہ قال اتی النبی صلی اللہ علیہ وسلم اعرابی علیہ جبۃ من طیالسۃ مکفوفۃ بالدیباج فقال ان صاحبکم ھذا یرید یرفع کل راع وابن راع ویضع کل فارس وابن فارس (اخرجہ الحاکم)

ترجمہ: حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں ایک شخص گاؤں کا رہنے والا آیا جو ریشمی جبہ پہن رہا تھا اور اس کے کناروں پر دیبا کی گوٹ تھی (صحابہؓ سے خطاب کر کے) کہنے لگا کہ تمہارے ساتھی (محمد صلی اللہ علیہ وسلم) یہ چاہتے ہیں کہ ہر چرواہے (بکری چرانے والا) اور چرواہے زادے کو بڑھا دیں اور شہسوار اور شہسواروں کی اولاد کو گرا دیں حضورؐ ناراضگی سے اُٹھے اور اس کے کپڑوں کو گریبان سے پکڑ کر ذرا کھینچا اور ارشاد فرمایا کہ (تو ہی بتا) تو بیوقوفوں کے سے کپڑے نہیں پن رہا ہے پھر اپنی جگہ واپس آ کر تشریف فرما ہوئے اور ارشاد فرمایا کہ حضرت نوح علی نبیّنا وعلیہ الصلوٰۃ والسلام کا جب انتقال ہونے لگا تو اپنے دونوں صاحبزادوں کو بلایا اور ارشاد فرمایا کہ میں تمہیں (آخری) وصیت کرتا ہوں جس میں دو چیزوں سے روکتا ہوں اور ۲ دو چیزوں کا حکم کرتا ہوں ـ جن سے روکتا ہوں ایک شرک ہے دوسرا تکبّر اور جن چیزوں کا حکم کرتا ہوں ایک لا الٰہ الا اللہ ہے کہ تمام آسمان وزمین اور جو کچھ ان میں ہے اگر سب ایک پلڑے میں رکھدیا جائے اور دوسرے میں (اخلاص سے کہا ہوا) لا الٰہ الا اللہ رکھدیا جائے تو وہی پلڑا جھک جائے گا اور اگر تمام آسمان وزمین اور جو کچھ ان میں ہے ایک حلقہ بنا کر اس پاک کلمہ کو اس پر رکھ دیا جائے تو وزن سے ٹوٹ جائے اور دوسری چیز جس کا حکم کرتا ہوں وہ سبحان اللہ وبحمدہ ہے کہ یہ دو لفظ ہر مخلوق کی نماز ہیں اور انہیں کی برکت سے ہر چیز کو رزق عطا فرمایا جاتا ہے۔

ظاہر سے باطن پر استدلال

تشریح: حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کا کپڑوں کے متعلق ارشاد فرمانے کا مطلب یہ ہے کہ ظاہر سے باطن پر استدلال کیا جاتا ہے، جس شخص کا ظاہر حال خراب ہے اُس کے باطن کا حال بھی بظاہر ویسا ہی ہے اسلئے ظاہر کو بہتر رکھنے کی سعی کی جاتی ہے کہ باطن اس کے تابع ہوتا ہے۔ اسی لئے صوفیہ کرام ظاہری طہارت وغیرہ کا اہتمام کراتے ہیں تا کہ باطن کی طہارت حاصل ہو جائے۔ جو لوگ یہ کہہ دیتے ہیں اجی باطن اچھا ہونا چاہیے ظاہر چاہے کیسا ہی ہو صحیح نہیں، باطن کا اچھا ہونا مستقل مقصود ہے اور ظاہر کا بہتر ہونا مستقل۔

نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی دعاؤں میں سے' اللھم اجعل سریرتی خیرا من علانیتی واجعل علانیتی صالحۃ (اے اللہ میرے باطن کو میرے ظاہر سے زیادہ بہتر بنا اور میرے ظاہر کو صالح اور نیک بنا دے) حضرت عمرؓ فرماتے ہیں کہ مجھے حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ دُعا تعلیم فرمائی ہے۔

مرتے وقت کلمہ پڑھنے والے کیلئے جنت اور زندہ کیلئے گناہوں کا خاتمہ:

حضرت ابوبکر صدیقؓ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں رنجیدہ سے ہو کر حاضر ہوئے۔ حضورؐ نے دریافت فرمایا کہ میں

تمہیں رنجیدہ دیکھ رہا ہوں کیا بات ہے۔ انہوں نے عرض کیا کہ گزشتہ شب میرے چچازاد بھائی کا انتقال ہوگیا میں نزع کی حالت میں ان کے پاس بیٹھا تھا (اس منظر سے طبیعت پر اثر ہے) حضورؐ نے فرمایا تم نے اس کو لاالہ الا اللہ کی تلقین بھی کی تھی؟ عرض کیا کی تھی۔ ارشاد فرمایا کہ اس نے یہ کلمہ پڑھ لیا تھا عرض کیا کہ پڑھ لیا تھا۔ ارشاد فرمایا کہ جنت اس کے لئے واجب ہوگئی۔ حضرت ابوبکرؓ نے عرض کیا یارسول اللہ زندہ لوگ اس کلمہ کو پڑھیں تو کیا ہو۔ حضورؐ نے دو مرتبہ یہ ارشاد فرمایا کہ کلمہ ان کے گناہوں کو بہت ہی منہدم کردینے والا ہے (یعنی بالکل ہی مٹادینے والا ہے)

میت اور قبر کے قریب کلمہ پڑھنا:

مقابر میں اور میت کے قریب کلمہ طیبہ پڑھنے کے متعلق بھی کثرت سے احادیث میں ارشاد ہوا ہے۔ ایک حدیث میں ہے کہ جنازہ کے ساتھ کثرت سے لاالہ الا اللہ پڑھا کرو۔ ایک حدیث میں آیا ہے کہ میری امت کا شعار (نشان) جب وہ پل صراط پر چلیں گے تو لا الہ الا انت ہوگا۔ دوسری حدیث میں ہے کہ جب وہ اپنی قبروں سے اٹھیں گے تو ان کا نشان لا الہ الا اللہ وَعَلَى اللهِ فَلْيَتَوَكَّلِ الْمُؤْمِنُوْنَ ہوگا۔ تیسری حدیث میں ہے کہ قیامت کے اندھیروں میں ان کا نشان لَآ اِلٰهَ اِلَّآ اَنْتَ ہوگا۔

کثرت سے کلمہ پڑھنے کی برکتوں کا ظہور:

لاالہ الا اللہ کو کثرت سے پڑھنے کی برکتیں مرنے سے پہلے بھی بسا اوقات نزع کے وقت سے محسوس ہوجاتی ہیں اور بعض اللہ کے بندوں کو اس سے بھی پہلے ظاہر ہوجاتی ہیں۔ ابوالعباسؒ کہتے ہیں کہ میں اپنے شہر اشبیلہ میں بیمار پڑا ہوا تھا میں نے دیکھا کہ بہت سے پرند بڑے بڑے اور مختلف رنگ کے سفید، سرخ، سبز ہیں جو ایک ہی دفعہ سب کے سب پر سمیٹ لیتے ہیں اور ایک ہی مرتبہ کھول دیتے ہیں اور بہت سے آدمی ہیں جن کے ہاتھ میں بڑے بڑے طباق ڈھکے ہوئے ہیں جن کے اندر کچھ رکھا ہوا ہے۔ میں اس سب کو دیکھ کر یہ سمجھا کہ یہ موت کے تحفے ہیں۔ میں جلدی جلدی کلمہ طیبہ پڑھنے لگا۔ ان میں سے ایک شخص نے مجھ سے کہا کہ تمہارا وقت ابھی نہیں آیا۔ یہ ایک اور مومن کیلئے تحفہ ہے جسکا وقت آ گیا ہے۔ حضرت عمر بن عبدالعزیزؒ کا جب انتقال ہونے لگا تو فرمایا مجھے بٹھادو، لوگوں نے بٹھادیا۔ پھر فرمایا۔ (یا اللہ) تو نے مجھے بہت سے کاموں کا حکم فرمایا مجھ سے اس میں کوتاہی ہوئی، تو نے مجھے بہت سی باتوں سے منع فرمایا مجھ سے اس میں نافرمانی ہوئی۔ تین مرتبہ یہی کہتے رہے اس کے بعد فرمایا لیکن لاالہ الا اللہ یہ فرما کر ایک جانب غور سے دیکھنے لگے۔ کسی نے پوچھا کیا دیکھتے ہو فرمایا کچھ سبز چیزیں ہیں نہ وہ آدمی ہیں نہ جن۔ اس کے بعد انتقال فرمایا۔ زبیدہؒ کو کسی نے خواب میں دیکھا۔ اس سے پوچھا کیا گزری۔ اس نے کہا ان چار کلموں کی بدولت میری مغفرت ہوگئی۔ لاالہ الا اللہ افنی بھا عمری، لاالہ الا اللہ ادخل بھا قبری، لا الہ الا للہ اخلوبھا وحدی لا الہ الا اللہ القی بھاربی. (لا الہ الا اللہ کے ساتھ اپنی عمر کو ختم کرونگی اور لاالہ الا اللہ ہی کو قبر میں لے کر جاؤں گی اور لا الہ الا اللہ ہی کے ساتھ تنہائی کا وقت گزاروں گی اور لاالہ الا اللہ ہی کو لے کر اپنے رب کے پاس جاؤں گی۔

دعا کیجئے: اے اللہ! ہمیں بخش دیجئے اور ہمارے گھروں میں وسعت اور رزق میں برکت عطا فرمادیجئے۔
اے اللہ! ہم آپ سے دین و دنیا اور اہل وعیال میں معافی اور اچھے انجام کا سوال کرتے ہیں۔
وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ

گناہ کے کفارہ کے لئے نیکی کرنا

عن ابی ذر رضی اللہ عنہ قال قلت یا رسول اللہ اوصنی قال اذا عملت سیئۃ فاتبعھا حسنۃ تمحھا قلت یارسول اللہ امن الحسنات لاالہ الا اللہ قال ھی افضل الحسنات (رواہ احمد)

ترجمہ: حضرت ابوذر غفاریؓ نے عرض کیا یارسول اللہ مجھے کوئی وصیت فرما دیجئے ارشاد ہوا کہ جب کوئی برائی سرزد ہو جائے تو کفارہ کے طور پر فوراً کوئی نیک کام کرلیا کرو (تاکہ برائی کی نحوست دھل جائے) میں نے عرض کیا یارسول اللہ لاالہ الا اللہ پڑھنا بھی نیکیوں میں داخل ہے حضورؐ نے فرمایا کہ یہ تو ساری نیکیوں میں افضل ہے۔

تشریح: برائی اگر گناہ صغیرہ ہے تو نیکی سے اس کا محو ہو جانا اور مٹ جانا ظاہر ہے اور اگر کبیرہ ہے تو قواعد کے موافق توبہ سے محو ہو سکتی ہے یا محض اللہ کے فضل سے جیسا بھی گزر چکا ہے بہر صورت محو ہونے کا مطلب یہ ہے کہ پھر وہ گناہ نہ اعمالنامہ میں رہتا ہے نہ کہیں اس کا ذکر ہوتا ہے۔ چنانچہ ایک حدیث میں وارد ہے کہ جب بندہ توبہ کرتا ہے تو حق تعالیٰ شانہ وہ گناہ کراماً کاتبین کو بھلا دیتے ہیں اور اس گناہ گار کے ہاتھ پاؤں کو بھی بھلا دیتے ہیں اور زمین کے اس حصہ کو بھی جس پر وہ گناہ کیا گیا ہے حتیٰ کہ کوئی بھی اس گناہ کی گواہی دینے والا نہیں رہتا۔ گواہی کا مطلب یہ ہے کہ قیامت میں آدمی کے ہاتھ پاؤں اور بدن کے دوسرے حصے نیک یا بد اعمال جو بھی کئے ہوں ان کی گواہیاں دیں گے حدیث بالا کی تائید ان روایات سے بھی ہوتی ہے جن میں ارشاد فرمایا گیا ہے کہ گناہ سے توبہ کرنیوالا ایسا ہے جیسا کہ گناہ کیا ہی نہیں۔ یہ مضمون کئی حدیثوں میں وارد ہوا ہے۔ توبہ اسکو کہتے ہیں کہ جو گناہ ہو چکا اس پر انتہائی ندامت اور شرم ہو اور آئندہ کیلئے پکا ارادہ ہو کہ پھر کبھی اس گناہ کو نہیں کرونگا۔ ایک دوسری حدیث میں حضور کا ارشاد وارد ہوا ہے کہ اللہ کی عبادت کر اور کسی کو اس کا شریک نہ بنا اور ایسے اخلاص سے عمل کیا کر جیسا کہ وہ پاک ذات تیرے سامنے ہو اور اپنے آپ کو مردوں میں شمار کر اور اللہ کی یاد ہر پتھر اور ہر درخت کے قریب کر (تاکہ بہت سے گواہ قیامت کے دن ملیں) اور جب کوئی برائی ہو جائے تو اس کے کفارہ میں کوئی نیکی کیا کر۔ اگر برائی مخفی کی ہے تو نیکی بھی مخفی ہو اور اگر برائی کو علی الاعلان کیا ہے تو اسکے کفارہ میں نیکی بھی علی الاعلان ہو۔

چالیس ہزار نیکیاں:

حضور کا ارشاد ہے کہ جو شخص **لاالہ الا اللہ واحدا احد صمدالم یتخذ صاحبۃ ولا ولدا ولم یکن لہ کفوا احد** کو دس مرتبہ پڑھے گا چالیس ہزار نیکیاں اس کے لئے لکھی جائیں گی۔

فائدہ: کلمہ طیبہ کی خاص خاص مقدار پر بھی حدیث کی کتابوں میں بڑی فضیلتیں ذکر فرمائی گئی ہیں۔ ایک حدیث میں آیا ہے جب تم فرض نماز پڑھا کرو تو ہر فرض کے بعد دس مرتبہ **لاالہ الا اللہ وحدہ لاشریک لہ لہ الملک ولہ الحمد وھو علی کل شئ قدیر.** پڑھا کرو اس کا ثواب ایسا ہے کہ جیسے ایک غلام آزاد کیا۔

بیس لاکھ نیکیاں:

دوسری حدیث میں ارشاد ہے کہ جو شخص **لا الہ الا اللہ وحدہ لاشریک لہ احدا صمدا لم یلد ولم یولد ولم یکن لہ**

کفوا احد. پڑھے اس کے لئے بیس لاکھ نیکیاں لکھی جائیں گی۔

انعام واحسان کی بارش

کس قدر اللہ جل شانہ کی طرف سے انعام واحسان کی بارش ہے کہ ایک معمولی سی چیز کے پڑھنے پر جس میں نہ مشقت نہ وقت خرچ ہو پھر بھی ہزار ہزار لاکھ لاکھ نیکیاں عطا ہوتی ہیں لیکن ہم لوگ اس قدر غفلت اور دنیاوی اغراض کے پیچھے پڑے ہوئے ہیں کہ ان الطاف کی بارشوں سے کچھ بھی وصول نہیں کرتے۔ اللہ جل شانہ کے یہاں ہر نیکی کے لئے کم از کم دس گنا ثواب تو متعین ہی ہے۔ بشرطیکہ اخلاص سے ہو۔ اس کے بعد اخلاص ہی کے اعتبار سے ثواب بڑھتا رہتا ہے۔ حضورؐ کا ارشاد ہے کہ اسلام لانے سے جتنے گناہ حالت کفر میں کئے ہیں وہ معاف ہو جاتے ہیں اس کے بعد پھر حساب ہے، ہر نیکی دس گنا سے لے کر سات سو تک اور جہاں تک اللہ چاہیں لکھی جاتی ہے۔ اور برائی ایک ہی لکھی جاتی ہے اور اگر اللہ جل شانہ اس کو معاف فرمادیں تو وہ بھی نہیں لکھی جاتی۔ دوسری حدیث میں ہے کہ جب بندہ نیکی کا ارادہ کرتا ہے تو صرف ارادہ سے ایک نیکی لکھی جاتی ہے اور جب عمل کرتا ہے تو دس نیکیاں سات سو تک اور اس کے بعد جہاں تک اللہ تعالیٰ شانہ چاہیں لکھی جاتی ہیں۔ اس قسم کی اور بھی احادیث بکثرت ہیں جن سے معلوم ہوتا ہے کہ اللہ جل شانہ کے یہاں دینے میں کمی نہیں کوئی لینے والا ہو، یہی چیز اللہ والوں کی نگاہ میں ہوتی ہے جس کی وجہ سے دنیا کی بڑی سے بڑی دولت بھی ان کو نہیں لبھا سکتی۔ اللھم اجعلنی منھم

اعمال کی اور آدمیوں کی اقسام:

حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ اعمال چھ طریقے کے ہیں اور آدمی چار طریقے کے۔ دو عمل تو واجب کرنیوالے ہیں اور دو برابر سرابر اور ایک دس گنا اور ایک سات سو گنا۔ دو عمل جو واجب کرنیوالے ہیں۔ ایک یہ کہ جو شخص اس حال میں مرے کہ شرک نہ کرتا ہو وہ ضرور جنت میں داخل ہوگا۔ دوسرے جو شخص شرک کی حالت میں مرے ضرور جہنم جائے گا اور جو عمل برابر سرابر ہے۔ وہ نیکی کا ارادہ ہے کہ دل اس کے لئے پختہ ہو گیا مگر اس عمل کی نوبت نہ آئی ہو اور دس گنا اجر ہے اگر عمل بھی کر لے اور اللہ کے راستہ میں جہاد وغیرہ میں) خرچ کرنا سات سو درجہ کا اجر رکھتا ہے اور گناہ اگر کرے تو ایک کا بدلہ ایک ہی ہے اور چار قسم کے آدمی یہ ہیں کہ بعض لوگ ایسے ہیں کہ جن پر دنیا میں وسعت ہے آخرت میں تنگی ہے، بعض ایسے ہیں جن پر دنیا میں تنگی ہے آخرت میں وسعت، بعض ایسے ہیں کہ جن پر دونوں جگہ تنگی ہے (کہ دنیا میں فقر آخرت میں عذاب ہے) بعض ایسے ہیں کہ دونوں جہان میں وسعت ہے۔

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے ایک آدمی کا سوال

ایک شخص حضرت ابو ہریرہؓ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور عرض کیا میں نے سنا ہے آپ یہ نقل کرتے ہیں کہ اللہ جل شانہ بعض نیکیوں کا بدلہ دس لاکھ گنا عطا فرماتے ہیں۔ حضرت ابو ہریرہؓ نے فرمایا۔ اس میں تعجب کی کیا بات ہے میں نے خدا کی قسم ایسا ہی سنا ہے۔ دوسری حدیث میں ہے کہ میں نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا ہے کہ بعض نیکیوں کا ثواب بیس لاکھ تک ملتا ہے اور جب حق تعالیٰ شانہ يُضٰعِفْهَا وَيُؤْتِ مِنْ لَّدُنْهُ اَجْرًا عَظِيْمًا۝ ارشاد فرمائیں (اس کے ثواب کو بڑھاتے ہیں اور اپنے پاس سے بہت سا اجر دیتے ہیں) جس چیز کو اللہ تعالیٰ اجر عظیم فرمائیں اسکی مقدار کا اندازہ کون کر سکتا ہے۔ امام غزالیؒ فرماتے ہیں کہ ثواب کی اتنی بڑی مقداریں جب ہی ہو سکتی ہیں جب ان الفاظ کے معانی کا تصور اور لحاظ کر کے پڑھے کہ یہ اللہ تعالیٰ شانہ کی اہم صفات ہیں۔

وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ

جنت کے آٹھوں دروازوں کا کھلنا

عن عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم قال ما منکم من احد یتوضاء فیبلغ اوفیسبغ الوضوء ثم یقول اشھد ان لا الہ لا اللہ وحدہ لاشریک لہ واشھد ان محمدا عبدہ ورسولہ الا نتحت لہ ابواب الجنة الثمانیة یدخل من ایھا شاء (رواہ مسلم)

ترجمہ: حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ جو شخص وضو کرے اور اچھی طرح کرے (یعنی سنتوں اور آداب کی پوری رعایت کرے) پھر یہ دعا پڑھے۔ اشھد ان لاالہ الا اللہ وحدہ لاشریک لہ واشھد ان محمدا عبدہ ورسولہ اس کیلئے جنت کے آٹھوں دروازے کھل جاتے ہیں جس دروازے سے دل چاہے داخل ہو۔

تشریح: جنت میں داخل ہونے کے لئے ایک دروازہ بھی کافی ہے پھر آٹھوں کا کھل جانا یہ غایت اعزاز واکرام کے طور پر ہے۔ ایک حدیث میں وارد ہوا کہ جو شخص اس حال میں مرے کہ اللہ کے ساتھ شرک نہ کرتا ہو اور ناحق کسی کا خون نہ کیا ہو وہ جنت کے جس دروازے سے چاہے داخل ہو۔

قیامت کے دن چودھویں کے چاند جیسا چہرہ:

حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ جو شخص سو مرتبہ لاالہ الا اللہ پڑھا کرے حق تعالیٰ شانہٗ قیامت کے دن اس کو ایسا روشن چہرہ والا اٹھائیں گے جیسے چودھویں رات کا چاند ہوتا ہے اور جس دن یہ تسبیح پڑھے اس دن اس سے افضل عمل والا وہی شخص ہوسکتا ہے جو اس سے زیادہ پڑھے۔

متعدد آیات وروایات سے یہ مضمون ثابت ہوتا ہے کہ لاالہ الا اللہ دل کے لئے بھی نور ہے اور چہرے کے لئے بھی نور ہے اور یہ تو مشاہدہ بھی ہے کہ جن اکابر کا اس کلمہ کی کثرت معمول ہے ان کا چہرہ دنیا ہی میں نورانی ہوتا ہے۔

ہر قسم کے گناہ سے حفاظت:

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ بچہ کو شروع میں جب وہ بولنا سیکھنے لگے لاالہ الا اللہ یاد کراؤ اور جب مرنے کا وقت آئے جب بھی لاالہ الا اللہ تلقین کرو جس شخص کا اول کلمہ لاالہ الا اللہ ہو اور آخری کلمہ لاالہ الا اللہ ہو وہ ہزار برس بھی زندہ رہے تو (ان شاء اللہ) کسی گناہ کا اس سے مطالبہ نہیں ہوگا (یا اس وجہ سے کہ گناہ صادر نہ ہوگا یا اگر صادر ہوا تو توبہ وغیرہ سے معاف ہوجائے گا یا اس وجہ سے کہ اللہ جل جلالہ اپنے فضل سے معاف فرمائیں گے)

مرنے والے کو تلقین:

تلقین اس کو کہتے ہیں کہ مرتے وقت آدمی کے پاس بیٹھ کر کلمہ پڑھا جائے تا کہ اس کو سن کر وہ بھی پڑھنے لگے اس پر اس وقت جبر یا تقاضا نہیں کرنا چاہیے کہ وہ شدت تکلیف میں ہوتا ہے اخیر وقت میں کلمہ تلقین کرنے کا حکم اور بھی بہت سی احادیث صحیحہ میں وارد ہوا ہے۔ متعدد حدیثوں میں یہ بھی ارشاد نبوی صلی اللہ علیہ وسلم وارد ہوئی ہے کہ جس شخص کو مرتے وقت الا الہ الا اللہ نصیب ہو جائے اسکے گناہ ایسے گر جاتے ہیں جیسے سیلاب کی وجہ سے تعمیر۔ بعض احادیث میں یہ بھی آیا ہے کہ جس شخص کو مرتے وقت یہ مبارک کلمہ نصیب ہوجاتا ہے تو پچھلی خطائیں معاف ہوجاتی ہیں۔ ایک حدیث میں آیا ہے کہ منافق کو اس کلمہ کی توفیق نہیں ہوتی۔ ایک حدیث میں آیا ہے کہ اپنے مردوں کو لاالہ الا اللہ کا توشہ دیا کرو۔ ایک حدیث میں آیا ہے کہ جو شخص کسی بچہ کی پرورش کرے یہاں

تک کہ وہ لا الہ الا اللہ کہنے لگے اس سے حساب معاف ہے۔
ایک حدیث میں آیا ہے کہ جو شخص نماز کی پابندی کرتا ہے مرنے کے وقت ایک فرشتہ اس کے پاس آتا ہے جو شیطان کو دور کر دیتا ہے اور مرنے والے کو لاالہ الا اللہ محمد رسول اللہ تلقین کرتا ہے۔
ایک بات کثرت سے تجربہ میں آئی ہے کہ اکثر و بیشتر تلقین کا فائدہ جب ہی ہوتا ہے کہ زندگی میں بھی اس کلمہ پاک کی کثرت رکھتا ہو۔ ایک شخص کا قصہ لکھا ہے کہ بھس فروخت کیا کرتا تھا۔ جب اس کے مرنے کا وقت آیا تو لوگ اس کو کلمہ طیبہ کی تلقین کرتے تھے اور وہ کہتا تھا کہ یہ گٹھا اتنے کا ہے اور یہ اتنے کا ہے اس طرح اور بھی متعدد واقعات ہیں اور مشاہدہ میں بھی آتے ہیں۔

بعض دفعہ کسی گناہ کی وجہ سے مرتے وقت کلمہ نصیب نہیں ہوتا:

بسا اوقات کسی گناہ کا کرنا بھی اس کا سبب بن جاتا ہے کہ مرتے وقت کلمہ طیبہ نصیب نہیں ہوتا۔ علماء نے لکھا ہے کہ افیون کھانے میں ستر نقصان ہیں جن میں سے ایک یہ ہے کہ مرتے وقت کلمہ یاد نہیں آتا۔ اس کے بالمقابل مسواک میں ستر فائدے ہیں جن میں سے ایک یہ ہے کہ مرتے وقت کلمہ طیبہ یاد آتا ہے۔ ایک شخص کا قصہ لکھا ہے کہ مرتے وقت اس کو کلمہ شہادت تلقین کیا گیا وہ کہنے لگا کہ اللہ سے دعا کرو میری زبان سے نکلتا نہیں۔ لوگوں نے پوچھا کیا بات ہے اس نے کہا میں تولنے میں بے احتیاطی کرتا تھا۔ ایک دوسرے شخص کا قصہ ہے کہ جب اس کو تلقین کی گئی تو کہنے لگا کہ مجھ سے کہا نہیں جاتا۔ لوگوں نے پوچھا کیا بات ہے اس نے کہا کہ ایک عورت مجھ سے تولیہ خریدنے آئی تھی مجھے اچھی لگی میں اس کو دیکھتا رہا اور بھی بہت سے واقعات اس نوع کے ہیں جن میں سے بعض تذکرہ قرطبیہ میں بھی لکھے ہیں۔ بندہ کا کام ہے کہ گناہوں سے توبہ کرتا رہے اور اللہ تعالیٰ شانہ سے توفیق کی دعا کرتا رہے۔

کلمہ طیبہ سے کوئی عمل بڑھ نہیں سکتا:

حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ لا الہ الا اللہ سے نہ کوئی عمل بڑھ سکتا ہے اور نہ یہ کلمہ کسی گناہ کو چھوڑ سکتا ہے۔
کسی عمل کا اس سے نہ بڑھ سکنا تو ظاہر ہے کہ کوئی بھی عمل ایسا نہیں ہے جو بغیر کلمہ طیبہ پڑھے کارآمد ہو سکتا ہے، نماز، روزہ، حج، زکوٰۃ غرض ہر عمل ایمان کا محتاج ہے۔ اگر ایمان ہے تو وہ اعمال بھی مقبول ہو سکتے ہیں۔ ورنہ نہیں اور کلمہ طیبہ جو خود ایمان لانا ہی ہے وہ کسی عمل کا بھی محتاج نہیں۔ اسی وجہ سے اگر کوئی شخص فقط ایمان رکھتا ہو اور ایمان کے علاوہ وہ کوئی عمل صالح نہ ہو تو بھی وہ کسی نہ کسی وقت ان شاء اللہ جنت میں ضرور جائے گا اور جو شخص ایمان نہ رکھتا ہو خواہ وہ کتنے ہی پسندیدہ اعمال کرے نجات کے لئے کافی نہیں۔
دوسرا جزو کسی گناہ کو نہ چھوڑنا ہے اگر اس اعتبار سے دیکھا جائے کہ جو شخص آخری وقت میں مسلمان ہوا اور کلمہ طیبہ پڑھنے کے بعد فوراً ہی مر جائے تو ظاہر ہے کہ اس ایمان لانے سے پہلے کفر کی حالت میں جتنے گناہ کئے تھے وہ سب بالاجماع جاتے رہے اور اگر پہلے سے پڑھنا مراد ہو تو حدیث شریف کا مطلب یہ ہے کہ یہ کلمہ دلوں کی صفائی اور صیقل ہونے کا ذریعہ ہے۔ جب اس پاک کلمہ کی کثرت ہوگی تو دل کی صفائی کی وجہ سے توبہ کئے بغیر چین ہی نہ پڑے گا اور آخر کار گناہوں کی معافی کا ذریعہ بن جائے گا۔ ایک حدیث میں آیا ہے کہ جس شخص کو سونے کے وقت اور جاگنے کے وقت لاالہ الا اللہ کا اہتمام ہو اسکو دنیا بھی اور آخرت پر مستعد کرے گی اور مصیبت سے اس کی حفاظت کرے۔

وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ

ایمان کا سب سے اعلیٰ اور ادنیٰ درجہ

عن ابی هريرة رضی الله عنه قال قال رسول الله صلى الله عليه وسلم الايمان بضع و سبعون شعبة فافضلها قول لا اله الا الله و ادناها اماطة الاذى عن الطريق الحياء شعبة من الايمان (رواه ابن ماجه)

ترجمہ: حضورؐ کا ارشاد ہے کہ ایمان کی ستر سے زیادہ شاخیں ہیں (بعض روایات میں ستتر آئی ہیں) ان میں سے افضل لا الہ الا اللہ کا پڑھنا ہے اور سب سے کم درجہ راستہ سے کسی تکلیف دہ چیز (اینٹ' لکڑی' کانٹے وغیرہ) کا ہٹا دینا ہے اور حیا بھی (ایک خصوصی) شعبہ ہے ایمان کا۔

حیاء کی خصوصیت:

تشریح: حیا کو خصوصی اہتمام کی وجہ سے ذکر فرمایا کہ یہ بہت سے گناہوں زنا' چوری' فحش گوئی' ننگا ہونا' گالی گلوچ وغیرہ سے بچنے کا سبب ہے۔ اس طرح رسوائی کے خیال سے بہت سے نیک کام کرنے ضروری ہو جاتے ہیں۔ بلکہ دنیا اور آخرت کی شرم سارے ہی نیک کاموں پر ابھارتی ہے۔ نماز' زکوٰۃ' حج وغیرہ تو ظاہر ہیں اسی طرح سے اور بھی تمام احکام بجا لانے کا سبب ہے۔ اسی وجہ سے مثل مشہور ہے ''تو بیحیا باش و ہر چہ خواہی کن'' تو بے غیرت ہو جا پھر جو چاہے کر۔ اس معنی میں صحیح حدیث بھی وارد ہے۔ **اذالم تستحی فاصنع ماشئت** جب تو حیادار نہ رہے تو پھر جو چاہے کر کہ ساری فکر غیرت اور شرم ہی کی ہے اگر حیا ہے تو یہ خیال بھی ضروری ہے کہ نماز نہ پڑھوں گا تو آخرت میں کیا منہ دکھلاؤں گا اور شرم نہیں ہے تو پھر یہ خیال ہوتا ہے کہ کوئی کہہ کر کیا کرے گا۔

حدیث شریف کا مصداق

اس حدیث شریف میں ایمان کی ستر سے زیادہ شاخیں ارشاد فرمائی ہیں۔ اس بارے میں روایات مختلف وارد ہوئی ہیں اور متعدد روایات میں ستتر کا عدد آیا ہے اسی لئے ترجمہ میں اس طرف اشارہ بھی کر دیا تھا۔ اس ستتر کی تفصیل میں علماء نے بہت سی مستقل تصانیف فرمائی ہیں۔ امام ابو حاتم بن حبان فرماتے ہیں کہ میں اس حدیث کا مطلب ایک مدت تک سوچتا رہا۔ جب عبادتوں کو گنتا تو وہ ستتر سے بہت زیادہ ہو جاتیں۔ احادیث کو تلاش کرتا اور حدیث شریف میں جن چیزوں کو خاص طور سے ایمان کی شاخوں کے ذیل میں ذکر کیا ہے ان کو شمار کرتا تو وہ اس عدد سے کم ہو جاتیں میں قرآن پاک کی طرف متوجہ ہوا اور قرآن شریف میں جن چیزوں کو ایمان کے ذیل میں ذکر کیا ہے۔ ان کو شمار کیا تو وہ بھی اس عدد سے کم تھیں تو میں نے قرآن اور حدیث شریف دونوں کو جمع کیا اور دونوں میں جن چیزوں کو ایمان کا جزو قرار دیا ان کو شمار کر کے جو چیزیں دونوں میں مشترک تھا۔ ان کو ایک ایک عدد شمار کر کے میزان دیکھی تو دونوں کا مجموعہ مکررات کو نکال کر اس عدد کے موافق ہو گیا تو میں سمجھا کہ حدیث شریف کا مفہوم یہی ہے۔ قاضی عیاضؒ فرماتے ہیں کہ ایک جماعت نے ان شاخوں کی تفصیل بیان کرنے کا اہتمام کیا ہے اور اجتہاد سے ان تفصیلات کے مراد ہونے کا حکم لگایا ہے۔ حالانکہ اس مقدار کی خصوصی تفصیل نہ معلوم ہونے سے ایمان میں کوئی نقص پیدا نہیں ہوتا

جبکہ ایمان کے اصول و فروغ سارے بالتفصیل معلوم و محقق ہیں۔ خطابیؒ فرماتے ہیں کہ اس تعداد کی تفصیل اللہ کے اور اسکے رسولؐ کے علم میں ہے اور شریعت مطہرہ میں موجود ہے تو اس تعداد کے ساتھ تفصیل کا علم نہ ہونا کچھ مضر نہیں۔

ایمان کی شاخوں کی تفصیل

امام نوویؒ فرماتے ہیں کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ان شاخوں میں سب سے اعلیٰ توحید یعنی کلمہ طیبہ لاالٰہ الا اللہ کو قرار دیا ہے جس سے معلوم ہو گیا کہ ایمان میں سب سے اوپر اس کا درجہ ہے اس سے اوپر اور کوئی چیز ایمان کی شاخ نہیں ہے جس سے یہ بات معلوم ہو گئی کہ اصل توحید ہے جو ہر مکلف پر ضروری ہے اور سب سے نیچے دفع کرنا ہے اس چیز کا جو کسی مسلمان کو نقصان پہنچانے کا احتمال رکھتی ہو۔ باقی سب شاخیں ان کے درمیان ہیں جن کی تفصیل معلوم ہونا ضروری نہیں۔ اجمالاً ان پر ایمان لانا کافی ہے جیسا کہ سب فرشتوں پر ایمان لانا ضروری ہے لیکن ان کی تفصیل اور ان کے نام ہم نہیں جانتے لیکن ایک جماعت محدثین نے ان سب شاخوں کی تفصیل میں مختلف تصانیف فرمائی ہیں۔ جس کا حاصل یہ ہے کہ دراصل ایمان کامل تین چیزوں کے مجموعہ کا نام ہے اول تصدیق قلبی یعنی دل سے جملہ امور کا یقین کرنا دوسرے زبان کا اقرار و عمل۔ تیسرے بدن کے اعمال یعنی ایمان کی جملہ شاخیں تین حصوں پر منقسم ہیں۔ اول وہ جن کا تعلق نیت و اعتقاد اور عمل قلبی سے ہے۔ دوسرے وہ جن کا تعلق زبان سے ہے۔ تیسرے وہ جن کا تعلق باقی حصہ بدن سے ہے۔ ایمان کی جملہ چیزیں ان تین میں داخل ہیں۔

پہلی قسم: جو تمام عقائد کو شامل ہے اس کا خلاصہ تیس چیزیں ہیں۔

(۱) اللہ پر ایمان لانا جس میں اس کی ذات اس کی صفات پر ایمان لانا داخل ہے اور اس کا یقین بھی کہ وہ پاک ذات ایک ہے اور اس کا کوئی شریک نہیں اور نہ اس کا کوئی مثل ہے۔

(۲) اللہ کے ماسوا سب چیزیں بعد کی پیداوار ہیں۔ ہمیشہ سے وہی ایک ذات ہے۔

(۳) فرشتوں پر ایمان لانا۔

(۴) اللہ کی اتاری ہوئی کتابوں پر ایمان لانا۔

(۵) اللہ کے رسولوں پر ایمان لانا۔

(۶) تقدیر پر ایمان لانا کہ بھلی ہو یا بری سب اللہ کی طرف سے ہے۔

(۷) قیامت کے حق ہونے پر ایمان لانا جس میں قبر کا سوال جواب، قبر کا عذاب، مرنے کے بعد دوبارہ زندہ ہونا، حساب ہونا، اعمال کا تلنا اور پل صراط پر گزرنا سب ہی داخل ہے۔

(۸) جنت کا یقین ہونا اور یہ کہ مومن ان شاء اللہ ہمیشہ اس میں رہیں گے۔

(۹) جہنم کا یقین ہونا اور یہ کہ اس میں سخت سے سخت عذاب ہیں اور وہ بھی ہمیشہ ہمیشہ رہے گی۔

(۱۰) اللہ تعالیٰ شانہ سے محبت رکھنا۔

(۱۱) اللہ کے واسطے دوسروں سے محبت رکھنا اور اللہ ہی کے واسطے بغض رکھنا (یعنی اللہ والوں سے محبت رکھنا اور اس کی نافرمانی کرنیوالوں سے بغض رکھنا) اور اسی میں داخل ہے۔ صحابہ کرامؓ بالخصوص مہاجرین اور انصار کی محبت اور آلِ رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی محبت۔

(۱۲) حضور اقدس صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے محبت رکھنا جس میں آپ کی تعظیم بھی آ گئی اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم پر درود

شریف پڑھنا بھی اور آپ کی سنتوں کا اتباع کرنا بھی داخل ہے۔
(۱۳) اخلاص جس میں ریا نہ کرنا اور نفاق سے بچنا بھی داخل ہے۔
(۱۴) توبہ یعنی دل سے گناہوں پر ندامت اور آئندہ نہ کرنے کا عہد
(۱۵) اللہ کا خوف۔
(۱۶) اللہ کی رحمت کا امیدوار ہونا
(۱۷) اللہ کی رحمت سے مایوس نہ ہونا
(۱۸) شکرگزاری (۱۹) وفا (۲۰) صبر
(۲۱) تواضع جس میں بڑوں کی تعظیم بھی داخل ہے۔
(۲۲) شفقت ورحمت جس میں بچوں پر شفقت کرنا بھی داخل ہے
(۲۳) مقدر پر راضی ہونا (۲۴) توکل
(۲۵) خود بینی اور خود ستائی کا چھوڑنا جس میں اصلاحِ نفس بھی داخل ہے
(۲۶) کینہ اور خلش نہ رکھنا جس میں حسد بھی داخل ہے
(۲۷) عینی میں یہ نمبر رہ گیا ہے میرے خیال میں اس جگہ حیا کرنا ہے جو کاتب کی غلطی سے رہ گیا ہے۔
(۲۸) غصہ نہ کرنا
(۲۹) فریب نہ دینا جسمیں بدگمانی نہ کرنا اور کسی کے ساتھ مکر نہ کرنا بھی داخل ہے
(۳۰) دنیا کی محبت دل سے نکال دینا جس میں مال کی اور جاہ کی محبت بھی داخل ہے۔ علامہ عینیؒ فرماتے ہیں کہ امور بالا میں دل کے تمام اعمال داخل ہیں۔ اگر کوئی چیز بظاہر خارج معلوم ہو تو وہ غور سے ان نمبروں میں سے کسی نہ کسی نمبر میں داخل ہوگی۔

دعا کیجئے

اے اللہ! ہمیں اپنے ذکر کی توفیق عطا فرمائیے۔

اے اللہ! ہمیں اپنے حقیقی ذکر یعنی ہمہ وقت آپ کے احکامات کو پیش نظر رکھتے ہوئے زندگی بسر کرنے کی توفیق عطا فرمائیے۔

اے اللہ! ہمیں اپنی محبت نصیب فرمائیے اور مسنون اذکار و وظائف کو صبح وشام پڑھنے کی توفیق عطا فرمائیے۔

اے اللہ! ہمیں ایسا بنا دیجئے کہ ہم سب سے زیادہ آپ کا ذکر کرنے والے سب سے زیادہ آپ کو فرمانبرداری کرنے والے اور سب سے زیادہ آپ سے محبت کرنے والے بن جائیں۔

اے اللہ! ہمیں ایسا بنا دیجئے کہ ہم اپنے سارے دل کیساتھ آپ سے محبت کریں اور آپ کو راضی کرنے میں اپنی ساری کوششیں صرف کردیں۔

اے اللہ! ہم آپ سے دین و دنیا اور اہل وعیال میں معافی اور اچھے انجام کا سوال کرتے ہیں۔

اے اللہ! ہمیں بخش دیجئے اور ہمارے گھروں میں وسعت اور رزق میں برکت عطا فرما دیجئے۔

وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ

ایمان کا سب سے اعلیٰ اور ادنیٰ درجہ

عن ابی هريرة رضى الله عنه قال قال رسول الله صلى الله عليه وسلم الايمان بضع و سبعون شعبة فافضلها قول لا اله الا الله وادناها اماطة الاذى عن الطريق الحياء شعبة من الايمان (رواه ابن ماجه)

ترجمہ: حضورؐ کا ارشاد ہے کہ ایمان کی ستر سے زیادہ شاخیں ہیں (بعض روایات میں ستتر آئی ہیں) ان میں سے افضل لا الہ الا اللہ کا پڑھنا ہے اور سب سے کم درجہ راستہ سے کسی تکلیف دہ چیز (اینٹ' لکڑی' کانٹے وغیرہ) کا ہٹا دینا ہے اور حیا بھی (ایک خصوصی) شعبہ ہے ایمان کا۔

دوسری قسم: زبان کا عمل تھا اس کے سات شعبے ہیں

(۱) کلمہ طیبہ کا پڑھنا

(۲) قرآن پاک کی تلاوت کرنا

(۳) علم سیکھنا (۴) علم دوسروں کو سکھانا

(۵) دعا کرنا (۶) اللہ کا ذکر جس میں استغفار بھی داخل ہے

(۷) لغو باتوں سے بچنا۔

تیسری قسم: باقی بدن کے اعمال ہیں یہ کل چالیس ہیں جو تین حصوں پر منقسم ہیں۔

پہلا حصہ: اپنی ذاتوں سے تعلق رکھتا ہے یہ سولہ شاخیں ہیں۔

(۱) پاکی حاصل کرنا جس میں بدن کی پاکی' کپڑے کی پاکی' مکان کی پاکی سب ہی داخل ہیں اور بدن کی پاکی میں وضو بھی داخل ہے اور حیض و نفاس اور جنابت کا غسل بھی

(۲) نماز کی پابندی کرنا اس کو قائم کرنا جس میں فرض نفل ادا قضا سب داخل ہے

(۳) صدقہ جس میں زکوٰۃ صدقہ فطر وغیرہ بھی داخل ہے اور بخشش کرنا' لوگوں کو کھانا کھلانا' مہمان کا اکرام کرنا اور غلاموں کا آزاد کرنا بھی داخل ہے

(۴) روزہ فرض ہو یا نفل

(۵) حج کرنا فرض ہو یا نفل اور اسی میں عمرہ بھی داخل ہے اور طواف بھی

(۶) اعتکاف کرنا جسمیں لیلۃ القدر کو تلاش کرنا بھی داخل ہے

(۷) دین کی حفاظت کے لئے گھر چھوڑنا جسمیں ہجرت بھی داخل ہے

(۸) نذر کا پورا کرنا (۹) قسموں کی نگہداشت رکھنا

(۱۰) کفاروں کا ادا کرنا

(۱۱) ستر کا نماز میں اور نماز کے علاوہ ڈھانکنا

(۱۲) قربانی کرنا اور قربانی کے جانوروں کی خبر گیری کرنا اور ان کا اہتمام کرنا

(۱۳) جنازہ کا اہتمام کرنا اسکے جملہ امور کا انتظام کرنا

(۱۴) قرض کا ادا کرنا (۱۵) معاملات کا درست کرنا سود سے بچنا

(۱۶) سچی بات کی گواہی دینا حق کو نہ چھپانا۔

دوسرا حصہ: کسی دوسرے کے ساتھ کے برتاؤ کا ہے اس کی چھ شاخیں ہیں

(۱) نکاح کے ذریعہ سے حرام کاری سے بچنا

(۲) اہل و عیال کے حقوق کی رعایت کرنا اور انکا ادا کرنا' اسمیں نوکروں اور خادموں کے حقوق بھی داخل ہیں

(٣) والدین کیساتھ سلوک کرنا' نرمی برتنا' فرمانبرداری کرنا

(٤) اولاد کی اچھی تربیت کرنا (٥) صلہ رحمی کرنا

(٦) بڑوں کی فرمانبرداری اور اطاعت کرنا۔

تیسرا حصہ: حقوق عامہ کا ہے جو اٹھارہ شعبوں پر منقسم ہے۔

(١) عدل کے ساتھ حکومت کرنا

(٢) حقانی جماعت کا ساتھ دینا

(٣) حکام کی اطاعت کرنا (بشرطیکہ خلاف شرع حکم نہ ہو)

(٤) آپس کے معاملات کی اصلاح کرنا جسمیں مفسدوں کو سزا دینا' باغیوں سے جہاد کرنا بھی داخل ہے

(٥) نیک کاموں میں دوسروں کی مدد کرنا

(٦) نیک کاموں کا حکم کرنا اور بری باتوں سے روکنا جسمیں وعظ وتبلیغ بھی داخل ہے

(٧) حدود کا قائم کرنا

(٨) جہاد کرنا جسمیں مورچوں کی حفاظت بھی داخل ہے

(٩) امانت کا ادا کرنا جسمیں خمس جو غنیمت کے مالوں میں ہوتا ہے وہ بھی داخل ہے

(١٠) قرض کا دینا اور ادا کرنا

(١١) پڑوسیوں کا حق ادا کرنا' انکا اکرام کرنا

(١٢) معاملہ اچھا کرنا جس میں جائز طریقہ سے مال کا جمع کرنا بھی داخل ہے

(١٣) مال کا اپنے محل (موقع) پر خرچ کرنا اسراف اور بخل سے بچنا بھی اسمیں داخل ہے

(١٤) سلام کرنا اور سلام کا جواب دینا

(١٥) چھینکنے والے کو یرحمک اللہ کہنا

(١٦) دنیا کو اپنے نقصان سے اپنی تکلیف سے بچانا

(١٧) لہوولعب سے بچنا

(١٨) راستہ سے تکلیف دہ چیز کا دور کرنا۔

مختلف روایات میں تطبیق:

یہ ستتر شاخیں ہوئیں ان میں بعض کو ایک دوسرے میں منضم بھی کیا جا سکتا ہے۔ جیسا کہ اچھے معاملہ میں مال کا جمع کرنا اور خرچ کرنا دونوں داخل ہو سکتے ہیں۔ اس طرح سے غور سے اور بھی اعداد کو کم کیا جا سکتا ہے اور اس لحاظ سے ستر والی روایت یا سرسٹھ والی روایت کے تحت میں بھی یہ تفصیل آ سکتی ہے۔ اس تفصیل میں بندہ نے علامہ عینیؒ کے کلام کو جو بخاری شریف کی شرح میں ہے اصل قرار دیا ہے کہ انہوں نے نمبروار ان چیزوں کو ذکر فرمایا ہے اور حافظ ابن حجر کی فتح الباری اور علامہ قاریؒ کی مرقات سے توضیح واضافہ کیا ہے۔ علماء نے لکھا ہے کہ ایمان کے سارے شعبے مجملاً یہ ہیں جو مذکور ہوئے۔ آدمی کو چاہیے کہ ان میں غور وفکر کرے جو اوصاف اسمیں ان میں سے پائے جاتے ہوں ان پر اللہ جل شانہ کا شکر ادا کرے کہ اسی کی توفیق و لطف سے ہر بھلائی حاصل ہوسکتی ہے اور جن اوصاف میں کمی ہو انکے حاصل کرنے کی سعی کرے اور اللہ تعالیٰ سے ان کے حصول کی توفیق مانگتا رہے۔ وَمَا تَوْفِيْقِيْٓ اِلَّا بِاللّٰهِ ۔

ان احادیث کے بیان میں جن میں ان کلمات کی فضیلت اور ترغیب ذکر فرمائی گئی ہے۔

دعا کیجئے: اے اللہ! ہمیں ایسا بنا دیجئے کہ ہم اپنے سارے دل کیساتھ آپ سے محبت کریں اور آپ کو راضی کرنے میں اپنی ساری کوششیں صرف کر دیں۔ اے اللہ! ہم آپ سے دین ودنیا اور اہل وعیال میں معافی اور اچھے انجام کا سوال کرتے ہیں۔ اے اللہ! ہمیں بخش دیجئے اور ہمارے گھروں میں وسعت اور رزق میں برکت عطا فرما دیجئے۔ وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ

6

دو محبوب کلمے

عن ابی ھریرۃؓ قال قال النبی صلی اللہ علیہ وسلم کلمتان خفیفتان علی اللسان ثقیلتان فی المیزان حبیبتان الی الرحمن سبحان اللہ وبحمدہ سبحان اللہ العظیم

ترجمہ: حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ دو کلمے ایسے ہیں کہ زبان پر بہت ہلکے اور ترازو میں بہت وزنی اور اللہ کے نزدیک بہت محبوب ہیں وہ سبحان اللہ وبحمدہ اور سبحان اللہ العظیم ہیں۔

زبان پر ہلکے اور ترازو میں وزنی

تشریح: زبان پر ہلکے کا مطلب یہ ہے کہ پڑھنے میں نہ وقت خرچ ہو کہ بہت مختصر ہیں نہ یاد کرنے میں کوئی دقت یا دیر لگے اور اس کے باوجود جب اعمال کے تولنے کا وقت آئیگا تو ترازو میں ان کلموں کی کثرت کیوجہ سے بہت زیادہ وزن ہو جائیگا اور اگر کوئی بھی فائدہ نہ ہوتا تو بھی اس سے بڑھ کر کیا چیز تھی کہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک یہ دو کلمے سب سے زیادہ محبوب ہیں۔ امام بخاریؒ نے اپنی کتاب صحیح بخاری کو ان ہی دو کلموں پر ختم فرمایا اور یہی حدیث کتاب کے ختم پر ذکر فرمائی ہے۔ ایک حدیث میں ارشاد نبویؐ ہے کہ کوئی شخص تم میں سے اس بات کو نہ چھوڑے کہ ہزار نیکیاں روزانہ کر لیا کرے۔ سبحان اللہ و بحمدہ سو مرتبہ پڑھ لیا کرے ہزار نیکیاں ہو جائینگی۔ اتنے گناہ تو ان شاء اللہ روزانہ کے ہوں گے بھی نہیں۔ اور اس تسبیح کے علاوہ جتنے نیک کام کئے ہوں گے ان کا ثواب علیحدہ نفع میں رہا۔ ایک حدیث میں آیا ہے کہ جو شخص صبح و شام ایک ایک تسبیح سبحان اللہ وبحمدہ کی پڑھے اس کے گناہ معاف ہو جائیں گے۔ خواہ سمندر کے جھاگوں سے بھی زیادہ ہوں۔ ایک حدیث میں آیا ہے کہ سبحان اللہ الحمدللہ لا الہ الا اللہ اللہ اکبر سے گناہ ایسے جھڑتے ہیں جیسے (سردی میں) درخت سے پتے جھڑتے ہیں۔

سب سے پسندیدہ کلام

حضرت ابوذر غفاریؓ فرماتے ہیں کہ ایک مرتبہ حضورؐ نے ارشاد فرمایا کہ میں تجھے بتاؤں اللہ کے نزدیک سب سے زیادہ پسندیدہ کلام کیا ہے میں نے عرض کیا ضرور بتاویں ارشاد فرمایا سبحان اللہ وبحمدہ دوسری حدیث میں ہے سبحان ربی وبحمدہ

ایک حدیث میں یہ بھی ہے کہ اللہ نے جس چیز کو اپنے فرشتوں کیلئے اختیار فرمایا وہی افضل ترین ہے اور وہ سبحان اللہ وبحمدہ ہے۔

فرشتوں کا مشغلہ

پہلی فصل میں کئی آیتوں میں یہ مضمون گزر چکا ہے کہ ملائکہ جو عرش کے قریب ہیں اور ان کے علاوہ سب اللہ جل شانہ کی تسبیح و تحمید میں مشغول رہتے ہیں ان کا مشغلہ یہی ہے کہ وہ اللہ کی پاکی بیان کرنے میں اور حمد کرنے میں مشغول رہیں۔ اسی وجہ سے جب آدم علیہ السلام کو پیدا فرمانے کا وقت ہوا تو انہوں نے یہی بارگاہ الٰہی میں ذکر کیا کہ نحن نسبح بحمدک و نقدس لک جیسا کہ اس سے پہلی فصل کی پہلی آیت میں گزر چکا ہے۔ ایک حدیث میں وارد ہے کہ آسمان (عظمت الٰہی کے بوجھ سے) بولتا ہے۔ (چر چراتا ہے جیسا کہ چارپائی وغیرہ وزن سے بولنے لگتی ہے) اور آسمان کیلئے حق ہے کہ وہ بولے (کہ ہیبت کا بوجھ سخت ہوتا ہے) قسم ہے اس پاک ذات کی جس کے قبضہ میں محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کی جان ہے کہ آسمان میں ایک بالشت جگہ بھی ایسی نہیں جہاں کوئی فرشتہ سجدہ کی حالت میں اللہ کی تسبیح و تحمید میں مشغول نہ ہو۔

وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ

جنت واجب کرنے والے کلمات

عن اسحق بن عبدالله بن ابی طلحة عن ابیه عن جده قال قال رسول الله صلی الله علیه وسلم من قال لا اله لا الله دخل الجنة او وجبت له الجنة و من قال سبحان الله وبحمده مائة مرة کتب الله له مائة الف حسنة و اربعًا و عشرین الف حسنة (رواه الحاکم)

ترجمہ: حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ جو شخص لا الہ الا اللہ کہے اس کے لئے جنت واجب ہو جائیگی اور جو شخص سبحان اللہ وبحمدہ سو مرتبہ پڑھے گا اس کے لئے ایک لاکھ چوبیس ہزار نیکیاں لکھی جائینگی صحابہؓ نے عرض کیا یا رسول اللہ ایسی حالت میں تو کوئی بھی (قیامت میں) ہلاک نہیں ہو سکتا (کہ نیکیاں غالب ہی رہیں گی) حضورؐ نے فرمایا (بعض لوگ پھر بھی ہلاک ہوں گے اور کیوں نہ ہوں) بعض آدمی اتنی نیکیاں لے کر آئینگے کہ اگر پہاڑ پر رکھدی جائیں تو وہ دب جائے لیکن اللہ کی نعمتوں کے مقابلہ میں وہ کالعدم ہو جائیں گی۔ البتہ اللہ جل شانہ پھر اپنی رحمت اور فضل سے دستگیری فرمائیں گے۔

قیامت میں نعمتوں کے بارے میں بھی سوال ہوگا

تشریح: اللہ کی نعمتوں کے مقابلہ میں دب جانے اور کالعدم ہو جانے کا مطلب یہ ہے کہ قیامت میں جہاں نیکیاں اور برائیاں تولی جائیں گی وہاں اس چیز کا بھی مطالبہ اور محاسبہ ہو گا کہ اللہ جل جلالہ نے جو نعمتیں عطا فرمائی تھیں ان کا کیا حق ادا کیا۔ اور کیا شکر ادا کیا۔ بندہ کے پاس ہر چیز اللہ ہی کی عطا کی ہوئی ہے۔ ہر ایک چیز کا ایک حق ہے اس حق کی ادائیگی کا مطالبہ ہونا ہے۔ چنانچہ حضورؐ اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ **یصبح علی کل سلامی من احدکم صدقة الحدیث (فی المشکوة بروایة المسلم قلت ورواه ابوداؤد ابن ماجة)** جس کا مطلب یہ ہے کہ ہر صبح کو ہر آدمی کے ہر جوڑ اور ہر ہڈی پر ایک صدقہ واجب ہوتا ہے۔ دوسری حدیث میں ہے کہ آدمی میں تین سو ساٹھ جوڑ ہیں اسکے ذمہ ضروری ہے کہ ہر جوڑ کی طرف سے ایک صدقہ کرے یعنی اس بات کے شکر میں کہ حق تعالیٰ شانہ نے سونے کے بعد جو مرنے کے مشابہ حالت تھی پھر از سر نو زندگی بخشی اور ہر عضو صحیح سالم رہا۔ صحابہؓ نے عرض کیا اتنے صدقے روزانہ کرنیکی طاقت کون رکھتا ہے۔ حضورؐ نے فرمایا ہر تسبیح صدقہ ہے ہر تکبیر صدقہ ہے۔ لا اله الا الله ایک مرتبہ کہنا صدقہ۔ الله اکبر کہنا صدقہ ہے۔ راستہ میں کسی تکلیف دینے والی چیز کا ہٹا دینا صدقہ ہے۔ غرض بہت سے صدقات شمار کرائے۔ اس قسم کی اور بھی احادیث ہیں جن سے آدمی کی اپنی ذات میں جو اللہ کی نعمتیں ہیں ان کا بیان ہے۔ اس کے علاوہ کھانے پینے راحت و آرام کے متعلق جتنی اللہ کی نعمتیں ہر وقت میسر ہوتی ہیں۔ وہ مزید برآں

کون کون سی نعمتوں کا سوال ہوگا

قرآن پاک میں سورہ الھکم التکاثر میں بھی اس کا ذکر ہے کہ قیامت میں اللہ کی نعمتوں سے بھی سوال ہوگا۔ حضرت ابن عباسؓ فرماتے ہیں کہ بدن کی صحت، کانوں کی صحت، آنکھوں کی صحت سے سوال ہوگا کہ اللہ نے یہ نعمتیں اپنے لطف سے عطا فرمائیں انکو اللہ کے کس کام میں خرچ کیا (یا چوپاؤں کی طرح صرف پیٹ پالنے میں خرچ کیا) چنانچہ دوسری جگہ بنی اسرائیل میں ارشاد ہے اِنَّ السَّمْعَ وَالْبَصَرَ وَالْفُؤَادَ كُلُّ اُولٰٓئِكَ كَانَ عَنْهُ مَسْئُوْلًا (کان، آنکھ دل ہر شخص سے ان سب کی قیامت کے دن پوچھ ہوگی کہ ان چیزوں

کا استعمال کہاں کیا) حضورؐ کا ارشاد ہے کہ جن نعمتوں سے سوال ہوگا ان میں بیفکری جو اللہ کی بڑی دولت ہے اور صحت بدن بھی ہے۔ مجاہد کہتے ہیں کہ دنیا کی ہر لذت نعمتوں میں داخل ہے جن سے سوال ہوگا۔ حضرت علیؓ فرماتے ہیں کہ اس میں عافیت بھی داخل ہے ایک شخص نے حضرت علیؓ سے پوچھا کہ ثُمَّ لَتُسْـَٔلُنَّ يَوْمَئِذٍ عَنِ النَّعِيْمِ ؕ (پھر اس دن نعمتوں سے بھی سوال کئے جاؤ گے) کا مطلب کیا ہے۔ آپ نے ارشاد فرمایا کہ گیہوں کی روٹی اور ٹھنڈا پانی مراد ہے کہ اس سے بھی سوال ہوگا اور رہنے کے لئے مکان سے بھی۔ ایک حدیث میں آیا ہے کہ جب یہ آیت نازل ہوئی تو بعض صحابہؓ نے عرض کیا کہ یارسول اللہ کن نعمتوں کا سوال ہوگا۔ آدھی بھوک روٹی ملتی ہے اور وہ بھی جو کی (پیٹ بھرائی روٹی بھی میسر نہیں) وحی نازل ہوئی۔ کیا پاؤں میں جوتا نہیں پہنتے' کیا ٹھنڈا پانی نہیں پیتے یہ بھی تو اللہ کی نعمتیں ہیں۔ ایک حدیث میں آیا ہے کہ بعض صحابہؓ نے اس آیت شریفہ کے نازل ہونے پر عرض کیا یارسول اللہ کن نعمتوں سے سوال ہوگا۔ کھجور اور پانی صرف یہ دو چیزیں کھانے پینے کو ملتی ہیں اور ہماری تلواریں (جہاد کے لئے) ہر وقت کندھوں پر رہتی ہیں اور دشمن (کافر کوئی نہ کوئی) مقابل (جس کی وجہ سے وہ دو چیزیں بھی اطمینان اور بیکفری سے نصیب نہیں ہوتیں) حضورؐ نے فرمایا کہ عنقریب نعمتیں میسر ہونیوالی ہیں۔ ایک حدیث میں حضورؐ کا ارشاد ہے کہ قیامت میں جن نعمتوں سے سوال ہوگا ان میں سب سے اول یہ ہوگا کہ ہم نے تیرے بدن کو تندرستی عطا فرمائی (یعنی اس تندرستی کا کیا حق ادا کیا اور اسمیں اللہ کی رضا کی کیا خدمت ادا کی) اور ہم نے ٹھنڈے پانی سے تجھ کو سیراب کیا (درحقیقت اللہ کی بڑی نعمت ہے جہاں ٹھنڈا پانی میسر نہیں ہوتا ان سے کوئی اسکی قدر پوچھے یہ اللہ کی اتنی بڑی نعمت ہے کہ حد نہیں مگر ہم لوگوں کو اس کے نعمتِ عظیمہ ہونے کی طرف التفات بھی نہیں ہوتا چہ جائیکہ اس کا شکر اور اس کی ادائیگی حق) ایک حدیث میں وارد ہے کہ جن نعمتوں سے سوال ہوگا یہ ہیں وہ روٹی کا ٹکڑا جس سے پیٹ بھرا جاتا ہے۔ وہ پانی جس سے پیاس بجھائی جاتی ہے۔ وہ کپڑا جس سے بدن ڈھانکا جاتا ہے۔

دعا کیجئے: اے اللہ! ہمیں اپنے حقیقی ذکر یعنی ہمہ وقت آپ کے احکامات کو پیش نظر رکھتے ہوئے زندگی بسر کرنے کی توفیق عطا فرمائیے۔ اے اللہ! ہمیں اپنی محبت نصیب فرمائیے اور مسنون اذکار و وظائف کو صبح و شام پڑھنے کی توفیق عطا فرمائیے۔ وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ

نعمتوں میں اضافہ اور کمی کے اصول وضوابط: اللہ رب العزت ارشاد فرماتے ہیں لَئِنْ شَكَرْتُمْ لَاَزِيْدَنَّكُمْ اگر تم شکر ادا کرو گے تو ہم اپنی نعمتوں کو تم پر اور زیادہ کردیں گے۔ تو ہم جتنا اللہ رب العزت کا شکر ادا کریں گے اتنا ہی رب کریم کی نعمتیں اور زیادہ ہوں گی۔ اور آگے فرمایا وَلَئِنْ كَفَرْتُمْ اِنَّ عَذَابِيْ لَشَدِيْدٌ اور اگر تم کفران نعمت کرو گے تو یاد رکھو کہ پھر میری پکڑ بھی بڑی سخت ہے۔

لسانی اور جسمانی شکر: اب شکر ادا کرنے کے دو طریقے ہیں ایک تو انسان اپنی زبان سے الحمد للہ کہے' سبحان اللہ کہے' یہ بھی اللہ رب العزت کا شکر ادا کر رہا ہے اور ایک اپنے جسم سے پروردگار کے حکموں کی پابندی کرے' گویا یہ بھی اللہ رب العزت کا شکر ادا کر رہا ہے۔ لسانی شکر بھی ادا کرے اور اپنے جسم سے بھی اللہ تعالیٰ کی اطاعت کرے تو یہ گویا اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کرنے والا بندہ ہے۔ اگر اس میں کمی کوتاہی ہوگئی تو پھر اللہ تعالیٰ بعض اوقات اپنی نعمتوں کو واپس لے لیتے ہیں اس پر غور کرنے کی ضرورت ہے۔

حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اور حضرات شیخین رضی اللہ عنہما کا واقعہ

عن اسحق بن عبداللہ بن ابی طلحة عن ابیه عن جده قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیه وسلم من قال لا اله لا اللہ دخل الجنة او وجبت له الجنة و من قال سبحان اللہ وبحمده مائة مرة کتب اللہ له مائة الف حسنة و اربعًا و عشرین الف حسنة (رواہ الحاکم)

ترجمہ: حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ جو شخص لا الہ الا اللہ کہے اس کے لئے جنت واجب ہو جائیگی اور جو شخص سبحان اللہ وبحمدہ سو مرتبہ پڑھے گا اس کے لئے ایک لاکھ چوبیس ہزار نیکیاں لکھی جائینگی صحابہؓ نے عرض کیا یا رسول اللہ ایسی حالت میں تو کوئی بھی (قیامت میں) ہلاک نہیں ہو سکتا (کہ نیکیاں غالب ہی رہیں گی) حضورؐ نے فرمایا (بعض لوگ پھر بھی ہلاک ہوں گے اور کیوں نہ ہوں) بعض آدمی اتنی نیکیاں لے کر آئینگے کہ اگر پہاڑ پر رکھ دی جائیں تو وہ دب جائے لیکن اللہ کی نعمتوں کے مقابلہ میں وہ کالعدم ہو جائیں گی۔ البتہ اللہ جل شانہ پھر اپنی رحمت اور فضل سے دستگیری فرمائیں گے۔

تشریح: ایک مرتبہ دوپہر کے وقت سخت دھوپ میں حضرت ابوبکرؓ پریشان ہو کر گھر سے چلے مسجد میں پہنچے ہی تھے کہ حضرت عمرؓ بھی اسی حالت میں تشریف لے آئے۔ حضرت ابوبکر صدیقؓ کو بیٹھا ہوا دیکھ کر دریافت کیا کہ تم اس وقت یہاں کہاں۔ فرمایا کہ بھوک کی بے تابی نے پریشان کیا۔ حضرت عمرؓ نے عرض کیا واللہ اسی چیز نے مجھے بھی مجبور کیا کہ کہیں جاؤں۔ یہ دونوں حضرات یہ گفتگو کر ہی رہے تھے کہ سردار دو عالم نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لے آئے۔ ان کو دیکھ کر دریافت فرمایا کہ تم اس وقت کہاں؟ عرض کیا یا رسول اللہ بھوک نے پریشان کیا جس سے مضطرب ہو کر نکل پڑے۔ حضورؐ نے ارشاد فرمایا اسی مجبوری سے میں بھی آیا ہوں۔ تینوں حضرات اکٹھے ہو کر حضرت ابوایوب انصاریؓ کے مکان پر پہنچے۔ وہ تشریف نہیں رکھتے تھے۔ بیوی نے بڑی مسرت و افتخار سے ان حضرات کو بٹھایا۔ حضورؐ نے دریافت فرمایا ابوایوبؓ کہاں گئے ہیں۔ عرض کیا ابھی حاضر ہوتے ہیں کسی ضرورت سے گئے ہوئے ہیں۔ اتنے میں ابوایوبؓ بھی حاضر خدمت ہو گئے اور فرط خوشی میں کھجور کا ایک بڑا سا خوشہ توڑ لائے۔ حضورؐ نے ارشاد فرمایا کہ سارا خوشہ کیوں توڑا اس میں کچی اور آدھ کچری بھی ٹوٹ گئیں چھانٹ کر پکی ہوئی توڑ لیتے۔ انہوں نے عرض کیا۔ اس خیال سے توڑا کہ ہر قسم کی سامنے ہوں جو پسند ہو وہ نوش فرماویں (کہ بعض مرتبہ پکی ہوئی سے آدھ کچری زیادہ پسند ہوتی ہیں) خوشہ سامنے رکھ کر جلدی سے گئے اور ایک بکری کا بچہ ذبح کیا اور جلدی جلدی کچھ تو ویسے ہی بھون لیا کچھ سالن تیار کر لیا۔ حضورؐ نے ایک روٹی میں تھوڑا سا گوشت رکھ کر ابوایوبؓ کو دیا کہ یہ فاطمہؓ کو پہنچا دو۔ اس کو بھی کئی دن سے کچھ نہیں مل سکا۔ وہ فوراً پہنچا کر آئے۔ ان حضرات نے بھی سیر ہو کر نوش فرمایا۔ اس کے بعد حضورؐ نے ارشاد فرمایا کہ دیکھو یہ اللہ کی نعمتیں ہیں۔ روٹی ہے گوشت ہے ہر قسم کی کچی اور پکی کھجوریں ہیں۔ یہ فرما کر نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی پاک آنکھوں سے آنسو بہنے لگے اور ارشاد فرمایا۔ اس پاک ذات کی قسم جس کے قبضہ میں میری جان ہے یہی وہ نعمتیں ہیں جن سے قیامت میں سوال ہوگا) جن حالات کے تحت میں اس وقت یہ چیزیں میسر ہوئی تھیں ان کے لحاظ سے) صحابہؓ کو بڑی گرانی اور فکر پیدا ہو گیا (کہ ایسی مجبوری اور اضطرار کی حالت میں یہ چیزیں میسر آئیں اور ان پر

بھی سوال وحساب ہوگا) حضورؐ نے ارشاد فرمایا کہ اللہ کا شکر ادا کرنا تو ضروری ہے ہی۔ جب اس قسم کی چیزوں پر ہاتھ ڈالوتو اول بسم اللہ پڑھواور جب کھا چکوتو کہوالحمدللہ الذی ھو اشبعنا و انعم علینا و افضل (تمام تعریف اللہ ہی کے لئے ہے جس نے ہم کو پیٹ بھر کر کھلایا اور ہم پر انعام فرمایا اور بہت زیادہ عطا فرمایا) اس دعا کا پڑھنا شکر ادا کرنے میں کافی ہے۔ اس قسم کے واقعات کئی مرتبہ پیش آئے جو متعدد احادیث میں مختلف عنوانات سے سے ذکر کئے گئے ہیں۔ چنانچہ ایک مرتبہ الوالہیثمؓ مالک بن تیہان کے مکان پر تشریف لے جانے کی نوبت آئی۔ اسی قسم کا ایک واقعہ ایک اور صاحب کے ساتھ پیش آیا جن کو واقفی کہا جاتا تھا۔

ایک کوڑھی کا واقعہ:

حضرت عمرؓ کا گزر ایک شخص پر ہوا جو کوڑھی بھی تھا اور اندھا' بہرا اور گونگا بھی تھا۔ آپ نے ساتھیوں سے دریافت فرمایا کہ تم لوگ اللہ کی کچھ نعمتیں اس شخص پر بھی دیکھتے ہو؟ لوگوں نے عرض کیا کہ اس کے پاس کونسی نعمت ہے۔ آپ نے ارشاد فرمایا کہ کیا پیشاب سہولت سے نہیں کر سکتا جتنا ہو سکے شکر ادا کرو۔ حضرت عبداللہ بن مسعودؓ فرماتے ہیں کہ قیامت میں تین دربار ہیں۔ ایک دربار میں نیکیوں کا حساب ہے' دوسرے میں اللہ کی نعمتوں کا حساب ہے۔ تیسرے میں گناہوں کا مطالبہ ہے۔ نیکیاں نعمتوں کے مقابلہ میں ہو جائیں گی اور برائیاں باقی رہ جائیں گی جو اللہ کے فضل کے تحت میں ہونگی ان سب کا مطلب یہ ہے کہ اللہ جل شانہ کی جس قدر نعمتیں ہر آن اور ہر دم آدمی پر ہوتی ہیں ان کا شکر کرنا' ان کا حق ادا کرنا بھی آدمی کے ذمہ ہے اس لئے جتنی مقدار بھی نیکیوں کی پیدا ہو سکے ان کو حاصل کرنے میں کمی نہ کرے اور کسی مقدار کو بھی زیادہ نہ سمجھے کہ وہاں پہنچ کر معلوم ہوگا کتنے کتنے گناہ ہم نے اپنی آنکھ' ناک' کان اور دوسرے بدن کے حصوں سے ایسے کئے ہیں جن کو ہم گناہ بھی نہ سمجھے۔ حضورؐ کا ارشاد ہے کہ تم میں سے کوئی بھی ایسا نہیں ہے جس کی قیامت میں اللہ کے یہاں پیشی نہ ہو کہ اس وقت نہ کوئی پردہ درمیان میں حائل ہوگا نہ ترجمان (وکیل وغیرہ)۔ دائیں طرف دیکھے گا تو اپنے اعمال کا انبار ہوگا' بائیں طرف دیکھے گا تب بھی یہی منظر ہوگا جس قسم کے بھی اچھے یا برے اعمال کئے ہیں وہ سب ساتھ ہونگے جہنم کی آگ سامنے ہوگی اس لئے جہاں تک ممکن ہو صدقہ سے جہنم کی آگ کو دفع کرو خواہ کھجور کا ٹکڑا ہی کیوں نہ ہو۔ ایک حدیث میں آیا ہے کہ قیامت میں سب سے اول یہ سوال ہوگا کہ ہم نے تجھے بدن کی صحت عطا کی اور ٹھنڈا پانی پینے کو دیا (یعنی ان چیزوں کا کیا حق ادا کیا) دوسری حدیث میں ہے کہ اس وقت تک آدمی حساب کے میدان سے نہ ہٹے گا جب تک پانچ چیزوں کا سوال نہ ہو جائے۔ عمر کس کام میں خرچ کی؟ جوانی (کی قوت) کس مشغلہ میں صرف کی؟ مال کس طریقہ سے کمایا اور کس طریقہ سے خرچ کیا (یعنی کمائی کے اور خرچ کے طریقے جائز تھے یا ناجائز) جو کچھ علم حاصل کیا (خواہ کسی درجہ کا ہو) اس میں کیا عمل کیا (یعنی جو مسائل معلوم تھے ان پر عمل کیا یا نہیں)

دعا کیجئے: اے اللہ! ہم آپ سے دین و دنیا اور اہل وعیال میں معافی اور اچھے انجام کا سوال کرتے ہیں۔ اے اللہ! ہمیں ایسا بنا دیجئے کہ ہم اپنے سارے دل کیساتھ آپ سے محبت کریں اور آپ کو راضی کرنے میں اپنی ساری کوششیں صرف کر دیں۔ اے اللہ! ہمیں بخش دیجئے اور ہمارے گھروں میں وسعت اور رزق میں برکت عطا فرما دیجئے۔ وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ

جنت کے درخت

عن ابن مسعود رضی اللہ عنہ قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم لقیت ابراھیم لیلۃ اسری بی فقال یا محمد اقرأ امتک منی السلام واخبرھم ان الجنۃ طیبۃ التربۃ عذبۃ الماء و انھا قیعان و ان غراسھا سبحان اللہ والحمدللہ ولا الہ الا اللہ و اللہ اکبر (رواہ الترمذی)

ترجمہ: حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ شب معراج میں جب میری ملاقات حضرت ابراہیم علیہ السلام سے ہوئی تو انہوں نے فرمایا کہ اپنی امت کو میرا سلام کہہ دینا اور یہ کہنا کہ جنت کی نہایت عمدہ پاکیزہ مٹی ہے اور بہترین پانی لیکن وہ بالکل چٹیل میدان ہے اور اس کے پودے درخت **سبحان اللہ والحمدللہ ولا الہ اللہ واللہ اکبر** ہیں (جتنے کسی کا دل چاہے درخت لگالے) ایک حدیث میں اس کے بعد لاحول ولاقوۃ الا باللہ بھی ہے۔ دوسری حدیث میں ہے کہ ان کلموں میں سے ہر کلمہ کے بدلے ایک درخت جنت میں لگایا جاتا ہے۔

حضرت ابراہیم علیہ السلام کا امت محمد کی طرف سلام بھیجنا

تشریح: ایک حدیث میں ہے جو کہ شخص سبحان اللہ العظیم وبحمدہ پڑھے گا ایک درخت جنت میں لگایا جاویگا۔ ایک حدیث میں ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لیجا رہے تھے۔ حضرت ابو ہریرہؓ کو دیکھا کہ ایک پودا لگا رہے ہیں۔ دریافت فرمایا کہ کیا کر رہے ہو۔ انہوں نے عرض کیا درخت لگا رہا ہوں۔ ارشاد فرمایا میں بتاؤں، بہترین پودے جو لگائے جاویں۔ سبحان اللہ الحمدللہ لا الہ الا اللہ اللہ اکبر ہر کلمہ سے ایک درخت جنت میں لگتا ہے۔

حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے ذریعہ سے حضرت خلیل اللہ علی نبینا وعلیہ الصلوۃ والسلام نے سلام بھیجا ہے اس لئے علماء نے لکھا ہے کہ جس شخص کے پاس یہ حدیث پہنچے اس کو چاہیے کہ حضرت خلیل اللہ کے سلام کے جواب میں وعلیہ السلام ورحمۃ اللہ وبرکاتہ کہے۔

جنت کی بہترین مٹی اور میٹھا پانی:

اسکے بعد ارشاد ہے کہ جنت کی مٹی بہترین ہے اور پانی میٹھا۔ اس کے دو مطلب ہیں اول یہ کہ صرف اس جگہ کی حالت کا بیان کرنا ہے کہ بہترین جگہ ہے جس کی مٹی کے متعلق احادیث میں آیا ہے کہ مشک وزعفران کی ہے اور پانی نہایت لذیذ ایسی جگہ ہر شخص اپنا مسکن بنانا چاہتا ہے اور تفریح وراحت کے لئے باغ وغیرہ لگانے کے اسباب مہیا ہوں تو کون چھوڑ سکتا ہے۔ دوسرا مطلب یہ ہے کہ جس جگہ زمین بہتر اور پانی بہتر ہو وہاں پیداوار بہت اچھی ہوتی ہے۔ اس صورت میں مطلب یہ ہے کہ ایک مرتبہ **سبحان اللہ** کہہ دینے سے ایک درخت وہاں قائم ہو جاویگا اور پھر وہ جگہ اور پانی کی عمدگی کی وجہ سے خود ہی نشو ونما پاتا رہیگا۔ صرف ایک مرتبہ بیج ڈال دینا ہے۔ باقی سب کچھ خود ہی ہو جائے گا۔ اس حدیث میں جنت کو چٹیل میدان فرمایا ہے، اور جن احادیث میں جنت کا حال بیان کیا گیا ہے ان میں جنت میں ہر قسم کے میوے باغ درختوں وغیرہ کا موجود ہونا بتایا گیا ہے بلکہ جنت کے معنی ہی باغ کے ہیں اس لئے ظاہراً اشکال واقع ہوتا ہے۔ بعض علماء نے فرمایا ہے کہ اصل کے اعتبار سے وہ میدان ہے لیکن جس حالت پر وہ نیک عمل لوگوں کو دی جائے گی ان کے اعمال کے موافق اس میں باغ اور درخت وغیرہ موجود ہوں گے۔ دوسری توجیہ بعض علماء نے یہ دریافت فرمائی ہے کہ

جنت کے وہ باغ وغیرہ ان اعمال کے موافق ملیں گے۔ جب ان اعمال کی وجہ سے اور ان کے برابر ملے تو گویا یہ اعمال ہی درختوں کا سبب ہوئے۔ تیسری توجیہ یہ فرمائی گئی ہے کہ کم سے کم مقدار جو ہر شخص کے حصہ میں ہے وہ ساری دنیا سے کہیں زائد ہے اس میں بہت سے حصہ میں خود اپنے اصلی باغ موجود ہیں اور بہت سا حصہ خالی پڑا ہے جتنا کوئی ذکر تسبیح وغیرہ کریگا اتنے ہی درخت اور لگ جائیں گے۔ شیخ المشائخ حضرت مولانا گنگوہیؒ کا ارشاد جو کوکب دری میں نقل کیا گیا ہے یہ ہے کہ اس کے سارے درخت خیر کی طرح سے ایک جگہ مجتمع ہیں۔ ہر شخص جس قدر اعمال خیر کرتا رہتا ہے اتنا ہی اس کے حصہ کی زمین میں لگتے رہتے ہیں اور نشو ونما پاتے رہتے ہیں۔

پہاڑ سے زیادہ سونا خرچ کرنے سے زیادہ محبوب کلام

حضورؐ کا ارشاد ہے کہ جو شخص رات کو مشقت جھیلنے سے ڈرتا ہو (کہ راتوں کو جاگنے اور عبادت میں مشغول رہنے سے قاصر ہو) یا بخل کی وجہ سے مال خرچ کرنا دشوار ہو یا بزدلی کی وجہ سے جہاد کی ہمت نہ پڑتی ہو اس کو چاہیے کہ سبحان اللہ وبحمدہ کثرت سے پڑھا کرے۔ اللہ کے نزدیک یہ کلام پہاڑ کی بقدر سونا خرچ کرنے سے بھی زیادہ محبوب ہے۔

فائدہ: کس قدر اللہ کا فضل ہے کہ ہر قسم کی مشقت سے بچنے والوں کے لئے بھی فضائل اور درجات کا دروازہ بند نہیں فرمایا۔ راتوں کو نہیں جاگا جاتا' کنجوسی سے پیسہ خرچ نہیں ہوتا' بزدلی اور کم ہمتی سے جہاد جیسا مبارک عمل نہیں ہوتا اس کے بعد بھی اگر دین کی قدر ہے آخرت کی فکر ہے تو اس کے لئے راستہ کھلا ہوا ہے پھر بھی کچھ کما نہ سکے تو کم نصیبی کے سوا اور کیا ہے۔ پہلے یہ مضمون ذرا تفصیل سے گزر چکا ہے۔

سب سے زیادہ محبوب چار کلمے:

حضورؐ کا ارشاد ہے کہ اللہ کے نزدیک سب سے زیادہ محبوب کلام چار کلمے ہیں۔ سبحان اللہ والحمدللہ ولا الہ الا اللہ واللہ اکبر ان میں سے جس کو چاہے پہلے پڑھے اور جس کو چاہے بعد میں (کوئی خاص ترتیب نہیں) ایک حدیث میں ہے کہ یہ کلمے قرآن پاک میں بھی موجود ہیں۔

فائدہ: یعنی قرآن پاک کے الفاظ میں بھی یہ کلمے کثرت سے وارد ہوئے ہیں اور قرآن پاک میں ان کا حکم ان کی ترغیب وارد ہوئی ہے چنانچہ پہلی فصل میں مفصل بیان ہو چکا ہے۔ ایک حدیث میں آیا ہے کہ عیدوں کو ان کلموں کے ساتھ مزین کیا کرو یعنی عید کی زینت یہ ہے کہ ان کلموں کا کثرت سے ورد کیا جائے۔

دعا کیجئے

اے اللہ! ہمیں اپنے حقیقی ذکر یعنی ہمہ وقت آپ کے احکامات کو پیش نظر رکھتے ہوئے زندگی بسر کرنے کی توفیق عطا فرمائیے۔ اے اللہ! ہمیں اپنی محبت نصیب فرمائیے اور مسنون اذکار و وظائف کو صبح وشام پڑھنے کی توفیق عطا فرمائیے۔ اے اللہ! ہمیں ایسا بنا دیجئے کہ ہم سب سے زیادہ آپ کا ذکر کرنے والے سب سے زیادہ آپ کو فرمانبرداری کرنے والے اور سب سے زیادہ آپ سے محبت کرنے والے بن جائیں۔ اے اللہ! ہمیں ایسا بنا دیجئے کہ ہم اپنے سارے دل کیساتھ آپ سے محبت کریں اور آپ کو راضی کرنے میں اپنی ساری کوششیں صرف کر دیں۔ اے اللہ! ہم آپ سے دین و دنیا اور اہل وعیال میں معافی اور اچھے انجام کا سوال کرتے ہیں۔ وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ

غریبوں کے لئے بہترین عمل

عن ابی هریره رضی الله عنه قال ان الفقراء المهاجرین اتوارسول الله صلی الله علیه وسلم فقالو اقد ذهب اهل الدثور بالدرجات العلیٰ و النعیم المقیم فقال ماذاک قالوا یصلون کما نصلی و یصومون کما نصوم ویتصدقون ولا نتصدق ویعتقون ولا نعتق (رواه البخاری و مسلم)

ترجمہ : حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں ایک مرتبہ فقراً مہاجرین جمع ہو کر حاضر ہوئے اور عرض کیا' یارسول اللہ یہ مالدار سارے بلند درجے لے اڑے اور ہمیشہ کی رہنے والی نعمت انہیں کے حصہ میں آ گئی۔ حضورؐ نے فرمایا کیوں۔ عرض کیا کہ نماز روزہ میں تو یہ ہمارے شریک کہ ہم بھی کرتے ہیں یہ بھی مالدار ہونے کی وجہ سے یہ لوگ صدقہ کرتے ہیں غلام آزاد کرتے ہیں اور ہم ان چیزوں سے عاجز ہیں۔ حضورؐ نے فرمایا کہ میں تمہیں ایسی چیز بتاؤں کہ تم اس پر عمل کر کے اپنے سے پہلوں کو پکڑ لو اور بعد والوں سے بھی آگے بڑھے رہو اور کوئی شخص تم سے اس وقت تک افضل نہ ہو جب تک ان ہی اعمال کو نہ کرے۔ صحابہؓ نے عرض کیا ضرور بتا دیجئے ارشاد فرمایا کہ ہر نماز کے بعد سبحان اللہ الحمد للہ اللہ اکبر ۳۳' ۳۳ مرتبہ پڑھ لیا کرو (ان حضرات نے شروع کر دیا مگر اس زمانہ کے مالدار بھی اس نمونہ کے تھے انہوں نے بھی معلوم ہونے پر شروع کر دیا) تو فقرا دوبارہ حاضر ہوئے کہ یارسول اللہ ہمارے مالدار بھائیوں نے بھی سن لیا اور وہ بھی یہی کرنے لگے۔ حضورؐ نے فرمایا یہ اللہ کا فضل ہے جس کو چاہے عطا فرمائے اس کو کون روک سکتا ہے۔ ایک دوسری حدیث میں بھی اسی طرح یہ قصہ ذکر کیا گیا اسمیں حضورؐ کا ارشاد ہے کہ تمہارے لئے بھی اللہ نے صدقہ کا قائم مقام بنا رکھا ہے۔ سبحان اللہ ایک مرتبہ کہنا صدقہ ہے الحمد للہ ایک مرتبہ کہنا صدقہ ہے۔ بیوی سے صحبت کرنا صدقہ ہے۔ صحابہؓ نے تعجب سے عرض کیا یارسول اللہ بیوی سے ہمبستری میں اپنی شہوت پوری کرے اور یہ صدقہ ہو جائے حضورؐ نے فرمایا اگر حرام میں مبتلا ہو گیا تو گناہ ہوگا یا نہیں۔ صحابہؓ نے عرض کیا ضرور ہوگا۔ ارشاد فرمایا اسی طرح حلال میں صدقہ اور اجر ہے۔

بیوی سے صحبت کرنا صدقہ کیسے ہے؟

تشریح: مطلب یہ ہے کہ اس نیت سے صحبت کرنا کہ حرام کاری سے بچے ثواب اور اجر کا سبب ہے اسی قصہ کی دوسری حدیث میں اس اشکال کے جواب میں کہ بیوی سے ہمبستری اپنی شہوت کو پورا کرنا ہے۔ حضورؐ کا جواب نقل کیا گیا۔ بتاؤ اگر بچہ پیدا ہو جائے پھر وہ جوان ہونے لگے اور تم اسکی خوبیوں کی امید باندھنے لگو پھر وہ مر جائے۔ کیا تم ثواب کی امید رکھتے ہو۔ عرض کیا گیا کہ بیشک امید ہے۔ حضورؐ نے فرمایا کیوں تم نے اس کو پیدا کیا' تم نے اسکو ہدایت کی تھی' تم نے اسکو روزی دی تھی بلکہ اللہ ہی نے پیدا کیا تھا اسی نے ہدایت دی تھی وہی روزی عطا کرتا ہے اس طرح صحبت سے تم نطفہ کو حلال جگہ رکھتے ہو پھر اللہ کے قبضہ میں ہے کہ چاہے اسکو زندہ کرے کہ اس سے اولاد پیدا کر دے یا مردہ کرے اولاد پیدا نہ ہو۔ اس حدیث کا مقتضی یہ ہے کہ یہ اجر و ثواب بچہ کے پیدا ہونے کا سبب ہونے کی وجہ سے ہے۔

سمندر کی جھاگ کے برابر گناہوں کی معافی

حضور اقدس کا ارشاد ہے کہ جو شخص ہر نماز کے بعد سبحان اللہ ۳۳ مرتبہ' الحمدللہ ۳۳ مرتبہ' اللہ اکبر ۳۳ مرتبہ اور ایک مرتبہ **لاالہ الا اللہ وحدہ لاشریک لہ لہ الملک ولہ الحمد وھو علیٰ کل شی ء قدیر** پڑھے اس کے گناہ معاف ہو جاتے ہیں۔ خواہ اتنی کثرت سے ہوں' جتنے سمندر کے جاگ۔

فائدہ: خطایا کی مغفرت کے بارہ میں پہلے کئی حدیثوں کے تحت میں بحث گزر چکی ہے کہ ان خطایا سے مراد علماء کے نزدیک صغیرہ گناہ ہیں۔ اس حدیث میں تین کلمے ۳۳' ۳۳ مرتبہ اور لا الہ الا اللہ ایک مرتبہ وارد ہوا ہے۔ اس سے اگلی حدیث میں دو کلمے ۳۳' ۳۳ مرتبہ اور اللہ اکبر ۳۴ مرتبہ آ رہا ہے۔ حضرت زیدؓ سے نقل کیا گیا ہے کہ ہم کو حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے **سبحان اللہ الحمدللہ اللہ اکبر** ہر ایک کو ۳۳ مرتبہ ہر نماز کے بعد پڑھنے کا حکم فرمایا تھا۔ ایک انصاریؓ نے خواب میں دیکھا کوئی شخص کہتا ہے کہ ہر ایک کلمہ کو پچیس مرتبہ کرلو ان کے ساتھ **لاالہ الااللہ** ۲۵ مرتبہ کا اضافہ کرلو۔ حضرت اقدس صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کیا گیا حضورؐ نے قبول فرمالی اور اس کی اجازت فرمادی کہ ایسا ہی کرلیا جائے ایک حدیث میں **سبحان اللہ' الحمد اللہ' اللہ اکبر** ہر کلمہ کو ہر نماز کے بعد گیارہ مرتبہ کا حکم ہے اور ایک حدیث میں ۱۰' ۱۰ مرتبہ وارد ہوا ہے۔ ایک حدیث میں لاالہ الا اللہ ۱۰ مرتبہ باقی تینوں کلمے ہر ایک ۳۳ مرتبہ۔ ایک حدیث میں ہر نماز کے بعد چاروں کلمے ۱۰۰' ۱۰۰ مرتبہ وارد ہوئے ہیں جیسا کہ حصن حصین میں ان روایات کو ذکر کیا گیا ہے یہ اختلاف بظاہر ہر حالات کے اختلاف کی وجہ سے ہے کہ آدمی فراغت اور مشاغل کے اعتبار سے مختلف ہیں جولوگ دوسری ضروری کاموں میں مشغول ہیں ان کے لئے کم مقدار تجویز فرمائی اور جولوگ' فارغ ہیں ان کے لئے زیادہ مقدار لیکن محققین کی رائے یہ ہے کہ جو عدد احادیث میں مذکور ہیں ان کی رعایت ضروری ہے کہ جو چیز دوا کے طور پر استعمال کیجاتی ہے اسمیں مقدار کی رعایت بھی اہم ہے۔

ایسے کلمات جن کا کہنے والا نامراد نہیں ہوتا:

حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ چند پیچھے آنے والے (کلمات) ایسے ہیں جن کا کہنے والا نامراد نہیں ہوتا وہ یہ ہیں کہ ہر فرض نماز کے بعد ۳۳ مرتبہ سبحان اللہ' ۳۳ مرتبہ الحمداللہ' ۳۴ مرتبہ اللہ اکبر۔

فائدہ: ان کلمات کو پیچھے آنے والے یا تو اس وجہ سے فرمایا کہ یہ نماروں کے بعد پڑھے جاتے ہیں' یا اس وجہ سے کہ گناہوں کے بعد پڑھنے سے انکو دھونے اور مٹادینے والے ہیں یا اس وجہ سے یہ کلمات ایک دوسرے کے بعد پڑھے جاتے ہیں۔ حضرت ابوالدرداءؓ فرماتے ہیں کہ ہمیں نمازوں کے بعد **سبحان اللہ الحمدللہ** ۳۳' ۳۳ مرتبہ اور **اللہ اکبر** ۳۴ مرتبہ پڑھنے کا حکم کیا گیا ہے۔

دعا کیجئے

اے اللہ! ہمیں ایسا بنادیجئے کہ ہم اپنے سارے دل کیساتھ آپ سے محبت کریں اور آپ کو راضی کرنے میں اپنی ساری کوششیں صرف کردیں۔ اے اللہ! ہم آپ سے دین ودنیا اور اہل وعیال میں معافی اور اچھے انجام کا سوال کرتے ہیں۔ اے اللہ! ہمیں بخش دیجئے اور ہمارے گھروں میں وسعت اور رزق میں برکت عطا فرمادیجئے۔

وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ

روزانہ احد پہاڑ کے برابر عمل

عن عمران بن حصین رضی اللہ عنہ رفعہ اما یستطیع احدکم ان یعمل کل یوم مثل احد عملاً قالو یارسول اللہ و من یستطیع قال کلکم یستطیع قالوا یارسول اللہ ماذا قال سبحان اللہ اعظم من احد و لاالہ الا اللہ اعظم من احد والحمد للہ اعظم من احد واللہ اکبر اعظم من احد (جمع الفوائد)

ترجمہ: حضور اقدس نے ایک مرتبہ ارشاد فرمایا کیا تم میں سے کوئی ایسا نہیں ہے کہ روزانہ احد (جو مدینہ منورہ کے ایک پہاڑ کا نام ہے) کے برابر عمل کرلیا کرے۔ صحابہؓ نے عرض کیا یارسول اللہ اس کی کون طاقت رکھتا ہے (کہ اتنے بڑے پہاڑ کے برابر عمل کرے) حضور نے ارشاد فرمایا ہر شخص طاقت رکھتا ہے۔ صحابہؓ نے عرض کیا اس کی کیا صورت ہے ارشاد فرمایا کہ سبحان اللہ کا ثواب احد سے زیادہ ہے لاالہ الا اللہ کا احد سے زیادہ ہے الحمد للہ کا احد سے زیادہ ہے اللہ اکبر کا احد سے زیادہ ہے۔

تشریح: یعنی ان کلموں میں سے ہر ایک کلمہ ایسا ہے جس کا ثواب اُحد پہاڑ سے زیادہ ہے اور ایک پہاڑ کیا نا معلوم کتنے ایسے پہاڑوں سے زیادہ ہے۔ حدیث میں آیا ہے کہ **سبحان اللہ، الحمدللہ** سارے آسمانوں اور زمینوں کو ثواب سے بھر دیتے ہیں۔ ایک حدیث میں آیا ہے کہ **سبحان اللہ** کا ثواب آدھی ترازو ہے اور **الحمدللہ** اس کو پُر کر دیتی ہے اور **اللہ اکبر** آسمان زمین کے درمیان کو پُر کر دیتی ہے۔ ایک حدیث میں حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد نقل کیا گیا ہے کہ **سبحان اللہ الحمدللہ لاالہ الا اللہ اکبر** مجھے ہر اس چیز سے زیادہ محبوب ہے جس پر آفتاب نکلے۔ ملا علی قاریؒ فرماتے ہیں کہ مراد یہ ہے کہ ساری ہی دنیا اللہ کے واسطے خرچ کر دوں تو اس سے بھی یہ زیادہ محبوب ہیں۔ کہتے ہیں کہ حضرت سلیمان علیہ السلام ہوائی تخت پر تشریف لے جا رہے تھے پرندے آپ پر سایہ کئے ہوئے تھے اور جن و انس وغیرہ لشکر در قطار ایک عابد پر گزر ہوا جس پر حضرت سلیمان علیہ السلام کے اس وسعت ملکی اور عموم سلطنت کی تعریف کی۔ آپ نے ارشاد فرمایا کہ مومن کے اعمالنامہ میں ایک تسبیح سلیمان بن داؤد کے سارے ملک سے اچھی ہے کہ یہ ملک فنا ہو جائیگا اور تسبیح باقی رہنے والی چیز ہے۔

پانچ چیزیں جو ترازو میں بہت وزنی ہیں:

ایک مرتبہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ واہ واہ پانچ چیزیں (اعمالنامہ تلنے کی) ترازو میں کتنی زیادتی وزنی ہیں لاالہ الا اللہ اللہ اکبر سبحان اللہ الحمدللہ اور وہ بچہ جو مرجائے اور باپ (اسی طرح ماں بھی) اس پر صبر کرے۔

یہ مضمون کئی صحابہؓ سے متعدد احادیث میں نقل کیا گیا ہے۔ بخ بخ بڑے سرور اور فرحت کا کلمہ ہے جس چیز کو حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم اس خوشی اور مسرت سے ارشاد فرما رہے ہوں عطا فرما رہے ہوں کیا محبت کا دعویٰ کرنے والوں کے ذمہ نہیں ہے کہ ان کلموں پر مرمٹیں کہ حضور کی اس خوشی کی قدر دانی اور اس کا استقبال یہی ہے۔

حضرت نوح علیہ السلام کی نصیحت

حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ حضرت نوح علیہ السلام نے اپنے صاحبزادے سے فرمایا کہ میں تمہیں وصیت کرتا ہوں اور اس خیال سے کہ بھول نہ جاؤ نہایت مختصر کہتا ہوں اور وہ یہ ہے کہ دو کام کرنے کی وصیت کرتا ہوں اور دو کاموں سے روکتا ہوں جن دو کاموں کے کرنے کی وصیت کرتا ہوں وہ دونوں ایسے ہیں کہ اللہ جل جلالہ ان سے نہایت خوش ہوتے ہیں اور اللہ کی نیک مخلوق ان سے خوش ہوتی ہے۔ ان دونوں کاموں کی اللہ کے یہاں رسائی (اور مقبولیت) بھی بہت زیادہ ہے ان دو میں سے ایک لاالہ الا اللہ ہے کہ اگر تمام آسمان اور زمین کو ایک حلقہ ہو

جائیں تو بھی یہ پاک کلمہ ان کو توڑ کر آسمان پر جائے بغیر نہ رہے اور اگر تمام آسمان اور زمین ایک پلڑے میں رکھ دیا جائے اور دوسرے میں یہ پاک کلمہ ہو تب بھی وہی پلڑا جھک جائے گا اور دوسرا کام جو کرنا ہے وہ سبحان اللہ وبحمدہ کا پڑھنا ہے کہ یہ کلمہ ساری مخلوق کی عبادت ہے اور اسی کی برکت سے ساری مخلوق کو روزی دی جاتی ہے کوئی بھی چیز مخلوق میں ایسی نہیں جو اللہ کی تسبیح نہ کرتی ہو مگر تم لوگ ان کا کلام سمجھتے نہیں ہو اور جن دو چیزوں سے منع کرتا ہوں وہ شرک اور تکبر ہے کہ ان دونوں کی وجہ سے اللہ سے حجاب ہو جاتا ہے اور اللہ کی نیک مخلوق سے حجاب ہو جاتا ہے۔

انسانوں، جنوں اور فرشتوں کے علاوہ مخلوقات کی تسبیح

لا الہ الا اللہ کے بیان میں بھی اس حدیث کا مضمون گزر چکا ہے تسبیح کے متعلق جو ارشاد اس حدیث میں ہے قرآن پاک کی آیات میں بھی گزر چکا ہے۔ **وان من شیء الا یسبح بحمدہ** قرآن پاک کی آیت ہے۔ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد بہت سی احادیث میں وارد ہوا ہے کہ شبِ معراج میں آسمانوں کی تسبیح حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے خود سنی۔ ایک مرتبہ حضورؐ کا ایسی جماعت پر گزر ہوا جو اپنے گھوڑوں اور اونٹوں پر کھڑی ہوئی تھی حضورؐ نے ارشاد فرمایا کہ جانوروں کی ممبر اور کرسیاں نہ بناؤ بہت سے جانور سواروں سے بہتر اور ان سے زیادہ اللہ کا ذکر کرنیوالے ہوتے ہیں۔ حضرت ابن عباسؓ فرماتے ہیں کہ کھیتی بھی تسبیح کرتی ہے اور کھیتی والے کو اس کا ثواب ملتا ہے۔

پیالے کی تسبیح: ایک مرتبہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں ایک پیالہ پیش کیا گیا جس میں ثرید تھا۔ آپؐ نے ارشاد فرمایا کہ یہ کھانا تسبیح کر رہا ہے کسی نے عرض کیا آپؐ اسکی تسبیح سمجھتے ہیں حضورؐ نے ارشاد فرمایا ہاں سمجھتا ہوں۔ اس کے بعد آپؐ نے ایک شخص سے فرمایا کہ اس کو فلاں شخص کے قریب کر دو۔ پیالہ ان کے قریب کیا گیا تو انہوں نے بھی تسبیح سنی۔ اس کے بعد پھر ایک تیسرے صاحب کے قریب اس طرح کیا گیا انہوں نے بھی سنا۔ کسی نے درخواست کی کہ مجمع کے سب ہی لوگوں کو سنوایا جائے۔ حضورؐ نے ارشاد فرمایا کہ اگر کسی کو ان میں سے سنائی نہ دے تو لوگ سمجھیں گے کہ یہ گناہگار ہے۔

اس چیز کا تعلق کشف سے ہے۔ حضرات انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام کو تو یہ چیزیں بدرجہ اتم حاصل تھی اور ہونا چاہیے تھی حضرات صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم کو بھی بسا اوقات حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے فیض صحبت اور انوار قرب کی بدولت یہ چیز حاصل ہو جاتی تھی۔ سینکڑوں واقعات اس کے شاہد ہیں۔ صوفیہ کو بھی اکثر یہ چیز مجاہدوں کی کثرت سے حاصل ہو جاتی ہے جس کی وجہ سے وہ جمادات اور حیوانات کی تسبیح، ان کا کلام ان کی گفتگو سمجھ لیتے ہیں لیکن محققین مشائخ کے نزدیک چونکہ یہ چیز نہ دلیل کمال ہے نہ موجب قرب کہ جو بھی اس قسم کے مجاہدے کرتا ہے وہ حاصل کر لیتا ہے خواہ اس کو حق تعالیٰ شانہ کے یہاں قرب حاصل ہو یا نہ ہو۔ اس لئے محققین اسکو غیر اہم سمجھتے ہیں بلکہ اس لحاظ سے مضر سمجھتے ہیں کہ جب مبتدی اسمیں لگ جاتا ہے تو دنیا کی سیر کا ایک شوق پیدا ہو کر ترقی کے لئے مانع بن جاتا ہے مجھے اپنے حضرت مولانا خلیل احمد صاحبؒ کے بعض خدام کے متعلق معلوم ہے کہ جب ان کو یہ صورت کشف پیدا ہونے لگی تو حضرت نے چند روز کے لئے اہتمام نے سب ذکر شغل چھڑا دیا تھا کہ مبادا یہ حالت ترقی پکڑ جائے۔ اس کے علاوہ حضرات اس لئے بھی بچتے ہیں کہ اس صورت میں دوسروں کے گناہوں کا اظہار ہوتا ہے جو ان حضرات کیلئے تکدر کا سبب ہوتا ہے۔ علامہ شعرانیؒ نے میزان الکبریٰ میں لکھا ہے کہ حضرت امام اعظم رحمہ اللہ جب کسی شخص کو وضو کرتے ہوئے دیکھتے تو اس پانی میں جو گناہ دھلتا ہوا نظر آتا اس کو معلوم کر لیتے۔ یہ بھی معلوم ہو جاتا کہ کبیرہ گناہ ہے یا صغیرہ مکروہ فعل ہے یا خلاف اولیٰ، جیسا کہ حسی چیزیں نظر آیا کرتی ہیں اسی طرح یہ بھی معلوم ہو جاتا تھا چنانچہ ایک دفعہ کوفہ کی جامع مسجد کے وضو خانہ میں تشریف فرما تھے ایک جوان وضو کر رہا تھا اسکے

وضو کا پانی گرتے ہوئے آپؒ نے دیکھا اس کو چپکے سے نصیحت فرمائی کہ بیٹا والدین کی نافرمانی سے توبہ کرلے۔ اس نے توبہ کی۔ ایک دوسرے شخص کو دیکھا تو اس کو نصیحت فرمائی کہ بھائی زنا نہ کیا کر بہت برا عیب ہے۔ اس وقت اس نے بھی زنا سے توبہ کی۔ ایک اور شخص کو دیکھا کہ شراب خوری اور لہو ولعب کا پانی گر رہا ہے اس کو بھی نصیحت فرمائی اس نے بھی توبہ کی۔ الغرض اس کے بعد امام صاحبؒ نے اللہ جل جلالہ سے دعا کی کہ اے اللہ اس چیز کو مجھ سے دور فرمادے کہ میں لوگوں کی برائیوں پر مطلع ہونا نہیں چاہتا۔ حق تعالیٰ شانہ نے دعا قبول فرمائی اور یہ چیز زائل ہوگئی۔

کہتے ہیں کہ اسی زمانہ میں امام صاحبؒ نے مستعمل پانی کے ناپاک ہونے کا فتویٰ دیا تھا کیونکہ جب وہ پانی گندہ اور متعفن نظر آتا تھا تو کیسے اس کو پاک فرماتے مگر جب یہ چیز زائل ہوگئی تو اس کو ناپاک فرمانا بھی چھوڑ دیا۔ حضرت مولانا الشاہ عبدالرحیم صاحبؒ رائپوری نوراللہ مرقدہ کے خدام میں ایک صاحب تھے جو کئی کئی روز اس وجہ سے استنجے نہیں جاسکتے تھے کہ ہر جگہ انوار نظر آتے تھے اور بھی سینکڑوں ہزاروں واقعات اس قسم کے ہیں جن میں کسی قسم کے تردد کی گنجائش نہیں کہ جن لوگوں کو کشف سے کوئی حصہ ملتا ہے وہ اس حصہ کے بقدر احوال کو معلوم کرلیتے ہیں۔

دعا کیجئے: اے اللہ! ہمیں اپنے حقیقی ذکر یعنی ہمہ وقت آپ کے احکامات کو پیش نظر رکھتے ہوئے زندگی بسر کرنے کی توفیق عطا فرمائیے۔ اے اللہ! ہمیں اپنی محبت نصیب فرمائیے اور مسنون اذکار و وظائف کو صبح و شام پڑھنے کی توفیق عطا فرمائیے۔ اے اللہ! ہمیں ایسا بنادیجئے کہ ہم سب سے زیادہ آپ کا ذکر کرنے والے سب سے زیادہ آپ کو فرمانبرداری کرنے والے اور سب سے زیادہ آپ سے محبت کرنے والے بن جائیں۔ وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ

نو منٹ میں نو قرآن پاک اور ایک ہزار آیات کی تلاوت کا ثواب

سورۃ فاتحہ: تین مرتبہ پڑھنے کا ثواب دو مرتبہ قرآن پڑھنے کے برابر ہے۔ (تفسیر مظہری)

آیت الکرسی: چار مرتبہ پڑھنے کا ثواب ایک مرتبہ قرآن پڑھنے کے برابر ہے۔ (مسند احمد)

سورۃ الزلزال: دو مرتبہ پڑھنے کا ثواب ایک قرآن پڑھنے کے برابر ہے۔ (ترمذی)

سورۃ القدر: چار مرتبہ پڑھنے کا ثواب ایک قرآن پڑھنے کے برابر ہے۔ (مسند احمد)

سورۃ العادیات: دو مرتبہ پڑھنے کا ثواب ایک قرآن پڑھنے کے برابر ہے۔ (مواہب)

سورۃ التکاثر: ایک مرتبہ پڑھنے کا ثواب ہزار آیتوں کے پڑھنے کے برابر ہے۔ (مشکوۃ)

سورۃ الکافرون: چار مرتبہ پڑھنے کا ثواب ایک قرآن پڑھنے کے برابر ہے۔ (ترمذی)

سورۃ النصر: چار مرتبہ پڑھنے کا ثواب ایک قرآن پڑھنے کے برابر ہے۔ (ترمذی)

سورۃ الاخلاص: تین مرتبہ پڑھنے کا ثواب ایک قرآن پڑھنے کے برابر ہے۔ (بخاری)

> نوٹ
> کوئی بھی نفل فرض کا بدل نہیں ہوسکتا اس لئے تمام فرائض کا بہت اہتمام رکھنا چاہئے اور ہر قسم کے چھوٹے بڑے گناہوں سے بچنا چاہئے۔

رمضان المبارک میں ہر نیکی پر 70 گنا ثواب ملتا ہے اس حساب سے ان سورتوں کی تلاوت پر 630 قرآن پاک اور ستر ہزار آیات کی تلاوت کا ثواب صرف نو منٹ میں حاصل کیا جاسکتا ہے۔

بوڑھوں کے لئے بہترین عمل

عن ام هانیء رضی الله عنها قالت مربی رسول الله صلی الله علیه وسلم فقلت یا رسول الله قد کبرت وضعفت او کما قالت فمرنی بعمل اعمله و انا جالسة قال سبحی الله مائة تسبیحة فانه تعدل لک مائته رتبة تعتقینها (رواه احمد)

ترجمہ: حضرت اُمّ ھانیؓ فرماتی ہیں کہ جب ایک مرتبہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لائے میں نے عرض کیا یا رسول اللہ میں بوڑھی ہوگئی ہوں اور ضعیف ہوں کوئی ایسا عمل بتا دیجئے کہ بیٹھے بیٹھے کرتی رہا کروں۔ حضورؐ نے فرمایا سبحان اللہ سو مرتبہ پڑھا کرو اس کا ثواب ایسا ہے گویا تم نے سو غلام عرب آزاد کئے اور الحمد للہ سو مرتبہ پڑھا کرو اس کا ثواب ایسا ہے گویا تم نے سو گھوڑے مع سامان لگام وغیرہ جہاد میں سواری کے لئے دیدیئے اور اللہ اکبر سو مرتبہ پڑھا کرو یہ ایسا ہے گویا تم نے سو اونٹ قربانی میں ذبح کئے اور وہ قبول ہو گئے اور لا الہ الا اللہ سو مرتبہ پڑھا کرو اس کا ثواب تو تمام آسمان زمین کے درمیان کو بھر دیتا ہے اس سے بڑھ کر کسی کا کوئی عمل نہیں جو مقبول ہو۔ حضرت ابو رافعؓ کی بیوی حضرت سلمیٰؓ نے بھی حضورؐ سے عرض کیا کہ مجھے کوئی وظیفہ مختصر سا بتا دیجئے زیادہ لمبا نہ ہو۔ حضورؐ نے ارشاد فرمایا اللہ اکبر کہ دس مرتبہ پڑھا کرو اللہ جل شانہ اس کے جواب میں فرماتے ہیں کہ یہ میرے لئے ہے پھر سبحان اللہ دس مرتبہ کہا کرو اللہ تعالیٰ پھر یہی فرماتے ہیں کہ یہ میرے لئے ہے پھر **اللھم اغفرلی** دس مرتبہ پڑھا کرو حق تعالیٰ شانہ فرماتے ہیں کہ ہاں میں نے مغفرت کر دی۔ دس مرتبہ تم **اللھم اغفرلی** کہو (دس مرتبہ اللہ جل شانہ فرماتے ہیں کہ میں نے مغفرت کر دی۔

تشریح: ضعفا اور بوڑھوں کے لئے بالخصوص عورتوں کے لئے کس قدر سہل اور مختصر چیز حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے تجویز فرما دی ہے۔ دیکھئے ایسی مختصر چیزوں پر جن میں نہ زیادہ مشقت ہے نہ چلنا پھرنا ہے کتنے بڑے بڑے ثوابوں کا وعدہ ہے۔ کتنی کم نصیبی ہو گی اگر ان کو وصول نہ کیا جائے۔ حضرت اُمِ سلیمؓ کہتی ہیں میں نے حضورؐ سے عرض کیا کوئی چیز مجھے تعلیم فرما دیجئے جس کے ذریعہ سے نماز میں دعا کیا کروں۔ حضورؐ نے ارشاد فرمایا کہ **سبحان الله الحمدلله الله اکبر** دس دس مرتبہ پڑھ لیا کرو اور جو چاہے اسکے بعد دعا کیا کرو۔ دوسری حدیث میں اس کے بعد یہ ارشاد ہے کہ جو چاہے دعا کیا کرو حق تعالیٰ شانہ اس دعا پر فرماتے ہیں ہاں ہاں (میں نے قبول کی) کتنے سہل اور معمولی الفاظ ہیں جن کو نہ یاد کرنا پڑتا ہے نہ ان میں کوئی محنت اٹھانی پڑتی ہے۔ دن بھر ہم لوگ بکواس میں گزار دیتے ہیں تجارت کے ساتھ دکان پر بیٹھے بیٹھے یا کھیتی زمین کے انتظامات میں مشغول رہتے ہیں اگر زبان سے ان تسبیحوں کو پڑھتے رہیں تو دنیا کی کمائی کے ساتھ ہی آخرت کی کتنی بڑی دولت ہاتھ آ جائے۔

ذاکرین کو ڈھونڈنے والی فرشتوں کی جماعت:

حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ فرشتوں کی ایک جماعت ہے جو راستوں وغیرہ میں گشت کرتی رہتی ہے اور

جہاں کہیں ان کو اللہ کا ذکر کرنیوالے ملتے ہیں تو وہ آپس میں ایک دوسرے کو بلا کر سب جمع ہو جاتے ہیں اور ذکر کرنیوالوں کے گرد آسمان تک جمع ہوتے رہتے ہیں جب وہ مجلس ختم ہو جاتی ہے تو وہ آسمان پر جاتے ہیں اللہ جل جلالہ باوجودیکہ ہر چیز کو جانتے ہیں پھر بھی دریافت فرماتے ہیں کہ تم کہاں سے آئے ہو وہ عرض کرتے ہیں کہ تیرے بندوں کی فلاں جماعت کے پاس سے آئے ہیں جو تیری تسبیح اور تکبیر اور تحمید (بڑائی بیان کرنے اور تعریف کرنے) میں مشغول تھے ارشاد ہوتا ہے کیا ان لوگوں نے مجھے دیکھا ہے عرض کرتے ہیں یا اللہ دیکھا تو نہیں ارشاد ہوتا ہے کہ اگر وہ مجھے دیکھ لیتے تو کیا حال ہوتا عرض کرتے ہیں کہ اور بھی زیادہ عبادت میں مشغول ہوتے اور اس سے بھی زیادہ تیری تعریف اور تسبیح میں منہمک ہوتے ارشاد ہوتا ہے کہ وہ کیا چاہتے ہیں عرض کرتے ہیں کہ وہ جنت چاہتے ہیں ارشاد ہوتا ہے کہ انہوں نے جنت کو دیکھا ہے عرض کرتے ہیں کہ دیکھا تو نہیں ارشاد ہوتا ہے کہ اگر دیکھ لیتے تو کیا ہوتا عرض کرتے ہیں کہ اس سے بھی زیادہ شوق اور تمنا اور اسکی طلب میں لگ جاتے پھر ارشاد ہوتا ہے کہ کس چیز سے پناہ مانگ رہے تھے عرض کرتے ہیں کہ جہنم سے پناہ مانگ رہے تھے ارشاد ہوتا ہے کہ کیا انہوں نے جہنم کو دیکھا ہے عرض کرتے ہیں کہ دیکھا تو ہے نہیں۔ ارشاد ہوتا ہے اگر دیکھتے تو کیا ہوتا عرض کرتے ہیں اور بھی زیادہ اس سے بھاگتے اور بچنے کی کوشش کرتے۔ ارشاد ہوتا اچھا تم گواہ رہو کہ میں نے اس مجلس والوں کو سب کو بخش دیا۔ ایک فرشتہ عرض کرتا ہے یا اللہ فلاں شخص اس مجلس میں اتفاقاً اپنی کسی ضرورت سے آیا تھا وہ اس مجلس کا شریک نہیں تھا ارشاد ہوتا ہے کہ یہ جماعت ایسی مبارک ہے کہ انکا پاس بیٹھنے والا بھی محروم نہیں ہوتا (لہٰذا اس کو بھی بخش دیا)

ذکر والوں پر اللہ تعالیٰ کا فخر

اس قسم کا مضمون متعدد احادیث میں وارد ہوا ہے کہ فرشتوں کی ایک جماعت ذکر کی مجالس اور ذکر کرنیوالی جماعتوں اور افراد کی تلاش میں رہتی ہے اور جہاں مل جاتی ہے ان کے پاس یہ جماعت بیٹھتی ہے ان کا ذکر سنتی ہے فرشتہ کا یہ عرض کرنا ایک شخص مجلس میں ایسا بھی تھا کہ جو اپنی ضرورت سے آیا تھا واقعہ کا اظہار ہے کہ اس وقت یہ حضرات بمنزلہ گواہوں کے ہیں اور ان لوگوں کی عبادت اور ذکر اللہ میں مشغولی کی گواہی دے رہے ہیں اسی وجہ سے اس کے اظہار کی ضرورت پیش آئی کہ مبادا اعتراض ہو جائے لیکن یہ اللہ کا لطف ہے کہ ذاکرین کی برکت سے ان کے پاس اپنی ضرورت سے بیٹھنے والے کو بھی محروم نہ فرمایا۔

دعا کیجئے

اے اللہ! ہمیں ایسا بنا دیجئے کہ ہم سب سے زیادہ آپ کا ذکر کرنے والے سب سے زیادہ آپ کو فرمانبرداری کرنے والے اور سب سے زیادہ آپ سے محبت کرنے والے بن جائیں۔ اے اللہ! ہمیں ایسا بنا دیجئے کہ ہم اپنے سارے دل کیساتھ آپ سے محبت کریں اور آپ کو راضی کرنے میں اپنی ساری کوششیں صرف کر دیں۔ اے اللہ! ہم آپ سے دین و دنیا اور اہل و عیال میں معافی اور اچھے انجام کا سوال کرتے ہیں۔

وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ

اللہ تعالیٰ کا محبّ کون ہے؟

عن ام هانيء رضى الله عنها قالت مربى رسول الله صلى الله عليه وسلم فقلت يا رسول الله قد كبرت وضعفت اوكما قالت فمرنى بعمل اعمله و انا جالسة قال سبحى الله مائة تسبيحة فانه تعدل لك مائته رتبة تعتقينها (رواه احمد)

ترجمہ: حضرت اُمّ ھانیؓ فرماتی ہیں کہ جب ایک مرتبہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لائے میں نے عرض کیا یا رسول اللہ میں بوڑھی ہوگئی ہوں اور ضعیف ہوں کوئی ایسا عمل بتا دیجئے کہ بیٹھے بیٹھے کرتی رہا کروں۔ حضورؐ نے فرمایا سبحان اللہ سو مرتبہ پڑھا کرو اس کا ثواب ایسا ہے گویا تم نے سو غلام عرب آزاد کئے اور الحمد اللہ سو مرتبہ پڑھا کرو اس کا ثواب ایسا ہے گویا تم نے سو گھوڑے مع سامان لگام وغیرہ جہاد میں سواری کے لئے دیدیئے اور اللہ اکبر سو مرتبہ پڑھا کرو یہ ایسا ہے گویا تم نے سو اونٹ قربانی میں ذبح کئے اور وہ قبول ہوگئے اور لا الہ الا اللہ سو مرتبہ پڑھا کرو اس کا ثواب تو تمام آسمان زمین کے درمیان کو بھر دیتا ہے اس سے بڑھ کر کسی کا کوئی عمل نہیں جو مقبول ہو۔ حضرت ابورافعؓ کی بیوی حضرت سلمیٰؓ نے بھی حضورؐ سے عرض کیا کہ مجھے کوئی وظیفہ مختصر سا بتا دیجئے زیادہ لمبا نہ ہو۔ حضورؐ نے ارشاد فرمایا اللہ اکبر کہ دس مرتبہ پڑھا کرو اللہ جل شانہ اس کے جواب میں فرماتے ہیں کہ یہ میرے لئے ہے پھر سبحان اللہ دس مرتبہ کہا کرو اللہ تعالیٰ پھر یہی فرماتے ہیں کہ یہ میرے لئے ہے پھر **اللهم اغفرلى** دس مرتبہ پڑھا کرو حق تعالیٰ شانہ فرماتے ہیں کہ ہاں میں نے مغفرت کردی۔ دس مرتبہ تم **اللهم اغفرلى** کہو (دس مرتبہ اللہ جل شانہ فرماتے ہیں کہ میں نے مغفرت کردی۔

تشریح: شیخ ابوبکر کتانیؒ کہتے ہیں کہ ایک مرتبہ حج کے موقعہ پر مکہ مکرمہ میں چند صوفیہ کا اجتماع تھا جن میں سب سے کم عمر حضرت جنید بغدادیؒ تھے۔ اس مجمع میں محبت الٰہی پر بحث شروع ہوئی کہ محب کون ہے۔ مختلف حضرات مختلف ارشادات فرماتے رہے۔ حضرت جنیدؒ چپ رہے۔ ان حضرات نے ان سے فرمایا کہ تم بھی کچھ کہو۔ اس پر انہوں نے سر جھکا کر روتے ہوئے فرمایا کہ عاشق وہ ہے جو اپنی خودی سے جاتا رہے، خدا کے ذکر کے ساتھ وابستہ ہوگیا ہو اور اس کا حق ادا کرتا ہو دل سے اللہ کی طرف دیکھتا ہوا اس کے دل کو انوار ہیبت نے جلا دیا ہو۔ اس کے لئے خدا کا ذکر شراب کا پیالہ ہو اگر کلام کرتا ہو تو اللہ ہی کا کلام ہو۔ گویا حق تعالیٰ شانہ اسکی زبان سے کلام فرماتا ہے اگر حرکت کرتا ہو تو اللہ ہی کے حکم سے اگر تسکین پاتا ہو تو اللہ ہی کے ساتھ اور جب یہ حالت ہو جاتی ہے تو پھر کھانا پینا، سونا جاگنا سب کاروبار اللہ ہی کی رضا کے واسطے ہو جاتے ہیں۔ نہ دنیا کا رسم ورواج قابل التفات رہتا ہے نہ لوگوں کی طعن تشنیع قابل وقعت۔

حضرت سعید بن المسیبؒ کی صاحبزادی کا نکاح:

حضرت سعید بن المسیبؒ مشہور تابعی ہیں۔ بڑے محدثین میں شمار ہیں۔ ان کی خدمت میں ایک شخص عبداللہ بن ابیؒ وداعہ کثرت سے حاضر ہوا کرتے تھے ایک مرتبہ چند روز حاضر نہ ہو سکے۔ کئی روز کے بعد جب حاضر ہوئے تو حضرت سعیدؒ نے دریافت فرمایا کہاں تھے عرض کیا کہ میری بیوی کا انتقال ہوگیا ہے اس کی وجہ سے مشاغل میں پھنسا رہا۔ فرمایا ہم کو خبر نہ کی ہم

بھی جنازہ میں شریک ہوتے۔ تھوڑی دیر کے بعد میں اٹھ کر آنے لگا فرمایا دوسرا نکاح کر لیا میں نے عرض کیا حضرت مجھ سے کون نکاح کرے گا۔ دو تین آنے کی میری حیثیت ہے۔ آپ نے فرمایا ہم کر دیں گے اور یہ کہہ کر خطبہ پڑھا اور اپنی بیٹی کا نکاح نہایت معمولی مہر آٹھ دس آنہ پر مجھ سے کر دیا (اتنی مقدار مہر کی انکے نزدیک جائز ہوگی جیسا کہ بعض اماموں کا مذہب ہے حنفیہ کے نزدیک ڈھائی روپے سے کم جائز نہیں) نکاح کے بعد میں اٹھا اور اللہ ہی کو معلوم ہے کہ مجھے کس قدر مسرت تھی خوشی میں سوچ رہا تھا کہ رخصتی کے انتظام کے لئے کس سے قرض مانگوں، کیا کروں۔ اسی فکر میں شام ہوگئی۔ میرا روزہ تھا۔ مغرب کے وقت روزہ افطار کیا۔ نماز کے بعد گھر آیا۔ چراغ جلایا۔ روٹی اور زیتون کا تیل موجود تھا۔ اس کو کھانے لگا کہ کسی شخص نے دروازہ کھٹکھٹایا میں نے پوچھا کون ہے؟ کہا سعید ہے میں سوچنے لگا کہ کون سعید ہے۔ حضرت کی طرف میرا خیال بھی نہ گیا کہ چالیس برس سے اپنے گھر یا مسجد کے سوا کہیں آنا جانا تھا ہی نہیں۔ باہر آ کر دیکھا کہ سعید بن المسیبؒ ہیں میں نے عرض کیا۔ آپ نے مجھے نہ بلا لیا۔ فرمایا میرا ہی آنا مناسب تھا۔ میں نے عرض کیا کیا ارشاد ہے۔ فرمایا مجھے یہ خیال آیا کہ اب تمہارا نکاح ہو چکا ہے تنہا رات کو سونا مناسب نہیں اس لئے تمہاری بیوی کو لایا ہوں۔ یہ فرما کر اپنی لڑکی کو دروازہ کے اندر کر دیا اور دروازہ بند کر کے چلے گئے۔ وہ لڑکی شرم کی وجہ سے گر گئی۔ میں نے اندر سے کواڑ بند کئے اور وہ روٹی اور تیل جو چراغ کے سامنے رکھا تھا وہاں سے ہٹا دیا کہ اس کی نظر نہ پڑے اور مکان کی چھت پر چڑھ کر پڑوسیوں کو آواز دی۔ لوگ جمع ہو گئے تو میں نے کہا کہ حضرت سعیدؒ نے اپنی لڑکی سے میرا نکاح کر دیا ہے اور اس وقت وہ اس کو خود ہی پہنچا گئے ہیں۔ سب کو بڑا تعجب ہوا کہنے لگے واقعی وہ تمہارے گھر میں ہے؟ میں نے کہا ہاں۔ اس کا چرچا ہوا۔ میری والدہ کو خبر ہوئی وہ بھی اسی وقت آ گئیں اور کہنے لگیں اگر تین دن تک تو نے اسکو چھیڑا تو تیرا منہ نہ دیکھوں گی۔ ہم تین دن میں اس کی تیاری کر لیں۔ تین دن کے بعد جب میں اس لڑکی سے ملا تو دیکھا نہایت خوبصورت، قرآن شریف کی بھی حافظہ اور سنت رسولؐ سے بھی بہت زیادہ واقف۔ شوہر کے حقوق سے بھی بہت زیادہ باخبر۔ ایک مہینہ تک نہ تو حضرت سعیدؒ میرے پاس آئے نہ میں ان کی خدمت میں گیا۔ ایک ماہ کے بعد میں حاضر ہوا تو وہاں مجمع تھا۔ میں سلام کر کے بیٹھ گیا۔ جب سب چلے گئے تو فرمایا اس آدمی کو کیسا پایا۔ میں نے عرض کیا نہایت بہتر ہے کہ دوست دیکھ کر خوش ہوں، دشمن جلیں۔ فرمایا اگر کوئی بات ناگوار ہو تو لکڑی خبر لینا۔ میں واپس آ گیا تو ایک آدمی کو بھیجا جو بیس ہزار درہم (تقریباً پانچ ہزار روپے) مجھے دے گیا۔ اس لڑکی کو عبدالملک بن مروان بادشاہ نے اپنے بیٹے ولید کے لئے جو ولی عہد بھی تھا مانگا تھا مگر حضرت سعیدؒ نے عذر کر دیا تھا جس کی وجہ سے عبدالملک ناراض بھی ہوا اور ایک حیلہ سے حضرت سعیدؒ کے سو کوڑے سخت سردی میں لگوائے اور پانی کا گھڑا ان پر گروایا۔

ہر حرف کے بدلہ دس نیکیاں:

حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ جو شخص سبحان اللہ الحمدللہ لا الہ الا اللہ اللہ اکبر پڑھے ہر حرف کے بدلے دس نیکیاں ملیں گی اور جو شخص کسی جھگڑے میں ناحق کی حمایت کرتا ہے وہ اللہ کے غصے میں رہتا ہے جب تک کہ اس سے توبہ نہ کرے اور جو اللہ کی کسی سزا میں سفارش کرے (اور شرعی سزا کے ملنے میں حارج ہو) وہ اللہ کا مقابلہ کرتا ہے اور جو شخص کسی مومن مرد یا عورت پر بہتان باندھے وہ قیامت کے دن ردغۃ الخبال میں قید کیا جائیگا یہاں تک کہ اس بہتان سے نکلے اور کس طرح اس سے نکل سکتا ہے۔

ناحق کی حمایت

ناحق کی حمایت آجکل ہماری طبیعت بن گئی ہے۔ ایک چیز کو ہم سمجھتے ہیں کہ ہم غلطی پر ہیں مگر رشتہ داروں کی طرف داری ہے۔ پارٹی کا سوال ہے۔ لاکھ اللہ کے غصہ میں داخل ہوں اللہ کی ناراضگی ہو۔ اسکا عتاب ہومگر کنبہ برادری کی بات کے مقابلہ میں کچھ بھی نہیں۔ ہم اس ناحق کرنیوالے کو ٹوک نہ سکیں اور سکوت کریں یہ بھی نہیں بلکہ ہر طرح سے اس کی حمایت کرینگے۔ اگر اس پر کوئی دوسرا مطالبہ کرنے والا کھڑا ہو تو اس کا مقابلہ کریں گے۔ کسی دوست نے چوری کی ظلم کیا عیاشی کی اس کے حوصلے بلند کریں گے اس کی ہر طرح مدد کریں گے کیا یہی ہے ہمارے ایمان کا مقتضا یہی ہے دین داری' اسی پر اسلام کے ساتھ ہم فخر کرتے ہیں یا اپنے اسلام کو دوسروں کی نگاہ میں بھی بدنام کرتے ہیں اور اللہ کے یہاں خود بھی ذلیل ہوتے ہیں۔ ایک حدیث میں ہے کہ جو شخص عصبیت پر کسی کو بلائے یا عصبیت پر لڑے وہ ہم میں سے نہیں ہے۔ دوسری حدیث میں ہے کہ عصبیت سے یہ مراد ہے کہ ظلم پر اپنی قوم کی مدد کرے۔

بہتان باندھنے کی سزا:

ردغۃ الخبال وہ کیچڑ ہے جو جہنمی لوگوں کے لہو پیپ وغیرہ سے جمع ہو جائے کس قدر گندی اور اذیت دینے والی جگہ ہے جس میں ایسے لوگوں کو قید کر دیا جائے گا جو مسلمانوں پر بہتان باندھتے ہوں۔ آج دنیا میں بہت سرسری معلوم ہوتا ہے کہ جس شخص کے متعلق جو چاہا منہ بھر کر کہہ دیا۔ کل جب زبان سے کہی ہوئی ہر بات کو ثابت کرنا پڑے گا اور ثبوت بھی وہی جو شرعاً معتبر ہو دنیا کی طرح نہیں کہ چرب لسانی اور جھوٹی باتیں ملا کر دوسرے کو چپ کر دیا جائے۔ اس وقت آنکھیں کھلیں گی۔ ہم نے کیا کہا تھا اور کیا نکلا۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ آدمی بعض کلام زبان سے ایسا نکالتا ہے جس کی پرواہ بھی نہیں کرتا لیکن اس کی وجہ سے جہنم میں پھینک دیا جاتا ہے۔ ایک حدیث میں ہے کہ آدمی بعضی بات صرف اس وجہ سے کہتا ہے کہ لوگ ذرا ہنس پڑیں گے لیکن اس کی وجہ سے اتنی دور (جہنم میں) پھینک دیا جاتا ہے جتنی دور آسمان سے زمین ہے پھر ارشاد فرمایا کہ زبان کی لغزش پاؤں کی لغزش سے زیادہ سخت ہے ایک حدیث میں ہے جو شخص کسی کو کسی گناہ سے عار دلا دے وہ خود مرنے سے پہلے اس گناہ میں مبتلا ہوتا ہے۔ امام احمدؒ فرماتے ہیں کہ وہ گناہ مراد ہے جس سے گناہ گار توبہ کر چکا ہو۔ حضرت ابوبکر صدیقؓ اپنی زبان مبارک کو پکڑ کر کھینچتے تھے کہ تیری بدولت ہم ہلاکتوں میں پڑتے ہیں۔ ابن المنکدرؒ مشہور محدثین میں ہیں اور تابعی ہیں انتقال کے وقت رونے لگے۔ کسی نے پوچھا کیا بات ہے فرمانے لگے مجھے کوئی گناہ تو ایسا معلوم نہیں جو میں نے کیا ہو اس پر روتا ہوں کہ کوئی بات ایسی ہوگئی ہو جس کو میں نے سرسری سمجھا ہو اور وہ اللہ کے نزدیک سخت ہو۔

دعا کیجئے

اے اللہ! ہمیں اپنے حقیقی ذکر یعنی ہمہ وقت آپ کے احکامات کو پیش نظر رکھتے ہوئے زندگی بسر کرنے کی توفیق عطا فرمائیے۔

اے اللہ! ہمیں اپنی محبت نصیب فرمائیے اور مسنون اذکار و وظائف کو صبح و شام پڑھنے کی توفیق عطا فرمائیے۔

اے اللہ! ہمیں ایسا بنا دیجئے کہ ہم سب سے زیادہ آپ کا ذکر کرنے والے سب سے زیادہ آپ کو فرمانبرداری کرنے والے اور سب سے زیادہ آپ سے محبت کرنے والے بن جائیں۔ وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ

اختتام مجلس کا ذکر

عن ابی برزة الاسلمی رضی الله عنه قال کان رسول الله صلی الله علیه وسلم یقول باخره اذا اراد ان یقوم من المجلس سبحانک اللهم وبحمدک اشهد ان لا اله الا انت استغفرک و اتوب الیک فقال رجل یارسول الله انک لتقول قولاً ماکنت تقوله فیما مضیٰ قال کفارة لما یکون فی المجلس. (رواه ابن ابی شیبه)

ترجمہ: حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کا معمول اخیر زمانۂ عمر شریف میں یہ تھا کہ جب مجلس سے اٹھتے سبحانک اللّٰهم وبحمدک اشهد ان لااله الا انت استغفرک واتوب الیک پڑھا کرتے۔ کسی نے عرض کیا کہ آج کل ایک دعا کا معمول حضور کا ہے پہلے تو یہ معمول نہیں تھا۔ حضورؐ نے ارشاد فرمایا کہ یہ مجلس کا کفارہ ہے۔ دوسری روایت میں بھی یہ قصہ مذکور ہے اس میں حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ ارشاد منقول ہے کہ یہ کلمات مجلس کا کفارہ ہیں۔ حضرت جبرئیلؑ نے مجھے بتائے ہیں۔

تشریح: حضرت عائشہؓ سے بھی نقل کیا گیا ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم جب بھی مجلس سے اٹھتے سبحانک اللهم ربی وبحمدک لااله الا انت استغفرک واتوب الیک پڑھتے۔ میں نے عرض کیا کہ آپ اس دعا کو بڑی کثرت سے پڑھتے ہیں ارشاد فرمایا کہ جو شخص مجلس کے ختم پر اسکو پڑھ لیا کرے تو اس مجلس میں جو لغزشیں اس سے ہوئی ہوں وہ سب معاف ہو جائیں گی۔ مجالس میں عموماً فضول باتیں بیکار تذکرے ہو ہی جاتے ہیں کتنی مختصر دعا ہے۔ اگر کوئی شخص ان دعاؤں میں سے کوئی سی ایک دعا پڑھ لے تو مجلس کے وبال سے خلاصی پا سکتا ہے۔ حق تعالیٰ شانہ نے کیسی کیسی سہولتیں مرحمت فرمائی ہیں۔

تسبیح کرنے والوں کا عرش کے پاس تذکرہ:

حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ جو لوگ اللہ تعالیٰ کی بڑائی بیان کرتے ہیں یعنی سبحان اللہ الحمد للہ اللہ اکبر لا الہ الا اللہ پڑھتے ہیں تو یہ کلمات عرش کے چاروں طرف گشت لگاتے ہیں کہ ان کے لئے ہلکی سی آواز (بھنبھناہٹ) ہوتی ہے اور اپنے پڑھنے والے کا تذکرہ کرتے ہیں کیا تم یہ نہیں چاہتے کہ کوئی تمہارا تذکرہ کرنے والا اللہ کے پاس موجود ہو جو تمہارا ذکر خیر کرتا رہے۔

لوگ جوگ حکام رس ہیں کرسی نشین کہلاتے ہیں کوئی ان سے پوچھے کہ بادشاہ نہیں وزیر نہیں، وائسرائے کو بھی چھوڑ دیجئے، کسی گورنر کے یہاں ان کی تعریف ہو جائے ان کا ذکر خیر آ جائے پھولے نہیں سماتے۔ دماغ آسمان پر پہنچ جاتا ہے حالانکہ اس تذکرہ سے نہ تو دین کا نفع نہ دنیا کا۔ دین کا نفع نہ ہونا تو ظاہر اور کھلا ہوا ہے اور دنیا کا نفع نہ ہونا اس وجہ سے کہ شاید جتنا نفع اس قسم کے تذکروں سے ہوتا ہو اس سے زیادہ نقصان اس نوع کے مرتبے اور تذکرے حاصل کرنے میں پہنچ جاتا ہے۔ جائیدادیں فروخت کر کے سودی قرض لے کر ایسے مرتبے حاصل کرنے کی کوشش کی جاتی ہے، مفت کی عداوتیں مول لیجاتی ہیں اور ہر قسم کی ذلتیں برداشت کی جاتی ہیں۔ الیکشنوں کے منظر سب کے سامنے ہیں کہ کیا کیا کرنا پڑتا ہے۔ اس کے بالمقابل اللہ جل جلالہ کے عرش پر تذکرہ مالک الملک کے حضور

میں تذکرہ اس پاک ذات کے یہاں تذکرہ جس کے قبضہ میں دین و دنیا اور سارے جہانوں کی ہر چیز ہے۔ اس قدرت والے کے یہاں تذکرہ جس کے قبضہ میں بادشاہوں کے دل ہیں۔ حاکموں کے اختیارات اس کے اختیار میں ہیں۔ نفع اور نقصان کا واحد مالک وہی ہے۔ سارے جہان کے تمام آدمی حاکم ومحکوم، بادشاہ و رعایا کسی کو نقصان پہنچانا چاہیں اور وہ مالک الملک نہ چاہے تو کوئی بال بیکا نہیں کرسکتا۔ ساری مخلوق کسی کو نفع پہنچانا چاہے اور اس کی رضا نہ ہو تو ایک قطرہ پانی کا نہیں پلا سکتی۔ ایسی پاک ذات کے یہاں اپنا ذکر خیر ہو، کوئی دولت دنیا کی اس کا مقابلہ کرسکتی ہے، کوئی عزت دنیا کی خواہ کتنی ہی بڑی ہو جائے اس کی برابری کرسکتی ہے نہیں ہرگز نہیں اور اس کے مقابلہ میں دنیا کی کسی عزت کو اگر وقیع سمجھا جائے تو کیا اپنے اوپر ظلم نہیں۔

انگلیوں پر تسبیحات پڑھنا:

حضرت یسیرہؓ جو ہجرت کرنے والی صحابیات میں سے ہیں فرماتی ہیں کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ اپنے اوپر تسبیح (سبحان اللہ کہنا) اور تہلیل (لا الہ الا اللہ پڑھنا) اور تقدیس (اللہ کی پاکی بیان کرنا مثلاً **سبحان الملک القدوس** پڑھنا) یا **سبوح قدوس و رب الملئکة والروح** کہنا) لازم کرلو اور انگلیوں پر گنا کرو اس لئے کہ انگلیوں سے قیامت میں سوال کیا جاویگا (اور ان سے جواب طلب کیا جائیگا کہ کیا عمل کئے اور جواب میں) گویائی دی جائے گی اور اللہ کے ذکر سے غفلت نہ کرنا (اگر ایسا کروگی تو اللہ کی) رحمت سے محروم کردی جاؤ گی۔

اعضاء کی گواہی: قیامت میں آدمی کے بدن سے اس کے ہاتھ پاؤں سے بھی سوال ہوگا کہ ہر ہر حصہ بدن نے کیا کیا نیک کام کئے اور کیا کیا ناجائز اور برے کام کئے۔ قرآن پاک میں متعدد جگہ اس کا ذکر ہے ایک جگہ ارشاد ہے۔ يَوْمَ تَشْهَدُ عَلَيْهِمْ اَلْسِنَتُهُمْ وَاَيْدِيْهِمْ الآیة (سورۂ نور رکوع ۳) جس روز ان کے خلاف گواہی دینگی ان کی زبانیں اور ان کے ہاتھ اور پاؤں ان کاموں کی (یعنی گناہوں کی) جنکو یہ کرتے تھے دوسری جگہ ارشاد ہے۔ وَيَوْمَ يُحْشَرُ اَعْدَآءُ اللّٰهِ اِلَى النَّارِ الآیات (سورہ حم سجدہ رکوع ۳) اس جگہ کئی آیتوں میں اس کا ذکر ہے جن کا ترجمہ یہ ہے کہ جس دن (حشر میں) اللہ کے دشمن جہنم کی طرف جمع کئے جائیں گے پھر ان کو ایک جگہ روک دیا جاویگا پھر سب کے سب اس جہنم کے قریب آجائینگے تو ان کے کان، ان کی آنکھیں، ان کی کھالیں ان پر گواہیاں دینگے (اور بتائیں گی کہ ہمارے ذریعہ سے اس شخص نے کیا کیا گناہ کئے اس وقت وہ لوگ (تعجب سے) ان سے کہیں گے کہ تم نے ہمارے خلاف کیوں گواہی دی (ہم تو دنیا میں تمہاری ہی لذت اور راحت کے واسطے گناہ کرتے تھے) وہ جواب دینگے کہ ہم کو اس پاک اللہ نے گویائی عطا کی جس نے سب چیزوں کو گویائی عطا فرمائی اسی نے تم کو بھی اول پیدا کیا اور اسی کے پاس اب تم لوٹائے گئے ہو۔ احادیث میں اس گواہی کے متعدد واقعات ذکر کئے گئے ہیں۔

دعا کیجئے: اے اللہ! ہمیں اپنے حقیقی ذاکر یعنی ہمہ وقت آپ کے احکامات کو پیش نظر رکھتے ہوئے زندگی بسر کرنے کی توفیق عطا فرمائیے۔ اے اللہ! ہمیں اپنے ذکر کی توفیق عطا فرمائیے۔ اے اللہ! ہمیں اپنی محبت نصیب فرمائیے اور مسنون اذکار و وظائف کو صبح وشام پڑھنے کی توفیق عطا فرمائیے۔ اے اللہ! ہمیں ایسا بنا دیجئے کہ ہم سب سے زیادہ آپ کا ذکر کرنے والے سب سے زیادہ آپ کو فرمانبرداری کرنے والے اور سب سے زیادہ آپ سے محبت کرنے والے بن جائیں۔ وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ

اختتام مجلس کا ذکر

عن ابی برزة الاسلمی رضی الله عنه قال کان رسول الله صلی الله علیه وسلم یقول باخره اذا اراد ان یقوم من المجلس سبحانک اللهم وبحمدک اشهد ان لا اله الا انت استغفرک و اتوب الیک فقال رجل یارسول الله انک لتقول قولاً ماکنت تقوله فیما مضیٰ قال کفارة لما یکون فی المجلس. (رواه ابن ابی شیبه)

ترجمہ: حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کا معمول اخیر زمانۂ عمر شریف میں یہ تھا کہ جب مجلس سے اٹھتے سبحانک اللھم وبحمدک اشھد ان لاالہ الا انت استغفرک واتوب الیک پڑھا کرتے۔ کسی نے عرض کیا کہ آج کل ایک دعا کا معمول حضور کا ہے پہلے تو یہ معمول نہیں تھا۔ حضورؐ نے ارشاد فرمایا کہ یہ مجلس کا کفارہ ہے۔ دوسری روایت میں بھی یہ قصہ مذکور ہے اس میں حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ ارشاد منقول ہے کہ یہ کلمات مجلس کا کفارہ ہیں۔ حضرت جبرئیلؑ نے مجھے بتائے ہیں۔

تشریح: ایک حدیث میں وارد ہے کہ قیامت کے دن کافر باوجودیکہ اپنی بداعمالیوں کو جانتا ہوگا پھر بھی انکار کریگا کہ میں نے گناہ نہیں کئے اس سے کہا جائیگا کہ یہ تیرے پڑوسی تجھ پر گواہی دیتے ہیں وہ کہے گا کہ یہ لوگ دشمنی سے جھوٹ بولتے ہیں، پھر کہا جائیگا کہ تیرے عزیز واقارب گواہی دیتے ہیں وہ ان کو بھی جھٹلائے گا تو اس کے اعضاء کو گواہ بنایا جائیگا۔ ایک حدیث میں ہے کہ سب سے پہلے ران گواہی دیگی کہ کیا کیا بداعمالیاں اس سے کرائی گئی تھیں۔ ایک حدیث میں ہے کہ پل صراط سے آخری گزرنے والا اس طرح گرتا پڑتا گزرے گا جیسے کہ بچہ جب اس کو باپ مار رہا ہو کہ وہ کبھی ادھر گرتا ہے کبھی ادھر۔ فرشتے اس سے کہیں گے کہ اچھا اگر تو سیدھا چل کر پل صراط سے گزر جائے تو اپنے سب اعمال بتادے گا وہ اس کا وعدہ کریگا کہ میں سچ سچ سب بتادونگا اور اللہ کی عزت کی قسم کھا کر کہے گا کہ کچھ نہیں چھپاؤں گا۔ وہ کہیں گے کہ اچھا سیدھا کھڑا ہوجا اور چل، وہ سہولت سے پل صراط پر گزر جائیگا اور پار ہوجانے کے بعد اس سے پوچھا جائیگا کہ اچھا اب بتا۔ وہ سوچے گا کہ اگر میں نے اقرار کرلیا تو ایسا نہ ہو کہ مجھ کو واپس کردیا جائے۔ اس لئے صاف انکار کردے گا کہ میں نے کوئی برا عمل نہیں کیا۔ فرشتے کہیں گے کہ اچھا اگر ہم نے گواہ پیش کردیئے تو وہ ادھر ادھر دیکھے گا کہ کوئی آدمی آس پاس نہیں اس کو خیال ہوگا کہ اب گواہ کہاں سے آئیں گے سب اپنے اپنے ٹھکانے پہنچ گئے ہیں اس لئے کہے گا کہ اچھا لاؤ گواہ تو اس کے اعضاء کو حکم کیا جائے گا اور وہ کہنا شروع کردینگے تو مجبوراً اس کو اقرار کرنا پڑے گا اور کہے گا کہ بیشک ابھی اور بھی بہت سے مہلک گناہ بیان کرنا باقی ہیں تو ارشاد ہوگا کہ اچھا ہم نے مغفرت کردی غرض ان وجوہ سے ضرورت ہے کہ آدمی کے اعضاء سے نیک کام بھی بکثرت ہوں تاکہ گواہ دونوں قسم کے مل سکیں۔ اسی لئے حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے اس حدیث بالا میں انگلیوں پر شمار کرنے کا حکم فرمایا ہے۔ اسی وجہ سے دوسری احادیث میں مسجد میں کثرت سے آنے جانے کا حکم ہے کہ نشانات قدم بھی گواہ دیں گے اور ان کا ثواب لکھا جاتا ہے کس قدر خوش قسمت ہیں وہ لوگ جن کے لئے برائی کا گواہ کوئی بھی نہ ہو کہ گناہ کئے ہی نہیں یا توبہ وغیرہ سے معاف ہوگئے اور بھلائی اور نیکی کے گواہ سینکڑوں ہزاروں ہوں جسکی سہل ترین صورت یہ ہے کہ جب کوئی گناہ صادر ہوجائے فوراً توبہ سے اس کو محو کرڈالیں کہ پھر وہ کالعدم ہوجاتے ہیں اور نیکیاں اعمالناموں میں باقی رہیں جس کے گواہ بھی موجود ہوں اور جن جن اعضاء سے یہ نیک اعمال کئے ہیں وہ سب گواہی دیں۔ متعدد احادیث میں خود نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا انگلیوں پر گننا مختلف الفاظ سے نقل کیا گیا ہے۔ حضرت عبداللہ بن عمروؓ فرماتے ہیں کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم (انگلیوں پر) تسبیح گنتے تھے۔

غفلت والے رحمت الٰہیہ سے محروم ہیں

عن ابی برزۃ الاسلمی رضی اللہ عنہ قال کان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یقول باخرہ اذا اراد ان یقوم من المجلس سبحانک اللھم وبحمدک اشھد ان لا الہ الا انت استغفرک و اتوب الیک فقال رجل یارسول اللہ انک لتقول قولاً ماکنت تقولہ فیما مضیٰ قال کفارۃ لما یکون فی المجلس. (رواہ ابن ابی شیبہ)

ترجمہ: حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کا معمول اخیر زمانۂ عمر شریف میں یہ تھا کہ جب مجلس سے اٹھتے **سبحانک اللھم وبحمدک اشھد ان لاالہ الا انت استغفرک واتوب الیک** پڑھا کرتے۔ کسی نے عرض کیا کہ آج کل ایک دعا کا معمول حضور کا ہے پہلے تو یہ معمول نہیں تھا۔ حضور نے ارشاد فرمایا کہ یہ مجلس کا کفارہ ہے۔ دوسری روایت میں بھی یہ قصہ مذکور ہے اس میں حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ ارشاد منقول ہے کہ یہ کلمات مجلس کا کفارہ ہیں۔ حضرت جبرئیلؑ نے مجھے بتائے ہیں۔

تشریح: اس کے بعد حدیث بالا میں اللہ کے ذکر سے غفلت پر رحمت الٰہیہ سے محروم کئے جانے کی وعید ہے۔ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ جو لوگ اللہ تعالیٰ کے ذکر سے محروم رہتے ہیں وہ اللہ کی رحمت سے بھی محروم رہتے ہیں۔ قرآن پاک میں ارشاد ہے کہ تم مجھے یاد کرو میں (رحمت کے ساتھ) تمہارا ذکر کرونگا۔ حق تعالیٰ شانہ نے اپنی یاد کو بندہ کی یاد پر مرتب فرمایا۔ قرآن پاک میں ارشاد ہے

وَمَنْ يَعْشُ عَنْ ذِكْرِ الرَّحْمٰنِ نُقَيِّضْ لَهٗ شَيْطٰنًا فَهُوَ لَهٗ قَرِيْنٌ۝ وَاِنَّهُمْ لَيَصُدُّوْنَهُمْ عَنِ السَّبِيْلِ وَيَحْسَبُوْنَ اَنَّهُمْ مُّهْتَدُوْنَ۝

(سورۂ زخرف رکوع ۴) اور جو شخص اللہ کے ذکر سے (خواہ کسی قسم کا ہو قرآن پاک ہو یا کسی اور قسم کا جان بوجھ کر) اندھا بن جائے ہم اس پر ایک شیطان کو مسلط کر دیتے ہیں پس وہ شیطان ہر وقت اس کے ساتھ رہتا ہے اور وہ شیطان اپنے ساتھیوں کے ساتھ مل کر سب کے سب ان لوگوں کو (جو اللہ کے ذکر سے اندھے بن گئے ہیں سیدھے) راستہ سے ہٹاتے رہتے ہیں اور یہ لوگ خیال کرتے ہیں کہ ہم ہدایت پر ہیں۔

حدیث میں ہے کہ ہر شخص کے ساتھ ایک شیطان مقرر ہے۔ کافر کے ساتھ تو وہ ہر وقت شریک حال رہتا ہے۔ کھانے میں بھی پینے میں بھی سونے میں بھی۔ لیکن مومن سے ذرا دور رہتا ہے اور ہر وقت منتظر رہتا ہے۔ جب اس کو ذرا غافل پاتا ہے فوراً اس پر حملہ کر دیتا ہے۔ دوسری جگہ ارشاد ہے۔

يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا تُلْهِكُمْ اَمْوَالُكُمْ وَلَاۤ اَوْلَادُكُمْ عَنْ ذِكْرِ اللّٰهِ الی آخر السورۃ (سورہ منافقون رکوع ۲)

اے ایمان والو تم کو تمہارے مال اور اولاد (اور اسی طرح دوسری چیزیں) اللہ کی یاد سے غافل نہ کر دیں اور جو لوگ ایسا کریں گے وہی خسارے والے ہیں اور ہم نے جو کچھ (مال و دولت عطا کر رکھا ہے اس میں سے (اللہ کے راستہ میں) اس سے پہلے پہلے خرچ کر لو کہ تم میں سے کسی کی موت آ جائے اور پھر (حسرت و افسوس سے) کہنے لگے کہ اے میرے پروردگار مجھے کچھ دنوں اور مہلت کیوں نہ دی تا کہ میں خیرات کر لیتا اور نیک بندوں میں شامل ہو جاتا اور اللہ جل جلالہ کسی شخص کو بھی موت کا وقت آ جانے کے بعد مہلت نہیں دیتے اور اللہ کو تمہارے سارے اعمال کی پوری پوری خبر ہے (جیسا کرو گے بھلا یا برا ویسا ہی پاؤ گے)

اللہ کے ایسے بندے جو کسی لمحہ غافل نہیں ہیں:

اللہ جل شانہ کے ایسے بھی بندے ہیں جن کو کسی وقت بھی

غفلت نہیں ہوتی ۔ حضرت شبلیؒ فرماتے ہیں کہ میں نے ایک جگہ دیکھا کہ ایک مجنوں شخص ہے لڑکے اس کو ڈھیلے مار رہے ہیں۔ میں نے ان کو دھمکایا۔ وہ لڑکے کہنے لگے کہ یہ شخص یوں کہتا ہے کہ میں خدا کو دیکھتا ہوں۔ میں اس کے قریب گیا تو وہ کچھ کہہ رہا تھا۔ میں نے غور سے سنا تو وہ کہہ رہا تھا کہ تو نے بہت ہی اچھا کیا کہ ان لڑکوں کو مجھ پر مسلط کر دیا۔ میں نے کہا کہ یہ لڑکے تجھ پر ایک تہمت لگاتے ہیں کہنے لگا کیا کہتے ہیں۔ میں نے کہا یہ کہتے ہیں کہ تم خدا کو دیکھنے کے مدعی ہو۔ یہ سن کر اس نے ایک چیخ ماری اور یہ کہا شبلی اس ذات کی قسم جس نے اپنی محبت میں مجھ کو شکستہ حال بنا رکھا ہے اور اپنے قرب و بعد میں مجھ کو بھٹکا رکھا ہے اگر تھوڑی دیر بھی وہ مجھ سے غائب ہو جائے (یعنی حضوری حاصل نہ رہے) تو میں دردِ فراق سے ٹکڑے ٹکڑے ہو جاؤں۔

یہ کہہ کر وہ مجھ سے منہ موڑ کر یہ شعر پڑھتا ہوا بھاگ گیا

خيالک فی عینی و ذکرک فی فمی

ومثواک فی قلبی فاین تغیب

تیری صورت میری نگاہ میں جمی رہتی ہے اور تیرا ذکر میری زبان پر ہر وقت رہتا ہے۔ تیرا ٹھکانا میرا دل ہے پس تو کہاں غائب ہو سکتا ہے۔

حضرت جنید بغدادیؒ کا جب انتقال ہونے لگا تو کسی نے کلمہ لاالہ الا اللہ تلقین کیا فرمانے لگے میں کسی وقت بھی اس کو نہیں بھولا (یعنی یاد تو اس کو دلاؤ جس کو کسی وقت بھی غفلت ہوئی ہو) حضرت ممشاد دینوریؒ مشہور بزرگ ہیں جس وقت ان کا انتقال ہونے لگا تو کسی پاس بیٹھنے والے نے دعا کی حق تعالیٰ شانہ آپ کو (جنت کی) فلاں فلاں دولت عطا فرمائیں تو ہنس پڑے فرمانے لگے تیس برس سے جنت اپنے سارے ساز و سامان کے ساتھ میرے سامنے ظاہر ہوتی رہی ہے۔ ایک دفعہ بھی تو (اللہ جل شانہ کی طرف سے توجہ ہٹا کر) ادھر توجہ نہیں کی۔ حضرت رویمؒ کو انتقال کے وقت کسی نے کلمہ تلقین کیا تو فرمانے لگے میں اس کے غیر کو اچھی طرح جانتا ہی نہیں۔ احمد بن خضرویہؒ کے انتقال کا وقت تھا کسی شخص نے کوئی بات پوچھی آنکھوں میں آنسو نکل پڑے۔ کہنے لگے پچانویں برس سے ایک دروازہ کھٹکھٹا رہا ہوں وہ اس وقت کھلنے والا ہے مجھے معلوم نہیں کہ وہ سعادت کے ساتھ کھلتا ہے یا بدبختی کے ساتھ مجھے اس وقت بات کی فرصت کہاں۔

دعا کیجئے

اے اللہ! ہمیں ایسا بنا دیجئے کہ ہم سب سے زیادہ آپ کا ذکر کرنے والے سب سے زیادہ آپ کو فرمانبرداری کرنے والے اور سب سے زیادہ آپ سے محبت کرنے والے بن جائیں۔ اے اللہ! ہمیں ایسا بنا دیجئے کہ ہم اپنے سارے دل کیساتھ آپ سے محبت کریں اور آپ کو راضی کرنے میں اپنی ساری کوششیں صرف کر دیں۔ اے اللہ! ہم آپ سے دین و دنیا اور اہل و عیال میں معافی اور اچھے انجام کا سوال کرتے ہیں۔ اے اللہ! ہمیں بخش دیجئے اور ہمارے گھروں میں وسعت اور رزق میں برکت عطا فرما دیجئے۔ اے اللہ! ہمیں اپنے ذکر کی توفیق عطا فرمائیے۔ اے اللہ! ہمیں اپنے حقیقی ذکر یعنی ہمہ وقت آپ کے احکامات کو پیش نظر رکھتے ہوئے زندگی بسر کرنے کی توفیق عطا فرمائیے۔ اے اللہ! ہمیں اپنی محبت نصیب فرمائیے اور مسنون اذکار و وظائف کو صبح و شام پڑھنے کی توفیق عطا فرمائیے۔ وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ

چارکلمات

وعن جویریة رضی الله عنه ان النبی صلی الله علیه وسلم خرج من عند ھابکرة حبن صلی الصبح وھی فی مسجد ھا ثم رجع بعد ان اضحیٰ و ھی جالسة قال مازلت علی الحال التی فارقتک علیھا قالت نعم قال النبی صلی الله علیه وسلم لقد قلت بعدک اربع کلمات ثلث مرات لو وزنت بماقلت منذ الیوم لوزنتھن سبحان الله وبحمده عدد خلقه ورضا نفسه وزنة عرشه ومداد کلماته. (رواه مسلم)

ترجمہ: ام المومنین حضرت جویریہؓ فرماتی ہیں کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم صبح کی نماز کے وقت ان کے پاس سے نماز کے لئے تشریف لے گئے اور یہ اپنے مصلے پر بیٹھی ہوئی (تسبیح میں مشغول تھیں) حضورؐ چاشت کی نماز کے بعد (دوپہر کے قریب) تشریف لائے تو یہ اسی حال میں بیٹھی ہوئی تھیں۔ حضورؐ نے دریافت فرمایا تم اسی حال پر ہو جس میں میں نے چھوڑا تھا عرض کیا جی ہاں! حضورؐ نے فرمایا میں نے تم سے (جدا ہونے کے) بعد چار کلمے تین مرتبہ پڑھے اگر ان کو اس سب کے مقابلہ میں تولا جائے جو تم نے صبح سے پڑھا ہے تو وہ غالب ہو جائیں۔ وہ کلمے یہ ہیں۔ سبحان الله وبحمده عدد خلقة ورضا نفسه وزنة عرشه ومداد کلماته (اللہ کی تسبیح کرتا ہوں اور اس کی تعریف کرتا ہوں بقدر اسکی مخلوقات کے عدد کے اور بقدر اس کی مرضی اور خوشنودی کے اور بقدر وزن اس کے عرش کے اور اس کے کلمات کی مقدار کے موافق)

افضل اور آسان تسبیح

تشریح: دوسری حدیث میں ہے کہ حضرت سعدؓ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ ایک صحابیؓ عورت کے پاس تشریف لے گئے۔ ان کے سامنے کھجور کی گٹھیاں یا کنکریاں رکھی ہوئی تھیں جن پر وہ تسبیح پڑھ رہی تھیں۔ حضورؐ نے فرمایا میں تجھے ایسی چیز بتاؤں جو اس سے سہل ہو (یعنی کنکریوں پر گننے سے سہل ہو) یا (یہ ارشاد فرمایا کہ) اس سے افضل ہو سبحان الله عددما خلق اخیر تک۔ اللہ کی تعریف کرتی ہوں بقدر اس مخلوق کے جو آسمان میں پیدا کی اور بقدر اس مخلوق کے جو زمین میں پیدا کی اور بقدر اس مخلوق کے جو ان دونوں کے درمیان ہے یعنی آسمان زمین کے درمیان ہے اور اللہ کی پاکی بیان کرتی ہوں بقدر اسکے جس کو وہ پیدا کرنے والا ہے اور اس سب کے برابرؒ الله اکبر اور اس کے برابر ہی الحمدلله اور اسی کے مانند لااله الا الله.

افضیلت کا مطلب

ملا علی قاریؒ نے لکھا ہے کہ ان کیفیات کے ساتھ تسبیح کے افضل ہونے کا مطلب یہ ہے کہ ان الفاظ کے ذکر کرنے سے ان کیفیات اور صفات کی طرف ذہن متوجہ ہوگا اور یہ ظاہر ہے کہ جتنا بھی تدبر اور غور وفکر سے زیادہ ہوگا اتنا ہی ذکر افضل ہوگا اس لئے قرآن پاک جو تدبر سے پڑھا جائے وہ تھوڑا سا بھی اس تلاوت سے بہت زیادہ افضل ہے جو بلا تردد کے ہو اور بعض علماء نے کہا ہے کہ افضلیت اس حیثیت سے ہے کہ اس میں اللہ

جل جلالہ کی حدوثنا کے شمار سے عجز کا اظہار ہے جو کمال ہے عبدیت کا۔ اس وجہ سے بعض صوفیہ سے نقل کیا گیا ہے وہ کہتے ہیں کہ گناہ تو بلاحساب اور بیشمار ہوتے ہیں اور اللہ کے پاک نام کو شمار سے اور گن کر کہتے ہو۔ اس کا مطلب یہ نہیں کہ شمار نہ کرنا چاہیے اگر ایسا ہوتا تو پھر احادیث میں کثرت سے خاص خاص اوقات میں شمار کیوں بتائی جاتی حالانکہ بہت سی احادیث میں خاص خاص مقداروں پر خاص خاص وعدے فرمائے گئے ہیں لیکن اس کا مطلب یہ ہے کہ صرف شمار پر قناعت نہ کرنا چاہیے بلکہ جو اوراد مخصوص اوقات میں متعین ہیں ان کو پورا کرنے کے علاوہ خالی اوقات میں بھی جتنا ممکن ہو بیشمار اللہ کے ذکر میں مشغول رہنا چاہیے کہ یہ ایسی بڑی دولت ہے جو شمار کی پابندیوں اور اس کے حدود سے بالاتر ہے۔

دانوں والی تسبیح کو بدعت کہنا غلط ہے:

ان احادیث سے تسبیح متعارف یعنی دھاگہ میں پروئے ہوئے دانوں کا جواز ثابت ہوتا ہے بعض لوگوں نے اس کو بدعت کہہ دیا ہے مگر یہ صحیح نہیں ہے جب اس کی اصل ثابت ہے حضورؐ نے کنکریوں اور گٹھلیوں پر گنتے ہوئے دیکھا اور اس پر انکار نہیں فرمایا تو پھر اصل ثابت ہوگی دھاگہ میں پرو دینے میں اور نہ پرونے میں کوئی فرق نہیں۔ اس وجہ سے جملہ مشائخ اور فقہاء اس کا استعمال فرماتے ہیں۔ مولانا عبدالحئیؒ صاحب نے ایک مستقل رسالہ ''نزہۃ الفکر'' اس بارے میں تصنیف فرمایا ہے۔ ملا علی قاریؒ کہتے ہیں کہ یہ حدیث صحیح دلیل ہے۔ تسبیح متعارف کے جواز کی اس لئے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ان گٹھلیوں یا کنکریوں پر گنتے ہوئے دیکھا اور اس پر انکار نہیں فرمایا جو شرعی دلیل ہے اور کھلے ہوئے دانے یا پروئے ہوئے میں کوئی فرق نہیں ہے اس لئے جو لوگ اس کو بدعت کہتے ہیں ان کا قول قابل اعتماد نہیں ہے۔ فرماتے ہیں کہ صوفیہ کی اصطلاح میں اس کو شیطان کا کوڑا کہا جاتا ہے۔ حضرت جنید بغدادیؒ کے ہاتھ میں کسی نے ایسے وقت میں بھی تسبیح دیکھی جب وہ منتہائے کمال پر پہنچ چکے تھے تو ان سے اس بارے میں سوال کیا۔ فرمایا جس چیز کے ذریعہ ہم اللہ تک پہنچے ہیں اس کو کیسے چھوڑ دیں۔ بہت سے صحابہؓ رضی اللہ عنہم اجمعین سے یہ نقل کیا گیا ہے کہ ان کے پاس کھجور کی گٹھیاں یا کنکریاں رہتی تھیں اور وہ ان پر گن کر تسبیح پڑھا کرتے تھے چنانچہ حضرت ابوصفیہ صحابی سے نقل کیا گیا ہے کہ وہ کنکریوں پر گنا کرتے تھے۔ حضرت سعد بن ابی وقاصؓ سے گٹھلیاں اور کنکریاں دونوں نقل کی گئی ہیں۔ حضرت ابوسعید خدریؓ سے بھی کنکریوں پر پڑھنا نقل کیا گیا ہے۔ مرقات میں لکھا ہے کہ حضرت ابوہریرہؓ کے پاس ایک دھاگہ رہتا تھا جس میں گرہیں لگی ہوئی تھیں ان پر شمار فرمایا کرتے تھے اور ابوداؤد میں ہے کہ حضرت ابوہریرہؓ کے پاس ایک تھیلی تھی جس میں کھجور کی گٹھلیاں یا کنکریاں بھری رہتی۔ ان پر تسبیح پڑھا کرتے اور جب وہ تھیلی خالی ہو جاتی تو ایک باندی تھی جو ان سب کو پھر اس میں بھر دیتی اور حضرت ابوہریرہؓ کے پاس رکھ دیتی۔ خالی ہونے کا مطلب یہ ہے کہ وہ تھیلی میں سے نکالتے رہتے اور باہر ڈالتے رہتے تھے اور جب وہ خالی ہوجاتی تو سارے دانے سمیٹ کر وہ باندی پھر اس تھیلی میں بھر دیتی۔ حضرت ابودرداءؓ سے بھی یہ نقل کیا گیا ہے کہ ان کے پاس ایک تھیلی میں عجوہ کھجور کی گٹھلیاں جمع رہتیں صبح کی نماز پڑھ کر اس تھیلی کو لے کر بیٹھتے اور جب تک وہ خالی ہوتی بیٹھے پڑھتے رہتے۔ حضرت ابوصفیہؓ جو حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے غلام تھے ان کے سامنے ایک چمڑہ بچھا رہتا اس پر کنکریاں پڑی رہتیں اور صبح سے زوال کے وقت تک ان کو پڑھتے رہتے جب زوال کا وقت ہوتا تو وہ چمڑا اٹھالیا جاتا۔ وہ اپنی ضروریات میں مشغول

عام فہم تعلیمات نبوی صلی اللہ علیہ وسلم کا
ایک سدا بہار مبارک سلسلہ

درسِ حدیث

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا

اللہ تعالیٰ اس شخص کو تروتازہ رکھے جس نے میری بات سنی اور اسکو یاد کیا اور اسکو محفوظ رکھا اور پھر دوسروں کو پہنچادیا۔ (ترمذی)
نیز فرمایا سب سے افضل صدقہ یہ ہے کہ مسلمان علم دین کی بات سیکھے پھر اپنے مسلمان بھائی کو سکھادے۔ (ابن ماجہ)

زیرنگرانی

فقیہ العصر حضرت مولانا مفتی عبدالستار صاحب رحمہ اللہ
رئیس دارالافتاء جامعہ خیرالمدارس ملتان

اِدارۂ تالیفاتِ اشرفیہ
چوک فوارہ ملتان پاکستان
(061-4540513-4519240

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

درسِ حدیث

سلسلہ درس حدیث-6

عام فہم تعلیمات نبوی صلی اللہ علیہ وسلم کا
ایک سدابہار مبارک سلسلہ

درسِ حدیث

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا

اللہ تعالیٰ اِس شخص کوتروتازہ رکھے جس نے میری بات سنی اور اسکو یاد کیا اور اسکو محفوظ رکھا اور پھر دوسروں کو پہنچادیا۔ (ترمذی)
نیز فرمایا سب سے افضل صدقہ یہ ہے کہ مسلمان علم دین کی بات سیکھے پھر اپنے مسلمان بھائی کو سکھادے۔ (ابن ماجہ)

از افادات:
شیخ الحدیث حضرت
مولانا محمد زکریا کاندھلوی رحمہ اللہ

زیرنگرانی
فقیہ العصر حضرت مولانا مفتی عبدالستار صاحب رحمہ اللہ
رئیس دارالافتاء جامعہ خیرالمدارس ملتان

اِدارۂ تالیفاتِ اشرفیہ
چوک فوارہ ملتان پاکستان
(061-4540513-4519240

درسِ حدیث

تاریخ اشاعت .... رجب المرجب ۱۴۲۷ھ
ناشر .... ادارہ تالیفات اشرفیہ ملتان
طباعت .... سلامت اقبال پریس ملتان

قارئین سے گذارش

ادراہ کی حتی الامکان کوشش ہوتی ہے کہ پروف ریڈنگ معیاری ہو۔ الحمدللہ اس کام کیلئے ادارہ میں علماء کی ایک جماعت موجود رہتی ہے۔ پھر بھی کوئی غلطی نظر آئے تو برائے مہربانی مطلع فرما کر ممنون فرمائیں تا کہ آئندہ اشاعت میں درست ہو سکے۔ جزاک اللہ

ملنے کے پتے

ادارہ تالیفات اشرفیہ.... چوک فوارہ.... ملتان | مکتبہ رشیدیہ........ راجہ بازار........ راولپنڈی
ادارہ اسلامیات........ انارکلی........ لاہور | یونیورسٹی بک ایجنسی.... خیبر بازار........ پشاور
مکتبہ سید احمد شہید........ اردو بازار...... لاہور | ادارۃ الانور........ نیوٹاؤن........ کراچی نمبر 5
مکتبہ رحمانیہ........ اُردو بازار .... لاہور | مکتبہ المنظور الاسلامیہ.... جامعہ حسینیہ.... علی پور
مکتبہ المنظور الاسلامیہ........... بلاک زیڈ........ مدینہ ٹاؤن........ بنک موڑ........ فیصل آباد

ادارہ اشاعت الخیر - حضوری باغ روڈ - ملتان

ISLAMIC EDUCATIONAL TRUST U.K
(ISLAMIC BOOKS CENTERE
119-121- HALLIWELL ROAD
BOLTON BLI 3NE. (U.K.)

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

عرض ناشر

اللہ تعالیٰ کے فضل وکرم سے ادارہ کی جدید مرتبہ ''درس حدیث'' کی پانچ جلدیں ماشاءاللہ کافی مقبول ہوئیں درس حدیث کا یہ مبارک سلسلہ فقیہ العصر حضرت مولانا مفتی عبدالستار صاحب رحمہ اللہ کی زیرنگرانی شروع ہوا یقیناً یہ بھی حضرت کیلئے دیگر حسنات جاریہ میں سے ایک ہے اس لئے اس جلد پر بھی مقدمہ حضرت ہی کا لکھا ہوا دیا جارہا ہے۔ عرصہ دراز سے مزید جلدوں کا انتظار تھا۔ اللہ پاک ہمارے اکابر رحمہم اللہ کو اجر عظیم سے نوازیں جو بے حد محنتوں سے ہمارے لئے دین اور اس کے مآخذ کو سہل الوصول فرما گئے۔ اور دین کے ہر شعبہ سے متعلق معلومات فضائل واحکام کا عظیم ذخیرہ جو اپنی عربی زبان کی وجہ سے حلقہ خواص تک محدود تھا۔ ان حضرات اکابر نے دیگر خدمات جلیلہ کے ساتھ ساتھ یہ عظیم خدمت بھی سرانجام دی کہ ان دینی علوم کو اردو کے لباس سے آراستہ کرکے عوام الناس کی ایک بڑی ضرورت کو پورا فرماگئے۔ اللہ تعالیٰ ان کی قبور کو ٹھنڈا فرمائیں اور جنت کو ان کا ٹھکانہ بنائیں آمین

الحمدللہ شروع سے ادارہ کی کوشش رہی ہے کہ اپنے اکابر کی مستند وبے غبار تعلیمات کو مزید مزین وسہل کرکے پیش کیا جائے۔ اس جلد کے سلسلہ میں بھی اللہ تعالیٰ کا فضل شامل حال رہا اور علماء کرام کی مشاورت سے حضرت شیخ الحدیث مولانا محمد زکریا کاندھلوی رحمہ اللہ کی مقبول عام مستند تصنیف ''فضائل اعمال'' میں سے فضائل ذکر کو سابقہ جلدوں کی طرح سبق وار درس کی شکل میں مرتب کیا ہے۔

اس جلد میں فضائل ذکر کے تمام مضامین بالترتیب لئے گئے ہیں صرف دوران سبق آنے والی احادیث کا عربی متن نہیں دیا گیا تاکہ عوام الناس بسہولت مختصر وقت میں درس مکمل کرسکیں۔ شروع سبق میں حدیث مبارکہ کا مختصر عربی متن تبرکاً نقل کیا گیا ہے۔ بعض جگہ اپنے اکابر حضرت سید ابوالحسن علی ندوی رحمہ اللہ..... حکیم الاسلام حضرت مولانا قاری محمد طیب صاحب رحمہ اللہ عارف باللہ حضرت ڈاکٹر عبدالحئی عارفی رحمہ اللہ ودیگر اکابرین کے افادات کا اضافہ کیا گیا ہے جو کہ ان شاءاللہ موضوع کی مناسبت سے مفید ہوگا۔ بلاشبہ گھروں' مساجد' اسکولوں ومکاتب میں ان سبق وار احادیث کو سننے سنانے کی پابندی کی جائے تو مختصر وقت میں دین کی اہم باتیں سیکھی جاسکتی ہیں۔ ان شاءاللہ اس مبارک سلسلہ احادیث کی جلد نمبرے بنام فضائل درود شریف (منتخب از فضائل اعمال) جلد منظر عام پر آرہی ہیں۔ **وما توفیقی الا باللہ علیہ توکلت والیہ انیب**

اللہ پاک ہم سب کو دین کی صحیح فہم نصیب فرمائیں اور اپنے فضل سے خدمت دین الی یوم الدین لیتے رہیں۔

والسلام محمد اسحٰق عفی عنہ رجب المرجب ۱۴۲۷ھ بمطابق اگست 2006ء

تقریظ

فقیہ العصر حضرت مولانا مفتی عبدالستار صاحب رحمہ اللہ

رئیس دارالافتاء جامعہ خیر المدارس ملتان ونگران اعلیٰ مجلس تحقیقات اسلامیہ

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

نحمدہٗ ونصلی علی رسولہ الکریم.....اما بعد

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی ختم نبوت کے پیش نظر اللہ پاک نے قرآن مجید کی حفاظت جس طرح اپنے ذمہ لی ہے اسی طرح الفاظ قرآن کی تشریح جو ذخیرہ آحادیث کی شکل میں موجود ہے اسکی حفاظت وصیانت بھی اللہ پاک نے اس امت کے ذریعے فرمائی۔ یہ بھی حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا معجزہ ہے کہ حفاظت حدیث کے سلسلہ میں اس امت کے محدثین حضرات نے عجیب کمالات دکھائے۔ اسماء الرجال کے علم ہی کو دیکھ لیجئے اس علم سے سابقہ امتیں محروم رہیں لیکن آنخضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی مبارک تعلیمات چونکہ تاقیامت محفوظ اور قابل عمل تھیں اس لئے ان فرامین کی حفاظت کیلئے محدثین نے اسماء الرجال اور اس کے علاوہ دوسرے علوم متعارف کرائے جنہوں نے احادیث مبارکہ کے گرد ایک قوی حصار کا کام کیا تاکہ کوئی دین دشمن حسب منشاء ان احادیث میں کوئی تغیر وتصرف نہ کر سکے۔

عصر حاضر میں مسلمانوں کی مغلوبیت میں جہاں دیگر عوامل کارفرما ہیں ان سب میں بنیادی چیز یہی ہے کہ ہم اپنی بنیاد یعنی اسلامی تعلیمات سے منہ موڑے ہوئے ہیں۔ اور اس بات کے جاننے کے باوجود کہ ہماری دینی ودنیاوی فلاح وترقی اسلامی تہذیب' اسلامی تعلیمات اور انہی اقدار میں ہے جن پر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرات صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کو چلایا اور تاریخ گواہ ہے کہ جب تک مسلمان ان اسلامی تعلیمات پر مضبوطی سے عمل پیرا رہے اللہ پاک نے انہیں اخروی نجات کے علاوہ دنیا میں بھی شان وشوکت' غلبہ ونصرت سے نوازا اور پوری دنیا کے غیر مسلم ان کے خادم اور زیردست کی حیثیت سے رہے۔

آج ہم سب مسلمان یہ چاہتے ہیں کہ دنیا میں مسلمان غالب ہوں لیکن اس کے لئے جو بنیادی چیز ہے یعنی تعلیمات نبوت کی روشنی میں زندگی کے سفر کو طے کرنا۔ اسکی طرف ہماری توجہ کم ہوتی ہے اس لئے ضرورت ہے کہ معاشرہ میں آنخضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی مبارک تعلیمات کو عام کیا جائے اور جس طرح تلاوت قرآن کو اپنے معمول میں شامل کیا جاتا ہے اسی طرح ہمارے بعض اکابر کے معمول میں تلاوت حدیث بھی شامل تھی۔

''ادارہ تالیفات اشرفیہ'' اس لحاظ سے بڑی مبارک کا مستحق ہے کہ عوام کو اس بنیادی ضرورت کو عام فہم انداز میں درس حدیث کی شکل میں پیش کرنے کا سہرا اُسی کے سر ہے۔ اس سے قبل ''درس قرآن'' بھی عوام الناس میں بے حد مقبول ہو چکا ہے۔

دل سے دعا ہے کہ فرامین نبوی کا یہ سدا بہار گلدستہ عند اللہ مقبول ہو اور ہم سب تعلیمات نبوی کی روشنی میں اپنا قبلہ درست کر کے دنیا وآخرت کی سعادتوں سے اپنے دامن بھر لیں۔

فقط: عبدالستار عفی عنہ رجب المرجب ۱۴۲۵ھ

فہرست عنوانات

درسِ حدیث

انتخاب از

فضائل ذکر

بندہ کے ساتھ اللہ تعالیٰ کا معاملہ

عن ابی هريرة رضی الله عنه قال قال رسول الله صلی الله عليه وسلم يقول الله تعالیٰ انا عندظن عبدی بی وانامعه اذا ذکرنی فان ذکرنی فی نفسه ذکرته فی نفسی (رواہ احمد و بخاری)

ترجمہ: حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ حق تعالے شانہٗ ارشاد فرماتے ہیں کہ میں بندہ کے ساتھ ویسا ہی معاملہ کرتا ہوں جیسا کہ وہ میرے ساتھ گمان رکھتا ہے اور جب وہ مجھے یاد کرتا ہے تو میں اس کے ساتھ ہوتا ہوں پس اگر وہ مجھے اپنے دل میں یاد کرتا ہے تو میں بھی اسکو اپنے دل میں یاد کرتا ہوں اور اگر وہ میرا مجمع میں ذکر کرتا ہے تو میں اس مجمع سے بہتر یعنی فرشتوں کے مجمع میں (جو معصوم اور بیگناہ ہیں) تذکرہ کرتا ہوں اور اگر بندہ میری طرف ایک بالشت متوجہ ہوتا ہے تو میں ایک ہاتھ اُس کی طرف متوجہ ہوتا ہوں اور اگر وہ ایک ہاتھ بڑھتا ہے تو میں دو ہاتھ ادھر متوجہ ہوتا ہوں اور اگر وہ میری طرف چل کر آتا ہے تو میں اسکی طرف دوڑ کر چلتا ہوں۔

اللہ تعالیٰ کے ساتھ بندے کا گمان

تشریح: اس حدیث شریف میں کئی مضمون وارد ہیں۔ اوّل یہ کہ بندہ کے ساتھ اس کے گمان کے موافق معاملہ کرتا ہوں جس کا مطلب یہ ہے کہ حق تعالیٰ شانہٗ سے اس کے لطف وکرم کی اُمید رکھنا چاہئے اس کی رحمت سے ہرگز مایوس نہ ہونا چاہیے۔ یقیناً ہم لوگ گنہگار ہیں اور سراپا گناہ اور اپنی حرکتوں اور گناہوں کی سزا اور بدلہ کا یقین ہے لیکن اللہ کی رحمت سے مایوس بھی نہ ہونا چاہیے۔ کیا بعید ہے کہ حق تعالیٰ شانہٗ محض اپنے لطف وکرم سے بالکل ہی معاف فرمادیں کہ:

اِنَّ اللّٰهَ لَا يَغْفِرُ اَنْ يُّشْرَكَ بِهٖ
وَيَغْفِرُ مَا دُوْنَ ذٰلِكَ لِمَنْ يَّشَآءُ

کلام اللہ شریف میں وارد ہے (ترجمہ) حق تعالیٰ شانہٗ شرک کے گناہ کو تو معاف نہیں فرمائیں گے اس کے علاوہ جس کو چاہیں گے سب کچھ معاف فرمائینگے۔ لیکن ضروری نہیں کہ معاف ہی فرمادیں۔ اسی وجہ سے علماء فرماتے ہیں کہ ایمان امید اور خوف کے درمیان ہے۔ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم ایک نوجوان صحابیؓ کے پاس تشریف لے گئے وہ نزع کی حالت میں تھے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے دریافت فرمایا کس حال میں ہو عرض کیا یا رسول اللہ اللہ کی رحمت کا اُمیدوار ہوں اور اپنے گناہوں سے ڈر رہا ہوں۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ یہ دونوں یعنی امید وخوف جس بندہ کے دل میں ایسی حالت میں ہوں تو اللہ جل شانہٗ جو اُمید ہے وہ عطا فرمادیتے ہیں اور جس کا خوف ہے اُس سے امن عطا فرمادیتے ہیں۔

ایک حدیث میں آیا ہے کہ مومن اپنے گناہ کو ایسا سمجھتا ہے کہ گویا ایک پہاڑ کے نیچے بیٹھا ہے اور وہ پہاڑ اس پر گرنے لگا اور فاجر شخص گناہ کو ایسا سمجھتا ہے گویا ایک مکھی بیٹھی تھی اُڑادی یعنی ذرا پرواہ نہیں ہوتی مقصود یہ ہے کہ گناہ کا خوف اس کے مناسب ہونا چاہیے اور رحمت کی اُمید اس کے مناسب۔

حضرت معاذؓ طاعون میں شہید ہوئے۔ انتقال کے قریب زمانہ میں بار بار غشی ہوتی تھی جب افاقہ ہوتا تو فرماتے یا اللہ تجھے معلوم ہے کہ مجھ کو تجھ سے محبت ہے۔ تیری عزت کی قسم تجھے یہ بات معلوم ہے جب بالکل موت کا وقت قریب آگیا تو فرمایا کہ اے موت تیرا آنا مبارک ہے۔ کیا ہی مبارک مہمان آیا۔ مگر فاقہ کی حالت میں یہ مہمان آیا ہے۔ اس کے بعد فرمایا۔

اے اللہ تجھے معلوم ہے کہ میں ہمیشہ تجھ سے ڈرتا رہا آج تیرا اُمید وار ہوں۔ یا اللہ مجھے زندگی کی محبت تھی مگر نہریں کھودنے اور باغ لگانے کے واسطے نہیں تھی بلکہ گرمیوں کی شدت پیاس برداشت کرنے اور (دین کی خاطر) مشقتیں جھیلنے کے واسطے اور ذکر کے حلقوں میں علماء کے پاس جم کر بیٹھنے کے واسطے تھی۔ (تہذیب اللغات) بعض علماء نے لکھا ہے کہ حدیثِ بالا میں گمان کے موافق معاملہ عام حالات کے اعتبار سے ہے خاص مغفرت کے متعلق نہیں۔ دعا صحت وسعت امن وغیرہ سب چیزیں اس میں داخل ہیں مثلاً دُعا کے ہی متعلق سمجھو مطلب یہ ہے اگر بندہ یہ یقین کرتا ہے کہ میری دعا قبول ہوتی ہے اور ضرور ہوگی تو اس کی دُعا قبول ہوتی ہے اور اگر یہ گمان کرے کہ میری دعا قبول نہیں ہوتی تو ویسا ہی معاملہ کیا جاتا ہے۔ چنانچہ دوسری احادیث میں آیا ہے کہ بندہ کی دعا قبول ہوتی ہے۔ جب تک یہ نہ کہنے لگے کہ میری تو دعا قبول نہیں ہوتی۔ اسی طرح صحت، تو نگری وغیرہ سب امور کا حال ہے حدیث میں آیا ہے کہ جس شخص کو فاقہ کی نوبت آئے اگر اس کو لوگوں سے کہتا پھرے تو تو نگری نصیب نہیں ہوتی۔ اللہ کی پاک بارگاہ میں عرض معروض کرے تو جلد یہ حالت دُور ہو جائے۔ لیکن یہ ضروری ہے کہ اللہ تعالیٰ شانہٗ کے ساتھ حسن ظن اور چیز ہے اور اللہ پر گھمنڈ دوسری چیز ہے۔ کلام اللہ شریف میں مختلف عنوانات سے اس پر تنبیہ کی گئی۔ ارشاد ہے وَلَا يَغُرَّنَّكُمْ بِاللّٰهِ الْغَرُوْرُ (اور نہ دھوکہ میں ڈالے تم کو دھوکہ باز) یعنی شیطان تم کو یہ نہ سمجھائے کہ گناہ کئے جاؤ اللہ غفور رحیم ہے۔ دوسری جگہ ارشاد ہے اَطَّلَعَ الْغَيْبَ اَمِ اتَّخَذَ عِنْدَ الرَّحْمٰنِ عَهْدًا كَلَّا (کیا وہ غیب پر مطلع ہو گیا یا اللہ تعالیٰ سے اس نے عہد کر لیا ہے ایسا ہر گز نہیں)۔

اللہ تعالیٰ ذکر کرنے والے کے ساتھ ہیں

دوسرا مضمون یہ ہے کہ جب بندہ مجھے یاد کرتا ہے تو میں اس کے ساتھ ہوتا ہوں۔ دوسری حدیث میں ہے کہ جب بندہ مجھے یاد کرتا ہے تو جب تک اس کے ہونٹ میری یاد میں حرکت کرتے رہتے ہیں میں اس کے ساتھ ہوتا ہوں یعنی میری خاص توجہ اس پر رہتی ہے اور خصوصی رحمت کا نزول ہوتا رہتا ہے۔

اس حدیث کا بقیہ اگلے درس میں بیان ہوگا۔

دعا کیجئے

اے اللہ! ہمیں اپنے ذکر کی توفیق عطا فرمائیے۔

اے اللہ! ہمیں اپنے حقیقی ذکر یعنی ہمہ وقت آپ کے احکامات کو پیش نظر رکھتے ہوئے زندگی بسر کرنے کی توفیق عطا فرمائیے۔

اے اللہ! ہمیں اپنی محبت نصیب فرمائیے اور مسنون اذکار و وظائف کو صبح و شام پڑھنے کی توفیق عطا فرمائیے۔

اے اللہ! ہمیں ایسا بنا دیجئے کہ ہم سب سے زیادہ آپ کا ذکر کرنے والے سب سے زیادہ آپ کو فرمانبرداری کرنے والے اور سب سے زیادہ آپ سے محبت کرنے والے بن جائیں۔

وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ

ذکر کرنے والوں کا فرشتوں میں تذکرہ

عن ابی هریرة رضی الله عنه قال قال رسول الله صلی الله علیه وسلم یقول الله تعالیٰ انا عندظن عبدیے بی وانامعه اذا ذکرنی فان ذکرنی فی نفسه ذکرته فی نفسی (رواہ احمد و بخاری)

ترجمہ: حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ حق تعالےٰ شانہٗ ارشاد فرماتے ہیں کہ میں بندہ کے ساتھ ویسا ہی معاملہ کرتا ہوں جیسا کہ وہ میرے ساتھ گمان رکھتا ہے اور جب وہ مجھے یاد کرتا ہے تو میں اس کے ساتھ ہوتا ہوں پس اگر وہ مجھے اپنے دل میں یاد کرتا ہے تو میں بھی اسکو اپنے دل میں یاد کرتا ہوں اور اگر وہ میرا مجمع میں ذکر کرتا ہے تو میں اس مجمع سے بہتر یعنی فرشتوں کے مجمع میں (جو معصوم اور بیگناہ ہیں) تذکرہ کرتا ہوں اور اگر بندہ میری طرف ایک بالشت متوجہ ہوتا ہے تو میں ایک ہاتھ اُس کی طرف متوجہ ہوتا ہوں اور اگر وہ ایک ہاتھ بڑھتا ہے تو میں دو ہاتھ ادھر متوجہ ہوتا ہوں اور اگر وہ میری طرف چل کر آتا ہے تو میں اسکی طرف دوڑ کر چلتا ہوں۔

تشریح: مذکورہ حدیث کا تیسرا مضمون یہ ہے کہ میں فرشتوں کے مجمع میں ذکر کرتا ہوں یعنی تفاخر کے طور پر اُن کا ذکر فرمایا جاتا ہے۔ ایک تو اس وجہ سے کہ آدمی کی علقت جس ترکیب سے ہوئی ہے اس کے موافق اس میں اطاعت اور معصیت دونوں کا مادہ رکھا ہے جیسا کہ حدیث نمبر ۸ کے ذیل میں آرہا ہے۔ اس حالت میں طاعت کا کرنا یقیناً تفاخر کا سبب ہے۔ دوسرے اس وجہ سے کہ فرشتوں نے ابتداء خلقت کے وقت عرض کیا تھا۔ ”آپ ایسی مخلوق کو پیدا فرماتے ہیں جو دنیا میں خونریزی اور فساد کرے گی“۔ اور اس کی وجہ بھی وہی مادہ فساد کا ان میں ہوتا ہے، بخلاف فرشتوں کے کہ ان میں یہ مادہ نہیں۔ اسی لئے انہوں نے عرض کیا تھا کہ تیری تسبیح و تقدیس ہم کرتے ہی ہیں۔ تیسرے اس وجہ سے کہ انسان کی اطاعت اس کی عبادت، فرشتوں کی عبادت سے اس وجہ سے بھی افضل ہے کہ انسان کی عبادت غیب کے ساتھ ہے اور فرشتوں کی عالمِ آخرت کے مشاہدہ کے ساتھ۔ اسی کی طرف اللہ پاک کے اس کلام میں اشارہ ہے کہ اگر وہ جنت و دوزخ کو دیکھ لیتے تو کیا ہوتا۔ ان وجوہ سے حق تعالیٰ شانہٗ اپنے یاد کرنیوالوں اور اپنی عبادت کرنے والوں کے کارنامے جتاتے ہیں۔

اللہ تعالیٰ کی بے حد لطف و رحمت

چوتھا مضمون حدیث میں یہ ہے کہ بندہ جس درجہ میں حق تعالیٰ شانہٗ کی طرف متوجہ ہوتا ہے اُس سے زیادہ توجہ اور لطف اللہ جل شانہٗ کی طرف سے اُس بندہ پر ہوتا ہے یہی مطلب ہے قریب ہونے اور دوڑ کر چلنے کا کہ میرا لطف اور میری رحمت تیزی کیساتھ اس کی طرف چلتی ہے اب ہر شخص کو اپنا اختیار ہے کہ جس قدر رحمت و لطفِ الٰہی کو اپنی طرف متوجہ کرنا چاہتا ہے اتنی ہی اپنی توجہ اللہ تعالیٰ شانہٗ کی طرف بڑھائے۔ پانچویں بحث اس حدیث شریف میں یہ ہے کہ اس میں فرشتوں کی جماعت کو بہتر بتایا ہے ذکر کرنے والے شخص سے حالانکہ یہ مشہور امر ہے کہ انسان اشرف المخلوقات ہے اس کی ایک وجہ تو ترجمہ میں ظاہر کر دی گئی کہ ان کا بہتر ہونا ایک خاص حیثیت سے ہے کہ وہ معصوم ہیں اُن سے گناہ ہو ہی نہیں سکتا۔ دوسری وجہ یہ ہے کہ یہ باعتبار اکثر افراد کے ہے کہ اکثر افراد فرشتوں کے اکثر آدمیوں بلکہ اکثر مومنوں سے افضل ہیں گو خاص مؤمن جیسے انبیاء علیہم السلام سارے ہی فرشتوں سے افضل ہیں۔ اس کے

علاوہ اور بھی وجوہ ہیں جن میں بحث طویل ہے۔

ذکر اللہ کو اپنا ہمہ وقت کا دستور بنالو

ایک صحابیؓ نے عرض کیا یا رسول اللہ احکام تو، شریعت کے بہت سے ہیں ہی، مجھے ایک چیز کوئی ایسی بتا دیجئے جس کو میں اپنا دستور اور اپنا مشغلہ بنالوں۔ حضورؐ نے ارشاد فرمایا کہ اللہ کے ذکر سے تو ہر وقت رطب اللّسان رہے۔

ایک اور حدیث میں ہے۔ حضرت معاذؓ فرماتے ہیں کہ جدائی کے وقت آخری گفتگو جو حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے ہوئی وہ یہ تھی۔ میں نے دریافت کیا کہ سب اعمال میں محبوب ترین عمل اللہ کے نزدیک کیا ہے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ اس حال میں تیری موت آوے کہ اللہ کے ذکر میں رطب اللسان ہو۔

جدائی کے وقت کا مطلب یہ ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت معاذؓ کو اہلِ یمن کی تبلیغ وتعلیم کے لئے یمن کا امیر بنا کر بھیجا تھا۔ اس وقت رخصت کیوقت حضورؐ نے کچھ وصیتیں بھی فرمائی تھیں اور انہوں نے بھی کچھ سوالات کئے تھے۔ شریعت کے احکام بہت سے ہونے کا مطلب یہ ہے کہ ہر حکم کی بجا آوری تو ضروری ہے ہی۔ لیکن ہر چیز میں کمال پیدا کرنا اور اس کو مستقل مشغلہ بنانا دشوار ہے اس لئے ان میں سے ایک چیز جو سب سے اہم ہو مجھے ایسی بتا دیجئے کہ اس کو مضبوط پکڑلوں اور ہر وقت ہر جگہ، چلتے، پھرتے اُٹھتے بیٹھتے کرتا رہوں۔

چار چیزیں جو تمام بھلائیوں کی جامع ہیں

ایک حدیث میں ارشاد ہے کہ چار چیزیں ایسی ہیں کہ جس شخص کو یہ مل جائیں اس کو دین ودنیا کی بھلائی مل جائے۔ ایک وہ زبان جو ذکر میں مشغول رہنے والی ہو، دوسرے وہ دل جو شکر میں مشغول رہتا ہو۔ تیسرے وہ بدن جو مشقت برداشت کرنے والا ہو، چوتھے

وہ بیوی جو اپنے نفس میں اور خاوند کے مال میں خیانت نہ کرے۔ نفس میں خیانت یہ ہے کہ کسی قسم کی گندگی میں مبتلا ہو جائے۔

رطب اللّسان رہنے کا مطلب

رطب اللّسان کا مطلب اکثر علماء نے کثرت کا لکھا ہے اور یہ عام محاورہ ہے۔ ہمارے عرف میں بھی جو شخص کسی کی تعریف یا تذکرہ کثرت سے کرتا ہے تو یہ بولا جاتا ہے کہ فلاں کی تعریف میں رطب اللّسان ہے۔ مگر بندۂ ناچیز کے خیال میں ایک دوسرا مطلب بھی ہوسکتا ہے وہ یہ کہ جس سے عشق ومحبت ہوتی ہے اُس کے نام لینے سے مُنہ میں ایک لذّت اور مزہ محسوس ہوا کرتا ہے۔ جن کو بابِ عشق سے کچھ سابقہ پڑچکا ہے وہ اس سے واقف ہیں۔ اس بناء پر مطلب یہ ہے کہ اس لذّت سے اللہ کا پاک نام لیا جائے کہ مزہ آجائے۔ میں نے اپنے بعض بزرگوں کو بکثرت دیکھا ہے کہ ذکر بالجہر کرتے ہوئے ایسی طراوت آجاتی ہے کہ پاس بیٹھنے والا بھی اس کو محسوس کرتا ہے اور ایسا منہ میں پانی بھر جاتا ہے کہ ہر شخص اس کو محسوس کرتا ہے مگر یہ جب حاصل ہوتا ہے کہ جب دل میں چسک ہو اور زبان کثرتِ ذکر کے ساتھ مانوس ہوچکی ہو۔ ایک حدیث میں آیا ہے کہ اللہ سے محبت کی علامت اس کے ذکر سے محبت ہے اور اللہ سے بُغض کی علامت اُس کے ذکر سے بُغض ہے۔

حضرت ابودرداءؓ فرماتے ہیں کہ جن لوگوں کی زبان اللہ کے ذکر سے تروتازہ رہتی ہے وہ جنت میں ہنستے ہوئے داخل ہوں گے۔

تمام اعمال میں سے بہترین اور پاکیزہ ترین عمل ذکر اللہ ہے

حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک مرتبہ صحابہؓ سے ارشاد فرمایا کیا میں تم کو ایسی چیز نہ بتاؤں جو تمام اعمال میں بہترین چیز

2

ہے اور تمہارے مالک کے نزدیک سب سے زیادہ پاکیزہ اور تمہارے درجوں کو بہت زیادہ بلند کرنیوالی اور سونے چاندی کو (اللہ کے راستہ میں) خرچ کرنے سے بھی زیادہ بہتر اور (جہاد میں) تم دشمنوں کو قتل کرو وہ تم کو قتل کریں اس سے بھی بڑھی ہوئی۔ صحابہؓ نے عرض کیا ضرور بتادیں۔ آپؐ نے ارشاد فرمایا اللہ کا ذکر ہے۔

تمام اعمال پر ذکر اللہ کی فضیلت کی وجہ:

فائدہ: یہ عام حالت اور ہر وقت کے اعتبار سے ارشاد فرمایا ہے ورنہ وقتی ضرورت کے اعتبار سے صدقہ جہاد وغیرہ امور سب سے افضل ہوجاتے ہیں۔ اسی وجہ سے بعض احادیث میں ان چیزوں کی افضلیت بھی بیان فرمائی گئی ہے کہ ان کی ضرورتیں وقتی ہیں اور اللہ پاک کا ذکر دائمی چیز ہے اور سب سے زیادہ اہم اور افضل ایک حدیث میں حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ ہر چیز کے لئے کوئی صاف کرنے والی اور میل کچیل دُور کرنے والی چیز ہوتی ہے (مثلاً کپڑے اور بدن کے لئے صابون، لوہے کے لئے آگ کی بھٹی وغیرہ وغیرہ) دلوں کی صفائی کرنے والی چیز اللہ تعالیٰ کا ذکر ہے اور کوئی چیز اللہ کے عذاب سے بچانے والی اللہ کے ذکر سے بڑھ کر نہیں ہے۔ اس حدیث میں چونکہ ذکر کو دل کی صفائی کا ذریعہ اور سبب بتایا ہے اس سے بھی اللہ کے ذکر کا سب سے افضل ہونا ثابت ہوتا ہے اس لئے کہ ہر عبادت اُسی وقت عبادت ہوسکتی ہے جب اخلاص سے ہو اور اس کا مدار دلوں کی صفائی پر ہے۔ اسی وجہ سے بعض صوفیہ نے کہا ہے کہ اس حدیث میں ذکر سے مراد ذکرِ قلبی ہے نہ کہ زبانی ذکر، اور ذکرِ قلبی یہ ہے کہ دل ہر وقت اللہ کے ساتھ وابستہ ہوجائے اور اس میں کیا شک ہے کہ یہ حالت ساری عبادتوں سے افضل ہے اس لئے کہ جب یہ حالت ہوجائے تو پھر کوئی عبادت چھوٹ ہی نہیں سکتی کہ سارے اعضاء ظاہرہ و باطنہ دل کے تابع ہیں۔ جس چیز کے ساتھ دل وابستہ ہوجاتا ہے سارے ہی اعضا اس کے ساتھ ہوجاتے ہیں۔ عشاق کے حالات سے کون بے خبر ہے اور بھی بہت سی احادیث میں ذکر کا سب سے افضل ہونا وارد ہوا ہے۔ حضرت سلمانؓ سے کسی نے پوچھا کہ سب سے بڑا عمل کیا ہے۔ انہوں نے فرمایا کہ تم نے قرآن شریف نہیں پڑھا۔ قرآن پاک میں ہے وَلَذِكْرُ اللّٰهِ اَكْبَرُ کوئی چیز اللہ کے ذکر سے افضل نہیں۔ حضرت سلمانؓ نے جس آیت شریفہ کی طرف اشارہ فرمایا۔ وہ اکیسویں ۲۱ پارے کی پہلی آیت ہے۔ صاحب مجالس الابرار کہتے ہیں کہ اس حدیث میں اللہ کے ذکر کو صدقہ اور جہاد اور ساری عبادات سے اس لئے افضل فرمایا کہ اصل مقصود اللہ کا ذکر ہے اور ساری عبادتیں اس کا ذریعہ اور آلہ ہیں اور ذکر بھی دو قسم کا ہوتا ہے۔ ایک زبانی اور ایک قلبی جو زبان سے بھی افضل ہے اور وہ مراقبہ اور دل کی سوچ ہے اور یہی مراد ہے اس حدیث سے جس میں آیا ہے کہ ایک گھڑی کا سوچنا ستر ۷۰ برس کی عبادت سے افضل ہے۔ مسند احمد میں ہے۔ حضرت سہلؓ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم سے نقل کرتے ہیں کہ اللہ کا ذکر اللہ کے راستہ میں خرچ کرنے سے سات لاکھ حصہ زیادہ ہوجاتا ہے۔ اس تقریر سے یہ معلوم ہوگیا کہ صدقہ اور جہاد وغیرہ جو وقتی چیزیں ہیں وقتی ضرورت کے اعتبار سے اُن کی فضیلت بہت زیادہ ہوجاتی ہے۔ لہٰذا ان احادیث میں کوئی اشکال نہیں جن میں ان چیزوں کی بہت زیادہ فضیلت وارد ہوئی ہے چنانچہ ارشاد ہے کہ تھوڑی دیر کا اللہ کے راستہ میں کھڑا ہونا اپنے گھر پر ستر ۷۰ سال کی نماز سے افضل ہے حالانکہ نماز بالاتفاق افضل ترین عبادت ہے لیکن کفار کے ہجوم کے وقت جہاد اس سے بہت زیادہ افضل ہوجاتا ہے۔

دعا کیجئے: اے اللہ! ہم آپ سے دین و دنیا اور اہل و عیال میں معافی اور اچھے انجام کا سوال کرتے ہیں۔ اے اللہ! ہمیں بخش دیجئے اور ہمارے گھروں میں وسعت اور رزق میں برکت عطا فرمادیجئے۔ وَاٰخِرُ دَعْوَانَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ

نرم بستروں پر ذکر اللہ کرنیوالوں کے بھی بلند درجات

عن ابی سعید الخدری رضی اللہ عنہ ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قال لیذکرن اللہ اقوام فی الدنیا علی الفرش الممھدۃ یدخلھم اللہ فی الدرجات العلی (رواہ ابن حبان)

ترجمہ: حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ بہت سے لوگ ایسے ہیں کہ دنیا میں نرم نرم بستروں پر اللہ تعالیٰ کا ذکر کرتے ہیں جس کی وجہ سے حق تعالیٰ شانہٗ جنت کے اعلیٰ درجوں میں اُن کو پہنچا دیتا ہے۔

تشریح: یعنی دنیا میں مشقتیں جھیلنا، صعوبتیں برداشت کرنا آخرت کے رفع درجات کا سبب ہے اور جتنی بھی دینی امور میں یہاں مشقت اٹھائی جائے گی اتنا ہی بلند مرتبوں کا استحقاق ہوگا لیکن اللہ پاک کے مبارک ذکر کی یہ برکت ہے کہ راحت و آرام سے نرم بستروں پر بیٹھ کر بھی کیا جائے تب بھی رفع درجات کا سبب ہوتا ہے۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ اگر تم ہر وقت ذکر میں مشغول رہو تو فرشتے تمہارے بستروں پر اور تمہارے راستوں میں تم سے مصافحہ کرنے لگیں۔

آگے بڑھنے والے

ایک حدیث میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد وارد ہوا ہے کہ مفرد لوگ بہت آگے بڑھ گئے۔ صحابہؓ نے عرض کیا کہ مُفرِد کون ہے؟ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا جو اللہ کے ذکر میں والہانہ طریقہ پر مشغول ہیں۔ اس حدیث کی بناء پر صوفیہ نے لکھا ہے کہ سلاطین اور امراء کو اللہ کے ذکر سے نہ روکنا چاہیے کہ وہ اس کی وجہ سے درجاتِ اعلیٰ حاصل کر سکتے ہیں۔ حضرت ابودرداءؓ فرماتے ہیں کہ تو اللہ کے ذکر کو اپنی مسرتوں اور خوشیوں کے اوقات میں کر، وہ تجھ کو مشقتوں اور تکلیفوں کے وقت کام دے گا۔ حضرت سلمان فارسیؓ فرماتے ہیں کہ جب بندہ راحت کے خوشی کے ثروت کے اوقات میں اللہ کا ذکر کرتا ہے پھر اس کو کوئی مشقت اور تکلیف پہنچے، تو فرشتے کہتے ہیں کہ مانوس آواز ہے جو ضعیف بندہ کی ہے پھر اللہ کے یہاں اس کی سفارش کرتے ہیں اور جو شخص راحت کے اوقات میں اللہ کو یاد نہ کرے پھر کوئی تکلیف اس کو پہنچے اور اس وقت یاد کرے تو فرشتے کہتے ہیں کیسی غیر مانوس آواز ہے۔ حضرت ابن عباسؓ فرماتے ہیں کہ جنت کے آٹھ دروازے ہیں۔ ایک ان میں سے صرف ذاکرین کے لئے ہے۔ ایک حدیث میں ہے کہ جو شخص اللہ کا ذکر کثرت سے کرے وہ نفاق سے بری ہے۔ دوسری حدیث میں ہے کہ اللہ تعالیٰ جل شانہٗ اس سے محبت فرماتے ہیں۔ ایک سفر سے واپسی ہو رہی تھی۔ ایک جگہ پہنچ کر حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ آگے بڑھنے والے کہاں ہیں۔ صحابہؓ نے عرض کیا کہ بعض تیز رَو آگے چلے گئے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ وہ آگے بڑھنے والے کہاں ہیں۔ جو اللہ کے ذکر میں والہانہ مشغول ہیں جو شخص یہ چاہے کہ جنت سے خوب سیراب ہو وہ اللہ کا ذکر کثرت سے کرے۔

ذکر کرنے والا زندہ اور نہ کرنیوالا مردہ

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ جو شخص اللہ کا ذکر کرتا ہے اور جو نہیں کرتا۔ ان دونوں کی مثال زندہ اور مردہ کی سی ہے کہ ذکر کرنے والا زندہ ہے اور ذکر نہ کرنے والا مُردہ ہے۔

زندہ اور مردہ ہونے کا مطلب

فائدہ: زندگی ہر شخص کو محبوب ہے اور مرنے سے ہر شخص ہی گھبراتا ہے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمان ہے کہ جو اللہ کا ذکر نہیں کرتا وہ زندہ بھی مردے ہی کے حکم میں ہے اس کی زندگی بھی بے کار ہے

بعض علماء نے فرمایا ہے یہ دل کی حالت کا بیان ہے کہ جو شخص اللہ کا ذکر کرتا ہے اس کا دل زندہ رہتا ہے اور جو ذکر نہیں کرتا اس کا دل مرجاتا ہے۔ اور بعض علماء نے فرمایا ہے کہ تشبیہ نفع اور نقصان کے اعتبار سے ہے کہ اللہ کا ذکر کرنے والے شخص کو جو ستائے وہ ایسا ہے جیسا کہ کسی زندہ کو ستائے کہ اس سے انتقام لیا جائے گا اور وہ اپنے کئے کو بھگتے گا اور غیر ذاکر کو ستانے والا ایسا ہے جیسا مُردہ کو ستانے والا کہ وہ خود انتقام نہیں لے سکتا۔ صوفیہ کہتے ہیں کہ اس سے ہمیشہ کی زندگی مراد ہے کہ اللہ کا ذکر کثرت سے اخلاص کے ساتھ کرنے والے مرتے ہی نہیں بلکہ وہ اس دنیا سے منتقل ہوجانے کے بعد بھی زندوں ہی کے حکم میں رہتے ہیں جیسا کہ قرآنِ پاک میں شہید کے متعلق وارد ہوا ہے بَلْ اَحْيَآءٌ عِنْدَ رَبِّهِمْ اسی طرح اُن کے لئے بھی ایک خاص قسم کی زندگی ہے۔

حکیم ترمذیؒ کہتے ہیں کہ اللہ کا ذکر دل کو تَر کرتا ہے اور نرمی پیدا کرتا ہے اور جب دل اللہ کے ذکر سے خالی ہوتا ہے تو نفس کی گرمی اور شہوت کی آگ سے خشک ہوکر سخت ہوجاتا ہے اور سارے اعضاء سخت ہوجاتے ہیں۔ طاعت سے رُک جاتے ہیں۔ اگر ان اعضاء کو کھینچو تو ٹوٹ جائیں گے۔ جیسے کہ خشک لکڑی کہ جُھکانے سے نہیں جُھکتی۔ صرف کاٹ کر جلادینے کے کام کی رہ جاتی ہے۔

دعا کیجئے

اے اللہ! ہمیں اپنے ذکر کی توفیق عطا فرمائیے۔

اے اللہ! ہمیں اپنے حقیقی ذکر یعنی ہمہ وقت آپ کے احکامات کو پیشِ نظر رکھتے ہوئے زندگی بسر کرنے کی توفیق عطا فرمائیے۔

اے اللہ! ہمیں اپنی محبت نصیب فرمائیے اور مسنون اذکار و وظائف کو صبح وشام پڑھنے کی توفیق عطا فرمائیے۔

اے اللہ! ہمیں ایسا بنادیجئے کہ ہم سب سے زیادہ آپ کا ذکر کرنے والے سب سے زیادہ آپ کو فرمانبرداری کرنے والے اور سب سے زیادہ آپ سے محبت کرنے والے بن جائیں۔

اے اللہ! ہمیں ایسا بنادیجئے کہ ہم اپنے سارے دل کیساتھ آپ سے محبت کریں اور آپ کو راضی کرنے میں اپنی ساری کوششیں صرف کردیں۔

اے اللہ! ہم آپ سے دین ودنیا اور اہل وعیال میں معافی اور اچھے انجام کا سوال کرتے ہیں۔

اے اللہ! ہمیں بخش دیجئے اور ہمارے گھروں میں وسعت اور رزق میں برکت عطا فرمادیجئے۔

وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ

اللہ کا ذکر صدقہ خیرات سے افضل ہے

عن ابی موسی رضی اللہ عنہ قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم لو ان رجلافی حجرہ دراھم یقسمھا واخریذکراللہ لکان الذاکر للہ افضل (اخرجہ الطبرانی)

ترجمہ: حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ اگر ایک شخص کے پاس بہت سے روپے ہوں اور وہ اُن کو تقسیم کر رہا ہو اور دوسرا شخص اللہ کے ذکر میں مشغول ہو تو ذکر کرنے والا افضل ہے۔

خوش نصیب لوگ

تشریح: یعنی اللہ کے راستہ میں خرچ کرنا کتنی ہی بڑی چیز کیوں نہ ہو لیکن اللہ کی یاد اس کے مقابلہ میں بھی افضل ہے پھر کس قدر خوش نصیب ہیں وہ مالدار اللہ کے راستہ میں خرچ کرنے والے جن کو اللہ کے ذکر کی بھی توفیق نصیب ہو جائے۔ ایک حدیث میں ہے کہ اللہ تعالیٰ شانہٗ کی طرف سے بھی روزانہ بندوں پر صدقہ ہوتا رہتا ہے اور ہر شخص کو اس کی حیثیت کے موافق کچھ نہ کچھ عطا ہوتا رہتا ہے لیکن کوئی عطاء اس سے بڑھ کر نہیں کہ اس کو اللہ کے ذکر کی توفیق نصیب ہو جائے۔ جو لوگ کاروبار میں مشغول رہتے ہیں۔ تجارت، زراعت، ملازمت میں گھرے رہتے ہیں اگر تھوڑا بہت وقت اللہ کی یاد کے لئے اپنے اوقات میں سے نکال لیں تو کیسی مفت کی کمائی ہے۔ دن رات کے چوبیس گھنٹوں میں سے دوچار گھنٹے اس کام کے لئے نکال لینا کون سی مشکل بات ہے آخر فضولیات لغویات میں بہت سا وقت خرچ ہوتا ہے۔ اس کارآمد چیز کے واسطے وقت نکالنا کیا دشوار ہے۔ ایک حدیث میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ اللہ کے بہترین بندے وہ ہیں جو اللہ کے ذکر کے واسطے چاند، سورج، ستارے اور سایہ کی تحقیق رکھتے ہیں یعنی اوقات کی تحقیق کا اہتمام کرتے ہیں۔ اگرچہ اس زمانہ میں گھڑی گھنٹوں کی کثرت نے اس سے بے نیاز کر دیا پھر بھی فی الجملہ واقفیت ان چیزوں کی مناسب ہے کہ گھڑی کے خراب اور غلط ہو جانے کی صورت میں اوقات ضائع نہ ہو جائیں۔ ایک حدیث میں آیا ہے کہ زمین کے جس حصّہ پر اللہ کا ذکر کیا جائے وہ حصّہ نیچے ساتوں زمینوں تک دوسرے حصّوں پر فخر کرتا ہے۔

ایک لمحہ کے ذکر اللہ کا اجر وثواب

حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ جنت میں جانے کے بعد اہل جنت کو دنیا کی کسی چیز کا بھی قلق وافسوس نہیں ہوگا، بجز اس گھڑی کے جو دنیا میں اللہ کے ذکر کے بغیر گذر گئی ہو۔

فائدہ: جنت میں جانے کے بعد جب یہ منظر سامنے ہوگا کہ ایک دفعہ اس پاک نام کو لینے کا اجر وثواب کتنا زیادہ مقدار میں ہے کہ پہاڑوں کے برابر مل رہا ہے تو اس وقت اپنی اس کمائی کے نقصان پر جسقدر بھی افسوس ہوگا ظاہر ہے۔

حضرت سریؒ فرماتے ہیں کہ میں نے جرجانیؒ کو دیکھا کہ ستو پھانک رہے ہیں۔ میں نے پوچھا یہ خشک ہی پھانک رہے ہو کہنے لگے کہ میں نے روٹی چبانے اور پھانکنے کا جب حساب لگایا تو چبانے میں اتنا وقت زیادہ خرچ ہوتا ہے کہ اُس میں آدمی ستر ٧٠ مرتبہ سبحان اللہ کہہ سکتا ہے۔ اس لئے میں نے چالیس برس سے روٹی کھانا چھوڑ دی۔ ستو پھانک کر گذر کر لیتا ہوں۔

منصورؒ بن معتمر کے متعلق لکھا ہے کہ چالیس برس تک عشاء کے بعد کسی سے بات نہیں کی۔ ربیع بن خثیمؒ کے متعلق لکھا ہے کہ بیس برس تک جو بات کرتے اس کو ایک پرچہ پر لکھ لیتے اور رات کو اپنے دل سے حساب کرتے کہ کتنی بات اس میں ضروری تھی اور کتنی غیر ضروری۔

وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ

ذکر والی جماعت کو فرشتوں کا گھیر لینا

عن ابی هريرة و ابی سعيد رضی الله عنه انهما شهدا علی رسول الله صلی الله عليه وسلم انه قال لايقعدقوم يذكرون الله الاحفتهم الملائكة وغشيتهم الرحمة ونزلت عليهم السكينة وذكرهم الله فيمن عنده (اخرجه احمد و مسلم و الترمذی)

ترجمہ: حضرت ابوہریرہؓ اور حضرت ابوسعیدؓ دونوں حضرات اسکی گواہی دیتے ہیں کہ ہم نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے سُنا ارشاد فرماتے تھے کہ جو جماعت اللہ کے ذکر میں مشغول ہو فرشتے اس جماعت کو سب طرف سے گھیر لیتے ہیں اور رحمت ان کو ڈھانپ لیتی ہے اور سکینہ اُن پر نازل ہوتی ہے اور اللہ جل شانہٗ انکا تذکرہ اپنی مجلس میں (تفاخر کے طور پر) فرماتے ہیں۔

تشریح: حضرت ابوذرؓ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد نقل کرتے ہیں کہ میں تجھے اللہ کے تقویٰ کی وصیت کرتا ہوں کہ تمام چیزوں کی جڑ ہے اور قرآن شریف کی تلاوت اور اللہ کے ذکر کا اہتمام کر کہ اس سے آسمانوں میں تیرا ذکر ہوگا اور زمین میں نور کا سبب بنے گا اکثر اوقات چُپ رہا کر کہ بھلائی بغیر کوئی کلام نہ ہو۔ یہ بات شیطان کو دُور کرتی ہے اور دین کے کاموں میں مدد گار ہوتی ہے زیادہ ہنسی سے بھی بچتا رہ کہ اس سے دل مرجاتا ہے اور چہرہ کا نور جاتا رہتا ہے۔ جہاد کرتے رہنا کہ میری اُمت کی فقیری یہی ہے مسکینوں سے محبت رکھنا انکے پاس اکثر بیٹھتے رہنا اور اپنے سے کم حیثیت لوگوں پر نگاہ رکھنا اور اپنے سے اُونچے لوگوں پر نگاہ نہ کرنا کہ اس سے اللہ کی ان نعمتوں کی ناقدری پیدا ہوتی ہے جو اللہ نے تجھے عطا فرمائی ہیں۔ قرابت والوں سے تعلقات جوڑنے کی فکر رکھنا وہ اگرچہ تجھ سے تعلقات توڑ دیں۔ حق بات کہنے میں تردّد نہ کرنا گو کسی کو کڑوی لگے۔ اللہ کے معاملہ میں کسی کی ملامت کی پرواہ نہ کرنا۔ تجھے اپنی عیب بینی دوسروں کے عیوب پر نظر نہ کرنے دے اور جس عیب میں خود مبتلا ہو اُس میں دوسرے پر غصہ نہ کرنا۔ اے ابوذرؓ حسن تدبیر سے بڑھ کر کوئی عقل مندی نہیں اور ناجائز امور سے بچنا بہترین پرہیزگاری ہے اور خوش خلقی کے برابر کوئی شرافت نہیں۔''

سکینہ کے معنی

فائدہ: سکینہ کے معنی سکون ووقار کے ہیں یا کسی مخصوص رحمت کے جس کی تفسیر میں مختلف اقوال ہیں جن کو مختصر طور پر میں اپنے رسالہ چہل حدیث جدید در فضائل قرآن میں لکھ چکا ہوں۔ امام نوویؒ فرماتے ہیں کہ یہ کوئی ایسی مخصوص چیز ہے جو طمانینت' رحمت وغیرہ کو شامل ہے اور ملائکہ کے ساتھ اُترتی ہے۔

فرشتوں کے سامنے ذاکرین کا تذکرہ

حق تعالیٰ شانہٗ کا ان چیزوں کو فرشتوں کے سامنے تفاخر کے طور پر فرمانا ایک تو اس وجہ سے ہے کہ فرشتوں نے حضرت آدم علیہ السلام کی پیدائش کے وقت عرض کیا تھا کہ یہ لوگ دنیا میں فساد کریں گے۔ جیسا کہ پہلی حدیث کے ذیل میں گذر چکا ہے۔ دوسرے اس وجہ سے ہے کہ فرشتوں کی جماعت اگرچہ سراپا عبادت سراپا بندگی و اطاعت ہے لیکن ان میں معصیت کا مادہ بھی نہیں ہے اور انسان میں چونکہ دونوں مادے موجود ہیں اور غفلت اور نافرمانی کے اسباب اس کو گھیرے ہوئے ہیں۔ شہوتیں' لذتیں اور اور اس کا جُزو ہیں اس لئے اس سے ان سب کے مقابلہ میں جو عبادت جو اطاعت ہو اور جو معصیت کا مقابلہ ہو وہ زیادہ قابلِ مدح اور قابلِ قدر ہے۔

حدیث میں آتا ہے کہ جب حق تعالیٰ شانہٗ نے جنت کو بنایا تو حضرت جبرئیل علیہ الصلوٰۃ والسلام کو ارشاد ہوا کہ اس کو دیکھ کر آؤ۔ انہوں نے آ کر عرض کیا یا اللہ آپ کی عزت کی قسم جو شخص بھی اس کی خبر سُن لے گا اس میں جائے بغیر نہیں رہیگا۔ یعنی لذّتیں اور راحتیں، فرحتیں، نعمتیں، جس قدر اس میں رکھی گئی ہیں اُن کے سننے اور یقین آ جانے کے بعد کون ہوگا جو اس میں جانے کی انتہائی کوشش نہ کریگا۔ اس کے بعد حق تعالیٰ شانہٗ نے اس کو مشقتوں سے ڈھانک دیا کہ نمازیں پڑھنا، روزے رکھنا، جہاد کرنا، حج کرنا وغیرہ وغیرہ اس پر سوار کر دیئے گئے کہ ان کو بجا لاؤ تو جنت میں آ جاؤ اور پھر حضرت جبرئیل علیہ السلام کو ارشاد ہوا کہ اب دیکھو۔ انہوں نے عرض کیا کہ اب تو یا اللہ مجھے یہ اندیشہ ہے کہ کوئی اس میں جا ہی نہ سکے گا۔ اسی طرح جب جہنم کو بنایا تو حضرت جبرئیل علیہ السلام کو اس کے دیکھنے کا حکم ہوا۔ وہاں کے عذاب، وہاں کے مصائب، گندگیاں اور تکلیفیں دیکھ کر انہوں نے عرض کیا کہ یا اللہ آپ کی عزّت کی قسم جو شخص اس کے حالات سُن لے گا کبھی بھی اس کے پاس نہ جائے گا۔ حق سبحانہٗ وتقدس نے دنیا کی لذّتوں سے اس کو ڈھانک دیا کہ زنا کرنا، شراب پینا، ظلم کرنا، احکام پر عمل نہ کرنا وغیرہ وغیرہ کا پردہ اس پر ڈال دیا گیا۔ پھر ارشاد ہوا کہ اب دیکھو۔ انہوں نے عرض کیا کہ یا اللہ اب تو مجھے اندیشہ ہوگیا کہ شاید ہی کوئی اس سے بچے۔ اسی وجہ سے جب کوئی بندہ اللہ کی اطاعت کرتا ہے، گناہ سے بچتا ہے تو اس ماحول کے اعتبار سے جس میں وہ ہے قابلِ قدر ہوتا ہے۔ اسی وجہ سے حق تعالیٰ شانہٗ اظہارِ مسرت فرماتے ہیں۔ جن فرشتوں کا اس حدیث پاک میں اور اس قسم کی بہت سی حدیثوں میں ذکر آیا ہے وہ فرشتوں کی ایک خاص جماعت ہے جو اسی کام پر متعین ہے کہ جہاں اللہ کے ذکر کی مجالس ہوں، اللہ کا ذکر کیا جا رہا ہو وہاں جمع ہوں اور اس کو سُنیں۔ چنانچہ ایک حدیث میں ارشاد ہے کہ فرشتوں کی ایک جماعت متفرق طور پر پھرتی رہتی ہے اور جس جگہ اللہ کا ذکر سُنتی ہے اپنے ساتھیوں کو آواز دیتی ہے کہ آ جاؤ اس جگہ تمہارا مقصود اور غرض موجود ہے اور پھر ایک دوسرے پر جمع ہوتے رہتے ہیں حتیٰ کہ آسمان تک ان کا حلقہ پہنچ جاتا ہے۔

دعا کیجئے

اے اللہ! ہمیں ایسا بنا دیجئے کہ ہم اپنے سارے دل کیساتھ آپ سے محبت کریں اور آپ کو راضی کرنے میں اپنی ساری کوششیں صرف کر دیں۔

اے اللہ! ہم آپ سے دین و دنیا اور اہل وعیال میں معافی اور اچھے انجام کا سوال کرتے ہیں۔

اے اللہ! ہمیں بخش دیجئے اور ہمارے گھروں میں وسعت اور رزق میں برکت عطا فرما دیجئے۔

وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ

ذکر کرنے والوں کی وجہ سے اللہ تعالیٰ کا فرشتوں پر فخر کرنا

عن معوية رضى الله عنه ان رسول الله صلى الله عليه وسلم خرج على حلقة من اصحابه فقال ما اجلسكم قالو اجلسنا نذكر الله ونحمده على ماهدنا للاسلام ومن به علينا قال الله ما اجلسكم الا ذلك قالوا الله ما اجلسنا الا ذلك قال اما انى لم استحلفكم تهمة لكم ولكن اتانى جبرئيل فاخبرنى ان الله يباهى بكم الملائكة (رواه احمد و مسلم)

ترجمہ: حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم ایک مرتبہ صحابہؓ کی ایک جماعت کے پاس تشریف لے گئے اور دریافت فرمایا کہ کس بات نے تم لوگوں کو یہاں بٹھایا ہے۔ عرض کیا کہ اللہ جل شانہٗ کا ذکر کررہے ہیں اور اس بات پر اس کی حمد وثنا کررہے ہیں کہ اس نے ہم لوگوں کو اسلام کی دولت سے نوازا۔ یہ اللہ کا بڑا ہی احسان ہم پر ہے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ کیا خدا کی قسم صرف اسی وجہ سے بیٹھے ہو۔

تشریح: صحابہؓ نے عرض کیا خدا کی قسم صرف اسی وجہ سے بیٹھے ہیں۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ کسی بدگمانی کی وجہ سے میں نے تم لوگوں کو قسم نہیں دی بلکہ جبرئیل میرے پاس ابھی آئے تھے اور یہ خبر سُنا گئے کہ اللہ جل شانہٗ تم لوگوں کی وجہ سے ملائکہ پر فخر فرمارہے ہیں۔

جماعت صحابہ رضی اللہ عنہم کی خوش قسمتی

یعنی میں نے جو قسم دے کر پوچھا اس سے مقصود اہتمام اور تاکید تھی کہ ممکن ہے کوئی اور خاص بات بھی اس کے علاوہ ہو اور وہ بات اللہ جل شانہٗ کے فخر کا سبب ہو۔ اب معلوم ہوگیا کہ صرف یہ تذکرہ ہی سبب فخر ہے۔ کس قدر خوش قسمت تھے وہ لوگ جن کی عبادتیں مقبول تھیں اور ان کی حمد وثنا پر حق تعالیٰ شانہٗ کے فخر کی خوشخبری اُن کو نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی زبان سے دُنیا ہی میں معلوم ہو جاتی تھی اور کیوں نہ ہوتا کہ ان حضرات کے کارنامے اُسی کے مستحق تھے۔

ملائکہ پر فخر کرنے کا مطلب

ملا علی قاریؒ فرماتے ہیں کہ فخر کرنے کا مطلب یہ ہے کہ حق تعالیٰ شانہٗ فرشتوں سے فرماتے ہیں کہ دیکھو یہ لوگ باوجود یکہ نفس ان کے ساتھ ہے، شیطان ان پر مسلط ہے، شہوتیں ان میں موجود ہیں، دنیا کی ضرورتیں ان کے پیچھے لگی ہوئی ہیں۔ ان سب کے باوجود ان سب کے مقابلہ میں اللہ کے ذکر میں مشغول ہیں اور اتنی کثرت سے ہٹانے والی چیزوں کے باوجود میرے ذکر سے نہیں ہٹتے، تمہارا ذکر وتسبیح اس لحاظ سے کہ، تمہارے لئے کوئی مانع بھی ان میں سے نہیں ہے، ان کے مقابلہ میں کوئی چیز نہیں ہے۔

ذکر کرنے والوں کے لئے بخشش کا اعلان

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ جو بھی لوگ اللہ کے ذکر کے لئے مجتمع ہوں، اور اُن کا مقصود صرف اللہ ہی کی رضا ہو تو آسمان سے ایک فرشتہ ندا کرتا ہے کہ تم لوگ بخش دیئے گئے اور تمہاری برائیاں نیکیوں سے بدل دی گئیں۔

دوسری حدیث میں ہے اس کے مقابل جو اجتماع ایسا ہو کہ اس میں اللہ پاک کا کوئی ذکر ہو ہی نہیں تو یہ اجتماع قیامت کے دن حسرت وافسوس کا سبب ہوگا۔

بغیر ذکر اللہ والی مجلس پر حسرت

فائدہ: یعنی اس اجتماع کی بے برکتی اور اضاعت پر حسرت ہوگی اور کیا بعید ہے کہ وبال کا سبب کسی وجہ سے بن جائے۔ ایک حدیث میں آیا ہے کہ جس مجلس میں اللہ کا ذکر نہ ہو حضور صلی اللہ علیہ وسلم پر درود نہ ہو، اس مجلس والے ایسے ہیں جیسے مرے ہوئے گدھے پر سے اُٹھے ہوں۔

مجلس کا کفارہ

ایک حدیث میں آیا ہے کہ مجلس کا کفارہ یہ ہے کہ اس کے اختتام پر یہ دُعا پڑھے۔ **سبحان الله وبحمده سبحانک اللهم وبحمدک اشهدان لا اله الا انت استغفرک واتوب الیک**۔ ایک دوسری حدیث میں آیا ہے کہ جو بھی مجلس ایسی ہو جس میں اللہ کا ذکر، حضور صلی اللہ علیہ وسلم پر درُود شریف نہ ہو وہ مجلس قیامت کے دن حسرت اور نقصان کا سبب ہوگی۔ پھر حق تعالیٰ شانہٗ اپنے لطف سے چاہے مغفرت فرمادیں چاہے مطالبہ اور عذاب فرمادیں۔ ایک حدیث میں ہے کہ مجلسوں کا حق ادا کیا کرو۔ اور وہ یہ ہے کہ اللہ کا ذکر اُن میں کثرت سے کرو۔ راہگیروں کو (بوقتِ ضرورت) راستہ بتاؤ) اور ناجائز چیز سامنے آجائے تو) آنکھیں بند کرلو۔ (یا نیچی کرلو کہ اس پر نگاہ نہ پڑے)

حضرت علی کرم اللہ وجہہٗ ارشاد فرماتے ہیں کہ جو شخص یہ چاہے کہ اس کا ثواب بہت بڑی ترازو میں تلے (یعنی ثواب بہت زیادہ مقدار میں ہو کہ وہی بڑی ترازو میں تلے گا معمولی چیز تو بڑی ترازو کے پاسنگ میں آجائیگی) اس کو چاہیے کہ مجلس کے ختم پر یہ دعا پڑھا کرے۔ سُبْحٰنَ رَبِّكَ رَبِّ الْعِزَّةِ عَمَّا يَصِفُوْنَ ۚ وَسَلٰمٌ عَلَى الْمُرْسَلِيْنَ ۚ وَالْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ ۚ

دعا کیجئے

اے اللہ! ہمیں اپنے حقیقی ذکر یعنی ہمہ وقت آپ کے احکامات کو پیش نظر رکھتے ہوئے زندگی بسر کرنے کی توفیق عطا فرمائیے۔

اے اللہ! ہمیں اپنی محبت نصیب فرمائیے اور مسنون اذکار و وظائف کو صبح وشام پڑھنے کی توفیق عطا فرمائیے۔

اے اللہ! ہمیں ایسا بنادیجئے کہ ہم سب سے زیادہ آپ کا ذکر کرنے والے سب سے زیادہ آپ کو فرمانبرداری کرنے والے اور سب سے زیادہ آپ سے محبت کرنے والے بن جائیں۔

اے اللہ! ہم آپ سے دین ودنیا اور اہل وعیال میں معافی اور اچھے انجام کا سوال کرتے ہیں۔

اے اللہ! ہمیں بخش دیجئے اور ہمارے گھروں میں وسعت اور رزق میں برکت عطا فرمادیجئے۔

وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ

ذکر کرنے والوں کی وجہ سے اللہ تعالیٰ کا فرشتوں پر فخر کرنا

عن معویة رضی اللہ عنہ ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم خرج علی حلقة من اصحابه فقال ما اجلسکم قالو اجلسنا نذکر اللّٰہ و نحمده علی ماھدنا للاسلام و من به علینا قال اللّٰہ ما اجلسکم الا ذلک قالوا اللّٰہ ما اجلسنا الا ذلک قال اما انی لم استحلفکم تھمة لکم ولکن اتانی جبرئیل فاخبرنی ان اللہ یباھی بکم الملائکة (رواہ احمد و مسلم)

ترجمہ: حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم ایک مرتبہ صحابہؓ کی ایک جماعت کے پاس تشریف لے گئے اور دریافت فرمایا کہ کس بات نے تم لوگوں کو یہاں بٹھایا ہے۔ عرض کیا کہ اللہ جل شانہ کا ذکر کررہے ہیں اور اس بات پر اس کی حمد وثنا کررہے ہیں کہ اس نے ہم لوگوں کو اسلام کی دولت سے نوازا۔ یہ اللہ کا بڑا ہی احسان ہم پر ہے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ کیا خدا کی قسم صرف اسی وجہ سے بیٹھے ہو۔

تشریح: حدیثِ بالا میں برائیوں کے نیکیوں سے بدل دینے کی بشارت بھی ہے۔ قرآن پاک میں بھی سورۂ فرقان کے ختم پر مومنین کی چند صفات ذکر فرمانے کے بعد ارشاد ہے۔ (پس یہی لوگ ہیں جن کی برائیوں کو حق تعالیٰ نیکیوں سے بدل دیتے ہیں اور اللہ تعالیٰ غفور رحیم ہیں)۔ اس آیت شریفہ کے متعلق علماءِ تفسیر کے چند اقوال ہیں۔

ایک یہ کہ سیئات معاف فرمادی جائیں گی اور حسنات باقی رہ جائیں گی گویا یہ بھی تبدیلی ہے' کہ سیئہ کوئی باقی نہیں رہی۔ دوسرے یہ کہ ان لوگوں کو بجائے برے اعمال کرنے کے نیک اعمال کی توفیق حق تعالیٰ شانہ کے یہاں نصیب ہوگی جیسا کہ بولتے ہیں کہ گرمی کے بجائے سردی ہوگئی۔ تیسرے یہ کہ اُنکی عادتوں کا تعلق بجائے بُری چیزوں کے اچھی چیزوں کے ساتھ وابستہ ہوجاتا ہے۔ اس کی توضیح یہ ہے کہ آدمی کی عادتیں طبعی ہوتی ہیں جو بدلتی نہیں۔ اسی وجہ سے ضرب المثل ہے "جبلِ گردد جبلّت نہ گردد" اور یہ مثل بھی ایک حدیث سے ماخوذ ہے جس میں ارشاد ہے کہ اگر تم سنو کہ پہاڑ اپنی جگہ سے ٹل گیا اور دوسری جگہ چلا گیا تو اس کی تصدیق کرلو لیکن اگر سنو کہ طبعیت بدل گئی تو اس کی تصدیق نہ کرو۔ گویا حدیث کا مطلب یہ ہوا کہ عادت کا زائل ہونا پہاڑ کے زائل ہونے سے بھی زیادہ مشکل ہے۔ اس کے بعد پھر اشکال ہوتا ہے کہ صوفیہ اور مشائخ جو عادات کی اصلاح کرتے ہیں اُس کا کیا مطلب ہوگا۔ اس کا جواب یہ ہے کہ عادتیں نہیں بدلتیں بلکہ ان کا تعلق بدل جاتا ہے مثلاً ایک شخص کے مزاج میں غصّہ ہے وہ مشائخ کی اصلاح اور مجاہدوں سے ایسا ہوجائے کہ غصّہ بالکل باقی نہ رہے یہ تو دشوار ہے۔ ہاں اس غصّہ کا تعلق پہلے سے جن چیزوں کے ساتھ تھا مثلاً بے جا ظلم، تکبّر وغیرہ اب بجائے اُن کے اللہ کی نافرمانیوں پر اُسکے احکام کی خلاف ورزی وغیرہ وغیرہ کی طرف منتقل ہوجاتا ہے۔ وہی حضرت عمرؓ جو ایک زمانہ میں مسلمانوں کی ایذا رسانی میں کوئی دقیقہ نہ چھوڑتے تھے' ایمان کے بعد حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے فیضِ صحبت سے کفار وفساق پر اسی طرح ٹوٹتے تھے۔ اسی طرح اور اخلاق کا بھی حال ہے۔ اس توضیح کے بعد اب مطلب یہ ہوا کہ حق تعالیٰ شانہ' ایسے لوگوں کے اخلاق کا تعلق بجائے معاصی کے حسنات سے فرمادیتے ہیں۔ چوتھے یہ

کہ حق تعالیٰ شانہ ان کو اپنی برائیوں پر توبہ کی توفیق عطا فرماتے ہیں جس کی وجہ سے پرانے پرانے گناہ یاد آ کر ندامت اور توبہ کا سبب ہوتا ہے اور ہر گناہ کے بدلے ایک توبہ جو عبادت ہے اور نیکی ہے ثبت ہو جاتی ہے۔ پانچویں یہ ہے کہ اگر مولائے کریم کو کسی کی کوئی ادا پسند ہو اور اس کو اپنے فضل سے بُرائیوں کے برابر نیکیاں دے تو کسی کے باپ کا اجارہ ہے وہ مالک ہے' بادشاہ ہے' قدرت والا ہے۔ اس کی رحمت کی وسعت کا کیا کہنا' اس کی مغفرت کا دروازہ کون بند کر سکتا ہے' اس کی عطا کو کون روک سکتا ہے جو دے رہا ہے۔ وہ اپنی ہی مِلک سے دیتا ہے اس کو اپنی قدرت کے مظاہر بھی دکھانا ہیں' اپنی مغفرت کے کرشمے بھی اُسی دن ظاہر کرنا ہیں۔ احادیث میں محشر کا نظارہ اور حساب کی جانچ مختلف طریقوں سے وارد ہوئی ہے جس کو بہجۃ النفوس نے مختصر طور پر ذکر کیا ہے اور لکھا ہے کہ حساب چند انواع پر منقسم ہوگا۔ ایک نوع یہ ہوگی کہ بعض بندوں سے نہایت مخفی رحمت کے پردہ میں محاسبہ ہوگا اور ان کے گناہ ان کو گنوائے جائیں گے اور کہا جائیگا کہ تو نے فلاں وقت یہ گناہ کیا' فلاں وقت ایسا کیا اور اسکو اقرار بغیر چارۂ کار نہ ہوگا حتیٰ کہ وہ گناہوں کی کثرت سے یہ سمجھے گا کہ میں ہلاک ہو گیا تو ارشاد ہوگا کہ ہم نے دنیا میں بھی تجھ پر ستاری کی' آج بھی ستاری کرتے ہیں اور معاف کرتے ہیں۔ چنانچہ جب یہ شخص اور اس جیسا جو ہوگا وہ حساب کے مقام سے واپس جائے گا۔ تو لوگ دیکھ کر کہیں گے کہ یہ کیسا مبارک بندہ ہے کہ اُس نے کوئی گناہ کیا ہی نہیں اسلئے کہ اُن کو اس کے گناہوں کی خبر ہی نہ ہوئی۔ اسی طرح ایک نوع ایسی ہوگی کہ اُن کیلئے چھوٹے بڑے گناہ ہونگے۔ اس کے بعد ارشاد ہوگا کہ اچھا ان کے چھوٹے گناہوں کو نیکیوں سے بدل دو تو وہ جلدی سے کہیں گے کہ ابھی اور بھی گناہ ایسے ہیں جو یہاں ذکر نہیں کئے گئے۔ اسی طرح اور انواع کا ذکر کیا ہے کہ کس کس طرح سے پیشی اور حساب ہوگا۔

سب سے اخیر میں جہنم سے نکلنے والے شخص کا قصہ

حدیث میں ایک قصہ آتا ہے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم ارشاد فرماتے ہیں کہ میں اس شخص کو پہچانتا ہوں جو سب سے اخیر میں جہنم سے نکالا جائیگا اور سب سے اخیر میں جنت میں داخل کیا جائے گا۔ ایک شخص کو بلایا جائیگا اور فرشتوں سے کہا جائے گا کہ اس کے بڑے بڑے گناہ تو ابھی ذکر نہ کئے جائیں۔ چھوٹے چھوٹے گناہ اس کے سامنے پیش کئے جائیں' اُن پر باز پُرس کی جائے۔ چنانچہ یہ شروع ہو جائیگا اور ایک ایک گناہ وقت کے حوالہ کیساتھ اس کو جتایا جائیگا۔ وہ انکار کیسے کر سکتا ہے اقرار کرتا جائے گا۔ اتنے میں ارشادِ ربی ہوگا کہ اس کو ہر گناہ کے بدلے ایک نیکی دی جائے گی تو وہ جلدی سے کہے گا کہ ابھی تو اور بھی بہت سے گناہ باقی ہیں اُن کا تو ذکر ہی نہیں آیا۔ اس قصہ کو نقل فرماتے ہوئے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو بھی ہنسی آ گئی۔

اس قصے میں اوّل تو جہنم میں سے سب سے اخیر میں نکلنا ہے یہی کیا کم سزا ہے دوسرے کیا معلوم کون خوش قسمت ایسا ہو سکتا ہے کہ جس کے گناہوں کی تبدیلی ہو اس لئے اللہ کی پاک ذات سے اُمید کرتے ہوئے فضل کا مانگتے رہنا بندگی کی شان ہے لیکن اس پر مطمئن ہونا جرأت ہے البتہ سیئات کو حسنات سے بدلنے کا سبب اخلاص سے مجالسِ ذکر میں حاضری حدیث بالا سے معلوم ہوتی ہی ہے لیکن اخلاص بھی اللہ ہی کی عطا سے ہو سکتا ہے۔

ایک ضروری بات یہ ہے کہ جہنم سے اخیر میں نکلنے والے کے بارہ میں مختلف روایات وارد ہوئی ہیں لیکن ان میں کوئی اشکال نہیں۔ ایک معتد بہ جماعت اگر نکلے تو بھی ہر شخص اخیر میں نکلنے والا ہے اور جو قریب اخیر کے نکلے وہ بھی اخیر ہی کہلاتا ہے نیز خاص خاص جماعت کا اخیر بھی مراد ہو سکتا ہے۔

وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ

ذکر کرنے والوں کی وجہ سے اللہ تعالیٰ کا فرشتوں پر فخر کرنا

عن معوية رضي الله عنه ان رسول الله صلى الله عليه وسلم خرج على حلقة من اصحابه فقال ما اجلسكم قالو اجلسنا نذكر الله ونحمده على ماهدنا للاسلام ومن به علينا قال الله ما اجلسكم الا ذلك قالوا الله ما اجلسنا الا ذلك قال اما انى لم استحلفكم تهمة لكم ولكن اتانى جبرئيل فاخبرني ان الله يباهي بكم الملائكة (رواه احمد و مسلم)

ترجمہ: حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم ایک مرتبہ صحابہؓ کی ایک جماعت کے پاس تشریف لے گئے اور دریافت فرمایا کہ کس بات نے تم لوگوں کو یہاں بٹھایا ہے۔ عرض کیا کہ اللہ جل شانہٗ کا ذکر کر رہے ہیں اور اس بات پر اس کی حمد وثنا کر رہے ہیں کہ اس نے ہم لوگوں کو اسلام کی دولت سے نوازا۔ یہ اللہ کا بڑا ہی احسان ہم پر ہے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ کیا خدا کی قسم صرف اسی وجہ سے بیٹھے ہو۔

اخلاص کی اہمیت اور حقیقت

اس حدیث میں اہم مسئلہ اخلاص کا ہے اور اخلاص کی قید اور بھی بہت سی احادیث میں اس رسالہ میں نظر سے گذرے گی۔ حقیقت یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کے یہاں اخلاص ہی کی قدر ہے۔ جس درجہ کا اخلاص ہوگا اسی درجہ کی عمل کی قیمت ہوگی۔ صُوفیہ کے نزدیک اخلاص کی حقیقت یہ ہے کہ قال اور حال برابر ہوں۔ ایک حدیث میں آئندہ آ رہا ہے کہ اخلاص یہ ہے کہ گناہوں سے روک دے۔ بہجۃ النفوس میں لکھا ہے ایک بادشاہ کیلئے جو نہایت ہی جابر اور متشدد تھا ایک جہاز میں بہت سی شراب لائی جا رہی تھی۔ ایک صاحب کا اس جہاز پر گذر ہوا اور جسقدر ٹھلیاں شراب سے بھری ہوئی تھیں سب ہی توڑ دیں ایک چھوڑ دی۔ کسی شخص کی ہمّت ان کو روکنے کی نہ پڑی لیکن اس پر حیرت تھی کہ اس بادشاہ کے تشدد کا مقابلہ بھی کوئی نہیں کرسکتا تھا پھر اُس نے کس طرح جرأت کی۔ بادشاہ کو اطلاع دی گئی۔ اس کو بھی تعجب ہوا۔ اولاً اس بات پر کہ اس کے مال پر کس طرح ایک معمولی آدمی نے جرأت کی اور پھر اس پر کہ ایک مٹکی کیوں چھوڑ دی۔ ان صاحب کو بُلایا گیا پوچھا کہ یہ کیوں کیا؟ انہوں نے جواب دیا کہ میرے دل میں اس کا تقاضا ہوا اسلئے ایسا کیا۔ تمہارا جو دل چاہے سزا دیدو۔ اُس نے پوچھا کہ یہ ایک کیوں چھوڑ ی۔ انہوں نے کہا کہ مجھے اولا اسلامی غیرت کا تقاضا تھا اس لئے میں نے توڑیں مگر جب ایک رہی تو میرے دل میں ایک خوشی سی پیدا ہوئی کہ میں نے ایک ناجائز کام کو مٹا دیا تو مجھے اس کے توڑنے میں یہ شبہ ہوا کہ حظِّ نفس دل کی خوشی کی وجہ سے ہے۔ اس لئے ایک کو چھوڑ دیا۔ بادشاہ نے کہا اس کو چھوڑ دو یہ مجبور تھا۔

بنی اسرائیل کے ایک عبادت گذار کا واقعہ

احیاء العلوم میں لکھا ہے کہ بنی اسرائیل میں ایک عابد تھا جو ہر وقت عبادت میں مشغول رہتا تھا۔ ایک جماعت اس کے پاس آئی اور کہا کہ یہاں ایک قوم ہے جو ایک درخت کو پُوجتی ہے۔ یہ سنکر اس کو غصہ آیا اور کلہاڑا کندھے پر رکھ کر اس کو کاٹنے کے لئے چل دیا۔ راستہ میں شیطان ایک پیر مرد کی صورت میں ملا۔ عابد سے پوچھا کہاں جا رہے ہو۔ اُس نے کہا فلاں درخت کاٹنے جاتا ہوں۔ شیطان نے کہا' تمہیں اس درخت سے کیا واسطہ تم اپنی عبادت میں مشغول رہو تم نے اپنی عبادت کو ایک مہمل کام کے واسطے چھوڑ دیا۔ عابد نے کہا یہ بھی عبادت ہے۔ شیطان نے کہا میں نہیں کاٹنے دوں

گا۔ دونوں میں مقابلہ ہوا۔ وہ عابد اس کے سینے پر چڑھ گیا۔ شیطان نے اپنے کو عاجز دیکھ کر خوشامد کی اور کہا اچھا ایک بات سن لے عابد نے اس کو چھوڑ دیا۔ شیطان نے کہا کہ اللہ نے تجھ پر اس کو فرض تو کیا نہیں۔ تیرا اس سے کوئی نقصان نہیں۔ تو اس کی پرستش نہیں کرتا۔ اللہ کے بہت سے نبی ہیں۔ اگر وہ چاہتا تو کسی نبی کے ذریعہ سے اس کو کٹوا دیتا۔ عابد نے کہا میں ضرور کاٹوں گا۔ پھر مقابلہ ہوا اور عابد پھر اس کے سینے پر چڑھ گیا۔ شیطان نے کہا اچھا سن ایک فیصلہ والی بات تیرے نفع کی کہوں۔ اُس نے کہا کہہ۔ شیطان نے کہا تو غریب ہے دنیا پر بوجھ بنا ہوا ہے تو اُس کام سے باز آ میں تجھے روزانہ تین دینار (اشرفی) دیا کروں گا۔ جو روزانہ تیرے سرہانے رکھے ہوئے ملا کریں گے۔ تیری بھی ضرورتیں پوری ہو جائیں گی۔ اپنے اعزہ پر بھی احسان کر سکے گا۔ فقیروں کی مدد کر سکے گا اور بہت سے ثواب کے کام کر سکے گا۔ اس میں ایک ہی ثواب ہوگا اور وہ بھی بیکار کہ وہ لوگ پھر دوسرا لگالیں گے۔ عابد کی سمجھ میں آ گیا قبول کر لیا۔ دو دن تو وہ ملے تیسرے دن سے ندارد۔ عابد کو غصہ آیا اور کلہاڑی لے کر پھر چلا۔ راستہ میں وہ بوڑھا ملا پوچھا کہاں جا رہا ہے۔ عابد نے بتایا کہ اسی درخت کو کاٹنے جا رہا ہوں۔ بوڑھے نے کہا کہ تو اس کو نہیں کاٹ سکتا۔ دونوں میں جھگڑا ہوا وہ بوڑھا غالب آ گیا اور عابد کے سینہ پر چڑھ گیا۔ عابد کو بڑا تعجب ہوا اس سے پوچھا کہ یہ کیا بات ہے کہ تو اس مرتبہ غالب ہو گیا۔ اُس بوڑھے نے کہا پہلی مرتبہ تیرا غصہ خالص اللہ کے واسطے تھا اس لئے اللہ جل شانہٗ نے مجھے مغلوب کر دیا تھا اس مرتبہ اس میں دیناروں کا دخل تھا اس لئے تو مغلوب ہوا۔ حق یہ ہے کہ جو کام خالص اللہ کے واسطے کیا جاتا ہے اس میں بڑی قوت ہوتی ہے۔

انسان کو مایوس نہیں ہونا چاہئے

''انسان کو مایوس نہیں ہونا چاہئے حق تعالیٰ سے اچھی امید رکھنا چاہئے'' وہ بندے کے ظن کے ساتھ ہیں جیسا بندہ ان کے ساتھ گمان کرتا ہے ویسا ہی معاملہ اس کے ساتھ فرماتے ہیں' بڑی رحیم کریم ذات ہے مگر شرط یہ ہے کہ طلب ہو اور کام میں لگا رہے جو بھی ہو سکے کرتا رہے پھر وہ اپنے بندہ کے ساتھ رحمت اور فضل ہی کا معاملہ فرماتے ہیں وہ کسی کی محنت یا طلب کو رائیگاں یا فراموش نہیں فرماتے ایک شخص کا مقولہ مجھ کو بہت پسند آیا کہ کئے جاؤ اور لئے جاؤ واقعی ایسی ہی ذات ہے اس قائل نے (کہنے والے نے) بہت بڑا اور اہم مضمون کو دو لفظوں میں بیان کر دیا۔ ہاں لگا رہنا شرط ہے اور ایک یہ ضروری بات ہے کہ ماضی اور مستقبل کی فکر میں نہ پڑے اس سے بھی انسان بڑی دولت سے محروم رہتا ہے کیونکہ یہ بھی تو ماسوا اللہ ہی کی مشغولی ہے۔ خلاصہ میرے مضمون کا یہ ہے کہ قصد سے ماضی و مستقبل کے مراقبے کی ضرورت نہیں ہے اگر بغیر قصد کے خیال آ جائے تو ماضی کی کوتاہیوں پر توبہ واستغفار کر لیا کرے بس کافی ہے پچھلے معاصی کا کاوش کے ساتھ استحضار بھی کبھی حجاب بن کر خسران کا سبب ہو جاتا ہے اور اس طرح نہ آئندہ کے لئے تجویزات کی ضرورت ہے یہ بھی ضرر رساں ہے نہ اس کی ضرورت کہ میں نے پہلے کیا کیا تھا اور اب کیا ہوگا اور میں کچھ ہوا یا نہیں' جھگڑوں میں وقت ضائع کرتے ہو کام میں لگو ان فضولیات کو چھوڑ دو' کسی حالت میں بھی مایوس نہ ہو وہ تو دربار ہی عجیب ہے کوئی شخص کتنا ہی گناہگار کیوں نہ ہو ایک لمحہ ایک منٹ میں کایا پلٹ جاتی ہے بشرطیکہ خلوص کے ساتھ اس طرح متوجہ ہو کر رجوع کرے اور آئندہ کے لئے استقلال کا عزم کرے پھر تو جس نے کبھی ساری عمر اللہ تعالیٰ نام نہ لیا ہو اور اپنی تمام عمر کا حصہ معاصی اور لہو ولعب میں برباد کیا ہو اس کے لئے بھی رحمت کا دروازہ کھلا ہوا ہے۔ اس لئے فرماتے ہیں جو بندے کے لئے مشکل ہے وہ خدا تعالیٰ کے لئے آسان ہے۔

رحمت حق ہر وقت اپنے بندوں کے لئے بخشش کا بہانہ ڈھونڈتی ہے

فی الحقیقت حق تعالیٰ ادنیٰ بہانے سے بندوں پر رحم فرما دیتے ہیں نجات تو چھوٹی سی بات پر ہو جاتی ہے مگر چھوٹی بات پر مؤاخذہ نہیں ہوتا مواخذہ تو بڑی ہی بات پر فرماتے ہیں اب رہا یہ کہ کوئی بڑی بات کو چھوٹی بات خیال کرے اس کا کسی کے پاس کیا علاج ہے۔ (از افادات حکیم الامت)

وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ

سب اعمال سے بڑھ کر عذاب قبر سے نجات دینے والا عمل

عن معاذ رضی الله عنه بن جبل قال قال رسول الله صلی الله علیه وسلم ما عمل ادمی عملا انجی له من عذاب القبر من ذکر الله. (اخرجه احمد)

ترجمہ: نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے اللہ کے ذکر سے بڑھ کر کسی آدمی کا کوئی عمل عذاب قبر سے زیادہ نجات دینے والا نہیں ہے۔

عذاب قبر کی سختی

تشریح: عذابِ قبر کتنی سخت چیز ہے اس سے وہی لوگ واقف ہیں جن کے سامنے وہ احادیث ہیں' جو عذاب قبر کے بارے میں وارد ہوئی ہیں۔ حضرت عثمانؓ جب کسی قبر پر تشریف لیجاتے تو اس قدر روتے' کہ ڈاڑھی مبارک تر ہو جاتی۔ کسی نے پوچھا کہ آپ جنت کے دوزخ کے ذکر سے ایسا نہیں روتے جیسا کہ قبر کے سامنے آجانے سے روتے ہیں۔ آپ نے ارشاد فرمایا کہ قبر آخرت کی منزلوں میں سے سب سے پہلی منزل ہے جو شخص اس سے نجات پالے بعد کی سب منزلیں اس پر سہل ہو جاتی ہیں اور جو اس سے نجات نہ پائے بعد کی منزلیں دشوار ہی ہوتی جاتی ہیں۔ پھر آپ نے حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کا پاک ارشاد سنایا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم یہ ارشاد فرماتے تھے کہ میں نے کوئی منظر قبر سے زیادہ گھبراہٹ والا نہیں دیکھا۔ حضرت عائشہؓ ارشاد فرماتی ہیں کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم ہر نماز کے بعد عذابِ قبر سے پناہ مانگتے تھے۔ حضرت زیدؓ ارشاد فرماتے ہیں کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا۔ مجھے یہ اندیشہ ہے کہ تم ڈر اور خوف کی وجہ سے مردوں کا دفن کرنا چھوڑ دو گے ورنہ اس کی دعاء کرتا کہ اللہ جل شانہٗ تمہیں بھی عذابِ قبر سنادے۔ آدمیوں اور جنات کے سوا اور جاندار عذابِ قبر کو سُنتے ہیں۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی اونٹنی کا بدکنا

ایک حدیث میں آیا ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم ایک مرتبہ سفر میں تشریف لے جا رہے تھے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی اونٹنی بدکنے لگی۔ کسی نے پوچھا حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی اونٹنی کو کیا ہوا؟ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ ایک آدمی کو قبر کا عذاب ہو رہا ہے اُسکی آواز سے بدکنے لگی۔

قبر کا اعلان:

ایک مرتبہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم مسجد میں تشریف لے گئے تو چند آدمیوں کو دیکھا کہ کِھل کھلا کر ہنس رہے ہیں' حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ اگر موت کو اکثر یاد کیا کرو تو یہ بات نہ ہو۔ کوئی دن قبر پر ایسا نہیں گذرتا جس میں وہ یہ اعلان نہیں کرتی کہ میں غربت کا گھر ہوں۔ تنہائی کا گھر ہوں' کیڑوں اور جانوروں کا گھر ہوں جب کوئی مؤمن (کامل ایمان والا) دفن ہوتا ہے تو قبر اس سے کہتی ہے تیرا آنا مبارک ہے۔ تُو نے بہت ہی اچھا کیا کہ آ گیا۔ جتنے لوگ میری پُشت پر (یعنی زمین پر) چلتے تھے تو اُن سب میں مجھے بہت' محبوب تھا۔ آج تو میرے سپرد ہوا تو میرا حُسنِ سلوک بھی دیکھے گا۔ اس کے بعد وہ اس قدر وسیع ہو جاتی ہے کہ منتہائے نظر تک کھل جاتی ہے اور جنت کا ایک دروازہ اس میں کھل جاتا ہے جس سے وہاں کی

ہوائیں خوشبوئیں وغیرہ پہنچتی رہتی ہیں اور جب کافر یا فاجر دفن کیا جاتا ہے تو قبر کہتی ہے کہ تیرا آنا منحوس اور نا مبارک ہے کیا ضرورت تھی تیرے آنے کی۔ جتنے آدمی میری پُشت پر چلتے تھے۔سب میں زیادہ بغض مجھے تجھ سے تھا۔آج تو میرے حوالہ ہوا تو میرا معاملہ بھی دیکھے گا۔اس کے بعد اُس کو اس قدر زور سے بھینچتی ہے کہ پسلیاں ایک دوسری میں گھُس جاتی ہیں۔جس طرح ہاتھ میں ہاتھ ڈالنے سے انگلیاں ایک دوسری میں گھس جاتی ہیں۔اس کے بعد نوے یا ننانوے اژدہے اس پر مسلّط ہو جاتے ہیں جو اس کو نوچتے رہتے ہیں اور قیامت تک یہی ہوتا رہے گا۔حضور صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں کہ اگر ایک اژدہا بھی اُن میں زمین پر پھنکار مار دے تو قیامت تک زمین میں گھاس نہ اُگے۔اس کے بعد حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ قبر یا جنت کا ایک باغ ہے یا جہنم کا ایک گڑھا۔

چغل خوری اور پیشاب سے بے احتیاطی کا عذاب

ایک حدیث میں آیا ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا دو قبروں پر گذر ہوا۔ارشاد فرمایا کہ ان دونوں کو عذاب ہو رہا ہے۔ایک کو چغل خوری کے جرم میں دوسرے کو پیشاب کی احتیاط نہ کرنے میں (کہ بدن کو اس سے بچاتا نہ تھا) ہمارے کتنے مہذب لوگ ہیں جو استنجے کو عیب سمجھتے ہیں اس کا مذاق اڑاتے ہیں علماء نے پیشاب سے نہ بچنا گناہ کبیرہ بتایا ہے۔ابنِ حجرؒ مکی نے لکھا ہے کہ صحیح روایت میں آیا ہے کہ اکثر عذابِ قبر پیشاب کی وجہ سے ہوتا ہے۔

ایک حدیث میں آیا ہے کہ قبر میں سب سے پہلے مطالبہ پیشاب کا ہوتا ہے۔بالجملہ عذاب قبر نہایت سخت چیز ہے اور جیسا کہ اس کے ہونے میں بعض گناہوں کو خاص دخل ہے۔اسی طرح اس سے بچنے میں بھی بعض عبادات کو خصوصی شرافت حاصل ہے چنانچہ متعدد احادیث میں وارد ہے کہ سورۂ تبارک الذی کا ہر رات کو پڑھتے رہنا عذابِ قبر سے نجات کا سبب ہے اور عذاب جہنم سے بھی حفاظت کا سبب ہے اور اللہ کے ذکر کے بارے میں تو حدیث بالا ہے ہی۔

دل کی سوئی اللہ کی طرف

شیخ الاسلام حضرت مولانا مفتی محمد تقی عثمانی صاحب مدظلہم فرماتے ہیں کہ حضرت مولانا مفتی محمد شفیع صاحب رحمۃ اللہ علیہ کا ایک مکتوب دیکھا جو حضرت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ کے نام لکھا تھا کہ

"حضرت...... میں اپنے دل کی یہ کیفیت محسوس کرتا ہوں کہ جس طرح قطب نما کی سوئی ہمیشہ شمال کی طرف رہتی ہے۔اسی طرح اب میرے دل کی یہ کیفیت ہوگئی ہے کہ چاہے کہیں پر بھی کام کر رہا ہوں...... چاہے مدرسے میں ہوں یا گھر میں...... دکان پر ہوں یا بازار میں ہوں...... لیکن ایسا محسوس ہوتا ہے کہ دل کی سوئی تھانہ بھون کی طرف ہے" اب ہم لوگ اس کیفیت کو اس وقت تک کیا سمجھ سکتے ہیں جب تک اللہ تبارک و تعالیٰ اپنے فضل سے ہم لوگوں کو عطا نہ فرما دے لیکن کوشش اور مشق سے یہ چیز حاصل ہو جاتی ہے کہ چلتے پھرتے اٹھتے بیٹھتے انسان اللہ تعالیٰ کا ذکر کرتا رہے...... اللہ تعالیٰ کے سامنے حاضری کا احساس ہوتا رہے تو پھر آہستہ آہستہ یہ کیفیت حاصل ہو جاتی ہے کہ زبان سے دل لگی کی باتیں ہو رہی ہیں مگر دل کی سوئی اللہ تبارک و تعالیٰ کی طرف لگی ہوئی ہے۔اللہ تعالیٰ یہ کیفیت عطا فرما دے۔آمین۔

وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ

ذاکرین قیامت کے دن قابل رشک ہوں گے

عن ابی الدرداء رضی اللّٰہ عنہ قال قال رسول الله صلی الله علیه وسلم لیبعثن الله اقواما یوم القیمة فی وجوههم النور علی منابر اللؤلؤ یغبطهم الناس لیسوا بانبیاء ولا شهداء فقال اعرابی حلهم لنا نعرفهم قال هم المتحابون فی الله من قبائل شتی وبلاد شتی یجتمعون علی ذکر اللّٰہ یذکرونه (اخرجه الطبرانی)

ترجمہ: حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ قیامت کے دن اللہ جل شانہٗ بعضی قوموں کا حشر اسی طرح فرمائیں گے کہ انکے چہروں میں نُور چمکتا ہوا ہوگا وہ موتیوں کے ممبروں پر ہونگے لوگ اُن پر رشک کرتے ہونگے وہ انبیاء اور شہداء نہیں ہونگے۔ کسی نے عرض کیا یا رسول اللہ اُنکا حال بیان کردیجئے کہ ہم اُن کو پہچان لیں حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا وہ لوگ ہونگے جو اللہ کی محبت میں مختلف جگہوں سے مختلف خاندانوں سے آکر ایک جگہ جمع ہوگئے ہوں اور اللہ کے ذکر میں مشغول ہوں۔

تشریح: دوسری حدیث میں ہے کہ جنت میں یاقوت کے ستون ہونگے جن پر زبرجد (زمرد) کے بالا خانے ہونگے ان میں چاروں طرف دروازے کھلے ہوئے ہونگے وہ ایسے چمکتے ہونگے جیسے کہ نہایت روشن ستارہ چمکتا ہے۔ ان بالا خانوں میں وہ لوگ رہیں گے جو اللہ کے واسطے آپس میں محبت رکھتے ہوں اور وہ لوگ جو اللہ ہی کے واسطے ایک جگہ اکٹھے ہوں اور وہ لوگ جو اللہ ہی کیواسطے آپس میں ملتے جلتے ہوں۔

زبرجد اور زمرد: فائدہ: اس میں اطباء کا اختلاف ہے کہ زبرجد اور زمرد ایک ہی پتھر کے دو نام ہیں یا ایک پتھر کی دو قسمیں ہیں یا ایک ہی نوع کے دو پتھر ہیں۔ بہرحال یہ ایک پتھر ہوتا ہے جو نہایت ہی روشن چمکدار ہوتا ہے۔ اس کے پتے بنتے ہیں جو بازار میں چمکدار کاغذ کی طرح سے بکتے ہیں۔

خانقاہوں میں بیٹھنے والے اہل اللہ

آج خانقاہوں کے بیٹھنے والوں پر ہر طرح الزام ہے ہر طرف سے فقرے کسے جاتے ہیں۔ آج انہیں جتنا دل چاہے بُرا بھلا کہہ لیں۔ کل جب آنکھ کھلے گی اس وقت حقیقت معلوم ہوگی کہ یہ بوریوں پر بیٹھنے والے کیا کچھ کما کرلے گئے جب وہ ان منبروں اور بالا خانوں پر ہونگے اور یہ ہنسے والے اور گالیاں دینے والے کیا کما کرلے گئے۔

ان خانقاہوں کی اللہ کے یہاں کیا قدر ہے جن پر آج چاروں طرف سے گالیاں پڑتی ہیں یہ ان احادیث سے معلوم ہوتا ہے جن میں ان کی فضیلتیں ذکر کی گئی ہیں۔ ایک حدیث میں وارد ہے کہ جس گھر میں اللہ کا ذکر کیا جاتا ہو وہ آسمان والوں کیلئے ایسا چمکتا ہے جیسے زمین والوں کے لئے ستارے چمکتے ہیں۔ ایک حدیث میں ہے کہ ذکر کی مجالسِ پر جو سکینہ (ایک خاص نعمت) نازل ہوتی ہے فرشتے ان کو گھیر لیتے ہیں، رحمت الٰہی اُن کو ڈھانک لیتی ہے اور اللہ جل شانہٗ عرش پر اُن کا ذکر فرماتے ہیں۔ ابورزینؓ ایک صحابی ہیں۔ وہ کہتے ہیں۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ تجھے دین کی تقویت کی چیز بتاؤں جس

سے تو دونوں جہان کی بھلائی کو پہنچے' وہ اللہ کا ذکر کرنیوالوں کی مجلسیں ہیں اُن کو مضبوط پکڑ اور جب تو تنہا ہوا کرے تو جتنی بھی قدرت ہو اللہ کا ذکر کرتا رہ۔ حضرت ابو ہریرہؓ فرماتے ہیں کہ آسمان والے ان گھروں کو جن میں اللہ کا ذکر ہوتا ہے ایسا چمکدار دیکھتے ہیں جیسا کہ زمین والے ستاروں کو چمکدار دیکھتے ہیں۔ یہ گھر جن میں اللہ کا ذکر ہے ایسے منور اور روشن ہوتے ہیں کہ اپنے نُور کی وجہ سے ستاروں کی طرح چمکتے ہیں اور جن کو اللہ جل شانہٗ نُور کے دیکھنے کی آنکھیں عطا فرماتے ہیں وہ یہاں بھی اُن کی چمک دیکھ لیتے ہیں۔ بہت سے اللہ کے بندے ایسے ہیں جو بزرگوں کا نُور' ان کے گھروں کا نور اپنی آنکھوں سے چمکتا ہوا دیکھتے ہیں چنانچہ حضرت فضیلؒ بن عیاض جو مشہور بزرگ ہیں فرماتے ہیں کہ جن گھروں میں اللہ کا ذکر ہوتا ہے وہ آسمان والوں کے نزدیک ایسا چمکتے ہیں جیسا کہ چراغ۔

قرآن کریم اور حدیث نبوی کا نور

شیخ عبدالعزیزؒ دباغ ابھی قریب ہی زمانہ میں ایک بزرگ گذرے ہیں جو بالکل اُمی تھے مگر قرآن شریف کی آیت' حدیث قدسی' حدیث نبوی اور موضوع حدیث کو علیحدہ علیحدہ بتادیتے تھے اور کہتے تھے کہ متکلم کی زبان سے جب لفظ نکلتے ہیں تو ان الفاظ کے نُور سے معلوم ہوجاتا ہے کہ کس کا کلام ہے کہ اللہ پاک کے کلام کا نُور علیحدہ ہے اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے کلام کا نُور دوسرا ہے اور دوسرے کلاموں میں یہ دونوں نُور نہیں ہوتے۔

حضرت مولانا خلیل احمد محدث سہارنپوری کا واقعہ

تذکرۃ الخلیل یعنی سوانح حضرت اقدس مولانا خلیل احمد صاحب نور اللہ مرقدہٗ میں بروایت مولانا ظفر احمد صاحب لکھا ہے کہ حضرت کے پانچویں حج میں جس وقت حضرتؒ مسجد حرام میں طوافِ قدوم کے لئے تشریف لائے تو احقر (حضرت شیخ الحدیث کاندھلوی رحمہ اللہ) مولانا محبّ الدین صاحبؒ (جو اعلیحضرت مولانا الحاج امداداللہ صاحب مہاجر مکّی نور اللہ مرقدہٗ کے خاص خلفاء میں تھے اور صاحبِ کشف مشہور تھے) کے پاس بیٹھا تھا۔ مولانا اس وقت درود شریف کی کتاب کھولے ہوئے اپنا ورد پڑھ رہے تھے کہ دفعۃً میری طرف مخاطب ہوکر فرمانے لگے اس وقت حرم میں کون آ گیا کہ دفعۃً سارا حرم انوار سے بھر گیا' میں خاموش رہا کہ اتنے میں' حضرتؒ طواف سے فارغ ہوکر مولانا کے پاس کو گذرے۔ مولانا کھڑے ہوگئے اور ہنس کر فرمایا کہ میں بھی تو کہوں آج حرم میں کون آ گیا۔ مجالسِ ذکر کی فضیلت مختلف عنوانات سے بہت سی احادیث میں وارد ہوئی ہے۔ ایک حدیث میں وارد ہے کہ افضل ترین رباط نماز ہے اور ذکر کی مجالس۔ رباط کہتے ہیں۔ دارُالاسلام کی سرحد کی حفاظت کرنے کو تاکہ کفار اس طرف سے حملہ نہ کریں۔

دعا کیجئے

اے اللہ! ہمیں ایسا بنادیجئے کہ ہم اپنے سارے دل کیساتھ آپ سے محبت کریں اور آپ کو راضی کرنے میں اپنی ساری کوششیں صرف کردیں۔ اے اللہ! ہم آپ سے دین ودنیا اور اہل وعیال میں معافی اور اچھے انجام کا سوال کرتے ہیں۔

اے اللہ! ہمیں بخش دیجئے اور ہمارے گھروں میں وسعت اور رزق میں برکت عطا فرمادیجئے۔

وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ

جنت کے باغ

عن انس رضی اللہ عنه ان رسول اللہ صلی اللہ علیه وسلم قال اذامررتم بریاض الجنة فارتعوا قال وما ریاض الجنة قال حلق الذکر. (اخرجہ احمد و الترمذی)

ترجمہ: حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ جب جنت کے باغوں پر گذرو تو خوب چرو۔ کسی نے عرض کیا یا رسول اللہ! جنت کے باغ کیا ہیں ارشاد فرمایا کہ ذکر کے حلقے۔

جنت کے باغوں میں چرنے کا مطلب

تشریح: مقصود یہ ہے کہ کسی خوش قسمت کی اُن مجالس اُن حلقوں تک رسائی ہوجائے تو اسکو بہت زیادہ غنیمت سمجھنا چاہیے کہ یہ دنیا ہی میں جنت کے باغ ہیں اور ''خوب چرو'' سے اس طرف اشارہ فرمایا کہ جیسے جانور جب کسی سبزہ زار یا کسی باغ میں چرنے لگتا ہے تو معمولی سے ہٹانے سے بھی نہیں ہٹتا۔ بلکہ مالک کے ڈنڈے وغیرہ بھی کھاتا رہتا ہے لیکن اِدھر سے منہ نہیں موڑتا۔ اسی طرح ذکر کرنیوالے کو بھی دنیاوی تفکرات اور موانع کی وجہ سے ادھر سے مُنہ نہ موڑنا چاہیے اور جنت کے باغ اس لئے فرمائے کہ جیسا کہ جنت میں کسی قسم کی آفت نہیں ہوتی اسی طرح یہ مجالس بھی آفات سے محفوظ رہتی ہیں۔ ایک حدیث میں آیا ہے کہ اللہ کا ذکر دلوں کی شفا ہے یعنی دل میں جس قسم کے امراض پیدا ہوتے ہیں' تکبر' حسد' کینہ وغیرہ سب ہی امراض کا علاج ہے۔ صاحب الفوائد فی الصلوٰۃ والعوائد نے لکھا ہے کہ آدمی ذکر پر مداومت سے تمام آفتوں سے محفوظ رہتا ہے اور صحیح حدیث میں آیا ہے حضور صلی اللہ علیہ وسلم ارشاد فرماتے ہیں کہ میں تمہیں ذکر اللہ کی کثرت کا حکم کرتا ہوں اور اس کی مثال ایسی ہے جیسے کسی شخص کے پیچھے کوئی دشمن لگ جائے اور وہ اس سے بھاگ کر کسی قلعہ میں محفوظ ہوجائے اور ذکر کرنے والا اللہ جل شانہٗ کا ہمنشیں ہوتا ہے اور اس سے بڑھ کر اور کیا فائدہ ہوگا کہ وہ مالک الملک کا ہمنشین ہوجائے اسکے علاوہ اُس سے شرح صدر ہوجاتا ہے' دل منور ہوجاتا ہے۔ اسکے دل کی سختی دُور ہوجاتی ہے۔ اس کے علاوہ اور بھی بہت سے ظاہری اور باطنی منافع ہوتے ہیں جن کو بعض علماء نے سو۱۰۰ تک شمار کیا ہے۔ انتہٰی۔

حضرت ابوامامہؓ کی خدمت میں ایک شخص حاضر ہوئے اور عرض کیا میں نے خواب میں دیکھا کہ جب بھی آپ اندر جاتے ہیں یا باہر آتے ہیں یا کھڑے ہوتے ہیں یا بیٹھتے ہیں تو فرشتے آپ کے لئے دعا کرتے ہیں۔ ابوامامہؓ نے فرمایا اگر تمہارا دل چاہے تو تمہارے لئے بھی وہ دعا کرسکتے ہیں۔ پھر یہ آیت پڑھی یٰٓاَیُّھَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوا اذْکُرُوا اللّٰہَ ذِکْرًا کَثِیْرًا سے رَحِیْمًا تک گویا اس طرف اشارہ ہے کہ حق تعالیٰ شانہٗ کی رحمت اور ملائکہ کی دُعا تمہارے ذکر پر متفرع ہے جتنا تم ذکر کروگے اُتنا ہی اُدھر سے ذکر ہوگا۔

نفلی عبادات میں کوتاہی کا ذکر اللہ کی کثرت سے ازالہ ہوجاتا ہے

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ جو تم میں سے عاجز ہو راتوں کو محنت کرنے سے اور بخل کی وجہ سے مال بھی نہ خرچ کیا جاتا ہو (یعنی نفلی صدقات) اور بزدلی کی وجہ سے جہاد میں بھی شرکت نہ کرسکتا ہو اُسکو چاہیے کہ اللہ کا ذکر کثرت سے کیا کرے۔

ذکراللہ کی کثرت کی برکات

یعنی ہر قسم کی کوتاہی جو عبادات نفلیہ میں ہوتی ہے اللہ کے ذکر کی کثرت اسکی تلافی کرسکتی ہے۔ حضرت انسؓ نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے نقل کیا ہے کہ اللہ کا ذکر ایمان کی علامت ہے اور نفاق سے براءت ہے اور شیطان سے حفاظت ہے اور جہنم کی آگ سے بچاؤ ہے اور انہیں منافع کیوجہ سے اللہ کا ذکر بہت سی عبادتوں سے افضل قرار دیا گیا ہے بالخصوص شیطان کے تسلّط سے بچنے میں اس کو خاص دخل ہے ایک حدیث میں آیا ہے کہ شیطان گھٹنے جمائے ہوئے آدمی کے دل پر مسلّط رہتا ہے جب وہ اللہ کا ذکر کرتا ہے تو یہ عاجز وذلیل ہوکر پیچھے ہٹ جاتا ہے آدمی غافل ہوتا ہے تو یہ وسوسے ڈالنا شروع کردیتا ہے۔ اسلیئے صوفیہ کرام ذکر کی کثرت کراتے ہیں تاکہ قلب میں اسکے وساوس کی گنجائش نہ رہے اور وہ اتنا قوی ہوجائے کہ اسکا مقابلہ کرسکے۔ یہی راز ہے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اجمعین کو حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے فیضِ صحبت سے یہ قوتِ قلبیہ اعلیٰ درجہ پر حاصل تھی تو ان کو ضربیں لگانے کی ضرورت پیش نہ آتی تھی۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ سے جتنا بعد ہوتا گیا اُتنی ہی قلب کے لئے اس مقوی قلب خمیرہ کی ضرورت بڑھتی گئی۔ اب قلوب اس درجہ ماؤف ہوچکے ہیں کہ بہت سے علاج سے بھی وہ درجہ قوت کا تو حاصل نہیں ہوتا لیکن جتنا بھی ہوجاتا ہے وہی بسا غنیمت ہے کہ وبائی مرض میں جسقدر بھی کمی ہو بہتر ہے۔ ایک بزرگ کا قصہ نقل کیا ہے کہ انہوں نے اللہ جل شانہٗ سے دُعا کی کہ شیطان کے وسوسے ڈالنے کی صورت اُن پر منکشف ہوجائے کہ کس طرح ڈالتا ہے تو انہوں نے دیکھا کہ دل کے بائیں طرف مونڈھے کے پیچھے مچھر کی شکل سے بیٹھا ہے۔ ایک لمبی سی سُونڈ منہ پر ہے جس کو سوئی کی طرح سے دل کی طرف لے جاتا ہے اس کو ذاکر پاتا ہے تو جلدی سے اس سونڈ کو کھینچ لیتا ہے، غافل پاتا ہے تو اس سونڈ کے ذریعے سے وساوس اور گناہوں کا زہر انجکشن کے ذریعہ سے دِل میں بھرتا ہے۔ ایک حدیث میں بھی یہ مضمون آیا ہے کہ شیطان اپنی ناک کا اگلا حصّہ آدمی کے دل پر رکھے ہوئے بیٹھا رہتا ہے جب وہ اللہ کا ذکر کرتا ہے۔ تو ذلت سے پیچھے ہٹ جاتا ہے اور جب وہ غافل ہوتا ہے تو اس کے دل کو لقمہ بنالیتا ہے۔

دعا کیجئے

اے اللہ! ہمیں اپنے ذکر کی توفیق عطا فرمائیے۔ اے اللہ! ہمیں اپنے حقیقی ذکر یعنی ہمہ وقت آپ کے احکامات کو پیش نظر رکھتے ہوئے زندگی بسر کرنے کی توفیق عطا فرمائیے۔ اے اللہ! ہمیں اپنی محبت نصیب فرمائیے اور مسنون اذکار و وظائف کو صبح وشام پڑھنے کی توفیق عطا فرمائیے۔ اے اللہ! ہمیں ایسا بنادیجئے کہ ہم سب سے زیادہ آپ کا ذکر کرنے والے سب سے زیادہ آپ کو فرمانبرداری کرنے والے اور سب سے زیادہ آپ سے محبت کرنے والے بن جائیں۔ اے اللہ! ہمیں ایسا بنادیجئے کہ ہم اپنے سارے دل کیساتھ آپ سے محبت کریں اور آپ کو راضی کرنے میں اپنی ساری کوششیں صرف کردیں۔ اے اللہ! ہم آپ سے دین ودنیا اور اہل وعیال میں معافی اور اچھے انجام کا سوال کرتے ہیں۔ اے اللہ! ہمیں بخش دیجئے اور ہمارے گھروں میں وسعت اور رزق میں برکت عطا فرمادیجئے۔ وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ

اللہ تعالیٰ کا ذکر اتنا کرو کہ لوگ مجنوں کہنے لگیں

عن ابی سعیدؓ الخدری ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قال اکثر واذکراللّٰہ حتی یقولوامجنون (رواہ احمد)

ترجمہ: حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ اللہ کا ذکر ایسی کثرت سے کیا کرو کہ لوگ مجنوں کہنے لگیں۔

تشریح: دوسری حدیث میں کہ ایسا ذکر کرو کہ منافق لوگ تمہیں ریاکار کہنے لگیں۔

کسی کے طعنوں کی پرواہ نہ کرو

فائدہ: اس حدیث سے یہ بھی معلوم ہوا کہ منافقوں یا بیوقوفوں کے ریاکار کہنے یا مجنون کہنے سے ایسی بڑی دولت چھوڑنا نہ چاہیے بلکہ اس کثرت اور اہتمام سے کرنا چاہیے کہ یہ لوگ تم کو پاگل سمجھ کر تمہارا پیچھا چھوڑ دیں اور مجنون جب ہی کہا جائیگا جب نہایت کثرت سے اور زور سے ذکر کیا جائے آہستہ میں یہ بات نہیں ہوسکتی۔ ابن کثیرؒ نے حضرت عبداللہ بن عباسؓ سے نقل کیا ہے وہ فرماتے ہیں کہ حق تعالیٰ شانہٗ نے کوئی چیز بندوں پر ایسی فرض نہیں فرمائی جس کی کوئی حد مقرر نہ کردی ہو اور پھر اس کے عذر کو قبول نہ فرمالیا ہو بجز اللہ کے ذکر کے کہ نہ اس کی کوئی حد مقرر فرمائی اور نہ عقل رہنے تک کسی کو معذور قرار دیا چنانچہ ارشاد ہے اذْكُرُوا اللّٰهَ ذِكْرًا كَثِيْرًا (اللہ جل شانہٗ کا خوب کثرت سے ذکر کیا کرو) رات میں دن میں جنگل میں دریا میں سفر میں حضر میں فقر میں تونگری میں بیماری میں صحت میں آہستہ اور پکار کر اور ہر حال میں۔

قابل تعجب آدمی

حافظ ابن حجرؒ نے منبہات میں لکھا ہے کہ حضرت عثمانؓ سے قرآنِ پاک کے ارشاد وَكَانَ تَحْتَهٗ كَنْزٌ لَّهُمَا میں منقول ہے کہ وہ سونے کی ایک تختی تھی جس میں سات سطریں لکھی ہوئی تھیں جن کا ترجمہ یہ ہے۔ (۱) مجھے تعجب ہے اُس شخص پر جو موت کو جانتا ہو پھر بھی ہنسے۔ (۲) مجھے تعجب ہے اس شخص پر جو یہ جانتا ہے کہ دنیا آخر ایک دن ختم ہونے والی ہے پھر بھی اس میں رغبت کرے۔ (۳) مجھے تعجب ہے اس شخص پر جو یہ جانتا ہو کہ ہر چیز مقدر سے ہے پھر کسی چیز کے جاتے رہنے پر افسوس کرے۔ (۴) مجھے تعجب ہے اس شخص پر جسکو آخرت میں حساب کا یقین ہو پھر بھی مال جمع کرے۔ (۵) مجھے تعجب ہے اس شخص پر جسکو جہنم کی آگ کا علم ہو پھر بھی گناہ کرے۔ (۶) مجھے تعجب ہے اس شخص پر جو اللہ کو جانتا ہو پھر کسی اور چیز کا ذکر کرے۔ (۷) مجھے تعجب ہے اس شخص پر جس کو جنت کی خبر ہو پھر دنیا میں کسی چیز سے راحت پائے۔ بعض نسخوں میں یہ بھی ہے کہ مجھے تعجب ہے اس شخص پر جو شیطان کو دشمن سمجھے پھر بھی اُس کی اطاعت کرے۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو ذکر کی تاکید

حافظؒ نے حضرت جابرؓ سے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد بھی نقل کیا ہے کہ حضرت جبرئیلؑ مجھے اللہ کے ذکر کی اس قدر تاکید کرتے رہے کہ مجھے یہ گمان ہونے لگا کہ بغیر ذکر کے کوئی چیز نفع نہ دے گی۔ ان سب روایات سے یہ معلوم ہوا کہ ذکر کی جتنی بھی کثرت ممکن ہو دریغ نہ کرے۔ لوگوں کے مجنون یا ریاکار کہنے کی وجہ سے اس کو چھوڑ دینا اپنا ہی نقصان کرنا ہے۔

شیطان کا حیلہ

صوفیہ نے لکھا ہے کہ یہ بھی شیطان کا ایک دھوکہ ہے کہ اوّل

وہ ذکر سے اس خیال سے روکتا ہے کہ لوگ دیکھیں گے کوئی دیکھے گا تو کیا کہیگا وغیرہ وغیرہ۔ پھر شیطان کو روکنے کے لئے یہ ایک مستقل ذریعہ اور حیلہ مل جاتا ہے۔ اس لئے یہ تو ضروری ہے کہ دکھلانے کی نیت سے کوئی عمل نہ کرے لیکن اگر کوئی دیکھ لے تو بلا سے دیکھے اس وجہ سے چھوڑنا بھی نہ چاہیے۔

حضرت عبداللہ ذوالبجادینؓ کا واقعہ

حضرت عبداللہ ذوالبجادینؓ ایک صحابیؓ ہیں جو لڑکپن میں یتیم ہوگئے تھے چچا کے پاس رہتے تھے۔ وہ بہت اچھی طرح رکھتا تھا۔ گھر والوں سے چھپ کر مسلمان ہوگئے تھے۔ چچا کو خبر ہوگئی تو اس نے غصہ میں بالکل ننگا کر کے نکال دیا۔ ماں بھی بیزار تھی، لیکن پھر ماں تھی ایک موٹی سی چادر ننگا دیکھ کر دیدی جس کو انہوں نے دو ٹکڑے کر کے ایک سے ستر ڈھکا، دوسرا اوپر ڈال لیا۔ مدینہ طیبہ حاضر ہوگئے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے دروازہ پر پڑے رہا کرتے اور بہت کثرت سے بلند آواز کے ساتھ ذکر کرتے تھے۔ حضرت عمرؓ نے فرمایا کہ کیا یہ شخص ریا کار ہے کہ اس طرح ذکر کرتا ہے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا نہیں بلکہ یہ اوابین میں ہے۔ غزوۂ تبوک میں انتقال ہوا صحابہؓ نے دیکھا کہ رات کو قبروں کے قریب چراغ جل رہا ہے۔ قریب جا کر دیکھا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم قبر میں اُترے ہوئے ہیں۔ حضرت ابوبکرؓ حضرت عمرؓ کو ارشاد فرمارہے ہیں کہ لاؤ اپنے بھائی کو مجھے پکڑا دو۔ دونوں حضرات نے نعش کو پکڑا دیا۔ دفن کے بعد حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ اے اللہ میں اس سے راضی ہوں تو بھی اس سے راضی ہوجا۔ حضرت ابن مسعودؓ فرماتے ہیں کہ یہ سارے منظر دیکھ کر مجھے تمنا ہوئی کہ یہ نعش تو میری ہوتی۔

لوگوں کے خوف سے عمل چھوڑنا بھی ریا ہے

حضرت فضیلؒ جو اکابر صوفیہ میں ہیں۔ وہ فرماتے ہیں کہ کسی عمل کو اس وجہ سے نہ کرنا کہ لوگ دیکھیں گے۔ یہ بھی ریا میں شامل ہے اور اس وجہ سے کسی عمل کو کرنا تا کہ لوگ دیکھیں یہ شرک میں داخل ہے۔

کثرت سے ذکر کرنے والوں کی فضیلت

ایک حدیث میں آیا ہے کہ بعض آدمی ذکر کی کنجیاں ہیں کہ جب ان کی صورت دیکھی جائے تو اللہ کا ذکر کیا جائے۔ یعنی ان کی صورت دیکھ کر ہی اللہ کا ذکر یاد آئے۔ ایک حدیث میں وارد ہے کہ اللہ کے ولی ہیں وہ لوگ جن کو دیکھ کر اللہ تعالیٰ یاد آتے ہوں۔ ایک حدیث میں آیا ہے کہ تم میں بہترین وہ لوگ ہیں جن کو دیکھ کر اللہ کی یاد تازہ ہو۔ ایک حدیث میں ہے کہ تم میں سے بہترین شخص وہ ہے جس کو دیکھنے سے اللہ تعالیٰ یاد آتے ہوں اور اس کے کلام سے علم میں ترقی ہوتی ہو اور اس کے اعمال سے آخرت کی رغبت پیدا ہوتی ہو اور یہ بات جب ہی حاصل ہوسکتی ہے جب کوئی شخص کثرت سے ذکر کا عادی ہو۔ اور جسکو خود ہی توفیق نہ ہو اسکو دیکھ کر کیا کسی کو اللہ کی یاد آسکتی ہے۔ بعض لوگ پُکار کر ذکر کرنے کو بدعت اور ناجائز بتاتے ہیں یہ خیال حدیث پر نظر کی کمی کی وجہ سے پیدا ہوگیا ہے۔ مولانا عبدالحیؒ صاحب نے ایک رسالہ سباحۃ الفکر اسی مسئلہ میں تصنیف فرمایا ہے۔ جس میں تقریباً پچاس حدیثیں ایسی ذکر فرمائی ہیں جن سے جہر (پکار کر) ثابت ہوتا ہے۔ البتہ یہ ضروری امر ہے کہ شرائط کے ساتھ اپنی حدود کے اندر رہے کسی کی اذیت کا سبب نہ ہو۔

دعا کیجئے: اے اللہ! ہمیں ایسا بنا دیجئے کہ ہم اپنے سارے دل کیساتھ آپ سے محبت کریں اور آپ کو راضی کرنے میں اپنی ساری کوششیں صرف کردیں۔ اے اللہ! ہم آپ سے دین و دنیا اور اہل وعیال میں معافی اور اچھے انجام کا سوال کرتے ہیں۔ وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ

سات آدمی جنہیں اللہ تعالیٰ اپنے سایہ میں جگہ دیں گے

عن ابی ہریرۃؓ قال سمعت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یقول سبعۃ یظلہم اللہ فی ظلہ یوم لا ظل الا ظلہ الامام العادل والشاب نشاء فی عبادۃ اللہ ورجل قلبہ معلق بالمساجد (رواہ البخاری و مسلم)

ترجمہ: حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ سات آدمی ہیں جن کو اللہ جل شانہٗ اپنے (رحمت کے) سایہ میں ایسے دن جگہ عطا فرمائے گا جسدن اس کے سایہ کے سوا کوئی سایہ نہ ہوگا۔ ایک عادل بادشاہ۔ دوسرے وہ جوان جو جوانی میں اللہ کی عبادت کرتا ہو۔ تیسرے وہ شخص جس کا دل مسجد میں اٹک رہا ہو۔ چوتھے وہ دو شخص جن میں اللہ ہی کے واسطے محبت ہو اُسی پر اُن کا اجتماع ہو اُسی پر جدائی۔ پانچویں وہ شخص جس کو کوئی حسین شریف عورت اپنی طرف متوجہ کرے اور وہ کہدے کہ مجھے اللہ کا ڈر مانع ہے۔

تشریح: چھٹے وہ شخص جو ایسے مخفی طریق سے صدقہ کرے کہ دوسرے ہاتھ کو بھی خبر نہ ہو۔ ساتویں وہ شخص جو اللہ کا ذکر تنہائی میں کرے اور آنسو بہنے لگیں۔

تنہائی میں اللہ کا ذکر کرنا اور آنسو بہانا:

فائدہ: آنسو بہنے کا مطلب یہ بھی ہوسکتا ہے کہ دیدہ و دانستہ اپنے معاصی اور گناہوں کو یاد کر کے رونے لگے اور دوسرا مطلب یہ بھی ہوسکتا ہے کہ غلبۂ شوق میں بے اختیار آنکھوں سے آنسو نکلنے لگیں۔ بروایت ثابتؒ بنانی ایک بزرگ کا مقولہ نقل کیا ہے وہ فرماتے ہیں مجھے معلوم ہوجاتا ہے کہ میری کونسی دعا قبول ہوئی لوگوں نے پوچھا کہ کس طرح معلوم ہوجاتا ہے۔ فرمانے لگے کہ جس دعا میں بدن کے بال کھڑے ہوجاتے ہیں اور دل دھڑکنے لگتا ہے اور آنکھوں سے آنسو بہنے لگتے ہیں وہ دعا قبول ہوتی ہے۔ ان سات آدمیوں میں جس کا ذکر حدیثِ پاک میں وارد ہوا ایک وہ شخص بھی ہے جو اللہ کا ذکر تنہائی میں کرے اور رونے لگے اس شخص میں دو خوبیاں جمع ہیں اور دونوں اعلیٰ درجہ کی ہیں۔ ایک اخلاص کہ تنہائی میں اللہ کی یاد میں مشغول ہوا۔ دوسرا اللہ کا خوف یا شوق کہ دونوں میں رونا آتا ہے اور دونوں کمال ہیں۔

ہمارا کام ہے راتوں کو رونا یادِ دلبر میں
ہماری نیند ہے محوِ خیالِ یار ہو جانا

حدیث کے الفاظ ہیں رجل ذکر اللہ خالیا (ایک وہ آدمی جو اللہ کا ذکر کرے اس حال میں کہ خالی ہو) صوفیہ نے لکھا ہے کہ خالی ہونے کے دو مطلب ہیں۔ ایک یہ کہ آدمیوں سے خالی ہو جس کے معنی تنہائی کے ہیں یہ عام مطلب ہے دوسرے یہ کہ دل اغیار سے خالی ہو۔ وہ فرماتے ہیں کہ اصل خلوت یہی ہے۔ اس لئے اکمل درجہ تو یہ ہے کہ دونوں خلوتیں حاصل ہوں لیکن اگر کوئی شخص مجمع میں ہو اور دل غیروں سے بالکل خالی ہو اور ایسے وقت اللہ کے ذکر سے کوئی شخص رونے لگے۔ تو وہ بھی اس میں داخل ہے کہ مجمع کا ہونا نہ ہونا اس کے حق میں برابر ہے۔ جب اس کا دل مجمع تو درکنار غیر اللہ کے التفات سے بھی خالی ہے تو اس کو مجمع کیا مضر ہوسکتا ہے۔ اللہ کی یاد میں یا اُس کے خوف سے رونا بڑی ہی دولت ہے۔ خوش نصیب ہے وہ شخص جس کو حق تعالیٰ شانہٗ میسر فرمادیں۔ ایک حدیث میں آیا ہے کہ

جوشخص اللہ کے خوف سے روئے وہ اس وقت تک جہنم میں نہیں جا سکتا جب تک کہ دودھ تھنوں میں واپس جائے (اور ظاہر ہے کہ یہ ناممکن ہے پس ایسے ہی اس کا جہنم میں جانا بھی ناممکن ہے) ایک اور حدیث میں آیا ہے کہ جوشخص اللہ کے خوف سے روئے حتیٰ کہ اس کے آنسوؤں میں سے کچھ زمین پر ٹپک جائے تو اس کو قیامت کے دن عذاب نہیں ہوگا۔

ایک حدیث میں آیا ہے کہ دو آنکھوں پر جہنم کی آگ حرام ہے۔ایک وہ آنکھ جو اللہ کے خوف سے روتی ہو اور دوسری وہ جو اسلام کی اور مسلمانوں کی کفار سے حفاظت کرنے میں جاگی ہو۔

ایک اور حدیث میں ہے کہ جو آنکھ اللہ کے خوف سے روئی ہو اس پر جہنم کی آگ حرام ہے' اور جو آنکھ اللہ کی راہ میں جاگی ہو اس پر بھی حرام ہے اور جو آنکھ ناجائز چیز (مثلاً نامحرم وغیرہ) پر پڑنے سے رُک گئی ہو اس پر بھی حرام ہے۔اور جو آنکھ اللہ کی راہ میں ضائع ہوگئی ہو۔اس پر بھی جہنم کی آگ حرام ہے۔

ایک حدیث میں آیا ہے کہ جوشخص تنہائی میں اللہ کا ذکر کرنے والا ہو وہ ایسا ہے جیسے اکیلا کفار کے مقابلہ میں چل دیا ہو۔

انعامات الٰہی کے استحضار سے معرفت حاصل ہوتی ہے

فرمایا:..... قابل اعتبار چیز ایمان ہے اس کی ناقدری ہرگز نہیں کرنی چاہئے ہر حال میں ایمان ہمارا محافظ ہے۔اللہ تعالیٰ نے ایمان عطا فرمایا ہے تو وہ اپنے ناچیز بندے کے حالات سے بھی خوب واقف ہے۔ایمان کی دولت بہت بڑی دولت ہے' یہ ہر آن انسان کی ضرور مدد کرتا رہتا ہے۔خصوصاً جب بندہ بالکل عاجز ہوتا ہے اور اس دنیا کو چھوڑ رہا ہوتا ہے۔اس وقت ساری ایمانی تو تیں عود کر آتی ہیں۔ اسوقت حضرت تھانویؒ کا ایک ملفوظ یاد آ گیا' ایک شخص نے حضرت والا کو لکھا کہ میں آپ سے وابستہ ہوں' مدتیں گزر گئیں آپ سے اپنی کوئی اصلاح نہ لے سکا اور مجھے شرم محسوس ہوتی ہے کہ آپ سے نسبت رکھتے ہوئے بھی کوئی حق ادا نہیں کر پاتا۔رات دن دنیا کے کاموں میں مشغول رہتا ہوں۔میرے پیش نظر میری اولاد اور عزیز او اقارب ہیں۔انہی کے لئے کماتا ہوں اور انہی پر صرف کرتا ہوں' دعائیں بھی مانگتا ہوں تو صرف انہی کی ضرورت کو پورا کرنے کے لئے مجھ میں تو توکل بالکل نہیں۔اگر اس حالت میں میرا خاتمہ ہو گیا تو خسر الدنیا والآخرۃ۔قبر میں دنیا کی محبت لے کر اپنے ساتھ جاؤں گا۔میرے پاس سرمایہ آخرت نہیں ہے للہ میری رہنمائی فرما دیجئے۔

حضرت تھانویؒ نے جواب دیا کہ تم نے جو لکھا ہے مجھے توکل حاصل نہیں ہے تم دعا مانگتے ہو یہ اللہ تعالیٰ سے تمہارا مانگنا خود توکل ہے' توکل کے بہت سے درجات ہیں ایک یہ بھی ہے کہ ہاتھ اٹھا کر دعا مانگی جائے جب تم نے اس کارساز کے سامنے ہاتھ پھیلا دیئے تو یہی توکل ہے کہ تم نے اس ذات پر بھروسہ کر لیا۔

اور تم جو کہتے ہو کہ رات دن کے مشاغل ہیں' بیوی بچوں کی پرورش کے امور میں ہمہ وقت مصروف رہتا ہے تو یہ جہاد زندگی ہے اگر اسی حالت میں انتقال ہو گیا تو شہادت کا درجہ مل گیا اور جو تم کہتے ہو خَسِرَ الدُّنْيَا وَالْآخِرَةَ" تو تم کو جب یہ احساس ہے کہ تمہارا ہاتھ خالی ہے تو یہ تمہارے لئے بشارت ہے جبکہ ارشاد ہے "إِنَّ الَّذِينَ يَخْشَوْنَ رَبَّهُمْ بِالْغَيْبِ لَهُمْ مَغْفِرَةٌ وَأَجْرٌ كَبِيرٌ"۔

حضرت تھانویؒ نے فرمایا یہ تو ضابطے کا جواب ہے' بالکل معتبر اور مستند ہے' لیکن عادت اللہ یہ ہے کہ جب مومن کا آخری وقت ہوتا ہے تو اس سے دنیا کی جائز محبت بھی سلب کر لی جاتی ہے اور اللہ تعالیٰ کی محبت کے غلبے ہی میں دم نکلتا ہے یہ کتنی بڑی بشارت ہے۔سبحان اللہ!

عقل مند لوگ

عن ابی هریرة رضی الله عنه قال قال رسول الله صلی الله علیه وسلم ینادی منادیوم القیمة این اولو الالباب قالوا ای اولی الالباب تریدقال الذین یذکرون الله قیاما وقعودا وعلی جنوبهم ویتفکرون فی خلق السموات والارض ربنا ما خلقت هذاباطلا سبحنک فقنا عذاب النار عقدلهم لواء فاتبع القوم لواهم وقال لهم ادخلوها خالدین. (اخرجه الاصبهانی)

ترجمہ: حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ قیامت کے دن ایک آواز دینے والا آواز دیگا کہ عقلمند لوگ کہاں ہیں؟ لوگ پوچھیں گے کہ عقل مندوں سے کون مراد ہیں۔ جواب ملے گا وہ لوگ جو اللہ کا ذکر کرتے تھے کھڑے اور بیٹھے اور لیٹے ہوئے (یعنی ہر حال میں اللہ کا ذکر کرتے رہتے تھے) اور آسمانوں اور زمینوں کے پیدا ہونے میں غور کرتے تھے اور کہتے تھے کہ یا اللہ آپ نے یہ سب بے فائدہ تو پیدا کیا ہی نہیں ہم آپ کی تسبیح کرتے ہیں آپ ہمکو جہنم کے عذاب سے بچالیجئے اس کے بعد ان لوگوں کے لئے ایک جھنڈا بنایا جائے گا۔ جس کے پیچھے یہ سب جائیں گے اور اُن سے کہا جائے گا کہ ہمیشہ کے لئے جنت میں داخل ہوجاؤ۔

خلق خدا میں غور وفکر کی اہمیت وفضیلت

تشریح: آسمانوں اور زمینوں کے پیدا ہونے میں غور کرتے ہیں یعنی اللہ کی قدرت کے مظاہر اور اسکی حکمتوں کے عجائب سوچتے ہیں جس سے اللہ جل جلالہ کی معرفت قوت پیدا ہوتی ہے۔

الٰہی یہ عالم ہے گلزار تیرا

ابن ابی الدنیاؒ نے ایک مرسل روایت نقل کی ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم ایک مرتبہ صحابہؓ کی ایک جماعت کے پاس تشریف لے گئے جو چُپ چاپ بیٹھے تھے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کیا بات ہے کس سوچ میں بیٹھے ہو؟ عرض کیا مخلوقاتِ الٰہیہ کی سوچ میں ہیں۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ ہاں اللہ کی ذات میں غور نہ کیا کرو (کہ وہ وراءُ الوراء ہے) اس کی مخلوقات میں غور کیا کرو۔ حضرت عائشہؓ سے ایک شخص نے عرض کیا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی کوئی عجیب بات سُنا دیجئے فرمایا حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی کون سی بات ایسی تھی جو عجیب نہ تھی۔ ایک مرتبہ رات کو تشریف لائے۔ میرے بسترے پر میرے لحاف میں لیٹ گئے پھر ارشاد فرمایا۔ چھوڑ میں تو اپنے رب کی عبادت کروں یہ فرما کر اُٹھے وضو فرمایا اور نماز کی نیت باندھ کر رونا شروع کر دیا۔ یہاں تک کہ آنسو سینہ مبارک پر بہتے رہے پھر اسی طرح رکوع میں روتے رہے پھر سجدہ میں اسی طرح روتے رہے۔ ساری رات اسی طرح گذار دی حتیٰ صبح کی نماز کے واسطے حضرت بلالؓ بلانے کے لئے آ گئے۔ میں نے عرض کیا یا رسول اللہ آپ تو بخشے بخشائے ہیں پھر آپ اتنا کیوں روئے۔ ارشاد فرمایا کیا میں اللہ کا شکر گذار بندہ نہ بنوں۔ پھر فرمایا میں کیوں نہ روتا حالانکہ آج یہ آیتیں نازل ہوئیں۔ (یعنی آیاتِ بالا اِنَّ فِیْ خَلْقِ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ سے فَقِنَا عَذَابَ النَّارِ تک) پھر فرمایا کہ ہلاکت ہے اس شخص کے لئے جو اِن کو پڑھے اور غور وفکر نہ کرے۔ عامر بن عبد قیسؒ کہتے ہیں کہ میں نے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے سُنا ہے ایک سے دو سے تین سے

نہیں (بلکہ ان سے زیادہ سے سُنا ہے) کہ ایمان کی روشنی اور ایمان کا نور غور وفکر ہے۔ حضرت ابو ہریرہؓ حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے نقل کرتے ہیں کہ ایک آدمی چھت پر لیٹا ہوا آسمان اور ستاروں کو دیکھ رہا تھا پھر کہنے لگا خدا کی قسم مجھے یقین ہے کہ تمہارا پیدا کرنے والا بھی کوئی ضرور ہے اے اللہ تو میری مغفرت فرمادے۔ نظرِ رحمت اس کی طرف متوجہ ہوئی اور اس کی مغفرت ہوگئی۔ حضرت ابنِ عباسؓ فرماتے ہیں کہ ایک ساعت کا غور تمام رات کی عبادت سے افضل ہے۔ حضرت ابودرداؓ، حضرت انسؓ سے بھی یہی نقل کیا گیا ہے۔ حضرت انسؓ سے یہ بھی نقل کیا گیا کہ ایک ساعت کا غور ان چیزوں میں اسی ۸۰ سال کی عبادت سے افضل ہے۔ اُم درداءؓ سے کسی نے پوچھا کہ ابودرداؓ کی افضل ترین عبادت کیا تھی۔ فرمایا غور وفکر۔ بروایت ابوہریرہؓ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم سے یہ بھی نقل کیا گیا ہے کہ ایک ساعت کا غور وفکر ساٹھ ٦۰ برس کی عبادت سے افضل ہے۔ لیکن ان روایتوں کا یہ مطلب نہیں کہ پھر عبادت کی ضرورت نہیں رہتی۔ ہر عبادت اپنی جگہ جو درجہ رکھتی ہے فرض ہو یا واجب، سنت ہو یا مستحب اسکے چھوڑنے پر اُسی درجہ کی وعید عذاب یا ملامت ہوگی جس درجہ کی وہ عبادت ہوگی۔

غور وفکر کو افضل عبادت کیوں کہا گیا ہے

امام غزالیؒ نے لکھا ہے کہ غور وفکر کو افضل عبادات اس لئے کہا گیا کہ اس میں معنی ذکر کے تو موجود ہوتے ہی ہیں۔ دو چیزوں کا اضافہ اور ہوتا ہے۔ ایک اللہ کی معرفت اس لئے کہ غور وفکر معرفت کی کنجی ہے۔ دوسری اللہ کی محبت کہ فکر پر یہ مرتب ہوتی ہے۔ یہی غور وفکر ہے جس کو صوفیہ مراقبہ سے تعبیر فرماتے ہیں۔ بہت سی روایات سے اس کی فضیلت ثابت ہوتی ہے۔ مسند ابویعلی میں بروایت حضرت عائشہؓ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد نقل کیا ہے کہ وہ ذکر خفی جس کو فرشتے بھی نہ سُن سکیں ستر ۷۰ درجہ دو چند ہوتا ہے۔ جب قیامت کے دن حق تعالیٰ شانہٗ تمام مخلوق کو حساب کے لئے جمع فرمائیں گے۔ اور کراماً کاتبین اعمال نامے لیکر آئیں گے تو ارشاد ہوگا کہ فلاں بندہ کے اعمال دیکھو کچھ اور باقی ہیں۔ وہ عرض کریں گے کہ ہم نے کوئی بھی ایسی چیز نہیں چھوڑی جو لکھی نہ ہو اور محفوظ نہ ہو تو ارشاد ہوگا کہ ہمارے پاس اس کی ایسی نیکی باقی ہے جو تمہارے علم میں نہیں وہ ذکرِ خفی ہے۔ بیہقی نے شعب میں حضرت عائشہؓ سے بھی یہ حدیث نقل کی ہے کہ جس ذکر کو فرشتے بھی نہ سن سکیں وہ اُس ذکر پر جس کو وہ سنیں، ستر ۷۰ درجے بڑھا ہوا ہے۔

جیسا کہ ایک شعر میں کہا گیا ہے کہ عاشق ومعشوق میں ایسی رمز ہوتی ہے جس کی فرشتوں کو بھی خبر نہیں ہوتی کتنے خوش نصیب ہیں وہ لوگ جن کو ایک لحظہ بھی غفلت نہیں ہوتی کہ ان کی ظاہری عبادات تو اپنے اپنے اجر وثواب حاصل کریں ہی گی، یہ ہر وقت کا ذکر وفکر پوری زندگی کے اوقات میں ستر ۷۰ گناہ مزید برآں۔ یہی چیز ہے جس نے شیطان کو دِق کر رکھا ہے۔

شیطان کو کمزور کرنے والی جماعت

حضرت جنیدؒ سے نقل کیا گیا ہے کہ انہوں نے ایک مرتبہ خواب میں شیطان کو بالکل ننگا دیکھا۔ انہوں نے فرمایا کہ تجھے شرم نہیں آتی کہ آدمیوں کے سامنے ننگا ہوتا ہے وہ کہنے لگا یہ کوئی آدمی ہیں، آدمی وہ ہیں جو شونیزیہ کی مسجد میں بیٹھے ہیں۔ جنہوں نے میرے بدن کو دُبلا کر دیا اور میرے جگر کے کباب کر دیئے۔ حضرت جنیدؒ فرماتے ہیں کہ میں شونیزیہ کی مسجد میں گیا۔ میں نے دیکھا کہ چند حضرات گھٹنوں پر سر رکھے ہوئے مراقبہ میں مشغول ہیں۔ جب انہوں نے مجھے دیکھا تو کہنے لگے کہ خبیث کی باتوں سے کہیں دُھوکہ میں نہ پڑ جانا۔ مسوحیؒ سے بھی اس کے قریب ہی

نقل کیا گیا ہے۔ انہوں نے شیطان کو ننگا دیکھا۔ انہوں نے کہا تجھے آدمیوں کے درمیان اس طرح چلتے شرم نہیں آتی کہنے لگا خدا کی قسم یہ آدمی نہیں۔ اگر یہ آدمی ہوتے تو میں اُن کے ساتھ اس طرح نہ کھیلتا جس طرح لڑکے گیند سے کھیلتے ہیں۔ آدمی وہ لوگ ہیں جنہوں نے میرے بدن کو بیمار کردیا اور صوفیہ کی جماعت کی طرف اشارہ کیا۔ ابوسعید خزاز کہتے ہیں کہ میں نے خواب میں دیکھا کہ شیطان نے مجھ پر حملہ کیا۔ میں لکڑی سے مارنے لگا۔ اس نے ذرا بھی پرواہ نہ کی۔ غیب سے ایک آواز آئی کہ یہ اس سے نہیں ڈرتا۔ یہ دل کے نور سے ڈرتا ہے۔

بہترین ذکر: حضرت سعدؓ حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے نقل کرتے ہیں کہ بہترین ذکر ذکر خفی ہے اور بہترین رزق وہ ہے جو کفایت کا درجہ رکھتا ہو۔ حضرت عبادہؓ نے بھی حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم سے یہی نقل کیا ہے کہ بہترین ذکر ذکر خفی ہے اور بہترین رزق وہ ہے جو کفایت کا درجہ رکھتا ہو (یعنی نہ کم ہو کہ گذر نہ ہو سکے نہ زیادہ ہو کہ تکبر اور فواحش میں مبتلا کرے) ابن حبانؒ اور ابویعلیٰؒ نے اس حدیث کو صحیح بتایا ہے۔ ایک حدیث میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد نقل کیا گیا ہے کہ اللہ کو ذکرِ خامل سے یاد کیا کرو۔ کسی نے دریافت کیا کہ ذکرِ خامل کیا ہے؟ ارشاد فرمایا کہ مخفی ذکر۔ ان سب روایات سے ذکرِ خفی کی افضلیت معلوم ہوتی ہے اور ابھی قریب ہی وہ روایت گذر چکی۔ جس میں مجنون کہنے کا ذکر گذرا ہے دونوں مستقل چیزیں ہیں جو حالات کے اعتبار سے مختلف ہیں اس کو شیخ تجویز کرتا ہے کہ کس شخص کے لئے کس وقت کیا مناسب ہے۔

دعا کیجئے: اے اللہ! ہمیں اپنے ذکر کی توفیق عطا فرمائیے۔ اے اللہ! ہمیں اپنے حقیقی ذکر یعنی ہمہ وقت آپ کے احکامات کو پیش نظر رکھتے ہوئے زندگی بسر کرنے کی توفیق عطا فرمائیے۔ اے اللہ! ہمیں اپنی محبت نصیب فرمائیے اور مسنون اذکار و وظائف کو صبح و شام پڑھنے کی توفیق عطا فرمائیے۔ اے اللہ! ہمیں ایسا بنا دیجئے کہ ہم سب سے زیادہ آپ کا ذکر کرنے والے سب سے زیادہ آپ کو فرمانبرداری کرنے والے اور سب سے زیادہ آپ سے محبت کرنے والے بن جائیں۔ وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ

عقل کے معاملہ میں اعتدال

"اپنی عقل کو کام میں لاؤ کہ تدبیر چھوڑ دو اللہ کے حوالہ کرو" مراد اس کی یہ ہے دوائی پاس رکھی ہے کھاتا نہیں۔ وہ گناہگار ہے کما کر لانا یہ بھی فرض ہے۔ ضروریات زندگی حاصل کرنا فرض ہے ان کو چھوڑنا گناہ ہے۔ اسباب تو اختیار کرنا ضروری ہے۔ یہ مطلب ہے کہ جتنے اختیار اور اسباب تم کو ملے ہیں وہ کرلو پھر رضائے الٰہی کا انتظار کرو جو اللہ نے کیا ملے یا نہ ملے آدھا ملے پورا ملے اسی پر راضی رہو۔ پلے باندھنے کی چیز ہے۔

فرمایا: اجملوا في الطلب و توكلوا عليه. اختصار کرو طلب میں اور توکل کرو اللہ پر۔ یہ ہے اصل توکل۔ جتنے اسباب اپنے اختیار میں ہیں ان کو استعمال کرو مگر تھکو نہیں۔ اس میں اختصار کرو پھر اللہ پر توکل کرو۔ ایک بیمار ہے اس کا علاج موجود ہے۔ اس کا علاج نہ کرنا جائز نہیں ہے۔ ڈاکٹر کے پاس جائز دوا لے پرہیز کرے مگر اس کے بعد ایک قدم مومن کا ہے کہ ڈاکٹر یا دوا کو شفاء نہ سمجھے بلکہ اللہ پاک کی طرف سے شفاء ہے۔ جب اللہ تعالیٰ کو منظور نہیں ہوتا تو بڑے سے بڑا ڈاکٹر ایسی لغو غلطی کرتا ہے کہ مریض بچتا نہیں۔ تو اختصار ہے تدبیر میں۔ یہ نہیں کہ فلاں جگہ جو تمہارے فی الحال پہنچ سے باہر ہے اس کا بڑا نام ہے وہ ماہر ہے اس کام کا زیادہ لمبی فکروں میں نہ جاؤ۔ قریب قریب کی تدبیریں کرو تھکو نہیں علاج ہو مقدمہ ہو تجارت ہو ظاہری آسانیوں سے ہونے والی تدبیریں اکٹھی کر کے دماغ پر بوجھ نہ ڈالو۔ آسانی سے ہونے والی تدبیریں حاصل نہ کرنا تو کفر ہے مگر جان کھپا دینا اپنی اس کے اندر یہ اس توکل کے خلاف ہے۔

ایسے لوگ جنکے ساتھ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو بیٹھنے کا حکم ہوا

عن عبدالرحمن بن سهل ابن حنيف رضى الله عنه قال نزلت على رسول الله صلى الله عليه وسلم وهوفى بعض ابياته واصبرنفسک مع الذين يدعون ربهم بالغدوة والعشى فخرج يلتمسهم فوجدقوما يذكرون الله فيهم ثائر الراس وجاف الجلد وذوالثوب الواحد فلماراهم جلس معهم وقال الحمد لله الذى جعل فى امتى من امرنى ان اصبر نفسى معهم (اخرجه ابن جرير والطبراني وابن مردويه كذافي الدر)

ترجمہ: حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم دولت کدہ میں تھے کہ آیت واصبرنفسک نازل ہوئی جس کا ترجمہ یہ ہے۔ اپنے آپ کو ان لوگوں کے پاس (بیٹھنے کا) پابند کیجئے جو صبح شام اپنے رب کو پکارتے ہیں۔ حضور اقدسؐ اس آیت کے نازل ہونے پر اُن لوگوں کی تلاش میں نکلے ایک جماعت کو دیکھا کہ اللہ کے ذکر میں مشغول ہے۔ بعض لوگ اُن میں بکھرے ہوئے بالوں والے ہیں اور خشک کھالوں والے اور صرف ایک کپڑے والے ہیں (کہ ننگے بدن ایک لنگی صرف ان کے پاس ہے) جب حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اُن کو دیکھا تو اُن کے پاس بیٹھ گئے اور ارشاد فرمایا کہ تمام تعریفیں اللہ ہی کے لئے ہیں۔ جس نے میری اُمت میں ایسے لوگ پیدا فرمائے کہ خود مجھے ان کے پاس بیٹھنے کا حکم ہے۔

تشریح: ایک دوسری حدیث میں ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو تلاش فرمایا تو مسجد کے آخری حصہ میں بیٹھے ہوئے پایا کہ ذکر اللہ میں مشغول تھے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ تمام تعریفیں اللہ ہی کے لئے ہیں جس نے میری زندگی ہی میں ایسے لوگ پیدا فرمائے کہ مجھے ان کے پاس بیٹھنے کا حکم ہے۔ پھر فرمایا تم ہی لوگوں کیساتھ زندگی ہے اور تمہارے ہی کے ساتھ مرنا ہے یعنی مرنے جینے کے ساتھی اور رفیق تم ہی لوگ ہو۔ ایک حدیث میں آیا ہے کہ حضرت سلمان فارسیؓ وغیرہ حضرات صحابہ کرامؓ کی ایک جماعت ذکر اللہ میں مشغول تھی۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لائے تو یہ لوگ چپ ہو گئے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تم کیا کر رہے تھے۔ عرض کیا ذکرِ الٰہی میں مشغول تھے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ میں نے دیکھا کہ رحمتِ الٰہی تم لوگوں پر اُتر رہی ہے تو میرا دل بھی چاہا کہ آ کر تمہارے ساتھ شرکت کروں۔ پھر ارشاد فرمایا کہ الحمد اللہ اللہ جل شانہٗ نے میری اُمت میں ایسے لوگ پیدا کئے جن کے پاس بیٹھنے کا مجھے حکم ہوا۔

ذاکرین کے ساتھ مل بیٹھنے کے فوائد

ابراہیم نخعیؒ کہتے ہیں کہ اَلَّذِیْنَ یَدْعُوْنَ سے مراد ذاکرین کی جماعت ہے۔ ان ہی جیسے احکام سے صوفیہ نے استنباط کیا ہے کہ مشائخ کو بھی مریدین کے پاس بیٹھنا ضروری ہے کہ اس میں علاوہ فائدہ پہنچانے کے اختلاط سے شیخ کے نفس کے لیے بھی مجاہدۂ تامہ ہے کہ غیر مہذب لوگوں کی بدعنوانیوں کے تحمل اور برداشت سے نفس میں انقیاد پیدا ہوگا اُس کی قوت میں انکسار پیدا ہوگا۔ اس کے علاوہ قلوب کے اجتماع کو اللہ جل جلالہٗ کی رحمت اور رافت کے متوجہ کرنے میں خاص دخل ہے اسی وجہ سے جماعت کی نماز مشروع ہوئی اور یہی بڑی وجہ ہے کہ عرفات کے میدان میں سب حجاج بیک حال ایک میدان میں اللہ کی طرف متوجہ کئے جاتے

ہیں جیسا کہ ہمارے حضرت شاہ ولی اللہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے حجۃ اللہ البالغہ میں متعدد جگہ اس مضمون کو اہتمام سے ارشاد فرمایا ہے۔ یہ سب اس جماعت کے بارے میں ہے جو اللہ کا ذکر کرنے والی ہو کہ احادیث میں کثرت سے اس کی ترغیب آئی ہے۔

غافلین کی جماعت میں ذکر کرنے والا

اس کے بالمقابل اگر کوئی شخص غافلین کی جماعت میں پھنس جائے اور اس وقت اللہ کے ذکر میں مشغول ہو تو اس کے بارے میں بھی احادیث میں کثرت سے فضائل آئے ہیں ایسے موقع پر آدمی کو اور بھی زیادہ اہتمام اور توجہ سے اللہ کی طرف مشغول رہنا چاہیے۔ تاکہ اُن کی نحوست سے محفوظ رہے۔ حدیث میں آیا ہے کہ غافلین کی جماعت میں اللہ کا ذکر کرنے والا ایسا ہے۔ جیسے کہ جہاد میں بھاگنے والوں کی جماعت میں سے کوئی شخص جم کر مقابلہ کرے۔ ایک حدیث میں آیا ہے کہ غافلین میں اللہ کا ذکر کرنے والا ایسا ہے جیسے بھاگنے والوں کی طرف سے کفارہ کا مقابلہ کرے۔ نیز وہ ایسا ہے جیسے اندھیرے گھر میں چراغ۔ نیز وہ ایسا ہے جیسے پت جھڑ والے درختوں میں کوئی شاداب سرسبز درخت ہو۔ ایسے شخص کو حق تعالیٰ شانہٗ اس کا جنت کا گھر پہلے ہی دکھا دیں گے اور ہر آدمی اور حیوان کی برابر اس کی مغفرت کی جاوے گی۔ یہ جب ہے کہ ان مجالس میں اللہ کے ذکر میں مشغول ہو ورنہ ایسی مجالس کی شرکت کی ممانعت آئی ہے۔ حدیث میں ہے کہ عشیرۃ یعنی یارانہ کی مجالس سے اپنے آپ کو بچاؤ۔ عزیزیؒ کہتے ہیں یعنی ایسی مجالس سے جن میں غیر اللہ کا ذکر کثرت سے ہوتا ہو۔ لغویات اور لہو ولعب میں مشغولی ہوتی ہو۔

ایک باندی کا واقعہ

ایک بزرگ کہتے ہیں کہ ایک مرتبہ بازار جا رہا تھا۔ ایک حبشا باندی میرے ساتھ تھی۔ میں نے بازار میں ایک جگہ اس کو بٹھا دیا کہ میں واپسی میں اس کو لے لوں گا۔ وہ وہاں سے چلی آئی۔ جب میں نے واپسی پر اس کو وہاں نہ دیکھا تو مجھے غصہ آیا میں گھر میں واپس آیا تو وہ باندی آئی اور کہنے لگی میرے آقا خفگی میں جلدی نہ کریں۔ آپ مجھے ایسے لوگوں کے پاس چھوڑ گئے جو اللہ کے ذکر سے غافل تھے۔ مجھے یہ ڈر ہوا کہ ان پر کوئی عذاب نازل نہ ہو زمین میں دھنس نہ جائیں اور میں بھی ان کے ساتھ عذاب میں دھنس نہ جاؤں۔

دعا کیجئے: اے اللہ! ہمیں اپنے ذکر کی توفیق عطا فرمائیے۔ اے اللہ! ہمیں اپنی محبت نصیب فرمائیے اور مسنون اذکار و وظائف کو صبح و شام پڑھنے کی توفیق عطا فرمائیے۔ وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ

دانشمندی کا کام: حکیم الاسلام حضرت مولانا قاری محمد طیب صاحب رحمہ اللہ نے ارشاد فرمایا: ”آخرت کے بارے میں عام طور پر لوگوں نے یہ تصور باندھ رکھا ہے کہ آخرت کوئی الگ عالم ہے دنیا ترک کرو گے تب جا کے آخرت میں پہنچو گے یہ غلط ہے بلکہ ہماری آخرت اسی دنیا میں چھپی ہوئی ہے اسے نکالنا ہمارا کام ہے۔ یہی کھانے پینے کے اور سونے جاگنے کے افعال' انہی میں آخرت چھپی ہوئی ہے ان کے ذریعے سے اپنی آخرت نکالو دنیا میں رہ کر اس میں سے آخرت نکال لینا دانشمند کا کام ہے“۔

فرمایا: ”اسلام میں ترک دنیا کا یہ مطلب نہیں کہ دنیا کی نعمتوں کو چھوڑ دو' ہاں یہ ہے کہ اس میں مبالغہ مت کرو' غلو مت کرو' حد سے مت گزرو اعتدال کے ساتھ استعمال کرو۔ اس سے اپنا بھی کام چلاؤ اور اپنے بھائیوں اور اپنے عزیزوں کی خدمت کرو تمہاری آخرت بنے گی۔ یہ تو نیت اور افعال اختیار یہ پر ہے کہ مرضی خداوندی کی مطابق وہ افعال ہوں گے تو دنیا ہی میں آخرت بنے گی“۔ (جواہر حکمت)

صبح اور عصر کی نماز کے بعد ذکر کرنیکی فضیلت

عن ابی هریرة رضی الله عنه قال قال رسول الله صلی الله علیه وسلم فیما یذکر عن ربه تبارک وتعالیٰ اذکرنی بعد العصر وبعد الفجر ساعة اکفک فیما بینهما (اخرجه احمد کذافی الدر)

ترجمہ: حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم جل جلالہٗ کا پاک ارشاد نقل فرماتے ہیں کہ تو صبح کی نماز کے بعد اور عصر کی نماز کے بعد تھوڑی دیر مجھے یاد کرلیا کر میں درمیانی حصہ میں تیری کفایت کروں گا (ایک حدیث میں آیا ہے کہ اللہ کا ذکر کیا کرو وہ تیری مطلب براری میں معین ہوگا)

تشریح: آخرت کیواسطے نہ سہی دنیا کیواسطے ہم لوگ کیسی کیسی کوشش کرڈالتے ہیں کیا بگڑ جائے اگر تھوڑی سی دیر صبح اور عصر کے بعد اللہ کا ذکر بھی کرلیا کریں کہ احادیث میں کثرت سے اُن دو وقتوں میں اللہ کے ذکر کے فضائل وارد ہوئے اور جب اللہ جل جلالہٗ کفایت کا وعدہ فرماتے ہیں پھر کسی دوسری چیز کی کیا ضرورت باقی ہے۔

ایک حدیث میں آیا ہے حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم ارشاد فرماتے ہیں کہ میں ایسی جماعت کے ساتھ بیٹھوں جو صبح کی نماز کے بعد آفتاب نکلنے تک اللہ کے ذکر میں مشغول ہو مجھے زیادہ پسند ہے اس سے کہ چار عرب غلام آزاد کروں۔ اسی طرح ایسی جماعت کے ساتھ بیٹھوں جو عصر کی نماز کے بعد سے غروب تک اللہ کے ذکر میں مشغول رہے یہ زیادہ پسند ہے چار غلام آزاد کرنے سے۔ اسی طرح عصر کی نماز کے بعد سے غروب تک ایک ایسی جماعت کیساتھ ذکر میں مشغول رہوں یہ مجھے دنیا اور دنیا کی تمام چیزوں سے زیادہ پسند ہے ان ہی وجوہ سے صبح کی نماز کے بعد اور عصر کی نماز کے بعد اوراد کا معمول ہے اور حضرات صوفیہ کے یہاں تو ان دونوں وقتوں کا خاص اہتمام ہے کہ صبح کی نماز کے بعد عموماً اشغال میں اہتمام فرماتے ہیں اور عصر کے بعد اوراد کا اہتمام کرتے ہیں بالخصوص فجر کے بعد فقہاء بھی اہتمام فرماتے ہیں۔ مدوّنہ میں امام مالکؒ سے نقل کیا گیا ہے کہ فجر کی نماز کے بعد طلوع آفتاب تک باتیں کرنا مکروہ ہیں اور حنفیہ میں سے صاحب درمختارؒ نے بھی اس وقت باتیں کرنا مکروہ لکھا ہے۔

صبح اور عصر کے بعد کا ذکر

ایک حدیث میں آیا ہے کہ جو شخص صبح کی نماز کے بعد اُسی ہیئت سے بیٹھے ہوئے بولنے سے قبل یہ دعا دس مرتبہ پڑھے۔ لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَحْدَهٗ لَا شَرِیْکَ لَهٗ لَهُ الْمُلْکُ وَلَهُ الْحَمْدُ یُحْیِیْ وَیُمِیْتُ وَهُوَ عَلٰی کُلِّ شَیْءٍ قَدِیْرٌ (اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں وہ اپنی ذات اور صفات میں اکیلا ہے کوئی اس کا شریک نہیں سارا ملک دنیا اور آخرت کا اُسی کا ہے اور جتنی خوبیاں ہیں وہ اسی پاک ذات کے لئے ہیں وہی زندہ کرتا ہے وہی مارتا ہے اور وہ ہر چیز پر قادر ہے) تو اس کیلئے دس ۱۰ نیکیاں لکھی جائیں دس ۱۰ برائیاں معاف فرمائی جائیں اور جنت میں دس ۱۰ درجہ بلند کئے جائیں اور تمام دن شیطان سے اور مکروہات سے محفوظ رہے۔ ایک حدیث میں آیا ہے جو صبح اور عصر کے بعد اَسْتَغْفِرُ اللّٰهَ الَّذِیْ لَا اِلٰهَ اِلَّا هُوَ الْحَیُّ الْقَیُّوْمُ وَاَتُوْبُ اِلَیْهِ (میں اُسی اللہ سے جو زندہ ہے ہمیشہ رہنے والا ہے اسکے سوا کوئی معبود نہیں ہے اپنے گناہوں کی مغفرت مانگتا ہوں اور اسی کی طرف رجوع کرتا ہوں توبہ کرتا ہوں) تین مرتبہ پڑھے۔ اس کے گناہ معاف ہوجاتے ہیں خواہ سمندر کی جھاگ کے برابر ہوں۔

وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ

اصل مقصد ذکر و علم ہے

عن ابی ھریرۃ رضی اللہ عنہ قال سمعت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یقول الدنیا ملعونۃ وملعون مافیھا الا ذکر اللہ وما والاہ وعالما ومتعلما. (رواہ الترمذی و ابن ماجہ)

ترجمہ: حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ دُنیا ملعُون ہے اور جو کچھ دُنیا میں ہے سب ملعُون (اللہ کی رحمت سے دُور ہے) مگر اللہ کا ذکر اور وہ چیز جو اسکے قریب ہو اور عالم اور طالب علم۔

تشریح: اس کے قریب ہونے سے مراد ذکر کے قریب ہونا بھی ہوسکتا ہے۔ اس صورت میں وہ چیزیں مراد ہوں گی جو اللہ کے ذکر میں معین و مددگار ہوں جن میں کھانا پینا بھی بقدر ضرورت داخل ہے اور زندگی کے اسباب ضروریہ بھی اس میں داخل ہیں اور اس صورت میں اللہ کا ذکر ہر چیز کو جو عبادت کی قبیل سے ہو شامل ہے اور یہ بھی ہوسکتا ہے کہ اس کے قریب ہونے سے اللہ کا قرب مراد ہو تو اس صورت میں ساری عبادتیں اس میں داخل ہوں گی اور اللہ کے ذکر سے مخصوص ذکر مراد ہوگا اور دونوں صورتوں میں علم ان میں خود داخل ہوگیا تھا۔ پہلی صورت میں اس وجہ سے کہ علم ہی اللہ کے ذکر کے قریب لے جاتا ہے کہ "بے علم نتواں خدارا شناخت" (بغیر علم کے اللہ کو پہچان نہیں سکتا) اور دوسری صورت میں اس وجہ سے کہ علم سے بڑھ کر کون سی عبادت ہوگی لیکن اس کے باوجود پھر عالم اور طالب علم کو علیحدہ اہتمام کی وجہ سے فرمایا کہ علم بہت ہی بڑی دولت ہے۔

ایک حدیث میں آیا ہے کہ علم کا صرف اللہ کے لئے سیکھنا اللہ کے خوف کے حکم میں ہے اور اس کی طلب (یعنی تلاش کیلئے کہیں جانا) عبادت ہے اور اس کا یاد کرنا تسبیح ہے اور اس کی تحقیقات میں بحث کرنا جہاد ہے اور اس کا پڑھنا صدقہ ہے اور اس کا اہل پر خرچ کرنا اللہ کے یہاں قربت ہے۔ اس لئے کہ علم جائز ناجائز کے پہچاننے کیلئے علامت ہے اور جنت کے راستوں کا نشان ہے وحشت میں جی بہلانے والا ہے اور سفر کا ساتھی ہے (کہ کتاب کا دیکھنا دونوں کام دیتا ہے اسی طرح) تنہائی میں ایک محدث ہے خوشی اور رنج میں دلیل ہے دشمنوں پر ہتھیار ہے۔ دوستوں کیلئے حق تعالیٰ شانہٗ اس کی وجہ سے ایک جماعت (علماء) کو بلند مرتبہ کرتا ہے کہ وہ خیر کی طرف بلانے والے ہوتے ہیں اور ایسے امام ہوتے ہیں کہ ان کے نشانِ قدم پر چلا جائے اور ان کے افعال کا اتباع کیا جائے اُنکی رائے کی طرف رجوع کیا جائے۔ فرشتے اُن سے دوستی کرنے کی رغبت کرتے ہیں۔ اپنے پروں کو (برکت حاصل کرنے کیلئے یا محبت کے طور پر) ان پر ملتے ہیں اور ہر تر اور خشک چیز دنیا کی اُن کے لئے اللہ سے مغفرت کی دعا کرتی ہے حتیٰ کہ سمندر کی مچھلیاں اور جنگل کے درندے اور چوپائے اور زہریلے جانور (سانپ وغیرہ) تک بھی دعائے مغفرت کرتے رہتے ہیں اور یہ سب اسلئے کہ علم دلوں کی روشنی ہے آنکھوں کا نُور ہے۔ علم کی وجہ سے بندہ اُمت کے بہترین افراد تک پہنچ جاتا ہے۔ دنیا اور آخرت کے بلند مرتبوں کو حاصل کرلیتا ہے اسکا مطالعہ روزوں کے برابر ہے اسکا یاد کرنا تہجد کے برابر ہے۔ اُسی سے رشتے جوڑے جاتے ہیں اور اسی سے حلال و حرام کی پہچان ہوتی ہے۔ وہ عمل کا امام ہے اور علم اس کا تابع ہے۔ سعید لوگوں کو اس کا الہام کیا جاتا ہے اور بدبخت اس سے محروم رہتے ہیں اس حدیث پر مجموعی طور سے بعض نے کلام کیا ہے لیکن جس قسم کے فضائل اس میں ذکر کئے گئے ہیں ان کی تائید دوسری روایات سے بھی ہوتی ہے نیز ان کے علاوہ اور بہت سے فضائل حدیث کی کتابوں میں بکثرت آئے ہیں۔ اس وجہ سے عالم اور طالب علم کو خاص طور سے حدیث بالا میں ذکر فرمایا ہے۔

وَاٰخِرُ دَعْوَانَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ

سب سے افضل ذکر اور افضل دُعاء

عن جابر رضی اللہ عنہ عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم قال افضل الذکر لا الہ الا اللہ وافضل الدعاء الحمد للہ (مشکوٰۃ المصابیح)

ترجمہ: حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ تمام اذکار میں افضل لا الہ الا اللہ ہے اور تمام دعاؤں میں افضل الحمدللہ ہے۔

تشریح: لا الہ الا اللہ کا افضل الذکر ہونا تو ظاہر ہے اور بہت سی احادیث میں کثرت سے وارد ہوا ہے۔ نیز سارے دین کا مدار ہی کلمہ توحید پر ہے تو پھر اس سے افضل ہونے میں کیا تردّد ہے۔ اور الحمدللہ کو افضل دُعا اس لحاظ سے فرمایا ہے کہ کریم کی ثناء کا مطلب سوال ہی ہوتا ہے۔ عام مشاہدہ ہے کہ کسی رئیس ’امیر‘ نواب کی تعریف میں قصیدہ خوانی کا مطلب اس سے سوال ہی ہوتا ہے۔ حضرت ابنِ عباسؓ فرماتے ہیں کہ جو شخص لا الہ الا اللہ پڑھے اس کے بعد اس کو الحمدللہ بھی کہنا چاہیے اس لئے کہ قرآن پاک میں فَادْعُوْهُ مُخْلِصِيْنَ لَهُ الدِّيْنَ کے بعد اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ وارد ہے۔ ملاّ علی قاریؒ فرماتے ہیں اس میں ذرا بھی شک نہیں کہ تمام ذکروں میں افضل اور سب سے بڑھا ہوا ذکر کلمہ طیبّہ ہے کہ یہی دین کی وہ بنیاد ہے جس پر سارے دین کی تعمیر ہے اور یہ وہ پاک کلمہ ہے کہ دین کی چکی اسی کے گرد گھومتی ہے۔ اسی وجہ سے صوفیہ اور عارفین اسی کلمہ کا اہتمام فرماتے ہیں اور سارے اذکار پر اس کو ترجیح دیتے ہیں اور اسی کی جتنی ممکن ہو کثرت کراتے ہیں کہ تجربہ سے اس میں جسقدر فوائد اور منافع معلوم ہوئے ہیں کسی دوسرے میں نہیں۔

سید علی بن میمون مغربیؒ کا واقعہ

چنانچہ سیّد علی بن میمونؒ مغربی کا قصّہ مشہور ہے کہ جب شیخ علوان حمویؒ جو ایک متبحر عالم اور مفتی اور مدرس تھے سیّد صاحب کی خدمت میں حاضر ہوئے اور سیّد صاحب کی اُن پر خصوصی توجہ ہوئی تو اُن کو سارے مشاغل درس تدریس فتویٰ وغیرہ سے روک دیا اور سارا وقت ذکر میں مشغول کر دیا۔ عوام کا تو کام ہی اعتراض اور گالیاں دینا ہے۔ لوگوں نے بڑا شور مچایا کہ شیخ کے منافع سے دنیا کو محروم کر دیا اور شیخ کو ضائع کر دیا وغیرہ وغیرہ۔ کچھ دنوں بعد سیّد صاحب کو معلوم ہوا کہ شیخ کسی وقت کلام اللہ کی تلاوت کرتے ہیں، سیّد صاحب نے اس کو بھی منع کر دیا تو پھر تو پوچھنا ہی کیا، سیّد صاحبؒ پر زندیقی اور بددینی کا الزام لگنے لگا۔ لیکن چند ہی روز بعد شیخ پر ذکر کا اثر ہو گیا اور دل رنگ گیا تو سیّد صاحبؒ نے فرمایا کہ اب تلاوت شروع کر دو۔ کلامِ پاک جو کھولا تو ہر ہر لفظ پر وہ وہ علوم و معارف کھلے کہ پوچھنا ہی کیا ہے۔ سیّد صاحب نے فرمایا کہ میں نے خدانخواستہ تلاوت کو منع نہیں کیا تھا بلکہ اس چیز کو پیدا کرنا چاہتا تھا۔

دنیا کا وجود اسی کلمہ سے قائم ہے

چونکہ یہ پاک کلمہ دین کی اصل ہے ایمان کی جڑ ہے اس لئے جتنی بھی اس کی کثرت کی جائے گی اتنی ہی ایمان کی جڑ مضبوط ہوگی ایمان کا مدار اسی کلمہ پر ہے بلکہ دنیا کے وجود کا مدار اسی کلمہ پر ہے۔ چنانچہ صحیح حدیث میں وارد ہے کہ قیامت اس وقت تک نہیں ہو سکتی جب تک لا الہ الا اللہ کہنے والا کوئی

زمین پر ہو۔ دوسری حدیثوں میں آیا ہے کہ جب تک کوئی بھی اللہ اللہ کہنے والا روئے زمین پر ہو قیامت نہیں ہوگی۔

کلمہ طیبہ سے بڑھ کر کوئی وظیفہ نہیں ہے

حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ ایک مرتبہ حضرت موسیٰ علی نبینا وعلیہ الصلوٰۃ والسلام نے اللہ جل جلالہٗ کی پاک بارگاہ میں عرض کیا، کہ مجھے کوئی وردِ تعلیم فرمادیجئے جس سے آپ کو یاد کیا کروں اور آپ کو پکارا کروں۔ ارشاد خداوندی ہوا کہ لا الہ الا اللہ کہا کرو۔ انہوں نے عرض کیا اے پروردگار یہ تو ساری ہی دنیا کہتی ہے۔ ارشاد ہوا کہ لا الہ الا اللہ کہا کرو۔ عرض کیا میرے رب میں تو کوئی ایسی مخصوص چیز مانگتا ہوں جو مجھی کو عطا ہو ارشاد ہوا کہ

اگر ساتوں آسمان اور ساتوں زمینیں ایک پلڑے میں رکھ دی جائیں اور دوسری طرف لا الہ الا اللہ کو رکھ دیا جائے۔ تو لا الہ الا اللہ والا پلڑا جھک جائے گا۔

فائدہ: اللہ جل جلالہ عم نوالہ کی عادت شریفہ یہی ہے کہ جو چیز جس قدر ضرورت کی ہوتی ہے اُتنی ہی عام عطا کی جاتی ہے۔ ضروریات دنیویہ ہی میں دیکھ لیا جائے کہ سانس، پانی ہوا کیسی عام ضرورت کی چیزیں ہیں، اللہ جل شانہٗ نے ان کو کس قدر عام فرما رکھا ہے۔ البتہ یہ ضروری چیز ہے کہ اللہ کے یہاں وزن اخلاص کا ہے جس قدر اخلاص سے کوئی کام کیا جائے گا اتنا ہی وزنی ہوگا اور جسقدر اخلاص کی کمی اور بے دلی سے کیا جائیگا اتنا ہی ہلکا ہوگا۔ اخلاص پیدا کرنے کے لئے بھی جس قدر مفید اس کلمہ کی کثرت ہے اتنی کوئی دوسری چیز نہیں کہ اس کلمہ کا نام ہی جلاء القلوب (دلوں کی صفائی) ہے۔ اسی وجہ سے حضرات صوفیہ اس کا ورد کثرت سے بتاتے ہیں اور سینکڑوں نہیں بلکہ ہزاروں کی مقدار میں روزانہ کا معمول تجویز کرتے ہیں۔

ملاّ علی قاریؒ نے لکھا ہے کہ ایک مرید نے اپنے شیخ سے عرض کیا تھا کہ میں ذکر کرتا ہوں مگر دل غافل رہتا ہے انہوں نے فرمایا کہ ذکر برابر کرتے رہو اور اس پر اللہ کا شکر کرتے رہو کہ اس نے ایک عضو، یعنی زبان کو اپنی یاد کی توفیق عطا فرمائی اور اللہ سے دل کی توجہ کے لئے دُعا کرتے رہو۔ اس قسم کا واقعہ احیاء العلوم میں بھی ابوعثمان مغربیؒ کے متعلق نقل کیا گیا کہ ان سے کسی مرید نے شکایت کی تھی جس پر انہوں نے یہ جواب دیا تھا۔ درحقیقت بہترین نسخہ ہے۔ حق تعالیٰ شانہٗ کا کلام پاک میں ارشاد ہے کہ اگر تم شکر کروگے تو میں اضافہ کروں گا۔ ایک حدیث میں وارد ہے کہ اللہ کا ذکر اس کی بڑی نعمت ہے اس کا شکر ادا کیا کرو کہ اللہ نے ذکر کی توفیق عطا فرمائی۔

دعا کیجئے

اے اللہ! ہمیں ایسا بنا دیجئے کہ ہم سب سے زیادہ آپ کا ذکر کرنے والے سب سے زیادہ آپ کو فرمانبرداری کرنے والے اور سب سے زیادہ آپ سے محبت کرنے والے بن جائیں۔ اے اللہ! ہمیں ایسا بنا دیجئے کہ ہم اپنے سارے دل کیساتھ آپ سے محبت کریں اور آپ کو راضی کرنے میں اپنی ساری کوششیں صرف کر دیں۔ اے اللہ! ہم آپ سے دین و دنیا اور اہل وعیال میں معافی اور اچھے انجام کا سوال کرتے ہیں۔ اے اللہ! ہمیں بخش دیجئے اور ہمارے گھروں میں وسعت اور رزق میں برکت عطا فرمادیجئے۔ وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی شفاعت کا سب سے زیادہ مستحق

عن ابی هريرة رضى الله عنه قال قلت يا رسول الله من اسعد الناس بشفاعتک يوم القيمة قال رسول الله صلى الله عليه وسلم لقد ظننت يا اباهريرة ان لا يسئلنى عن هذا الحديث احد اوّل منک لما رأيت من حرصک على الحديث اسعد الناس بشفاعتى يوم القيمة من قال لا اله الا الله خالصا من قلبه اونفسه. (رواه البخارى)

ترجمہ: حضرت ابو ہریرہؓ نے ایک مرتبہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم سے دریافت کیا کہ آپ کی شفاعت کا سب سے زیادہ نفع اُٹھانے والا قیامت کے دن کون شخص ہوگا۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ مجھے احادیث پر تمہاری حرص دیکھ کر یہی گمان تھا کہ اس بات کو تم سے پہلے کوئی دوسرا شخص نہ پوچھے گا (پھر حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے سوال کا جواب ارشاد فرمایا) کہ سب سے زیادہ سعادت منداور نفع اٹھانے والا میری شفاعت کے ساتھ وہ شخص ہوگا جو دل کے خلوص کے ساتھ لا الہ الا اللہ کہے۔

تشریح: سعادت کہتے ہیں کہ آدمی کو خیر کی طرف پہنچانے کے لئے توفیق الٰہی کے شاملِ حال ہونے کو اب اخلاص سے کلمہ طیبہ پڑھنے والے کا سب سے زیادہ مستحق شفاعت ہونیکے دو مطلب ہو سکتے ہیں۔ ایک تو یہ کہ اس حدیث سے وہ شخص مراد ہے جو اخلاص سے مسلمان ہوا اور کوئی نیک عمل بجز کلمہ طیبہ پڑھنے کے اس کے پاس نہ ہو اس صورت میں ظاہر ہے کہ سب سے زیادہ سعادت اس کو شفاعت ہی سے حاصل ہوسکتی ہے کہ اپنے پاس تو کوئی عمل نہیں ہے۔ اس مطلب کے موافق یہ حدیث ان احادیث کے قریب قریب ہوگی جن میں ارشاد ہے کہ میری شفاعت میری اُمت کے کبیرہ گناہ والوں کے لئے ہے کہ وہ اپنے اعمال کی وجہ سے جہنم میں ڈالے جائیں گے لیکن کلمہ طیبہ کی برکت سے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی شفاعت اُن کو نصیب ہوگی۔ دوسرا مطلب یہ ہے کہ اس کے مصداق وہ لوگ ہیں جو اخلاص سے اس کلمہ کا ورد رکھیں اور نیک اعمال ہوں۔ ان کے سب سے زیادہ سعادت مند ہونے کا مطلب یہ ہے کہ زیادہ نفع حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی شفاعت سے ان کو پہنچے گا کہ ترقی درجات کا سبب بنے گی۔ علامہ عینیؒ نے لکھا ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی شفاعت قیامت کے دن چھ طریقہ سے ہوگی۔ اوّل میدانِ حشر کی قید سے خلاصی کی ہوگی کہ حشر میں ساری مخلوق طرح طرح کے مصائب میں مبتلا پریشان حال یہ کہتی ہوئی ہوگی کہ ہم کو جہنم ہی میں ڈال دیا جائے مگر ان مصائب سے تو خلاصی ہو۔ اس وقت جلیل القدر انبیاء کی خدمت میں یکے بعد دیگرے حاضری ہوگی کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم ہی اللہ کے یہاں سفارش فرمائیں مگر کسی کو جرأت نہ ہوگی کہ سفارش فرماسکیں بالآخر حضور صلی اللہ علیہ وسلم شفاعت فرمائیں گے۔ یہ شفاعت تمام عالم تمام مخلوق جن وانس، مسلم کافر سب کے حق میں ہوگی اور سب ہی اس سے منتفع ہوں گے احادیث قیامت میں اس کا مفصّل قصہ مذکور ہے۔ دوسری شفاعت بعض کفّار کے حق میں تخفیفِ عذاب کی ہوگی۔ جیسا ابوطالب کے بارہ میں صحیح حدیث میں وارد ہوا ہے۔ تیسری شفاعت بعض مؤمنوں کو جہنم سے نکالنے کے بارہ میں ہوگی جو اس میں داخل ہو چکے ہیں۔ چوتھی شفاعت بعض مؤمن جو اپنی بداعمالیوں کی وجہ سے جہنم میں داخل ہونے کے مستحق ہو چکے ہیں ان کی جہنم سے معافی اور جہنم میں نہ داخل ہونے کے بارے میں ہوگی۔ پانچویں شفاعت بعض مؤمنین کے بغیر حساب کتاب جنت میں داخل ہونے میں ہوگی۔ اور چھٹی شفاعت مومنین کے درجات بلند ہونے میں ہوگی۔

وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ

4

کلمہ اخلاص کی برکت اور علامت

عن زیدبن ارقم رضی الله عنه قال قال رسول الله صلی الله علیه وسلم من قال لا اله الا الله مخلصا دخل الجنة قیل وما اخلاصها قال ان تحجزه عن محارم الله (رواه الطبرانی فی الاوسط والکبیر)

ترجمہ: حضرت زیدؓ بن ارقم حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے نقل کرتے ہیں جو شخص اخلاص کے ساتھ لا الہ الا اللہ کہے وہ جنت میں داخل ہوگا کسی نے پوچھا کہ کلمہ کے اخلاص (کی علامت) کیا ہے آپ نے فرمایا کہ حرام کاموں سے اس کو روک دے۔

تشریح: اور یہ ظاہر ہے کہ جب حرام کاموں سے رُک جائے گا اور لا اله الا الله کا قائل ہوگا تو اسکے سیدھا جنت میں جانے میں کیا تردّد ہے لیکن اگر حرام کاموں سے نہ بھی رُکے تب بھی اس کلمہ پاک کی یہ برکت تو بلا تردّد ہے کہ اپنی بداعمالیوں کی سزا بھگتنے کے بعد کسی نہ کسی وقت جنت میں ضرور داخل ہوگا البتہ اگر خدانخواستہ بداعمالیوں کی بدولت اسلام وایمان ہی سے محروم ہوجائے تو دوسری بات ہے۔

حضرت فقیہ ابواللّیث سمرقندیؒ ''تنبیہ الغافلین'' میں لکھتے ہیں ہر شخص کے لئے ضروری ہے کہ کثرت سے لا اله الا الله پڑھتا رہا کرے اور حق تعالیٰ شانہٗ سے ایمان کے باقی رہنے کی دعا بھی کرتا رہے اور اپنے کو گناہوں سے بچاتا رہے اس لئے کہ بہت سے لوگ ایسے ہیں کہ گناہوں کی نحوست سے آخر میں ان کا ایمان سلب ہوجاتا ہے۔ اور دنیا سے کفر کی حالت میں جاتے ہیں اس سے بڑھ کر اور کیا مصیبت ہوگی کہ ایک شخص کا نام ساری عمر مسلمانوں کی فہرست میں رہا ہو مگر قیامت میں وہ کافروں کی فہرست میں ہو یہ حقیقی حسرت اور کمال حسرت ہے۔ اس شخص پر افسوس نہیں ہوتا جو گرجا یا بُت خانہ میں ہمیشہ رہا ہو اور وہ کافروں کی فہرست میں آخر میں شمار کیا جائے۔ افسوس ہے اس پر جو مسجد میں رہا ہو اور کافروں میں شمار ہوجائے اور یہ بات گناہوں کی کثرت سے اور تنہائیوں میں حرام کاموں میں مبتلا ہونے سے پیدا ہوتی ہے۔ بہت سے لوگ ایسے ہوتے ہیں جن کے پاس دوسروں کا مال ہوتا ہے اور وہ یہ سمجھتے ہیں کہ یہ دوسروں کا ہے مگر دل کو سمجھاتے ہیں کہ میں کسی وقت اس کو واپس کردونگا اور صاحبِ حق سے معاف کرالونگا مگر اس کی نوبت نہیں آتی اور موت اس سے قبل آجاتی ہے۔ بہت سے لوگ ہیں کہ بیوی کو طلاق ہوجاتی ہے اور وہ اس کو سمجھتے ہیں مگر پھر بھی اس سے ہمبستری کرتے ہیں اور اسی حالت میں موت آجاتی ہے کہ توبہ کی بھی توفیق نہیں ہوتی ہے۔ ایسے ہی حالات میں آخر میں ایمان سلب ہوجاتا ہے **اللهم احفظنا منه**۔

ایک نوجوان کا واقعہ

حدیث کی کتابوں میں ایک قصہ لکھا ہے کہ حضورؐ کے زمانہ میں ایک نوجوان کا انتقال ہونے لگا۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کیا گیا کہ اس سے کلمہ نہیں پڑھا جاتا۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لے گئے اور اس سے دریافت فرمایا کیا بات ہے۔ عرض کیا کہ یارسول اللہ ایک قفل سا دل پر لگا ہوا ہے تحقیق حالات سے معلوم ہوا کہ اس کی ماں اس سے ناراض ہے اور اس نے ماں کو ستایا ہے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ماں کو بُلایا اور

دریافت فرمایا کہ اگر کوئی شخص بہت سی آگ جلا کر اس تمہارے لڑکے کو اسمیں ڈالنے لگے تو تم سفارش کروگی اس نے عرض کیا ہاں حضورؐ کروں گی تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ ایسا ہے۔ تو اس کا قصور معاف کردے۔ انہوں نے سب معاف کردیا۔ پھر اس سے کلمہ پڑھنے کو کہا گیا تو فوراً پڑھ لیا۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اللہ کا شکر ادا کیا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی وجہ سے انہوں نے آگ سے نجات پائی اس قسم کے سینکڑوں واقعات پیش آتے ہیں کہ ہم لوگ ایسے گناہوں میں مبتلا رہتے ہیں جن کی نحوست دین اور دنیا دونوں میں نقصان پہنچاتی ہے۔

لا الہ الا اللہ کو خلط ملط کرنا

صاحب احیاء نے لکھا ہے کہ ایک مرتبہ حضورؐ نے خطبہ پڑھا۔ جس میں ارشاد فرمایا کہ جو شخص لا الہ الا اللہ کو اس طرح سے کہے کہ خلط ملط نہ ہو تو اس کے لئے جنت واجب ہو جاتی ہے۔ حضرت علیؓ نے عرض کیا کہ حضورؐ اسکو واضح فرمادیں خلط ملط کا کیا مطلب ہے۔ ارشاد فرمایا کہ دنیا کی محبت اور اسکی طلب میں لگ جانا۔ بہت سے لوگ ایسے ہیں کہ انبیاء کی سی باتیں کرتے ہیں اور متکبر اور جابر لوگوں کے سے عمل کرتے ہیں اگر کوئی اس کلمہ کو اس طرح کہے کہ یہ کام نہ کرتا ہو تو جنت اس کے لئے واجب ہے۔

دعا کیجئے

اے اللہ! ہمیں اپنے ذکر کی توفیق عطا فرمائیے۔

اے اللہ! ہمیں اپنے حقیقی ذکر یعنی ہمہ وقت آپ کے احکامات کو پیش نظر رکھتے ہوئے زندگی بسر کرنے کی توفیق عطا فرمائیے۔

اے اللہ! ہمیں اپنی محبت نصیب فرمائیے اور مسنون اذکار و وظائف کو صبح وشام پڑھنے کی توفیق عطا فرمائیے۔

اے اللہ! ہمیں ایسا بنا دیجئے کہ ہم سب سے زیادہ آپ کا ذکر کرنے والے سب سے زیادہ آپ کو فرمانبرداری کرنے والے اور سب سے زیادہ آپ سے محبت کرنے والے بن جائیں۔

اے اللہ! ہمیں ایسا بنا دیجئے کہ ہم اپنے سارے دل کیساتھ آپ سے محبت کریں اور آپ کو راضی کرنے میں اپنی ساری کوششیں صرف کردیں۔

اے اللہ! ہم آپ سے دین و دنیا اور اہل وعیال میں معافی اور اچھے انجام کا سوال کرتے ہیں۔

اے اللہ! ہمیں بخش دیجئے اور ہمارے گھروں میں وسعت اور رزق میں برکت عطا فرما دیجئے۔

وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ

کلمہ اخلاص کی برکت اور علامت

عن زیدبن ارقم رضی اللہ عنہ قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم من قال لا الہ الا اللہ مخلصا دخل الجنۃ قیل وما اخلاصھا قال ان تحجزہ عن محارم اللہ (رواہ الطبرانی فی الاوسط والکبیر)

ترجمہ: حضرت زیدؓ بن ارقم حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے نقل کرتے ہیں جو شخص اخلاص کے ساتھ لا الہ الا اللہ کہے وہ جنت میں داخل ہوگا کسی نے پوچھا کہ کلمہ کے اخلاص (کی علامت) کیا ہے آپ نے فرمایا کہ حرام کاموں سے اس کو روک دے۔

کلمہ لا الہ الا اللہ سیدھا عرش تک پہنچتا ہے

حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ کوئی بندہ ایسا نہیں کہ لا الہ الا اللہ کہے اور اس کے لئے آسمانوں کے دروازے نہ کھل جائیں جہاں تک کہ یہ کلمہ سیدھا عرش تک پہنچتا ہے بشرطیکہ کبیرہ گناہوں سے بچتا رہے۔

کتنی بڑی فضیلت ہے اور قبولیت کی انتہا ہے کہ یہ کلمہ براہِ راست عرش معلٰی تک پہنچتا ہے اور یہ ابھی معلوم ہو چکا ہے کہ اگر کبیرہ گناہوں کے ساتھ بھی کہا جائے تو نفع سے اس وقت بھی خالی نہیں۔

ملا علی قاریؒ فرماتے ہیں کہ کبائر سے بچنے کی شرط قبول کی جلدی اور آسمان کے سب دروازے کھلنے کے اعتبار سے ہے ورنہ ثواب اور قبول سے کبائر کیساتھ بھی خالی نہیں۔ بعض علماء نے اس حدیث کا یہ مطلب بیان فرمایا ہے کہ ایسے شخص کے واسطے مرنے کے بعد اُس کی رُوح کے اعزاز میں آسمان کے سب دروازے کُھل جائیں گے۔ ایک حدیث میں آیا ہے دو کلمے ایسے ہیں کہ اُن میں سے ایک کے لئے عرش سے نیچے کوئی منتہا نہیں۔ دوسرا آسمان اور زمین کو (اپنے نور یا اپنے اجر سے) بھر دے۔ ایک لا الہ الا اللہ دوسرا اللہ اکبر۔

کلمہ لا الہ الا اللہ پر جنت و مغفرت کی بشارت

حضرت شدادؓ فرماتے ہیں اور حضرت عبادہؓ اس واقعہ کی تصدیق کرتے ہیں کہ ایک مرتبہ ہم لوگ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر تھے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے دریافت فرمایا۔ کوئی اجنبی (غیر مسلم) تو مجمع میں نہیں۔ ہم نے عرض کیا کوئی نہیں ارشاد فرمایا کواڑ بند کر دو۔ اس کے بعد ارشاد فرمایا ہاتھ اٹھاؤ اور کہو لا الہ الا اللہ ہم نے تھوڑی دیر ہاتھ اٹھائے رکھے (اور کلمہ طیبہ پڑھا) پھر فرمایا الحمدللہ اے اللہ تُو نے مجھے یہ کلمہ دے کر بھیجا ہے اور اس کلمہ پر جنت کا وعدہ کیا ہے اور تُو وعدہ خلاف نہیں ہے اس کے بعد حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ہم سے فرمایا کہ خوش ہو جاؤ اللہ نے تمہاری مغفرت فرما دی۔

غالباً اجنبی کو اس لئے دریافت فرمایا تھا اور اسی لئے کواڑ بند کرائے تھے کہ ان لوگوں کے کلمہ طیبہ پڑھنے پر تو حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کو مغفرت کی بشارت کی امید ہوگی اوروں کے متعلق یہ اُمید نہ ہو۔ صوفیہ نے اس حدیث سے مشائخ کا اپنے مرید بن کی جماعت کو ذکر تلقین کرنے پر استدلال کیا ہے۔ چنانچہ جامع الاصول میں لکھا ہے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا صحابہؓ کو جماعۃً اور منفرداً ذکر تلقین کرنا ثابت ہے۔ جماعت کو تلقین کرنے میں اس حدیث کو پیش کیا ہے۔ اس صورت میں کواڑوں کا بند کرنا مُستفیدین کی توجہ کے تام کرنے کی غرض سے ہوا اور اسی وجہ سے اجنبی کو دریافت فرمایا کہ غیر کا مجمع میں ہونا حضورؐ پر تشتت کا

سبب اگر چہ نہ ہو لیکن مستفیدین کے تشتت کا احتمال تو تھا ہی

ایمان کی تجدید

حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے کہ اپنے ایمان کی تجدید کرتے رہا کرو یعنی تازہ کرتے رہا کرو۔ صحابہؓ نے عرض کیا یا رسول اللہ ایمان کی تجدید کس طرح کریں؟ ارشاد فرمایا کہ لا الہ الا اللہ کو کثرت سے پڑھتے رہا کرو۔

ایمان کے پرانا ہونے کا مطلب

ایک روایت میں حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد وارد ہوا ہے کہ ایمان پُرانا ہو جاتا ہے۔ جیسا کہ کپڑا پُرانا ہو جاتا ہے اسلئے اللہ جل شانہٗ سے ایمان کی تجدید مانگتے رہا کرو۔ پُرانے ہو جانیکا مطلب یہ ہے کہ معاصی سے قوتِ ایمانیہ اور نورِ ایمان جاتا رہتا ہے چنانچہ ایک حدیث میں آیا ہے کہ جب بندہ کوئی گناہ کرتا ہے تو ایک سیاہ نشان (دھبّہ) اس کے دل میں ہو جاتا ہے اگر وہ سچی توبہ کر لیتا ہے تو وہ نشان دُھل جاتا ہے ورنہ جما رہتا ہے اور پھر جب دوسرا گناہ کرتا ہے تو دوسرا نشان ہو جاتا ہے اسی طرح سے آخر دل بالکل کالا ہو جاتا ہے اور زنگ آلود ہو جاتا ہے جس کو حق تعالیٰ شانہٗ نے سورہ تطفیف میں ارشاد فرمایا ہے كَلَّا بَلْ رَانَ عَلٰى قُلُوْبِهِمْ مَّا كَانُوْا يَكْسِبُوْنَ اس کے بعد اس کے دل کی حالت ایسی ہو جاتی ہے کہ حق بات اسمیں اثر اور سرایت ہی نہیں کرتی۔ ایک حدیث میں آیا ہے کہ چار چیزیں آدمی کے دل کو برباد کر دیتی ہیں۔ ۱۔ احمقوں سے مقابلہ ۲۔ گناہوں کی کثرت ۳۔ عورتوں کے ساتھ کثرتِ اختلاط اور ۴۔ مردہ لوگوں کے پاس کثرت سے بیٹھنا۔ کسی نے پوچھا مردوں سے کیا مراد ہے فرمایا ہر وہ مال دار جس کے اندر مال نے اکڑ پیدا کر دی ہو۔

موت سے پہلے لا الہ الا اللہ کا کثرت سے اقرار کرلو

حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ لا الہ الا اللہ کا اقرار کثرت سے کرتے رہا کرو۔ قبل اس کے کہ ایسا وقت آئے کہ تم اس کلمہ کو نہ کہہ سکو۔

یعنی موت حائل ہو جائے کہ اس کے بعد کسی عمل کا بھی وقت نہیں رہتا۔ زندگی کا زمانہ بہت ہی تھوڑا سا ہے اور یہ ہی عمل کرنے کا اور تخم بولینے کا وقت ہے اور مرنے کے بعد کا زمانہ بہت ہی وسیع ہے اور وہاں وہی مل سکتا ہے جو یہاں بودیا گیا۔

دعا کیجئے

اے اللہ! ہمیں اپنے ذکر کی توفیق عطا فرمائیے۔

اے اللہ! ہمیں ایسا بنا دیجئے کہ ہم اپنے سارے دل کیساتھ آپ سے محبت کریں اور آپ کو راضی کرنے میں اپنی ساری کوششیں صرف کر دیں۔

اے اللہ! ہم آپ سے دین و دنیا اور اہل وعیال میں معافی اور اچھے انجام کا سوال کرتے ہیں۔

اے اللہ! ہمیں بخش دیجئے اور ہمارے گھروں میں وسعت اور رزق میں برکت عطا فرما دیجئے۔

وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ

جو دل سے لا الہ الا اللہ پڑھے اس پر جہنم حرام ہو جاتی ہے

عن عمرو رضی الله عنه قال سمعت رسول الله صلی الله علیه وسلم یقول انی لا علم کلمة لا یقولها عبدحقا من قلبه فیموت علی ذلک الا حرم علی النار لا اله الا الله. (رواه الحاکم)

ترجمہ: حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ میں ایک ایسا کلمہ جانتا ہوں کہ کوئی بندہ ایسا نہیں ہے کہ دل سے حق سمجھ کر اس کو پڑھے اور اسی حال میں مر جائے مگر وہ جہنم پر حرام ہو جائے وہ کلمہ لا الہ الا اللہ ہے۔

تشریح: بہت سی روایات میں یہ مضمون وارد ہوا ہے ان سب سے اگر یہ مراد ہے کہ وہ مسلمان ہی اس وقت ہوا ہے تب تو کوئی اشکال ہی نہیں کہ اسلام لانے کے بعد کفر کے گناہ بالاتفاق معاف ہیں اور اگر یہ مراد ہے کہ پہلے سے مسلمان تھا اور اخلاص کے ساتھ اس کلمہ کو کہہ کر مرا ہے تب بھی کیا بعید ہے کہ حق تعالیٰ شانہٗ اپنے لطف سے سارے ہی گناہ معاف فرما دیں۔ حق تعالیٰ شانہٗ کا تو خود ہی ارشاد ہے کہ شرک کے علاوہ سارے ہی گناہ جس کے چاہیں گے معاف فرما دیں گے۔ ملاّ علی قاریؒ نے بعض علماء سے یہ بھی نقل کیا ہے کہ یہ اور اس قسم کی احادیث اس کے اعتبار سے ہیں جب تک دوسرے احکام نازل نہیں ہوئے تھے۔ بعض علماء نے فرمایا ہے کہ اس سے مراد اس کلمہ کو اس کے حق کی ادائیگی کے ساتھ کہنا۔ حضرت بصری وغیرہ حضرات کی بھی یہی رائے ہے۔ امام بخاری کی تحقیق یہ ہے کہ ندامت کے ساتھ اس کلمہ کو کہا ہو کہ یہی حقیقت توبہ کی ہے اور پھر اسی حال پر انتقال ہوا ہو۔ ملا علی قاریؒ کی تحقیق یہ ہے کہ اس سے ہمیشہ جہنم میں رہنے کی حرمت مراد ہے۔ ان سب کے علاوہ ایک کھلی ہوئی بات اور بھی ہے وہ یہ کہ کسی چیز کا کوئی خاص اثر ہونا اس کے منافی نہیں کہ کسی عارض کیوجہ سے وہ اثر نہ کر سکے۔ سقمونیا کا اثر اسہال ہے لیکن اگر اس کے بعد کوئی سخت قابض چیز کھالی جائے تو یقیناً سقمونیا کا اثر نہ ہوگا لیکن اس کا مطلب یہ نہیں کہ اس دوا کا وہ اثر نہیں رہا بلکہ اس عارض کی وجہ سے اس شخص پر اثر نہ ہو سکا۔

جنت کی چابی

حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ لا الہ الا اللہ کا اقرار کرنا جنت کی کنجیاں ہیں۔

فائدہ: کنجیاں اس لحاظ سے فرمایا کہ ہر دروازہ کی اور ہر جنت کی کنجی یہ ہی کلمہ ہے اسلئے ساری کنجیاں یہی کلمہ ہوا یا اس لحاظ سے کہ یہ کلمہ بھی دو جزو لئے ہوئے ہے ایک لا الہ الا اللہ کا اقرار دوسرے محمد رسول اللہ کا اقرار اس لئے دو ہوگئے کہ دونوں کے مجموعہ سے کھل سکتا ہے اور بھی ان روایات میں جہاں جہاں جنت کے دخول یا جہنم کے حرام ہونے کا ذکر ہے اُس سے مراد پورا ہی کلمہ ہے۔ ایک حدیث میں وارد ہے کہ جنت کی قیمت لا اله الا الله ہے۔

برائیوں کو نیکیوں میں بدلنے والا کلمہ

حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ جو بھی بندہ کسی وقت بھی دن میں یا رات میں لا الہ الا اللہ کہتا ہے تو اعمال نامہ میں سے برائیاں مٹ جاتی ہیں اور ان کی جگہ نیکیاں لکھی جاتی ہیں۔

فائدہ: ہر معنی کے اعتبار سے گناہوں کا اس حدیث میں اعمالنامہ سے مٹانا تو معلوم ہوتا ہی ہے البتہ اخلاص ہونا ضروری ہے اور کثرت سے اللہ کا پاک نام لینا اور کلمہ طیبہ کا کثرت سے پڑھنا خود بھی اخلاص پیدا کرنیوالا ہے اسی لئے اس پاک کلمہ کا نام اخلاص ہے۔

کلمہ طیبہ پڑھنے والے کی مغفرت

حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ عرش کے سامنے نور کا ستون ہے جب کوئی شخص لا الہ الا اللہ کہتا ہے تو وہ ستون ہلنے لگتا ہے۔ اللہ کا ارشاد ہوتا ہے کہ ٹھیر جا۔ وہ عرض کرتا ہے۔ کیسے ٹھہروں حالانکہ کلمہ طیبہ پڑھنے والے کی ابھی تک مغفرت نہیں ہوئی ارشاد ہوتا ہے کہ اچھا میں نے اس کی مغفرت کردی تو وہ ستون ٹھہر جاتا ہے۔

فائدہ: محدثین حضراتؒ کو اس روایت میں کلام ہے لیکن علامہ سیوطیؒ نے لکھا ہے کہ یہ روایت کئی طریقوں سے مختلف الفاظ سے نقل کی گئی ہے بعض روایتوں میں اس کے ساتھ اللہ جل شانہٗ کا یہ بھی ارشاد وارد ہوا ہے کہ میں نے کلمہ طیبہ اس شخص کی زبان پر اسی لئے جاری کرادیا تھا کہ اس کی مغفرت کروں۔ کس قدر لطف وکرم ہے اللہ کا کہ خود ہی توفیق عطا فرماتے ہیں اور پھر خود ہی اُس لطف کی تکمیل میں مغفرت فرماتے ہیں۔

ایک باندی کا واقعہ: حضرت عطاؒ کا قصہ مشہور ہے کہ وہ ایک مرتبہ بازار تشریف لے گئے۔ وہاں ایک دیوانی باندی فروخت ہورہی تھی اُنہوں نے خرید لی۔ جب رات کا کچھ حصہ گذرا تو وہ دیوانی اٹھی اور وضو کر کے نماز شروع کردی اور نماز میں اس کی حالت یہ تھی کہ آنسوؤں سے دم گھٹا جارہا تھا۔ اس کے بعد اُس نے کہا اے میرے معبود آپ کو مجھ سے محبت رکھنے کی قسم مجھ پر رحم فرمادیجئے۔ عطاؒ نے یہ سُن کر فرمایا کہ لونڈی یوں کہہ اے اللہ مجھے آپ سے محبت رکھنے کی قسم۔ یہ سنکر اس کو غصہ آیا اور کہنے لگی اُس کے حق کی قسم اگر اس کو مجھ سے محبت نہ ہوتی تو تمہیں یوں میٹھی نیند نہ سلاتا اور مجھے یوں کھڑا نہ کرتا۔ اس کے بعد اُس نے یہ اشعار پڑھے۔

الکرب مجتمع والقلب محترق
والصبر مفترق والدمع مستبق
کیف القرار علی من لا قرار لہ
مما جناہ الھویٰ والشوق والفلق
یا رب ان کان شیء فیہ لی فرج
فامنن علی بہ مادام بی رمق

ترجمہ: بے چینی جمع ہورہی ہے اور دل جل رہا ہے اور صبر جُدا ہوگیا اور آنسو بہ رہے ہیں۔ اس کو کس طرح قرار آ سکتا ہے جس کو عشق و شوق اور بے چینی کے حملوں کی وجہ سے ذرا بھی سکون نہیں۔ اے اللہ اگر کوئی چیز ایسی ہوسکتی ہے جس میں غم سے نجات ہو تو زندگی میں اُس کو عطا فرما کر مجھ پر احسان فرما۔ اس کے بعد اُس نے کہا۔ اے اللہ میرا اور آپ کا معاملہ اب راز میں نہیں رہا مجھے اٹھا لیجئے یہ کہہ کر ایک چیخ ماری اور مرگئی۔ اس قسم کے اور بھی بہت سے واقعات ہیں اور کھلی ہوئی بات ہے کہ توفیق جب تک شاملِ حال نہ ہو کیا ہوسکتا ہے۔ وَمَا تَشَآءُوْنَ اِلَّآ اَنْ يَّشَآءَ اللّٰهُ رَبُّ الْعٰلَمِيْنَ ۝ (اور تم بدون خدائے رب العالمین کے چاہے۔ کچھ نہیں چاہ سکتے ہو)۔

دعا کیجئے

اے اللہ! ہمیں اپنے حقیقی ذکر یعنی ہمہ وقت آپ کے احکامات کو پیش نظر رکھتے ہوئے زندگی بسر کرنے کی توفیق عطا فرمائیے۔
اے اللہ! ہمیں اپنی محبت نصیب فرمائیے اور مسنون اذکار و وظائف کو صبح و شام پڑھنے کی توفیق عطا فرمائیے۔
اے اللہ! ہمیں ایسا بنا دیجئے کہ ہم سب سے زیادہ آپ کا ذکر کرنے والے سب سے زیادہ آپ کو فرمانبرداری کرنے والے اور سب سے زیادہ آپ سے محبت کرنے والے بن جائیں۔ وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ

قبر وحشر کے عذاب سے نجات

عن ابن عمر رضی اللہ عنہ قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم لیس علی اھل لا الہ الا اللہ وحشۃ فی قبورھم ولا منشرھم وکانی انظر الی اھل لا الہ الا اللہ وھم ینفضون التراب عن رؤسھم ویقولون الحمد للہ الذی اذھب عنا الحزن وفی روایۃ لیس علی اھل لا الہ الا اللہ وحشۃ عندا لموت ولا عند القبر. (رواہ الطبرانی)

ترجمہ: حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ لا الہ الا اللہ والوں پر نہ قبروں میں وحشت ہے نہ میدانِ حشر میں اس وقت گویا وہ منظر میرے سامنے ہے کہ جب وہ اپنے سروں سے مٹی جھاڑتے ہوئے (قبروں سے) اُٹھیں گے اور کہیں گے تمام تعریف میں اللہ کے لئے ہے جس نے ہم سے (ہمیشہ کے لئے) رنج وغم دُور کر دیا۔ دوسری حدیث میں ہے کہ لا الہ الا اللہ والوں پر نہ موت کیوقت وحشت ہوگی نہ قبر کے وقت۔

لا الہ الا اللہ والوں سے اللہ تعالیٰ کا معاملہ

تشریح: حضرت ابن عباسؓ فرماتے ہیں کہ ایک مرتبہ حضرت جبرئیل علیہ السلام حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس تشریف لائے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نہایت غمگین تھے۔ حضرت جبرئیل علیہ السلام نے عرض کیا کہ اللہ جل جلالہٗ نے آپ کو سلام فرمایا ہے اور ارشاد فرمایا کہ آپ کو رنجیدہ اور غمگین دیکھ رہا ہوں یہ کیا بات ہے (حالانکہ حق تعالیٰ شانہٗ دلوں کے بھید جاننے والے ہیں لیکن اکرام واعزاز اور اظہار شرافت کیواسطے اس قسم کے سوال کرائے جاتے تھے) حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ جبرئیل مجھے اپنے اُمت کا فکر بہت بڑھ رہا ہے کہ قیامت میں ان کا کیا حال ہوگا۔ حضرت جبرئیل علیہ السلام نے دریافت کیا کہ کفار کے بارے میں یا مسلمانوں کے بارہ میں۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ مسلمانوں کے بارے میں فکر ہے۔ حضرت جبرئیل نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو ساتھ لیا اور ایک مقبرہ پر تشریف لے گئے جہاں قبیلہ بنو سلمہ کے لوگ دفن تھے۔ حضرت جبرئیلؑ نے ایک قبر پر ایک پر مارا اور ارشاد فرمایا کہ قم باذن اللہ (اللہ کے حکم سے کھڑا ہو جا) اُس قبر سے ایک نہایت حسین خوبصورت چہرہ والا اٹھا وہ کہہ رہا تھا۔ لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰهِ اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ حضرت جبرئیلؑ نے ارشاد فرمایا کہ اپنی جگہ لوٹ جا وہ چلا گیا۔ پھر دوسری قبر پر دوسرا پَر مارا اور ارشاد فرمایا کہ اللہ کے حکم سے کھڑا ہو جا۔ اس میں سے ایک شخص نہایت بدصورت کالا مُنہ کیری آنکھوں والا کھڑا ہوا۔ وہ کہہ رہا تھا ہائے افسوس ہائے شرمندگی ہائے مصیبت۔ پھر حضرت جبرئیلؑ نے فرمایا اپنی جگہ لوٹ جا۔ اس کے بعد حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کیا کہ جس حالت پر یہ لوگ مرتے ہیں۔ اُسی حالت پر اُٹھیں گے۔ حدیث بالا میں لا الہ الا اللہ والوں سے بظاہر لوگ مراد ہیں جن کو اس کلمہ پاک کیساتھ خصوصی لگاؤ، خصوصی مناسبت، خصوصی اشتغال ہو اس لئے کہ دُودھ والا جوتوں والا، موتی والا، برف والا وہی شخص کہلاتا ہے جس کے ہاں ان چیزوں کی خصوصی بکری، اور خصوصی ذخیرہ موجود ہو۔ اس لئے لا الہ الا اللہ والوں کے ساتھ اس معاملہ میں کوئی اشکال نہیں۔ قرآن

پاک میں سورۂ فاطر میں اس اُمت کے تین طبقے بیان فرمائے ہیں۔ ایک طبقہ سابق بالخیرات کا بیان فرمایا جن کے متعلق حدیث میں آیا ہے کہ وہ بے حساب جنت میں داخل ہونگے۔

اعمال کے ترازو میں کلمہ شہادت کا وزن

حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ حق تعالیٰ شانہٗ قیامت کے دن میری اُمت میں سے ایک شخص کو منتخب فرما کر تمام دنیا کے سامنے بلائیں گے اور اس کے سامنے ننانوے دفتر اعمال کے کھولیں گے ہر دفتر اتنا بڑا ہوگا کہ منتہائے نظر تک (یعنی جہاں تک نگاہ جاسکے وہاں تک) پھیلا ہوا ہوگا۔ اسکے بعد اس سے سوال کیا جائیگا کہ ان اعمالناموں میں سے تو کسی چیز کا انکار کرتا ہے۔ کیا میرے ان فرشتوں نے جو اعمال لکھنے پر متعین تھے تجھ پر کچھ ظلم کیا ہے (کہ کوئی گناہ بغیر کئے ہوئے لکھ لیا ہو یا کرنے سے زیادہ لکھ لیا ہو) وہ عرض کرے گا نہیں (نہ انکار کی گنجائش ہے نہ فرشتوں نے ظلم کیا) پھر ارشاد ہوگا کہ تیرے پاس ان بداعمالیوں کا کوئی عذر ہے وہ عرض کرے گا کوئی عذر بھی نہیں۔ ارشاد ہوگا اچھا تیری ایک نیکی ہمارے پاس ہے آج تجھ پر کوئی ظلم نہیں ہے پھر ایک کاغذ کا پُرزہ نکالا جائیگا جس میں اَشْهَدُ اَنْ لَّا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَاَشْهَدُ اَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُهٗ وَرَسُوْلُهٗ لکھا ہوا ہوگا ارشاد ہوگا کہ جا اسکو تلوا لے وہ عرض کریگا کہ اتنے دفتروں کے مقابلہ میں یہ پُرزہ کیا کام دیگا ارشاد ہوگا کہ آج تجھ پر ظلم نہیں ہوگا پھر اُن سب دفتروں کو ایک پلڑے میں رکھ دیا جاویگا اور دوسری جانب وہ پرزہ ہوگا تو دفتروں والا پلڑا اُڑنے لگے گا اُس پرزہ کے وزن کے مقابلہ میں۔ پس بات یہ ہے کہ اللہ کے نام سے کوئی چیز وزنی نہیں۔

کسی مسلمان کو حقیر نہ سمجھو لیکن نہی عن المنکر بھی نہ چھوڑو

حدیث شریف میں ایک قصہ آتا ہے کہ بنی اسرائیل میں دو آدمی تھے ایک عابد تھا اور دوسرا گنہگار۔ وہ عابد اس گنہگار کو ہمیشہ ٹوکا کرتا تھا وہ کہہ دیتا کہ مجھے میرے خدا پر چھوڑ۔ ایک دن اس عابد نے غصہ میں آکر کہہ دیا کہ خدا کی قسم تیری مغفرت کبھی نہیں ہوگی۔ حق تعالیٰ شانہٗ نے عالمِ ارواح میں دونوں کو جمع فرمایا اور گنہگار کو اس لئے کہ وہ رحمت کا اُمیدوار تھا معاف فرمایا اور عابد کو اس قسم کھانے کی پاداش میں عذاب کا حکم فرمادیا اور اس میں کیا شک ہے کہ یہ قسم نہایت سخت تھی۔ خود حق تعالیٰ شانہٗ تو ارشاد فرمائیں

اِنَّ اللّٰهَ لَا يَغْفِرُ اَنْ يُّشْرَكَ بِهٖ وَيَغْفِرُ مَا دُوْنَ ذٰلِكَ لِمَنْ يَّشَآءُ

(حق تعالیٰ شانہٗ کفر وشرک کی مغفرت نہیں فرماویں گے اس کے علاوہ ہر گناہ کی جس کے لئے چاہیں گے مغفرت فرماویں گے) تو کسی کو کیا حق ہے یہ کہنے کا کہ فلاں کی مغفرت نہیں ہوسکتی لیکن اس کا مطلب یہ بھی نہیں ہے کہ معاصی پر گناہوں پر ناجائز باتوں پر گرفت نہ کی جائے ٹوکا نہ جائے۔ قرآن وحدیث میں سینکڑوں جگہ اس کا حکم ہے نہ ٹوکنے پر وعید ہے۔ احادیث میں بکثرت آیا ہے کہ جو لوگ کسی کو گناہ کرتے دیکھیں اور اس کو روکنے پر قادر ہوں اور نہ روکیں تو وہ خود اس کی سزا میں مبتلا ہوں گے عذاب میں شریک ہوں گے یہاں ایک ضروری چیز یہ بھی قابل لحاظ ہے کہ جہاں دینداروں کا گنہگاروں کو قطعی جہنمی سمجھ لینا مہلک ہے وہاں جہلا کا ہر شخص کو مقتدا اور بڑا بنالینا خواہ کتنے ہی کفریات بکے، سمِ قاتل اور نہایت مہلک ہے۔ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ جو شخص کسی بدعتی کی تعظیم کرتا ہے وہ اسلام کے منہدم کرنے پر اعانت کرتا ہے۔ بہت سی احادیث میں آیا ہے کہ آخر زمانہ میں دجال، مکار، کذاب پیدا ہوں گے جو ایسی احادیث تم کو سناویں گے جو تم نے نہ سنی ہوں گی۔ ایسا نہ ہو کہ وہ تم کو گمراہ کریں اور فتنہ میں ڈال دیں۔

وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ

کلمہ طیبہ کے اقرار کرنے کی فضیلت

عن ابن عباس رضی الله عنه قال قال رسول الله صلی الله علیه وسلم والذی نفسی بیده لوجئ بالسموات والارض ومن فیهن وما بینهن وما تحتهن فوضعن فی کفة المیزان ووضعت شهادة ان لا اله الا الله فی الکفة الاخری لرجحت بهن. (اخرجه الطبرانی)

ترجمہ: حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ اس پاک ذات کی قسم جس کے قبضہ میں میری جان ہے اگر تمام آسمان وزمین اور جو لوگ اُن کے درمیان میں ہیں وہ سب اور جو چیزیں اُن کے درمیان میں ہیں وہ سب کچھ اور جو کچھ ان کے نیچے ہے وہ سب کا سب ایک پلڑے میں رکھ دیا جائے اور لا الہ الا اللہ کا اقرار دوسری جانب ہو تو وہی تول میں بڑھ جائیگا۔

تشریح: اس قسم کا مضمون بہت سی مختلف روایتوں میں ذکر کیا گیا ہے۔ اس میں شک نہیں کہ اللہ کے پاک نام کی برابر کوئی بھی چیز نہیں۔ بدقسمتی اور محرومی ہے ان لوگوں کی جو اس کو ہلکا سمجھتے ہیں۔ البتہ اس میں وزن اخلاص سے پیدا ہوتا ہے جس قدر اخلاص ہوگا اتنا ہی وزنی یہ پاک نام ہوسکتا ہے اسی اخلاص کے پیدا کرنے کے واسطے مشائخ صوفیہ کی جوتیاں سیدھی کرنا پڑتی ہیں۔ ایک حدیث میں اس ارشاد نبویؐ سے پہلے ایک اور مضمون مذکور ہے وہ یہ کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ ارشاد فرمایا کہ میت کو لا الہ الا اللہ تلقین کیا کرو جو شخص مرتے وقت اس پاک کلمہ کو کہتا ہے اس کے لئے جنت واجب ہوجاتی ہے۔ صحابہؓ نے عرض کیا یارسول اللہ اگر کوئی تندرستی ہی میں کہے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا پھر تو اور بھی زیادہ جنت کو واجب کرنے والا ہے۔ اس کے بعد یہ قسمیہ مضمون بھی ارشاد فرمایا جو اُوپر ذکر کیا گیا۔

انبیاء کرام علیہم السلام کی بعثت اسی کلمہ کیلئے ہوئی

حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں ایک مرتبہ کافر حاضر ہوئے اور پوچھا کہ اے محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) تم اللہ کے ساتھ کسی دوسرے معبود کو نہیں جانتے (نہیں مانتے) حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا لا الہ الا اللہ (نہیں کوئی معبود اللہ کے سوا) اسی کلمہ کے ساتھ میں مبعوث ہوا ہوں اور اس کی طرف لوگوں کو بلاتا ہوں اسی بارہ میں آیت قُلْ اَیُّ شَیْءٍ اَکْبَرُ شَهَادَةً نازل ہوئی۔

حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ اسی کلمہ کے ساتھ میں مبعوث ہوا ہوں یعنی نبی بنا کر بھیجا گیا ہوں اور اسی کلمہ کی طرف لوگوں کو بلاتا ہوں۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشاد کا مطلب یہ نہیں کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی اس میں خصوصیت ہے بلکہ سارے ہی نبی اسی کلمہ کیساتھ نبی بنا کر بھیجے گئے اور سب ہی انبیاءؑ نے اسی کلمہ کی طرف دعوت دی ہے۔ حضرت آدم علیٰ نبینا وعلیہ الصلوٰۃ والسلام سے لے کر ختم الانبیاء فخر رُسل صلی اللہ علیہ وسلم تک کوئی بھی نبی ایسا نہیں ہے جو اس مبارک کلمہ کی دعوت نہ دیتا ہو۔ کس قدر بابرکت اور مہتم بالشان کلمہ ہے کہ سارے انبیاء اور سارے سچے مذہب اسی پاک کلمہ کی طرف بُلانے والے اور اسی کے شائع کرنے والے رہے۔ آخر کوئی بات تو ہے کہ اس سے کوئی بھی سچا مذہب خالی نہیں اسی کلمہ کی تصدیق میں قرآن پاک کی آیت قُلْ اَیُّ شَیْءٍ اَکْبَرُ شَهَادَةً (سورہ انعام ع ۲) نازل ہوئی جس میں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی تصدیق میں حق تعالیٰ شانہٗ کی گواہی کا ذکر ہے۔ ایک حدیث میں وارد ہے کہ جب بندہ لا الہ الا اللہ کہتا ہے تو حق تعالیٰ شانہٗ اس کی تصدیق فرماتے ہیں اور ارشاد فرماتے

ہیں میرے بندہ نے سچ کہا ہے میرے سوا کوئی معبود نہیں۔

امت محمدیہ کے اعمال بھاری ہونے کا سبب

حضرت عیسیٰ علی نبینا وعلیہ الصلوٰۃ والسلام فرماتے ہیں کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی امت کے اعمال (حشر کی ترازو میں اسلئے) سب سے زیادہ بھاری ہیں کہ ان کی زبانیں ایک ایسے کلمے کیساتھ مانوس ہیں جواُن سے پہلی اُمتوں پر بھاری تھا۔ وہ کلمہ لا الہ الا اللہ ہے۔

امت محمدیہ میں کلمہ طیبہ کے ورد کی کثرت

فائدہ: یہ ایک کھلی ہوئی بات ہے کہ امت محمدیہ علی صاحبہا اُلف الف صلوٰۃ وتحیۃ کے درمیان کلمہ طیبہ کا جتنا زور اور کثرت ہے کسی اُمت میں بھی اتنی کثرت نہیں ہے۔ مشائخ سلوک کی لاکھوں نہیں کروڑوں کی مقدار ہے اور پھر ہر شیخ کے کم و بیش سینکڑوں مرید اور تقریباً سب ہی کے یہاں کلمہ طیبہ کا ورد ہزاروں کی مقدار میں روزانہ کے معمولات میں داخل ہے۔ جامع الاصول میں لکھا ہے کہ لفظ اللہ کا ذکر ورد کے طور پر کم از کم پانچ ہزار کی مقدار ہے اور زیادہ کے لئے کوئی حد نہیں اور صوفیہ کے لئے کم از کم پچیس ہزار روزانہ اور لا الہ الا اللہ کی مقدار کے متعلق لکھا ہے کہ کم از کم پانچ ہزار روزانہ ہو۔ یہ مقداریں مشائخ سلوک کی تجویز کے موافق کم وبیش ہوتی رہتی ہیں۔ میرا مقصود حضرت عیسیٰ علی نبینا وعلیہ الصلوٰۃ والسلام کی تائید میں مشائخ کا انداز بیان کرنا ہے کہ ایک ایک شخص کے لئے روزانہ کی مقداریں کم از کم یہ بتائی گئی ہیں۔

حضرت شاہ ولی اللہ صاحبؒ نے ''قولِ جمیل'' میں اپنے والد سے نقل کیا ہے کہ میں ابتدائے سلوک میں ایک سانس میں **لا الہ الا اللہ** دوسو مرتبہ کہا کرتا تھا۔

شیخ ابویزید قرطبیؒ فرماتے ہیں میں نے یہ سُنا کہ جو شخص ستر ہزار مرتبہ **لا الہ الا اللہ** پڑھے اسکو دوزخ کی آگ سے نجات ملے۔ میں نے یہ خبر سنکر ایک نصاب یعنی ستر ہزار کی تعداد اپنی بیوی کیلئے بھی پڑھا اور کئی نصاب خود اپنے لئے پڑھ کر ذخیرۂ آخرت بنایا۔ ہمارے پاس ایک نوجوان رہتا تھا جس کے متعلق یہ مشہور تھا کہ یہ صاحب کشف ہے۔ جنت دوزخ کا بھی اسکو کشف ہوتا ہے۔ مجھے اسکی صحت میں کچھ تردد تھا۔ ایک مرتبہ وہ نوجوان ہمارے ساتھ کھانے میں شریک تھا کہ دفعۃً اُس نے ایک چیخ ماری اور سانس پھولنے لگا اور کہا کہ میری ماں دوزخ میں جل رہی ہے اس کی حالت مجھے نظر آئی قرطبیؒ کہتے ہیں کہ میں اس کی گھبراہٹ دیکھ رہا تھا۔ مجھے خیال آیا کہ ایک نصاب اس کی ماں کو بخش دوں جس سے اس کی سچائی کا بھی مجھے تجربہ ہوجائیگا۔ چنانچہ میں نے ایک نصاب ستر ہزار کا اُن نصابوں میں سے جو اپنے لیے پڑھے تھے اس کی ماں کو بخش دیا۔ میں نے اپنے دل میں چپکے ہی سے بخشا تھا اور میرے اس پڑھنے کی خبر بھی اللہ کے سوا کسی کو نہ تھی مگر وہ نوجوان فوراً کہنے لگا کہ چچا میری ماں دوزخ کے عذاب سے ہٹادی گئی۔ قرطبیؒ کہتے ہیں کہ مجھے اس قصہ سے دو فائدے ہوئے۔ ایک تو اس برکت کا جو ستر ہزار کی مقدار پر میں نے سنی تھی اس کا تجربہ ہوا دوسرے اس نوجوان کی سچائی کا یقین ہوگیا۔

یہ ایک واقعہ ہے اس قسم کے نہ معلوم کتنے واقعات اس اُمت کے افراد میں پائے جاتے ہیں۔ صوفیہ کی اصطلاح میں ایک معمولی چیز پاسِ انفاس ہے یعنی اس کی مشق کہ کوئی سانس اللہ کے ذکر کے بغیر نہ اندر جائے نہ باہر آئے۔ اُمت محمدیہ کے کروڑوں افراد ایسے ہیں جن کو اسکی مشق حاصل ہے تو پھر کیا تردد ہے حضرت عیسیٰ علی نبینا وعلیہ الصلوٰۃ والسلام کے اس ارشاد میں کہ ان کی زبانیں اس کلمہ لا الہ الا اللہ کے ساتھ مانوس اور ہوگئیں۔

دعا کیجئے: اللہ پاک ہمیں بھی کلمہ طیبہ کے فوائد وثمرات عطا فرمائیں وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ

جنت کے دروازہ پر لکھی ہوئی عبارت

عن ابن عباس رضی اللّٰه عنه ان رسول اللّٰه صلی اللّٰه علیه وسلم قال مکتوب علی باب الجنة اننی انا اللّٰه لا اله الا انا لا اعذب من قالها۔ (اخرجه ابو الشیخ کذافی الدر)

ترجمہ: حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ جنت کے دروازہ پر یہ لکھا ہوا ہے۔(اِنَّنِیْ اَنَا اللّٰهُ لَآ اِلٰهَ اِلَّآ اَنَا لَآ اُعَذِّبُ مَنْ قَالَهَا) میں ہی اللہ ہوں میرے سوا کوئی معبود نہیں جو شخص اس (کلمہ) کو کہتا رہے گا۔ میں اسکو عذاب نہیں کرونگا۔

تشریح: گناہوں پر عذاب کا ہونا دوسری احادیث میں بکثرت آیا ہے اس لئے اس سے اگر دائمی عذاب مراد ہو تو کوئی اشکال نہیں لیکن کوئی خوش قسمت ایسے اخلاص سے اس جملہ کا ورد رکھنے والا ہو کہ باوجود گناہوں کے اس کو بالکل عذاب نہ کیا جائے یہ بھی رحمتِ خداوندی سے بعید نہیں ہے۔

عذاب سے حفاظت

حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم حضرت جبرئیل علیہ السلام سے نقل کرتے ہیں کہ اللہ جل جلالہٗ کا ارشاد ہے کہ میں ہی اللہ ہوں میرے سوا کوئی معبود نہیں لہٰذا میری ہی عبادت کیا کرو جو شخص تم میں سے اخلاص کے ساتھ لا الہ الا اللہ کی گواہی دیتا ہوا آوے گا۔ وہ میرے قلعہ میں داخل ہو جائیگا اور جو میرے قلعہ میں داخل ہوگا وہ میرے عذاب سے مامون ہوگا۔

فائدہ: اگر یہ بھی کبائر سے بچنے کے ساتھ مشروط ہو جیسا کہ حدیث نمبر ۵ میں گذر چکا تب تو کوئی اشکال ہی نہیں اور اگر کبائر کے باوجود یہ کلمہ کہے تو پھر قواعد کے موافق تو عذاب سے مراد دائمی عذاب ہے' ہاں اللہ جل شانہٗ کی رحمت قواعد کی پابند نہیں۔ قرآن پاک کا صاف ارشاد ہے کہ اللہ جل شانہٗ شرک کو معاف نہیں فرمائیں گے' اس کے علاوہ جس کو چاہیں گے معاف کر دیں گے۔ چنانچہ ایک حدیث میں ہے کہ حق تعالیٰ شانہٗ اسی شخص کو عذاب کرتے ہیں جو اللہ پر تمرد (ہیکڑی) کرے اور لا الہ الا اللہ کہنے سے انکار کرے۔ ایک حدیث میں آیا ہے کہ لا الہ الا اللہ حق تعالیٰ شانہٗ کے غصہ کو دُور کرتا رہتا ہے جب تک کہ دنیا کو دین پر ترجیح نہ دینے لگیں اور جب دنیا کو دین پر ترجیح دینے لگیں اور لا اله الا الله کہتے رہیں تو حق تعالیٰ شانہٗ فرماتے ہیں کہ تم اپنے دعوٰی میں سچے نہیں ہو۔

افضل ذکر اور افضل استغفار

حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ تمام ذکروں میں افضل لا الہ الا اللہ ہے اور تمام دعاؤں میں افضل استغفار ہے پھر اس کی تائید میں سورہ محمد کی آیت فَاعْلَمْ اَنَّهٗ لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ تلاوت فرمائی۔

اس فصل کی سب سے پہلی حدیث میں بھی یہ مضمون گذر چکا ہے کہ لا اله الا الله سب اذکار سے افضل ہے جسکی وجہ صوفیہ نے یہ لکھی ہے کہ دل کے پاک ہونے میں اس ذکر کو خاص مناسبت ہے اس کی برکت سے دل ساری ہی گندگیوں سے پاک ہو جاتا ہے اور جب اس کیساتھ استغفار بھی شامل ہو جائے تو پھر کیا ہی کہنا۔ ایک حدیث میں وارد ہے کہ حضرت یونس ؑ کو جب مچھلی نے کھالیا تھا تو اس کے پیٹ میں ان کی یہ دعا تھی لَآ اِلٰهَ اِلَّآ اَنْتَ سُبْحٰنَكَ اِنِّیْ كُنْتُ مِنَ الظّٰلِمِیْنَ جو شخص بھی ان الفاظ سے دُعا مانگے گا وہ ضرور قبول ہوگی۔ اس فصل کی سب سے پہلی حدیث میں بھی یہ مضمون گذرا ہے کہ سب سے افضل اور بہترین ذکر لا اله الا الله ہے لیکن وہاں سب سے افضل دعا الحمدللہ ارشاد ہوا تھا اور یہاں استغفار وارد ہے۔ اس قسم کا اختلاف حالات کے اعتبار

سے بھی ہوتا ہے ایک متقی پرہیزگار ہے اس کے لئے الحمد للہ سب سے افضل ہے۔ایک گناہ گار ہے وہ توبہ و استغفار کا بہت محتاج ہے اس کے حق میں استغفار سب سے اہم ہے۔اس کے علاوہ افضلیت بھی مختلف وجوہ سے ہوتی ہے منافع کے حاصل کرنے کے واسطے اللہ کی حمد وثنا سب سے زیادہ نافع ہے اور مضرتیں اور تنگیاں دُور کرنے کے لئے استغفار سب سے زیادہ مفید ہے۔ان کے علاوہ اور بھی وجوہ اس قسم کے اختلاف کی ہوتی ہے۔

شیطان اور انسان کی ہلاکت کا سامان

حضرت ابوبکر صدیقؓ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم سے نقل کرتے ہیں کہ لا الہ الا اللہ اور استغفار کو بہت کثرت سے پڑھا کرو۔شیطان کہتا ہے کہ میں نے لوگوں کو گناہوں سے ہلاک کیا اور انہوں نے مجھے لا الہ الا اللہ اور استغفار سے ہلاک کردیا۔جب میں نے دیکھا (کہ یہ تو کچھ بھی نہ ہوا) تو میں نے ان کو ہوائے نفس (یعنی بدعات) سے ہلاک کیا اور وہ اپنے کو ہدایت پر سمجھتے رہے۔

لا الہ الا اللہ اور استغفار سے ہلاک کرنے کا مطلب یہ ہے کہ شیطان کا منتہائے مقصد دل پر اپنا زہر چڑھانا ہے جس کا ذکر باب اوّل فصل دوم کے نمبر ۱۴ پر گذر چکا اور یہ زہر جب ہی چڑھتا' جب دل اللہ کے ذکر سے خالی ہو ورنہ شیطان کی ذلت کیساتھ دل سے واپس ہونا پڑتا ہے اور اللہ کا ذکر دلوں کی صفائی کا ذریعہ ہے۔چنانچہ مشکوٰۃ میں حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم سے نقل کیا ہے کہ ہر چیز کیلئے ایک صفائی ہوتی ہے دلوں کی صفائی اللہ کا ذکر ہے۔اسی طرح استغفار کے بارہ میں کثرت سے احادیث میں یہ وارد ہوا ہے کہ دلوں کے مَیل اور زنگ کو دوُر کرنے والا ہے۔ابوعلی دقاقؒ کہتے ہیں کہ جب بندہ اخلاص سے لا الہ کہتا ہے تو ایک دم دِل صاف ہوجاتا ہے (جیسا آئینہ پر بھیگا ہوا کپڑا پھیرا جائے) پھر وہ الا اللہ کہتا ہے تو صاف دل پر اُس کا نور ظاہر ہوتا ہے۔ایسی صورت میں ظاہر ہے کہ شیطان کی ساری ہی کوشش بے کار ہوگئی اور ساری محنت رائیگاں گئی۔ہوائے نفس سے ہلاک کرنے کا مطلب یہ ہے کہ ناحق کو حق سمجھنے لگے اور جو دل میں آجائے اسی کو دین اور مذہب بنالے۔قرآن شریف میں کئی جگہ اس کی مذمت وارد ہوئی ہے۔ایک جگہ ارشاد ہے

أَفَرَأَيْتَ مَنِ اتَّخَذَ إِلَٰهَهُ هَوَاهُ وَأَضَلَّهُ اللَّهُ عَلَىٰ عِلْمٍ وَخَتَمَ عَلَىٰ سَمْعِهِ وَقَلْبِهِ وَجَعَلَ عَلَىٰ بَصَرِهِ غِشَاوَةً فَمَن يَهْدِيهِ مِن بَعْدِ اللَّهِ ۚ أَفَلَا تَذَكَّرُونَ (سورۂ جاثیہ رکوع ۳)

(کیا آپ نے اس شخص کی حالت بھی دیکھی جس نے اپنا خدا اپنی خواہش نفس کو بنا رکھا ہے اور خدا تعالیٰ نے اسکو باوجود سمجھ بُوجھ کے گمراہ کردیا ہے اور اس کے کان اور دل پر مہر لگادی اور آنکھ پر پردہ ڈالدیا (کہ حق بات کو نہ سُنتا ہے نہ دیکھتا ہے نہ دل میں اُترتی ہے) پس اللہ کے (گمراہ کردینے کے) بعد کون ہدایت کرسکتا ہے پھر بھی تم نہیں سمجھتے) دوسری جگہ ارشاد ہے وَمَنْ أَضَلُّ مِمَّنِ اتَّبَعَ هَوَاهُ بِغَيْرِ هُدًى مِّنَ اللَّهِ ۚ إِنَّ اللَّهَ لَا يَهْدِي الْقَوْمَ الظَّالِمِينَ (سورۂ قصص رکوع ۵)

(ایسے شخص سے زیادہ گمراہ کون ہوگا جو اپنی نفسانی خواہش پر چلتا ہو بغیر اس کے کہ کوئی دلیل اللہ کی طرف سے (اُس کے پاس) ہو اللہ تعالیٰ ایسے ظالموں کو ہدایت نہیں کرتا) اور بھی متعدد جگہ اس قسم کا مضمون وارد ہوا یہ شیطان کا بہت ہی سخت حملہ ہے کہ وہ غیر دین کو دین کے لباس میں سمجھاوے اور آدمی اس کو دین سمجھ کر کرتا رہے اور اُس پر ثواب کا اُمیدوار بنا رہے۔اور جب وہ اس کو عبادت اور دین سمجھ کر کررہا ہے تو اس سے توبہ کیونکر کرسکتا ہے۔اگر کوئی شخص زنا کاری' چوری وغیرہ گناہوں میں مبتلا ہوتو کسی نہ کسی وقت توبہ اور چھوڑ دینے کی اُمید ہے' لیکن جب کسی ناجائز کام کو وہ عبادت سمجھتا ہے تو اس سے توبہ کیوں کرے اور کیوں اس کو چھوڑے بلکہ دن بدن اس میں ترقی کرے گا۔یہی مطلب ہے شیطان کے اس کہنے کا کہ میں نے گناہوں میں مبتلا کیا لیکن ذکر اذکار توبہ استغفار سے وہ مجھے

دق کرتے رہے تو میں نے ایسے جال میں پھانس دیا کہ اس سے نکل ہی نہیں سکتے۔ اس لئے دین کے ہر کام میں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اور صحابہ کرام کے طریقہ کو اپنا رہبر بنانا بہت ہی ضروری امر ہے اور کسی ایسے طریقہ کو اختیار کرنا جو خلافِ سنت ہو۔ نیکی برباد گناہ لازم ہے۔ امام غزالیؒ نے حسن بصریؒ سے بھی نقل کیا ہے وہ فرماتے ہیں۔ ہمیں یہ روایت پہنچی کہ شیطان کہتا ہے کہ میں نے اُمتِ محمدیہؐ کے سامنے گناہوں کو زیب وزینت کے ساتھ پیش کیا مگر ان کے استغفار نے میری کمر توڑ دی تو میں نے ایسے گناہ ان کے پاس پیش کئے جن کو وہ گناہ ہی نہیں سمجھتے کہ اُن سے استغفار کریں اور وہ اُہواء یعنی بدعات ہیں کہ وہ ان کو دین سمجھ کر کرتے ہیں۔ وہبؒ بن منبہؒ کہتے ہیں کہ اللہ سے ڈر تو شیطان کو مجمعوں میں لعنت کرتا ہے اور چپکے سے اس کی اطاعت کرتا ہے اور اس سے دوستی کرتا ہے۔ بعض صوفیہ سے منقول ہے کہ کس قدر تعجب کی بات ہے کہ حق تعالیٰ شانہٗ جیسے مُحسن کے احسانات معلوم ہونیکے بعد اور اُن کے اقرار کے بعد اس کی نافرمانی کی جائے اور شیطان کی دشمنی کے باوجود اس کی عیاری اور سرکشی معلوم ہونے کے باوجود اس کی اطاعت کی جائے۔

دعا کیجئے: اے اللہ! ہمیں ایسا بنا دیجئے کہ ہم اپنے سارے دل کیساتھ آپ سے محبت کریں اور آپ کو راضی کرنے میں اپنی ساری کوششیں صرف کر دیں۔ وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ

تعلق مع اللہ کی حقیقت

عارف باللہ حضرت ڈاکٹر عبدالحیٔ عارفی قدس سرہٗ نے فرمایا:...... تعلق مع اللہ کیا چیز ہے اور کیسے حاصل ہوگا؟ تعلق مع اللہ کا ذریعہ تعلق مع الخلق ہے' پہلے مخلوق کے ہو جاؤ پھر خالق کے' اللہ تعالیٰ نے اپنے تعلق کے تمام آداب مخلوق کے ساتھ رکھے ہیں۔ اللہ تعالیٰ مخلوق کے لئے خالق ہیں' رب ہیں۔ ارحم الراحمین ہیں' کارساز ہیں۔ تمام صفتیں مخلوق سے وابستہ ہیں۔ مخلوق کا حق ادا کرو۔ تعلق مع اللہ خود بخود حاصل ہوگا۔ ایک مرتبہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے اللہ تعالیٰ سے عرض کیا کہ آپ کس دن اپنا جلوہ دکھائیں گے؟ میں آپ کا منتظر ہوں۔

کبھی اے حقیقت منتظر نظر آ لباس مجاز میں! کہ ہزاروں سجدے تڑپ رہے ہیں مری جبینِ نیاز میں

اللہ تعالیٰ نے فرمایا آئیں گے' وعدہ کرلیا' اب حضرت عیسیٰ منتظر ہیں کہ اللہ میاں کب جلوہ نمائی فرماتے ہیں۔ کچھ عرصہ گزر گیا عرض کیا یا اللہ' میں تو بہت منتظر ہوں' اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہاں' میں تو آیا تھا مگر تم نے التفات ہی نہیں کیا تم سے ایک سائل نے سوال کیا تھا مگر تم نے اس کو رد کر دیا' وہ ہم ہی تو تھے اور تمہارے پڑوس میں ایک شخص بیمار تھا تو عیادت کو نہیں گئے' تم ہماری عیادت کو نہیں آئے کیونکہ وہ ہم ہی تھے تو معلوم ہوا کہ ان کے جلوے مخلوق میں نظر آتے ہیں۔ عالم خلق میں صفاتِ الٰہیہ کا ظہور ہے۔ جب تک صفات سے آشنا نہ ہوں گے ذات سے آشنا نہیں ہو سکتے اور ان تک نہیں پہنچ سکتے۔ عالم خلق میں صفات کا ظہور اس طرح سے ہے کہ کہیں وہ تواب رحیم ہے' کہیں صفتِ خالقیت' کہیں ربوبیت ہے' کہیں گنہگاروں کے لئے ستاریت اور غفاریت کا پرتو ہے تو جو شخص صفات سے آشنا ہو جاتا ہے وہ حقیقت میں ذات سے آشنا ہو جاتا ہے۔

صفات میں بڑی کشش ہے۔ حسن اگر ذات میں ہے تو صفات میں بھی ہے۔ حسن ایک چیز ہے جو اگر ذات سے تعلق رکھتا ہے تو صفات میں اس کے جلوے ہیں۔ سورج میں اگر روشنی ہے تو اس کے مظاہر بھی ہیں۔ ان میں بھی روشنی آئے گی۔ اللہ تعالیٰ حسین وجمیل ہیں تو ان کے جمال کے بھی مظاہر ہیں۔ اب اللہ تعالیٰ کی صفات کیسے معلوم ہوں گی؟ وہ اس طرح سے کہ اپنی ذات پر انعام الٰہیہ کو دیکھو کہ کس طرح حیرت انگیز طور پر ہم پر انعامات کی بارش ہو رہی ہے۔

توحید ورسالت پر مرنے والا جنت میں داخل ہوگا

عن معاذ بن جبل رضی الله عنه قال قال رسول الله صلی الله علیه وسلم لا یموت عبد یشهد ان لا اله الا الله وانی رسول الله یرجع ذلک الی قلب موقن الا دخل الجنة وفی روایة الا غفر الله له. (اخرجه احمد)

ترجمہ: حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے۔ کہ جو شخص بھی اس حال میں مرے کہ لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ کی پکے دل سے شہادت دیتا ہو ضرور جنت میں داخل ہوگا۔ دوسری حدیث میں ہے کہ ضرور اُس کی اللہ تعالیٰ مغفرت فرمادیں گے۔

تشریح: حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم سے صحیح حدیث میں یہ بھی نقل کیا گیا کہ خوشخبری سنو اور دوسروں کو بھی بشارت سُنادو کہ جو شخص سچے دل سے لا اله الا الله کا اقرار کرے وہ جنت میں داخل ہوگا۔ اللہ جل جلالہٗ کے یہاں اخلاص کی قدر ہے اور اخلاص کے ساتھ تھوڑا سا عمل بھی بہت زیادہ اجر و ثواب رکھتا ہے۔ دنیا کے دکھاوے کے واسطے لوگوں کے خوش کرنے کیواسطے کوئی کام کیا جاوے وہ تو اُن کی سرکار میں بے کار ہے بلکہ کرنیوالے کے لئے وَبال ہے لیکن اخلاص کے ساتھ تھوڑا سا عمل بھی بہت کچھ رنگ لاتا ہے۔ اسلئے اخلاص سے جو شخص کلمہ شہادت پڑھے اس کی ضرور مغفرت ہوگی وہ ضرور جنت میں داخل ہوکر رہے گا اس میں ذرا بھی تردّد نہیں۔ یہ ممکن ہے کہ وہ اپنے گناہوں کی وجہ سے کچھ دنوں سزا بھگت کر داخل ہو لیکن ضروری نہیں، کسی مخلص کا اخلاص مالک الملک کو پسند ہو اس کی کوئی خدمت ہی پسند آجائے تو وہ سارے ہی گناہوں کو معاف فرما سکتے ہیں۔ ایسی کریم ذات پر ہم نہ مرمٹیں کتنی سخت محرومی ہے، بہرحال ان احادیث میں کلمہ طیبہ کے پڑھنے والے کیلئے بہت کچھ وعدے ہیں جن میں دونوں احتمال ہیں۔ قواعد کے موافق گناہوں کی سزا کے بعد معافی اور کرم لطف احسان اور مراحم خسروانہ میں بلا عذاب معافی۔

یحییٰ بن اکثم کا واقعہ

یحییٰ بن اکثمؒ ایک محدث ہیں۔ جب اُن کا انتقال ہوا تو ایک شخص نے ان کو خواب میں دیکھا۔ اُن سے پوچھا۔ کیا گذری۔ فرمانے لگے کہ میری پیشی ہوئی۔ مجھ سے فرمایا۔ او گنہگار بوڑھے! تو نے فلاں کام کیا فلاں کیا میرے گناہ گنوائے گئے اور کہا گیا کہ تُو نے ایسے ایسے کام کئے۔ میں نے عرض کیا یا اللہ مجھے آپ کی طرف سے یہ حدیث نہیں پہنچی۔ فرمایا اور کیا حدیث پہنچی۔ عرض کیا۔ مجھ سے عبدالرزاقؒ نے کہا اُن سے معمرؒ نے کہا اُن سے زہریؒ نے کہا اُن سے عروہؒ نے کہا اُن سے حضرت عائشہؓ نے کہا اُن سے حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا اُن سے حضرت جبرئیلؑ نے عرض کیا اُن سے آپ نے فرمایا کہ جو شخص اسلام میں بوڑھا ہو اور میں اسکو اس کے اعمال کی وجہ سے) عذاب دینے کا ارادہ بھی کروں لیکن اس کے بُڑھاپے سے شرما کر معاف کر دیتا ہوں اور یہ آپ کو معلوم ہے کہ میں بوڑھا ہوں۔ ارشاد ہوا کہ عبدالرزاقؒ نے سچ کہا اور معمرؒ نے بھی سچ کہا زہریؒ نے بھی سچ کہا عروہؒ نے بھی سچ نقل کیا عائشہؓ نے بھی سچ کہا اور نبیؐ نے بھی سچ کہا اور جبرئیلؑ نے بھی سچ کہا اور میں نے بھی سچّی بات کہی۔ یحییٰ رحمہ اللہ کہتے ہیں کہ اس کے بعد مجھے جنت میں داخلہ کا ارشاد فرمادیا۔

بغیر حجاب کے اللہ تعالیٰ کو پہنچانے والی چیز

حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ ہر عمل کے لئے اللہ کے یہاں پہنچنے کیلئے درمیان میں حجاب ہوتا ہے مگر لا الہ الا اللہ اور باپ کی دُعا بیٹے کیلئے ان دونوں کیلئے کوئی حجاب نہیں۔

پردہ نہ ہونے کا یہ مطلب ہے کہ ان چیزوں کے قبول ہونے میں ذرا سی بھی دیر نہیں لگتی اور اُمور کے درمیان میں قبول تک اور بھی واسطے حائل ہوتے ہیں لیکن یہ چیزیں براہِ راست بارگاہِ الٰہی تک فوراً پہنچتی ہیں۔

ایک بادشاہ کا واقعہ: ایک کافر بادشاہ کا قصہ لکھا ہے کہ نہایت متشدد متعصب تھا اتفاق سے مسلمانوں کی ایک لڑائی میں گرفتار ہوگیا چونکہ مسلمانوں کو اس سے تکلیفیں بہت پہنچی تھی اس لئے انتقام کا جوش ان میں بھی بہت تھا' اس کو ایک دیگ میں ڈال کر آگ پر رکھ دیا۔ اُس نے اوّل اپنے بتوں کو پکارنا شروع کیا اور مدد چاہی' جب کچھ بن نہ پڑا تو وہیں مسلمان ہوا اور لا الہ الا اللہ کا ورد شروع کیا' لگاتار پڑھ رہا تھا اور ایسی حالت میں جس خلوص اور جوش سے پڑھا جاسکتا ہے ظاہر ہے۔ فوراً اللہ تعالیٰ شانہٗ کی طرف سے مدد ہوئی اور اس زور سے بارش ہوئی کہ وہ ساری آگ بھی بجھ گئی' اور دیگ ٹھنڈی ہوگئی۔ اس کے بعد زور سے آندھی چلی جس سے وہ دیگ اُڑی اور دُور کسی شہر میں جہاں سب ہی کافر تھے جا کر گری۔ یہ شخص لگاتار کلمہ طیبہ پڑھ رہا تھا۔ لوگ اُس کے گرد جمع ہوگئے اور اعجوبہ دیکھ کر متحیّر تھے اس سے حال دریافت کیا اس نے اپنی سرگذشت سنائی جس سے وہ لوگ بھی مسلمان ہوگئے۔

اللہ کی رضا کیلئے کلمہ پڑھنے والے پر جہنم حرام ہے

حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے نہیں آئے گا کوئی شخص قیامت کے دن کہ لا الہ الا اللہ کو اس طرح سے کہتا ہو کہ اللہ کی رضا کے سوا کوئی مقصود نہ ہو مگر جہنم اس پر حرام ہوگی۔

فائدہ: جو شخص اخلاص کے ساتھ کلمہ طیبہ کا ورد کرتا رہا ہو اُس پر جہنم کی آگ حرام ہونا ظاہری قواعد کے موافق تو مقید ہے کبائر گناہ ہونے کیساتھ یا جہنم کے حرام ہونے سے اُسمیں ہمیشہ کا رہنا حرام ہے۔ لیکن اللہ جل شانہٗ اس پاک کلمہ کو اخلاص سے پڑھنے والے کو باوجود گناہوں کے بالکل ہی جہنم سے معاف فرما دیں تو کون روکنے والا ہے۔ احادیث میں ایسے بندوں کا بھی ذکر آتا ہے کہ قیامت کے دن حق تعالیٰ شانہٗ بعض لوگوں کو فرمائیں گے تو نے فلاں گناہ کیا فلاں کیا۔ اس طرح جب بہت سے گناہ گنوائے جاچکیں گے اور وہ سمجھے گا کہ میں ہلاک ہوگیا اور اقرار کے بغیر چارۂ کار نہ ہوگا تو ارشاد ہوگا کہ ہم نے دنیا میں تیری ستاری کی آج بھی ستاری کرتے ہیں تجھے معاف کردیا۔ اس نوع کے بہت سے واقعات احادیث میں موجود ہیں۔ اس لئے اُن ذاکرین کے لئے بھی اس قسم کا معاملہ ہو تو بعید نہیں ہے۔ اللہ کے پاک نام میں بڑی برکت اور بہبودی ہے اس لئے جتنی بھی کثرت ہوسکے دریغ نہ کرنا چاہیے۔ کیا ہی خوش نصیب ہیں وہ مبارک ہستیاں جنہوں نے اس پاک کلمہ کی برکات کو سمجھا اور اسکے ورد میں عمریں ختم کردیں۔

دعا کیجئے

اے اللہ! ہمیں ایسا بنا دیجئے کہ ہم اپنے سارے دل کیساتھ آپ سے محبت کریں اور آپ کو راضی کرنے میں اپنی ساری کوششیں صرف کردیں۔ اے اللہ! ہمیں ایسا بنا دیجئے کہ ہم سب سے زیادہ آپ کا ذکر کرنے والے سب سے زیادہ آپ کو فرمانبرداری کرنے والے اور سب سے زیادہ آپ سے محبت کرنے والے بن جائیں۔

وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ

موت کی تکلیف سے محفوظ رکھنے والا کلمہ

عن یحییٰ بن طلحة رضی الله عنه بن عبدالله قال روی طلحة حرینا فقیل له مالک قال انی سمعت رسول الله صلی الله علیه وسلم یقول انی لا علم کلمة لا یقولها عبد عند موته الا نفس الله عنه کربته واشرق لونه ورأی ما یسره وما منعنی ان اسأله عنها الا القدرة علیه حتی مات فقال عمر رضی الله عنه انی لا علمها قال فماهی قال لا نعلم کلمة هی اعظم من کلمة امربها عمه لا اله الا الله قال فهی والله هی. (اخرجه البیهقی)

ترجمہ: حضرت طلحہؓ کو لوگوں نے دیکھا کہ نہایت غمگین بیٹھے ہیں۔ کسی نے پوچھا کیا بات ہے فرمایا میں نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے یہ سُنا تھا کہ مجھے ایک کلمہ معلوم ہے کہ جو شخص مرتے وقت اس کو کہے تو موت کی تکلیف اس سے ہٹ جائے اور رنگ چمکنے لگے اور خوشی کا منظر دیکھے مگر مجھے حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم سے اس کلمہ کے پُوچھنے کی قدرت نہ ہوئی (اسکا رنج ہو رہا ہے) حضرت عمرؓ نے فرمایا مجھے معلوم ہے طلحہؓ (خوش ہوکر) کہنے لگے کیا ہے۔ حضرت عمرؓ نے فرمایا ہمیں معلوم ہے کہ کوئی کلمہ اس سے بڑھا ہوا نہیں ہے جس کو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے چچا (ابوطالب) پر پیش کیا تھا اور وہ یہ ہے لا الہ الا اللہ فرمایا واللہ یہی ہے' واللہ یہی ہے۔

پانچ اندھیرے اور پانچ چراغ

تشریح: کلمہ طیبہ کا سراسر نور و سرور ہونا بہت سی روایات سے معلوم و مفہوم ہوتا ہے۔ حافظ ابن حجرؒ نے منبہات میں حضرت ابوبکر صدیقؓ سے نقل کیا ہے کہ اندھیرے پانچ ہیں اور پانچ ہی ان کیلئے چراغ ہیں۔ دنیا کی محبت اندھیرا ہے جس کا چراغ تقویٰ ہے اور گناہ اندھیرا ہے جس کا چراغ توبہ ہے اور قبر اندھیرا ہے جس کا چراغ **لا اله الا الله محمد رسول الله** ہے اور آخرت اندھیرا ہے جس کا چراغ نیک عمل ہے اور پُل صراط اندھیرا ہے جس کا چراغ یقین ہے۔ رابعہ عدویہؒ مشہور ولیّہ ہیں۔ رات بھر نماز میں مشغول رہتیں صبح صادق کے بعد تھوڑی دیر سو رہتیں اور جب صبح کا چاندنا اچھی طرح ہو جاتا تو گھبرا اٹھتیں اور نفس کو ملامت کرتیں کہ کب تک سوتا رہیگا عنقریب قبر کا زمانہ آنیوالا ہے جس میں صور پھونکنے تک سونا ہی ہوگا۔ جب انتقال کا وقت قریب ہوا تو ایک خادمہ کو وصیّت فرمائی کہ یہ ادنیٰ گدڑی جس کو وہ تہجد کے وقت پہنا کرتی تھیں اس میں مجھے کفن دے دینا اور کسی کو میرے مرنے کی خبر نہ کرنا۔ چنانچہ حسب وصیت تجہیز و تکفین کردی گئی۔ بعد میں اُس خادمہ نے خواب میں دیکھا کہ وہ نہایت عُمدہ لباس پہنے ہوئے ہیں اُس نے دریافت کیا کہ وہ آپ کی گدڑی کیا ہوئی جس میں کفن دیا گیا تھا فرمایا کہ لپیٹ کر میرے اعمال کے ساتھ رکھ دی گئی۔ انہوں نے درخواست کی کہ مجھے کوئی نصیحت فرمائیں کہا کہ اللہ کا ذکر جتنا بھی کرسکو کرتی رہو کہ اس کی وجہ سے تم قبر میں قابلِ رشک بن جاؤ گی۔

کلمہ نجات:

حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم (روحی فداہ) کے وصال کیوقت صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اجمعین کو اس قدر سخت صدمہ تھا کہ بہت سے مختلف طور کے وساوس میں مبتلا ہو گئے تھے۔ حضرت

عثمانؓ فرماتے ہیں کہ میں بھی ان ہی لوگوں میں تھا جو وساوس میں گھرے ہوئے تھے حضرت عمرؓ میرے پاس تشریف لائے مجھے سلام کیا مگر مجھے مطلق پتہ نہ چلا انہوں نے حضرت ابوبکرؓ سے شکایت کی (عثمانؓ بھی بظاہر خفا ہیں کہ میں نے سلام کیا انہوں نے جواب بھی نہ دیا) اسکے بعد دونوں حضرات اکٹھے تشریف لائے اور سلام کیا اور حضرت ابوبکرؓ نے دریافت فرمایا کہ تم نے اپنے بھائی عمرؓ کے سلام کا بھی جواب نہ دیا (کیا بات ہے) میں نے عرض کیا کہ میں نے تو ایسا نہیں کیا، حضرت عمرؓ نے فرمایا ایسا ہی ہوا۔ میں نے عرض کیا کہ مجھے تو آپ کے آنے کی بھی خبر نہیں ہوئی کہ کب آئے نہ سلام کا پتہ چلا۔ حضرت ابوبکرؓ نے فرمایا سچ ہے ایسا ہی ہوا ہوگا غالباً تم کسی سوچ میں بیٹھے ہوگے میں نے عرض کیا واقعی میں ایک گہری سوچ میں تھا۔ حضرت ابوبکرؓ نے دریافت فرمایا کیا تھا میں نے عرض کیا حضورؐ کا وصال ہوگیا اور ہم نے یہ بھی نہ پوچھ لیا کہ اس کام کی نجات کس چیز میں ہے۔ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ میں پوچھ چکا ہوں۔ میں اُٹھا اور میں نے کہا، تم پر میرے ماں باپ قربان واقعی تم ہی زیادہ مستحق تھے اس کے دریافت کرنیکے (کہ دین کی ہر چیز میں آگے بڑھنے والے ہو) حضرت ابوبکرؓ نے فرمایا۔ میں نے حضورؐ سے دریافت کیا تھا کہ اس کام کی نجات کیا ہے آپ نے فرمایا کہ جو شخص اس کلمہ کو قبول کرلے جس کو میں نے اپنے چچا (ابوطالب پر اُنکے انتقال کے وقت) پیش کیا تھا اور انہوں نے رد کردیا تھا وہی کلمہ نجات ہے۔

وفات حسرت آیات پر صحابہؓ کی پریشانی

وساوس میں مبتلا ہونے کا مطلب یہ ہے کہ صحابہ کرام اس وقت رنج و غم کی شدت میں ایسے پریشان ہوگئے تھے کہ حضرت عمرؓ جیسے جلیل القدر بہادر تلوار ہاتھ میں لیکر کھڑے ہوگئے تھے کہ جو شخص یہ کہے گا کہ حضورؐ کا وصال ہوگیا اس کی گردن اُڑا دوں گا۔ حضورؐ نے اپنے رب سے ملنے تشریف لے گئے ہیں۔ جیسا کہ حضرت موسیٰ طور پر تشریف لے گئے تھے۔ بعض صحابہؓ کو یہ خیال پیدا ہوگیا کہ دین اب ختم ہوچکا۔ بعض اس سوچ میں تھے کہ اب دین کے فروغ کی کوئی صورت نہیں ہوسکتی۔ بعض بالکل گم تھے کہ اُن سے بولا ہی نہیں جاتا تھا ایک ابوبکرؓ صدیق کا دم تھا جو حضورؐ کے ساتھ کمالِ عشق اور کمالِ محبت کے باوجود اس وقت ثابت قدم اور جمے ہوئے قدم سے کھڑے رہے تھے۔ انہوں نے للکار کر خطبہ پڑھا جس میں وما محمد الا رسول والی آیت پڑھی جس کا ترجمہ ہے کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم نرے رسول ہی تو ہیں (خدا تو نہیں ہیں جسے موت آ ہی نہ سکے) پس اگر وہ مر جائیں یا شہید ہوجائیں تو تم لوگ (دین سے) پھر جاؤ گے اور جو شخص (دین سے) پھر جائیگا وہ خدا کا تو کوئی نقصان نہیں کریگا (اپنا ہی کچھ کھودیگا) مختصر طور پر اس قصہ کو میں اپنے رسالہ حکایاتِ صحابہؓ میں لکھ چکا ہوں۔

دین کے کام کی نجات کا مطلب

آگے جو ارشاد ہے کہ اس کام کی نجات کیا ہے۔ اسکے دو مطلب ہیں ایک یہ کہ دین کے کام تو بہت سے ہیں ان سب کاموں میں مدار کس چیز پر ہے کہ جس کے بغیر چارۂ کار نہ ہو۔ اس مطلب کے موافق جواب ظاہر ہے کہ دین کا سارا مدار کلمہ شہادت پر ہے اور اسلام کی جڑ ہی کلمہ طیبہ ہے۔ دوسرا مطلب یہ ہے کہ اس کام یعنی دین میں دقتیں بھی پیش آتی ہیں وساوس بھی گھیرتے ہیں شیطان کی رخنہ اندازی بھی مستقل ایک مصیبت ہے دنیاوی ضروریات بھی اپنی طرف کھینچتی ہیں اس صورت میں مطلب ارشاد نبوی کا یہ ہے کہ کلمہ طیبہ کی کثرت ان سب چیزوں کا علاج ہے کہ وہ اخلاص پیدا کرنیوالا ہے دلوں کا صاف کرنے والا ہے شیطان کی ہلاکت کا سبب ہے، جیسا کہ ان سب روایات میں اس کے اثرات بہت سے ذکر کئے گئے ہیں۔ ایک حدیث میں آیا ہے کہ **لا الہ الا اللہ** کا کلمہ اپنے پڑھنے والے سے ننانوے قسم کی بلائیں دُور کرتا ہے جن میں سب سے کم غم ہے، جو ہر وقت آدمی پر سوار رہتا ہے۔

وَآخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ

عزت وتقویٰ اور جہنم سے آزادی والا کلمہ

عن عثمان رضی الله عنه قال سمعت رسول الله صلی الله علیه وسلم یقول انی لا علم کلمة لا یقولها عبد حقا من قلبه الا حرم علی النار فقال له عمر رضی الله عنه ابن الخطاب انا احدثک ماهی هی کلمة الاخلاص التی اعز اللّٰه تبارک وتعالیٰ بها محمدا صلی الله علیه وسلم واصحابهؓ وهی کلمة التقوٰی التی الاص علیها نبی الله صلی الله علیه وسلم عمه ابا طالب عند الموت شهادة ان لا اله الا الله. (رواہ احمد)

ترجمہ: حضرت عثمانؓ فرماتے ہیں کہ میں نے حضورؐ سے سنا تھا کہ میں ایک ایسا کلمہ جانتا ہوں کہ جو شخص اس کو حق سمجھ کر اخلاص کے ساتھ دل سے (یقین کرتے ہوئے) اس کو پڑھے تو جہنم کی آگ اُس پر حرام ہے۔ حضرت عمرؓ نے فرمایا کہ میں بتاؤں وہ کلمہ کیا ہے۔ وہ وہی کلمہ ہے جس کے ساتھ اللہ تعالیٰ نے اپنے رسول کو اور اس کے صحابہ کو عزت دی۔ وہ وہی تقوٰی کا کلمہ ہے۔ جس کی حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے چچا ابو طالب سے ان کے انتقال کے وقت خواہش کی تھی۔ وہ شہادت ہے لا الہ الا اللہ کی۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے چچا ابو طالب کا واقعہ

تشریح: حضورؐ کے چچا ابو طالب کا قصہ حدیث تفسیر اور تاریخ کی کتابوں میں مشہور ومعروف ہے کہ جب ان کے انتقال کا وقت قریب ہوا تو چونکہ ان کے احسانات نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اور مسلمانوں پر کثرت سے تھے اسلئے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اُن کے پاس تشریف لے گئے اور ارشاد فرمایا کہ اے میرے چچا!

لا اله الا الله کہہ لیجئے تا کہ مجھے قیامت کے دن آپ کی سفارش کا موقعہ مل سکے اور میں اللہ کے یہاں آپ کے اسلام کی گواہی دے سکوں۔ انہوں نے فرمایا کہ لوگ مجھے یہ طعنہ دیں گے کہ موت کے ڈر سے بھتیجے کا دین قبول کرلیا۔ اگر یہ خیال نہ ہوتا تو میں اسوقت اس کلمہ کے کہنے سے تمہاری آنکھیں ٹھنڈی کر دیتا اس پر حضورؐ رنجیدہ واپس تشریف لائے۔ اسی قصہ میں قرآن پاک کی آیت **انک لا تهدی من احببت** (سورہ قصص رکوع ۶) نازل ہوئی جس کا ترجمہ یہ ہے کہ آپ جس کو چاہیں ہدایت نہیں فرما سکتے بلکہ اللہ جسکو چاہے ہدایت کرتا ہے اس قصہ سے یہ بھی ظاہر ہوگیا کہ جو لوگ فسق و فجور میں مبتلا رہتے ہیں، خدا اور اُس کے رسول سے بیگانہ رہتے ہیں اور یہ سمجھتے ہیں کہ کسی عزیز قریب بزرگ کی دعا سے بیڑا پار ہوجائے گا غلطی میں مبتلا ہیں کام چلانے والا صرف اللہ ہی ہے اسی کی طرف رجوع کرنا چاہیے اُسی سے سچا تعلق قائم کرنا ضروری ہے البتہ اللہ والوں کی صحبت، انکی دعا، اُن کی توجہ معین و مددگار بن سکتی ہے۔

حضرت آدم علیہ السلام کی توبہ کی قبولیت کا سبب

حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ حضرت آدم (علیٰ نبینا وعلیہ الصلوٰۃ والسّلام) سے جنت وہ گناہ صادر ہوگیا (جس کی وجہ سے جنت سے دنیا میں بھیج دیئے گئے تو ہر وقت روتے تھے اور دُعا واستغفار کرتے رہتے تھے ایک مرتبہ) آسمان کی طرف مُنہ کیا اور عرض کیا یا اللہ! محمد (صلی اللہ علیہ وسلم)

کے وسیلہ سے تجھ سے مغفرت چاہتا ہوں وحی نازل ہوئی کہ محمد کون ہیں (جن کے واسطے سے تم نے استغفار کی) عرض کیا کہ جب آپ نے مجھے پیدا کیا تھا تو میں نے عرش پر لکھا ہوا دیکھا تھا۔ لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ تو میں سمجھ گیا تھا کہ محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) سے اونچی ہستی کوئی نہیں ہے جن کا نام تم نے اپنے نام کے ساتھ رکھا۔ وحی نازل ہوئی کہ وہ خاتم النبیین ہیں تمہاری اولاد میں سے ہیں لیکن وہ نہ ہوتے تو تم بھی پیدا نہ کئے جاتے۔

حضرت آدم علیہ السلام کی گریہ وزاری

فائدہ: حضرت آدم علی نبیّنا وعلیہ الصلوٰۃ والسّلام نے اسوقت کیا کیا دعائیں کیں اور کس کس طرح سے گڑگڑائے' اس بارے میں بہت سی روایات وارد ہوئی ہیں اور ان میں کوئی تعارض بھی نہیں جس پر مالک کی ناراضگی' آقا کی خفگی ہوئی ہو وہی جانتا ہے۔ ان بے حقیقت آقاؤں کی ناراضگی کی وجہ سے نوکروں اور خادموں پر کیا کچھ گذر جاتا ہے اور وہاں تو مالک الملک رزّاقِ عالم اور مختصر یہ کہ خدا کا عتاب تھا اور گذر کس پر رہی تھی اس شخص پر جس کو فرشتوں سے سجدہ کرایا۔ اپنا مقرب بنایا۔ جو شخص جتنا ہی مقرب ہوتا ہے اتنا ہی عتاب کا اس پر اثر ہوتا ہے بشرطیکہ کمینہ نہ ہو اور وہ تو نبی تھے۔ حضرت ابن عباسؓ فرماتے ہیں کہ حضرت آدم علیہ السلام اس قدر روئے ہیں کہ تمام دنیا کے آدمیوں کا رونا اگر جمع کیا جائے تو اُن کے برابر نہیں ہوسکتا۔ چالیس برس تک سر اُوپر نہیں اٹھایا۔ حضرت بریدہؓ خود حضورِ اقدس صلی اللہ علیہ وسلم سے نقل کرتے ہیں کہ اگر حضرت آدمؑ کے رونے کا تمام دنیا کے رونے سے مقابلہ کیا جائے تو اُن کا رونا بڑھ جائے گا۔ ایک حدیث میں ہے کہ اگر اُن کے آنسوؤں کو اُن کی تمام اولاد کے آنسوؤں سے وزن کیا جاوے تو اُنکے آنسو بڑھ جائینگے ایسی حالت میں کس کس طرح زاری فرمائی ہوگی ظاہر ہے

یاں لب' پہ لاکھ لاکھ سخن اضطراب میں
واں ایک خامشی مری سب کے جواب میں

اس لئے جو روایات میں ذکر کیا گیا اُن سب کے مجموعہ میں کوئی اشکال نہیں۔ منجملہ اُن کے یہ بھی ہے کہ حضورؐ کا وسیلہ اختیار فرمایا۔ دوسرا مضمون عرش پر **لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ** لکھا ہوا ہونا یہ اور بھی بہت سی مختلف روایتوں میں آیا ہے۔

جنت میں دونوں طرف لکھی ہوئی تین سطریں

حضورؐ ارشاد فرماتے ہیں' میں جنت میں داخل ہوا تو میں نے اس کی دونوں جانبوں میں تین سطریں سونے کے پانی سے لکھی ہوئی دیکھیں۔ پہلی سطر میں **لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ** لکھا تھا دوسری سطر میں **ماقدمنا وجدنا وما اکلنا ربحنا وما خلفنا خسرنا** تھا (جو ہم نے آگے بھیج دیا یعنی صدقہ وغیرہ کر دیا وہ پالیا اور جو دنیا میں کھایا وہ نفع میں رہا اور جو کچھ چھوڑ آئے وہ نقصان رہا اور تیسری سطر میں تھا **امة مذنبة ورب غفور** (اُمت گناہ گار اور مالک بخشنے والا) ایک بزرگ کہتے ہیں میں ہندوستان کے ایک شہر میں پہنچا تو میں نے وہاں ایک درخت دیکھا جس کے پھل بادام کے مشابہ ہوتے ہیں اس کے دو چھلکے ہوتے ہیں جب انکو توڑا جاتا ہے تو اُنکے اندر سے ایک سبز پتہ لپٹا ہوا نکلتا ہے جب اس کو کھولا جاتا ہے تو سُرخی سے **لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ** لکھا ہوا ملتا ہے میں نے اس قصّہ کو ابو یعقوبؒ شکاری سے ذکر کیا۔ انہوں نے کہا تعجب کی بات نہیں۔ میں نے ایلہ میں ایک مچھلی شکار کی تھی اس کے ایک کان پر **لا الہ الا اللہ** اور دوسرے پر **محمد رسول اللہ** لکھا ہوا تھا۔

وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ

اسم اعظم والی دو آیات

عن اسماء رضی الله عنها بنت یزیدبن السّکن عن رسول الله صلی الله علیه وسلم انه قال اسم الله الاعظم فی هاتین الایتین والهکم اله واحد لا اله الا هو الرحمٰن الرحیم والم الله لا اله الا هو الحی القیوم (اخرجه احمد و ابو داؤد)

ترجمہ: حضرت اسماءؓ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم سے نقل کرتی ہیں کہ اللہ کا سب سے بڑا نام (جو اسمِ اعظم کے نام سے عام طور سے مشہور ہے) ان دو آیتوں میں ہے (بشرطیکہ اخلاص سے بڑھی جائیں) وَاِلٰهُكُمْ اِلٰهٌ وَّاحِدٌ لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ الرَّحْمٰنُ الرَّحِيْمُ (سورہ بقرہ ع ١٩) اور الٓمّٓ اللّٰهُ لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ الْحَيُّ الْقَيُّوْمُ (سورہ آل عمران ع ١)

تشریح: اسمِ اعظم کے متعلق روایاتِ حدیث میں کثرت سے وارد ہوا ہے کہ جو دعا بھی اس کے بعد مانگی جاتی ہے وہ قبول ہو جاتی ہے۔

البتہ اسمِ اعظم کی تعیین میں روایات مختلف وارد ہوئی ہیں اور یہ عادت اللہ ہے کہ ہر ایسی مہتم بالشان چیز میں اخفاء کی وجہ سے اختلاف پیدا فرما دیتے ہیں۔ چنانچہ شب قدر کی تعیین میں، جمعہ کے دن میں دعا قبول ہونے کے خاص وقت میں اختلاف ہوا۔ اس میں بہت سی مصالح ہیں جن کو میں اپنے رسالہ فضائل رمضان میں لکھ چکا ہوں۔ اسی طرح اسمِ اعظم کی تعیین میں بھی مختلف روایات وارد ہوئی ہیں۔ منجملہ ان کے یہ روایت بھی ہے جو اُوپر ذکر کی گئی۔ اور بھی روایات میں ان آیتوں کے متعلق ارشاد وارد ہوا ہے۔ حضرت انسؓ حضورؐ سے نقل کرتے ہیں کہ متمرد اور شری شیاطین پر ان دو آیتوں سے زیادہ سخت کوئی آیت نہیں وہ دو ٢ آیتیں وَاِلٰهُكُمْ اِلٰهٌ وَّاحِدٌ سے شروع ہیں۔ ابراہیمؒ بن وسمہ کہتے ہیں کہ مجنونانہ حالتِ نظر کے لئے ان آیات کا پڑھنا مفید ہے۔ جو شخص ان آیات کے پڑھنے کا اہتمام رکھے اس قسم کی چیزوں سے محفوظ رہے وَاِلٰهُكُمْ اِلٰهٌ وَّاحِدٌ پوری آیت (س بقرہ رکوع ١٩) اللّٰهُ لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ الْحَيُّ الْقَيُّوْمُ آیۃ الکرسی اور سورہ بقرہ کی آخر آیت اور ان ربکم الله الذی خلق سے محسنین تک (س اعراف رکوع ٧) اور سورۂ حشر کی آخری آیتیں (هو الله الذی لا اله الا هو سے) ہمیں یہ بات پہنچی کہ سب آیات (جن کو گنوایا) عرش کے کونوں پر لکھی ہوئی ہیں۔ اور ابراہیمؒ یہ بھی کہا کرتے تھے کہ بچوں کو اگر ڈر لگتا ہو یا نظر کا اندیشہ ہو تو یہ آیات اُن کے لئے لکھ دیا کرو۔ علامہ شامیؒ نے حضرت امام اعظمؒ سے نقل کیا ہے کہ اسمِ اعظم لفظ اللہ ہے اور لکھا ہے کہ یہی قول علامہ طحاویؒ اور بہت سے علماء سے نقل کیا گیا ہے اور اکثر عارفین (اکابر صوفیہ) کی یہی تحقیق ہے اسی وجہ سے انکے نزدیک ذکر بھی اسی پاک نام کا کثرت سے ہوتا ہے۔ سیّد الطائفہ حضرت شیخ عبدالقادر جیلانی نور اللہ مرقدہٗ سے بھی نقل کیا گیا ہے فرماتے ہیں کہ اسمِ اعظم اللہ ہے بشرطیکہ جب تو اس پاک نام کو لے تو تیرے دل میں اسکے سوا کچھ نہ ہو۔ فرماتے ہیں کہ عوام کیلئے اس پاک نام کو اس طرح لینا چاہیے کہ جب یہ زبان پر جاری ہو تو عظمت اور خوف کے ساتھ ہو اور خواص کیلئے اس طرح ہو کہ اس پاک نام والے کی ذات وصفات کا بھی استحضار ہو اور اخص الخواص کے لئے یہ ضروری ہے کہ اس پاک ذات کے سوا دل میں کوئی چیز بھی نہ ہو۔ کہتے ہیں کہ قرآن پاک میں بھی یہ مبارک نام اتنی کثرت سے ذکر کیا گیا کہ حد نہیں جس کی مقدار دو ہزار تین سو ساٹھ ٢٣٦٠ بتاتے ہیں شیخ اسمٰعیلؒ فرغانی کہتے ہیں کہ مجھے ایک

عرصہ سے اسمِ اعظم سیکھنے کی تمنا تھی مجاہدے بہت کرتا تھا۔ کئی کئی دن فاقے کرتا حتیٰ کہ فاقوں کی وجہ سے بیہوش ہوکر گر جاتا۔ ایک روز میں دمشق کی مسجد میں بیٹھا تھا کہ دو آدمی مسجد میں داخل ہوئے اور میرے قریب کھڑے ہوگئے۔ مجھے اُن کو دیکھ کر خیال ہوا کہ یہ فرشتے معلوم ہوتے ہیں ان میں سے ایک نے دوسرے سے پوچھا کیا تو اسمِ اعظم سیکھنا چاہتا ہے۔ اُس نے کہا ہاں بتادیجئے۔ میں یہ گفتگو سن کر غور کرنے لگا۔ اُس نے کہا کہ وہ لفظ تو اللہ ہے۔ بشرطیکہ صدق لجا سے ہو۔ شیخ اسمٰعیلؒ کہتے ہیں کہ صدقِ لجا کا مطلب یہ ہے کہ کہنے والے کی حالت اسوقت ایسی ہو کہ جیسا کوئی شخص دریا میں غرق ہورہا ہو اور کوئی بھی اُس کا بچانے والا نہ ہو تو ایسے وقت جس خلوص سے نام لیا جائیگا وہ حالت مراد ہے۔ اسمِ اعظم معلوم ہونے کیلئے بڑی اہلیت اور بڑے ضبط و تحمل کی ضرورت ہے۔ ایک بزرگ کا قصہ لکھا ہے کہ ان کو اسمِ اعظم آتا تھا۔ ایک فقیر اُن کی خدمت میں حاضر ہوئے اور اُن سے تمنا و استدعا کی کہ مجھے بھی سکھادیجئے۔ اُن بزرگ نے فرمایا کہ تم میں اہلیت نہیں ہے۔ فقیر نے کہا کہ مجھ میں اسکی اہلیت ہے تو بزرگ نے فرمایا کہ اچھا فلاں جگہ بیٹھ جاؤ اور جو واقعہ وہاں پیش آوے اس کی مجھے خبر دو۔ فقیر اس جگہ گئے دیکھا کہ ایک بوڑھا شخص گدھے پر لکڑیاں لادے ہوئے آرہا ہے۔ سامنے سے ایک سپاہی آیا جس نے اس بوڑھے کو مار پیٹ کی اور لکڑیاں چھین لیں۔ فقیر کو اس سپاہی پر بہت غصہ آیا۔ واپس آکر بزرگ سے سارا قصہ سُنایا اور کہا کہ مجھے اگر اسمِ اعظم آجاتا تو اُس سپاہی کے لئے بددعا کرتا۔ بزرگ نے کہا کہ اس لکڑی والے ہی سے میں نے اسمِ اعظم سیکھا تھا۔

کلمہ طیبہ کی برکات

اس پاک کلمہ میں حق تعالیٰ شانہٗ نے کیا کیا برکات رکھی ہیں اس کا معمولی سا اندازہ اتنی ہی بات سے ہوجاتا ہے کہ سو ۱۰۰ برس کا بوڑھا جس کی تمام عمر کفر و شرک میں گذری ہو ایک مرتبہ اس پاک کلمہ کو ایمان کے ساتھ پڑھنے سے مسلمان ہوجاتا ہے اور عمر بھر کے سارے گناہ زائل ہوجاتے ہیں اور ایمان لانے کے بعد اگر گناہ بھی کئے ہوں تب بھی اس کلمہ کی برکت سے کسی نہ کسی وقت جہنم سے ضرور نکلے گا۔ حضرت حذیفہؓ جو حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے راز دار ہیں فرماتے ہیں کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے۔ (ایک زمانہ ایسا آنے والا ہے) کہ اسلام دھندلا رہ جائیگا جیسے کپڑے کے نقش و نگار (پُرانے ہوجانے سے) دُھندلے ہوجاتے ہیں کہ نہ کوئی روزہ کو جانے گا نہ حج کو نہ زکوٰۃ کو' آخر ایک رات ایسی ہوگی کہ قرآنِ پاک بھی اُٹھالیا جائیگا کوئی آیت اُس کی باقی نہ رہے گی۔ بوڑھے مرد اور بوڑھی عورتیں یہ کہیں گی کہ ہم نے اپنے بڑوں کو کلمہ **لا الہ الا اللہ** پڑھتے سُنا تھا ہم بھی اُسی کو پڑھیں گے۔ حضرت حذیفہؓ کے ایک شاگرد نے عرض کیا کہ جب زکوٰۃ حج روزہ کوئی رکن نہ ہوگا تو یہ کلمہ ہی کیا کام دے گا۔ حضرت حذیفہؓ نے سکوت فرمایا۔ انہوں نے پھر یہی عرض کیا۔ تیسری مرتبہ میں حضرت حذیفہؓ نے فرمایا کہ (کسی نہ کسی وقت) جہنم سے نکالے گا' جہنم سے نکالیگا جہنم سے نکالے گا' یعنی ارکانِ اسلام کے ادا نہ کرنے کا عذاب بھگتنے کے بعد کسی نہ کسی وقت اس کلمہ کی برکت سے نجات پائیگا۔

دعا کیجئے: اے اللہ! ہمیں اپنے ذکر کی توفیق عطا فرمائیے۔ اے اللہ! ہمیں اپنے حقیقی ذکر یعنی ہمہ وقت آپ کے احکامات کو پیش نظر رکھتے ہوئے زندگی بسر کرنے کی توفیق عطا فرمائیے۔ اے اللہ! ہمیں اپنی محبت نصیب فرمائیے اور مسنون اذکار و وظائف کو صبح و شام پڑھنے کی توفیق عطا فرمائیے۔ وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ

حضرت نوح علیہ السلام کی اپنے بیٹوں کو نصیحت

عن عبد اللّٰہ بن عمرو رضی اللہ عنہ قال اتی النبی صلی اللہ علیہ وسلم اعرابی علیہ جبۃ من طیالسۃ مکفوفۃ بالدیباج فقال ان صاحبکم ھذا یریدیرفع کل راع وابن راع ویضع کل فارس وابن فارس (اخرجہ الحاکم)

ترجمہ: حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں ایک شخص گاؤں کا رہنے والا آیا جو ریشمی جبہ پہن رہا تھا اور اس کے کناروں پر دیبا کی گوٹ تھی (صحابہؓ سے خطاب کر کے) کہنے لگا کہ تمہارے ساتھی (محمد صلی اللہ علیہ وسلم) یہ چاہتے ہیں کہ ہر چرواہے (بکری چرانے والا) اور چرواہے زادے کو بڑھا دیں اور شہسوار اور شہسواروں کی اولاد کو گرادیں حضورؐ ناراضگی سے اُٹھے اور اس کے کپڑوں کو گریبان سے پکڑ کر ذرا کھینچا اور ارشاد فرمایا کہ (تو ہی بتا) تو بیوقوفوں کے سے کپڑے نہیں پن رہا ہے پھر اپنی جگہ واپس آ کر تشریف فرما ہوئے اور ارشاد فرمایا کہ حضرت نوح علی نبینا وعلیہ الصلوٰۃ والسلام کا جب انتقال ہونے لگا تو اپنے دونوں صاحبزادوں کو بلایا اور ارشاد فرمایا کہ میں تمہیں (آخری) وصیت کرتا ہوں جس میں دو چیزوں سے روکتا ہوں اور ۲ دو چیزوں کا حکم کرتا ہوں۔ جن سے روکتا ہوں ایک شرک ہے دوسرا تکبّر اور جن چیزوں کا حکم کرتا ہوں ایک لا الہ الا اللہ ہے کہ تمام آسمان وزمین اور جو کچھ ان میں ہے اگر سب ایک پلڑے میں رکھدیا جائے اور دوسرے میں (اخلاص سے کہا ہوا) لا الہ الا اللہ رکھدیا جائے تو وہی پلڑا جھک جائے گا اور اگر تمام آسمان وزمین اور جو کچھ ان میں ہے ایک حلقہ بنا کر اس پاک کلمہ کو اس پر رکھ دیا جائے تو وزن سے ٹوٹ جائے اور دوسری چیز جس کا حکم کرتا ہوں وہ سبحان اللہ وبحمدہ ہے کہ یہ دو لفظ ہر مخلوق کی نماز ہیں اور انہیں کی برکت سے ہر چیز کو رزق عطا فرمایا جاتا ہے۔

ظاہر سے باطن پر استدلال

تشریح: حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کا کپڑوں کے متعلق ارشاد فرمانے کا مطلب یہ ہے کہ ظاہر سے باطن پر استدلال کیا جاتا ہے، جس شخص کا ظاہر حال خراب ہے اُس کے باطن کا حال بھی بظاہر ویسا ہی ہے اسلئے ظاہر کو بہتر رکھنے کی سعی کی جاتی ہے کہ باطن اس کے تابع ہوتا ہے۔ اسی لئے صوفیہ کرام ظاہری طہارت وغیرہ کا اہتمام کراتے ہیں تا کہ باطن کی طہارت حاصل ہو جائے۔ جو لوگ یہ کہہ دیتے ہیں اجی باطن اچھا ہونا چاہیے ظاہر چاہے کیسا ہی ہو صحیح نہیں، باطن کا اچھا ہونا مستقل مقصود ہے اور ظاہر کا بہتر ہونا مستقل۔

نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی دعاؤں میں سے' **اللھم اجعل سریرتی خیرامن علانیتی واجعل علانیتی صالحۃ** (اے اللہ میرے باطن کو میرے ظاہر سے زیادہ بہتر بنا اور میرے ظاہر کو صالح اور نیک بنادے) حضرت عمرؓ فرماتے ہیں کہ مجھے حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ دُعا تعلیم فرمائی ہے۔

مرتے وقت کلمہ پڑھنے والے کیلئے جنت اور زندہ کیلئے گناہوں کا خاتمہ:

حضرت ابوبکر صدیقؓ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں رنجیدہ سے ہو کر حاضر ہوئے۔ حضورؐ نے دریافت فرمایا کہ میں

تمہیں رنجیدہ دیکھ رہا ہوں کیا بات ہے۔ انہوں نے عرض کیا کہ گزشتہ شب میرے چچا زاد بھائی کا انتقال ہو گیا میں نزع کی حالت میں ان کے پاس بیٹھا تھا (اس منظر سے طبیعت پر اثر ہے) حضورؐ نے فرمایا تم نے اس کو لا الہ الا اللہ کی تلقین بھی کی تھی؟ عرض کیا کی تھی۔ ارشاد فرمایا کہ اس نے یہ کلمہ پڑھ لیا تھا عرض کیا کہ پڑھ لیا تھا۔ ارشاد فرمایا کہ جنت اس کے لئے واجب ہو گئی۔ حضرت ابوبکرؓ نے عرض کیا یا رسول اللہؐ زندہ لوگ اس کلمہ کو پڑھیں تو کیا ہو۔ حضورؐ نے دو مرتبہ یہ ارشاد فرمایا کہ کلمہ ان کے گناہوں کو بہت ہی منہدم کر دینے والا ہے (یعنی بالکل ہی مٹا دینے والا ہے)

میت اور قبر کے قریب کلمہ پڑھنا:

مقابر میں اور میت کے قریب کلمہ طیبہ پڑھنے کے متعلق بھی کثرت سے احادیث میں ارشاد ہوا ہے۔ ایک حدیث میں ہے کہ جنازہ کے ساتھ کثرت سے لاالہ الا اللہ پڑھا کرو۔ ایک حدیث میں آیا ہے کہ میری امت کا شعار (نشان) جب وہ پل صراط پر چلیں گے تو لا الہ الا انت ہوگا۔ دوسری حدیث میں ہے کہ جب وہ اپنی قبروں سے اٹھیں گے تو ان کا نشان لا الہ الا اللہ وَعَلَى اللهِ فَلْيَتَوَكَّلِ الْمُؤْمِنُوْنَ ہوگا۔ تیسری حدیث میں ہے کہ قیامت کے اندھیروں میں ان کا نشان لَآ اِلٰهَ اِلَّآ اَنْتَ ہوگا۔

کثرت سے کلمہ پڑھنے کی برکتوں کا ظہور:

لاالہ الا اللہ کو کثرت سے پڑھنے کی برکتیں مرنے سے پہلے بھی بسا اوقات نزع کے وقت سے محسوس ہو جاتی ہیں اور بعض اللہ کے بندوں کو اس سے بھی پہلے ظاہر ہو جاتی ہیں۔ ابوالعباسؒ کہتے ہیں کہ میں اپنے شہر اشبیلہ میں بیمار پڑا ہوا تھا میں نے دیکھا کہ بہت سے پرند بڑے بڑے اور مختلف رنگ کے سفید، سرخ، سبز ہیں جو ایک ہی دفعہ سب کے سب پر سمیٹ لیتے ہیں اور ایک ہی مرتبہ کھول دیتے ہیں اور بہت سے آدمی ہیں جن کے ہاتھ میں بڑے بڑے طباق ڈھکے ہوئے ہیں جن کے اندر کچھ رکھا ہوا ہے۔ میں اس سب کو دیکھ کر یہ سمجھا کہ یہ موت کے تحفے ہیں۔ میں جلدی جلدی کلمہ طیبہ پڑھنے لگا۔ ان میں سے ایک شخص نے مجھ سے کہا کہ تمہارا وقت ابھی نہیں آیا۔ یہ ایک اور مومن کیلئے تحفہ ہے جسکا وقت آ گیا ہے۔ حضرت عمر بن عبدالعزیزؒ کا جب انتقال ہونے لگا تو فرمایا مجھے بٹھادو، لوگوں نے بٹھادیا۔ پھر فرمایا۔ (یا اللہ) تو نے مجھے بہت سے کاموں کا حکم فرمایا مجھ سے اس میں کوتاہی ہوئی، تو نے مجھے بہت سی باتوں سے منع فرمایا مجھ سے اس میں نافرمانی ہوئی۔ تین مرتبہ یہی کہتے رہے اس کے بعد فرمایا لیکن لاالہ الا اللہ یہ فرما کر ایک جانب غور سے دیکھنے لگے۔ کسی نے پوچھا کیا دیکھتے ہو فرمایا کچھ سبز چیزیں ہیں نہ وہ آدمی ہیں نہ جن۔ اس کے بعد انتقال فرمایا۔ زبیدہؒ کو کسی نے خواب میں دیکھا۔ اس سے پوچھا کیا گزری۔ اس نے کہا ان چار کلموں کی بدولت میری مغفرت ہو گئی۔ لاالہ الا اللہ افنی بها عمری، لاالہ الا اللہ ادخل بها قبری، لا الہ الا للہ اخلوبها وحدی لا الہ الا اللہ القی بها ربی. (لا الہ الا اللہ کے ساتھ اپنی عمر کو ختم کرونگی اور لاالہ الا اللہ ہی کو قبر میں لے کر جاؤں گی اور لا الہ الا اللہ ہی کے ساتھ تنہائی کا وقت گزاروں گی اور لاالہ الا اللہ ہی کو لے کر اپنے رب کے پاس جاؤں گی۔

دعا کیجئے: اے اللہ! ہمیں بخش دیجئے اور ہمارے گھروں میں وسعت اور رزق میں برکت عطا فرما دیجئے۔
اے اللہ! ہم آپ سے دین و دنیا اور اہل و عیال میں معافی اور اچھے انجام کا سوال کرتے ہیں۔
وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ

گناہ کے کفارہ کے لئے نیکی کرنا

عن ابی ذر رضی اللہ عنہ قال قلت یا رسول اللہ اوصنی قال اذا عملت سیئۃ فاتبعھا حسنۃ تمحھا قلت یارسول اللہ امن الحسنات لاالہ الا اللہ قال ھی افضل الحسنات (رواہ احمد)

ترجمہ: حضرت ابوذر غفاریؓ نے عرض کیا یارسول اللہ مجھے کوئی وصیت فرما دیجئے ارشاد ہوا کہ جب کوئی برائی سرزد ہو جائے تو کفارہ کے طور پر فوراً کوئی نیک کام کرلیا کرو (تاکہ برائی کی نحوست دھل جائے) میں نے عرض کیا یارسول اللہ لا الہ الا اللہ پڑھنا بھی نیکیوں میں داخل ہے حضورؐ نے فرمایا کہ یہ تو ساری نیکیوں میں افضل ہے۔

تشریح: برائی اگر گناہ صغیرہ ہے تو نیکی سے اس کا محو ہو جانا اور مٹ جانا ظاہر ہے اور اگر کبیرہ ہے تو قواعد کے موافق توبہ سے محو ہوسکتی ہے یا محض اللہ کے فضل سے جیسا بھی گزر چکا ہے بہرصورت محو ہونے کا مطلب یہ ہے کہ پھر وہ گناہ نہ اعمالنامہ میں رہتا ہے نہ کہیں اس کا ذکر ہوتا ہے۔ چنانچہ ایک حدیث میں وارد ہے کہ جب بندہ توبہ کرتا ہے تو حق تعالیٰ شانہ وہ گناہ کراماً کاتبین کو بھلا دیتے ہیں اور اس گناہ گار کے ہاتھ پاؤں کو بھی بھلا دیتے ہیں اور زمین کے اس حصہ کو بھی جس پر وہ گناہ کیا گیا ہے حتیٰ کہ کوئی بھی اس گناہ کی گواہی دینے والا نہیں رہتا۔ گواہی کا مطلب یہ ہے کہ قیامت میں آدمی کے ہاتھ پاؤں اور بدن کے دوسرے حصے نیک یا بداعمال جو بھی کئے ہوں ان کی گواہیاں دیں گے حدیث بالا کی تائید ان روایات سے بھی ہوتی ہے جن میں ارشاد فرمایا گیا ہے کہ گناہ سے توبہ کرنیوالا ایسا ہے جیسا کہ گناہ کیا ہی نہیں۔ یہ مضمون کئی حدیثوں میں وارد ہوا ہے۔ توبہ اسکو کہتے ہیں کہ جو گناہ ہو چکا اس پر انتہائی ندامت اور شرم ہو اور آئندہ کیلئے پکا ارادہ ہو کہ پھر کبھی اس گناہ کو نہیں کرونگا۔ ایک دوسری حدیث میں حضور کا ارشاد وارد ہوا ہے کہ اللہ کی عبادت کر اور کسی کو اس کا شریک نہ بنا اور ایسے اخلاص سے عمل کیا کر جیسا کہ وہ پاک ذات تیرے سامنے ہو اور اپنے آپ کو مردوں میں شمار کر اور اللہ کی یاد ہر پتھر اور ہر درخت کے قریب کر (تاکہ بہت سے گواہ قیامت کے دن ملیں) اور جب کوئی برائی ہو جائے تو اس کے کفارہ میں کوئی نیکی کیا کر۔ اگر برائی مخفی کی ہے تو نیکی بھی مخفی ہو اور اگر برائی کو علی الاعلان کیا ہے تو اسکے کفارہ میں نیکی بھی علی الاعلان ہو۔

چالیس ہزار نیکیاں:

حضور کا ارشاد ہے کہ جو شخص **لاالہ الا اللہ واحدا احد صمدالم یتخذ صاحبۃ ولا ولدا ولم یکن لہ کفوا احد** کو دس مرتبہ پڑھے گا چالیس ہزار نیکیاں اس کے لئے لکھی جائیں گی۔

فائدہ: کلمہ طیبہ کی خاص خاص مقدار پر بھی حدیث کی کتابوں میں بڑی فضیلتیں ذکر فرمائی گئی ہیں۔ ایک حدیث میں آیا ہے جب تم فرض نماز پڑھا کرو تو ہر فرض کے بعد دس مرتبہ **لاالہ الا اللہ وحدہ لاشریک لہ لہ الملک ولہ الحمد وھو علی کل شیٔ قدیر**۔ پڑھا کرو اس کا ثواب ایسا ہے کہ جیسے ایک غلام آزاد کیا۔

بیس لاکھ نیکیاں:

دوسری حدیث میں ارشاد ہے کہ جو شخص **لا الہ الا اللہ وحدہ لاشریک لہ احدا صمدا لم یلد ولم یولد ولم یکن لہ**

کفوا احد. پڑھے اس کے لئے بیس لاکھ نیکیاں لکھی جائیں گی۔

انعام واحسان کی بارش

کس قدر اللہ جل شانہ کی طرف سے انعام و احسان کی بارش ہے کہ ایک معمولی سی چیز کے پڑھنے پر جس میں نہ مشقت نہ وقت خرچ ہو پھر بھی ہزار ہزار لاکھ لاکھ نیکیاں عطا ہوتی ہیں لیکن ہم لوگ اس قدر غفلت اور دنیاوی اغراض کے پیچھے پڑے ہوئے ہیں کہ ان الطاف کی بارشوں سے کچھ بھی وصول نہیں کرتے۔ اللہ جل شانہ کے یہاں ہر نیکی کے لئے کم از کم دس گنا ثواب تو متعین ہی ہے۔ بشرطیکہ اخلاص سے ہو۔ اس کے بعد اخلاص ہی کے اعتبار سے ثواب بڑھتا رہتا ہے۔ حضورؐ کا ارشاد ہے کہ اسلام لانے سے جتنے گناہ حالت کفر میں کئے ہیں وہ معاف ہو جاتے ہیں اس کے بعد پھر حساب ہے' ہر نیکی دس گنا سے لے کر سات سو تک اور جہاں تک اللہ چاہیں لکھی جاتی ہے۔ اور برائی ایک ہی لکھی جاتی ہے اور اگر اللہ جل شانہ اس کو معاف فرما دیں تو وہ بھی نہیں لکھی جاتی۔ دوسری حدیث میں ہے کہ جب بندہ نیکی کا ارادہ کرتا ہے تو صرف ارادہ سے ایک نیکی لکھی جاتی ہے اور جب عمل کرتا ہے تو دس نیکیاں سات سو تک اور اس کے بعد جہاں تک اللہ تعالیٰ شانہ چاہیں لکھی جاتی ہیں۔ اس قسم کی اور بھی احادیث بکثرت ہیں جن سے معلوم ہوتا ہے کہ اللہ جل شانہ کے یہاں دینے میں کمی نہیں کوئی لینے والا ہو' یہی چیز اللہ والوں کی نگاہ میں ہوتی ہے جس کی وجہ سے دنیا کی بڑی سے بڑی دولت بھی ان کو نہیں لبھا سکتی۔ اللھم اجعلنی منھم

اعمال کی اور آدمیوں کی اقسام:

حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ اعمال چھ طریقے کے ہیں اور آدمی چار طریقے کے۔ دو عمل تو واجب کرنیوالے ہیں اور دو برابر سرابر اور ایک دس گنا اور ایک سات سو گنا۔ دو عمل جو واجب کرنیوالے ہیں۔ ایک یہ کہ جو شخص اس حال میں مرے کہ شرک نہ کرتا ہو وہ ضرور جنت میں داخل ہوگا۔ دوسرے جو شخص شرک کی حالت میں مرے ضرور جہنم جائے گا اور جو عمل برابر سرابر ہے۔ وہ نیکی کا ارادہ ہے کہ دل اس کے لئے پختہ ہو گیا مگر اس عمل کی نوبت نہ آئی ہو اور دس گنا اجر ہے اگر عمل بھی کر لے اور اللہ کے راستہ میں جہاد وغیرہ میں) خرچ کرنا سات سو درجہ کا اجر رکھتا ہے اور گناہ اگر کرے تو ایک کا بدلہ ایک ہی ہے اور چار قسم کے آدمی یہ ہیں کہ بعض لوگ ایسے ہیں کہ جن پر دنیا میں وسعت ہے آخرت میں تنگی ہے' بعض ایسے ہیں جن پر دنیا میں تنگی ہے آخرت میں وسعت' بعض ایسے ہیں کہ جن پر دونوں جگہ تنگی ہے' (کہ دنیا میں فقر آخرت میں عذاب ہے) بعض ایسے ہیں کہ دونوں جہان میں وسعت ہے۔

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے ایک آدمی کا سوال

ایک شخص حضرت ابو ہریرہؓ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور عرض کیا میں نے سنا ہے آپ یہ نقل کرتے ہیں کہ اللہ جل شانہ بعض نیکیوں کا بدلہ دس لاکھ گنا عطا فرماتے ہیں۔ حضرت ابو ہریرہؓ نے فرمایا۔ اس میں تعجب کی کیا بات ہے میں نے خدا کی قسم ایسا ہی سنا ہے۔ دوسری حدیث میں ہے کہ میں نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا ہے کہ بعض نیکیوں کا ثواب بیس لاکھ تک ملتا ہے اور جب حق تعالیٰ شانہ یُضٰعِفْهَا وَيُؤْتِ مِنْ لَّدُنْهُ اَجْرًا عَظِيْمًا ارشاد فرمائیں (اس کے ثواب کو بڑھاتے ہیں اور اپنے پاس سے بہت سا اجر دیتے ہیں) جس چیز کو اللہ تعالیٰ اجر عظیم فرمائیں اسکی مقدار کا اندازہ کون کر سکتا ہے۔ امام غزالیؒ فرماتے ہیں کہ ثواب کی اتنی بڑی مقداریں جب ہی ہو سکتی ہیں جب ان الفاظ کے معانی کا تصور اور لحاظ کر کے پڑھے کہ یہ اللہ تعالیٰ شانہ کی اہم صفات ہیں۔

وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ

جنت کے آٹھوں دروازوں کا کھلنا

عن عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم قال ما منکم من احد یتوضاء فیبلغ اوفیسبغ الوضوء ثم یقول اشھد ان لا الہ لا اللہ وحدہ لاشریک لہ واشھد ان محمدا عبدہ ورسولہ الا نتحت لہ ابواب الجنۃ الثمانیۃ یدخل من ایھا شاء (رواہ مسلم)

ترجمہ: حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ جو شخص وضو کرے اور اچھی طرح کرے (یعنی سنتوں اور آداب کی پوری رعایت کرے) پھر یہ دعا پڑھے۔ اشھد ان لاالہ الا اللہ وحدہ لاشریک لہ واشھد ان محمدا عبدہ ورسولہ اس کیلئے جنت کے آٹھوں دروازے کھل جاتے ہیں جس دروازے سے دل چاہے داخل ہو۔

تشریح: جنت میں داخل ہونے کے لئے ایک دروازہ بھی کافی ہے پھر آٹھوں کا کھل جانا یہ غایت اعزاز واکرام کے طور پر ہے۔ ایک حدیث میں وارد ہوا کہ جو شخص اس حال میں مرے کہ اللہ کے ساتھ شرک نہ کرتا ہو اور ناحق کسی کا خون نہ کیا ہو وہ جنت کے جس دروازے سے چاہے داخل ہو۔

قیامت کے دن چودھویں کے چاند جیسا چہرہ:

حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ جو شخص سو مرتبہ لا الہ الا اللہ پڑھا کرے حق تعالی شانہٗ قیامت کے دن اس کو ایسا روشن چہرہ والا اٹھائیں گے جیسے چودھویں رات کا چاند ہوتا ہے اور جس دن یہ تسبیح پڑھے اس دن اس سے افضل عمل والا وہی شخص ہوسکتا ہے جو اس سے زیادہ پڑھے۔

متعدد آیات وروایات سے یہ مضمون ثابت ہوتا ہے کہ لاالہ الا اللہ دل کے لئے بھی نور ہے اور چہرے کے لئے بھی نور ہے اور یہ تو مشاہدہ بھی ہے کہ جن اکابر کا اس کلمہ کی کثرت معمول ہے ان کا چہرہ دنیا ہی میں نورانی ہوتا ہے۔

ہر قسم کے گناہ سے حفاظت:

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ بچہ کو شروع میں جب وہ بولنا سیکھنے لگے لا الہ الا اللہ یاد کراؤ اور جب مرنے کا وقت آئے جب بھی لا الہ الا اللہ تلقین کرو جس شخص کا اول کلمہ لا الہ الا اللہ ہو اور آخری کلمہ لا الہ الا اللہ ہو وہ ہزار برس بھی زندہ رہے تو (ان شاء اللہ) کسی گناہ کا اس سے مطالبہ نہیں ہوگا (یا اس وجہ سے کہ گناہ صادر نہ ہوگا یا اگر صادر ہوا تو توبہ وغیرہ سے معاف ہو جائے گا یا اس وجہ سے کہ اللہ جل جلالہ اپنے فضل سے معاف فرمائیں گے)

مرنے والے کو تلقین:

تلقین اس کو کہتے ہیں کہ مرتے وقت آدمی کے پاس بیٹھ کر کلمہ پڑھا جائے تا کہ اس کو سن کر وہ بھی پڑھنے لگے اس پر اس وقت جبر یا تقاضا نہیں کرنا چاہیے کہ وہ شدت تکلیف میں ہوتا ہے اخیر وقت میں کلمہ تلقین کرنے کا حکم اور بھی بہت سی احادیث صحیحہ میں وارد ہوا ہے۔ متعدد حدیثوں میں یہ بھی ارشاد نبوی صلی اللہ علیہ وسلم وارد ہوئی ہے کہ جس شخص کو مرتے وقت الا الہ الا اللہ نصیب ہو جائے اسکے گناہ ایسے گر جاتے ہیں جیسے سیلاب کی وجہ سے تعمیر۔ بعض احادیث میں یہ بھی آیا ہے کہ جس شخص کو مرتے وقت یہ مبارک کلمہ نصیب ہو جاتا ہے تو پچھلی خطائیں معاف ہو جاتی ہیں۔ ایک حدیث میں آیا ہے کہ منافق کو اس کلمہ کی توفیق نہیں ہوتی۔ ایک حدیث میں آیا ہے کہ اپنے مردوں کو لاالہ الا اللہ کا توشہ دیا کرو۔ ایک حدیث میں آیا ہے کہ جو شخص کسی بچہ کی پرورش کرے یہاں

تک کہ وہ لا الہ الا اللہ کہنے لگے اس سے حساب معاف ہے۔

ایک حدیث میں آیا ہے کہ جو شخص نماز کی پابندی کرتا ہے مرنے کے وقت ایک فرشتہ اس کے پاس آتا ہے جو شیطان کو دور کر دیتا ہے اور مرنے والے کو لاالہ الا اللہ محمد رسول اللہ تلقین کرتا ہے۔

ایک بات کثرت سے تجربہ میں آئی ہے کہ اکثر و بیشتر تلقین کا فائدہ جب ہی ہوتا ہے کہ زندگی میں بھی اس کلمہ پاک کی کثرت رکھتا ہو۔ ایک شخص کا قصہ لکھا ہے کہ بھس فروخت کیا کرتا تھا۔ جب اس کے مرنے کا وقت آیا تو لوگ اس کو کلمہ طیبہ کی تلقین کرتے تھے اور وہ کہتا تھا کہ یہ گٹھا اتنے کا ہے اور یہ اتنے کا ہے اس طرح اور بھی متعدد واقعات ہیں اور مشاہدہ میں بھی آتے ہیں۔

بعض دفعہ کسی گناہ کی وجہ سے مرتے وقت کلمہ نصیب نہیں ہوتا:

بسا اوقات کسی گناہ کا کرنا بھی اس کا سبب بن جاتا ہے کہ مرتے وقت کلمہ طیبہ نصیب نہیں ہوتا۔ علماء نے لکھا ہے کہ افیون کھانے میں ستر نقصان ہیں جن میں سے ایک یہ ہے کہ مرتے وقت کلمہ یاد نہیں آتا۔ اس کے بالمقابل مسواک میں ستر فائدے ہیں جن میں سے ایک یہ ہے کہ مرتے وقت کلمہ طیبہ یاد آتا ہے۔ ایک شخص کا قصہ لکھا ہے کہ مرتے وقت اس کو کلمہ شہادت تلقین کیا گیا وہ کہنے لگا کہ اللہ سے دعا کرو میری زبان سے نکلتا نہیں۔ لوگوں نے پوچھا کیا بات ہے اس نے کہا میں تولنے میں بے احتیاطی کرتا تھا۔ ایک دوسرے شخص کا قصہ ہے کہ جب اس کو تلقین کی گئی تو کہنے لگا کہ مجھ سے کہا نہیں جاتا۔ لوگوں نے پوچھا کیا بات ہے اس نے کہا کہ ایک عورت مجھ سے تولیہ خریدنے آئی تھی مجھے اچھی لگی میں اس کو دیکھتا رہا اور بھی بہت سے واقعات اس نوع کے ہیں جن میں سے بعض تذکرہ قرطبیہ میں بھی لکھے ہیں۔ بندہ کا کام ہے کہ گناہوں سے توبہ کرتا رہے اور اللہ تعالیٰ شانہ سے توفیق کی دعا کرتا رہے۔

کلمہ طیبہ سے کوئی عمل بڑھ نہیں سکتا:

حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ لا الہ الا اللہ سے نہ کوئی عمل بڑھ سکتا ہے اور نہ یہ کلمہ کسی گناہ کو چھوڑ سکتا ہے۔

کسی عمل کا اس سے نہ بڑھ سکنا تو ظاہر ہے کہ کوئی بھی عمل ایسا نہیں ہے جو بغیر کلمہ طیبہ پڑھے کارآمد ہو سکتا ہے، نماز، روزہ، حج، زکوٰۃ غرض ہر عمل ایمان کا محتاج ہے۔ اگر ایمان ہے تو وہ اعمال بھی مقبول ہو سکتے ہیں۔ ورنہ نہیں اور کلمہ طیبہ جو خود ایمان لانا ہی ہے وہ کسی عمل کا بھی محتاج نہیں۔ اسی وجہ سے اگر کوئی شخص فقط ایمان رکھتا ہو اور ایمان کے علاوہ کوئی عمل صالح نہ ہو تو بھی وہ کسی نہ کسی وقت ان شاء اللہ جنت میں ضرور جائے گا اور جو شخص ایمان نہ رکھتا ہو خواہ وہ کتنے ہی پسندیدہ اعمال کرے نجات کے لئے کافی نہیں۔

دوسرا جزو کسی گناہ کو نہ چھوڑنا ہے اگر اس اعتبار سے دیکھا جائے کہ جو شخص آخری وقت میں مسلمان ہوا اور کلمہ طیبہ پڑھنے کے بعد فوراً ہی مرجائے تو ظاہر ہے کہ اس ایمان لانے سے پہلے کفر کی حالت میں جتنے گناہ کئے تھے وہ سب بالاجماع جاتے رہے اور اگر پہلے سے پڑھنا مراد ہو تو حدیث شریف کا مطلب یہ ہے کہ یہ کلمہ دلوں کی صفائی اور صیقل ہونے کا ذریعہ ہے۔ جب اس پاک کلمہ کی کثرت ہوگی تو دل کی صفائی کی وجہ سے توبہ کئے بغیر چین ہی نہ پڑے گا اور آخر کار گناہوں کی معافی کا ذریعہ بن جائے گا۔ ایک حدیث میں آیا ہے کہ جس شخص کو سونے کے وقت اور جاگنے کے وقت لاالہ الا اللہ کا اہتمام ہو اسکو دنیا بھی اور آخرت پر مستعد کریگی اور مصیبت سے اس کی حفاظت کرے۔

وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ

ایمان کا سب سے اعلیٰ اور ادنیٰ درجہ

عن ابی هريرة رضی الله عنه قال قال رسول الله صلی الله عليه وسلم الايمان بضع و سبعون شعبة فافضلها قول لا اله الا الله و ادناها اماطة الاذی عن الطريق الحياء شعبة من الايمان (رواه ابن ماجه)

ترجمہ: حضورؐ کا ارشاد ہے کہ ایمان کی ستر سے زیادہ شاخیں ہیں (بعض روایات میں ستتر آئی ہیں) ان میں سے افضل لا الہ الا اللہ کا پڑھنا ہے اور سب سے کم درجہ راستہ سے کسی تکلیف دہ چیز (اینٹ' لکڑی' کانٹے وغیرہ) کا ہٹا دینا ہے اور حیا بھی (ایک خصوصی) شعبہ ہے ایمان کا۔

حیاء کی خصوصیت:

تشریح: حیا کو خصوصی اہتمام کی وجہ سے ذکر فرمایا کہ یہ بہت سے گناہوں زنا' چوری' فحش گوئی' ننگا ہونا' گالی گلوچ وغیرہ سے بچنے کا سبب ہے۔ اس طرح رسوائی کے خیال سے بہت سے نیک کام کرنے ضروری ہو جاتے ہیں۔ بلکہ دنیا اور آخرت کی شرم سارے ہی نیک کاموں پر ابھارتی ہے۔ نماز' زکوٰۃ' حج وغیرہ تو ظاہر ہیں اسی طرح سے اور بھی تمام احکام بجالانے کا سبب ہے۔ اسی وجہ سے مثل مشہور ہے "تو بےحیا باش وہرچہ خواہی کن" تو بےغیرت ہو جا پھر جو چاہے کر۔ اس معنی میں صحیح حدیث بھی وارد ہے۔ **اذالم تستحی فاصنع ماشئت** جب تو حیادار نہ رہے تو پھر جو چاہے کر کہ ساری فکر غیرت اور شرم ہی کی ہے اگر حیا ہے تو یہ خیال بھی ضروری ہے کہ نماز نہ پڑھوں گا تو آخرت میں کیا منہ دکھلاؤں گا اور شرم نہیں ہے تو پھر یہ خیال ہوتا ہے کہ کوئی کہہ کر کیا کرے گا۔

حدیث شریف کا مصداق

اس حدیث شریف میں ایمان کی ستر سے زیادہ شاخیں ارشاد فرمائی ہیں۔ اس بارے میں روایات مختلف وارد ہوئی ہیں اور متعدد روایات میں ستتر کا عدد آیا ہے اسی لئے ترجمہ میں اس طرف اشارہ بھی کر دیا تھا۔ اس ستتر کی تفصیل میں علماء نے بہت سی مستقل تصانیف فرمائی ہیں۔ امام ابوحاتم بن حبان فرماتے ہیں کہ میں اس حدیث کا مطلب ایک مدت تک سوچتا رہا۔ جب عبادتوں کو گنتا تو وہ ستتر سے بہت زیادہ ہو جاتیں۔ احادیث کو تلاش کرتا اور حدیث شریف میں جن چیزوں کو خاص طور سے ایمان کی شاخوں کے ذیل میں ذکر کیا ہے ان کو شمار کرتا تو وہ اس عدد سے کم ہو جاتیں میں قرآن پاک کی طرف متوجہ ہوا اور قرآن شریف میں جن چیزوں کو ایمان کے ذیل میں ذکر کیا ہے۔ ان کو شمار کیا تو وہ بھی اس عدد سے کم تھیں تو میں نے قرآن اور حدیث شریف دونوں کو جمع کیا اور دونوں میں جن چیزوں کو ایمان کا جزو قرار دیا ان کو شمار کر کے جو چیزیں دونوں میں مشترک تھا۔ ان کو ایک ایک عدد شمار کر کے میزان دیکھی تو دونوں کا مجموعہ مکررات کو نکال کر اس عدد کے موافق ہو گیا تو میں سمجھا کہ حدیث شریف کا مفہوم یہی ہے۔ قاضی عیاضؒ فرماتے ہیں کہ ایک جماعت نے ان شاخوں کی تفصیل بیان کرنے کا اہتمام کیا ہے اور اجتہاد سے ان تفصیلات کے مراد ہونے کا حکم لگایا ہے۔ حالانکہ اس مقدار کی خصوصی تفصیل نہ معلوم ہونے سے ایمان میں کوئی نقص پیدا نہیں ہوتا

جبکہ ایمان کے اصول و فروع سارے بالتفصیل معلوم و محقق ہیں۔ خطابیؒ فرماتے ہیں کہ اس تعداد کی تفصیل اللہ کے اور اسکے رسولؐ کے علم میں ہے اور شریعت مطہرہ میں موجود ہے تو اس تعداد کے ساتھ تفصیل کا علم نہ ہونا کچھ مضر نہیں۔

ایمان کی شاخوں کی تفصیل

امام نوویؒ فرماتے ہیں کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ان شاخوں میں سب سے اعلیٰ توحید یعنی کلمہ طیبہ لاالٰہ الا اللہ کو قرار دیا ہے جس سے معلوم ہو گیا کہ ایمان میں سب سے اوپر اس کا درجہ ہے اس سے اوپر اور کوئی چیز ایمان کی شاخ نہیں ہے جس سے یہ بات معلوم ہو گئی کہ اصل توحید ہے جو ہر مکلف پر ضروری ہے اور سب سے نیچے دفع کرنا ہے اس چیز کا جو کسی مسلمان کو نقصان پہنچانے کا احتمال رکھتی ہو۔ باقی سب شاخیں ان کے درمیان ہیں جن کی تفصیل معلوم ہونا ضروری نہیں۔ اجمالاً ان پر ایمان لانا کافی ہے جیسا کہ سب فرشتوں پر ایمان لانا ضروری ہے لیکن ان کی تفصیل اور ان کے نام ہم نہیں جانتے لیکن ایک جماعت محدثین نے ان سب شاخوں کی تفصیل میں مختلف تصانیف فرمائی ہیں۔ جس کا حاصل یہ ہے کہ دراصل ایمان کامل تین چیزوں کے مجموعہ کا نام ہے اول تصدیق قلبی یعنی دل سے جملہ امور کا یقین کرنا دوسرے زبان کا اقرار و عمل۔ تیسرے بدن کے اعمال یعنی ایمان کی جملہ شاخیں تین حصوں پر منقسم ہیں۔ اول وہ جن کا تعلق نیت و اعتقاد اور عمل قلبی سے ہے۔ دوسرے وہ جن کا تعلق زبان سے ہے۔ تیسرے وہ جن کا تعلق باقی حصہ بدن سے ہے۔ ایمان کی جملہ چیزیں ان تین میں داخل ہیں۔

پہلی قسم: جو تمام عقائد کو شامل ہے اس کا خلاصہ تیس چیزیں ہیں۔

(۱) اللہ پر ایمان لانا جس میں اس کی ذات اس کی صفات پر ایمان لانا داخل ہے اور اس کا یقین بھی کہ وہ پاک ذات ایک ہے اور اس کا کوئی شریک نہیں اور نہ اس کا کوئی مثل ہے۔

(۲) اللہ کے ماسوا سب چیزیں بعد کی پیداوار ہیں۔ ہمیشہ سے وہی ایک ذات ہے۔

(۳) فرشتوں پر ایمان لانا۔

(۴) اللہ کی اتاری ہوئی کتابوں پر ایمان لانا۔

(۵) اللہ کے رسولوں پر ایمان لانا۔

(۶) تقدیر پر ایمان لانا کہ بھلی ہو یا بری سب اللہ کی طرف سے ہے۔

(۷) قیامت کے حق ہونے پر ایمان لانا جس میں قبر کا سوال جواب، قبر کا عذاب، مرنے کے بعد دوبارہ زندہ ہونا، حساب ہونا، اعمال کا تلنا اور پل صراط پر گزرنا سب ہی داخل ہے۔

(۸) جنت کا یقین ہونا اور یہ کہ مومن ان شاء اللہ ہمیشہ اس میں رہیں گے۔

(۹) جہنم کا یقین ہونا اور یہ کہ اس میں سخت سے سخت عذاب ہیں اور وہ بھی ہمیشہ ہمیشہ رہے گی۔

(۱۰) اللہ تعالیٰ شانہ سے محبت رکھنا۔

(۱۱) اللہ کے واسطے دوسروں سے محبت رکھنا اور اللہ ہی کے واسطے بغض رکھنا (یعنی اللہ والوں سے محبت رکھنا اور اس کی نافرمانی کرنیوالوں سے بغض رکھنا) اور اسی میں داخل ہے۔ صحابہ کرامؓ بالخصوص مہاجرین اور انصار کی محبت اور آلِ رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی محبت۔

(۱۲) حضور اقدس صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے محبت رکھنا جس میں آپ کی تعظیم بھی آ گئی اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم پر درود

شریف پڑھنا بھی اور آپ کی سنتوں کا اتباع کرنا بھی داخل ہے۔

(۱۳) اخلاص جس میں ریا نہ کرنا اور نفاق سے بچنا بھی داخل ہے۔

(۱۴) توبہ یعنی دل سے گناہوں پر ندامت اور آئندہ نہ کرنے کا عہد

(۱۵) اللہ کا خوف۔

(۱٦) اللہ کی رحمت کا امیدوار ہونا

(۱۷) اللہ کی رحمت سے مایوس نہ ہونا

(۱۸) شکر گزاری (۱۹) وفا (۲۰) صبر

(۲۱) تواضع جس میں بڑوں کی تعظیم بھی داخل ہے۔

(۲۲) شفقت ورحمت جس میں بچوں پر شفقت کرنا بھی داخل ہے

(۲۳) مقدر پر راضی ہونا (۲۴) توکل

(۲۵) خود بینی اور خود ستائی کا چھوڑنا جس میں اصلاحِ نفس بھی داخل ہے

(۲٦) کینہ اور خلش نہ رکھنا جس میں حسد بھی داخل ہے

(۲۷) عینی میں یہ نمبر رہ گیا ہے میرے خیال میں اس جگہ حیا کرنا ہے جو کاتب کی غلطی سے رہ گیا ہے۔

(۲۸) غصہ نہ کرنا

(۲۹) فریب نہ دینا جسمیں بدگمانی نہ کرنا اور کسی کے ساتھ مکر نہ کرنا بھی داخل ہے

(۳۰) دنیا کی محبت دل سے نکال دینا جس میں مال کی اور جاہ کی محبت بھی داخل ہے۔ علامہ عینیؒ فرماتے ہیں کہ امور بالا میں دل کے تمام اعمال داخل ہیں۔ اگر کوئی چیز بظاہر خارج معلوم ہو تو وہ غور سے ان نمبروں میں سے کسی نہ کسی نمبر میں داخل ہوگی۔

دعا کیجئے

اے اللہ! ہمیں اپنے ذکر کی توفیق عطا فرمائیے۔

اے اللہ! ہمیں اپنے حقیقی ذکر یعنی ہمہ وقت آپ کے احکامات کو پیش نظر رکھتے ہوئے زندگی بسر کرنے کی توفیق عطا فرمائیے۔

اے اللہ! ہمیں اپنی محبت نصیب فرمائیے اور مسنون اذکار و وظائف کو صبح و شام پڑھنے کی توفیق عطا فرمائیے۔

اے اللہ! ہمیں ایسا بنا دیجئے کہ ہم سب سے زیادہ آپ کا ذکر کرنے والے سب سے زیادہ آپ کو فرمانبرداری کرنے والے اور سب سے زیادہ آپ سے محبت کرنے والے بن جائیں۔

اے اللہ! ہمیں ایسا بنا دیجئے کہ ہم اپنے سارے دل کیساتھ آپ سے محبت کریں اور آپ کو راضی کرنے میں اپنی ساری کوششیں صرف کر دیں۔

اے اللہ! ہم آپ سے دین و دنیا اور اہل وعیال میں معافی اور اچھے انجام کا سوال کرتے ہیں۔

اے اللہ! ہمیں بخش دیجئے اور ہمارے گھروں میں وسعت اور رزق میں برکت عطا فرما دیجئے۔

وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ

ایمان کا سب سے اعلیٰ اور ادنیٰ درجہ

عن ابی هریرة رضی الله عنه قال قال رسول الله صلی الله علیه وسلم الایمان بضع و سبعون شعبة فافضلها قول لا اله الا الله وادناها اماطة الاذی عن الطریق الحیاء شعبة من الایمان (رواہ ابن ماجه)

ترجمہ: حضورؐ کا ارشاد ہے کہ ایمان کی ستر سے زیادہ شاخیں ہیں (بعض روایات میں ستتر آئی ہیں) ان میں سے افضل لا الہ الا اللہ کا پڑھنا ہے اور سب سے کم درجہ راستہ سے کسی تکلیف دہ چیز (اینٹ، لکڑی، کانٹے وغیرہ) کا ہٹا دینا ہے اور حیا بھی (ایک خصوصی) شعبہ ہے ایمان کا۔

دوسری قسم: زبان کا عمل تھا اس کے سات شعبے ہیں

(۱) کلمہ طیبہ کا پڑھنا

(۲) قرآن پاک کی تلاوت کرنا

(۳) علم سیکھنا (۴) علم دوسروں کو سکھانا

(۵) دعا کرنا (۶) اللہ کا ذکر جس میں استغفار بھی داخل ہے

(۷) لغو باتوں سے بچنا۔

تیسری قسم: باقی بدن کے اعمال ہیں یہ کل چالیس ہیں جو تین حصوں پر منقسم ہیں۔

پہلا حصہ: اپنی ذاتوں سے تعلق رکھتا ہے یہ سولہ شاخیں ہیں۔

(۱) پاکی حاصل کرنا جس میں بدن کی پاکی، کپڑے کی پاکی، مکان کی پاکی سب ہی داخل ہیں اور بدن کی پاکی میں وضو بھی داخل ہے اور حیض ونفاس اور جنابت کا غسل بھی

(۲) نماز کی پابندی کرنا اس کو قائم کرنا جس میں فرض نفل ادا قضا سب داخل ہے

(۳) صدقہ جس میں زکوٰۃ صدقہ فطر وغیرہ بھی داخل ہے اور بخشش کرنا، لوگوں کو کھانا کھلانا، مہمان کا اکرام کرنا اور غلاموں کا آزاد کرنا بھی داخل ہے

(۴) روزہ فرض ہو یا نفل

(۵) حج کرنا فرض ہو یا نفل اور اسی میں عمرہ بھی داخل ہے اور طواف بھی

(۶) اعتکاف کرنا جسمیں لیلۃ القدر کو تلاش کرنا بھی داخل ہے

(۷) دین کی حفاظت کے لئے گھر چھوڑنا جسمیں ہجرت بھی داخل ہے

(۸) نذر کا پورا کرنا (۹) قسموں کی نگہداشت رکھنا

(۱۰) کفاروں کا ادا کرنا

(۱۱) ستر کا نماز میں اور نماز کے علاوہ ڈھانکنا

(۱۲) قربانی کرنا اور قربانی کے جانوروں کی خبر گیری کرنا اور ان کا اہتمام کرنا

(۱۳) جنازہ کا اہتمام کرنا اسکے جملہ امور کا انتظام کرنا

(۱۴) قرض کا ادا کرنا (۱۵) معاملات کا درست کرنا سود سے بچنا

(۱۶) سچی بات کی گواہی دینا حق کو نہ چھپانا۔

دوسرا حصہ: کسی دوسرے کے ساتھ کے برتاؤ کا ہے اس کی چھ شاخیں ہیں

(۱) نکاح کے ذریعہ سے حرام کاری سے بچنا

(۲) اہل وعیال کے حقوق کی رعایت کرنا اور انکا ادا کرنا، اسمیں نوکروں اور خادموں کے حقوق بھی داخل ہیں

(٣) والدین کیساتھ سلوک کرنا' نرمی برتنا' فرمانبرداری کرنا

(٤) اولاد کی اچھی تربیت کرنا (٥) صلہ رحمی کرنا

(٦) بڑوں کی فرمانبرداری اور اطاعت کرنا۔

تیسرا حصہ: حقوق عامہ کا ہے جو اٹھارہ شعبوں پر منقسم ہے۔

(١) عدل کے ساتھ حکومت کرنا

(٢) حقانی جماعت کا ساتھ دینا

(٣) حکام کی اطاعت کرنا (بشرطیکہ خلاف شرع حکم نہ ہو)

(٤) آپس کے معاملات کی اصلاح کرنا جسمیں مفسدوں کو سزا دینا' باغیوں سے جہاد کرنا بھی داخل ہے

(٥) نیک کاموں میں دوسروں کی مدد کرنا

(٦) نیک کاموں کا حکم کرنا اور بری باتوں سے روکنا جسمیں وعظ وتبلیغ بھی داخل ہے

(٧) حدود کا قائم کرنا

(٨) جہاد کرنا جسمیں مورچوں کی حفاظت بھی داخل ہے

(٩) امانت کا ادا کرنا جسمیں خمس جو غنیمت کے مالوں میں ہوتا ہے وہ بھی داخل ہے

(١٠) قرض کا دینا اور ادا کرنا

(١١) پڑوسیوں کا حق ادا کرنا' انکا اکرام کرنا

(١٢) معاملہ اچھا کرنا جس میں جائز طریقہ سے مال کا جمع کرنا بھی داخل ہے

(١٣) مال کا اپنے محل (موقع) پر خرچ کرنا اسراف اور بخل سے بچنا بھی اسمیں داخل ہے

(١٤) سلام کرنا اور سلام کا جواب دینا

(١٥) چھینکنے والے کو یرحمک اللہ کہنا

(١٦) دنیا کو اپنے نقصان سے اپنی تکلیف سے بچانا

(١٧) لہوولعب سے بچنا

(١٨) راستہ سے تکلیف دہ چیز کا دور کرنا۔

مختلف روایات میں تطبیق:

یہ ستتر شاخیں ہوئیں ان میں بعض کو ایک دوسرے میں منضم بھی کیا جا سکتا ہے۔ جیسا کہ اچھے معاملہ میں مال کا جمع کرنا اور خرچ کرنا دونوں داخل ہو سکتے ہیں۔ اس طرح سے غور سے اور بھی اعداد کو کم کیا جا سکتا ہے اور اس لحاظ سے ستر والی روایت یا سرسٹھ والی روایت کے تحت میں بھی یہ تفصیل آ سکتی ہے۔ اس تفصیل میں بندہ نے علامہ عینیؒ کے کلام کو جو بخاری شریف کی شرح میں ہے اصل قرار دیا ہے کہ انہوں نے نمبر وار ان چیزوں کو ذکر فرمایا ہے اور حافظ ابن حجر کی فتح الباری اور علامہ قاریؒ کی مرقات سے توضیح واضافہ کیا ہے۔ علماء نے لکھا ہے کہ ایمان کے سارے شعبے مجملاً یہ ہیں جو مذکور ہوئے۔ آدمی کو چاہیے کہ ان میں غور وفکر کرے جو اوصاف اسمیں ان میں سے پائے جاتے ہوں ان پر اللہ جل شانہ کا شکر ادا کرے کہ اسی کی توفیق و لطف سے ہر بھلائی حاصل ہو سکتی ہے اور جن اوصاف میں کمی ہو انکے حاصل کرنے کی سعی کرے اور اللہ تعالیٰ سے ان کے حصول کی توفیق مانگتا رہے۔ وَمَا تَوْفِيْقِيْٓ اِلَّا بِاللّٰهِ.

ان احادیث کے بیان میں جن میں ان کلمات کی فضیلت اور ترغیب ذکر فرمائی گئی ہے۔

دعا کیجئے: اے اللہ! ہمیں ایسا بنا دیجئے کہ ہم اپنے سارے دل کیساتھ آپ سے محبت کریں اور آپ کو راضی کرنے میں اپنی ساری کوششیں صرف کر دیں۔ اے اللہ! ہم آپ سے دین و دنیا اور اہل وعیال میں معافی اور اچھے انجام کا سوال کرتے ہیں۔ اے اللہ! ہمیں بخش دیجئے اور ہمارے گھروں میں وسعت اور رزق میں برکت عطا فرما دیجئے۔ وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ

6

دو محبوب کلمے

عن ابی هریرةؓ قال قال النبی صلی الله علیه وسلم کلمتان خفیفتان علی اللسان ثقیلتان فی المیزان حبیبتان الی الرحمن سبحان الله وبحمده سبحان الله العظیم

ترجمہ: حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ دو کلمے ایسے ہیں کہ زبان پر بہت ہلکے اور ترازو میں بہت وزنی اور اللہ کے نزدیک بہت محبوب ہیں وہ سبحان اللہ وبحمدہ اور سبحان اللہ العظیم ہیں۔

زبان پر ہلکے اور ترازو میں وزنی

تشریح: زبان پر ہلکے کا مطلب یہ ہے کہ پڑھنے میں نہ وقت خرچ ہو کہ بہت مختصر ہیں نہ یاد کرنے میں کوئی دقت یاد یر لگے اور اس کے باوجود جب اعمال کے تولنے کا وقت آئیگا تو ترازو میں ان کلموں کی کثرت کیوجہ سے بہت زیادہ وزن ہو جائیگا اور اگر کوئی بھی فائدہ نہ ہوتا تو بھی اس سے بڑھ کر کیا چیز تھی کہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک یہ دو کلمے سب سے زیادہ محبوب ہیں۔ امام بخاریؒ نے اپنی کتاب صحیح بخاری کو ان ہی دو کلموں پر ختم فرمایا اور یہی حدیث کتاب کے ختم پر ذکر فرمائی ہے۔ ایک حدیث میں ارشاد نبویؐ ہے کہ کوئی شخص تم میں سے اس بات کو نہ چھوڑے کہ ہزار نیکیاں روزانہ کر لیا کرے۔ **سبحان الله و بحمده** سو مرتبہ پڑھ لیا کرے ہزار نیکیاں ہو جائینگی۔ اتنے گناہ تو ان شاء اللہ روزانہ کے ہوں گے بھی نہیں۔ اور اس تسبیح کے علاوہ جتنے نیک کام کئے ہوں گے ان کا ثواب علیحدہ نفع میں رہا۔ ایک حدیث میں آیا ہے کہ جو شخص صبح و شام ایک ایک تسبیح **سبحان الله وبحمده** کی پڑھے اس کے گناہ معاف ہو جائیں گے۔ خواہ سمندر کے جھاگوں سے بھی زیادہ ہوں۔ ایک حدیث میں آیا ہے کہ **سبحان الله الحمدلله لا اله الا الله الله اکبر** سے گناہ ایسے جھڑتے ہیں جیسے (سردی میں) درخت سے پتے جھڑتے ہیں۔

سب سے پسندیدہ کلام

حضرت ابوذر غفاریؓ فرماتے ہیں کہ ایک مرتبہ حضورؐ نے ارشاد فرمایا کہ میں تجھے بتاؤں اللہ کے نزدیک سب سے زیادہ پسندیدہ کلام کیا ہے میں نے عرض کیا ضرور بتاویں ارشاد فرمایا **سبحان الله وبحمده** دوسری حدیث میں ہے **سبحان ربی وبحمده**

ایک حدیث میں یہ بھی ہے کہ اللہ نے جس چیز کو اپنے فرشتوں کیلئے اختیار فرمایا وہی افضل ترین ہے اور وہ سبحان اللہ وبحمدہ ہے۔

فرشتوں کا مشغلہ

پہلی فصل میں کئی آیتوں میں یہ مضمون گزر چکا ہے کہ ملائکہ جو عرش کے قریب ہیں اور ان کے علاوہ سب اللہ جل شانہ کی تسبیح و تحمید میں مشغول رہتے ہیں ان کا مشغلہ یہی ہے کہ وہ اللہ کی پاکی بیان کرنے میں اور حمد کرنے میں مشغول رہیں۔ اسی وجہ سے جب آدم علیہ السلام کو پیدا فرمانے کا وقت ہوا تو انہوں نے یہی بارگاہ الٰہی میں ذکر کیا کہ **نحن نسبح بحمدک و نقدس لک** جیسا کہ اس سے پہلی فصل کی پہلی آیت میں گزر چکا ہے۔ ایک حدیث میں وارد ہے کہ آسمان (عظمت الٰہی کے بوجھ سے) بولتا ہے۔ (چر چراتا ہے جیسا کہ چارپائی وغیرہ وزن سے بولنے لگتی ہے) اور آسمان کیلئے حق ہے کہ وہ بولے (کہ ہیبت کا بوجھ سخت ہوتا ہے) قسم ہے اس پاک ذات کی جس کے قبضہ میں محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کی جان ہے کہ آسمان میں ایک بالشت جگہ بھی ایسی نہیں جہاں کوئی فرشتہ سجدہ کی حالت میں اللہ کی تسبیح و تحمید میں مشغول نہ ہو۔

وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ

جنت واجب کرنے والے کلمات

عن اسحق بن عبدالله بن ابی طلحة عن ابیه عن جده قال قال رسول الله صلی الله علیه وسلم من قال لا اله لا الله دخل الجنة او وجبت له الجنة و من قال سبحان الله وبحمده مائة مرة کتب الله له مائة الف حسنة و اربعًا و عشرین الف حسنة (رواه الحاکم)

ترجمہ: حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ جو شخص لا الہ الا اللہ کہے اس کے لئے جنت واجب ہو جائیگی اور جو شخص سبحان اللہ وبحمدہ سو مرتبہ پڑھے گا اس کے لئے ایک لاکھ چوبیس ہزار نیکیاں لکھی جائینگی صحابہؓ نے عرض کیا یا رسول اللہ ایسی حالت میں تو کوئی بھی (قیامت میں) ہلاک نہیں ہو سکتا (کہ نیکیاں غالب ہی رہیں گی) حضورؐ نے فرمایا (بعض لوگ پھر بھی ہلاک ہوں گے اور کیوں نہ ہوں) بعض آدمی اتنی نیکیاں لے کر آئینگے کہ اگر پہاڑ پر رکھ دی جائیں تو وہ دب جائے لیکن اللہ کی نعمتوں کے مقابلہ میں وہ کالعدم ہو جائیں گی۔ البتہ اللہ جل شانہ پھر اپنی رحمت اور فضل سے دستگیری فرمائیں گے۔

قیامت میں نعمتوں کے بارے میں بھی سوال ہوگا

تشریح: اللہ کی نعمتوں کے مقابلہ میں دب جانے اور کالعدم ہو جانے کا مطلب یہ ہے کہ قیامت میں جہاں نیکیاں اور برائیاں تولی جائیں گی وہاں اس چیز کا بھی مطالبہ اور محاسبہ ہوگا کہ اللہ جل جلالہ نے جو نعمتیں عطا فرمائی تھیں ان کا کیا حق ادا کیا۔ اور کیا شکر ادا کیا۔ بندہ کے پاس ہر چیز اللہ ہی کی عطا کی ہوئی ہے۔ ہر ایک چیز کا ایک حق ہے اس حق کی ادائیگی کا مطالبہ ہونا ہے۔ چنانچہ حضورؐ اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ **یصبح علی کل سلامی من احدکم صدقة الحدیث (فی المشکوة بروایة المسلم قلت ورواه ابوداؤد ابن ماجة)** جس کا مطلب یہ ہے کہ ہر صبح کو ہر آدمی کے ہر جوڑا ور ہر ہڈی پر ایک صدقہ واجب ہوتا ہے۔ دوسری حدیث میں ہے کہ آدمی میں تین سو ساٹھ جوڑ ہیں اسکے ذمہ ضروری ہے کہ ہر جوڑ کی طرف سے ایک صدقہ کرے یعنی اس بات کے شکر میں کہ حق تعالیٰ شانہ نے سونے کے بعد جو مرنے کے مشابہ حالت تھی پھر از سر نو زندگی بخشی اور ہر عضو صحیح سالم رہا۔ صحابہؓ نے عرض کیا اتنے صدقے روزانہ کرنیکی طاقت کون رکھتا ہے۔ حضورؐ نے فرمایا ہر تسبیح صدقہ ہے ہر تکبیر صدقہ ہے۔ لا اله الا الله ایک مرتبہ کہنا صدقہ۔ الله اکبر کہنا صدقہ ہے۔ راستہ میں کسی تکلیف دینے والی چیز کا ہٹا دینا صدقہ ہے۔ غرض بہت سے صدقات شمار کرائے۔ اس قسم کی اور بھی احادیث ہیں جن سے آدمی کی اپنی ذات میں جو اللہ کی نعمتیں ہیں ان کا بیان ہے۔ اس کے علاوہ کھانے پینے راحت و آرام کے متعلق جتنی اللہ کی نعمتیں ہر وقت میسر ہوتی ہیں۔ وہ مزید برآں

کون کون سی نعمتوں کا سوال ہوگا

قرآن پاک میں سورہ الھکم التکاثر میں بھی اس کا ذکر ہے کہ قیامت میں اللہ کی نعمتوں سے بھی سوال ہوگا۔ حضرت ابن عباسؓ فرماتے ہیں کہ بدن کی صحت، کانوں کی صحت، آنکھوں کی صحت سے سوال ہوگا کہ اللہ نے یہ نعمتیں اپنے لطف سے عطا فرمائیں انکو اللہ کے کس کام میں خرچ کیا (یا چوپاؤں کی طرح صرف پیٹ پالنے میں خرچ کیا) چنانچہ دوسری جگہ بنی اسرائیل میں ارشاد ہے اِنَّ السَّمْعَ وَالْبَصَرَ وَالْفُؤَادَ كُلُّ اُولٰٓئِكَ كَانَ عَنْهُ مَسْئُوْلًا (کان، آنکھ دل ہر شخص سے ان سب کی قیامت کے دن پوچھ ہوگی کہ ان چیزوں

کا استعمال کہاں کیا) حضورؐ کا ارشاد ہے کہ جن نعمتوں سے سوال ہوگا ان میں بیفکری جو اللہ کی بڑی دولت ہے اور صحت بدن بھی ہے۔ مجاہد کہتے ہیں کہ دنیا کی ہر لذت نعمتوں میں داخل ہے جن سے سوال ہوگا۔ حضرت علیؓ فرماتے ہیں کہ اس میں عافیت بھی داخل ہے ایک شخص نے حضرت علیؓ سے پوچھا کہ ثُمَّ لَتُسْـَٔلُنَّ يَوْمَئِذٍ عَنِ النَّعِيمِ (پھر اس دن نعمتوں سے بھی سوال کئے جاؤ گے) کا مطلب کیا ہے۔ آپ نے ارشاد فرمایا کہ گیہوں کی روٹی اور ٹھنڈا پانی مراد ہے کہ اس سے بھی سوال ہوگا اور رہنے کے لئے مکان سے بھی۔ ایک حدیث میں آیا ہے کہ جب یہ آیت نازل ہوئی تو بعض صحابہؓ نے عرض کیا کہ یارسول اللہ کن نعمتوں کا سوال ہوگا۔ آدھی بھوک روٹی ملتی ہے اور وہ بھی جو کی (پیٹ بھرائی روٹی بھی میسر نہیں) وحی نازل ہوئی۔ کیا پاؤں میں جوتا نہیں پہنتے' کیا ٹھنڈا پانی نہیں پیتے یہ بھی تو اللہ کی نعمتیں ہیں۔ ایک حدیث میں آیا ہے کہ بعض صحابہؓ نے اس آیت شریفہ کے نازل ہونے پر عرض کیا یارسول اللہ کن نعمتوں سے سوال ہوگا۔ کھجور اور پانی صرف یہ دو چیزیں کھانے پینے کو ملتی ہیں اور ہماری تلواریں (جہاد کے لئے) ہر وقت کندھوں پر رہتی ہیں اور دشمن (کافر کوئی نہ کوئی) مقابل (جس کی وجہ سے وہ دو چیزیں بھی اطمینان اور بیکفری سے نصیب نہیں ہوتیں) حضورؐ نے فرمایا کہ عنقریب نعمتیں میسر ہونیوالی ہیں۔ ایک حدیث میں حضورؐ کا ارشاد ہے کہ قیامت میں جن نعمتوں سے سوال ہوگا ان میں سب سے اول یہ ہوگا کہ ہم نے تیرے بدن کو تندرستی عطا فرمائی (یعنی اس تندرستی کا کیا حق ادا کیا اور اسمیں اللہ کی رضا کی کیا خدمت ادا کی) اور ہم نے ٹھنڈے پانی سے تجھ کو سیراب کیا (درحقیقت اللہ کی بڑی نعمت ہے جہاں ٹھنڈا پانی میسر نہیں ہوتا ان سے کوئی اسکی قدر پوچھے یہ اللہ کی اتنی بڑی نعمت ہے کہ حد نہیں مگر ہم لوگوں کو اس کے نعمتِ عظیمہ ہونے کی طرف التفات بھی نہیں ہوتا چہ جائیکہ اس کا شکر اور اس کی ادائیگی حق) ایک حدیث میں وارد ہے کہ جن نعمتوں سے سوال ہوگا یہ ہیں وہ روٹی کا ٹکڑا جس سے پیٹ بھرا جاتا ہے۔ وہ پانی جس سے پیاس بجھائی جاتی ہے۔ وہ کپڑا جس سے بدن ڈھانکا جاتا ہے۔

دعا کیجئے: اے اللہ! ہمیں اپنے حقیقی ذکر یعنی ہمہ وقت آپ کے احکامات کو پیش نظر رکھتے ہوئے زندگی بسر کرنے کی توفیق عطا فرمایئے۔ اے اللہ! ہمیں اپنی محبت نصیب فرمایئے اور مسنون اذکار و وظائف کو صبح و شام پڑھنے کی توفیق عطا فرمایئے۔ وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ

نعمتوں میں اضافہ اور کمی کے اصول وضوابط: اللہ رب العزت ارشاد فرماتے ہیں لَئِنْ شَكَرْتُمْ لَاَزِيْدَنَّكُمْ اگر تم شکر ادا کرو گے تو ہم اپنی نعمتوں کو تم پر اور زیادہ کردیں گے۔ تو ہم جتنا اللہ رب العزت کا شکر ادا کریں گے اتنا ہی رب کریم کی نعمتیں اور زیادہ ہوں گی۔ اور آگے فرمایا وَلَئِنْ كَفَرْتُمْ اِنَّ عَذَابِيْ لَشَدِيْدٌ اور اگر تم کفران نعمت کرو گے تو یاد رکھو کہ پھر میری پکڑ بھی بڑی سخت ہے۔

لسانی اور جسمانی شکر: اب شکر ادا کرنے کے دو طریقے ہیں ایک تو انسان اپنی زبان سے الحمدللہ کہے' سبحان اللہ کہے' یہ بھی اللہ رب العزت کا شکر ادا کر رہا ہے اور ایک اپنے جسم سے پروردگار کے حکموں کی پابندی کرے' گویا یہ بھی اللہ رب العزت کا شکر ادا کر رہا ہے۔ لسانی شکر بھی ادا کرے اور اپنے جسم سے بھی اللہ تعالیٰ کی اطاعت کرے تو یہ گویا اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کرنے والا بندہ ہے۔ اگر اس میں کمی کوتاہی ہوگئی تو پھر اللہ تعالیٰ بعض اوقات اپنی نعمتوں کو واپس لے لیتے ہیں اس پر غور کرنے کی ضرورت ہے۔

حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اور حضرات شیخین رضی اللہ عنہما کا واقعہ

عن اسحق بن عبداللہ بن ابی طلحة عن ابیہ عن جدہ قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم من قال لا الہ لا اللہ دخل الجنة او وجبت لہ الجنة و من قال سبحان اللہ وبحمدہ مائة مرة کتب اللہ لہ مائة الف حسنة و اربعًا و عشرین الف حسنة (رواہ الحاکم)

ترجمہ: حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ جو شخص لا الہ الا اللہ کہے اس کے لئے جنت واجب ہو جائیگی اور جو شخص سبحان اللہ وبحمدہ سو مرتبہ پڑھے گا اس کے لئے ایک لاکھ چوبیس ہزار نیکیاں لکھی جائینگی صحابہؓ نے عرض کیا یارسول اللہ ایسی حالت میں تو کوئی بھی (قیامت میں) ہلاک نہیں ہو سکتا (کہ نیکیاں غالب ہی رہیں گی) حضورؐ نے فرمایا (بعض لوگ پھر بھی ہلاک ہوں گے اور کیوں نہ ہوں) بعض آدمی اتنی نیکیاں لے کر آئینگے کہ اگر پہاڑ پر رکھ دی جائیں تو وہ دب جائے لیکن اللہ کی نعمتوں کے مقابلہ میں وہ کالعدم ہو جائیں گی۔ البتہ اللہ جل شانہ پھر اپنی رحمت اور فضل سے دستگیری فرمائیں گے۔

تشریح: ایک مرتبہ دوپہر کے وقت سخت دھوپ میں حضرت ابوبکرؓ پریشان ہو کر گھر سے چلے مسجد میں پہنچے ہی تھے کہ حضرت عمرؓ بھی اسی حالت میں تشریف لے آئے۔ حضرت ابوبکر صدیقؓ کو بیٹھا ہوا دیکھ کر دریافت کیا کہ تم اس وقت یہاں کہاں۔ فرمایا کہ بھوک کی بے تابی نے پریشان کیا۔ حضرت عمرؓ نے عرض کیا واللہ اسی چیز نے مجھے بھی مجبور کیا کہ کہیں جاؤں۔ یہ دونوں حضرات یہ گفتگو کر ہی رہے تھے کہ سردار دوعالم نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لے آئے۔ ان کو دیکھ کر دریافت فرمایا کہ تم اس وقت کہاں؟ عرض کیا یارسول اللہ بھوک نے پریشان کیا جس سے مضطرب ہو کر نکل پڑے۔ حضورؐ نے ارشاد فرمایا اسی مجبوری سے میں بھی آیا ہوں۔ تینوں حضرات اکٹھے ہو کر حضرت ابوایوب انصاریؓ کے مکان پر پہنچے۔ وہ تشریف نہیں رکھتے تھے۔ بیوی نے بڑی مسرت و افتخار سے ان حضرات کو بٹھایا۔ حضورؐ نے دریافت فرمایا ابوایوبؓ کہاں گئے ہیں۔ عرض کیا ابھی حاضر ہوتے ہیں کسی ضرورت سے گئے ہوئے ہیں۔ اتنے میں ابوایوبؓ بھی حاضر خدمت ہو گئے اور فرطِ خوشی میں کھجور کا ایک بڑا سا خوشہ توڑ لائے۔ حضورؐ نے ارشاد فرمایا کہ سارا خوشہ کیوں توڑا اس میں کچی اور آدھ کچری بھی ٹوٹ گئیں چھانٹ کر پکی ہوئی توڑ لیتے۔ انہوں نے عرض کیا۔ اس خیال سے توڑا کہ ہر قسم کی سامنے ہوں جو پسند ہو وہ نوش فرماویں (کہ بعض مرتبہ پکی ہوئی سے آدھ کچری زیادہ پسند ہوتی ہیں) خوشہ سامنے رکھ کر جلدی سے گئے اور ایک بکری کا بچہ ذبح کیا اور جلدی جلدی کچھ تو ویسے ہی بھون لیا کچھ سالن تیار کر لیا۔ حضورؐ نے ایک روٹی میں تھوڑا سا گوشت رکھ کر ابوایوبؓ کو دیا کہ یہ فاطمہؓ کو پہنچا دو۔ اس کو بھی کئی دن سے کچھ نہیں مل سکا۔ وہ فوراً پہنچا کر آئے۔ ان حضرات نے بھی سیر ہو کر نوش فرمایا۔ اس کے بعد حضورؐ نے ارشاد فرمایا کہ دیکھو یہ اللہ کی نعمتیں ہیں۔ روٹی ہے گوشت ہے ہر قسم کی کچی اور پکی کھجوریں ہیں۔ یہ فرما کر نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی پاک آنکھوں سے آنسو بہنے لگے اور ارشاد فرمایا۔ اس پاک ذات کی قسم جس کے قبضہ میں میری جان ہے یہی وہ نعمتیں ہیں جن سے قیامت میں سوال ہوگا) جن حالات کے تحت میں اس وقت یہ چیزیں میسر ہوئی تھیں ان کے لحاظ سے) صحابہؓ کو بڑی گرانی اور فکر پیدا ہو گیا (کہ ایسی مجبوری اور اضطرار کی حالت میں یہ چیزیں میسر آئیں اور ان پر

بھی سوال و حساب ہوگا) حضورؐ نے ارشاد فرمایا کہ اللہ کا شکر ادا کرنا تو ضروری ہے ہی۔ جب اس قسم کی چیزوں پر ہاتھ ڈالو تو اول **بسم اللہ** پڑھو اور جب کھا چکو تو کہو **الحمدللہ الذی ھو اشبعنا و انعم علینا و افضل** (تمام تعریف اللہ ہی کے لئے ہے جس نے ہم کو پیٹ بھر کر کھلایا اور ہم پر انعام فرمایا اور بہت زیادہ عطا فرمایا) اس دعا کا پڑھنا شکر ادا کرنے میں کافی ہے۔ اس قسم کے واقعات کئی مرتبہ پیش آئے جو متعدد احادیث میں مختلف عنوانات سے سے ذکر کئے گئے ہیں۔ چنانچہ ایک مرتبہ الوالہیثمؓ مالک بن تیہان کے مکان پر تشریف لے جانے کی نوبت آئی۔ اسی قسم کا ایک واقعہ ایک اور صاحب کے ساتھ پیش آیا جن کو واقفی کہا جاتا تھا۔

ایک کوڑھی کا واقعہ:

حضرت عمرؓ کا گزر ایک شخص پر ہوا جو کوڑھی بھی تھا اور اندھا' بہرا اور گونگا بھی تھا۔ آپ نے ساتھیوں سے دریافت فرمایا کہ تم لوگ اللہ کی کچھ نعمتیں اس شخص پر بھی دیکھتے ہو؟ لوگوں نے عرض کیا کہ اس کے پاس کونسی نعمت ہے۔ آپ نے ارشاد فرمایا کہ کیا پیشاب سہولت سے نہیں کر سکتا جتنا ہو سکے شکر ادا کرو۔ حضرت عبداللہ بن مسعودؓ فرماتے ہیں کہ قیامت میں تین دربار ہیں۔ ایک دربار میں نیکیوں کا حساب ہے' دوسرے میں اللہ کی نعمتوں کا حساب ہے۔ تیسرے میں گناہوں کا مطالبہ ہے۔ نیکیاں نعمتوں کے مقابلہ میں ہو جائیں گی اور برائیاں باقی رہ جائیں گی جو اللہ کے فضل کے تحت میں ہونگی ان سب کا مطلب یہ ہے کہ اللہ جل شانہ کی جس قدر نعمتیں ہر آن اور ہر دم آدمی پر ہوتی ہیں ان کا شکر کرنا' ان کا حق ادا کرنا بھی آدمی کے ذمہ ہے اس لئے جتنی مقدار بھی نیکیوں کی پیدا ہو سکے ان کو حاصل کرنے میں کمی نہ کرے اور کسی مقدار کو بھی زیادہ نہ سمجھے کہ وہاں پہنچ کر معلوم ہوگا کتنے کتنے گناہ ہم نے اپنی آنکھ' ناک' کان اور دوسرے بدن کے حصوں سے ایسے کئے ہیں جن کو ہم گناہ بھی نہ سمجھے۔ حضورؐ کا ارشاد ہے کہ تم میں سے کوئی بھی ایسا نہیں ہے جس کی قیامت میں اللہ کے یہاں پیشی نہ ہو کہ اس وقت نہ کوئی پردہ درمیان میں حائل ہوگا نہ ترجمان (وکیل وغیرہ)۔ دائیں طرف دیکھے گا تو اپنے اعمال کا انبار ہوگا' بائیں طرف دیکھے گا تب بھی یہی منظر ہوگا جس قسم کے بھی اچھے یا برے اعمال کئے ہیں وہ سب ساتھ ہونگے جہنم کی آگ سامنے ہوگی اس لئے جہاں تک ممکن ہو صدقہ سے جہنم کی آگ کو دفع کرو خواہ کھجور کا ٹکڑا ہی کیوں نہ ہو۔ ایک حدیث میں آیا ہے کہ قیامت میں سب سے اول یہ سوال ہوگا کہ ہم نے تجھے بدن کی صحت عطا کی اور ٹھنڈا پانی پینے کو دیا (یعنی ان چیزوں کا کیا حق ادا کیا) دوسری حدیث میں ہے کہ اس وقت تک آدمی حساب کے میدان سے نہ ہٹے گا جب تک پانچ چیزوں کا سوال نہ ہو جائے۔ عمر کس کام میں خرچ کی؟ جوانی (کی قوت) کس مشغلہ میں صرف کی؟ مال کس طریقہ سے کمایا اور کس طریقہ سے خرچ کیا (یعنی کمائی کے اور خرچ کے طریقے جائز تھے یا ناجائز) جو کچھ علم حاصل کیا (خواہ کسی درجہ کا ہو) اس میں کیا عمل کیا (یعنی جو مسائل معلوم تھے ان پر عمل کیا یا نہیں)

دعا کیجئے: اے اللہ! ہم آپ سے دین و دنیا اور اہل و عیال میں معافی اور اچھے انجام کا سوال کرتے ہیں۔ اے اللہ! ہمیں ایسا بنا دیجئے کہ ہم اپنے سارے دل کیساتھ آپ سے محبت کریں اور آپ کو راضی کرنے میں اپنی ساری کوششیں صرف کر دیں۔ اے اللہ! ہمیں بخش دیجئے اور ہمارے گھروں میں وسعت اور رزق میں برکت عطا فرما دیجئے۔ وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ

جنت کے درخت

عن ابن مسعود رضی اللہ عنہ قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم لقیت ابراھیم لیلۃ اسری بی فقال یا محمد اقرأ امتک منی السلام واخبرھم ان الجنۃ طیبۃ التربۃ عذبۃ الماء و انھا قیعان و ان غراسھا سبحان اللہ والحمدللہ ولا الہ الا اللہ و اللہ اکبر (رواہ الترمذی)

ترجمہ: حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ شب معراج میں جب میری ملاقات حضرت ابراہیم علیہ السلام سے ہوئی تو انہوں نے فرمایا کہ اپنی امت کو میرا سلام کہہ دینا اور یہ کہنا کہ جنت کی نہایت عمدہ پاکیزہ مٹی ہے اور بہترین پانی لیکن وہ بالکل چٹیل میدان ہے اور اس کے پودے درخت **سبحان اللہ والحمدللہ ولا الہ الا اللہ واللہ اکبر** ہیں (جتنے کسی کا دل چاہے درخت لگالے) ایک حدیث میں اس کے بعد لاحول ولاقوۃ الا باللہ بھی ہے۔ دوسری حدیث میں ہے کہ ان کلموں میں سے ہر کلمہ کے بدلے ایک درخت جنت میں لگایا جاتا ہے۔

حضرت ابراہیم علیہ السلام کا امت محمد کی طرف سلام بھیجنا

تشریح: ایک حدیث میں ہے جو کہ شخص سبحان اللہ العظیم وبحمدہ پڑھے گا ایک درخت جنت میں لگایا جاویگا۔ ایک حدیث میں ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لیجا رہے تھے۔ حضرت ابوہریرہؓ کو دیکھا کہ ایک پودا لگا رہے ہیں۔ دریافت فرمایا کہ کیا کر رہے ہو۔ انہوں نے عرض کیا درخت لگا رہا ہوں۔ ارشاد فرمایا میں بتاؤں؟ بہترین پودے جو لگائے جاویں۔ سبحان اللہ الحمد للہ لا الہ الا اللہ اللہ اکبر ہر کلمہ سے ایک درخت جنت میں لگتا ہے۔

حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے ذریعہ سے حضرت خلیل اللہ علی نبینا وعلیہ الصلوۃ والسلام نے سلام بھیجا ہے اس لئے علماء نے لکھا ہے کہ جس شخص کے پاس یہ حدیث پہنچے اس کو چاہیے کہ حضرت خلیل اللہ کے سلام کے جواب میں وعلیہ السلام ورحمۃ اللہ وبرکاتہ کہے۔

جنت کی بہترین مٹی اور میٹھا پانی:

اسکے بعد ارشاد ہے کہ جنت کی مٹی بہترین ہے اور پانی میٹھا۔ اس کے دو مطلب ہیں اول یہ کہ صرف اس جگہ کی حالت کا بیان کرنا ہے کہ بہترین جگہ ہے جس کی مٹی کے متعلق احادیث میں آیا ہے کہ مشک و زعفران کی ہے اور پانی نہایت لذیذ ایسی جگہ ہر شخص اپنا مسکن بنانا چاہتا ہے اور تفریح و راحت کے لئے باغ وغیرہ لگانے کے اسباب مہیا ہوں تو کون چھوڑ سکتا ہے۔ دوسرا مطلب یہ ہے کہ جس جگہ زمین بہتر اور پانی بہتر ہو وہاں پیداوار بہت اچھی ہوتی ہے۔ اس صورت میں مطلب یہ ہے کہ ایک مرتبہ **سبحان اللہ** کہہ دینے سے ایک درخت وہاں قائم ہو جاویگا اور پھر وہ جگہ اور پانی کی عمدگی کی وجہ سے خود ہی نشو ونما پاتا رہیگا۔ صرف ایک مرتبہ بیج ڈال دینا ہے۔ باقی سب کچھ خود ہی ہو جائے گا۔ اس حدیث میں جنت کو چٹیل میدان فرمایا ہے اور جن احادیث میں جنت کا حال بیان کیا گیا ہے ان میں جنت میں ہر قسم کے میوے باغ درختوں وغیرہ کا موجود ہونا بتایا گیا ہے بلکہ جنت کے معنی ہی باغ کے ہیں اس لئے ظاہراً اشکال واقع ہوتا ہے۔ بعض علماء نے فرمایا ہے کہ اصل کے اعتبار سے وہ میدان ہے لیکن جس حالت پر وہ نیک عمل لوگوں کو دی جائے گی ان کے اعمال کے موافق اس میں باغ اور درخت وغیرہ موجود ہوں گے۔ دوسری توجیہ بعض علماء نے یہ دریافت فرمائی ہے کہ

جنت کے وہ باغ وغیرہ ان اعمال کے موافق ملیں گے۔ جب ان اعمال کی وجہ سے اور ان کے برابر ملے تو گویا یہ اعمال ہی درختوں کا سبب ہوئے۔ تیسری توجیہ یہ فرمائی گئی ہے کہ کم سے کم مقدار جو ہر شخص کے حصہ میں ہے وہ ساری دنیا سے کہیں زائد ہے اس میں بہت سے حصہ میں خود اپنے اصلی باغ موجود ہیں اور بہت سا حصہ خالی پڑا ہے جتنا کوئی ذکر تسبیح وغیرہ کریگا اتنے ہی درخت اور لگ جائیں گے۔ شیخ المشائخ حضرت مولانا گنگوہیؒ کا ارشاد جو کوکب دری میں نقل کیا گیا ہے یہ ہے کہ اس کے سارے درخت خیر کی طرح سے ایک جگہ مجتمع ہیں۔ ہر شخص جس قدر اعمال خیر کرتا رہتا ہے اتنا ہی اس کے حصہ کی زمین میں لگتے رہتے ہیں اور نشوونما پاتے رہتے ہیں۔

پہاڑ سے زیادہ سونا خرچ کرنے سے زیادہ محبوب کلام

حضورؐ کا ارشاد ہے کہ جو شخص رات کو مشقت جھیلنے سے ڈرتا ہو (کہ راتوں کو جاگنے اور عبادت میں مشغول رہنے سے قاصر ہو) یا بخل کی وجہ سے مال خرچ کرنا دشوار ہو یا بزدلی کی وجہ سے جہاد کی ہمت نہ پڑتی ہو اس کو چاہیے کہ سبحان اللہ وبحمدہ کثرت سے پڑھا کرے۔ اللہ کے نزدیک یہ کلام پہاڑ کی بقدر سونا خرچ کرنے سے بھی زیادہ محبوب ہے۔

فائدہ: کس قدر اللہ کا فضل ہے کہ ہر قسم کی مشقت سے بچنے والوں کے لئے بھی فضائل اور درجات کا دروازہ بند نہیں فرمایا۔ راتوں کو نہیں جاگا جاتا، کنجوسی سے پیسہ خرچ نہیں ہوتا، بزدلی اور کم ہمتی سے جہاد جیسا مبارک عمل نہیں ہوتا اس کے بعد بھی اگر دین کی قدر ہے آخرت کی فکر ہے تو اس کے لئے راستہ کھلا ہوا ہے پھر بھی کچھ کما نہ سکے تو کم نصیبی کے سوا اور کیا ہے۔ پہلے یہ مضمون ذرا تفصیل سے گزر چکا ہے۔

سب سے زیادہ محبوب چار کلمے:

حضورؐ کا ارشاد ہے کہ اللہ کے نزدیک سب سے زیادہ محبوب کلام چار کلمے ہیں۔ سبحان اللہ والحمدللہ ولا الہ الا اللہ واللہ اکبر ان میں سے جس کو چاہے پہلے پڑھے اور جس کو چاہے بعد میں (کوئی خاص ترتیب نہیں) ایک حدیث میں ہے کہ یہ کلمے قرآن پاک میں بھی موجود ہیں۔

فائدہ: یعنی قرآن پاک کے الفاظ میں بھی یہ کلمے کثرت سے وارد ہوئے ہیں اور قرآن پاک میں ان کا حکم ان کی ترغیب وارد ہوئی ہے چنانچہ پہلی فصل میں مفصل بیان ہو چکا ہے۔ ایک حدیث میں آیا ہے کہ عیدوں کو ان کلموں کے ساتھ مزین کیا کرو یعنی عید کی زینت یہ ہے کہ ان کلموں کا کثرت سے ورد کیا جائے۔

دعا کیجئے

اے اللہ! ہمیں اپنے حقیقی ذکر یعنی ہمہ وقت آپ کے احکامات کو پیش نظر رکھتے ہوئے زندگی بسر کرنے کی توفیق عطا فرمایئے۔ اے اللہ! ہمیں اپنی محبت نصیب فرمایئے اور مسنون اذکار و وظائف کو صبح و شام پڑھنے کی توفیق عطا فرمایئے۔ اے اللہ! ہمیں ایسا بنا دیجئے کہ ہم سب سے زیادہ آپ کا ذکر کرنے والے سب سے زیادہ آپ کو فرمانبرداری کرنے والے اور سب سے زیادہ آپ سے محبت کرنے والے بن جائیں۔ اے اللہ! ہمیں ایسا بنا دیجئے کہ ہم اپنے سارے دل کیساتھ آپ سے محبت کریں اور آپ کو راضی کرنے میں اپنی ساری کوششیں صرف کر دیں۔ اے اللہ! ہم آپ سے دین و دنیا اور اہل وعیال میں معافی اور اچھے انجام کا سوال کرتے ہیں۔ وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ

غریبوں کے لئے بہترین عمل

عن ابی هریره رضی الله عنه قال ان الفقراء المهاجرین اتوارسول الله صلی الله علیه وسلم فقالو اقد ذهب اهل الدثور بالدرجات العلیٰ و النعیم المقیم فقال ماذاک قالوا یصلون کما نصلی و یصومون کما نصوم ویتصدقون ولا نتصدق ویعتقون ولا نعتق (رواه البخاری و مسلم)

ترجمہ: حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں ایک مرتبہ فقرأ مہاجرین جمع ہو کر حاضر ہوئے اور عرض کیا' یارسول اللہ یہ مالدار سارے بلند درجے لے اڑے اور ہمیشہ کی رہنے والی نعمت انہیں کے حصہ میں آ گئی۔ حضورؐ نے فرمایا کیوں۔ عرض کیا کہ نماز روزہ میں تو یہ ہمارے شریک کہ ہم بھی کرتے ہیں یہ بھی مالدار ہونے کی وجہ سے یہ لوگ صدقہ کرتے ہیں غلام آزاد کرتے ہیں اور ہم ان چیزوں سے عاجز ہیں۔ حضورؐ نے فرمایا کہ میں تمہیں ایسی چیز بتاؤں کہ تم اس پر عمل کر کے اپنے سے پہلوں کو پکڑ لو اور بعد والوں سے بھی آگے بڑھے رہو اور کوئی شخص تم سے اس وقت تک افضل نہ ہو جب تک ان ہی اعمال کو نہ کرے۔ صحابہؓ نے عرض کیا ضرور بتا دیجئے ارشاد فرمایا کہ ہر نماز کے بعد سبحان اللہ الحمدللہ اللہ اکبر ۳۳' ۳۳ مرتبہ پڑھ لیا کرو (ان حضرات نے شروع کر دیا مگر اس زمانہ کے مالدار بھی اس نمونہ کے تھے انہوں نے بھی معلوم ہونے پر شروع کر دیا) تو فقرأ دوبارہ حاضر ہوئے کہ یارسول اللہ ہمارے مالدار بھائیوں نے بھی سن لیا اور وہ بھی یہی کرنے لگے۔ حضورؐ نے فرمایا یہ اللہ کا فضل ہے جس کو چاہے عطا فرمائے اس کو کون روک سکتا ہے۔ ایک دوسری حدیث میں بھی اسی طرح یہ قصہ ذکر کیا گیا اسمیں حضورؐ کا ارشاد ہے کہ تمہارے لئے بھی اللہ نے صدقہ کا قائم مقام بنا رکھا ہے۔ سبحان اللہ ایک مرتبہ کہنا صدقہ ہے الحمدللہ ایک مرتبہ کہنا صدقہ ہے۔ بیوی سے صحبت کرنا صدقہ ہے۔ صحابہؓ نے تعجب سے عرض کیا یارسول اللہ بیوی سے ہمبستری میں اپنی شہوت پوری کرے اور یہ صدقہ ہو جائے حضورؐ نے فرمایا اگر حرام میں مبتلا ہو گیا تو گناہ ہوگا یا نہیں۔ صحابہؓ نے عرض کیا ضرور ہوگا۔ ارشاد فرمایا اسی طرح حلال میں صدقہ اور اجر ہے۔

بیوی سے صحبت کرنا صدقہ کیسے ہے؟

تشریح: مطلب یہ ہے کہ اس نیت سے صحبت کرنا کہ حرام کاری سے بچے ثواب اور اجر کا سبب ہے اسی قصہ کی دوسری حدیث میں اس اشکال کے جواب میں کہ بیوی سے ہمبستری اپنی شہوت کو پورا کرنا ہے۔ حضورؐ کا جواب نقل کیا گیا۔ بتاؤ اگر بچہ پیدا ہو جائے پھر وہ جوان ہونے لگے اور تم اسکی خوبیوں کی امید باندھنے لگو پھر وہ مر جائے۔ کیا تم ثواب کی امید رکھتے ہو۔ عرض کیا گیا کہ بیشک امید ہے۔ حضورؐ نے فرمایا کیوں تم نے اس کو پیدا کیا' تم نے اسکو ہدایت کی تھی' تم نے اسکو روزی دی تھی بلکہ اللہ ہی نے پیدا کیا تھا اسی نے ہدایت دی تھی وہی روزی عطا کرتا ہے اس طرح صحبت سے تم نطفہ کو حلال جگہ رکھتے ہو پھر اللہ کے قبضہ میں ہے کہ چاہے اسکو زندہ کرے کہ اس سے اولاد پیدا کر دے یا مردہ کرے اولاد پیدا نہ ہو۔ اس حدیث کا مقتضیٰ یہ ہے کہ یہ اجر و ثواب بچہ کے پیدا ہونے کا سبب ہونے کی وجہ سے ہے۔

سمندر کی جھاگ کے برابر گناہوں کی معافی

حضور اقدس کا ارشاد ہے کہ جو شخص ہر نماز کے بعد سبحان اللہ ۳۳ مرتبہ الحمدللہ ۳۳ مرتبہ، اللہ اکبر ۳۳ مرتبہ اور ایک مرتبہ **لاالہ الا اللہ وحدہ لاشریک لہ لہ الملک ولہ الحمد وھو علیٰ کل شیء قدیر** پڑھے اس کے گناہ معاف ہو جاتے ہیں۔ خواہ اتنی کثرت سے ہوں، جتنے سمندر کے جاگ۔

فائدہ: خطایا کی مغفرت کے بارہ میں پہلے کئی حدیثوں کے تحت میں بحث گزر چکی ہے کہ ان خطایا سے مراد علماء کے نزدیک صغیرہ گناہ ہیں۔ اس حدیث میں تین کلمے ۳۳، ۳۳ مرتبہ اور لا الہ الا اللہ ایک مرتبہ وارد ہوا ہے۔ اس سے اگلی حدیث میں دو کلمے ۳۳، ۳۳ مرتبہ اور اللہ اکبر ۳۴ مرتبہ آ رہا ہے۔ حضرت زیدؓ سے نقل کیا گیا ہے کہ ہم کو حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے **سبحان اللہ الحمدللہ اللہ اکبر** ہر ایک کو ۳۳ مرتبہ ہر نماز کے بعد پڑھنے کا حکم فرمایا تھا۔ ایک انصاریؓ نے خواب میں دیکھا کوئی شخص کہتا ہے کہ ہر ایک کلمہ کو پچیس مرتبہ کر لو ان کے ساتھ لاالہ الااللہ ۲۵ مرتبہ کا اضافہ کر لو۔ حضرت اقدس صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کیا گیا حضورؐ نے قبول فرمالی اور اس کی اجازت فرمادی کہ ایسا ہی کر لیا جائے ایک حدیث میں سبحان اللہ، الحمد اللہ، اللہ اکبر ہر کلمہ کو ہر نماز کے بعد گیارہ مرتبہ کا حکم ہے اور ایک حدیث میں ۱۰، ۱۰ مرتبہ وارد ہوا ہے۔ ایک حدیث میں لاالہ الا اللہ ۱۰ مرتبہ باقی تینوں کلمے ہر ایک ۳۳ مرتبہ۔ ایک حدیث میں ہر نماز کے بعد چاروں کلمے ۱۰۰، ۱۰۰ مرتبہ وارد ہوئے ہیں جیسا کہ حصن حصین میں ان روایات کو ذکر کیا گیا ہے یہ اختلاف بظاہر ہر حالات کے اختلاف کی وجہ سے ہے کہ آدمی فراغت اور مشاغل کے اعتبار سے مختلف ہیں جو لوگ دوسری ضروری کاموں میں مشغول ہیں ان کے لئے کم مقدار تجویز فرمائی اور جو لوگ، فارغ ہیں ان کے لئے زیادہ مقدار لیکن محققین کی رائے یہ ہے کہ جو عدد احادیث میں مذکور ہیں ان کی رعایت ضروری ہے کہ جو چیز دوا کے طور پر استعمال کیجاتی ہے اسمیں مقدار کی رعایت بھی اہم ہے۔

ایسے کلمات جن کا کہنے والا نامراد نہیں ہوتا:

حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ چند پیچھے آنے والے (کلمات) ایسے ہیں جن کا کہنے والا نامراد نہیں ہوتا وہ یہ ہیں کہ ہر فرض نماز کے بعد ۳۳ مرتبہ سبحان اللہ، ۳۳ مرتبہ الحمداللہ، ۳۴ مرتبہ اللہ اکبر۔

فائدہ: ان کلمات کو پیچھے آنے والے یا تو اس وجہ سے فرمایا کہ یہ نمازوں کے بعد پڑھے جاتے ہیں، یا اس وجہ سے کہ گناہوں کے بعد پڑھنے سے انکو دھونے اور مٹا دینے والے ہیں یا اس وجہ سے یہ کلمات ایک دوسرے کے بعد پڑھے جاتے ہیں۔ حضرت ابوالدرداءؓ فرماتے ہیں کہ ہمیں نمازوں کے بعد **سبحان اللہ الحمدللہ** ۳۳، ۳۳ مرتبہ اور **اللہ اکبر** ۳۴ مرتبہ پڑھنے کا حکم کیا گیا ہے۔

دعا کیجئے

اے اللہ! ہمیں ایسا بنا دیجئے کہ ہم اپنے سارے دل کیساتھ آپ سے محبت کریں اور آپ کو راضی کرنے میں اپنی ساری کوششیں صرف کر دیں۔ اے اللہ! ہم آپ سے دین و دنیا اور اہل وعیال میں معافی اور اچھے انجام کا سوال کرتے ہیں۔ اے اللہ! ہمیں بخش دیجئے اور ہمارے گھروں میں وسعت اور رزق میں برکت عطا فرما دیجئے۔

وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ

روزانہ احد پہاڑ کے برابر عمل

عن عمران بن حصین رضی اللہ عنہ رفعہ اما یستطیع احدکم ان یعمل کل یوم مثل احد عملاً قالو یارسول اللہ و من یستطیع قال کلکم یستطیع قالوا یارسول اللہ ماذا قال سبحان اللہ اعظم من احد و لاالہ الا اللہ اعظم من احد والحمد للہ اعظم من احد واللہ اکبر اعظم من احد (جمع الفوائد)

ترجمہ: حضور اقدس نے ایک مرتبہ ارشاد فرمایا کیا تم میں سے کوئی ایسا نہیں ہے کہ روزانہ احد (جو مدینہ منورہ کے ایک پہاڑ کا نام ہے) کے برابر عمل کرلیا کرے۔ صحابہؓ نے عرض کیا یارسول اللہ اس کی کون طاقت رکھتا ہے (کہ اتنے بڑے پہاڑ کے برابر عمل کرے) حضور نے ارشاد فرمایا ہر شخص طاقت رکھتا ہے۔ صحابہؓ نے عرض کیا اس کی کیا صورت ہے ارشاد فرمایا کہ سبحان اللہ کا ثواب احد سے زیادہ ہے لاالہ الا اللہ کا احد سے زیادہ ہے الحمد للہ کا احد سے زیادہ ہے اللہ اکبر کا احد سے زیادہ ہے۔

تشریح: یعنی ان کلموں میں سے ہر ایک کلمہ ایسا ہے جس کا ثواب اُحد پہاڑ سے زیادہ ہے اور ایک پہاڑ کیا نامعلوم کتنے ایسے پہاڑوں سے زیادہ ہے۔ حدیث میں آیا ہے کہ **سبحان اللہ، الحمد للہ** سارے آسمانوں اور زمینوں کو ثواب سے بھر دیتے ہیں۔ ایک حدیث میں آیا ہے کہ **سبحان اللہ** کا ثواب آدھی ترازو ہے اور **الحمد للہ** اس کو پُر کر دیتی ہے اور **اللہ اکبر** آسمان زمین کے درمیان کو پُر کر دیتی ہے۔ ایک حدیث میں حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد نقل کیا گیا ہے کہ **سبحان اللہ الحمد للہ لاالہ الا اللہ اللہ اکبر** مجھے ہر اس چیز سے زیادہ محبوب ہے جس پر آفتاب نکلے۔ ملا علی قاریؒ فرماتے ہیں کہ مراد یہ ہے کہ ساری ہی دنیا اللہ کے واسطے خرچ کر دوں تو اس سے بھی یہ زیادہ محبوب ہیں۔ کہتے ہیں کہ حضرت سلیمان علیہ السلام ہوائی تخت پر تشریف لے جا رہے تھے پرندے آپ پر سایہ کئے ہوئے تھے اور جن و انس وغیرہ لشکر در قطار ایک عابد پر گزر ہوا جس پر حضرت سلیمان علیہ السلام کے اس وسعت ملکی اور عموم سلطنت کی تعریف کی۔ آپ نے ارشاد فرمایا کہ مومن کے اعمالنامہ میں ایک تسبیح سلیمان بن داؤد کے سارے ملک سے اچھی ہے کہ یہ ملک فنا ہو جائیگا اور تسبیح باقی رہنے والی چیز ہے۔

پانچ چیزیں جو ترازو میں بہت وزنی ہیں:

ایک مرتبہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ واہ واہ پانچ چیزیں (اعمالنامہ تلنے کی) ترازو میں کتنی زیادتی وزنی ہیں لاالہ الا اللہ اللہ اکبر سبحان اللہ الحمد للہ اور وہ بچہ جو مرجائے اور باپ (اسی طرح ماں بھی) اس پر صبر کرے۔

یہ مضمون کئی صحابہؓ سے متعدد احادیث میں نقل کیا گیا ہے۔ بخ بخ بڑے سرور اور فرحت کا کلمہ ہے جس چیز کو حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم اس خوشی اور مسرت سے ارشاد فرما رہے ہوں عطا فرما رہے ہوں کیا محبت کا دعویٰ کرنے والوں کے ذمہ نہیں ہے کہ ان کلموں پر مرمٹیں کہ حضور کی اس خوشی کی قدردانی اور اس کا استقبال یہی ہے۔

حضرت نوح علیہ السلام کی نصیحت

حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ حضرت نوح علیہ السلام نے اپنے صاحبزادے سے فرمایا کہ میں تمہیں وصیت کرتا ہوں اور اس خیال سے کہ بھول نہ جاؤ نہایت مختصر کہتا ہوں اور وہ یہ ہے کہ دو کام کرنے کی وصیت کرتا ہوں اور دو کاموں سے روکتا ہوں جن دو کاموں کے کرنے کی وصیت کرتا ہوں وہ دونوں ایسے ہیں کہ اللہ جل جلالہ ان سے نہایت خوش ہوتے ہیں اور اللہ کی نیک مخلوق ان سے خوش ہوتی ہے۔ ان دونوں کاموں کی اللہ کے یہاں رسائی (اور مقبولیت) بھی بہت زیادہ ہے ان دو میں سے ایک لاالہ الا اللہ ہے کہ اگر تمام آسمان اور زمین کو ایک حلقہ ہو

جائیں تو بھی یہ پاک کلمہ ان کو توڑ کر آسمان پر جائے بغیر نہ رہے اور اگر تمام آسمان اور زمین ایک پلڑے میں رکھ دیا جائے اور دوسرے میں یہ پاک کلمہ ہو تب بھی وہی پلڑا جھک جائے گا اور دوسرا کام جو کرنا ہے وہ سبحان اللہ وبحمدہ کا پڑھنا ہے کہ یہ کلمہ ساری مخلوق کی عبادت ہے اور اسی کی برکت سے ساری مخلوق کو روزی دی جاتی ہے کوئی بھی چیز مخلوق میں ایسی نہیں جو اللہ کی تسبیح نہ کرتی ہو مگر تم لوگ ان کا کلام سمجھتے نہیں ہو اور جن دو چیزوں سے منع کرتا ہوں وہ شرک اور تکبر ہے کہ ان دونوں کی وجہ سے اللہ سے حجاب ہو جاتا ہے اور اللہ کی نیک مخلوق سے حجاب ہو جاتا ہے۔

انسانوں، جنوں اور فرشتوں کے علاوہ مخلوقات کی تسبیح

لاالہ الااللہ کے بیان میں بھی اس حدیث کا مضمون گزر چکا ہے تسبیح کے متعلق جو ارشاد اس حدیث میں ہے قرآن پاک کی آیات میں بھی گزر چکا ہے۔ وان من شیء الا یسبح بحمدہ قرآن پاک کی آیت ہے۔ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد بہت سی احادیث میں وارد ہوا ہے کہ شبِ معراج میں آسمانوں کی تسبیح حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے خود سنی۔ ایک مرتبہ حضورؐ کا ایسی جماعت پر گزر ہوا جو اپنے گھوڑوں اور اونٹوں پر کھڑی ہوئی تھی حضورؐ نے ارشاد فرمایا کہ جانوروں کی ممبر اور کرسیاں نہ بناؤ بہت سے جانور سواروں سے بہتر اور ان سے زیادہ اللہ کا ذکر کرنیوالے ہوتے ہیں۔ حضرت ابنِ عباسؓ فرماتے ہیں کہ کھیتی بھی تسبیح کرتی ہے اور کھیتی والے کو اس کا ثواب ملتا ہے۔

پیالے کی تسبیح: ایک مرتبہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں ایک پیالہ پیش کیا گیا جس میں ثرید تھا۔ آپؐ نے ارشاد فرمایا کہ یہ کھانا تسبیح کر رہا ہے کسی نے عرض کیا آپؐ اسکی تسبیح سمجھتے ہیں حضورؐ نے ارشاد فرمایا ہاں سمجھتا ہوں۔ اس کے بعد آپؐ نے ایک شخص سے فرمایا کہ اس کو فلاں شخص کے قریب کر دو۔ پیالہ ان کے قریب کیا گیا تو انہوں نے بھی تسبیح سنی۔ اس کے بعد پھر ایک تیسرے صاحب کے قریب اس طرح کیا گیا انہوں نے بھی سنا۔ کسی نے درخواست کی کہ مجمع کے سب ہی لوگوں کو سنوایا جائے۔ حضورؐ نے ارشاد فرمایا کہ اگر کسی کو ان میں سے سنائی نہ دے تو لوگ سمجھیں گے کہ یہ گناہگار ہے۔

اس چیز کا تعلق کشف سے ہے۔ حضرات انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام کو تو یہ چیزیں بدرجہ اتم حاصل تھی اور ہونا چاہیے تھی حضرات صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم کو بھی بسا اوقات حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے فیض صحبت اور انوار قرب کی بدولت یہ چیز حاصل ہو جاتی تھی۔ سینکڑوں واقعات اس کے شاہد ہیں۔ صوفیہ کو بھی اکثر یہ چیز مجاہدوں کی کثرت سے حاصل ہو جاتی ہے جس کی وجہ سے وہ جمادات اور حیوانات کی تسبیح، ان کا کلام ان کی گفتگو سمجھ لیتے ہیں لیکن محققین مشائخ کے نزدیک چونکہ یہ چیز نہ دلیل کمال ہے نہ موجب قرب کہ جو بھی اس قسم کے مجاہدے کرتا ہے وہ حاصل کر لیتا ہے خواہ اس کو حق تعالیٰ شانہ کے یہاں قرب حاصل ہو یا نہ ہو۔ اس لئے محققین اسکو غیر اہم سمجھتے ہیں بلکہ اس لحاظ سے مضر سمجھتے ہیں کہ جب مبتدی اسمیں لگ جاتا ہے تو دنیا کی سیر کا ایک شوق پیدا ہو کر ترقی کے لئے مانع بن جاتا ہے مجھے اپنے حضرت مولانا خلیل احمد صاحبؒ کے بعض خدام کے متعلق معلوم ہے کہ جب ان کو یہ صورت کشف پیدا ہونے لگی تو حضرت نے چند روز کے لئے اہتمام نے سب ذکر شغل چھڑا دیا تھا کہ مبادا یہ حالت ترقی پکڑ جائے۔ اس کے علاوہ حضرات اس لئے بھی بچتے ہیں کہ اس صورت میں دوسروں کے گناہوں کا اظہار ہوتا ہے جو ان حضرات کیلئے تکدر کا سبب ہوتا ہے۔ علامہ شعرانیؒ نے میزان الکبریٰ میں لکھا ہے کہ حضرت امام اعظم رحمہ اللہ جب کسی شخص کو وضو کرتے ہوئے دیکھتے تو اس پانی میں جو گناہ دھلتا ہوا نظر آتا اس کو معلوم کر لیتے۔ یہ بھی معلوم ہو جاتا کہ کبیرہ گناہ ہے یا صغیرہ مکروہ فعل ہے یا خلاف اولیٰ، جیسا کہ حِسی چیزیں نظر آیا کرتی ہیں اسی طرح یہ بھی معلوم ہو جاتا تھا چنانچہ ایک دفعہ کوفہ کی جامع مسجد کے وضوخانہ میں تشریف فرما تھے ایک جوان وضو کر رہا تھا اسکے

وضو کا پانی گرتے ہوئے آپؒ نے دیکھا اس کو چپکے سے نصیحت فرمائی کہ بیٹا والدین کی نافرمانی سے توبہ کر لے۔ اس نے توبہ کی۔ ایک دوسرے شخص کو دیکھا تو اس کو نصیحت فرمائی کہ بھائی زنا نہ کیا کر بہت برا عیب ہے۔ اس وقت اس نے بھی زنا سے توبہ کی۔ ایک اور شخص کو دیکھا کہ شراب خوری اور لہو ولعب کا پانی گر رہا ہے اس کو بھی نصیحت فرمائی اس نے بھی توبہ کی۔ الغرض اس کے بعد امام صاحبؒ نے اللہ جل جلالہ سے دعا کی کہ اے اللہ اس چیز کو مجھ سے دور فرما دے کہ میں لوگوں کی برائیوں پر مطلع ہونا نہیں چاہتا۔ حق تعالیٰ شانہ نے دعا قبول فرمائی اور یہ چیز زائل ہوگئی۔

کہتے ہیں کہ اسی زمانہ میں امام صاحبؒ نے مستعمل پانی کے ناپاک ہونے کا فتویٰ دیا تھا کیونکہ جب وہ پانی گندہ اور متعفن نظر آتا تھا تو کیسے اس کو پاک فرماتے مگر جب یہ چیز زائل ہوگئی تو اس کو ناپاک فرمانا بھی چھوڑ دیا۔ حضرت مولانا الشاہ عبدالرحیم صاحبؒ رائپوری نور اللہ مرقدہ کے خدام میں ایک صاحب تھے جو کئی کئی روز اس وجہ سے استنجے نہیں جا سکتے تھے کہ ہر جگہ انوار نظر آتے تھے اور بھی سینکڑوں ہزاروں واقعات اس قسم کے ہیں جن میں کسی قسم کے تردد کی گنجائش نہیں کہ جن لوگوں کو کشف سے کوئی حصہ ملتا ہے وہ اس حصہ کے بقدر احوال کو معلوم کر لیتے ہیں۔

دعا کیجئے: اے اللہ! ہمیں اپنے حقیقی ذکر یعنی ہمہ وقت آپ کے احکامات کو پیش نظر رکھتے ہوئے زندگی بسر کرنے کی توفیق عطا فرمائیے۔ اے اللہ! ہمیں اپنی محبت نصیب فرمائیے اور مسنون اذکار و وظائف کو صبح وشام پڑھنے کی توفیق عطا فرمائیے۔ اے اللہ! ہمیں ایسا بنا دیجئے کہ ہم سب سے زیادہ آپ کا ذکر کرنے والے سب سے زیادہ آپ کو فرمانبرداری کرنے والے اور سب سے زیادہ آپ سے محبت کرنے والے بن جائیں۔ وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ

نو منٹ میں نو قرآن پاک اور ایک ہزار آیات کی تلاوت کا ثواب

سورۃ فاتحہ: تین مرتبہ پڑھنے کا ثواب دو مرتبہ قرآن پڑھنے کے برابر ہے۔ (تفسیر مظہری)

آیت الکرسی: چار مرتبہ پڑھنے کا ثواب ایک مرتبہ قرآن پڑھنے کے برابر ہے۔ (مسند احمد)

سورۃ الزلزال: دو مرتبہ پڑھنے کا ثواب ایک قرآن پڑھنے کے برابر ہے۔ (ترمذی)

سورۃ القدر: چار مرتبہ پڑھنے کا ثواب ایک قرآن پڑھنے کے برابر ہے۔ (مسند احمد)

سورۃ العادیات: دو مرتبہ پڑھنے کا ثواب ایک قرآن پڑھنے کے برابر ہے۔ (مواہب)

سورۃ التکاثر: ایک مرتبہ پڑھنے کا ثواب ہزار آیتوں کے پڑھنے کے برابر ہے۔ (مشکوۃ)

سورۃ الکافرون: چار مرتبہ پڑھنے کا ثواب ایک قرآن پڑھنے کے برابر ہے۔ (ترمذی)

سورۃ النصر: چار مرتبہ پڑھنے کا ثواب ایک قرآن پڑھنے کے برابر ہے۔ (ترمذی)

سورۃ الاخلاص: تین مرتبہ پڑھنے کا ثواب ایک قرآن پڑھنے کے برابر ہے۔ (بخاری)

نوٹ
کوئی بھی نفل فرض کا بدل نہیں ہوسکتا اس لئے تمام فرائض کا بہت اہتمام رکھنا چاہئے اور ہر قسم کے چھوٹے بڑے گناہوں سے بچنا چاہئے۔

رمضان المبارک میں ہر نیکی پر 70 گنا ثواب ملتا ہے اس حساب سے ان سورتوں کی تلاوت پر 630 قرآن پاک اور ستر ہزار آیات کی تلاوت کا ثواب صرف نو منٹ میں حاصل کیا جاسکتا ہے۔

بوڑھوں کے لئے بہترین عمل

عن ام ھانیء رضی اللہ عنہا قالت مربی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فقلت یا رسول اللہ قد کبرت وضعفت او کما قالت فمرنی بعمل اعملہ و انا جالسۃ قال سبحی اللہ مائۃ تسبیحۃ فانہ تعدل لک مائتہ رتبۃ تعتقینھا (رواہ احمد)

ترجمہ: حضرت اُمّ ھانیؓ فرماتی ہیں کہ جب ایک مرتبہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لائے میں نے عرض کیا یا رسول اللہ میں بوڑھی ہوگئی ہوں اور ضعیف ہوں کوئی ایسا عمل بتا دیجئے کہ بیٹھے بیٹھے کرتی رہا کروں۔ حضورؐ نے فرمایا سبحان اللہ سو مرتبہ پڑھا کرو اس کا ثواب ایسا ہے گویا تم نے سو غلام عرب آزاد کئے اور الحمدللہ سو مرتبہ پڑھا کرو اس کا ثواب ایسا ہے گویا تم نے سو گھوڑے مع سامان لگام وغیرہ جہاد میں سواری کے لئے دیدیئے اور اللہ اکبر سو مرتبہ پڑھا کرو یہ ایسا ہے گویا تم نے سو اونٹ قربانی میں ذبح کئے اور وہ قبول ہوگئے اور لا الہ الا اللہ سو مرتبہ پڑھا کرو اس کا ثواب تو تمام آسمان زمین کے درمیان کو بھر دیتا ہے اس سے بڑھ کر کسی کا کوئی عمل نہیں جو مقبول ہو۔ حضرت ابورافعؓ کی بیوی حضرت سلمیٰؓ نے بھی حضورؐ سے عرض کیا کہ مجھے کوئی وظیفہ مختصر سا بتا دیجئے زیادہ لمبا نہ ہو۔ حضورؐ نے ارشاد فرمایا اللہ اکبر کہ دس مرتبہ پڑھا کرو اللہ جل شانہ اس کے جواب میں فرماتے ہیں کہ یہ میرے لئے ہے پھر سبحان اللہ دس مرتبہ کہا کرو اللہ تعالیٰ پھر یہی فرماتے ہیں کہ یہ میرے لئے ہے پھر **اللھم اغفرلی** دس مرتبہ پڑھا کرو حق تعالیٰ شانہ فرماتے ہیں کہ ہاں میں نے مغفرت کردی۔ دس مرتبہ تم **اللھم اغفرلی** کہو (دس مرتبہ اللہ جل شانہ فرماتے ہیں کہ میں نے مغفرت کردی۔

تشریح: ضعفا اور بوڑھوں کے لئے بالخصوص عورتوں کے لئے کس قدر سہل اور مختصر چیز حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے تجویز فرمادی ہے۔ دیکھئے ایسی مختصر چیزوں پر جن میں نہ زیادہ مشقت ہے نہ چلنا پھرنا ہے کتنے بڑے بڑے ثوابوں کا وعدہ ہے۔ کتنی کم نصیبی ہوگی اگر ان کو وصول نہ کیا جائے۔ حضرت اُمِ سلیمؓ کہتی ہیں میں نے حضورؐ سے عرض کیا کوئی چیز مجھے تعلیم فرما دیجئے جس کے ذریعہ سے نماز میں دعا کیا کروں۔ حضورؐ نے ارشاد فرمایا کہ **سبحان اللہ الحمدللہ اللہ اکبر** دس دس مرتبہ پڑھ لیا کرو اور جو چاہے اسکے بعد دعا کیا کرو۔ دوسری حدیث میں اس کے بعد یہ ارشاد ہے کہ جو چاہے دعا کیا کرو حق تعالیٰ شانہ اس دعا پر فرماتے ہیں ہاں ہاں (میں نے قبول کی) کتنے سہل اور معمولی الفاظ ہیں جن کو نہ یاد کرنا پڑتا ہے نہ ان میں کوئی محنت اٹھانی پڑتی ہے۔ دن بھر ہم لوگ بکواس میں گزار دیتے ہیں تجارت کے ساتھ دکان پر بیٹھے بیٹھے یا کھیتی زمین کے انتظامات میں مشغول رہتے ہیں اگر زبان سے ان تسبیحوں کو پڑھتے رہیں تو دنیا کی کمائی کے ساتھ ہی آخرت کی کتنی بڑی دولت ہاتھ آجائے۔

ذاکرین کو ڈھونڈنے والی فرشتوں کی جماعت:

حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ فرشتوں کی ایک جماعت ہے جو راستوں وغیرہ میں گشت کرتی رہتی ہے اور

جہاں کہیں ان کو اللہ کا ذکر کرنیوالے ملتے ہیں تو وہ آپس میں ایک دوسرے کو بلا کر سب جمع ہو جاتے ہیں اور ذکر کرنیوالوں کے گرد آسمان تک جمع ہوتے رہتے ہیں جب وہ مجلس ختم ہو جاتی ہے تو وہ آسمان پر جاتے ہیں اللہ جل جلالہ باوجود یکہ ہر چیز کو جانتے ہیں پھر بھی دریافت فرماتے ہیں کہ تم کہاں سے آئے ہو وہ عرض کرتے ہیں کہ تیرے بندوں کی فلاں جماعت کے پاس سے آئے ہیں جو تیری تسبیح اور تکبیر اور تحمید (بڑائی بیان کرنے اور تعریف کرنے) میں مشغول تھے ارشاد ہوتا ہے کیا ان لوگوں نے مجھے دیکھا ہے عرض کرتے ہیں یا اللہ دیکھا تو نہیں ارشاد ہوتا ہے کہ اگر وہ مجھے دیکھ لیتے تو کیا حال ہوتا عرض کرتے ہیں کہ اور بھی زیادہ عبادت میں مشغول ہوتے اور اس سے بھی زیادہ تیری تعریف اور تسبیح میں منہمک ہوتے ارشاد ہوتا ہے کہ وہ کیا چاہتے ہیں عرض کرتے ہیں کہ وہ جنت چاہتے ہیں ارشاد ہوتا ہے کہ انہوں نے جنت کو دیکھا ہے عرض کرتے ہیں کہ دیکھا تو نہیں ارشاد ہوتا ہے کہ اگر دیکھ لیتے تو کیا ہوتا عرض کرتے ہیں کہ اس سے بھی زیادہ شوق اور تمنا اور اسکی طلب میں لگ جاتے پھر ارشاد ہوتا ہے کہ کس چیز سے پناہ مانگ رہے تھے عرض کرتے ہیں کہ جہنم سے پناہ مانگ رہے تھے ارشاد ہوتا ہے کہ کیا انہوں نے جہنم کو دیکھا ہے عرض کرتے ہیں کہ دیکھا تو ہے نہیں۔ ارشاد ہوتا ہے اگر دیکھتے تو کیا ہوتا عرض کرتے ہیں اور بھی زیادہ اس سے بھاگتے اور بچنے کی کوشش کرتے۔ ارشاد ہوتا اچھا تم گواہ رہو کہ میں نے اس مجلس والوں کو سب کو بخش دیا۔ ایک فرشتہ عرض کرتا ہے یا اللہ فلاں شخص اس مجلس میں اتفاقاً اپنی کسی ضرورت سے آیا تھا وہ اس مجلس کا شریک نہیں تھا ارشاد ہوتا ہے کہ یہ جماعت ایسی مبارک ہے کہ انکا پاس بیٹھنے والا بھی محروم نہیں ہوتا (لہٰذا اس کو بھی بخش دیا)

ذکر والوں پر اللہ تعالیٰ کا فخر

اس قسم کا مضمون متعدد احادیث میں وارد ہوا ہے کہ فرشتوں کی ایک جماعت ذکر کی مجالس اور ذکر کرنیوالی جماعتوں اور افراد کی تلاش میں رہتی ہے اور جہاں مل جاتی ہے ان کے پاس یہ جماعت بیٹھتی ہے ان کا ذکر سنتی ہے فرشتہ کا یہ عرض کرنا ایک شخص مجلس میں ایسا بھی تھا کہ جو اپنی ضرورت سے آیا تھا واقعہ کا اظہار ہے کہ اس وقت یہ حضرات بمنزلہ گواہوں کے ہیں اور ان لوگوں کی عبادت اور ذکر اللہ میں مشغولی کی گواہی دے رہے ہیں اسی وجہ سے اس کے اظہار کی ضرورت پیش آئی کہ مبادا اعتراض ہو جائے لیکن یہ اللہ کا لطف ہے کہ ذاکرین کی برکت سے ان کے پاس اپنی ضرورت سے بیٹھنے والے کو بھی محروم نہ فرمایا۔

دعا کیجئے

اے اللہ! ہمیں ایسا بنا دیجئے کہ ہم سب سے زیادہ آپ کا ذکر کرنے والے سب سے زیادہ آپ کو فرمانبرداری کرنے والے اور سب سے زیادہ آپ سے محبت کرنے والے بن جائیں۔ اے اللہ! ہمیں ایسا بنا دیجئے کہ ہم اپنے سارے دل کیساتھ آپ سے محبت کریں اور آپ کو راضی کرنے میں اپنی ساری کوششیں صرف کر دیں۔ اے اللہ! ہم آپ سے دین و دنیا اور اہل و عیال میں معافی اور اچھے انجام کا سوال کرتے ہیں۔

وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ

اللہ تعالیٰ کا محبّ کون ہے؟

عن ام هانیء رضی الله عنها قالت مربی رسول الله صلی الله علیه وسلم فقلت یا رسول الله قد کبرت وضعفت او کما قالت فمرنی بعمل اعمله و انا جالسة قال سبحی الله مائة تسبیحة فانه تعدل لک مائته رتبة تعتقینها (رواہ احمد)

ترجمہ: حضرت اُمّ ھانیؓ فرماتی ہیں کہ جب ایک مرتبہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لائے میں نے عرض کیا یا رسول اللہ میں بوڑھی ہوگئی ہوں اور ضعیف ہوں کوئی ایسا عمل بتا دیجئے کہ بیٹھے بیٹھے کرتی رہا کروں۔ حضورؐ نے فرمایا سبحان اللہ سو مرتبہ پڑھا کرو اس کا ثواب ایسا ہے گویا تم نے سو غلام عرب آزاد کئے اور الحمد اللہ سو مرتبہ پڑھا کرو اس کا ثواب ایسا ہے گویا تم نے سو گھوڑے مع سامان لگام وغیرہ جہاد میں سواری کے لئے دیدیئے اور اللہ اکبر سو مرتبہ پڑھا کرو یہ ایسا ہے گویا تم نے سو اونٹ قربانی میں ذبح کئے اور وہ قبول ہوگئے اور لا الہ الا اللہ سو مرتبہ پڑھا کرو اس کا ثواب تو تمام آسمان زمین کے درمیان کو بھر دیتا ہے اس سے بڑھ کر کسی کا کوئی عمل نہیں جو مقبول ہو۔ حضرت ابورافعؓ کی بیوی حضرت سلمیٰؓ نے بھی حضورؐ سے عرض کیا کہ مجھے کوئی وظیفہ مختصر سا بتا دیجئے زیادہ لمبا نہ ہو۔ حضورؐ نے ارشاد فرمایا اللہ اکبر کہ دس مرتبہ پڑھا کرو اللہ جل شانہ اس کے جواب میں فرماتے ہیں کہ یہ میرے لئے ہے پھر سبحان اللہ دس مرتبہ کہا کرو اللہ تعالیٰ پھر یہی فرماتے ہیں کہ یہ میرے لئے ہے پھر اللھم اغفرلی دس مرتبہ پڑھا کرو حق تعالیٰ شانہ فرماتے ہیں کہ ہاں میں نے مغفرت کردی۔ دس مرتبہ تم اللھم اغفرلی کہو (دس مرتبہ اللہ جل شانہ فرماتے ہیں کہ میں نے مغفرت کردی۔

تشریح: شیخ ابوبکر کتانیؒ کہتے ہیں کہ ایک مرتبہ حج کے موقعہ پر مکہ مکرمہ میں چند صوفیہ کا اجتماع تھا جن میں سب سے کم عمر حضرت جنید بغدادیؒ تھے۔ اس مجمع میں محبت الٰہی پر بحث شروع ہوئی کہ محبّ کون ہے۔ مختلف حضرات مختلف ارشادات فرماتے رہے۔ حضرت جنیدؒ چپ رہے۔ ان حضرات نے ان سے فرمایا کہ تم بھی کچھ کہو۔ اس پر انہوں نے سر جھکا کر روتے ہوئے فرمایا کہ عاشق وہ ہے جو اپنی خودی سے جاتا رہے، خدا کے ذکر کے ساتھ وابستہ ہوگیا ہو اور اس کا حق ادا کرتا ہو دل سے اللہ کی طرف دیکھتا ہو اس کے دل کو انوار ہیبت نے جلا دیا ہو۔ اس کے لئے خدا کا ذکر شراب کا پیالہ ہو اگر کلام کرتا ہو تو اللہ ہی کا کلام ہو۔ گویا حق تعالیٰ شانہ اسکی زبان سے کلام فرماتا ہے اگر حرکت کرتا ہو تو اللہ ہی کے حکم سے اگر تسکین پاتا ہو تو اللہ ہی کے ساتھ اور جب یہ حالت ہو جاتی ہے تو پھر کھانا پینا، سونا جاگنا سب کاروبار اللہ ہی کی رضا کے واسطے ہو جاتے ہیں۔ نہ دنیا کا رسم ورواج قابل التفات رہتا ہے نہ لوگوں کی طعن تشنیع قابل وقعت۔

حضرت سعید بن المسیبؒ کی صاحبزادی کا نکاح:

حضرت سعید بن المسیبؒ مشہور تابعی ہیں۔ بڑے محدثین میں شمار ہیں۔ ان کی خدمت میں ایک شخص عبداللہ بن ابیؒ وداعہ کثرت سے حاضر ہوا کرتے تھے ایک مرتبہ چند روز حاضر نہ ہو سکے۔ کئی روز کے بعد جب حاضر ہوئے تو حضرت سعیدؒ نے دریافت فرمایا کہاں تھے عرض کیا کہ میری بیوی کا انتقال ہوگیا ہے اس کی وجہ سے مشاغل میں پھنسا رہا۔ فرمایا ہم کو خبر نہ کی ہم

بھی جنازہ میں شریک ہوتے۔ تھوڑی دیر کے بعد میں اٹھ کر آنے لگا فرمایا دوسرا نکاح کر لیا میں نے عرض کیا حضرت مجھ سے کون نکاح کرے گا۔ دو تین آنے کی میری حیثیت ہے۔ آپ نے فرمایا ہم کر دیں گے اور یہ کہہ کر خطبہ پڑھا اور اپنی بیٹی کا نکاح نہایت معمولی مہر آٹھ دس آنہ پر مجھ سے کر دیا (اتنی مقدار مہر کی انکے نزدیک جائز ہوگی جیسا کہ بعض اماموں کا مذہب ہے حنفیہ کے نزدیک ڈھائی روپے سے کم جائز نہیں) نکاح کے بعد میں اٹھا اور اللہ ہی کو معلوم ہے کہ مجھے کس قدر مسرت تھی خوشی میں سوچ رہا تھا کہ رخصتی کے انتظام کے لئے کس سے قرض مانگوں' کیا کروں۔ اسی فکر میں شام ہوگئی۔ میرا روزہ تھا۔ مغرب کے وقت روزہ افطار کیا۔ نماز کے بعد گھر آیا۔ چراغ جلایا۔ روٹی اور زیتون کا تیل موجود تھا۔ اس کو کھانے لگا کہ کسی شخص نے دروازہ کھٹکھٹایا میں نے پوچھا کون ہے؟ کہا سعید ہے میں سوچنے لگا کہ کون سعید ہے۔ حضرت کی طرف میرا خیال بھی نہ گیا کہ چالیس برس سے اپنے گھر یا مسجد کے سوا کہیں آنا جانا تھا ہی نہیں۔ باہر آ کر دیکھا کہ سعید بن المسیبؒ ہیں میں نے عرض کیا۔ آپ نے مجھے نہ بلا لیا۔ فرمایا میرا ہی آنا مناسب تھا۔ میں نے عرض کیا کیا ارشاد ہے۔ فرمایا مجھے یہ خیال آیا کہ اب تمہارا نکاح ہو چکا ہے تنہا رات کو سونا مناسب نہیں اس لئے تمہاری بیوی کو لایا ہوں۔ یہ فرما کر اپنی لڑکی کو دروازہ کے اندر کر دیا اور دروازہ بند کر کے چلے گئے۔ وہ لڑکی شرم کی وجہ سے گر گئی۔ میں نے اندر سے کواڑ بند کئے اور وہ روٹی اور تیل جو چراغ کے سامنے رکھا تھا وہاں سے ہٹا دیا کہ اس کی نظر نہ پڑے اور مکان کی چھت پر چڑھ کر پڑوسیوں کو آواز دی۔ لوگ جمع ہو گئے تو میں نے کہا کہ حضرت سعیدؒ نے اپنی لڑکی سے میرا نکاح کر دیا ہے اور اس وقت وہ اس کو خود ہی پہنچا گئے ہیں۔ سب کو بڑا تعجب ہوا کہنے لگے واقعی وہ تمہارے گھر میں ہے؟ میں نے کہا ہاں۔ اس کا چرچا ہوا۔ میری والدہ کو خبر ہوئی وہ بھی اسی وقت آ گئیں اور کہنے لگیں اگر تین دن تک تو نے اسکو چھیڑا تو تیرا منہ نہ دیکھوں گی۔ ہم تین دن میں اس کی تیاری کر لیں۔ تین دن کے بعد جب میں اس لڑکی سے ملا تو دیکھا نہایت خوبصورت' قرآن شریف کی بھی حافظہ اور سنت رسولؐ سے بھی بہت زیادہ واقف۔ شوہر کے حقوق سے بھی بہت زیادہ باخبر۔ ایک مہینہ تک نہ تو حضرت سعیدؒ میرے پاس آئے نہ میں ان کی خدمت میں گیا۔ ایک ماہ کے بعد میں حاضر ہوا تو وہاں مجمع تھا۔ میں سلام کر کے بیٹھ گیا۔ جب سب چلے گئے تو فرمایا اس آدمی کو کیسا پایا۔ میں نے عرض کیا نہایت بہتر ہے کہ دوست دیکھ کر خوش ہوں' دشمن جلیں۔ فرمایا اگر کوئی بات ناگوار ہو تو لکڑی خبر لینا۔ میں واپس آ گیا تو ایک آدمی کو بھیجا جو بیس ہزار درہم (تقریباً پانچ ہزار روپے) مجھے دے گیا۔ اس لڑکی کو عبدالملک بن مروان بادشاہ نے اپنے بیٹے ولید کے لئے جو ولی عہد بھی تھا مانگا تھا مگر حضرت سعیدؒ نے عذر کر دیا تھا جس کی وجہ سے عبدالملک ناراض بھی ہوا اور ایک حیلہ سے حضرت سعیدؒ کے سو کوڑے سخت سردی میں لگوائے اور پانی کا گھڑا ان پر گروایا۔

ہر حرف کے بدلہ دس نیکیاں:

حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ جو شخص سبحان اللہ الحمدللہ لا الہ الا اللہ اللہ اکبر پڑھے ہر حرف کے بدلے دس نیکیاں ملیں گی اور جو شخص کسی جھگڑے میں ناحق کی حمایت کرتا ہے وہ اللہ کے غصے میں رہتا ہے جب تک کہ اس سے توبہ نہ کرے اور جو اللہ کی کسی سزا میں سفارش کرے (اور شرعی سزا کے ملنے میں حارج ہو) وہ اللہ کا مقابلہ کرتا ہے اور جو شخص کسی مومن مرد یا عورت پر بہتان باندھے وہ قیامت کے دن ردغۃ الخبال میں قید کیا جائیگا یہاں تک کہ اس بہتان سے نکلے اور کس طرح اس سے نکل سکتا ہے۔

7

ناحق کی حمایت

ناحق کی حمایت آجکل ہماری طبیعت بن گئی ہے۔ ایک چیز کو ہم سمجھتے ہیں کہ ہم غلطی پر ہیں مگر رشتہ داروں کی طرف داری ہے۔ پارٹی کا سوال ہے۔ لاکھ اللہ کے غصہ میں داخل ہوں اللہ کی ناراضگی ہو۔ اسکا عتاب ہو مگر کنبہ برادری کی بات کے مقابلہ میں کچھ بھی نہیں۔ ہم اس ناحق کرنیوالے کو ٹوک نہ سکیں اور سکوت کریں یہ بھی نہیں بلکہ ہر طرح سے اس کی حمایت کرینگے۔ اگر اس پر کوئی دوسرا مطالبہ کرنے والا کھڑا ہو تو اس کا مقابلہ کریں گے۔ کسی دوست نے چوری کی ظلم کیا عیاشی کی اس کے حوصلے بلند کریں گے اس کی ہر طرح مدد کریں گے کیا یہی ہے ہمارے ایمان کا مقتضا یہی ہے دین داری اسی پر اسلام کے ساتھ ہم فخر کرتے ہیں یا اپنے اسلام کو دوسروں کی نگاہ میں بھی بدنام کرتے ہیں اور اللہ کے یہاں خود بھی ذلیل ہوتے ہیں۔ ایک حدیث میں ہے کہ جو شخص عصبیت پر کسی کو بلائے یا عصبیت پر لڑے وہ ہم میں سے نہیں ہے۔ دوسری حدیث میں ہے کہ عصبیت سے یہ مراد ہے کہ ظلم پر اپنی قوم کی مدد کرے۔

بہتان باندھنے کی سزا:

ردغۃ الخبال وہ کیچڑ ہے جو جہنمی لوگوں کے لہو پیپ وغیرہ سے جمع ہو جائے کس قدر گندی اور اذیت دینے والی جگہ ہے جس میں ایسے لوگوں کو قید کر دیا جائے گا جو مسلمانوں پر بہتان باندھتے ہوں۔ آج دنیا میں بہت سرسری معلوم ہوتا ہے کہ جس شخص کے متعلق جو چاہا منہ بھر کر کہہ دیا۔ کل جب زبان سے کہی ہوئی ہر بات کو ثابت کرنا پڑے گا اور ثبوت بھی وہی جو شرعاً معتبر ہو دنیا کی طرح نہیں کہ چرب لسانی اور جھوٹی باتیں ملا کر دوسرے کو چپ کر دیا جائے۔ اس وقت آنکھیں کھلیں گی۔ ہم نے کیا کہا تھا اور کیا نکلا۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ آدمی بعض کلام زبان سے ایسا نکالتا ہے جس کی پرواہ بھی نہیں کرتا لیکن اس کی وجہ سے جہنم میں پھینک دیا جاتا ہے۔ ایک حدیث میں ہے کہ آدمی بعضی بات صرف اس وجہ سے کہتا ہے کہ لوگ ذرا ہنس پڑیں گے لیکن اس کی وجہ سے اتنی دور (جہنم میں) پھینک دیا جاتا ہے جتنی دور آسمان سے زمین ہے پھر ارشاد فرمایا کہ زبان کی لغزش پاؤں کی لغزش سے زیادہ سخت ہے ایک حدیث میں ہے جو شخص کسی کو کسی گناہ سے عار دلا دے وہ خود مرنے سے پہلے اس گناہ میں مبتلا ہوتا ہے۔ امام احمدؒ فرماتے ہیں کہ وہ گناہ مراد ہے جس سے گناہ گار توبہ کر چکا ہو۔ حضرت ابوبکر صدیقؓ اپنی زبان مبارک کو پکڑ کر کھینچتے تھے کہ تیری بدولت ہم ہلاکتوں میں پڑتے ہیں۔ ابن المنکدرؒ مشہور محدثین میں ہیں اور تابعی ہیں انتقال کے وقت رونے لگے۔ کسی نے پوچھا کیا بات ہے فرمانے لگے مجھے کوئی گناہ تو ایسا معلوم نہیں جو میں نے کیا ہو اس پر روتا ہوں کہ کوئی بات ایسی ہوگئی ہو جس کو میں نے سرسری سمجھا ہو اور وہ اللہ کے نزدیک سخت ہو۔

دعا کیجئے

اے اللہ! ہمیں اپنے حقیقی ذکر یعنی ہمہ وقت آپ کے احکامات کو پیش نظر رکھتے ہوئے زندگی بسر کرنے کی توفیق عطا فرمایئے۔

اے اللہ! ہمیں اپنی محبت نصیب فرمایئے اور مسنون اذکار و وظائف کو صبح و شام پڑھنے کی توفیق عطا فرمایئے۔

اے اللہ! ہمیں ایسا بنا دیجئے کہ ہم سب سے زیادہ آپ کا ذکر کرنے والے سب سے زیادہ آپ کو فرمانبرداری کرنے والے اور سب سے زیادہ آپ سے محبت کرنے والے بن جائیں۔ وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ

اختتام مجلس کا ذکر

عن ابی برزة الاسلمی رضی الله عنه قال کان رسول الله صلی الله علیه وسلم یقول باخره اذا اراد ان یقوم من المجلس سبحانک اللهم وبحمدک اشهد ان لا اله الا انت استغفرک و اتوب الیک فقال رجل یارسول الله انک لتقول قولاً ماکنت تقوله فیما مضیٰ قال کفارة لما یکون فی المجلس. (رواه ابن ابی شیبه)

ترجمہ: حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کا معمول اخیر زمانۂ عمر شریف میں یہ تھا کہ جب مجلس سے اٹھتے سبحانک اللّٰھم وبحمدک اشھد ان لاالہ الا انت استغفرک واتوب الیک پڑھا کرتے۔ کسی نے عرض کیا کہ آج کل ایک دعا کا معمول حضور کا ہے پہلے تو یہ معمول نہیں تھا۔ حضورؐ نے ارشاد فرمایا کہ یہ مجلس کا کفارہ ہے۔ دوسری روایت میں بھی یہ قصہ مذکور ہے اس میں حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ ارشاد منقول ہے کہ یہ کلمات مجلس کا کفارہ ہیں۔ حضرت جبرئیلؑ نے مجھے بتائے ہیں۔

تشریح: حضرت عائشہؓ سے بھی نقل کیا گیا ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم جب بھی مجلس سے اٹھتے سبحانک اللھم ربی وبحمدک لاالہ الا انت استغفرک واتوب الیک پڑھتے۔ میں نے عرض کیا کہ آپ اس دعا کو بڑی کثرت سے پڑھتے ہیں ارشاد فرمایا کہ جو شخص مجلس کے ختم پر اسکو پڑھ لیا کرے تو اس مجلس میں جو لغزشیں اس سے ہوئی ہوں وہ سب معاف ہو جائیں گی۔ مجالس میں عموماً فضول باتیں بیکار تذکرے ہو ہی جاتے ہیں کتنی مختصر دعا ہے۔ اگر کوئی شخص ان دعاؤں میں سے کوئی سی ایک دعا پڑھ لے تو مجلس کے وبال سے خلاصی پا سکتا ہے۔ حق تعالیٰ شانہ نے کیسی کیسی سہولتیں مرحمت فرمائی ہیں۔

تسبیح کرنے والوں کا عرش کے پاس تذکرہ:

حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ جو لوگ اللہ تعالیٰ کی بڑائی بیان کرتے ہیں یعنی سبحان اللہ الحمد للہ اللہ اکبر لا الہ الا اللہ پڑھتے ہیں تو یہ کلمات عرش کے چاروں طرف گشت لگاتے ہیں کہ ان کے لئے ہلکی سی آواز (بھنبھناہٹ) ہوتی ہے اور اپنے پڑھنے والے کا تذکرہ کرتے ہیں کیا تم یہ نہیں چاہتے کہ کوئی تمہارا تذکرہ کرنے والا اللہ کے پاس موجود ہو جو تمہارا ذکر خیر کرتا رہے۔

لوگ جوگ حکام رس ہیں کرسی نشین کہلاتے ہیں کوئی ان سے پوچھے کہ بادشاہ نہیں وزیر نہیں، وائسرائے کو بھی چھوڑ دیجئے، کسی گورنر کے یہاں ان کی تعریف ہو جائے ان کا ذکر خیر آ جائے پھولے نہیں سماتے۔ دماغ آسمان پر پہنچ جاتا ہے حالانکہ اس تذکرہ سے نہ تو دین کا نفع نہ دنیا کا۔ دین کا نفع نہ ہونا تو ظاہر اور کھلا ہوا ہے اور دنیا کا نفع نہ ہونا اس وجہ سے کہ شاید جتنا نفع اس قسم کے تذکروں سے ہوتا ہو اس سے زیادہ نقصان اس نوع کے مرتبے اور تذکرے حاصل کرنے میں پہنچ جاتا ہے۔ جائیدادیں فروخت کر کے سودی قرض لے کر ایسے مرتبے حاصل کرنے کی کوشش کی جاتی ہے، مفت کی عداوتیں مول لیجاتی ہیں اور ہر قسم کی ذلتیں برداشت کی جاتی ہیں۔ الیکشنوں کے منظر سب کے سامنے ہیں کہ کیا کیا کرنا پڑتا ہے۔ اس کے بالمقابل اللہ جل جلالہ کے عرش پر تذکرہ مالک الملک کے حضور

میں تذکرہ اس پاک ذات کے یہاں تذکرہ جس کے قبضہ میں دین و دنیا اور سارے جہانوں کی ہر چیز ہے۔ اس قدرت والے کے یہاں تذکرہ جس کے قبضہ میں بادشاہوں کے دل ہیں۔ حاکموں کے اختیارات اس کے اختیار میں ہیں۔ نفع اور نقصان کا واحد مالک وہی ہے۔ سارے جہان کے تمام آدمی حاکم ومحکوم بادشاہ و رعایا کسی کو نقصان پہنچانا چاہیں اور وہ مالک الملک نہ چاہے تو کوئی بال بیکا نہیں کرسکتا۔ ساری مخلوق کسی کو نفع پہنچانا چاہے اور اس کی رضا نہ ہو تو ایک قطرہ پانی کا نہیں پلاسکتی۔ ایسی پاک ذات کے یہاں اپنا ذکر خیر ہو کوئی دولت دنیا کی اس کا مقابلہ کرسکتی ہے کوئی عزت دنیا کی خواہ کتنی ہی بڑی ہوجائے اس کی برابری کرسکتی ہے نہیں ہرگز نہیں اور اس کے مقابلہ میں دنیا کی کسی عزت کو اگر وقیع سمجھا جائے تو کیا اپنے اوپر ظلم نہیں۔

انگلیوں پر تسبیحات پڑھنا:

حضرت یسیرہؓ جو ہجرت کرنے والی صحابیات میں سے ہیں فرماتی ہیں کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ اپنے اوپر تسبیح (سبحان اللہ کہنا) اور تہلیل (لا الہ الا اللہ پڑھنا) اور تقدیس (اللہ کی پاکی بیان کرنا مثلاً سبحان الملک القدوس پڑھنا) یا سبوح قدوس و رب الملئکۃ والروح کہنا) لازم کرلو اور انگلیوں پر گنا کرو اس لئے کہ انگلیوں سے قیامت میں سوال کیا جاویگا (اور ان سے جواب طلب کیا جائیگا کہ کیا عمل کئے اور جواب میں) گویائی دی جائے گی اور اللہ کے ذکر سے غفلت نہ کرنا (اگر ایسا کروگی تو اللہ کی) رحمت سے محروم کردی جاؤ گی۔

اعضاء کی گواہی: قیامت میں آدمی کے بدن سے اس کے ہاتھ پاؤں سے بھی سوال ہوگا کہ ہر ہر حصہ بدن نے کیا کیا نیک کام کئے اور کیا کیا ناجائز اور برے کام کئے۔ قرآن پاک میں متعدد جگہ اس کا ذکر ہے ایک جگہ ارشاد ہے۔ يَوْمَ تَشْهَدُ عَلَيْهِمْ أَلْسِنَتُهُمْ وَأَيْدِيهِمْ الآیۃ (سورۂ نور رکوع ۳) جس روز ان کے خلاف گواہی دینگی ان کی زبانیں اور ان کے ہاتھ اور پاؤں ان کاموں کی (یعنی گناہوں کی) جنکو یہ کرتے تھے دوسری جگہ ارشاد ہے۔ وَيَوْمَ يُحْشَرُ أَعْدَاءُ اللَّهِ إِلَى النَّارِ الایات (سورہ حم سجدہ رکوع ۳) اس جگہ کئی آیتوں میں اس کا ذکر ہے جن کا ترجمہ یہ ہے کہ جس دن (حشر میں) اللہ کے دشمن جہنم کی طرف جمع کئے جائیں گے پھر ان کو ایک جگہ روک دیا جاویگا پھر سب کے سب اس جہنم کے قریب آجائینگے تو ان کے کان ان کی آنکھیں ان کی کھالیں ان پر گواہیاں دینگے (اور بتائیں گی کہ ہمارے ذریعہ سے اس شخص نے کیا کیا گناہ کئے اس وقت وہ لوگ (تعجب سے) ان سے کہیں گے کہ تم نے ہمارے خلاف کیوں گواہی دی (ہم تو دنیا میں تمہاری ہی لذت اور راحت کے واسطے گناہ کرتے تھے) وہ جواب دینگے کہ ہم کو اس پاک اللہ نے گویائی عطا کی جس نے سب چیزوں کو گویائی عطا فرمائی اسی نے تم کو بھی اول پیدا کیا اور اسی کے پاس اب تم لوٹائے گئے ہو۔ احادیث میں اس گواہی کے متعدد واقعات ذکر کئے گئے ہیں۔

دعا کیجئے: اے اللہ! ہمیں اپنے حقیقی ذاکر یعنی ہمہ وقت آپ کے احکامات کو پیش نظر رکھتے ہوئے زندگی بسر کرنے کی توفیق عطا فرمایئے۔ اے اللہ! ہمیں اپنے ذکر کی توفیق عطا فرمایئے۔ اے اللہ! ہمیں اپنی محبت نصیب فرمایئے اور مسنون اذکار و وظائف کو صبح و شام پڑھنے کی توفیق عطا فرمایئے۔ اے اللہ! ہمیں ایسا بنا دیجئے کہ ہم سب سے زیادہ آپ کا ذکر کرنے والے سب سے زیادہ آپ کو فرمانبرداری کرنے والے اور سب سے زیادہ آپ سے محبت کرنے والے بن جائیں۔ وَآخِرُ دَعْوَانَا أَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِينَ

اختتام مجلس کا ذکر

عن ابی برزة الاسلمی رضی الله عنه قال کان رسول الله صلی الله علیه وسلم یقول باخره اذا اراد ان یقوم من المجلس سبحانک اللهم وبحمدک اشهد ان لا اله الا انت استغفرک و اتوب الیک فقال رجل یارسول الله انک لتقول قولاً ماکنت تقوله فیما مضیٰ قال کفارة لما یکون فی المجلس. (رواه ابن ابی شیبه)

ترجمہ: حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کا معمول اخیر زمانۂ عمر شریف میں یہ تھا کہ جب مجلس سے اٹھتے **سبحانک اللھم وبحمدک اشھد ان لاالہ الا انت استغفرک واتوب الیک** پڑھا کرتے۔ کسی نے عرض کیا کہ آج کل ایک دعا کا معمول حضورؐ کا ہے پہلے تو یہ معمول نہیں تھا۔ حضورؐ نے ارشاد فرمایا کہ یہ مجلس کا کفارہ ہے۔ دوسری روایت میں بھی یہ قصہ مذکور ہے اس میں حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ ارشاد منقول ہے کہ یہ کلمات مجلس کا کفارہ ہیں۔ حضرت جبرئیلؑ نے مجھے بتائے ہیں۔

تشریح: ایک حدیث میں وارد ہے کہ قیامت کے دن کافر باوجودیکہ اپنی بداعمالیوں کو جانتا ہوگا پھر بھی انکار کریگا کہ میں نے گناہ نہیں کئے اس سے کہا جائیگا کہ یہ تیرے پڑوسی تجھ پر گواہی دیتے ہیں وہ کہے گا کہ یہ لوگ دشمنی سے جھوٹ بولتے ہیں، پھر کہا جائیگا کہ تیرے عزیز واقارب گواہی دیتے ہیں وہ ان کو بھی جھٹلائے گا تو اس کے اعضاء کو گواہ بنایا جائیگا۔ ایک حدیث میں ہے کہ سب سے پہلے ران گواہی دیگی کہ کیا کیا بداعمالیاں اس سے کرائی گئی تھیں۔ ایک حدیث میں ہے کہ پل صراط سے آخری گزرنے والا اس طرح گرتا پڑتا گزرے گا جیسے کہ بچہ جب اس کو باپ مار رہا ہو کہ وہ کبھی ادھر گرتا ہے کبھی ادھر۔ فرشتے اس سے کہیں گے کہ اچھا اگر تو سیدھا چل کر پل صراط سے گزر جائے تو اپنے سب اعمال بتادے گا وہ اس کا وعدہ کریگا کہ میں سچ سچ سب بتادونگا اور اللہ کی عزت کی قسم کھا کر کہے گا کہ کچھ نہیں چھپاؤں گا۔ وہ کہیں گے کہ اچھا سیدھا کھڑا ہوجا اور چل، وہ سہولت سے پل صراط پر گزر جائیگا اور پار ہوجانے کے بعد اس سے پوچھا جائیگا کہ اچھا اب بتا۔ وہ سوچے گا کہ اگر میں نے اقرار کرلیا تو ایسا نہ ہو کہ مجھ کو واپس کردیا جائے۔ اس لئے صاف انکار کردے گا کہ میں نے کوئی برا عمل نہیں کیا۔ فرشتے کہیں گے کہ اچھا اگر ہم نے گواہ پیش کردیئے تو وہ ادھر ادھر دیکھے گا کہ کوئی آدمی آس پاس نہیں اس کو خیال ہوگا کہ اب گواہ کہاں سے آئیں گے سب اپنے اپنے ٹھکانے پہنچ گئے ہیں اس لئے کہے گا کہ اچھا لاؤ گواہ تو اس کے اعضاء کو حکم کیا جائے گا اور وہ کہنا شروع کردینگے تو مجبوراً اس کو اقرار کرنا پڑے گا اور کہے گا کہ بیشک ابھی اور بھی بہت سے مہلک گناہ بیان کرنا باقی ہیں تو ارشاد ہوگا کہ اچھا ہم نے مغفرت کردی غرض ان وجوہ سے ضرورت ہے کہ آدمی کے اعضاء سے نیک کام بھی بکثرت ہوں تاکہ گواہ دونوں قسم کے مل سکیں۔ اسی لئے حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے اس حدیث بالا میں انگلیوں پر شمار کرنے کا حکم فرمایا ہے۔ اسی وجہ سے دوسری احادیث میں مسجد میں کثرت سے آنے جانے کا حکم ہے کہ نشانات قدم بھی گواہ دیں گے اور ان کا ثواب لکھا جاتا ہے کس قدر خوش قسمت ہیں وہ لوگ جن کے لئے برائی کا گواہ کوئی بھی نہ ہو کہ گناہ کئے ہی نہیں یا توبہ وغیرہ سے معاف ہوگئے اور بھلائی اور نیکی کے گواہ سینکڑوں ہزاروں ہوں جسکی سہل ترین صورت یہ ہے کہ جب کوئی گناہ صادر ہوجائے فوراً توبہ سے اس کو محو کرڈالیں کہ پھر وہ کالعدم ہوجاتے ہیں اور نیکیاں اعمالناموں میں باقی رہیں جس کے گواہ بھی موجود ہوں اور جن جن اعضاء سے یہ نیک اعمال کئے ہیں وہ سب گواہی دیں۔ متعدد احادیث میں خود نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا انگلیوں پر گننا مختلف الفاظ سے نقل کیا گیا ہے۔ حضرت عبداللہ بن عمروؓ فرماتے ہیں کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم (انگلیوں پر) تسبیح گنتے تھے۔

عام فہم تعلیمات نبوی صلی اللہ علیہ وسلم کا
ایک سدا بہار مبارک سلسلہ

درسِ حدیث

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا

اللہ تعالیٰ اس شخص کو تروتازہ رکھے جس نے میری بات سنی اور اسکو یاد کیا اور اسکو محفوظ رکھا اور پھر دوسروں کو پہنچادیا۔ (ترمذی)
نیز فرمایا سب سے افضل صدقہ یہ ہے کہ مسلمان علم دین کی بات سیکھے پھر اپنے مسلمان بھائی کو سکھادے۔ (ابن ماجہ)

زیرِ نگرانی

فقیہ العصر حضرت مولانا مفتی عبدالستار صاحب رحمہ اللہ
رئیس دارالافتاء جامعہ خیر المدارس ملتان

اِدارۂ تالیفاتِ اشرفیہ
چوک فوارہ ملتان پاکستان
(061-4540513-4519240

عام فہم تعلیمات نبوی صلی اللہ علیہ وسلم کا
ایک سدابہار مبارک سلسلہ

درسِ حدیث

۱۱-۱۲

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا

اللہ تعالیٰ اس شخص کو تروتازہ رکھے جس نے میری بات سنی اور اسکو یاد کیا اور اسکو محفوظ رکھا اور پھر دوسروں کو پہنچادیا۔ (ترمذی)
نیز فرمایا سب سے افضل صدقہ یہ ہے کہ مسلمان علم دین کی بات سیکھے پھر اپنے مسلمان بھائی کو سکھا دے۔ (ابن ماجہ)

از افادات
اُستاذالمحدثین حضرت مولانا ادریس میرٹھی صاحب رحمہ اللہ

اِدارۂ تالیفاتِ اشرفیہ
چوک فوارہ ملتان پاکستان
(061-4540513-4519240

درسِ حدیث

تاریخ اشاعت.............. شعبان المعظم ۱۴۲۹ھ
ناشر........................ادارہ تالیفات اشرفیہ ملتان
طباعت.....................سلامت اقبال پریس ملتان

قارئین سے گذارش

ادارہ کی حتی الامکان کوشش ہوتی ہے کہ پروف ریڈنگ معیاری ہو۔
الحمدللہ اس کام کیلئے ادارہ میں علماء کی ایک جماعت موجود رہتی ہے۔
پھر بھی کوئی غلطی نظر آئے تو برائے مہربانی مطلع فرما کر ممنون فرمائیں
تاکہ آئندہ اشاعت میں درست ہو سکے۔ جزاکم اللہ

ملنے کے پتے

ادارہ تالیفات اشرفیہ...چوک فوارہ...ملتان   مکتبہ رشیدیہ...راجہ بازار...راولپنڈی
ادارہ اسلامیات...انارکلی...لاہور   یونیورسٹی بک ایجنسی...خیبر بازار...پشاور
مکتبہ سید احمد شہید...اردو بازار...لاہور   ادارۃ الانور...نیو ٹاؤن...کراچی نمبر 5
مکتبہ رحمانیہ...اردو بازار...لاہور   مکتبہ المنظور الاسلامیہ...جامعہ حسینیہ...علی پور

ISLAMIC EDUCATIONAL TRUST U.K
(ISLAMIC BOOKS CENTERE
119-121- HALLIWELL ROAD
BOLTON BL1 3NE. (U.K.)

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

عرض ناشر

اللہ تعالیٰ کے فضل وکرم سے ادارہ کی جدید مرتبہ ''درس حدیث'' کی سابقہ دس جلدیں ماشاءاللہ کافی مقبول ہوئیں۔

درس حدیث کا یہ مبارک سلسلہ فقیہ العصر حضرت مولانا مفتی عبدالستار صاحب رحمہ اللہ کی زیرنگرانی شروع ہوا' یقیناً یہ بھی حضرت کیلئے دیگر حسنات جاریہ میں سے ایک ہے اس لئے اس جلد پر بھی مقدمہ حضرت ہی کا لکھا ہوا دیا جارہا ہے۔

عرصہ دراز سے مزید جلدوں کا انتظار تھا۔ اللہ پاک ہمارے اکابر رحمہم اللہ کو اجر عظیم سے نوازیں جو بے حد محنتوں سے ہمارے لئے دین اور اس کے مآخذ کو سہل الوصول فرماگئے۔ اور دین کے ہر شعبہ سے متعلق معلومات فضائل واحکام کا عظیم ذخیرہ جو اپنی عربی زبان کی وجہ سے حلقہ خواص تک محدود تھا۔ ان حضرات اکابر نے دیگر خدمات جلیلہ کے ساتھ ساتھ یہ عظیم خدمت بھی سرانجام دی کہ ان دینی علوم کو اردو کے لباس سے آراستہ کر کے عوام الناس کی ایک بڑی ضرورت کو پورا فرماگئے۔

اللہ تعالیٰ ان کی قبور کو ٹھنڈا اور جنت کو ان کا ٹھکانہ بنائیں آمین

الحمدللہ شروع سے ادارہ کی کوشش رہی ہے کہ اپنے اکابر کی مستند و بے غبار تعلیمات کو مزید مزین و سہل کر کے پیش کیا جائے۔

اس جلد کے سلسلہ میں بھی اللہ تعالیٰ کا فضل شامل حال رہا اور علماء کرام کی مشاورت سے سابقہ جلدوں کی طرح اسے بھی سبق وار درس کی شکل میں مرتب کیا گیا ہے۔

بلا شبہ گھروں' مساجد' اسکولوں ومکاتب میں ان سبق وار احادیث کو سننے سنانے کی پابندی کی جائے تو مختصر وقت میں دین کی اہم باتیں سیکھی جاسکتی ہیں۔ اس مبارک سلسلہ احادیث کی یہ جلد حضرت مولانا ادریس میرٹھی رحمہ اللہ کی تالیف ''شرح ریاض الصالحین'' سے انتخاب کی گئی ہے۔ وما توفیقی الا باللہ علیہ توکلت والیہ انیب

نوٹ: دعائیہ کلمات ''مناجات مقبول'' (جو قرآن وحدیث کی دعاؤں کا مستند ذخیرہ ہے) سے لئے گئے ہیں۔

اللہ پاک ہم سب کو دین کی صحیح فہم نصیب فرمائیں اور اپنے فضل سے خدمت دین الی یوم الدین لیتے رہیں۔

والسلام محمد اسحٰق عفی عنہ شعبان المعظم ۱۴۲۹ھ بمطابق اگست 2008ء

فہرست عنوانات

افضل اعمال کی ضرورت واہمیت

عن ابی ذر جندب بن جنادة رضی الله عنه قال: قلت: یارسول الله، ای الاعمال افضل؟ قال: والایمان بالله، والجهاد فی سبیله، قلت: ای الرقاب افضل؟ قال: انفسها عند اهلها، اکثرها ثمنا، قلت: فان لم افعل؟ قال: تعین صانعا او تصنع لاخرق، قلت یارسول الله ارایت ان ضعفت عن بعض العمل؟ قال: تکف شرک عن الناس فانها صدقة منک علی نفسک (متفق علیه)

ترجمہ: حضرت ابوذر (جن کا نام) جندب بن جنادہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے دریافت کیا یا رسول اللہ! کونسا عمل (سب سے زیادہ) افضل ہے؟ آپ نے فرمایا اللہ تعالیٰ پر ایمان لانا اور اس کی راہ میں جہاد کرنا (پھر) میں نے عرض کیا: کون سا غلام آزاد کرنا (سب سے زیادہ) افضل ہے؟ آپ نے فرمایا: جو غلام مالکوں کے نزدیک (سب سے زیادہ) نفیس ہو اور اس کی قیمت سب سے زیادہ ہو میں نے عرض کیا پس اگر میں (اپنی تہی دستی کی وجہ سے) نہ کروں (یعنی غلام آزاد نہ کرسکوں؟ آپ نے فرمایا: تم کسی کاریگر کی مدد کرو یا کسی ناکارہ کے لئے کام کرو' (یعنی خود محنت مزدوری کر کے اس کو دے دو یا اس کی معاش کی کفالت کرو) میں نے عرض کیا یا رسول اللہ! ذرا بتلایئے اگر میں ان میں سے بھی کوئی کام نہ کروں (یعنی نہ کرسکوں) آپ فرمایا "تم اپنے شر سے لوگوں کو بچاؤ" (یعنی کسی بھی شخص کو کسی بھی طرح کا ضرر یا اذیت نہ پہنچاؤ) کہ یہ تمہارا خود اپنے اوپر احسان اور کار ثواب ہے بخاری و مسلم۔

تشریح: حضرت ابوذر غفاری رضی اللہ عنہ اس کے بعد سوال کرتے ہیں۔

قلت: یارسول الله ارأیت ان ضعفت عن بعض العمل

میں نے عرض کیا: اے اللہ کے رسول! ذرا بتلایئے اگر میں (اپنی کسی مجبوری کی وجہ سے) ان دونوں میں سے کوئی کام بھی نہ کروں؟

نبی رحمت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔

تکف شرک عن الناس فانها صدقة منک علی نفسک۔

تم لوگوں کو اپنے شر سے بچاؤ (یعنی کسی کو اذیت یا ضرر نہ پہنچاؤ) اس لئے کہ یہ تمہارا کار خیر احسان ہے اپنے حق میں۔

ظاہر ہے کہ اگر تم نے کسی بھی شخص کو کسی بھی طرح کی اذیت یا کسی بھی قسم کا ضرر پہنچایا یا تو تم یقیناً گنہگار ہو گے لہٰذا تم نے لوگوں کو اپنے شر سے محفوظ رکھ کر خود کو گناہ سے بچایا اسی لئے یہ خود تمہارے حق میں کار خیر اور کار ثواب ہے جو تم نے کیا یہی وہ کار خیر ہے جس میں نہ کوئی پیسہ خرچ کرنا پڑتا ہے نہ ہی کوئی کام کرنا پڑتا ہے نہ ہاتھ پاؤں ہلانے پڑتے ہیں کوئی مسلمان بھی کسی بھی حالت میں اس کار خیر سے محروم نہیں رہ سکتا۔ مگر یہ کارہائے خیر اسی صورت میں کار خیر اور ثواب کا کام ہیں جبکہ اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے حکم پر عمل کرنے کی اور ثواب آخرت حاصل کرنے کی غرض سے کئے جائیں بالفاظ دیگر عبادت سمجھ کر اور عبادت کی نیت سے کرنا شرط ہے ورنہ تو بہت

سے غیر مسلم بھی انسانی ہمدردی کے جذبہ سے یہ اور اسی قسم کے کام (جن کا ذکر آئندہ احادیث میں آ رہا ہے) کرتے ہیں مگر نہ ان کو کارخیر کہا جا سکتا ہے نہ ہی اجر و ثواب کا سوال پیدا ہوتا ہے اس لئے کہ وہ ثواب و عذاب کو جانتے اور مانتے ہی نہیں۔

حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ سے ہی روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہر صبح تم میں سے ہر شخص کے (بدن کے) ہر جوڑ پر ایک کارخیر (شکر نعمت) واجب ہو جاتا ہے چنانچہ ہر تسبیح' سبحان اللہ کہنا ایک کارخیر (اور اداء شکر نعمت) ہے ہر تحمید' الحمد للہ کہنا۔ ایک کارخیر (اداء شکر نعمت) ہے ہر تہلیل' لا الہ الا اللہ کہنا۔ ایک کارخیر (اداء شکر نعمت ہے) ہے اور ہر تکبیر' اللہ اکبر کہنا۔ ایک کارخیر (اداء شکر نعمت) ہے اور کسی بھی (شرعاً) اچھے کام کے لئے کسی کو کہنا (کہ یہ کام کرو) ایک کارخیر (اداء شکر نعمت ہے) اور ہر شرعاً برے کام سے کسی کو منع کرنا ایک کارخیر (اداء شکر نعمت) ہے اور ان سب کاموں کے بجائے چاشت کی دو رکعتیں پڑھ لینا بھی کافی ہے۔ صحیح مسلم

ظاہر ہے کہ سبحان اللہ' الحمد للہ' لا الہ الا اللہ اور اللہ اکبر ان میں سے ہر کلمہ کو حضور قلب کے ساتھ کہنا اور اسی طرح محض اللہ تعالیٰ کے لئے کسی بھی شرعاً نیک کام کے لئے کسی کو کہنا اور کسی بھی برے کام سے کسی کو منع کرنا ان میں سے ہر ایک کام ایک مستقل کام اور ایک مستقل عبادت اور کار ثواب ہے۔

اور یہ بھی حقیقت ہے کہ یہ انسانی بدن اور بدن کے جوڑ جن سے بدن حرکت کرتا ہے اور انسان مختلف و متنوع کام انجام دیتا ہے یہ سب اللہ تعالیٰ کی دی ہوئی نعمتیں ہیں اگر یہ بدن اور بدن کے جوڑ نہ ہوتے تو انسان پتھر کی طرح ایک جگہ پڑا رہتا نہ حرکت کر سکتا نہ کوئی کام کاج کر سکتا گویا یہ بدن' اعضاء اور ان کے جوڑ اللہ تعالیٰ نے انسان کو اسی لئے دیئے ہیں کہ ان سے انسان دن بھر اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے حکم کے مطابق کام کاج کرے اور ایک لحہ کے لئے بھی اللہ تعالیٰ کے اس عظیم انعام و احسان سے غافل نہ ہو اور ان نعمتوں کا شکر یہ ہے کہ انسان مذکورہ بالا کارہائے خیر اور ان کے علاوہ دوسرے کارہائے خیر اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے حکم کے مطابق انجام دیتا رہے اس کے برخلاف اگر اس بدن اور اس کے جوڑوں سے اللہ رسول کے احکام پر عمل کرنے کے بجائے اپنی اغراض و خواہشات نفسانی کے تحت برے بھلے حرام و حلال جائز و ناجائز کام کرتا رہا تو یہ اللہ تعالیٰ کی نعمتوں سے ناجائز فائدہ اٹھانا ہے اسی کا نام ناشکری اور کفران نعمت ہے جس کی سزا بہت سخت ہے اللہ تعالیٰ کا اعلان ہے۔

لئن شکرتم لازیدنکم ولئن کفرتم

ان عذابی لشدید (سورۃ ابراھیم آیت ۷)

اور بخدا اگر تم نے (میری نعمتوں کا) شکریہ ادا کیا تو میں (تم سے وعدہ کرتا ہوں کہ) تمہیں اور نعمتیں دوں گا اور بخدا اگر تم نے ناشکری کی تو بلاشبہ میرا عذاب بہت سخت ہے۔

اس نعمت کی ناشکری کی ادنیٰ درجہ کی سزا یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ اس نعمت کو سلب کر لیں اور کسی ایسی بیماری میں مبتلا کر دیں کہ ہلنا جلنا محال ہو جائے کسی حادثہ میں ہاتھ پاؤں بیکار ہو جائیں یہ تو دنیا کی سزا ہے اور آخرت کا عذاب اس کے علاوہ ہوگا جس سے اللہ تعالیٰ ہر مسلمان کو بچائیں۔

دُعا کیجئے

اے اللہ! میں بُری عمر اور دل کے فتنہ سے آپ کی پناہ مانگتا ہوں۔

افضل اعمال کی ضرورت واہمیت

عن ابی ذر جندب بن جنادة رضی الله عنه قال: قلت: یارسول الله، ای الاعمال افضل؟ قال: والایمان بالله، والجهاد فی سبیله، قلت: ای الرقاب افضل؟ قال: انفسها عند اهلها، اکثرها ثمنا، قلت: فان لم افعل؟ قال: تعین صانعا او تصنع لاخرق، قلت یارسول الله ارایت ان ضعفت عن بعض العمل؟ قال: تکف شرک عن الناس فانها صدقة منک علی نفسک (متفق علیه)

ترجمہ: حضرت ابوذر (جن کا نام) جندب بن جنادہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے دریافت کیا یارسول اللہ! کونسا عمل (سب سے زیادہ) افضل ہے؟ آپ نے فرمایا اللہ تعالیٰ پر ایمان لانا اور اس کی راہ میں جہاد کرنا (پھر) میں نے عرض کیا: کون سا غلام آزاد کرنا (سب سے زیادہ) افضل ہے؟ آپ نے فرمایا: جو غلام مالکوں کے نزدیک (سب سے زیادہ) نفیس ہو اور اس کی قیمت سب سے زیادہ ہو میں نے عرض کیا پس اگر میں (اپنی تہی دستی کی وجہ سے) نہ کروں (یعنی غلام آزاد نہ کرسکوں؟ آپ نے فرمایا: تم کسی کاریگر کی مدد کرو یا کسی ناکارہ کے لئے کام کرو" (یعنی خود محنت مزدوری کرکے اس کو دے دو یا اس کی معاش کی کفالت کرو) میں نے عرض کیا یارسول اللہ! ذرا بتلایئے اگر میں ان میں سے بھی کوئی کام نہ کروں (یعنی نہ کرسکوں) آپ نے فرمایا "تم اپنے شر سے لوگوں کو بچاؤ" (یعنی کسی بھی شخص کو کسی بھی طرح کا ضرر یا اذیت نہ پہنچاؤ) کہ یہ تمہارا خود اپنے اوپر احسان اور کار ثواب ہے بخاری و مسلم۔

تشریح: ایک غلط فہمی کا ازالہ

اس کے معنی یہ نہیں کہ انسان اپنی تمام طبعی وغیر طبعی اغراض وخواہشات سے کلی طور پر دست بردار ہو کر ہر وقت صرف اللہ اللہ ہی کرتا رہے اور انسان کے بجائے فرشتہ بن جائے بلکہ مطلب یہ ہے کہ تم اپنی ہر غرض اور ہر خواہش کو پورا کرو مگر شریعت کی مقرر کردہ حدوں کے اندر رہ کر اچھے سے اچھا کھاؤ پیؤ عیش کرو ہر طرح کے کام کاج کرو کاروبار کرو مگر اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے حکم کے تحت اور شرعی حدود کے اندر رہ کر کرو (جیسا کہ اسی باب کی چوتھی حدیث میں اس کی تصریح آتی ہے) غرض یہ ہے کہ سب کچھ کرو مگر اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے حکم کے تحت رہ کر کرو اور ہر وقت یہ خیال رکھو کہ یہ بدن اور یہ ہاتھ پاؤں اور یہ عمل کی قوت سب اللہ تعالیٰ کی دی ہوئی نعمتیں ہیں اس سے ایک لمحہ کے لئے غافل نہ ہو۔ جو مسلمان اللہ تعالیٰ کی دی ہوئی ان نعمتوں لذتوں اور سامان راحت وآسائش سے انتفاع کو زہد وتقویٰ اور پرہیزگاری کے منافی اور خدا پرستی کے خلاف سمجھ کر ٹھکراتے ہیں ان پر ذیل کی آیت کریمہ میں اللہ تعالیٰ شدید عقاب اور ناراضگی کا اظہار فرماتے ہیں۔

یایها الذین امنوا لا تحرموا طیبات مآ احل الله لکم ولا تعتدوا، ان الله لا یحب المعتدین ○ وکلوا مما رزقکم الله حلالاً طیباً واتقوا الله الذی انتم به مؤمنون ○ (المائدۃ: ۸۷-۸۸)

اے ایمان لانے والو! جو عمدہ (لذیذ) چیزیں اللہ تعالیٰ

نے تمہارے لئے حلال کی ہیں ان کو (اپنے اوپر) حرام مت کرو اور اللہ کی حلال کردہ چیزوں کو حرام کر کے) حد سے تجاوز نہ کرو (بندہ ہو کر خدا بننے کی کوشش نہ کرو) بلاشبہ اللہ حد سے تجاوز کرنے والوں کو پسند نہیں کرتا اور جو حلال وطیب چیزیں اللہ نے تم کو دی ہیں وہ کھاؤ (پیو) اور اس اللہ سے (ہر وقت) ڈرتے رہو جس پر تم ایمان لائے ہو۔

یہ آیت کریمہ ان صحابہ کے متعلق نازل ہوئی ہے جنہوں نے عہد کیا تھا کہ ہمیشہ دن کو روزے رکھا کریں گے اور راتیں مصلے پر گزارا کریں گے بیویوں کے پاس تک نہ جائیں گے خوشبو کو ہاتھ نہ لگائیں گے گوشت بالکل نہیں کھائیں گے بستر پر ہرگز نہیں سوئیں گے (اور اس ترک لذت وآسائش کے ذریعہ نفس کشی کریں گے) چنانچہ اس وعید کے نازل ہوتے ہی ان صحابہ نے اپنے عہد توڑے اور خدا کی دی ہوئی نعمتوں سے لطف اندوز ہو کر ہی ان کا شکر یہ ادا کیا۔

پیغمبر اسلام صلی اللہ علیہ وسلم اسی پرفریب پرہیزگاری کے متعلق فرماتے ہیں۔

لا رهبانية في الاسلام اسلام رہبانیت (ترک دنیا) کی تعلیم نہیں دیتا۔

یہ رہبانیت تو عیسائیت کا شعار اور ناکام تجربہ ہے یا ہندو دھرم کا پرفریب جال ہے یہ تارک الدنیا راہب اور نفس کشی کرنے والے سادھو درون خانہ اعلیٰ درجہ کے دنیادار اور حرام خور ہوتے ہیں جیسا کہ تاریخی واقعات سے ثابت ہے۔

نماز چاشت اور اس کی اہمیت وفضیلت

ابوذر کی اس حدیث سے نماز چاشت کی عظیم فضیلت بھی ثابت ہوئی کہ دن بھر کے حدیث میں مذکور کارہائے خیر کی جگہ صرف چاشت کی نماز کافی ہو جاتی ہے سورج چڑھ آنے کے بعد دو یا چار رکعتیں نماز اشراق کہلاتی ہیں اور دوپہر سے پہلے تقریباً دس گیارہ بجے چار یا آٹھ رکعتیں نماز ضحیٰ (دن چڑھے کی نماز) کہلاتی ہیں چاشت کی نماز کی کم سے کم دو رکعتیں ورنہ چار رکعتیں ہیں اور نماز ضحیٰ (دن چڑھے کی نماز) کی چار یا آٹھ رکعتیں ہیں علاوہ ابوذر کی روایت کے نماز چاشت کی فضیلت سے متعلق ایک اور حدیث قدسی بھی آئی ہے جو یہ ہے۔

حضرت ابوالدرداء رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: اللہ تبارک تعالیٰ کا ارشاد ہے "اے آدم کی اولا! دتو دن کے اول حصہ میں میرے لئے چار رکعتیں پڑھ لے تو میں دن کے آخر تک تیرے لئے کفایت کروں گا" (تیرے سارے کام بنادوں گا)۔ (ترمذی)

دُعا کیجئے اے اللہ! آپ کے اس واسطہ سے کہ آپ کے سوا کوئی معبود نہیں میں آپ سے پناہ مانگتا ہوں اس بات سے کہ آپ مجھے گمراہ کر دیں، بلا کی سختیوں، بدقسمتی کے حصول، بُری تقدیر، دشمنوں کے طعنوں اور اس کام کی بُرائی سے جو میں نے کیا اور اس کام کی برائی سے جسے میں نے نہیں کیا۔ اور اس چیز کی برائی سے جو مجھے معلوم ہے یا مجھے معلوم نہیں (ان سب سے آپ کی پناہ مانگتا ہوں) اور میں آپ سے آپکی نعمت کے جاتے رہنے، آپ کے امن کے پلٹ جانے اور آپ کے ناگہانی عذاب آجانے اور آپ کی ناخوشی سے اپنی شنوائی کی خرابی، اپنی بینائی کی خرابی اپنی زبان کی خرابی اپنے دل کی خرابی، اپنی بے جاشہوت رانی کی خرابی اور فاقہ سے آپ کی پناہ مانگتا ہوں۔ (اور اس سے بھی آپ کی پناہ مانگتا ہوں کہ) میں کسی پر زیادتی کروں یا کوئی مجھ پر زیادتی کرے اور کسی چیز کے میرے اوپر گر جانے اور میرے کسی چیز پر گر پڑنے، ڈوب جانے، جل جانے، اور اس سے کہ شیطان مجھے موت کے وقت گڑبڑ (وساوس) میں ڈالے اور اس سے کہ میں جہاد سے بھاگتا ہوا مروں یا اس سے کہ میں کسی جانور کے ڈسنے سے مروں آپ کی پناہ چاہتا ہوں۔

بارگاہِ نبوت میں اعمال کی پیشی

قال النبی صلی اللہ علیہ وسلم : عرضت علی اعمال امتی حسنها وسیئها، فوجدت فی محاسن اعمالها الاذی یماط عن الطریق، ووجدت فی مساوی اعمالها النخاعة تکون فی المسجد لا تدفن. (مسلم)

ترجمہ: حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ سے ہی روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا میری امت کے اچھے اور برے دونوں طرح کے اعمال میرے سامنے پیش کئے گئے تو میں نے ان کے اچھے اعمال میں اس تکلیف دہ چیز تک کو بھی پایا جسے عام راستہ سے ہٹا دیا جائے اور ان کے برے اعمال میں مسجد میں اس (ناک کی) ریزش تک کو پایا جسے دفن نہ کیا گیا ہو۔

تشریح: اللہ تعالیٰ نے انسان کو اچھے اور برے ہر قسم کے کاموں کے کرنے کی قدرت عطا فرمائی ہے اور اچھے اور برے کاموں میں تمیز کرنے اور فرق کرنے کے لئے عقل بھی عطا فرمائی ہے مگر بسا اوقات خواہ اپنی کم فہمی، یا کج فہمی کی بناء پر خواہ بیرونی گمراہ کرنے والے شیاطین جن وانس کے دھوکے اور فریب کی وجہ سے یا مکار نفس کی مکاری وفریب کاری کی وجہ سے عقل اچھے اور برے کاموں میں فرق وامتیاز کرنے میں ناکام رہتی ہے اور بہت سے اچھے کاموں کو برا اور بہت سے برے کاموں کو اچھا سمجھ لیتی ہے اس لئے اللہ تعالیٰ نے بتقاضاء رحمت وربوبیت انسانوں کی صحیح رہنمائی کے لئے ہر زمانہ میں نبیوں اور رسولوں کو بھیجا اور آسمانی وحی ان پر نازل فرمائی کہ وہ وحی الٰہی کی روشنی میں انسانوں کی صحیح رہنمائی کریں آخری زمانہ میں پیغمبر آخر الزماں خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وسلم کو قیامت تک دنیا کے انسانوں کی رہنمائی کے لئے بھیجا اور کتاب الٰہی، قران کریم، آپ پر نازل فرمائی اور روحانی مکاشفات سے آپ کو نوازا تا کہ رسول آخر الزمان صلی اللہ علیہ وسلم اپنی زندگی میں خود، اور اپنی وفات کے بعد کتاب وسنت اور مکاشفات کے ذریعہ قیامت تک کے لئے رہنمائی کا نظام قائم کریں اور اپنی امت کے ذمہ امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کو لازم قرار دے کر اس محکم نظام کو جاری فرمائیں۔

اسی کے ساتھ چونکہ آپ آخری نبی ہیں آپ کے بعد قیامت تک کوئی اور نبی نہیں آئے گا اس لئے آپ کو بطور کشف پہلے سے یہ بھی بتلا دیا کہ یہ ان چھوٹے بڑے اچھے کاموں کی فہرست ہے جو آپ کی امت کرے گی اور یہ ان چھوٹے بڑے برے کاموں کی فہرست ہے جو آپ کی امت کرے گی نبی رحمت صلی اللہ علیہ وسلم نے از راہ شفقت ورحمت اپنی امت کو ہر بڑے سے بڑے اور چھوٹے سے چھوٹے اچھے اور برے کام سے آگاہ کر دیا تا کہ اچھے کام کرتے وقت چھوٹے سے چھوٹے اچھے کام کو بھی یہ خیال کر کے نہ چھوڑیں کہ یہ بھی کوئی اچھا کام ہے؟ اسی طرح برے کاموں سے اجتناب اور پرہیز کرتے وقت کسی چھوٹے سے چھوٹے برے کام کو بھی سمجھ کر نہ کر بیٹھیں کہ اس کام کے کرنے میں کیا حرج ہے؟ یہ بھی کوئی برا کام ہے؟ اس حدیث میں نبی رحمت صلی اللہ علیہ وسلم اپنی امت کو چھوٹے سے چھوٹے اچھے اور برے کاموں سے آگاہ فرماتے ہیں جبکہ

دوسری حدیثوں میں جو اسی باب میں آتی ہیں بڑے سے بڑے اچھے اور برے کاموں سے آگاہ فرماتے ہیں جب کہ دوسری حدیثوں میں جو اسی باب میں آتی ہیں بڑے بڑے سے اچھے برے کاموں سے آگاہ فرمایا ہے کہ یہی مقصد ہے اللہ تعالیٰ کے محاسن اعمال اور مساوی اعمال کے آپ پر کشف فرمانے کا۔

ظاہر ہے کہ انسان عام راستہ اور گزرگاہ سے کسی بھی ایذارسان اور تکلیف دہ چیز ہٹا دینے کو کوئی اہم کار خیر اور کار ثواب نہیں سمجھتا حالانکہ بہترین خدمت خلق ہے اور راستہ چلنے والوں کی دعا خیر کا موجب ہے اور مسجد میں چھینک آنے پر ناک کی ریزش (رینٹھ) یا کھانسی اٹھنے پر منہ سے بلغم' ناک یا منہ سے نکلنے اور گر جانے کو برا کام نہیں سمجھتا حالانکہ مسجد کو گندا کر دینے کے لحاظ سے نمازیوں کے لئے بے حد تکلیف دہ اور انسانوں کی گالیوں اور فرشتوں کی بددعاؤں کا موجب ہے اس کم فہمی یا کوتاہ فہمی پر متنبہ فرمانے کے لئے نبی رحمت صلی اللہ علیہ وسلم نے اس حدیث میں ان دونوں درجہ کے اچھے اور برے کاموں کا ذکر فرمایا ہے کاش کہ مسلمان ان میں سے کوئی کار خیر تو اختیار کریں؟ کرتے ہیں مگر عبادت سمجھ کر اور ثواب کی نیت سے نہیں کرتے اور ثواب سے محروم رہتے ہیں۔

نبی رحمت صلی اللہ علیہ وسلم نے اسی غفلت اور بے حسی کو دور کرنے کی غرض سے مندرجہ ذیل دعا مانگنے کی ہدایت فرمائی ہے۔

اللھم لا تجعل الدنیا اکبر ھمنا ولا مبلغ علمنا ولا غایۃ رغبتنا

اے اللہ تو دنیا کو ہمارا سب سے بڑا مقصد اور منتہائے علم اور ہماری آخری رغبت (مرغوب چیز) نہ بنائیو۔

اس دعا کی روشنی میں ہماری حالت

آج ہماری حالت یہی ہے کہ ہمارا سب سے بڑا مقصد دنیا ہے آخرت کا بھول کر بھی خیال نہیں آتا تحصیل علم کی منتہا بھی دنیا ہے یعنی ہم جو بھی علم حاصل کرتے ہیں اگرچہ دینی علم ہی ہو اس کا مقصد صرف دنیوی اغراض ہیں اور بس آگے ہمیں کچھ نہیں چاہئے دنیاوی کامرانیاں ہی ہمیں مرغوب ومطلوب ہیں اور بس وائے بر ما و بر حال ما (افسوس ہم پر اور ہمارے حال پر)

آپ بھی اس دعا کو یاد کر لیجئے اور دل کی گہرائیوں سے اللہ تعالیٰ سے یہ دعا مانگا کیجئے یاد رکھئے اللہ تعالیٰ خلوص قلب سے مانگی ہوئی دعاؤں کو ضرور قبول فرماتے ہیں وباللہ التوفیق۔

باقی مسجد میں چھینک آنے پر ریزش کا ناک سے نکلنا یا کھانسی آنے پر منہ سے بلغم نکلنا غیر اختیاری چیز ہے اس لئے اس برے کام کا کفارہ بھی بتا دیا۔

عن انس قال قال رسول الله صلی الله علیه وسلم البزاق فی المسجد خطیئة و کفارتهادفنها (متفق علیه)

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا مسجد میں تھوک خطا ہے اور اس کو دفن کر دینا اس خطا کا کفارہ ہے۔ بخاری مسلم

اگر مسجد کی زمین کچھ نرم ہو تو ذرا مٹی کرید کر اس کو دفن کر دینا چاہئے اگر فرش پختہ ہو تو اپنے رومال' چادر یا کرتے کے کنارہ پر لے کر اس کو مسل دینا چاہئے یا کسی بھی اور طریقہ سے اس کا ازالہ کر دینا چاہئے تا کہ مسجد پاک وصاف رہے اسی لئے حضرت ابوذر کی حدیث میں **لاتدفن** (جو دفن نہ کی گئی ہو) کی قید ہے اگر کسی بھی طرح ازالہ کر دیا تو برائی ختم ہوگئی ناک کی ریزش' تھوک اور بلغم سب کا ایک حکم ہے۔

غریبوں کیلئے صدقہ اور ثواب میں سہولتیں

ان ناسا قالوا: يارسول الله، ذهب اهل الدثور بالاجور، يصلون كما نصلى، ويصومون كما نصوم، ويتصدقون بفضول اموالهم قال: أوليس قد جعل الله لكم ما تصدقون به: ان بكل تسبيحة صدقة، و كل تكبيرة صدقة، و كل تحميدة صدقة و كل تهليلة صدقة، وأمر بالمعروف صدقة، ونهى عن المنكر صدقة، وفي بضع احدكم صدقة (مسلم)

ترجمہ: حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ سے ہی روایت ہے کہ (ایک مرتبہ) کچھ لوگوں نے عرض کیا: اے اللہ کے رسول! مال دار لوگ سب اجر وثواب لے گئے (اور ہم منہ تکتے رہ گئے دیکھئے) وہ نمازیں پڑھتے ہیں جیسے ہم پڑھتے ہیں وہ روزے رکھتے ہیں جیسے ہم روزے رکھتے ہیں (مگر) وہ اپنے فاضل اموال (دل کھول کر) صدقہ کرتے ہیں (ہم فقر وافلاس کی وجہ سے صدقہ نہیں کر سکتے اس لئے وہ اجر وثواب میں ہم سے بڑھ گئے ہم ان سے پیچھے رہ گئے) آپ نے فرمایا: کیا اللہ تعالیٰ نے تمہارے لئے صدقہ کرنے اور اجر وثواب حاصل کرنے کے کام نہیں تجویز کئے (جو بغیر مال ودولت تم کر سکتے ہو دیکھو) ہر کلمہ تسبیح (سبحان اللہ کہنا) ایک صدقہ (کار ثواب) ہے اور ہر کلمہ تکبیر (اللہ اکبر کہنا) ایک صدقہ (کار خیر) ہے ہر کلمہ تحمید (الحمد للہ کہنا) ایک صدقہ (کار خیر) ہے ہر کلمہ تہلیل (لا الہ الا اللہ کہنا) ایک صدقہ (کار ثواب) ہے۔ کسی کو بھلے کام کو کہنا ایک صدقہ (کار خیر) ہے ہر برے کام سے کسی کو منع کرنا ایک صدقہ (کار ثواب) ہے اور تم میں سے ہر شخص کی شرمگاہ (کے معاملہ میں بھی) ایک صدقہ (کار خیر) ہے انہوں نے عرض: یارسول اللہ! ایک شخص اپنی (خواہش نفس) کو پورا کرتا ہے اور اس میں بھی اسے اجر وثواب ملتا ہے؟ آپ نے فرمایا: تم مجھے بتلاؤ اگر وہ اپنی اسی خواہش کو حرام محل میں (اجنبی عورت سے) پورا کرتا تو کیا اس پر گناہ نہ ہوتا؟ (ضرور ہوتا) تو اسی طرح جب اس نے اپنی اسی خواہش کو حلال محل میں (بیوی سے) پورا کیا تو اس پر اسے اجر نہ ملے گا (ضرور ملے گا؟) کیونکہ اس نے ایک حلال کام کر کے خود کو حرام کام اور اس کے گناہ سے بچالیا کتنا بڑا کار ثواب ہے۔

تشریح: حدیث کا حاصل یہ ہے کہ کارہائے خیر اور اجر وثواب کے کام اللہ تعالیٰ کی راہ میں مال ودولت خرچ کرنے میں منحصر نہیں ہیں کہ تہیدست ونادار لوگ مالداروں کے مقابلہ میں خود کو کمتر محسوس کریں بلکہ بیشمار کام ایسے ہیں کہ انسان اگر چاہے تو بغیر پیسہ خرچ کئے کر سکتا ہے صرف سبحان اللہ والحمد للہ ولا الہ الا اللہ واللہ اکبر خلوص قلب اور رضاء الٰہی کی نیت سے کہے تو یہی چار کلمات جنت میں سرسبز وشاداب باغات لگانے کے لئے کافی ہیں چنانچہ حدیث میں آیا ہے۔

حضرت ابن مسعود سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: شب معراج میں (ساتویں آسمان پر) حضرت ابراہیم علیہ السلام سے میری ملاقات ہوئی تو انہوں نے فرمایا۔ اے محمد! اپنی امت کو میرا سلام اور یہ پیغام پہنچادو کہ جنت کی زمین نہایت عمدہ (اور زرخیز) ہے پانی بھی میٹھا ہے (مگر ابھی) وہ خالی پڑی ہے سبحان الله، والحمدلله

ولا اله الا الله واللہ اکبر' اس کے پودے ہیں (جس قدر ممکن ہو سکے زیادہ سے زیادہ سرسبز و شاداب باغات لگالو)

اسی طرح کسی بھی شخص کو خوش اسلوبی سے شرعاً بھلی بات بتلانا اور شرعاً بری بات سے منع کرنا بھی کوئی دشوار کام نہیں نہ ہی اس میں روپیہ پیسہ خرچ ہوتا ہے بشرطیکہ نیک نیتی اخلاص اور خوش اسلوبی سے انجام دیا جائے تو بہت بڑے اجر وثواب کا موجب ہے بلکہ یہ امر بالمعروف اور نہی عن المنکر تو اللہ تعالیٰ کے ارشاد کے مطابق: تم (اے امت محمد) بہترین امت ہو تمہیں لوگوں (کی رہنمائی) کے لئے پیدا کیا گیا ہے تم بھلی بات کا حکم کرتے ہو بری بات سے منع کرتے ہو۔

امت محمد یہ علی صاحبہا الصلوٰۃ والسلام کا طغریٰ امتیاز ہے۔

اسی طرح ایک مسلمان اپنے گھر جا کر اہل وعیال کے درمیان بیٹھتا اٹھتا' کھاتا پیتا' بات چیت کرتا' سوتا جاگتا ہے اور نیت اس کی یہ ہوتی ہے کہ یہ میرے اہل وعیال ہیں ان کے اعمال واخلاق کی نگرانی میرا فرض ہے غیر شرعی اعمال واخلاق سے بحسن تدبیر ان کو روکوں اور منع کروں اور شرعی اعمال وافعال اور اسلامی آداب واخلاق کی غیر محسوس طریق پر ان کو تعلیم دوں' اسلامی تہذیب ومعاشرت سے ان کو روشناس کروں مثلاً گھر کے تمام رہنے والے عورتیں' بچے جوان' بوڑھے ایک دستر خوان پر کھانا کھائیں اور خود بسم اللہ الرحمن الرحیم ذرا بلند آواز سے کہہ کر کھانا شروع کرے جو بچے کم عمر ہیں ان کو پیار محبت سے سمجھائے کہ بسم اللہ پڑھ کر کھانا شروع کرتے ہیں تو جن سمجھدار مردوں' عورتوں نے ناواقفیت یا بے پروائی کی بنا پر بسم اللہ نہیں پڑھی ہوگی وہ تو اپنی غلطی یا کوتاہی خود ہی محسوس کر کے بسم اللہ پڑھ لیں گے اور دوسرے وقت جب دستر خوان پر بیٹھیں گے تو کھانا شروع کرنے سے پہلے بسم اللہ پڑھنا نہ بھولیں گے اور اسی طرح روزانہ بار بار کی یاددہانی اور فہمائش سے تمام گھر والے اس سنت پر عمل کرنے لگیں گے اور کھانا شروع کرنے سے پہلے بسم اللہ پڑھنے کی سب کو عادت پڑ جائے گی دیکھئے کہ ایک سنت کو زندہ کرنا کتنا بڑا کار خیر ہے اور کتنے بڑے ثواب کا کام ہے لیکن یہ کام اسی صورت ہوسکا جب اسی نیت اور اسی ذمہ داری کے فرض کو ادا کرنے کے ارادہ سے اہل خانہ کے ساتھ بیٹھ کر دونوں وقت روزانہ کھانا کھایا یہ تو ایک چھوٹی سی مثال ہے اسی طرح اور اسی نیت سے اگر اہل خانہ کے درون خانہ تمام اعمال وافعال اور آداب واخلاق کی نگرانی اور اصلاح کی جائے تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے۔

تم میں سے ہر شخص نگران ہے اور (قیامت کے دن) تم میں سے ہر شخص سے اس کے زیر نگرانی لوگوں کے بارے میں باز پرس ہوگی اور ہر مرد اپنے اہل وعیال کا نگران ہے اس سے اس کی رعایا (اہل خانہ) کے بارے میں باز پرس ہوگی۔

اس تفصیل کے مطابق ہر مسلمان کے لئے اپنے گھر میں بھی بے شمار کارہائے خیر اور ثواب کے کام موجود ہیں بشرطیکہ وہ خدا اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی اطاعت اور آخرت کے ثواب کی نیت اور غرض سے ان کاموں کو انجام دے ورنہ تو ہر شخص خصوصاً مہذب اور تعلیم یافتہ طبقہ کے سب ہی لوگ اپنے اہل وعیال کو ادب تمیز سکھلانے اور آداب واخلاق سے آراستہ کرنے کی کوشش کرتے ہیں مگر اس غرض اور نیت سے کہ سوسائٹی میں ان کو عزت کی نظر سے دیکھا جائے اور ان کی تعریف کی جائے نہ کہ ارشاد رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی اطاعت وفرمانبرداری اور آخرت کی مسئولیت سے بچنے کی غرض سے چنانچہ ان کو وہی آداب واخلاق سکھلاتے ہیں جو سوسائٹی میں مقبول اور پسندیدہ سمجھے جاتے ہیں دیکھئے آج کل ہاتھوں میں

پلیٹیں اور چمچے لے کر کھڑے کھڑے چلتے پھرتے کھانا کھانا اور پانی پینا عین تہذیب سمجھا جاتا ہے اور گھروں میں اسی کی تعلیم وتربیت دی جاتی ہے حالانکہ یہ اسلامی تہذیب اور رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت کے بالکل خلاف گداگرانہ اور بہیمانہ فعل ہے مگر اس طبقہ کا مقصد تو صرف سوسائٹی میں سرخروئی حاصل کرنا ہے ان کو خدا رسول اور آخرت کے ثواب وعذاب سے کیا واسطہ؟ بھول کر بھی کبھی خدا رسول کا خیال نہیں آتا یاد رکھئے! اسلامی معاشرہ اور خداپرستی کا ماحول سٹیج کی تقریروں اور منبروں کی وعظوں سے کبھی قائم نہیں ہوسکتا بہت سے نیک دل مسلمان جس وقت ان تقریروں اور وعظوں کو سنتے ہیں اس وقت صدق دل سے ان پر عمل کرنے کا ارادہ بھی کرتے ہیں مگر جونہی ان وعظوں اور تقریروں کی مجلس سے اٹھتے اور اپنے گھر آتے ہیں یا کاروبار میں مشغول ہوتے ہیں تو وہی غیر اسلامی کام کرتے ہیں جن کی بچپن سے عادت پڑی ہوتی ہے یاد رکھئے علم نفسیات کے مطابق عادت سب سے ''قوی موثر اور عامل'' ہے۔

اس لئے جب تک ہر مسلمان گھرانے کا بڑا سربراہ مذکورہ حدیث کے مطابق اپنی ذمہ داری کو محسوس نہ کرے گا کہ ان اہل خانہ عورتوں، مردوں، بچوں اور بوڑھوں کی دینی اصلاح اور اسلامی تربیت میرا فرض ہے اور میں ہی قیامت کے دن جواب دہ ہوں اور عملی طور پر ان کے نشست برخاست خورد ونوش، خفت وخواب کی عادتوں کو اسلامی آداب واخلاق اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی تعلیمات کے سانچے میں نہ ڈھالا جائے گا اس وقت تک گھر کا ماحول دینی اور اسلامی نہیں ہوسکتا اور جب تک اس فرض کو اہم ترین ذمہ داری اور آخرت کے مواخذہ سے بچنے کا واحد ذریعہ سمجھ کر نہ ادا کیا جائے گا اس وقت تک کوئی تبدیلی نہیں آسکتی اسی طرح جب ہر گھر اور خاندان کا بڑا اور سربراہ اسی طریق کار پر عمل کرے گا تو پوری بستی کا معاشرہ اسلامی ماحول دینی ہوسکتا ہے اور جب ہر بستی اور ہر شہر کے مسلمان اسی طرح اپنے اپنے گھرانوں اور بستیوں میں اسی نہج پر کام کریں گے تو پورے ملک کا معاشرہ اسلامی اور خداپرستی کے ماحول سے تبدیل ہوسکتا ہے یہی واحد تدبیر ہے اسلامی معاشرہ قائم کرنے کی۔

غرض اس چوتھی حدیث کا حاصل یہ ہے کہ درون خانہ بھی اور بیرون خانہ بھی اتنے زیادہ اور بے شمار کارہائے خیر ہیں کہ انسان کی زندگی کا ایک لمحہ بھی ایسا نہیں جس میں کوئی ثواب کا کام کرنے کے لئے نہ ہو کرنیوالا ہونا چاہئے اور کرنے والا وہی شخص ہوسکتا ہے جس کو آخرت کی فکر ہو پھر ساری زندگی اجر وثواب کا ذریعہ بن سکتی ہے لہٰذا کسی بھی مسلمان کو کسی بھی حالت میں یہ خیال ہرگز نہ کرنا چاہئے کہ میں اس حالت میں کوئی کار ثواب نہیں کرسکتا فقر وافلاس ہو دکھ بیماری ہو ہر حالت میں سبحان اللہ، والحمدللہ ولاالہ الااللہ، واللہ اکبر، تو کہہ سکتا ہے زبان سے کہنے میں دشواری ہو تو دل میں تو کہہ سکتا ہے طلب صادق اور لگن ہونی چاہئے پھر کوئی چیز مانع نہیں ہوسکتی اللہ تعالیٰ ہمیں سب کو کتاب لکھنے والے کو بھی اور پڑھنے والوں کو بھی، اور شائع کرنے والوں کو بھی یہ لگن عطا فرمائیں تاکہ ہماری زندگی کا ایک ایک لمحہ کارہائے خیر میں صرف ہو اور ہم ہمہ وقت ثواب کے کاموں میں مشغول رہیں۔

دُعا کیجئے: اے اللہ! آپ مجھے بڑا صبر کرنے والا، بڑا شکر کرنے والا بنا دیجئے اور مجھے میری نظر میں چھوٹا اور دوسروں کی نظروں میں بڑا بنا دیجئے۔ اے اللہ ہمارے ملک میں برکت شادابی اور امن رکھ دیجئے۔ اور جو کچھ آپ نے مجھے دیا ہے اس کی برکت سے مجھے محروم نہ فرمائیے۔ اور جس چیز سے آپ نے مجھے محروم رکھا ہے اس کے بارہ میں آپ مجھے فتنہ میں نہ ڈالئے۔

کسی بھی نیک کام کو حقیر نہ سمجھئے

قال النبی صلی الله علیه وآله وسلم: لا تحقرن من المعروف شیئا ولو ان تلقی اخاک بوجه طلیق (مسلم)

ترجمہ: حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھ سے فرمایا: (اے ابوذر) تم بھلائی کے کاموں میں سے کسی بھی کام کو حقیر (اور معمولی) ہرگز نہ سمجھنا اگر چہ اپنے (دینی بھائی) سے خندہ پیشانی کیساتھ ملنا ہی (کیوں نہ) ہو۔

تشریح: اس حدیث میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم حضرت ابوذر کو خاص طور پر خطاب کر کے متنبہ فرماتے ہیں کہ کبھی کسی بھی بھلے کام کو "معمولی" اور حقیر سمجھ کر ہرگز نہ ترک کرنا یہ نفس کا فریب اور دھوکا ہے۔ وہ تم کو کار خیر کے ثواب سے محروم کرنا چاہتا ہے چنانچہ ایک مسلمان کا دوسرے مسلمان سے خوش روئی اور خندہ پیشانی سے ملنا اور ملاقات کرنا بھی کار ثواب ہے اگر چہ بظاہر اس میں نہ اس کی کوئی مالی امداد واعانت ہوتی ہے نہ ہاتھ پاؤں کی کوئی مدد مگر یہ طرز ملاقات اپنے دوررس نتائج کے اعتبار سے بے حد اہم کار خیر ہے اس لئے کہ اس طرح سے ملنے اور ملاقات کرنے سے مسلمانوں میں باہمی اخوت اور بھائی بندی کا رشتہ استوار اور مضبوط ہوتا ہے اور ضرورت کے وقت ایک دوسرے کی امداد واعانت کا جذبہ پیدا ہوتا ہے باہمی میل جول بڑھتا ہے اور ضرورت کے وقت بغیر کسی جھجک کے ایک دوسرے سے صدہا اور جائز دنیوی کام لئے جا سکتے ہیں جو بغیر باہمی تعاون کے نہیں ہو سکتے۔

انسانی زندگی میں یہ باہمی امداد وتعاون اس قدر ضروری اور ناگزیر چیز ہے کہ دنیا کے ہر ملک اور قوم میں خدا پرست ہوں یا خدا ناشناس حتیٰ کہ خالص کمیونسٹ ملکوں اور قوموں میں بھی امداد باہمی کی بڑی بڑی انجمنیں اور ادارے موجود ہیں فرق صرف اتنا ہے کہ وہ صرف دنیوی کاموں میں خواہ وہ کام جائز ہوں خواہ ناجائز امداد باہمی کے منصوبے اور پروگرام بناتے ہیں خدا پرستی دینداری اور آخرت کے یا وہ سرے سے منکر ہیں یا غافل ہیں اس لئے دینی کاموں کا ان کے ہاں سوال ہی نہیں لیکن خدا پرست اور دیندار لوگ خدا کی عبادت وطاعت اور آخرت میں کام آنے والے کاموں کو دنیوی اغراض ومقاصد پر مقدم رکھتے ہیں اور مرنے کے بعد ایک ابدی اور لافانی زندگی پر یقین وایمان رکھتے ہیں اس لئے ان کے نزدیک دینی کاموں میں باہمی امداد وتعاون دنیوی کاموں کی بہ نسبت زیادہ ضروری ہے اور دنیاوی کاموں میں امداد وتعاون صرف شرعاً جائز کاموں تک محدود رکھتے ہیں اور گناہ ونافرمانی میں باہمی امداد کو حرام اور ممنوع سمجھتے ہیں اس لئے کہ اللہ تعالیٰ کا حکم ہے۔

نیکی اور پرہیزگاری پر ایک دوسرے کی مدد کرو اور گناہ وظلم میں ایک دوسرے کی مدد نہ کرو اور اللہ تعالیٰ سے (ہر حالت میں) ڈرتے رہو بلاشبہ اللہ کا عذاب بہت سخت ہے۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اوپر والی ابوذرؓ کی حدیث میں امر بالمعروف کو ایک کار ثواب بتلایا ہے اس لحاظ سے اس پانچویں حدیث میں ابوذر کو ہی خطاب کر کے تنبیہ فرمائی کہ تم کسی بھی کار خیر کو حقیر اور معمولی مت سمجھنا اگر چہ اپنے بھائی سے خندہ پیشانی سے ملنا ہی ہو اس لحاظ سے یہ پانچویں حدیث چوتھی حدیث کا نتیجہ ہے اور امر بالمعروف ہی سے متعلق ہے۔

بدن کے تین سو ساٹھ جوڑوں کا شکرانہ

عن ابی هريرة رضی الله عنه قال: قال رسول الله صلى الله عليه وسلم: كل سلامى من الناس عليه صدقة كل يوم تطلع فيه الشمس: تعدل بين الاثنين صدقة، وتعين الرجل فى دابته، فتحمله عليها، او ترفع له عليها متاعه صدقه، والكلمة الطيبة صدقة، وبكل خطوة تمشيها الى الصلاة صدقة، (متفق عليه)

ترجمہ: حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: لوگوں کے (بدن کے) جوڑوں میں سے ہر جوڑ پر ایک صدقہ (کار خیر بطور شکرانہ) واجب ہے (۱) دو شخصوں کے درمیان تم انصاف کرو یہ ایک (کار خیر بطور شکرانہ) واجب ہے۔ (۲) کسی شخص کی سواری (پر سوار ہونے میں) مدد کرنا اس کو (سہارا دے کر) اس پر سوار کر دینا یا اس کا سامان اٹھا کر سواری پر اس کو دے دینا ایک کار ثواب ہے۔ (۳) اچھی بات (کسی کو بتا دینا) ایک کار ثواب ہے (۴) ہر قدم جو نماز کے لئے (مسجد) جانے میں اٹھاؤ یہ ایک کار ثواب ہے (۵) راستہ (گذرگاہ) سے ایذا رساں چیز کو ہٹا دینا ایک کار ثواب ہے (بخاری اور مسلم)

امام مسلم نے بھی یہ حدیث (ذرا تفصیل کے ساتھ) حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت کی وہ کہتی ہیں کہ:

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اولاد آدم میں سے ہر انسان کے (بدن میں) تین سو ساٹھ جوڑ پیدا کئے گئے ہیں پس (ان جوڑوں کا شکرانہ ادا کرنے کے لئے) جس شخص نے **الله اكبر** کہا **الحمدالله** کہا **لااله الاالله** کہا **سبحان الله** کہا **استغفر الله** کہا اور لوگوں کے راستے (گذرگاہ) سے پتھر ہٹا دیا یا کانٹا ہڈی لوگوں کے راستہ سے ہٹا دی یا (کسی کو) بھلے کام کے لئے کہا یا برے کام سے منع کیا (اسی طرح) تین سو ساٹھ جوڑوں (کے اداء شکر کے لئے) تین سو ساٹھ کام کر لئے تو اس شخص نے اس دن شام ہونے تک اپنے آپ کو (جہنم کی) آگ سے دور (اور محفوظ) کر لیا۔

تشریح: اس سے قبل حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ کی دوسری حدیث میں بھی انسان کے بدن کے جوڑوں پر اللہ تعالیٰ کا عظیم انعام واحسان ہونا اور اس انعام واحسان کے شکریہ میں کارہائے خیر انجام دے کر شکریہ ادا کرنے کا بیان آ چکا ہے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ اور حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی حدیثوں میں بھی اسی اداء شکر کا بیان ہے لیکن حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی حدیث میں ان جوڑوں کی تعداد تین سو ساٹھ بتلائی ہے اور صبح سے شام تک روزانہ تین سو ساٹھ کارہائے خیر انجام دے کر خود کو کفران نعمت کی سزا جہنم سے نجات دلانے کی تاکید فرمائی ہے۔

ان دونوں حدیثوں میں جن کارہائے خیر کا ذکر ہے ان کی تعداد حسب ذیل ہے۔ (۱) ہر کلمہ سبحان اللہ (۲) ہر کلمہ الحمد للہ (۳) ہر کلمہ لا الہ الا اللہ (۴) ہر کلمہ اللہ اکبر (۵) ہر کلمہ استغفر اللہ (۶) ہر بھلا کام کسی کو بتلانا (۷) ہر برے کام سے کسی کو منع کرنا (۸) دو شخصوں کے درمیان انصاف کرنا (۹) کسی کمزور انسان کو سواری پر سوار ہونے یا سامان اٹھا کر اس کو دے دینے میں مدد کرنا (۱۰) ہر اچھی بات کہنا (۱۱) نماز کے لئے مسجد جانے میں

ہر قدم اٹھانا (۱۲) عام گزرگاہ سے ہر ایذا رسان چیز کو دور کرنا (۱۳) لوگوں کے راستہ سے پتھر، کانٹے یا ہڈی کو ہٹا دینا۔

یہ کارہائے خیر اپنی نوعیت کے اعتبار سے تو صرف تیرہ قسم کے کام ہیں مگر ہر کام تعبیر کے اعتبار سے یہ بے شمار ہو جاتے ہیں جن سے کوئی انسان کسی وقت بھی خالی نہیں رہ سکتا (جس کی تفصیل اسی باب کی دوسری حدیثوں کی تشریح کے ذیل میں گزر چکی ہے) مگر حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ کی حدیث میں تو صرف دن چڑھے کی دو رکعتوں کو ہی ان تمام کارہائے خیر کی بجائے کافی قرار دے دیا ہے۔

سبحان اللہ کتنا بڑا اللہ تعالیٰ کا احسان اور بندہ پروری ہے کہ تین سو ساٹھ جوڑوں کے اداء شکر کے لئے تین سو ساٹھ کارہائے خیر کی جگہ صرف دو رکعتوں کو ہی کافی قرار دے دیا اس کے بعد بھی اگر کوئی خدا پرست انسان ان بدن کے جوڑوں کا شکر یہ ادا نہ کرے تو اس سے بڑھ کر احسان ناشناس، ناشکرا اور کفران نعمت کی سزا کا مستحق اور کون ہو سکتا ہے۔

ہماری حالت

لیکن وائے بر ما (افسوس ہماری حالت پر) ہم تو دن رات اس قدر دنیا میں منہمک اور سرگرداں ہیں کہ کسی وقت بھول کر بھی ہمیں خیال نہیں آتا کہ یہ ہاتھ پاؤں اور اعضا جن سے ہم دنیا کے تمام کام لے رہے ہیں خواہشات پوری کر رہے ہیں اغراض حاصل کر رہے ہیں ان کو عطا کرنے والے کا بھی ہم پر کچھ حق ہے یا کسی کے انعام و احسان کا شکریہ ادا کرنا تو انسانیت اور شرافت کا تقاضا بھی ہے جانور بھی چارہ ڈالنے والے کے سامنے سر جھکاتا ہے ہم تو جانوروں سے بھی گئے گزرے ہیں ہم تو دنیا میں اس قدر منہمک اور سرگرداں ہیں کہ ہمیں یہ سوچنے سمجھنے کی فرصت ہی نہیں ہمارے متعلق ہی فرمایا ہے۔

بل تؤثرون الحیوة الدنیا (اعلیٰ:۱۶)

بلکہ تم تو دنیا کی زندگی کو (آخرت پر) ترجیح دیتے ہو۔

حالانکہ یہ دنیا کی زندگی جس میں ہم نے اپنے آپ کو کھپا رکھا ہے اس کی آخرت کی زندگی کے مقابلہ میں جس سے ہم بالکل بے پرواہ اور بے خبر ہیں کچھ بھی حقیقت نہیں رکھتی نہ ہی اس کی کوئی بنیاد ہے ارشاد ہے۔

والاخرۃ خیر و ابقی (اعلیٰ:۱۷)

حالانکہ آخرت (کی زندگی بدرجہا) بہتر اور پائیدار (لافانی) ہے۔

ہم بچشم خود مشاہدہ کرتے ہیں کہ بڑے بڑے خوشحال اور دولت مند زمانہ کی گردش کا شکار ہو جاتے ہیں اور دیکھتے دیکھتے نان شبینہ تک کے محتاج ہو کر دربدر ٹھوکریں کھاتے پھرتے ہیں درحقیقت یہ ہمارے خبیث نفس کی سرکشی اور سرتابی ہے کہ وہ ہمیں ان روز روشن کی طرح واضح حقیقتوں کے سوچنے سمجھنے کی مہلت ہی نہیں دیتا اور دولت و ثروت جاہ و منفعت کے نئے سے نئے سبز باغ دکھا کر شب و روز سرگرداں رکھتا ہے اور مرتے دم تک اسی فنا ہونے والی دنیا میں ہم سر کھپاتے رہتے ہیں اس کا انجام یہ ہے ارشاد ہے۔

فامامن طغی واثرالحیوۃ الدنیافان الجحیم ھی الماوی (النزعت آیت ۳۸،۳۷)

اور جس نے سرکشی اختیار کی اور دنیا کی زندگی کو (پسند کیا اور) ترجیح دی پس بیشک جہنم ہی اس کا ٹھکانا ہے۔

بجز اس خوش نصیب اور سعید ازلی شخص کے جو اس مکار نفس کی فریب کاری سے آگاہ ہو کر قیامت کے دن خدا کے روبرو پیش ہونے سے اور گناہوں کی سزا سے ڈرا اور اس بے لگام نفس کے منہ میں احکام خداوندی کی پابندی کی لگام دی اور

اس کو ناجائز خواہشات سے باز رکھا تو بیشک قیامت کے دن جنت اس کا ٹھکانہ ہوگی ارشاد ہے۔

وامّا من خاف مقام ربه ونهى النفس عن الهوى فان الجنة هى الماوى

(سورۃ النزعت آیت ۴۰ . ۴۱)

اور جو اپنے رب کے سامنے کھڑے (اور پیش) ہونے سے ڈرا اور نفس کو خواہشات سے باز رکھا تو بیشک جنت ہی اس کا ٹھکانا ہے۔

اس باب کی احادیث اور ان کی تشریحات کے ذیل میں ہر حالت میں اور ہر وقت کارہائے خیر میں مصروف رہنے کا مقصد اس بے لگام نفس کے منہ میں لگام دینا خدا اور رسول کے احکام کے خلاف ورزی اور ممنوع اغراض وخواہشات سے روکنا اور قیامت کے دن سرخرو ہونا ہے۔ اللہ تعالیٰ ہم سب کو ان دنیاوی خواہشات واغراض سے دور اور محفوظ رکھے جو قیامت کے دن جہنم میں لے جانے والی ہوں۔

دُعا کیجئے

اے اللہ! آپ نے میری صورت اچھی بنائی ہے پس آپ میری سیرت بھی اچھی کر دیجئے اور میرے دل کی بے اطمینانی دور فرمائیے اور گمراہ کرنے والے فتنوں سے جب تک میں زندہ ہوں مجھے محفوظ فرمائیے۔

اے اللہ! مجھے موت کے وقت ایمان کی محبت تلقین فرمائیے۔

اے میرے پروردگار! میں آپ سے آج کے دن اور جو چیز اس کے بعد ہو بھلائی کا سوال کرتا ہوں۔

اے اللہ! میں آپ سے آج کے دن کی خیر اور اس کی فتح، ظفر اور اسکی برکت وہدایت کا سوال کرتا ہوں۔ اے اللہ میں آپ سے اپنے دین ودنیا اور اہل ومال میں معافی اور اچھے انجام کا سوال کرتا ہوں۔

اے اللہ! میرا عیب ڈھانپ دیجئے اور خوف کو امن سے بدل دیجئے۔

اے اللہ! میری آگے سے، پیچھے سے، دائیں بائیں سے اور میرے اوپر سے حفاظت فرمائیے۔ اور میں آپ کی عظمت کے واسطہ سے پناہ چاہتا ہوں کہ اس سے کہ میں ناگہاں اپنے نیچے سے پکڑ لیا جاؤں۔ یا حی یا قیوم میں آپ کی رحمت کے واسطے سے آپ سے فریاد کرتا ہوں کہ میرے سارے حال کو درست کر دیجئے اور مجھے میرے نفس کی طرف ایک لمحہ کے لئے بھی سپرد نہ فرمائیے۔ اے اللہ میں آپ کے اس نور کے واسطہ سے جس سے آسمان وزمین روشن ہیں اور ہر اس حق کے واسطہ سے جو آپ کا ہے اور اس حق کے واسطہ سے جو مانگنے والے کا آپ پر ہے سوال کرتا ہوں کہ آپ مجھ سے درگزر فرمائیں اور وہ یہ کہ اپنی قدرت سے مجھے دوزخ سے پناہ دے دیجئے۔ اے اللہ آج کے دن کے اوّل حصہ کو میرے حق میں بہتر بنا دیجئے، درمیانی حصہ کو فلاح اور آخری حصہ کو کامیابی بنا دیجئے۔

اے سب سے بڑے مہربان میں آپ سے دنیا وآخرت (دونوں کی) بھلائی چاہتا ہوں۔

اے اللہ! میرے گناہ بخش دیجئے اور میرے شیطان کو دور کر دیجئے اور میرا بند کھول دیجئے اور میرا پلہ بھاری کر دیجئے اور مجھے طبقہ اعلیٰ میں (شمار) فرمائیے۔

مسجد میں نماز باجماعت ادا کرنے والے کی مہمانی

عن ابی هریرة رضی الله عنه عن النبی صلی الله علیه وسلم قال: من غدا الی المسجد او راح، اعد الله له فی الجنة نزلا کلما غدا او راح. (متفق علیه)

ترجمہ: حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: جو شخص صبح کو (نماز کے لئے) مسجد گیا یا شام کو گیا اللہ تعالیٰ اس کے لئے جنت میں خصوصی ضیافت تیار فرمائیں گے جتنی مرتبہ بھی وہ صبح یا شام کو (مسجد) جائے گا۔

تشریح: نزل (عربی زبان میں) اس (خصوصی) غذا (کھانے کو اور ہر اس چیز) کو کہتے ہیں جو مہمان کے لئے تیار کی جائے۔

اس نزل (خصوصی ضیافت) کی خوشخبری فرشتے (مرتے وقت) ہر اس مسلمان کو سناتے ہیں جو تمام عمر اللہ تعالیٰ پر ایمان اور دین پر پختگی کے ساتھ قائم رہتا ہے۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے۔

بے شک جن لوگوں نے (صدق دل سے) کہا: ہمارا پروردگار اللہ ہے پھر (تمام عمر پختگی کے ساتھ) اس پر قائم رہے ان کے پاس (مرتے وقت) فرشتے آتے ہیں (اور کہتے ہیں) اب تم نہ کسی چیز کا خوف کرو اور نہ ہی کسی چیز کا غم کرو اور تم کو خوشخبری ہو اس جنت کی جس کا (دنیا میں) تم سے وعدہ کیا گیا تھا ہم دنیا کی زندگی میں بھی تمہارے مددگار رہے اور آخرت میں بھی تمہارے مددگار رہیں گے اس جنت میں تمہیں وہ تمام چیزیں (نعمتیں) ملیں گی جن کو تمہارا جی چاہے گا اور اس جنت میں تمہیں ہر وہ چیز (نعمت) ملے گی جو تم طلب کرو گے (یہ) خصوصی ضیافت ہے۔

بہت مغفرت کرنے والے مہربان (رب) کی جانب سے۔

یہ حقیقت ہے کہ روزانہ پابندی کے ساتھ پانچوں وقت مسجد میں جا کر جماعت کے ساتھ نماز پڑھنا اتنا عظیم دین کا کام (عبادت) ہے کہ جو مسلمان اس کی پابندی کر لیتا ہے اس کے لئے اور دین کے کاموں (عبادتوں) کی پابندی آسان ہو جاتی ہے اور جو مسلمان پنجوقتہ نماز باجماعت کی پابندی نہیں کر سکتے وہ اور دین کے کاموں (عبادتوں) کی پابندی بھی نہیں کر سکتے اور فرض عبادتوں تک کو ترک کرنے کے مجرم اور گنہگار ہوتے ہیں اسی لئے اللہ تعالیٰ نماز کے متعلق ارشاد فرماتے ہیں۔

اور تم (دین کے تمام کاموں میں) مدد حاصل کرو ثابت قدمی اور نماز سے بلا شبہ نماز (پڑھنا) بہت زیادہ گراں (اور دشوار) ہے سوائے ان لوگوں کے جن کو یقین ہے کہ ان کو (مرنے کے بعد) اپنے رب کے سامنے ضرور پیش ہونا ہے اور وہ (دنیا سے) اسی کے پاس لوٹ کر جائیں گے (اور سب سے پہلے نماز کے متعلق ہی سوال ہوگا کہ پابندی کے ساتھ پڑھی یا نہیں)

فارسی کا شاعر کہتا ہے۔

روز محشر کہ جان گداز بود　　اولین پرسش نماز بود

محشر کے دن جبکہ جان پگھلی جا رہی ہوگی سب سے پہلے نماز کا سوال ہوگا۔

اس آیت کریمہ میں صبر سے مراد وہی استقامت ہے جس کا ذکر اس سے پہلی آیت میں آیا ہے یعنی تمام عمر دین وایمان پر پختگی کے ساتھ قائم رہنا۔

اسی لئے حضرت عمر فاروقؓ نے اپنے زمانہ خلافت میں تمام صوبوں کے والیوں (گورنروں) کے پاس ذیل کا فرمان بھیجا تھا۔

بلاشبہ تمہارے دین کے کاموں (عبادتوں) میں سب سے زیادہ اہم نماز ہے تو جس شخص نے نماز کی پابندی کر لی وہ کاموں (عبادتوں) کی آسانی سے پابندی کر سکے گا اور جس اور نے نماز کو ضائع کر دیا وہ اور کاموں کو زیادہ آسانی کے ساتھ ضائع کر دے گا۔

اور اسی نماز کی محبت و مسرت کی بنا پر دین کے اور تمام کام بھی آسان اور سہل ہو جاتے ہیں اسی لئے قرآن کریم میں صبر اور صلوٰۃ سے دین کے تمام کاموں میں مدد لینے کا حکم فرمایا ہے کہ یہی نماز کی پابندی دین کے تمام کاموں کی پابندی کو آسان بنا دیتی ہے جیسا کہ تمام عالم اسلام کے مسلمانوں کو فاروق اعظم رضی اللہ عنہ کے فرمان میں بتلایا گیا ہے نماز نہ صرف دین کے کاموں کو آسان کر دیتی ہے بلکہ دنیا کی تمام پریشانیوں کو بھی دور کر دیتی ہے جیسا کہ حدیث میں شریف میں آیا ہے۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو جب کوئی (پریشان کن) دشوار امر پیش آتا تو آپ نماز کی طرف دوڑتے (اور فوراً نماز پڑھنے لگتے)

گویا نماز دین و دنیا دونوں کے دشوار کاموں کو آسان کر دیتی ہے اور پریشانیوں سے نجات دلاتی ہے نہ صرف یہ بلکہ نماز بے حیائی کے کاموں اور شرعاً ممنوع کاموں سے بھی روکتی ہے۔

کاش اس کتاب کے پڑھنے والوں کے کان اس اللہ تعالیٰ کے ارشاد کو دل و جان سے سن لیں اور دین و دنیا کی تمام فکروں اور پریشانیوں سے نجات حاصل کریں اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ کتاب کے لکھنے والے اور شائع کرنیوالے کو بھی اللہ تعالیٰ ذکر اللہ کی توفیق عطا فرمائیں۔

بات لمبی ہو گئی مختصر یہ ہے کہ اس حدیث میں پانچویں وقت مسجد میں جا کر جماعت سے نماز پڑھنے والوں کے لئے غفور و رحیم پروردگار کی جانب سے خصوصی ضیافت کی بشارت اور خوشخبری دی گئی ہے واللہ اعلم بالصواب۔

دُعا کیجئے

اے اللہ! مجھے اپنے عذاب سے بچا دیجئے جس دن آپ اپنے بندوں کو اٹھائیں۔

اے اللہ! ساتوں آسمانوں اور ہر اس چیز کے جس پر ان کا سایہ ہے اور اے پروردگار! زمینوں اور ہر اس چیز کے جسے وہ اٹھائے ہوئے ہیں اور اے پروردگار! شیطانوں اور ہر اس چیز کے جس کو انہوں نے گمراہ کیا ہے تمام مخلوق کی برائی سے میرے نگہبان رہئے اس چیز سے کہ کوئی ان میں سے مجھ پر ظلم یا تعدی کرے۔ آپ ہی کا پناہ دیا ہوا محفوظ ہے اور آپ ہی کا نام بابرکت ہے۔ آپ کے سوا کوئی معبود نہیں آپ کا کوئی شریک نہیں آپ پاک ہیں۔

اے اللہ! میں آپ سے ہر گناہ کی معافی چاہتا ہوں اور آپ سے آپ کی رحمت کا سوال کرتا ہوں۔ اے اللہ مجھے بخش دیجئے اور مجھے میرے گھر میں وسعت اور مجھے میرے رزق میں برکت دیجئے۔

اے اللہ! مجھے بہت توبہ کرنے والوں میں کر دیجئے اور اے اللہ! مجھے بہت صاف لوگوں میں کر دیجئے۔

اے اللہ! مجھے بخش دیجئے اور مجھے ہدایت، رزق اور عافیت دیجئے اور جس چیز کے حق ہونے میں اختلاف ہوا اس میں مجھے اپنے حکم سے سیدھی راہ دکھا دیجئے۔

ہمسایہ کے حقوق

عن ابی هريرة رضی الله عنه قال رسول الله صلى الله عليه وسلم: ويا نساء المسلمات لا تحقرن جارة لجارتها ولو فرسن شاة. (متفق عليه)

ترجمہ: حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا۔ اے مسلمان عورتو! کوئی پڑوسن اپنی پڑوسن کے لئے (کسی بھی چیز کو) حقیر نہ سمجھے اگر چہ بکری کا کھر ہی ہو۔

تشریح: (امام لغت) جوہری کا کہنا ہے: اونٹ کا فرسن (تلوے) ایسے ہی ہوتے ہیں جیسے چوپایہ کے کھر' نیز کہا اور بسا اوقات فرسن کا لفظ بکری کے (کھر کے) لئے بھی استعمال ہوتا ہے (اس حدیث میں اسی معنی میں استعمال ہوا ہے)

اس حدیث میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مسلمان عورتوں کو خاص طور پر اس لئے خطاب فرمایا ہے۔ کہ عام طور پر عورتیں اپنی لاعلمی اور کم فہمی کی بنا پر تھوڑی سی یا چھوٹی موٹی چیز پڑوسن کو دینے میں شرم محسوس کرتی ہیں کہ "اتنی سی چیز کیا دیں" حالانکہ پڑوسن کو اس کی ضرورت ہوتی ہے وہ اس حقیر چیز کو غنیمت سمجھتی ہے اسی طرح بسا اوقات لینے والی پڑوسن اس حقیر سی چیز کے دینے کو اپنی توہین سمجھتی ہے اور کہتی ہے "کیا دینے چلی ہیں اتنی سی چیز دیتے ہوئے شرم بھی نہ آئی" حالانکہ اس کو اس معمولی چیز کی ہی ضرورت ہوتی ہے۔ معمولی سی چیز بھی پڑوسن کو دے کر پڑوس کا حق ادا کرنا بھی اہم کار خیر ہے یہی نیت اس معمولی سی چیز دینے کے وقت کرنی چاہئے تو اس معمولی سے کام پر بھی۔ جس کے مواقع کثرت سے میسر آتے ہیں بڑا ثواب ملتا ہے اس لئے پڑوس کے حقوق اتنے زیادہ ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے۔

قال رسول الله صلى الله عليه وسلم، مازال جبرئيل يوصيني بالجار حتى ظننت انه سيورثه

حضرت جبرئیل اتنی کثرت سے پڑوسی کے حقوق بتلانے کیلئے میرے پاس آئے کہ میں نے گمان کیا کہ وہ پڑوسی کو وارث بنا دینگے۔

دوسرے لفظوں میں یوں کہئے کہ اس حدیث سے پہلے احادیث میں جن کارہائے خیر کا ذکر آیا ہے وہ بالعموم عامۃ الناس اور مردوں سے متعلق ہیں اس حدیث میں عام طور پر عورتوں کو پڑوسی کے حقوق کی طرف رہنمائی فرمائی ہے کہ پڑوس کے حقوق عام لوگوں کی بنسبت، بہت زیادہ ہیں ان کا ادا کرنا بھی عظیم کار ثواب ہے۔

اللہ تعالیٰ اس زمانہ میں ہماری مسلمان عورتوں کو بھی اتنی سمجھ اور کثرت سے کارہائے خیر کرنے کی تڑپ عطا فرمائیں اس لئے کہ اس زمانہ کی عورتیں ثواب کے ان کاموں سے بالکل بے خبر اور ناواقف ہیں اور زینت و آرائش میں ہر وقت منہمک ہیں اللہ ہم سب پر رحم فرمائیں۔

دُعا کیجئے

اے اللہ! میرے دل، میری بینائی اور شنوائی میں نور کر دیجئے۔ میری دائیں طرف، بائیں طرف، نور کر دیجئے میرے پیچھے اور سامنے نور کر دیجئے اور میرے لئے خاص نور فرما دیجئے اور میرے پٹھوں، گوشت میں نور کر دیجئے اور میرے خون، اور بالوں میں نور کر دیجئے، اور میری جلد، میری زبان میں نور کر دیجئے اور جان میں نور کر دیجئے اور مجھے نور عظیم دیجئے اور میرے اوپر نور کر دیجئے اور میرے نیچے نور کر دیجئے اور مجھے نور عطا فرمائیے۔

ایمان کے شعبے

عن ابی هریرة رضی الله عنه عن النبی صلی الله علیه وسلم قال: الایمان بضع وسبعون، او بضع وستون شعبة فافضلها قول لا اله الا الله وآدناها اماطة الاذی عن الطریق، والحیاء شعبة من الایمان. (متفق علیه)

ترجمہ: حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ایمان کے چند اور ستر یا (فرمایا) چند اور ساٹھ شعبے ہیں تو ان میں سب سے افضل شعبہ لا الہ الا اللہ ہے اور ان میں سب سے ادنیٰ شعبہ (عام) راستے سے ایذا رساں چیز کو مٹا دینا (ہٹا دینا) ہے اور حیا (شرم) تو ایمان کا بہت ہی اہم شعبہ ہے۔ بخاری ومسلم
بِضع کا لفظ تین سے نو تک کے لئے استعمال ہوتا ہے اور اس کا تلفظ ب کے زیر کے ساتھ ہوتا ہے کبھی کبھی ب کے زبر کے ساتھ بھی بولا جاتا ہے اور شعبہ کے معنی حصہ کے ہیں۔

تشریح: ایمان کا محل مومن کا دل ہے جب ایمان دل سے نکل کر ہاتھ پاؤں اور اعضاء وجوارح پر اعمال کی شکل میں نمودار ہونا شروع ہوتا ہے تو سب سے پہلے زبان پر کلمہ طیبہ آتا ہے اور اشهد ان لا اله الا الله و اشهد ان محمدا رسول الله کہتا ہے اس کے بعد ہاتھ پاؤں حرکت میں آتے ہیں وضو کرتا ہے مسجد جاتا ہے اور باجماعت پنجوقتہ نمازیں پڑھنا شروع کر دیتا ہے رمضان کا مہینہ آتا ہے تو روزے رکھتا ہے مال پر زکوٰۃ واجب ہوتی ہے تو زکوٰۃ ادا کرتا ہے اللہ تعالیٰ کے فضل سے مال میں مزید وسعت میسر آتی ہے اور حج فرض ہوتا ہے تو حج بھی ادا کرتا ہے اسی طرح رفتہ رفتہ تمام بدنی اور مالی فرض اور نفل عبادتیں ادا کرنے لگتا ہے اور حسب مقدور زیادہ سے زیادہ اعمال خیر اور ثواب کے کام کرنے لگتا ہے اس مرحلہ پر پہنچ کر ایمان کا نام اسلام ہو جاتا ہے اور یہی پانچ اسلام کے بنیادی ستون کہلاتے ہیں جن میں کلمہ شہادت مرکزی ستون ہے کہ اس کے بغیر تو کوئی مسلمان ہی نہیں ہوتا اور چار عبادتیں اور ان کے ساتھ سنن ونوافل نماز روزہ زکوٰۃ حج چاروں طرف کے چار ستون ہیں جن پر اسلام کی عظیم الشان عمارت قائم ہے اور اس پوری عمارت کو شیطان اور نفس امارہ کی رخنہ اندازیوں (گناہوں اور معصیتوں) سے بچانے اور محفوظ رکھنے کے لئے ایک بہت ہی اہم اور عظیم شعبہ کہئے یا حفاظتی ستون (چہار دیواری) حیا اور شرم ہے یہ حیا اور شرم خواہ انسانوں سے ہو خواہ احکم الحاکمین سے بہر صورت بے حیائی کے کاموں اور اخلاقی وشرعی برائیوں (گناہوں اور نافرمانیوں سے) ایک غیرتمند اور باحیا مسلمان کو ضرور باز رکھتی ہے اس لئے کہ ایک غیرت دار انسان بے حیائی کے کام کر کے لوگوں سے خود کو بے حیا اور بے شرم یا بدمعاش فاسق وفاجر کہلانا ہرگز گوارا نہیں کرتا باقی جو ایماندار اللہ تعالیٰ سے شرم کرتا ہے وہ تو نہ لوگوں کے سامنے اور نہ تنہائی میں کسی بھی حالت میں بے شرمی کے اور برے کام یعنی گناہ اور نافرمانی کر ہی نہیں سکتا اس لئے کہ وہ جانتا ہے اور اس کا ایمان ہے کہ اللہ تعالیٰ مجھے دیکھ رہے ہیں ساری دنیا سے چھپ سکتا ہوں مگر اللہ تعالیٰ سے کسی بھی حالت میں نہیں چھپ سکتا اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے۔

وہ اللہ جانتا ہے نگاہوں کی چوریوں کو بھی اور جو دل میں چھپا (اسکو بھی) نیز ارشاد ہے: چاہے جو تمہارے دل میں ہے اسکو تم ظاہر کرو چاہے چھپاؤ اللہ تم سے اسکا حساب ضرور لیگا پھر جسکو چاہے معاف کرے اور جسکو چاہے عذاب دے اور اللہ ہر چیز پر قادر ہے۔

حیا اور شرم ایک حیادار اور غیرت مند آدمی کو بے شرمی اور برے کاموں سے ضرور روکتی اور باز رکھتی ہے خواہ یہ حیا خالق سے ہو خواہ مخلوق سے باقی رہا بے حیا اور بے غیرت آدمی وہ تو انسان ہی نہیں جانور ہے۔

حدیث میں حیا کو عظیم شعبہ اسی لئے کہا گیا ہے کہ یہ حیا اور شرم اسلام کی عظیم الشان عمارت کے لئے ایک چہار دیواری ہے جو تمام عبادات اور اعمال صالحہ کو گناہوں اور نافرمانیوں سے محفوظ رکھتی ہے غرض ایک مومن ایمان کی تحریک سے رفتہ رفتہ تمام عبادات اور وہ اعمال صالحہ جن کے کرنے کا خدا اور اس کے رسول نے حکم دیا ہے بجالانے کی کوشش کرتا ہے اور حیا و شرم کی بنا پر جن برے کاموں (گناہوں اور نافرمانیوں) سے منع کیا ہے حتی الامکان دور رہتا ہے (اور بتقاضائے بشریت کوئی گناہ ہو جائے تو فوراً اس سے توبہ کر لیتا ہے) تو اس کی یہ تمام عبادات اور اعمال صالحہ روزانہ احکم الحاکمین کے حضور میں پیش ہوتے ہیں دن کے محافظ فرشتے صبح سے شام تک کی عبادات واعمال صالحہ اور رات کے محافظ فرشتے شام سے صبح تک کی عبادات واعمال صالحہ پیش کرتے ہیں۔

احادیث میں تفصیل سے اور قرآن کریم کی ان دو آیتوں میں اجمالاً ان کے پیش ہونے کا ذکر ہے۔

۱۔ اللہ نے کلمہ طیبہ کی مثال بیان کی ایک درخت کی مانند جس کی جڑ (زمین میں) مضبوط ہے اور اسکی ٹہنیاں آسمان میں پہنچی ہوئی ہیں۔

۲۔ اللہ کی طرف ہی چڑھتے (اور پہنچتے) ہیں پاکیزہ کلمات (کلمہ شہادت) اور عمل صالح اس کو بلند کرتا ہے (یہاں تک کہ وہ بارگاہ خداوندی میں پیش ہوتا ہے)

قرآن عظیم کی اس مثال کے اعتبار سے ایمان کے درخت کا بیج مومن کے دل کی زمین سے پھوٹ کر نکلتا ہے تو اس کی پہلی کونپل زبان سے کلمہ طیبہ کی صورت میں نمودار ہوتی ہے اس کونپل سے چار ٹہنیاں پھوٹ کر نکلتی ہیں نماز، روزہ، زکوٰۃ اور حج کی صورت میں بڑھتی اور دیگر اعمال صالحہ کی صورت میں نمودار ہوتی رہتی ہیں اور روزانہ مومن کی عبادات اور اعمال صالحہ احکم الحاکمین کی بارگاہ میں پیش ہوتے رہتے ہیں آیت کریمہ میں **الیه یصعد** اور **فرعها فی السماء** سے اسی کی طرف اشارہ ہے جس کی تفصیل رحمت عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے بیان فرمائی ہے۔

عربی زبان میں درخت کی ٹہنی کو شعبہ اور فرع اور جڑ کو جو زمین کے باہر ہوتی ہے اصل کہتے ہیں قرآن کریم میں اصل کے لفظ سے کلمہ طیبہ کی طرف اور فرع کے لفظ سے چاروں عباتوں اور بقیہ اعمال صالحہ کی طرف اشارہ ہے زیر نظر حدیث میں انہی فرض و نفل عبادتوں اور اعمال صالحہ کو شعبہ (بمعنی شاخ کی جمع شعب) سے تعبیر فرمایا ہے۔

علماء حدیث نے قرآن وحدیث کی روشنی میں ان شعب ایمان کی تعیین کرنے کی کوشش کی ہے اور ان کے بیان پر مستقل کتابیں لکھی ہیں جن میں امام بیہقی رحمہ اللہ کی کتاب شعب الایمان زیادہ مشہور ہے۔

کارہائے خیر اور اعمال صالحہ انہی پچیس حدیثوں میں منحصر نہیں ہیں بلکہ اس حدیث کے مطابق تمام ہی اعمال صالحہ خواہ حقوق اللہ سے متعلق ہوں خواہ حقوق العباد سے جن کا قرآن وحدیث میں ذکر آیا ہے سب اعمال صالحہ کے ذیل میں آتے ہیں۔

دعا کیجئے

اے اللہ! ہم پر اپنی رحمت کے دروازے کھول دیجئے اور اپنے رزق کے دروازے ہمارے لئے آسان کر دیجئے۔

اے اللہ! مجھے شیطان سے محفوظ رکھئے۔ اے اللہ میں آپ سے آپ کے فضل کا سوال کرتا ہوں۔

اے اللہ! میری تمام خطائیں اور گناہ معاف فرمائیے۔

پیاسے کتے کو بھی پانی پلانا ثواب ہے

عن ابی هريرة رضی الله عنه ان رسول الله صلی الله عليه وسلم قال: بينما رجل يمشی بطريق اشتد عليه العطش، فوجد بئرا فنزل فيها فشرب، ثم خرج فاذا كلب يلهث يأكل الثری من العطش، فقال الرجل: لقد بلغ هذا الكلب من العطش مثل الذی كان قد بلغ منی، فنزل البئر فملأ خفه ماء ثم امسكه بفيه، حتی رقی فسقی الكلب، فشكر الله له فغفر له

ترجمہ: حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے بیان فرمایا: اس اثناء میں کہ ایک آدمی راستہ پر چلا جارہا تھا اس کو سخت پیاس لگنے لگی تو اسے ایک کنواں نظر آیا تو وہ کنویں میں اترا اور (سیر ہوکر) پانی پیا پھر باہر آ گیا تو ناگاہ ایک کتے کو (پیاس کی شدت سے) ہانپتا اور گیلی مٹی کو چاٹتا ہوا دیکھا تو اس وقت آدمی نے (دل میں) کہا بخدا اس کتے کو بھی ایسی ہی سخت پیاس لگ رہی ہے جیسے مجھے لگ رہی تھی تو وہ کنویں میں اترا اور اپنے (چرمی) موزہ میں پانی بھرا پھر اس کو اپنے منہ سے پکڑا یہاں تک کہ اوپر چڑھ آیا اور کتے کو پانی پلا دیا تو اللہ تعالیٰ نے اس شخص کی (اس ہمدردی کی) قدر فرمائی اور اس کے گناہ معاف فرما دیئے تو اس پر صحابہؓ نے دریافت کیا: اے اللہ کے رسول! کیا جانوروں (کے ساتھ ہمدردی کرنے) میں بھی ثواب (ملتا) ہے تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ہر جاندار کے ساتھ ہمدردی کرنے میں ثواب ملتا ہے۔

اور بخاری کی ایک روایت میں آیا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اس آدمی کی (اس ہمدردی کی) قدر کی اور اس کی مغفرت فرمادی اور اس کو جنت میں داخل (کرنے کا حکم) فرمادیا اور بخاری و مسلم دونوں کی ایک روایت میں (اس طرح) آیا ہے اس اثناء میں کہ ایک کتا (پیاس کی شدت سے) ایک کنویں کے چاروں طرف گھوم رہا تھا کہ بنی اسرائیل کی ایک (پیشہ ور) فاحشہ عورت نے اس کتے کو دیکھا (اور اس کی شدید پیاس کو محسوس کیا) تو اس نے اپنا چرمی موزہ پاؤں سے اتارا اور اس کو (کنویں سے پانی بھر کر نکالا اور) اس (پیاسے) کتے کو پلا دیا تو اللہ تعالیٰ نے اس کی (اس ہمدردی کی قدر فرمائی اور اس کی) مغفرت فرمادی۔

تشریح: اس حدیث اور اس کی مختلف روایات سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ دو واقعے ہیں ایک مرد کا اور ایک عورت کا اور دونوں ہی نے پیاسے کتے کی تکلیف کو محسوس کیا ہے اور اس کو کنویں سے پانی نکال کر پلایا ہے باوجودیکہ ہر سلیم الطبع انسان کتے سے نفرت کرتا ہے پھر بھی ایک ذی روح مخلوق کی پیاس جیسی سخت تکلیف کو انہوں نے اپنے اوپر قیاس کر کے شدت کے ساتھ محسوس کیا ہے اور کچے کنویں کے اندر اترے اور برتن میسر نہ ہونے کی بناء پر اپنے چرمی موزے میں ہی پانی بھر کر نکالا اور کتے کو پانی پلانے پر انہیں جنت میں داخل کرنے کا حکم فرمادیا ہے حالانکہ عورت تو کھلی ہوئی بدکار ہے اور مرد بھی عام آدمی تھا صدہا گناہ کئے ہوں گے مگر اللہ تعالیٰ نے اپنی کریمی سے ان کی اس جاندار کی ہمدردی کی قدر افزائی کی اور تمام گناہ معاف کر دیئے صحابہ کرامؓ کو اس معمولی سے

کام کے اتنے بڑے ثواب پر تعجب ہوا اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں اپنے تعجب کا اظہار کیا آپ نے جواب میں فرمایا: کتے کی کوئی خصوصیت نہیں ہر جاندار مخلوق بھوک پیاس سے بے قرار ہو جاتی ہے اس کی بھوک پیاس کو دور کرنے میں انسان وحیوان سب برابر ہیں لہٰذا جیسے ایک بھوکے اور پیاسے انسان کو کھانا کھلانا اور پانی پلانا یقیناً انسانی ہمدردی اور کار ثواب ہے ایسے ہی ہر بھوکے پیاسے جاندار کو بھوک پیاس کی تکلیف سے نجات دلانا بھی کار ثواب ہے۔

عام راستہ سے کانٹے ہٹادینے والے کے درجات

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کرتے ہیں کہ آپ نے فرمایا: میں نے جنت میں ایک آدمی کو چلتا پھرتا دیکھا ایک درخت کو مسلمانوں کے راستے پر سے کاٹ دینے کے (ثواب) میں جو مسلمانوں کو تکلیف دیتا تھا۔

اور ایک روایت میں اس طرح آیا ہے: ایک آدمی کا ایک ایسے درخت کی ٹہنی کے پاس سے گزر ہوا جو عین راستہ کے بیچ میں (اگا ہوا) تھا تو (اس نے دل میں) کہا بخدا میں اس درخت کو ضرور ہٹادوں گا تاکہ یہ مسلمانوں کو تکلیف نہ دے (چنانچہ اس نے ہٹا دیا) تو اس کو اس کار خیر کے صلہ میں جنت میں داخل کر دیا گیا اور بخاری ومسلم دونوں کی ایک روایت میں اس طرح آیا ہے کہ اس اثنا میں کہ ایک آدمی ایک راستہ سے گزر رہا تھا اس نے ایک کانٹوں کی ٹہنی راستہ پر پڑی پائی تو اس نے اس ٹہنی کو ہٹا دیا تو اللہ تعالیٰ نے اس کے اس کار خیر کی قدر کی اور اس کے گناہ بخش دیئے۔

تشریح: اللہ تعالیٰ نے اپنے محبوب نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو کشف کے طور پر قیامت کے بعد پیش آنے والے واقعات اور اہل جنت کے وہ اعمال حسنہ جن کی بنا پر وہ جنت میں جائیں گے اور اہل دوزخ کے وہ اعمال قبیحہ (کفر وشرک) اور گناہ کبیرہ) جن کی بنا پر وہ دوزخ میں جائیں گے نیز جنت ودوزخ کے تفصیلی حالات' پہلے سے صرف اس لئے دکھلائے کہ آپ اپنی امت کو ان اچھے برے اعمال سے آگاہ فرمادیں جن کی بنا پر وہ جنت یا دوزخ میں جائیں گے سبحان اللہ کتنے مہربان ہیں اللہ تعالیٰ اپنے محبوب نبی کی امت پر۔

احادیث میں ایسے کشف کے متعدد واقعات مذکور ہیں یہ آئندہ پیش آنیوالے واقعات رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو دکھلائے گئے ہیں اور آپ نے امت کو آگاہ فرمایا ہے اسی سلسلہ میں اس حدیث میں آپ نے اپنا کشف بیان فرمایا ہے کہ مسلمان کی عام گذرگاہ اور راستہ سے خاردار درخت یا ٹہنی کو کاٹ دینا یا ہٹا دینا اتنا بڑا کار خیر اور عمل صالح ہے کہ نیک نیتی سے اس کار خیر کو انجام دینے کا اجر وثواب جنت ہے بشرطیکہ کوئی اور امر مثلاً کفر وشرک یا حقوق العباد سے متعلق کوئی گناہ مانع نہ ہو ایک حدیث میں بنی اسرائیل کے ایک مرد اور ایک عورت کا واقعہ بھی اسی سلسلہ کی ایک کڑی ہے ان واقعات اور اعمال کے ذکر فرمانے کا مقصد ان اعمال صالحہ کو اختیار کرنے کی ترغیب دلانا ہے کہ یہ چھوٹے اور آسان کام بھی جنت میں جانے کا وسیلہ بن سکتے ہیں بشرطیکہ ثواب کی نیت سے کئے جائیں اور ان کو حقیر یا معمولی کام نہ سمجھا جائے۔

یاد رہے کہ ''شعب ایمان'' کی دسویں حدیث میں اسی راستہ پر سے کسی تکلیف دہ چیز کے ہٹا دینے (**اماطة الاذى عن الطريق**) کو ایمان کا ادنیٰ شعبہ بتلایا گیا ہے یہ ادنیٰ سب سے سہل اور آسان ہونے کے معنی میں ہے نہ کہ مرتبہ اور درجہ کے اعتبار سے ادنیٰ کے معنی ہیں آسان اس لئے کہ یہی **اماطة الاذى عن الطريق**' دسویں اور گیارہویں حدیث میں جنت میں داخل ہونے کا باعث ہوا ہے۔علاوہ ازیں یہ **اماطة الاذى عن الطريق**' حقوق العباد میں سے ہے جو بغیر لوگوں کے معاف کئے معاف نہ ہوں گے۔ واللہ اعلم

نماز جمعہ آداب کے ساتھ ادا کرنے کا اجر عظیم

قال رسول الله صلى الله عليه وسلم: من توضا فأحسن الوضوء، ثم اتى الجمعة، فاستمع وأنصت غفرله ما بينه وبين الجمعة وزيادة ثلاثة ايام ومن مس الحصا فقد لغا (مسلم)

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جس شخص نے وضو کیا اور خوب اچھی طرح وضو کیا پھر جمعہ کی نماز کے لئے مسجد آیا پس (پوری توجہ سے) خطبہ سنا اور خاموش بیٹھا سنتا) رہا اس کے اس جمعہ سے آئندہ جمعہ تک کے اور تین دن زیادہ کے گناہ بخش دیئے گئے اور جس نے کنکریوں کو (اپنی جگہ سے) ہٹایا اس نے بیہودہ کام کیا (مسلم نے روایت کیا)

تشریح: اللہ تعالیٰ نے محض اپنے فضل وکرم سے اپنے محبوب نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی امت پر یہ خاص انعام فرمایا ہے کہ ایک حسنہ (نیک کام) پر ایک اجر کے بجائے کم از کم دس گنا ثواب اور زیادہ سے زیادہ سات سو گنا اجر کا وعدہ فرمایا ہے مگر ایک سیئہ (برے کام) کی سزا ایک ہی تجویز فرمائی دس گناہ نہیں چنانچہ قرآن کریم میں ارشاد فرمایا ہے۔

جس نے ایک اچھا کام کیا تو اس کے لئے دس گنا ثواب ہے اور جس نے برا کام کیا اس کی سزا ایک ہی دی جائیگی اور ان پر ظلم نہیں کیا جائے گا (کہ دس گنی سزا دی جائے)

نیز ارشاد ہے:۔ان لوگوں کی مثال جو اپنے مال خرچ کرتے ہیں اللہ کی راہ میں ایسی جیسے ایک دانہ جس سے سات خوشے اگے ہر خوشہ میں سو دانے (اس طرح ایک دانہ بوکر سات سو دانے حاصل ہوئے) اور اللہ جس کے لئے چاہتا ہے اس سے بھی زیادہ دوگنے دیتا ہے اور اللہ بڑی وسعت والا ہے (اس سے بھی زیادہ دے سکتا ہے) اور (دلوں کا حال بھی) خوب جاننے والا ہے (جس کے عمل میں جتنا زیادہ اخلاص ہوگا اتنا ہی زیادہ ثواب دے گا)

اسی طرح رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے متعدد احادیث میں مختلف عنوانات سے اس تضعیف حسنات کی خبر دی ہے اسی اصول کے تحت ہم دن رات میں پانچ نمازیں پڑھتے ہیں مگر ثواب پچاس نمازوں کا ملتا ہے اور گناہ الگ معاف ہوتے ہیں اسی طرح ہفتہ میں ایک دن جمعہ کی نماز پڑھی جاتی ہے دس دن کا ثواب ملتا ہے اور گناہ معاف ہوتے ہیں یہی مطلب ہے **غفرله بينه وبين الجمعة وزيادة ثلاثة ايام** کا (اس جمعہ سے اگلے جمعہ تک اور تین دن زیادہ کے گناہ معاف کر دیئے جاتے ہیں اس دس دن کے گناہ معاف فرمانے کا غالبًا (واللہ اعلم بالصواب) باعث یہ ہے کہ جمعہ کے دن نماز کے علاوہ خطبہ بھی دیا جاتا ہے یہ خطبہ اتنا اہم ہوتا ہے کہ اس خطبہ کو پوری توجہ سے کان لگا کر سننا اور خاموش رہنا بھی واجب ہے اور یہ ایک مستقل عبادت اور کار ثواب ہے اسی لئے دس دن کے گناہ معاف ہوتے ہیں مگر اس کی شرط بھی اتنی سخت ہے کہ اگر خطبہ کے دوران اپنی جگہ سے کنکریوں کو بھی ہٹایا تو یہ بھی لغو اور بیہودہ کام کیا اور ثواب کی کمی کا باعث ہوا اسی طرح اگر کوئی شخص دوران خطبہ کوئی بھی بات کرے اور اس کو منع کرنے کے لئے "چپ رہو" کہا تو یہ بھی لغو اور بیہودہ کام کیا اور ثواب کی کمی کا باعث ہوا حالانکہ یہ نہی عن المنکر ممنوع کام سے روکنا ہے مگر خطبہ کے دوران یہ نہی عن المنکر

بھی لغو اور بیہودہ کام ہے اس لئے کہ خطبہ کے دوران "چپ رہو" کہنا خود ممنوع اور برا کام ہے تو اس شخص کی طرح یہ کہنے والا خود ایک ممنوع کام کا مرتکب ہوا اسی لئے لغو اور بیہودہ کام ہے اور دیگراں رانصیحت خود رافضیحت" (دوسروں کو نصیحت اپنے کو فضیحت) کا مصداق ہے اسی طرح کی اور تقریباً پندرہ شرطیں ہیں جن کی پابندی کرنے کے بعد جمعہ کا یہ عظیم ثواب (دس دن کے گناہوں کی بخشش) ملتا ہے اسی لئے فقہا نے فرمایا ہے **الخطبة یوم الجمعة کصلوٰة الجمعة** (جمعہ کے دن کا خطبہ بھی جمعہ کی نماز کی مانند ہے)

واضح ہو کہ یہ گناہ جن کی مغفرت کی حدیث میں خبر دی گئی ہے صغیرہ گناہ ہیں گناہ کبیرہ توبہ کرنے سے بخشے جاتے ہیں۔

ہفتہ میں صرف ایک دن تمام کاموں کی چھٹی کر کے صبح سے شام تک نماز جمعہ کو ان تمام آداب وشرائط کی پابندی کے ساتھ ادا کرنا کچھ زیادہ مشکل کام نہیں ہے مگر ثواب اتنا عظیم ہے کہ دس دن کے صغیرہ گناہ معاف ہوتے ہیں اسی لئے تمام مسلمان ملکوں میں ہفتہ واری چھٹی جمعہ کی ہوتی ہے تا کہ مسلمان سارا دن نماز جمعہ کی تیاری میں اور ادا کرنے میں صرف کریں۔

کاش کہ ہم بھی اور تمام کاروبار اور مصروفیتوں کو چھوڑ کر جمعہ کا پورا دن پکنک اور کھیل کود سیر وتفریح یا دن بھر پڑے سوتے رہنے کے بجائے نماز جمعہ کی تیاریوں اور مسنون طریقہ پر نماز جمعہ ادا کرنے میں صرف کریں اللہ تعالیٰ ہمیں اس کی توفیق عطا فرمائیں۔

دُعا کیجئے

اے اللہ! مجھے بلندی عطا فرمائیے اور مجھے زندہ رکھئے اور رزق عطا فرمائیے اور مجھے اچھے اعمال واخلاص کی طرف ہدایت دیجئے۔ بے شک آپ کے علاوہ نہ خوش اعمالیوں کی طرف کوئی رہبری کرتا ہے اور نہ کوئی بداعمالیوں سے بچاتا ہے۔

اے اللہ! میں آپ سے پاکیزہ رزق، علم نافع اور عمل مقبول کا سوال کرتا ہوں۔ اے اللہ میں آپ کا بندہ، آپ کے بندے اور بندی کا بیٹا ہوں ہمہ تن آپ کے قبضہ میں ہوں میرے بارہ میں آپ کا حکم نافذ ہے۔ میرے بارہ میں آپ کا فیصلہ عین عدل ہے۔ میں آپ سے ہر اس اسم کے واسطہ سے جس سے آپ نے اپنی ذات کو موصوف کیا ہے یا اس کو اپنی کتاب میں اتارا ہے یا اسے مخلوق میں سے کسی کو بتایا ہے یا اسے غیب ہی میں رہنے دیا ہے میں آپ سے درخواست کرتا ہوں کہ قرآن عظیم کو میرے دل کی بہار، میری آنکھوں کا نور، میرے غم کی کشائش اور میری تشویش کا دفعیہ بنا دیجئے۔

اے اللہ! جبرائیل، میکائیل اور اسرافیل کے معبود، ابراہیم، اسماعیل اور اسحاق کے معبود مجھے عافیت دیجئے اور میرے اوپر اپنی مخلوق میں سے کسی ایسی چیز کو مسلط نہ فرمائیے کہ جس کی مجھ میں برداشت نہ ہو۔

اے اللہ! مجھے اپنا حلال رزق دے کر حرام روزی سے بچائیے اور اپنے فضل وکرم سے مجھے اپنے ماسوا سے بے نیاز کر دیجئے۔

مسنون طریقہ سے وضو کرنے والے کی برکات

ان رسول الله صلى الله عليه وسلم قال: اذا توضا العبد المسلم او المومن فغسل وجهه خرج من وجهه كل خطيئة نظر اليها بعينه مع الماء او مع آخر قطر الماء فاذا غسل يديه خرج من يديه كل خطيئة كان بطشتها يداه مع الماء، (مسلم)

ترجمہ: حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جب مسلمان یا فرمایا مومن بندہ وضو کرتا ہے پس چہرہ دھوتا ہے تو اس کے چہرہ سے ہر وہ خطا جس کی طرف اس نے اپنی آنکھوں سے دیکھا ہوتا ہے پانی کے ساتھ یا فرمایا پانی کے آخری قطرہ کے ساتھ نکل جاتی ہے پھر جب (کہنیوں تک) دونوں ہاتھ دھوتا ہے تو ہر وہ خطا اس کے ہاتھوں سے پانی کے ساتھ یا فرمایا پانی کے آخری قطرہ کے ساتھ نکل جاتی ہے جس کو اس نے ہاتھوں سے پکڑا (یا چھوا) ہوتا ہے پھر جب (ٹخنوں تک) پاؤں دھوتا ہے تو ہر وہ خطا جس کی طرف پاؤں سے چل کر گیا پانی کے ساتھ یا فرمایا پانی کے آخری قطرہ کے ساتھ نکل جاتی ہے یہاں تک کہ (پورا وضو کر کے) گناہوں سے پاک وصاف ہو کر نکلتا ہے۔اس حدیث کو مسلم نے روایت کیا۔

تشریح: آنکھوں، ہاتھوں اور پاؤں کا ذکر صرف اس لئے کیا ہے کہ عام طور پر ہر انسان آنکھوں سے دیکھتا پاؤں سے چلتا اور ہاتھ سے پکڑتا یا لیتا ہے کان، زبان ناک سے کام لینے کی نوبت ہی نہیں آتی بہر حال دوسری روایتوں میں ان اعضاء اور ان کی خطاؤں کا ذکر موجود ہے غرض ایک مومن مسلمان بندہ بسم اللہ الرحمٰن الرحیم پڑھ کر کامل وضو کرتا اور تمام خطاؤں سے پاک وصاف ہو کر نماز پڑھتا ہے اور اس کے ساتھ تمام خطا کار اعضاء بھی نماز پڑھنے میں مصروف ومشغول ہو جاتے ہیں یعنی پورے خشوع وخضوع کے ساتھ نماز پڑھتا ہے تو یہی نماز اس لائق ہے کہ اللہ تعالیٰ اپنے فضل وکرم سے اس کو قبول فرمائیں۔

یاد رکھئے! جس طرح نماز صحیح ہونے کے لئے حسی نجاستوں مثلاً پیشاب، پاخانہ اور نجس چیزوں سے نمازی کے بدن اور کپڑوں کا پاک ہونا شرط ہے اسی طرح نماز کے قبول ہونے کے لئے غیر محسوس نجاستوں، خطاؤں اور گناہوں سے پاک وصاف ہونا بھی شرط ہے اور ان غیر حسی نجاستوں سے پاک کرنے والا، وضو کی نیت کر کے بسم الله الرحمن الرحيم پڑھ کر کامل وضو کرنا ہے۔ یہ بھی یاد رکھئے! جس طرح انسان کا بدن گندی چیزوں سے آلودہ اور گندہ ہو جاتا ہے اور پانی سے دھونے سے پاک ہوتا ہے ایسے ہی خطاؤں اور گناہوں سے بھی آلودہ اور گندہ ہوتا ہے گو ہمیں یہ گندگی آنکھوں سے نظر نہ آئے مگر ہاتھ پاؤں اور خطا کار اعضاء ان خطاؤں اور گناہوں سے آلودہ ہو جاتے ہیں اور جب تک کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی ہدایت کے مطابق کامل وضو نہ کریں گندے اور آلودہ رہتے ہیں یہی صادق امین صلی اللہ علیہ وسلم نے ہمیں بتلایا ہے اسی پر ہمارا ایمان ہے اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ وہ ہمیں عمل کی توفیق عطا فرمائیں تا کہ قیامت کے دن اپنے محبوب نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے شرمندگی نہ اٹھانی پڑے۔

دُعا کیجئے اے اللہ! آپ میری بات کو سنتے، میری جگہ کو دیکھتے اور میرے پوشیدہ وظاہر کو جانتے ہیں۔آپ سے کوئی بات چھپی نہیں رہ سکتی، میں مصیبت زدہ محتاج، فریادی، پناہ جو، ترساں، ہراساں ہوں اپنے گناہوں کا اقرار کرنے والا اعتراف کرنے والا ہوں، میں آپ کے آگے سوال کرتا ہوں جیسے بیکس سوال کرتا ہے۔ میں آپ کے آگے گڑگڑاتا ہوں جیسے گنہگار ذلیل وخوار گڑگڑاتا ہے۔ اور میں آپ سے طلب کرتا ہوں جیسے خوف زدہ آفت رسیدہ طلب کرتا ہے اور وہ شخص جس کی گردن سامنے جھکی ہوئی ہو طلب کرتا ہے اور اس کے آنسو بہہ رہے ہوں، اور تن بدن سے وہ آپ کے آگے عاجزی کئے ہوئے ہو اور میں اپنی ناک آپ کے آگے رگڑ رہا ہوں۔

نماز اور روزہ کا اجر عظیم

عن ابی هریرة رضی الله عنه عن رسول الله صلی الله علیه وسلم قال: الصلوات الخمس، والجمعة الی الجمعة، ورمضان الی رمضان مکفرات لما بینهن اذا اجتنبت الکبائر (مسلم)

ترجمہ: حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کرتے ہیں کہ آپ نے فرمایا: پانچوں نمازیں (ایک نماز سے دوسری نماز تک) اور جمعہ سے لے کر جمعہ تک اور رمضان سے لے کر رمضان تک' درمیان میں (کی ہوئی خطاؤں) کا کفارہ کرنے والے ہیں جبکہ کبیرہ گناہوں سے دور رہا جائے۔

تشریح: گناہ دو قسم کے ہیں ایک کبیرہ (بڑے) گناہ دوسرے صغیرہ (چھوٹے) گناہ ان چھوٹے گناہوں کو شریعت کی اصطلاح میں سیئات (برائیاں) یا خطا یا وغیرہ کہا جاتا ہے اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

اگر تم ان بڑے گناہوں سے بچو گے جن سے تم کو منع کیا گیا ہے تو ہم تمہاری سیئات (برائیوں) کا کفارہ کر دیں گے۔

بیشک اچھے کام برے کاموں کو مٹا دیتے ہیں۔

اس حدیث میں حسنات کا بیان فرمایا ہے پانچ وقت کی فرض نمازوں کو جمعہ کی نماز کو' رمضان کے روزوں (یعنی فرائض کو) مکفر (کفارہ کر دینے والا) بتلایا ہے گویا ان فرائض کے ادا کرنے سے سیئات خود بخود محو ہو جاتے ہیں اور مٹ جاتے ہیں۔

اسی سلسلہ میں اللہ تعالیٰ نے دعا تعلیم فرمائی ہے۔

اے ہمارے رب! ہم ایمان لے آئے) پس تو ہمارے گناہوں کو بخش دے اور ہمارے سیئات (برائیوں) کا کفارہ کر دے (مٹا دے) اور تو ہم کو نیکوکاروں کے ہمراہ وفات دے (دنیا سے اٹھا)

اس آیت کریمہ سے معلوم ہوا کہ ذنوب (بڑے گناہ) استغفار کے بغیر معاف نہیں ہوتے ہاں سیئات (چھوٹے گناہ) بغیر استغفار کے بھی معاف ہو جاتے ہیں فرائض کا ادا کرنا خود بخود ان کو مٹا دیتا ہے۔

حدیث شریف میں آیا ہے کہ ایک شخص نے کسی اجنبی عورت کا بوسہ لے لیا اور گھبرایا ہوا حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا اور عرض کیا مجھے حد لگایئے (زنا کی سزا دیجئے) آپ نے واقعہ دریافت کیا اس نے بتلایا: میں نے اجنبی عورت کا بوسہ لے لیا حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تم ذرا ٹھہرو عصر کا وقت تھا اتنے میں جماعت کھڑی ہو گئی اس شخص نے بھی عصر کی نماز باجماعت پڑھی نماز سے فارغ ہوتے ہی اس نے پھر کہا مجھے حد لگایئے آپ نے فرمایا: فرض نماز باجماعت پڑھنے سے تمہارا گناہ معاف ہو گیا اس نے خوش ہو کر دریافت کیا یہ معافی میرے ساتھ خاص ہے؟ آپ نے فرمایا نہیں بلکہ ہر مسلمان کے لئے عام ہے اور اسی عموم کے بیان کرنے کے لئے مذکورہ بالا آیت کریمہ ان الحسنات یذھبن السیئات نازل ہوئی۔

کبیرہ اور صغیرہ گناہ

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے کسی نے دریافت کیا کیا گناہ کبیرہ سات ہیں؟ انہوں نے جواب دیا" سات؟ سات سو سے بھی زیادہ ہیں کبیرہ گناہ"

ہم ذیل میں ان امور کی نشاندہی کرتے ہیں جن سے کسی گناہ کا کبیرہ یا صغیرہ ہونا ثابت ہوتا ہے۔

کبیرہ گناہ

ا۔ ہر وہ گناہ کبیرہ ہے جس کی سزا قرآن یا حدیث میں

جہنم بتلادی گئی ہو جیسے کسی مسلمان کو عمداً قتل کرنا۔

۲۔ ہر وہ گناہ کبیرہ ہے جس پر قرآن حدیث میں حد (متعین شرعی سزا) آئی ہو جیسے چوری کرنے پر ہاتھ کاٹنا۔

۳۔ ہر وہ گناہ کبیرہ ہے جس پر قرآن یا حدیث میں لعنت اور خدا کا غضب آیا ہو جیسے عدالت میں جھوٹی گواہی دینا۔

۴۔ ہر وہ گناہ کبیرہ ہے جس کو قرآن یا حدیث میں کبیرہ گناہ کہا گیا ہو۔

۵۔ ہر اس فرض عبادت کا ترک کرنا جو قرآن وحدیث کی رو سے فرض ہے جیسے بغیر کسی شرعی عذر کے نماز نہ پڑھنا۔

۶۔ ہر اس ممنوع کام کو کرنا جس سے قرآن وحدیث میں منع کیا گیا ہو اور حرام کہا گیا ہو جیسے غیبت (یعنی کسی کے پس پشت اس کی برائی) کرنا

۷۔ ہر وہ صغیرہ گناہ جس کو معمولی اور حقیر سمجھ کر کیا جائے جیسے کسی اجنبی عورت کا بوسہ لینا

۸۔ ہر وہ گناہ جس کو جان کر بار بار کیا جائے جیسے نامحرم عورت کی طرف بری نیت سے بار بار دیکھنا۔

۹۔ ہر وہ گناہ جس کی مضرت یا شناعت (برائی) مذکورہ بالا کبیرہ گناہوں کے برابر ہو یا ان سے بھی زیادہ ہو جیسے مسلمانوں کے خلاف مخبری کرنا اور ان کے راز کافروں کو پہنچانا۔

۱۰۔ بندوں کے حقوق جو نہ ادا کئے گئے ہوں اور نہ ان سے معاف کرائے ہوں۔

صغیرہ گناہ

۱۔ مذکورہ بالا کبیرہ گناہوں کے علاوہ تمام برے کام سیئات جو اچھے کاموں حسنات کرنے سے خود بخود مٹ جائیں پانچوں وقت کی نماز پڑھتے رہنے سے درمیان میں کئے ہوئے برے کام اپنے آپ مٹ جاتے ہیں اور معاف ہو جاتے ہیں۔

مذکورہ بالا کبیرہ گناہوں کے ابتدائی مراحل میں کئے گئے برے کام جیسے بلاقصور کسی مسلمان کو قتل کرنے والے کو خنجر یا پستول دے دینا۔

مذکورہ بالا حدیث میں حسنات (فرائض) کے ذریعہ جن گناہوں کے معاف ہونے کی خبر دی گئی ہے وہ سب صغیرہ گناہ ہیں اسی لئے آخر میں کہا گیا ہے جبکہ کبیرہ گناہوں سے اجتناب کیا جائے یعنی بچا جائے اور دور رہا جائے اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے۔

اگر تم بڑے گناہوں سے بچتے رہو گے جن سے تم کو منع کیا جاتا ہے تو ہم تمہارے برے کاموں کو معاف کردیں گے۔

بہرحال اس حدیث اور ان آیات کریمہ سے معلوم ہوا کہ انسان کو فرض عبادات پر عمل کرنے میں کوتاہی نہ کرنی چاہئے تاکہ وہ گناہ اور برے کام جن کا انسان کو احساس بھی نہیں ہوتا کہ میں یہ برے کام کر رہا ہوں ان حسنات کے ذریعے اپنے آپ مٹتے اور معاف ہوتے رہیں ورنہ اگر یہ چھوٹے چھوٹے گناہ اکٹھے ہو گئے تو ان کی سزا سے بغیر توبہ کئے بچنا ناممکن ہوگا خصوصاً حقوق العباد کہ اگر ادا نہ کئے یا ان لوگوں سے معاف نہ کرائے جن کی حق تلفی ہوئی ہے تو مرنے کے بعد قیامت کے دن ان کے حقوق ضرور ادا کرنے پڑیں گے اور اس دن ان کے حقوق ادا کرنے کے لئے انسان کے پاس اپنے حسنات کے سوا اور کچھ نہ ہوگا نتیجہ یہ ہوگا کہ اس کے حسنات ان حقوق کے بدلے میں ان کو دے دیئے جائیں گے اور ان کے گناہ اور سیئات اس پر ڈال دیئے جائیں گے جس کی بنا پر یہ شخص جہنم میں جائے گا اور وہ جنت میں اعاذنا اللہ (خدا ہمیں اس سے بچائے) اور توفیق دے کہ ہم مرنے سے پہلے ہر حق والے کا حق ادا کردیں یا اس سے معاف کرالیں یہی تفصیل احادیث میں آئی ہے۔

چند اعمال صالحہ

عن ابی هریرہ رضی الله عنه قال رسول الله صلی الله علیه وسلم: الا ادلکم علی ما یمحو الله به الخطایا، ویرفع به الدرجات؟ ، قالوا: بلی یارسول الله، قال: اسباغ الوضو، علی المکارہ و کثرۃ الخطا الی المساجد و انتظار الصلاۃ لکم الرباط (مسلم)

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہتے ہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: کیا میں تم کو ایسی چیز نہ بتلاؤں جس کی وجہ سے اللہ تعالیٰ خطائیں معاف فرماتے ہیں اور جس کی وجہ سے درجے بلند فرماتے ہیں صحابہؓ نے عرض کیا: کیوں نہیں؟ ضرور بتلایئے اے اللہ کے رسول! آپ نے ارشاد فرمایا (۱) ناگواریوں کے باوجود کامل وضو کرنا (۲) مسجدوں کی طرف (نماز کے لئے) زیادہ قدم رکھنا (دور سے چل کر جانا) (۳) ایک نماز کے بعد دوسری نماز کا انتظار کرنا پس یہی تمہاری (دین کی) سرحدوں کی حفاظت ہے۔ مسلم

تشریح: اس حدیث میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مکفرات کے علاوہ درجات بلند کرنے والی حسنات کا بیان بھی فرمایا ہے سابقہ حدیث میں پنجوقتہ فرض نمازوں کو ہر جمعہ کی نماز پابندی سے پڑھنے کو ہر رمضان کے مہینہ میں پابندی سے روزے رکھنے کو سیئات (صغیرہ گناہوں) کو مٹا دینے والا بتلایا تھا۔ یہ تینوں فرض عبادتیں ہیں اس حدیث میں (۱) ناگوار حالات میں پورا وضو کرنے کو (۲) دور سے چل کر جانے اور نماز باجماعت کے لئے مسجد آنے کو (۳) ایک نماز کے بعد دوسری نماز کا انتظار کرنے کو جوان فرض عبادتوں کے مکملات و متممات ہیں محوسیئات کے علاوہ رفع درجات کا بھی موجب بتلایا ہے یعنی اصل فرض عبادتوں کو ادا کرنا تو محوسیئات کا موجب ہے لیکن ان کو کامل طور پر آداب و مستحبات کے اہتمام کے ساتھ ادا کرنا محوسیئات کے علاوہ رفع درجات کا بھی موجب ہے۔ منشاء یہ ہے کہ تمام آداب و مستحبات کے اہتمام کے ساتھ ان عبادات کو ادا کرنا چاہئے تاکہ تمام صغیرہ گناہوں سے پاک ہو کر اللہ تعالیٰ کی بارگاہ قرب میں اعلیٰ درجات کے مستحق بنیں مزید شوق کو بڑھانے کے لئے نبی رحمت صلی اللہ علیہ وسلم اول صحابہ کرام سے سوال فرماتے ہیں کیا میں تم کو ایسی چیز نہ بتلاؤں جس پر عمل کر کے تم محوسیئات کے علاوہ اعلیٰ مراتب بھی حاصل کر سکو؟

صحابہ سراپا شوق بن کر عرض کرتے ہیں ضرور بتلایئے اس کے بعد تینوں چیزوں کا ذکر فرماتے ہیں اور آخر میں ذالکم الرباط کی خوشخبری دے کر ایک اور سب سے اہم چیز کا بھی ذکر فرمادیتے ہیں کہ فرض عبادتوں کو دشمن نفس امارہ کی رخنہ اندازیوں سے بھی محفوظ رکھا جاسکتا ہے جس کی تفصیل یہ ہے۔

نفس امارہ انسان کا سب سے زیادہ خطرناک دشمن ہے وہ چاہتا ہے ہر ممکن طریق پر راحت و آسائش اور فوائد و منافع کے سبز باغ انسان کو دکھا کر پروردگار کی عبادت و طاعت سے اگر بالکل نہ روک سکے تو ان عبادتوں میں اپنے دھوکوں اور فریب سے ایسے رخنے ڈال دے کہ ثواب سے محروم ہو جائے۔

۱۔ اسباغ الوضو علی المکارہ (ناگوار اوقات

یا حالات میں پورا اور کامل وضو کرنا) چنانچہ خدا کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ اسی نفس کی رخنہ اندازی سے بچانے کی تدبیر بتلائی ہے ہوتا یہ ہے کہ مثلاً سخت سردی کا زمانہ ہے پانی لوٹے میں لیتے ہی جم جاتا ہے ایسے وقت میں نمازی کا وضو کرنا نفس امارہ پر بے حد شاق ناگوار اور تکلیف دہ ہوتا ہے تو وہ کہتا ہے کہ اتنی سردی میں وضو کرنا خود کو ہلاکت میں ڈالنا ہے ایسی ہی حالت کے لئے شریعت نے تیمّم کرنے کی اجازت دی ہے پھر کیوں نہ اس حکم شرعی سے فائدہ اٹھایا جائے آج وضو کے بجائے تیمّم کر کے نماز پڑھ لو مگر جب ایک خدا پرست پرہیز گار نمازی اس کے کہنے میں نہیں آتا تو کہتا ہے پھر وضو ہی کرتے ہو تو پورا وضو کرنے اور اعضاء پر پوری طرح پانی بہانے کی کیا ضرورت ایک ایک چلو لے کر ہاتھ پاؤں پر چپڑ لو کافی ہے لیکن ایک پختہ کاردیندار نمازی سردی لگنے کے باوجود نفس کے علی الرغم منشاء کے خلاف اس طرح کامل وضو کرتا ہے کہ کوئی عضو ناخن برابر بھی سوکھا نہیں رہتا اور سنت کے مطابق ہر عضو کو تین بار اچھی طرح دھوتا ہے تو مکار نفس سر پیٹتا رہ جاتا ہے اور نمازی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے فرمانے کے مطابق ایسے طریق پر کامل اور پورا وضو کرتا اور نماز پڑھتا ہے تو اعلیٰ مراتب قرب حاصل کرتا ہے۔

۲۔ **کثرت الخطا الی المساجد** (جماعت سے نماز پڑھنے کے لئے دور سے چل کر مسجد جانا اور زیادہ سے زیادہ قدم رکھنا) گھر مسجد سے کافی دور ہے راحت پسند نفس امارہ کہتا ہے نماز پڑھنے کے لئے اتنی دور جانا آنا اور اتنا وقت برباد کرنا بے حد شاق اور گراں ہوتا ہے جماعت سے نماز پڑھنے کے شائق مسلمان کو یہ شیطان نفس امارہ بہکا کر جماعت کے ثواب سے محروم کرنا چاہتا ہے۔ کہتا ہے: نماز ہی تو فرض ہے جماعت تو فرض نہیں ہے چلو آج بغیر جماعت کے ہی نماز پڑھ لو اتنی دور جانا آنا اور اتنا وقت برباد کرنا کون سی عقلمندی ہے لیکن وہ جماعت سے نماز پڑھنے کا پابند نمازی اس کی بات نہیں مانتا تو کہتا ہے کہ اچھا چلو گھر پر ہی جماعت کئے لیتے ہیں اور دو چار اپنے جیسے لوگوں کو ملا لیں گے مگر وہ جماعت سے نماز پڑھنے کا پابند نمازی کہتا ہے میں تیرے اس فریب میں بھی نہیں آؤں گا پتہ ہے اقامت صلوٰۃ کے معنی ہیں مسجد جا کر اور مسلمانوں کے ساتھ جماعت سے نماز پڑھنا اس طرح جماعت کے ساتھ نماز پڑھنے پر ہی گونا گوں اجر وثواب ملتا ہے اور یہ کہہ کر نماز با جماعت مسجد میں پڑھنے کے شوق میں مسجد کافی دور ہونے کے باوجود چلا جاتا ہے نفس امارہ کے سارے ہتھکنڈے اور ثواب سے محروم کرنے کے حربے بیکار ثابت ہوتے ہیں ذلیل وخوار ہو کر اپنا سا منہ لے کر رہ جاتا ہے اور وہ جماعت کا پابند نمازی اپنی نماز کو شیطان کی رخنہ اندازی سے محفوظ کر لیتا ہے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشاد کے مطابق رب العالمین کی بارگاہ سے مراتب عالیہ کا پروانہ حاصل کر لیتا ہے اسی طرح

۳۔ **انتظار الصلوٰۃ بعد الصلوٰۃ** (ایک نماز کے بعد دوسری نماز کا انتظار کرنا) اس کی دو صورتیں ہیں ایک یہ کہ ایک نماز با جماعت ادا کرنے کے بعد اس خیال سے کہ گھر یا دوکان جا کر نہ معلوم کن دھندوں میں پھنس جاؤں دوسری نماز جماعت سے پڑھ سکوں یا نہ پڑھ سکوں گھنٹہ ڈیڑھ گھنٹہ تو ہے ہی یہیں مسجد میں بیٹھ کر دوسری نماز کا انتظار کروں تو بہتر ہے دوسری نماز جماعت سے فوت نہ ہوگی اور اتنی دیر مسجد میں بیٹھ کر اللہ اللہ کرتا رہوں گا یا کلام اللہ کی تلاوت کرتا رہوں گا یا درود پڑھتا رہوں گا تو دوہرا ثواب ملے گا دشمن نفس امارہ پر نمازی کا یہ نماز کے انتظار

میں بیٹھنا سخت شاق اور نا گوار ہوتا ہے طرح طرح کے ضروری کام یاد دلا کر گھر یا دوکان چلنے کا تقاضا کرتا ہے فائدہ اور نفع کے سبز باغ دکھاتا ہے اور دوکان یا مکان پر موجود نہ رہنے کے بھیانک نقصان سے ڈراتا ہے اور انتہائی کوشش کرتا ہے کہ کسی نہ کسی طرح گھر یا دوکان چلنے پر آمادہ کروں اور دنیاوی دھندوں میں پھنسا کر اس گھنٹہ ڈیڑھ گھنٹہ کے کارہائے ثواب سے محروم کروں نیز کوشش کروں کہ اگلی نماز جماعت سے نہ پڑھ سکے لیکن خدا اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلمؐ کے وعدوں پر پختہ یقین رکھنے والا پابند جماعت نمازی نفس کی ایک نہیں سنتا اور دوسری نماز جماعت سے پڑھ کر ہی مسجد سے نکلتا ہے۔

دوسری صورت یہ ہے کہ اگر مسجد سے گھر یا دکان آ تو جاتا ہے مگر فکر یہی لگی رہتی ہے کہ کب دوسری نماز کا وقت ہو یا اذان کی آواز آئے اور کب میں سب دھندے چھوڑ چھاڑ کر مسجد میں جا کر جماعت سے نماز پڑھوں نفس امارہ سب کاموں کو بیچ میں چھوڑ کر چلے جانے کے نقصانات بہت کچھ دکھاتا ہے مگر وہ ایک نہیں سنتا اور وقت ہوتے ہی مسجد میں پہنچ کر جماعت سے نماز پڑھتا ہے دونوں صورتوں میں اگلی نماز کا انتظار ہے مگر پہلی صورت میں انتظار کے دوران مسجد میں بیٹھ کر جو ثواب کے کام کرتا ہے وہ انتظار صلوٰۃ کے ثواب اس پر مستزاد ہیں اور دوہرا ثواب ملتا ہے اور دوسری نماز جماعت کے ساتھ یقینی ہو جاتی ہے اور دوسری صورت میں نہ کارہائے ثواب کا ثواب ملتا ہے نہ ہی دوسری نماز جماعت سے پڑھنے کا یقین ہوتا ہے حدیث کے الفاظ میں دونوں صورتیں آتی ہیں بہر حال نفس امارہ سے جنگ دونوں صورتوں میں کرنی پڑتی ہے۔

اسی دشمن نفس امارہ کی سرکوبی کی غرض سے سرور کائنات صلی اللہ علیہ وسلمؐ فرماتے ہیں

ذالکم الرباط ذالکم الرباط (یہی ہے تمہاری سرحدوں کی حفاظت یہی ہے تمہاری سرحدوں کی حفاظت)

''رباط'' کے اصل معنی ہیں اسلامی ملک کی دشمنوں سے حفاظت کرنا کہ وہ بے خبری میں ملک کے اندر نہ گھس آئیں یا اچانک حملہ نہ کر دیں آج کل کی اصطلاح میں اس حفاظتی دستہ کو ''رینجر فورس'' کہتے ہیں ظاہر ہے کہ سرحدوں کی حفاظتی تدابیر اسی وقت کی جاتی ہیں جب جنگ جاری ہو یا حالت جنگ ہو احادیث میں اس رباط کی بہت زیادہ فضیلت آئی ہے اور بڑے ثواب بیان ہوئے ہیں مگر ہر زمانے میں اور ہر شخص کو اس دین کا کام کرنے کی سعادت حاصل نہیں ہو سکتی اس لئے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلمؐ عام مسلمانوں کو خطاب کر کے فرماتے ہیں کہ تمہارے لئے دین کی سرحدوں کو دشمن نفس امارہ کی رخنہ اندازیوں سے مذکورہ بالا احتیاطی تدابیر کے ذریعے محفوظ رکھنے میں وہی اجر و ثواب جو ملک کی سرحدوں کو کافروں کی رخنہ اندازیوں سے حفاظت کرنے والے مجاہدوں اور غازیوں کو ملتا ہے اس لئے کہ نفس امارہ تمہارا سب سے بڑا اور سب سے زیادہ خطرناک دشمن ہے۔

دُعا کیجئے: اے اللہ! آپ مجھے اپنے سے دعا مانگنے میں ناکام نہ کیجئے اور میرے حق میں بڑے مہربان نہایت رحیم ہو جائیے اے سب مانگے جانے والے سے بہتر۔ اے سب دینے والوں سے بہتر۔ اے اللہ! میں آپ سے اپنی ضعف قوت کم سامانی اور لوگوں کی نظر میں اپنی کم وقعتی کا شکوہ کرتا ہوں اے سب سے بڑھ کر رحم کرنے والے آپ مجھے کس کے سپرد کرتے ہیں؟ آیا کسی دشمن کے جو مجھے دبا لے، یا کسی دوست کے قبضہ میں جو میرے سب کام دیجئے اگر آپ مجھ سے ناخوش نہ ہوں تو مجھے ان (میں سے کسی چیز) کی پرواہ نہیں۔ پھر بھی آپ کا دیا ہوا امن میرے لئے زیادہ گنجائش رکھتا ہے۔

چند اعمال صالحہ

عن ابی هريرة رضی الله عنه قال قال رسول الله صلى الله عليه وسلم: الا ادلكم على ما يمحو الله به الخطايا، ويرفع به الدرجات؟ ، قالوا: بلى يارسول الله، قال: اسباغ الوضو، على المكاره و كثرة الخطا الى المساجد وانتظار الصلاة لكم الرباط (مسلم)

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہتے ہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: کیا میں تم کو ایسی چیز نہ بتلاؤں جس کی وجہ سے اللہ تعالیٰ خطائیں معاف فرماتے ہیں اور جس کی وجہ سے درجے بلند فرماتے ہیں صحابہؓ نے عرض کیا: کیوں نہیں؟ ضرور بتلائیے اے اللہ کے رسول! آپ نے ارشاد فرمایا (۱) ناگواریوں کے باوجود کامل وضو کرنا (۲) مسجدوں کی طرف (نماز کے لئے) زیادہ قدم رکھنا (دور سے چل کر جانا) (۳) ایک نماز کے بعد دوسری نماز کا انتظار کرنا پس یہی تمہاری (دین کی) سرحدوں کی حفاظت ہے۔ مسلم

تشریح: واقعہ: ایک مرتبہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کسی غزوہ (کافروں کے ساتھ جنگ) سے مظفر و منصور تشریف لا رہے تھے غازی صحابہ اس فتح وظفر پر بے حد خوش تھے تو آپ نے ان سے خطاب فرمایا:

ہم چھوٹے جہاد سے (فارغ ہوکر) بڑے جہاد کی طرف واپس آ رہے ہیں اس لئے کہ تمہارا سب سے بڑا دشمن تمہارا وہ نفس ہے جو ہر وقت تمہارے پہلوؤں کے درمیان (چھپا بیٹھا) ہے اور ہر وقت دشمنی پر تیار ہے طرح طرح کے راحت و آسائش کے سبز باغ دکھا کر یا مضرت ونقصان کے بھیانک نتائج سے ڈرا کر دین کے فرائض سے غافل کرنے یا ان میں رخنے ڈالنے میں مصروف رہتا ہے۔

اس حدیث میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اسی دشمن نفس امارہ کی دشمنی سے خبردار کر کے اس کے حربوں کو بیکار کرنے کے لئے مثال کے طور پر تین چیزوں کا ذکر فرماتے اور ان کی ترغیب دیتے ہیں کتنے مہربان ہیں نبی رحمت صلی اللہ علیہ وسلم اپنی امت پر سبحان اللہ۔

اللہ تعالیٰ اسی رباط (دین کی سرحدوں کی دشمنوں سے حفاظت) کا ذکر ذیل کی آیت کریمہ میں فرماتے ہیں۔

اے ایمان والو! (دین پر) ثابت قدم رہو اور ثابت قدمی میں دشمنوں سے بڑھ جاؤ اور (دین کی) سرحدوں کی حفاظت میں دشمنوں پر غالب آ جاؤ اور اللہ تعالیٰ سے ڈرتے رہو تا کہ تم (دین ودنیا دونوں میں) فلاح پاؤ۔

اور نفس امارہ کے متعلق حضرت یوسف جیسے پاک دامن نبی علی نبینا وعلیہ الصلوٰۃ والسلام کی زبان سے ارشاد ہے۔

اور میں اپنے نفس کی برأت نہیں کرتا بلاشبہ نفس تو بری باتوں کا ہی حکم کرتا ہے بجز اس کے کہ میرا رب رحم فرمائے۔

اللہ تعالیٰ اپنی رحمت سے ہی اس نفس امارہ پر نفس مطمئنہ کو غلبہ عطا فرما دیں اور وہ اس کی سرکوبی کرے جیسا کہ نفس امارہ کی دشمنی اور نفس مطمئنہ کی سرکوبی کا کچھ حال تینوں عبادتوں کے ذیل میں بیان کر چکے ہیں یہ فرضی یا خیالی باتیں نہیں ہیں یہ وہ کشمکش ہے جس سے ہر انسان کو ہر وقت سابقہ پڑتا ہے اسی لئے نبی رحمت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے۔

حفت الجنة بالمكاره وحفت النار بالشهوات

جنت نفس کے مکروہات سے گھیر دی گئی ہے اور جہنم نفس کی خواہشات سے گھیر دی گئی ہے

جب تک انسان مکروہات کے خارزار سے نہ گزرے گا جنت میں نہیں پہنچ سکے گا اور جو شخص خواہشات نفس کے سبزہ زار میں پھنس کر رہ گیا وہ سیدھا جہنم جائے گا۔

صدق الله ورسوله (اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم، نے بالکل سچ فرمایا) اللہ تعالیٰ ہم سب کو اپنے دین پر عمل کرنے اور نفس امارہ کے دھوکے اور فریب سے بچنے کی توفیق عطا فرمائیں۔

دُعا کیجئے

اے اللہ! ہم آپ سے ایسے دل مانگتے ہیں جو بہت اثر قبول کرنے والے، بہت عاجزی کرنیوالے اور آپ کی راہ میں بہت رجوع کرنے والے ہوں۔ اے اللہ میں آپ سے وہ ایمان مانگتا ہوں جو میرے دل میں پیوست ہو جائے اور وہ پختہ یقین جس سے میں سمجھ لوں کہ مجھ تک کوئی چیز نہیں پہنچ سکتی۔ مگر وہی جو آپ میرے لئے لکھ چکے ہوں اور میں آپ سے اس معاش پر رضامندی کا سوال کرتا ہوں جو آپ نے میرے حصہ میں فرمادی ہے۔ اے اللہ تمام تعریف آپ کے واسطے ہے جیسے کہ آپ خود فرماتے ہیں اور اس سے بڑھ کر ہے جو ہم کہتے ہیں۔

اے اللہ! میں ناپسندیدہ اخلاق واعمال، نفسانی خواہشات اور بیماریوں سے آپ کی پناہ میں آتا ہوں۔ اور ہر اس چیز سے جس سے آپ کے نبی محمد صلی اللہ علیہ وسلم نے پناہ مانگی آپ کی پناہ میں آتے ہیں۔ اور میں مستقل قیام گاہ میں بُرے پڑوسی سے آپ کی پناہ میں آتا ہوں (اس لئے کہ سفر کا ساتھی تو چلا ہی جاتا ہے) اور دشمن کے غلبہ، دشمنوں کے طعنہ، بھوک کہ وہ بری ہمخواہ ہے، خیانت کہ وہ بری ہمراز ہے (ان سب سے) آپ کی پناہ میں آتا ہوں۔ اور اس بات سے کہ ہم پچھلے پیروں لوٹ جائیں (العیاذ باللہ مرتد ہو جائیں) یا فتنہ میں پڑ کر دین سے الگ ہو جائیں اور تمام ظاہری یا باطنی فتنوں سے بُرے دن، بُری رات، بُری گھڑی اور بُرے ساتھی سے آپ کی پناہ مانگتا ہوں۔

اے اللہ! میری نماز، میری عبادت، اور میرا مرنا، جینا آپ ہی کے لئے ہے میرا رجوع کرنا آپ ہی کی طرف ہے اور میں جو کچھ چھوڑ جاؤں وہ آپ کا ہی ہے۔ اے اللہ میں آپ سے ان چیزوں کی جو ہوائیں لاتی ہیں بھلائی کا سوال کرتا ہوں۔

اے اللہ! مجھے ایسا بنا دیجئے کہ میں آپ کا بڑا شکر گزار اور آپ کا بہت ذکر کرتا رہوں آپ کی نصیحتوں کو مانتا رہوں اور آپ کی ہدایات کو یاد رکھوں۔ اے اللہ ہمارے دل اور ہم خود سرتاپا اور ہمارے اعضاء آپ کے ہی قبضہ میں ہیں۔ آپ نے ہمیں ان میں سے کسی چیز پر بھی اختیار (کامل) نہیں دیا ہے۔ پس جب آپ نے ہمارے ساتھ یہ کیا ہے تو آپ ہی ہمارے مددگار رہئے اور ہمیں سیدھی راہ کی طرف ہدایت دیجئے۔

فجر اور عصر کی نماز باجماعت پڑھنے کا خصوصی ثواب

عن ابی موسیٰ الاشعری رضی الله عنه قال: قال رسول الله صلی الله علیه وسلم: من صلی الردین دخل الجنة،(متفق علیه)

حضرت ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا جس نے دو ٹھنڈی نمازیں (پابندی سے) پڑھ لیں وہ جنت میں داخل ہوگیا۔ دو ٹھنڈی نمازیں فجر اور عصر کی نمازیں ہیں۔

تشریح: دوسری احادیث میں من صلی کے بجائے من حافظ آیا ہے جس کے معنی ہیں (پابندی کی) یہی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی مراد ہے کہ جس مسلمان نے پابندی سے فجر اور عصر کی نماز جماعت کے ساتھ پڑھیں وہ جنت میں ضرور جائے گا ان دو نمازوں کی خصوصیت خود رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے بیان فرمادی ہے۔

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: فرشتے باری باری تمہارے درمیان آتے ہیں رات کے فرشتے اور دن کے فرشتے اور وہ سب فجر کی نماز اور عصر کی نماز میں اکٹھے ہوتے ہیں رات کے فرشتے صبح کی نماز پڑھ کر جاتے ہیں دن کے فرشتے فجر کی نماز میں آتے ہیں اسی طرح دن کے فرشتے عصر کی نماز پڑھ کر جاتے اور رات کے فرشتے عصر کی نماز میں آتے ہیں اس طرح فجر اور عصر کی نمازوں میں دن اور رات کے فرشتے ان دو وقتوں میں جمع ہوتے ہیں تو فرشتوں کا رب ان (آنے اور جانے والے گروہوں سے) دریافت کرتا ہے حالانکہ وہ ان فرشتوں سے زیادہ (اپنے بندوں کا حال) جانتا ہے تم نے میرے بندوں کو کس حال میں چھوڑا (رات اور دن دونوں کے) فرشتے جواب دیتے ہیں ہم نے ان کو نماز پڑھتا ہوا ہی چھوڑا ہے اور جب ہم ان کے پاس پہنچے تھے جب بھی وہ نماز پڑھ رہے تھے۔

اس طرح دن کے نامہ اعمال کے اول وآخر میں بھی اور رات کے اعمال نامہ کے اول وآخر میں بھی ان دو نمازوں کی پابندی کی وجہ سے نمازی مسلمان نمازوں کے پابند لکھے جاتے ہیں نامہ اعمال میں اول آخر کو ہی دیکھا جاتا ہے یہی نامہ اعمال قیامت کے دن پیش ہونگے اور یہ نمازی جنت میں ضرور جائیں گے نیز اس حدیث سے معلوم ہوا کہ جو لوگ بغیر جماعت کے فجر عصر پڑھتے ہیں وہ فرشتوں کی اس گواہی سے محروم رہتے ہیں ان دو نمازوں کی تخصیص کی ایک وجہ تو یہ ہوئی دوسری وجہ مسلم ہی کی حدیث میں آیا ہے۔

حضرت جریر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ایک مرتبہ (رات کے وقت) ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں بیٹھے ہوئے تھے کہ اچانک آپ کی نگاہ چودھویں رات کے چاند پر پڑی تو آپ نے فرمایا: تم اپنے رب کو (جنت میں ایسے ہی دیکھو گے جیسے تم اس چاند کو دیکھ رہے ہو اس کے دیدار میں تمہیں ایسے ہی کوئی رکاوٹ اور مزاحمت نہ ہوگی جیسے اس کے دیکھنے میں نہیں ہے پس تم اگر (اپنے دنیاوی دھندوں سے (مغلوب نہ ہو اور پابندی سے طلوع آفتاب سے پہلے یعنی فجر کی نماز باجماعت اور غروب آفتاب سے پہلے یعنی عصر کی نماز باجماعت پڑھ سکو تو ان دونوں نمازوں کو باجماعت پابندی سے

پڑھا کرو (تاکہ جنت میں انہی دو وقتوں میں دیدار الٰہی کی سعادت حاصل کرسکو) اس کے بعد آپ نے قرآن کی آیت کریمہ پڑھی پس اپنے رب کی پاکیزگی بیان کرو اس کی حمد وثنا کے ساتھ آفتاب کے طلوع ہونے سے پہلے اور غروب ہونے سے پہلے (یعنی فجر اور عصر کی نماز) پڑھا کرو۔

حاصل اس حدیث کا یہ ہے کہ جنت میں روزانہ دو وقت اللہ تعالیٰ کا دیدار ہوا کرے گا ایک فجر کی نماز کے وقت یہ آفتاب کے طلوع ہونے سے پہلے ایک عصر کی نماز کے وقت آفتاب کے غروب ہونے سے پہلے اور اس دو وقتہ دیدار کی سعادت وہی لوگ حاصل کرسکیں گے جو دنیا میں پابندی کے ساتھ باجماعت فجر اور عصر کی نمازیں پڑھتے ہیں اسی لئے اللہ تعالیٰ نے قرآن کریم بھی خاص طور پر ان دو نمازوں کے پڑھنے کا حکم دیا ہے۔

ان دو نمازوں کی تخصیص کی تیسری وجہ سے مسلم ہی کی حدیث شریف میں آیا ہے۔

حضرت رویبہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں: میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا ہے کہ جو کوئی بھی (پابندی کے ساتھ) طلوع آفتاب سے پہلے اور بعد نماز باجماعت پڑھے گا یعنی فجر اور عصر کی نمازیں پڑھے گا وہ ہرگز جہنم میں داخل نہ ہوگا۔

اس حدیث سے ایک طرف مذکورہ آیت کریمہ کی تفسیر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمادی **فسبح بحمد ربک** (الآیہ) سے مراد نماز فجر اور نماز عصر ہیں دوسری طرف جہنم سے مطلق نجات پانے کی بشارت دی۔

ان دو نمازوں کو پابندی سے ادا کرنے کی خصوصیت احادیث میں یہ بھی بیان کی گئی ہے کہ پہلی امتوں پر صرف یہی دو نمازیں فرض کی گئی تھیں مگر انہوں نے ان دو نمازوں کو بھی پڑھ کر نہ دیا اسی لئے نبی رحمت صلی اللہ علیہ وسلم ان دو نمازوں کی اس قدر تاکید فرما رہے ہیں اور ترغیب دے رہے ہیں چنانچہ لیلۃ الاسراء میں پانچ نمازیں فرض ہونے سے پہلے بھی آپ بعثت کے بعد اول دن سے برابر یہی دو نمازیں مسلمانوں کے ساتھ جماعت سے پڑھا کرتے تھے۔

ان خصوصیات کے علاوہ جو خصوصیات بیان کرتے ہیں وہ چنداں اہم نہیں اس لئے کہ وہ اور نمازوں میں بھی پائی جاتی ہیں۔

دُعا کیجئے

اے اللہ! آپ اپنی محبت کو میرے لئے تمام چیزوں سے محبوب تر اور اپنے ڈر کو میرے لئے تمام چیزوں سے خوفناک تر بنادیجئے اور مجھے اپنی ملاقات کا شوق دے کر دنیا کی حاجتیں مجھ سے ختم فرمادیجئے۔ اور جہاں آپ نے دنیا والوں کی آنکھیں ان کی دنیا سے ٹھنڈی کررکھی ہیں آپ میری آنکھ اپنی عبادت سے ٹھنڈی فرمادیجئے۔

اے اللہ! میں آپ سے تندرستی، پاکبازی، امانت حسن خلق اور تقدیر پر راضی رہنے کا سوال کرتا ہوں۔

اے اللہ! آپ کے لئے ہی تعریف شکر کے ساتھ ہے اور آپ کا ہی فضل وکرم کے ساتھ ہر طرح احسان کرنا حصہ ہے۔

اے اللہ! میں آپ سے ان اعمال کی توفیق طلب کرتا ہوں جو آپ کو پسند ہوں اور میں آپ پر سچے توکل اور آپ کے ساتھ نیک گمان رکھنے کا سوال کرتا ہوں۔

بیماری اور سفر کی حالت میں اللہ تعالیٰ کی خصوصی رعایت

عن ابی موسی الاشعری رضی الله عنه قال قال رسول الله صلی الله علیه وسلم: واذا مرض العبد او سافر کتب له مثل ما کان یعمل مقیما صحیحا، (بخاری)

ترجمہ: حضرت ابوموسیٰ اشعری سے مروی ہے کہتے ہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے جب مسلمان بندہ بیمار ہو جاتا ہے یا سفر میں چلا جاتا ہے (اور صحت یا قیام کی حالت میں جو نفل عبادتیں اور اذکار و اوراد کیا کرتا تھا وہ اب بیماری یا سفر کی وجہ سے نہیں ادا کر سکتا تو) اس کے لئے نامہ اعمال میں وہ تمام عبادات لکھ دی جاتی ہیں جو وہ صحت اور قیام کی حالت میں کیا کرتا تھا۔

تشریح: مرض اور سفر دو ایسی حالتیں ہیں کہ ان میں رب کریم و رحیم نے فرض عبادتوں میں بھی تخفیف فرما دی ہے شریعت کا حکم ہے کہ اگر سفر میں پانی تلاش کرنے کے باوجود نہ ملے یا بیماری میں پانی سے وضو کرنے یا ناپاکی کا غسل کرنے میں مرض کے بڑھ جانے کا اندیشہ ہو تو پانی کے بجائے پاک مٹی سے تیمم کر لو اور اگر کھڑے ہو کر نماز نہیں پڑھ سکتے تو بیٹھ کر پڑھ لو اگر بیٹھ کر بھی نہیں پڑھ سکتے تو لیٹے لیٹے اشاروں ہی سے پڑھ لو چھوڑو مت جس طرح بھی بن پڑے پڑھ لو سفر میں تو اللہ تعالیٰ نے اپنے کرم سے خود ہی فرضوں میں چار کے بجائے دو فرض کر دیئے اور مرض و سفر دونوں حالتوں میں فرضوں کے علاوہ سنتوں کے ترک کرنے کا اختیار دے دیا اسی طرح رمضان کے فرض روزے بھی ترک کرنے کی اجازت دے دی کہ وطن پہنچ کر یا تندرست ہو کر اتنے دن کے روزے رکھ لینا۔

ایک پانچوں وقت کی نمازوں اور سنن و نوافل، اذکار و اوراد کے پابند نمازی کو اپنی اس حالت پر رونا آتا ہے اور سخت افسوس ہوتا ہے کہ فرض نمازیں بھی ادھوری سدھوری ادا ہو رہی ہیں سنن و نوافل اور اذکار و اوراد بھی سب چھوٹ گئے ہیں بڑی سخت محرومی محسوس کرتا ہے اللہ کے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم، ایسے ہی عبادات کے شیدائی مسلمان بندے کو اس حدیث میں اطمینان دلاتے ہیں کہ گھبراؤ مت صبر و شکر سے کام لو اور بے فکر رہو تندرستی اور قیام کے زمانہ میں تم جس قدر عبادتیں خواہ فرض ہوں خواہ نفل روزانہ ادا کیا کرتے تھے اور تمہارے نامہ اعمال میں لکھی جاتی تھیں وہ سب بیماری اور سفر کی حالت میں بھی لکھی جا رہی ہیں تو بندہ رحمت صلی اللہ علیہ وسلم، کی زبان مبارک سے یہ خوشخبری سن کر بے حد خوش اور مطمئن ہو جاتا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اپنی شان کریمی سے میرا کچھ بھی نقصان نہیں ہونے دیا کچھ نہ کرنے کے باوجود سب کچھ لکھا گیا اور اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کرتا ہے اور تندرست ہونے یا قیام کے بعد خوشی خوشی زیادہ سے زیادہ عبادتیں پورے اہتمام سے ادا کرتا ہے اس یقین کے ساتھ کہ اگر پھر بیمار ہوا یا سفر کرنا پڑا تو بغیر کئے یہ سب عبادتیں نامہ اعمال میں لکھی جائیں گی یہی ترغیب و تحریص نبی رحمت صلی اللہ علیہ وسلم، کے اس خوشخبری سنانے کا مقصد ہے اللہ تعالیٰ اپنے محبوب نبی رحمت صلی اللہ علیہ وسلم، کی امت کو زیادہ سے زیادہ حسن عمل کی توفیق عطا فرمائیں اور یہی مقصد ہے۔

ہر نیک کام ثواب کا کام ہے

عن جابر رضی الله عنه قال: قال رسول الله صلی الله علیه وسلم: کل معروف صدقة. (بخاری)

ترجمہ: حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہتے ہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے: ہر (از روئے شریعت) بھلا کام ثواب کا کام ہے بخاری نے اس حدیث کو روایت کیا ہے۔ امام مسلم نے حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ سے بھی اس حدیث کو روایت کیا ہے۔

تشریح: گو حضرت جابر اور حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہما دونوں صحابی اس حدیث کے راوی ہیں باقی بھلے کاموں کی کافی تعداد اس باب کی حدیثوں کے ذیل میں بیان ہو چکی ہے صرف اتنا اضافہ کرنا ضروری سمجھتا ہوں کہ نہ نیک کام کرنے والے کی ذاتی خواہش کا اعتبار ہے نہ کسی دوسرے انسان کی خواہش کا نیک یا بھلا کام صرف وہی ہے جس کو اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نیک اور بھلا کام فرما دیں۔ اس لئے کہ انسانی خواہش اور محبت کا حال تو یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں۔

کچھ بعید نہیں کہ تم کسی چیز کو ناپسند کرو حالانکہ وہ تمہارے حق میں اچھی ہو اور کچھ بعید نہیں کہ تم کسی چیز کو پسند کرو حالانکہ وہ چیز تمہارے حق میں بری ہو اور اللہ ہی (اچھی بری چیز کو) جانتا ہے تم نہیں جانتے (کہ کون سی چیز بری ہے کون سی اچھی ہے)

اس کی وجہ یہ ہے کہ ہم یعنی تمام انسانوں کی پسند اور ناپسند میں بیشتر دخل دشمن یعنی نفس امارہ کا دخل ہوتا ہے اور اس کی خواہشات تمام تر ہمارے حق میں مضر ہی ہوتی ہیں آپ اس سے پہلے ایک حدیث میں پڑھ چکے ہیں۔

حفت الجنة بالمکار وحفت النار بالشهوات

جنت مکروہات نفس کے خارزار سے گھری ہوئی اور جہنم خواہشات نفس کے سبزہ زاروں میں گھری ہوئی ہے۔

اگر خواہشات نفس پر عمل کرو گے سیدھے جہنم میں جاؤ گے ہاں اگر نفس کی خواہشات کو ٹھکرا کر مکروہات نفس پر عمل کرو گے تو بیشک جنت میں جاؤ گے سبحان اللہ کتنا واضح معیار جہنم اور جنت میں جانے کا بیان فرمایا ہے نبی رحمت صلی اللہ علیہ وسلم نے کاش کہ امت اس پر عمل کرے واللہ الموفق۔

نقصان پر اجر و ثواب

حضرت جابر رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا جس کسی مسلمان نے کوئی درخت لگایا تو جو بھی اس کا پھل کسی نے کھایا اس کا ثواب اس کو ملے گا اور جو بھی اس کے پھل چوری گئے وہ بھی اس کے لئے ثواب کا موجب ہیں اور جو بھی کسی نے اس کا نقصان کیا اس کا بھی اس کو ثواب ملے گا امام مسلم نے اس حدیث کو روایت کیا۔

مسلم ہی کی ایک اور روایت میں ہے جس مسلمان نے بھی کوئی درخت لگایا اور کسی انسان نے یا چوپایہ نے یا پرندہ نے اس کا پھل کھالیا تو اس کو قیامت کے دن تک اس کا ثواب ملتا رہے گا۔

تشریح: مسلم ہی کی ایک اور روایت میں ہے جس مسلمان نے کوئی بھی درخت لگایا یا کوئی کھیت بویا اور کسی انسان نے یا کسی چوپایہ نے یا کسی نے بھی کچھ کھالیا تو اسکا ثواب مالک کو ملتا رہے گا۔ اور بخاری و مسلم دونوں نے اس حدیث کو حضرت

انس رضی اللہ عنہ سے بھی روایت کیا ہے۔

اس حدیث پاک میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم باغوں اور کھیتوں کے مسلمان مالکان کو کرم اخلاق اور بلند حوصلگی کی تعلیم دینا چاہتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے فضل سے تمہیں باغ یا کھیت کا مالک بنایا ہے تمہیں اس قدر تنگدل اور بے حوصلہ نہ ہونا چاہئے کہ اگر کسی انسان نے یا جانور نے یا پرندہ نے باغ سے پھل کھا لئے یا کسی جانور نے کھیت میں منہ ڈال دیا تو لگے غصہ ہونے اور گالیاں دینے کیا خبر ہے وہ انسان یا حیوان بھوکا ہی ہو تو بھوکے کے پیٹ کو بھرنا تو بہر حال کار ثواب ہے اسی طرح باغ یا کھیت کا کسی اور قسم کا کوئی نقصان ہو گیا تو باغ یا کھیت کے رکھوالے کو برا بھلا کہنے لگے حاصل یہ ہے کہ باغ یا کھیت کا جو بھی نقصان ہو اس کو منجانب اللہ باور کر کے صبر کرنا چاہئے اور جو بچ گیا ہے اس کا شکر ادا کرنا چاہئے تو اللہ تعالیٰ ضرور اس کمی کو پورا کر دیں گے اور نقصان کی تلافی فرما دیں گے اللہ تعالیٰ کا وعدہ ہے۔

لئن شکرتم لازیدنکم (ابراهیم :۷)

بخدا اگر تم نے شکر ادا کیا تو تمہیں ضرور اور زیادہ دوں گا۔

زیادہ تر غصہ اس وقت آتا ہے جب بھوکا اپنے پیٹ کی آگ بجھانے کے لئے دو چار پکے پھلوں کے لئے دس بیس کچے پھل گرا دیتا ہے یا جانور کھیت میں گھس کر کھانے کے علاوہ اپنے قدموں سے کھیت کو روند دیتا ہے کھاتا کم ہے اور نقصان زیادہ کرتا ہے اسی کے پیش نظر ہر قسم کے نقصان کو بھی ثواب کا موجب فرمایا ہے۔

یہ تو وہ کام ہیں جنہیں بغیر کچھ کئے دھرے محض ثواب کی نیت کر لینے پر ثواب ملتا ہے بہر حال ثواب کی لگن ہونی چاہئے پھر کار ہائے ثواب تو بے حد و حساب ہیں اللہ تعالیٰ ہم سب کو یہ لگن عطا فرمائیں آمین۔

دُعا کیجئے

اے اللہ! میرے دل کے کان اپنے ذکر کے لئے کھول دیجئے اور مجھے اپنی اور اپنے رسول کی فرمانبرداری اور اپنی کتاب پر عمل نصیب فرمایئے۔ اے اللہ مجھے ایسا بنا دیجئے کہ میں آپ سے اس طرح ڈرا کروں گویا کہ میں ہر وقت آپ کو دیکھتا رہتا ہوں حتیٰ کہ میں آپ سے آملوں، اور مجھے تقویٰ سے سعادت دیجئے اور مجھے اپنی نافرمانی سے بدنصیب نہ فرمایئے۔ اے اللہ ہر مشکل کو آسان فرما کر مجھ پر فضل و کرم کیجئے آپ کے لئے ہر مشکل کو آسان کر دینا آسان ہی ہے۔ اور میں آپ سے دنیا و آخرت میں سہولت اور معافی کی درخواست کرتا ہوں

اے اللہ! مجھ سے درگزر فرمایئے آپ تو بڑے معاف کرنیوالے بڑے رحم کرنیوالے ہیں۔

اے اللہ! میرے دل کو نفاق سے، میرے عمل کو ریا سے، میری زبان کو جھوٹ سے اور میری آنکھ کو خیانت سے پاک کر دیجئے بے شک آپ آنکھوں کی خیانت اور جو کچھ دل چھپائے ہوئے ہیں وہ بھی جانتے ہیں۔

اے اللہ! مجھے برسنے والی آنکھیں نصیب فرمایئے کہ جو دل کو آپ کی خشیت کی بنا پر بہتے ہوئے آنسوؤں سے سیراب کر دیں بغیر اس کے کہ آنسو خون ہو جائیں اور داڑھیں انگارے بن جائیں۔

مسجد میں نماز کیلئے آنے جانے میں ہر قدم پر ثواب

عن جابر رضی الله عنه اراد بنو سلمة ان ینقلوا قرب المسجد فبلغ ذلک رسول الله صلی الله علیه وسلم فقال لهم: انه قد بلغنی انکم تریدون ان تنتقلوا قرب المسجد؟ فقالوا: نعم یارسول الله قد اردنا ذلک فقال: بنی سلمة دیارکم تکتب آثارکم دیارکم تکتب آثارکم (مسلم)

ترجمہ: حضرت جابر رضی اللہ عنہ کہتے ہیں قبیلہ بنوسلمہ نے ارادہ کیا کہ وہ (اپنی بستی سے) مسجد نبوی کے قریب منتقل ہو جائیں تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو (بنوسلمہ کے اس ارادہ کی) خبر ملی تو آپ نے (اس خبر کی تصدیق کی غرض سے) فرمایا: مجھے خبر ملی ہے کہ تم لوگ مسجد کے قریب منتقل ہونا چاہتے ہو؟ تو انہوں نے عرض کیا اے اللہ کے رسول! ہم نے یہ ارادہ کیا تو ہے تو آپ نے فرمایا: اے بنوسلمہ! اپنی بستی میں ہی رہو تمہارے قدموں کے نشان لکھے جاتے ہیں۔

تشریح: واقعہ! قبیلہ بنی سلمہ مدینہ طیبہ کی ایک نواحی بستی میں مدینہ سے دو تین میل فاصلہ پر آباد تھا مسجد نبوی علی صاحبہا الصلوٰۃ والسلام کے قرب وجوار میں کچھ رہائشی زمین کے قطعے خالی ہوئے تو اس قبیلہ نے اس خیال سے کہ ہماری بستی مسجد سے قریب ہو جائے گی پانچوں وقت جو اتنی دور سے چل کر آنا پڑتا ہے اس سے بچ جائیں گے منتقل ہونے کا ارادہ کیا مگر دراصل یہ خیال انسان کے پوشیدہ دشمن آسائش پسند نفس امارہ کا ایک فریب تھا وہ راحت وآسائش کا سبز باغ دکھا کر اس اجر عظیم اور رفع درجات سے محروم کرنا چاہتا تھا جو دور سے چل کر آنے کی بنا پر ان کو مل رہا تھا حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو ان کے اس ارادہ کی اطلاع ہوئی تو آپ نے ان کو بلا کر ان سے دریافت کیا تو انہوں نے عرض کیا جی ہاں ارادہ تو کیا ہے تو نبی رحمت صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کے نام بنوسلمہ سے خطاب کر کے بتاکید اس ارادہ سے باز رکھا اور نفس امارہ کے اس فریب سے آگاہ کیا اور بتلایا کہ مسجد سے قریب ہو کر کتنے بڑے اجر وثواب سے محروم ہو جاؤ گے جو پانچوں وقت اتنی دور سے چل کر مسجد میں آنے کی مشقت پر تم کو مل رہا ہے کتنا بڑا خسارہ ہے چنانچہ بنوسلمہ نے دشمن نفس امارہ کے اس فریب سے آگاہ ہو کر منتقل ہونے کا ارادہ ترک کر دیا اور اپنے نام بنوسلمہ کے مطابق اس نقصان عظیم سے بچ گئے۔

یہ اس زمانہ کا واقعہ ہے جب نواحی بستیوں میں مسجدیں نہیں بنی تھیں ہر بستی والوں کو نماز باجماعت پڑھنے کے لئے مسجد نبوی میں آنا پڑتا تھا اس کے بعد بھی اگرچہ نواحی بستیوں میں مسجدیں بن گئی تھیں مگر حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے پیچھے نماز پڑھنے کی سعادت اور دور سے چل کر آنے کے اس اجر عظیم کو حاصل کرنے کی غرض سے بیشتر لوگ دور دور سے چل کر آتے اور ثواب حاصل کرتے تھے اگر بنوسلمہ اس وقت منتقل ہو جاتے تو ہمیشہ ہمیشہ کے لئے اس اجر عظیم سے محروم ہو جاتے۔

اب بھی جبکہ قریب قریب ہر بستی میں مسجدیں بن گئی ہیں بڑی مسجد میں جہاں زیادہ نمازی ہوتے ہیں اور بڑی جماعت ہوتی ہے اگرچہ دور ہو چل کر جانا اجر وثواب کا موجب ہے الا یہ کہ محلّہ کی مسجد کے ویران ہو جانے کا اندیشہ ہو یا وقت نکل جانے کا خوف ہو تو قریب کی مسجد میں ہی نماز پڑھ لینی چاہئے وقت پر نماز پڑھنے اور خدا کے گھر کو ویران ہونے سے بچانے کے اجر وثواب سے اس اجر وثواب کے نقصان کی مکافات ہو جائے گی جو دور سے چل کر مسجد جانے پر ملتا اگر کسی اور دنیوی غرض یا منفعت کی بنا پر کوئی بھی صورت اختیار کی گئی تو وہ غرض تو پوری ہو جائے گی منفعت حاصل ہو جائے گی مگر اجر وثواب مطلق نہیں ملے گا **انما الاعمال بالنیات** حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے۔ عملوں کا مدار نیتوں پر ہے۔

گرمی سردی میں مسجد میں آنیوالے کا ثواب

عن ابی المنذر ابی بن کعب رضی الله عنه قال: کان رجل لا اعلم رجلا ابعد من المسجد منه، وکان لا تخطئه صلاة فقیل له او فقلت له: لو اشتریت حماراً ترکبه فی الظلماء وفی الرمضاء؟ فقال: ما یسرنی ان منزلی الی جنب المسجد انی ارید ان یکتب لی ممشای الی المسجد ورجوعی اذا رجعت الی اهلی فقال رسول الله صلی الله علیه وسلم: وقد جمع الله لک ذلک کله(مسلم)

ترجمہ: حضرت ابوالمنذر رابی بن کعب رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہتے ہیں ایک آدمی تھا میرے علم میں مسجد سے اس کے گھر سے زیادہ دور کسی اور کا گھر نہ تھا اور (جماعت کی پابندی کا یہ حال تھا کہ) کوئی نماز باجماعت اس سے نہیں چھوٹتی تھی تو اس سے کہا گیا یا میں نے اس سے کہا (راوی کو شک ہے کہ روایت میں پہلا لفظ ہے یا دوسرا) اگر تم ایک گدھا خرید لو اور اندھیری راتوں میں یا تپتی ہوئی دوپہر میں اس پر سوار ہو کر مسجد آؤ جاؤ (تو کتنا اچھا ہو) اس شخص نے جواب دیا (تکلیف سے بچنے کے لئے گدھا خریدنا تو دور کی بات ہے) مجھے تو یہ بھی پسند نہیں کہ میرا گھر مسجد کے پہلو میں ہو میں تو چاہتا ہوں کہ میرا یہ (مسجد) چل کر آنا اور جب گھر واپس جاؤں تو پیادہ لوٹنا میرے نامہ اعمال میں لکھا جائے تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے (اس کا یہ عاشقانہ جواب سن کر) فرمایا: (مبارک ہو) یقیناً اللہ تعالیٰ نے تمہارے لئے یہ سب جمع فرما دیا (آنے اور جانے کے ایک ایک قدم کا ثواب تمہیں ملے گا)

تشریح: سبحان اللہ! نماز باجماعت سے کس قدر والہانہ عشق ہے کہ اندھیری راتوں کے تمام خطرے اور شدید گرمی سے تپتی ہوئی زمین پر پاپیادہ چلنے کی تمام تکلیفیں سب گوارا ہیں مگر باجماعت نماز نہ چھوٹے سچ فرمایا ہے اللہ تعالیٰ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے حفت الجنة بالمکارہ جنت مکروہات نفس سے گھری ہوئی ہے۔

ان مشقتوں کے خارزار سے گزرے اور قدموں کو فگار (زخمی) کئے بغیر جنت نہیں مل سکتی اللہ تعالیٰ ہم سب مسلمانوں کو نماز باجماعت کا عشق نہ سہی شوق ہی عطا فرمائیں آمین۔

اس باب کی سابقہ احادیث میں پاپیادہ مسجد جانے کے اجر وثواب کی تفصیلات گزر چکی ہیں۔

خدمت خلق

حضرت ابو محمد عبداللہ بن عمرو بن العاص رضی اللہ عنہما کہتے ہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے چالیس خصلتیں ہیں جن میں سب سے اعلیٰ خصلت دودھ والی بکری کا عطیہ ہے جو بھی کوئی عمل کرنے والا ان چالیس میں سے کسی بھی خصلت پر اس کے ثواب کی امید پر اور جس چیز کا وعدہ کیا گیا ہے اس وعدہ کو دل سے سچا جاننے اور ماننے کے بعد اس پر عمل کرے گا۔ اللہ تعالیٰ اس کو ضرور جنت میں داخل فرمائیں گے۔

(بخاریؒ نے اس حدیث کو روایت کیا)

عربی میں منیحة اس دودھ دینے والی بکری کو کہتے ہیں

جسے مالک کسی حاجت مند کو دودھ پینے کے لئے عاریۃ دے دے اور جب دودھ ختم ہو جائے تو واپس لے لے۔

تشریح: حدیث شریف میں صرف دودھ کے اس معمولی سے عطیہ کو سب سے اعلیٰ خصلت قرار دیا ہے اس سے ظاہر ہے کہ باقی انتالیس خصلتیں اس سے بھی زیادہ معمولی اور ادنیٰ درجہ کے کام ہیں (جن کی تفصیل گذشتہ احادیث میں آ چکی ہے) لہٰذا اس حدیث کا حاصل یہ ہے کہ کسی بھی حاجت مند کی کسی بھی حاجت کو پورا کر دینا اگرچہ کتنی ہی معمولی ہو عنداللہ اور عندالرسول اجر عظیم کا موجب ہے اور ان پر جنت میں داخل فرمانے کا وعدہ ہے مگر یہ اجر عظیم جب ہی ملتا ہے کہ جبکہ اجر کے وعدوں پر کامل یقین ہو اور نیت خالص ہو ورنہ اگر نام و نمود کے لئے یا حاجت مند پر احسان جتلانے کے لئے یہ کام کئے تو کچھ نہیں ملے گا نیز حدیث شریف میں ان چالیس کاموں کو خصائل سے تعبیر کیا ہے جس کے معنی ہیں عادتیں اس سے معلوم ہوا کہ اس اجر اور اس وعدے کے مستحق وہی لوگ ہیں جن کی عادت یہ ہو جائے کہ محتاج کو دیکھتے ہی جب تک اس کی حاجت پوری نہ کر دیں چین نہ آئے ظاہر ہے جب کسی مسلمان کے دل میں مخلوق خدا کی حاجت روائی کا یہ جذبہ پیدا ہو جائے تو یہ اس کے مقبول بارگاہ الٰہی ہونے کی روشن دلیل ہے اس لئے کہ حدیث شریف میں آتا ہے۔

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: مخلوق اللہ تعالیٰ کی عیال (کنبہ) ہے لہٰذا اللہ سب سے زیادہ محبت اس سے فرماتا ہے جو اس کی عیال (کنبہ) کے ساتھ اچھا سلوک کرے۔

یہ تمام کارہائے خیر اسی وقت اجر و ثواب کا موجب ہونگے جب کہ اللہ تعالیٰ اور رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے وعدوں پر کامل یقین ہو اور خالصاً لوجہ اللہ انجام دیئے جائیں۔

دُعا کیجئے

اے اللہ! مجھے اپنی قدرت سے امن دیجئے اور مجھے اپنی رحمت میں داخل فرمالیجئے اور میری عمر اپنی فرمانبرداری میں صرف کرا دیجئے اور میرا خاتمہ میرے بہترین عمل پر کیجئے اور اس کی جزا کو جنت بنا دیجئے۔ اے اللہ فکر کے دور کرنے والے، غم کو زائل کرنے والے، بے قراروں کی دعا قبول فرمانے والے، دنیا کے رحمٰن و رحیم، آپ ہی مجھ پر رحم فرمائیں گے آپ میرے اوپر ایسی رحمت فرمائیے کہ آپ اس کی بنا پر مجھے اپنے سوا ہر ایک کی رحمت سے مستغنی فرما دیجئے۔

اے اللہ! میں آپ سے بھلائی غیر متوقع اور ناگہانی بُرائی سے پناہ مانگتا ہوں۔

اے اللہ! آپ کا نام ہی سلام ہے اور آپ سے ہی سلامتی کی ابتدا ہے اور آپ کی ہی طرف ہر سلامتی لوٹتی ہے۔

اے صاحب عزت و جلال میں آپ سے یہ درخواست کرتا ہوں کہ آپ ہمارے حق میں ہماری دعا قبول فرمالیجئے اور آپ ہماری (جائز) خواہشات کو پوری فرما دیجئے اور آپ نے اپنی مخلوق میں سے جن کو ہم سے غنی کر دیا ہے، ان سے ہم کو بھی غنی فرما دیجئے۔ اے اللہ آپ ہی میرے لئے (چیزوں کو) چھانٹ لیجئے اور پسند فرمالیجئے۔

ضرورت مند کو معمولی چیز دینے پر اجر وثواب

حضرت عدی بن حاتم رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سنا (جہنم کی) آگ سے بچو اگر چہ کھجور کے ایک ٹکڑے سے ہی ہو (بخاری اور مسلم دونوں نے اس حدیث کو روایت کیا) اور بخاری اور مسلم ہی کی ایک روایت میں انہی عدی بن حاتم رضی اللہ عنہ سے مروی ہے تم میں سے ہر ایک شخص سے اس کا رب (براہ راست) بات کرے گا (اس طرح کہ) اس کے اور اس کے رب کے درمیان کوئی (دوسرا) ترجمان نہ ہوگا پس (اس وقت) وہ اپنے دائیں جانب دیکھے گا تو اس کے کئے ہوئے اعمال کے سوا کچھ نہ ہوگا اور بائیں جانب دیکھے گا تو (ادھر بھی) اس کے کئے ہوئے اعمال کے سوا کچھ نہ ہوگا اور سامنے (کی طرف) دیکھے گا تو اس کے منہ کے سامنے آگ ہی آگ ہوگی اور کچھ نہ ہوگا پس (اس) آگ سے (جس طرح ہوسکے) بچو اگر چہ ایک کھجور کے ٹکڑے کے ذریعے ہی بچو اور اگر یہ بھی میسر نہ ہو تو اچھی بات (کے ذریعہ سے) ہی بچو۔ (ریاض الصالحین)

تشریح: قیامت کے دن اللہ تعالیٰ براہ راست ہر بندے سے اس کے کئے ہوئے اعمال کے متعلق سوال فرمائیں گے کہ میں نے عمر بھر تجھ پر بے شمار انعامات اور احسانات کئے بتلا تو نے اس کا شکریہ کس طرح ادا کیا بندے کے پاس اس وقت عمر بھر کئے ہوئے اعمال کے سوا کچھ نہ ہوگا دائیں طرف نیک اعمال ہوں گے اور بائیں طرف بد اور سامنے کی جانب ایک طرف جہنم کی بھڑکتی ہوئی آگ ہوگی اور دوسری طرف جنت لہلہاتی ہوگی حساب اعمال کے بعد جن کی بائیں جانب کے اعمال وزنی ہوئے وہ تو جہنم کی آگ میں ڈال دیئے جائیں گے اور جن کے دائیں جانب کے اعمال وزنی ہونگے وہ جنت میں بھیج دیئے جائیں گے قرآن کریم کی مذکورہ ذیل آیات اس پر روشنی ڈالتی ہیں۔

۱۔ اور جبکہ جہنم بھڑکا دی جائے گی اور جبکہ جنت بالکل قریب کر دی جائیگی اس وقت ہر ایک کو معلوم ہو جائے گا کہ وہ کیا لایا ہے۔

۲۔ اس دن انسان کو بتلایا جائے گا جو اس نے کیا یا نہ کیا ہوگا۔

۳۔ ہر شخص جان لے گا کہ اس نے کیا کیا اور کیا نہیں کیا۔

۴۔ اس دن لوگ مختلف گروہوں میں واپس ہوں گے تا کہ اپنے اعمال کو اپنی آنکھوں سے دیکھ لیں پس جس نے ذرہ برابر بھی نیک کام کیا ہوگا اس کو دیکھ لے گا اور جس نے ذرہ برابر بھی کوئی برا کام کیا ہوگا اس کو دیکھ لے گا (حشر کے دن)

۵۔ پس جس کے وزن کئے ہوئے اعمال وزنی ہوں گے تو وہ پسندیدہ زندگی بسر کرے گا اور جس کے اعمال ہلکے اور کم وزن ہوں گے تو اسکا ٹھکانہ جہنم میں ہوگا۔

۶۔ اور جنت پرہیزگاروں کے بالکل قریب کر دی جائیگی اور جہنم گمراہوں اور کجراہوں کے سامنے بے نقاب کر دی جائے گی۔

مذکورہ بالا زیر بحث حدیث میں نبی رحمت صلی اللہ علیہ وسلم اسی محاسبہ اعمال کا ذکر فرماتے ہیں اور ہر شخص کو زیادہ سے زیادہ نیک اعمال کر کے جہنم سے بچنے کی جدوجہد کی ترغیب دیتے ہیں کہ محتاج کو اور کچھ نہیں تو کھجور کا ایک ٹکڑا دے کر ہی جہنم سے بچو اگر یہ بھی میسر نہ ہو تو کسی کو بھلی بات بتا کر ہی جہنم سے بچو (اس میں تو کچھ خرچ بھی نہیں ہوتا)

اگر چہ شراح حدیث نے **اتقوا النار ولو بشق تمرة** کے دو مطلب بیان کئے ہیں۔

۱۔ایک یہ کہ اگر کسی کا ذرا سا حق بھی تمہارے ذمہ ہوتو اس کو بھی ادا کر کے جہنم کی آگ سے نجات حاصل کرو کیونکہ یہ حقوق العباد ہیں مطلق معاف نہیں ہوتے اگر کسی کا کھجور کا ایک ٹکڑا بھی تمہارے ذمہ رہ گیا تو جہنم میں جاؤ گے۔

۲۔دوسرا یہ کہ اپنے گناہوں اور نافرمانیوں کی سزا سے بچنے کے لئے کسی بھی نیک کام کرنے میں کوتاہی نہ کرو اگر چہ کتنا ہی معمولی کار خیر ہو اس دوسرے مطلب کی تائید ایک اور حدیث سے بھی ہوتی ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے۔

صدقہ (خیرات) خطاؤں (کی آگ) کو اس طرح بجھا دیتا ہے جیسے پانی آگ کو بجھا دیتا ہے۔

اسی طرح اسی باب کی آٹھویں حدیث میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مسلمان عورتوں کو خطاب کر کے فرماتے ہیں۔

اے مسلمان عورتو! کوئی پڑوسن اپنی پڑوسن کے لئے (کسی بھی چیز کو حقیر نہ سمجھے اگر چہ بکری کا کھر ہی ہو۔

اور پانچویں حدیث میں حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ کو خطاب کر کے فرمایا ہے۔

حضرت ابوذر کہتے ہیں کہ (خاص طور پر) مجھ سے رسول اللہ نے فرمایا: اے (ابوذر) تم کسی بھی بھلے کام کو حقیر مت سمجھنا اگر چہ اپنے (مسلمان) بھائی سے خندہ پیشانی سے ملنا ہی ہو۔

اسی طرح زیر نظر حدیث میں **وان لم یجدفبکلمة طیبة** اگر نہ ہو تو بھلی بات کے ذریعے ہی بچو۔

اللہ تعالیٰ ہمیں بھی اور ہر مسلمان کو بھی زیادہ سے زیادہ کار ہائے خیر کر کے جہنم سے بچنے کی توفیق عطا فرمائیں۔ آمین ثم آمین۔

دُعا کیجئے

اے اللہ! مجھے اپنی مشیت پر راضی رکھئے اور جو کچھ میرے لئے مقدر کر دیا گیا ہے اس میں مجھے برکت دیجئے تاکہ جو چیز آپ نے دے رکھی ہے اس کے لئے میں جلدی نہ چاہوں، اور جو چیز آپ نے جلد دے رکھی ہے اس میں میں دیر نہ چاہوں۔ اے اللہ عیش تو بس عیش آخرت ہی ہے اور (اسکے سوا) کوئی نہیں۔ اے اللہ مجھے خاکسار بنا کر زندہ رکھئے اور خاکساری ہی کی حالت میں موت دیجئے اور مجھے خاکساروں ہی سے (قیامت میں) اٹھائیے۔

اے اللہ! مجھے ان لوگوں میں سے فرمادیجئے جو جب کوئی نیک کام کرتے ہیں تو خوش ہوتے ہیں اور جب کوئی بُرائی کرتے ہیں تو مغفرت چاہنے لگتے ہیں۔

اے اللہ! میں آپ سے آپ خاص رحمت کی درخواست کرتا ہوں جس سے آپ میرے دل کو ہدایت میرے کاموں کو جمعیت اور میری ابتری کو درست کر دیجئے اور اس (خاص رحمت) سے میرے دین کو سنوار دیجئے۔ اور اس سے میرے قرضہ کو ادا کر دیجئے اور اس سے میری نظر سے غائب چیزوں کی نگہبانی فرمائیے اور اس سے میرے پیش نظر چیزوں کو بلندی عطا فرمائیے۔ اور اس سے میرے چہرے کو نورانی کر دیجئے اور اس سے میرا عمل پاکیزہ فرمادیجئے اور اس سے ہدایت میرے دل میں ڈال دیجئے۔ اور اس (خاص رحمت) سے میری (حالت) الفت کو لوٹا دیجئے۔ اور اس (رحمت خاص) کے واسطے آپ مجھے ہر برائی سے بچا لیجئے۔

نعمت رزق پر شکر

عن انس رضی الله عنه قال قال رسول الله صلی الله علیه وسلم ان الله لیرضی عن العبد ان یاکل الاکلة فیحمده علیها او لیشرب الشربة فیحمده علیها (رواه مسلم)

ترجمہ: حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے: بیشک اللہ تعالیٰ بندہ سے (اس پر) خوش ہوتا ہے کہ جو کھانا (صبح کا یا شام کا) وہ کھاتا ہے تو اس پر اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کرتا ہے اور جو بھی پانی پیتا ہے اس پر بھی اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کرتا ہے اکلۃ ہمزہ کے زبر کے ساتھ صبح کے یا شام کے کھانے کو کہتے ہیں (نہ کہ ہر لقمہ اور ہر گھونٹ کو)

تشریح: ظاہر ہے کہ دونوں وقت پیٹ بھر کر کھانا کھلانا اور پیاس پر پانی پینے کو دینا اللہ تعالیٰ کا اتنا بڑا انعام واحسان ہے کہ ہم اس کا شکریہ ادا کر ہی نہیں سکتے اس لئے کہ ہم اپنے گردوپیش میں دیکھتے ہیں کہ بے شمار لوگ ایسے ہیں کہ باوجود انتہائی محنت کرنے اور مشقت اٹھانے کے دووقت پیٹ بھر کر انہیں کھانا نصیب نہیں ہوتا اور ایسے بھی بہت سے لوگ ہیں کہ زیادہ سے زیادہ لذیذ اور عمدہ کھانے دسترخوان پر موجود ہیں مگر کسی مرض یا بیماری کے خوف سے یا کسی اور وجہ سے نہیں کھا سکتے اس لئے دونوں وقت شکم سیر ہو کر کھانا اور کھانے کی قدرت بھی دینا اتنا بڑا احسان ہے کہ ہم کسی بھی طرح اس کا شکر ادا نہیں کر سکتے تھے یہ اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی کریمی ہے کہ انہوں نے نہایت آسان طریق پر شکر ادا کرنے اور اس پر اپنی رضامندی وپسندیدگی کا بھی اظہار فرمادیا اور قرآن کریم میں شکر ادا کرنے پر مزید نعمتیں دینے کا بھی وعدہ فرمایا ہے جس کا ہم شب وروز مشاہدہ کرتے ہیں ہر روز نئی سے نئی نعمتیں کھانے کو ملتی ہیں۔

مگر وائے برما و برحال تا کہ ہم پیغمبر اسلام صلی اللہ علیہ وسلم کی تعلیمات سے اس قدر ناآشنا ہیں کہ نہ کھانا شروع کرنے کے وقت کبھی بسم اللہ کہنا نصیب ہوتا ہے نہ فارغ ہونے کے بعد **الحمدالله الذی اطعمنا وسقانا وجعلنا من المسلمین** کہنے کی توفیق ہوئی ہے۔ اس کی وجہ صرف یہ ہے کہ ہمیں بچپن میں نہ بتلایا گیا نہ عمل کرنے پر تنبیہ وتادیب کی گئی یہی وجہ ہے کہ ہماری نہ صرف نوجوان نسل بلکہ اچھے اچھے صوم وصلوٰۃ کے پابند گھرانے بھی کھانا کھانے کے اسلامی آداب سے بے بہرہ ہیں اس وقت ہمارا حال وہی ہے جو قرآن کریم نے کافروں کا بتلایا ہے **یاکلون کما تاکل الانعام** (جانوروں کی طرح کھانا کھاتے ہیں آج بڑی بڑی ضیافتوں میں میزوں پر رکھے ہوئے کھانے کی مختلف ڈشوں سے پلیٹوں میں کھانا لیکر جانوروں کی طرح کھڑے کھڑے کھانا اور کھاتے ہوئے ادھر سے ادھر گھومتے رہنا عین تہذیب سمجھا جاتا ہے اللہ تعالیٰ مسلمانوں پر رحم فرمائیں ہم ذیل میں مختصر طور پر آداب طعام لکھنا مناسب سمجھتے ہیں امید ہے کہ مسلمان خود بھی اس پر پابندی سے عمل کریں گے اور اپنے بچوں سے بھی عمل کرائیں گے۔

آداب طعام:

۱۔ کھانا کھانے کی نیت سے ہاتھ دھونا اگرچہ ہاتھ بالکل پاک وصاف ہوں۔

۲۔کھانا بسم اللہ پڑھ کر شروع کرنا اگر شروع میں بسم اللہ کہنا یاد نہ رہے تو کھانے کے درمیان جب یاد آئے تو بسم اللہ اولہ واخرہ پڑھ لے اللہ تعالیٰ کے نام سے شروع میں بھی آخر میں بھی۔

۳۔گھر کے تمام افراد ایک دستر خوان پر بیٹھ کر کھانا کھائیں الگ الگ نہ کھائیں اگر ایک ایک قسم کا کھانا ہو تو ایک ہی بڑے برتن قاب (ڈش) وغیرہ میں سب کھائیں اگر کئی قسم کا ہو تو اپنی اپنی پسند کے مطابق علیحدہ علیحدہ پلیٹ میں لے کر کھائیں مگر ایک ہی دستر خوان پر ادب واحترام کے ساتھ بیٹھ کر کھائیں کھڑے ہو کر نہ کھائیں متکبروں کی طرح آلتی پالتی مار کر نہ بیٹھیں دستر خوان پر جو سب سے عمدہ کھانا ہو اسی کی طرف سب سے پہلے ہاتھ نہ بڑھائیں اگر بڑے برتن سینی یا قاب میں کھانا ہو تو کنارے سے لیں بیچ میں ہاتھ یا چمچہ نہ ماریں تین انگلیوں سے کھائیں حریص لوگوں کی طرح بڑے بڑے لقمے نہ لیں دوسرے کھانا کھانے والوں کی طرف نہ دیکھیں خاموش بیٹھ کر کھانا نہ کھائیں مناسب اور موزوں گفتگو کرتے رہیں بلند آواز سے ڈکار نہ لیں۔

۴۔کھانے سے فارغ ہو کر ہاتھ دھوئیں اور **الحمدلله الذى اطعمنا وسقانا وجعلنا من المسلمين** پڑھیں (شکر ہے اس اللہ تعالیٰ کا جس نے ہمیں کھانا کھلایا پانی پلایا اور ہمیں مسلمان بنایا)

دُعا کیجئے

اے اللہ! مجھے ایسا ایمان دیجئے جو پھر نہ پھرے اور ایسا یقین کہ اس کے بعد کفر نہ ہو، ایسی رحمت کہ اس کے ذریعے میں دنیا و آخرت میں آپ کے ہاں عزت کا شرف حاصل کروں۔ اے اللہ میں آپ سے قسمت میں کامیابی، شہداء جیسی مہمانی، سعیدوں جیسا عیش، انبیاء کی رفاقت اور دشمنوں پر فتح کا سوال کرتا ہوں بے شک آپ ہی دعاؤں کے سننے والے ہیں۔

اے اللہ! جو بھلائی بھی ایسی ہو کہ اس تک پہنچنے سے میری سمجھ قاصر رہ گئی ہو اور میرا عمل وہاں تک نہ ساتھ دے سکا ہو اور اس تک میری آرزو اور میرے سوال کی رسائی نہ ہو، اور آپ نے اس بھلائی کا وعدہ اپنی مخلوق میں سے کسی سے بھی کیا ہو یا جو ایسی بھلائی ہو کہ آپ اپنے بندوں میں سے کسی کو بھی وہ دینے والے ہوں تو میں آپ سے اس کی خواہش اور آپ سے آپ کی رحمت کے واسطہ سے طلب کرتا ہوں اے جہانوں کے پروردگار۔

اے اللہ! میں اپنی خواہش آپ کے ہی حوالہ کرتا ہوں گو میری سمجھ کوتاہی کرے اور میرا عمل ضعیف رہے میں آپ کی رحمت کا محتاج ہوں پس

اے سب کاموں کے پورا فرمانے والے اور دلوں کو شفاء دینے والے میں آپ سے درخواست کرتا ہوں کہ جس طرح آپ نے سمندروں کے درمیان فاصلہ رکھا ہے آپ مجھے بھی دوزخ کے عذاب، جزع فزع اور فتنہ قبور سے (ایسے ہی) فاصلہ پر رکھئے گا۔

اے اللہ! مضبوط ڈور والے، درست حکم والے، میں آپ سے حشر میں امن اور آخرت میں وہ لوگ جو مقرب ہیں حاضر باش، بڑے رکوع کرنے والے، بڑے سجدہ کرنے والے اور اپنے اقراروں کو پورا کرنے والے ہیں ایسے لوگوں کے ساتھ میں جنت کا آپ سے سوال کرتا ہوں بے شک آپ بڑے مہربان بڑے شفیق ہیں اور آپ جو چاہیں کر سکتے ہیں۔

شکر خداوندی ادا کرنے کے طریقے

حضرت ابوموسیٰ رضی اللہ عنہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلمؐ سے روایت کرتے ہیں کہ آپ نے فرمایا: مسلمان کے پورے بدن پر صدقہ (اداء شکر کے لئے) واجب ہے (ابوموسیٰ نے عرض کیا آپ بتلایئے اگر کچھ میسر نہ ہو (کہ صدقہ کرے) آپ نے فرمایا: اپنے ہاتھوں سے محنت مزدوری کرے خود اپنے کو بھی نفع پہنچائے (اپنی ضروریات بھی پوری کرے) اور صدقہ بھی کرے عرض کیا آپ بتلایئے اگر اس کی قدرت نہ ہو؟ آپ نے فرمایا: مصیبت زدہ حاجتمندوں کی مدد کرے عرض کیا: آپ بتلایئے اگر مدد بھی نہ کر سکے؟ آپ نے فرمایا (شرعاً) بھلی بات کہے یا فرمایا: کلمہ خیر کہے عرض کیا: آپ بتلایئے اگر یہ بھی نہ کرے؟ آپ نے فرمایا (خود کو) برے کام سے باز رکھے اس لئے کہ یہ بھی ثواب کا کام ہے (بخاری ومسلم)

تشریح: اس حدیث میں دوسرے سوال کے جواب میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلمؐ نے جو جواب دیا ہے وہ صرف اسی حدیث میں مذکور ہے اور بہت غیرت انگیز ہے کہ ایک اچھے بھلے تندرست مسلمان کو ہاتھ پاؤں توڑ کر نہیں بیٹھنا چاہئے بلکہ محنت مزدوری کر کے اپنا اور اپنے اہل وعیال کا پیٹ بھی بھرنا چاہئے اور جو بچے اسے صدقہ کر کے آخرت کے لئے ذخیرہ بھی کرنا چاہئے اسی لئے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلمؐ نے تمام ذرائع معاش پر محنت مزدوری کر کے روزی کمانے کو ترجیح دی ہے۔

حضرت رافع بن خدیج رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلمؐ سے دریافت کیا گیا: یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلمؐ کون سا کسب (ذریعہ معاش) افضل ہے؟ آپ نے فرمایا: انسان کا اپنے ہاتھ سے کام کرنا۔

بدن اور اس کے تین سو ساٹھ جوڑوں کا شکریہ ادا کرنے کے لئے جن امور کا ان پچیس احادیث میں ذکر فرمایا ہے وہ بنیادی طور پر دو قسم کے ہیں (۱) ایک حقوق اللہ یعنی عبادات اور ان سے متعلق آداب یعنی مستحبات ومندوبات (۲) دوسرا حقوق العباد سے متعلق امور۔ ہم ان دونوں قسم کو الگ الگ بیان کر دینا مناسب سمجھتے ہیں تاکہ عمل کرتے وقت اسی کی نیت کی جائے۔

امور خیر کا تجزیہ

حقوق اللہ	حقوق العباد
۱۔ کلمہ سبحان اللہ کہنا	۱۔ ضرورت مند کاریگر کی مدد کرنا۔
۲۔ کلمہ الحمدللہ کہنا	۲۔ ناکارہ آدمی کے لئے کام کرنا۔
۳۔ کلمہ لاالہ الااللہ کہنا۔	۳۔ لوگوں کو اپنے شر سے محفوظ رکھنا۔
۴۔ کلمہ اللہ اکبر کہنا۔	۴۔ عام راستہ سے تکلیف دہ چیز کو ہٹا دینا۔
۵۔ کلمہ استغفر اللہ کہنا۔	۵۔ مسجد میں سے تھوک یا ناک کی ریزش دور کرنا
۶۔ ایمان باللہ اور جہاد فی سبیل اللہ	۶۔ بیوی سے جماع کرنا۔

۷۔ نفیس ترین اور بیش قیمت غلام یا کنیز آزاد کرنا
۸۔ امر بالمعروف کرنا۔
۹۔ نہی عن المنکر کرنا۔
۱۰۔ نماز کے لئے دور سے پاپیادہ چل کر مسجد آنا
۱۱۔ خصوصاً ہر صبح شام یعنی فجر و عصر کی نماز باجماعت مسجد میں جاکر ادا کرنا۔
۱۲۔ تمام مستحبات ومندوبات کیساتھ پابندی کی نماز ادا کرنا۔
۱۳۔ شرم وحیا کرنا۔
۱۴۔ نیت کرکے پورا اور کامل وضو کرنا خصوصاً ناگوار حالات میں۔
۱۵۔ پانچوں نمازیں پابندی سے مسجد میں باجماعت ادا کرنا۔
۱۶۔ صحت اور قیام کے زمانہ میں زیادہ سے زیادہ عبادت کرنا تا کہ بیماری اور سفر کی حالت میں بھی وہ لکھی جائیں اور اس کا ثواب ملے۔
۱۷۔ ہر نیک کام اگر چہ کتنا ہی معمولی ہو جہنم سے بچنے کی غرض سے کرنا۔
۱۸۔ صبح وشام کھانے پر دونوں وقت اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کرنا۔
۱۹۔ چاشت کی نماز ادا کرنا۔
۲۰۔ اپنے کو ایذا رسانی کے گناہ سے بچانا۔

۷۔ کتنی ہی حقیر اور معمولی چیز ہو حاجت مند کو دینے میں عار محسوس نہ کرنا۔
۸۔ مسلمان بھائی سے خندہ پیشانی سے پیش آنا۔
۹۔ لوگوں کے درمیان انصاف کرنا۔
۱۰۔ ضعیف یا کمزور انسان کو سواری پر سوار کر دینا
۱۱۔ یا اس کا سامان اٹھا کر سواری پر رکھ دینا۔
۱۲۔ اچھی بات کہنا۔
۱۳۔ عام گزرگاہ سے پتھر یا ہڈی یا کانٹا ہٹا دینا۔
۱۴۔ عام راستہ سے کانٹے یا کانٹے دار درخت کاٹ دینا۔
۱۵۔ پیاسے جانور کو پانی پلا دینا۔
۱۶۔ باغ یا کھیت والے کا جو بھی نقصان ہو یا انسان یا حیوان کھالے اس پر ثواب کی نیت کرنا۔
۱۷۔ دودھ والے جانور کو دودھ پینے کے لئے حاجت مند کو دے دینا۔
۱۸۔ محنت مزدوری کر کے اپنا اور اپنے بال بچوں کا پیٹ بھی بھرنا اور صدقہ بھی کرنا۔
۱۹۔ کسی مصیبت زدہ حاجت مند کی مدد کرنا۔
۲۰۔ اپنی ذات سے کسی کو نقصان یا ایذا نہ پہنچانا۔

کل چالیس کارہائے خیر اور موجب ثواب کام ان پچیس حدیثوں میں مذکور ہیں ان کے علاوہ شعب ایمان والی حدیث میں باقی ۷۷ کام اجمالاً مذکور ہوئے ہیں جو قرآن وحدیث سے ثابت ہیں۔

دُعا کیجئے

اے اللہ! آپ ہمیں راہ میں رہنما بنائیے نہ کہ بے راہ اور اپنے دوستوں کا دوست اور اپنے دشمنوں کا دشمن بنا دیجئے ہم آپ کی مخلوق میں سے اسی کو دوست رکھیں جو آپ کو دوست رکھتا ہو اور جو آپ کا نافرمان ہو ہم اسے دشمن رکھیں۔

اے اللہ! دعا تو یہ ہے اور قبول کرنا آپ کا کام ہے کوشش یہ ہے اور بھروسہ آپ پر ہی ہے۔

اے اللہ! آپ مجھے پلک جھپکنے کی مقدار بھی میرے نفس کے حوالہ نہ کیجئے اور جو بھی اچھی چیزیں آپ نے مجھے دی ہیں وہ مجھ سے واپس نہ لیجئے۔

عبادت میں اعتدال اور میانہ روی کا

۱۔ قال الله تعالیٰ: طه مآانزلناعلیک القران لتشقی (سورۃ طه آیت ۱'۲
اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: اے طہٰ! ہم نے تمہارے اوپر قرآن اس لئے نازل نہیں کیا کہ تم مشقت میں پڑو۔
۲۔ قال الله تعالیٰ: یرید الله بکم الیسر و لا یرید بکم العسر (سورۃ البقرہ آیت ۱۸۵)
اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: اللہ تمہارے لئے سہولت پیدا کرنا چاہتا ہے تمہیں دشواری میں ڈالنا نہیں چاہتا۔

تشریح آیات:

آپ باب مجاہدہ کی چوتھی حدیث کے ذیل میں اس مشقت کا حال حضرت عائشہؓ کی حدیث میں تفصیل کے ساتھ پڑھ چکے ہیں جو آپ سورۃ مزمل میں قیام لیل کا حکم نازل ہونے کے بعد سال بھر تک اٹھاتے رہے ہیں اور آخر ایک سال بعد دوسرے رکوع میں قیام لیل کے اندر تخفیف نازل ہوئی ہے اسی مشقت کی اس آیت کریمہ میں نفی کی گئی ہے کہ یہ قرآن ہم نے اس لئے نازل نہیں کیا کہ تم مشقتیں برداشت کرتے رہو۔

نیز شب وروز کی مسلسل فہمائش کے باوجود معاندین کے ایمان نہ لانے پر آپ کو شدید روحانی کوفت اور تکلیف ہوتی تھی جس کا ذکر اللہ تعالیٰ نے آیت کریمہ ذیل میں فرمایا ہے۔

تو کیا تم غم کے مارے اپنے آپ کو ان معاندوں کے پیچھے ہلاک کرڈالو گے اگر یہ اس قرآن پر ایمان نہیں لائیں گے۔

اس آیت کریمہ میں اس روحانی تکلیف اور مشقت کا ذکر فرمایا ہے جو آپ معاندین کے ایمان نہ لانے پر اٹھارہے تھے جیسا کہ پہلی آیت میں جسمانی مشقت کا ذکر فرمایا ہے دونوں قسم کی مشقتوں کا باعث نزول قرآن بن رہا تھا اس لئے اللہ تعالیٰ نے دونوں قسم کی مشقتیں برداشت کرنے سے آپ کو منع فرمایا ہے اور نزول قرآن کے اصل مقصد سے آپ کو بھی اور آپ کی امت کو بھی آگاہ فرماتے ہیں:

لیکن (ہم نے اس قرآن کو اتارا ہے) ان لوگوں کی نصیحت کے لئے جن کے دل میں ڈر ہے اتارا ہے اس (رب العالمین) نے جس نے زمین اور بلند آسمانوں کو پیدا کیا ہے۔

جسمانی مشقت کے بجائے روحانی مشقت اور تکلیف مراد لینا زیادہ بہتر ہے اس لئے کہ جسمانی مشقت تو ایک سال بعد قیام لیل میں تخفیف فرمادینے سے ختم ہوگئی تھی روحانی تکلیف آخر تک قائم رہی جس کا ازالہ قرآن کریم میں مختلف عنوان سے فرمایا ہے۔

اسی طرح آیت کریمہ شهر رمضان الذی انزل فیه القران کے ذریعہ سال کے باقی مہینوں کے مقابلہ میں ماہ رمضان کی عظمت واہمیت بیان فرمانے کے بعد حکم فرماتے ہیں فمن شهد منکم الشهر فلیصمه اور پورے ایک مہینہ کے روزے فرض فرمادیئے اور من کان منکم مریضاً اوعلی سفر فعدة من ایام اخر کے ذریعہ مریض اور مسافر کو ایام مرض وسفر میں رمضان کے روزے ترک کرنے اور سال کے دوسرے دنوں میں اتنے ہی دنوں کے روزے رکھ لینے اور رمضان کے روزے قضا کرنے کی سہولت عطا فرمانے کا ذکر مذکورہ آیت میں فرمایا ہے۔

اللہ تمہارے لئے آسانی پیدا کرنا چاہتا ہے تمہیں دشواری میں ڈالنا نہیں) چاہتا اور تاکہ تم (رمضان کے روزوں کی تعداد بھی پوری کرلو اور تاکہ تم اللہ تعالیٰ کی بڑائی کا اظہار بھی کرو یعنی شکر یہ ادا کرو) اس پر کہ اس نے تمہیں اپنے احکام پر عمل کرنے کی ہدایت عطا فرمائی۔

بعض علماء نے ولتکبروا اللہ علی ما ھداکم کا مصداق عید الفطر کی نماز اور تکبیرات کے ساتھ ادا کرنا قرار دیا ہے۔ واللہ اعلم بالصواب۔

اللہ تعالیٰ نے اور بھی بعض ایسے احکام سے متعلق جن کو کوتاہ فہم اور ناعاقبت اندیش لوگ دشوار اور سخت احکام سمجھتے ہیں اس طرح غلط فہمی کا ازالہ کیا ہے اور بتلا دیا ہے کہ وہ انتہائی سہل اور آسان ہیں۔

مثلاً اللہ تعالیٰ نے کتب علیکم القصاص فی القتلیٰ کے ذریعہ امیر اور غریب شریف ورذیل مرد وعورت کا فرق کئے بغیر قصاص (جان کے بدلے جان لینے) کو فرض فرمایا تو اعداء اسلام نے اس حکم پر شدت اور سختی کا الزام لگایا حالانکہ اللہ تعالیٰ نے اس قصاص کے حکم میں خود ہی اتنی آسانی فرما دی ہے کہ اگر ورثاء مقتول چاہیں تو قاتل کو بالکل ہی معاف کر دیں چاہے قاتل سے دیت (خون بہا) لے لیں یا باہمی رضامندی سے جتنے مال پر چاہیں صلح کر لیں چنانچہ اس سہولت کا اظہار بھی فرما دیا ہے ذلک تخفیف من ربکم ورحمۃ کہ دیکھو ایک طرف یہودی مذہب میں اتنی سختی ہے کہ قصاص (جان کے بدلے جان) کے سوا اور کوئی صورت نہیں دوسری جانب عیسائی مذہب میں قاتل کو کسی صورت میں بھی قتل نہیں کیا جا سکتا دیت کے سوا اور کوئی بدلہ لینے کی سبیل ہی نہیں حالانکہ بعض قاتل اتنے خطرناک ہوتے ہیں کہ ان کو قتل کئے بغیر امن قائم ہی نہیں ہو سکتا اسی لئے اسلام نے ورثاء مقتول کو اختیار دے دیا کہ اگر وہ قاتل کے خطرناک ہونے کی بناء پر جان کے بدلے جان لینا ہی ضروری سمجھیں اور اس پر مصر ہوں تو بیشک قتل کرنا ضروری ہوگا اور آخر میں فرما دیا۔

ولکم فی القصاص حیوۃ یااولی الالباب (اے عقلمندو قصاص لینے میں ہی تمہاری زندگیوں کا تحفظ ہے) قتل کا سدباب بدلہ لئے بغیر ممکن نہیں خواہ جان کے بدلے میں جان ہو خواہ خون بہا لینا اس لئے کہ قاتل سے ڈر کر یا مرعوب ہو کر یا ترس کھا کر اسے چھوڑ دینا انتہائی خطرناک ہے۔

۲۔ اسی طرح اللہ تعالیٰ نے نماز وغیرہ عبادات کے لئے غسل یا وضو کو شرط قرار تو دیا مگر اسی کے ساتھ پانی نہ ملنے کے وقت تیمم کی سہولت عطا فرما دی جو صرف امت محمدیہ علی صاحبہا الصلوٰۃ والسلام کی خصوصیت ہے اور فرمادیا۔

مایرید اللہ لیجعل علیکم من حرج ولکن یرید لیطھرکم ولیتم نعمتہ علیکم لعلکم تشکرون (سورۃ المائدہ آیت ۶)

اللہ تم کو تنگی میں ڈالنا نہیں چاہتا بلکہ وہ تو چاہتا ہے کہ تم کو (ظاہری اور باطنی نجاستوں سے) پاک کر دے اور تم پر اپنی نعمت کامل کر دے تاکہ تم اس کا شکر ادا کرو۔

۳۔ اسی طرح پورے دین اسلام اور اس کے احکام سے تنگی اور سختی کی نفی فرماتے ہیں۔

وما جعل علیکم فی الدین من حرج (حج ع ۱۷)

اور اللہ تعالیٰ نے تمہارے اوپر دین (کے احکام) میں مطلق تنگی نہیں رکھی۔

جب اللہ تعالیٰ نے اپنے احکام میں ہر طرح کی آسانی اور سہولت رکھی ہے اور تخفیف کا اعلان کیا ہے تو تم اپنے آپ کو ساری ساری رات عبادت گزاری کا اور بارہ مہینے روزے رکھنے کا عہد کر کے اپنے آپ کو مصیبت میں کیوں ڈالتے ہو اندیشہ ہے کہ یہ ناشکری میں شمار ہو اور تم بجائے اجر وثواب کے کفران نعمت کی سزا کے مستحق بن جاؤ لہٰذا خدا پرستی اور عبادت گزاری میں میانہ روی اور اعتدال کو اختیار کرو۔

علاوہ ازیں رات دن اس طرح عبادت میں بے تحاشا منہمک ہونے کی وجہ سے بہت سے ایسے خداوندی احکام جو اللہ تعالیٰ نے تمہارے ذمے عائد کئے ہیں مثلاً حلال روزی کمانا اور اللہ تعالیٰ کے حکم کے مطابق اس کو صحیح مصرف میں خرچ کرنا اولاد کی پرورش کرنا اور اہل وعیال کی خدا اور رسول کے فرمانے کے مطابق تربیت کرنا علم دین حاصل کرنا کرانا اسی طرح وہ تمام حقوق العباد جو اللہ تعالیٰ نے تمہارے ذمے عائد کئے ہیں وہ سب ترک ہو جائیں گے اور قیامت کے دن شب وروز کی اس عبادت کے اجر وثواب اور گناہوں کی مغفرت کے بجائے ان تمام احکام الٰہیہ کے ترک کرنے کے مجرم بنو گے خصوصاً حقوق العباد کہ ان کو تو اللہ تعالیٰ بھی معاف نہ فرمائیں گے اس لئے اعتدال اور میانہ روی کو اختیار کئے بغیر اللہ تعالیٰ کے تمام احکام (ماموراتِ ومنہیات) پر عمل ہو ہی نہیں سکتا۔

دُعا کیجئے

اے اللہ! آپ ایسے خدا تو نہیں ہیں جسے ہم نے گھڑ لیا ہو اور نہ آپ ایسے پروردگار ہیں جن کا ذکر نا پائیدار ہو کہ ہم نے اسے گھڑ لیا ہو اور نہ آپ کے اور ساتھی ہیں جو حکم میں آپ کے شریک ہوں اور نہ آپ سے پہلے ہی ہمارا کوئی معبود تھا جس سے ہم پناہ حاصل کرتے رہے ہوں اور آپ کو چھوڑ دیتے ہوں ورنہ کسی نے ہماری پیدائش میں آپ کی مدد کی ہے کہ ہم اسے آپ کے ساتھ شریک سمجھیں۔ آپ بابرکت اور برتر ہیں۔ پس ہم آپ سے سوال کرتے ہیں اے وہ کہ آپ کے سوا کوئی معبود نہیں آپ مجھے بخش دیجئے۔ اے اللہ آپ نے ہی میری جان کو پیدا کیا ہے۔ اور آپ ہی اسے موت دیں گے۔ آپ کے ہی ہاتھ میں اس (جان) کا مرنا اور جینا ہے۔ آپ اگر اسے زندہ رکھتے ہیں تو اس کی ایسی حفاظت فرمائیں جیسی کہ آپ اپنے نیک بندوں کی حفاظت کرتے ہیں اور اگر آپ اسے موت دے دیتے ہیں تو آپ اسے بخش دیجئے اور اس پر رحم فرمائیے۔ اے اللہ آپ مجھے علم کے ساتھ مدد دیجئے، وقار کے ساتھ آراستہ کیجئے۔ تقویٰ کے ساتھ بزرگی دیجئے اور امن چین کے ساتھ مجھے جمال دیجئے۔

اے اللہ! میں اور (دوسرے) لوگ اس زمانہ کو نہ پائیں جس میں نہ صاحب علم کی پیروی کی جائے اور نہ صاحب علم کا لحاظ کیا جائے اور ان کے دل عجمیوں کی طرح ہو جائیں اور ان کی زبانیں اہل عرب کی طرح ہو جائیں۔

اے اللہ! میں آپ سے وعدہ لیتا ہوں جسے آپ ہرگز نہ توڑیئے گا کہ میں بھی آخر بشر ہی ہوں سو جس کسی مسلمان کو میں تکلیف دوں یا اسے بُرا بھلا کہوں یا اسے ماروں پیٹوں یا اسے بددعا دوں تو آپ اس (سب) کو ان کے حق میں رحمت، پاکیزگی اور قربت کا ذریعہ بنا دیجئے جس سے آپ اس کو مقرب بنالیں۔

حد سے زیادہ مشقت اور حرص عبادت کا انجام

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ (ایک دن) نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم میرے پاس تشریف لائے اور اس وقت ایک عورت میرے پاس بیٹھی تھی آپ نے دریافت کیا یہ کون ہے؟ حضرت عائشہؓ نے عرض کیا یہ فلاں عورت (خولہ بنت تویت) ہے اس کے متعلق مشہور ہے کہ ساری رات نماز پڑھتی ہے آپ نے فرمایا باز آؤ تم پر لازم ہے کہ تم اتنی عبادت کرو جتنی طاقت ہے (یعنی جتنی برداشت کرسکو) اس لئے کہ خدا کی قسم اللہ نہیں اکتائے گا تم ہی اکتا جاؤ گے اللہ تعالیٰ کو وہی دین (عبادت) پسند ہے جس پر عبادت کرنے والا ہمیشہ قائم رہ سکے۔ بخاری و مسلم نے روایت کیا۔

کلمہ مہ (عربی میں) جھڑکنے اور منع کرنے کے لئے استعمال ہوتا ہے اور لایمل اللہ (اللہ نہیں اکتاتا) کے معنی یہ ہیں کہ اللہ تعالیٰ تمہیں ثواب دینا بند نہیں کرتا اور تمہارے اعمال کی جزا دینے سے بیزار نہیں ہوتا اور اکتا جانے والے کا سا معاملہ نہیں کرتا کہ بیزار ہو کر ثواب دینا موقوف کردے یہاں تک کہ تم ہی اکتا جاؤ اور عبادت ہی ترک کر بیٹھو (اور بالکل ہی ثواب سے محروم ہو جاؤ) پس تمہارے لئے مناسب یہ ہے کہ جتنی عبادت ہمیشہ برداشت کرسکو اتنی ہی عبادت کرو تا کہ اجر و ثواب (کا سلسلہ ہمیشہ جاری رہے اور اس کا فضل ہمیشہ تمہارے شامل حال رہے۔

تشریح: اس حدیث میں جو ملال کی نسبت اللہ تعالیٰ وتقدس کی طرف کی گئی ہے حالانکہ ملال ایک نقص اور کمزوری ہے اور اللہ تعالیٰ تمام نقائص اور عیوب سے پاک ہیں اس کی حقیقت بتلانا چاہتے ہیں کہ ملال کا لفظ اللہ تعالیٰ کی طرف اس کے نتیجہ یعنی ترک کے اعتبار سے منسوب کیا گیا ہے یا مشابہت ومشاکلت کے طور پر استعمال کیا گیا ہے ورنہ تو اللہ تعالیٰ ملال کے حقیقی معنی کے اعتبار سے ملال یا کسل سے بالکل پاک ہیں یہی دو توجیہیں ان تمام الفاظ کے بارے میں کی جاتی ہیں جو حدوث وتغیر پر دلالت کرتے ہیں اور انفعالی صفات ہیں مثلاً ان الله لا يستحي (الاية) کہ اس آیت میں اللہ تعالیٰ کی طرف حیا کی نسبت حیا کے نتیجہ یعنی ترک کے اعتبار سے کی گئی ہے اور لایستحی کے معنی ہیں لایترک اسی طرح اس حدیث میں لایمل کے معنی ہیں لايقطع اوریعاملکم معاملة الممال میں دوسری توجیہ مشاکلت کی طرف اشارہ ہے۔

بہر حال ہوتا یہ ہے کہ انسان خصوصاً جوانی میں عبادت گزاری اور پرہیزگاری کے فضائل اور عظیم اجر وثواب کے تذکرے واعظوں سے سن کر یا کتابوں میں پڑھ کر اپنی موجودہ قوت وفرصت اور آئندہ جسمانی طاقت کے انحطاط اور مصروفیت کے فرق کو نظر انداز کرکے نفلی عبادات صوم وصلوٰۃ اور نفلی صدقات کے شوق میں رات بھر جاگنا اور نمازیں پڑھنا اور مسلسل روزے رکھنا زیادہ سے زیادہ صدقہ وخیرات کرنا شروع کردیتا ہے اور اپنی قوت برداشت سے بہت زیادہ کام کرنے لگتا ہے مگر کچھ عرصہ کے بعد جسمانی قوتیں اور مالی وسعت وفراوانی جواب دے دیتے ہیں اور وہ تمام نفلی عبادتیں اور صدقات وخیرات بادل ناخواستہ ترک کردینے پر مجبور ہو جاتا ہے اور اس محبوب مشغلہ سے محروم ہو جاتا ہے اور اس محبوب مشغلہ سے محروم ہونے پر ایسی بے دلی اور بیزاری کی کیفیت طاری ہوتی ہے کہ فرائض میں بھی سستی یا ترک کرنے کی نوبت آجاتی ہے اور اجر وثواب کے بجائے

عذاب وعتاب کا مستحق بن جاتا ہے یہ نتیجہ اور ردعمل اس بے اعتدالی کا ہوتا ہے جو ابتداء میں اختیار کی جاتی ہے اس لئے فرض عبادتیں تو فرض ہیں انہیں تو بہرحال ادا کرنا ہے باقی ان میں بھی آسانیاں اور سہولتیں اللہ تعالیٰ نے عطا فرمائی ہیں ان سے ضرور فائدہ اٹھانا چاہئے کہ یہی شکر نعمت ہے باقی رہیں نفل عبادتیں ان میں خوب سوچ سمجھ کر رفتہ رفتہ اضافہ کرنا چاہئے اپنی صحت موجودہ اور آئندہ بدنی و مالی طاقت کو پیش نظر رکھ کر اس طرح بڑھنا چاہئے کہ جو قدم بڑھیں پیچھے نہ ہٹانا پڑیں یعنی جو نفل عبادت شروع کرے اسے ترک کرنے کی نوبت نہ آئے خواہ کتنی ہی کم ہو مگر بڑھنے کی یہ رفتار برابر جاری رہنی چاہئے اس لئے کہ اللہ تعالیٰ سے زیادہ سے زیادہ قرب حاصل کرنے کا ذریعہ یہی نفل عبادتیں ہیں جیسا کہ آپ حدیث قدسی ماذال العبدیتقرب الی بالنوافل کی تشریح کے ذیل میں پڑھ چکے ہیں۔

بہرحال مداومت ضروری ہے ورنہ استقامت کے خلاف ہوگا اس کی تفصیل باب استقامت کے ذیل میں پڑھ چکے ہیں دوبارہ پڑھ لیجئے استقامت نہایت ضروری ہے۔

دُعا کیجئے

اے اللہ! میں برص، ضد اضدی، نفاق، بُرے اخلاق اور ہر اس چیز کی بُرائی سے جو آپ کے علم میں ہے۔ آپ کی پناہ میں آتا ہوں۔ اہل دوزخ کے حال سے اور (خود) دوزخ سے اور ہر اس چیز سے خواہ وہ قول ہو یا عمل جو اس (دوزخ) سے قریب کرے اور ہر اس چیز کی بُرائی سے جو آپ کے قبضہ میں ہے اور میں اس بُرائی سے جو آج کے دن میں ہے اور ہر اس بُرائی سے جو اس (دن) کے بعد ہے اور اپنے نفس کی بُرائی، شیطان کی بُرائی، شیطان کے شرک اور اس سے کہ ہم کسی شر کو اپنے اوپر لگائیں یا اسے کسی مسلمان تک پہنچائیں آپ کی پناہ میں آتا ہوں۔ میں کوئی ایسی خطا یا گناہ کروں جسے آپ نہ بخشیں اور قیامت کے دن تنگی سے آپ کی پناہ میں آتا ہوں۔

اے اللہ! میری شرم گاہ کی حفاظت فرمائیے اور مجھ پر میرے کام آسان کر دیجئے۔

اے اللہ! میں آپ سے وضو کا کمال، نماز کا کمال، آپ کی خوشنودی اور مغفرت کا کمال مانگتا ہوں۔

اے اللہ! مجھے میرا نامہ اعمال میرے داہنے ہاتھ میں دیجئے گا۔

اے اللہ! مجھے اپنی رحمت میں ڈھانپ لیجئے اور مجھے اپنے عذاب سے بچائے رکھئے گا۔ اے اللہ میرے قدم ثابت رکھئے جس دن قدم ڈگمگانے لگیں۔ اے اللہ! ہمیں فلاح یاب بنا دیجئے۔

اے اللہ! اپنے ذکر سے ہمارے دلوں کے تالے کھول دیجئے اور ہم پر اپنی نعمت اور اپنے فضل کو پورا کیجئے اور ہمیں اپنے نیک بندوں میں سے فرما دیجئے۔

اے اللہ! مجھے اس سب سے بڑھ کر دے دیجئے جو آپ اپنے نیک بندوں کو عطا فرماتے ہیں۔

اے اللہ! مجھے مسلمان ہی زندہ رکھئے اور مسلمان ہی (رکھ کر) مجھے وفات دیجئے۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا میانہ روی پر مبنی اسوہ حسنہ

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ تین شخص رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم' کی عبادت کے متعلق استفسار کرنے کی غرض سے ازواج مطہرات کی خدمت میں حاضر ہوئے تو جب ان کو (درون خانہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم' کی عبادات کی تفصیلات بتلائی گئیں) کہ آپ رات کو سوتے بھی ہیں حاجت بھی پوری کرتے ہیں اور تہجد کی نماز بھی پڑھتے ہیں ہر مہینہ میں روزے بھی رکھتے ہیں اور نہیں بھی رکھتے تو انہوں نے گویا اس عبادت کو بہت تھوڑا سمجھا اور کہا ہمیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم' سے کیا نسبت آپ کے تو اگلے پچھلے کردہ نا کردہ سب گناہ معاف کر دیئے گئے ہیں (اور ہم تو سراپا گناہ ہیں ہمیں تو اپنی پوری زندگی عبادت کے لئے وقف کر دینی چاہئے) چنانچہ ان میں سے ایک نے کہا: بھئی میں تو ہمیشہ ساری رات نماز پڑھا کروں گا (اور سونا یا آرام کرنا بالکل ترک کردوں گا) دوسرے نے کہا: میں ہمیشہ دن کو روزہ رکھا کروں گا (ایک دن بھی) روزہ ترک نہ کروں گا تیسرے نے کہا میں عمر بھر عورتوں سے الگ رہوں گا اور کبھی شادی نہ کروں گا اتنے میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم' تشریف لے آئے اور آپ نے فرمایا تم ہی نے ایسا اور ایسا کہا ہے (کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم' کے تو اگلے پچھلے اور کردہ نا کردہ سب گناہ معاف کردیئے گئے ہیں آپ کو عبادت کی کیا ضرورت ہے اور ہم تو سرتاپا گناہ گار ہیں ہمیں تو اپنی ساری زندگی عبادت میں صرف کردینی چاہئے چنانچہ تم نے عمر بھر ساری رات عبادت کرنے اور دن بھر ہمیشہ روزہ رکھنے اور عمر بھر شادی نہ کرنے کا عہد کیا ہے آپ نے فرمایا: سنو! میں خدا کی قسم تم سے بدرجہا زیادہ خدا سے ڈرتا ہوں اور تم سے بدرجہا زیادہ اللہ کی نافرمانی سے (ڈرتا اور) بچتا ہوں۔ اس کے باوجود میں دن میں کبھی روزے بھی رکھتا ہوں کبھی افطار بھی کرتا ہوں (روزے نہیں بھی رکھتا) رات میں سوتا بھی ہوں اور عبادت بھی کرتا ہوں اور عورتوں سے شادی بھی کی ہے اپنی اور ان کی حاجت بھی پوری کرتا ہوں پس جس نے میری سنت (اس طریق خدا پرستی) سے اعراض کیا اس کا مجھ سے کوئی علاقہ نہیں۔ (بخاری ومسلم دونوں نے روایت کیا)

تشریح: ان تینوں شخصوں نے عبادت اور پرہیزگاری کا مقصد صرف گناہوں کی مغفرت کو سمجھا تھا اسی غلط فہمی کی بنا پر آپ کو عبادت سے مستغنی اور اپنے کو زیادہ سے زیادہ عبادت کا محتاج سمجھا تھا آپ نے انی لاخشاکم لله واتقاکم له فرما کر اس غلط فہمی کو دور فرمایا کہ عبادت کا اصلی محرک تو علماً خدا کی ذات وصفات کی معرفت اور اس کی عظمت وجلال کے اعتراف کی بنا پر دل میں پیدا شدہ خشوع وخضوع ہے اور عملاً اس کے تمام احکام (مامورات ومنہیات) کی اطاعت وفرمانبرداری ہے اول کمال علمی ہے اور دوسرا کمال عملی ہے گناہوں کی مغفرت تو ایک ثمرہ ہے جو اس علمی اور عملی کمال پر آپ سے آپ مرتب ہوتا ہے لہٰذا اللہ تعالیٰ کی عبادت اسی کے حکم کے تحت کرنی چاہئے گناہوں کا ہونا یا نہ ہونا یا مغفرت کا ہونا یا نہ ہونا عبادت کا مقصد ہرگز نہیں اگر گناہ ہوں گے تو معاف ہوجائیں گے نہ ہوں گے تو یہ خدا شناسی اور خداترسی یعنی عبادت اللہ تعالیٰ سے زیادہ سے زیادہ قرب اور رفع درجات کا موجب ہوگی یہی ہے میری سنت اور طریق خداپرستی

ان لوگوں پر گناہوں کا ہول اس قدر سوار تھا کہ انہوں نے ان تمام خدائی احکام کو نظر انداز کردیا تھا جو اللہ تعالیٰ نے دن اور رات میں حقوق العباد کے طور پر فرض کئے ہیں جس میں اہل

وعیال اعزہ واقربا کے علاوہ خودان کے نفس اور اعضائے بدن کے تقاضے بھی شامل ہیں اگر حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام اپنے طرز عمل کو بیان فرما کراور **فمن رغب عن سنتی فلیس منی** کی تنبیہ نہ فرماتے تو یقیناً ان تمام احکام پر عمل نہ کرنے کی بناء پر جو حقوق العباد سے متعلق ہیں مزید گنہگار ہوتے گناہوں کی مغفرت کے بجائے ایسے گناہوں کے مرتکب ہوتے جو اللہ تعالیٰ بھی معاف نہ فرمائیں گے۔

بہرحال دو چیزیں ہیں اللہ تعالیٰ کی عظمت اور جلالت کی معرفت یہ کمال علمی ہے دوسری چیز ہے اللہ تعالیٰ کی اطاعت اور فرمانبرداری یہ کمال عملی ہے انہی دو چیزوں کا نام عبادت ہے اور ظاہر ہے کہ ان دونوں قسم کے کمالوں میں خدا کے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے بڑھ کر تو کیا برابر بھی بلکہ آپ کے آس پاس بھی کوئی نہیں پہنچ سکتا اس لئے کہ انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام فطری طور پر گناہوں سے معصوم ومحفوظ ہوتے ہیں ان سے کوئی گناہ یامعصیت سرزد ہو ہی نہیں سکتی ہاں بعض اوقات بتقاضائے بشریت منشائے خداوندی کو سمجھنے میں غفلت ہوجاتی ہے اور خلاف اولیٰ امور سرزد ہو جاتے ہیں جن پر اللہ تعالیٰ فوراً یا تاخیر سے متنبہ فرمادیتے ہیں یہی حقیقت ہے ان کے گناہوں کی اور گناہوں کو معاف کردینے کی۔

اورزیادہ واضح الفاظ میں یوں کہئے کہ عام انسانوں کی خداپرستی کا معیار تو یہ ہے کہ جن کاموں پر عمل کرنے کا حکم دیا ہے ان پر عمل کریں اگر عمل نہ کریں گے تو گنہگار ہوں گے اور جن کاموں سے منع کیا ہے ان کے پاس بھی نہ جائیں اگر ان کاموں کا ارتکاب کریں گے تو گنہگار ہوں گے لیکن انبیائے کرام کا فرض ہوتا ہے کہ وہ منشائے الٰہی کو سمجھیں اور اس پر عمل کریں اگر منشائے الٰہی کے خلاف کوئی کام کر بیٹھتے ہیں تو اس پر فوراً یا بتاخیر تنبیہ کر دی جاتی ہے اسی لئے عرفاء کا مقولہ ہے **حسنات الابرار سیئات المقربین** (نیک لوگوں کے بعض اچھے کام مقربین کی سیئات (خطائیں) ہوتی ہیں اسی حقیقت کو فارسی زبان میں اس طرح ادا کیا گیا ہے مقربان رابیش بود حیرانی مقربین کو بہت زیادہ حیرانی ہوتی ہے حقوق العباد کی اہمیت آگے آتی ہے۔

دُعا کیجئے

اے اللہ! کافروں کو عذاب دیجئے اور ان کے دلوں میں ہیبت بٹھا دیجئے اور ان کی بات میں اختلاف پیدا فرمادیجئے۔اوران پر اپنا قہر وعذاب نازل فرمائیے۔

اے اللہ! کافروں کو عذاب دیجئے چاہے وہ اہل کتاب ہوں یا مشرک، جو آپ کی آیتوں کا انکار کرتے ہیں اور آپ کے رسولوں کو جھٹلاتے ہیں اور آپ کی راہ سے (دوسروں کو) روکتے ہیں اور آپ کی (مقرر کی ہوئی) حدود سے تجاوز کرتے ہیں اور آپکے ساتھ کسی اور معبود کو بھی پکارتے ہیں۔حالانکہ آپ کے علاوہ کوئی بھی معبود نہیں آپ بابرکت ہیں اور ہر طرح نہایت درجہ برترہ ہیں اس سے جو یہ ظالم کہتے ہیں۔

اے اللہ! آپ ہمیں بخش دیجئے اور تمام اہل ایمان والے مرد وعورت اور تمام اسلام والے مرد وعورت کو بخش دیجئے اور انہیں سنوار دیجئے اور ان کی آپس میں صلح کردیجئے اور ان کے دلوں میں الفت ڈال دیجئے اور ان کے دلوں میں حکمت وایمان رکھ دیجئے اور انہیں اپنے رسول کے دین پر ثابت رکھئے اور انہیں توفیق عطا فرمائیے کہ جو نعمت آپ نے انہیں نصیب فرمائی ہے وہ اس کا شکر ادا کرتے رہیں۔اور جو عہد آپ نے ان سے لیا ہے وہ اسے پورا کرتے رہیں اور انہیں اپنے اوران کے دشمنوں پر غالب رکھئے۔

سخت کوش عبادت گزار اور تشدد پسند لوگوں کو تنبیہ

وعن ابن مسعود رضی الله عنه ان النبی صلی الله علیه وسلم قال: هلک المتنطعون قالها ثلاثا (مسلم)

ترجمہ: حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہلاک ہوگئے (اپنے اوپر) سختی کرنیوالے، ہلاک ہوگئے (اپنے اوپر) سختیاں کرنیوالے، ہلاک ہوگئے سختیاں اٹھانے والے، تین مرتبہ فرمایا۔

تشریح: بے جا اور بے محل سختیاں برداشت کرنے کی چند مثالیں اور ان کے ضرر رساں خطرناک نتائج۔

۱۔ اللہ تعالیٰ نے بیمار ہو جانے یا مرض بڑھ جانے کے خوف کی بنا پر پانی سے وضو کرنے کی بجائے پاک مٹی کے تیمم کر لینے کی اجازت فرما دی ہے اس کے باوجود کوئی شخص کہے میرا تو دل نہیں مانتا اور پانی سے غسل یا وضو کرے اور بیمار پڑ جائے یا مرض بڑھ جائے۔

۲۔ اللہ تعالیٰ نے سفر میں چار رکعت کے بجائے دو رکعت فرض نماز پڑھنے کا حکم دیا ہے کوئی شخص نہ صرف فرضوں میں دو کے بجائے چار رکعت پڑھے بلکہ فرضوں سے پہلے اور بعد کی سنتیں اور نفل بھی پڑھنے پر اصرار کرے چاہے اتنی دیر میں ریل چھوٹ جائے یا ہوائی جہاز پرواز کر جائے اور سفر سے رہ جائے۔

۳۔ رمضان المبارک میں اللہ تعالیٰ نے سفر یا مرض کی حالت میں روزے نہ رکھنے اور رمضان کے بعد سال بھر میں جس وقت بھی آسانی سے ممکن ہو ان روزوں کی قضا کر لینے کی اجازت عطا فرمائی ہے مگر اس اجازت سے فائدہ اٹھانے کے بجائے کوئی شخص کہے کہ میرا تو دل نہیں مانتا اور بیماری یا سفر کی حالت میں ہی روزے رکھے اور مرض بڑھ جائے یا لاعلاج ہو جائے سفر میں کتنی ہی ناقابل برداشت تکلیفیں اور مشقتیں اٹھانی پڑیں اور روزے رکھ کر گوناگوں مصیبتوں میں گرفتار ہو۔

۴۔ اللہ تعالیٰ نے قتل ناحق کا بدلہ لینے میں ورثاء مقتول کو اختیار دیا ہے کہ چاہیں تو ظالم قاتل سے قصاص لیں اور قتل کریں چاہیں بالکل معاف کر دیں اور چاہیں دیت (خون بہا) لیں اب اگر حکومت یا عدالت قاتل کی دولت مندی یا جاہ ومنصب کی بنا پر یا قوم میں مقبولیت کی بنا پر ورثاء کو معاف کر دینے یا خون بہا لینے پر مجبور کریں یا اس کے برعکس ایک بھائی نے دوسرے بھائی کو قتل کر دیا ہے ورثاء مقتول یا باپ معاف کر دینا چاہیں مگر حکومت یا عدالت ورثاء یا باپ کو قصاص لینے یعنی دوسرے بیٹے کو بھی قتل کرنے پر مجبور کریں تو یہ دونوں صورتیں اس مقصد اور تخفیف کے بالکل خلاف ہوں گی جو اللہ تعالیٰ نے قصاص کے بارے میں تخفیف کا اعلان فرمایا ہے۔

یہ ہیں بے محل اور بے جا سختیوں کی چند مثالیں اور ان کے مضرت رساں اور خطرناک نتائج جو صرف اللہ تعالیٰ کی عطا کی ہوئی سہولتوں اور آسانیوں سے فائدہ نہ اٹھانے کی بناء پر برداشت کرنی پڑتی ہیں انہی کو حدیث شریف میں ہلاکت سے تعبیر کیا ہے۔

اسی طرح اللہ تعالیٰ نے تقریباً تمام ہی شرعی احکام میں آسانیاں اور سہولتیں عطا فرمائی ہیں جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے اعلان فرمایا ہے۔

ماجعل علیکم فی الدین من حرج اللہ نے دین میں تمہارے اوپر تنگی نہیں کی۔

ان سہولتوں سے فائدہ نہ اٹھانا کفران نعمت بھی ہے طرح طرح کی جسمانی اور مالی سختیاں برداشت کرنا اس ناشکری کی سزا ہے اسی لئے نبی رحمت صلی اللہ علیہ وسلم نے حدیث شریف میں تین مرتبہ ایسے لوگوں کے متعلق فرمایا ہے! ہلاک ہو گئے ہلاک ہو گئے، ہلاک ہو گئے۔

دین آسان ہے دین سے زور آزمائی کرنے والوں کو نصیحت

عن ابی هريرة رضی الله عنه عن النبی صلی الله عليه وسلم قال: ان الدين يسر، ولن يشاد الدين الا غلبه، فسددوا وقاربوا وابشروا واستعينوا بالغدوة والروحة وشیء من الدلجة (بخاری)

ترجمہ: حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: بلاشبہ دین تو (بہت) آسان ہے لیکن دین پر (عمل کے بارے میں) جب بھی زور آزمائی کی جائے گی دین ہی غالب آ جائے گا لہٰذا (دین پر عمل کے بارے میں) راستی پر قائم رہو اور میانہ روی اختیار کرو اور خوشخبری حاصل کرو کہ (تم نے مقصد کو پالیا اور (دین کے احکام پر قائم رہنے کے بارے میں) صبح کے وقت سے اور شام کے وقت سے اور کسی قدر آخر شب سے مدد حاصل کرو۔

تشریح: بخاری ہی کی ایک اور روایت میں آیا ہے: راستی پر قائم رہو اور میانہ روی اختیار کرو اور صبح کا وقت اختیار کرو اور شام کا: اور کسی قدر آخر شب کا! اعتدال کو اختیار کرو اعتدال کو (افراط وتفریط سے بچو) تو مقصد کو پہنچ جاؤ گے۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے قول لن یشاد الدین میں الدین مرفوع (پیش کے ساتھ) اور لن یشاد فعل مجہول کا نائب فاعل ہے اسی روایت میں لن یشاد الدین احد بھی آیا ہے اس روایت کے مطابق لن یشاد فعل معروف ہوگا اور الدین مفعول منصوب (زبر کے ساتھ) پڑھا جائے گا اور احد فاعل مرفوع (پیش کے ساتھ) ہوگا اور الا غلبہ کا مطلب یہ ہے کہ دین ہی غالب آئے گا اور یہ زور آزمائی کرنے والا دین کے مقابلہ سے عاجز آ جائے گا اس لئے کہ دین کے طریقے (اعمال) بہت زیادہ (بلکہ بے شمار ہیں) اور الغدوۃ کے معنی ہیں دن کے اول حصہ میں یعنی صبح کے وقت سفر کرنا اور الروحۃ کے معنی ہیں دن کے آخری حصہ میں یعنی شام کے وقت سفر کرنا اور الدلجۃ کے معنی ہیں رات کے آخری حصہ میں سفر کرنا سفر کے یہ تین وقت استعارہ ہیں اوقات نشاط کار سے اور مثال کے طور پر مطلب یہ ہے کہ تم خدائے بزرگ و برتر کی عبادت میں اپنے نشاط اور قلبی اطمینان کے اوقات سے مدد لو اس طرح کہ تم ان اطمینان کے اوقات میں اللہ تعالیٰ کی عبادت کرو تا کہ تم کو اللہ تعالیٰ کی عبادت وطاعت میں لطف ولذت محسوس ہو اور تم عبادت سے دل برداشتہ اور بیزار نہ ہو اور اپنا مقصد (رضاء الٰہی) حاصل کرنے میں کامیاب ہو جیسا کہ ایک تجربہ کار مسافر صرف ان تین وقتوں میں (جو سب سے زیادہ موزوں ہیں) سفر کرتا ہے اور باقی اوقات میں خود بھی آرام کرتا ہے اور سواری کا اونٹ بھی اور بغیر تھکے ہارے اور بغیر مشقت اٹھائے اپنی منزل مقصود پر پہنچ جاتا ہے (اس کے برعکس ایک متشدد اور بے تحاشی عبادت گزار دیندار کی مثال اس ناتجربہ کار مسافر کی سی ہے جو اپنی اونٹنی کو بے تحاشا دوڑاتا ہے نہ خود آرام کرتا ہے نہ اونٹنی کو آرام لینے دیتا ہے آخر کار اونٹنی تھک کر چور اور نڈھال ہو جاتی ہے اور سفر ادھورا رہ جاتا ہے نہ راستہ طے ہوتا ہے نہ اونٹنی چلنے کے قابل رہتی ہے جیسا کہ بیہقی کی روایت میں ارشاد فرمایا ہے۔

فان السائر المنبت لاارضاً قطع ولا ظهراً ابقى.

اس لئے کہ ایک بے تحاشا دوڑانے والا مسافر نہ مسافت ہی طے کر پاتا ہے نہ سواری کو ہی سفر کے قابل رہنے دیتا ہے۔

سادہ لفظوں میں حدیث کا مطلب یہ ہے کہ عبادت اور اجر وثواب کے کاموں کی جو توفیق اور ذوق شوق اللہ تعالیٰ

نے تمہیں عطا فرمایا ہے یہ بڑی قابل قدر نعمت ہے اس سے نہایت اعتدال اور میانہ روی سے کام لو اور رفتہ رفتہ اس طرح اعتدال کے ساتھ چلو کہ جو قدم اٹھے آگے بڑھے پیچھے نہ ہٹے تا کہ مرتے دم تک یہ عبادت وطاعت کا سلسلہ قائم رہے اور اجر وثواب ملتا رہے تم انسان ہو اور انسان کی فطرت خلقی طور پر ایسی واقع ہوئی ہے کہ وہ اچھی سے اچھی چیز سے کچھ عرصے کے بعد اکتا جاتا ہے اور بیزار ہو کر چھوڑ بیٹھتا ہے ایسا نہ ہو کہ یہ عبادت وطاعت کا جذبہ اور ذوق شوق جو تم کو نصیب ہوا ہے تمہارے غلط طریقے پر استعمال کرنے کی وجہ سے بالکل ہی ختم ہو جائے یا اس میں کچھ فتور آ جائے اور تم اس اجر وثواب سے جو مل رہا تھا محروم ہو جاؤ اس صورت میں اللہ تعالیٰ کا تو کچھ نقصان نہ ہوگا وہ بہر حال تمہاری عبادت سے بالکل بے نیاز ہے نقصان تمہارا ہوگا کہ تم سرتاپا اس کے فضل کے محتاج ہو تمہارا اس بے اعتدالی کی بنا پر بندگی کا وہ جذبہ اور ذوق وشوق ختم ہو جائے گا اور تم اجر وثواب سے محروم ہونے کے علاوہ ایک عظیم نعمت سے بھی محروم ہو جاؤ گے اس لئے دن میں کام کرنے کا بہترین وقت صبح کا ہے فجر کی نماز پڑھنے کے بعد سے اشراق کے وقت تک تسبیح وتہلیل یا ذکر اللہ میں یا تلاوت کلام اللہ میں مصروف رہا کرو اور سورج نکلنے اور کافی بلند ہونے کے بعد چار رکعت اشراق کی نماز پڑھ کر خواہ آرام کیا کرو خواہ اور دینی ودنیاوی معاشی کاروبار میں مصروف ہو جایا کرو فرصت ملے تو زوال سے پہلے چار رکعت نماز چاشت کی پڑھ لیا کرو ظہر کی نماز کے بعد کچھ دیر آرام (قیلولہ) کیا کرو اس کے بعد سے عصر کی نماز تک کام دھندوں میں لگے رہو عصر کی نماز کے بعد سے مغرب تک پھر ذکر اللہ یا تسبیح وتہلیل میں مصروف ہو جایا کرو کہ یہ شام کا وقت فراغت واطمینان سے کام کرنے کا وقت ہے رات اللہ تعالیٰ نے آرام کے لئے بنائی ہے عشاء کی نماز پڑھ کر سو جایا کرو شب کا آخری حصہ بھی عبادت کے لئے بے حد موزوں ہے اس میں جتنی میسر ہو تہجد کی نماز پڑھ لیا کرو۔

اس طرح کام کے بعد آرام اور آرام کے بعد کام کا سلسلہ برابر جاری رہے گا اور عبادت میں نشاط اور سرور وکیف بھی میسر آ جائے اور اجر وثواب کا سلسلہ بھی برابر جاری رہے گا اسکے برعکس اگر تم اس جذبہ عبادت وطاعت سے شب وروز بے تحاشا کام لوگے تو انسانی فطرت کے تقاضے کے مطابق لازمی طور پر یہ جذبہ فنا ہو جائے گا اور اس کے ردعمل کے طور پر سب کچھ چھوڑ بیٹھو گے حتیٰ کہ فرض عبادتیں بھی ترک ہونے لگیں گی اور اجر وثواب کے بجائے گناہ اور عذاب الٰہی کے سزاوار ہو جاؤ گے اور یہ نتیجہ صرف تمہارے غلط استعمال کا ہوگا اس برے انجام سے ہی حدیث شریف میں خبردار کیا گیا ہے۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ایک معجزہ یہ بھی تھا کہ آپ کا کلام نہایت مختصر مگر ہمہ گیر ہوتا تھا چنانچہ:

قال رسول الله صلى الله عليه وسلم اوتيت جوامع الكلم

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا مجھے جامع (ہمہ گیر) کلمات دیئے گئے ہیں۔

اسی کا یہ کرشمہ ہے کہ اس ڈیڑھ سطر کی حدیث کی تشریح میں ڈیڑھ دو صفحے صرف ہو گئے اور بفضلہٖ اس تشریح کی ایک سطر بھی آپ بیکار اور بھرتی کی نہ پائیں گے۔

دُعا کیجئے: اے معبود برحق! آپ پاک ہیں آپ کے سوا کوئی معبود نہیں۔ میرے گناہ بخش دیجئے اور میرے عمل کو درست فرمائیے۔ بے شک آپ ہی گناہ جسے چاہتے ہیں بخش دیتے ہیں۔ اور آپ ہی مغفرت کرنیوالے، رحم کرنیوالے ہیں۔
اے بخشنے والے مجھے بخش دیجئے۔ اے توبہ قبول کرنے والے میری توبہ قبول کیجئے۔ اے بہت زیادہ رحم کرنیوالے مجھ پر رحم کیجئے۔ اے معاف کرنیوالے مجھے معاف کیجئے۔ اے مہربان مجھ پر مہربانی فرمائیے۔

دین میں رحمت اور آسانی

وعن انس رضی الله عنه قال: دخل النبی صلی الله علیه وسلم المسجد فاذا حبل ممدود بین الساریتین فقال: ما هذا الحبل؟قالوا: هذا حبل لزینب، فاذا فترت تعلقت به. فقال النبی صلی الله علیه وسلم حلوه لیصل احدکم نشاطه فاذا فتر فلیرقد (متفق علیہ)

ترجمہ: حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہتے ہیں: (ایک مرتبہ) نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم مسجد میں تشریف لائے تو اچانک ایک رسی دو ستونوں کے درمیان بندھی ہوئی دیکھی تو آپ نے دریافت کیا یہ (رسی) کیسی ہے؟ صحابہ نے عرض کیا: یہ رسی زینب کی ہے وہ جب رات کو نماز پڑھتے پڑھتے تھک جاتی ہیں اور نیند کا غلبہ ہوتا ہے تو اسی رسی سے لٹک کر (یعنی رسی کے سہارے) کھڑی ہوتی ہیں تو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا رسی کو کھول دو (اور فرمایا) تم میں سے ہر شخص کو چاہئے کہ جب تک طبیعت میں نشاط باقی رہے (نماز پڑھے) جب نیند کے غلبہ کی وجہ سے) نشاط میں فتور آجائے تو اس کو سو جانا چاہئے۔

تشریح: جس عبادت میں لطف ولذت اور کیف وسرور حاصل نہ ہو وہ عبادت تو کیا بیگار اور زبردستی سر پڑے کا کام کا مصداق ہوگی اس سے رضا وقرب الٰہی حاصل نہیں ہوسکتا وہ آنکھوں کی ٹھنڈک دل کا سرور اور روح کے نشاط کا باعث نہیں ہوسکتی عبادت میں نشاط اور انہماک ایسا قوی ہونا چاہئے کہ تن بدن کا ہوش ہی باقی نہ رہے لیکن اس تغیر پذیر جسم اور اس کے قویٰ کے ساتھ تعلق رہتے ہوئے یہ مدہوشی کی کیفیت چند لمحوں یا چند ساعتوں تو باقی رہ سکتی ہے اس سے زیادہ دیر تک نہیں باقی رہ سکتی لہٰذا ان چند ساعتوں کو ہی حاصل زندگی سمجھ کر عبادت کے لئے مخصوص کر دینا چاہئے اور جونہی جسمانی عوارض نیند، تھکن یا اکتاہٹ وغیرہ کی وجہ سے اس نشاط میں فرق محسوس ہونے لگے عبادت ختم کر کے جسم کے ان ناگزیر تقاضوں کو پورا کرنا چاہئے نیند آرہی ہو تو سو جانا چاہئے تھکن محسوس ہو رہی ہو تو آرام کرنا چاہئے طبیعت اکتا گئی ہو تو کوئی دوسرا طبیعت کو مرغوب جائز مشغلہ اختیار کرنا چاہئے نبی رحمت صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے۔

جعلت قرة عینی فی الصلوٰة

میری آنکھوں کی ٹھنڈک نماز میں رکھی گئی ہے۔

اس حدیث میں نبی رحمت صلی اللہ علیہ وسلم نے ایسے ہی نشاط کے اوقات کی رہنمائی فرمائی ہے (واللہ اعلم)

نیند کی حالت میں نماز پڑھتے رہنے کا نقصان

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے: جب تم میں سے کوئی شخص نماز پڑھتے ہوئے اونگھنے لگے تو اسے نماز ختم کر کے اتنی دیر سو رہنا چاہئے کہ نیند کا اثر جاتا رہے اس لئے کہ تم میں سے جو شخص بھی اونگھتے اونگھتے نماز پڑھے گا تو کچھ بعید نہیں کہ وہ مغفرت کی دعا مانگنے کا قصد کرے (لیکن نیند کے غلبہ کی وجہ سے) زبان قابو میں نہ رہے تو (مغفرت کی بجائے) خود کو برا کہہ بیٹھے کو سنے لگے (مثلاً اے خدا تو مجھے معاف کر دے کی بجائے اے خدا تو میرا ستیاناس کر دے کہہ بیٹھے۔

تشریح: یہ حدیث پہلی حدیث کا تتمہ ہے کہ اگر نیند کے غلبے کے باوجود حرص عبادت کی بنا پر نماز پڑھتا رہے گا تو اس کا نقصان یہ ہوگا کہ پڑھنا کچھ چاہے گا اور زبان سے نکلے گا کچھ اور لہٰذا اس حالت میں نماز کے اندر اللہ تعالیٰ کی طرف توجہ تو کیا اتنا بھی بھروسہ نہ رہے گا کہ نماز صحیح بھی ادا ہو رہی ہے یا نہیں ایسی نماز سے کیا فائدہ جس میں ثواب کے بجائے گنہگار ہونے کا اندیشہ ہو۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلمؐ کا طریق کار

حضرت ابو عبداللہ جابر بن سمرہ سوائی سے روایت ہے کہتے ہیں میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلمؐ کے پیچھے (سب ہی) نمازیں پڑھا کرتا تھا تو آپ کی (جمعہ کی) نماز بھی متوسط ہوتی تھی اور (جمعہ کا) خطبہ بھی متوسط ہوتا تھا۔ مسلم

باوجود یکہ اس زمانہ میں ذریعہ ابلاغ صرف جمعہ کے خطبے ہی تھے کیونکہ مسلمان جمعہ کا بڑا اہتمام کرتے اور بیمار یا معذور لوگوں کے علاوہ سب ہی جمعہ کی نماز کے لئے مسجد نبوی میں حاضر ہوتے تھے بالفاظ دیگر مسلمانوں کا سب سے بڑا اجتماع کہئے جلسہ (جمعہ کے دن) ہی ہوتا تھا اس لئے تمام اجتماعی اور قومی ضرورتوں سے مسلمانوں کو جمعہ کے خطبے میں ہی آگاہ کیا جاتا تھا مگر آپ نے جمعہ کا خطبہ بھی نماز بھی نہ کبھی زیادہ دراز پڑھائی اور نہ زیادہ مختصر بالفاظ دیگر آپ نے خطبہ جمعہ کو سیاسی مقاصد کے لئے کبھی آلہ کار نہیں بنایا اس کے برعکس آپ کی وفات کے بعد امراء بنی امیہ نے اپنے عہد حکومت میں طویل سے طویل خطبے دینے اور مختصر سے مختصر نمازیں پڑھانی شروع کر دی تھیں اور جمعہ کے خطبے کو سیاسی اغراض و مقاصد کے لئے استعمال کرنا شروع کر دیا تھا اتنے لمبے لمبے خطبے دیتے کہ جمعہ کی نماز کا وقت ہی نکل جانے کا اندیشہ ہوتا اسی لئے نماز مختصر سے مختصر پڑھاتے اسی بے اعتدالی کے خلاف حضرت جابر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلمؐ کے خطبوں اور نمازوں کا حال بیان کر رہے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلمؐ کی تو نماز بھی متوسط ہوتی اور خطبہ بھی متوسط ہوتا تھا۔

دُعا کیجئے

اے پروردگار! مجھے توفیق دیجئے کہ آپ نے جو نعمت مجھے دی ہے میں اس کا شکر ادا کروں اور مجھے طاقت دیجئے کہ میں آپکی عبادت اچھی طرح کروں۔

اے پروردگار! میں آپ سے سب کی سب بھلائی مانگتا ہوں

اے پروردگار! میرا آغاز خیر سے فرمایئے اور میرا خاتمہ خیر کے ساتھ کیجئے۔ اور مجھے بُرائیوں سے بچا لیجئے اور جسے آپ نے بُرائیوں سے اس دن (قیامت) بچالیا بے شک آپ نے اس پر رحم ہی فرمایا اور یہی بڑی کامیابی ہے۔

اے اللہ! آپ ہی کیلئے سب کی سب تعریف ہے اور آپ ہی کیلئے سب کا سب شکر ہے اور آپ ہی کیلئے سب کی سب حکومت ہے اور سب کی سب مخلوق آپ ہی کیلئے ہے۔ آپ ہی کے ہاتھ میں سب کی سب بھلائی ہے اور سب کے سب اپنے امور میں آپ ہی کی طرف رجوع کرتے ہیں۔ میں آپ سے سب کی سب بھلائی مانگتا ہوں اور تمام بُرائیوں سے آپ کی پناہ میں آتا ہوں۔ اس اللہ کے نام (کی برکت) سے جس کے سوا کوئی معبود نہیں۔

اے اللہ! مجھ سے فکر و غم دور فرما دیجئے۔ اے اللہ! میں آپ ہی کی حمد کے ساتھ چلتا پھرتا ہوں اور اپنے گناہوں کا اعتراف کرتا ہوں۔

ایک صحابی اور ان کے خیر خواہ دوست کا طرز عمل

وعن ابی جحیفة وهب بن عبدالله رضی الله عنه قال: اخی النبی صلی الله علیه وسلم بین سلمان وابی الدرداء، فزار سلمان ابا الدرداء فرای ام الدرداء متبذلة فقال: ما شانک؟ قالت: اخوک ابو الدرداء لیس له حاجة فی الدنیا (بخاری)

ترجمہ: حضرت ابوجحیفہ وہب بن عبداللہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے سلمان (فارسی) اور ابودرداء کے درمیان دینی بھائی بندی کا رشتہ قائم کردیا تھا چنانچہ ایک مرتبہ اسی دینی اخوت کے رشتہ سے سلمان ابودرداء سے ملاقات کے لئے ان کے گھر آئے تو سلمان نے (ابودرداء کی بیوی ام درداء کو معمولی حالت میں بیوہ عورتوں کی طرح بغیر زینت وآرائش کے) دیکھا تو کہا یہ تم نے اپنا کیا حلیہ بنا رکھا ہے؟ انہوں نے جواب دیا تمہارے بھائی ابودرداء کو تو دنیاوی کاموں سے کوئی رغبت نہیں (پھر میں سنگھار کس کے لئے کروں میں تو شوہر ہونے کے باوجود بیوہ عورتوں کی طرح بے شوہر ہوں) تو (اتنے میں) ابودرداء آگئے اور مہمان کے لئے کھانا تیار کرایا چنانچہ (دسترخوان پر کھانا رکھنے کے بعد) کہا آپ کھایئے میرا تو روزہ ہے سلمانؓ نے کہا میں اس وقت تک ہرگز نہ کھاؤں گا جب تک تم نہ کھاؤ گے (مجبوراً) ابودرداء نے بھی کھانا کھایا جب رات ہوئی تو ابودرداء (مصلیٰ سنبھال کے) نماز پڑھنے چلے تو سلمان نے کہا کہاں جاتے ہو (گھر میں جاؤ) آرام کرو (رات سونے کے لئے ہے) جب آخر شب کا وقت ہوا تو سلمان نے ابودرداء کو بلایا اور کہا اب نماز پڑھو چنانچہ دونوں نے (تہجد کی) نماز پڑھی اس کے بعد سلمان نے ابودرداء سے کہا بلاشبہ تمہارے رب کا تمہارے اوپر حق ہے (مگر) تمہارے نفس کا بھی تمہارے اوپر حق ہے اور تمہاری بیوی کا بھی تمہارے اوپر حق ہے لہٰذا (تمہارا فرض ہے کہ) تم ہر حق والے کا حق ادا کرو (اپنے رب کی عبادت بھی کرو آرام بھی کرو اور بیوی کی حاجت بھی پوری کرو) اس کے بعد ابودرداء (اور سلمان) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے اور پورا واقعہ بیان کیا حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا سلمان بالکل ٹھیک کہتے ہیں (ہر مسلمان کا فرض ہے کہ وہ ہر صاحب حق کا حق ادا کرے ورنہ قیامت کے دن جواب دہ ہوگا)

تشریح: اس حدیث سے شب وروز بے تحاشا عبادت کرنے کے نقصانات ظاہر ہوتے ہیں ان میں سب سے زیادہ اہم حقوق العباد کا ضیاع ہے جس سے رستگاری کی سوائے ان ارباب حقوق سے مرنے سے پہلے معاف کرانے کے اور کوئی سبیل نہیں اللہ تعالیٰ بھی حقوق العباد کو معاف نہیں فرمائیں گے عرفہ کے دن میدان عرفات میں ہی اللہ تعالیٰ نے حج مبرور ادا کرنے والوں کے سب ہی گناہوں کے معاف فرمادینے کا وعدہ فرمایا ہے مگر رد مظالم (یعنی بندے کی حق تلفیوں کے معاف کرنے کا وعدہ نہیں فرمایا اگرچہ ایک ضعیف روایت سے اتنا ثابت ہوتا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے ان ارباب حقوق سے حقوق معاف کرادینے کا ذمہ لیا ہے بہرحال امت اس پر متفق ہے کہ حقوق العباد بڑی سے بڑی عبادت کرنے سے بھی معاف نہیں ہوتے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے مروی ایک حدیث میں آتا ہے۔

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اللہ تعالیٰ کے ہاں تین رجسٹر ہیں ایک رجسٹر تو ایسا ہے کہ جن لوگوں کے نام اس میں درج ہوں گے ان

کو اللہ ہرگز نہیں بخشے گا (اس رجسٹر میں شرک کرنے والوں کے نام درج ہوں گے اللہ تعالیٰ اعلان فرماتا ہے کہ بلاشک وشبہ شرک کرنے والوں کو ہرگز نہیں بخشے گا دوسرے رجسٹر میں جن کے نام درج ہوں گے ان کو اللہ تعالیٰ اس وقت تک چھوڑے گا نہیں جب تک کہ ان میں سے بعض کو (مظلوم کو) ظالم سے ظلم کا بدلہ نہ دلا دے گا اور تیسرے رجسٹر میں ان لوگوں کے نام ہوں گے جنہوں نے حقوق اللہ (نماز، روزہ، زکوٰۃ وغیرہ عبادتیں) ادا نہیں کئے اس رجسٹر کی اللہ تعالیٰ پرواہ نہیں کرے گا اس لئے کہ اللہ تعالیٰ کو اختیار ہے چاہے سزا دے چاہے معاف کردے۔ (بیہقی نے شعب الایمان میں روایت کیا)

قیامت کے دن اس اقتصاص (بدلہ لینے کی) بھیانک تفصیل حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی حدیث اس طرح بیان فرمائی ہے۔

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ (ایک دن) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے (صحابہ سے) دریافت کیا: کیا تم جانتے ہو مفلس کون ہوتا ہے؟ صحابہ نے عرض کیا ہم میں مفلس وہی ہوتا ہے جس کے پاس نہ روپیہ پیسہ ہو نہ کوئی سامان (زمین جائیداد وغیرہ ہو) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا میری امت میں (حقیقی) مفلس وہ شخص ہوگا جو قیامت کے دن نمازیں بھی لائے گا زکوتیں بھی، روزے بھی (لیکن) اس نے کسی کو (بے قصور) گالیاں دی ہوں گی کسی پر (ناحق) تہمتیں لگائی ہوں گی کسی کا (ناجائز طور پر) مال کھایا ہوگا کسی کا (ناحق) خون بہایا ہوگا کسی کو (بے قصور) مارا پیٹا ہوگا تو (ان تمام ظلموں اور حق تلفیوں کا اس طرح بدلہ دلایا جائے گا کہ اس ظلم اور حق تلفی کرنے والے کے تمام حسنات (عبادتیں) اس کو دے دی جائیں گی (جس پر ظلم کیا تھا یا حق تلفیاں کی تھیں) اگر نیکیاں (عبادتیں) ختم ہو جائیں گی (اور حقوق باقی رہ جائیں گے) تو اس کی برائیاں (گناہ) اس (ظلم اور حق تلفیاں کرنے والے) پر ڈال دیئے جائیں گے اور پھر اس کو جہنم کی آگ میں ڈال دیا جائے گا۔ (صحیح مسلم)

حقوق العباد اور ان کی اہمیت

ان دونوں حدیثوں کو پڑھنے کے بعد یہ نفل عبادات اور کار ہائے خیر میں بے اعتدالیاں کرنے والے غور کریں کہ اجر و ثواب اور قرب الٰہی حاصل کرنے کا شوق و ذوق میں مست ہو کر عمر بھر دن کو روزے رکھنے رات بھر نمازیں پڑھنے کا عہد کرنے والے اپنے بیوی بچوں، قرابت داروں مہمانوں، پڑوسیوں اور عام مسلمانوں کی کس قدر حق تلفیوں کے مرتکب ہوتے ہیں اور بجائے اجر و ثواب اور قرب الٰہی کے کس طرح ان حق تلفیوں کے بدلے میں جہنم کا ایندھن بنتے ہیں اعاذ نا اللہ منہ اسی لئے نبی رحمت صلی اللہ علیہ وسلم پہلی حدیث میں اپنا طریق کار اور اپنی سنت بیان کرنے کے بعد اعلان فرما دیا تھا۔

فمن رغب عن سنتي فليس مني

پس جو شخص میری سنت سے اعراض (وانحراف) کرتا ہے اس کا مجھ سے کوئی تعلق نہیں۔

ہمارا حال

بہرحال یہ تو ان عبادتوں میں بے اعتدالیاں کرنے والوں کا حشر ہوا ان کے پاس تو حقوق کے بدلے میں دینے کے لئے عبادات کا ذخیرہ تھا بھی جس سے کچھ نہ کچھ تلافی ہو گئی ہم تہی دامن لوگوں کے پاس تو یہ نفل عبادات کا ذخیرہ بھی نہیں ہم تو فرض عبادتیں بھی ادھوری سدھوری ادا کرتے ہیں نفل عبادتوں سے تو ہم بالکل ہی نا آشنا ہیں اور رات دن بے محابا لوگوں کی حق تلفیاں کر رہے ہیں بلا تکلف لوگوں پر تہمتیں لگاتے ہیں دھوکے اور فریب سے لوگوں کے اموال ہضم کر جانے کو تو ہم اپنا بڑا ہنر سمجھتے ہیں اور فخریہ کہتے ہیں ہم نے فلاں شخص یا تاجر یا

گاہک کو چکمہ دے کر خوب لوٹا اچھے خاصے روزہ نماز کے پابند لوگوں کا بھی معاملات اور کاروباری دنیا میں حال یہی ہے۔

حقوق العباد سے متعلق ان دو حدیثوں کو پڑھ کر ہماری آنکھیں تو کھل جانی چاہئیں خصوصاً معاملات اور کاروبار کے معاملہ میں خاص طور پر اس کا خیال رہنا چاہئے کہ کسی کا حق ہمارے ذمہ نہ رہے اس کے علاوہ عائلی (خاندانی) اور اجتماعی (معاشرتی) زندگی کے اندر بھی ہر شخص کا حق ادا کرنا چاہئے اس کوشش کے بعد بھی جن لوگوں کے حق ذمے رہ جائیں ان سے اور اگر وہ وفات پا گئے ہوں تو ان کے ورثاء سے معاف کرا لینے چاہئیں اور پھر بھی اگر کچھ حقوق رہ جائیں تو ان اصحاب حقوق کے لئے مغفرت کی دعا کرنی چاہئے اور اپنا نام دوسرے رجسٹر ردمظالم (ادائے حقوق العباد میں) نہ آنے دینا چاہئے اللہ تعالیٰ ہمیں اور آپ کو اس کی توفیق عطا فرمائیں۔

عبادات میں بے اعتدالی کا اور نقصان

عبادات میں بے اعتدالی کا ایک نقصان یہ بھی ہے کہ ایسی حالت میں لازمی طور پر اصحاب حقوق کے حقوق ذمہ رہ جاتے ہیں لیکن عام طور پر حقوق العباد کے ادا نہ کرنے کو ہم کوئی گناہ ہی نہیں سمجھتے اسی لئے ہم نہایت بے دردی سے اصحاب حقوق کے حق برباد کر رہے ہیں اور جن کے حقوق ادا بھی کرتے ہیں مثلاً بیوی کے بال بچوں کے ماں باپ کے مہمانوں اور پڑوسیوں کے وہ بھی محض روایتی خوش خلقی اور رواداری کی بنا پر ادا کرتے ہیں نہ کہ شریعت کی پابندی اور اللہ رسول کے حکم کی اطاعت کی بنا پر اس لئے کہ ہم اس کو کار ثواب سمجھتے ہی نہیں کتنی بڑی بد نصیبی اور محرومی ہے کہ سب کچھ کرتے ہیں مگر سب بیکار آخرت میں ذرہ برابر کام نہ آئے گا اس لئے کہ حدیث میں نبی رحمت صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے لکل امرء مانوی (ہر شخص کو وہی ملے گا جس کی اس نے نیت کی) ہم صرف دنیاداری اور منہ دکھاوے کے لئے کرتے ہیں آخرت سے تو ہم بالکل ہی غافل اور بے خبر ہیں اللہ تعالیٰ ہماری حالت پر رحم فرمائیں اس بے حسی غفلت اور جہالت سے نجات دیں اسی تنبیہ کی غرض سے ہم نے حقوق العباد کے متعلق یہ تفصیل بیان کی ہے۔

گزارش اور معذرت

درج بالا احادیث کے ترجمہ سے ہمارا مقصد صرف یہ ہے کہ ہم نبی رحمت صلی اللہ علیہ وسلم کی احادیث کے آئینہ میں اپنی صورت دیکھیں اور اس آئینہ کی مدد سے اپنے چہرہ کے داغ دھبے یا کالک دور کرنے کی کوشش کریں تاکہ ہماری زندگی میں ان کی افادیت واضح ہو اور ہم محسوس بلکہ یقین کریں کہ گذرے ہوئے زمانوں کی بنسبت آج کی زندگی میں ان احادیث کی بے حد ضرورت ہے اور ان احادیث پر عمل کئے بغیر ہم صحیح معنی میں مسلمان اور نبی رحمت صلی اللہ علیہ وسلم کی امت کہلانے کے مستحق ہرگز نہیں جب تک ان حدیثوں پر عمل نہ کریں اور اپنی شب و روز کی زندگی کو اسلامی زندگی نہ بنائیں اسی مقصد کے تحت احادیث کی تشریح میں طوالت ہو جاتی ہے امید ہے کہ پڑھنے والے معاف فرمائیں گے۔

دُعا کیجئے

اے اللہ! میرے معبود اور ابراہیم، اسحاق، یعقوب، جبرائیل، میکائیل اور اسرافیل کے معبود میں آپ سے درخواست کرتا ہوں کہ آپ میری عرض قبول فرمائیے کہ میں بے قرار ہوں اور آپ مجھے میرے دین کے باب میں محفوظ رکھئے کہ میں بلا میں پڑا رہوں۔ اور اپنی رحمت میرے شامل حال رکھئے کہ میں گناہ گار ہوں اور مجھ سے محتاجی دور رکھئے کہ میں بے کس ہوں۔

حضرت عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہ کی عبادت کا واقعہ

وعن ابی محمد عبدالله بن عمرو بن العاص رضی الله عنهما قال: اخبر النبی صلی الله علیه وسلم انی اقول: والله لا صومن النهار، ولا قومن اللیل ما عشت، فقال رسول الله صلی الله علیه وسلم : وانت الذی تقول ذلک؟ فقلت له: قد قلته بابی انت وامی یا رسول الله قال: فانک لا تستطیع ذلک؟ فصم وافطر، ونم وقم، وصم من الشهر ثلاثة ایام فان الحسنة بعشر امثالها

ترجمہ: حضرت ابومحمد عبداللہ بن عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو بتلایا گیا کہ میں کہتا ہوں کہ میں جب تک زندہ ہوں ہمیشہ دن کو روزے رکھا کروں گا اور رات بھر نماز پڑھا کروں گا تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تم ہی یہ کہتے ہو؟ میں نے عرض کیا: میرے ماں باپ آپ پر قربان یا رسول اللہ! بیشک میں نے ہی یہ کہا ہے تو آپ نے فرمایا: (یادرکھو) تم اس پر عمل ہرگز نہیں کرسکو گے (بہتر یہ ہے) تم (کچھ دن) روزے رکھو (کچھ دن) افطار کرو (روزے نہ رکھو) اور رات کو (کچھ حصہ میں) سوؤ اور (کچھ حصہ میں) نماز پڑھو اور ہر مہینہ میں تین دن روزے رکھو (مہینہ بھر کے روزوں کا ثواب ملے گا) اس لئے کہ ایک نیکی کا ثواب دس گنا ملتا ہے اور اس حساب سے یہی (ہر مہینہ میں تین روزے) پورے سال کے روزے ہوگئے عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ کہتے ہیں میں نے عرض کیا میں اس سے زیادہ (روزوں) کی طاقت رکھتا ہوں آپ نے فرمایا تو ایک دن روزہ رکھو دو دن افطار کرو (روزہ نہ رکھو) میں نے عرض کیا میں اس سے زیادہ طاقت رکھتا ہوں تو آپ نے فرمایا ایک دن روزہ رکھو ایک دن افطار کرو۔ یہ حضرت داؤد علیہ السلام کے روزے ہیں اور یہی سب سے زیادہ معتدل روزے ہیں اور ایک روایت میں ہے سب سے زیادہ افضل روزے ہیں تو میں نے عرض کیا: میں تو اس سے زیادہ کی طاقت رکھتا ہوں تو اس پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: اس سے زیادہ افضل روزے نہیں اور (آخر میں عبداللہ بن عمرو کہا کرتے تھے) بخدا اگر میں نے ہر مہینہ میں تین روزے قبول کر لئے ہوتے جن کا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے (ابتداء) حکم فرمایا تھا تو یہ مجھے اپنے اہل وعیال اور مال سے بھی زیادہ محبوب ہوتا۔

تشریح: اور ایک روایت میں ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کیا مجھے یہ نہیں بتلایا گیا ہے کہ تم روزانہ دن کو روزے رکھتے ہو اور رات بھر قیام کرتے ہو (نماز پڑھتے ہو) میں نے عرض کیا جی ہاں یارسول اللہ! (صحیح بتلایا گیا ہے) تو آپ نے فرمایا تم ایسا مت کرو (بلکہ) کچھ دن روزے رکھو کچھ دن افطار کرو رات کا کچھ حصہ آرام کرو اور کچھ حصہ نماز پڑھو اس کے بعد فرمایا تحقیق تمہارے جسم کا بھی تمہارے اوپر حق ہے اور بلاشبہ تمہاری آنکھوں کا بھی تمہارے اوپر حق ہے اور بلاشبہ تمہارے آنے والوں (مہمانوں) کا بھی تمہارے اوپر حق ہے (ہمیشہ دن کو روزے رکھنے اور رات بھر قیام کرنے کی صورت میں بلاشبہ ان سب کے حقوق تلف ہوں گے) پھر فرمایا: بلاشبہ تمہارے لئے اتنا کافی ہے کہ تم ہر مہینہ میں تین روزے رکھ لیا کرو (مہینہ بھر کے

روزوں کا ثواب مل جائے گا) اس لئے کہ تمہارے ہر نیک کام (عبادت) کا تمہیں دس گنا ثواب ملے گا (تو اس حساب سے ہر مہینہ میں تین روزے پورے سال کے روزے ہو گئے عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہ کہتے ہیں تو میں نے خود ہی سختی کو اختیار کیا اس لئے مجھ پر سختی عائد ہوئی چنانچہ میں نے عرض کیا: یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم میں تو اپنے اندر (اس سے زیادہ) طاقت پاتا ہوں آپ نے فرمایا (تو پھر تم اللہ کے نبی داؤد علیہ السلام) کے روزے رکھو اس سے زیادہ نہ رکھو میں نے عرض کیا: داؤد علیہ السلام کے روزے کیسے تھے؟ آپ نے فرمایا آدھے سال کے روزے (ایک دن روزہ ایک دن افطار کے حساب سے) تو عبداللہ بن عمرو بوڑھا ہو جانے کے بعد کہا کرتے تھے کاش کہ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی تخفیف کو قبول کر لیتا (صیام داؤد ایک دن روزہ ایک دن افطار کی ذمہ داری نہ لیتا)

ایک روایت میں آیا ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے (ناگواری کے طور پر) فرمایا: کیا مجھے یہ نہیں بتلایا گیا ہے کہ تم ہمیشہ روزے رکھتے ہو اور رات بھر (نماز میں) قرآن پڑھتے ہو؟ میں نے عرض کیا: جی ہاں یارسول اللہ! آپ کو ٹھیک بتلایا گیا ہے مگر میرا ارادہ اس (شب وروز کی عبادت) سے خیر ہی پر مبنی ہے (یعنی نیک نیتی سے میں نے یہ ارادہ کیا ہے) تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے (نرمی سے) فرمایا: تو تم اللہ کے نبی داؤد (علیہ السلام) کے روزے رکھو اس لئے کہ وہ سب سے زیادہ عبادت گزار تھے اور ہر مہینہ میں ایک قرآن (رات میں) پڑھا کرو (ایک پارہ روزانہ) میں نے عرض کیا اے اللہ کے نبی میں اس سے زیادہ (قرآن پڑھنے کی) طاقت رکھتا ہوں تو آپ نے فرمایا: تو بیس دن میں ایک قرآن پڑھا کرو (ڈیڑھ پارہ روزانہ) میں نے عرض کیا اے اللہ کے نبی! میں اس سے زیادہ طاقت رکھتا ہوں تو آپ نے فرمایا: اچھا دس دن ایک قرآن (تین پارے روزانہ) پڑھا کرو میں نے عرض کیا اے اللہ کے نبی! میں اس سے زیادہ کی طاقت رکھتا ہوں تو آپ نے فرمایا: اچھا سات دن میں ایک قرآن پڑھا کرو اس سے زیادہ مت پڑھو۔ عبداللہ بن عمرو (آخر عمر میں) کہتے ہیں (میں نے خود ہی سختی اختیار کی اس لئے مجھے سختی اٹھانی پڑ رہی ہے) اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تمہیں کیا خبر تمہاری عمر زیادہ ہو؟ عبداللہ بن عمرو کہتے ہیں چنانچہ ایسا ہی ہوا جیسا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا (اور میری عمر کافی دراز ہوئی) چنانچہ اب جب کہ میں بوڑھا ہو گیا ہوں تو میرا جی چاہتا ہے کہ کیا اچھا ہوتا میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی رخصت (یعنی ایک مہینہ میں ایک قرآن کو قبول کر لیتا ایک روایت میں ہے آپ نے فرمایا تمہاری اولاد کا بھی تمہارے اوپر حق ہے (وہ کیسے ادا کرو گے) اور ایک روایت میں ہے جس نے ہمیشہ (بارہ مہینے روزانہ) روزے رکھے اس نے روزے نہیں رکھے بلکہ ایک وقت کھانے پینے کی عادت ڈال لی اور ایک روایت میں ہے اللہ تعالیٰ کو سب سے زیادہ محبوب روزے حضرت داؤد علیہ السلام کے روزے ہیں اور سب سے زیادہ محبوب نماز داؤد علیہ السلام کی نماز ہے وہ آدھی رات سوتے اور ایک تہائی رات نماز پڑھتے اور (آخری) چھٹے حصہ میں (پھر) سوجاتے ایک دن روزہ رکھتے اور ایک دن افطار کرتے اور جب دشمنوں سے مقابلہ ہوتا تو پیچھے نہ ہٹتے (اگر وہ روزانہ روزے رکھتے اور رات بھر نماز پڑھتے تو دشمنوں سے مقابلہ کی طاقت نہیں باقی رہ سکتی تھی)۔

ایک اور روایت میں ہے: (عبداللہ بن عمرو کہتے ہیں) میرے والد نے میرا نکاح ایک عالی خاندان خاتون سے کیا تھا اس لئے وہ اپنی بہو (بیٹے کی بیوی) کا خاص طور پر خیال رکھتے

تھے اور شوہر کے متعلق دریافت کرتے تو وہ ان کو جواب دیتی مرد ہونے کے اعتبار سے وہ بہت اچھے مرد ہیں لیکن انہوں نے کبھی ہمارے بستر کو پامال نہیں کیا نہ ہی کبھی ہمارے دل کو ٹٹول کر دیکھنے کی جستجو کی (کہ ہم پر کیا گزر رہی ہے) جب سے میں ان کے گھر آئی ہوں (ان کا طرز عمل یہی ہے) تو جب اس (بے توجہی اور بے خبری کی کیفیت کا زمانہ زیادہ دراز ہو گیا تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے اس کا ذکر کیا گیا تو آپ نے فرمایا: ان کو میرے پاس بھیج دو چنانچہ جب میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا تو آپ نے دریافت فرمایا: تم روزے کس طرح رکھتے ہو؟ تو میں نے عرض کیا ہر روز روزہ رکھتا ہوں آپ نے فرمایا: قرآن کس طرح پڑھتے ہو؟ میں نے عرض کیا: ہر رات کو ایک قرآن ختم کرتا ہوں تو آپ نے وہی ہدایت فرمائی جس کا بیان پہلے گزر چکا ہے (کہ ایک دن چھوڑ کر روزے رکھو اور سات راتوں میں ایک قرآن ختم کرو) چنانچہ دن میں اپنے کسی گھر والے کو (بیوی ہی ہوسکتی ہے) جو ساتواں حصہ (منزل) رات کو پڑھنا ہوتا سنالیا کرتے (دور کرتے) تاکہ رات کو پڑھنا آسان ہو اسی طرح ضعف کی وجہ سے جب دوسرے دن روزہ نہ رکھ پاتے تو جتنے دن کے روزے چھوٹتے ان کو یاد رکھتے اور قوت آجانے کے بعد ان کی قضا کرتے تاکہ جو معمول رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی حیات میں تھا اور جو کام اپنے ذمہ لیا تھا اس میں فرق نہ آئے۔

(عبداللہ بن عمرو سے متعلق) یہ تمام روایتیں صحیح ہیں بیشتر روایتیں بخاری مسلم دونوں میں مذکور ہیں کچھ روایتیں صرف بخاری یا صرف مسلم میں مذکور ہیں

اس حد اعتدال سے متجاوز بے تحاشا عبادت گزاری سے حضرت عبداللہ بن عمرو کو منع کرنے کا موجب وہی حق تلفیاں ہیں۔

دُعا کیجئے

اے اللہ! میں آپ سے ہر اس حق سے مانگتا ہوں جو سائلوں کا آپ پر ہے کیونکہ بے شک سائلوں کا آپ پر حق ہے کہ خشکی و تری کے جس کسی بھی غلام یا باندی کی دعا آپ نے قبول فرمائی ہو تو آپ ہمیں بھی ان اچھی دعاؤں میں شریک کر دیجئے جو ہم آپ سے مانگیں۔ اور آپ ہمیں اور انہیں چین دیجئے اور آپ ہماری اور ان کی دعائیں قبول فرمایئے اور یہ کہ آپ ہم سے اور ان سے درگزر کیجئے۔ بے شک ہم اس پر جو آپ نے نازل فرمایا ایمان لائے اور ہم نے رسول کی پیروی کی پس آپ ہمیں بھی شہادت دینے والوں میں شمار فرما لیجئے۔ اے اللہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو مقام وسیلہ عنایت فرمایئے اور برگزیدہ لوگوں میں آپ کی محبوبیت کر دیجئے اور آپ کا مرتبہ عالی لوگوں میں اور آپ کا ذکر اہل تقرب میں فرما دیجئے۔

اے اللہ! آپ مجھے اپنی طرف سے ہدایت نصیب فرمایئے اور اپنے فضل و کرم سے مستفید کیجئے اور مجھ پر اپنی رحمت کاملہ اور برکات نازل فرمایئے۔

اے اللہ! آپ مجھے بخش دیجئے اور مجھ پر رحم فرمایئے میری توبہ قبول کیجئے کہ آپ ہی بہت توبہ قبول کرنے والے اور بڑے رحم کرنے والے ہیں۔

صحابہ کرام رضی اللہ عنہم ذرا دیر کی غفلت کو بھی نفاق سمجھتے تھے

وعن ابی ربعی حنظلة بن الربیع الاسیدی الکاتب احد کتاب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلمقال: لقینی ابوبکر رضی اللہ عنہ فقال: کیف انت یا حنظلة؟ قلت: نافق حنظلة قال: سبحان اللہ ما تقول؟ قلت: نکون عند رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یذکرنا بالجنة

ترجمہ: حضرت ابوربعی حنظلہ بن الربیع الاسیدی الکاتب سے روایت ہے جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے کاتبوں میں سے ایک تھے وہ کہتے ہیں (ایک دن راستہ میں) ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ سے میری ملاقات ہوئی تو انہوں نے دریافت کیا (کہو) حنظلہ کیا حال ہے؟ تو میں نے کہا: حنظلہ تو منافق ہوگیا تو انہوں نے (حیران ہوکر) کہا: سبحان اللہ یہ تم کیا کہتے ہو؟ میں نے کہا (جس وقت) ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس ہوتے ہیں آپ ہمیں جنت (اور جنت میں لے جانے والے اعمال وافعال) دوزخ (اور دوزخ میں لے جانے والے اعمال وافعال) یاددلاتے ہیں تو (ہم پر دنیا ومافیہا سے بےخبری اور خوف ورجا امید وبیم کی دوگونہ کیفیت کی وجہ سے ایسی حالت طاری ہوجاتی ہے جیسے جنت ودوزخ ہمارے سامنے ہیں اور ہم اپنی آنکھوں سے ان کو دیکھ رہے ہیں اور جب ہم آپ کے پاس سے آجاتے ہیں (اور گھر پہنچتے ہیں تو) بیوی بچوں میں اس طرح گھل مل جاتے ہیں یا معاشی مشغلوں میں اس طرح مصروف ہوجاتے ہیں کہ جنت ودوزخ کی بہت سی باتیں بھول جاتے ہیں تو (یہ سن کر) ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے کہا تو خدا کی قسم ہمارا حال بھی بالکل ایسا ہی ہے تو میں اور ابوبکرؓ دونوں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں روانہ ہوئے جب ہم دونوں حضور علیہ الصلوٰۃ السلام کی خدمت میں پہنچے تو میں نے عرض کیا یا رسول اللہ! حنظلہ تو منافق ہوگیا فرمایا: یہ کیسے؟ میں نے عرض کیا ہم آپ کے پاس ہوتے ہیں آپ ہمیں جنت (اور جنت میں لے جانے والے اعمال وافعال) اور دوزخ (اور دوزخ میں لے جانے والے اعمال وافعال یاددلاتے ہیں تو ہم پر دنیا ومافیہا سے بےخبری وبیخودی اور امید وبیم کی ایسی دوگونہ حالت طاری ہوجاتی ہے جیسے جنت اور دوزخ ہمارے سامنے ہیں (اور ہم اپنی آنکھوں سے دیکھ رہے ہیں لیکن جب ہم آپ کے پاس سے جاتے ہیں تو بیوی بچوں میں گھل مل جاتے ہیں اور معاشی مشغلوں میں مصروف ہوجاتے ہیں اور جنت ودوزخ کی بیشتر باتیں بھول جاتے ہیں (دنیا اور دنیوی معاملات ہمارے دل ودماغ پر اس طرح مسلط ہوجاتے ہیں کہ ہم جنت ودوزخ سب کو بھول جاتے ہیں) یہ سن کر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلمنے فرمایا قسم ہے اس پروردگار کی جس کے قبضہ میں میری جان ہے کہ اگر تم اسی (دنیا ومافیہا سے بےخبری اور ذکر وفکر میں محویت کی) حالت میں ہمیشہ رہو جس میں میرے پاس ہوتے ہو تو فرشتے تمہارے بستروں پر اور راستوں میں (جاتے آتے) تم سے مصافحے کریں لیکن اے حنظلہ یہ بےخبری کسی کسی وقت اچھی ہے تین مرتبہ یہی فرمایا (ورنہ دنیا اور امور دنیا سے متعلق فرائض کیسے ادا کرسکتے ہو)

تشریح: حضرت حنظلہ اور ابوبکر صدیقؓ نے ظاہر اور باطن اور دل اور زبان کے اختلاف کی طرح قلب کی حالتوں اور کیفیتوں کے اختلاف کو بھی نفاق سمجھ کر اپنے کو منافق سمجھ لیا تھا حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے اس غلط فہمی کو دور بھی فرمایا اور اس کی مصلحت بھی بیان فرمائی کہ اگر دنیا و مافیہا سے لاتعلقی اور بے خبری کی وہی کیفیت ہمہ وقت قائم رہے جو میرے پاس موجودگی کے وقت ہوتی ہے تو اللہ تعالیٰ نے تم پر دنیا اور امور و معاملات دنیویہ سے متعلق جو احکامات واجب اور فرائض عائد کئے ہیں وہ کیسے انجام دیئے جاسکتے ہیں؟ اس لحاظ سے یہ دنیا و مافیہا سے لاتعلقی اور بے خبری کی جستجو بھی حد سے بڑھی ہوئی خدا پرستی اور بے اعتدالی کا نتیجہ ہے اور اس کا نقصان بھی دنیا اور امور و معاملات دنیویہ سے متعلق احکام و فرائض سے محرومی ہے جیسا کہ عبادات میں بے اعتدالی کا نتیجہ حقوق العباد کی حق تلفی ہے جو انتہائی خطرناک ہے جس کی تفصیل آپ پڑھ چکے ہیں مزید وضاحت کے لئے یوں کہئے کہ بظاہر دنیا اور امور دنیویہ سے بے تعلقی اور بے خبری بڑی خوش آیند چیز ہے اور فنافی اللہ کی منزل تک پہنچانے میں بے حد ممد و معاون معلوم ہوتی ہے اور قرآن حکیم کے اعلان:

ففرو آالی اللہ انی لکم منہ نذیر مبین

(سورۃ الذاریات ع: ۳ آیت ۵۰)

پس بھاگو اللہ کی جانب بیشک میں اس کی جانب سے واضح طور پر خبردار کرنے والا ہوں

پر عمل کرنے کا پہلا قدم ہے مگر یہ کیفیت اور محویت اگر ہمہ وقت قائم اور کارفرما رہے گی تو وہ حقوق اللہ اور حقوق العباد کس طرح ادا کئے جاسکیں گے جو اللہ تعالیٰ نے انسان پر ان امور سے متعلق عائد کئے ہیں لیکن کسی کسی وقت اس کیفیت کا قلب پر طاری ہونا بھی بے انتہا ضروری ہے ورنہ انسان صرف سگ دنیا اور خالص دنیا پرست بن کر رہ جائے اور نفس و خواہشات نفس اس پر اس طرح مسلط ہو جائیں کہ حرام و حلال میں فرق اور جائز و ناجائز میں امتیاز کئے بغیر نفس کی اغراض و خواہشات پورا کرنے میں منہمک ہو کر خدا کے خوف اور آخرت کے محاسبہ اور جزاء و سزا سے بالکل بے پرواہ ہو کر نفس اور خواہشات نفس کا پرستار بن جائے۔

افمن اتخذالھہ ھو اہ و اضلہ اللہ علی علم

تو کیا وہ شخص جس نے اپنی خواہشات نفس کو اپنا معبود بنالیا ہو (اور اس بنا پر) اللہ نے اس کو جان کر گمراہ بنادیا ہو (اس کو کوئی ہدایت کرسکتا ہے)

کا مصداق بن جائے اس لئے وقتاً فوقتاً اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آنا بھی انتہائی ضروری ہے تاکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی تذکیر اور یاددہانی کے ذریعہ خدا کا خوف اور آخرت کے محاسبہ اور جزاء و سزا کا ڈر برقرار رہے یعنی خدا کا بندہ اور خدا پرست رہے اور آپ کے پاس سے جاکر ان تمام احکام پر عمل کرے اور ان تمام فرائض کو ادا کرے جو اللہ تعالیٰ نے اس پر عائد کئے ہیں۔

افسوس آج رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات گرامی تو ہمارے درمیان نہیں ہے مگر آپ کے وہ تمام اقوال و افعال جو صحابہ کرام رضی اللہ عنہم آپ کی خدمت میں حاضر ہو کر سنتے اور دیکھتے تھے وہ سب حدیث رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی صورت میں کتب حدیث کے اندر موجود و محفوظ ہیں۔ انہی کتب حدیث میں سے ایک کتاب یہ بھی ہے جو آپ پڑھ رہے ہیں یہ باور کیجئے اور اس یقین کے ساتھ پڑھئے کہ ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہیں اور جنت دوزخ سے متعلق جو تذکیر اور یاددہانی آپ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو فرمایا کرتے تھے ہمیں بھی فرمارہے ہیں اگر توفیق الٰہی ہمارے شامل حال ہوئی تو ہم بھی صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی طرح اس تذکیر و یاددہانی سے

فائدہ اٹھا کر خدا اور رسول کے تمام احکام اور عائد کردہ تمام فرائض ادا کرنے لگیں گے یہ ہی وہ اقتصاد اور میانہ روی ہے۔

گویا نبی رحمت صلی اللہ علیہ وسلم نے سابقہ احادیث میں عملی بے اعتدالی اور اس کی مضرتوں سے آگاہ فرما کر عملی میانہ روی کی تعلیم دی ہے اور اس حدیث میں ذہنی اور فکری بے اعتدالی اور اس کی مضرت سے آگاہ فرما کر و لکن یاحنظلہ ساعۃ فساعۃ کے ذریعہ فکری اور ذکری میانہ روی کی تعلیم دی ہے۔

احادیث اور کتب حدیث پڑھنے کی ضرورت

اس لئے ہمارا بھی فرض ہے کہ ہم بھی روزانہ دن میں یا رات میں کسی کسی وقت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی تذکیر اور یاددہانی سے متعلق احادیث اسی تصور اور یقین کے ساتھ مطالعہ کیا کریں اور پڑھا کریں کہ ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہیں اور آپ ہمیں نصیحت فرما رہے ہیں تو انشاء اللہ العزیز ان احادیث سے کما حقہ فائدہ اٹھاسکیں گے۔

دُعا کیجئے

اے اللہ! میں آپ سے اہل ہدایت کی سی توفیق، اہل یقین جیسا عمل، اہل توبہ جیسا اخلاص، اہل صبر کی سی ہمت اور اہل خوف کی سی کوشش، اہل شوق کی سی طلب، اہل تقویٰ کی سی عبادت اور اہل علم کی سی معرفت کا سوال کرتا ہوں یہاں تک کہ میں آپ سے ملاقات کروں۔ اے اللہ میں آپ سے وہ خوف مانگتا ہوں جو مجھے آپ کی نافرمانیوں سے روک دے تاکہ میں آپ کی اطاعت کے لئے ایسے عمل کروں جن سے میں آپ کی خوشنودی کا مستحق ہوجاؤں اور تاکہ میں آپ سے ڈر کر آپ کے سامنے خالص توبہ کروں۔ اور تاکہ آپ سے شرما کر میں آپ کے روبرو خلوص کو صاف کروں اور تاکہ میں تمام کاموں میں آپ پر بھروسہ کروں اور میں آپ کے ساتھ نیک گمان کو طلب کرتا ہوں آپ پاک ہیں۔ اے نور کو پیدا کرنے والے۔

اے اللہ! ہمیں ناگہاں ہلاک نہ کیجئے گا اور نہ ہمیں اچانک پکڑیئے گا اور نہ ہمیں کسی حق و وصیت میں غفلت میں رکھئے گا۔

اے اللہ! میری قبر میں وحشت کی جگہ انس پیدا فرما دیجئے۔

اے اللہ! مجھ پر قرآن عظیم کے طفیل رحم فرمایئے اور اسے میرے حق میں رہبر، نور ہدایت اور رحمت بنا دیجئے۔

اے اللہ! میں اس (قرآن) میں سے جو کچھ بھول گیا ہوں وہ مجھے یاد کرا دیجئے اور اس میں سے جو کچھ میں نہ جانتا ہوں وہ مجھے سکھا دیجئے اور مجھے اس کی تلاوت دن رات کے اوقات میں کرنے کی توفیق دیجئے اور

اے پروردگار عالم! اسے میرے لئے حجت بنا دیجئے گا۔

اے اللہ! میں آپ کا بندہ ہوں آپ کے بندہ اور بندی کا بیٹا ہوں۔ ہمہ تن آپ ہی کی مٹھی میں ہوں آپ کے قبضہ میں چلتا پھرتا ہوں آپ ہی کی ملاقات کی تصدیق کرتا ہوں۔ آپ کے وعدہ پر یقین رکھتا ہوں آپ نے مجھے حکم دیا لیکن میں نے نافرمانی کی، آپ نے مجھے روکا، لیکن میں نے اس کا ارتکاب کیا دوزخ سے پناہ لینے کی ہر جگہ آپ کے ذریعہ سے ہے آپ کے سوا کوئی معبود نہیں۔ آپ پاک ہیں میں نے اپنی جان پر ظلم کیا۔ آپ ہمیں بخش دیجئے بے شک آپ کے علاوہ کوئی گناہوں کو نہیں بخش سکتا۔

شرعاً جائز اور ناجائز نذروں و منتوں کا حکم

وعن ابن عباس رضی الله عنهما قال: بینما النبی صلی الله علیه وسلم یخطب اذا هو بجرجل قائم فسال عنه فقالوا: ابو اسرائیل نذر ان یقوم فی الشمس ولا یقعد ولا یستظل ولا یتکلم ویصوم فقال النبی صلی الله علیه وسلم: مروه فلیتکلم ولیستظل ولیقعد ولیتم صومه (بخاری)

ترجمہ: حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہتے ہیں (ایک دن) اس اثنا میں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم خطبہ دے رہے تھے اچانک ایک آدمی کو دیکھا کہ (وہ مسلسل کھڑا ہے تو آپ نے اس کے متعلق دریافت کیا (یہ کون ہے کھڑا کیوں ہے بیٹھتا کیوں نہیں) تو صحابہ رضی اللہ عنہم نے عرض کیا یہ ابواسرائیل ہے اس نے نذر مانی ہے کہ دھوپ میں کھڑا رہے گا نہ بیٹھے گا نہ (کسی چیز کے) سایہ کے نیچے آئے گا نہ بات کرے گا اور روزہ رکھے گا نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اس سے کہو اس کو چاہئے کہ بات کرے اور (کسی چیز کے) سایہ میں آئے اور بیٹھ جائے اور روزے کو پورا کرے۔

تشریح: اس حدیث سے پہلی حدیثوں میں بے تحاشا عبادت کرنے کا جوش و خروش شرعی عبادات کے دائرہ میں تھا مثلاً مسلسل روزے رکھنا' ساری رات نمازیں پڑھنا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان عبادات میں اعتدال اور میانہ روی کی تعلیم دی اور بے اعتدالی سے منع فرمایا۔

مگر اس شخص ابواسرائیل نے محض جہالت کی بنا پر اپنے کو زیادہ سے زیادہ تکلیف پہنچانے کو ہی عبادت سمجھ لیا اس لئے مذکورہ نذر مانی جو پانچ چیزوں پر مشتمل ہے۔

(۱) دھوپ میں کھڑا رہنا (۲) کسی چیز کے سایہ کے نیچے نہ آنا (۳) نہ بیٹھنا (۴) بات نہ کرنا (۵) روزہ رکھنا

ان پانچ چیزوں کے اندر صرف ایک روزہ شرعاً عبادت ہے اس لئے روزے کو پورا کرنے کا حکم فرمایا: (۴) پہلی امتوں میں عبادت تھی اور خاموشی کا روزہ رکھا جاتا تھا شریعت محمدیہ علی صاحبہا الصلوٰۃ والسلام میں چپ رہنا کوئی عبادت نہیں باقی تینوں چیزوں کا مقصد اپنے آپ کو زیادہ سے زیادہ ایذا پہنچانا ہے اس لئے ان چاروں باتوں سے منع فرمایا۔

شریعت محمدیہ میں نذر (یعنی منت صرف انہی چیزوں کی مانی جاسکتی ہے جو از قبیل عبادات ہوں مثلاً نمازیں پڑھنا' روزے رکھنا اللہ تعالیٰ کی راہ میں مال خرچ کرنا حج کرنا' قرآن کریم کی تلاوت کرنا' ہمارے اس جہالت کے دور میں بھی اس طرح کی منتیں مانی جاتی ہیں مثلاً کسی زندہ یا مردہ پیر کے نام پر جانور قربان کرنا یا زندہ جانور چھوڑنا وغیرہ اس قسم کی نذریں ماننے پر شدید وعید آئی ہے اور گناہ کبیرہ ہے بلکہ اندیشہ کافر ہو جانے کا بھی ہے۔ العیاذ باللہ من تلک الجهالات (اللہ تعالیٰ اپنی پناہ میں رکھیں اس قسم کی جہالتوں سے) ناواقف شخص کو منت ماننے سے پہلے کسی عالم یا مفتی سے دریافت کر لینا چاہئے ورنہ ثواب کے بجائے گناہ ہوگا۔

دُعا کیجئے: اے اللہ! ہر تعریف آپ ہی کے لئے سزاوار ہے۔ اور آپ ہی سے شکایت اور فریاد چاہئے اور آپ ہی سے مدد طلب کئے جانے کے قابل ہے۔ اور آپ کے علاوہ (گناہ سے) نہ کوئی بچا سکتا ہے اور نہ کوئی قوت (عبادت کی) دے سکتا ہے۔

نمازتہجد کی قضا اور اس کا وقت

وعن عمر بن الخطاب رضى الله عنه قال: قال رسول الله صلى الله عليه وسلم من نام عن حزبه من الليل او عن شىء منه فقراه ما بين صلاة الفجر وصلاة الظهر، كتب له كانما قراه من الليل (مسلم)

ترجمہ: حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جو شخص (دکھ بیماری یا سفر وغیرہ ناگزیر وجوہات کی بنا پر) اپنا رات کا وظیفہ (تہجد کی نماز، قرآن کریم کی تلاوت، اسم ذات کا ذکر وغیرہ معمولات) سب کے سب یا اس میں سے بعض (رات کو نہ کرسکا اور) سو گیا پھر فجر کی نماز اور ظہر کی نماز کے درمیان (یعنی آفتاب بلند ہونے کے بعد سے زوال سے پہلے تک) اس کو پڑھ لیا (یعنی قضا کرلیا) تو اس کے نامۂ اعمال میں لکھ دیا جائے گا کہ گویا اس نے رات کو ہی پڑھا ہے۔

تشریح: اس حدیث سے معلوم ہوا کہ ایک عبادت گزار مسلمان کے لئے پنج وقتہ فرض نمازیں ادا کرنے کے علاوہ رات میں تہجد کی نماز، تلاوت قرآن کریم اللہ اللہ کا ذکر وغیرہ کچھ نہ کچھ معمولات بھی ضرور ہونے چاہئیں اور ان پر پابندی بھی ضرور کرنی چاہئے جیسا کہ حدیث شریف میں آیا ہے۔

خير العمل ماديم عليه وان قل

بہترین عمل وہ ہے جس کی پابندی کی جائے اگرچہ کتنا ہی تھوڑا ہو۔

اگر کسی ناگزیر مجبوری کی وجہ سے وہ معمولات یا ان میں سے کوئی معمول چھوٹ جائے تو ان کو ایک فرض نماز (فجر) کے بعد سے دوسری فرض نماز (ظہر) کا وقت آنے سے پہلے ادا کرلئے جائیں اللہ تعالیٰ اپنی کریمی سے اس بلا تاخیر قضا کو ادا ہی شمار فرمالیں گے اور مداومت واستقامت میں رخنہ نہ پڑے گا لیکن اگر مزید تاخیر کی یا یہ سمجھ کر کہ نفل ہی تو ہیں اگر ایک رات نہ پڑھیں تو کون سا گناہ ہو جائے گا تو سمجھ لینا چاہئے کہ یہ مکار نفس کا فریب ہے وہ ان معمولات کی عادت چھڑانا اور استقامت کے عظیم مرتبہ اور اجر وثواب سے محروم کرنا چاہتا ہے اس کے دھوکے میں ہرگز نہ آنا چاہئے اور آفتاب بلند ہونے کے بعد سے زوال سے پہلے تک ضرور پڑھ لینا چاہئے تاکہ معمول میں فرق نہ آئے اور شب بیداری کی عادت نہ چھوٹے۔

قیام لیل (شب بیداری) کی اہمیت

سورۃ مزمل میں جو رات کے بیشتر حصہ قیام لیل کا حکم آپ کو دیا گیا تھا ایک سال تک اس حکم پر عمل کرنے کے بعد آیت کریمہ **فاقرء واماتيسرمن القران** (پس پڑھ لیا کرو جتنا قرآن آسان ہو) کے ذریعہ قیام لیل میں تخفیف فرمانے کے بعد بھی جس کی تفصیل باب مجاہدہ کے ذیل میں حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی حدیث میں آپ پڑھ چکے ہیں ارشاد ہے۔

علم ان سيكون منكم مرضى واخرون يضربون فى الارض يبتغون من فضل الله واخرون يقاتلون فى سبيل الله فاقرءوا ما تيسر منه

(سورۃ المزمل ع۲ آیت ۲۰)

اللہ کو معلوم ہے کہ تم میں کچھ لوگ بیمار بھی ہوں گے اور کچھ لوگ اللہ کا فضل (رزق) حاصل کرنے کی غرض سے (معاشی) سفر بھی کریں گے اور کچھ لوگ اللہ کی راہ میں جنگ بھی کریں گے لہٰذا جتنا تم سے آسانی کے ساتھ ہو سکے (ہر حالت میں) قرآن پڑھ لیا کرو۔

اس آیت کریمہ سے معلوم ہوا کہ اہل ایمان کو بیماری یا سفر تجارت یا سفر جہاد جیسے اعذار کے باوجود بھی کچھ نہ کچھ قیام لیل ضرور کرنا چاہئے اگر چہ چند رکعتیں ہی ہوں اور کتنی ہی مختصر قرأت ہو۔

چنانچہ نہ صرف رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بلکہ صحابہ کریم اور صلحا امت کا بھی معمول رہا ہے کہ وہ کچھ نہ کچھ قیام لیل ضرور کرتے تھے اور تہجد کی نماز پڑھتے تھے اگر کسی رات کو کسی ناگزیر شرعی عذر کی وجہ سے ترک ہو جاتا تو سورج نکلنے کے بعد سے زوال سے پہلے تک اس کی قضا کر لیا کرتے تھے تاکہ عادت نہ چھوٹے اور تساہل نہ پیدا ہو تجربہ شاہد ہے کہ اگر ایک دن بھی قیام لیل (رات میں قیام) یا اس کی قضا دن میں نہ کی جا سکے تو بڑے سے بڑے تہجد گزار مسلمان میں بھی سستی پیدا ہو جاتی ہے اور ہفتوں بلکہ مہینوں تہجد کی نماز کی توفیق نہیں ہوتی اور دوبارہ تہجد کی نماز شروع کرنے میں بڑی دشواری پیش آتی ہے۔

ہماری حالت

لیکن ہم "وائے برما" (افسوس ہمارے اوپر) تو با جماعت فرض نمازوں کی پابندی بھی ہم سے نہیں ہوتی اللہ تعالیٰ ہمارے حال پر رحم فرمائیں اور قیام لیل (شب بیداری) کی سعادت اور اس پر مداومت کی توفیق عطا فرمائیں امین ثم آمین۔

جن خوش نصیب مسلمانوں کو اللہ تعالیٰ نے قیام لیل (شب بیداری) کی سعادت عطا فرمائی ہو ان کو اس کی قدر کرنی چاہئے اگر کسی مجبوری کی وجہ سے شب کا کوئی معمول چھوٹ جائے تو اس حدیث کے مطابق زوال سے پہلے اس کی قضا کر لینی چاہئے تاکہ مداومت اور استقامت کا مرتبہ حاصل ہو۔

دُعا کیجئے

اے اللہ! میں آپ کی رضا کی آپکی ناخوشی سے اور آپ کے عفو کی پناہ میں آپ کے عذاب سے پناہ مانگتا ہوں۔ اور میں آپ سے خود آپ کی پناہ میں آتا ہوں۔ میں آپ کی تعریف پوری طرح کر ہی نہیں سکتا۔ آپ اسی تعریف کے لائق ہیں جو خود آپ نے اپنی ذات کی کی ہیں۔

اے اللہ! ہم اس سے آپ کی پناہ میں آتے ہیں کہ ہم کہیں پھسل جائیں یا کسی کو پھسلائیں یا ہم کسی کو گمراہ کریں، یا ہم کسی پر ظلم کریں یا کوئی ہم پر ظلم کرے یا ہم جہالت کریں یا کوئی ہم سے جہالت کرے یا میں گمراہ ہوں یا کوئی مجھے گمراہ کرے میں آپ کی ذات گرامی کے نور کی پناہ میں آتا ہوں جس نے آسمانوں کو روشن کر رکھا ہے اور اس سے اندھیرے چمک اٹھے ہیں۔ اور اس سے دنیا و آخرت کے کام درست ہیں۔ (پناہ) اس بات سے کہ آپ مجھ پر اپنا غصہ اتاریں یا آپ مجھ پر اپنی ناراضگی نازل کریں اور حق ہے کہ آپ ہی کو منایا جائے یہاں تک کہ آپ راضی ہو جائیں۔ (گناہ سے) نہ کوئی بچاؤ ہے اور (عبادت کی) نہ کوئی طاقت ہے مگر آپ ہی کی مدد سے (یہ ہو سکتا ہے) اے اللہ! میں آپ سے بچہ کی سی نگہبانی چاہتا ہوں۔

اے اللہ! میں دو اندھی برائیوں یعنی سیلاب اور حملہ آور اونٹ سے آپ کی پناہ میں آتا ہوں۔

قیام لیل اور نماز تہجد کے پابند لوگوں کو تنبیہ

وعن عبدالله بن عمرو بن العاص رضی الله عنهما قال: قال لی رسول الله صلی الله علیه وسلم : یا عبدالله لا تکن مثل فلان، کان یقوم اللیل فترک قیام اللیل(متفق علیه)

ترجمہ: حضرت عبداللہ بن عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھ سے فرمایا: اے عبداللہ تم فلاں شخص کی مانند مت ہوجانا کہ وہ قیام لیل کیا کرتا (اور تہجد کی نماز پڑھا کرتا) اس کے بعد اس نے قیام لیل چھوڑ دیا۔

تشریح: یہ وہی عبداللہ بن عمرو بن العاص ہیں جن کی حرص عبادت کا تفصیلی حال آپ چودھویں باب کی نویں حدیث میں پڑھ چکے ہیں کہ ان کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے بمشکل سمجھا بجھا کر صیام داؤد (ایک دن روزہ ایک دن افطار) پر آمادہ کیا تھا اور داؤد علیہ السلام کے ہی قیام لیل (آدھی رات سونا اور دوسری آدھی رات کے ایک حصے میں نماز پڑھنے اور ایک حصہ میں سونے) پر آمادہ کیا تھا اور ہفتہ میں ایک قرآن ختم کرنے کی اجازت دی تھی اور یہی وہ عبداللہ بن عمرو بن العاص ہیں جو آخر عمر میں تمنا کیا کرتے تھے کہ کاش میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی دی ہوئی تخفیف (مہینہ بھر میں تین روزے) کو قبول کر لیتا بے اعتدالی کا یہی انجام ہوتا ہے مگر تھے عہد کے پکے آخر عمر میں گو یہ تمنا کرتے تھے مگر جو عہد کیا تھا (ایک دن روزہ ایک دن افطار) اس پر مرتے دم تک قائم رہے اسی لئے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے خاص طور پر ان کو خطاب کر کے فرمایا ہے کہ تم نے یہ بے اعتدالی اختیار تو کی ہے مگر فلاں شخص کی طرح سب کچھ مت چھوڑ بیٹھنا۔ واللہ اعلم

تہجد کی کتنی رکعتیں قضا کی جائیں

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے فرماتی ہیں: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے اگر کبھی بیماری کی وجہ سے رات میں کچھ نماز چھوٹ جاتی تو آپ دن میں (زوال سے پہلے) بارہ رکعات پڑھ لیا کرتے تھے۔ (مسلم)

تشریح: یہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا وہ عملی معمول ہے جس کی اسی باب کی دوسری حدیث میں تعلیم دی ہے فرض نماز اور واجب وتر تو جس طرح بھی پڑھے جاتے رات ہی میں پڑھتے تھے کبھی قضا نہیں کرتے تھے نماز تہجد اگر آپ پر واجب بھی ہو تب بھی نفل (زائد) ہے تہجد کی زیادہ سے زیادہ تیرہ رکعتیں پڑھنا آپ سے ثابت ہے اس لئے بارہ رکعتیں دن میں پڑھ لیا کرتے تھے تیرھویں رکعت نہیں پڑھتے اس لئے کہ پھر ساری نماز وتر (طاق) ہو جاتی اور دن میں بجز مغرب کے وتر (طاق) نماز ثابت نہیں ہے وتر (طاق) نماز تو رات میں ہی پڑھی جاتی ہے واللہ اعلم۔ بہر حال نماز تہجد کی اہمیت اس حدیث سے ثابت ہے اللہ تعالیٰ ہر مسلمان کو اس پر عمل کرنے کی توفیق عطا فرمائیں۔

فضول سوالات کرنے کی ممانعت

عن ابی هريرة رضی الله عنه عن النبی صلی الله عليه وسلم قال: دعونی ما تركتكم انما اهلک من كان قبلكم كثرة سوالهم، واختلافهم علی انبيائهم فاذا نهيتكم عن شیء فاجتنبوه واذا امرتكم بامر فاتوا منه ما استطعتم (متفق علیہ)

ترجمہ: حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کرتے ہیں کہ آپ نے فرمایا: جب تک میں تمہیں چھوڑوں (یعنی تم سے کچھ نہ کہوں) تم بھی اس وقت تک مجھے چھوڑے رہو (یعنی کسی بھی چیز یا کام کے متعلق مجھ سے سوال نہ کرو) اس لئے کہ تم سے پہلی امتوں کو صرف اسی چیز نے ہلاک کیا ہے کہ وہ اپنے نبیوں سے طرح طرح کے سوالات کثرت سے کیا کرتے تھے (اور ان پر عمل نہیں کرتے تھے) لہٰذا جب میں تم کو کسی چیز (یا کام) سے منع کروں تو تم اس سے دور رہو (اس کے پاس بھی نہ جاؤ) اور جب میں کسی چیز (یا کام) کا حکم دوں تو جہاں تک تم سے ہو سکے اس پر عمل کرو۔

تشریح: اس حدیث کے دو جزو ہیں ایک کثرت سوال سے ممانعت، دوسرے منہیات یعنی ممنوعات ومحرمات سے کلی طور پر احتراز کرنا یعنی دور رہنا اور پاس بھی نہ جانا اور مامورات یعنی جن کاموں کے کرنے کا حکم دوں (مثلاً عبادات) جہاں تک تم سے ہو سکے اس پر عمل کرو اس لئے تشریح بھی ہر جزو کی الگ الگ مناسب اور مفید ہے۔

پہلا جزو: نبی دنیا میں بھیجا ہی اس لئے جاتا ہے کہ اپنی امت کو خداوندی احکام بتلائے اور ان پر عمل کرائے وہ دن رات اپنے منصب رسالت وتبلیغ احکام الٰہیہ کی ذمہ داری سے سبکدوش ہونے میں مصروف رہتا ہے لہٰذا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں کہ جب تک میں تم کو کسی کام کا حکم نہ دوں تم خاموش رہو اور یقین رکھو کہ اگر کوئی حکم خداوندی ہوتا تو میں ضرور اس سے آگاہ کرتا اور اس پر عمل کراتا تم محض اپنی ذہنی خارش اور عقلی چون وچرا کی بنا پر طرح طرح کے امکانی امور واحتمالات سے متعلق سوالات کہ اگر ایسا ہو تو کیا حکم ہے مت کیا کرو اسی لئے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک صحیح حدیث میں فرمایا ہے۔

''مسلمانوں کے حق میں سب سے بڑا مجرم وہ شخص ہے جس کے احمقانہ سوال اور کھود کرید کرنے کی وجہ سے کوئی چیز حرام ہوگئی اگر وہ شخص کھود کرید نہ کرتا اور نہ پوچھتا تو حرام نہ ہوتی''

اس حدیث کا مقصد صرف احمقانہ سوالات اور کھود کرید کرنے والوں کا منہ بند کرنا ہے ورنہ شریعت میں جہاں تک ہمارا علم ہے کوئی بھی ایسی چیز نہیں جو کسی شخص کے دریافت کرنے کی وجہ سے حرام ہوئی ہو اگر وہ دریافت نہ کرتا تو حرام نہ ہوتی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جس چیز کو بھی حرام یا حلال کیا ہے صرف اللہ تعالیٰ کے حکم سے بذات خود حرام یا حلال کیا ہے جس کے آپ مامور تھے۔

اس کے برعکس آپ نے ایسے سوالات کا جواب دینے سے گریز کیا ہے اور بار بار کے اصرار پر تنبیہ کی ہے اور جواب نہ دینے کی وجہ بھی بیان کی ہے چنانچہ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ایک مرتبہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے خطبہ دیا (تقریر کی) اور فرمایا۔

اے لوگو! بیشک اللہ تعالیٰ نے تمہارے اوپر حج فرض کیا ہے لہٰذا تم حج کیا کرو تو ایک شخص نے دریافت کیا ہر سال

؟ (حج کیا کریں) آپ خاموش رہے (اور کوئی جواب نہیں دیا) یہاں تک کہ اس شخص نے تین مرتبہ یہی سوال کیا تو تیسری مرتبہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اگر میں (تمہارے سوال کے جواب) میں ہاں کہہ دیتا تو (ہر سال) حج فرض ہو جاتا اور یقیناً تم (دور دراز ملکوں سے ہر سال سفر کر کے مکہ نہیں آ سکتے تم (ہر سال) حج نہیں کر سکتے اور حکم خداوندی پر عمل کرنے کی پاداش میں پہلی امتوں کی طرح ہلاک ہوتے''

اس کے بعد آپ نے وہی پہلی امتوں کا حشر بیان کیا جو اس باب کی پہلی حدیث میں مذکور ہے۔اس شخص کا سوال تو پھر بھی کسی درجہ میں دریافت طلب ہے اس لئے کہ یہ شبہ ہو سکتا ہے کہ جیسے پنجوقتہ نماز میں ہر رز و ادا کرنا فرض ہیں رمضان کے روزے رکھنا ہر سال فرض ہے شاید ایسے ہی ہر سال حج ادا کرنا بھی فرض ہو آپ نے سکوت کی وجہ بیان کر دی کہ اللہ تعالی نے عمر میں ایک مرتبہ حج فرض کیا ہے ہر سال نہیں اس سے زیادہ لایعنی اور بیکار سوالات کی مثالیں جن پر آپ کو غصہ بھی آیا ہے آنے والی حدیث میں مذکور ہیں:

حضرت انس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں۔''ہم کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے کسی بھی چیز کے متعلق سوال کرنے سے منع کر دیا گیا تھا اس لئے ہمیں اچھا معلوم ہوتا تھا کہ دیہاتیوں میں سے کوئی عقلمند آدمی بطور وفد اپنے قبیلہ کی طرف سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں آئے اور آپ سے سوالات کرے اور ہم سنیں چنانچہ اس کے بعد ضمام بن ثعلبہ کا قصہ بیان کیا ہے۔ مسلم ج اول۔

یہاں تک کہ ایک مرتبہ حضرت جبرائیل علیہ السلام ایک غیر معروف اور ناقابل شناخت انسان کی شکل میں صحابہ کی موجودگی میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں آئے اور آپ سے ایمان اسلام احسان وغیرہ سے متعلق صحابہ کے سامنے نہایت اہم اور دقیق سوالات کئے اور آپ نے ان کے نہایت واضح محکم اور تسلی بخش جوابات دیئے اور ان کے جانے کے بعد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: یہ جبرئیل علیہ السلام تھے تم تو سوال کرتے نہیں یہ تم کو دین (کے متعلق سوال کرنے کا طریقہ سکھلانے کے لئے آئے تھے (کہ دین کے متعلق اس طرح سوال کیا کرتے ہیں)

حدیث کے دوسرے جزو کی تشریح

حدیث کا دوسرا جزو نہایت اہم ہے ہر مسلمان کو ہر حالت میں اس کو پیش نظر رکھنا چاہئے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں تو جس چیز (یا کام) سے میں تم کو منع کروں اس کو تو بالکل چھوڑ دو (پاس بھی نہ جاؤ) اور جس چیز (یا کام) کا میں حکم دوں اس پر جس قدر تم سے ہو سکے عمل کیا کرو اس سے معلوم ہوا کہ منہیات (یعنی ممنوعات و محرمات) میں ہو سکنے یا نہ ہو سکنے کا کوئی سوال نہیں ان کو تو کلی طور پر ترک کر دو اور مامورات (وہ کام جن کے کرنے کا آپ نے حکم دیا مثلاً نماز' روزہ' زکوۃ حج وغیرہ عبادات) ان پر جس قدر تم سے ہو سکے عمل کیا کرو۔

مامورات اور منہیات میں فرق کی وجہ

اس فرق کی وجہ یہ ہے کہ اگر ممنوع اور حرام چیزوں یا کاموں کو بالکل ترک نہ کیا تو جو بھی مامور عبادات ادا کی جائیں گی اور مامورات پر جتنا بھی عمل کیا جائے گا سب بیکار جائے گا مثلاً ایک شخص ہے جو نہ صرف پنجگانہ فرض نمازیں بلکہ سنتیں اور نوافل بھی تہجد و اشراق کی نمازیں بھی پڑھتا ہے مگر اسی کے ساتھ سود لیتا بھی ہے اور دیتا بھی ہے تمام کاروبار سودی کرتا ہے یا یتیموں کا مال بے دریغ کھاتا ہے یا شراب پیتا بھی ہے پلاتا بھی ہے یا رشوت لیتا ہے غرض حرام و حلال کی پرواہ کئے بغیر روپیہ کماتا ہے یا اسمگلنگ کرتا ہے چور بازاری کرتا ہے یا جوا کھیلتا ہے یا ریس (گھوڑ دوڑ)

میں حصہ لیتا ہے اس کی نمازیں، روزے، صدقہ خیرات، حج وغیرہ غرض کوئی بھی بڑی سے بڑی عبادت وطاعت اس کو حرام خوری کے عذاب سے نہ بچا سکے گی جب تک ان حرام کاموں کو کلی طور پر ترک نہ کرے اور آئندہ نہ کرنے کا پختہ عہد نہ کرے، جس کو شریعت میں توبہ کہتے ہیں یہ تمام محرمات وہ نجاستیں ہیں جن کے باقی رہتے نماز پڑھنا ایسا ہی بیکار ہے جیسے ناپاک کپڑے پہنے یا بغیر وضو یا غسل کے ناپاکی کی حالت میں نماز پڑھے ایسی نماز نماز نہیں بلکہ نماز کا مذاق اڑانے کے مترادف ہے بالکل یہی صورت محرمات کو کلی طور پر ترک کئے بغیر عبادت کرنے کی ہے، جو حرام خوری یا حرام نوشی یا حرام پوشی کے عذاب سے نہیں بچا سکتی۔

حضرت انس رضی اللہ عنہ کہتے ہیں: پھر آپ نے ایک شخص کا ذکر فرمایا جو (جہاد یا حج وعمرہ کے لئے) دور دراز سفر کرتا ہے سر کے بال پراگندہ ہیں جسم غبار آلود ہے ہاتھ آسمان کی طرف اٹھا کر دعا مانگتا ہے اے پروردگار! اے پروردگار! حالانکہ جو کھایا ہے وہ حرام ہے جو پیا ہے وہ حرام ہے جو پہنے ہوئے ہے وہ حرام ہے جو غذا ملی ہے وہ حرام ہے تو اس کی دعائیں کہاں قبول ہو سکتی ہیں۔

ان احادیث سے معلوم ہوا کہ جب تک حرام خوری اور حرام پوشی اور گناہوں اور معصیتوں کو کلی طور پر ترک کر کے اور ان تمام غلاظتوں اور ناپاکیوں سے خود کو پاک وصاف کر کے ہی اللہ تعالیٰ کی عبادت وطاعت نہ کی جائے گی اللہ تعالیٰ کے ہاں ہرگز قابل قبول نہ ہوگی اور جہنم کی آگ سے نہیں بچا سکے گی تھوڑی ہو یا بہت صرف فرائض ہوں یا نوافل ومستحبات سمیت، اسی لئے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: جن کاموں کے کرنے کا میں تمہیں حکم دوں ان پر جتنا تم سے ہو سکے عمل کرو یعنی تم حرام کاموں یا چیزوں سے اور گناہوں اور نافرمانیوں سے کلی طور پر دور رہ کر جتنا بھی مامورات (عبادات وطاعات) پر عمل کرو گے قابل قبول اور مفید ہوگا تھوڑا ہو یا بہت۔ تقویٰ کے باب میں بیان کیا جا چکا ہے کہ تخلی عن الرذائل کے بغیر تحلّی بالفضائل ممکن نہیں یعنی رذیلتوں سے پاک وصاف ہوئے بغیر فضیلتوں سے آراستہ ہونا ممکن نہیں یہی تقویٰ کے معنی ہیں اسی کتاب میں باب تقویٰ کو دوبارہ پڑھ لیجئے تا کہ ہر وقت پیش نظر رہے۔

دُعا کیجئے: اے اللہ! بہ طفیل محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے جو آپ کے نبی ہیں بہ طفیل ابراہیم علیہ السلام کے جو آپ کے خلیل ہیں اور بہ طفیل موسیٰ علیہ السلام کے جو آپ کے کلیم ہیں۔ بہ طفیل عیسیٰ علیہ السلام کے جو روح اللہ اور کلمۃ اللہ ہیں۔ بہ طفیل کلام حضرت موسیٰ علیہ السلام اور انجیل حضرت عیسیٰ علیہ السلام زبور حضرت داؤد علیہ السلام اور فرقان حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے اور بہ طفیل ہر اس وحی کے جسے آپ نے بھیجا ہو یا ہر حکم کے جسے آپ نے جاری فرمایا ہو۔ اور بہ طفیل ہر سائل کے جس کو آپ نے دیا ہو، بہ طفیل ہر محتاج کے جس کو آپ نے غنی کیا ہو۔ بہ طفیل ہر غنی کے جسے آپ نے محتاج کیا ہو اور ہر گمراہ کے طفیل جسے آپ نے ہدایت دی ہو اور میں آپ سے بہ طفیل آپ کے اس نام کے، جس کو آپ نے زمین پر رکھا تو وہ ٹھہر گئی آسمانوں پر رکھا تو وہ قرار پکڑ گئے۔ پہاڑوں پر رکھا تو وہ جم گئے اور میں آپ سے بہ طفیل اس نام کے کہ وہ پاک ہے اور ستھرا ہے اور آپ کی کتاب میں آپ کی طرف سے نازل ہوا ہے بہ طفیل آپ کے اس نام کے جسے آپ نے دن پر رکھا تو وہ روشن ہو گیا۔ رات پر رکھا تو وہ اندھیری ہو گئی بہ طفیل آپ کی عظمت آپ کی بڑائی، اور آپ کے نور ذات کے درخواست کرتا ہوں آپ مجھے قرآن عظیم نصیب فرمائیں اور اسے میرے گوشت، خون، میری قوت سماعت وبصارت میں پیوست فرما دیجئے اور میرے جسم کو اس پر اپنی قدرت وقوت سے عامل بنا دیجئے پس بے شک (گناہ سے) بچاؤ اور (نیکی) کی کوئی قوت نہیں مگر آپ ہی کے ذریعے سے (یہ ہو سکتا ہے)

سنت کی پیروی اور بدعتوں سے بچنے کی تاکید

عن ابی نجیح العرباض بن سارية رضي الله عنه قال: وعظنا رسول الله صلی الله علیه وسلم موعظة بليغة وجلت منها القلوب وذرفت منها العيون فقلنا: يارسول الله كانها موعظة مودع فاوصنا قال: اوصيكم بتقوى الله والسمع والطاعة وان تامر عليكم عبد

ترجمہ: حضرت ابونجیح عرباض بن ساریہ رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ ایک دن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ہمیں وعظ فرمایا جس سے ہمارے دل لرز گئے اور آنکھیں اشک ریز ہوگئیں تو ہم نے عرض کیا اے اللہ کے رسول یہ (وعظ) تو گویا ایک (دنیا سے) رخصت ہونے والے کا سا وعظ ہے لہٰذا آپ ہمیں وصیت فرمائیے آپ نے ارشاد فرمایا میں تمہیں اللہ تعالیٰ سے ڈرتے رہنے کی وصیت کرتا ہوں اور مسلمانوں کے امیر (حکمران) کی بات سننے اور اس کی اطاعت کرنے کی وصیت کرتا ہوں اگرچہ کوئی حبشی غلام ہی تم پر مسلط ہوجائے (تب بھی تم اس کی اطاعت کرنا) اور بلاشبہ تم میں سے جو شخص (میرے بعد) زندہ رہے گا وہ (امت میں) بکثرت اختلاف دیکھے گا تو تم میری سنت (کی پیروی) کو اور میرے ہدایت یافتہ خلفاء راشدین (کی سنت کی پیروی) کو اپنے اوپر لازم کرلینا اور اس سنت کو دانتوں سے پکڑے رہنا اور تم (دین میں) نئے نئے امور (بدعتوں) سے بے حد بچنا (اور دور رہنا) اس لئے کہ ہر بدعت (دین میں نئی چیز) گمراہی ہے۔

تشریح: اس حدیث کے بھی کئی جزو ہیں ۱۔ اول یہ کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اپنے بعد مسلمانوں کو تقویٰ اللہ کی وصیت فرماتے ہیں تقویٰ کی حقیقت گذشتہ حدیث کے ذیل میں آپ پڑھ چکے ہیں اللہ تعالیٰ قرآن کریم میں ہر قسم کی عبادات کی قبولیت کو صرف متقین کے اندر منحصر فرماتے ہیں گویا تقویٰ کے بغیر کوئی عبادت مقبول نہیں ارشاد ہے۔

انما يتقبل الله من المتقين (المائدہ: ۲۷)

اس کے سوا نہیں کہ اللہ پاک تو صرف متقین کی (عبادتیں) قبول فرماتے ہیں۔

۲۔ دوسری وصیت: امیر المسلمین کی اطاعت سے متعلق ہے کہ اگرچہ کوئی امیر شریعت کے اصول کے خلاف محض اپنی قبائلی یا انفرادی طاقت یا فوجی طاقت کے زور سے تم پر مسلط ہوجائے تب بھی تم اس کی اطاعت کرو بشرطیکہ وہ مسلمانوں کو خلاف شرع کاموں پر مجبور نہ کرے اس لئے کہ ایسے متغلب (زبردستی امیر) کے خلاف محاذ آرائی خانہ جنگی کے مترادف ہے جو مسلمانوں کے جان و مال کی تباہی کا موجب ہے ہاں اگر وہ شریعت کے قطعی امور کے خلاف کام کرنے پر مسلمانوں کو مجبور کرے تو اس کے خلاف مسلمانوں کو متحد و متفق ہوکر بغاوت کرنا جائز ہے۔

بہرحال امیر المسلمین جیسا بھی ہو اس کی اطاعت نہ کرنا حکم نہ ماننا اپنی اور قوم کی تباہی کو دعوت دینے کے مترادف ہے اس لئے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی وصیت کے مطابق امیر المسلمین کی ''سول نافرمانی'' ناجائز ہے۔

۳۔ تیسری وصیت میں اول آپ امت کے داخلی اختلافات کی پیشگوئی فرماتے ہیں جس سے حضرت ابوبکر صدیقؓ کی وفات اور حضرت عمرؓ کی شہادت کے بعد ہی امت مسلمہ کو سابقہ پڑا ہے اور آدھی صدی بھی نہ گزری تھی کہ عالم اسلام انہی

اختلافات اور باہمی خانہ جنگیوں میں تباہ ہونا شروع ہو گیا حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کی شہادت اور حضرت علی کے خلاف محاذ آرائی اور جنگ جمل جنگ صفین جیسی ہولناک لڑائیاں ہوئیں جن کے نتیجہ میں دوطرفہ ہزاروں صحابہ شہید ہوئے۔

ایسے پرآشوب اور پرفتن زمانہ میں اللہ کے رسول امت کو اپنی سنت کی پیروی اور اپنے خلفائے راشدین کی سنت کی پیروی پر مضبوطی کے ساتھ قائم رہنے کی وصیت فرماتے ہیں کہ ایسے افراتفری کے زمانہ میں بھی قطعی طور پر دنیا اور آخرت کی فلاح کا واحد راستہ یہی ہے اس لئے کہ کتاب اللہ کے بعد سنت رسول اللہ واجب العمل ہے اور سنت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد سنت خلفائے راشدین بھی باجماع اہل سنت والجماعت واجب العمل ہے۔

اور چودہ صدیاں گزر جانے کے بعد ہمارے اس خدانا آشنا اور خدافراموش زمانہ میں بھی ہمارا فرض ہے کہ ہم اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی اطاعت اور دنیا وآخرت کی فلاح کے معاملہ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت کے ساتھ ہی خلفائے راشدین اور صحابہ کرام کی سنت کو بھی دانتوں سے پکڑے رہیں اس لئے کہ انہی حضرات کے سامنے قرآن نازل ہوا اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اللہ تعالیٰ کے حکم کے مطابق انہی حضرات کو قرآن کے معانی' حقائق ودقائق اور احکام بتلائے اور سمجھائے جو حدیث کی کتابوں میں بحمد اللہ محفوظ وموجود ہیں اور ہم نظام شریعت کے لئے ادھر ادھر بھٹک رہے ہیں اور ہماری اس حالت پر تعجب کرتے ہوئے اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں۔

وکیف تکفرون وانتم تتلیٰ علیکم ایت اللہ وفیکم رسولہ (النسا:۱۰۱)

اور تم کیسے کافر ہوئے جا رہے ہو درآں حالیکہ اللہ تعالیٰ کی آیتیں تمہارے سامنے پڑھی جا رہی ہیں اور اس کا رسول تمہارے درمیان موجود ہے (اس کا ہر قول وفعل کتب حدیث میں موجود ہے) اللہ تعالیٰ ہماری حالت پر رحم فرمائیں آمین ثم آمین۔

دُعا کیجئے

اے اللہ! آپ ہمیں اپنی خفیہ گرفت کی طرف سے بے فکر نہ کردیں اور نہ ہمیں اپنی یاد سے غافل ہونے دیں اور نہ ہماری پردہ دری کریں اور نہ ہمیں غافلوں میں سے کیجئے۔

اے اللہ! میں آپ سے عافیت عاجلہ، بلائے دفعیہ اور دنیا میں آپ کی طرف منتقل ہونے کی درخواست کرتا ہوں۔

اے وہ (ذات) کہ سب کے عوض کافی ہے اور اس کے عوض کوئی بھی کافی نہیں اے بیکسوں کے والی، اے بے سہاروں کا سہارا۔ (سب سے) امیدیں ختم ہو چکی ہیں مگر آپ سے (باقی ہیں) مجھے اس حال سے جس میں کہ میں ہوں نجات دیجئے اور جو بلا کہ نازل ہو چکی ہے اس کے مقابلہ میں میری مدد فرمایئے اپنی ذات پاک اور محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے اس حق کے طفیل میں جو آپ پر ہے۔ آمین۔ اے اللہ! میری نگہبانی اس آنکھ سے کیجئے جو کبھی سوتی نہیں۔ اور مجھے اپنی اس قوت کی آڑ میں لے لیجئے جس کے پاس کوئی بھٹک نہیں سکتا۔ مجھ پر اپنی اس قدرت سے رحم فرمایئے جو آپ کو مجھ پر حاصل ہے تاکہ میں ہلاک نہ ہو جاؤں اور آپ ہی میری امید گاہ ہیں آپ نے کتنی ہی نعمتیں مجھے دیں اور میرا شکران کے لئے کم ہی رہا۔ اور کتنی مصیبتیں ہیں جن میں آپ نے مجھے مبتلا کیا اور میرا صبران پر کم ہی رہا۔ پس اے وہ کہ اس کی نعمت کے وقت میرا شکر کم رہا پھر بھی مجھے محروم نہ کیا اور اے وہ کہ اس کے ابتلا کے وقت میرا صبر کم رہا پھر بھی اس نے میرا ساتھ نہ چھوڑا اور اے وہ کہ مجھے گناہوں پر دیکھا پھر بھی مجھے رسوا نہ کیا۔

سنت سے انکار جنت سے انکار کے مترادف ہے

عن ابی هريرة رضی الله عنه ان رسول الله صلی الله عليه وسلم قال: كل امتی يدخلون الجنة الا من ابی قيل: ومن يابی يارسول الله؟ قال: من اطاعنی دخل الجنة، ومن عصانی فقد ابی (بخاری)

ترجمہ: حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: میری امت تمام امتوں سے پہلے جنت میں داخل ہوگی سوائے اس شخص کے جو (جنت میں داخل ہونے سے ہی) انکار کرے صحابہ نے عرض کیا اے اللہ کے رسول! جنت میں داخل ہونے سے بھی کوئی شخص انکار کرے گا؟ آپ نے فرمایا: جس نے میری اطاعت کی (حکم مانا) جنت میں داخل ہوگیا اور جس نے میری نافرمانی کی اس نے جنت میں داخل ہونے سے انکار کردیا۔

تشریح: اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے۔

ومآ ارسلنا من رسول الا ليطاع باذن الله (النساء:۶۴)

ہم نے ہر رسول کو اسی لئے بھیجا ہے کہ اللہ تعالیٰ کے اذن سے (حکم سے) اس کی اطاعت کی جائے۔

گویا جو شخص رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی اطاعت سے انکار کرتا ہے وہ مقصد خداوندی کو چیلنج کرتا ہے کہ دیکھ میں تیرے رسول کی اطاعت سے انکار کرتا ہوں قہر خداوندی ایسے فرعون بے سامان کو کب چھوڑ سکتا ہے اگر کسی مصلحت کے تحت اس دنیا میں اس کی گردن نہ توڑے تو آخرت میں تو اسے ایسا عذاب دے گا کہ **لايعذب عذابه احد** (اس کے عذاب جیسا عذاب کوئی (کسی کو) نہ دے گا۔

واضح رہے کہ عربی زبان میں ابا ذلت کو قبول کرنے سے انکار کو کہتے ہیں گویا اللہ تعالیٰ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی نافرمانی کرنے والا آپ کی فرمانبرداری کو اپنی توہین سمجھتا ہے اس لئے انکار کرتا ہے اسی طرح جنت میں داخل ہونے کو بھی اپنی شان کے خلاف سمجھتا ہے اسی لئے اس سے بھی انکار کرتا ہے ایسے مغرور وسرکش کی سزا یہی ہے کہ ان پر آگ کے کوڑے برسائے جائیں **فصب عليهم ربك سوط عذاب** (سورۃ الفجر آیت ۱۳) (پس تیرے رب نے ان پر عذاب کے کوڑے برسائے) اسی لئے قرآن کریم کی آیات میں سے نویں آیت میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے حکم کے خلاف کرنے والوں کو فتنہ یا عذاب الیم سے خبردار کیا گیا ہے۔

دُعا کیجئے

اے ایسے احسان کرنیوالے جس کا احسان کبھی ختم نہ ہو اور اے ایسے نعمتوں والے کہ جس کی نعمتیں کبھی شمار نہ ہو سکیں میں آپ سے درخواست کرتا ہوں کہ آپ حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم اور ان کی آل پر رحمت کاملہ نازل فرمایئے میں آپ ہی کے زور پر دشمنوں اور زورآوروں کے مقابلہ میں بھڑ جاتا ہوں۔

سنت پر ازراہ تکبر ونخوت عمل نہ کرنے والے کی سزا

عن ابی مسلم وقیل: ابی ایاس سلمة بن عمر بن الاکوع رضی الله عنه ان رجلا اکل عند رسول اللهصلی الله علیه وسلم بشماله فقال: کل بیمینک قال: لا استطیع قال: لا استطعت ما منعه الا اکبر فما رفعها

ترجمہ: حضرت ابو مسلم خولانی رضی اللہ عنہ سے یا بقول بعض حضرت ابوایاس سلمہ بن عمرو بن الاکوع رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ایک آدمی نے رسول صلی اللہ علیہ وسلم (کے دستر خوان پر) بائیں ہاتھ سے کھانا شروع کیا تو اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے اس سے کہا "دائیں ہاتھ سے کھاؤ" اس نے کہا میں (دائیں ہاتھ سے) نہیں کھا سکتا آپ نے فرمایا (خدا کرے) تو نہ کھا سکے (یہ بد دعا آپ نے اس لئے دی) کہ صرف اس کے غرور اور تکبر نے اس کو (آپ کی سنت پر عمل کرنے اور آپ کی بات ماننے سے) منع کیا تھا اور نہ وہ اس وقت دائیں ہاتھ سے کھا سکتا تھا) چنانچہ (آپ کی بد دعا کے بعد) اس کو مرتے دم تک) دائیں ہاتھ کو اٹھانا نصیب نہ ہوا (دایاں ہاتھ شل ہو کر رہ گیا)

تشریح: رسول اللہ کی سنت پر عمل کرنے کو اپنی شان کے خلاف اور اپنی توہین سمجھ کر انکار کرنے کا مصداق آپ کے زمانہ میں یہ شخص تھا چنانچہ اس پر ایسی مار پڑی کہ ہاتھ شل ہو کر رہ گیا اور مرتے دم تک نہ اٹھا سکا۔

ہمارا زمانہ:

ہمارے اس خداشناس زمانہ میں تو ایسے سرپھرے سرکش لوگ بے شمار ہیں خاص کر جدید تہذیب (یورپین تہذیب) کے پرستار اگر ان سے کہا جائے "کھانا بیٹھ کر کھانا سنت ہے سنت کا خلاف نہ کرو بیٹھ کر کھاؤ بسم اللہ کہہ کر کھاؤ پلیٹ کو صاف کرو" یا بھرا ہوا ٹھنڈے پانی کا گلاس پھینک دیں گے صرف اس لئے کہ اس میں سے ایک دو گھونٹ کسی مسلمان نے یا ان کے والد بزرگوار نے پی لئے پیالی میں دو گھونٹ چائے یا لیمن وغیرہ کی بوتل میں دو چار گھونٹ ضرور چھوڑ دیں گے لاکھ ان کو سمجھائیے کہ "خلاف سنت ہے ایسا مت کرو" انتہائی متکبرانہ انداز میں اونھ کہہ کر منہ پھیر لیں گے گردن موڑ لیں گے بڑبڑائیں گے "یہ سب پرانے خیالات اور دقیانوسی تہذیب ہے آج کل اسلامی تہذیب یہ ہے جو ہمیں یورپین قوموں کی خوشہ چینی (بوٹ چاٹنے) سے ملی ہے" انگریز کے بچے بنے ہوئے ہیں پوری نئی تعلیم یافتہ اور تہذیب آموختہ نسل انگریز کی نقالی میں سنن وآداب نبوی صلی اللہ علیہ وسلم پر عمل کرنے کو اپنی شان کے خلاف اور اپنی توہین سمجھ رہی ہے یہ سب اس حدیث کا مصداق ہیں خدا ان پر رحم کرے کسی آفت یا دردناک عذاب میں مبتلا نہ ہو جائیں۔

حضرت ابوعبداللہ نعمان بن بشیر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہتے ہیں میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی زبان مبارک سے سنا آپ فرمارہے تھے تم اپنی (نماز کی) صفوں کو ضرور سیدھا (برابر) کرلو ورنہ اللہ تعالی تمہارے چہروں (یعنی دلوں) کے درمیان (ایسی ہی) مخالفت ڈال دیں گے (جیسی تمہاری صفوں میں ہے) بخاری ومسلم

اور مسلم کی ایک روایت میں آیا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم (نماز شروع کرنے سے پہلے) ہماری صفوں کو اس طرح برابر کیا کرتے تھے کہ گویا آپ ان صفوں سے تیر کی لکڑیاں سیدھی کر رہے ہیں یہاں تک کہ جب آپ نے محسوس کیا کہ ہم (صفوں کو سیدھا کرنا) سمجھ گئے ہیں (تو یہ اہتمام ترک کر دیا) پھر ایک دن (نماز پڑھانے کے لئے) باہر تشریف لائے اور (مصلے پر) کھڑے ہوئے اور قریب تھا کہ آپ اللہ اکبر کہیں تو دیکھا کہ ایک شخص کا سینہ آگے کو نکلا ہوا ہے اس لئے کہ وہ صف میں برابر نہیں کھڑا تھا تو آپ نے (بطور تنبیہ) فرمایا اے اللہ کے بندو! یا تم اپنی صفوں کو برابر کرلو ورنہ اللہ تعالیٰ تمہارے چہروں (یعنی دلوں) کے درمیان مخالفت ڈال دیں گے۔

نماز میں صفوں کو سیدھا رکھنا سنت ہے اور پروردگار کے حضور میں خشوع وخضوع کے ساتھ صف بستہ کھڑے ہونا آداب صلوٰۃ میں سے ہے اگرچہ بظاہر یہ صرف ایک ظاہری اور جسمانی عمل ہے مگر حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام فرماتے ہیں کہ تمہارے اس ظاہری عمل کا باطنی اثر یہ ہے کہ نماز کا یہ اتحاد واتفاق مسلمانوں کی تمام تر اسلامی اور اجتماعی زندگی پر اثر انداز بلکہ سنگ بنیاد ہے جو لوگ رب العالمین کے حضور میں باہمی اختلاف کا مظاہرہ کرنے سے باز نہیں آسکتے تو یاد رکھو تمہاری قومی اور اجتماعی زندگی باہمی اختلافات اور باہمی مخالفتوں سے محفوظ نہیں رہ سکتی جب تم خدا کے گھر میں خدا کے سامنے باہمی اجتماع کے وقت باہمی اختلافات اور باہمی مخالفت کا مظاہرہ کر رہے ہو تو کیسے ممکن ہے کہ تم مسجد سے باہر اس سے باز آسکو اس کے معنی یہ ہیں کہ تمہارے دلوں میں خدا کا خوف مطلق نہیں پھر تمہارے دلوں میں اسلامی اخوت ومحبت اور اتحاد واتفاق کیسے اور کون پیدا کر سکتا ہے بہر حال اس حدیث سے ثابت ہوا کہ ظاہر کا اثر باطن پر ضرور پڑتا ہے۔

ہماری نمازیں

ہم تو مسجد کو خدا کا گھر اور نماز میں کھڑے ہونے کو احکم الحاکمین کے حضور میں پیش ہونا سمجھتے ہی نہیں بچپن سے جو عادت پڑی ہوئی ہے اس کے تحت ایک رسمی چیز سمجھ کر حسب عادت مسجد میں چلے جاتے ہیں اور امام کے پیچھے اللہ اکبر کہہ کر ہاتھ باندھ کر کھڑے ہو جاتے ہیں نہ ہمیں یہ خبر ہوتی ہے کہ امام کیا پڑھ رہا ہے اور ہم کیا کر رہے ہیں بے روح اور بے جان رکوع سجدے کرتے رہتے ہیں صحیح معنی میں کہئے ٹکریں مارتے رہتے ہیں سلام پھیرنے کے بعد دنیا بھر کے افکار وخیالات جیسے لے کر گئے تھے ویسے ہی لئے ہوئے مسجد سے باہر آجاتے ہیں اور سمجھ لیتے ہیں کہ ہم نماز پڑھ آئے ایسی بے جان اور بے روح نمازیں ہماری انفرادی اور اجتماعی زندگی میں کوئی انقلاب نہیں پیدا کر سکتیں۔

ہماری یہ حالت صرف نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام کی تعلیمات اور نمازوں کے آداب وسنن سے ناواقف اور بے بہرہ ہونے کا نتیجہ ہے۔

دُعا کیجئے: اے اللہ! دنیا کو میرے دین پر مددگار بنا دیجئے اور تقویٰ کو میری آخرت پر مددگار بنا دیجئے میری ان چیزوں کا جو میری آنکھوں سے دور ہیں آپ ہی محافظ رہئے اور ان چیزوں میں جو میرے پیش نظر ہیں تو مجھے میرے نفس کے حوالہ نہ کیجئے۔
اے وہ کہ نہ اسے گناہ نقصان پہنچا سکتے ہیں اور نہ اسکے ہاں مغفرت کی کوئی کمی ہے۔ مجھے وہ چیز عنایت فرمائیے جو آپ کے ہاں کمی نہیں کرتی۔ مجھے وہ چیز معاف کر دیجئے جو آپ کو نقصان نہیں پہنچاتی۔ بے شک آپ ہی بڑے دینے والے ہیں۔ میں آپ سے فوری کشائش، صبر جمیل، رزق وسیع اور جملہ بلاؤں سے امن کی درخواست کرتا ہوں اور میں آپ سے عافیت کی ہمیشگی اور اس عافیت پر توفیق شکر کا سوال کرتا ہوں اور میں آپ سے مخلوق کی طرف سے بے احتیاجی مانگتا ہوں آپ بزرگ وبرتر کے علاوہ نہ کوئی (گناہوں سے) بچاؤ ہے اور نہ کوئی (اطاعت کی) قوت ہے۔

سونے کے وقت آگ بجھا دیا کرو

عن ابی موسی رضی الله عنه قال: احترق بیت بالمدینة علی اهله من اللیل فلما حدث رسول الله صلی الله علیه وسلمبشانهم قال: ان هذه النار عدو لکم فاذا نمتم فاطفؤها عنکم(متفق علیه)

ترجمہ: حضرت ابوموسیٰ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ (ایک مرتبہ) مدینہ میں ایک گھر میں آگ لگی گھر والوں سمیت سب کچھ جل گیا جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں ان لوگوں کا حال بیان کیا گیا تو آپ نے ارشاد فرمایا یہ آگ تمہاری دشمن ہے لہٰذا جب تم سویا کرو تو اس کو بجھا دیا کرو۔

تشریح: یہ حدیث ان آداب وتعلیمات نبوی میں سے ہے جن کی رحمت عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے ازراہ شفقت اپنی امت کو تعلیم دی ہے گویا اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم صرف احکام الٰہی (مامورات ومنہیات) ہی کی تعلیم نہیں دیتے اور جہنم کی آگ سے ہی نہیں بچاتے ہیں بلکہ دنیاوی فلاح و بہبود کی تعلیم بھی دیتے ہیں تمام دنیا اس پر متفق ہے کہ آگ انسان کی ایسی دشمن ہے کہ چشم زدن میں انسانوں کے جان ومال اور املاک کو پھونک کر رکھ دیتی ہے اس کی ایذا رسانی اور مضرت ونقصان رسانی سے بچنے کا واحد راستہ یہ ہے کہ اسے جلد از جلد بجھا دیا جائے اسی لئے دنیا کے تمام چھوٹے بڑے ملکوں کی حکومتوں نے بڑے بڑے کوہ شکن فائر بریگیڈر (آگ بجھانے والے انجن) اور عملہ کے ہر وقت تیار رہنے کا اہتمام کیا ہوا ہے اطلاع ملتے ہی چند منٹ میں پہنچ کر گھنٹوں یا دنوں میں آگ کو بجھا دیتے ہیں مگر آگ لگنے سے بچانے کا واحد راستہ یہ ہے کہ ان حکیمانہ آداب وتعلیمات نبوت پر عمل کیا جائے اور ضرورت پوری ہونے کے بعد بجھا دی جائے تو نہ آگ لگے گی نہ جان ومال کا نقصان ہوگا۔

امت محمدیہ علی صاحبہا الصلوٰۃ والسلام کے تین طبقے

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جو ہدایت اور علم دے کر اللہ تعالیٰ نے مجھے بھیجا ہے (اور میں نے اس کو لوگوں تک پہنچایا ہے) اس کی مثال ایسی ہے جیسے زمین پر خوب (موسلا دھار بارش ہوتی ہے تو زمین کے کچھ قطعے ایسے عمدہ اور حاصل خیز ہوتے ہیں کہ بارش کا سارا پانی جذب کر لیتے ہیں اور ان میں ہر طرح کی خشک وتر پیداوار (غلہ پھول اور پھل) اور گھاس چارہ خوب فراوانی کے ساتھ پیدا ہوتا ہے اور کچھ ایسے شور نشیبی خطے ہوتے ہیں کہ بارش کے پانی کو اپنے اندر صرف روک لیتے ہیں (اور پانی بڑے بڑے تالابوں اور جھیلوں کی شکل میں جمع ہو جاتا ہے) جس سے اللہ لوگوں کو نفع پہنچاتا ہے لوگ خود بھی پیتے ہیں مویشیوں کو بھی پلاتے ہیں اور کھیتیوں کو بھی سیراب کرتے ہیں اور کچھ قطعے ایسے سنگلاخ چٹیل میدان ہوتے ہیں کہ نہ بارش کے پانی کو روکتے اور جمع کرتے ہیں اور نہ شور ہونے کی وجہ سے ان میں کچھ اگتا ہے۔

پس یہ (پہلی) مثال ہے ان لوگوں کی جو اللہ کے دین میں سمجھ پیدا کرتے ہیں اور جو ہدایت اور علم ان کو میرے ذریعہ پہنچا اس کو خود بھی حاصل کرتے ہیں اور دوسروں کو بھی اس کی تعلیم دیتے ہیں اور یہ (آخری) مثال ہے ان لوگوں کی جنہوں نے

(ازراہ تکبر) نہ اس علم وہدایت کی طرف نگاہ اٹھا کر دیکھا جو اللہ تعالیٰ نے میرے ذریعہ بھیجا اور نہ اس کو قبول کیا۔

تشریح: حدیث کا حاصل یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کا یہ بہت بڑا احسان وانعام ہے کہ اس نے رحمت دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کو (حسب وعدہ ہدایت وعلم لے کر اپنے بندوں کے پاس بھیجا لیکن آپ کی ہدایت سے نفع اٹھانے والے دو قسم کے لوگ ہیں ایک وہ علماء عاملین جنھوں نے اس علم وہدایت پر خود بھی عمل کیا اور اپنے اعمال صالحہ کے ذریعہ اپنی زندگی کو بھی سرسبز وشاداب بنایا اور دوسروں کی زندگی کو بھی تعلیم وتربیت کے ذریعہ سرسبز وشاداب بنایا بالکل اسی طرح جیسے باران رحمت خداوندی ہے مگر اس بارش سے نفع اٹھانے والے زمین کے خطے اپنی صلاحیتوں کے اعتبار سے مختلف قسم کے ہوتے ہیں بعض خطوں کی زمین نہایت عمدہ اور حاصل خیز ہوتی ہے وہ اس بارش سے خوب پھولتے پھلتے اور سرسبز وشاداب ہوتے ہیں اور خلق خدا کو ان سے جسمانی غذا حاصل ہوتی ہے اور بعض خطوں کی زمین شور اور بنجر ہونے کی وجہ سے خود تو کچھ نہیں اگاتی مگر وہ خطے اس بارش کو ضائع نہیں ہونے دیتے بلکہ ندی نالوں اور بڑے بڑے تالابوں اور جھیلوں کی شکل میں بارش کے تمام پانی کو جمع کر لیتے ہیں اور لوگ اس پانی کو پیتے پلاتے اور کھیتوں کو سیراب کرتے ہیں خلق خدا اس پانی سے حسب ضرورت منتفع ہوتی رہتی ہے (یہ وہ علماء اور واعظین ہیں جو خود تو عمل نہیں کرتے مگر دوسروں کو اپنے علم سے فائدہ پہنچاتے ہیں) اور کچھ خطے ایسے سنگلاخ اور چٹیل میدان ہوتے ہیں کہ نہ خود اس پانی سے نفع اٹھاتے ہیں نہ ہی پانی کو روکتے اور جمع کرتے ہیں تمام پانی ضائع جاتا ہے یہ وہ مغرور ومتکبر اور سرکش لوگ ہوتے ہیں جو بربنا عناد نہ خود اس علم ہدایت سے فائدہ اٹھاتے ہیں نہ دوسروں کو فائدہ پہنچاتے ہیں۔

بہرحال لوگوں کے تین طبقے ہیں ایک علماء عاملین اور دوسرے وہ حاملین علم جو اپنے علم سے خود تو فائدہ نہیں اٹھاتے مگر مسلمانوں کو اپنے علم سے فائدہ ضرور پہنچاتے ہیں تیسرے وہ منکرین ومتکبرین جو ازراہ عناد نہ خود ایمان لاتے ہیں نہ دوسروں کو ایمان لانے دیتے ہیں۔

یہ علم وہدایت جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم لے کر قرآن وحدیث کی صورت میں موجود ومحفوظ ہے علم اور عمل کے ذریعہ اس کی حفاظت مسلمانوں کا فرض ہے کہ خود بھی عمل کریں دوسروں سے بھی عمل کرائیں۔

دُعا کیجئے: اے اللہ! میرے باطن کو میرے ظاہر سے بہتر بنا دیجئے اور میرے ظاہر کو اچھا بنا دیجئے۔

اے اللہ! میں آپ سے ان اچھی چیزوں کا سوال کرتا ہوں جو آپ لوگوں کو مال اور بیوی بچے میں سے عطا فرماتے ہیں اور اس بات کا سوال کرتا ہوں کہ میں نہ گمراہ ہوں اور نہ گمراہ کرنے والا ہوں۔

اے اللہ! ہمیں اپنے منتخب بندوں سے کر دیجئے جن کے چہرے اور اعضاء روشن ہونگے اور جو مقبول مہمان ہوں گے

اے اللہ! میں آپ سے ایسا نفس مانگتا ہوں جو آپ پر اطمینان رکھے، آپ کے ملنے کا یقین، آپ کی مشیت پر راضی اور آپ کے عطیہ پر قناعت کرنے والا ہو۔ اے اللہ! آپ ہی کے لئے حمد ہے ایسی حمد جو آپ کی ہمیشگی کے ساتھ وہ بھی ہمیشہ رہے اور آپ ہی کے لئے حمد ہے جو آپ کے دوام کے ساتھ وہ بھی دائم رہے اور آپ ہی کے لئے ایسی حمد ہے جس کی آپ کی مشیت کے ادھر اس کی انتہا نہیں۔ اور آپ ہی کے لئے ایسی حمد ہے کہ اسکے قائل کا تمام تر مقصود آپ ہی کی خوشنودی ہے اور آپ ہی کے لئے ایسی حمد ہے جو ہر پلک جھپکانے اور ہر سانس لینے کے ساتھ ہو۔

امت کو جہنم میں سے بچانے والے نبی رحمت صلی اللہ علیہ وسلم

حضرت جابر رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا میری اور تمہاری مثال ایسی ہے جیسے کسی شخص نے آگ جلائی تو (روشنی کو دیکھ کر) جھینگر اور پروانے آگ میں گرنے لگے اور وہ شخص ان کو (آگ میں گرنے سے بچاتا اور ہٹاتا ہے) اسی طرح میں تمہاری کمر پکڑے ہوئے ہوں (اور تمہیں آگ میں گرنے سے بچا رہا ہوں) اور تم میرے ہاتھ سے نکلے جا رہے ہو اور آگ میں گرے پڑتے ہو) مسلم نے اس حدیث کو روایت کیا۔

تشریح: یہ آگ لذات و خواہشات کی مقناطیسی کشش رکھنے والی حرام کاریوں، نافرمانیوں اور کبیرہ گناہوں کی آگ ہے جس میں گرنے کے لئے نفس امارہ کے پرستار بے تاب ہیں قابو سے باہر ہوئے جا رہے ہیں اور اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم رات دن ممنوعہ چیزوں اور کاموں سے بلا استثناء دور رہنے کی تاکید فرما رہے ہیں کہ الامانهيكم عنه فاجتنبوا اور ارشاد ہے: ان اعدى عدوك نفسك التى بين جنبيك (تمہارا سب سے بڑا دشمن تمہارا نفس ہے جو تمہارے پہلو میں (بیٹھا ہوا ہے) لیکن اس مکار نفس کی دعوت پر لبیک کہنے والے نبی رحمت صلی اللہ علیہ وسلم کی اس شدید ممانعت کے باوجود پروانوں کی طرح اس آگ میں گرنے کے لئے بے تاب ہیں قابو سے باہر ہوئے جا رہے ہیں مکار نفس نے لذتوں اور خواہشات نفسانی کا ایسا سبز باغ دکھایا ہے کہ ہادی رحمت کی تنبیہ حفت النار بالشهوات کے باوجود اس دشمن نفس کا بچھایا ہوا جال ایسا ہم رنگ زمین ہے کہ بے ساختہ اس میں گرفتار ہوئے چلے جا رہے ہیں اور کہتے ہیں دام ہمرنگ زمین بود گرفتار شدم، بجز ان پاکباز نیکوکار اہل ایمان کے جنہوں نے اللہ تعالیٰ کی رحمت سے اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی تعلیمات پر عمل کرنے کی سعادت حاصل کر لی ہے۔

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ بہ تحقیق رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے (کھانے کے وقت) انگلیوں کو چاٹنے اور پلیٹ صاف کرنے کا حکم دیا اور فرمایا تم نہیں جانتے کہ (کھانے کے) کون سے جزو میں برکت ہے (اگر تم نے انگلیوں کو نہ چاٹا اور پلیٹ کو صاف نہ کیا اور اس جزو میں برکت ہوئی تو تم برکت سے محروم ہو گئے حالانکہ پیٹ اللہ کی رکھی ہوئی برکت ہی سے بھرتا ہے۔ مسلم

اور مسلم ہی کی ایک روایت میں ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا (کھاتے وقت) جب تم میں سے کسی کا لقمہ (زمین پر) گر جائے تو اس کو چاہئے کہ اس کو اٹھا لے اور جو ناگوار چیز اس پر لگی ہو اس کو دور کر دے اور کھا لے اور اس کو شیطان کے لئے نہ چھوڑے اور ہاتھوں کو جب تک انگلیاں چاٹ نہ لے تولیہ سے نہ پونچھے اس لئے کہ وہ نہیں جانتا کہ اس کے کھانے کے کون سے جزو میں برکت ہے (اگر برکت اسی جزو میں ہوئی جو اس نے تولئے سے پونچھ دیا تو وہ برکت سے محروم ہو گیا)

اور مسلم ہی کی ایک روایت میں آیا ہے بلاشبہ شیطان تم میں سے ہر ایک کے ساتھ ہوتا ہے ہر چیز کے وقت اور ہر حالت میں حتیٰ کہ کھانے کے وقت بھی موجود ہوتا ہے لہٰذا جب تم میں سے کسی کے ہاتھ سے لقمہ گر جائے تو جو ناگوار چیز اس پر لگی ہو اسے دور کر دینا چاہئے پھر لقمہ کو کھا لینا چاہئے شیطان کے لئے نہ چھوڑنا چاہئے۔

تشریح: یہ شیطان خود انسان کا نفس لوامہ (ملامت

کرنے والا نفس) یہ جو اللہ تعالیٰ کے عطا کئے ہوئے رزق کی ہم سے توہین کرانا چاہتا ہے اور کہتا ہے کہ شان کے خلاف ہے کہ فقیروں کی طرح ہر گری پڑی چیز کو اٹھا کر کھاؤ یا پلیٹوں میں بچا ہوا کھانا کھاؤ انگلیوں میں لگا ہوا کھانا چاٹو لوگ کہیں گے کیسا ندیدہ ہے کہ ایک آدھ لقمہ بھی نہیں چھوڑا اور پلیٹ یا انگلیوں کو چاٹنا تو پرلے درجے کی بدتہذیبی ہے مہذب لوگ تمہارے ساتھ دستر خوان پر بیٹھنا بھی گوارا نہ کریں گے یہ سب مکار نفس لوامہ کا فریب ہے وہ ہمیں اس طرح بہکا کر اللہ تعالیٰ کے دیئے ہوئے رزق کی توہین اور ناشکری کا مرتکب بنانا چاہتا ہے اس کے فریب میں کسی بھی مسلمان کو نہ آنا چاہئے اور نبی علیہ الصلوۃ والسلام کے فرمودہ آداب و بلا جھجک عمل کرنا چاہئے اور کھانے میں شریک لوگوں کو بتلانا چاہئے کہ یہی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت ہے مسلمانوں کا مقصد اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی تعلیمات پر عمل کرنے کی سعادت حاصل کرنا ہونا چاہئے نہ ہی آج کل کے فرعون صفت نام نہاد مہذب لوگوں میں سرخروئی اسی باب کی چوتھی حدیث کی تشریح کے ذیل میں ہم آج کل کے مہذب لوگوں کی حالت پر تفصیل کے ساتھ روشنی ڈال چکے ہیں اس مقام پر تو صرف اس شیطان سے تعارف کرانا ہے جو ہمیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے فرمودہ آداب و سنن سے باغی اور منحرف بنانے پر تلا ہوا ہے۔

اللہ تعالیٰ ہم سب کو آداب و سنن نبی علیہ الصلوۃ والسلام پر عمل کرنے کی خصوصاً اس زمانہ میں توفیق عطا فرمائیں۔

دُعا کیجئے

اے اللہ! میرے دل کو اپنے دین کی طرف متوجہ کر دیجئے اور اپنی رحمت کے ساتھ ادھر ادھر سے حفاظت رکھئے اے اللہ! مجھے ثابت قدم رکھئے کہیں میں پھسل نہ جاؤں اور مجھے ہدایت پر رکھئے کہ کہیں میں گمراہ نہ ہو جاؤں۔ اے اللہ جس طرح آپ مجھ میں اور میرے دل میں حائل ہیں تو شیطان اس کے عمل اور مجھ میں حائل رہئے۔

اے اللہ! ہمیں اپنا فضل نصیب کیجئے اور ہمیں اپنے رزق سے محروم نہ کیجئے اور جو رزق آپ نے ہمیں دیا ہے اس میں برکت فرمائیے ہمارے دلوں کو غنی کر دیجئے اور جو کچھ آپ کے پاس ہے ہمیں اس کی طرف رغبت دے دیجئے۔

اے اللہ! آپ مجھے ان لوگوں میں سے کر دیجئے جنہوں نے آپ پر توکل کیا پس آپ ان کیلئے کافی ہو گئے انہوں نے آپ سے ہدایت طلب کی سو آپ نے انہیں ہدایت صیب فرما دی انہوں نے آپ سے مدد چاہی سو آپ نے انہیں مدد عطا فرما دی۔ اے اللہ میرے دل کے وسوسوں کو اپنی خشیت اور اپنی یاد بنا دیجئے اور میرے شوق و ہمت کی چیز کو وہی کر دیجئے جسے آپ اچھا سمجھتے اور پسند کرتے ہیں۔

اے اللہ! آپ میرا امتحان نرمی یا سختی غرض جس چیز سے بھی کریں مجھے طریق حق و شریعت اسلام پر جمائے رکھئے۔

اے اللہ! میں آپ سے جملہ اشیاء میں نعمت کے پورے ہونے اور ان پر آپ کے شکر کی توفیق پانے کی درخواست کرتا ہوں یہاں تک کہ آپ خوش ہو جائیں اور خوش ہونے کے بعد آپ میرے لئے تمام ایسی چیزوں میں جن میں انتخاب ہوتا ہے میرے لئے انتخاب فرما دیجئے۔ اور اے کریم انتخاب بھی سب ہی آسان کاموں کا نہ کہ دشوار کاموں کا فرمائیے۔

اے اللہ! صبح کے نکالنے والے، رات کو آرام کا وقت بنانے والے، سورج چاند کو وقت کا مقیاس بنانے والے مجھے اپنی راہ میں جہاد کی قوت عطا فرمائیے۔

بدعات پر عمل کا شرمناک نتیجہ

عن ابن عباس رضی الله عنهما قال: قام فینا رسول الله صلی الله علیه وسلم بموعظة فقال: یاایها الناس انکم محشورون الی الله تعالیٰ حفاة عراة غرلا ﴿کما بدانا اول خلق نعیده وعدا علینا انا کنا فاعلین﴾ (متفق علیه)

ترجمہ: حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ (ایک دن) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہمارے درمیان وعظ فرمانے کھڑے ہوئے تو آپ نے فرمایا: اے لوگو! تم سب (حشر کے میدان) میں جمع کئے جاؤ گے (اور) اللہ تعالیٰ کے حضور میں ننگے پاؤں تن برہنہ غیر مختون (پیش ہوگے) اللہ تعالیٰ کے فرمان کے مطابق: ''جیسے ہم نے پہلی مرتبہ مخلوق کو (عدم سے وجود میں لاکر) پیدا کیا ہے ایسے ہی ہم دوبارہ پیدا کریں گے یہ وعدہ ہے ہمارے ذمہ بلاشبہ ہم ایسا ضرور کریں گے'' اس کے بعد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: سن لو! سب سے پہلے قیامت کے دن جس کو لباس پہنایا جائے گا (اور خلعت اصطفاء وخلت سے سرفراز کیا جائے گا) وہ حضرت ابراہیم علیہ السلام ہوں گے (آپ فرماتے ہیں اور) سن لو! میری امت میں سے کچھ لوگوں کو لایا جائے گا تو ان کو پکڑ کر بائیں جانب (جہنم کی طرف) لے جایا جائے گا تو میں کہوں گا یہ تو میری امت کے لوگ ہیں؟ (ان کو بائیں جانب کیوں لے جایا جا رہا ہے؟) تو کہا جائے گا ''بلاشبہ تم نہیں جانتے کہ انہوں نے تمہارے بعد (دین میں) کیسی کیسی نئی نئی (اعتقادی اور عملی) گمراہیاں پیدا کی ہیں تو میں وہی کہوں گا جو ایک صالح بندے (عیسیٰ السلام) نے کہا تھا۔

وکنت علیهم شهیداً مادمت فیهم فلماتوفیتنی کنت انت الرقیب علیهم وانت علی کل شیء شهید. ان تعذبهم فانهم عبادک وان تغفرلهم فانک انت العزیز الحکیم. (مائدہ ع ۱۶)

اور میں ان سے باخبر تھا جب تک میں ان میں رہا پھر جب تو نے مجھے اٹھایا تو تو ہی تھا ان کا نگران اور ہر چیز تیرے سامنے حاضر ہے اگر تو ان کو عذاب دے تو وہ تیرے بندے ہیں اور اگر تو ان کو معاف کردے تو تو زبردست حکمتوں والا ہے۔ تو مجھے بتلایا جائے گا جب سے تم ان سے جدا ہوئے ہو یہ لوگ برابر (دین سے) الٹے پاؤں لوٹتے رہے ہیں (یعنی دین سے پھرتے رہے ہیں)

تشریح: اس حدیث میں چند چیزیں محتاج تشریح ہیں:

۱۔ قیامت کے دن تمام انسانوں کے پابرہنہ تن برہنہ اور بغیر ختنہ اٹھائے جانے کی وجہ خود اللہ تعالیٰ نے بیان فرمادی کہ دوسری پیدائش بالکل پہلی پیدائش کی طرح طبعی ہوگی انسانی صنعت کا اس میں مطلق دخل نہ ہوگا۔

۲۔ سب سے پہلے حضرت ابراہیم علیہ السلام کو لباس پہنانے کی وجہ بظاہر یہ معلوم ہوتی ہے کہ اللہ تعالیٰ نے تمام انبیاء میں سب سے پہلے اصطفاء اجتباء اور خلت سے انہی کو سرفراز فرمایا ہے اس لئے حضرت ابراہیم علیہ السلام تمام انبیاء میں ایسے موحد اعظم ہوئے ہیں کہ انہوں نے نہ صرف صنم پرستی بلکہ ارواح

پرستی کو اکب پرستی غرض ہر غیر اللہ کی پرستش کی تردید فرما کر خدا کی وحدانیت کا جھنڈا بلند کیا ہے اسی لئے ان کا خصوصی لقب ابراہیم خلیل اللہ ہے اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے واتخذ الله ابراهيم خليلاً

۳- علماء محققین اس بات پر متفق ہیں کہ ہر سنت کے مقابلہ پر بدعت ہے اور احیائے سنت بدعت کی اماتت ہے۔

اسلامی آداب

زندگی کے ہر شعبہ اور ہر حالت مثلاً کھانے پینے، اٹھنے بیٹھنے، سونے جاگنے، ملنے ملانے اور لباس پہننے وغیرہ سے متعلق جو طور طریقے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور صحابہ کرام کے تعامل سے ثابت ہوں اور وہ کسی دوسری غیر مسلم قوم کا شعار (امتیازی نشان) نہ ہوں وہ سب اسلامی آداب ہیں تاہم مسلمانوں کو حتی الامکان انہی آداب کو اختیار کرنا چاہئے جو احادیث سے ثابت ہیں کسی دوسری غیر مسلم قوم کے شعار (امتیازی نشان) ہرگز اختیار نہ کرنا چاہئے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے:

من تشبه بقوم فهو منهم

جس نے کسی قوم کے ساتھ (کسی بھی چیز میں) مشابہت اختیار کی وہ انہی میں سے ہے۔

ہماری حالت

ہم اس زمانہ میں بدعات سے بدرجہا زیادہ غیر قوموں کی نقالی میں سرتاپا مبتلا ہیں لہٰذا جس طرح بدعات سے نجات پانے کے لئے احیا سنت کی بے حد ضرورت ہے اسی طرح غیر اسلامی طور طریقوں سے نجات پانے کے لئے اسلامی آداب کی ترویج واشاعت کی اس سے بھی زیادہ ضرورت ہے چنانچہ جس قدر ہماری معاشرت میں آداب نبوی علیہ الصلوٰۃ والسلام اور مسنون طریقے رائج ہوتے جائیں گے اسی قدر غیر قوموں خصوصاً یورپین قوموں کے طور طریقے ختم ہوتے چلے جائیں گے ایک آداب طعام ہی کو لے لیجئے اگر ہم پیغمبر علیہ الصلوٰۃ والسلام کے بیان کردہ طریق پر فرش پر بیٹھ کر دستر خوان بچھا کر بسم اللہ کہہ کر کھانا کھانے کو رواج دیں تو میز کرسیوں پر بیٹھ کر جانوروں کی طرح کھڑے کھڑے ہاتھوں میں گداؤں کی طرح کاسۂ گدائی لئے بغیر پلیٹ ہاتھ میں لے کر ادھر ادھر ڈشوں میں سے کھانا لے کر کھانے کے مروجہ غیر اسلامی طور طریقے آہستہ آہستہ سب چھوٹ جائیں گے اسی پر بقیہ زندگی کے تمام شعبوں کو قیاس کر لیجئے اور للہ زیادہ سے زیادہ احیا سنت اور اسلامی آداب کی ترویج کی کوشش کیجئے تا کہ ہم خود اور ہماری آئندہ نسلیں مسلمان رہ سکیں ورنہ ہم خود بھی گنہگار ہوں گے اور آنے والی نسلوں کے گناہ بھی ہم پر ہوں گے اللہ تعالیٰ ہم پر رحم فرمائیں۔

غرض اس حدیث کا حاصل صرف اس ہولناک انجام سے خبردار کرنا ہے جب قیامت کے دن ہمارے رسول صلی اللہ علیہ وسلم ہم کو اپنی طرف بلائیں گے مگر ہم اپنے خلاف سنت عقائد واعمال کی بنا پر جن کا حال فرشتوں کی زبان سے سن کر فرمائیں گے دور ہوں دور ہوں جہنم میں جائیں گے اور آپ کی شفاعت سے بھی محروم ہوں گے۔ العیاذ باللہ

دُعا کیجئے: اے اللہ! آپ کے ابتلاء اور مخلوق کے ساتھ آپ کے برتاؤ میں آپ ہی کیلئے حمد ہے اور آپ کے ابتلا اور ہمارے گھر والوں کیساتھ برتاؤ میں آپ ہی کیلئے حمد ہے۔ اور آپ کے ابتلاء اور خاص ہماری جانوں کیساتھ برتاؤ میں آپ ہی کیلئے حمد ہے۔ اور آپ ہی کے لئے حمد ہے اس پر کہ آپ نے ہمیں ہدایت دی اور آپ ہی کیلئے حمد ہے اس پر کہ آپ نے ہمیں عزت دی اور آپ ہی کے لئے حمد ہے کہ آپ نے ہماری پردہ پوشی فرمائی اور آپ ہی کیلئے قرآن پر حمد ہے، اور آپ ہی کے لئے اہل و مال پر حمد ہے، اور آپ ہی کے لئے درگزر پر حمد ہے اور آپ ہی کے لئے حمد ہے یہاں تک کہ آپ خوش ہو جائیں۔ اور آپ ہی کیلئے حمد ہے جب تک کہ آپ خوش ہو جائیں۔

بلاضرورت اور بے مقصد کام کرنے کی ممانعت

عن ابی سعید عبداللہ بن مغفل رضی اللہ عنہ قال: نھی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم عن الخذف وقال: انہ لا یقتل الصید، ولا ینکا العدو (متفق علیہ)

ترجمہ: حضرت ابوسعید عبداللہ بن مغفل رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے (بے مقصد ادھر ادھر) کنکریں پھینکنے سے منع کیا اور فرمایا۔ یہ کنکریں نہ تو شکار کو مارتی ہیں نہ ہی دشمن کو زخمی کرتی ہیں (ہاں گزرنے والے کی) آنکھ بیشک پھوڑ دیتی ہیں (سامنے کوئی ہو تو اس کے) دانت کو بیشک توڑ دیتی ہیں۔

تشریح: اور ایک روایت میں ہے کہ ابن مغفل صحابیؓ کے ایک رشتہ دار نے (یوں ہی) کنکر پھینکی تو ابن مغفلؓ نے اس کو منع کیا اور کہا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کنکر پھینکنے سے منع کیا ہے اور فرمایا ہے کنکر شکار کو نہیں مارتی (یہ سننے کے باوجود) اس نے پھر کنکر پھینکی تو ابن مغفلؓ نے کہا میں تم سے حدیث بیان کر چکا ہوں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس سے منع کیا ہے اور تم پھر بھی کنکریں پھینکتے ہو (جاؤ) میں تم سے کبھی بات نہ کروں گا۔

اس ممانعت کا مقصد ان تمام بے مقصد حرکات اور کاموں سے منع کرنا ہے جو (نادانستہ طور پر) دوسرے شخص کو ضرر پہنچا سکتے ہیں ورنہ نشانہ درست کرنے کی غرض سے نشانہ بازی خواہ تیر کمان سے ہو خواہ غلہ اور غلیل سے خواہ اس زمانہ میں چھرہ دار بندوق سے نشانہ کی مشق کرنا اور مخصوص جگہ پر تیر یا غلہ یا چھرے مارنا بالکل جائز ہے بلکہ دشمنوں سے لڑنے کی غرض سے اس قسم کی مشقیں نہایت ضروری ہیں خود رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مختلف احادیث میں اس کی ترغیب دی ہے **واعدوالھم ماستطعتم من قوۃ** کا مصداق آپ نے تیراندازی ہی کو بتلایا ہے اور اس کی تعریف کی ہے۔

ہماری آج کی زندگی میں تو اس قسم کی احمقانہ حرکتوں کے نتیجہ میں بڑے بڑے جھگڑے سماجی نزاعات رونما ہو جاتے ہیں اور ان کے خمیازے بھگتنے پڑتے ہیں اس لئے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی اس حکیمانہ ممانعت پر عمل کرنا علاوہ عمل بالسنہ کے اجر و ثواب کے اس زندگی میں سلامتی اور عافیت کا ذریعہ بھی ہے خود بھی عمل کرنا چاہئے اور دوسروں سے بھی عمل کرانا چاہئے حضرت عبداللہ بن مغفل رضی اللہ عنہ کی یہ غیرت ایمانی ہے کہ حدیث رسول اللہ سن لینے کے باوجود دیدہ ودانستہ اس کے خلاف کرنے والے رشتہ دار سے سلام وکلام ہمیشہ ہمیشہ کے لئے ختم کر دیا اللہ تعالیٰ ہمیں بھی اس کی توفیق عطا فرمائیں کہ دیدہ دانستہ سنت کا خلاف کرنے والوں سے تعلقات کی پرواہ کئے بغیر سلام وکلام اسی طرح ختم کر دیں اور جتلا دیں کہ ہم تم سے قطع تعلق اس وجہ سے کر رہے ہیں کہ تم دیدہ ودانستہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت کے خلاف کرتے ہو

حجر اسود کے احترام کی وجہ

حضرت عابس بن ربیعہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضرت عمر بن الخطاب حجر اسود کو بوسہ دے رہے تھے اور کہتے جا رہے تھے میں خوب اچھی طرح جانتا ہوں کہ تو ایک پتھر ہے نہ نفع پہنچاتا ہے نہ ضرر اگر میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو تجھے بوسہ دیتے نہ دیکھا ہوتا تو کبھی نہیں بوسہ دیتا

تشریح: حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ اس اعلان سے

ایک طرف ان دریدہ دہنوں کو دندان شکن جواب دینا چاہتے ہیں جو مسلمانوں کے حجر اسود کے استلام (چومنے) کو کھلی ہوئی صنم پرستی کا طعنہ دیتے ہیں دوسری طرف یہ بتلانا چاہتے ہیں کہ ہم اللہ تعالیٰ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کا اتباع بھی صرف اس لئے کرتے ہیں کہ آپ اللہ تعالیٰ کے رسول ہیں آپ اللہ تعالیٰ کے حکم کے بغیر کوئی کام نہیں کرتے۔

لہٰذا اللہ تعالیٰ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کا ہر فعل خواہ وہ انسانی عقل کے اعتبار سے معقول ہو یا نہ ہو ہمارے خیال میں مستحسن ہو یا نہ ہو ہم خدا کے حکم کے مطابق اس کی پیروی کریں گے درحقیقت ہم حجر اسود کو نہیں چومتے بلکہ اللہ تعالیٰ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی پیروی کرتے ہیں انہوں نے بذریعہ وحی (خفی ہو یا جلی) ہم کو بتلایا ہے۔

الحجر الاسود یمین الله

حجر اسود اللہ تعالیٰ کا دایاں ہاتھ ہے۔

اللہ تعالیٰ لبیک اللھم لبیک کہنے والے حاجی سے اللہ کے گھر پہنچنے پر اس کا تلبیہ (حاضری) قبول فرماتے ہیں اور ہاتھ ملاتے ہیں (مصافحہ کرتے ہیں) اور بندہ رب العالمین کی اس ذرہ نوازی اور عزت افزائی پر زار و قطار روتا ہے اور خوشی کے آنسو بہاتا ہے کون عقل کا دشمن ہے جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے اس اتباع کو صنم پرستی کہتا ہو۔

ایک اور روایت میں آیا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم حجر اسود کو چوم رہے تھے اور زار و قطار رو رہے تھے اور خوشی کے آنسو بہا رہے تھے حضرت عمر فاروقؓ آپ کے پیچھے کھڑے رو رہے تھے حضرت عمر کو روتے دیکھ کر فرمایا:

یاعمر ھھنا تسکب الدموع

اے عمر یہی تو جگہ ہے جہاں آنسو بہائے جاتے ہیں۔

حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کا یہ اتباع رسول کا اعلان ایسا ہی ہے جیسے بیت اللہ کے طواف کے متعلق اللہ تعالیٰ کا اعلان ہے۔

فلیعبدوا رب ھذا البیت (القریش:۳)

پس چاہئے کہ وہ اس گھر کے رب کی عبادت کریں (نہ کہ) اس گھر کی '(یعنی اس گھر کے رب کی عبادت کریں طواف کریں نمازیں پڑھیں اس گھر کی نہیں)

اس لئے کہ بیت اللہ اس پتھروں کی چار گوشہ عمارت کا نام نہیں ہے بلکہ وہ محدود فضا جو عرش سے فرش تک ایک بقعہ نور کی شکل میں قائم ہے جن کے دل کی آنکھیں کھلی ہیں وہ دیکھتے بھی ہیں اس فضا کا نام بیت اللہ ہے اسی کی طرف رخ کر کے مسلمان دنیا کے ہر گوشہ میں نمازیں پڑھتے ہیں مشرق میں ہوں یا مغرب میں شمال میں ہوں یا جنوب میں مکہ مکرمہ کی سطح کی بنسبت نشیب میں ہوں یا فراز میں پہاڑوں کے اوپر آباد ہوں یا غاروں میں۔ ظاہر ہے کہ مکہ مکرمہ میں مسجد کے صحن میں بنی ہوئی پتھروں کی عمارت تو پہاڑوں کی بلندی کی بنسبت بہت زیادہ نشیب میں واقع ہے مگر نمازیں اسی فضا نور کی طرف رخ کر کے پڑھی جاتیں ہیں جدید سعودی تعمیر حرم کے اندر دوسری اور تیسری منزلوں پر بھی اور زمین دوز تہہ خانوں کے اندر بھی نماز اسی بقعہ نور کی طرف پڑھی جاتی ہے طواف اوپر کی منزلوں پر بھی اسی طرح ہوتے ہیں جیسے حرم کے ہموار فرش پر خانہ کعبہ کا طواف کیا جاتا ہے اور نمازیں پڑھی جاتی ہیں اس سے معلوم ہوا کہ بیت اللہ اس پتھروں کی بنی ہوئی چار گوشہ عمارت کا نام نہیں ہے اور مسلمان نہ اس عمارت کا طواف کرتے ہیں نہ اس کی طرف نماز پڑھتے ہیں بلکہ بیت اللہ اور خانہ کعبہ اس فضا اور بقعہ نور کا نام ہے جس کی بلندی رب العالمین کے عرش سے فرش یعنی زمین کی نچلی سطح تک ہے اسی کا طواف کرتے ہیں اسی کی طرف نمازیں پڑھتے ہیں وہی

مسلمانوں کا قبلہ ہے اسی کی طرف رخ کر کے نماز پڑھنے کا حکم۔

باقی یہ فضا محدود اور بقعہ نور بھی صرف اس وحدہ لاشریک لہ کی عبادت میں ایک گونہ وحدت کی شان (یعنی اتحادِ یکجہتی اور یکسوئی) پیدا کرنے کے لئے ہے ورنہ اس بیت اللہ کا رب جو ہمارا معبود ہے وہ تو جسم وجسمانیات یا کیف وکم اور جہت وسمت سے وراء الوراء ہے وہی سبحانہ تعالیٰ شانہ (پاک ہے وہ اور عقل وفہم کی رسائی سے اس کی شان بلند وبرتر ہے) وہی اس بیت (گھر) کا رب ہے وہی ہمارا معبود ہے اسی کے ہم بندے ہیں اسی کی عبادت کرتے ہیں لیکن چونکہ ہم اس کے بندے عالم اجسام سے تعلق رکھتے ہیں زمین پر رہتے اور بستے ہیں ہم اس کی عبادت میں وحدت کی شان (یکجہتی یکسوئی بغیر جہت اور سمت کی تعیین کے) نہیں قائم رکھ سکتے اس لئے صرف ہماری ضرورت سے احکم الحاکمین اس بقعہ نور اور فضا محدود کو نماز میں قبلہ اور طواف میں بیت اللہ قرار دے دیا اسی کے حکم کی تعمیل میں ہم بیت اللہ اور خانہ کعبہ کے چاروں طرف نمازیں پڑھتے ہیں اور طواف کرتے ہیں۔

بہرحال ہم مسلمان تو اس رب العالمین وحدہ لا شریک لہ کے فرمانبردار ہیں اور اس کے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی پیروی کے مامور ہیں۔

معذرت

عام طور پر مسلمان لاعلمی کی بنا پر عبادات کی حقیقت اور روح سے ناواقف ہیں خصوصاً نماز میں قبلہ اور طواف میں خانہ کعبہ اور اس کی تقبیل (بوسہ دینے) سے اس لئے ہم نے ذرا تفصیل سے اس پر روشنی ڈالنی مناسب سمجھی اس دراز نویسی کی ہم معذرت چاہتے ہیں اور قارئین سے درخواست کرتے ہیں کہ وہ طواف کرتے وقت اور نماز پڑھنے کے وقت اس بیان کو اپنے ذہن میں رکھیں اللہ تعالیٰ ہم سب کو اپنے احکام اور اپنے نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام کی سنت کی حقیقت سمجھ کر عمل کرنے کی توفیق عطا فرمائیں۔

دُعا کیجئے

اے وہ ذات کہ جس سے ڈرنا چاہئے اور اے وہ کہ آپ ہی مغفرت فرما سکتے ہیں۔

اے اللہ! آپ مجھے اس چیز کی توفیق عطا فرمائیں جسے آپ اچھا سمجھیں خواہ وہ قول ہو، عمل یا فعل یا نیت یا طریق ہو بے شک آپ ہی ہر چیز پر قادر ہیں۔ اے اللہ میں آپ کی پناہ میں آتا ہوں ایسے مکار دوست سے جس کی آنکھیں تو مجھے دیکھتی ہوں اور اس کا دل مجھے چیرے لیتا ہو اگر وہ بھلائی دیکھے تو اسے دبا دے اور برائی دیکھے تو اس کا چرچا کر دے

اے اللہ! میں شدت فقر، شدت محتاجی سے آپ کی پناہ میں آتا ہوں۔

اے اللہ! میں ابلیس اور اس کے لشکر سے آپ کی پناہ میں آتا ہوں

اے اللہ! میں عورتوں کے فتنہ سے آپ کی پناہ میں آتا ہوں

اے اللہ! میں اس بات سے کہ آپ قیامت کے دن مجھ سے منہ پھیر لیں میں آپ کی پناہ میں آتا ہوں

اے اللہ! میں ہر اس عمل سے جو مجھے رسوا کر دے آپ کی پناہ میں آتا ہوں اور ہر ایسے منصوبہ سے جو مجھے غافل کر دے آپ کی پناہ میں آتا ہوں ہر ایسے فقر سے جو مجھے ہول میں ڈال دے آپ کی پناہ میں آتا ہوں۔ ہر ایسی دولت سے جو میرا دماغ چلا دے آپ کی پناہ میں آتا ہوں۔ اے اللہ! میں فکر کی موت اور غم کی موت سے آپ کی پناہ میں آتا ہوں۔

بدعت کی تعریف، تشخیص اور اس کا حکم

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہتی ہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: جس شخص نے بھی ہمارے اس دین میں کوئی بھی ایسی نئی بات (عقیدہ یا عمل) نکالی (اور اختراع کی) جو دین کی نہیں تو وہ مردود ہے (بخاری)

بدعت کی جگہ جہنم ہے

صحیح مسلم کی ایک روایت میں ہے جس شخص نے کوئی بھی ایسا عمل کیا جس پر ہمارا عمل نہیں ہے وہ مردود ہے۔

یہ حدیث مزید تشریح کی محتاج نہیں بالکل واضح طور پر بدعات کی تشخیص اور ان کی قطعی تردید کرتی ہے۔

حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی عادت تھی کہ جب آپ منبر پر کھڑے ہو کر جمعہ کا خطبہ دیتے تو آپ کا چہرہ سرخ ہو جاتا آنکھیں لال ہو جاتیں آواز بلند ہو جاتی اور غصہ بے حد بڑھ جاتا یہاں تک کہ ایسا معلوم ہوتا جیسے آپ (غافل لوگوں کو) دشمن (کے حملے) سے خبردار کر رہے ہیں اور فرماتے: صبح کو تم پر حملہ ہوا یا شام کو اور فرماتے: بیشک میں اور قیامت ان دو انگلیوں کی طرح (آگے پیچھے) بھیجا گیا ہوں اور اپنی کلمہ کی انگلی اور درمیانی انگلی کو ملا کر دکھلاتے (کہ میری بعثت اور قیامت کے درمیان اتنا ذرا سا فاصلہ ہے تم کس خواب غفلت میں گہری نیند سو رہے ہو اب آئی قیامت اور اب آئی) اور فرماتے: امابعد پس بیشک بہترین کلام کتاب اللہ ہے اور بہترین سیرت محمد علیہ الصلوٰۃ والسلام کی سیرت ہے اور بدترین امور (عقائد واعمال) وہ ہیں جو نئے ایجاد کئے گئے ہیں اور ہر بدعت (نیا عقیدہ یا عمل) گمراہی ہے اور ہر گمراہی (کی جگہ) جہنم میں ہے۔

پھر (اس کے بعد) فرماتے: ہر مومن کی جان سے اس کی بنسبت میں قریب ہوں (یعنی مجھے اس کے جان و مال پر اس سے زیادہ اختیار ہے لہٰذا) جس مسلمان مرنے والے) نے مال چھوڑا وہ اس کے اہل یعنی وارثوں کا ہے اور جس نے کوئی قرض چھوڑا یا ضائع ہونے والے (بال بچے) چھوڑے (جن کا کوئی سرپرست نہیں) وہ میرے حوالے ہیں (ان کی کفالت میں کروں گا) اور وہ قرض مجھ پر ہے (میں ادا کروں گا)

تشریح: اس حدیث کے تین جزو ہیں ایک ان دنیا کے دھندوں میں گرفتار آخرت سے غافل لوگوں کو قرب قیامت سے خبردار کرنا ہے کہ آپ آخری نبی ہیں آپ کے بعد بس قیامت ہی آئے گی اور اس کے آنے میں کچھ زیادہ دیر نہیں ہے اب آئی اور تب آئی اور دو انگلیوں سے اس آگے پیچھے آنے کی کیفیت کو بیان فرمایا ہے۔

دوسرے جزو میں دین کے دو بنیادی ستونوں کا بیان ہے ایک یہ کہ قرآن کریم بہترین کتاب ہے اس سے بہتر کوئی کتاب نہیں دوسرے یہ کہ اللہ تعالیٰ کے محبوب نبی محمد علیہ الصلوٰۃ والسلام کی سیرت وسنت بہترین سیرت وسنت ہے جو امور (عقائد واعمال) ان دونوں کتاب اللہ اور سنت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے ثابت ہیں وہی امور دین ہیں وہی عبادات ہیں انہیں پر اجر و ثواب ملتا ہے اور جو امور عقائد واعمال ان دونوں سے ثابت نہ ہوں وہ نئی ایجاد ہیں اور گناہ وعذاب کا موجب ہیں انہی کا نام بدعت ہے اور سراسر گمراہی (جن کی جگہ جہنم میں ہے) یہی دوسرا جزو عنوان باب کو ثابت کرتا ہے۔

حدیث کے تیسرے حصہ میں مومنین کے جان و مال پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی ولایت عامہ کا بیان ہے کہ خود اہل ایمان کو اپنے نفسوں پر وہ اختیار حاصل نہیں جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو حاصل ہے جس کا اعلان اللہ تعالیٰ نے قرآن میں بھی فرمایا ہے ارشاد ہے۔

النبی اولی بالمؤمنین من انفسهم (الاحزاب: ۶)

نبی صلی اللہ علیہ وسلم مومنوں کے نفسوں پر خود ان سے زیادہ قریب اور بااختیار ہیں۔

چنانچہ اسی ولایت عامہ کی بنا پر آپ اعلان فرماتے ہیں کہ جو مسلمان مرنے کے بعد اپنے ذمہ قرض چھوڑ گیا وہ بھی میں (بیت المال سے) ادا کروں گا اور جس کے بال بچوں کا کوئی سرپرست نہیں ان کی کفالت بھی میں (بیت المال سے) کروں گا۔

گذشتہ حدیث کا حوالہ

حضرت عرباض بن ساریہ رضی اللہ عنہ کی وہ حدیث ہے جس میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے تم دور رہو اور پاس بھی نہ جاؤ (دین میں) نئی نئی باتوں (عقائد و اعمال) کے اس لئے کہ ہر بدعت (نیا ایجاد کردہ عقیدہ یا عمل) گمراہی ہے۔ اس حدیث کی تشریح بھی گزر چکی ہے دوبارہ دیکھ لیجئے۔

عبرتناک جائزہ

کلام اللہ کی ان آیات کریمہ اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی ان احادیث صحیحہ کی روشنی میں ذرا غور کیجئے اور جائزہ لیجئے کہ جن رسوم و بدعات میں ہم عام طور پر گرفتار ہیں اور عبادت سمجھ کر ان کو کرتے اور موجب اجر ثواب سمجھتے ہیں ان کا نہ صرف قرون خیر بلکہ اسلام کے تمام ادوار میں کہیں پتہ نشان ہے۔ کیا صحابہ کرام نے اپنے محبوب نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات پر یا اہل بیت کی وفات پر یا صحابہؓ نے خلفائے راشدین کی وفات پر یا ایک دوسرے کی وفات پر تیجہ چالیسواں یا سالانہ عرس کیا تھا یا آپ کی تاریخ ولادت پر یا اہل بیت میں سے کسی کی تاریخ ولادت پر یا صحابہؓ میں سے کسی کی بھی تاریخ ولادت پر محفل میلاد منعقد کی تھی اور عمدہ ولذیذ کھانوں کی دیگیں پکوائی تھیں اور بے دریغ فضول خرچیاں کی تھیں؟ اسی طرح رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے یا آپ کے صحابہ کبار یا تابعین نے بھی دسترخوان پر کھانا رکھ کر فاتحہ پڑھی تھی؟ یا آپ نے اور کسی بھی عہد کے مسلمانوں نے فرض نمازوں کے بعد دوسری دعا اور بیک آواز زور زور سے درود شریف پڑھا تھا؟ پاکستان بننے اور کراچی آنے سے پہلے اسلام کے تیرہ سو سالہ عہد میں کسی نے بھی اذان کے بعد اذان کی طرح بلند آواز سے الصلوٰة والسلام علیک یارسول اللہ کسی بھی زمانہ میں کسی بھی موذن نے کہا ہے؟ یا عشرہ محرم میں تعزیہ داری جو بت پرستی کی حد کو پہنچ چکی ہے یا یہ سیاہ اور سبز لباس اور دوپٹے کسی نے بھی پہنے تھے؟ اور یہ لکھنؤ کے شاعروں کے گھڑے ہوئے مرثیے اور ان پر ماتم اور سینہ کوبی کسی نے کی تھی؟ کہیں بھی یہ سب کچھ نہیں ہوتا جو ہندوستان و پاکستان میں ہوتا ہے حتیٰ کہ ایران کی حکومت نے جس کا مذہب تشیع ہے ان تمام لغویات کو حکماً ممنوع قرار دے دیا ہے یا رجب کے مہینہ میں بی بی فاطمہ کے نام کے کونڈے عہد اول کے مسلمانوں میں سے کسی نے بھی کئے ہیں۔

دُعا کیجئے

اے اللہ! میرے پروردگار! اے میرے پروردگار! اے میرے پروردگار! اے اللہ! اے بڑائی والے، اے سننے والے، اے دیکھنے والے، اے وہ کہ جس کا کوئی شریک ہے اور نہ مشیر، اے آفتاب و ماہتاب روشن پیدا کرنے والے اور اے مصیبت زدہ، ترساں و پناہ جو کے پناہ۔ اور اے ننھے بچے کی روزی پہنچانے والے اور اے ٹوٹی ہوئی ہڈی کے جوڑنے والے میں آپ سے درخواست کرتا ہوں مصیبت زدہ محتاج کی سی درخواست بے قرار آفت زدہ کی سی درخواست۔ میں آپ سے سوال کرتا ہوں آپ کے عرش کے بندھائے عزت کے واسطہ سے اور آپ کی کتاب کی کلید ہائے رحمت کے واسطہ سے اور ان آٹھ ناموں کے واسطہ سے جو رخ آفتاب پر لکھے ہوئے ہیں کہ قرآن کو میرے دل کی بہار اور میرے غم کی کشائش فرما دیجئے۔

کسی کو نیک کام کی راہ بتلانا بھی ثواب کا موجب ہے

ترجمہ: حضرت ابو مسعود عقبہ بن عمرو انصاری بدری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جس شخص نے نیک کام کی راہ (کسی کو) بتلائی اس کو اس نیک کام کرنے والے کی مانند اجر ملے گا۔ (مسلم)

تشریح: اس لئے کہ یہ بتلانا بھی ایک نیک کام اور موجب ثواب عمل ہے جیسے اس نیک کام پر عمل کرنے والوں کا عمل ان کے لئے موجب ثواب ہے اور ظاہر ہے کہ یہ بتلانا دعوت دینے کے معنی میں ہے اس لئے حدیث باب کے مطابق ہے۔

جس طرح نیکی کی طرف دعوت دینے والا عمل کرنے والوں کے ثواب میں شریک ہے اسی طرح بدی کی طرف دعوت دینے والا عمل کرنے والے کے عذاب میں شریک ہے۔

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جس نے ہدایت کی جانب (لوگوں کو) دعوت دی اس کو ان تمام لوگوں کے ثواب کے مانند ثواب ملے گا جنہوں نے اس کی پیروی کی اس ثواب دینے سے ان پیروی کرنے والوں کے ثواب میں کوئی کمی نہ ہوگی اور جس نے گمراہی کی جانب (لوگوں کو) دعوت دی اور بلایا اس پر ان تمام لوگوں کے گناہوں کے مانند گناہ اور عذاب ہوگا جنہوں نے اس کی پیروی کی اس عذاب سے پیروی کرنے والوں کے گناہ اور عذاب میں مطلق کمی نہ ہوگی۔ (صحیح مسلم)

پہلی حدیث میں صرف دعوت الی الخیر کا حکم مذکور تھا اس حدیث میں دعوت الی الخیر اور دعوت الی الشر دونوں کا حکم مذکور ہے۔

جہاد کا مقصد

حضرت ابو العباس سہل بن سعد الساعدی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جنگ خیبر میں (ایک دن) فرمایا: میں کل (اسلامی) جھنڈا ایسے شخص کو دوں گا جس کے ہاتھ پر (خیبر) فتح ہوگا یہ (خوشخبری) سن کر تمام لوگوں نے سخت اضطراب اور چہ میگوئیوں میں رات گزاری (کہ دیکھئے کس خوش نصیب کو جھنڈا ملتا ہے) جب صبح ہوئی تو (امیدوار) صحابہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی خدمت میں حاضر ہوئے ہر شخص امید کرتا تھا کہ جھنڈا اس کو دیا جائے گا تو آپ نے فرمایا: علی بن ابی طالبؓ کہاں ہیں؟ لوگوں نے عرض کیا: وہ بیمار ہیں ان کی آنکھیں دکھ رہی ہیں (اسی لئے وہ آئے نہیں) آپ نے فرمایا: ان کے پاس (کسی کو) بھیجو (بلا لائے) تو حضرت علی کو (ہاتھ پکڑ کر) لایا گیا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے (ان کی آنکھوں میں اپنا لعاب دہن ڈالا اور دعا فرمائی تو وہ ایسے اچھے ہو گئے جیسے ان کی آنکھوں میں درد تھا ہی نہیں، پھر ان کو جھنڈا دیا تو (اس پر) حضرت علی رضی اللہ عنہ نے عرض کیا کیا میں ان سے برابر جنگ کرتا رہوں یہاں تک کہ وہ ہماری طرح مسلمان ہو جائیں؟ آپ نے فرمایا تم اسی وقت (مجاہدوں کو ساتھ لے کر) روانہ ہو جاؤ یہاں تک کہ ان کے میدان میں جا اترو۔ جنگ کرنے سے پہلے ان کو اسلام کی دعوت دو اور اسلام کی رو سے جو اللہ کے حقوق ان پر واجب ہیں ان سے آگاہ کرو پس (اے علی) خدا کی قسم اگر اللہ تعالیٰ نے ان میں سے ایک آدمی کو بھی تمہارے ذریعہ ہدایت فرما دی تو یہ تمہارے حق میں سرخ اونٹنیوں سے بدرجہا بہتر ہے۔ (بخاری و مسلم)

اہل خیبر کو اسلام کی دعوت پہنچ چکی تھی شرعی قاعدہ کے اعتبار سے ان کو دعوت دینے کی ضرورت نہ تھی اس کے باوجود رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت علی کو اسلام کی دعوت دینے کا حکم دینا صرف یہ بتلانے کے لئے تھا کہ اگر بغیر لڑے بھڑے تمہاری دعوت پر ایک شخص بھی اسلام قبول کرلے تو یہ تمہاری انتہائی سعادت ہے اور سرخ اونٹنیوں سے (جو عرب میں بہت قیمتی مال سمجھا جاتا تھا) بدرجہا زیادہ قیمتی سرمایہ ہے علاوہ ازیں چونکہ حضرت علی انتہائی جنگجو اور کفار سے جنگ کرنے کے لئے بے چین تھے آپ کو یقین تھا کہ یہ جاتے ہی جنگ شروع کردیں گے اور خون کی ندیاں بہادیں گے اس لئے ان کو یہ بتلانا کے لئے کہ اسلام کا مقصد صرف خونریزی نہیں ہے بلکہ اسلام قبول کرنے پر آمادہ کرنا ہے اگر بغیر لڑے بھڑے ہی وہ اسلام قبول کر لیتے ہیں تو سبحان اللہ ہاں اگر وہ اسلام قبول کرنے پر آمادہ ہی نہیں اور کفر پر اڑے رہیں تو بدرجہ مجبوری ایسے سرکشوں سے نمٹنے کا واحد راستہ جنگ ہے تاکہ اللہ تعالیٰ کی زمین کفر وشرک کے فتنے سے پاک ہوجائے۔

چنانچہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

وقاتلوهم حتى لاتكون فتنة ويكون الدين لله

اوران (کافروں) سے جنگ کرو یہاں تک کہ فتنہ (کفر وشرک) باقی نہ رہے اور اطاعت اللہ تعالیٰ کے لئے ہوجائے۔

یہی اسلامی جہاد کا مقصد ہے (یعنی اسلامی احکام (مان لیں) اسکی دلیل یہ ہے کہ غیر مسلم اسلامی ملک میں جزیہ دے کر رہ سکتے ہیں۔

دُعا کیجئے

اے ہمارے پروردگار! ہمیں دنیا میں فلاں فلاں (حسب ضرورت جائز خواہشات کا یہاں تصور کیجئے) چیزیں عطا فرمائیے اے ہر اکیلے کے غمگسار اور ہر تنہا کے رفیق اور ایسے قریب جو بعید نہیں اور اے حاضر جو غائب نہیں اور اے ایسے غالب جو مغلوب نہیں اور اے حی وقیوم اے بزرگی وعظمت والے اور اے آسمانوں اور زمین کے نور اور اے آسمانوں اور زمین کی زینت اے آسمانوں اور زمینوں کے انتظام رکھنے والے، اے آسمانوں اور زمین کے تھامنے والے، اور اے آسمان وزمین کے مُوجد اور اے آسمان وزمین کے قائم رکھنے والے اور اے بزرگی وعظمت والے اے فریادیوں کے دادرس اور پناہ مانگنے والوں کی آخری دوڑ، اور بے چینیوں کے کشائش دینے والے، اور غمزدوں کے راحت دینے والے، اور بے قراروں کی دعا قبول کرنے والے اور اے صاحب کرب کو شفا دینے والے اے الہ العالمین اور اے ارحم الراحمین آپ ہی کے سامنے ہر حاجت پیش ہے۔

اے اللہ! آپ خالق اعظم ہیں آپ سب کچھ سنتے سب کچھ جانتے ہیں۔ آپ غفور، رحیم ہیں آپ ہی عرش عظیم کے مالک ہیں۔

اے اللہ! آپ محسن ہیں۔ صاحب جود، صاحب کرم ہیں آپ مجھے بخش دیجئے اور مجھ پر رحم کیجئے اور مجھے عافیت اور روزی دیجئے اور میری پردہ پوشی فرمائیے اور میرے نقصان کو پورا کردیجئے مجھے بلندی وہدایت دیجئے اور مجھے گمراہ نہ کیجئے اور مجھے جنت میں اپنی رحمت سے داخل کردیجئے۔

نیک کام میں کوتاہی نہ کرنا خود نہ کر سکے تو سفارش کرنا بھی کارخیر ہے

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ قبیلہ اسلم کے ایک نوجوان نے عرض کیا: یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم میں جہاد میں جانا چاہتا ہوں لیکن میرے پاس اتنا مال نہیں ہے کہ میں سامان جنگ مہیا کرسکوں تو آپ نے فرمایا: تم فلاں شخص کے پاس جاؤ اس نے سامان جنگ تیار کیا تھا مگر وہ بیمار ہوگیا (اس لئے نہیں جارہا) تو وہ نوجوان اس شخص کے پاس آیا اور کہا: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے تمہیں سلام کہا اور فرمایا ہے تم نے جو سامان جہاد کیلئے تیار کیا تھا وہ مجھے دے دو (میں جہاد میں جارہا ہوں اور میرے پاس سامان جنگ مطلق نہیں ہے) تو اس شخص نے اپنی بیوی کا نام لے کر کہا: اے فلانی جو سامان میں نے لڑائی کے لئے تیار کیا تھا وہ سب کا سب ان کو دے دے اس میں سے کوئی چیز بھی مت رکھیو اس لئے جو چیز بھی تو نے اس میں سے روکی (اور نہ دی) تو خدا کی قسم اس میں تیرے لئے کوئی خیر و برکت نہ ہوگی۔ (صحیح مسلم)

تشریح: حضور علیہ الصلوۃ والسلام کے حکم کی تعمیل تمام قیمتی سامان دے دینے کی تاکید کے ساتھ اس اہمیت کا اظہار ہوتا ہے جو صحابہ کرامؓ آپ کے حکم کی تعمیل میں کیا کرتے تھے (عورتیں طبعاً بخیل ہوتی ہیں قیمتی سامان دینے میں بخل سے کام لیتی اور زیادہ قیمتی چیز روک لیا کرتی ہیں اس لئے بیوی کو خطاب کرکے کہتا ہے اگر تو نے کوئی ذرا سی چیز روکی اور نہ دی تو یاد رکھ اس میں خیر و برکت مطلق نہ ہوگی۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا اس بے سروسامانی غازی کی سفارش کرنا اور اس کو معذور مجاہد کے پاس بھیجنا یقیناً دعوت الی الخیر کا مصداق ہے اس سے معلوم ہوا کہ کسی شخص کو بھی کار خیر کے لئے اسی طرح دعوت دینا دعوت الی الخیر کا مصداق ہے اللہ تعالیٰ ہم سب کو اس کی توفیق عطا فرمائیں اسی پر قیاس کرکے کہا جاسکتا ہے کہ کسی برے کام کے لئے کہنا دعوت الی الشر ہے اللہ تعالیٰ ہمیں اس سے محفوظ اور اپنی پناہ میں رکھیں۔

دُعا کیجئے

اے ارحم الراحمین! اے میرے پروردگار! مجھے اپنا بنالیجئے اور میرے دل میں اپنے مقابلہ میں فرمانبرداری ڈال دیجئے اور لوگوں کی نظر میں مجھے معزز کردیجئے اور میرے (بُرے) اخلاق سے مجھے بچالیجئے۔

اے اللہ! آپ ہی نے ہماری ذات سے ان اعمال کو طلب کیا ہے، جن پر ہم کوئی اختیار آپ کی توفیق کے بغیر نہیں رکھتے تو آپ ہمیں ان میں سے اس عمل کی توفیق عطا فرمایئے جو آپ کو ہم سے رضامند کردے۔

اے اللہ! میں آپ سے ہمیشہ رہنے والا ایمان، خشوع والا دل، سچا یقین، دین مستقیم پر بلا سے امن طلب کرتا ہوں اور میں آپ سے ہر بلا سے امن، امن کی ہمیشگی طلب کرتا ہوں اور میں آپ سے امن پر (توفیق) شکر کا سوال کرتا ہوں میں آپ سے خلق کی طرف سے بے نیازی طلب کرتا ہوں۔

عام فہم تعلیمات نبوی صلی اللہ علیہ وسلم کا
ایک سدابہار مبارک سلسلہ

درسِ حدیث

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا

اللہ تعالیٰ اس شخص کو تروتازہ رکھے جس نے میری بات سنی اور اسکو یاد کیا اور اسکو محفوظ رکھا اور پھر دوسروں کو پہنچادیا۔ (ترمذی)
نیز فرمایا سب سے افضل صدقہ یہ ہے کہ مسلمان علم دین کی بات سیکھے پھر اپنے مسلمان بھائی کو سکھادے۔ (ابن ماجہ)

زیرنگرانی

فقیہ العصر حضرت مولانا مفتی عبدالستار صاحب رحمہ اللہ
رئیس دارالافتاء جامعہ خیرالمدارس ملتان

ادارہ تالیفاتِ اشرفیہ
چوک فوارہ ملتان پاکستان
(061-4540513-4519240

سلسلہ درس حدیث-۱۲

عام فہم تعلیمات نبوی صلی اللہ علیہ وسلم کا
ایک سدا بہار مبارک سلسلہ

درسِ حدیث

۱۲

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا

اللہ تعالیٰ اس شخص کو تروتازہ رکھے جس نے میری بات سنی اور اسکو یاد کیا اور اسکو محفوظ رکھا اور پھر دوسروں کو پہنچادیا۔ (ترمذی)
نیز فرمایا سب سے افضل صدقہ یہ ہے کہ مسلمان علم دین کی بات سیکھے پھر اپنے مسلمان بھائی کو سکھادے۔ (ابن ماجہ)

از افادات
اُستاذالمحدثین حضرت مولانا ادریس میرٹھی صاحب رحمہ اللہ

اِدارہ تالیفاتِ اشرفیہ
چوک فوارہ ملتان پاکستان
(061-4540513-4519240

بسم الله الرحمن الرحيم

اللهم

صلِّ على محمدٍ وعلى آلِ محمدٍ

كما صليت على ابراهيم وعلى آل ابراهيم

إنك حميدٌ مجيد

اللهم

بارك على محمدٍ وعلى آلِ محمدٍ

كما باركت على ابراهيم وعلى آل ابراهيم

إنك حميدٌ مجيد

كتبه الفقير نفيس الحسيني اللاهوري عفا الله ذنوبه وستر عيوبه في رمضان المبارك سنة ١٤١٣

نیکی اور حسن سلوک

عن ابی هریرة رضی الله عنه عن رسول الله صلی الله علیه وسلم قال: (ان العبد اذا اخطا خطیئة نکتت فی قلبه نکتة سوداء' فان هو نزع واستغفرصقلت فان عاد زیدفیها حتی تعلوا قلبه' فهو الران الذی ذکر الله تعالیٰ: (کلابل ران علی قلوبهم ماکانوا یکسبون) (المطففین:۱۴)

ترجمہ: ''حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشادفرمایا کہ''جب کوئی شخص گناہ کرتا ہے تو اس کے دل میں ایک سیاہ نقطہ لگ جاتا ہے پھر اگر وہ گناہ چھوڑ کر توبہ واستغفار کر لے تو دل پاک وصاف ہو جاتا ہے۔ اگر دوبارہ گناہ کرتا ہے تو سیاہ نقطے بڑھتے بڑھتے پورے دل کو سیاہ کر دیتا ہے۔ یہ وہی ران اور زنگ ہے، جس کا ذکر اللہ تعالیٰ نے قرآن پاک کی اس آیت میں فرمایا''**کلابل ران علیٰ قلوبهم ماکانوا یکسبون**'' جس کا ترجمہ یہ ہے کوئی نہیں پر زنگ پکڑ گیا ہے ان کے دلوں پر جو وہ کماتے تھے''۔ (ترمذی' نسائی' ابن ماجہ' صحیح ابن حبان' حاکم)

تشریح: ''حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشادفرمایا کہ: ان گناہوں سے خاص طور پر بچنے کی کوشش کرو جن کو حقیر اور معمولی سمجھا جاتا ہے۔ کیونکہ وہ سب مل کر آدمی کو ہلاک و برباد کر دیتے ہیں۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے انکی مثال بیان فرمائی کہ کچھ لوگ وسیع بیابان میں اترے انکا کھانا آ گیا (لیکن اس کو پکانا ہے) چنانچہ ایک شخص ایک لکڑی لاتا ہے۔ دوسرا شخص بھی لکڑی لاتا ہے یہاں تک کہ ایک ایک لکڑی جمع کرتے کرتے بہت سی لکڑیوں کا ایندھن جمع کر لیتے ہیں اور پھر انہی لکڑیوں کے ایندھن میں آگ لگا کر کھانا اس پر پکاتے ہیں۔ (ایک لکڑی پر آگ لگا کر کھانا نہیں پک سکتا تھا لیکن چھوٹی چھوٹی لکڑیوں کا ڈھیر لگا کر اسکی آگ میں کھانا پکا لیا جاتا ہے اسی طرح چھوٹے چھوٹے گناہ جمع ہوتے ہوتے انسان کی تباہی اور ہلاکت کا سامان بن جاتے ہیں۔ (احمد' طبرانی' ابویعلی) البتہ ابویعلی کی روایت کے شروع میں ہے کہ شیطان اس سے تو مایوس ہو گیا کہ جزیرہ عرب میں اسکی پرستش کی جائے گی۔ لیکن اسکے بغیر ہی ان گناہوں کو تم سے کرا کر خوش ہو جائے گا جن کو حقیر اور معمولی سمجھا جاتا ہے اور حقیقت میں وہی گناہ قیامت کے دن انسان کو ہلاک کرنیوالے ہونگے''۔ (طبرانی' بیہقی)

''حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا اے عائشہ! اپنے کو ان گناہوں سے بچانے کی خاص طور سے کوشش اور فکر کرو جن کو حقیر اور معمولی سمجھا جاتا ہے' کیونکہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے ان کی بھی باز پرس ہونے والی ہے''۔ (نسائی' ابن ماجہ' صحیح ابن حبان)۔

تشریح:۔ جن لوگوں کو آخرت اور حساب کتاب کی کچھ فکر ہوتی ہے اور جو اللہ تعالیٰ کے عذاب اور اس کی پکڑ سے ڈرتے ہیں اور کبیرہ یعنی بڑے گناہوں سے بچنے کا تو عام طور پر اہتمام کرتے ہیں لیکن جو گناہ ہلکے اور صغیرہ سمجھے جاتے ہیں ان کو خفیف اور معمولی سمجھنے کی وجہ سے اللہ تعالیٰ کے بہت سے خدا ترس بندے بھی ان سے بچنے کی فکر زیادہ نہیں کرتے۔ حالانکہ

اس حیثیت سے کہ وہ گناہ ہیں اور ان کے کرنے میں بھی اللہ تعالیٰ کی طرف سے بھی ان کی باز پرس ہونی ہے۔ ہمیں ان سے بچنے کی بھی پوری پوری کوشش کرنی چاہئے۔

اس حدیث میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کو یہی نصیحت فرمائی ہے اگرچہ اس کی خاص مخاطب حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا ہیں لیکن درحقیقت یہ انتباہ اور یہ ہدایت ونصیحت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف سے اپنی امت کے سب مردوں اور عورتوں کے لئے ہے جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے خاص گھر والوں کو بھی اس فکر اور احتیاط کی ضرورت ہے تو آپ کے اور ہمارے لئے اس میں غفلت اور بے پروائی کی کیا گنجائش ہے۔

حقیقت یہ ہے کہ صغیرہ گناہ اگرچہ کبیرہ کے مقابلہ میں صغیرہ ہے لیکن اللہ تعالیٰ کی ناراضگی کا باعث ہونے کی حیثیت سے اور اس حیثیت سے کہ آخرت میں اس کی بھی باز پرس ہونے والی ہے ہرگز صغیرہ اور ہلکا نہیں ہے۔ دونوں میں بس اتنا فرق ہے جتنا کہ زہریلے اور کم زہریلے سانپوں میں ہوتا ہے۔ پس جس طرح کم زہر والے سانپ سے بھی ہم بچتے اور بھاگتے ہیں اسی طرح ہمیں صغیرہ گناہوں سے بھی اپنے کو بچانے اور محفوظ رکھنے کی پوری کوشش کرنی چاہئے۔ یہی اس حدیث کا منشاء اور مقصد ہے۔ (از معارف الحدیث)

''حضرت ثوبان رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ: بلاشبہ انسان گناہ کی وجہ سے روزی سے محروم کر دیا جاتا ہے''۔ (نسائی، صحیح ابن حبان، حاکم)

تشریح:۔ مطلب یہ ہے کہ آدمی کے گناہوں کی سزا میں حق تعالیٰ شانہ اس سے روزی کو روک لیتے ہیں اور اس پر روزی کو تنگ کر دیتے ہیں اس کے برخلاف شریعت پر چلنے اور دین پر عمل کرنے اور اس پر جمنے کی برکت سے روزی کا دروازہ کھول دیا جاتا ہے جس کو حق تعالیٰ نے بیان فرمایا:

''اور یہ حکم آیا کہ اگر لوگ سیدھے رہتے راہ پر تو ہم پلاتے ان کو پانی بھرپور''۔ اور دوسری جگہ فرمایا:

''اور بستیوں والے ایمان لاتے اور پرہیز گاری کرتے تو ہم کھول دیتے ان پر نعمتیں''۔

حضرت نوح علیہ السلام نے اپنی قوم کو گناہوں سے استغفار کرنے کی ترغیب دیتے ہوئے استغفار کے فوائد بتلائے جیسا کہ سورۂ نوح میں ذکر ہے:

''تو میں نے کہا گناہ بخشواؤ اپنے رب سے بے شک وہ ہے بخشنے والا چھوڑ دے گا آسمان کی تم پر دھاریں اور بڑھا دے گا تم کو مال اور بیٹوں سے اور بنا دے گا تمہارے واسطے باغ اور بنا دے گا تمہارے لئے نہریں''۔

اور ایک اور حدیث پاک میں وارد ہے کہ جو استغفار کو لازم پکڑ لیتا ہے حق تعالیٰ شانہ ہر مشکل میں سے راستہ دیتا ہے اور ہر غم سے نجات دیتا ہے اور ایسی جگہ سے روزی دیتا ہے جہاں سے وہم وگمان نہ ہو۔

معلوم ہوا کہ اعمال صالحہ سے روزی کے دروازے کھلتے ہیں اور گناہوں کی وجہ سے روزی سے محرومی ہوتی ہے۔ اور بے برکتی ہوتی ہے۔

دُعا کیجئے

اللہ تعالیٰ سب مسلمانوں کو رزق حلال عطا فرمائے اور رزق حلال کو اپنے حبیب صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت کے طریقہ کے مطابق کھانے کی توفیق عطا فرمائے۔

گناہوں کے اثرات

وعن ابن مسعود رضی الله عنه قال: انی لاحسب الرجل ینسی العلم کما تعلمه للخطیئة یعملها. رواه الطبرانی موقوفاً ورواته ثقات الا ان القاسم لم یسمع من جده عبدالله.

ترجمہ: ''حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے فرماتے ہیں کہ میرا یہ گمان ہے کہ ایک آدمی علم سیکھ کر جو بھول جاتا ہے اس کی وجہ کوئی گناہ اور غلطی ولغزش ہوتی ہے جو اس سے سرزد ہوتی ہے''۔ (طبرانی فی کبیر)

تشریح:۔ اس سے معلوم ہوا کہ گناہ کی ایک نحوست یہ ہوتی ہے کہ آدمی میں بھول کا مادہ پیدا ہو جاتا ہے اور علم دین سے محرومی ہو جاتی ہے۔ جیسا کہ امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ نے اپنے استاذ امام وکیع رحمۃ اللہ علیہ سے حافظہ کی کمزوری کی شکایت کی۔ انہوں نے جواب دیا کہ اس کا علاج یہ ہے کہ گناہوں کو چھوڑ دو۔ کیونکہ علم حق تعالیٰ کا ایک نور ہے جو گناہگار کے دل میں نہیں ڈالا جاتا۔

''حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ انہوں نے (اپنے زمانے کے مسلمانوں کو مخاطب کر کے) فرمایا: تم ایسے کام کرتے ہو جو تمہاری نظر میں بال سے بھی زیادہ باریک ہیں لیکن ہم ان کاموں کو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں موبقات یعنی ہلاک کرنے والے کاموں میں شمار کرتے تھے''۔ (بخاری، احمد)

تشریح:۔ مطلب یہ ہے کہ تم لوگ ایسے ایسے کام کرتے ہو اور ایسی ایسی چیزیں اختیار کرتے ہو جو تمہاری نظر میں بہت معمولی درجہ کی اور بہت حقیر ہیں۔ زیادہ سے زیادہ تم ان کو مکروہات میں شمار کرتے ہو لیکن حقیقت یہ ہے کہ وہ کام اور وہ چیزیں بڑی نقصان دہ ہیں اور بڑی تباہی کی طرف لے جانے والی ہیں۔ چنانچہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں ہم لوگ ایسے کاموں کو بھی ان کاموں میں شمار کرتے تھے جو اخروی انجام کے اعتبار سے ہلاکت میں ڈالنے والے ہیں۔ (از مظاہر حق)

''حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ: اگر اللہ جل شانہٗ مجھ کو اور عیسیٰ علیہ السلام سے ہماری لغزشوں کے بارے میں مواخذہ کرے یقیناً ہمیں بھی عذاب دے گا اور ہم پر ذرا بھی ظلم نہیں کرے گا اور آپ نے شہادت کی اور اس کے ساتھ کی انگلی سے اشارہ فرمایا''۔

''ایک روایت میں ہے کہ اگر اللہ تعالیٰ مجھ سے اور ابن مریم (عیسیٰ علیہ السلام) سے ان غلطیوں کے بارے میں مواخذہ کرلے جو ان شہادت کی اس کے ساتھ کی انگلی نے کی ہیں تو ہمیں ضرور عذاب دے پھر ہم پر ذرا بھی ظلم نہ کرے''۔ (صحیح ابن حبان)

تشریح:۔ انبیاء علیہم الصلوٰۃ والتسلیمات معصوم ہوتے ہیں ان سے کوئی گناہ سرزد نہیں ہوتا۔ حدیث بالا میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشاد گرامی کا مقصد یہ ہے کہ اگر اللہ تعالیٰ کسی کے گناہوں پر پکڑ فرمائیں تو اس کو ضرور عذاب وسزا دیں خواہ وہ کوئی بھی ہو عربی ہو یا عجمی فقیر ہو یا تونگر، عورت ہو یا مرد حتیٰ کہ بالفرض مجھ سے اور عیسیٰ علیہ السلام سے بھی گناہ سرزد ہوں (حالانکہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم اور عیسیٰ علیہ السلام سے گناہ سرزد نہیں ہوئے) تو بھی اللہ تعالیٰ کا ضابطہ اتنا سخت ہے اور اللہ تعالیٰ اپنے ضابطہ کی اتنی رعایت فرماتے ہیں کہ ہمارے گناہوں پر ہمیں بھی عذاب دیں۔ تو دوسرے عام لوگوں کو اللہ تعالیٰ کے عذاب سے ڈر کر

بطریقہ اولیٰ گناہوں سے بچنا چاہئے۔ (صحیح ابن حبان)

''حضرت ابودرداء رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ: جو تم جانوروں کے ساتھ برا سلوک کرتے ہو اور ان پر ظلم کرتے ہو (کہ ان کو مارتے ہو اور ان پر ان کی طاقت سے زیادہ بوجھ لادتے ہو) اگر یہ تمہیں معاف کر دیا جائے تو یہ سمجھ لو کہ بہت زیادہ گناہوں کو اللہ تعالیٰ نے معاف کر دیا''۔ (احمد' بیہقی)

تشریح:۔ مطلب یہ ہے کہ تمہارے بہت سے گناہ تو ان جانوروں سے ہی متعلق ہیں جن کو عموماً گناہ ہی نہیں سمجھا جاتا اگر جانوروں پر ظلم وغیرہ کے گناہ بھی معاف ہو گئے تو بہت سے معاف ہو گئے۔

حسن سلوک اور صلہ رحمی

والدین کے ساتھ حسن سلوک کی ترغیب اور ان کی فرمانبرداری اور ان کے ساتھ اچھا سلوک کرنے اور ان کے انتقال کے بعد ان کے دوستوں سے اچھا سلوک کرنے کی تاکید۔

''حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے فرماتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے دریافت کیا کہ کون سا عمل حق تعالیٰ شانہ کے نزدیک محبوب اور پسندیدہ ہے؟ ارشاد فرمایا وقت پر نماز پڑھنا' میں نے عرض کیا کہ پھر کون سا عمل؟ فرمایا والدین کے ساتھ اچھا سلوک۔ میں نے عرض کیا پھر کون سا عمل؟ فرمایا اللہ کی راہ میں جہاد''۔ (بخاری' مسلم)

''حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ کوئی لڑکا اپنے والد کو اس سے بہتر بدلہ نہیں دے سکتا کہ اس کو غلام کسی کا مملوک پائے پھر اس کو خرید کر آزاد کر دے''۔ (مسلم' ابوداؤد' ترمذی' نسائی' ابن ماجہ)

دُعا کیجئے

یا اللہ: اس درس کے ذریعے حضور علیہ السلام کی جو مبارک تعلیمات کا ہمیں علم ہوا ہے اپنی خاص توفیق سے اس پر عمل کرنے کی بھی ہمت و قوت عطا فرما۔

یا اللہ! اس درس حدیث کے ذریعے ہمیں اسلام کی جن بنیادی باتوں کا علم ہوا ہے اس پر صدق دل سے عمل کرنے کی توفیق عطا فرما۔

یا اللہ! اپنے حبیب صلی اللہ علیہ وسلم سے صحابہ کرام کو جو محبت تھی ہمیں بھی اس کا ذرہ عطا فرما کہ آپ کے محبوب کے طریقوں پر چلنا ہمارے لئے آسان ہو جائے۔

یا اللہ! حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی مبارک تعلیمات' نورانی اعمال سے ہمیں بھی اپنی زندگیوں کو آراستہ کرنے کی توفیق عطا فرما۔ آمین

حقوق والدین

وعن عبدالله بن عمرو بن العاص رضی الله عنهما قال: جاء رجل الی نبی الله صلی الله علیه وسلم فاستاذنه فی الجهاد فقال: (احی والداک) ؟ قال: نعم ' قال: (فیهما فجاهد) رواه البخاری و مسلم و ابوداؤد والترمذی والنسائی.

ترجمہ: "حضرت عبداللہ بن عمرو رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت ہے کہ ایک شخص نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت اقدس میں حاضر ہو کر جہاد پر جانے کی اجازت چاہی تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس سے دریافت فرمایا کہ کیا تمہارے ماں باپ زندہ ہیں؟ اس نے عرض کیا جی ہاں! آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا پھر تم انہیں کے درمیان رہ کر جہاد کرو۔ (یعنی پوری محنت وتندہی کے ساتھ ان کی خدمت کرو کہ تمہارے حق میں یہی جہاد ہے)۔" (بخاری، مسلم، ابوداؤد، ترمذی، نسائی)

تشریح: شرح السنۃ میں لکھا ہے کہ اس حدیث سے جو حکم ثابت ہوتا ہے اس کا تعلق نفلی جہاد سے ہے کہ جس شخص کے والدین زندہ ہوں اور مسلمان ہوں وہ ان کی اجازت کے بغیر نفلی جہاد میں شرکت کے لئے گھر سے نہ جائے۔ ہاں اگر جہاد فرض ہو تو پھر اس صورت میں ان کی اجازت کی حاجت نہیں بلکہ اگر وہ منع بھی کریں اور جہاد میں جانے سے روکیں تو ان کا حکم نہ مانا جائے اور جہاد میں جایا جائے۔ اسی طرح علماء نے لکھا ہے کہ اگر مسلمان ماں باپ یا ان میں سے کسی ایک کو ناگوار خاطر ہو تو ان کی اجازت کے بغیر کسی بھی نفل عبادت جیسے نفل حج وعمرہ کے لئے نہ جائے اور نہ نفل روزہ رکھے۔ (از مظاہر حق جدید)

"مسلم کی ایک روایت میں ہے کہ ایک شخص نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہو کر عرض کیا میں آپ سے ہجرت اور جہاد پر بیعت کے لئے حاضر ہوا ہوں۔ اور میں اجر کا اللہ جل شانہ سے طلب گار ہوں۔ آپ نے دریافت فرمایا کیا تمہارے والدین میں سے کوئی زندہ ہے۔ اس نے عرض کیا جی ہاں! بلکہ دونوں ہی زندہ ہیں۔ ارشاد فرمایا تم اللہ تعالیٰ سے اجر چاہتے ہو؟ اس نے کہا جی ہاں! ارشاد فرمایا پھر اپنے والدین کے پاس واپس جاؤ اور ان کے ساتھ اچھی طرح رہو۔ (یعنی ان کی خدمت اور حقوق کی ادائیگی اچھی طرح کرو)"۔ (مسلم)

"حضرت عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ ایک شخص رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت اقدس میں حاضر ہوا اور عرض کیا میں آپ سے ہجرت پر بیعت کرنے کے لئے حاضر ہوا ہوں اور میں اپنے والدین کو روتا ہوا چھوڑ کر آیا ہوں آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ واپس انہی کے پاس جاؤ۔ اور ان کو ویسے ہی ہنسا کر آؤ یعنی ان کو راضی کر کے آؤ جیسا کہ تم ان کو روتا چھوڑ کر آئے تھے"۔ (ابوداؤد)

"حضرت ابوسعید رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ یمن کا ایک شخص ہجرت کر کے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت اقدس میں پہنچا تو آپ نے اس سے پوچھا: کیا یمن میں تمہارا کوئی ہے؟ اس نے عرض کیا کہ ہاں میرے والدین ہیں۔ آپ نے دریافت فرمایا کہ کیا انہوں نے تم کو اجازت دی ہے؟ (اور تم ان کی اجازت سے یہاں آئے ہو)؟ اس نے عرض کیا کہ: ایسا تو نہیں ہے۔ آپ نے فرمایا تو پھر ماں باپ کے پاس واپس جاؤ۔ اور یہاں آنے کی (اور جہاد اور دین کی محنت میں لگنے کی) ان

سے اجازت مانگو پھر وہ اگر تمہیں اجازت دے دیں تو آؤ اور جہاد میں لگ جاؤ اور اگر وہ اجازت نہ دیں تو ان کی خدمت اور ان کے ساتھ حسن سلوک کرتے رہو“۔ (ابوداؤد)

تشریح: ہجرت کر کے آنے والوں اور جہاد میں شرکت کرنے والوں کے بارے میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا جو عام مستقل رویہ اور اسوہ حسنہ تھا اس کی روشنی میں اس قسم کی تمام احادیث کے بارے میں یہی کہا جا سکتا ہے کہ ان کا تعلق اس صورت سے ہے جب ماں باپ خدمت کے سخت محتاج ہوں اور کوئی دوسرا ان کی خبر گیری کرنے والا نہ ہو اور اس وجہ سے وہ اجازت بھی نہ دیں تو پھر بلاشبہ ان کی خدمت اور خبر گیری ہجرت اور جہاد سے بھی مقدم ہوگی۔

البتہ اس حدیث سے یہ نتیجہ نکالنا غلط ہوگا کہ جس کسی کے ماں باپ ہوں وہ جہاد اور دین کی کسی خدمت کے لئے بھی گھر سے نہ نکلے اور صرف وہی لوگ جہاد اور دین کی خدمت میں لگیں جن کے ماں باپ نہ ہوں۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ جو صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کرتے تھے ان میں بڑی تعداد انہی کی ہوتی تھی جن کے ماں باپ زندہ ہوتے تھے۔ (از معارف الحدیث)

”حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت اقدس میں ایک شخص حاصر ہوا اس نے عرض کیا میں جہاد کرنا چاہتا ہوں لیکن مجھے اس پر قدرت نہیں ہے آپ نے دریافت فرمایا کہ کیا تمہارے والدین میں سے کوئی زندہ ہے؟ اس نے کہا میری ماں ہے آپ نے ارشاد فرمایا ان کے ساتھ اچھا سلوک کر کے اللہ تعالیٰ کی خوشنودی حاصل کرو جب تم یہ کر لو گے تو تم حج کرنے والے عمرہ کرنے والے، جہاد کرنے والے ہو گئے (یعنی ماں کو خوش کرنے پر حج و عمرہ اور جہاد سب کا ثواب مل جائے گا)“۔ (ابویعلیٰ، طبرانی صغیر واوسط)

”حضرت ابوامامہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ایک شخص نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھا کہ: اولاد پر ماں باپ کا کتنا حق ہے؟ آپ نے ارشاد فرمایا کہ: وہ تمہاری جنت و دوزخ ہیں۔“ (ابن ماجہ)

تشریح:۔ مطلب یہ ہے کہ اگر تم ماں باپ کو راضی رکھو گے ان کی خدمت کرو گے تو جنت پا لو گے۔ اور اگر اس کے برعکس ان کی نافرمانی اور ایذاء رسانی کر کے انہیں ناراض کرو گے اور ان کا دل دکھاؤ گے تو پھر تمہارا ٹھکانا دوزخ ہوگا۔ (از معارف الحدیث)

”حضرت معاویہ بن جاہمہ سے روایت ہے کہ میرے والد جاہمہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت اقدس میں حاضر ہوئے اور عرض کیا کہ: میرا ارادہ جہاد میں جانے کا ہے اور میں آپ سے اس بارے میں مشورہ لینے کے لئے حاضر ہوا ہوں آپ نے ان سے پوچھا کیا تمہاری ماں ہیں؟ انہوں نے عرض کیا: ”ہاں! ہیں“ آپ نے فرمایا: تو پھر انہی کے پاس انہی کی خدمت میں رہو ان کے قدموں میں تمہاری جنت ہے۔“ (ابن ماجہ، نسائی، حاکم)

”طبرانی کی روایت میں مذکورہ بالا واقعہ یوں ہے کہ میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت اقدس میں حاضر ہوا تا کہ جہاد کا اپنے بارے میں مشورہ کروں۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے دریافت فرمایا کیا تمہارے ماں باپ ہیں؟ میں نے کہا جی ہاں! ارشاد فرمایا پھر تو انہی کے پاس انہی کی خدمت میں رہو ماں باپ دونوں کے قدموں میں تمہاری جنت ہے“۔ (طبرانی)

دُعا کیجئے: اللہ تعالیٰ سب مسلمانوں کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا سچا پیروکار بنائے، سب کو جنت کا داخلہ نصیب فرمائے اور ہر ہر کام میں سنت نبوی پر عمل کی توفیق عطا فرمائے۔

والدین کی شفقت

وعن ابی الدرداء رضی الله عنه ان رجلااتاه فقال: ان لی امراة وان امی تامرنی بطلاقها؟ فقال. سمعت رسول الله صلی الله علیه وسلم یقول:(الوالد اوسط ابواب الجنة ' فان شئت فاضع هٰذا الباب او احفظه) . رواه ابن ماجه والترمذی واللفظ له' وقال: ربما قال سفیان امی ' و ربما قال ابی ' قال الترمذی: حدیث صحیح.

ترجمہ: ''حضرت ابودرداء رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ایک شخص نے ان کے پاس آ کر عرض کیا کہ میری ایک بیوی ہے اور میری ماں مجھے اسے طلاق دینے کو کہتی ہیں؟ (میں کیا کروں؟) ابودرداء رضی اللہ عنہ نے فرمایا میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ ارشاد فرماتے ہوئے سنا ہے کہ والد جنت کے دروازوں میں سے سب سے بہتر اور عمدہ دروازہ ہے تمہیں اختیار ہے کہ چاہو تو اس کو ضائع کر دو یا اس کی حفاظت رکھو۔ (ابن ماجہ' ترمذی) ایک روایت میں ماں کے بجائے باپ کا ذکر ہے کہ وہ طلاق دینے کو کہتے ہیں''

تشریح: ''ایک روایت میں ہے کہ ایک شخص نے ابودرداء رضی اللہ عنہ کی خدمت میں آ کر عرض کیا میرے باپ نے میری شادی اصرار کر کے کسی سے کرائی۔ اب وہ مجھے اسے طلاق دینے کو کہتے ہیں؟ (اس صورت میں میرے لئے کیا حکم ہے؟) حضرت ابودرداء رضی اللہ عنہ نے جواب میں ارشاد فرمایا کہ: نہ تو میں ماں باپ کی نافرمانی کا تمہیں کہوں گا اور نہ ہی تمہیں بیوی کو طلاق دینے کو کہوں گا البتہ اتنی بات ہے کہ اگر تم چاہو تو میں تمہیں وہ حدیث سنادوں جو میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سنی ہے میں نے آپ کو یہ ارشاد فرماتے سنا ہے کہ والد جنت کا سب سے بہتر دروازہ ہے۔ (اس کی فرمانبرداری کر کے) چاہو تو اس دروازہ کی حفاظت رکھو اور یا (اس کی نافرمانی کر کے) اس دروازہ کو چھوڑ دو جو جنت میں داخلہ کے لئے تھا۔ راوی کہتے ہیں میرا گمان ہے کہ عطاء رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ اس کو طلاق دے دو''۔ (صحیح ابن حبان)

''حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما فرماتے ہیں کہ میرے نکاح میں ایک عورت تھی جس سے مجھے محبت تھی۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ اس کو (کسی وجہ سے) پسند نہ فرماتے تھے مجھ سے فرمایا اس کو طلاق دے دو۔ میں نے انکار کر دیا چنانچہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت اقدس میں حاضر ہوئے اور اس بات کا تذکرہ آپ کے سامنے کیا مجھے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ تم اسے طلاق دے دو''۔ (ابوداؤد' ترمذی' نسائی' ابن ماجہ)

تشریح: ماں باپ کی شفقت اولاد پر حد سے زیادہ ہوتی ہے وہ ہمیشہ اولاد کے لئے خیر اور بھلا ہی سوچتے ہیں پھر باپ بھی جب حضرت عمر رضی اللہ عنہ ہوں جن کی فراست معروف و مشہور ہے۔ آخر انہوں نے اپنے بیٹے کو جو طلاق دینے کے لئے فرمایا ضرور اس میں کوئی مصلحت ہوگی تب ہی تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے بھی ابن عمر رضی اللہ عنہ کو وہی فرمایا جو حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے کہا تھا۔ واللہ اعلم۔

''حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشادفرمایا کہ: جو یہ چاہتا ہو کہ اس کی عمر بڑھا دی جائے اور اس کی روزی کو بڑھا دیا جائے اسے چاہئے کہ اپنے والدین کے ساتھ اچھا سلوک کرے اور رشتہ داروں کے ساتھ صلہ رحمی کرے''۔(احمد)

تشریح:اس طرح کی احادیث کا تقدیر کی احادیث سے کوئی ٹکراؤ نہیں ہے۔ اللہ تعالیٰ کو ازل سے معلوم تھا اور معلوم ہے کہ فلاں آدمی ماں باپ کی خدمت اور فرمانبرداری کرے گا اسی لحاظ سے اس کی عمر اس سے زیادہ مقرر فرمائی گئی جتنی کہ اس کو ماں باپ کی خدمت اور فرمانبرداری نہ کرنے کی صورت میں دی جاتی۔ اسی طرح سب حدیثوں کو سمجھنا چاہئے جن میں کسی اچھے عمل پر رزق میں وسعت اور برکت وغیرہ کی خوشخبری سنائی گئی ہے حالانکہ رزق کی تنگی اور وسعت بھی مقدر ہے۔(ازمعارف الحدیث)

''حضرت معاذ بن انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشادفرمایا کہ: جو اپنے والدین کے ساتھ اچھا سلوک کرے گا اس کے لئے جنت میں طوبیٰ نامی بہت عمدہ درخت ہوگا اور حق تعالیٰ شانہ اس کی عمر بڑھا دیں گے''۔(ابویعلیٰ،طبرانی،حاکم،اصبہانی)

''حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشادفرمایا کہ: تم اپنے آباء (ماں باپ) کی خدمت وفرمانبرداری کرو، تمہاری اولاد تمہاری فرمانبردار اور خدمت گزار ہوگی تم پاکدامنی کے ساتھ رہو تمہاری عورتیں پاکدامن رہیں گی''۔(طبرانی)

تشریح: مطلب یہ ہے کہ جو اولاد ماں باپ کی فرمانبرداری اور خدمت کرے گی اللہ تعالیٰ اس کی اولاد کو اس کا فرمانبردار اور خدمت گزار بنادے گا اسی طرح جو لوگ پاکدامنی کی زندگی گزاریں گے اللہ تعالیٰ ان کی بیویوں کو پاکدامنی کی توفیق دے گا۔(ازمعارف الحدیث)

''حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشادفرمایا کہ: وہ آدمی ذلیل ہو، وہ خوار ہو، وہ رسوا ہو، عرض کیا گیا یا رسول اللہ کون؟ (یعنی کس کے بارے میں ارشادفرمایا گیا ہے) آپ نے فرمایا وہ (بدنصیب) جو ماں باپ کو یا دونوں میں سے کسی ایک کو بڑھاپے کی حالت میں پائے، پھر (ان کی خدمت اور ان کا دل خوش کرکے) جنت حاصل نہ کرے''۔(مسلم)

دُعا کیجئے

یا اللہ! ان احادیث میں آج ہم نے جو کچھ سنا اور سمجھا محض اپنے فضل وکرم سے اس پر عمل کرنا ہمارے لئے آسان فرمادیجئے۔

یا اللہ! آج کے اس پرفتن دور میں ہمارے لئے دین پر چلنا آسان فرما۔ اور ہمیں حقیقی فکر آخرت نصیب فرما۔

یا اللہ! ہمیں اپنی ایسی محبت عطا فرما کہ ہمارے لئے نیکیاں کرنا آسان ہو جائے اور اپنی ذات کا اتنا خوف وخشیت نصیب فرما کہ ہمارے لئے تمام گناہوں کو چھوڑنا آسان ہو جائے۔

یا اللہ! ہمیں ہر روز موت کو یاد رکھنے اور آپ سے ملاقات کیلئے خود کو تیار کرنے کی توفیق نصیب فرما۔ آمین یارب العالمین

اطاعت والدین

وعن ابی هريرة رضی الله عنه قال: جاء رجل الیٰ رسول الله صلی الله عليه وسلم فقال: يا رسول الله من احق الناس بحسن صحابتی ؟ قال: (امک) . قال : ثم من ؟ قال: (امک). قال: ثم من؟ قال: (امک). قال: ثم من ؟ قال: (ابوک). رواه البخاری و مسلم.

ترجمہ: ''حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ایک شخص نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت اقدس میں حاضر ہو کر دریافت کیا کہ مجھ پر خدمت اور حسن سلوک کا سب سے زیادہ حق کس کا ہے؟ آپ نے ارشاد فرمایا کہ: تمہاری ماں کا' اس نے دریافت کیا اس کے بعد کس کا حق زیادہ ہے؟ آپ نے ارشاد فرمایا کہ: میں پھر کہتا ہوں تمہاری ماں کا۔ اس نے عرض کیا پھر کس کا؟ آپ نے ارشاد فرمایا پھر میں کہتا ہوں تمہاری ماں کا۔ اس نے عرض کیا اس کے بعد کس کا؟ آپ نے ارشاد فرمایا پھر اس کے بعد تمہارے باپ کا حق ہے''۔ (بخاری' مسلم)

''حضرت اسماء رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور قریش مکہ کے (حدیبیہ والے) معاہدے کے زمانے میں' میری ماں جو اپنے مشرکانہ مذہب پر قائم تھی (سفر کر کے مدینہ میں) میرے پاس آئی تو میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے دریافت کیا یا رسول اللہ! میری ماں میرے پاس آئی ہے اور وہ خدمت کی خواہش مند ہے تو کیا میں اس کی خدمت کروں؟ آپ نے فرمایا: جی ہاں! اس کی خدمت کرو (اور اس کے ساتھ وہ سلوک کرو جو بیٹی کو ماں کے ساتھ کرنا چاہئے)''۔ (بخاری' مسلم' ابوداؤد)

تشریح: حضرت اسماء صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کی صاحبزادی اور دوسری ماں سے حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی بڑی بہن تھیں ان کی ماں کا نام روایات میں قتیلہ بنت عبدالعزیٰ ذکر کیا گیا ہے۔ (جن کو حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے زمانہ جاہلیت میں طلاق دے کر الگ کر دیا تھا!) بہر حال اسلام کے دور میں یہ ان کی بیوی نہیں رہیں اور اپنے مشرکانہ طریقے ہی پر قائم رہیں۔ صلح حدیبیہ کے زمانہ میں جب مشرکین مکہ کو مدینہ آنے کی اور مدینہ کے مسلمانوں کو مکہ جانے کی آزادی حاصل ہوگئی تو حضرت اسماء کی یہ ماں اپنی بیٹی کے پاس مدینہ آئیں حضرت اسماء رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے دریافت کیا کہ: مجھے ان کے بارے میں کیا رویہ اختیار کرنا چاہئے۔ کیا ان کے کافر و مشرک ہونے کی وجہ سے میں ان سے ''ترک موالات'' کروں' یا ماں کے رشتہ کا لحاظ کر کے ان کی خدمت اور ان کے ساتھ اچھا سلوک کروں؟ آپ نے حکم فرمایا کہ: ان کی خدمت کرو۔ اور ان کے ساتھ وہی سلوک کرو جو ماں کا حق ہے جیسا کہ سورۂ لقمان میں ہے کہ ماں باپ اگر بالفرض مشرک ہوں اور اولاد کو بھی کفر و شرک کے لئے مجبور کریں تو اولاد کو چاہئے کہ ان کے کہنے سے کفر و شرک تو نہ کرے لیکن دنیا میں ان کے ساتھ اچھا سلوک اور ان کی خدمت پھر بھی کرتی رہے۔ (از معارف الحدیث)

''حضرت عبداللہ بن عمرو رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ: اللہ کی رضامندی

والد کی رضامندی میں ہے اور اللہ کی ناراضگی والد کی ناراضگی میں ہے۔ (ترمذی، صحیح ابن حبان، حاکم) طبرانی کی روایت میں ہے اللہ تعالیٰ کی اطاعت وفرمانبرداری باپ کی اطاعت وفرمانبرداری میں ہے۔ اور اللہ تعالیٰ کی نافرمانی باپ کی نافرمانی ہے"۔

تشریح: حدیث کا مطلب یہ ہے کہ جو اپنے مالک اور مولیٰ کو راضی کرنا چاہے وہ اپنے والد کو راضی اور خوش رکھے، اللہ تعالیٰ کی رضا حاصل ہونے کے لئے والد کی رضا جوئی شرط ہے اور والد کی ناراضگی کا لازمی نتیجہ اللہ تعالیٰ کی ناراضگی ہے لہذا جو کوئی والد کو ناراض کرے گا وہ رضاء الٰہی سے محروم رہے گا۔ اس حدیث میں والد کا لفظ آیا ہے جو عربی زبان میں باپ ہی کے لئے استعمال ہوتا ہے۔ (ماں کے لئے والدہ کا لفظ بولا جاتا ہے) اس بناء پر اس حدیث میں ماں کا ذکر صراحۃً نہیں آیا ہے۔ لیکن چونکہ دوسری احادیث میں ماں کا درجہ باپ سے بھی بلند اور بالاتر بیان کیا گیا ہے اس لئے ماں کی خوشی اور ناخوشی کی بھی وہی اہمیت ہوگی اور اس کا بھی وہی درجہ ہوگا جو اس حدیث میں باپ کی رضامندی اور ناراضگی کا بتایا گیا ہے۔ (از معارف الحدیث)

"حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت ہے کہ: ایک شخص رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت اقدس میں حاضر ہوا اور عرض کیا کہ: میں نے ایک بہت بڑا گناہ کیا ہے تو کیا میری توبہ بھی قبول ہو سکتی ہے۔ (اور مجھے معافی مل سکتی ہے) آپ نے پوچھا تمہاری ماں زندہ ہے؟ اس نے عرض کیا ماں تو نہیں ہے۔ آپ نے فرمایا تو کیا تمہاری کوئی خالہ ہے؟ اس نے عرض کیا کہ: ہاں خالہ موجود ہے، آپ نے فرمایا: تو اس کی خدمت اور اس کے ساتھ اچھا سلوک کرو۔ (اللہ تعالیٰ اس کی برکت سے تمہاری توبہ قبول فرمالے گا اور تمہیں معاف فرمادے گا) ایک روایت میں آپ نے والدین کے متعلق سوال فرمایا کہ وہ زندہ ہیں؟" (ترمذی، صحیح ابن حبان، حاکم)

تشریح: یوں تو سارے ہی اعمال صالحہ میں یہ خاصیت ہے کہ وہ گناہوں کے گندے اثرات کو مٹاتے اور اللہ تعالیٰ کی رضا ورحمت کو کھینچتے ہیں "ان الحسنات یذھبن السیئات" لیکن بعض اعمال صالحہ اس بارے میں غیر معمولی امتیازی شان رکھتے ہیں۔ اس حدیث سے معلوم ہوا کہ ماں باپ کی خدمت اور اسی طرح خالہ کی خدمت بھی انہی اعمال میں سے ہے جن کی برکت سے اللہ تعالیٰ بڑے بڑے گناہ گاروں اور سیاہ کاروں کی توبہ قبول فرمالیتا ہے اور ان سے راضی ہو جاتا ہے۔ (از معارف)

دُعا کیجئے

یا اللہ! ان احادیث میں آج ہم نے جو کچھ سنا اور سمجھا محض اپنے فضل وکرم سے اس پر عمل کرنا ہمارے لئے آسان فرمادیجئے۔

یا اللہ! آج کے اس پرفتن دور میں ہمارے لئے دین پر چلنا آسان فرما۔ اور ہمیں حقیقی فکرِ آخرت نصیب فرما۔

یا اللہ! ہمیں اپنی ایسی محبت عطا فرما کہ ہمارے لئے نیکیاں کرنا آسان ہو جائے اور اپنی ذات کا اتنا خوف وخشیت نصیب فرما کہ ہمارے لئے تمام گناہوں کو چھوڑنا آسان ہو جائے۔

والدین کی نافرمانی پر وعید

وعن ابی اسید مالک بن ربیعة الساعدی رضی الله عنه قال: بینا نحن جلوس عند رسول الله صلی الله علیه وسلم اذجاء رجل من بنی سلمة فقال: یا رسول الله هل بقی من برابوی شیٔ ابرهما به بعد موتهما؟ قال: (نعم' الصلاة علیهما' والاستغفارلهما' وانفاذ عهدهما من بعدهما' و صلةالرحم التی لاتوصل الابهما' و اکرام صدیقهما). رواه ابوداؤد و ابن ماجه و ابن حبان فی صحیحه' وزاد فی آخره: قال الرجل: ما اکثرهذا یا رسول الله واطیبه' قال: (فاعمل به)

ترجمہ: ''حضرت ابواسید ساعدی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ایک وقت جب ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر تھے بنی سلمہ میں سے ایک شخص آئے اور انہوں نے دریافت کیا کہ یارسول اللہ! کیا میرے ماں باپ کے مجھ پر کچھ ایسے حقوق بھی ہیں جوان کے مرنے کے بعد مجھے ادا کرنے چاہئیں؟ آپ نے فرمایا کہ جی ہاں ان کے لئے خیر و برکت کی دعا کرتے رہنا' ان کے واسطے اللہ تعالیٰ سے مغفرت اور بخشش مانگنا' ان کا اگر کوئی معاہدہ کسی سے ہو اس کو پورا کرنا۔ ان کے تعلق سے جو رشتے ہیں ان کا لحاظ رکھنا اور ان کا حق ادا کرنا اور ان کے دوستوں کا اکرام و احترام کرنا۔ (ابوداؤد' ابن ماجہ' صحیح ابن حبان)

تشریح: ایک روایت میں یہ بھی اضافہ ہے کہ انہوں نے سن کر عرض کیا یارسول اللہ! کیسی بہترین اور بڑھیا بات ہے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا پھر اس پر عمل کرو''۔

''عبداللہ بن دینار سے روایت ہے کہ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مکہ کے راستہ میں ایک دیہات کا شخص ملا۔ اس کو حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے سلام کیا اور اس کو گدھے کی سواری دے دی جس پر خود سوار ہوتے تھے اور اپنے سر کا عمامہ اتار کر اسے عنایت فرمایا۔ (مسلم)

''حضرت ابو بردہ سے روایت ہے فرماتے ہیں کہ میں مدینہ منورہ حاضر ہوا میرے پاس حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما تشریف لائے اور فرمایا معلوم ہے کہ میں کیوں تمہارے پاس آیا ہوں؟ میں نے عرض کیا مجھے تو معلوم نہیں فرمایا میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ ارشاد فرماتے سنا ہے کہ جو کوئی یہ چاہے کہ قبر میں اپنے باپ کے ساتھ اچھا سلوک کرے تو باپ کے انتقال کے بعد اس کے بھائیوں (دوستوں) کے ساتھ اچھا برتاؤ رکھے۔ (جو برتاؤ رکھنا چاہئے) اور میرے باپ عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ میں اور تمہارے والد میں دوستی اور محبت تھی اس لئے میں نے یہ سلوک کرنے کو پسند کیا۔ (اور تمہارے پاس آیا)''۔ (صحیح ابن حبان)

والدین کی نافرمانی اور ایذارسانی پر وعید

''حضرت عبداللہ بن عمرو رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ: اپنے ماں باپ کو گالی دینا بھی کبیرہ گناہوں میں سے ہے عرض کیا گیا کہ یارسول اللہ! کیا

کوئی اپنے ماں باپ کو بھی گالی دے سکتا ہے؟ آپ نے ارشاد فرمایا ہاں! اس کی صورت یہ ہے کہ کوئی آدمی کسی کے ماں باپ کو گالی دے پھر وہ جواب میں اس کے ماں باپ کو گالی دے (تو گویا اس نے خود ہی اپنے ماں باپ کو گالی دلوائی)''۔ (بخاری، مسلم، ابوداؤد، ترمذی)

تشریح: اس حدیث سے معلوم ہوا کہ کسی آدمی کا کسی دوسرے کو ایسی بات کہنا یا ایسی حرکت کرنا جس کے نتیجہ میں دوسرا آدمی اس کے ماں باپ کو گالی دینے لگے اتنی ہی بری بات ہے جتنی کہ خود اپنے ماں باپ کو گالی دینا اور یہ گناہ کبیرہ کے درجہ کی چیز ہے۔

''نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ کبیرہ گناہوں میں سے بڑا کبیرہ گناہ یہ ہے کہ آدمی اپنے والدین پر لعنت کرے۔ عرض کیا گیا یارسول اللہ! آدمی اپنے والدین پر کیسے لعنت کر سکتا ہے؟ ارشاد فرمایا کہ ہاں اس کی صورت یہ ہے کہ کوئی آدمی کسی کے باپ کو گالی دے وہ جواب میں اس کے باپ کو گالی دے''۔ (بخاری و مسلم)

''حضرت عمرو بن مرہ الجہنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ ایک شخص نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت اقدس میں حاضر ہوا اور عرض کیا یارسول اللہ! میں نے اس بات کی گواہی دی کہ اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی معبود نہیں اور یہ کہ آپ اللہ کے رسول ہیں اور پانچ نمازیں پڑھیں اور اپنے مال کی زکوٰۃ ادا کی اور رمضان کے روزے رکھے۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ: جو شخص اس حال میں انتقال کر جائے وہ قیامت کے دن انبیاء صدیقین شہداء کے ساتھ ایسے اٹھے گا جیسا کہ دو انگلیاں قریب قریب ہیں آپ نے اپنی دو انگلیوں کو کھڑا کر کے دکھایا۔ جب تک کہ ماں باپ کی نافرمانی نہ کرے''۔ (طبرانی، ابن خزیمہ، صحیح ابن حبان)

''حضرت ابوبکرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ اللہ جل شانہ تمام گناہوں کی سزا جو چاہتے ہیں قیامت تک موخر کر دیتے ہیں، البتہ والدین کی نافرمانی اور ایذاء رسانی کا گناہ ایسا ہے کہ حق تعالیٰ شانہ موت سے پہلے زندگی میں بہت جلد اس کی سزا دے دیتے ہیں''۔ (حاکم اصبہانی)

''عوام بن حوشب اپنا واقعہ بیان کرتے ہیں کہ میں ایک مرتبہ کسی محلہ میں پہنچا اور اس محلہ میں ایک طرف قبرستان تھا۔ چنانچہ عصر کی نماز کے بعد کیا دیکھتا ہوں کہ ایک قبر پھٹی اس میں سے ایک شخص نکلا جس کا سر گدھے کا تھا اور جسم انسان کا وہ تین مرتبہ گدھے کی طرح چیخا پھر قبر بند ہوگئی۔ اس جگہ ایک بوڑھی عورت بیٹھی سوت کات رہی تھی۔ ایک عورت نے کہا تم اس بوڑھی کو دیکھتے ہو؟ میں نے کہا کہ اس کو کیا ہوا ہے؟ اس نے کہا کہ قبر سے نکلنے والے شخص کی یہ ماں ہے میں نے کہا اس کا کیا واقعہ ہے؟ اس نے بتایا کہ یہ شخص شراب کا عادی تھا جب یہ شراب پینے جاتا تو اس کی ماں کہتی اللہ سے ڈر! کب تک شراب پیئے گا؟ وہ جواب میں کہتا کہ تو ایسی چیختی ہے کہ گدھا چیختا ہے اس شخص کا عصر کی نماز کے بعد انتقال ہوگیا۔ اب (اس کی سزا اللہ تعالیٰ نے یہ دی کہ) روزانہ عصر کے بعد اس کی قبر پھٹتی ہے، یہ تین مرتبہ گدھے کی طرح رینگتا اور چیختا ہے پھر قبر بند ہو جاتی ہے۔ (اصبہانی وغیرہ) اور اصبہانی رحمۃ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ ابو عباس اصم نے نیساپور میں حفاظت حدیث کے مجمع میں یہ واقعہ سنایا کسی نے اس کا انکار نہ کیا۔ (معلوم ہوا واقعہ صحیح ہے)''۔

دُعا کیجئے: یا الہ العالمین ہمیں اپنے محبوب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی سچی محبت عطا فرما کہ ہمارے لئے اتباع سنت آسان ہو جائے۔

چند اعمال صالحہ

وعن ابی هريرة رضی الله عنه ان رسول الله صلی الله علیه وسلم قال: (من كان يومن بالله واليوم الآخر فليكرم ضيفة ' و من كان يومن بالله واليوم الآخر فليصل رحمه' ومن كان يومن بالله واليوم الآخر فليقل خيراً اوليصمت) . رواه البخاری و مسلم.

ترجمہ: ''حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ: جو اللہ تعالیٰ پر اور آخرت کے دن پر ایمان رکھتا ہو اس کو چاہئے کہ اپنے مہمان کا اکرام کرے اور جو اللہ تعالیٰ پر اور آخرت کے دن پر ایمان رکھتا ہو اسے چاہئے کہ صلہ رحمی کرے اور جو اللہ تعالیٰ پر اور آخرت کے دن پر ایمان رکھتا ہو اسے چاہئے کہ خیر کی بات کہے یا پھر خاموش ہو جائے''۔ (بخاری،مسلم)

''حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ جو کوئی یہ چاہے کہ اس کے رزق میں فراخی اور کشادگی ہو۔ اور دنیا میں اس کے آثار قدم تا دیر ہیں (یعنی اس کی عمر دراز ہو) تو وہ (اہل قرابت کے ساتھ) صلہ رحمی کرے''۔ (بخاری،مسلم)

تشریح:۔ صلہ رحمی کی دو ہی صورتیں ہیں ایک یہ کہ آدمی اپنی کمائی سے اہل قرابت کی مالی خدمت کرے، دوسرے یہ کہ اپنے وقت اور اپنی زندگی کا کچھ حصہ ان کے کاموں میں لگائے اس کے صلہ میں رزق و مال میں وسعت اور زندگی میں اضافہ اور برکت بالکل قرین قیاس اور اللہ تعالیٰ کی حکمت و رحمت کے عین مطابق ہے۔ (از معارف الحدیث)

''حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ ارشاد فرماتے ہوئے سنا ہے کہ: جو شخص یہ چاہے کہ اس کی روزی میں فراخی اور کشادگی ہو اور اس کی عمر دراز ہو تو اس کو چاہئے کہ صلہ رحمی کرے۔ (بخاری) اور ترمذیؒ میں ہے کہ اپنے نسب سیکھو معلوم کرو تا کہ اس کے ذریعہ (رشتہ معلوم کر کے) قرابت داروں کے ساتھ صلہ رحمی کرو۔ کیونکہ صلہ رحمی گھر والوں میں محبت کا ذریعہ ہے مال کے بڑھنے کا ذریعہ ہے عمر میں برکت کا ذریعہ ہے''۔ (ترمذی)

''حضرت علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ: جو چاہتا ہو کہ اس کی عمر لمبی ہو اور اس کی روزی کشادہ ہو اور وہ بری موت مرنے سے بچے تو اسے چاہئے کہ (ہر حال میں) اللہ تعالیٰ سے ڈرے تقویٰ اختیار کرے اور صلہ رحمی کرے''۔ (احمد،بزار،حاکم)

''قبیلہ خثعم کے ایک شخص سے روایت ہے کہ میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت اقدس میں حاضر ہوا آپ اس وقت اپنے صحابہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم کے ایک مجمع میں بیٹھے تھے، میں نے عرض کیا کیا آپ ہی کا گمان ہے کہ آپ اللہ کے رسول ہیں؟ فرمایا جی ہاں! میں نے عرض کیا یا رسول اللہ! تمام اعمال میں اللہ تعالیٰ کو کون سا عمل محبوب ہے۔ ارشاد فرمایا صلہ رحمی میں نے عرض کیا یا رسول اللہ! پھر کون سا عمل؟ ارشاد فرمایا امر بالمعروف و نہی عن المنکر میں نے عرض کیا یا رسول اللہ! اعمال میں کون سا عمل اللہ تعالیٰ کو زیادہ مبغوض اور ناپسندیدہ ہے؟ ارشاد فرمایا اللہ تعالیٰ کے ساتھ کسی کو شریک ٹھہرانا میں نے عرض کیا یا رسول اللہ! پھر کون سا

عمل؟ ارشاد فرمایا پھر قطع رحمی (رشتہ توڑنا) میں نے عرض کیا پھر کون سا عمل اللہ تعالیٰ کو مبغوض اور ناپسندیدہ ہے ارشاد فرمایا پھر منکر و گناہ کا حکم کرنا اور معروف و نیکی سے روکنا''۔ (ابویعلیٰ)

''حضرت ابوایوب رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ ایک مرتبہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سفر پر تھے کہ ایک بدو سامنے آ گیا اور آپ کی اونٹنی مبارکہ کی لگام پکڑ کر کہنے لگا یا رسول اللہ! مجھے وہ عمل بتائیں جو جنت سے مجھے قریب کر دے اور دوزخ سے دور کر دے۔ راوی کہتے ہیں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم یہ سن کر کچھ دیر رک گئے۔ پھر اپنے صحابہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم کو دیکھا پھر ارشاد فرمایا اسے اچھی بات پوچھنے کی توفیق ہوئی ہے یا اسے خیر و رشد کی ہدایت دی گئی ہے۔ ارشاد فرمایا تم نے کیسے کہا تھا چنانچہ اس نے اپنا سوال دہرایا۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا اللہ تعالیٰ کی عبادت کرو اور اس کے ساتھ کسی کو شریک نہ ٹھہراؤ اور نماز قائم کرو۔ اور زکوٰۃ ادا کرو اور صلہ رحمی کرو یہ جواب دے کر اس اعرابی کو فرمایا (اب) میری اونٹنی کی لگام چھوڑ (تا کہ میں آگے سفر کروں)''۔

''ایک دوسری روایت میں ہے کہ آپ نے فرمایا اپنے رشتہ داروں کے ساتھ صلہ رحمی کرو۔ چنانچہ جب وہ شخص واپس چلا گیا تو آپ نے اپنے ساتھیوں سے فرمایا اگر یہ شخص اس عمل کو جس کا میں نے اسے حکم کیا مضبوطی سے تھام لے تو جنت میں داخل ہو جائے''۔ (بخاری، مسلم)

حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ کچھ لوگوں کی وجہ سے اللہ جل شانہ شہروں کو آباد رکھتا ہے اور ان کا مال و دولت خوب بڑھتا ہے اس میں برکت دیتا ہے اور جب سے ان کو پیدا کیا کبھی ان کی طرف ناپسندیدگی و ناگواری سے نہیں دیکھا۔ صحابہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم نے عرض کیا یا رسول اللہ! یہ انعامات ان کو کس وجہ سے دیئے جاتے ہیں؟ ارشاد فرمایا ان کی قرابت داروں و رشتہ داروں کے ساتھ صلہ رحمی کی وجہ سے۔'' (طبرانی، حاکم)

''حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ: جس کو نرمی کا حصہ دیا گیا اسے دنیا و آخرت کی بھلائی میں سے اس کا حصہ دے دیا گیا اور صلہ رحمی اور پڑوس کے ساتھ اچھا برتاؤ یا ارشاد فرمایا اچھے اخلاق شہروں کی آبادی اور عمر میں اضافہ کا ذریعہ ہیں''۔ (احمد)

دُعا کیجئے

یا اللہ ہمیں اس دنیا کی زندگی میں اپنی آخرت کی فکر نصیب فرما اور ہمیں اپنی حقیقی منزل کی تیاری اور فکر نصیب فرما۔

یا اللہ ہمیں حقوق اللہ و حقوق العباد کی ادائیگی کی توفیق نصیب فرما اور ہمارے لئے اپنی شریعت مطہرہ پر چلنا آسان فرما دے۔

یا اللہ ہماری حفاظت فرمایئے اور دنیا و آخرت میں اپنے فضل و کرم کا معاملہ فرمایئے۔

آمین یارب العالمین

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی نصیحتیں

وعن ابی ذر رضی الله عنه قال: او صانی خلیلی صلی الله علیه وسلم بخصال من الخیر اوصانی ان لاانظرالیٰ من هو فوقی' و ان انظرالی من هو دونی' واوصانی بحب المساکین ' والذنوب منهم' و اوصانی ان اصل رحمی و ان ادبرت ' و اوصانی ان لااخاف فی الله لومة لائم' و اوصانی ان اقول الحق و ان کان مرا' و اوصانی ان اکثر من لاحول ولاقوة الا بالله فانها کنز من کنوز الجنة)

رواه الطبرانی و ابن حبان فی صحیحه واللفظ له.

ترجمہ: ''حضرت ابوذر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ مجھے میرے خلیل یعنی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے چند خیر کی باتوں اور عادتوں کی نصیحت فرمائی (پہلی) وصیت یہ فرمائی کہ میں ان لوگوں کی طرف نہ دیکھو جو مال و دولت وغیرہ میں مجھ سے زیادہ حیثیت والے ہیں۔ (تا کہ دنیا کی حرص پیدا نہ ہو) بلکہ جو دنیا کے اعتبار سے مجھ سے کم درجہ کے ہیں ان کو دیکھوں (تا کہ قناعت اور شکر پیدا ہو) (دوسری) وصیت یہ فرمائی کہ میں مساکین وفقراء سے محبت کروں اوران سے قریب رہوں۔ (تیسری) وصیت یہ فرمائی کہ اپنے رشتہ داروں کے ساتھ صلہ رحمی کروں اگر چہ وہ قطع رحمی کریں۔ (چوتھی) وصیت یہ فرمائی کہ اللہ جل شانہٗ کے معاملہ میں کسی ملامت کرنے والے کی پرواہ نہ کروں۔ (پانچویں) وصیت یہ فرمائی کہ میں حق بات کہوں خواہ کڑوی ہی ہو (چھٹی) وصیت یہ فرمائی کہ ''لاحول ولاقوۃ الا باللہ'' کی کثرت رکھوں۔ کیونکہ یہ جنت کے خزانوں میں سے ایک خزانہ ہے''۔ (طبرانی' صحیح ابن حبان)

''حضرت میمونہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے روایت ہے کہ انہوں نے اپنی ایک لونڈی نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھے بغیر آزاد کر دی۔ جب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم ان کی باری والے دن تشریف لائے تو انہوں نے عرض کیا یا رسول اللہ! کیا آپ کو خبر ہے کہ میں نے اپنی لونڈی کو آزاد کر دیا۔ آپ نے فرمایا واقعی تم نے آزاد کر دیا؟ انہوں نے عرض کیا جی ہاں؟ ارشاد فرمایا اگر تم اپنے ماموؤں کو دے دیتیں تو تمہارے لئے بڑے اجر کا باعث تھا''۔ (بخاری' مسلم' ابوداؤد' نسائی)

''حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ: رشتہ داری عرش الٰہی سے چمٹی رہتی ہے اور کہتی ہے کہ جو مجھے جوڑے گا اللہ تعالیٰ اسے اپنی رحمت سے ملائے اور جو مجھے توڑے اللہ اسے توڑے''۔ (بخاری' مسلم)

تشریح: مطلب یہ ہے کہ رشتہ داری اللہ تعالیٰ سے دعا کرتی ہے جو مجھے جوڑے اے اللہ! تو اسے اپنے سے جوڑ دے یعنی اپنا بنا لے اور جو مجھے توڑے اور قطع رحمی کا رویہ اختیار کرے اے اللہ! اسے اپنے سے کاٹ دے اور اپنے سے دور اور بے تعلق کر دے۔ اسی ایک حدیث سے اندازہ کیا جا سکتا ہے کہ صلہ رحمی کی کتنی اہمیت ہے اور اس میں کوتاہی کرنا کتنا سنگین جرم اور کتنی بڑی محرومی ہے۔

''حضرت عبدالرحمٰن بن عوف رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ ارشاد فرماتے سنا ہے

کہ: اللہ عزوجل نے فرمایا میں اللہ ہوں۔ میں الرحمٰن ہوں میں نے رشتہ قرابت کو پیدا کیا ہے۔ اور اپنے نام رحمٰن کے مادہ سے نکال کر اس کو رحم کا نام دیا ہے۔ لہذا جو اسے جوڑے گا میں اسکو جوڑوں گا اور جو اس کو توڑے گا میں اس کو توڑدوں گا۔" (ابوداؤد، ترمذی)

تشریح:۔ مطلب یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اپنی حکمت اور مشیت سے پیدائش کا ایسا نظام بنایا ہے کہ ہر پیدا ہونے والا رشتوں کے بندھن میں بندھا ہوتا ہے پھر ان رشتوں کے کچھ فطری تقاضے اور حقوق ہیں جن کا عنوان اللہ تعالیٰ نے رحم مقرر فرمایا ہے جو اس پاک نام رحمٰن سے گویا مشتق ہے۔ (یعنی دونوں کا مادہ ایک ہی ہے) لہذا جو بندہ انسان کی فطرت میں رکھے ہوئے اور اللہ تعالیٰ کے مقرر کئے ہوئے ان حقوق اور تقاضوں کو پورا کرے گا (یعنی صلہ رحمی کرے گا اس کے لئے اللہ کا اعلان ہے کہ وہ اس کو جوڑے گا) یعنی اس کو اپنا بنائے گا اور فضل و کرم سے نوازے گا) اور اس کے برعکس جو کوئی قطع رحمی کا رویہ اختیار کرے گا اور قرابت کے ان حقوق کو پامال کرے گا جو اللہ تعالیٰ نے مقرر فرمائے ہیں اور انسان کی فطرت میں رکھے ہوئے ہیں تو اللہ تعالیٰ اس کو توڑ دے گا۔ یعنی اپنے قرب اور اپنی رحمت و کرم سے محروم کردے گا۔ آج جتنی مسلمانوں پر پریشانیاں ہیں بلاشبہ وہ زندگی کے مختلف شعبوں سے تعلق رکھنے والی ہماری بہت سی بداعمالیوں کا نتیجہ ہے لیکن ان احادیث کی روشنی میں یقین کے ساتھ کہا جاسکتا ہے کہ اس بربادی اور محرومی میں بڑا دخل ہمارے اس جرم کو بھی ہے کہ صلہ رحمی کی تعلیم و ہدایت کو ہماری غالب اکثریت نے بالکل ہی بھلادیا ہے۔ (از معارف بتغیر یسیر)

"حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ: بلاشبہ حق تعالیٰ شانہ جب مخلوق کو پیدا کر چکے (یعنی تمام بنی آدم کی روح کو عالم ارواح میں پیدا کر چکے) تو رشتہ داری قرابت داری نے اٹھ کر کہا کہ میں آپ سے اس کی پناہ چاہتی ہوں کہ کوئی مجھے کاٹے اور توڑے اللہ جل شانہ نے ارشاد فرمایا کہ جی ہاں! کیا تو اس بات پر خوش نہیں کہ جو تجھے ملائے گا (صلہ رحمی کرے گا) میں اسے (اپنی رحمت سے) ملاؤں گا اور جو تجھے توڑے گا میں اسے اپنی رحمت سے دور کردوں گا۔ رشتہ داری نے کہا ہاں اس پر خوش ہوں۔ اللہ جل شانہ نے ارشاد فرمایا اچھا تو وعدہ تیرے لئے ثابت و برقرار ہے' پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا اگر چاہو تو یہ آیت پڑھلو "فهل عسيتم ان توليتم ان تفسدوا في الارض وتقطعوا ارحامكم اولئك الذين لعنهم الله فاصمهم و اعمىٰ ابصارهم" (ترجمہ) پھر تم سے یہ بھی توقع ہے کہ اگر تم کو حکومت مل جائے تو خرابی ڈالو ملک میں اور قطع کرو اپنی قرابتیں"۔ (بخاری، مسلم)

"حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ ارشاد فرماتے سنا کہ: رحم (یعنی قرابت) رحمٰن سے مشتق ہے۔ (یعنی اللہ تعالیٰ کی رحمت کی ایک شاخ ہے) اللہ تعالیٰ سے یہ رحم (رشتہ داری) شکایت کرتی ہے کہ اے میرے رب! مجھے توڑا گیا۔ اے میرے رب! (جیسا کہ دوسری روایت میں ہے کہ رحم کو فصیح و بلیغ زبان دی گئی) اللہ تعالیٰ جواباً اسے فرماتے ہیں کہ کیا تو اس پر راضی نہیں کہ جو تجھے جوڑے میں اسے اپنی رحمت سے ملاؤں اور جو تجھے توڑے میں اسے اپنی رحمت سے توڑوں اور دور کروں"۔ (احمد، صحیح ابن حبان)

تشریح:۔ مطلب یہ ہے کہ انسانوں کی باہمی قرابت اور رشتہ داری کے متعلق اللہ تعالیٰ کے اسم پاک رحمٰن سے اور اس کی صفت رحمت سے خاص نسبت ہے اور وہی اس کا سرچشمہ ہے۔ اور اسی لئے اس کا عنوان رحم مقرر کیا گیا ہے۔ (از معارف)

صلح رحمی کی اہمیت

وعن عبدالله بن عمرو بن العاص رضى الله عنهما عن النبى صلى الله عليه وسلم قال: (ليس الواصل بالمكافى ، ولكن الواصل الذى اذا قطعت رحمه وصلها). رواه البخارى و اللفظ له و ابو داؤد و الترمذى.

ترجمہ: ''حضرت عبداللہ بن عمرو رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ: وہ آدمی صلہ رحمی کا حق ادا نہیں کرتا جو (صلہ رحمی کرنے والے اپنے اقرباء کے ساتھ) بدلہ کے طور پر صلہ رحمی کرتا ہے۔ صلہ رحمی کا حق ادا کرنے والا دراصل وہ ہے جو اس حالت میں بھی صلہ رحمی کرے (اور قرابت داروں کا حق ادا کرے) جب وہ اس کے ساتھ قطع رحمی (اور حق تلفی) کا معاملہ کریں''۔ (بخاری، ابوداؤد، ترمذی)

تشریح: بالکل ظاہر اور بدیہی امر ہے کہ جب آپ ہر بات میں یہ دیکھ رہے ہیں کہ جیسا برتاؤ دوسرا کرے گا ویسا ہی میں بھی کروں گا تو آپ نے صلہ رحمی کیا کی۔ یہ بات تو ہر اجنبی کے ساتھ بھی ہوتی ہے کہ جب دوسرا شخص آپ پر احسان کرے گا تو آپ خود اس پر احسان کرنے پر مجبور ہیں۔ صلہ رحمی تو درحقیقت یہی ہے کہ اگر دوسرے کی طرف سے بے التفاتی ' بے نیازی ' قطع تعلق ہو تو آپ اس کے جوڑنے کی فکر میں رہو۔ اس کو مت دیکھو کہ وہ کیا برتاؤ کرتا ہے۔ اس کو ہر وقت سوچو کہ میرے ذمہ کیا حق ہے مجھے کیا کرنا چاہئے دوسرے کے حقوق ادا کرتے رہو۔ ایسا نہ ہو کہ اس کا کوئی حق اپنے ذمہ رہ جائے جس کا قیامت میں اپنے سے مطالبہ ہو جائے اور اپنے حقوق کے پورا کرنے کا واہمہ بھی دل میں نہ ہو۔ بلکہ اگر وہ پورے نہیں ہوتے تو اور بھی زیادہ مسرور اور خوش ہو کہ دوسرے عالم میں جو اجر و ثواب اس پر ملے گا وہ اس سے بہت زیادہ ہوگا جو یہاں اس کے ادا کرنے سے وصول ہوتا۔ (از فضائل صدقات)

''حضرت حذیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ: ایسے کم عقل نہ بنو کہ تم لوگوں کی دیکھا دیکھی کہنے لگو کہ اگر لوگ ہم پر احسان کریں تو ہم بھی ان کے ساتھ احسان کریں گے اگر وہ ظلم کریں گے تو ہم بھی ظلم کریں گے بلکہ تم اپنے آپ کو اس بات پر قائم رکھو اگر لوگ اچھا برتاؤ کریں تو تم ان کے ساتھ اچھا برتاؤ کرو اگر وہ برا سلوک کریں تو (تب بھی ان پر ظلم نہ کرو'' ۔ (ترمذی)

''حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ ایک شخص نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کیا کہ یا رسول اللہ! میرے رشتہ دار ہیں میں ان کے ساتھ صلہ رحمی کرتا ہوں وہ قطع رحمی کرتے ہیں میں ان پر احسان کرتا ہوں وہ میرے ساتھ برائی کرتے ہیں میں ہر معاملہ میں تحمل سے کام لیتا ہوں وہ جہالت پر اترے رہتے ہیں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا اگر یہ سب کچھ صحیح ہے تو ان کے منہ میں گرم خاک ڈال رہا ہے (یعنی خود ذلیل ہوں گے) اور تیرے ساتھ اللہ کی مدد شامل حال رہے گی۔ جب تک تو اس عادت پر جمار ہے گا''۔ (مسلم)

تشریح: جب تک اللہ جل شانہ کی مدد کسی کے شامل حال

رہے نہ کسی کی برائی سے نقصان پہنچ سکتا ہے نہ کسی کا قطع تعلق نفع پہنچنے سے مانع ہوسکتا ہے۔

تو نہ چھوٹے مجھ سے یارب تیرا چھٹنا ہے غضب
یوں میں راضی ہوں مجھ چاہے زمانہ چھوڑ دے

حدیث بالا میں ''ان کے منہ میں گرم خاک ڈال رہا ہے'' سے مراد یہ ہے کہ تمہارے وہ قرابت دار چونکہ تمہارے نیک سلوک کے قدر دان ہیں اور تمہاری نیکی کا شکر یہ ادا نہیں کرتے اس لئے تم ان کو جو دیتے ہو وہ ان کے حق میں حرام مال کا حکم رکھتا ہے اور تمہاری دی ہوئی چیزیں ان کے پیٹ میں آگ کی طرح ہیں گویا اپنے ان قرابت داروں کے اس گناہ کو گرم راکھ کے ساتھ تشبیہ دی جو ان چیزوں کے کھانے کی وجہ سے ان کو لاحق ہوتا ہے۔

بعض حضرات نے اس کا مطلب یہ بیان کیا ہے کہ جیسے کوئی اگر گرم گرم راکھ منہ میں ڈالے اور اس کو پیٹ میں اتارے تو اس کا نفس خود اسے لعنت ملامت کرتا ہے ایسے ہی تم ان کے غلط برتاؤ کے باوجود ان کے ساتھ احسان وسلوک کر کے ان کو خود اپنے نفس کے سامنے ذلیل ورسوا کرتے ہو۔

بعض شارحین نے یہ مطلب بتایا کہ ان کے ساتھ تمہارا احسان گویا ان کے حق میں گرم راکھ ہے جو ان کو جلاتا اور ہلاک کرتا ہے۔ بعض شارحین نے یہ کہا کہ تمہارا احسان ان کا منہ کالا کرتا ہے جیسا کہ گرم راکھ کسی کے چہرے کو جلا کر سیاہ کردے۔ (از مظاہر حق)

''حضرت ام کلثوم بنت عقبہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ: سب سے افضل صدقہ وہ ہے جو کاشح رشتہ دار کو دیا جائے''۔ (طبرانی، صحیح ابن خزیمہ، حاکم)

تشریح: کاشح اس شخص کو کہتے ہیں جو دل میں کسی سے بغض وکینہ رکھے۔

''حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ: جس میں تین خوبیاں ہوں گی حق تعالیٰ شانہ اس سے آسان حساب لیں گے اور اسے اپنی مہربانی ورحمت سے جنت میں داخل فرمادیں گے صحابہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم میں سے بعض نے عرض کیا کہ میرے ماں باپ آپ پر قربان! یا رسول اللہ وہ خوبیاں کیا ہیں؟ ارشاد فرمایا (۱) جو تمہیں نہ دے محروم رکھے اسے دو۔ (۲) جو تم سے توڑے تم اس سے جوڑو۔ (۳) جو تم پر ظلم کرے اسے معاف کر دو۔ جب تم یہ تین کام کرلو گے اللہ تعالیٰ تمہیں جنت میں داخل فرمادے گا''۔ (بزار، طبرانی، حاکم)

''حضرت عقبہ بن عامر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہتے ہیں کہ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے ملا میں نے آپ کا دست مبارک پکڑ کر عرض کیا یا رسول اللہ! مجھے سب سے افضل اعمال بتایئے؟ ارشاد فرمایا اے عقبہ! جو تم سے رشتہ توڑے تم اس سے جوڑو اور جو تم سے روکے تم اس کو دو۔ اور جو تم پر ظلم کرے اس سے اعراض کرلو۔ (بدلہ نہ لو) ایک روایت میں ہے کہ جو تم پر ظلم کرے اسے معاف کر دو۔ احمد اور حاکم کی روایت میں اس کے بعد یہ بھی اضافہ ہے کہ خبردار! توجہ سے سنو! جو چاہتا ہو کہ اس کی عمر لمبی ہو اور اس کے رزق میں وسعت ہو۔ اس کو چاہئے کہ صلہ رحمی کرے''۔

دُعا کیجئے

یا اللہ ہمارے تمام معاملات اپنی رضا کے مطابق فرمادیجئے اور ہمیں ہر وقت اپنا معاملہ اپنے ساتھ اور بندوں کے ساتھ صحیح رکھنے کی توفیق عطا فرمایئے۔

چند اخلاق حسنہ

وعن علی رضی الله عنه قال: قال النبی صلی الله علیه وسلم :(الا ادلک علی اکرم اخلاق الدنیا والآخرة: ان تصل من قطعک، و تعطی من حرمک، و ان تعفو عمن ظلمک) رواه الطبرانی فی الاوسط من روایة الحارث الاعور عنه.

ترجمہ: ''حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ: کیا میں تم کو دنیا وآخرت کے عمدہ اخلاق نہ بتاؤں۔ وہ یہ ہیں کہ تم صلہ رحمی کرو اور محروم کرنے والے کو دو اور ظلم کرنے والے کو معاف کردو''۔(طبرانی فی الاوسط)

''حضرت معاذ بن انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ: فضیلت والے کاموں میں سے افضل کام یہ ہیں کہ تم سے جو رشتہ توڑے تم اس سے جوڑو! اور جو تم سے روکے تم اس کو دو۔ اور جو تم کو برا بھلا کہے اس سے درگزر کرو''۔(طبرانی)

''حضرت ابوبکرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ دو گناہوں کے علاوہ کوئی گناہ ایسا نہیں ہے جو اس بات کا زیادہ مستحق ہو کہ اس کا وبال آخرت میں ذخیرہ ہونے کے باوجود دنیا میں اس کی سزا بہت جلد بھگتنی پڑے وہ دو گناہ ہیں ایک ظلم دوسرا قطع رحمی''۔(ابن ماجہ ترمذی حاکم)

تشریح: یعنی دو گناہ ظلم اور قطع رحمی ایسے ہیں کہ آخرت میں تو ان پر جو کچھ وبال ہوگا وہ ہو ہی گا آخرت کے علاوہ دنیا میں بھی اس کی سزا بہت جلد ملتی ہے۔(از فضائل صدقات)

''طبرانی کی روایت میں ان دو گناہوں کے ساتھ دو اور گناہوں کا ذکر ہے (جن کا وبال آخرت کے ساتھ دنیا میں بہت جلد بھگتنا پڑتا ہے) وہ قطع رحمی کے علاوہ خیانت اور جھوٹ ہے۔(یہ بھی ذکر ہے) اور بلاشبہ وہ نیکی جس کا بدلہ بہت جلد (دنیا ہی میں) مل جاتا ہے وہ صلہ رحمی ہے حتیٰ کہ ایک گھرانا گنہگار ہوتا ہے لیکن ان کا مال بڑھتا ہے اور اولاد میں اضافہ ہوتا ہے جب وہ صلہ رحمی کرتے ہیں اور ایک روایت میں یہ بھی اضافہ ہے کہ ایسا نہیں ہوسکتا کہ کوئی گھرانہ صلہ رحمی کرے اور پھر وہ محتاج رہے۔(بلکہ اللہ تعالیٰ غنی کردیتے ہیں)''۔

''حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ ارشاد فرماتے سنا ہے کہ بلاشبہ! بنی آدم (انسانوں) کے اعمال حق تعالیٰ شانہ کے یہاں ہر جمعرات کو شب جمعہ میں پیش کئے جاتے ہیں، قطع رحمی کرنے والے کا کوئی عمل قبول نہیں ہوتا''۔(احمد)

''حضرت جبیر بن مطعم رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ انہوں نے نبی کریم کو یہ ارشاد فرماتے سنا ہے کہ جنت میں قطع رحمی کرنے والا داخل نہ ہوگا''۔(بخاری، مسلم، ترمذی)

تشریح: حدیث بالا کا مطلب یہ ہے کہ قطع رحمی یعنی رشتہ داروں کے ساتھ برا سلوک کرنا اللہ تعالیٰ کے نزدیک اتنا سخت گناہ ہے کہ اس گناہ کی گندگی کے ساتھ کوئی جنت میں نہیں جاسکے گا ہاں جب اس کو سزا دے کر پاک کردیا جائے گا یا کسی وجہ سے اس کو معاف کردیا جائے گا تو جاسکے گا جب تک ان دونوں میں سے کوئی بات نہ ہو جنت کا دروازہ اس کے لئے بند

رہے گا۔(از معارف)

''اعمش رحمۃ اللہ علیہ سے روایت ہے کہ حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ فجر کی نماز کے بعد ایک حلقہ میں تشریف فرما تھے فرمانے لگے میں تم لوگوں کو قسم دیتا ہوں کہ اگر مجمع میں کوئی شخص قطع رحمی کرنے والا ہو تو وہ چلا جائے' ہم لوگ اللہ جل شانہ سے ایک دعا کرنا چاہتے ہیں اور آسمان کے دروازے قطع رحمی کرنے والے کے لئے بند ہو جاتے ہیں'' (طبرانی)

تشریح: یعنی اس کی دعا آسمان پر نہیں جاتی اس سے پہلے ہی دروازہ بند کر دیا جاتا ہے اور جب اس کے ساتھ ہماری دعا ہوگی تو وہ دروازہ بند ہو جانے کی وجہ سے رہ جائے گی۔(از فضائل صدقات)

'' حضرت عبداللہ بن اوفی رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے رویت ہے کہ ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس (ایک دن) بیٹھے تھے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا آج ہمارے ساتھ ھوئی ایسا شخص نہ بیٹھے جو قطع رحمی کرنے والا ہو۔(دوسری رویت سے معلوم ہوتا ہے کہ وہ عرفہ کا دن تھا) سارے حلقہ میں سے ایک نوجوان اٹھے اور اپنی خالہ کے پاس گئے ان کے اور ان کی خالہ کے درمیان کچھ نا اتفاقی و نا چاقی تھی۔ چنانچہ انہوں نے اپنی خالہ کے لئے دعا مغفرت کی اور ان کی خالہ نے ان کے لئے دعا مغفرت کی۔(اور آپس میں صلح کر کے) پھر مجلس میں حاضر ہو گئے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ: (انہوں نے بہت اچھا کام کیا) اس قوم پر اللہ کی رحمت نازل نہیں ہوتی جس میں کوئی قطع رحمی کرنے والا ہو''۔(اصبہانی)

''ایک روایت میں یہ ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ: رحمت کے فرشتے اس قوم پر نہیں نازل ہوتے جس میں کوئی قطع رحمی کرنے والا ہو''۔(طبرانی)

تشریح: فقیہ ابو اللیث فرماتے ہیں اس قصہ سے یہ معلوم ہوا کہ قطع رحمی اتنا سخت گناہ ہے کہ اس کی وجہ سے پاس بیٹھنے والے بھی اللہ تعالیٰ کی رحمت سے محروم ہو جاتے ہیں اس لئے ضروری ہے کہ جو اس میں مبتلا ہو اس سے توبہ کرے اور صلہ رحمی کا اہتمام کرے۔(از فضائل صدقات)

'' حضرت سہل بن سعد رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ: میں اور (اپنے یا پرائے) یتیم کی کفالت کرنے والا آدمی جنت میں اس طرح قریب قریب ہوں گے اور آپ نے اپنی انگشت شہادت اور بیچ والی انگلی سے اشارہ کر کے بتلایا اور ان کے درمیان تھوڑی سی کشادگی رکھی''۔(بخاری' ابوداؤد' ترمذی)

تشریح: حدیث بالا میں یتیم سے عام یتیم مراد ہے خواہ اپنا قریبی رشتہ دار ہو جیسے پوتا اور بھتیجا وغیرہ یا کوئی غیر رشتہ دار ہو جیسا کہ اس روایت کے دوسرے طریق میں اس کی وضاحت ہے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی شہادت کی انگلی اور درمیانی انگلی کے ذریعہ اشارہ کر کے واضح طور پر بتلایا کہ جنت میں میرے اور یتیم کی پرورش کرنے والے کے درمیان اتنا قریبی علاقہ اور تعلق ہوگا جتنا کہ ان دو انگلیوں کے درمیان ہے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے دونوں انگلیوں کی کشادگی کے ذریعہ اس طرف بھی اشارہ فرمایا کہ مرتبہ نبوت جو سب سے اعلیٰ درجہ ہے اس کے اور اس کے مرتبہ کے درمیان زیادہ فاصلہ نہیں ہے۔(از مظاہر حق)

دُعا کیجئے

یا اللہ ہم سے راضی ہو جایئے اور ہمیں اپنی رضا والے اعمال صالحہ کرنے کی اور اپنی ناراضگی والے کاموں سے بچنے کی توفیق عطا فرمایئے۔

یتیموں کی پرورش کا اجر و ثواب

وعنه رضی الله عنه ایضا ان نبی الله صلی الله علیه وسلم قال :(من قبض یتیما من بین مسلمین الی طعامه و شرابه ادخله الله الجنة البتة الا ان یعمل ذنبا لایغفر) رواه الترمذی، وقال: حدیث حسن صحیح.

ترجمہ: ''حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ: اللہ کے جس بندے نے مسلمانوں میں کسی یتیم بچے کو لے لیا۔ اور اپنے کھانے پینے میں شریک کر لیا تو اللہ تعالیٰ اس کو ضرور بالضرور جنت میں داخل فرمائیں گے البتہ اگر اس نے کوئی ایسا جرم کیا ہو جو نا قابل معافی ہو تو دوسری بات ہے''۔ (ترمذی)

تشریح: اس حدیث سے صراحۃ معلوم ہوا کہ یتیم کی کفالت و پرورش پر داخلہ جنت کی قطعی بشارت اس شرط کے ساتھ مشروط ہے کہ وہ آدمی کسی ایسے سخت گناہ کا مرتکب نہ ہو جو اللہ کے نزدیک نا قابل معافی ہو۔ (جیسے شرک و کفر و ناحق خون وغیرہ) دراصل یہ شرط اس طرح کی تمام بشارت والی حدیثوں میں ملحوظ ہوتی ہے۔ اگر چہ الفاظ میں مذکور نہ ہو لہذا یہ شرط بطور قاعدہ کلیہ کے ہے۔ اسے ہر بشارت والی حدیث میں ملحوظ رکھنا چاہئے۔ (از معارف)

''حضرت ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ جن لوگوں کے ساتھ کوئی یتیم ان کے برتن میں کھانے کے لئے بیٹھے تو شیطان ان کے برتن کے قریب نہیں آتا''۔ (طبرانی فی الاوسط، اصبہانی)

''حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ: مسلمانوں کے گھرانوں میں بہترین گھرانہ وہ ہے جس میں کوئی یتیم ہو اور اس کے ساتھ اچھا سلوک کیا جاتا ہے اور مسلمانوں کے گھروں میں بدترین گھر وہ ہے جس میں کوئی یتیم ہو اور اس کے ساتھ برا سلوک کیا جائے''۔ (ابن ماجہ)

''حضرت عوف بن مالک اشجعی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ میں اور وہ عورت کہ جس کا چہرہ (اپنی اولاد کی پرورش، دیکھ بھال اور محنت و مشقت کی وجہ سے) سیاہ پڑ گیا ہو قیامت کے دن اس طرح ہوں گے حدیث کے راوی حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے یہ حدیث بیان کرنے کے بعد شہادت کی انگلی اور بیچ کی انگلی سے اشارہ کیا (مطلب یہ تھا کہ جس طرح یہ دونوں انگلیاں ایک دوسرے کے قریب ہیں اسی طرح قیامت کے دن آپ صلی اللہ علیہ وسلم اور وہ عورت قریب ہوں گے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے سیاہ چہرہ والی عورت کی تشریح کرتے ہوئے ارشاد فرمایا کہ اس سے مراد) وہ عورت ہے جو بیوہ ہو گئی ہو اور حسن و جمال، عزت و منصب والی ہونے کے باوجود اپنے یتیم بچوں (کی پرورش) کی خاطر دوسرا نکاح نہ کرے یہاں تک کہ وہ بچے بالغ ہونے کی وجہ سے اپنی ماں کے محتاج نہ رہیں یا انہیں موت آ جائے''۔ (ابوداؤد)

''حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ: میں سب سے پہلے جنت کا دروازہ کھولوں گا البتہ ایک عورت کو دیکھوں گا جو مجھ سے آگے جا رہی ہو گی میں اس کو کہوں گا کہ تو کون ہے کہ مجھ سے آگے جا رہی ہے؟ وہ کہے گی میں وہ عورت ہوں جو اپنے یتیم بچوں کی پرورش

کے خاطر (دوسرا نکاح کرنے سے) رکی رہی"۔ (ابویعلی)

"حضرت ابو امامہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ جس شخص نے یتیم کے سر پر صرف اللہ تعالیٰ کے لئے ہاتھ پھیرا تو سر کے جتنے بالوں پر اس کا ہاتھ پھرا تو ہر ہر بال کے حساب سے اس کی نیکیاں ثابت ہوں گی اور جس نے اپنے پاس رہنے والی کسی یتیم بچی یا یتیم بچے کے ساتھ بہتر سلوک کیا تو میں اور وہ آدمی جنت میں ان دو انگلیوں کی طرح قریب قریب ہوں گے اور آپ نے اپنی دونوں انگلیوں کو ملا کر بتایا اور دکھایا (کہ ان دو انگلیوں کی طرح بالکل پاس پاس ہوں گے)۔" (احمد)

"حضرت ابودرداء رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس ایک شخص حاضر ہوا اپنے دل کی سختی کی شکایت کر رہا تھا۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ: کیا تم پسند کرتے ہو کہ تمہارا دل نرم پڑ جائے اور تمہاری ضرورت پوری ہو جائے؟ یتیم پر رحم و شفقت کرو اور اس کے سر پر ہاتھ پھیرو اور اپنے کھانے میں سے اس کو کھلاؤ تمہارا دل نرم ہو جائے گا اور تمہاری ضرورت پوری ہو جائے گی"۔ (طبرانی)

"حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ ایک شخص نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے اپنی سخت دلی کی شکایت کی۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ یتیم کے سر پر ہاتھ پھیرا کرو اور مسکین کو کھانا کھلایا کرو"۔ (احمد)

"حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ: بے شوہر والی عورت اور مسکین و حاجت مند کے لئے دوڑ دھوپ کرنے والا شخص حق تعالیٰ شانہ کے نزدیک (اجر و ثواب میں) اللہ کی راہ میں جہاد کرنے والے شخص کے مثل ہے اور میرا گمان ہے کہ یہ بھی فرمایا تھا کہ اس قائم اللیل (یعنی شب بیدار) شخص کی طرح ہے جو (عبادت اور شب خیزی میں سستی نہ کرتا ہو۔ اور اس صائم الدہر (مسلسل روزے رکھنے والے) شخص کی طرح ہے جو کبھی ناغہ نہ کرتا ہو"۔ (بخاری، مسلم)

تشریح:۔ مطلب یہ ہے کہ جو شخص کسی حاجت مند مسکین یا کسی ایسی لاوارث عورت کی خدمت و اعانت کرنے کے لئے جس کے سر شوہر کا سایہ نہ ہو دوڑ دھوپ کرے اس کا ثواب مجاہد اور مسلسل روزے اور رات بھر عبادت کرنیوالے کے برابر ہے۔ جس کی صورت یہ بھی ہو سکتی ہے کہ خود محنت کر کے کمائیں اور ان پر خرچ کریں اور یہ بھی ہو سکتی ہے کہ دوسرے لوگوں کو ان کی خبر گیری اور اعانت کی طرف متوجہ کرنے کے لئے دوڑ دھوپ کریں۔ (از معارف)

ضروری ملاحظہ: مذکورہ بالا روایت الترغیب میں حضرت انس بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے جب کہ بخاری باب فضل النفقہ علی الاہل میں اور جدید الترغیب میں حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے۔

دُعا کیجئے

یا اللہ ہمیں ایمان کامل نصیب فرما دیجئے۔ اور اپنی ذات عالی پر یقین کامل نصیب فرمائیے۔
یا اللہ اس پرفتن دور میں ہمارے اور ہمارے بچوں کے ایمان کی حفاظت فرمائیے۔ اور ہمیں دنیا و آخرت کی تمام منزلوں میں محض اپنے کرم سے کامیاب فرمائیے۔ آمین یارب العالمین

ایمان کے تقاضے

عن ابی هريرة رضی الله عنه ان رسول الله صلی الله عليه وسلم قال: من كان يومن بالله واليوم الآخر فلا يوذجارة ، و من كان يومن بالله واليوم الآخر فليكرم ضيفه، و من كان يؤمن بالله واليوم الآخر فليقل خيرا اوليسكت . (رواه البخاری و مسلم)

ترجمہ: ''حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ: جو شخص اللہ تعالیٰ اور آخرت کے دن پر ایمان رکھتا ہو وہ اپنے پڑوسی کو (کسی بھی قسم کی) تکلیف نہ پہنچائے اور جو اللہ تعالیٰ اور آخرت کے دن پر ایمان رکھتا ہو اس کے لئے لازم ہے کہ اپنے مہمان کا اکرام کرے اور جو اللہ تعالیٰ اور آخرت کے دن پر ایمان رکھتا ہو اسے لازم ہے کہ اچھی بات بولے یا پھر چپ رہے''۔ (بخاری، مسلم)

تشریح: خیر میں ہر وہ چیز داخل ہے جس کا کہنا مطلوب ہے فرض ہو یا مستحب اس کے علاوہ جو رہ گیا وہ شر ہے یعنی اگر کوئی ایسی بات ہو جو بظاہر نہ خیر معلوم ہوتی ہو نہ شر حافظ کے کلام کے موافق شر میں داخل ہو جائے گی۔ (فتح الباری)

''مسلم کی روایت میں ہے کہ جو اللہ تعالیٰ اور آخرت کے دن پر ایمان رکھتا ہو تو وہ اپنے پڑوسی کے ساتھ اچھا برتاؤ کرے''۔ (مسلم)

تشریح:۔ انسان کا اپنے ماں باپ اپنی اولاد اور قریب رشتہ داروں کے علاوہ ایک مستقل واسطہ اور تعلق ہمسایوں اور پڑوسیوں سے بھی ہوتا ہے اور اس کی خوشگواری اور ناخوشگواری کا زندگی کے چین وسکون پر اور اخلاق کے بناؤ بگاڑ پر بہت زیادہ اثر پڑتا ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی تعلیم وہدایت میں ہمسائے گی اور پڑوس کے اس تعلق کو بڑی عظمت بخشی ہے اور اس کے احترام اور رعایت کی بڑی تاکید فرمائی ہے یہاں تک کہ اس کو ایمان کا جزء اور جنت کے داخلہ کی شرط اور اللہ ورسول کی محبت کا معیار قرار دیا ہے۔ جیسا کہ روایات سے واضح ہے۔ (از معارف تفسیر)

''حضرت مقداد بن اسود رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے صحابہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم سے دریافت فرمایا کہ: زنا کے بارے میں تم کیا کہتے ہو؟ صحابہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم نے عرض کیا کہ وہ تو حرام ہے اللہ اور اس کے رسول نے اس کو حرام قرار دیا ہے لہذا وہ قیامت تک حرام ہی رہے گا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس پر ارشاد فرمایا کہ: کوئی شخص (اللہ نہ کرے) دس عورتوں کے ساتھ بدکاری کرے یہ (گناہ میں) زیادہ ہلکا ہے بنسبت اس کے کہ وہ اپنے پڑوسی کی عورت کے ساتھ (العیاذ باللہ) بدکاری کرے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے (پھر) دریافت فرمایا کہ: تم چوری کے بارے میں کیا کہتے ہو؟ صحابہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم نے عرض کیا کہ اللہ اور اس کے رسول نے تو اسے حرام قرار دیا ہے لہذا وہ تو حرام ہی ہے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ: آدمی کا دس گھروں سے چوری کرنا (گناہ کے اعتبار سے) زیادہ ہلکا ہے بنسبت اس کے کہ وہ اپنے پڑوسی کی چوری کرے''۔ (احمد، طبرانی، کبیر اوسط)

''حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے (ایک دن) ارشاد فرمایا کہ: اللہ کی قسم! وہ شخص مومن نہیں، اللہ کی قسم! اس میں ایمان نہیں اللہ کی قسم! وہ صاحب ایمان نہیں عرض کیا گیا کہ یا رسول اللہ! کون شخص؟ (یعنی آپ صلی اللہ علیہ وسلم کس بدنصیب شخص کے متعلق قسم کے ساتھ ارشاد فرما رہے ہیں کہ وہ مومن نہیں اور اس میں ایمان نہیں)؟ آپ نے ارشاد فرمایا کہ: وہ

آدمی جس کے پڑوسی اس کی شرارتوں اور مفسدہ پردازیوں سے مامون اور بے خوف نہ ہوں۔ (یعنی ایسا آدمی ایمان سے محروم ہے) (احمد، بخاری، مسلم) احمد کی روایت میں اس کا بھی اضافہ ہے کہ عرض کیا یا رسول اللہ! بوائق جس کا ذکر آپ نے فرمایا یہ کیا ہے ارشاد فرمایا اس سے مراد پڑوسی کا شر اور اس کی شرارتیں ہیں"

"حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ: قسم ہے اس ذات کی جس کے قبضہ میں میری جان ہے کوئی بندہ اس وقت تک کامل ایمان والا نہیں ہوسکتا جب تک اپنے پڑوسی کے لئے یا فرمایا اپنے بھائی کے لئے اس چیز کو پسند نہ کرے جو اپنے لئے پسند کرتا ہے"۔ (مسلم)

"حضرت انس بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ: کسی بندہ کا ایمان اس وقت تک درست نہیں ہوسکتا جب تک کہ اس کا دل درست نہ ہو اور اس کا دل اس وقت تک درست نہیں ہوسکتا جب تک زبان درست نہ ہو اور وہ آدمی جنت میں داخل نہ ہوگا جس کی شرارتوں اور ایذارسانیوں سے اس کے پڑوسی مامون و بے خوف نہ ہوں"۔ (احمد، ابن ابی الدنیا)

"حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم یہ دعا کیا کرتے تھے "**اللھم انی اعوذبک من جار السوء فی دار المقامة فان جار البادیة یتحول**"۔ ترجمہ (اے اللہ! میں تیری پناہ چاہتا ہوں برے پڑوس سے اپنے سکونت کے گھر میں کیونکہ جنگل (یعنی سفر) کا پڑوسی تو چلا بھی جاتا ہے (اور سکونت کے گھر والا دیرپا ہوتا ہے)۔" (صحیح ابن حبان)

"حضرت عقبہ بن عامر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ: قیامت کے دن سب سے پہلے (اللہ کی عدالت میں جنکا مقدمہ پیش ہوگا) وہ دو پڑوسی ہونگے"۔ (احمد)

"حضرت ابو جحیفہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ایک شخص نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت اقدس میں حاضر ہو کر اپنے پڑوسی (سے تکلیف پہنچنے) کی شکایت کی، نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کو (اس کا حل) یہ بتایا کہ تم اپنا سامان (گھر سے نکال کر) راستہ پر ڈال دو۔ چنانچہ اس نے گھر سے (سامان نکال کر) راستہ پر پھینک دیا لوگوں کا جب وہاں سے گزر ہوتا تو لوگ اس کے پڑوسی پر لعنت کرتے (کہ اس نے ایسا ستایا ہے کہ اس شخص نے مجبور ہو کر گھر سے سامان نکال کر باہر پھینک دیا) چنانچہ اس کا پڑوسی نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت اقدس میں حاضر ہوا اور عرض کیا یا رسول اللہ! لوگوں سے مجھے تکلیف پہنچی ہے؟ آپ نے ارشاد فرمایا تمہیں لوگوں سے کیا تکلیف پہنچی ہے؟ اس نے کہا لوگ مجھ پر لعنت کرتے ہیں۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ؟ اللہ تجھ پر لوگوں سے پہلے لعنت کرے (اپنی رحمت سے دور کرے) اس نے کہا اب میں کبھی اپنے پڑوسی کو دوبارہ تکلیف نہیں دوں گا۔ اس کے بعد وہ شخص حاضر خدمت ہوا جس نے پہلے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے پڑوسی کو ستانے کی شکایت کی تھی آپ نے ارشاد فرمایا کہ اب اپنا سامان اٹھا کر (گھر لے جاؤ) تمہاری کفایت کی گئی (اور اس تدبیر کی وجہ سے اللہ تعالیٰ نے تمہاری تکلیف دور کرنے کا بندوبست کر دیا)۔ (طبرانی، بزار)

البتہ بزار کی روایت میں ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ؟ اپنا سامان راستہ پر یا فرمایا بیچ راستہ پر رکھ دو۔ چنانچہ اس نے رکھ دیا تو جو کوئی گزرتا وہ پوچھتا کیا بات ہے؟ یہ شخص بتاتا کہ میرا پڑوسی مجھے ستاتا ہے تو وہ اسے بددعا دیتا پھر اس کا پڑوسی آیا اور کہا اپنا سامان گھر میں واپس لے جاؤ اب کبھی بھی تمہیں نہیں ستاؤں گا"۔ (بزار)

دُعا کیجئے

یا اللہ آج کے اس پرفتن دور میں ہمارے لئے دین پر چلنا آسان فرما۔ اور ہمیں حقیقی فکر آخرت نصیب فرما۔

پڑوسیوں کے حقوق

وعن ابی هریرة رضی الله عنه قال: قال رجل: یا رسول الله ان فلانة تکثیر من صلاتها و صدقتها و صیامها غیر انها تؤذی جیرانها بلسانها. قال:هی فی النار قالوا: یا رسول الله فلانة تصوم النار' و تقوم اللیل' و توذی جیرانها' قال:هی فی النار.قالوا: یا رسول الله فلانة تصلی المکتوبات ' و تصدق بالاثوار من الاقط ولاتؤذی جیرانها' قال: هی فی الجنة.

ترجمہ: ''حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ایک شخص نے (نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت اقدس میں حاضر ہو کر) عرض کیا یا رسول اللہ! فلاں ایک عورت نماز' صدقات' روزوں کی کثرت کرتی ہے لیکن اپنی زبان سے پڑوسیوں کو تکلیف پہنچاتی ہے؟ آپ نے ارشاد فرمایا کہ: وہ جہنم میں داخل ہوگی (چاہے پھر سزا بھگت کر نکل آئے) اس نے پھر عرض کیا یا رسول اللہ! فلاں ایک عورت کے متعلق بیان کیا جاتا ہے کہ وہ نماز' روزے کی کثرت نہیں کرتی البتہ پنیر وغیرہ) صدقہ کرتی ہے اور اپنے پڑوسیوں کو نہیں ستاتی نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ: وہ جنت میں جائے گی''۔ (احمد' بزار' صحیح ابن حبان' حاکم' ابوبکر بن ابی شیبہ)

''حضرت عبداللہ بن عمرو بن عاص رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ: جو شخص پڑوسی سے اپنے گھر کا دروازہ اہل وعیال پر ڈر کی وجہ سے بند رکھے وہ کامل مومن نہیں اور وہ بھی کامل مومن نہیں جس کے پڑوسی اس کی شرارتوں سے بے خوف اور مطمئن نہ ہوں جانتے ہو پڑوسی کا حق کیا ہے؟ اگر تم سے مدد چاہے تو اس کی مدد کرو اگر قرض مانگے تو اس کو قرض دو اگر محتاج ہو تو اس کی اعانت کرو اگر بیمار ہو تو عیادت کرو اگر اس کو خوشی اور بھلائی حاصل ہو تو مبارک باد دو اگر مصیبت پہنچے تو تعزیت کرو اگر وہ مر جائے تو اس کے جنازے کے ساتھ جاؤ بغیر اس کی اجازت کے اس کی عمارت سے اپنی عمارت اس طرح بلند نہ کرو کہ اس کے گھر کی ہوا بند ہو جائے۔ (جب تمہارے گھر کوئی اچھا کھانا پکے تو اس کی کوشش کرو کہ (تمہاری ہانڈی کی مہک اس کے لئے (اور اس کے بچوں کے لئے) باعث ایذا اور تکلیف کا سبب نہ ہو (یعنی اس کا اہتمام کرو کہ ہانڈی کی خوشبو اس کے گھر تک نہ جائے) مگر یہ کہ جو پکے اس میں سے کچھ حصہ پڑوسی کو بھی نکال کر دے دو۔ (اس صورت میں کھانے کی خوشبو اس کے گھر تک جانے میں کوئی مضائقہ نہیں) اگر کوئی پھول خریدو تو اس کو بھی ہدیہ دو اور اگر یہ نہ ہو سکے تو اس پھل کو اس طرح پوشیدہ اور چھپا کر گھر لاؤ کہ وہ نہ دیکھے اور اس کو تمہاری اولاد باہر لے کر نہ نکلے کہ پڑوسی کے بچے کے دل میں اسے دیکھ کر جلن پیدا ہو''۔

''حضرت فضالہ بن عبید رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ: تین چیزیں کمر توڑ دینے والی مصیبتیں ہیں ایک وہ بادشاہ' حاکم کہ اگر تم اس کے ساتھ احسان کا معاملہ کرو تو شکر گزاری نہ کرے اور اگر تم سے کوئی برائی یا غلطی ہو جائے تو معاف نہ کرے۔ دوسرے برا پڑوسی کہ

اگر تم میں کوئی بھلائی دیکھے تو اس کو دفن کردے (چھپادے کسی کو حسد کی وجہ سے نہ بتائے) اور اگر پاس جاؤ تو تمہیں تکلیف پہنچائے اور اگر تم اس سے غائب ہو (اس کے پاس موجود نہ ہو) تو اپنی جان اور تمہارے مال میں) خیانت کرے۔ (اس کی حفاظت نہ کرے۔'' (طبرانی)

''حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ: وہ آدمی مجھ پر ایمان نہیں لایا (اور وہ میری جماعت میں نہیں ہے) جو ایسی حالت میں اپنا پیٹ بھر کے رات کو (بے فکری سے) سو جائے کہ اس کے برابر رہنے والا پڑوسی بھوکا ہو۔ اور اس آدمی کو اس کے بھوکا ہونے کی خبر ہو''۔ (طبرانی' بزار)

تشریح:۔ یہ بات بھی ملحوظ رکھنے کے قابل ہے کہ ان تمام احادیث میں مسلم اور غیر مسلم پڑوسی کی کوئی تخصیص نہیں کی گئی ہے۔ (از معارف)

''حضرت ابوشریح خزاعی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ: جو اللہ تعالیٰ پر اور آخرت کے دن پر ایمان رکھتا ہو تو اس کو چاہئے کہ اپنے پڑوسی کے ساتھ احسان کا معاملہ کرے (یعنی جس چیز کا وہ محتاج ہو اس میں اس کی اعانت کرے اس سے برائی کو دور کرے) اور جو شخص اللہ تعالیٰ پر اور آخرت کے دن پر ایمان رکھتا ہو اس کو چاہئے کہ اپنے مہمان کا اکرام کرے اور جو اللہ تعالیٰ پر اور آخرت کے دن پر ایمان رکھتا ہو اسے لازم ہے کہ اچھی بات بولے یا پھر چپ رہے''۔ (مسلم)

''حضرت عبداللہ بن عمرو رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ: جو اللہ تعالیٰ پر ایمان رکھتا ہے اور آخرت کے دن پر ایمان رکھتا ہے اس کو چاہئے کہ زبان سے کوئی بات نکالے تو بھلائی کی بات نکالے ورنہ چپ رہے اور جو اللہ تعالیٰ پر اور آخرت کے دن پر ایمان رکھتا ہو تو اس کو چاہئے کہ اپنے مہمان کا اکرام کرے''۔ (احمد)

تشریح: ان احادیث سے تین باتوں کی تاکید معلوم ہوتی ہے:

(۱) پڑوسی کا اکرام (۲) پڑوسی کیساتھ احسان کا معاملہ

(۳) اور پڑوسی کو ایذا دینے سے بچنا۔

تینوں ہی باتیں مذکورہ روایات میں ذکر کی گئی ہیں۔

دُعا کیجئے

یا اللہ ان احادیث میں آج ہم نے جو کچھ سنا اور سمجھا محض اپنے فضل و کرم سے اس پر عمل کرنا ہمارے لئے آسان فرما دیجئے۔

یا اللہ آج کے اس پرفتن دور میں ہمارے لئے دین پر چلنا آسان فرما۔ اور ہمیں حقیقی فکر آخرت نصیب فرما۔

یا اللہ ہمیں اپنی ایسی محبت عطا فرما کہ ہمارے لئے نیکیاں کرنا آسان ہو جائے اور اپنی ذات کا اتنا خوف و خشیت نصیب فرما کہ ہمارے لئے تمام گناہوں کو چھوڑنا آسان ہو جائے۔

یا اللہ ہمیں ہر روز موت کو یاد رکھنے اور آپ سے ملاقات کیلئے خود کو تیار کرنے کی توفیق نصیب فرما۔

آمین یارب العالمین

اچھے اور برے لوگ

وعن عبدالله بن عمرو رضی الله عنهما قال: قال رسول الله صلی الله علیه وسلم : (خیر الاصحاب عندالله خیرهم لصحابه' و خیر الجیران عندالله خیرهم لجاره) رواه الترمذی وقال: حدیث حسن غریب' و ابن خزیمة و ابن حبان فی صحیحهما والحاکم' وقال: صحیح علی شرط مسلم.

ترجمہ: ''حضرت عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہما روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ: حق تعالیٰ شانہ کے ہاں دوستوں اور ساتھیوں میں بہتر وہ ہے جو اپنے ساتھی کے لئے بہتر ہو (اس کی راحت رسانی کی اسے فکر ہو) اور پڑوسیوں میں وہ حق تعالیٰ شانہ کے ہاں بہتر ہے جو اپنے پڑوسی کے لئے بہتر ہو (کہ اسے راحت رسانی کی فکر ہو)''۔ (ترمذی' صحیح ابن خزیمہ' صحیح ابن حبان' حاکم)

''حضرت مطرف بن عبداللہ کہتے ہیں کہ مجھے حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ سے ایک حدیث پہنچی تھی اس لئے میں ان سے ملاقات کا خواہش مند تھا۔ چنانچہ میں نے ان سے ملاقات کی میں نے عرض کیا اے ابوذر (رضی اللہ عنہا) آپ کی طرف سے مجھے ایک حدیث پہنچی تھی اور میں (اسی لئے) آپ سے ملاقات کا خواہش مند تھا حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ واہ جی واہ (بہت اچھا کیا آئے) مجھ سے تمہاری ملاقات ہوگئی ہے اب پوچھو کیا بات ہے؟ میں نے عرض کیا ایک حدیث ہے جو مجھے پہنچی ہے کہ آپ سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے بیان کی ہے کہ اللہ عزوجل تین قسم کے لوگوں کو پسند فرماتے ہیں اور تین قسم کے لوگوں کو ناپسند کرتے ہیں انہوں نے کہا کہ میرا گمان یہ ہے کہ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف ایسی بات کی نسبت نہیں کرسکتا جو آپ نے ارشاد نہ فرمائی ہو۔ میں نے دریافت کیا کہ وہ تین قسم کے لوگ کون ہیں جن سے اللہ عزوجل محبت کرتے ہیں؟ انہوں نے فرمایا ایک تو وہ شخص جو اللہ کے راستہ میں صبر اور ثواب کی امید کرتے ہوئے جہاد کرے اور لڑتا رہے یہاں تک کہ شہید ہو جائے اور تم اس کا ذکر اللہ کی کتاب میں پاتے ہو پھر یہ آیت تلاوت کی جس کا ترجمہ یہ ہے (اللہ چاہتا ہے ان لوگوں کو جو لڑتے ہیں اس کی راہ میں قطار باندھ کر گویا وہ دیوار ہیں سیسہ پلائی ہوئی) میں نے کہا دوسرا کون شخص ہے (جس سے اللہ تعالیٰ محبت کرتے ہیں؟) فرمایا وہ شخص جس کا کوئی برا پڑوسی ہو جو اسے ستاتا ہو اور وہ اس کی تکلیف پر صبر کرے یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ اس کی اس برے پڑوسی سے زندگی میں یا موت کے ذریعے اس کی کفایت کردے پھر پوری حدیث ذکر کی''۔ (احمد' طبرانی' حاکم)

''حضرت ابن عمر و حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ: پڑوسیوں کے ساتھ حسن سلوک کے بارے میں مجھے جبرئیل علیہ السلام (اللہ تعالیٰ کی طرف سے) برابر وصیت اور تاکید کرتے رہے یہاں تک کہ مجھے خیال ہونے لگا کہ وہ اس کو وارث تک بھی قرار دے دیں گے''۔ (بخاری' مسلم)

''ایک انصاری صحابی رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ ایک مرتبہ میں

اپنے گھر والوں کے ساتھ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے ملاقات کرنے کی غرض سے گھر سے نکلا، تو دیکھا کہ ایک شخص آپ کی طرف متوجہ ہے۔ میرا گمان تھا کہ اس کی کوئی ضرورت آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے متعلق ہے اس لئے میں بیٹھ گیا (اور اس کے اور آپ کے درمیان خلل انداز نہ ہوا) اللہ کی قسم! رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کھڑے رہے یہاں تک کہ آپ کے اتنی زیادہ دیر تک کھڑے رہنے سے رحم آنے لگا پھر وہ چلا گیا تو میں آپ کے پاس اٹھ کر گیا اور عرض کیا یا رسول اللہ! اس شخص نے آپ کو اتنی دیر تک کھڑا رکھا کہ مجھے آپ کے اتنی دیر تک کھڑے رہنے کی وجہ سے رحم آنے لگا۔ آپ نے فرمایا کیا تمہیں پتہ ہے کہ یہ کون تھے میں نے عرض کیا مجھے تو معلوم نہیں۔ ارشاد فرمایا جبرئیل علیہ السلام تھے مجھے پڑوسیوں کے ساتھ حسن سلوک کے بارے میں (اللہ تعالیٰ کی طرف سے) برابر وصیت اور تاکید کرتے رہے یہاں تک کہ مجھے خیال ہونے لگا کہ وہ اس کو وارث تک بھی قرار دے دیں گے"۔ (احمد)

"حضرت ابوامامہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ ارشاد فرماتے سنا جب کہ آپ حجۃ الوداع میں اپنی کان کٹی ہوئی اونٹنی پر سوار تھے اور یہ ارشاد فرما رہے تھے میں تم کو پڑوسی کے ساتھ اچھا سلوک کرنے کی وصیت اور تاکید کرتا ہوں آپ نے بہت بار یہ فرمایا میں اپنے جی میں کہنے لگا کہ آپ تو پڑوسی کو وارث بنا کر ہی رہیں گے"۔ (طبرانی)

"حضرت مجاہد رحمۃ اللہ علیہ سے روایت ہے کہ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کے گھر بکری ذبح ہوئی جب وہ تشریف لائے تو انہوں نے گھر والوں سے کہا تم لوگوں نے ہمارے یہودی پڑوسی کے لئے بھی گوشت کا ہدیہ بھیجا؟ تم لوگوں نے ہمارے یہودی پڑوسی کے لئے بھی ہدیہ بھیجا؟ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا: آپ فرماتے تھے کہ پڑوسیوں کے ساتھ حسن سلوک کے بارے میں مجھے جبرئیل علیہ السلام برابر وصیت اور تاکید کرتے رہے یہاں تک کہ مجھے خیال ہونے لگا کہ وہ اس کو وارث بھی قرار دے دیں گے"۔ (ابوداؤد، ترمذی)

دُعا کیجئے

یا الہ العالمین ہمیں اپنے محبوب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی سچی محبت عطا فرما کہ ہمارے لئے اتباع سنت آسان ہو جائے۔

یا اللہ ہمیں اس دنیا کی زندگی میں اپنی آخرت کی فکر نصیب فرما اور ہمیں اپنی حقیقی منزل کی تیاری اور فکر نصیب فرما۔

یا اللہ ہمیں حقوق اللہ و حقوق العباد کی ادائیگی کی توفیق نصیب فرما اور ہمارے لئے اپنی شریعت مطہرہ پر چلنا آسان فرما دے۔

سعادت کی علامات

وعن نافع بن الحارث رضی الله عنه قال: قال رسول الله صلی الله علیه وسلم: (من سعادة المرء: الجار الصالح' والمرکب الهنی' والمسکن الواسع) (رواه احمد)

ترجمہ: ''حضرت نافع بن حارث رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ : آدمی کی سعادت اور خوش بختی کی ایک بات یہ ہے کہ اس کا پڑوسی نیک اور اچھا ہو۔ دوسرے اچھی سواری ہو (پریشان نہ کرتی ہو) تیسرے کشادہ گھر ہو''۔ (احمد)

''حضرت سعد بن وقاص رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ چار چیزیں آدمی کی سعادت میں سے ہیں ایک نیک بیوی ہے دوسرے کشادہ گھر' تیسرے نیک اور اچھا پڑوسی' چوتھے اچھی سواری ہے اور چار چیزیں آدمی کی بدنصیبی کی ہیں ایک برا پڑوسی۔ دوسرے بری بیوی (جس کے اخلاق برے ہوں) تیسرے بری سواری (جو پریشان کرتی رہتی ہو) چوتھے تنگ گھر (جو ضرورت کو پورا نہ کرتا ہو)''۔ (صحیح ابن حبان)

''حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے ایک شخص اپنے بھائی سے جو دوسری بستی میں رہتا تھا۔ ملاقات کے لئے چلا تو اللہ تعالیٰ نے اس کی راہ گزر پر ایک فرشتہ کو منتظر بنا کے بٹھا دیا (جب وہ شخص اس جگہ سے گزرا تو) فرشتہ نے اس سے پوچھا: تمہارا کہاں کا ارادہ ہے؟ اس نے کہا میں اس بستی میں رہنے والے اپنے ایک بھائی سے ملنے جا رہا ہوں' فرشتہ نے کہا کہ: کیا اس پر تمہارا کوئی احسان ہے اور کوئی حق نعمت ہے' جس کو تم پورا اور پختہ کرنے جا رہے ہو۔ اس شخص نے کہا: نہیں! میرے جانے کی وجہ صرف یہی ہے کہ اللہ کے لئے مجھے اس بھائی سے محبت ہے فرشتہ نے کہا کہ: میں تمہیں بتاتا ہوں کہ مجھے اللہ تعالیٰ نے تمہارے پاس یہ بتانے کے لئے بھیجا ہے کہ اللہ تعالیٰ تم سے محبت کرتا ہے جیسا کہ تم اللہ کے لئے اس بندہ سے محبت کرتے ہو''۔ (مسلم)

تشریح: یہ واقعہ جو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اس حدیث میں بیان فرمایا ہے بظاہر کسی اگلی امت کے کسی فرد کا ہے اور اس سے یہ بھی معلوم ہو گیا کہ کبھی کبھی فرشتے اللہ تعالیٰ کے حکم سے کسی غیر نبی کے پاس بھی آ سکتے ہیں اور اس سے اس طرح کی باتیں دوبدو کر سکتے ہیں۔ حضرت جبرئیل علیہ السلام کا اللہ کے حکم سے حضرت مریم صدیقہ کے پاس آنا اور ان سے باتیں کرنا قرآن مجید میں بھی مذکور ہے حالانکہ معلوم ہے کہ حضرت مریم نبی نہ تھیں۔

بہرحال واقعہ کا مقصود نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی اس حدیث مبارکہ میں یہ ہے کہ کسی بندہ سے محض رضا الٰہی کی خاطر محبت کرنا اللہ تعالیٰ کی محبت کو واجب کرنے اور اس کا مستحق بنانے والا ہے۔ (از معارف بتغیر واختصار)

''حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ: جو کسی بیمار کی عیادت یا مسلمان بھائی کی ملاقات کی خاطر اس کے ہاں جاتا ہے تو اللہ تعالیٰ (بلاواسطہ یا فرشتوں کی زبانی) فرماتے ہیں کہ (دنیا و آخرت میں) تیری زندگی خوشگوار ہوئی اور تیرا چلنا مبارک رہا (کہ تو چل کر یہاں تک آیا) اور تجھ کو جنت میں ایک بڑا اور عالی مرتبہ جگہ حاصل ہوئی''۔ (ابن ماجہ' ترمذی' ابن حبان)

تشریح: دنیا میں زندگی کو خوشی اور اطمینان ملنے کا تعلق جن چیزوں سے ہے وہ یہ ہیں کہ قناعت وتوکل کی دولت نصیب ہو جائے رضائے الٰہی کی سعادت ملے رزق میں برکت قلب میں وسعت وحوصلہ عادات واطوار میں تہذیب وشائستگی اور علم وعمل کی توفیق نصیب ہو۔

حدیث بالا کا ایک مطلب یہ بھی ہے کہ یہ تینوں جملے دعائیہ ہوں۔ اس صورت میں الفاظ کے معنی یہ ہوں گے کہ تیری زندگی کو خوشی و راحت نصیب ہو۔ تیرا راہ چلنا مبارک ثابت ہو اور تجھے جنت میں اعلیٰ مقام حاصل ہو۔ (از مظاہر حق)

''حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ: جو کوئی بندہ اللہ کے لئے اپنے بھائی کی ملاقات کے لئے آتا ہے فرشتہ ضرور آسمان سے یہ اعلان کرتا ہے کہ تمہاری زندگی اچھی ہو اور تمہیں جنت مبارک ہو اور اللہ تعالیٰ اپنے عرش کی سلطنت میں (فرشتوں سے) فرماتے ہیں کہ میرے بندہ نے میری خاطر ملاقات کی ہے اور مجھ پر اس کی میزبانی ہے۔ لہٰذا جنت سے کم چیز بدلہ میں دینے پر راضی نہیں ہوتے''۔ (بزار، ابویعلی)

''حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ: کیا میں تم کو جنت کے لوگ نہ بتاؤں؟ ہم نے عرض کیا یا رسول اللہ! ضرور بتایئے! ارشاد فرمایا کہ: نبی جنت میں، صدیق جنت میں اور جو شخص اپنے مسلمان بھائی سے ملاقات کے لئے شہر کی ایک جانب سے دوسری جانب محض اللہ کی خوشنودی کی خاطر جائے وہ جنت میں''۔ (طبرانی اوسط صغیر)

''حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ ارشاد فرماتے ہوئے سنا ہے کہ: اللہ تبارک و تعالیٰ فرماتے ہیں کہ میری محبت واجب ہے ان لوگوں کے لئے، جو آپس میں میری وجہ سے محبت کریں اور میری وجہ سے اور میرے تعلق سے کہیں جڑ کر بیٹھیں اور میری وجہ سے آپس میں ملاقات کریں اور میری وجہ سے ایک دوسرے پر خرچ کریں''۔ (موطا امام مالک)

''حضرت عون رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کے ساتھی ایک مرتبہ ان کے پاس آئے تو انہوں نے دریافت فرمایا کہ کیا آپ لوگ ایک دوسرے کے پاس جڑ کر بیٹھتے ہیں؟ انہوں نے کہا ہم اس کو نہیں چھوڑتے فرمایا کیا آپ ایک دوسرے سے ملاقات کرتے ہیں؟ انہوں نے عرض کیا کہ اے ابوعبدالرحمٰن! (حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ کی کنیت ہے) جی ہاں! یہاں تک کہ اگر کوئی شخص ہم میں سے اپنے دینی بھائی کو نہیں پاتا تو وہ پیدل کوفہ شہر کے آخری کنارے تک اس کی تلاش میں چل دیتا ہے یہاں تک کہ اس سے ملاقات کر لیتا ہے حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ تم جب تک یہ کرتے رہو گے خیر اور بھلائی سے رہو گے''۔ (طبرانی)

دُعا کیجئے

یا اللہ ان احادیث میں آج ہم نے جو کچھ سنا اور سمجھا محض اپنے فضل وکرم سے اس پر عمل کرنا ہمارے لئے آسان فرما دیجئے۔

یا اللہ آج کے اس پرفتن دور میں ہمارے لئے دین پر چلنا آسان فرما۔ اور ہمیں حقیقی فکر آخرت نصیب فرما۔

یا اللہ ہمیں ہر روز موت کو یاد رکھنے اور آپ سے ملاقات کیلئے خود کو تیار کرنے کی توفیق نصیب فرما۔ آمین یارب العالمین

صحبت صالح کی ضرورت

وعن جبير بن مطعم رضى الله عنه قال: قال رسول الله صلى الله عليه وسلم (انطلقوا بنا الى بنى واقف نزور البصير). رجل كان كفيف البصر' رواه البزار باسناد جيد.

ترجمہ: ''حضرت جبیر بن مطعم رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ: ہمارے ساتھ بنو واقف کے پاس چلو وہاں چل کر ایک شخص سے ہم ملاقات کریں جو بینا ہے (دل کے لحاظ سے) اور وہ ظاہری بینائی سے محروم تھے''۔ (بزار)

تشریح: معلوم ہوا کہ کسی سے ملاقات کیلئے جانا سنت ہے۔

''حضرت عبداللہ بن عمرو رضی اللہ تعالیٰ عنہما روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ (وقفہ وقفہ سے ملا کرو تمہاری محبت بڑھ جائے گی''۔ (طبرانی' بزار)

''حضرت عطاء رحمۃ اللہ علیہ سے منقول ہے کہ ایک مرتبہ میں اور عبید بن عمیر حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے پاس آئے۔ حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے عبید بن عمیر سے فرمایا کہ ہماری آپ کی ملاقات کا وقت آ گیا تھا (پھر بھی تاخیر کی) انہوں نے جواب میں عرض کیا اماں جان! میں وہی کہتا ہوں جو پہلے میں نے کہا تھا۔ وقفہ وقفہ سے ملو محبت بڑھ جائے گی۔ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا ہمارے سامنے یہ بے کار باتیں نہ کرو (یعنی ملاقات میں خود سستی کی اور اس سستی کے عذر کو حدیث سنا کر چھپا رہے ہو یہ بطور دل لگی کے فرمایا واللہ اعلم) ابن عمیر نے عرض کیا سب سے عجیب بات جو آپ نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم میں دیکھی ہو اس کے متعلق فرما دیں۔ پھر وہ ساری حدیث ذکر کی جو ''ان فی خلق السموات والارض'' کے نزول کے متعلق ہے''۔ (صحیح ابن حبان)

''حضرت ام سلمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا فرماتی ہیں کہ ایک مرتبہ مجھے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہمارے لئے مجلس اور بیٹھک ٹھیک اور درست کر دو کیونکہ زمین میں وہ فرشتہ اتر رہا ہے جو آج تک زمین پر نہیں آیا۔ (احمد)

حضرت ام بجید حواء بنت یزید انصاریہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کہتی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہمارے پاس قبیلہ بنو عمرو بن عوف کے پاس تشریف لاتے میں آپ کے لئے پیالہ میں ستو بنا کر رکھتی جب آپ تشریف لاتے تو میں آپ کو وہ ستو پلاتی''۔ (احمد)

''ابراہیم بن نشیط سے روایت ہے کہ وہ حضرت عبداللہ بن حارث زبیدی رضی اللہ عنہ کے پاس گئے انہوں نے اپنے نیچے کا تکیہ ان کی طرف پھینکا اور یہ ارشاد فرمایا کہ جو اپنے ہم نشین کا اکرام نہیں کرتا اس کا احمد صلی اللہ علیہ وسلم سے اور نہ ابراہیم علیہ السلام سے کوئی تعلق ہے''۔ (طبرانی)

''حضرت عبداللہ بن عمرو رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت ہے وہ فرماتے ہیں کہ ایک مرتبہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم میرے پاس تشریف لائے اور آپ نے ارشاد فرمایا کیا مجھے یہ نہیں بتلایا گیا کہ تم رات بھر عبادت کرتے ہو اور دن بھر روزہ سے رہتے ہو؟ میں نے کہا جی ہاں! ارشاد فرمایا ایسا نہ کرو بلکہ رات کو عبادت بھی کرو اور آرام بھی' بعض دن روزہ رکھو اور بعض دن روزہ نہ بھی رکھو۔ کیونکہ تمہارے جسم کا تم پر حق ہے اور تمہاری آنکھ کا تم پر حق ہے اور تمہارے ملاقاتی مہمان کا تم پر حق ہے اور تمہاری بیوی کا تم پر حق ہے''۔ (بخاری' مسلم)

''حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ایک شخص رسول

اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت اقدس میں حاضر ہوئے اور بھوک اور پریشانی کی اطلاع دی۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے گھروں میں سے ایک آدمی بھیجا۔ گھر سے پیغام آیا قسم ہے اس ذات کی جس نے آپکو حق دے کر بھیجا ہے میرے پاس سوائے پانی کے کچھ نہیں پھر دوسری زوجہ کے پاس آدمی بھیجا وہاں سے بھی یہی جواب آیا یہاں تک کہ سب نے یہی جواب دیا کہ قسم ہے اس ذات کی جس نے آپ کو دین حق دے کر بھیجا ہے پانی کے سوا کچھ نہیں۔ تو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے صحابہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم سے ارشاد فرمایا کہ کون شخص انکی ایک رات کی مہمانی قبول کرتا ہے اللہ اس پر رحم فرمائے۔ ایک انصاری صحابی رضی اللہ عنہ نے عرض کیا کہ یا رسول اللہ! میں مہمانی کروں گا۔ انکو اپنے گھر لے گئے اپنی بیوی سے پوچھا کہ کیا تمہارے پاس کچھ کھانے کو ہے؟ بیوی نے کہا کہ بچوں کا تھوڑا سا کھانا ہے اسکے علاوہ کچھ بھی گھر میں نہیں ہے۔ صحابی رضی اللہ عنہ نے فرمایا کسی چیز سے بچوں کو بہلاتی رہنا۔ جب وہ رات کا کھانا چاہیں تو سلا دینا۔ جب وہ مہمان آ جائے تو چراغ (درست کرنے کے بہانے سے اٹھ کر) اسکو بجھا دینا اور مہمان کو یہ دکھانا کہ ہم اسکے ساتھ کھا رہے ہیں۔ چنانچہ وہ مہمان کے ساتھ بیٹھ گئے اور مہمان نے (پیٹ بھر کر) کھا لیا اور دونوں میاں بیوی نے بھوکے رات گزاری (اور بچوں کو بھی بہلا کر بغیر کھلائے سلا دیا تھا) صبح کو جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آئے تو آپ نے ارشاد فرمایا کہ اللہ تم دونوں میاں بیوی کے اس عمل سے جو مہمان نوازی کا تم دونوں نے مہمان کے ساتھ کیا راضی اور خوش ہوا ایک روایت میں ہے کہ اس بارے میں یہ آیت اتری جس کا ترجمہ یہ ہے: اور ترجیح دیتے ہیں اپنی جانوں پر اگرچہ ان پر فاقہ ہی ہو''۔ (مسلم وغیرہ)

''حضرت ابوشریح خویلد بن عمرو رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ: جو شخص اللہ تعالیٰ اور آخرت کے دن پر ایمان رکھتا ہے اس کو چاہئے کہ اپنے مہمان کی خاطر داری کرے مہمان کے ساتھ تکلف و احسان کرنے کا زمانہ ایک دن ایک رات ہے اور مہمان داری کا زمانہ تین دن ہے اس (تین دن) کے بعد جو دیا جائے گا وہ ہدیہ و خیرات ہوگا اور مہمان کے لئے یہ جائز نہیں ہے کہ وہ میزبان کے ہاں (تین دن کے بعد اس کی ٹھہرنے کی درخواست کے بغیر) ہے کہ وہ میزبان کے ہاں (تین دن کے بعد اس کی ٹھہرنے کی درخواست کے بغیر) ٹھہرے کہ وہ تنگی میں مبتلا ہو جائے''۔ (مالک، بخاری، مسلم، ابوداؤد، ترمذی، ابن ماجہ)

حدیث میں ''جائزہ'' کا جو لفظ آیا ہے اسکا مفہوم یہی ہے ویسے لغت کے اعتبار سے ''جائزہ'' کے معنی بخشش تحفہ اور انعام کے ہیں۔ لیکن یہاں وہ چیز مراد ہے جو ایک دن کی غذا کی ضرورت کے بقدر ہو اور اسکے سہارے منزل تک پہنچ جائے مہمان کو ''جائزہ'' کے بعد جو کچھ دیا جائیگا وہ ایک زائد چیز ہوگی اور صدقہ و بھلائی اور احسان کے حکم میں ہوگا۔

یہ احتمال بھی ہو سکتا ہے کہ یہ ''جائزہ'' تین دن مہمان داری کرنے سے کوئی زائد چیز نہ ہو۔ بلکہ حدیث پاک میں اس کا ذکر اس تکلف و اہتمام اور الطاف و عنایات کی وضاحت کے طور پر ہے جو میزبان مہمان داری کے تین دنوں میں سے پہلے دن اپنے مہمان کے لئے کرتا ہے۔ چنانچہ ابوداؤد کی عبارت سے بھی یہی واضح ہوتا ہے کہ ''جائزہ مہمان کی خاطر داری اور تواضع و مدارات کو کہا گیا ہے جو پہلے دن کی جاتی ہے۔ اسی طرح حضرت شاہ عبدالحق محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ بھی یہی فرماتے تھے کہ ہمارا علم بھی یہی ہے کہ ''جائزہ'' کے معنی یہی ہیں ''مہمان کے لئے یہ جائز نہیں ہے...... الخ سے معلوم ہوا کہ جو شخص کسی کے ہاں مہمان جائے اس کے لئے مطلقاً یہ مناسب نہیں ہے کہ وہ اپنے میزبان کے ہاں تین دن سے زیادہ ٹھہرے ہاں اگر خود میزبان کی خواہش ہو اور وہ درخواست کرے تو اس کی استدعا پر تین دن سے زائد ٹھہرے میں کوئی مضائقہ نہ ہوگا۔ اسی لئے علماء نے لکھا ہے کہ اگر کوئی مسافر (مہمان) کسی کے یہاں ٹھہرے اور کسی عذر مثلاً بیماری وغیرہ کے سبب اس کو تین دن سے زائد قیام کرنا پڑ جائے تو وہ تین دن کے بعد اپنے پاس سے کھائے پئے صاحب خانہ کو تنگی و کلفت میں نہ ڈالے۔ (از مظاہر حق)

مہمان کا اکرام

وعن ابی ھریرۃ رضی اللہ عنہ ان النبی صلی اللہ علیہ وسلم قال: (ایما نزل بقوم فاصبح الضیف محروما' فلہ ان یاخذ بقدر قراہ ولاحرج علیہ) رواہ احمد' ورواتہ ثقات والحاکم' وقال: صحیح الاسناد.

ترجمہ: ''حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ: جوکوئی شخص کسی قوم میں (کسی کے ہاں) مہمان ہوااور صبح تک وہ مہمان (کھانے سے) محروم رہا یعنی اس کے میزبان نے رات میں اس کی مہمان داری نہیں کی تو مہمان کے لئے جائز ہے کہ اپنی مہمانی کی مقدار وصول کر لے اور اس میں مہمان پر کوئی گناہ نہیں''۔(احمد'حاکم)

''حضرت مقدام ابوکریمہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ: جوشخص کسی قوم میں (کسی کے ہاں) مہمان ہوا اور صبح تک وہ مہمان (کھانے سے) محروم رہا تو اس کی مدد کرنا ہر مسلمان کے ذمہ ہے یہاں تک کہ یہ مہمان اپنے میزبان کے مال اور کھیتی سے اپنی رات کی مہمانی کے مقدار وصول کر لے''۔(ابوداؤد'حاکم)

''حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ: جو اللہ تعالیٰ اور آخرت کے دن پر ایمان رکھتا ہو اس کو چاہیۓ کہ اپنے مہمان کا اکرام کرے آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ بات تین مرتبہ ارشاد فرمائی ایک شخص نے عرض کیا یارسول اللہ! مہمان کا اکرام کیا ہے؟ ارشاد فرمایا (مہمان کا اکرام) تین دن ہے تین دن کے بعد میزبان کا مہمان کو کھلانا اس پر احسان ہے۔(یعنی تین دن کے بعد کھانا نہ کھلانا بے مروتی میں داخل نہیں)''۔(احمد'بزار'ابویعلی)

تشریح: مذکورہ بالا احادیث مبارکہ کا ظاہری مفہوم اس پر دلالت کرتا ہے کہ اگر میزبان مہمان داری کے حقوق ادا نہ کرے تو مہمان اس سے اپنا حق زبردستی لے سکتا ہے اس اعتبار سے یہ احادیث ان حضرات کے مسلک کی دلیل بھی ہے کہ جو ضیافت یعنی مہمان کو کھلانا پلانا ایک واجب حق قرار دیتے ہیں لیکن جمہور علماء کا مسلک چونکہ یہ نہیں ہے اس لئے ان کی طرف سے اس حدیث کی کئی تاویلیں کی جاتی ہیں ایک تو یہ کہ یہ احادیث اصل میں مخمصہ (خالی پیٹ ہونے) اور اضطرار (بھوک کی وجہ سے بے تاب و مضطر ہونے) کی صورت پر محمول ہیں اور ایسی صورت میں جب کہ مہمان سخت بھوکا اور مضطر ہو اس کی ضیافت کرنا بلاشبہ میزبان پر واجب ہوگا کہ اگر وہ (میزبان) اس حق کو ادا نہ کرے تو یہ حق اس سے زبردستی لیا جا سکتا ہے۔

دوسرے یہ کہ حکم ابتداء اسلام میں تھا اس وقت محتاج اور فقراء کی خبر گیری کرنی واجب تھی مگر جب بعد میں اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں میں عام طور پر فقر و احتیاج کی جگہ وسعت و فراخی پیدا فرمادی تو یہ حکم منسوخ قرار دیا گیا۔

تیسرے یہ کہ ان ارشادات کا تعلق اہل ذمہ (وہ غیر مسلم جن کا مسلمانوں سے جان و مال کی مصالحت کا معاہدہ ہو چکا ہو) کے یہاں قیام کرنے سے تھا جب کہ ان کے ساتھ معاہدہ کی ایک شرط یہ بھی تھی کہ اگر مسلمان ان کے ہاں قیام کریں تو

ان مسلمانوں کی ضیافت کرنا ان اہل ذمہ کے لئے ضروری ہوگا چنانچہ اس شرط کی بنا پر مسلمانوں کی مہمان داری کرنا ان پر واجب تھا اور جو حق واجب ہو اس کو زبردستی بھی لیا جا سکتا ہے۔

چوتھے یہ کہ یہ احادیث مبارکہ ''معاوضہ اور بدلہ'' کی صورت پر محمول ہیں یعنی اگر کچھ لوگ (مثلاً مسافر کسی جگہ قیام کریں اور وہاں کے لوگ نہ صرف یہ کہ ان کی ضیافت نہ کریں بلکہ) ان کے ہاتھ ایسی چیز فروخت کرنے سے انکار کریں جو ان (مہمان مسافروں) کے پاس نہیں ہے نیز وہ اضطرار (بے تابی) کی حالت میں ہوں تو ان کے لئے جائز ہے کہ وہاں کے لوگوں سے اس چیز کو زبردستی خرید لیں۔ (از مظاہر)

''حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما کہتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ: جس گھر میں (مہمانوں کو) کھانا کھلایا جاتا ہے وہاں خیر یعنی رزق برکت اور بھلائی اتنی تیزی سے پہنچتی ہے جتنی تیزی سے چھری بھی اونٹ کے کوہان کی طرف نہیں پہنچتی''۔ (ابن ماجہ، ابن ابی الدنیا)

تشریح: جب اونٹ کا گوشت کاٹا جاتا ہے تو اس کے سب اعضاء سے پہلے اس کے کوہان کو کاٹتے ہیں اور چونکہ کوہان کا گوشت زیادہ لذیذ ہوتا ہے اس لئے وہ شوق سے کھایا بھی جاتا ہے۔ حدیث بالا میں ارشاد فرمایا کہ جس طرح کوہان پر چھری جلد پہنچتی ہے اس سے بھی زیادہ جلد اس گھر میں خیر اور بھلائی پہنچتی ہے جس میں مہمانوں کو کھانا کھلایا جاتا ہے۔ (از مظاہر حق)

''حضرت جابر رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ: جو مسلمان درخت لگاتا ہے پھر اس میں سے جتنا حصہ کھالیا جائے وہ درخت لگانے والے کے لئے صدقہ ہو جاتا ہے اور جو اس میں سے چرالیا جائے وہ بھی صدقہ ہو جاتا ہے (یعنی اس پر بھی مالک کو صدقہ کا ثواب ملتا ہے (غرض یہ کہ) جو کوئی اس درخت میں سے کچھ (بھی پھل وغیرہ) لے کر کم کر دیتا ہے تو وہ اس (درخت لگانے والے) کے لئے (قیامت تک کے لئے) صدقہ ہو جاتا ہے''۔

''حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ جو کوئی مسلمان درخت کا پودا لگائے یا کاشت کرے پھر اس میں سے پرندے کھائیں یا کوئی آدمی کھائے تو وہ اس کے حق میں ضرور صدقہ ہوگا''۔ (بخاری، مسلم، ترمذی)

تشریح: اس حدیث پاک میں باغبانی اور کاشتکاری کے لئے جن پر انسانوں کی ضرورتوں کا دارومدار ہے کتنی بڑی ترغیب اور ہمت افزائی ہے۔

دُعا کیجئے

یا اللہ ہمارے تمام معاملات اپنی رضا کے مطابق فرما دیجئے اور ہمیں ہر وقت اپنا معاملہ اپنے ساتھ اور بندوں کے ساتھ صحیح رکھنے کی توفیق عطا فرمائیے۔

یا اللہ ہم سے راضی ہو جائیے اور ہمیں اپنی رضا والے اعمال صالحہ کرنے کی اور اپنی ناراضگی والے کاموں سے بچنے کی توفیق عطا فرمائیے۔

یا اللہ ہمیں ایمان کامل نصیب فرما دیجئے۔ اور اپنی ذات عالی پر یقین کامل نصیب فرمائیے۔

نیکیوں کے ثمرات

وعن معاذ بن انس رضی الله عنه عن رسول الله صلی الله علیه وسلم قال: (من بنی بنیانا فی غیرظلم ولااعتداء او غرس غرسا فی غیر ظلم ولا اعتداء کان له اجر جاریاً ما انتفع به من خلق الرحمٰن تبارک و تعالیٰ). رواه احمد من طریق زبان.

ترجمہ: ''حضرت معاذ بن انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ: جو شخص کوئی عمارت بنائے بغیر ظلم اور زیادتی کے (یعنی عمارت کی زمین لوٹ کر، چھین کر، دبا کر، ناحق نہ لی ہو) یا بغیر ظلم و زیادتی کے درخت کا پودا لگائے تو اس کے لئے اس کا اجر وثواب اس وقت تک جاری رہے جب تک کہ رحمٰن تبارک و تعالیٰ کی مخلوق سے نفع وفائدہ اٹھاتی رہے گی۔'' (احمد)

''ایک صحابی رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے میرے ان دو کانوں نے سنا جو کوئی شخص درخت لگا کر اس کی دیکھ بھال، اور حفاظت کرے یہاں تک کہ وہ پھل دینے لگ جائے تو اس کے لئے ہر اس پھل میں صدقہ کا ثواب ہوگا جو کوئی اس سے فائدہ اٹھائے''۔ (احمد)

''حضرت قاسم رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں کہ) حضرت ابودرداء رضی اللہ عنہ کے پاس سے دمشق میں ایک شخص کا گزر ہوا اس وقت حضرت ابودرداء رضی اللہ تعالیٰ عنہ کوئی پودا لگا رہے تھے اس شخص نے ابودرداء رضی اللہ عنہ سے کہا: کیا آپ بھی یہ (دنیاوی) کام کر رہے ہیں حالانکہ آپ تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابی ہیں۔ حضرت ابودرداء رضی اللہ عنہ نے فرمایا مجھے ملامت کرنے میں جلدی نہ کرو۔ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ ارشاد فرماتے سنا کہ: جو شخص پودا لگاتا ہے اور اس میں سے کوئی انسان یا اللہ تعالیٰ کی مخلوق میں سے کوئی مخلوق کھاتی ہے تو وہ اس (پودا لگانے والے کے لئے) صدقہ ہوتا ہے''۔ (احمد)

''حضرت ابوایوب انصاری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ: جو شخص پودا لگاتا ہے پھر اس درخت سے جتنا پھل پیدا ہوتا ہے اللہ تعالیٰ پھل کی پیداوار کے بقدر پودا لگانے والے کے لئے اجر لکھ دیتے ہیں''۔ (احمد)

''حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ایک مرتبہ بدھ کے دن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قبیلہ بنی عمرو بن عوف کے پاس تشریف لائے سلسلہ کلام میں ارشاد فرمایا: اے انصار کی جماعت! انصار نے جواب میں عرض کیا یا رسول اللہ! ہم حاضر ہیں۔ ارشاد فرمایا: زمانہ جاہلیت میں جب کہ تم اللہ تعالیٰ کی عبادت بھی نہ کرتے تھے تم لوگوں کے بوجھ اٹھاتے اور اپنے مالوں کو نیکی اور بھلائی کے کاموں میں لگاتے اور مسافروں کے ساتھ اچھا سلوک و احسان کرتے تھے یہاں تک کہ حق تعالیٰ شانہ نے تم پر اسلام اور اپنے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے ذریعہ احسان فرمایا تو (تم نے بجائے اور زیادہ مالوں کو خرچ کرنے کے جو اسلام کی تعلیم ہے) اپنے مالوں کو ذخیرہ کرنا اور روکنا شروع کر دیا (پھر نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے خرچ کی ترغیب دیتے ہوئے فرمایا) انسان جو کھاتا ہے اس میں (کھلانے والے کے لئے) اجر ہے۔ اور جو درندے اور پرندے کھالیں

اس میں اجر ہے۔ راوی کا بیان ہے کہ انصار واپس گئے اور ان میں سے ہر ایک نے اپنے باغ کے تمیں دروازوں کو توڑ دیا۔ (تاکہ فقراء و مساکین و ضرورت مند و مسافر بلاروک ٹوک باغات میں داخل ہوکر پیداوار سے فائدہ اٹھاسکیں''۔ (حاکم)

تشریح:۔ انصار رضی اللہ تعالیٰ عنہم کا جذبہ ایمانی بھی خوب تھا۔ ادھر نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے ترغیب سنی اور ادھر عملاً باغات کے دروازوں اور رکاوٹوں کو توڑ کر سب کے لئے فائدہ اٹھانے کا راستہ اس اجر کی امید وشوق میں کھول دیا جس اجر وثواب کی خبر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سنی تھی۔ ''اللھم ارزقنا اتباعھم''۔

''حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم یہ دعا مانگا کرتے تھے: ''اللھم انی اعوذبک من البخل' والکسل وارذل العمر' و عذاب القبر و فتنۃ المحیا والممات'' ترجمہ: ''اے اللہ! میں تیری پناہ لیتا ہوں بخل اور کاہلی سے اور نکمی عمر (سخت بڑھاپے) سے اور زندگی اور موت کے وقت کے فتنہ سے)''۔ (مسلم)

''حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت ہے کہ ایک مرتبہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ہم میں بیان فرمایا جس میں ارشاد فرمایا: تم ظلم سے بچتے رہنا بلاشبہ ظلم قیامت کے دن تاریکیوں کا باعث ہوگا۔ (یعنی آخرت میں تکالیف اور عذاب کا باعث ہوگا) اور تم بدزبانی اور فحش گوئی سے بچنا اور اپنے دل کے لالچ و بخل سے بچنا اس لئے کہ تم سے پہلے لوگ اسی کی وجہ سے ہلاک ہوئے اس حرص و لالچ نے قطع رحمی (یعنی حقوق قرابت کی پامالی کے لئے) آمادہ کیا۔ چنانچہ انہوں نے قطع رحمی اختیار کیا۔ اور اسی نے بخل پر آمادہ کیا۔ چنانچہ انہوں نے بخل کیا اور اسی نے گناہوں پر آمادہ کیا چنانچہ انہوں نے فسق و فجور کیا۔ پھر ایک شخص نے کھڑے ہوکر عرض کیا یارسول اللہ! کون سا عمل اسلام کا افضل ہے؟ ارشاد فرمایا یہ کہ مسلمان تمہارے ہاتھ اور زبان سے محفوظ رہیں۔ پھر اسی شخص نے یا کسی دوسرے شخص نے عرض کیا سب سے افضل کون سی ہجرت ہے؟ ارشاد فرمایا: تم اپنے رب کی ناپسند چیزوں کو چھوڑ دو۔ اور ارشاد فرمایا ہجرت کی دو قسمیں ہیں شہر میں رہنے والے کی ہجرت' دیہات میں رہنے والے کی ہجرت' دیہات میں رہنے والے کی ہجرت یہ ہے کہ جب اس کو (اپنی جگہ سے) بلایا جائے تو آجائے اور جب اسے کوئی حکم دیا جائے تو اس کو مانے (اور شہری کی ہجرت بھی یہی ہے لیکن) شہری کی ہجرت آزمائش کے اعتبار سے بڑی ہے اور اجر ملنے کے اعتبار سے بھی افضل ہے''۔ (ابوداؤد' حاکم)

دُعا کیجئے

یااللہ ہمیں اس دنیا کی زندگی میں اپنی آخرت کی فکر نصیب فرما اور ہمیں اپنی حقیقی منزل کی تیاری اور فکر نصیب فرما۔
یااللہ ہمیں حقوق اللہ وحقوق العباد کی ادائیگی کی توفیق نصیب فرما اور ہمارے لئے اپنی شریعت مطہرہ پر چلنا آسان فرمادے۔
یااللہ اس پرفتن دور میں ہمارے اور ہمارے بچوں کے ایمان کی حفاظت فرمائیے۔ اور ہمیں دنیا وآخرت کی تمام منزلوں میں محض اپنے کرم سے کامیاب فرمائیے۔ آمین یارب العالمین

بخل، حرص اور بزدلی کی مذمت

و عن ابی هریرة رضی الله عنه قال: قال رسول الله صلی الله علیه وسلم : (شرما فی الرجل شح هالع، و جبن خالع). رواه ابوداؤد و ابن حبان فی صحیحه.

ترجمہ: ''حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ: انسان میں سب سے بری بات کڑھا دینے والی حرص اور گھبرا دینے والی بزدلی ہے''۔ (ابوداؤد، صحیح ابن حبان)

تشریح: یہ حقیقت ہے کہ حریص اور لالچی آدمی ہر وقت اس غم میں گھلتا اور کڑھتا رہتا ہے کہ یہ نہیں ملا وہ نہیں ملا۔ فلاں کے پاس یہ ہے۔ اور میرے پاس یہ نہیں ہے اسی طرح زیادہ بزدل آدمی خواہ مخواہ موہوم خطرات سے بھی ہر وقت گھبراتا رہتا ہے اور اس کو اطمینان کے سانس لینے نصیب نہیں ہوتے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے انسان کے دل کی دونوں کیفیتوں کو بدترین کیفیت بتلایا اور فی الحقیقت یہ بدترین اور ذلیل ترین خصلتیں ہیں۔

''حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ: اللہ کے راستہ کا گردوغبار اور جہنم کا دھواں ایک شخص کے پیٹ میں کبھی بھی جمع نہیں ہوسکتا اور حرص و بخل اور ایمان کبھی بھی ایک دل میں جمع نہیں ہو سکتے۔ (یعنی بخیلی و کنجوسی اور ایمان کا کوئی جوڑ نہیں)''۔ (نسائی، صحیح ابن حبان، حاکم)

تشریح: مطلب یہ ہے کہ بخل کی عادت اور ایمان کی حقیقت میں ایسی منافات ہے کہ جس دل کو حقیقی ایمان نصیب ہوگا اس میں بخل نہیں ہوسکتا اور جس میں بخل دیکھا جائے تو سمجھ لیا جائے کہ اس میں ایمان کا نور نہیں ہے۔ ذرا سا غور کرنے کے بعد ہر ایک کی سمجھ میں یہ بات آ سکتی ہے کہ اللہ تعالیٰ کی ذات وصفات پر کامل ایمان و یقین کے بعد دل میں بخل اور کنجوسی جیسی خصلت کے لئے کوئی گنجائش ہی نہیں رہ سکتی۔ (از معارف الحدیث)

ترجمہ: ''حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ: جنت میں دھوکہ باز اور احسان جتلانے والا اور بخیل داخل نہ ہوسکے گا''۔ (ترمذی)

تشریح: دھوکہ بازی کنجوسی، احسان کر کے جتانا۔ ان تباہ کن عادات میں سے ہیں جو جنت کے راستہ میں رکاوٹ بنتی ہیں۔

''حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ: حق تعالیٰ شانہ نے جنت عدن اپنے ہاتھ سے بنائی ہے۔ اور اس میں پھلوں کو لٹکایا اور نہروں کو چلایا پھر اس کی طرف دیکھ کر فرمایا بول! اس نے کہا کہ یقیناً ایمان والے کامیاب ہو گئے حق تعالیٰ نے فرمایا میری عزت اور جلال کی قسم! بخیل شخص تیرے اندر میرا ہمنشین بن کر نہیں رہ سکتا''۔ (طبرانی، کبیر، اوسط، ابن ابی الدنیا)

''حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ: سخی شخص حق تعالیٰ سے قریب ہے (یعنی اس کو قرب خداوندی حاصل ہے) اور جنت سے قریب ہے اور اللہ کے بندوں سے قریب ہے۔ (یعنی اللہ کے بندے اس کی سخاوت کی صفت کی وجہ سے اس سے تعلق اور محبت رکھتے ہیں اور اس کے ساتھ لگے رہتے ہیں) اور دوزخ سے دور ہے۔ اور بخیل اور کنجوس آدمی اللہ تعالیٰ سے دور (یعنی قرب خداوندی کی نعمت سے محروم ہے) جنت سے بھی دور اور لوگوں سے بھی دور ہے (کہ اس کی کنجوسی کی وجہ سے وہ اس سے الگ اور بے تعلق رہتے

ہیں) اور دوزخ سے قریب ہے اور بلاشبہ ایک بے علم سخی اللہ تعالیٰ کو عبادت گزار کنجوس سے زیادہ پیارا ہوتا ہے''۔(ترمذی)

''حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ: مومن بڑا بھولا بھالا اور شریف ہوتا ہے جب کہ بدکار بڑا مکار اور بخیل اور کمینہ ہوتا ہے''۔ (ابوداؤد ترمذی)

تشریح: مطلب یہ ہے کہ نیک آدمی نرم مزاج ہوتا ہے اور ہر ایک پر اعتماد کر لیتا ہے اس وجہ سے وہ ہر دھوکہ دینے والے سے دھوکہ کھا لیتا ہے یا اس کے دھوکہ کھانے کی وجہ یہ ہوتی ہے کہ وہ ہر ایک کے ساتھ حسن ظن رکھتا ہے کوئی بھی اس کو کسی قسم کی بات کہہ دے وہ سچ مان لیتا ہے تیسری وجہ یہ بھی ہو سکتی ہے کہ اس کے سامنے ہمیشہ آخرت ہوتی ہے اس لئے کوئی آدمی اس سے کوئی بات کہہ دے تو وہ اس کو مان لیتا ہے اور آخرت میں معاف کرنے پر جن انعامات کی خوشخبریاں ہیں ان کی امید میں یہ سب کو معاف کر دیتا ہے لوگ اس وجہ سے اس کو بھولا بھالا سمجھتے ہیں۔ جب کہ فاسق و فاجر دھوکہ باز اور مکار ہوتا ہے۔

''حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ: جب تمہارے امیر بھلے ہوں اور تمہارے مال دار سخی ہوں اور تمہارے امور باہمی مشورہ سے طے ہوں تو زمین کی پشت تمہارے لئے زمین کے پیٹ سے بہتر ہے (یعنی زندگی موت سے بہتر ہے) اور جب تمہارے امیر برے ہوں اور تمہارے مال دار بخیل ہوں اور تمہارے معاملات عورتوں کے حوالہ ہو جائیں (کہ مرد عورتوں کی تابعداری کریں) تو زمین کا پیٹ اس کی پشت سے بہتر ہے (یعنی ایسی زندگی سے مرنا بہتر ہے''۔(ترمذی)

''حضرت حسن رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ جب حق تعالیٰ شانہ کسی قوم کے ساتھ بھلائی کا ارادہ فرماتے ہیں تو ان کے امور کا ذمہ دار حکماء اور عقل مندوں کو بنا دیتے ہیں اور مال سخیوں کو دیتے ہیں (تاکہ لوگوں کی ضرورتیں پوری کریں) اور جب حق تعالیٰ شانہ کسی قوم کے ساتھ برائی کا ارادہ فرماتے ہیں تو ان کے معاملات کا بے وقوف لوگوں کو ذمہ دار بنا دیتے ہیں اور مال بخیلوں کو دے دیتے ہیں۔ (کہ وہ حاجت مندوں کی حاجات کو پورا نہیں کرتے)۔'' (ابوداؤد)

''حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ جنت میں ایک محل ہے اس کا نام بیت السخاء یعنی سخاوت کا گھر ہے اور ایک روایت میں ہے کہ جنت سخیوں کا گھر ہے''۔ (طبرانی، کتاب الثواب)

دُعا کیجئے

یا اللہ ان احادیث میں آج ہم نے جو کچھ سنا اور سمجھا محض اپنے فضل و کرم سے اس پر عمل کرنا ہمارے لئے آسان فرما دیجئے۔

یا اللہ آج کے اس پرفتن دور میں ہمارے لئے دین پر چلنا آسان فرما۔ اور ہمیں حقیقی فکر آخرت نصیب فرما۔

یا اللہ ہمیں اپنی ایسی محبت عطا فرما کہ ہمارے لئے نیکیاں کرنا آسان ہو جائے اور اپنی ذات کا اتنا خوف وخشیت نصیب فرما کہ ہمارے لئے تمام گناہوں کو چھوڑنا آسان ہو جائے۔

یا اللہ ہمیں ہر روز موت کو یاد رکھنے اور آپ سے ملاقات کیلئے خود کو تیار کرنے کی توفیق نصیب فرما۔ آمین یارب العالمین

چند اخلاق ذمیمہ

عن ابن عباس رضی الله عنهما ان النبی صلی الله علیه وسلم قال: (الذی یرجع فی هبته کالکلب یرجع فی قیئه) و فی روایة: (مثل الذی یعود فی هبته کمثل الکلب یقی ثم یعود فی قیئه فیاکله) رواه البخاری و مسلم و ابو داؤد والترمذی والنسائی و ابن ماجه

ترجمہ: ''حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ: جو شخص ہدیہ دے کر واپس لے لے وہ اس کتے کی طرح ہے جو منہ سے نکلی ہوئی قے کو دوبارہ منہ میں لے لے۔ ایک روایت میں ہے کہ اس شخص کی مثال جو ہدیہ دے کر واپس لے لے اس کتے کی سی ہے جو قے کرے پھر اپنی قے کو واپس منہ میں لے کر کھا جائے''۔ (بخاری، مسلم، ابوداؤد، ترمذی، نسائی، ابن ماجہ)

تشریح: اس مثال سے مقصود اس فعل کی شناعت کا بیان ہے کہ ہدیہ دے کر واپس لینا انتہائی کمینگی کی علامت ہے۔

''حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ سے روایت ہے فرماتے ہیں کہ میں نے ایک گھوڑا اللہ کی راہ میں دیا۔ پھر میں نے چاہا کہ اس گھوڑے کو خرید لوں میرا گمان تھا کہ وہ شخص جس کو گھوڑا راہ خدا میں دیا تھا مجھے سستا بیچ دے گا میں نے اس کے بارے میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے دریافت کیا۔ آپ نے ارشاد فرمایا کہ اس کو مت خریدو اور اپنے اس صدقہ کو واپس نہ لو خواہ وہ شخص جس کو ثواب کی غرض سے دیا تھا ایک درہم ہی میں تمہیں فروخت کرے کیونکہ صدقہ دے کر لینے والے ایسا ہے جیسے اپنی قے کو دوبارہ کھانے والا''۔ (بخاری، مسلم)

''حضرت ابن عمر اور ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہم سے روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ: کسی شخص کے لئے جائز نہیں کہ کسی کو کوئی عطیہ یا ہدیہ دے کر واپس لے۔ سوائے والد کے کہ وہ اپنے لڑکے کو دے کر واپس لے سکتا ہے اور اس شخص کی مثال جو عطیہ دے کر واپس لے اس کتے کی سی ہے جو خوب پیٹ بھر کر کھا کر قے کر دے اور پھر قے کو دوبارہ کھالے''۔

حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ ہر مسلمان دوسرے مسلمان کا بھائی ہے اس پر کوئی ظلم وزیادتی نہ کرے (اور جب وہ اس کی مدد واعانت کا محتاج ہو تو اس کی مدد کرے) اور اس کو بے مدد کے نہ چھوڑے اور جو کوئی شخص اپنے بھائی کی ضرورت پوری کرتا ہے حق تعالیٰ اس کی ضرورت پوری کرتا ہے اور جو کسی مسلمان سے ذرا سی تکلیف دور کرتا ہے حق تعالیٰ شانہ قیامت کی بڑی مصیبتوں میں سے کسی مصیبت کو دور کرے گا اور جو کسی مسلمان کے عیب پر پردہ ڈالتا ہے حق تعالیٰ قیامت کے دن اس کے عیب پر پردہ ڈالے گا۔ (بخاری، مسلم، ابوداؤد)

''حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ: جس شخص پر اللہ تعالیٰ کوئی نعمت تمام کرے پھر لوگوں کا رجوع ضرورتوں میں اس کی طرف کر دے پھر وہ تنگ ہو جائے (ضرورت مند لوگوں کے بار بار آنے سے پریشان ہو جائے) تو اس نے نعمت کو زائل کرنے کا سامان کر لیا''۔ (طبرانی)

''حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ نبی کریم

صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ: جو شخص اپنے کسی بھائی کے کام کے لئے چل کر جاتا ہے تو اس کا یہ عمل دس سال کے اعتکاف سے افضل ہے جو شخص ایک دن کا اعتکاف بھی اللہ تعالیٰ کی رضا کے لئے کرتا ہے اللہ تعالیٰ اس کے اور جہنم کے درمیان تین خندقیں آڑ فرما دیتے ہیں ہر خندق زمین و آسمان کی مسافت سے زیادہ چوڑی ہے۔ (طبرانی، حاکم) ایک روایت میں یہ ہے کہ اگر کوئی شخص اپنے بھائی کے ساتھ ضرورت پوری کرنے کے لئے چلے پھرے آپ نے اپنی مسجد نبوی کی طرف اشارہ کرتے ہوئے فرمایا کہ میری اس مسجد میں دو ماہ اعتکاف کرنے سے افضل ہے"۔

"حضرت ابو موسیٰ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: مسلمان کو چاہئے کہ صدقہ دیا کرے دریافت کیا گیا اگر اس کے پاس صدقہ دینے کے لئے کچھ نہ ہو تو کیا کرے؟ ارشاد فرمایا اپنے ہاتھوں سے محنت مزدوری کر کے اپنے آپ کو بھی فائدہ پہنچائے اور صدقہ بھی دے۔ دریافت کیا اگر یہ بھی نہ کر سکے ارشاد فرمایا: کسی غمزدہ محتاج کی مدد کرے عرض کیا گیا اگر یہ بھی نہ کر سکے؟ ارشاد فرمایا تو کسی کو بھلی بات بتا دے عرض کیا اگر یہ بھی نہ کرے؟ ارشاد فرمایا تو (کم از کم) کسی کو نقصان پہنچانے سے ہی باز رہے کیونکہ یہ بھی اس کے لئے صدقہ ہے"۔ (بخاری، مسلم)

"حضرت ابو قلابہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ بعض صحابہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم نے آ کر ایک شخص کی خوب تعریف کرتے ہوئے کہا کہ ہم نے فلاں شخص کی طرح کبھی کسی کو نہ دیکھا کہ سفر میں چلتے ہوئے تلاوت میں رہتے اور جب ہم کسی جگہ پڑاؤ ڈالتے تو وہ نماز میں مشغول رہتے۔ آپ نے ارشاد فرمایا کہ ان کے کام کون کرتا تھا یہاں تک کہ آپ نے دریافت فرمایا ان کے اونٹ یا جانور کے چارہ کا کون انتظام کرتا تھا؟ انہوں نے عرض کیا ہم کرتے تھے آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا تم سب اس سے بہتر ہو (کہ خدمت کا ثواب زیادہ ہے)"۔ (ابوداؤد)

"حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا روایت کرتی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ: جو شخص اپنے مسلمان بھائی تک خبر پہنچانے یا اس کی مشکل کو آسان کرنے کے لئے حاکم (عہدہ دار) کے پاس واسطہ و سفارشی بن جائے حق تعالیٰ شانہ قیامت کے دن قدموں کے پھسلنے کے وقت پل صراط سے پار ہونے میں مدد فرمائیں گے۔ (طبرانی فی الصغیر والاوسط، صحیح ابن حبان)

دوسری روایت میں ہے کہ حاکم (عہدہ دار) کے پاس اپنے بھائی کو خیر پہنچانے یا خوش کرنے کے لئے واسطہ اور سفارشی بن جائے اللہ تعالیٰ جنت میں اس کے درجات کو بلند کرے گا"۔ (طبرانی، صغیر، اوسط)

دُعا کیجئے

☆ یا اللہ ہمارے تمام معاملات اپنی رضا کے مطابق فرما دیجئے اور ہمیں ہر وقت اپنا معاملہ اپنے ساتھ اور بندوں کے ساتھ صحیح رکھنے کی توفیق عطا فرمائیے۔ ☆ یا اللہ ہم سے راضی ہو جائیے اور ہمیں اپنی رضا والے اعمال صالحہ کرنے کی اور اپنی ناراضگی والے کاموں سے بچنے کی توفیق عطا فرمائیے۔ ☆ یا اللہ ہمیں ایمان کامل نصیب فرما دیجئے۔ اور اپنی ذات عالی پر یقین کامل نصیب فرمائیے۔ ☆ یا اللہ اس پرفتن دور میں ہمارے اور ہمارے بچوں کے ایمان کی حفاظت فرمائیے۔ اور ہمیں دنیا و آخرت کی تمام منزلوں میں محض اپنے کرم سے کامیاب فرمائیے۔ آمین یارب العالمین

درس انسانیت

وعن انس رضی الله عنه قال: قال رسول صلی الله علیه وسلم : (من لقی اخاه المسلم بما یحب لیسره بذلک سره الله عزوجل یوم القیامة) رواه الطبرانی فی الصغیر باسناد حسن، و ابو الشیخ فی کتاب الثواب.

ترجمہ: ''حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ: جو شخص اپنے مسلمان بھائی کو خوش کرنے کے لئے اس طرح ملتا ہے جس طرح اللہ تعالیٰ پسند فرماتے ہیں (مثلاً خندہ پیشانی کے ساتھ) تو اللہ تعالیٰ قیامت کے دن اسے خوش کر دیں گے''۔ (طبرانی، کتاب الثواب)

''حضرت ابوامامہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ: جو کسی شخص کے لئے سفارش کرے پھر سفارش کرنے والے کو اس سفارش پر کوئی ہدیہ دے اور سفارش کرنے والا اس ہدیہ کو قبول کر لے تو یقیناً اس نے کبیرہ گناہوں میں سے ایک بڑے گناہ کا ارتکاب کیا''۔ (ابوداؤد)

تشریح:۔ کسی کی سفارش محض رضاء الٰہی کے لئے ہونا ضروری ہے جیسا کہ ایک حدیث میں وارد ہے سفارش کروا اجر حاصل کرو اور سفارش پر جو فوائد حاصل ہوتے ہیں وہ یہ ہیں۔

(۱) سفارش کرنیوالے کیلئے اللہ تعالیٰ خیر و برکت کے دروازے کھول دیتے ہیں۔ (۲) دنیوی مصائب سے نجات ملتی ہے۔

(۳) آخرت کے مصائب سے چھٹکارا حاصل ہوتا ہے۔

(۴) قیامت کی ہولنا کیوں میں اللہ تعالیٰ کے عذاب سے حفاظت ہوتی ہے۔

(۵) قیامت کے دن جس کی سفارش دنیا میں کی تھی کبھی اس کے سفارش کرنے سے جہنم سے بچاؤ اور جنت کا داخلہ نصیب ہوتا ہے۔

(۶) گناہ معاف ہوتے ہیں۔

(۷) مسلمان کی ضرورت پوری کرنا مستقل عبادت ہے۔

(۸) پل صراط سے پار ہونے میں مدد ملتی ہے۔

قرآن پاک میں بھی حق تعالیٰ شانہ نے سفارش کرنے کی ترغیب دی ہے چنانچہ ارشاد باری ہے:

''جو کوئی سفارش کرے نیک بات میں اس کو بھی ملے گا اس میں سے ایک حصہ اور جو کوئی سفارش کرے بری بات میں اس پر بھی ہے ایک بوجھ اس میں سے اور اللہ ہے ہر چیز پر قدرت رکھنے والا (تو نیکی اور بدی کے حصہ دینے میں اس کو کوئی دشواری نہیں)''۔

''حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا گزر انصار میں سے ایک شخص پر ہوا اور وہ اس وقت اپنے بھائی کو حیا کے بارے میں کچھ نصیحت و ملامت کر رہا تھا تو آپ نے اس سے فرمایا کہ اس کو اس کے حال پر چھوڑ دو کیونکہ حیاء تو ایمان کا جز (یا ایمان کا پھل) ہے''۔ (بخاری، مسلم، ابوداؤد، ترمذی، نسائی، ابن ماجہ)

تشریح: حدیث کا مطلب یہ ہے کہ انصار میں سے کوئی شخص تھے جن کو اللہ تعالیٰ نے شرم و حیاء کا وصف خاص طور سے عطا فرمایا تھا جس کا قدرتی نتیجہ یہ ہوگا کہ وہ اپنے معاملات میں نرم ہوں گے سخت گیری کے ساتھ لوگوں سے اپنے حقوق کا مطالبہ بھی نہ کرتے ہوں گے اور بہت سے موقعوں پر اسی شرم و حیاء کی وجہ سے کھل کر باتیں بھی نہ کر پاتے ہوں گے جیسا کہ اہل حیاء کا عموماً حال ہوتا ہے اور ان کے کوئی بھائی تھے جو ان کی اس حالت اور

روش کو پسند نہیں کرتے تھے ایک دن یہ بھائی ان صاحب حیاء بھائی کو اس پر ملامت اور سرزنش کر رہے تھے کہ تم اس قدر شرم و حیاء کیوں کرتے ہو۔ اسی حالت میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ان دونوں بھائیوں پر گزر ہوا اور آپ نے ان کی باتیں سن کر ملامت و نصیحت کرنے والے بھائی سے ارشاد فرمایا کہ اپنے بھائی کو ان کے حال پر چھوڑ دو ان کا یہ حال تو بڑا مبارک حال ہے شرم و حیاء تو ایمان کی ایک شاخ یا ایمان کا پھل ہے۔ اگر اس کی وجہ سے بالفرض دنیا کے مفادات کچھ فوت بھی ہوتے ہوں تو آخرت کے درجے بے انتہا بڑھتے ہیں۔ (از معارف الحدیث)

''حضرت عمران بن حصین رضی اللہ تعالیٰ عنہ روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: حیاء صرف خیر ہی کو لاتی ہے''۔ بخاری، مسلم)

تشریح: بعض اوقات شرم و حیاء کی وجہ سے دنیوی نقصان بھی ہو جاتا ہے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد باری کا مطلب یہ ہے کہ شرم و حیاء کے نتیجہ میں کبھی کوئی نقصان نہیں ہوتا بلکہ ہمیشہ نفع ہی ہوتا ہے عامیانہ نقطہ نظر سے جن مواقع میں نقصان کا شبہ ہوتا ہے وہاں بھی اگر ایمانی وسیع نقطہ نظر سے دیکھا جائے تو بجائے نقصان کے نفع ہی نظر آئیگا۔

ہاں البتہ امر بالمعروف و نہی عن المنکر میں شرم و حیاء کی وجہ سے اگر کوتاہی ہو رہی ہے تو وہ درحقیقت اس آدمی کی ایک فطری اور طبعی کمزوری ہوتی ہے لوگ ناواقفی سے اس میں اور حیاء میں فرق نہیں کر پاتے۔ (از معارف الحدیث بتغییر یسیر)

''رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ حیاء سراسر خیر ہی ہے''۔

''حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ایمان کی ستر یا ساٹھ سے زیادہ شاخیں ہیں ان میں سب سے افضل شاخ لا الہ الا اللہ کا کہنا ہے اور ادنیٰ شاخ تکلیف دینے والی چیزوں کا راستہ سے ہٹانا ہے اور حیاء ایمان کی ایک (اہم) شاخ ہے''۔ (بخاری، مسلم، ابوداؤد، ترمذی، نسائی، ابن ماجہ)

تشریح: اس حدیث میں ایمان کے شعبوں کے لئے ''ستر سے کچھ اوپر'' کا جو عدد استعمال کیا گیا ہے اس کے متعلق بعض شارحین نے لکھا ہے کہ ''اس سے غالباً صرف کثرت مراد ہے اور اہل عرب صرف مبالغہ اور کثرت کے لئے بھی ستر کا لفظ عام طور پر بولتے ہیں اور ''ستر پر جو کچھ اور'' کا اضافہ اس حدیث میں کیا گیا ہے یہ غالباً اور زیادہ مبالغہ پیدا کرنے کے لئے ہے۔

حدیث شریف کے اخیر میں حیاء جو ایمان کا اہم شعبہ قرار دیا ہے اس کی دو وجہ ہو سکتی ہیں پہلی وجہ یہ ہو سکتی ہے کہ جس موقع پر نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ ارشاد فرمایا اس وقت حیا کے متعلق لوگوں میں کوتاہی ظاہر ہوئی ہوگی جس کی اصلاح آپ نے اس ارشاد سے فرمائی جیسا کہ صاحب حکمت معلمین و مصلحین کا طریقہ ہوتا ہے۔

دوسری وجہ یہ ہو سکتی ہے کہ حیاء کا مقام واقعۃً نہایت بلند ہے کہ اسی کی وجہ سے انسان تمام برائیوں اور گناہوں سے بچتا ہے اگر حیاء کی صفت پوری طرح آدمی میں بیدار اور کارفرما ہو تو نہ صرف یہ کہ اس کے ہم جنسوں کی نظروں میں اس کی زندگی پاکیزہ اور ستھری ہوگی بلکہ اس سے اللہ تعالیٰ کی نافرمانیوں کا صدور بھی کم سے کم ہوگا۔

دُعا کیجئے

یا اللہ! ہمارے پاس اور کوئی سرمایہ نہیں، کوئی وسیلہ نہیں اقرار جرم کرتے ہیں آپ کے نبی الرحمۃ صلی اللہ علیہ وسلم کا وسیلہ پیش کر کے آپ کی رحمت کے طلب گار ہیں۔

ایمان کے شعبے

وعن ابی هريرة رضی الله عنه ايضا قال: قال رسول الله صلى الله عليه وسلم : (الحياء من الايمان والايمان فی الجنة والبذاء من الجفاء والجفاء فی النار) رواه احمد' و رجاله رجال الصحيح' والترمذی و ابن حبان فی صحيحه' وقال الترمذی' حديث حسن صحيح.

ترجمہ: ''حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: حیاء ایمان کا حصہ ہے اور ایمان جنت میں (لے جانے کا ذریعہ) ہے۔ اور بے حیائی و بے شرمی بد اخلاقی و بدکاری کا حصہ ہے اور بد اخلاقی و بدکاری جہنم میں (لے جانے کا ذریعہ) ہے''۔ (احمد' صحیح ابن حبان' ترمذی)

''حضرت ابوامامہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: حیاء اور کم گوئی دونوں ایمان کے شعبے اور شاخیں ہیں اور بدکلامی اور چرب زبانی (بے جا زیادہ باتیں) دونوں نفاق کے شعبے اور شاخیں ہیں۔ (ترمذی) ایک روایت میں یوں ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: حیاء اور کم گوئی ایمان کا حصہ ہیں۔ (کہ خوف خدا اور فکر آخرت کی وجہ سے باتیں کم ہو جاتی ہیں) اور جنت سے قریب اور جہنم سے دور کرتی ہے اور بدزبانی ناشائستہ اور بری حرکت شیطان کی طرف سے ہے اور وہ جہنم سے قریب اور جنت سے دور کرتی ہے۔ ایک دیہاتی نے حضرت ابوامامہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے یہ حدیث پاک سن کر کہا ہم تو شعر میں یہ کہتے ہیں کہ کم گوئی حماقت اور بے وقوفی کا حصہ ہے (جب کہ حدیث پاک میں اس کو ایمان کا حصہ بتایا ہے یہ سن کر ابوامامہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ ناراض ہو گئے) اور فرمایا میں کہتا ہوں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے یوں ارشاد فرمایا یعنی حدیث سناتا ہوں۔ اور تم میرے سامنے اپنا بدبودار گندا شعر پیش کرتے ہو (کیا نسبت ہے تمہارے شعر کو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی حدیث مبارک کے ساتھ)''۔

''حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا روایت کرتی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: اے عائشہ! اگر حیاء کوئی مرد (کی شکل میں) ہوتی تو یقیناً وہ ایک مرد صالح ہوتا۔ اور بے حیائی اگر کوئی آدمی (کی شکل میں) ہوتی تو یقیناً وہ ایک برا مرد ہوتا''۔ (طبرانی' صغیر' اوسط)

''حضرت زید بن طلحہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: ہر دین کا کوئی امتیازی وصف ہوتا ہے اور دین اسلام کا امتیازی وصف حیا ہے''۔ (مالک' ابن ماجہ)

تشریح: مطلب یہ ہے کہ ہر دین اور شریعت میں اخلاق انسانی کے کسی خاص پہلو پر نسبتاً زیادہ زور دیا جاتا ہے اور انسانی زندگی میں اسی کو نمایاں اور غالب کرنے کی کوشش کی جاتی ہے جیسا کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی تعلیم میں رحمدلی اور عفو درگزر پر بہت زیادہ زور دیا گیا ہے (یہاں تک کہ مسیحی تعلیمات کا مطالعہ کرنے والے کو صاف محسوس ہوتا ہے کہ رحمدلی اور عفو و درگزر ہی گویا ان کی شریعت کا مرکزی نقطہ نظر اور ان کی تعلیم کی روح ہے) اسی طرح شریعت اسلامیہ کی تعلیم میں ''حیاء'' پر خاص زور دیا گیا ہے۔ (از معارف)

''حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول

اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ: بے حیائی جس چیز میں بھی آئے گی اسے عیب دار کر کے رہے گی۔ اور ''حیا'' جس چیز میں بھی ہوگی اسے مزین اور خوبصورت ہی بنائے گی۔'' (ابن ماجہ' ترمذی)

''حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: حیاء اور ایمان یہ دونوں ہمیشہ ساتھ اکٹھے ہی رہتے ہیں جب ان میں سے کوئی ایک اٹھالیا جائے تو دوسرا بھی اٹھالیا جاتا ہے''۔ (حاکم' طبرانی)

تشریح: یعنی حیا اور ایمان میں بڑا گہرا تعلق ہے کسی شخص یا قوم میں حیا اور ایمان یا تو دونوں ہوں گے یا دونوں میں سے ایک بھی نہ ہوگا۔

''حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: اللہ تعالیٰ سے ایسی حیا کرو جیسی اس سے کرنی چاہئے۔ صحابہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم نے عرض کیا اے اللہ کے نبی! الحمدللہ ہم اللہ تعالیٰ سے حیا کرتے ہیں آپ نے فرمایا یہ نہیں (یعنی حیا کا مفہوم اتنا محدود نہیں ہے جتنا کہ سمجھ رہے ہو) بلکہ اللہ تعالیٰ سے حیا کرنے کا حق یہ ہے کہ سر اور سر میں جو افکار و خیالات ہیں ان سب کی نگہداشت کرو۔ اور پیٹ کی اور جو کچھ اس میں بھرا ہے ان سب کی نگرانی کرو۔ (یعنی برے خیالات سے دماغ کی اور حرام و ناجائز غذا سے پیٹ کی حفاظت کرو) اور موت اور موت کے بعد قبر میں جو حالت ہوتی ہے اس کو یاد کرو اور جو شخص آخرت کو اپنا مقصد بنائے وہ دنیا کی آرائش و عشرت سے دستبردار ہو جائے گا جس نے یہ سب کچھ کیا سمجھو کہ اللہ سے حیا کرنے کا حق اس نے ادا کیا''۔ (ترمذی)

تشریح: حدیث بالا سے حیا کے معنی کی وسعت معلوم ہوئی اور حدیث بالا کے آخری حصہ سے ایک اصولی بات یہ بھی معلوم ہوئی کہ اللہ تعالیٰ سے حیا کرنے کا حق وہی بندے ادا کر سکتے ہیں جن کی نظر میں اس دنیا اور اس کے عیش و عشرت کی کوئی قیمت نہ ہو اور دنیا کو ٹھکرا کر آخرت کو انہوں نے مطمع نظر بنالیا ہو اور موت اور موت کے بعد کی منزلیں ان کو ہر وقت یاد رہتی ہوں۔ (از معارف)

''حضرت نواس بن سمعان رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے نیکی اور گناہ کے بارے میں دریافت کیا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: نیکی اچھے اخلاق کا نام ہے اور گناہ وہ ہے جو تمہارے دل میں کھٹکے اور تمہیں یہ بات ناپسند ہو کہ لوگوں کو اس کی خبر ہو''۔ (مسلم' ترمذی)

دُعا کیجئے

یااللہ! اس ماہ کا ایک ایک لمحہ' ایک ایک سانس ہمارے لئے باعث رحمت بنادیجئے۔

یااللہ! ہمیں ہر خطاو عصیان سے محفوظ رکھئے ہر تقصیر و کوتاہی سے محفوظ رکھئے۔

یااللہ! تمام ممالک اسلامیہ میں پھر اسلام کی حیات طیبہ عطا فرمادیجئے۔ ان کی اعانت و نصرت فرمایئے۔

یااللہ! یہ ملک پاکستان جو اسلام کے نام پر قائم ہوا تھا اس کو گمراہیوں سے بچایئے۔ ہر قسم کے فواحش و منکرات سے جو رائج الوقت ہو رہے ہیں۔ ان سے محفوظ رکھئے۔

اخلاق حسنہ کی فضیلت واہمیت

و عن عبدالله بن عمرو بن العاص رضی الله عنهما قال: لم يكن رسول الله صلى الله عليه وسلم: فاحشا و لامتفحشا و كان يقول: (ان من خيار كم احسنكم اخلاقاً) رواه البخاری و مسلم و الترمذی.

ترجمہ: ''حضرت عبداللہ بن عمرو بن عاص رضی اللہ تعالیٰ عنہما فرماتے ہیں ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نہ طبعی طور پر شرم کی اور بے ہودہ بات کرتے اور نہ قصداً کرتے اور خود بھی ارشاد فرمایا کرتے تھے تم میں سب سے اچھے لوگ وہ ہیں جن کے اخلاق اچھے ہیں''۔ (بخاری، مسلم، ترمذی)

''حضرت ابودرداء رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: قیامت کے دن مومن کے میزان عمل میں اچھے اخلاق سے زیادہ وزنی اور بھاری چیز کوئی نہ ہو گی اور حق تعالیٰ بدگو بدخلق کو ناپسند کرتا ہے۔ (ترمذی، صحیح ابن حبان)

اور ایک روایت میں یہ بھی اضافہ ہے کہ اچھے اخلاق والا اپنے حسن اخلاق کی وجہ سے روزہ رکھنے والے اور نماز پڑھنے والے کے درجہ تک پہنچ جاتا ہے''۔

''حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے دریافت کیا گیا کہ سب سے زیادہ کس وجہ سے لوگ جنت میں داخل ہوں گے ارشاد فرمایا اللہ تعالیٰ کا تقویٰ اور اچھے اخلاق اور دریافت کیا گیا کہ سب سے زیادہ کس وجہ سے لوگ دوزخ میں داخل ہوں گے۔ ارشاد فرمایا منہ (یعنی حرام مال کھانا اور زبان سے غیبت وغیرہ کرنا) اور شرم گاہ (اس کے غلط استعمال کی وجہ سے)''۔ (ترمذی، صحیح ابن حبان، بیہقی)

''حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: کامل ترین ایمان والوں میں سے وہ ہے جس کے اخلاق سب سے اچھے ہوں اور جس کا برتاؤ اپنے گھر والوں کے ساتھ سب سے اچھا ہو''۔ (ترمذی، حاکم)

''حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے روایت ہے کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو ارشاد فرماتے ہوئے سنا مومن اپنے اچھے اخلاق کے ذریعے روزہ رکھنے والے اور رات بھر عبادت کرنے والے کے درجہ کو حاصل کر لیتا ہے''۔ (ابوداؤد، صحیح ابن حبان، حاکم)

''حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: بلاشبہ بندہ اپنے اچھے اخلاق کے ذریعے آخرت کے درجات اور اونچے مقامات کو حاصل کر لیتا ہے جب کہ عبادت میں کمزور ہوتا ہے اور اپنے برے اخلاق کی وجہ سے جہنم کے نچلے طبقے تک پہنچ جاتا ہے۔'' (طبرانی)

''حضرت عبداللہ بن عمرو رضی اللہ تعالیٰ عنہما کہتے ہیں میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ ارشاد فرماتے سنا: وہ مسلمان جو شریعت پر عمل کرنے والا ہو اپنی طبیعت کی شرافت اور اچھے اخلاق کی وجہ سے اس شخص کے درجے کو پا لیتا ہے جو رات کو بہت زیادہ قرآن پاک کو نماز میں پڑھنے والا اور بہت روزے رکھنے والا ہو''۔ (احمد، طبرانی، کبیر)

''حضرت صفوان بن سلیم رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے

کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: کیا میں تمہیں ایسی عبادت نہ بتلاؤں جو آسان اور بدن پر ہلکی ہو ایک خاموشی اور دوسرے اچھے اخلاق''۔ (کتاب الصمت)

''حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: مومن کی عزت اس کا دین ہے اور اس کی مروت اس کی عقل ہے اور اس کی شرافت اس کے اخلاق ہیں''۔ (صحیح ابن حبان، حاکم، بیہقی)

''حضرت ابوذر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ ان کو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: اے ابوذر! تدبیر کی طرح کوئی عقل نہیں اور گناہوں سے بچنے کی طرح کوئی پرہیزگاری نہیں اور اچھے اخلاق کی طرح کوئی شرافت نہیں''۔ (صحیح ابن حبان)

''حضرت علاء بن شخیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ ایک شخص نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت اقدس میں چہرہ مبارک کی جانب سے آ کر عرض کیا یا رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) کون سا عمل سب سے افضل ہے، ارشاد فرمایا اچھے اخلاق پھر دائیں طرف سے آ کر دریافت کیا کون سا عمل سب سے افضل ہے؟ ارشاد فرمایا اچھے اخلاق پھر بائیں طرف سے آ کر دریافت کیا یا رسول اللہ! سب سے افضل عمل کیا ہے؟ ارشاد فرمایا اچھے اخلاق پھر پیچھے کی طرف سے آ کر عرض کیا کون سا عمل سب سے افضل ہے؟ چنانچہ پھر نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اس کی طرف متوجہ ہوئے اور ارشاد فرمایا کیا تم سمجھتے نہیں، اچھے اخلاق یہ ہیں کہ جتنا تم سے ہو سکے غصہ نہ کیا کر''۔ (کتاب الصلوۃ)

''حضرت ابوامامہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: میں اس شخص کے لئے جنت کے اطراف میں ایک گھر (دلانے) کی ذمہ داری لیتا ہوں جو حق پر ہونے کے باوجود بھی جھگڑا چھوڑ دے اور اس شخص کے لئے جنت کے درمیان میں ایک گھر (دلانے) کی ذمہ داری لیتا ہوں جو مذاق میں بھی جھوٹ چھوڑ دے اور اس شخص کے لئے جنت کے بلند ترین درجہ میں ایک گھر (دلانے) کی ذمہ داری لیتا ہوں جو اپنے اخلاق اچھے بنالے''۔ (ابوداؤد، ابن ماجہ، ترمذی)

''حضرت جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: تم سب میں سے مجھے زیادہ محبوب اور قیامت کے دن سب سے قریب وہ لوگ ہوں گے جن کے اخلاق زیادہ اچھے ہوں گے''۔ (ترمذی)

دُعا کیجئے

یا اللہ! ہمیں ظاہری و باطنی ہلاکت سے بچا لیجئے اور اپنی مغفرت و رحمت کا مورد بنا دیجئے اور عذاب نار سے بچا لیجئے۔

یا اللہ! تمام ممالک اسلامیہ میں پھر اسلام کی حیات طیبہ عطا فرما دیجئے۔ ان کی اعانت و نصرت فرمائیے۔

یا اللہ! ہمارے پاس اور کوئی سرمایہ نہیں، کوئی وسیلہ نہیں اقرار جرم کرتے ہیں آپ کے نبی الرحمۃ صلی اللہ علیہ وسلم کا وسیلہ پیش کر کے آپ کی رحمت کے طلب گار ہیں۔

یا اللہ! اس ماہ کا ایک ایک لمحہ، ایک ایک سانس ہمارے لئے باعث رحمت بنا دیجئے۔

یا اللہ! ہمیں ہر خطا و عصیان سے محفوظ رکھئے ہر تقصیر و کوتاہی سے محفوظ رکھئے۔

میزان عمل میں وزنی ترین نیکی

وعن عبدالله بن عمرو رضی الله عنهما انه سمع رسول الله صلی الله علیه وسلم یقول: (الااخبرکم باحبکم الی و اقربکم منی مجلسا یوم القیامة)؟ فاعادها مرتین او ثلاثاً . قالوا :نعم یا رسول الله ' قال: (احسنکم خلقاً) رواه احمد و ابن حبان فی صحیحه.

ترجمہ: ''حضرت عبداللہ بن عمرو رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت ہے کہ انہوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ ارشاد فرماتے سنا میں تم کو وہ لوگ نہ بتلاؤں جو مجھے سب سے زیادہ محبوب اور قیامت کے دن میرے سب سے زیادہ قریب ہوں گے؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے دوبار یا تین بار یہ سوال دہرایا۔ حاضرین مجلس نے عرض کیا یا رسول اللہ! جی ہاں ارشاد فرمایئے ارشاد فرمایا وہ لوگ جن کے تم میں سب سے زیادہ اچھے اخلاق ہوں'' ۔(احمد' صحیح ابن حبان)

''حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ (ایک مرتبہ) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی ملاقات حضرت ابوذر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے ہوئی۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا اے ابوذر! کیا تم کو دو ایسی خصلتیں نہ بتاؤں جو بدن پر ہلکی ہوں اور اعمال کے ترازو میں دوسرے اعمال سے زیادہ بھاری ہوں۔ انہوں نے عرض کیا یا رسول اللہ! ضرور ارشاد فرمایئے۔ آپ نے ارشاد فرمایا اچھے اخلاق اور زیادہ خاموش رہنے کی عادت کو لازم پکڑلو قسم ہے اس ذات کی جس کے قبضہ میں میری جان ہے مخلوقات کے اعمال میں یہ دونوں چیزیں بے مثل ہیں'' ۔(ابن ابی الدنیا' طبرانی' ابویعلی' ابوالشیخ)

''حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: کیا میں تم کو تم میں بہتر اور بھلے لوگ نہ بتاؤں؟ انہوں نے عرض کیا یا رسول اللہ! ضرور ارشاد فرمایئے فرمایا تم میں جو عمر کے زیادہ ہوں اور اخلاق کے اچھے ہوں۔ (کہ عموماً بڑھاپے میں چڑچڑاپن آجاتا ہے لیکن عمر زیادہ ہونے کے باوجود بھی اخلاق کو اچھا رکھا)۔'' (بزار' صحیح ابن حبان)

''حضرت جابر بن سمرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت ہے کہ میں اور حضرت سمرہ اور ابوامامہ رضی اللہ تعالیٰ عنہما نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی مجلس مبارک میں تھے کہ آپ نے ارشاد فرمایا کہ بدزبانی اور فحش گوئی کا اسلام سے ذرہ برابر بھی تعلق نہیں اور اسلام کے اچھے وہ ہیں جو اخلاق کے اچھے ہوں'' ۔(احمد' طبرانی)

''حضرت عبداللہ بن عمرو رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت ہے کہ حضرت معاذ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے سفر کا ارادہ کیا تو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کیا اے اللہ کے نبی! مجھے وصیت فرمایئے ارشاد فرمایا اللہ تعالیٰ کی عبادت کرو اور اس کے ساتھ کسی کو شریک ذرہ برابر بھی نہ ٹھہراؤ انہوں نے عرض کیا مزید وصیت فرمایئے ارشاد فرمایا جب تم سے کوئی گناہ ہوجائے تو اس کے بعد کوئی نیکی کرلو (کہ نیکی گناہ کو مٹادیتی ہے) انہوں نے عرض کیا اے اللہ کے نبی! مزید وصیت فرمایئے ارشاد فرمایا جمے رہنا اور اخلاق کے اچھے رہنا'' ۔(صحیح ابن حبان' حاکم)

''حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ آخری وصیت جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھے فرمائی جس وقت میں نے اپنا پاؤں رکاب میں رکھ لیا تھا وہ یہ تھی معاذ! اپنے اخلاق کو لوگوں کے لئے اچھا بناؤ'' ۔(موطا امام مالک)

تشریح:۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی حیات طیبہ کے آخری دور میں حضرت معاذ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو یمن کا گورنر بنا کر بھیجا تھا مدینہ طیبہ سے ان کو رخصت کرتے وقت خاص اہتمام سے آپ نے ان کو بہت سی نصیحتیں فرمائی تھیں جو حضرت معاذ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مختلف ابواب میں مروی ہیں حضرت معاذ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا اشارہ اس حدیث پاک میں اس موقع کی طرف ہے اوران کا مطلب یہ ہے کہ جب میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے حکم سے اپنی سواری پر سوار ہونے لگا اوراس کی رکاب میں میں نے پاؤں رکھا تو اس وقت آخری نصیحت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھ سے یہ فرمائی تھی کہ: اللہ تعالیٰ کے بندوں کے ساتھ خوش اخلاقی سے پیش آنا۔

واضح رہے کہ خوش اخلاقی کا یہ تقاضا نہیں کہ جو مجرم اور ظلم پیشہ بدمعاش سختی کے مستحق ہوں اور سختی کے بغیر ان کا علاج نہ ہوسکتا ہو ان کے ساتھ بھی نرمی کی جائے یہ تو اپنے فرائض کی ادائیگی میں کوتاہی اور مداہنت ہوگی۔ بہرحال عدل و انصاف اور اللہ کی مقرر کی ہوئی حدود کی پابندیوں کے ساتھ مجرموں کی تادیب و تعزیر کے سلسلہ میں ان پر سختی کرنا کسی اخلاقی قانون میں بھی حسن اخلاق کے خلاف نہیں ہے۔ (از معارف الحدیث)

''حضرت ابوذر رضی اللہ تعالیٰ عنہ روایت کرتے ہیں کہ مجھ سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: اللہ تعالیٰ سے ڈرتے رہنا جہاں کہیں جس حال میں بھی تم ہو اور گناہ ہو جانے پر اس کے بعد نیکی کرنا کہ وہ نیکی گناہ کو مٹا دے گی اور لوگوں کے ساتھ اچھے اخلاق سے پیش آنا''۔ (ترمذی)

''حضرت عمیر بن قتادہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ ایک شخص نے عرض کیا یا رسول اللہ! کون سی نماز سب سے افضل ہے ارشاد فرمایا جس میں قیام لمبا ہو پھر عرض کیا کون سا صدقہ افضل ہے؟ ارشاد فرمایا ناداری کے باوجود محنت و مزدوری سے کما کر صدقہ کرنا۔

عرض کیا ایمان والوں میں کمال ایمان والے کون ہیں؟ ارشاد فرمایا جو اخلاق کے اچھے ہوں''۔ (طبرانی فی الاوسط)

''حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم یہ دعا کیا کرتے تھے ''اللھم کما احسنت خلقی فاحسن خلقی'' یا اللہ! جیسے آپ نے میرے جسم کی ظاہری بناوٹ اچھی بنائی ہے میرے اخلاق بھی اچھے کر دیجئے''۔ (احمد)

''حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: ایمان والوں میں زیادہ کامل ایمان والے وہ لوگ ہیں جو اخلاق میں زیادہ اچھے ہیں اور تم میں بہتر وہ ہے جو اپنے گھر والوں کے ساتھ بہتر سلوک کرے۔ (ابوداؤد، ترمذی، بیہقی)

ایک روایت میں یہ بھی اضافہ ہے کہ آدمی مومن ہوتا ہے لیکن اس کے اخلاق میں کوئی بری بات ہوتی ہے جو اس کے ایمان کو کم کر دیتی ہے''۔

تشریح: معلوم ہوا کہ حسن اخلاق کمال ایمان کا ذریعہ ہے اور بداخلاقی ایمان کو کم کرتی ہے۔

دُعا کیجئے

یا اللہ! ہمارے پاس اور کوئی سرمایہ نہیں، کوئی وسیلہ نہیں اقرار جرم کرتے ہیں آپ کے نبی الرحمۃ صلی اللہ علیہ وسلم کا وسیلہ پیش کر کے آپ کی رحمت کے طلب گار ہیں۔

اخلاق حسنہ کی برکات

وعن ابی هريرة رضی الله عنه ايضا قال: قال رسول الله صلى الله عليه وسلم :(انكم لن تسعوا الناس باموالكم ولكن يسعهم منكم بسط الوجه و حسن الخلق) رواه ابو يعلى والبزار من طريق احدهما حسن جيد

ترجمہ: ''حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: تم ہرگز اپنے مالوں کے ذریعے لوگوں کو خوش نہیں کر سکتے بلکہ جو چیز تمہاری انہیں خوش کرے گی وہ چہرہ کی بشاشت اور اچھے اخلاق ہیں''۔(ابویعلیٰ، بزار)

''قبیلہ مزینہ کے ایک شخص سے روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے دریافت کیا گیا یا رسول اللہ! سب سے بہتر چیز جو مسلمان شخص کو دی گئی کیا ہے؟ ارشاد فرمایا اچھے اخلاق عرض کیا سب سے بری چیز جو مسلمان کو دی گئی ہو وہ کیا ہے؟ ارشاد فرمایا جب تم کو یہ بات ناگوار ہو کہ لوگوں کے سامنے تمہیں کسی نامناسب کام کو کرتے دیکھا جائے تو تنہائی میں بھی اسے نہ کرنا (گویا مسلمان کی سب سے بری چیز یہ ہے کہ جس کام کو لوگوں کے سامنے کرنا اچھا معلوم نہیں ہوتا ہوا سے تنہائی میں کرے)''۔(عبدالرزاق)

''حضرت ابوثعلبہ خشنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: آخرت میں میرا سب سے زیادہ محبوب اور سب میں مجھ سے زیادہ قریب وہ ہوگا جس کے اخلاق زیادہ اچھے ہوں گے اور میرا سب سے زیادہ مبغوض اور سب میں زیادہ مجھ سے دور وہ ہوں گے جو زیادہ باتونی اور حلق پھاڑنے والے اور بڑا بول بولنے والے تکبر والے ہوں گے''۔(احمد، طبرانی، صحیح ابن حبان، ترمذی)

''حضرت رافع بن مکیث رضی اللہ تعالیٰ عنہ جو صلح حدیبیہ میں شریک تھے روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: اچھے اخلاق خیر اور بھلائی میں بڑھنے کا ذریعہ ہیں اور برے اخلاق نحوست ہے اور نیکی عمر میں اضافہ اور برکت کا ذریعہ ہے اور صدقہ بھی بری موت سے بچاتا ہے''۔(احمد، داؤد)

''حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یہ دعا مانگا کرتے تھے "اللهم انی اعوذبک من الشاق والنفاق و سوء الاخلاق" اے اللہ! میں تجھ سے ضد اضدی سے اور نفاق سے اور برے اخلاق سے پناہ مانگتا ہوں۔

''حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا روایت کرتی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: اللہ تعالیٰ (خود) نرم و مہربان ہے (نرمی و مہربانی کرنا اس کی ذاتی صفت ہے) اور تمام امور میں نرمی و مہربانی کرنا اس کو محبوب ہے۔ (یعنی اس کو یہ بات پسند ہے کہ اس کے بندے بھی آپس میں نرمی و مہربانی کا برتاؤ کریں)''۔(بخاری و مسلم)

''مسلم کی روایت میں ہے نرمی پر اللہ تعالیٰ جو کچھ (اجر و ثواب اور مقاصد میں کامیابی) عطا فرماتا ہے وہ درشتی اور سختی پر عطا نہیں فرماتا اور نرمی کے علاوہ کسی چیز پر بھی عطا نہیں فرماتا''۔(مسلم)

ترجمہ: ''حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: جس چیز میں نرمی ہوتی ہے اس کو زینت بخشتی ہے اور جس چیز میں سے نکال لی جاتی ہے وہ عیب دار ہو جاتی ہے''۔(مسلم)

''حضرت جریر بن عبداللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: اللہ عزوجل نرمی پر وہ عطا کرتا

ہے جو سختی پر عطا نہیں کرتا اور اللہ تعالیٰ جب کسی بندے کو پسند کرتا ہے تو اس کو نرمی عطا کرتا ہے جو کوئی گھر والے نرمی سے محروم کر دئے گئے وہ بڑی خیر سے محروم ہو گئے اور ایک روایت میں ہے جو شخص نرمی کی صفت سے محروم رہا وہ (ساری) بھلائی سے محروم رہا"۔ (ابوداؤد)

"حضرت ابودرداء رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: جس شخص کو (اللہ تعالیٰ کی طرف سے) نرمی میں سے حصہ دیا گیا اس کو دنیا و آخرت کی بھلائیوں میں سے حصہ دیا گیا اور جو شخص نرمی کے حصہ سے محروم رہا وہ دنیا و آخرت میں خیر کے حصہ سے محروم رہا"۔ (ترمذی)

"حضرت ابوامامہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: بیشک اللہ عزوجل نرمی کو پسند کرتا ہے اور اس سے خوش ہوتا ہے اور نرمی پر وہ مدد کرتا ہے جو درشتی اور سختی پر نہیں کرتا"۔ (طبرانی)

"حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو ارشاد فرمایا: اے عائشہ! نرمی کیا کرو۔ اللہ تعالیٰ جب کسی گھر والوں کے لئے خیر اور بھلائی کا ارادہ کرتا ہے تو ان کو نرمی کی صفت عطا کر دیتا ہے"۔ (احمد بزار)

"حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے رایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: جس کسی گھر والوں کو بھی نرمی کی صفت دی گئی اس نے ان کو ضرور نفع پہنچایا"۔ (طبرانی)

"حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کہتے ہیں (ایک مرتبہ) ایک اعرابی نے (مسجد کے آداب سے ناواقفیت کی بناء پر مسجد میں پیشاب کر دیا لوگ اس کی طرف کھڑے ہوئے تاکہ اسے برا بھلا کہیں۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: اس کو رہنے دو (کچھ نہ کہو) اور پیشاب پر پانی بھرا ڈول بہادو کیونکہ تم کو آسانی کرنے والا بنا کر بھیجا گیا ہے اور تنگی اور سختی کرنے والا بنا کر نہیں بھیجا گیا"۔ (بخاری)

"حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: آسانیاں کرو تنگی نہ کرو اور خوشخبریاں سناؤ نفرتیں نہ دلاؤ"۔ (بخاری، مسلم)

"حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کہتی ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو جب کبھی بھی دو کاموں میں اختیار دیا گیا آپ نے ان میں آسان کو اختیار فرمایا جب تک کہ وہ گناہ اور نافرمانی کی حد تک نہ پہنچے ہاں اگر وہ گناہ ہوتا تو آپ سب سے زیادہ اس سے دور رہنے والے ہوتے۔ اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے لئے کسی بھی چیز کے بارے میں کسی سے بدلہ اور انتقام نہیں لیا ہاں البتہ اگر اللہ تعالیٰ کے حکم کی بے حرمتی کی جاتی تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم بدلہ اور انتقام لیتے"۔ (بخاری، مسلم)

تشریح:۔ اس سے معلوم ہوا کہ ہر کام میں آسان اور نرم پہلو اختیار کرنا مستحب ہے جب تک کہ وہ حرام یا مکروہ نہ ہو۔

"حضرت ابن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: کیا میں تم کو ایسے شخص کی خبر نہ دوں جو دوزخ کے لئے حرام ہے یا دوزخ کی آگ اس پر حرام ہے؟ (سنو! میں بتاتا ہوں) دوزخ کی آگ ہر ایسے شخص پر حرام ہے جو مزاج کا تیز نہ ہو، نرم ہو، نرم خو ہو ایک روایت میں ایک اور صفت کا اضافہ ہے اور وہ لوگوں سے قریب ہونے والا ہے"۔ (ترمذی، صحیح ابن حبان)

تشریح: حدیث بالا میں یہ ساری صفات قریب المعنی ہیں اور نرم مزاجی کے مختلف پہلوؤں کی یہ ترجمانی کرتے ہیں مطلب یہ ہے کہ جو آدمی اپنے مزاج اور رویہ میں نرم ہو اور اپنی نرم خوئی کی وجہ سے لوگوں سے خوب ملتا جلتا ہو اور دور اور الگ الگ نہ رہتا ہو اور لوگ بھی اس کی اچھی اور شیریں خصلت کی وجہ سے اس سے بے تکلف اور محبت سے ملتے ہوں جس سے بات اور معاملہ کرتا ہو نرمی اور مہربانی سے کرتا ہو ایسا شخص جنتی ہے اور دوزخ کی آگ اس پر حرام ہے لیکن یہ بات ملحوظ رہے کہ اس قسم کی بشارتوں کا تعلق صرف انہی لوگوں سے ہے جو ایمان رکھتے ہوں کہ ایمان کے بغیر اللہ تعالیٰ کے یہاں اعمال اور اخلاق کی کوئی قیمت نہیں۔ (از معارف)

حلم کے فضائل

وعن انس بن مالک رضی الله عنه عن النبی صلی الله علیه وسلم قال: (التانی من الله' والعجلة من الشیطان' وما احداکثرمعاذیر من الله' و ما من شئ احب الی الله من الحمد) رواه ابو یعلیٰ و رواته رواة الصحیح.

ترجمہ: ''حضرت انس بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: جلدی نہ کرنے اور کاموں کو متانت اور اطمینان سے انجام دینے کی صفت اللہ تعالیٰ کی طرف سے ہے اور جلد بازی کرنا شیطان کے اثر سے ہوتا ہے۔ اللہ تعالیٰ سے زیادہ کوئی عذر قبول کرنے والا (توبہ قبول کرنے والا) معافی دینے والا نہیں ہے اللہ تعالیٰ کو اس کی تعریف سے زیادہ کوئی پسند نہیں ہے (سب سے زیادہ اللہ تعالیٰ کو یہ پسند ہے کہ اس کی تعریف وحمد کی جائے''۔ (ابویعلی)

''حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے (قبیلہ عبدالقیس کے سردار) اشج سے فرمایا: تم میں دو خصلتیں ایسی ہیں جو اللہ تعالیٰ کو محبوب اور پیاری ہیں ایک بردباری (غصہ سے مغلوب نہ ہونا) اور دوسرے جلدی نہ کرنا''۔ (مسلم)

تشریح: اس حدیث پاک کا پس منظر ایک واقعہ ہے اور وہ یہ کہ قبیلہ عبدالقیس کا ایک وفد نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت کے لئے مدینہ منورہ آیا۔ اس وفد کے سارے لوگ اپنی سواریوں سے کود کود کر جلدی جلدی آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت اقدس میں انتہائی محبت وشوق کے ساتھ پہنچ گئے لیکن اس وفد کے امیر جن کا نام منذر اور عرف اشج تھا انہوں نے جلد بازی نہ کی۔ بلکہ اتر کر پہلے سارے سامان کو یکجا اور محفوظ کیا پھر غسل کیا اور کپڑے تبدیل کئے اور اس کے بعد قناعت اور وقار کے ساتھ خدمت نبوی میں حاضر ہوئے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کی اس عادت وطرز کو انتہائی پسند فرمایا اور اس موقع پر مذکور ارشاد فرمایا۔ (از معارف باختصار)

''حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ کہتے ہیں کہ میں ایک مرتبہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ جارہا تھا اور آپ کے جسم مبارک پر نجرانی موٹی چادر تھی (جس کو آپ اوڑھے ہوئے تھے) کہ اتنے میں ایک اعرابی نے آکر آپ کی چادر مبارک کو زور سے پکڑ کر آپ کو اپنی طرف کھینچا میں نے جو آپ کی گردن مبارک کی طرف نگاہ کی تو دیکھا کہ آپ کی چادر کو زور سے کھینچنے کی وجہ سے گردن پر نشان پڑ گیا پھر اس نے کہا اے محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) اللہ تعالیٰ نے جو مال دیا ہے اس میں سے مجھے بھی دو چنانچہ آپ اس کی طرف متوجہ ہو کر ہنس پڑے پھر آپ نے اس کو کچھ دینے کے لئے فرمایا''۔ (بخاری، مسلم)

تشریح: اس اعرابی کی سختی کا جواب آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے نرمی اور بردباری کے ساتھ دیا۔ اللہ نے حق اور سچ فرمایا ''انک لعلی خلق عظیم'' بے شک آپ بڑے اونچے اخلاق والے تھے اور آپ کو اپنی امت پر بڑی شفقت تھی۔ اور حق تعالیٰ نے آپ کی صفت بیان فرمائی۔ ''بالمومنین روف رحیم''۔

''حضرت ابن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ گویا

میں اس وقت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف دیکھ رہا ہوں جب کہ آپ انبیاء علیہم السلام میں سے ایک نبی کا واقعہ بیان فرما رہے تھے کہ ان کی قوم نے ان کو مار کر خون آلود کر دیا۔ اور وہ خون کو اپنے چہرہ سے پونچھتے ہوئے یہ کہہ رہے تھے۔ اے اللہ! میری قوم کو معاف کر دے وہ جانتے نہیں ہیں''۔ (بخاری، مسلم)

تشریح: ایسا واقعہ خود نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ طائف میں پیش آیا جو کتب سیرت میں تفصیل سے موجود ہے۔

''حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کہتی ہیں میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ ارشاد فرماتے ہوئے سنا: اللہ تعالیٰ کی محبت اس پر واجب ہے جس کو غصہ دلایا گیا پھر اس نے حلم و بردباری سے کام لیا اور غصہ سے مغلوب نہ ہوا''۔ (اصبہانی)

''حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: طاقتور وہ نہیں جو (اپنے مدمقابل کو) پچھاڑ دے بلکہ طاقتور وہ ہے جو غصہ کی حالت میں اپنے آپ پر قابو پالے''۔ (بخاری، مسلم)

تشریح: اس حدیث سے معلوم ہوا کہ اللہ اور اس کے رسول کا مطالبہ یہ نہیں ہے کہ بندہ کے دل میں وہ کیفیت ہی پیدا نہ ہو جس کو غیظ، غضب اور غصہ کے لفظوں سے تعبیر کیا جاتا ہے (کیونکہ کسی سخت ناگوار بات پر دل میں اس کیفیت کا پیدا ہو جانا تو بالکل فطری امر ہے اور اس سے انبیاء علیہم السلام بھی مستثنیٰ نہیں ہیں) البتہ مطالبہ یہ ہے کہ اس کیفیت کے وقت بھی نفس پر پورا قابو رہے ایسا نہ ہو کہ اس سے مغلوب ہو کر آدمی وہ حرکتیں کرنے لگے جو شان بندگی کے خلاف ہوں۔ (از معارف)

''حضرت ابوذر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: کسی معمولی سی نیکی کو بھی معمولی نہ سمجھنا خواہ یہ نیکی ہی ہو کہ تم اپنے بھائی کے ساتھ خندہ پیشانی سے مل لیا کرو''۔ (مسلم)

''حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہما روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: ہر نیکی صدقہ ہے۔ اور یہ بھی نیکی ہے کہ اپنے بھائی کے ساتھ خندہ پیشانی سے ملو اور اپنے ڈول سے (کنوئیں سے پانی نکال کر) اپنے بھائی کے برتن میں ڈال دو''۔ (احمد، ترمذی)

''حضرت ابوذر رضی اللہ تعالیٰ عنہ روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: تمہارا اپنے بھائی کے چہرہ کو دیکھ کر مسکرانا صدقہ ہے۔ اور تمہارا کسی کو نیکی کا حکم دینا صدقہ ہے اور تمہارا کسی کو برائی سے روکنا بھی صدقہ ہے اور کسی بھٹکے ہوئے شخص کو راستہ بتانا (بھی) صدقہ (کا ثواب) رکھتا ہے اور تمہارا راستہ سے تکلیف دہ چیز کو کانٹے کو اور ہڈی کو ہٹانا بھی صدقہ (کا ثواب) رکھتا ہے۔ (ترمذی، صحیح ابن حبان) اور ایک روایت میں اس کا بھی اضافہ ہے کہ کمزور نگاہ والے کو راستہ وغیرہ دکھانا بھی صدقہ ہے''۔

دُعا کیجئے

یا اللہ! ہم کو اپنے نبی الرحمۃ صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے شرمندگی سے بچا لیجئے اور حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کو خوش کرنے کے لئے ہم پر اور تمام امت مسلمہ پر رحم فرمائیے۔

یا اللہ! آپ کے محبوب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے امتی اس وقت جہاں جہاں بھی ہیں اور دشمنوں کی رد میں ہیں، سازشوں میں ہیں۔ ان کی حفاظت فرمائیے ان کو ہدایت دیجئے اور ان کو دشمنوں سے آزاد کر دیجئے۔ اعدائے دین کی سازشوں سے ان کو بچا لیجئے۔

معمولی نیکی کی قدر و قیمت

وعن ابی جری الهجیمی رضی الله عنه قال: اتیت رسول الله صلی الله علیه وسلم فقلت: یا رسول الله انا قوم من اهل البادیة فعلمنا شیئا ینفعنا الله به؟ فقال: (لاتحقرن من المعروف شیئا ولو ان تفرغ من دلوک فی اناء المستسقی ولوان تکلم اخاک ووجهک الیه منبسط' و ایاک و اسبال الا زار فانه من المخیلة ولایحبهاالله' و ان امروشتمک بما یعلم فیک فلا تشتمه بما تعلم فیه' فان اجره لک ووباله علی من قاله). رواه ابو داؤد والترمذی' وقال: حدیث حسن صحیح ' والنسائی مفرقا' و ابن حبان فی صحیحه واللفظ له.

ترجمہ: "حضرت ابوجری الہجیمی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کہتے ہیں کہ ایک بار نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت اقدس میں حاضر ہوا میں نے عرض کیا یارسول اللہ! ہم دیہات کے رہنے والے ہیں (زیادہ آپ کی صحبت میں رہنے کا موقع نہیں ملتا) لہذا کوئی ایسی چیز سکھادیں کہ حق تعالیٰ شانہ ہمیں اس سے فائدہ اور نفع پہنچائے آپ نے ارشادفرمایا: کسی معمولی سی نیکی کو بھی معمولی نہ سمجھنا خواہ یہ نیکی ہی ہو کہ پانی مانگنے والے کے برتن میں تم اپنے ڈول سے پانی ڈال دو اور خواہ اتنا ہی ہو کہ تمہارا چہرہ اپنے مسلمان بھائی سے بات کرتے وقت کھلا ہوا اور خوش ہو' اور تہبند (یا شلوار وغیرہ) کو ٹخنوں سے نیچے نہ لٹکانا کیونکہ یہ تکبر کی علامت ہے اور حق تعالیٰ اس کو پسند نہیں کرتے اور اگر کوئی شخص تمہیں کسی ایسے عیب کے بارے میں برا بھلا کہے جو وہ تم میں جانتا ہو تم اس کو کسی ایسے عیب کے بارے میں برا بھلا نہ کہنا جو تمہارے علم میں ہو۔ ایسا کرنے سے (تمہیں اس کا عیب چھپانے کا) اجر ملے گا اور اس پر (تمہارے عیب اچھالنے کا) گناہ اور وبال ہوگا"۔ (ابوداؤد' ترمذی' نسائی' صحیح ابن حبان)

"حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشادفرمایا: اوراچھی بات کرنا صدقہ ہے"۔ (بخاری' مسلم)

"حضرت مقدام بن شریح اپنے والد سے اور اپنے دادا سے روایت کرتے ہیں کہ میں نے عرض کیا یارسول اللہ! مجھے ایسی چیز بتلادیں جو میرے لئے جنت کو واجب کردے۔ آپ نے ارشاد فرمایا: جنت کو واجب کرنے والی چیزوں میں ایک کھانا کھلانا' دوسرے سلام پھیلانا اور تیسرے اچھی بات کرنا ایک روایت میں ہے کہ ایک شخص نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں عرض کیا مجھے ایسا عمل بتلادیں جو مجھے جنت میں داخل کرادے ارشادفرمایا: کھانا کھلاؤ اور سلام پھیلاؤ اور اچھی بات کرو اور رات کو نماز پڑھو جب کہ لوگ سو رہے ہوں جنت میں سلامتی کے ساتھ داخل ہو جاؤ گے"۔ (طبرانی' ابن ابی الدنیا' حاکم' بزار)

"حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول

اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: ایک مسلمان کے دوسرے مسلمان پر پانچ حق ہیں (۱) سلام کا جواب دینا' (۲) بیمار کی عیادت کرنا' (۳) جنازے کے ساتھ جنا' (۴) دعوت قبول کرنا' (۵) اور چھینکنے والے کے جواب میں "یرحمک اللہ" کہنا اور ایک روایت میں ہے کہ ایک مسلمان کے دوسرے مسلمان پر چھ حق ہیں عرض کیا یا رسول اللہ! وہ کیا ہیں۔ ارشاد فرمایا جب ملاقات ہو اس کو سلام کرو' جب دعوت دے اس کو قبول کرو' جب نصیحت چاہے اس کو نصیحت کرو اور جب اسے چھینک آئے اور وہ الحمد للہ کہے اس کو جواب میں "یرحمک اللہ" کہو اور جب بیمار ہو اس کی عیادت کرو اور جب انتقال کر جائے تو اس کے جنازے کے ساتھ جاؤ" (ترمذی' نسائی)

ترجمہ: "حضرت ابودرداء رضی اللہ تعالیٰ عنہ روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: سلام پھیلاؤ تا کہ تم (اخلاق میں اور الفت و محبت میں) بلند ہو جاؤ"۔ (طبرانی)

"حضرت اغر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کہتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھے حکم فرمایا کہ فلاں انصاری آدمی سے کھجوروں کی اتنی مقدار لے لو انہوں نے دینے میں ٹال مٹول کی۔ چنانچہ اس بارے میں میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے بات کی۔ آپ نے حضرت ابوبکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو فرمایا اے ابوبکر! جاؤ اور اس کی کھجوریں اس کو دلواؤ' چنانچہ حضرت ابوبکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے صبح کی نماز کے بعد مسجد میں ملنے کا وعدہ فرمایا۔ میں نے وعدہ کے مطابق ان کو پا لیا پھر ہم دونوں چلے (راستہ میں) کوئی شخص بھی دور سے حضرت ابوبکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو دیکھتا تو سلام کرتا۔ حضرت ابوبکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے (مجھ سے) فرمایا دیکھتے نہیں کہ لوگ کیسے ثواب کما رہے ہیں (سلام میں پہل کرنے کی وجہ سے) (پھر مجھے نصیحت کی) سلام کرنے میں (کوشش کرنا کہ) تم سے کوئی سبقت نہ لے جائے۔ (تم سے پہلے سلام نہ کرے) کیونکہ ہم (نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابہ کی یہ عادت ہے کہ) کوئی شخص دور سے آتا نظر آتا ہے تو اس کے سلام کرنے سے پہلے ہم اسے سلام کرنے میں پہل کرتے ہیں"۔ (طبرانی فی الکبیر والاوسط)

"حضرت ابوامامہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: لوگوں میں اللہ تعالیٰ کے قرب کا زیادہ مستحق وہ ہے جو سلام کرنے میں پہل کرے۔ ایک روایت میں ہے دریافت کیا گیا۔ یا رسول اللہ (ﷺ) دو شخص آپس میں ملاقات کریں سلام میں پہل کون کرے گا؟ ارشاد فرمایا جو دونوں میں اللہ تعالیٰ کی رحمت اور قرب کا زیادہ مستحق ہو"۔ (ابوداؤد' ترمذی)

"حضرت جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: سوار پیدل چلنے والے کو سلام کرے اور چلنے والا بیٹھنے والے کو سلام کرے اور دو چلنے والوں میں جو دوسرے کو سلام کرنے میں پہل کرے وہ افضل ہے"۔ (بزار' صحیح ابن حبان)

دُعا کیجئے: یا اللہ! ہم سے زیادہ محتاج اور کون ہے' ہم آپ کے فضل و کرم کے بہت محتاج ہیں' ہمیں اپنا فرمانبردار بنا لیجئے' اپنے نبی الرحمۃ صلی اللہ علیہ وسلم کا وفادار' سچا اُمتی بنا دیجئے۔

سلامتی کا راستہ

و عن عبدالله ' يعني ابن مسعود رضي الله عنه عن النبي صلى الله عليه وسلم قال: (السلام اسم من اسماء الله تعالىٰ وضعه فى الارض فافشوه بينكم فان الرجل المسلم اذا مربقوم فسلم عليهم' فردواعليه كان له عليهم فضل درجة بتذكيره اياهم السلام' فان لم يردواعليه رد عليه من هو خير منهم). رواه البزار والطبرانى' واحد اسنادى البزار جيد قوى.

ترجمہ: ''حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشادفرمایا :سلام اللہ تعالیٰ کے ناموں میں سے ایک نام ہے جس کو اللہ تعالیٰ نے زمین پر اتارا ہے لہذا اس کو آپس میں خوب پھیلاؤ۔ کیونکہ مسلمان جب کسی قوم پر گزرتا ہے اوران کو سلام کرتا ہے اوروہ اس کو سلام کا جواب دیتے ہیں تو ان کوسلام یاددلانے کی وجہ سے سلام کرنے والے کو اس قوم پر ایک درجہ فضیلت حاصل ہوتی ہے اوراگروہ جواب نہیں دیتے ہیں تو فرشتے جوانسانوں سے بہتر ہیں اس کے سلام کا جواب دیتے ہیں''۔(بزار' طبرانی)

''حضرت انس بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ کہتے ہیں کہ جب ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ ہوئے اورراستہ میں چلتے ہوئے ہمارے درمیان کوئی درخت حائل ہوجاتا (اورتھوڑی دیر کے لئے ایک دوسرے سے غائب ہوجاتے) اوراس کے بعد آمنا سامنا ہوتا تو پھر ایک دوسرے کوسلام کرتے''۔(طبرانی)

تشریح: معلوم ہوا کہ اگر ملاقات اورسلام کے بعد دو چار لمحہ کے لئے بھی ایک دوسرے سے علیحدہ ہوجائیں اوراس کے بعد پھر ملیں تو دوبارہ سلام کیا جائے اور دوسرا اس کا جواب دے۔ اس سے خود اندازہ لگایا جاسکتا ہے کہ سلام کی شریعت اسلامیہ میں کتنی اہمیت ہے۔

''حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشادفرمایا: جب تم میں سے کوئی کسی مجلس میں جائے تو سلام کرے (اس کے بعد بیٹھنا چاہے تو بیٹھ جائے جیسا کہ دوسری روایت میں اس کی صراحت بھی ہے) پھر جب مجلس سے اٹھ کر جانے لگے تو پھر سلام کرے کیونکہ پہلا سلام دوسرے سلام سے بڑھا ہوا نہیں ہے (یعنی جس طرح ملاقات کے وقت سلام کرنا سنت ہے ایسے ہی رخصت ہوتے وقت بھی سلام کرنا سنت ہے) اورایک روایت میں یہ بھی اضافہ ہے کہ جوشخص مجلس سے اٹھ کر جاتے وقت سلام کرکے جائے تواس کے جانے کے بعد مجلس کے لوگ جس خیر میں مشغول ہوں گے یہ بھی (اجروثواب کے اعتبار سے) ان کا شریک رہے گا''۔(ابوداؤد' ترمذی' نسائی)

''حضرت معاذ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشادفرمایا جو کسی مجمع میں آکر شریک ہوا اس کے ذمہ ہے کہ وہ مجمع کوسلام کرے اور جو کسی مجلس سے اٹھ کر جائے اس کے ذمہ ہے کہ سلام کرکے جائے کچھ ہی دیر بعد ایک شخص بغیر سلام کئے مجلس سے اٹھ کر چل دیا اور نبی کریم صلی اللہ

علیہ وسلم بات فرما رہے تھے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے (اس پر) ارشاد فرمایا کتنی جلدی یہ شخص (وہ بات جو ابھی بتائی تھی کہ مجلس سے جاتے وقت سلام کرنا چاہئے) بھول گیا''۔ (احمد)

''حضرت معاویہ بن قرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ اپنے والد سے روایت کرتے ہیں کہ انہوں نے فرمایا: اے بیٹے! اگر تم کسی ایسی مجلس میں ہو جس کی خیر کی تمہیں امید ہو پھر تمہیں کوئی ضرورت پیش آئی جس کی وجہ سے جلدی جانا پڑ گیا تو السلام علیکم کہہ کر جاؤ۔ کہ اس کی وجہ سے تم مجلس والوں کے ساتھ اس خیر میں شریک ہو جاؤ گے''۔ (طبرانی)

''حضرت عمران بن حصین رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ ایک شخص نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت اقدس میں حاضر ہوا اور اس نے کہا ''السلام علیکم'' آپ نے اس کے سلام کا جواب دیا پھر وہ مجلس میں بیٹھ گیا تو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا دس (یعنی اس شخص کے لئے اس کے سلام کی وجہ سے دس نیکیاں لکھی گئیں) پھر ایک شخص آیا اس نے کہا: ''السلام علیکم ورحمۃ اللہ'' آپ نے اس کے سلام کا جواب دیا پھر وہ بیٹھ گیا تو آپ نے ارشاد فرمایا بیس (یعنی اس کے لئے بیس نیکیاں لکھی گئیں) پھر ایک تیسرا شخص آیا اس نے کہا۔ ''السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ'' آپ نے اس کے سلام کا جواب دیا اور وہ مجلس میں بیٹھ گیا تو آپ نے فرمایا تیس (یعنی اس کے لئے تیس نیکیاں ثابت ہو گئیں)۔ (ابوداؤد' ترمذی' نسائی' بیہقی)

اور ابوداؤد کی روایت میں جو حضرت سہل بن معاذ اپنے والد معاذ بن انس سے نقل کرتے ہیں یہ ہے پھر ایک چوتھا شخص آیا اس نے کہا السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ ومغفرتہ آپ نے (اس کے سلام کا جواب دیا) اور فرمایا اس کے لئے چالیس نیکیاں لکھی گئی ہیں۔ نیز فرمایا کہ اسی طرح ثواب میں اضافہ ہوتا رہتا ہے (یعنی سلام کرنے والا جس قدر الفاظ بڑھاتا جائے گا اسی قدر اس کے ثواب میں اضافہ ہوتا جائے گا) البتہ دلائل کی وجہ سے زیادہ صحیح بات یہ ہے کہ ومغفرتہ سے اضافہ نہ کیا جائے''۔

''حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے نقل کرتے ہیں کہ چالیس اعمال ہیں جن میں سب سے اعلیٰ یہ کہ کسی کو جانور دودھ کے استعمال کے لئے دیا جائے (اور جب وہ دودھ ختم ہو جائے تو جانور واپس کر دیا جائے) جو کوئی ان میں سے کسی عمل کو ثواب کی امید اور اس پر وعدہ کی تصدیق کے ساتھ کرے گا اللہ تعالیٰ اس کو جنت میں ضرور داخل کرے گا' حسان کہتے ہیں کہ ہم نے ان چالیس اعمال کو شمار کیا اعلیٰ عمل سے کم درجے کے اعمال جن میں سلام کا جواب چھینکنے والے کی چھینک کا جواب ''یرحمک اللہ'' سے اور راستہ سے تکلیف دہ چیز کو ہٹانا وغیرہ ہم پندرہ تک بھی شمار نہ کر سکے''۔ (بخاری وغیرہ)

تشریح: حدیث بالا سے معلوم ہوا ان چالیس اعمال میں سے جن پر جنت کے داخلہ کی خوشخبری ہے ''سلام کا جواب'' دینا بھی ہے۔

دُعا کیجئے

اے اللہ! ہمارے دل کو نفاق سے عمل کو ریا سے زبان کو جھوٹ سے اور آنکھ کو خیانت سے پاک فرما دیجئے کیونکہ آپ آنکھوں کی چوری اور جو کچھ دل چھپاتے ہیں جانتے ہیں۔

اے اللہ! علم سے ہماری مدد فرما اور حلم سے ہمیں آراستہ فرما اور پرہیزگاری سے بزرگی عطا فرما اور امن سے ہمیں جمال عطا فرمائیے۔

اخلاق حسنہ کے تقاضے

وعن ابی هريرة رضى الله عنه قال: قال رسول الله صلى الله عليه وسلم : (اعجز الناس من عجز في الدعاء وابخل الناس من بخل بالسلام) رواه الطبراني في الاوسط، وقال: لايروى عن النبي صلى الله عليه وسلم الا بهذا الاسناد.

ترجمہ: ''حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: لوگوں میں سب سے زیادہ عاجز وہ ہے جو دعا میں عاجز ہو (یعنی حق تعالیٰ سے دعا ہی نہ مانگے) اور لوگوں میں سب سے بڑا بخیل وہ ہے جو سلام میں بخل کرے''۔ (طبرانی' اوسط)

''حضرت جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ ایک شخص نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت اقدس میں حاضر ہو کر عرض کیا کہ میرے باغ میں فلاں شخص کا کھجور کا درخت ہے اور صورت حال یہ ہے کہ وہاں اس درخت کے ہونے سے مجھے تکلیف پہنچتی ہے (کیونکہ وہ شخص اپنے اس درخت کی وجہ سے بے وقت میرے باغ میں آتا جاتا ہے) چنانچہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے کسی کو اس شخص کے پاس بھیجا (تاکہ اس کو بلا لائے جب وہ آیا تو) آپ نے فرمایا تم اپنا کھجور کا درخت میرے ہاتھ فروخت کر دو جو فلاں کے باغ میں ہے۔ اس نے کہا کہ میں فروخت نہیں کرتا آپ نے فرمایا کہ اگر اس درخت کو بیچنے میں تمہیں عار محسوس ہوتا ہے تو) اس کو میرے نام ہبہ کر دو اس نے کہا میں ہبہ بھی نہیں کرتا۔ آپ نے فرمایا کہ ''اچھا اس درخت کو تم میرے ہاتھ کھجور کے ایسے درخت کے عوض فروخت کر دو جو تمہیں جنت میں ملے'' اس نے کہا میں اس طرح بھی فروخت نہیں کرتا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا میں نے تم سے بڑا بخیل کسی شخص کو نہیں دیکھا اس شخص کے علاوہ جو سلام کرنے میں بخل کرتا ہے (یعنی سلام میں کوتاہی کرنے والا شخص تم سے بھی بڑا بخیل ہے کہ وہ اتنا ذرا سا کام کر کے بھی زیادہ ثواب حاصل کرنا نہیں چاہتا''۔ (احمد' بزار)

تشریح: علماء نے لکھا ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اس شخص سے جو کچھ فرمایا وہ سفارش کے طور پر تھا حکم کے طور پر نہیں تھا اگر آپ صلی اللہ علیہ وسلم اس کو حکم کے طور پر فرماتے تو وہ ہرگز انکار کرنے کی جرات نہ کرتا کیونکہ بہرحال وہ مسلمان تھا اور مسلمان ہونے کی حیثیت سے وہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے کسی حکم سے برملا انکار کسی صورت میں نہیں کر سکتا تھا ہاں اگر وہ مسلمان نہ ہوتا تو حکم نبوی سے اس کا انکار کرنا کوئی تعجب خیز امر نہ ہوتا لیکن نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ فرمانا کہ تم اس درخت کو جنت کے کھجور کے درخت کے بدلے میں میرے ہاتھ فروخت کر دو اس بات کی دلیل ہے کہ وہ یقیناً مسلمان تھا البتہ طبیعت کی سختی سے خالی نہ تھا۔ (از مظاہر حق)

''حضرت معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: جس آدمی کو اس بات سے خوشی ہو کہ لوگ اس کی تعظیم میں کھڑے رہیں اسے چاہئے کہ وہ اپنا ٹھکانہ جہنم میں بنالے''۔ (ابوداؤد' ترمذی)

تشریح: ظاہر ہے کہ اس وعید کا تعلق اس صورت سے ہے جب کہ کوئی آدمی خود یہ چاہے اور اس سے خوش ہو کہ اللہ کے بندے اس کی تعظیم کے لئے کھڑے ہوں' اور یہ تکبر کی نشانی ہے اور تکبر والوں کی جگہ جہنم ہے جس کے حق میں فرمایا گیا ہے ''فبئس مثوی

المتکبرین "(وہ دوزخ متکبرین کا برا ٹھکانا ہے لیکن اگر کوئی خود بالکل نہ چاہے مگر دوسرے لوگ اکرام اور محبت کے جذبہ میں اس کے لئے کھڑے ہو جائیں تو یہ بالکل دوسری بات ہے اگر چہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اپنے لئے اس کو بھی پسند نہیں فرماتے تھے۔ (از معارف)

"حضرت ابوامامہ باہلی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ ایک دفعہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم عصا کا سہارا لیتے ہوئے باہر تشریف لائے تو ہم کھڑے ہو گئے آپ نے ارشاد فرمایا تم اس طرح مت کھڑے ہو جس طرح عجمی لوگ ایک دوسرے کی تعظیم کے لئے کھڑے ہو جاتے ہیں"۔ (ابوداؤد، ابن ماجہ)

تشریح: نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی مراد یہ تھی کہ یہ عجمی لوگوں کا دستور ہے کہ جب ان کا کوئی سردار یا بڑا آدمی ان کی مجلس میں آتا ہے تو صرف اس کو دیکھتے ہی بڑ بڑا کر کھڑے ہو جاتے ہیں اور پھر اس کے سامنے باادب دست بستہ کھڑے رہتے ہیں چنانچہ حدیث بالا کے الفاظ سے اسی طرف اشارہ فرمایا کہ ان میں کے چھوٹے اور کمتر لوگ اپنے بڑے اور اونچی حیثیت کے لوگوں کو صرف دیکھ کر اس طرح کھڑے ہو جاتے ہیں کہ اگر وہ کھڑے نہ ہوئے تو وہ بڑے لوگ ان سے ناراض ہو جائیں گے اور پھر تعظیماً ان کے سامنے کھڑے رہتے ہیں اس توجیہ سے یہ بات واضح ہوگئی کہ یہاں حدیث میں اصل کھڑے ہونے کے ممنوع ہونا ثابت نہیں ہوتا جس کا جواز دوسری احادیث سے ثابت ہے جیسا کہ جب حضرت سعدؓ بنو قریظہ کا فیصلہ کرنے کے لئے بطور ثالث آئے اور مسجد کے قریب پہنچے تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے (ان کو دیکھ کر) فرمایا اے انصار! تم اپنے سردار کے لئے کھڑے ہو جاؤ لہذا اس سے معلوم ہوا کہ اگر کوئی آدمی خود بالکل نہ چاہے مگر دوسرے لوگ اکرام و عقیدت و محبت کے جذبے میں اس کے لئے کھڑے ہو جائیں تو یہ بالکل دوسری بات ہے اگر چہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اپنے لئے اس کو بھی پسند نہیں فرماتے تھے۔ (از مظاہر، معارف)

"حضرت براء رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: جو دو مسلمان آپس میں ملتے ہیں اور مصافحہ کرتے ہیں تو جدا ہونے سے پہلے دونوں کے گناہ معاف کر دیئے جاتے ہیں"۔ (ابوداؤد، ترمذی)

"نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: جب دو مسلمان ملاقات کریں اور مصافحہ کریں اور اسکے ساتھ) اللہ تعالیٰ کی حمد اور اپنے لئے مغفرت طلب کریں تو انکی مغفرت ہو ہی جائیگی"۔ (ابوداؤد)

"ابوداؤد اعمی سے روایت ہے کہ وہ کہتے ہیں کہ میری ملاقات حضرت براء بن عازب رضی اللہ عنہ سے ہوئی۔ انہوں نے میرا ہاتھ پکڑ کر مجھ سے مصافحہ فرمایا اور میری طرف دیکھ کر ہنسے۔ پھر فرمایا معلوم ہے کہ میں نے تمہارا ہاتھ کیوں پکڑا؟ میں نے کہا اس کی وجہ تو مجھے معلوم نہیں البتہ میرا گمان یہی تھا کہ آپ نے کسی خیر اور بھلائی ہی کی وجہ سے یہ کیا ہے۔ انہوں نے فرمایا کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم مجھ سے ملے تھے اور میرے ساتھ بھی آپ نے یہی کیا تھا۔ پھر فرمایا تھا معلوم ہے میں نے ایسا کیوں کیا؟ میں نے کہا مجھے تو معلوم نہیں۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا تھا دو مسلمان جب ایک دوسرے سے ملتے ہیں اور مصافحہ کرتے ہیں اور ہر ایک دوسرے کے سامنے (بشاشت اور خوشی سے) ہنستا ہے اور یہ سب کچھ اللہ تعالیٰ ہی کی رضامندی کیلئے کرتے ہیں تو ان کی مغفرت کر دی جاتی ہے"۔ (طبرانی)

دُعا کیجئے: یا اللہ! موجودہ دور میں ہمیں دین اسلام پر مضبوطی سے کاربند فرما اور غیر اسلامی تہذیب کے اثرات سے ہمیں اور ہماری نسلوں کی حفاظت فرما۔ آمین

ملاقات کے آداب

و عن انس رضی الله عنه عن نبی الله صلی الله علیه وسلم قال: (مامن مسلمین التقیا' فاخذ احدهما بید صاحبه الا کان حقا علی الله عزوجل یحضر دعاء هما ولایفرق بینا ایدیهما حتی یغفرلهما) . واللفظ له والبزار وابویعلی' و رواة احمد کلهم ثقات الامیمون المرادی' و هذا الحدیث مما انکر علیه.

ترجمہ: ''حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: جو کوئی دو مسلمان آپس میں ملاقات کریں پھر ان میں سے ایک اپنے ساتھی کا ہاتھ (مصافحہ کے لئے) پکڑے تو اللہ تعالی پر حق ہے کہ ان کی دعا کو قبول کرے اور دونوں کے جدا ہونے سے پہلے ان دونوں کی مغفرت کر دے''۔ (احمد' بزار' ابویعلی)

''حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابہ جب ایک دوسرے سے ملاقات کرتے تو مصافحہ کرتے اور جب سفر سے واپس آتے تو ایک دوسرے سے معانقہ کرتے''۔ (طبرانی)

''حضرت حذیفہ بن یمان رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: مؤمن جب مؤمن سے ملتا ہے اس کو سلام کرتا ہے اور اس کا ہاتھ پکڑ کر مصافحہ کرتا ہے تو دونوں کے گناہ اس طرح جھڑتے ہیں جیسے درخت کے پتے جھڑتے ہیں''۔ (طبرانی فی الاوسط)

''حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی ملاقات حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ سے ہوئی آپ نے ان سے مصافحہ کرنا چاہا تو حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ ایک طرف کو ہٹ گئے اور کہنے لگے میں تو حالت جنابت میں ہوں (یعنی اس حالت میں مصافحہ کیسے کروں؟) نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: مسلمان جب اپنے بھائی سے مصافحہ کرتا ہے تو دونوں کے گناہ ایسے گر جاتے ہیں جیسے درخت سے پتے گرتے ہیں''۔ (بزار)

''حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: جب دو مسلمان آپس میں مل کر مصافحہ کرتے ہیں اور ایک دوسرے کی خیریت اور حال دریافت کرتے ہیں حق تعالی شانہ ان پر سو رحمتیں نازل کرتا ہے ننانوے رحمتیں اس پر جو دونوں میں زیادہ بشاشت اور تازہ روئی و خندہ پیشانی سے ملنے والا اور اپنے بھائی کا حال اور خیریت زیادہ اچھی طرح دریافت کرنے والا ہو''۔ (طبرانی)

''حضرت سلمان فارسی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: مسلمان جب اپنے مسلمان بھائی سے ملتا ہے اس کا ہاتھ پکڑتا ہے یعنی مصافحہ کرتا ہے تو دونوں کے گناہ ایسے گر جاتے ہیں جیسے تیز ہوا چلنے کے دن سوکھے درخت سے پتے گرتے ہیں اور ان دونوں کے گناہ معاف کر دئے جاتے ہیں اگر چہ ان کے گناہ سمندر کے جھاگ کے برابر ہوں''۔ (طبرانی)

''حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: سلام کی تکمیل مصافحہ ہے''۔ (ترمذی)

تشریح: ملاقات کے وقت محبت و مسرت اور جذبہ اکرام و احترام کے اظہار کا ایک ذریعہ سلام کے علاوہ اور اس سے بالاتر

مصافحہ بھی ہے عموماً سلام کے ساتھ اور اس کے بعد ہوتا ہے اور اس سے سلام کے ان مقاصد کی گویا تکمیل ہوتی ہے۔ (از معارف)

"حضرت قتادہ (تابعی رحمۃ اللہ تعالی) کہتے ہیں کہ میں نے حضرت انس رضی اللہ عنہ سے دریافت کیا کہ کیا رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابہ (باہمی ملاقات کے وقت سلام کے بعد) مصافحہ کرتے تھے؟ انہوں نے فرمایا کہ جی ہاں!"۔ (بخاری، ترمذی)

"حضرت ابو ایوب ابن بشیر بنوعنزہ کے ایک شخص سے روایت کرتے ہیں کہ اس نے بیان کیا کہ میں نے حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ سے کہا جب ان کو شام کی طرف بھیجا گیا کہ میں آپ سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی احادیث میں سے ایک حدیث کے متعلق دریافت کرنا چاہتا ہوں انہوں نے فرمایا میں تمہیں بتاؤں گا البتہ اگر (مصلحت نہ ہوئی) تمہیں بتانا مناسب نہ ہوا تو نہیں بتاؤں گا۔ میں نے کہا اس میں کوئی ایسی بات نہیں جو نامناسب ہو۔ آپ لوگ جب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے ملاقات کیا کرتے تھے تو کیا نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم آپ لوگوں سے مصافحہ بھی کیا کرتے تھے؟ حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ میں نے جب بھی نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے ملاقات کی تو آپ نے مجھ سے مصافحہ فرمایا اور ایک دن کا واقعہ ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھے بلانے کے لئے میرے پاس ایک شخص کو بھیجا اس وقت میں اپنے گھر میں موجود نہیں تھا جب میں گھر آیا تو مجھے اس کی اطلاع کی گئی کہ آپ نے مجھے بلانے کے لئے کسی کو بھیجا تھا۔ چنانچہ میں آپ کی خدمت میں حاضر ہوا اس وقت آپ ایک تخت پر تشریف فرما تھے آپ نے مجھے گلے لگایا اور گلے لگانا (حصول لطف وسرور اور برکت کے اعتبار سے مصافحہ کی بہ نسبت) بہتر تھا کہیں زیادہ بہتر!" (ابوداؤد)

تشریح: اس سے معلوم ہوا کہ سفر سے آنے کے علاوہ دوسری حالتوں میں بھی اظہار محبت و عافیت کے پیش نظر معانقہ کرنا ثابت ہے۔" (از مظاہر حق)

"حضرت خراسانی تابعی سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: تم باہم مصافحہ کیا کرو اس سے کینہ کی صفائی ہوتی ہے اور آپس میں ایک دوسرے کو ہدیہ کرو اس سے تم میں باہمی محبت پیدا ہوگی اور دلوں سے دشمنی دور ہوگی"۔ (مالک)

تشریح: یہاں اس بات کو یاد کر لیا جائے کہ ہر عمل کی تاثیر اور برکت اسی شرط کے ساتھ مشروط ہے کہ اس کا یقین ہو اور عمل کے وقت اس کا استحضار اور دھیان ہو یہی اس کی روح ہے جو دانہ بے جان ہو چکا اس سے پودا نہیں اگتا۔

دُعا کیجئے

یا اللہ! ہم کو اپنی عبادات وطاعات خاصہ کی توفیق، اپنے نبی الرحمۃ صلی اللہ علیہ وسلم کے اتباع کی توفیق فرمایئے۔

یا اللہ! یا اللہ لغزشوں سے نفس وشیطان کے مکائد سے ہم کو محفوظ فرمایئے۔

یا اللہ! مجبوراً معاشرہ کے غلبہ سے اور نفس وشیطان کے غلبہ سے ہم سے جو فسق وفجور کے کام ہوئے ہیں ہم ان سے نفرت کرتے ہیں اور چھوڑ دینے کا عزم کرتے ہیں۔ مگر ڈرتے ہیں کہ پھر ہم سے ان کا ارتکاب ہو جائے گا۔ یا اللہ آپ ہی محافظ حقیقی ہیں۔ رحم کرنے والے ہیں، ہم پر رحم فرمایئے، ہمیں محفوظ رکھئے اور اپنا مورد رحمت بنا لیجئے۔

سلام کے احکام

وعن جابر رضی الله عنه قال : قال رسول الله صلی الله علیه وسلم :(تسلیم الرجل باصبع واحدة یشیربها فعل الیهود) رواه ابو یعلیٰ و رواته رواة الصحیح، والطبرانی واللفظ له.

ترجمہ: ''حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: آدمی کا ایک انگلی کے اشارہ سے سلام کرنا یہ یہود کا فعل ہے''۔ (ابویعلی)

''حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: یہودیوں اور عیسائیوں کو سلام کرنے میں پہل نہ کرو اور جب تم راستے میں ان میں سے کسی سے ملو تو ان کو تنگ ترین راستہ پر چلے جانے پر مجبور کرو''۔ (مسلم، ابوداؤد، ترمذی)

تشریح: ''سلام کرنے میں ابتداء نہ کرو'' کا مطلب یہ ہے کہ پہلے تو ان کو ''السلام علیکم'' نہ کہو۔ کیونکہ سلام میں پہل کرنا درحقیقت اسلامی تہذیب کا بخشا ہوا ایک اعزاز ہے جس کے مستحق وہی لوگ ہو سکتے ہیں جو اسلامی تہذیب کے پیرو ہوں اور مسلمان ہوں اس اعزاز کا استحقاق ان لوگوں کو حاصل نہیں ہوسکتا جو دین کے دشمن اور اللہ تعالیٰ کے باغی ہیں اسی طرح ان باغیوں اور دشمنوں کے ساتھ سلام اور اس جیسی دوسری چیزوں کے ذریعے الفت و محبت کے مراسم قائم کرنا بھی جائز نہیں ہے۔ کیونکہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

''آپ ایسی کوئی قوم نہ پائیں گے جو اللہ تعالیٰ اور قیامت کے دن پر ایمان رکھتی ہو اور ان لوگوں سے بھی دوستی رکھتے ہوں جو اللہ اور اس کے رسول کی مخالفت کرتے ہیں''۔

ہاں اگر وہ لوگ سلام میں پہل کریں اور السلام علیک یا السلام علیکم کہیں تو اس کے جواب میں صرف علیک یا علیکم کہہ دیا جائے اور علماء نے لکھا ہے کہ زیادہ بہتر یہ ہے کہ غیر مسلم کے جواب میں ''ھداک اللہ'' کہا جائے۔ نیز بعض علماء نے لکھا ہے کہ کسی مجبوری و ضرورت کی بنا پر یہود و نصاریٰ کے ساتھ سلام میں پہل کرنی جائز ہے اور یہی حکم ان مسلمانوں کا بھی ہے جو بدعت اور فسق میں مبتلا ہوں۔

اسلامی سلطنت میں رہنے والے کسی مسلمان نے کسی اجنبی کو سلام کیا اور پھر معلوم ہوا کہ وہ ذمی ہے تو اس صورت میں مستحب یہ ہے کہ اپنے سلام کو واپس کرنے کا مطالبہ کرے یعنی کہے کہ ''استرجعت سلامی'' (میں اپنے سلام کو واپس لینے کا مطالبہ کرتا ہوں)۔

حدیث بالا کے آخری الفاظ کا مطلب یہ ہے کہ یہود و نصاریٰ جو دین کے دشمن ہیں اور اپنے مکر و فریب کی طاقتوں کے ذریعے اللہ تعالیٰ کے جھنڈے کے سرنگوں کرنا چاہتے ہیں اس سلوک کے مستحق ہیں کہ جب وہ راستہ میں ملیں تو ان پر اتنا دباؤ ڈالا جائے کہ وہ یکسو ہو کر گزرنے پر مجبور ہو جائیں اور ان پر راستہ تنگ ہو جائے تاکہ اسلام کی عظمت و شوکت اور مسلمانوں کا دبدبہ ظاہر ہو۔ مشکوۃ کے بعض حواشی میں یہ مطلب لکھا ہے کہ ان کو یہ حکم دو کہ وہ ایک طرف ہو جائیں اور کنارے پر چلیں تاکہ راستہ کا درمیانی حصہ مسلمانوں کی آمد و رفت کے لئے مخصوص رہے۔ (از مظاہر حق جدید)

''حضرت انس رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: جب اہل کتاب یعنی یہود و نصاریٰ تمہیں سلام کریں تو ان کے جواب میں کہو ''وعلیکم''۔ (بخاری، مسلم)

تشریح: نووی رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں کہ علماء کا اس بات پر اتفاق ہے کہ اہل کتاب کے سلام کا جواب دیا جائے لیکن ''وعلیکم

السلام" نہ کہا جائے یعنی جواب دینے والا نہ علیکم السلام کہے اور نہ علیک السلام بلکہ صرف وعلیکم یا وعلیک کہے (کہ تجھ پر وہ برائی پڑے کہ جس کا تو مستحق ہے) بلکہ وہ علیکم بھی اس صورت میں کہے جب کہ وہ ایک سے زائد ہوں۔ اور اگر ایک ہی ہو تو علیکم نہ کہے کیونکہ اس طرح اس کی تعظیم وتوقیر لازم آئے گی۔ (از مظاہر حق)

"حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: جس شخص نے کسی کے گھر میں ان کی اجازت کے بغیر جھانکا تو گھر والوں کے لئے جائز ہے کہ وہ جھانکنے والے کی آنکھ پھوڑ دیں اور ایک روایت میں ہے اگر جھانکنے والے کی آنکھ پھوڑ دی تو ہدر ہوئی (اس پر کوئی قصاص یا دیت واجب نہیں جیسا کہ نسائی کی روایت میں اس کی صراحت ہے)"۔ (بخاری، مسلم، ابوداؤد)

"حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: جس شخص نے (کسی کے گھر کے دروازے کے) پردہ کو اجازت لینے سے پہلے اٹھا کر اپنی نگاہ اندر ڈال دی تو اس نے ایسے کام کا ارتکاب کیا جو اس کے لئے جائز نہیں تھا۔ اور اگر کوئی شخص اس کی آنکھ پھوڑ دیتا تو ہدر جاتی۔ اور اگر کوئی شخص کسی کے دروازے پر سے گزرا جس پر کوئی پردہ نہیں تھا اور گھر والوں کے ستر کو دیکھ لیا تو اس پر کوئی گناہ نہیں بلکہ گھر والوں پر گناہ ہے۔ (کہ پردہ کیوں نہیں ڈالا)"۔ (احمد، ترمذی)

"حضرت عبادہ بن صامت رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے گھروں میں داخل ہونے کی اجازت لینے کے متعلق دریافت کیا گیا؟ آپ نے ارشاد فرمایا جس نے کسی کے گھر میں اجازت لینے اور سلام کرنے سے پہلے اپنی نگاہ ڈال دی یہ کوئی اجازت نہ ہوئی اور یقیناً اس نے اپنے رب کی نافرمانی کی (گناہ کا ارتکاب کیا)"۔ (الطبرانی)

"حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ایک شخص نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے بعض حجروں میں جھانکا۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم تیر لے کر اس کی طرف کھڑے ہوئے گویا کہ میں دیکھ رہا ہوں کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم اس شخص کی طرف آہستہ سے چھپ کر اٹھے تا کہ اس کو تیر ماریں اور ایک روایت میں ہے کہ ایک اعرابی نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے دروازے پر آیا اور اپنی آنکھ دروازے کے سوراخ کے سامنے کر دی۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کو دیکھ لیا چنانچہ آپ نے کوئی لوہا یا لکڑی کو لینا چاہا تا کہ اس کی آنکھ پھوڑ دیں جب اس اعرابی نے آپ کو دیکھا تو پیچھے کو ہٹ گیا۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کو فرمایا اگر تم یہیں کھڑے رہتے تو میں تمہاری آنکھ پھوڑ دیتا"۔ (بخاری، مسلم، ابوداؤد، ترمذی، نسائی)

دُعا کیجئے

یا اللہ! ہم سے زیادہ محتاج اور کون ہے، ہم آپ کے فضل وکرم کے بہت محتاج ہیں، ہمیں اپنا فرمانبردار بنا لیجئے، اپنے نبی الرحمۃ صلی اللہ علیہ وسلم کا وفادار، سچا اُمتی بنا دیجئے۔

یا اللہ! تمام لعنت زدہ کاموں سے ہمیں بچا لیجئے کہ ہم جن سے آپ ناراض ہوتے ہیں۔ یا اللہ ہم آپ کے مواخذہ کو برداشت نہیں کر سکتے نہ دنیا میں نہ آخرت میں۔

یا اللہ! ہمیں اپنی اتنی محبت عطا فرما کہ آپ کے احکامات اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی مبارک سنتوں پر چلنا ہمارے لئے نہایت سہل ہو جائے۔

اسلامی آداب معاشرت

و عن سهل بن سعد الساعدی رضی الله عنه ان رجلا اطلع علی رسول الله صلی الله علیه وسلم من جحر فی حجرة النبی صلی الله علیه وسلم و مع النبی مدراة یحک بها راسه 'فقال النبی صلی الله علیه وسلم: (لوعلمت انک تنظر لطعنت بها فی عینک انما جعل الاستئذان من اجل البصر) رواه البخاری و مسلم والترمذی والنسائی

ترجمہ: ''حضرت سہل بن سعد ساعدی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ایک شخص نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے کسی حجرے میں جھانکا نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس ایک کنگھی تھی جس سے آپ اپنے سر مبارک کو کھجا رہے تھے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا اگر مجھے معلوم ہوتا کہ تم دیکھ رہے ہو تو میں تمہاری آنکھ میں یہ کنگھی مارتا۔ اجازت لینا گھر کے اندر دیکھنے ہی کے لئے تو ہے۔ (یعنی اگر اجازت لینے سے پہلے اندر دیکھ لو تو گویا اجازت کے بغیر گھر کے اندر داخل ہو گئے)''۔ (بخاری' مسلم' ترمذی' نسائی)

''حضرت ثوبان رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: تین چیزیں ایسی ہیں جس کا کرنا کسی کے لئے جائز نہیں ہے۔ (۱) کوئی شخص لوگوں کی امامت کرائے اور دعا صرف اپنے لئے کرے مقتدیوں کے لئے نہ کرے اگر ایسا کیا تو اس نے مقتدیوں کے ساتھ خیانت کی (کہ مقتدیوں کے لئے دعا کرنا یہ امام پر ان کا حق ہے)۔ (۲) اجازت لینے سے پہلے کسی کے گھر کے اندر نہ دیکھے اگر ایسا کیا تو وہ (اجازت کے بغیر) اندر داخل ہو گیا۔ (۳) پیشاب کو روک کر نماز نہ پڑھے جب تک کہ قضا حاجت نہ کرے لے (کہ اس صورت میں نماز میں خشوع نہیں رہتا اور نماز جلدی جلدی پڑھی جاتی ہے)''۔ (ابوداؤد' ترمذی' ابن ماجہ)

''حضرت عبداللہ بن بسر رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ ارشاد فرماتے سنا گھروں کے دروازوں کے بالکل سامنے آ کر کھڑے نہ ہو بلکہ دروازے سے دائیں بائیں کھڑے ہو کر پہلے اندر آنے کی اجازت مانگو (کہ دروازے کے سامنے کھڑے ہونے سے کہیں اچانک دروازہ کھلنے کی صورت میں بے پردگی نہ ہو جائے) اگر اجازت مل جائے تو اندر داخل ہو ورنہ واپس لوٹ جاؤ''۔ (طبرانی' کبیر)

تشریح:۔ جیسا کہ خود نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا معمول مبارک تھا کہ آپ جب کسی کے گھر جانے کے لئے اس کے دروازے پر پہنچتے تو دروازہ کی طرف منہ کر کے کھڑے نہ ہوتے بلکہ دائیں بائیں جانب کھڑے ہوتے اور پھر اجازت مانگنے کے لئے فرماتے السلام علیکم۔ السلام علیک۔ (ابوداؤد)

سبحان اللہ! ہمارے پیارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کیسی پیاری معاشرت امت کو دے گئے جس میں حیاء وشرم عصمت وعفت اور پاکی وپاکدامنی ہے کاش! امت اس کو سیکھے اور عمل کرے۔

''حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: جس نے کوئی ایسا

خواب دیکھنا بیان کیا جو حقیقت میں اس نے نہ دیکھا ہو اس پر یہ لازم کیا جائے گا کہ دو جو کے درمیان گرہ لگائے اور ہرگز وہ ایسا نہ کر سکے گا اور اس نے ان لوگوں کی بات سنی جس کا سننا ان کو گوارا تھا قیامت کے دن اس کے کانوں میں پگھلا ہوا سیسہ ڈالا جائے گا اور جس نے کوئی (جاندار کی) تصویر بنائی اس کو عذاب دیا جائے گا یا اس پر لازم کیا جائے گا کہ اس میں روح ڈالے جب کہ وہ روح ڈال نہ سکے گا"۔ (بخاری وغیرہ)

"عامر بن سعد سے روایت ہے کہ حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ تعالیٰ عنہ اپنے گھر میں تھے کہ ان کے پاس ان کا بیٹا عمر آیا۔ جب حضرت سعد رضی اللہ عنہ نے ان کو دیکھا تو فرمایا میں اس سوار کے شر سے اللہ تعالیٰ کی پناہ مانگتا ہوں چنانچہ وہ سواری سے اتر کر آئے اور حضرت سعد رضی اللہ عنہ سے کہنے لگے آپ (اطمینان سے) اپنے اونٹوں اور بکریوں میں آ گئے اور لوگوں کو اس حال میں چھوڑ دیا کہ وہ آپس میں ملک وسلطنت کے بارے میں جھگڑتے رہیں۔ حضرت سعد رضی اللہ عنہ نے یہ سن کر ان کے سینہ میں مارا اور فرمایا خاموش رہو! میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ ارشاد فرماتے سنا ہے کہ اللہ تعالیٰ اس بندہ کو پسند فرماتے ہیں جو تقویٰ والا ہو دل کا غنی ہو اور چھپایا ہوا ہو"۔ (مسلم)

"حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ایک شخص نے دریافت کیا یا رسول اللہ! سب سے افضل کون شخص ہے؟ ارشاد فرمایا وہ مومن جو اللہ کی راہ میں اپنی جان اور مال سے جہاد کرے اس نے دریافت کیا پھر کون؟ ارشاد فرمایا پھر وہ شخص جو کسی گھاٹی میں لوگوں سے الگ تھلگ رہ کر اپنے رب کی عبادت کرتا رہے"۔ (بخاری، مسلم)

"حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: انسانی زندگی میں بہترین زندگی اس شخص کی ہے جو اللہ تعالیٰ کی راہ میں گھوڑے کی باگ پکڑ لے اور جب کسی کی خوفزدہ آواز یا کسی کی فریاد کرنے کی آواز سنے تو عجلت کے ساتھ گھوڑے کی پشت پر سوار ہو جائے اور اس خوفزدہ یا فریادرس کی آواز کی طرف دوڑتا ہوا چلا جائے اور اپنی موت کو یا اس جگہ کو تلاش کرتا پھرے جہاں موت کا گمان ہو (یعنی موت سے نہ ڈرے) یا بہترین زندگی اس شخص کی ہے جو کچھ بکریوں کے ساتھ ان پہاڑوں میں سے کسی ایک پہاڑی کی چوٹی پر یا ان وادیوں میں سے کسی ایک وادی میں اقامت گزین ہے اور نماز پڑھتا ہے۔ (اور اگر وہ بکریاں حد نصاب کو پہنچتی ہیں) تو ان کی زکوٰۃ ادا کرتا ہے اور اپنے پروردگار کی عبادت و بندگی میں مشغول رہتا ہے یہاں تک کہ اس کو موت آ جائے لوگوں سے اس کو سوائے بھلائی کے کوئی واسطہ نہیں"۔ (مسلم)

فائدہ: جمہور علماء فرماتے ہیں کہ:

(۱) یہ حدیث یا تو فتنوں سے بھرپور زمانہ پر محمول ہے۔

(۲) یا اس کے علاوہ اس کا تعلق اس شخص سے ہے جو لوگوں کو ایذاء پر صبر نہ کر سکتا ہو۔

(۳) یا لوگ خود اس کی وجہ سے سلامت نہ رہتے ہوں۔

پھر ان حضرات کی سب سے بڑی دلیل وہ ہے کہ انبیاء کرام صلوات اللہ علیھم اکثر صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم تابعین عظام، علماء ومشائخ اور زاہدان طریقت کا معمول یہی رہا ہے کہ انہوں نے دنیا سے کنارہ کشی اور گوشہ نشینی سے احتراز کر کے اسی دنیا میں اور اسی دنیا والوں کے درمیان رہن سہن کو اختیار کیا اور اس کے ذریعے وہ بہت سارے دینی فوائد حاصل کرتے رہے جو گوشہ گزینی کی صورت میں ناممکن تھے جیسے نماز جمعہ، جماعت، نماز جنازہ اور بیمار پرسی وغیرہ وغیرہ۔ (از مظاہر حق)

نجات کے راستے

وعن عقبة بن عامر رضی الله عنه قال: یا رسول الله (صلی الله علیه وسلم) ما النجاة ؟قال: (امسک علیک لسانک، و لیسعک بیتک، و ابک علی خطیئتک) رواه الترمذی و ابن ابی الدنیا و البیهقی، کلهم من طریق عبیدالله بن زحر عن علی بن یزید، وقال الترمذی: حدیث حسن.

ترجمہ: ''حضرت عقبہ بن عامر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہتے ہیں میں نے عرض کیا یارسول اللہ! نجات حاصل کرنے کا طریقہ کیا ہے؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: اپنی زبان کو قابو میں رکھو اپنے گھر میں رہو (فضول باہر نہ پھرو) اور اپنے گناہوں پر رویا کرو''۔ (ترمذی، ابن ابی الدنیا، بیہقی)

''حضرت مکحول رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ ایک شخص نے دریافت کیا یارسول اللہ! قیامت کب آئے گی؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا جس سے پوچھا جارہا ہے وہ پوچھنے والے سے زیادہ جاننے والا نہیں ہے لیکن اس کی کچھ علامات ہیں اور بازاروں کا تقارب ہے؟ عرض کیا یارسول اللہ! بازاروں کا تقارب کیا ہے؟ ارشاد فرمایا تجارت مندی پڑ جانا یا بند ہو جانا اور بارش کا ہونا اور پھر بھی نباتات کا نہ اگنا اور غیبت کا عام ہونا اور زنا کی اولاد کا کثرت سے ہونا اور مال والوں کی عزت (ان کے مال کی وجہ سے باوجود ان کے ناحق ہونے کے) ہونا اور فساق وفجار کی آوازوں کا مساجد میں بلند ہونا اور منکرات وباطل والوں کا اہل حق پر غالب ہونا، ایک شخص نے عرض کیا (ایسے حالات میں) آپ کیا حکم فرماتے ہیں؟ ارشاد فرمایا اپنے دین کو سنبھالتے پھرنا (کہ کہیں ضائع نہ ہو جائے) اور اپنے گھر کے ٹاٹ بن جانا''۔ (ابن ابی الدنیا)

تشریح: حدیث بالا کے آخری جملہ ''اور اپنے گھر کے ٹاٹ بن جاؤ'' کا مطلب یہ ہے کہ جس طرح کسی آدھے فرش جیسے قالین وغیرہ کے نیچے جو ٹاٹ بچھا ہوتا ہے وہ ہمیشہ اور ہر وقت اپنی جگہ پڑا رہتا ہے اسی طرح تم بھی اپنے گھروں میں پڑے رہنا اور مکان کی چار دیواری سے نکل کر ادھر ادھر نہ جانا تاکہ تم اس فتنے میں مبتلا نہ ہو جاؤ اور اس کے اثرات تمہارے دین کو تباہ نہ کر دیں حاصل یہ کہ فتنہ انگیزی کی جگہ سے دور رہنا لوگوں کے معاملات وکاروبار سے بے تعلقی ویکسوئی اختیار کرنا اور گوشہ عافیت میں پڑے رہ کر اپنے دین کی حفاظت کرنا اس وقت نجات کی بہترین راہ ہوگی۔ (از مظاہر حق)

''حضرت ابوموسی رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: تمہارے آگے آگے ایسے (بڑے اور سخت) فتنے ہوں گے جیسے اندھیری رات کے ٹکڑے (کہ ان کی گہری ظلمت میں امر حق مشتبہ ہو کر راہ صواب نظر آنا مشکل ہو جائے گا اور اس لئے مخلوق کے ایمان میں تزلزل کا یہ عالم ہوگا کہ) ایک شخص صبح کو مومن ہوگا اور شام کو کافر اور شام کو مومن ہوگا اور صبح کو کافر۔ ایسے وقت میں بیٹھنے والا شخص بہتر ہوگا کھڑے ہوئے سے اور کھڑے ہونے والا بہتر ہوگا چلنے والے سے اور اس میں چلنے والا بہتر ہوگا دوڑنے والے سے (کہ جتنا فتنہ سے دور اور اس میں پڑنے سے معذور ہوگا اتنا ہی خطرہ جان وایمان سے محفوظ ومامون رہے گا) صحابہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم نے

عرض کیا ایسے وقت میں آپ ہمیں کیا حکم فرماتے ہیں؟ (کہ ہم وہی کریں) آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا اپنے گھروں کے ٹاٹ بن جانا (کہ گھر سے باہر ہی نہ نکلنا)'' (ابوداؤد)

''حضرت مقداد بن الاسود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ وہ فرماتے ہیں اللہ کی قسم! یقیناً میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ ارشاد فرماتے سنا ہے بڑا خوش نصیب ہے جو فتنوں سے علیحدہ رہا۔ بڑا خوش نصیب ہے جو فتنوں سے یکسو رہا۔ بڑا خوش نصیب ہے جو فتنوں سے کنارہ کش رہا اور جو اس میں مبتلا ہوا اور صابر بنا رہا تو واہ واہ (کہ بڑی ہمت کی)'' (ابوداؤد)

''حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما فرماتے ہیں کہ ایک مرتبہ ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے اردگرد بیٹھے تھے کہ آپ نے ایک فتنہ کا ذکر فرمایا ارشاد فرمایا: جب تم لوگوں کو دیکھو کہ ان کے عہد و پیمان خلط ملط اور گڑبڑ ہوں اور ان کی امانتیں گم ہو جائیں اور وہ لوگ اس طرح کے ہو جائیں گے یہ فرما کر آپ نے اپنے دونوں ہاتھوں کی انگلیوں کو ایک دوسرے میں داخل فرمایا (جس میں اشارہ تھا کہ ان میں باہم اختلاف ہو جائے گا) میں آپ کی طرف اٹھا اور میں نے عرض کیا اللہ مجھے آپ پر قربان کرے ایسے حالات میں کیا کروں؟ ارشاد فرمایا اپنے گھر کو لازم پکڑ لو اور اپنے حال پر روتے رہنا اور اپنی زبان کو قابو میں رکھنا اور (ہمت اور احتیاط کو کام میں لاکر) جس بات کو اچھا سمجھو اس کو لے لینا اور جسے برا سمجھو اسے چھوڑ دینا اور اپنے خاص لوگوں پر (اصلاح و نصیحت میں) توجہ رکھنا (یا معنی یہ ہے کہ صرف اپنے کام اور اپنی بھلائی سے مطلب رکھنا) اور عوام سے یکسو ہو بیٹھنا''۔ (ابوداؤد، نسائی)

تشریح:۔ اس حدیث پاک کے ذیل میں حضرت مولانا عاشق الٰہی میرٹھی رحمۃ اللہ علیہ رحمۃ واسعۃً درر فرائد میں لکھتے ہیں وعدہ کا لحاظ اور امانت کی پاسداری دین کا جزو اعظم ہیں کہ روز الست کا وعدۂ توحید اور امانت محبت خدا اور رسول جس کے تحمل سے پہاڑوں کو بھی لرزہ آیا وہی پورا کر سکے گا جسے اس کی قدر و منزلت ہوگی اور جب اسی سے رخ پھر گیا تو دنیا کی اتنی رغبت ہوگی جتنی صحابہ کو دین پر جاں نثاری اور دنیا سے وحشت و زہد کا حال سامنے رکھ کر ہر شخص اندازہ کر سکتا ہے کہ میں کس طبقہ میں ہوں اور زمانہ کیسا ہے۔ نور نبوت ہی کا کام ہے کہ بجلی کی بہترین روشنی چلنے کے زمانہ میں گہری گھٹا چھائی ہوئی شب دیجور کی اندھیری کا بھی ادراک ہوا اور اس میں چلنے والے مسافر کو ٹھوکر کھانے سے بچانے کی تعلیم کی جائے ورنہ شاہی گود کے ناز پروردہ کو فاقہ کی تکلیف کا شعور ہی نہیں ہو سکتا لہٰذا ایسے وقت میں چونکہ دینی نصیحت کا بھی مذاق اڑتا ہے اور اندیشہ ہے کہ جس میں کسی لحاظ سے ذرا سی دینداری نہ ہو مذاق اڑتا دیکھ کر وہ بھی کھل کھیلیں اس لئے عوام سے کنارہ کشی میں نجات ہے اپنے خواص یعنی گھر والے بیوی بچے ہی بددینی سے بچے رہے تو غنیمت ہے اور جب ان پر بھی اس طاغوتی ہوا کا اثر ہو چلے تو وہ وقت ہوگا جس میں صرف اپنے نفس کا تحفظ مامور ہے اور تجرد و عزلت میں بلکہ پہاڑ کی چوٹی پر جہاں خاص الخاص کا پہنچنا بھی دشوار ہو پر مرنا سبب امن و نجات ہے۔ (از درر فرائد)

''حضرت عمران بن حصین رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: جو اللہ تعالیٰ کا ہو جاتا ہے (یعنی اس کی عبادت اور تعمیل حکم میں لگا رہتا ہے) اللہ تعالیٰ اسکی ہر ضرورت و پریشانی میں اس کیلئے کافی ہو جاتے ہیں اور اسکو ایسی جگہ سے روزی دیتے ہیں جہاں سے اسکا وہم و گمان بھی نہ ہو۔ اور جو دنیا کا ہو رہتا ہے اللہ تعالیٰ اس کو دنیا ہی کے حوالہ کر دیتے ہیں۔ (یعنی اسکی مدد نہیں فرماتے)'' (طبرانی، ابوالشیخ، ابن الحبان)

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی نصیحتیں

و عن ابی هريرة رضی الله عنه: ان رجلا قال للنبی صلی الله عليه وسلم: او صنی ' قال: (لا تغضب) فردد مراراً قال :(لاتغضب) رواه البخاری)

ترجمہ: ''حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ایک شخص نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کیا' کہ: مجھے کوئی وصیت فرمایئے' آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ: غصہ مت کیا کرو اس شخص نے پھر وہی اپنی درخواست کئی بار دہرائی کہ مجھے اور وصیت فرمایئے مگر آپ نے ہر دفعہ یہی فرمایا کہ: غصہ مت کیا کرو''۔ (بخاری)

تشریح: معلوم ہوتا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے وصیت کی درخواست کرنے والے یہ صاحب کچھ غیر معمولی قسم کے تیز مزاج اور مغلوب الغضب تھے اور اس وجہ سے ان کے لئے مناسب ترین اور مفید ترین وصیت اور نصیحت یہی ہو سکتی تھی کہ ''غصہ نہ کیا کرو' اسی لئے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے بار بار ان کو یہی نصیحت فرمائی اور یہ بھی واقعہ ہے کہ بری عادتوں میں غصہ نہایت ہی خطرناک اور بہت ہی بدانجام عادت ہے غصہ کی حالت میں آدمی کو نہ اللہ تعالیٰ کی حدود کا خیال رہتا ہے نہ اپنے نفع ونقصان کا۔ اور انسان پر شیطان کا قابو جیسا غصہ کی حالت میں چلتا ہے ایسا شائد کسی دوسری حالت میں نہیں چلتا گویا اس وقت انسان اپنے بس میں نہیں ہوتا بلکہ شیطان کی مٹھی میں ہوتا ہے اور حد یہ ہے کہ غصہ کی حالت میں آدمی کبھی کبھی کفریہ کلمات بھی بکنے لگتا ہے۔

لیکن واضح رہے کہ شریعت میں جس غصہ کی ممانعت اور سخت مذمت کی گئی ہے اس سے مراد وہی غصہ ہے جو نفسانیت کی وجہ سے ہو اور جس سے مغلوب ہو کر آدمی اللہ تعالیٰ کی حدود اور شریعت کے احکام کا پابند نہ رہے لیکن جو غصہ اللہ تعالیٰ کے لئے اور حق کی بنیاد پر ہو اور اس میں حدود سے تجاوز نہ ہو بلکہ بندہ اس میں حدود اللہ کا پورا پابند رہے تو وہ کمال ایمان کی نشانی اور جلال خداوندی کا عکس ہے۔ (از معارف الحدیث' مظاہر حق جدید)

''حمید بن عبدالرحمٰن ایک صحابی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کرتے ہیں کہ ایک شخص نے عرض کیا یا رسول اللہ! مجھے وصیت فرمایئے آپ نے ارشاد فرمایا غصہ نہ ہونا صحابی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کہتے ہیں میں نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے اس ارشاد میں جب غور کیا تو نتیجہ یہی نکلا کہ درحقیقت غصہ (ایسی بری عادت ہے کہ) ساری برائیوں کو جمع کرتا ہے (کہ ساری برائیاں اسی سے پیدا ہوتی ہیں مثلاً غصہ میں حدود اللہ کی پامالی' کلمات کفر کا زبان سے نکال دینا وغیرہ وغیرہ)۔'' (احمد)

''حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت ہے کہ انہوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے دریافت کیا مجھے اللہ تعالیٰ کے غضب اور غصہ سے کیا چیز دور کرے گی؟ ارشاد فرمایا: غصہ نہ کرنا''۔ (احمد)

''حضرت جاریہ بن قدامہ سے روایت ہے کہ ایک شخص نے عرض کیا یا رسول اللہ! مجھے کوئی مختصر سی نصیحت فرما دیں تاکہ میں اس کو (ہمیشہ) یاد رکھ سکوں؟ ارشاد فرمایا غصہ نہ ہونا اس نے بار بار یہی درخواست کی۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم ہر مرتبہ یہی فرماتے رہے کہ غصہ نہ ہونا (احمد' صحیح ابن حبان) اور ایک روایت میں ہے کہ اس نے عرض کیا یا رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) مجھے کوئی ایسی بات فرما دیں جس سے حق تعالیٰ شانہ مجھے نفع پہنچائیں آپ صلی اللہ علیہ وسلم

نے وہی غصہ نہ کرنے کی نصیحت فرمائی"۔ (طبرانی فی الکبیر والاوسط)

"حضرت ابودرداء رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ایک شخص نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے آ کر عرض کیا مجھے ایسا عمل بتادیں جو مجھے جنت میں داخل کر دے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا غصہ نہ کرنا بس تمہارے لئے جنت ہے"۔ (طبرانی کبیر)

"حضرت ابن مسیب رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ایک مرتبہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تشریف فرما تھے اور آپ کے ساتھ آپ کے صحابہ کرام رضی اللہ تعالی عنہم بھی تھے ایک شخص نے حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کو برا بھلا کہہ کر تکلیف پہنچائی۔ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ خاموش رہے پھر دوسری مرتبہ تکلیف پہنچائی۔ حضرت ابوبکر خاموش رہے پھر تیسری مرتبہ جب برا بھلا کہہ کر تکلیف دی تو حضرت ابوبکر رضی اللہ تعالی عنہ نے بھی اس کی بات کا جواب دے دیا۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اٹھ کر تشریف لے گئے۔ (حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ پیچھے پیچھے گئے) اور عرض کیا یارسول اللہ! کیا آپ مجھ پر ناراض ہو گئے۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا بات یہ ہے کہ آسمان سے ایک فرشتہ اترا تھا جو اس شخص کی بات کی تکذیب کر رہا تھا جو وہ آپ کے متعلق کہہ رہا تھا جب تم نے جواب دے کر بدلہ لے لیا تو فرشتہ چلا گیا اور شیطان آ کر بیٹھ گیا میرے لئے اس صورت میں مناسب نہ تھا کہ میں شیطان کے ساتھ بیٹھتا"۔ (ابوداؤد)

"حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: پہلوان اور طاقت ور وہ نہیں ہے جو مدمقابل کو پچھاڑ دے بلکہ پہلوان وہ ہے جو غصہ کے وقت اپنے نفس کو قابو رکھے"۔ (بخاری، مسلم، وغیرہما)

"پہلوان وہ نہیں جو لوگوں پر غالب آ جائے بلکہ پہلوان وہ ہے جو اپنے نفس پر غالب آ جائے"۔ (صحیح ابن حبان)

"ایک صحابی جن کا نام امام احمد رحمۃ اللہ علیہ نے ذکر نہیں کیا جو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے خطبہ میں شریک ہوئے روایت کرتے ہیں کہ آپ نے ایک خطبہ میں ارشاد فرمایا: پورا طاقت ور پہلوان تین مرتبہ فرمایا وہ شخص ہے جس کو غصہ آئے اور سخت غصہ آئے اور اس کا چہرہ سرخ ہو جائے اور بدن کے رونگٹے کھڑے ہو جائیں پھر وہ اپنے غصہ پر قابو پالے"۔ (احمد)

دُعا کیجئے

اے اللہ! ہمارے دل کو نفاق سے عمل کو ریا سے زبان کو جھوٹ سے اور آنکھ کو خیانت سے پاک فرما دیجئے کیونکہ آپ آنکھوں کی چوری اور جو کچھ دل چھپاتے ہیں جانتے ہیں۔ اے اللہ! علم سے ہماری مدد فرما اور حلم سے ہمیں آراستہ فرما اور پرہیز گاری سے بزرگی عطا فرما اور امن سے ہمیں جمال عطا فرمائیے۔ اے اللہ! ہمارے دلوں کے تالے کھول دے اپنے ذکر کے ساتھ اور ہم پر اپنی نعمت کو پورا فرما۔ اور ہم پر اپنا فضل کامل کر اور ہمیں اپنے نیک بندوں میں سے فرما دیجے۔ آمین

آخرت کے حالات

وعن ابی سعید الخدری رضی الله عنه قال: صلی بنا رسول الله صلی الله علیه وسلم یوما صلاة العصر ثم قام خطیبا فلم یدع شیئا یکون الی قیام الساعة الا اخبرنا به، حفظه من حفظه و نسیه من نسیه و کان فیما قال: (ان الدنیا خضرة حلوة و ان الله مستخلفکم فیها فناظر کیف تعملون الا فاتقوا الدنیا و اتقوا النساء)

ترجمہ: ''حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ ایک دن نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ہمیں عصر کی نماز پڑھائی پھر آپ بیان کرنے کھڑے ہو گئے اس میں قیامت ہونے تک پیش آنے والی ہر اہم دینی چیز کو ذکر فرما دیا جس نے ان تمام چیزوں کو یاد رکھنے کی کوشش کی اسے تو یاد رہیں اور جس نے اسے بھلا دیا اسے بھول گئیں اس بیان میں آپ نے یہ بھی ارشاد فرمایا' دنیا سر سبز اور میٹھی ہے (اور بڑی مزیدار اور اچھی لگتی ہے بہت خوش نما نظر آتی ہے) اللہ تعالیٰ تمہیں اپنا خلیفہ بنا کر اور دنیا دے کر دیکھنا چاہتے تھے کہ تم کیسے عمل کرتے ہو اس لئے دنیا کے فتنے سے بچو بقدر ضرورت حاصل کرو اور ضرورت سے زائد آ جائے تو اسے دوسروں پر خرچ کر دو) اور عورتوں کے فتنہ سے بچو (ان باتوں میں آ کر محبت سے مغلوب ہو کر اللہ تعالیٰ کے کسی حکم کی خلاف ورزی نہ کرو) اور اس خطبہ میں آپ نے یہ بھی ارشاد فرمایا خبردار! لوگوں کی ہیبت کسی شخص کو حق بات کہنے سے نہ روکے جس حق بات کو جانتا ہو اور یہ بھی ارشاد فرمایا توجہ سے سنو! ہر بدعہدی اور خیانت کرنے والے کو اس کی خیانت اور بدعہدی کے بقدر قیامت کے دن جھنڈا ملے گا (جس سے اس کے اس برے کام کی لوگوں میں شہرت ہوگی) اور سب سے بڑی بد عہدی اور خیانت اس شخص کی ہے جو حاکم وقت ہو کر بدعہدی کرے اس کی خیانت کا جھنڈا اس کے سرین پر گاڑ دیا جائے گا اور جو آپ کے ارشادات میں سے ہمیں یاد رہ گیا اس میں یہ بھی تھا کہ غور سے سنو! آدم کی اولاد کو مختلف قسم کا بنا کر پیدا کیا گیا ہے ان میں بعض وہ ہیں جنہیں غصہ دیر سے آتا ہے اور دیر سے چلا جاتا ہے اور کچھ ایسے ہیں جلدی غصہ آتا ہے اور جلد ہی چلا جاتا ہے۔ یہ برابر سرابر ہو گیا۔ توجہ سے سنو! ان میں بعض وہ ہیں جن کو جلدی غصہ آتا ہے اور دیر سے جاتا ہے توجہ سے سنو ان میں بہتر وہ ہے جس کو دیر سے غصہ آئے اور جلدی چلا جائے اور ان میں برا وہ شخص ہے جس کو جلدی غصہ آئے اور دیر سے جائے توجہ سے سنو غصہ ایک انگارہ ہے جو ابن آدم کے پیٹ میں دہکتا رہتا ہے کیا تم دیکھتے نہیں کہ غصہ میں انسان کی آنکھیں سرخ ہو جاتی ہیں اور اس کے گلے کی رگیں پھول جاتی ہیں لہذا جب تم میں سے کسی کو غصہ آئے تو اسے زمین سے چمٹ جانا چاہئے۔ (کھڑا ہو تو بیٹھ جائے بیٹھا ہو تو لیٹ جائے زمین کی طرح عاجز اور مسکین بن جائے)''۔ (ترمذی)

''حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے حق تعالیٰ کے اس ارشاد''ادفع بالتی ھی احسن''(کے جواب میں وہ کہہ جو اس سے بہتر ہو)(یعنی برائی کو بھلائی سے دفع کرو) کی تفسیر کے متعلق فرمایا: غصہ کے وقت صبر کرنا اور کسی کے برا سلوک کرنے پر معاف کرنا۔ جب وہ ایسا کریں اللہ تعالیٰ نفس کی اور مخلوقات کی آفتوں سے حفاظت فرمائے گا اور انکے دشمن کو انکا تابع اور پست بنادیگا''۔(بخاری)

''حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما رویت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: جس شخص میں تین باتیں ہوں گی حق تعالیٰ شانہ اسے اپنے سایہ عاطفت میں ٹھکانہ دے گا اور اپنی رحمت سے ڈھانپ دے گا اور اپنا محبوب بنالے گا:(۱) جب اس کو دیا جائے شکر کرے۔(۲) اور جب بدلہ لینے پر قدرت ہو تو معاف کردے۔(۳) جب غصہ آئے تو نرم پڑ جائے''۔(حاکم)

''حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: کوئی گھونٹ حق تعالیٰ شانہ کے یہاں غصہ کا گھونٹ پینے سے زیادہ (اجر و ثواب میں) بڑا نہیں ہے جس کو بندہ محض اللہ تعالیٰ کی خوشنودی کیلئے پی جائے''۔(ابن ماجہ)

تشریح: مطلب یہ ہے کہ پینے کی بہت سی چیزیں ایسی ہیں جن کا پینا اللہ تعالیٰ کی رضا کا باعث ہوسکتا ہے لیکن ان سب میں افضل ترین اللہ تعالیٰ کی رضا جوئی کی خاطر غصہ کو پی جانا ہے۔(از معارف)

''حضرت معاذ بن انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: جو شخص غصہ کو اس حال میں پی جائے کہ اس میں اتنی طاقت اور قوت ہے کہ اپنے غصہ کے تقاضے کو وہ نافذ اور پورا کرسکتا ہے (لیکن اس کے باوجود محض اللہ تعالیٰ کے لئے اپنے غصہ کو پی جاتا ہے اور جس پر اس کو غصہ ہے اس کو کوئی سزا نہیں دیتا) تو اللہ تعالیٰ قیامت کے دن ساری مخلوق کے سامنے اس کو بلائیں گے اور اس کو اختیار دیں گے کہ جنت کی حوروں میں سے جس حور کو چاہے اپنے لئے انتخاب کرلے''۔(ابوداؤد' ترمذی' ابن ماجہ)

''حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: جب تم میں سے کسی کو غصہ آئے اور وہ کھڑا ہو تو اس کو چاہئے کہ بیٹھ جائے اگر بیٹھنے سے غصہ چلا جائے (تو ٹھیک ہے) ورنہ اس کو چاہئے کہ لیٹ جائے''۔(ابوداؤد)

تشریح: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے غصہ کے فرو کرنے کی یہ ایک نفسیاتی تدبیر بتلائی ہے جو بلاشبہ نہایت کارگر ہے۔ جس میں ایک فائدہ یہ بھی ہے کہ غصہ میں آدمی سے جو بے جا حرکتیں اور جو لغویات سرزد ہوسکتی ہیں کسی جگہ جم کر بیٹھ جانے سے ان کا امکان بہت کم ہوجاتا ہے اور پھر لیٹ جانے سے ان کا امکان اور کم سے کم تر ہوجاتا ہے۔(از معارف)

''حضرت سلیمان بن صرد رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ (ایک مرتبہ) نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم میں دو شخصوں کے درمیان کچھ سخت کلامی ہوگئی ان میں سے ایک غصہ ہونا شروع ہوا اور اس کا چہرہ سرخ ہونے لگا اور رگیں پھولنے لگیں چنانچہ نبی کریم صلی اللہ علیہو سلم نے اس کی طرف دیکھ کر ارشاد فرمایا میں ایک کلمہ جانتا ہوں اگر یہ اس کو پڑھ لے تو اس کی یہ ساری کیفیت غصہ کی چلی جائے (اور وہ کلمہ یہ ہے)''اعوذ باللہ من الشیطان الرجیم'' اس کے بعد ایک صحابی نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے یہ ارشاد سنا اس غصہ کرنے والے شخص کے پاس اٹھ کر گئے اور اس سے کہا: کیا تمہیں معلوم ہے کہ ابھی نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے کیا ارشاد فرمایا اس نے کہا نہیں انہوں نے کہا یہ ارشاد فرمایا ہے کہ میں ایسا کلمہ جانتا ہوں کہ اگر غصہ والا شخص وہ کہہ دے تو غصہ چلا جائے گا (اور وہ کلمہ)''اعوذ باللہ من الشیطان الرجیم'' ہے اس شخص نے کہا کیا تم مجھے مجنون خیال کرتے ہو''۔(بخاری' مسلم)

شیطان سے پناہ کی ضرورت

وعن معاذ بن جبل رضی الله عنه قال: استب رجلان عندالنبی صلی الله علیه وسلم فغضب احدهما غضبا شدیداً حتی خیل الی ان انفه یتمزع من شدة غضبه فقال النبی صلی الله علیه وسلم : (انی لاعلم کلمة لوقالها لذهب عنه مایجد من الغضب) فقال: ما هی یا رسول الله ؟ قال: (تقول : اللهم انی اعوذبک من الشیطان الرجیم) قال: فجعل معاذ یامره، فانی و ضحک و جعل یزداد غضباً. رواه ابو داؤد والترمذی والنسائی، کلهم من روایة عبدالرحمن بن ابی لیلی عنه وقال الترمذی: هذا حدیث مرسل عبدالرحمن بن ابی لیلی ایسمع من معاذ بن جبل

ترجمہ: ''حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی موجودگی میں دو آدمیوں کے درمیان کچھ سخت کلامی ہوگئی ان میں سے ایک شخص اتنا سخت غصہ ہوا کہ مجھے خیال ہونے لگا کہ غصہ کی شدت سے اس کی ناک ٹوٹ کر الگ ہو جائے گی (غصہ میں کانپنے لگا) نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: میں ایک دعائیہ کلمہ جانتا ہوں اگر یہ آدمی اس وقت کہہ لے تو اس کا غصہ ٹھنڈا پڑ جائے گا۔عرض کیا یا رسول اللہ! وہ کلمہ کیا ہے؟ ارشاد فرمایا یہ کہو ''اللھم انی اعوذبک من الشیطان الرجیم'' یہ سن کر حضرت معاذ رضی اللہ عنہ اس شخص کو یہ کلمہ پڑھنے کو کہتے رہے۔اس نے انکار کیا اور ہنسا اور غصہ میں بڑھتا رہا''۔(ابوداؤد، ترمذی، نسائی)

''ابووائل القاص کہتے ہیں کہ ہم عروہ بن محمد سعدی کے پاس گئے۔ایک شخص نے ان سے کوئی ایسی بات کی۔کہ ان کو ناراض کر دیا وہ اٹھے اور وضو فرمایا اور فرمایا کہ میرے والد نے میرے دادا حضرت عطیہ رضی اللہ عنہ سے یہ روایت نقل کی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: غصہ شیطان (کے اثر) سے ہوتا ہے۔شیطان کی پیدائش آگ سے ہوئی ہے اور آگ پانی سے بجھائی جاتی ہے لہذا جب تم میں سے کسی کو غصہ آئے تو اس کو چاہئے کہ وضو کر لے''۔(ابوداؤد)

''حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: ایک دوسرے سے نہ قطع تعلق کیا کرو نہ پشت پھیر کر چلو نہ باہم بغض رکھو نہ ایک دوسرے پر حسد کرو اور سب ایک اللہ کے بندے آپس میں بھائی بھائی بنو اور کسی مسلمان کو حلال نہیں کہ (قطع تعلق کر کے) اپنے بھائی کو تین دن سے زیادہ چھوڑے رکھے (مالک، بخاری، مسلم، ابوداؤد، ترمذی، نسائی) اور ایک روایت میں یہ اضافہ ہے کہ (چھوڑنے سے مراد یہ ہے کہ ایسے چھوڑے رکھے کہ جب وہ کہیں ایک دوسرے کے سامنے آئیں تو) یہ اپنا منہ ادھر کو پھیر لے اور وہ اپنا منہ دوسری طرف پھیر لے (یعنی دونوں ہی ایک دوسرے سے سلام و کلام اور ملاقات سے احتراز کریں) اور ان دونوں میں بہتر شخص وہ ہے جو (ناراضگی کو دور کرنے اور تعلقات کو بحال کرنے کے لئے) سلام میں پہل کرے اور جو سلام میں پہل کرے گا وہ جنت میں بھی پہلے جائے گا''۔

تشریح: ''تین دن سے زیادہ'' کی قید جو حدیث بالا میں مذکور ہے اس سے یہ سمجھا گیا ہے کہ اگر کسی وجہ سے ناراضگی کے اظہار کی خاطر تین دن تک ملنا جلنا چھوڑے رکھا جائے تو یہ حرام نہیں ہے کیونکہ انسان کی طبیعت میں غیظ وغضب غیرت وحمیت اور بے صبری کا جو مادہ ہے وہ بہرحال اپنا اثر ظاہر کرتا ہے اس لئے اس قدر مدت معاف کر دی گئی ہے تاکہ انسان کے ان جذبات کی بھی کچھ تسکین ہو جایا کرے اور اس تین دن کے عرصہ میں خفگی وناراضگی اور بغض ونفرت کے جذبات بھی ختم ہو جائیں یا کم سے کم ہلکے پڑ جائیں اور صلح وصفائی ہو جائے۔ (از مظاہر حق)

''حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: مسلمان کے لئے جائز نہیں کہ تین دن سے زیادہ اپنے مسلمان بھائی سے بے تعلق رہے جس نے تین دن سے زیادہ قطع تعلق رکھا اور مر گیا تو جہنم میں جائے گا''۔ (ابوداؤد، نسائی)

''نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: مومن کے لئے جائز نہیں کہ اپنے مومن بھائی کو (قطع تعلق کر کے) تین دن سے زیادہ چھوڑے رکھے اگر تین دن گزر یں تو اس کو چاہئے کہ (اپنے بھائی سے) ملے اور اس کو سلام کرے پھر اگر اس نے سلام کا جواب دے دیا تو اجر میں دونوں برابر شریک ہوئے اور اگر جواب نہ دیا تو اس کا بھی گناہ اس پر رہا اور سلام کرنے والا قطع تعلق (کے گناہ) سے نکل گیا''۔ (ابوداؤد)

''حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: کسی مسلمان کے لئے درست نہیں کہ اپنے مسلمان بھائی (سے قطع تعلق کر کے) اسے تین دن سے زیادہ چھوڑے رکھے لہذا جب اس سے ملاقات ہو تو تین مرتبہ اس کو سلام کرے اگر وہ ایک مرتبہ بھی سلام کا جواب نہ دے تو سلام کرنے والے کا (تین دن قطع تعلق کا) گناہ بھی سلام کا جواب نہ دینے والے کے ذمہ ہو گیا''۔ (ابوداؤد)

''حضرت ہشام بن عامر رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: کسی مسلمان کے لئے جائز نہیں کہ اپنے مسلمان بھائی سے تین دنوں سے زیادہ قطع تعلق رکھے اور جب تک وہ اس قطع تعلق پر قائم رہیں گے حق سے ہٹے رہیں گے اور ان دونوں میں سے جو (صلح کرنے میں) پہل کرے گا اس کا پہل کرنا اس کے قطع تعلق کے گناہ کا کفارہ ہو جائے پھر اگر اس پہل کرنے والے نے سلام کیا اور دوسرے نے سلام قبول نہ کیا اور اس کا جواب نہ دیا تو سلام کرنے والے کو فرشتے جواب دیں گے اور دوسرے کو شیطان جواب دے گا اگر اسی (پہلی) قطع تعلق کی حالت میں دونوں مر گئے تو نہ جنت میں داخل ہوں گے نہ جنت میں اکٹھے ہوں گے''۔ (احمد، ابویعلیٰ، طبرانی، صحیح ابن حبان، ابن ابی شیبہ)

دُعا کیجئے

یا اللہ! ہمیں ظاہری وباطنی ہلاکت سے بچا لیجئے اور اپنی مغفرت ورحمت کا مورد بنا دیجئے اور عذاب نار سے بچا لیجئے۔

یا اللہ! اپنے محبوب شفیع المذنبین رحمۃ للعالمین صلی اللہ علیہ وسلم کے امتی ہونے کی حیثیت سے حشر میں ہم پر اپنی رحمتیں نازل فرمایئے۔ ہم کو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی شفاعت کبریٰ نصیب فرمایئے ہمارے ظاہر کو بھی پاک کر دیجئے اور باطن کو بھی پاک کر دیجئے۔

قطع تعلق کی مذمت

وعن ابی ایوب رضی الله عنه ان رسول الله صلی الله علیه وسلم قال: (لاتدابروا ولاتقاطعوا وکونوا عبادالله اخوانا هجر المومنین ثلاثاً فان تکلما و الا اعرض الله عزوجل عنهما حتی یتکلما) رواه الطبرانی ، و راوته ثقات الا عبدالله بن عبدالعزیز اللیثی.

ترجمہ: ''حضرت ایوب رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: کہ ایک دوسرے سے قطع تعلقی کرو نہ پشت پھیر کر چلو اور سب اللہ کے بندے آپس میں بھائی بھائی بنو۔ تین دن تک قطع تعلقی کر کے اگر بات کر لی تو گناہ نہیں ورنہ اللہ تعالیٰ ان دونوں سے اعراض فرماتے رہیں گے جب تک دونوں بات نہ کر لیں''۔ (طبرانی)

''حضرت فضالہ بن عبید رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: جو شخص اپنے مسلمان بھائی سے تین دن سے زیادہ قطع تعلقی رکھے (اگر اس حالت میں مر گیا) تو جہنم میں جائے گا مگر یہ کہ اللہ تعالیٰ اپنی رحمت سے اس کی مدد فرمائیں (تو دوزخ سے بچ جائے گا)''۔ (طبرانی)

''حضرت ابو حراش حدرد اسلمی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ انہوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ ارشاد فرماتے سنا جس شخص نے (ناراضگی کی وجہ سے) اپنے مسلمان بھائی سے ایک سال تک ملنا جلنا چھوڑ دے اس نے گویا اس کا خون کیا یعنی سال بھر قطع کا گناہ اور ناحق قتل کرنے کا گناہ قریب قریب ہے''۔ (ابوداؤد، بیہقی)

''حضرت جابر رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو ارشاد فرماتے سنا: شیطان اس سے تو مایوس ہو گیا ہے کہ جزیرہ عرب میں مسلمان اس کی پرستش کریں یعنی کفر و شرک کریں لیکن ان کے درمیان فتنہ و فساد پھیلانے اور ان کو آپس میں بھڑکانے سے مایوس نہیں ہوا''۔ (مسلم)

''حضرت جابر رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: اگر دو شخص اسلام میں داخل ہو کر ایک دوسرے سے قطع تعلقی کریں تو یقیناً ان میں سے ایک اسلام (کامل) سے نکلا رہے گا جب تک تعلق بحال نہ کرے اور اسلام کامل سے نکلا رہنے والا وہ ہوگا جو ان دونوں میں سے ظلم کرنے والا ہوگا''۔ (بزار)

''حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: ہر پیر اور جمعرات کے دن اللہ تعالیٰ کے سامنے بندوں کے اعمال پیش کئے جاتے ہیں۔ چنانچہ اللہ تعالیٰ اس دن ہر اس شخص کی جو اللہ تعالیٰ کے ساتھ کسی کو شریک نہ ٹھہراتا ہو مغفرت فرما دیتے ہیں البتہ وہ شخص اس مغفرت سے محروم رہتا ہے کہ جس کی اپنے کسی (مسلمان) بھائی سے دشمنی ہو (اللہ تعالیٰ کی طرف سے فرشتوں) کو کہا جائے گا ان دونوں کو رہنے دو جب تک آپس میں صلح و صفائی نہ کر لیں ایک روایت میں دوسری بار بھی آپ نے ارشاد فرمایا کہ فرشتوں سے کہا جائے گا)''۔ (مالک، مسلم، ابوداؤد، ترمذی، ابن ماجہ)

''حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: پندرہ شعبان کی رات اللہ تعالیٰ ساری مخلوق کی طرف توجہ فرماتے ہیں اور تمام

مخلوق کی مغفرت فرماتے ہیں مگر دو شخصوں کی مغفرت نہیں ہوتی، ایک شرک کرنے والا یا وہ شخص جو کسی سے کینہ رکھے"۔ (طبرانی)

"حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: تین چیزیں ایسی ہیں کہ جس میں ان میں سے ایک بھی نہ ہو اللہ تعالیٰ جس کی چاہے گا مغفرت کر دے گا (یعنی اگر ان تین میں سے ایک بھی ہوئی تو مغفرت نہ ہوگی) پہلی چیز جو اس حال میں مرا کہ اللہ تعالیٰ کے ساتھ شریک نہ کرتا ہو دوسری چیز جادوگر نہ ہو جادوگروں کے پیچھے چلتا ہو تیسری چیز اپنے بھائی سے کینہ نہ رکھتا ہو"۔ (طبرانی، کبیر، اوسط)

"حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کہتی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک رات اٹھ کر نماز شروع کی۔ اس میں اتنا طویل سجدہ فرمایا کہ مجھے گمان ہونے لگا کہ آپ کی روح مبارک پرواز کر گئی۔ جب میں نے یہ دیکھا تو اٹھ کر آپ کے انگوٹھے مبارک کو حرکت دی تو اس میں حرکت ہوئی۔ پھر جب آپ نے سجدہ سے اپنا سر مبارک اٹھایا اور نماز سے فارغ ہوئے ارشاد فرمایا: اے عائشہ! یا فرمایا اے حمیرا! کیا تمہارا گمان تھا کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے تمہارے ساتھ بے وفائی کی۔ میں نے عرض کیا یا رسول اللہ! اللہ کی قسم! ایسی بات نہیں! بلکہ میرا گمان آپ کے طویل سجدہ کی وجہ سے یہ ہوا تھا کہ آپ کو اللہ تعالیٰ نے اپنے پاس بلا لیا۔ (آپ نے دنیا سے پردہ فرما لیا) نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: جانتی ہو یہ کون سی رات ہے؟ میں نے عرض کیا اللہ اور اس کے رسول ہی زیادہ جانتے ہیں ارشاد فرمایا: یہ پندرہ شعبان کی رات ہے اللہ عز و جل پندرہ شعبان کی رات اپنے بندوں کی طرف متوجہ ہوتا ہے استغفار کرنے والوں کو معاف کرتا ہے اور رحم طلب کرنے والوں پر رحم کرتا ہے اور کینہ رکھنے والوں کو ان کے حال پر چھوڑ رکھتا ہے۔ (ان کی مغفرت نہیں ہوتی)"۔ (بیہقی)

دُعا کیجئے

یا اللہ! ہمارے پاس اور کوئی سرمایہ نہیں، کوئی وسیلہ نہیں اقرار جرم کرتے ہیں آپ کے نبی الرحمۃ صلی اللہ علیہ وسلم کا وسیلہ پیش کر کے آپ کی رحمت کے طلب گار ہیں۔

یا اللہ! ہمیں ہر خطا و عصیان سے محفوظ رکھئے ہر تقصیر و کوتاہی سے محفوظ رکھئے۔

یا اللہ! ہم کو اپنے نبی الرحمۃ صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے شرمندگی سے بچا لیجئے اور حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کو خوش کرنے کے لئے ہم پر اور تمام امت مسلمہ پر رحم فرمائیے۔

یا اللہ! آپ کے محبوب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے امتی اس وقت جہاں جہاں بھی ہیں اور دشمنوں کی زد میں ہیں، سازشوں میں ہیں۔ ان کی حفاظت فرمائیے ان کو ہدایت دیجئے اور ان کو دشمنوں سے آزاد کر دیجئے۔ اعدائے دین کی سازشوں سے ان کو بچا لیجئے۔

اصول معاشرت

وعن ابن عباس رضی الله عنهما عن رسول الله صلی الله علیه وسلم قال: (ثلاثة لاترفع صلاتهم فوق رؤوسهم شبرا: رجل ام قوما وهم له کارهون و امراة باتت و زوجها علیها ساخط و اخوان متصارمان) رواه ابن ماجه واللفظ له' و ابن حبان فی صحیحه الا انه قال: (ثلاثه لایقبل الله لهم صلاة) فذکر نحوه

ترجمہ: ''حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: تین شخص ایسے ہیں کہ ان کی نماز ان کے سروں سے بالشت بھر بھی اوپر کو نہیں جاتی (قبول نہیں ہوتی) ایک وہ شخص جو ایسے لوگوں کو امامت کرائے جو اس کو (شرعی وجہ سے) ناپسند کرتے ہوں۔ دوسرے وہ عورت جو اس حال میں رات گزارے کہ اس کا شوہر اس پر ناراض ہو تیسرے وہ دو مسلمان بھائی جو ایک دوسرے سے قطع تعلق کئے ہوئے ہوں''۔ (ابن ماجہ)

تشریح: جن احادیث مبارکہ میں تین دن سے زیادہ قطع تعلقی پر وعیدوں کا ذکر ہے ان سے مراد یہ ہے کہ اگر اجتماعی طور پر ایک جگہ رہنے سہنے اور روزمرہ کے باہمی معاملات کی وجہ سے آپس میں نزاع ہو جایا کرتا ہے اور ایک دوسرے سے کوئی شکایت پیدا ہونے کی وجہ سے خفگی و ناراضگی کی صورت پیش آ جاتی ہے مثلاً ایک شخص کی غیبت کر دی اس کو برا بھلا کہہ دیا اور یا اس کو اس شخص سے خیر خواہی کی امید تھی مگر اس نے خیر خواہی نہ کی تو اس طرح کی صورتوں میں اگر آپس میں ناراضگی و خفگی ہو جائے اور ترک ملاقات کی نوبت آ جائے تو اس خفگی اور ترک ملاقات کو تین دن سے زیادہ نہیں رہنے دینا چاہئے' ہاں اگر تعلق کو ختم کرنا کسی دینی معاملہ کی وجہ سے ہو جیسے کوئی شخص خواہشات نفسانی کا غلام بن گیا ہو یا کوئی شخص بدعتی ہو تو اس سے ملاقات چھوڑنا اس وقت تک جائز ہے جب تک وہ توبہ کر کے راہ راست اختیار نہ کرے۔ اور حق کی طرف رجوع نہ کرے۔

علامہ سیوطی رحمۃ اللہ علیہ نے موطا کے حاشیہ میں ابن عبدالبر رحمۃ اللہ علیہ سے نقل کیا ہے کہ انہوں نے کہا کہ علماء کا اس بات پر اتفاق ہے کہ کسی شخص کو یہ خوف ہو کہ اگر میں فلاں آدمی سے سلام کروں اور اس سے ملنا جلنا رکھوں تو اس کی وجہ سے مجھے دینی یا دنیوی نقصان برداشت کرنا پڑے گا اور میرا قیمتی وقت لایعنی امور میں ضائع ہوگا تو وہ اس شخص سے کنارہ کشی اختیار کرے اور اس سے دور رہنے کی کوشش کرے لیکن یہ کنارہ کشی اور دوری اختیار کرنا اچھے انداز میں ہونا چاہئے۔ یہ نہیں کہ اس کی غیبت کی جائے اس پر عیب لگائے جائیں اور اس کے کینہ عداوت کو ظاہر کیا جائے۔

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اور صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم کے زمانہ میں ایسے بہت سے واقعات ملتے ہیں جن میں مسلمانوں کا دینی مصالح کے پیش نظر ایک دوسرے سے تین دن سے بھی زیادہ ملاقات چھوڑنے رکھنا ثابت ہے۔

(۱) چنانچہ احیاء العلوم میں صحابہ کرام رضی اللہ عنہم وغیرہ کی ایک جماعت کے بارے میں منقول ہے کہ ان میں سے بعض مرتے دم تک ملاقات چھوڑے رکھنے پر قائم رہے۔

(۲) ان میں تین صحابہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم کا واقعہ تو بہت مشہور ہے جو غزوۂ تبوک میں نہیں گئے تھے اور نبی کریم صلی اللہ

علیہ وسلم نے ان کو تمام مسلمانوں سے الگ تھلگ کر دیا تھا یہاں تک کہ ان کے اعزہ و اقارب اور ان کی بیویوں تک سے سلام ملاقات بات چیت چھوڑنے کا حکم فرمایا تھا یہ حکم اور اس پر عمل پچاس دنوں تک جاری رہا۔

(۳) خود نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے بارے میں منقول ہے کہ آپ نے ایک ماہ تک اپنی ازواج مطہرات سے ملنا جلنا چھوڑے رکھا تھا۔

(۴) حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے ایک مدت تک حضرت عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہ سے ملاقات چھوڑ رکھی تھی۔

(۵) اسی طرح حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما کے بارے میں منقول ہے کہ وہ اپنے بیٹے حضرت بلال رضی اللہ عنہ سے ایک دینی معاملہ میں اس درجہ ناراض ہوئے کہ ان سے بات چیت چھوڑ دی تھی اور ان سب واقعات میں ملاقات چھوڑنا دینی مصلحت سے تھا غرضیکہ ایسے بہت سے واقعات منقول ہیں جن سے ثابت ہوتا ہے کہ دینی معاملات میں خفگی و ناراضگی تین دن سے زیادہ بھی جاری رکھی جا سکتی ہے۔ لیکن شرط یہ ہے کہ نیت صادق اور سچی رکھی جائے اور اس میں کسی نفسانی خواہش اور دنیٰی غرض کا دخل نہ ہو۔ (از مظاہر حق حاشیہ ترغیب)

''حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: جب کوئی شخص اپنے بھائی کو ''اے کافر'' کہے تو ان دونوں میں سے ایک کی طرف ضرور لوٹے گا۔ اگر وہ شخص کافر ہو گیا تھا جیسا کہ اس نے کہا تو ٹھیک ہے ورنہ کفر خود کہنے والے کی طرف لوٹے گا''۔ (مالک' بخاری' مسلم' ابوداؤد' ترمذی)

''حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ انہوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ ارشاد فرماتے ہوئے سنا: جس نے کسی شخص کو کافر یا ''اللہ کا دشمن'' کہہ کر پکارا حالانکہ وہ ایسا نہیں ہے تو اس کا کہا ہوا خود اس پر لوٹ آتا ہے''۔ (بخاری' مسلم)

''حضرت عمران بن حصین رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: جب کسی شخص نے اپنے بھائی کو ''اے کافر'' کہا تو یہ اس کو قتل کرنے کی طرح ہے''۔ (بزار)

دُعا کیجئے

یا اللہ! موجودہ دور میں ہمیں دین اسلام پر مضبوطی سے کاربند فرما اور غیر اسلامی تہذیب کے اثرات سے ہمیں اور ہماری نسلوں کی حفاظت فرما۔

یا اللہ! ہمیں اپنی اتنی محبت عطا فرما کہ آپ کے احکامات اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی مبارک سنتوں پر چلنا ہمارے لئے نہایت سہل ہو جائے۔

یا اللہ! ہم کو اپنی عبادات و طاعات خاصہ کی توفیق' اپنے نبی الرحمۃ صلی اللہ علیہ وسلم کے اتباع کی توفیق فرمائیے۔

یا اللہ! یا اللہ لغزشوں سے نفس و شیطان کے مکائد سے ہم کو محفوظ فرمائیے۔

یا اللہ! مجبوراً معاشرہ کے غلبہ سے اور نفس و شیطان کے غلبہ سے ہم سے جو فسق و فجور کے کام ہوئے ہیں ہم ان سے نفرت کرتے ہیں اور چھوڑ دینے کا عزم کرتے ہیں۔ مگر ڈرتے ہیں کہ پھر ہم سے ان کا ارتکاب ہو جائے گا۔

یا اللہ آپ ہی محافظ حقیقی ہیں۔ رحم کرنے والے ہیں ہم پر رحم فرمائیے' ہمیں محفوظ رکھئے اور اپنا مورِدِ رحمت بنا لیجئے۔

تہذیب اخلاق

وعن ابی هريرة رضی الله عنه ان رسول الله صلی الله عليه وسلم قال: (المستبان ماقالا' فعلی البادی منهما حتی يتعدی المظلوم. رواه مسلم و ابو داؤد والترمذی.

ترجمہ: ''حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: گالم گلوچ کرنے والے دو شخص جو کچھ بھی بکتے ہیں اس کا گناہ اس پر ہوتا ہے جس نے ابتداء کی (کہ وہی دوسرے کی گالیاں بکنے کا بھی سبب ہوا) جب تک کہ یہ مظلوم زیادتی نہ کرے''۔ (مسلم' ابوداؤد' ترمذی)

تشریح: یعنی انتقام کی حد سے آگے بڑھ کر دو کی جگہ چار سنائے اس لئے کہ اضافہ میں یہ شخص ظالم اور ابتداء کرنے والا بن گیا لہٰذا گناہ میں دونوں برابر کے شریک ہو گئے۔

''حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: مسلمان کو گالی دینا بد دینی ہے اور قتل کرنا کفر ہے''۔ (بخاری' مسلم' ترمذی' نسائی' ابن ماجہ)

تشریح: بعض چیزیں زہر نہیں ہوتیں مگر زہر کا کام دے جاتی ہیں کہ ان کی عادت موت کا سبب بن جاتی ہے۔ لہٰذا اگر مسلمان کو کسی نے اس کے اسلام کی وجہ سے قتل کیا تب تو کفر حقیقی ہے اور اگر دنیوی قصہ میں یا شرعی غلط تاویل پر قتل کیا تو کفران نعمت ہے کہ اپنے قوت بازو اور اس کے وجود کی قدر نا سمجھی جو زندہ رہ کر نہ معلوم کتنی عبادتیں کرتا حق تعالیٰ نے تو مٹی میں جان ڈال کر پتلہ بنایا اور ایمان دے کر اپنا محبوب قرار دیا اور اس نے اس کو خاک میں ملا دیا اور جلتے چراغ کو پھونک مار کر بجھا دیا۔ گویا موت و حیات اپنے قبضہ میں سمجھی اور خالق اجسام وارواح کا مقابلہ کیا۔ اس لئے ہر پہلو سے سنگین جرم ہے جو عجب نہیں کفر پر مرنے کا سبب بن جائے''۔ (از درفوائد)

''حضرت عبداللہ بن عمرو رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: مسلمان کو گالی دینا اس شخص کی طرح ہے جو اپنے آپ کو ہلاکت پر پیش کرے۔ (کہ اس کی وجہ سے وہ عذاب کا مستحق ہوگا)''۔ (بزار)

''حضرت عیاض بن جمان رضی اللہ عنہ کہتے ہیں میں نے عرض کیا اے اللہ کے نبی! ایک شخص باوجودیکہ مجھ سے کم درجہ ہے مجھے برا بھلا کہتا ہے کیا اگر میں اس سے بدلہ لوں مجھ پر کوئی گناہ ہوگا۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا۔ دو شخص آپس میں گالم گلوچ کرنے والے دو شیطان ہیں جو ایک دوسرے پر جھوٹا دعویٰ کرتے ہیں اور ایک دوسرے کے خلاف جھوٹ بناتے ہیں''۔ (صحیح ابن حبان)

تشریح: مطلب یہ ہے کہ کسی کو گالی کے جواب میں گالی نہ دی جائے کہ عموماً گالی گلوچ میں حد سے تجاوز ہو جاتا ہے اور ایک دوسرے پر جھوٹے دعوے اور غلط باتیں منسوب کر دی جاتی ہیں۔

''حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: ہر دو مسلمانوں کے درمیان اللہ عزوجل کی طرف سے پردہ ہوتا ہے جب ان میں سے کوئی اپنے ساتھی کے ساتھ فحش گوئی کرتا ہے تو اس نے اللہ تعالیٰ کے پردہ کو اپنے سے ہٹا دیا (یعنی اللہ تعالیٰ اس کو رسوا کریں گے)''۔ (بیہقی)

''حضرت جابر بن سلیم رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ میں نے ایک شخص کو دیکھا کہ لوگ اس کی رائے کو مانتے ہیں اور وہ جو کچھ ان کو بتاتا ہے اس کو قبول کرتے ہیں۔ میں نے پوچھا یہ کون ہیں؟ لوگوں نے بتایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہیں میں نے کہا علیک السلام یا رسول اللہ! آپ نے فرمایا ''علیک السلام'' نہ کہو۔ یہ میت کا سلام ہے السلام علیک کہو۔ میں نے کہا آپ اللہ کے رسول ہیں! ارشاد فرمایا میں اللہ کا رسول ہوں وہ اللہ کہ جب تم کو کوئی نقصان پہنچے اور تم اس کو پکارو تو وہ تمہارے نقصان کو دور کرے اور جب تم پر قحط سالی آئے اور پھر تم اس کو پکارو تو وہ تمہارے لئے غلہ اگا دے اور جب تم چٹیل میدان میں ہو اور تمہاری سواری گم ہو جائے اور تم اس کو پکارو تو وہ تمہاری سواری تمہیں واپس کر دے۔ میں نے عرض کیا مجھے نصیحت فرمائیے۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کسی کو بھی گالی نہ دینا چنانچہ میں نے اس نصیحت کے بعد نہ کسی آزاد شخص کو نہ کسی غلام کو نہ کسی اونٹ کو نہ کسی بکری کو گالی دی آپ نے دوسری وصیت فرمائی کسی نیکی کو بھی معمولی سمجھ کر نہ چھوڑنا یہاں تک کہ اپنے مسلمان بھائی سے بشاشت اور خندہ پیشانی سے بات کرنا یہ بھی نیکی ہے اور اپنا ازار (تہبند شلوار وغیرہ) آدھی پنڈلی تک اونچا رکھنا۔ اگر ایسا نہ کیا تو (کم از کم) ٹخنوں تک اونچا رکھنا۔ (ٹخنوں سے نیچے) لٹکانے سے بچنا۔ کیونکہ یہ تکبر کی علامت ہے اور حق تعالیٰ شانہ تکبر کو پسند نہیں کرتے۔ اگر کوئی شخص تمہیں گالی دے اور تمہیں اس عیب اور برائی پر عار دلائے جو وہ تم میں جانتا ہو تو تم اس عیب اور برائی پر اسے عار نہ دلانا جو تم اس میں جانتے ہو اس صورت میں اس عار دلانے کا وبال اور نقصان و گناہ اسی پر ہوگا۔ (اور تمہارے صبر کرنے کا ثواب تمہیں ملے گا۔ جیسا کہ دوسری روایت میں ہے)''۔ (ابوداؤد، ترمذی، صحیح ابن حبان، نسائی)

دُعا کیجئے

یا اللہ! ہم سے زیادہ محتاج اور کون ہے، ہم آپ کے فضل و کرم کے بہت محتاج ہیں، ہمیں اپنا فرمانبردار بنالیجئے، اپنے نبی الرحمۃ صلی اللہ علیہ وسلم کا وفادار سچا اُمتی بنا دیجئے۔

یا اللہ! ہم سب کو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی سچی محبت عطا فرمائیے اور ہمیں اپنے بچوں کو بھی آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی محبت اور اس کے تقاضے سکھانے کی توفیق عطا فرمائیے۔

یا اللہ! ہم سب کو اپنے عقائد، عبادات، معاملات، معاشرت اور اخلاق میں علماء حق کی تعلیمات کے مطابق درست کرنے کی فکر نصیب فرمائیے۔

یا اللہ! ہم نے آج احادیث مبارکہ سے دین کا جو علم حاصل کیا ہے اُس کو صحیح انداز میں محبت و حکمت سے دوسروں تک اور خاص طور پر اپنے گھروں میں پہنچانے کی توفیق عطا فرمائیے۔ آمین

اسلامی معاشرت کی تعلیم

وعن عبدالله بن عمرو رضی الله عنهما قال: قال رسول الله صلی الله علیه وسلم: (ان من اکبر الکبائر ان یلعن الرجل والدیه) قیل: یارسول الله و کیف یلعن الرجل والدیه؟ قال: (یسب ابا الرجل فیسب اباه و یسب امه فیسب امه). رواه البخاری وغیره.

ترجمہ: ''حضرت عبداللہ بن عمرو رضی اللہ تعالیٰ عنہما روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: بڑے گناہوں میں سے بڑا گناہ یہ ہے کہ آدمی اپنے والدین پر لعنت کرے۔ عرض کیا گیا یارسول اللہ! آدمی اپنے والدین پر کیسے لعنت کرسکتا ہے ارشاد فرمایا: (اس کی صورت یہ ہے کہ) آدمی کسی کے والد کو گالی دے وہ (جوابا) اس کے والد کو گالی دے۔ اور آدمی کسی کی ماں کو گالی دے وہ (جوابا) اس کی ماں کو گالی دے (یعنی یہ شخص اپنے والدین کو گالی دیئے جانے کا سبب بنے)''۔ (بخاری وغیرہ)

''حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: صدیق کے لئے یہ مناسب نہیں ہے کہ وہ بہت زیادہ لعنت ملامت کرنے والا ہو۔ (مسلم وغیرہ) ایک روایت میں ہے کہ یہ دونوں باتیں جمع نہیں ہوسکتیں کہ صدیق بھی ہو اور لعنت کرنے والا بھی ہو''۔ (حاکم؟)

تشریح: ''صدیق'' کے معنی بہت زیادہ سچا بعض حضرات نے کہا ہے کہ ''صدیق'' اس شخص کو کہتے ہیں کہ جس کے قول وفعل کے درمیان کوئی تضاد نہ ہو۔ بلکہ پوری یکسانیت ومطابقت ہو۔ بعض نے کہا: صدیقیت ایک مقام ہے جس کا درجہ مقام نبوت کے بعد سب سے اعلیٰ ہے۔ جیسا کہ قرآن کریم کی آیت "فاولئک مع الذین انعم الله علیهم من النبیین والصدیقین والشهداء والصالحین" سے مفہوم ہوتا ہے۔

حدیث شریف کا مطلب یہ ہے کہ جو شخص سچائی کی صفت سے مزین ہو اور ایسے اونچے مقام پر پہنچ چکا ہو جو مقام نبوت کے بعد سب سے اعلیٰ ہے اور اس اعتبار سے اس کے مرتبہ کو مرتبہ نبوت سے سب سے قریبی نسبت حاصل ہے تو اس کی نشانی یہ نہیں ہونی چاہئے کہ وہ دوسروں پر لعنت کرتا رہے کیونکہ کسی کو لعنت کرنے کا مطلب یہ ہے کہ اس کو رحمت خداوندی اور بارگاہ الوہیت سے محروم اور بعید قرار دے دیا جائے جب کہ تمام انبیاء کرام علیہم السلام کا مقصد ہی یہ رہا ہے کہ وہ مخلوق خدا کو رحمت خداوندی سے بہرہ یاب کریں اور جو بارگاہ الوہیت سے دور ہو چکے ہیں ان کو قریب تر لائیں اسی وجہ سے اہل سنت والجماعت کا پسندیدہ شیوہ یہ ہے کہ لعن طعن ترک کیا جائے اور کسی بھی شخص کو لعنت نہ کی جائے اگرچہ وہ اس لعنت کا مستحق ہی کیوں نہ ہو۔ کیونکہ جو شخص اپنے قول وفعل کے ذریعہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک خود ملعون قرار دیا جا چکا ہے اس پر لعنت کرنے کی ضرورت ہی کیا باقی رہ جاتی ہے لہٰذا ایسے شخص پر لعنت کرنا اپنی زبان کو خواہ مخواہ آلودہ کرنا اس کی لعنت میں اپنا وقت صرف کرنا اپنے وقت کو ضائع کرنا ہے۔ البتہ اس کافر پر لعنت کرنے میں حرج بھی نہیں ہے جس کے بارے میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے خبر دی ہو کہ وہ کفر ہی کی حالت میں مرا ہے۔

لفظ ''لعان'' حدیث مذکور میں مبالغہ کا صیغہ ہے۔ جس کے معنی بہت زیادہ لعنت کرنے والا۔ چنانچہ ابن مالک رحمۃ اللہ علیہ نے لکھا

ہے کہ اس ارشادگرامی میں اس لفظ کا بصیغہ مبالغہ ذکر ہونا اس امر کی طرف اشارہ کرتا ہے کہ لعنت کرنے کی جو برائی اس حدیث سے واضح ہوتی ہے کہ وہ اس شخص کے حق میں نہیں ہے جس سے کبھی کبھار یعنی ایک مرتبہ یا دومرتبہ لعنت کا صدور ہو چکا ہو۔ (از مظاہر حق تغییر یسیر)

''حضرت ابو درداء رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: زیادہ لعنت کرنے والے قیامت کے دن نہ (گناہگاروں کے) سفارشی بن سکیں گے اور نہ (انبیاء علیہم السلام کی تبلیغ کے) گواہ بن سکیں گے''۔ (مسلم، ابوداؤد)

تشریح: یعنی جو دوسروں پر بہت زیادہ لعنت کرنے والے ہوں گے قیامت کے دن انبیاء علیہم السلام کی تبلیغ پر گواہی دینے کے اعزاز و اکرام سے محروم کئے جائیں گے اگر وہ چاہیں گے بھی کہ دوسرے لوگوں کی شفاعت کریں تو بھی نہ کر سکیں گے۔ (از مظاہر حق)

''حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: مومن کے لئے مناسب نہیں کہ وہ لعنت ملامت کرنے والا ہو''۔ (ترمذی)

''حضرت جرموز جہنی رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ میں نے عرض کیا یا رسول اللہ! مجھے وصیت فرمائیے ارشاد فرمایا میں تمہیں وصیت کرتا ہوں کہ تم لعنت ملامت کرنے والے نہ بننا''۔ (طبرانی، احمد)

''حضرت سمرہ بن جندب رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: ایک دوسرے کو نہ اللہ کی پھٹکار سے لعنت کیا کرو نہ اللہ کے غصہ سے اور نہ آگ سے'' (ابوداؤد، ترمذی)

تشریح: تو ملعون ہے یا تجھ پر اللہ کی پھٹکار ہے یا تجھ پر اللہ کا غضب ٹوٹے یا اللہ کی آگ برسے یا اللہ تجھے دوزخ میں لے جائے یہ سب کوسے لعن میں داخل ہیں اور ممنوع ہیں۔ (از درر فوائد)

دُعا کیجئے

یا اللہ! ہم کو اپنی عبادات وطاعات خاصہ کی توفیق، اپنے نبی الرحمۃ صلی اللہ علیہ وسلم کے اتباع کی توفیق فرمائیے۔

یا اللہ! یا اللہ لغزشوں سے نفس وشیطان کے مکائد سے ہم کو محفوظ فرمائیے۔

یا اللہ! مجبوراً معاشرہ کے غلبہ سے اور نفس وشیطان کے غلبہ سے ہم سے جو فسق وفجور کے کام ہوئے ہیں ہم ان سے نفرت کرتے ہیں اور چھوڑ دینے کا عزم کرتے ہیں۔ مگر ڈرتے ہیں کہ پھر ہم سے ان کا ارتکاب ہو جائے گا۔ یا اللہ آپ ہی محافظ حقیقی ہیں۔ رحم کرنے والے ہیں ہم پر رحم فرمائیے، ہمیں محفوظ رکھئے اور اپنا مورد رحمت بنالیجئے۔

اے اللہ! جو علم آپ نے ہمیں دیا اس سے نفع عطا فرمائے اور ہمیں وہ علم دیجئے جو ہمیں نفع دے۔

اے اللہ! تمام کاموں میں ہمارا انجام بہتر فرما اور دنیا کی رسوائی اور آخرت کے عذاب سے ہمیں محفوظ فرما۔

اے اللہ! ہم آپ سے اپنے دین میں، دنیا میں اور اہل وعیال میں معافی اور امن کا سوال کرتے ہیں۔

اے اللہ! ہم ناپسندیدہ اخلاق اور اعمال نفسانی خواہشوں اور بیماریوں سے آپ کی پناہ مانگتے ہیں۔

لعنت کی مذمت

و عن سلمة بن الاكوع رضى الله عنه قال: كنا اذا راينا الرجل يلعن اخاه راينا ان قد اتى بابا من الكبائر رواه الطبرانی باسناد جيد.

ترجمہ: ''حضرت سلمہ بن اکوع رضی اللہ تعالیٰ عنہ کہتے ہیں کہ جب ہم کسی شخص کو دیکھتے ہیں کہ وہ اپنے بھائی پر لعنت کررہا ہے تو ہم یہ سمجھتے ہیں کہ اس نے ایک بڑے کبیرہ گناہ کا ارتکاب کیا ہے''۔ (طبرانی)

''حضرت ابودرداء رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: جب بندہ کسی چیز پر لعنت کرتا ہے تو لعنت آسمان کی طرف چڑھتی ہے آسمان کے دروازے اس سے پرے ہی بند کردئے جاتے ہیں تب وہ زمین پر اترتی ہے تو اس کے دروازے بھی اس سے ورے ہی بند کردئے جاتے ہیں پھر وہ دائیں بائیں جاتی ہے پھر جب وہ کہیں گنجائش نہیں پاتی تو اس کی طرف لوٹتی ہے جس کو ملعون کہا گیا پھر اگر اس کو اس قابل پاتی ہے تو خیر ورنہ کہنے والے کی طرف پلٹتی ہے''۔ (ابوداؤد)

تشریح: حضرت مولانا عاشق الٰہی میرٹھی رحمۃ اللہ علیہ اس حدیث کے ذیل میں تحریر فرماتے ہیں گنبد کے نیچے کھڑے ہوکر کسی کا گالی دو۔ اگر چھت میں کوئی سوراخ یا دائیں بائیں کوئی دریچی کھلی پائے گی تو اس کے راستہ نکل کر یا فنا ہوجائے گی یا جس کو گالی دی اس کے کان میں پہنچے گی اور کہیں جگہ نہ پائے گی تو قائل کے کان سے ٹکرائے گی اور وہ خود سنے گا کہ جو لفظ زبان سے نکالے تھے وہ اپنے اوپر پڑرہے ہیں۔

لعنت کے معنی ہیں اللہ کی رحمت سے دور ہونا۔ جب کوئی شخص کسی کو ملعون کہتا ہے تو اس کے دو معنی ہیں۔

(۱) یا خبر ہے کہ اطلاع دیتا ہے تجھے اللہ نے اپنی رحمت سے دور پھینک دیا ہے اور یہ غیب دانی کا دعویٰ ہے اور اللہ پر حکم لگانا۔

(۲) یا انشاء ہے یعنی بددعا دیتا ہے کہ اللہ تعالیٰ تجھے راندہ درگاہ بنائے۔

اور یہ شفقت کے خلاف ہے کیونکہ مسلمان کی خواہش تو یہ ہونی چاہئے کہ ساری دنیا رحمت الٰہیہ میں داخل ہوجائے نہ یہ کہ داخل شدہ کو باہر کرے اس بناء پر نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے کسی کافر پر بھی کبھی لعنت نہیں کی کہ آپ جنت اور دائرہ رحمت الٰہیہ کی وسعت سے واقف تھے اور آپ کی عین تمنا بلکہ کوشش یہ تھی کہ تمام ملعون تائب ہوکر مرحوم ومغفور بن جائیں۔

مگر اس کے ساتھ ہی ایک درجہ معصیت اور اظہار حقیقت کا ہے کہ معصیت پر اللہ تعالیٰ کی ناراضگی مرتب ہوتی ہے اور اس کا مرتکب بے شک اللہ تعالیٰ کی رحمت سے دور ہے لہذا شخصیت پر تو لعنت کا حکم لگانا ممنوع ہے مگر معصیت کے ساتھ متصف پر لعنت کرنا جائز بلکہ مامور ہے مثلاً ''جھوٹے پر لعنت'' یا ''سود خور پر پھٹکار'' کہ یہ لعنت اصل میں جھوٹ اور سود خوری پر ہے اور تبعاً اس کے فاعل ومتصف پر (یعنی جھوٹ بولنے والے اور سود کھانے والے پر ہے) چنانچہ ایسی لعنتیں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے ثابت ہیں۔ اب کسی کو ملعون کہنے کا ایک درجہ یہ بھی نکل سکتا ہے کہ دعویٰ کرتا ہے اس میں ایسی معصیت کا کہ مثلاً کذب موجود ہے جس نے اس کو مستحق لعنت بنادیا ہے تو اب دیکھنا یہ ہے کہ اس دعویٰ میں سچا ہے یا جھوٹا۔ اگر سچا ہے تو کچھ گناہ نہیں

مگر ثواب بھی نہیں۔ اور اگر جھوٹا ہے تو خود مستحق لعنت ہو گیا۔ اور حشر کے دن شفاعت اور شہادت دونوں کے قابل نہ رہا۔ چونکہ اس کے اکثر پہلو پر خطر ہیں اس لئے معین شے یا شخص پر لعنت کرنا مطلقاً ممنوع ہے۔ اور ارشاد ہے کہ لعنت کرنا مومن کی شان ہی نہیں۔ (از درر)

''حضرت عمران بن حصین رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کسی سفر میں تھے کہ انصار کی ایک عورت نے جو کہ اونٹنی پر سوار تھی (اس کی سست رفتاری سے) تنگ ہو کر اس کو لعنت کی، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کو سن لیا اور فرمایا جو کچھ اس پر لدا ہوا ہے اسے اتار لو۔ اور اونٹنی کو چھوڑ دو کیونکہ یہ ملعونہ ہے۔ عمران رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ گویا میں اسے دیکھ رہا ہوں کہ آدمیوں میں چلتی پھرتی ہے اور اس سے کوئی تعرض نہیں کرتا''۔ (مسلم وغیرہ)

تشریح: یہ تنبیہ تھی کہ جب تیرے لئے ملعون ہے تو اس سے نفع کیوں اٹھاتی ہے۔ لہٰذا یہ سزا خود مالک کے لئے اور دوسروں کے لئے کافی عبرت ہوگئی کہ آئندہ بے زبان جانور کے لئے لعنت کا لفظ استعمال نہ کریں۔ (از درر)

''حضرت سمرہ بن جندب رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: ایک دوسرے کو نہ اللہ کی پھٹکار سے لعنت کیا کرو نہ اللہ کے غصہ سے اور نہ آگ سے'' (ابوداؤد، ترمذی)

تشریح: تو ملعون ہے یا تجھ پر اللہ کی پھٹکار ہے یا تجھ پر اللہ کا غضب ٹوٹے یا اللہ کی آگ برسے یا اللہ تجھے دوزخ میں لے جائے یہ سب کو سے لعن میں داخل ہیں اور ممنوع ہیں۔ (از درر فوائد)

''حضرت سلمہ بن اکوع رضی اللہ تعالیٰ عنہ کہتے ہیں کہ جب ہم کسی شخص کو دیکھتے ہیں کہ وہ اپنے بھائی پر لعنت کر رہا ہے تو ہم یہ سمجھتے ہیں کہ اس نے ایک بڑے کبیرہ گناہ کا ارتکاب کیا ہے''۔ (طبرانی)

دُعا کیجئے

اے اللہ! تمام کاموں میں ہمارا انجام بہتر فرما اور دنیا کی رسوائی اور آخرت کے عذاب سے ہمیں محفوظ فرما۔

اے اللہ! ہم آپ سے اپنے دین میں، دنیا میں اور اہل وعیال میں معافی اور امن کا سوال کرتے ہیں۔

اے اللہ! ہمارے دل کو نفاق سے عمل کو ریا سے زبان کو جھوٹ سے اور آنکھ کو خیانت سے پاک فرما دیجئے کیونکہ آپ آنکھوں کی چوری اور جو کچھ دل چھپاتے ہیں جانتے ہیں۔

اے اللہ! ہمارے دلوں کے تالے کھول دے اپنے ذکر کے ساتھ اور ہم پر اپنی نعمت کو پورا فرما۔ اور ہم پر اپنا فضل کامل کر اور ہمیں اپنے نیک بندوں میں سے فرما دیجئے۔ آمین

لعنت کرنا ایک گناہ کبیرہ

وعن ابی الدرداء رضی الله عنه قال: قال رسول الله صلی الله علیه وسلم : (ان العبد اذا لعن شیئا صعدت اللعنة الی السماء فتغلق ابواب السماء دونها ثم تهبط الی الارض فتغلق ابوابها دونها ثم تاخذیمینا و شمالا فان لم تجدمساغاً رجعت الی الذی لعن فان کان اهلاً والارجعت الی قائلها). رواه ابوداؤد

ترجمہ: ''حضرت ابودرداء رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: جب بندہ کسی چیز پر لعنت کرتا ہے تو لعنت آسمان کی طرف چڑھتی ہے آسمان کے دروازے اس سے پرے ہی بند کر دئے جاتے ہیں تب وہ زمین پر اترتی ہے تو اس کے دروازے بھی اس سے ورے ہی بند کر دئے جاتے ہیں پھر وہ دائیں بائیں جاتی ہے پھر جب وہ کہیں گنجائش نہیں پاتی تو اس کی طرف لوٹتی ہے جس کو ملعون کہا گیا پھر اگر اس کو اس قابل پاتی ہے تو خیر ورنہ کہنے والے کی طرف پلٹتی ہے''۔ (ابوداؤد)

تشریح: حضرت مولانا عاشق الٰہی میرٹھی رحمۃ اللہ علیہ اس حدیث کے ذیل میں تحریر فرماتے ہیں گنبد کے نیچے کھڑے ہو کر کسی کا گالی دو۔ اگر چھت میں کوئی سوراخ یا دائیں بائیں کوئی دریچی کھلی پائے گی تو اس کے راستہ نکل کر یا فنا ہو جائے گی یا جس کو گالی دی اس کے کان میں پہنچے گی اور کہیں جگہ نہ پائے گی تو قائل کے کان سے ٹکرائے گی اور وہ خود سنے گا کہ جو لفظ زبان سے نکالے تھے وہ اپنے اوپر پڑ رہے ہیں۔

لعنت کے معنی ہیں اللہ کی رحمت سے دور ہونا۔ جب کوئی شخص کسی کو ملعون کہتا ہے تو اس کے دو معنی ہیں۔

(۱) یا خبر ہے کہ اطلاع دیتا ہے تجھے اللہ نے اپنی رحمت سے دور پھینک دیا ہے اور یہ غیب دانی کا دعویٰ ہے اور اللہ پر حکم لگانا۔

(۲) یا انشاء ہے یعنی بددعا دیتا ہے کہ اللہ تعالیٰ تجھے راندہ درگاہ بنائے۔

اور یہ شفقت کے خلاف ہے کیونکہ مسلمان کی خواہش تو یہ ہونی چاہئے کہ ساری دنیا رحمت الٰہیہ میں داخل ہو جائے نہ یہ کہ داخل شدہ کو باہر کرے اس بناء پر نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے کسی کافر پر بھی کبھی لعنت نہیں کی کہ آپ جنت اور دائرہ رحمت الٰہیہ کی وسعت سے واقف تھے اور آپ کی عین تمنا بلکہ کوشش یہ تھی کہ تمام ملعون تائب ہو کر مرحوم و مغفور بن جائیں۔

مگر اس کے ساتھ ہی ایک درجہ معصیت اور اظہار حقیقت کا ہے کہ معصیت پر اللہ تعالیٰ کی ناراضگی مرتب ہوتی ہے اور اس کا مرتکب بے شک اللہ تعالیٰ کی رحمت سے دور ہے لہٰذا شخصیت پر تو لعنت کا حکم لگانا ممنوع ہے مگر معصیت کے ساتھ متصف پر لعنت کرنا جائز بلکہ مامور ہے مثلاً ''جھوٹے پر لعنت'' یا ''سود خور پر پھٹکار'' کہ یہ لعنت اصل میں جھوٹ اور سود خوری پر ہے اور تبعاً اس کے فاعل و متصف پر (یعنی جھوٹ بولنے والے اور سود کھانے والے پر ہے) چنانچہ ایسی لعنتیں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے ثابت ہیں۔ اب کسی کو ملعون کہنے کا ایک درجہ یہ بھی نکل سکتا ہے کہ دعویٰ کرتا ہے اس میں ایسی معصیت کا کہ مثلاً کذب موجود ہے

جس نے اس کو مستحق لعنت بنا دیا ہے تو اب دیکھنا یہ ہے کہ اس دعویٰ میں سچا ہے یا جھوٹا۔ اگر سچا ہے تو کچھ گناہ نہیں مگر ثواب بھی نہیں۔ اور اگر جھوٹا ہے تو خود مستحق لعنت ہو گیا۔ اور حشر کے دن شفاعت اور شہادت دونوں کے قابل نہ رہا۔ چونکہ اس کے اکثر پہلو پر خطر ہیں اس لئے معین شے یا شخص پر لعنت کرنا مطلقاً ممنوع ہے۔ اور ارشاد ہے کہ لعنت کرنا مومن کی شان ہی نہیں۔ (از درر)

''حضرت عمران بن حصین رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کسی سفر میں تھے کہ انصار کی ایک عورت نے جو کہ اونٹنی پر سوار تھی (اس کی سست رفتاری سے) تنگ ہو کر اس کو لعنت کی' رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کو سن لیا اور فرمایا جو کچھ اس پر لدا ہوا ہے اسے اتار لو۔ اور اونٹنی کو چھوڑ دو کیونکہ یہ ملعونہ ہے۔ عمران رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ گویا میں اسے دیکھ رہا ہوں کہ آدمیوں میں چلتی پھرتی ہے اور اس سے کوئی تعرض نہیں کرتا''۔ (مسلم وغیرہ)

تشریح: یہ تنبیہ تھی کہ جب تیرے لئے ملعون ہے تو اس سے نفع کیوں اٹھاتی ہے۔ لہذا یہ سزا خود مالک کے لئے اور دوسروں کے لئے کافی عبرت ہو گئی کہ آئندہ بے زبان جانور کے لئے لعنت کا لفظ استعمال نہ کریں۔ (از درر)

''حضرت انس رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ ایک شخص نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ جا رہا تھا اس نے اپنے اونٹ کو لعنت کی۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا اے اللہ کے بندے! ہمارے ساتھ ایسے اونٹ پر نہ چل جو ملعون ہے''۔ (ابو یعلیٰ ابن ابی الدنیا)

''حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کسی چھوٹے سفر میں تھے ایک شخص نے ایک اونٹنی کو لعنت کی۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اس کا مالک کہاں ہے؟ اس شخص نے کہا میں ہی ہوں۔ فرمایا: اس کو پیچھے کر دو (اس کو ساتھ نہ لو) کہ تیری بد دعا اس کے بارہ میں قبول ہو چکی ہے''۔ (احمد)

تشریح: وہ اونٹنی رحمت خداوندی سے اس معنی میں دور ہو گئی کہ جس کی سواری میں رہے گی فلاح و مسرت کا سبب نہ بنے گی۔ یا یہ مطلب ہے کہ انسان کسی کو بد دعا دیتا ہے تو یہی خواہش رکھتا ہے کہ قبول ہو۔ لہذا سمجھ لے کہ قبول ہو گئی۔ لہذا وہ برتاؤ کر جو ملعون کے ساتھ ہونا چاہئے کیونکہ شریف کا کام ہے کہ جو زبان سے کہے اس کو پورا کر کے دکھائے۔ (از درر باختصار)

دُعا کیجئے

یا اللہ! ہم کو اپنی عبادات و طاعات خاصہ کی توفیق' اپنے نبی الرحمۃ صلی اللہ علیہ وسلم کے اتباع کی توفیق فرمائیے۔

یا اللہ! یا اللہ لغزشوں سے نفس و شیطان کے مکائد سے ہم کو محفوظ فرمائیے۔

یا اللہ! مجبوراً معاشرہ کے غلبہ سے اور نفس و شیطان کے غلبہ سے' ہم سے جو فسق و فجور کے کام ہوئے ہیں ہم ان سے نفرت کرتے ہیں اور چھوڑ دینے کا عزم کرتے ہیں۔ مگر ڈرتے ہیں کہ پھر ہم سے ان کا ارتکاب ہو جائے گا۔ یا اللہ آپ ہی محافظ حقیقی ہیں۔ رحم کرنے والے ہیں' ہم پر رحم فرمائیے' ہمیں محفوظ رکھئے اور اپنا مورد رحمت بنا لیجئے۔

یا اللہ! ہم سے زیادہ محتاج اور کون ہے' ہم آپ کے فضل و کرم کے بہت محتاج ہیں' ہمیں اپنا فرمانبردار بنا لیجئے' اپنے نبی الرحمۃ صلی اللہ علیہ وسلم کا وفادار' سچا اُمتی بنا دیجئے'

ماتحتوں کے حقوق

وعن زید بن خالد الجھنی رضی اللہ عنہ قال: قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم : (لاتسبوا الدیک فانہ یوقظ للصلاۃ) رواہ ابوداؤد و ابن حبان فی صحیحہ الا انہ قال: (فانہ یدعو للصلاۃ) رواہ النسائی مسنداً و مرسلاً.

ترجمہ: ''حضرت زید بن خالد جہنی رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: مرغ کو برا نہ کہو کہ وہ نماز کے لئے جگاتا ہے۔ایک روایت میں ہے وہ نماز کی دعوت دیتا ہے''۔(ابوداؤد'نسائی)

تشریح: جانوروں کو بھی سخت لفظ نکالنا برا ہے کہ اللہ کی بے زبان مخلوق ہے اور معذور ہے لہذا جو جانور کسی وجہ میں اطاعت کا سبب بنے اس کو گندے لفظ سے یاد کرنا تو کفران نعمت بھی ہے بعید نہیں کہ طاعت کی توفیق سلب ہوجائے۔(از درر)

''حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ (ایک مرتبہ) ایک مرغ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس چیخا۔اس کو ایک شخص نے برا کہا۔آپ نے مرغ کو برا کہنے سے منع فرمایا۔اور ایک روایت میں آپ نے فرمایا کہ اس کو لعنت نہ کرو نہ برا کہو کیونکہ وہ نماز کے لئے بلاتا ہے''۔(بزار'طبرانی)

''حضرت انس رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس تھے کہ ایک شخص کو پسو نے کاٹ لیا۔اس نے اس کو لعنت کی نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا اس کو لعنت نہ کرو اس نے انبیاء علیہم السلام میں سے ایک نبی کو نماز کے لئے جگایا تھا۔اور ایک روایت میں ہے کہ اس نے ایک نبی کو نماز فجر کے لئے جگایا تھا۔ایک روایت میں ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے پسوؤں کا ذکر آیا آپ نے ارشاد فرمایا یہ نماز کے لئے جگاتے ہیں''۔(ابویعلی'بزار'طبرانی)

''حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت ہے کہ ایک شخص نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس بیٹھے ہوئے ہوا پر لعنت کی۔رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: ہوا پر لعنت نہ کرو۔کہ وہ (بے چاری تو) مامور ہے۔(کہ اللہ تعالیٰ کا اسے جیسے حکم ہوتا ہے ویسے ست یا تیز چلتی ہے) اور جو ایسی چیز پر لعنت کرتا ہے جو اس کی اہل نہیں تو لعنت اسی (کہنے والے پر) پلٹتی ہے''۔(ابوداؤد'ترمذی'صحیح ابن حبان)

''حضرت ابودرداء رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: جو شخص کسی کو بدنام کرنے کے لئے اس میں ایسی برائی بیان کرے جو اس میں نہ ہوتی ہو تو اللہ تعالیٰ اسے دوزخ کی آگ میں قید رکھے گا یہاں تک کہ وہ اس برائی کو ثابت کردے (اور کیسے ثابت کر سکے گا)۔''(طبرانی)

''حضرت عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ وہ اپنی پھوپھی سے ملنے گئے ان کی پھوپھی نے ان کے لئے کھانا منگوایا۔خادمہ نے کھانا لانے میں دیر کی انہوں نے خادمہ سے (غصہ میں) کہہ دیا اے زانیہ: جلدی کیوں نہیں لے آئی۔عمرو رضی اللہ عنہ نے کہا سبحان اللہ! تم نے اس خادمہ پر بڑی بات کہہ دی کیا تم اس کے زنا پر مطلع ہو۔انہوں نے کہا اللہ کی قسم! نہیں حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے کہا میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو ارشاد فرماتے سنا ہے جس نے اپنی باندی کو اے زانیہ! کہا۔حالانکہ وہ اس کے زنا پر مطلع نہ ہو۔قیامت کے دن اس کی

باندی الزام دینے والے کو کوڑے لگائے گی۔ کیونکہ باندیوں پر زنا کی تہمت لگانے پر دنیا میں کوئی حد نہیں ہے۔'' (حاکم)

''حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: آدمی زمانہ کو برا بھلا کہتا ہے حالانکہ زمانہ میں ہوں کہ میرے ہی ہاتھ میں رات اور دن ہے اور ایک روایت میں ہے کہ میں اس کی رات اور دن کو گردش دیتا ہوں۔ اور جب چاہوں دن رات کو سمیٹ لوں گا''۔ (مسلم)

''ایک روایت میں ہے تم میں سے کوئی زمانہ کو برا نہ کہے کیونکہ اللہ تعالیٰ ہی زمانہ ہے (یعنی وہی زمانہ میں جو چاہتا ہے کرتا ہے)۔'' (مسلم)

''حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: اللہ تعالیٰ فرماتا ہے ابن آدم مجھے ایذا دیتا ہے کہ کہتا ہے ہائے زمانہ بڑا خراب تم میں سے کوئی یوں نہ کہے کہ ہائے زمانہ خراب کیونکہ زمانہ میں ہوں کہ گردش دیتا ہوں اس کی رات اور دن کو''۔ (ابوداؤد' حاکم)

تشریح: عوام الناس بالخصوص شعراء حوادث اور پریشانیوں کو زمانہ کی طرف منسوب کر کے اس کو برا بھلا کہتے ہیں کہ ہائے گردش زمانہ نے مار لیا۔ ہائے زمانہ نے پیس دیا حالانکہ زمانہ نام ہے گردش لیل ونہار کا اور وہ خود بے حس اور محکوم ہے کہ اس کی گردش اللہ کے ہاتھ میں ہے اور وہی حوادث کا خالق اور حالات کے بدلنے میں تصرف کرنے والا ہے لہٰذا زمانہ کو برا کہنا درحقیقت اللہ موجد زمانہ کو برا کہنا ہے جیسے کوئی سست رفتار ریل کو کہے کمبخت چھکڑا ہے تو یہ الزام درحقیقت ڈرائیور کو ہے جو اس کو کم رفتار پر چلا رہا ہے ورنہ بے چاری ریل کا اس میں کیا دخل۔ (از درر)

''حضرت عبدالرحمٰن بن ابی لیلیٰ رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ ہمیں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابہ نے یہ قصہ سنایا کہ وہ ایک مرتبہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ جا رہے تھے کہ ان میں سے ایک صحابی کو نیند آ گئی دوسرے آدمی نے جا کر (مذاق میں) اس کی رسی لے لی۔ (جب سونے والے کی آنکھ کھلی اور اسے اپنی رسی نظر نہ آئی) تو وہ پریشان ہو گیا اس پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: کسی مسلمان کے لئے یہ حلال نہیں ہے کہ وہ کسی مسلمان کو ڈرائے''۔ (ابوداؤد)

تشریح: مطلب یہ ہے کہ مذاق میں بھی کسی مسلمان کو ڈرانا جائز نہیں۔

دُعا کیجئے

یا اللہ! ہمارے پاس اور کوئی سرمایہ نہیں' کوئی وسیلہ نہیں اقرار جرم کرتے ہیں آپ کے نبی الرحمۃ صلی اللہ علیہ وسلم کا وسیلہ پیش کر کے آپ کی رحمت کے طلب گار ہیں۔

یا اللہ! اس ماہ کا ایک ایک لحہ' ایک ایک سانس ہمارے لئے باعث رحمت بنا دیجئے۔

یا اللہ! ہمیں ہر خطا وعصیان سے محفوظ رکھئے ہر تقصیر وکوتاہی سے محفوظ رکھئے۔

مسلمان کے حقوق

وعن النعمان بن بشير رضى الله عنهما قال: كنا مع رسول الله صلى الله عليه وسلم في مسير فخفق رجل على راحلته فاخذ رجل سهما من كنانته' فانتبه الرجل ففزع' فقال رسول الله صلى الله عليه وسلم :(لايحل لرجل ان يروع مسلماً) رواه الطبراني في الكبير و رواته ثقات و رواه البزار من حديث ابن عمر مختصراً (لايحل لمسلم او مومن ان يروع مسلماً)

ترجمہ: ''حضرت نعمان بن بشیر رضی اللہ تعالیٰ عنہما کہتے ہیں کہ ہم ایک سفر میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ تھے کہ ایک شخص کو اپنی سواری پر اونگھ آ گئی دوسرے کسی شخص نے (اسی دوران) اس کے ترکش میں سے تیر لے لیا۔ جب وہ اچانک بیدار ہوا تو (تیر نہ پا کر) پریشان ہو گیا اس پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کسی شخص کے لئے جائز نہیں کہ کسی مسلمان کو ڈرائے۔ اور ایک روایت میں ہے کہ کسی مسلمان یا مومن کے لئے حلال نہیں کہ کسی مسلمان کو ڈرائے''۔ (طبرانی' بزار)

''حضرت یزید رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ انہوں نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ ارشاد فرماتے ہوئے سنا: تم میں سے کوئی شخص اپنے بھائی کے سامان کو نہ مذاق میں لے اور نہ حقیقت میں (بغیر اجازت کے) لے''۔ (ترمذی)

''حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: تم میں سے کوئی شخص اپنے مسلمان بھائی کی طرف ہتھیار سے اشارہ نہ کرے اس لئے کہ اس کو معلوم نہیں کہ کہیں شیطان اس کے ہاتھ سے ہتھیار کھینچ لے (ہتھیار اشارے اشارے میں مسلمان بھائی کے جا لگے اور اس کی سزا میں وہ اشارہ کرنے والا) جہنم میں جا گرے''۔ (بخاری' مسلم)

''حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ابوالقاسم محمد صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: جو شخص اپنے مسلمان بھائی کی طرف لوہے یعنی ہتھیار وغیرہ سے اشارہ کرتا ہے اس پر فرشتے اس وقت تک لعنت کرتے رہتے ہیں جب تک کہ وہ اس (لوہے سے اشارہ کرنے) کو چھوڑ نہیں دیتا اگرچہ وہ اس کا حقیقی بھائی ہی کیوں نہ ہو''۔ (مسلم)

''حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو ارشاد فرماتے ہوئے سنا جب دو مسلمان اپنی تلواریں لے کر ایک دوسرے کے سامنے آئیں (اور ان میں سے ایک دوسرے کو قتل کر دے) تو قاتل و مقتول دونوں (دوزخ کی) آگ میں ہوں گے''۔

''اور ایک روایت میں ہے کہ جب دو مسلمانوں میں سے ایک دوسرے پر ہتھیار اٹھائے تو دونوں جہنم کے کنارے پر ہوں گے جب ایک دوسرے کو قتل کر دے تو دونوں جہنم میں داخل ہوں گے ہم نے عرض کیا یا عرض کیا گیا۔ یا رسول اللہ! قاتل کا دوزخ میں جانا تو ظاہر ہے لیکن مقتول (دوزخ میں) کیوں جائے گا؟

آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا اس لئے کہ اس نے بھی تو اپنے ساتھی کو قتل کرنے کا ارادہ کیا تھا''۔ (بخاری، مسلم)

''حضرت ابودرداء رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: کیا میں تمہیں ایک ایسا عمل نہ بتا دوں جس کے ثواب کا درجہ روزے، نماز، اور صدقہ کے ثواب سے زیادہ ہے۔ صحابہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم نے عرض کیا ضرور ارشاد فرمائیے آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: (آپس میں دشمنی رکھنے والے) دو شخصوں کے درمیان صلح کرانا۔ (اس کے بعد فرمایا کہ) اور دو آدمیوں کے درمیان فساد بگاڑ پیدا کرنا ایک ایسی خصلت ہے جو مونڈنے والی ہے۔ (یعنی اس خصلت کی وجہ سے مسلمانوں کے معاملات اور دین میں نقصان و خلل پیدا ہوتا ہے)''۔ (ابوداؤد، ترمذی، صحیح ابن حبان)

تشریح: ملا علی قاری رحمۃ اللہ علیہ نے بعض حضرات کا یہ قول نقل کیا ہے کہ حدیث پاک میں صلح کرانے کو جو روزہ، صدقہ اور نماز سے افضل کہا گیا ہے یہاں فرض نماز، فرض روزہ، فرض صدقہ مراد نہیں بلکہ نوافل مراد ہیں اس کے بعد ملا علی قاری رحمۃ اللہ علیہ ا لکھتے ہیں کہ میرا کہنا یہ ہے کہ ویسے تو یہ اللہ ہی بہتر جانتا ہے کہ حقیقی مراد کیا ہے لیکن اگر دو فریقوں کے درمیان پائی جانے والی دشمنی و عداوت و دشمنی کو ختم کرانا اور دونوں فریقوں کے درمیان صلح صفائی کرانا مذکورہ فرض عبادات سے بھی افضل ہو کیونکہ اول تو وہ عبادات ایسا عمل ہے جو کسی وقت چھوٹ جائیں تو ان کی قضا ہو سکتی ہے جب کہ اس عداوت و دشمنی کے نتیجہ میں ہلاک ہونے والی جانیں تباہ و برباد ہونے والے مال و اسباب اور بے حرمت ہونے والی عزت و ناموس کی مکافات ممکن نہیں۔ دوسرے یہ کہ ان عبادات کا تعلق حقوق اللہ سے ہے اور مذکورہ ہلاکت و تباہی کا تعلق حقوق اللہ سے زیادہ حقوق العباد کی اہمیت ہے۔ لہٰذا اس حقیقت کی بنا پر یہ کہنا زیادہ صحیح ہو سکتا ہے کہ جنس عمل کو ان عبادات پر جزوی فضیلت بہر حال حاصل ہے اور حدیث پاک کے آخری جملہ ''دو آدمیوں کے درمیان فساد و بگاڑ پیدا کرنا ایک ایسی خصلت ہے جو مونڈنے والی ہے'' کا مطلب یہ ہے کہ لوگوں کے درمیان افتراق و انتشار کے فتنہ کا بیج بونا ایک ایسی خصلت ہے جو دین کو تباہ و برباد کر دیتی ہے اور ثواب کے حصول کو بالکل ختم کر دیتی ہے۔ جیسا کہ استرا بالوں کو جڑ سے صاف کر دیتا ہے۔ (از مظاہر حق باختصار)

اور مولانا عاشق الٰہی رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں کہ ہر قسم کی قومی اور ملکی بہبودی جو کہ متعدی نفع ہے چونکہ باہمی اتفاق پر موقوف ہے لہٰذا عبادات کے لازمی نفع سے مقدم ہے۔ (از درر)

دُعا کیجئے

یا اللہ! ہمارے پاس اور کوئی سرمایہ نہیں، کوئی وسیلہ نہیں اقرار جرم کرتے ہیں آپ کے نبی الرحمۃ صلی اللہ علیہ وسلم کا وسیلہ پیش کر کے آپ کی رحمت کے طلب گار ہیں۔

یا اللہ! آپ کے محبوب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے امتی اس وقت جہاں جہاں بھی ہیں اور دشمنوں کی رد میں ہیں، سازشوں میں ہیں۔ ان کی حفاظت فرمایئے ان کو ہدایت دیجئے اور ان کو دشمنوں سے آزاد کر دیجئے۔ اعدائے دین کی سازشوں سے ان کو بچا لیجئے۔

آپس میں صلح کی اہمیت

وعن ام کلثوم بنت عقبة بن ابی معیط رضی الله عنها: ان النبی صلی الله علیه وسلم قال: (لم یکذب من نمی بین اثنین لیصلح)

ترجمہ: ''حضرت ام کلثوم (بنت عقبہ بن ابی معیط) سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا وہ آدمی جھوٹا نہیں ہے جو باہم لڑنے والے آدمیوں کے درمیان صلح کرانے کی کوشش کرے اور اس سلسلہ میں (ایک فریق کی طرف سے دوسرے فریق کو) خیر اور بھلائی کی باتیں پہنچائے اور (اچھا اثر ڈالنے والی) اچھی باتیں کرے''۔(ابوداؤد)

''حضرت عبداللہ بن عمرو رضی اللہ تعالیٰ عنہما روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: سب سے افضل صدقہ آپس میں صلح کرانا ہے''۔(طبرانی' بزار)

''حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے نقل کرتے ہیں کہ تم لوگوں کی عورتوں سے عفت و پاکدامنی اختیار کرو (یعنی تم دوسری عورتوں پر بری نظر نہ رکھو) تمہاری عورتیں (دوسرے لوگوں سے) عفیفت اور پاکدامن رہیں گی۔ تم اپنے والد کے ساتھ اچھا سلوک کرو نیکی کرو تمہارے بیٹے تمہارے ساتھ اچھا سلوک کریں گے اور جس کا کوئی (مسلمان بھائی عذر لے کر آئے تو وہ اس کے عذر کو قبول کرے خواہ وہ عذر خواہی صحیح ہو یا غلط اگر وہ عذر قبول نہیں کرے گا تو اسے میرے حوض پر آنا نصیب نہ ہوگا''۔(حاکم)

''حضرت جودان رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا جو شخص اپنے کسی مسلمان بھائی سے (اپنے کسی قصور پر) عذر خواہی کرے اور وہ مسلمان شخص (اس کو معذور نہ قرار دے کر) اس کے عذر کو قبول نہ کرے (مثلاً یوں کہے کہ تمہیں کوئی عذر نہ تھا بلکہ تم عذر کے نام پر جھوٹ بولتے ہو یا یوں کہے کہ تم عذر تو رکھتے ہو مگر میں تمہارا عذر قبول نہیں کرتا) تو وہ اسی درجہ کا گنہگار ہوگا جس درجہ کا محصول لینے والا عشر لینے والا گنہگار ہوتا ہے''۔(ابوداؤد)

تشریح: ناحق محصول لینے والا' اور خلاف شرع محصولات لگانے والا بہت سخت گنہگار ہوتا ہے۔ ایک حدیث میں فرمایا گیا ہے کہ وہ جنت میں نہ جائے گا۔ عذر خواہی کو قبول نہ کرنے اور محصول لینے والے میں مشابہت کی وجہ شاید یہ ہے کہ عذر قبول نہ کرنے والا بھی محصول لینے والے کی طرح عذر قبول نہیں کرتا کوئی تاجر لاکھ کہے کہ مجھ پر اس قدر محصول نہیں آتا یا میرے پاس تجارت کا مال نہیں بلکہ امانت کا ہے اور یا یہ کہ میں قرض دار ہوں۔ یہ محصول ادا نہیں کر سکتا وغیرہ وغیرہ مگر وہ اس کی کسی بات کو تسلیم نہیں کرتا اور اس سے زبردستی محصول وصول کرتا ہے۔

''حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: چغل خور آدمی جنت میں داخل نہ ہو سکے گا''۔(بخاری' مسلم' ابوداؤد' ترمذی)

تشریح: مطلب یہ ہے کہ چغل خوری کی عادت ان سنگین گناہوں میں سے ہے جو جنت کے داخلہ میں رکاوٹ بننے والے ہیں اور کوئی آدمی اس گندی اور شیطانی عادت کے ساتھ جنت میں نہ جا سکے گا۔ ہاں اگر اللہ تعالیٰ اپنے فضل و کرم سے کسی کو معاف کر کے یا اس جرم کی سزا دے کر اس کو پاک کر دے تو

اس کے بعد داخلہ ہو سکے گا۔

''چغل خوری'' کے معنی ہیں کسی کی خطا کو ایسے شخص تک پہنچانا جو سزا پر قدرت رکھتا ہو اور یہ سنگدلی کا اثر ہے کہ اپنے بھائی کو دکھ میں دیکھے بلکہ اپنے ہاتھوں ڈالنے سے خوش ہوتا ہے۔ ایسی گندی طبیعت عقلاً بھی جنت کے شایان شان نہیں کہ وہاں ہر شخص کو اس کی خواہش کے موافق عطا کرنے کا وعدہ ہے لہذا اگر چغل خور جنت میں بھی گیا تو اہل جنت کی راحت دیکھ کر چاہے گا کہ ان کو عذاب میں مبتلا دیکھے اس کی خواہش پوری کی جائے تو ان کی عزت چھنی جائے اور ان کو خوش رکھا جائے تو اس کی خواہش پوری نہ ہو اس لئے یہ جنت میں جانے کے قابل نہیں۔

البتہ چغل خوری یا غیبت اگر خودغرضی کے لئے نہیں بلکہ خود مجرم کی یا دوسروں کی اصلاح کے لئے ہو تو ایسا ہے جیسا کہ کسی کے مرض کا طبیب سے کہنا یہ اس کے نشتر لگوانا یا اس نیت سے اس کے ہاتھ کٹوانا کہ جان اور باقی جسم بچ جائے۔ لہذا جہاں شریعت میں اس کی اجازت یا صحابہ رضی اللہ عنہم سے ارتکاب اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے اس کی سماع ثابت ہو وہ ایسے ہی مواقع ہیں کہ صورت ہے غیبت یا چغل خوری کی مگر جرائم کا سدباب اور امن عام کا نظم اسی پر موقوف ہے۔ معلوم ہوا مدار نیت پر ہے کہ وہی فعل کی محرک ہوتی ہے اگر وہ خودغرضی و سنگدلی ہے تو حرام ہے اور اصلاح خلق ورفاہ عام ہے تو جائز بلکہ مامور ہے۔ (از معارف، درر)

''حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم دو قبروں کے پاس سے گزرے تو آپ نے ارشاد فرمایا: ان دونوں قبر والوں کو عذاب ہو رہا ہے اور عذاب بھی کسی بھی بڑی چیز پر نہیں ہو رہا (کہ جس سے بچنا مشکل ہو) ان میں ایک تو چغل خوری کرتا تھا اور دوسرا پیشاب کی چھینٹوں سے نہیں بچتا تھا''۔ (بخاری، مسلم، ابوداؤد، ترمذی، نسائی، ابن ماجہ، صحیح ابن خزیمہ)

دُعا کیجئے

یا اللہ! ہم کو اپنے نبی الرحمۃ صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے شرمندگی سے بچا لیجئے اور حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کو خوش کرنے کے لئے ہم پر اور تمام امت مسلمہ پر رحم فرمایئے۔

اے اللہ! ہمارے دل کو نفاق سے عمل کو ریا سے زبان کو جھوٹ سے اور آنکھ کو خیانت سے پاک فرما دیجئے کیونکہ آپ آنکھوں کی چوری اور جو کچھ دل چھپاتے ہیں جانتے ہیں۔

اے اللہ! علم سے ہماری مدد فرما اور حلم سے ہمیں آراستہ فرما اور پرہیزگاری سے بزرگی عطا فرما اور امن سے ہمیں جمال عطا فرمایئے۔

یا اللہ! موجودہ دور میں ہمیں دین اسلام پر مضبوطی سے کاربند فرما اور غیر اسلامی تہذیب کے اثرات سے ہمیں اور ہماری نسلوں کی حفاظت فرما۔

یا اللہ! ہمیں اپنی اتنی محبت عطا فرما کہ آپ کے احکامات اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی مبارک سنتوں پر چلنا ہمارے لئے نہایت سہل ہو جائے۔

مسلمان کی عزت وحرمت

وعن عبدالرحمن بن غنم يبلغ به النبى صلى الله عليه وسلم: (خيارعبادالله الذى اذا رؤوا ذكر الله' و شرار عبادالله المشاؤون بالنميمة المفرقون بين الاحبة الباغون للبرآء العنت . رواه احمد.

ترجمہ: ''حضرت عبدالرحمٰن بن غنم رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: اللہ کے سب سے بہتر بندے وہ ہیں کہ ان کو دیکھ کر اللہ یاد آئے اور سب سے برے وہ ہیں جو چغل خور ہوں دوستوں میں جدائی ڈالنے والے ہوں اور اللہ تعالیٰ کے پاک دامن بندوں کو کسی گناہ یا کسی پریشانی میں مبتلا کرنے کی کوشش میں لگے رہنے والے ہوں''۔(احمد)

''حضرت ابوبکرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حجۃ الوداع کے خطبہ میں ارشاد فرمایا: بے شک تمہاری جانیں' تمہارے مال' تمہاری آبروئیں' ایک دوسرے کے لئے ایسی قابل احترام ہیں جیسا کہ تمہارا آج کا دن' تمہارے اسی مہینہ اور اس شہر میں توجہ سے سنو! میں نے تم تک پیغام الٰہی پہنچادیا''۔(بخاری' مسلم وغیرہما)

''حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: بدترین سود اپنے مسلمان بھائی کی آبروریزی کرنا (یعنی اس کی عزت کو نقصان پہنچانا ہے چاہے کسی طریقے سے ہو مثلاً غیبت کرنا' حقیر سمجھنا' رسوا کرنا' وغیرہ وغیرہ)''۔(بزار)

''حضرت سعید بن زید رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: بدترین سود کسی مسلمان کی عزت پر ناحق حملہ کرنا ہے۔'' (ابوداؤد)

''حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کہتی ہیں کہ میں نے (ایک دفعہ) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے کہا بس آپ کو تو صفیہ کا پستہ قد ہونا کافی ہے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: تم نے (طعن وتحقیر کے ساتھ) ایسا کلمہ کہا کہ اگر اس میں سمندر کو ملا دیا جائے تو اس پر بھی غالب آ جائے اور میں نے آپ کے سامنے ایک شخص کی نقل اتاری تو آپ نے فرمایا مجھے اتنا اور اتنا (مال بھی) ملے تب بھی پسند نہیں کہ تم کسی کی نقل میرے سامنے اتارو''۔(ابوداؤد' ترمذی' بیہقی)

''حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا فرماتی ہیں' حضرت صفیہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کا اونٹ بیمار ہوگیا۔ حضرت زینب رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے پاس زائد اونٹ تھا۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت زینب رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے کہا تم صفیہ (رضی اللہ تعالیٰ عنہا) کو ایک اونٹ دے دو حضرت زینب رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے کہا میں اور اس یہودی عورت کو اونٹ دوں؟ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یہ سن کر ان سے ناراض ہوگئے۔ اور ذوالحجہ محرم اور صفر کے چند دن تک حضرت زینب رضی اللہ تعالیٰ عنہا کو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے چھوڑے رکھا (ان کے ہاں نہ جاتے تھے)''۔(ابوداؤد)

''حضرت عبداللہ بن عمرو رضی اللہ تعالیٰ عنہما فرماتے ہیں' نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے لوگوں نے ایک آدمی کا تذکرہ کیا اور کہا کوئی دوسرا اس کے کھانے کا انتظام کرے تو یہ

کھاتا ہے اور کوئی دوسرا اس کو سواری پر بجا وہ کس کر دے دے تو یہ پھر اس پر سوار ہوتا ہے (یہ بہت سست ہے اپنے کام خود نہیں کر سکتا) نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا تم نے اس کی غیبت کی۔ ان لوگوں نے کہا یا رسول اللہ! ہم نے وہی بات کہی ہے جو اس میں موجود ہے۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا غیبت ہونے کے لئے یہی کافی ہے کہ تم اپنے بھائی کا وہ عیب بیان کرو جو اس میں موجود ہے''۔ (اصبہانی)

''حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں ہم لوگ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس بیٹھے ہوئے تھے ایک آدمی اٹھ کر چلا گیا اس کے جانے کے بعد ایک آدمی اس کے عیب بیان کرنے لگ گیا۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا حلال کرو (اس گوشت کو جو تم نے غیبت کر کے کھایا ہے مراد ہے کہ توبہ کرو) اس نے عرض کیا میں کس چیز سے حلال کروں میں نے تو کوئی (حرام) گوشت نہیں کھایا۔ آپ نے ارشاد فرمایا (غیبت کر کے) تم نے اپنے بھائی کا گوشت کھایا ہے''۔ (ابوبکر بن ابی شیبہ)

''حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: جس نے دنیا میں اپنے بھائی کا گوشت کھایا (یعنی اس کی غیبت کی) قیامت کے دن اس کے قریب کیا جائے گا۔ اور اس سے کہا جائے گا اس کو جیسا کہ تم نے زندہ کھایا تھا اب مردار کھاؤ۔ وہ کھائے گا اور تیوری چڑھائے گا اور چیخ چلائے گا''۔ (ابویعلیٰ' طبرانی' ابوالشیخ)

''حضرت عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ سے رویت ہے کہ ان کا گزر کسی مرے ہوئے خچر پر ہوا انہوں نے اپنے ساتھیوں سے کہا کہ آدمی اس مرے ہوئے خچر کا گوشت پیٹ بھر کر کھائے یہ مسلمان کے گوشت کھانے (یعنی اس کی غیبت کرنے) سے بہتر ہے''۔ (ابوالشیخ ابن حبان وغیرہ)

دُعا کیجئے

اللہ تعالیٰ مسلمانوں کو فرقہ پرستی سے بچائے اور اپنے حبیب صلی اللہ علیہ وسلم اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے اسوہ وطریقہ پر رکھے۔ آمین

اللہ تعالیٰ چھوٹے' بڑے' خواتین و مرد سب کو اپنی حفاظت وامان میں رکھے' شیطان اور اس کے کارندوں کے شر سے بچائے' آمین

اللہ ہم سب کو قبر کی تکلیف سے بچائے۔ ہمارے والدین' اساتذہ' مشائخ اور محسنین و عزیز و اقارب میں سے جو لوگ فوت ہو چکے ہیں ان کی قبروں کو جنت کا باغ بنائے۔ آمین

اللہ تعالیٰ ہم سب کو نیک وصالح اعمال کرنے والا بنائے' ہر مصیبت و آفت سے محفوظ رکھے۔ آمین

دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ سب کو رمضان کے روزے' اور دیگر ایام کے روزے جو مسنون ہیں رکھنے کی توفیق عطا فرمائے اور ان کی برکات و اجر سے معمور فرمائے۔ آمین

مسلمان کا مقام

وعن ابی ھریرۃ رضی اللہ عنہ قال: جاء الاسلمی الی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم، فشھد علی نفسہ بالزنا اربع شھادات یقول: اتیت امراۃ حراماً و فی کل ذلک یعرض عنہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم، فذکرت الحدیث الی ان قال: (فما ترید بھذا القول)؟ قال: ارید ان تطھرنی، فامربہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ان یرجم، فرجم ... رواہ ابن حبان فی صحیحہ.

ترجمہ: ''حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں حضرت (ماعز بن مالک) اسلمی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت اقدس میں حاضر ہوئے اور انہوں نے چار مرتبہ اپنے بارے میں اس بات کا اقرار کیا کہ میں نے ایک عورت سے حرام کا ارتکاب کیا ہے۔ ہر مرتبہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم دوسری طرف منہ پھیر لیتے تھے۔ پھر آگے حدیث کا مضمون اور بھی ہے، جس میں یہ بھی ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا تم اس بات سے کیا چاہتے ہو؟ انہوں نے کہا میں چاہتا ہوں کہ آپ مجھے پاک فرمادیں چنانچہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو رجم کرنے کا حکم فرمایا۔ اس پر ان کو رجم کیا گیا۔ پھر نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے دو انصاری صحابہ رضی اللہ تعالیٰ عنہما کو سنا ان میں سے ایک دوسرے سے کہہ رہا تھا اس آدمی کو دیکھو اللہ تعالیٰ نے تو اس پر پردہ ڈالا تھا لیکن یہ خود اپنے پیچھے پڑ گیا جس کی وجہ سے اسے کتے کی طرح پتھر مارے گئے۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم یہ سن کر خاموش ہو گئے پھر تھوڑی دیر چلنے کے بعد آپ کا گزر ایک مردار گدھے کے پاس سے ہوا جس کا پاؤں (پھولنے کی وجہ سے) اوپر اٹھا ہوا تھا۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا فلاں اور فلاں آدمی دونوں کہاں ہیں؟ ان دونوں نے عرض کیا یا رسول اللہ! ہم دونوں یہ ہیں آپ نے فرمایا تم دونوں اس مردار گدھے کا گوشت کھاؤ' ان دونوں نے کہا یا رسول اللہ! اللہ تعالیٰ آپ کی مغفرت فرمائے اس کو کون کھا سکتا ہے؟ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: ابھی تم دونوں نے اپنے بھائی کی (پیٹھ پیچھے) بے عزتی کی ہے وہ مردار کھانے سے زیادہ سخت ہے اس ذات کی قسم! جس کے قبضہ میں میری جان ہے وہ اس وقت جنت کی نہروں میں غوطے لگا رہا ہے''۔ (صحیح ابن حبان)

''حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت ہے کہ جس رات نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو معراج پر لے جایا گیا تو آپ نے دوزخ میں ایسے لوگوں کو دیکھا جو مردار کھا رہے ہیں آپ نے دریافت فرمایا اے جبرئیل! یہ کون ہیں؟ انہوں نے بتایا یہ وہ لوگ ہیں جو لوگوں کے گوشت کھاتے تھے (یعنی ان کی غیبت کرتے تھے) اور آپ نے ایک شخص کو دیکھا جو سرخ اور گہرے نیلے رنگ کا تھا۔ دریافت فرمایا اے جبرئیل! یہ کون ہے؟ انہوں نے بتایا وہ ہے جس نے (حضرت صالح علیہ السلام) کی اونٹنی کے کونچے کاٹے تھے''۔ (احمد)

''حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: جب میرے رب نے مجھے معراج نصیب فرمائی تو میرا گزر ایک قوم پر ہوا جن کے ناخن تانبے کے

تھے اور ان سے اپنے منہ اور سینے کھرچ رہے تھے۔ میں نے پوچھا اے جبرئیل! یہ کون لوگ ہیں؟ انہوں نے بتایا یہ وہ لوگ ہیں (جو غیبتیں کر کے گویا) لوگوں کے گوشت کھاتے اور ان کی آبرو کے پیچھے پڑتے ہیں"۔ (ابوداؤد)

تشریح: اللہ تعالیٰ نے محض اپنے فضل سے عیوب کو چھپا رکھا ہے کون انسان ہے جو عیوب سے خالی ہو۔ جیسے ہر پیٹ میں پاخانہ کی الابلا بھری پڑی ہے مگر گوشت نے پردہ ڈال رکھا ہے ورنہ کوئی کسی کے پاس بیٹھ نہ سکتا جو شخص کسی کی پیٹھ پیچھے کسی کی غیبت کرتا ہے اور اپنی عزت بڑھانے کے لئے اس کے عیوب کا پردہ چاک کرتا ہے وہ گویا مردار کا گوشت کھاتا ہے اور اپنا مٹاپا بڑھانے کے لئے اس کو چھپی ڈھکی گھناؤنی چیزوں کو کھولتا ہے کہ اس بے چارے کو خبر بھی نہیں کہ اس کا بھائی اس کے ساتھ کیا سلوک کر رہا ہے' شیر باوجود جانور اور درندہ ہونے کے مردار گوشت کھانے سے نفرت کرتا ہے تو مسلمان جس کو انسانیت کے ساتھ اللہ والوں کی ہمدردی کا دعویٰ ہے زیادہ مستحق ہے کہ کراہت کرے کیونکہ یہ بدمذاقی زنا وغیرہ سے بھی زیادہ گندی ہے کہ وہ صرف اپنے نفس کے ساتھ بے دردی ہے۔ (از درر بتغیر واختصار)

"حضرت راشد بن سعد مقرائی رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: جب مجھے معراج نصیب ہوئی میرا ایسے لوگوں سے پر گزر ہوا جن کی کھالوں کو آگ کی قینچیوں سے کاٹا جا رہا تھا۔ میں نے دریافت کیا اے جبرئیل؟ یہ کون لوگ ہیں انہوں نے بتایا یہ وہ ہیں جو بدکاری کی (طرف بلانے کیلئے) زینت کرتے تھے پھر میں ایسے کنوئیں پر سے گزرا جو بڑا بدبودار تھا؟ اس میں میں نے سخت خطرناک آوازیں سنیں۔ میں نے کہا اے جبرئیل! یہ کون ہیں انہوں نے بتایا یہ وہ عورتیں ہیں جو زنا و بدکاری کے لئے زینت کرتی تھیں اور حرام کا ارتکاب کرتی تھیں پھر میں ایسے مردوں اور عورتوں پر سے گزرا جو اپنے پستانوں کے ساتھ لٹکے پڑے تھے میں نے دریافت کیا اے جبرئیل! یہ کون ہیں! انہوں نے بتایا یہ عیب چننے والے طعنہ دینے والے ہیں اور اس پر اللہ عزوجل کا ارشاد ہے: "**ویل لکل همزة لمزة**" جس کا ترجمہ یہ ہے "خرابی ہے ہر طعنہ دینے والے عیب چننے والے کی)"۔ (بیہقی)

"حضرت جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہما کہتے ہیں کہ ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس حاضر تھے کہ ایک گندی بو اٹھی۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: جانتے بھی ہو کہ یہ بو کس چیز کی ہے؟ یہ ان کی بدبو ہے جو مسلمانوں کی غیبت کرتے ہیں"۔ (احمد، ابن ابی الدنیا)

دُعا کیجئے

اللہ تعالیٰ سب کو دین پر استقامت عطا فرمائے اور اسلام کو پوری طرح زندہ رکھنے کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین

اللہ تعالیٰ تمام مسلمانوں کو دین کے تمام کاموں میں آگے بڑھنے کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین

اللہ تعالیٰ سب کو اپنے نظام پر کامل یقین نصیب فرمائے ہر برائی سے محفوظ رکھے۔ آمین

اللہ تعالیٰ ہمیں اپنی خلافت و نیابت کے منصب کے مطابق عمل کرنے اور اس ذمہ داری پر پورا اترنے کی توفیق عطا فرمائے آمین

چغل خوری پر عذاب

وعن ابی بکرة رضی الله عنه قال: بینا انا اماشی رسول الله صلی الله علیه وسلم وهو آخذ بیدی و رجل علی: یساره فاذا نحن بقبرین امامنا' فقال رسول الله صلی الله علیه وسلم: (انهما لیعذبان و ما یعذبان فی کبیر و بلی: فایکم یاتینی و بجریدة) فاستبقنا فسبقته فاتیته بجریدة فکسرها نصفین فالقی علی: ذاالقبر قطعة و علی ذاالقبر قطعة' قال: (انه یهون علیهما ماکانتارطبتین وما یعذبان الا فی الغیبة والبول) رواه احمد وغیره باسناد رواته ثقات.

ترجمہ: ''حضرت ابی بکرہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ (ایک دفعہ) میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ چل رہا تھا اور آپ میرے ہاتھ کو پکڑے ہوئے تھے اور ایک صاحب آپ کے بائیں طرف چل رہے تھے کہ ہمارے سامنے دو قبریں آئیں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: ان دونوں کو عذاب ہو رہا ہے اور عذاب بھی کسی بڑی چیز پر نہیں ہو رہا (کہ جس سے بچنا مشکل ہو) اور بے شک وہ بڑے گناہوں میں سے ہے تم میں سے کون ایک ٹہنی لائے گا؟ ہم دونوں لینے کو دوڑے میں ان صاحب سے آگے بڑھ کر لے آیا۔ چنانچہ آپ نے اس کے آدھے دو ٹکڑے کئے اس قبر پر ایک ٹکڑا ڈالا۔ اور دوسری قبر پر ایک ٹکڑا ڈالا۔ ارشاد فرمایا جب تک یہ تازہ رہیں گی ان پر سے عذاب ہلکا کر دیا جائے گا اور ان کو عذاب غیبت کرنے اور پیشاب کی چھینٹوں سے نہ بچنے پر ہو رہا ہے''۔ (احمد)

تشریح: پہلے اسی قسم کی ایک روایت گزری ہے جس میں چغل خوری کی وجہ سے عذاب کا ذکر تھا۔ حافظ منذری رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں ممکن ہے دو مرتبہ ایسا واقعہ پیش آیا ہو ایک مرتبہ آپ نے چغل خوری کی وجہ سے عذاب کا ذکر فرمایا اور دوسری مرتبہ غیبت کا۔

''حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: جانتے بھی ہو کہ غیبت کس کو کہتے ہیں؟ صحابہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم نے عرض کیا اللہ اور اس کے رسول زیادہ جانتے ہیں فرمایا: اپنے بھائی کا اس طرح ذکر کرنا جو اسے ناگوار گزرے۔ عرض کیا گیا بھلا اگر بھائی میں وہ (عیب) موجود ہو جس کا میں تذکرہ کرتا ہوں؟ ارشاد فرمایا: اگر وہ عیب موجود ہے تب تو غیبت ہوئی۔ اور اگر وہ عیب اس میں موجود نہیں ہے تو تو نے اس پر بہتان باندھا۔

''حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما کہتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ ارشاد فرماتے سنا: جو کسی مسلمان کے بارے میں ایسی برائی کرے گا جو اس میں نہ ہو اللہ تعالیٰ اس کو ''ردغۃ الخبال'' (جہاں دوزخیوں کی پیپ اور خون کی کیچڑ ہوتی ہے) اس وقت تک رکھے گا جب تک (سزا پا کر) اس سے صاف نہ ہو جائے جو اس نے کہا تھا۔ اور ایک روایت میں ہے اس سے صاف نہ ہو سکے گا''۔ (حاکم)

''حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ رسول

اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: پانچ گناہ ایسے ہیں کہ جن کا کوئی کفارہ نہیں ہے (کہ آدمی اس کے بدلہ کچھ دے دلا کر چھٹکارا حاصل کر لے) (۱) اللہ کے ساتھ شریک ٹھہرانا' (۲) ناحق قتل' (۳) مسلمان پر بہتان باندھنا' (۴) عین جہاد کے وقت میدان سے بھاگنا' (۵) ایسی (جھوٹی) پکی قسم کھانا کہ ناحق اس سے کسی کا مال ہتھیا لے''۔ (احمد)

''حضرت اسماء بنت یزید رضی اللہ تعالیٰ عنہا روایت کرتی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: جو شخص اپنے مسلمان بھائی سے پیٹھ پیچھے اس کی آبرو کی حفاظت کے لئے مدافعت کرتا ہے (مثلاً غیبت کرنے والے کو روکتا ہے) تو اللہ تعالیٰ نے اپنے ذمہ لیا ہے کہ اس کو دوزخ کی آگ سے آزاد کردے''۔ (احمد)

''حضرت ابودرداء رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: جو شخص اپنے مسلمان بھائی کی آبرو کی حفاظت کرتا ہے اللہ تعالیٰ قیامت کے دن اس سے دوزخ کی آگ ہٹا دیں گے۔ (ترمذی) اور ایک روایت میں ہے۔ اس سے اللہ تعالیٰ: دوزخ کے عذاب کو ہٹا دیں گے اور آپ نے یہ آیت تلاوت فرمائی جس کا ترجمہ ہے: ''اور ہمارے ذمہ ہے ایمان والوں کی مدد کرنا''۔

''حضرت معاذ بن انس جہنی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: جس نے کسی منافق (یعنی دوست نما دشمن) سے کسی مسلمان کی (عزت وآبرو کی) حمایت کی (کہ اس کی غیبت کی تردید کردی) تو حق تعالیٰ شانہ ایک فرشتہ بھیجے گا جو قیامت کے دن اس کے گوشت کو دوزخ کی آگ سے بچائے رکھے گا اور جس نے کسی مسلمان کو (لفظ یا اشارہ کیا) تیر مارا کہ اس سے مقصود اس کو دھبہ لگانا تھا اللہ تعالیٰ اس کو دوزخ کے ایک پل پر قید رکھے گا جب تک (سزا پا کر) اپنے الزام (کے گناہ کی گندگی) سے پاک صاف نہ ہو جائے''۔ (ابوداؤد، ابن ابی الدنیا)

''حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں جس نے اپنے مسلمان بھائی کی پیٹھ پیچھے مدد کی (مثلاً اس کی غیبت کی تردید کی اس کی طرف سے مدافعت کی) اللہ تعالیٰ دنیا و آخرت میں اس کی مدد کرے گا''۔ (ابن ابی الدنیا)

دُعا کیجئے

اللہ تعالیٰ سب کے گھر شاد و آباد رکھے' لڑائی جھگڑے اور نا چاقی سے حفاظت فرمائے۔ آمین

اللہ تعالیٰ سب مسلمانوں کو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی کامل محبت و اطاعت نصیب کرے۔ نافرمانی و محرومی سے بچائے۔ آمین

اللہ تعالیٰ سب کو سچا بنائے' سچوں کی رفاقت عطا کرے اور سچوں ہی کے ساتھ ہمارا انجام ہو۔ آمین

اللہ تعالیٰ سب مسلمانوں کو اپنی دنیا و آخرت کی بھلائی عطا فرمائے' اور اپنی رضا کا مقام جنت عطا فرمائے۔ آمین

تکمیل ایمان کے نسخے

وعن جابر بن ابی طلحة الانصاری رضی الله عنه قال: قال رسول الله صلی الله علیه وسلم: (مامن امری مسلم یخذل امرا مسلما فی موضع تنتهک فیه حرمته و ینتقص فیه من عرضه الا خذله الله فی موطن یحب فیه نصرته و ما من امری مسلم ینصر مسلما فی موضع ینتقص فیه من عرضه و ینتهک فیه من حرمته الا نصره الله فی موطن یحب فیه نصرته) رواه ابوداؤد و ابن ابی الدنیا و غیرهما و اختلف فی اسناده.

ترجمہ: ''حضرت جابر بن ابی طلحہ انصاری رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: جو شخص کسی مسلمان کی مدد سے ایسے موقع پر ہاتھ کھینچ لیتا ہے جب کہ اس کی عزت پر حملہ کیا جارہا ہو اور اس کی آبرو کو نقصان پہنچایا جارہا ہو تو اللہ تعالیٰ اس کو ایسے موقع پر اپنی مدد سے محروم رکھیں گے۔ جب وہ اللہ تعالیٰ کی مدد کا خواہش مند (اور طلب گار) ہوگا اور جو شخص کسی مسلمان کی ایسے موقع پر مدد اور حمایت کرتا ہے جب کہ اس کی عزت پر حملہ کیا جارہا ہو اور آبرو کو نقصان پہنچایا جارہا ہو تو اللہ تعالیٰ ایسے موقع پر اس کی مدد فرمائیں گے جب وہ اس کی نصرت کو خواہش مند (اور طلب گار) ہوگا''۔ (ابوداؤد)

''حضرت ابو موسیٰ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ میں نے دریافت کیا یا رسول اللہ! مسلمانوں میں سب سے افضل کون ہے؟ ارشاد فرمایا مسلمان جس کی زبان اور ہاتھ سے محفوظ رہیں''۔ (بخاری، مسلم، نسائی)

''حضرت عبداللہ بن عمرو رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: مسلمان وہ ہے جس کے ہاتھ اور زبان سے دوسرے مسلمان محفوظ رہیں اور مہاجر وہ ہے جو اللہ کی منع کی ہوئی چیزوں کو چھوڑ دے''۔ (بخاری، مسلم)

''حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کہتے ہیں میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے دریافت کیا یا رسول اللہ! سب سے افضل کون سا عمل ہے؟ ارشاد فرمایا نماز اپنے وقت پر پڑھنا میں نے عرض کیا یا رسول اللہ! پھر کون سا عمل ہے؟ ارشاد فرمایا تمہاری زبان سے لوگ محفوظ رہیں''۔ (طبرانی)

''حضرت ثوبان رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: مبارک ہو اس شخص کے لئے جو اپنی زبان کو قابو میں رکھے اور اپنے گھر میں رہے اور اپنے گناہوں پر روئے''۔ (طبرانی فی الاوسط والصغیر)

''حضرت سہل بن سعد رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: جو شخص مجھے اپنے جبڑوں اور دونوں ٹانگوں کے درمیان والے اعضاء کی ذمہ داری دے دے (کہ وہ زبان اور شرم گاہ کو غلط استعمال نہیں کرے گا) تو میں اس کے لئے جنت کی ذمہ داری دیتا ہے''۔ (بخاری، ترمذی)

''جس کو اللہ تعالیٰ نے ان اعضاء کی برائیوں سے بچالیا جو دونوں جبڑوں اور ٹانگوں کے درمیان ہیں یعنی زبان اور شرم گاہ تو وہ جنت میں داخل ہوگا''۔ (ترمذی، صحیح ابن حبان)

تشریح: یہاں یہ بات ملحوظ رکھنی چاہئے کہ اس قسم کے

وعدوں کا تعلق صرف ان لوگوں سے ہے جو صاحب ایمان ہوں۔

''حضرت ابو جحیفہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے صحابہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم سے پوچھا: اللہ تعالیٰ کے نزدیک سب سے پسندیدہ عمل کون سا ہے؟ سب خاموش رہے کسی نے جواب نہ دیا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا۔ سب سے زیادہ پسندیدہ عمل زبان کی حفاظت کرنا ہے''۔ (ابوالشیخ ابن حبان' بیہقی)

''حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: بندہ جب تک اپنی زبان کی حفاظت نہ کرلے ایمان کی حقیقت کو حاصل نہیں کر سکتا''۔ (طبرانی 'فی الصغیر' والاوسط)

''حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں قسم ہے اس ذات کی جس کے علاوہ کوئی معبود نہیں' زمین کی پشت پر کسی چیز کو زبان سے زیادہ طویل قید کی حاجت نہیں''۔ (طبرانی)

تشریح: مطلب یہ ہے کہ سب سے زیادہ زبان کو روکے رکھنے اور بے جا استعمال کرنے سے بچانے کی ضرورت ہے۔

''حضرت عطا بن یسار سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: جس شخص کو اللہ تعالیٰ دو چیزوں کے شر اور برائی سے بچالے وہ جنت میں داخل ہوگا۔ ایک شخص نے عرض کیا یا رسول اللہ! آپ ہمیں کیوں نہیں بتاتے (کہ وہ چیزیں کیا ہیں؟) نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے سکوت فرمایا (کچھ دیر کے بعد) پھر وہی ارشاد دہرایا۔ دوبارہ وہ شخص وہی سوال کرتا ہوا گیا اس کو اس کے برابر والے شخص نے خاموش کرایا (نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا اس ارشاد کو بار بار دہرانا اور سائل کے سوال کے جواب میں سکوت فرمانا اہمیت کے پیش نظر تھا تاکہ سامنے والوں میں کامل طلب پیدا کرکے بتایا جائے تو یاد بھی رہے اور عمل بھی ہو) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: جس کو اللہ تعالیٰ دو چیزوں کے شر سے بچالے وہ جنت میں داخل ہوگا۔ دو چیزوں میں ایک تو دو جبڑوں کے درمیان ہے (یعنی زبان) اور دوسری دو ٹانگوں کے درمیان ہے (یعنی شرم گاہ)''۔ (مالک)

دُعا کیجئے

اللہ تعالیٰ سب کو صالح اعمال' صالح نیت کے ساتھ کرنے کی توفیق مرحمت فرمائے اور وہ نیک اعمال جن کی ہم استطاعت نہیں رکھتے اپنے فضل سے ان کا اجر بھی ہمارے حصہ میں کردے۔ آمین

اللہ تعالیٰ سب کو دین وایمان میں اخلاص پر قائم رکھے اور ایسے کاموں سے بچائے جو ایمان کے منافی ہیں۔ آمین

اللہ تعالیٰ ہمیں حرام سے اور مشتبہات سے بچائے۔ آمین

اللہ تعالیٰ ہمیں حسد سے بچائے' اور علم وسخاوت کی دولت سے مالا مال فرمائے۔ آمین

اللہ تعالیٰ ہمیں نیکی کے کام کرنے والا بنائے' علم دین سے نوازے اور ہر قسم کی بدکاری سے بچائے۔ آمین

اللہ تعالیٰ ہمیں ایمان پر استقامت عطا کئے رکھے اور ایمان پر ہی ہمیں موت آئے۔ آمین

چند اعمال صالحہ

وعن رکب المصری رضی اللہ عنہ قال: قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم: (طوبی لمن عمل بعلمہ و انفق الفضل من مالہ و امسک الفضل من قولہ). رواہ الطبرانی.

ترجمہ: ''حضرت رکب مصری رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: مبارک ہو خوشخبری ہو اس شخص کے لئے جو اپنے علم پر عمل کرے اور ضرورت سے زائد مال خرچ کر دے اور ضرورت سے زائد فضول بات سے درکار رہے''۔ (طبرانی)

''حضرت سفین بن عبداللہ ثقفی رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ میں نے عرض کیا یا رسول اللہ! مجھے ایسی بات بتا دیں جس کے ساتھ میں چمٹ جاؤں (اس کو لازم کرلوں) ارشاد فرمایا کہو میرا رب اللہ ہے پھر اسی پر قائم رہو۔ میں نے دریافت کیا یا رسول اللہ! آپ کو مجھ پر سب سے زیادہ کس کا خطرہ وخوف ہے؟ آپ نے اپنی زبان مبارک کو پکڑ کر فرمایا۔ پھر ارشاد فرمایا اس کا (کہ زبان غلط استعمال نہ ہو)''۔ (ترمذی، ابن ماجہ، صحیح ابن حبان، حاکم)

''حضرت حارث بن ہشام رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ انہوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کیا مجھے ایسی چیز بتا دیں جسے میں مضبوطی سے پکڑا رہوں؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی زبان مبارک کی طرف اشارہ کرتے ہوئے فرمایا اس کو اپنے قابو میں رکھو''۔ (طبرانی)

''حضرت انس رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: کسی بندہ کا ایمان درست نہیں رہ سکتا جب تک اس کا دل درست نہ ہو اور دل درست نہیں رہ سکتا جب تک اس کی زبان درست اور سیدھی نہ ہو۔ اور وہ شخص جنت میں نہ جائے گا جس کے پڑوسی اس کی شرارتوں اور آفتوں سے بے خوف نہ ہوں''۔ (احمد، ابن ابی الدنیا)

''حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے دریافت کیا جو بات بھی ہم کرتے ہیں کیا یہ سب ہمارے اعمال نامہ میں لکھی جاتی ہیں (اور کیا ان پر بھی پکڑ ہوگی) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: تجھ کو تیری ماں روئے! (اچھی طرح جان لو کہ) لوگوں کو ناک کے بل دوزخ میں گرانے والی ان کی زبان ہی کی بری باتیں ہوں گی اور جب تک تم خاموش رہو گے (زبان کی آفت سے) بچے رہو گے اور جب کوئی بات کرو گے تو تمہارے لئے اجر یا گناہ لکھا جائے گا''۔ (طبرانی)

تشریح: ''تجھ کو تیری ماں روئے'' عربی محاورہ کے مطابق یہ پیار کا کلمہ ہے بددعا نہیں ہے۔

''حضرت اسود بن اصرم رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کیا یا رسول اللہ! مجھے وصیت فرمایئے ارشاد فرمایا: اپنے ہاتھ کو قابو میں رکھو۔ (کہ اس سے کسی کو تکلیف نہ پہنچے) میں نے عرض کیا اگر میرا ہاتھ میرے قابو میں نہ رہے تو پھر اور کیا چیز قابو میں رہ سکتی ہے؟ یعنی ہاتھ تو میرے قابو میں رہ سکتا ہے ارشاد فرمایا اپنی زبان کو قابو میں رکھو میں نے عرض کیا: اگر میری زبان ہی میرے قابو میں نہ رہے تو پھر اور کیا چیز قابو میں رہ سکتی ہے؟ یعنی زبان تو میرے قابو میں رہ سکتی ہے۔ ارشاد فرمایا: تو پھر تم اپنے ہاتھ کو بھلے کام کے لئے ہی بڑھاؤ اور اپنی

زبان سے بھلی بات ہی کہو"۔ (طبرانی' ابن ابی الدنیا' بیہقی)

"عقل مند کو چاہئے کہ اپنے زمانہ اور وقت کو غور سے دیکھے (کہ اس کو بہت کم سمجھ کر اہم امور میں خرچ کرے وقت کو ضائع نہ کرے) اپنی حالت کی اصلاح کی طرف متوجہ رہے اپنی زبان کی حفاظت کرے اور جس نے اپنے کلام کو عمل میں شمار کر کے اس کا محاسبہ کیا تو اس کا کلام کم ہو کر صرف مفید اور مقصود میں ہی خرچ ہوگا (یہ حدیث پاک کا ایک جز ہے)

"حضرت ابوسعید رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ایک شخص رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت اقدس میں حاضر ہوا اور عرض کیا یا رسول اللہ! مجھے وصیت فرمادیجئے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا اللہ تعالیٰ کے تقویٰ کو لازم پکڑلو۔ یہ تمام خیروں کے لئے جامع ہے اور اللہ کے راستہ کے جہاد کو لازم پکڑلو' یہ مسلمانوں کی رہبانیت ہے اور اللہ تعالیٰ کے ذکر کو اور قرآن کی تلاوت کو لازم پکڑو کہ یہ تمہارے لئے زمین میں نور ہے۔ (کہ اس کے ذریعہ سیدھی راہ دیکھ سکو گے) اور آسمان میں تمہارے تذکرہ کا ذریعہ ہے اور اپنی زبان کو سوائے خیر کے ہر قسم کی بات سے محفوظ رکھو اس سے تم شیطان پر قابو پالو گے"۔ (طبرانی فی الصغیر ابوالشیخ فی الثواب)

"حضرت معاذ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں میں نے عرض کیا یا رسول اللہ! مجھے وصیت فرمائیے ارشاد فرمایا: اللہ تعالیٰ کی عبادت ایسی کرو گویا کہ تم اس کو دیکھ رہے ہو اور اپنے آپ کو مردوں میں شمار کرو کہ لمبی امیدیں نہ کرو) اگر تم چاہو تو تم کو وہ چیز بتادوں جو ان تمام چیزوں سے زیادہ تم پر غالب ہو۔ اپنی زبان مبارک کی طرف اشارہ کر کے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا یہ ہے"۔ (ابن ابی الدنیا)

دُعا کیجئے

اللہ تعالیٰ سب کو فتنوں سے بچائے جب تک زندگی ہے تو اپنی اطاعت کی زندگی عطا فرمائے۔ اور خاتمہ بالا یمان نصیب فرمائے۔ آمین

اللہ تعالیٰ ہمارے نوجوانوں کو صالح بنائے۔ بے راہ روی سے بچائے۔ آمین

اللہ تعالیٰ ہمیں شادی بیاہ کے معاملات کو شریعت کے مطابق کرنے کی توفیق عطا فرمائیں۔ آمین

اللہ تعالیٰ ہمیں تمام احکام شریعت پر عمل کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین

اللہ تعالیٰ سب کو شرعی احکام کا صحیح علم اور اس پر پورے پورے عمل کی توفیق عطا فرمائیں۔ آمین

اللہ تعالیٰ ہماری مستورات کو شریعت کے احکام کا صحیح علم اور اس پر عمل کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین

اللہ تعالیٰ ہمیں شرک سے' اپنی نافرمانی سے' جھوٹی قسموں سے محفوظ رکھے۔ آمین

اللہ تعالیٰ سب کو جھوٹی و غلط قسموں سے بچائے۔ آمین

بات چیت میں احتیاط

و عن ابی سعید الخدری رضی الله عنه رفعه قال: اذا اصبح ابن آدم، فان الاعضاء کلها تفکر اللسان فتقول: اتق الله فینا فانما نحن بک فان استقمت استقمنا و ان اعوججت اعوججنا. رواه الترمذی و ابن ابی الدنیا و غیر هما، وقال الترمذی: رواه غیر واحد عن حماد بن زید و لم یرفعوه قال: و هو اصح.

ترجمہ: ''حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: انسان جب صبح کرتا ہے تو اس کے جسم کے سارے اعضاء زبان سے نہایت عاجزی کے ساتھ کہتے ہیں کہ تو ہمارے بارے میں اللہ تعالیٰ سے ڈر، کیونکہ ہمارا معاملہ تیرے ہی ساتھ (جڑا ہوا) ہے۔ اگر تو سیدھی رہے گی تو ہم بھی سیدھے رہیں گے۔ اور اگر تو ٹیڑھی ہوگئی تو ہم بھی ٹیڑھے ہو جائیں گے (اور پھر اس کی سزا بھگتنی پڑے گی)۔'' (ترمذی)

''حضرت ابووائل رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ (ایک دن) صفا پہاڑی پر چڑھے اور اپنی زبان کو پکڑ کر فرمایا اے زبان! صرف خیر کی بات کہا کر دنیا و آخرت میں اس کا فائدہ اٹھائے گی اور برائی سے خاموش رہا کر اس سے پہلے کہ تجھے ندامت اور پشیمانی اٹھانی پڑے۔ برائی میں پڑنے سے محفوظ رہے گی۔ پھر فرمایا میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو ارشاد فرماتے ہوئے سنا: اکثر و بیشتر انسان کی خطائیں اور غلطیاں اس کی زبان سے ہوتی ہیں (کہ زبان کو غلط استعمال کرتا ہے)''۔ (طبرانی، ابوالشیخ فی الثواب، بیہقی)

''حضرت اسلم رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ ایک دن حضرت عمر رضی اللہ عنہ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کے پاس آئے تو دیکھا کہ وہ اپنی زبان کو کھینچ رہے ہیں۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے کہا آپ چھوڑیں (کیا کر رہے ہیں) اللہ تعالیٰ آپ کو معاف کرے حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے فرمایا یہی زبان مجھے بری جگہوں میں (ہلاکت کی جگہوں میں) لے آئی ہے''۔ (مالک، ابن ابی الدنیا، بیہقی)

''حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے (زبان کے متعلق) فرمایا۔ یہی زبان مجھے بری جگہوں میں لے آئی ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا تھا کہ جسم کا کوئی حصہ ایسا نہیں ہے جو زبان کی بدگوئی اور تیزی کی شکایت نہ کرتا ہو'' (بیہقی)

''حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: جو چپ رہا وہ نجات پا گیا''۔ (ترمذی)

تشریح: مطلب یہ ہے کہ جس شخص نے بری اور فضول باتوں سے زبان کو روکے رکھا اسے دنیا و آخرت کی بہت سی آفتوں، مصیبتوں اور نقصانات سے نجات مل گئی کیونکہ عام طور پر انسان جن آفتوں میں مبتلا ہوتا ہے ان میں سے اکثر کا ذریعہ زبان ہی ہوتی ہے۔ (مرقاۃ)

''حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ انہوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ ارشاد فرماتے سنا: بندہ کبھی بے سوچے سمجھے ایسی بات کہہ دیتا ہے جس کی وجہ سے مشرق و مغرب کے درمیانی فاصلہ سے بھی زیادہ دور دوزخ میں جا گرتا ہے۔ (بخاری)

ایک روایت میں ہے انسان کوئی بات کہہ دیتا ہے اور اس کے

کہنے میں کوئی حرج نہیں سمجھتا لیکن اس کی وجہ سے جہنم میں ستر سال کی مسافت کے برابر (نیچے) گر جاتا ہے"۔ (ترمذی، ابن ماجہ)

"حضرت ابوسعید رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: آدمی صرف لوگوں کو ہنسانے کے لئے کوئی ایسی بات کہہ دیتا ہے جس میں کوئی برائی نہیں سمجھتا اس کی وجہ سے جہنم میں آسمان (زمین کے درمیانی فاصلہ) سے بھی زیادہ گہرائی میں پہنچ جاتا ہے۔ (ابوالشیخ) اس کو مسند احمد میں بھی روایت کیا ہے"۔

"حضرت بلال بن حارث مزنی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: آدمی اللہ تعالیٰ کو خوش کرنے والی ایسی بات کہہ دیتا ہے جس کو وہ بہت زیادہ اہم نہیں سمجھتا لیکن اس بات کی وجہ سے اللہ تعالیٰ قیامت تک کے لئے اس سے راضی ہونے کا فیصلہ فرما دیتے ہیں اور آدمی اللہ تعالیٰ کو ناراض کرنے والی ایسی بات کہہ دیتا ہے جس کو وہ بہت زیادہ اہم نہیں سمجھتا لیکن اس بات کی وجہ سے اللہ تعالیٰ قیامت تک کے لئے اس سے ناراض ہونے کا فیصلہ فرما دیتے ہیں"۔ (مالک، ترمذی، نسائی، ابن ماجہ، صحیح ابن حبان، حاکم)

"حضرت حکم کی صاحبزادی کی باندی رضی اللہ عنہا کہتی ہیں میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ ارشاد فرماتے ہوئے سنا ایک شخص جنت کے اتنے قریب ہو جاتا ہے کہ اس کے اور جنت کے درمیان ایک نیزہ کا فاصلہ رہ جاتا ہے پھر کوئی ایسا بول بول دیتا ہے جس کی وجہ سے جنت سے اس سے بھی زیادہ دور ہو جاتا ہے جتنا مدینہ سے (یمن کا شہر) صنعاء دور ہے۔ (ابن ابی الدنیا، اصبہانی) یہ روایت مسند احمد میں بھی ہے"۔ (مجمع الزوائد)

دُعا کیجئے

اللہ تعالیٰ ہمیں شریعت کے احکام کا علم حاصل کر کے ان پر خلوص نیت سے عمل کی توفیق عطا فرمائے۔

اللہ تعالیٰ سب مسلمانوں کو گناہ سے بچائے، ہر غلط نذر و منت سے محفوظ رکھے۔

اللہ تعالیٰ مسلمانوں کو فرقہ پرستی سے بچائے اور اپنے حبیب صلی اللہ علیہ وسلم اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے اسوہ و طریقہ پر رکھے۔

اللہ تعالیٰ چھوٹے، بڑے، خواتین و مرد سب کو اپنی حفاظت و امان میں رکھے، شیطان اور اس کے کارندوں کے شر سے بچائے۔

اللہ ہم سب کو قبر کی تکلیف سے بچائے۔ ہمارے والدین، اساتذہ، مشائخ اور محسنین و عزیز و اقارب میں سے جو لوگ فوت ہو چکے ہیں ان کی قبروں کو جنت کا باغ بنائے۔ آمین